بعون صانع بیمکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

الحمد لله والمنة کہ ربع ثالث فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علما عرب و عجم مفید خواص و عوام در دو مجلد مسمی

جلد تیسری غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو در المختار

جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے لکھا اور ذی حجہ سنہ [illegible] بار دوم بتصحیح مولوی احسان اللہ صاحب [illegible] منطبع ہوا

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ وسلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہی جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہی جسکے معاینہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہین قیمت بھی ارزان ہی اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے ہین انمین بعض کتب فقہ اردو و فارسی و عربی و اصول فقہ عربی کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہی اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

کتب فقہ اردو

راہ نجات۔ از مولوی محمد علی مسائل نماز و روزہ و طریقۂ نکاح خوانی مع خطبۂ نکاح۔

مفتاح الجنۃ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالۂ بے نمازان از مولوی عبداللہ۔

کشف الحاجات۔ ترجمہ اردو مالابد منہ از مولوی نور الدین۔

ہزار مسئلہ۔ شامل ہفت رسالہ۔

(۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل نمازیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵) حلیۂ پیغمبر (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل۔ مولفہ مولوی عبداللہ بن عبدالسلام۔

شرح محمدی منظوم۔ مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری۔

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ از مولوی سید محمود و مولوی محمد طیب۔

حیرۃ الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی محمد ابراہیم حسین بنگلوری۔

جواب السائلین۔ تحقیقات مسائل بطور استفتا مولفۂ مولوی لال محمد۔

تحفۃ المومنین۔ از مولوی قربان علی

نور الہدایۃ۔ اردو ترجمہ شرح وقایہ جلدین اولین عبادات مین از مولوی وحید الزمان۔

ایضاً۔ اردو ترجمہ جلدین اخیرین شرح وقایہ کا معاملات مین۔

کنز الدقائق اردو مسمی بہ تحفۃ العجم۔ از مولوی محمد سبحان۔

رسالۂ چار باب۔ اردو ترجمہ از مولوی کفایت اللہ۔

چہل مسائل فقہ۔ از مولوی محمد ابراہیم حسین بنگلوری۔

اشرف المسائل معروف بہ جواہر اشرف از مولوی اشرف علی خان۔

رسالۂ تجہیز و تکفین میت۔ از محمد عمران۔

احسن المسائل ترجمہ کنز الدقائق۔ جو مسائل ضروریہ فقہ مین بہت مستند ہی کتاب الطہارت سے کتاب الفرائض تک کے لابدی اور ضروری مسئلے صاف صاف عبارت اردو مین مرقوم ہین مترجمہ مولوی محمد احسن صدیقی۔

فقہ فارسی

بدائع منظوم۔ از مولوی ناظم علی۔

نام حق۔ از شرف الدین بخاری۔

مائۃ مسائل۔ از مولوی احمد اللہ۔

شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحر از مولوی عبدالحق سجاولی و حاشیہ از مولوی ابراہیم

شرح مختصر وقایہ کو رمیری۔ فارسی از جلال الدین سمرقندی۔

مسلک المتقین منظوم۔ علمائے ولایت نے اسمین مسائل فقہ حنفیہ کے کار آمد ضروری مندرج کیے ہین مصنفہ مولوی الہ یار خان۔

فتاوائے برہنہ۔ اسمین مسائل فقہیہ ہین مصنفہ مفتی محمد نعیم الدین۔

بنار الاسلام فی احکام الصیام۔ مذہب امامیہ کی کتاب ہی

ہدایہ۔ مع ترجمہ و شرح حل المتن منقول از مطبوعۂ کلکتہ جو چند علمائے نامدار نے باتفاق رائے مدون کیا یہ کتاب مختاران و وکلا کے لیے مفید ہی چار جلد ہین۔

۱۔ جلد اول۔ کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔

۲۔ جلد دوم۔ کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک۔ جلد اول و دوم یکجائی۔

۳۔ جلد سوم۔ کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک

۴۔ جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے مسائل شتی تک۔ جلد سوم و چہارم یکجائی۔

اردو فقہ

فہرست جلد سوم غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار

صفحہ | مضمون

کتاب البیوع

۱ یعنی انواع بیع کے احکام
۸ بیان تعاطی
۱۰ حقیقت خلو
۲۳ فصل اسمین کہ کونسی چیزین بیع مین بطریق تبعیت داخل ہوتی ہین
۳۳ باب خیار الشرط یعنی جاکر دینے کے احکام مین
۳۴ جاکر مال تین دن سے زیادہ مدت پر لینا جائز نہین
۴۷ باب خیار الرؤیۃ یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو بیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہو
۵۲ باب خیار العیب یعنی بوجہ خیار عیب کے احکام یعنی مبیع عیب نکل آنے سے پھیر دینے کا اختیار ہے
۷۰ باب البیع الفاسد یعنی بیع فاسد کے احکام
〃 تفصیل بیوع باطلہ
۷۵ ذکر بیوع فاسدہ
۸۲ ذکر بیع بالشرط
۸۷ احکام بیع فاسد
۹۳ ذکر بیوع مکروہہ
۹۶ فصل فی بیع الفضولی یعنی غیر کی ملک کو بیچ دینے کے احکام
۱۰۳ باب الاقالہ یعنی بیع کو توڑنے کے احکام
۱۰۸ باب المرابحۃ والتولیۃ یعنی نفع لیا اور دام کے دام بیچنے کے احکام
۱۱۴ فصل بیع اور ثمن مین تصرف کرنے کے احکام
۱۲۰ فصل فی القرض یعنی قرض کے بیان مین
۱۲۲ ذکر ہنڈوی
۱۲۴ باب الربوا یعنی سود اور بیاج کے احکام مین
۱۳۳ باب الحقوق یعنی حقوق مین
۱۳۵ باب الاستحقاق یعنی بیع مین دوسرے کا حق نکل آنیکا بیان
۱۴۲ باب السلم یعنی بدنی کے احکام مین

صفحہ | مضمون

۱۴۴ بیان شروط صحت سلم
۱۵۱ باب المتفرقات یعنی اُن مسائل کے ذکر مین جو اپنے ابواب سے متفرق ہین۔
۱۶۴ باب الصرف یعنی نقد کی بیع عوض نقد کے
۱۷۱ تذنیب کتاب البیوع کا دنبالا اور تتمہ
〃 ذکر بیع التلجیہ
۱۷۲ ذکر بیع الوفا
۱۷۴ کتاب الکفالۃ
یعنی ضمانت کے بیان مین
〃 تفسیر درک
۱۹۱ مسائل مال ضمانتی
۱۹۲ ذکر بیع عینہ
۱۹۷ مسئلہ مصادرہ سلطانی
۱۹۸ باب کفالۃ الرجلین یعنی دو مردون کے ضامن ہونے کا بیان
۲۰۱ کتاب الحوالۃ
یعنی ایک کا دین دوسرے پر حوالہ کرنا
۲۰۵ کراہت سفتجہ یعنی ہنڈوی
۲۰۷ کتاب القضاء
یعنی جھگڑے فیصل کرنے کے احکام
۲۱۰ مفتی کو کیا کیا باتین ضرور ہین
۲۱۲ تقسیم رشوت و احکام آن
۲۲۰ فرق ہدیہ و رشوت
۲۲۳ فصل فی الحبس یعنی حبس کے احکام
۲۳۰ ذکر استخلاف یعنی اگر دوسرے کو اپنا خلیفہ بناوے
۲۳۱ ذکر مرافعہ
۲۳۳ قضا بالحجب کا بیان

صفحہ	مضمون
۲۴۲	یعنی اگر حکم میں خطا کرے
۲۴۳	شرط قضا بعلم قاضی
۲۴۶	باب التحکیم یعنی پنچ مقرر کرنے کا بیان
۲۴۹	باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ قاضی کے خط بھیجنے کا دوسرے قاضی وغیرہ کو
۲۵۴	مسائل شتی یعنی چند مسائل متفرقہ کتاب القضا کے
۲۶۰	کتاب الشہادۃ
	یعنی گواہی دینے کے احکام
۲۶۴	لطیفہ
۲۷۷	معنی عادل
۲۸۶	باب القبول وعدمہ یعنی قبول شہادت اور عدم قبول میں
۲۹۵	حرمت سرود
〃	عداوت دنیاوی
۲۹۷	اہل صناعات دنیہ کی گواہی مقبول ہے
	تفصیل کبائر
۳۰۲	فرق سلف وحلف
۳۰۹	باب الاختلاف فی الشہادۃ یعنی شہادت کے اختلاف کا حکم
۳۱۵	باب الشہادۃ علی الشہادۃ یعنی گواہی پر گواہی دینے کا بیان
۳۱۹	باب الرجوع عن الشہادۃ یعنی شہادت سے رجوع کرنے کے بیان میں
۳۲۵	کتاب الوکالۃ
	یعنی دوسرے کو وکیل کرنے کے احکام
۳۳۱	باب الوکالۃ بالبیع والشراء یعنی خرید و فروخت کے لیے وکیل کرنے کے احکام
۳۳۸	فصل
۳۴۷	باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض یعنی خصومت اور قبض کرنے کی وکالت کے احکام
۳۵۴	باب عزل الوکیل یعنی وکیل کے معزول کرنے کے احکام
۳۵۸	کتاب الدعویٰ
	یعنی دعوی کرنے کے احکام
۳۶۵	درصورت قسم دلانے کے گواہی سے باز رہنا چاہیے
۳۷۵	باب التحالف یعنی دو شخصوں کے باہم قسم کھانے میں
۳۸۱	فصل فی دفع الدعاوی یعنی دعوی کے دفع کرنے کا بیان
۳۸۴	باب دعوی الرجلین یعنی دو مردوں کے دعوی کرنے کا ذکر
۳۹۲	باب دعوی النسب یعنی نسب کے دعوی کا بیان
۴۰۲	کتاب الاقرار
	یعنی اقرار کرنے کے احکام
۴۰۸	اشارہ ناطق کا نو چیزوں میں صحیح ہے
۴۱۴	باب الاستثناء یعنی اقرار میں سے استثنا کرنے کا ذکر
۴۲۰	باب اقرار المریض یعنی اقرار مریض کے احکام
۴۲۸	فصل فی مسائل شتی یعنی اس میں چند مسائل متفرقہ کتاب الاقرار کے ہیں
۴۳۳	کتاب الصلح
	یعنی مدعی اور مدعا علیہ کے صلح کرنے کے احکام
۴۳۹	جواز رشوت دفع ظلم کے لیے
۴۵۴	کتاب المضاربۃ
	یعنی ایک شخص دوسرے کے مال سے نفع کی شرکت ٹھہرا کر جو تجارت کرے اس کا بیان
۴۵۹	باب المضارب یضارب یعنی مضارب اگر اس مال کو دوسرے کو مضاربت پر دیوے
۴۶۴	فصل فی المتفرقات یعنی مضاربت کے مسائل متفرقہ کے بیان میں
۴۶۹	کتاب الایداع
	یعنی اپنا مال دوسرے کے پاس حفاظت کے لیے رکھ دینے کے احکام
۴۷۸	قاعدہ کلیہ تیسار شروط مالک ودیعت
	کتاب العاریۃ
	یعنی چیز کو مانگے دینے کے احکام
۴۸۳	عاریت چار قسم ہے
۴۹۰	کتاب الہبۃ
	یعنی چیز کو مفت بخش دینے کے احکام
۴۹۳	مسئلہ تبرع مقصود بدون قبض صحیح نہیں
۴۹۷	تفضیل اولاد در عطا جائز ہے مع الکراہت
۴۹۹	باب الرجوع فی الہبۃ یعنی ہبہ کو پھیر لینے کے احکام
۵۰۴	ہبہ کا پھیرنا بدون رضا طرفین یا حکم حاکم صحیح نہیں
۵۰۶	فصل فی مسائل المتفرقۃ یعنی ہبہ کے مسائل متفرقہ کا بیان
۵۱۰	فرق در تملیک صدقہ و ہبہ

بعون صانع کونین و مکان بفضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنہ کہ ربع ثالث فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام روزگار یعنی

جلد تیسری غایۃ الاوطار
ترجمہ اردو در المختار

جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے کیا ہے وہی حاشیہ طحطاوی اور شامی کے احوال سے تحشیہ کیا بتصحیح و تکمیل و تحفظ حق تصنیف افضل العلماء جناب محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U827

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیوع

یہ کتاب ہے انواع بیع کے احکام میں لَمَّا فَرَغَ مِنْ حُقُوقِ اللّٰهِ العِبَادَاتِ وَالعُقُوبَاتِ شَرَعَ فِی حُقُوقِ العِبَادِ المُعَامَلَاتِ جبکہ ماتن نے حقوق اللہ سے جو عبادات اور عقوبات تھے فراغت پائی تو اب حقوق العباد یعنی معاملات کا بیان شروع کیا مترجم کہتا ہے بحر الرائق میں ہے کہ مشروعات چار قسم پر ہیں ۱ حقوق اللہ خالصہ ۲ حقوق العباد خالصہ ۳ وہ جسمیں دونوں حق مجتمع ہیں لیکن حق اللہ غالب ہے ۴ وہ جسمیں دونوں حق مجتمع ہین مگر حق العبد غالب ہے سو اول حقوق اللہ مذکور ہوچکے یعنی صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صیام اور حج اسواسطے کہ جن و انس کی خلقت سے یہی مقصود ہے اسکے بعد معاملات شروع ہوئے اُنمیں ابتدا نکاح سے ہوئی اسواسطے کہ اسمین معنی عبادت کا شمول ہے انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ اول معاملات نکاح ہے اور شارح کی تقریر سے ثابت ہوا کہ اول معاملات بیع ہے لیکن بحر الرائق کا قول ظاہر ہے چنانچہ فتح القدیر مین ہے تصریح ہے کہ ابتدا معاملات بیع سے نہین بلکہ لقطہ و لقیطہ و مفقود و شرکت کا معاملات مین داخل ہونا غیر مخفی ہے وَمُنَاسَبَتُهُ لِلْوَقْفِ اِزَالَةُ المِلْكِ لٰكِن لَا اِلٰى مَالِكٍ وَهٰهُنَا اِلَيْهِ فَكَانَا كَالبَسِيطِ وَالمُرَكَّبِ اور مناسبت بیع کی وقف سے ازالہ ملک ہے لیکن وقف مین بعد ازالہ ملک کے کسی مالک کی طرف سے ملک راجع نہین ہے اور یہان یعنی بیع مین مالک کی طرف راجع ہوتی ہے یعنی ازالہ ملک بائع سے مشتری کی ملک ثابت ہے تو گویا وقف اور بیع بسیط و مرکب کے مانند ہوئی ہم کہتا ہے اور بسیط مقدم ہوتا ہے وجود مین مرکب پر اور تعلیم مین بھی مقدم ہوا بیع کو مرکب کے مانند کہا اسواسطے کہ بیع فی الحقیقت مرکب نہین اسواسطے کہ ازالہ امر اعتباری ہے تو اس سے ترکیب متحقق نہین ہوسکتی وَجُمِعَ لِكَوْنِهٖ بِاعْتِبَارِ كُلٍّ مِنَ البَيْعِ وَالمَبِيعِ وَالثَّمَنِ اَنْوَاعًا اَرْبَعَةً نَافِذٌ مَوْقُوفٌ فَاسِدٌ بَاطِلٌ وَمُقَايَضَةٌ صَرْفٌ سَلَمٌ بَيْعٌ مُطْلَقٌ وَمُرَابَحَةٌ تَوْلِيَةٌ وَضِيعَةٌ مُسَاوَمَةٌ اور مصنف بیع کو بصیغہ جمع لایا بسبب ہونے بیع کے باعتبار ہر ایک بیع اور مبیع اور ثمن کے چار قسم نافذ موقوف فاسد باطل اور مقایضہ صرف سلم بیع مطلق اور مرابحہ تولیہ وضیعہ مساومہ مترجم کہتا ہے یعنی لفظ بیع کا اگرچہ مصدر ہے اور مصدر تثنیہ و جمع نہین ہوتا لیکن مصنف نے جو صیغہ جمع کا ذکر کیا ہے تو باعتبار انواع بیع اور مبیع اور ثمن کے سو بیع چار قسم سے خالی نہین یا مفید ملک ہے فی الحال وہ نافذ ہے یا مفید ملک عند الاجازۃ وہ موقوف ہے یا مفید ملک عند القبض ہے

وہ فاسد ہی یا مفید ملک جملا نہین وہ باطل ہی اور مبیع یا عین ہی یا دین یہ بھی چار احتمال سے خالی نہین یا بیع العین بالعین ہی وہ مقایضہ ہی یا بیع الدین بالدین ہی وہ صرف ہی اور مراد دین سے یہان نقدین ہین یعنی سونا یا چاندی یا بیع الدین بالعین ہی وہ سلم ہی یا بیع العین بالدین ہی وہ بیع مطلق ہی اور یہی قسم اکثر خلق مین رائج ہی اور عند الاطلاق یہی متبادر ہوتی ہی لہذا اسکو بیع مطلق کہا اور یہان دین سے وہ مراد ہی جو نقد اور نسیہ دونون کو شامل ہی اور بیع باعتبار ثمن کے چار حال سے خالی نہین یا بیع ثمن اول سے زائد ہی تو وہ مرابحہ ہی یا ثمن اول کے برابر ہی وہ تولیہ ہی یا ثمن اول سے کمتر ہی وہ وضیعہ ہی یا بیع اُس ثمن پر ہی جسپر بائع اور مشتری کا اتفاق ہو گیا بلا التفات بمثل اول وہ مساومہ ہی اور وجہ ثانی جمعیت بیع کی یہ ہی کہ مصدر کو بمعنی مفعول لیجیے تو اب بیع کے مانند بیع کو بھی بصیغہ جمع مذکور کرنا صحیح ہوگا هُوَ لُغَةً مُقَابَلَةُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ مَالًا أَوْ لَا بِدَلِيلِ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ بیع لغت مین عبارت ہی ایک چیز کے مبادلے سے دوسری چیز کے ساتھ خواہ وہ چیز مال ہو یا نہو بدلیل کلام ربانی کے اور یوسف کے بھائیون نے یوسف کو بیچا ناقص ثمن سے ہم کہتا ہی چونکہ یوسف علیہ السلام آزاد تھے اطلاق مال کا اُنپر نہین ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ بیع لغوی مین مبادلہ مال کا مال سے شرط نہین لیکن فخر الاسلام نے کہا کہ بیع لغت مین عبارت ہی تملیک المال بالمال سے اور اصطلاح شرع مین بھی اسی طرح ہی اور اسی طرح لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع بھی تملیک مذکور سے عبارت ہی اور الفاظ مذکورہ باعتبار حقیقت لغت کے بائع اور مشتری کے فعل پر بطریق اشتراک واقع ہوتے ہین مگر عرف مین لفظ بیع کا بائع کو اور لفظ شرا اور اشترا اور ابتیاع مشتری کو مخصوص ہی انتہی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیون نے ۲۰ یا ۲۲ درہم کو بیچا تھا اور جسنے خرید کیا تھا اُسنے عزیز مصر کے ہاتھ ۲۰ دینار کو بیچا تھا کذا فی الطحطاوی وَهُوَ مِنَ الْأَضْدَادِ اور لفظ بیع کا منجملہ اضداد ہی یعنی خرید اور فروخت دونون مین مستعمل ہوتا ہی شرا کی لفظ کے مانند وَيُسْتَعْمَلُ مُتَعَدِّيًا وَبِمِنْ لِلتَّأْكِيدِ وَبِاللَّامِ يُقَالُ بِعْتُكَ الشَّيْءَ وَبِعْتُ لَكَ فَهِيَ زَائِدَةٌ قَالَهُ ابْنُ الْقَطَّاعِ اور لفظ بیع کا متعدی مستعمل ہوتا ہی دو مفعولون کے ساتھ اور من کے ساتھ تاکید کے واسطے یا لام کے ساتھ مستعمل ہوتا ہی عرب بولتے ہین بعتک الشیء و بعت لک تو لام زائد ہی ایسا کچھ کہا ہی ابن قطاع نے وَبَاعَ عَلَيْهِ الْقَاضِي أَيْ بِلَا رِضَاهُ اور بولتے ہین باع علیہ القاضی یعنی قاضی نے اسکا مال بدون اسکی رضامندی کے بیچ لیا ہم کہتا ہی شارح نے اشارہ کیا کہ لفظ بیع بحرف علی بھی متعدی ہوتا ہی اور عدم رضا علی کی لفظ سے ماخوذ ہوئی کہ مفید عدم اختیار ہی وَشَرْعًا مُبَادَلَةُ شَيْءٍ مَرْغُوبٍ فِيهِ بِمِثْلِهِ خَرَجَ غَيْرُ الْمَرْغُوبِ كَتُرَابٍ وَمَيْتَةٍ وَدَمٍ اور شرع مین بیع عبارت ہی باہم بدلنے سے ایک مرغوب چیز کو ویسی ہی دوسری مرغوب چیز سے تو مرغوب کی قید سے غیر مرغوب چیز بیع کی تعریف سے نکل گئی چنانچہ مٹی اور مردہ اور خون ہم کہتا ہی یہ تعریف اجارہ اور نکاح پر بھی صادق آتی ہی اسواسطے کہ انمین بھی مبادلہ ہی مرغوب کا مرغوب سے اور وہ دونون وجہ مخصوص کی قید سے نہین نکل سکتی اسواسطے کہ وجہ مخصوص سے ایجاب اور قبول مراد ہی یا التعاطی طحطاوی نے کہا بہتر تعریف کنز کی ہی ہو مبادلہ المال بالمال بالتراضی یعنی مال کو مال سے بدلنا برضا عاقدین یہ حقیقت ہی بیع کی اور رغبت کا مفہوم خود مال مین داخل ہی اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہی کہ مال وہ ہی جسکی طرف طبیعت مائل ہو اور اسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور مالیت ثابت ہوتی ہی سب آدمیون کے تمول سے یا بعض آدمیون کی تقوم سے اور تقوم ثابت ہوتا ہی مالیت سے اور شرعًا اسکی اباحت انتفاع سے سو جو چیز مباح الانتفاع ہو بدون تمول کے وہ مال نہین چنانچہ گیہون کا ایک دانہ اور جو چیز لوگون کے نزدیک مال ہو لیکن اُس سے فائدہ لینا مباح نہو وہ مال متقوم نہین چنانچہ شراب اور جبکہ دونون امر یعنی تمول اور اباحت نہون تو دونون مین سے ایک بھی ثابت نہوگا چنانچہ خون کہ نہ اسکو مال کہتے ہین نہ متقوم بولتے ہین عَلَى وَجْهٍ مُفِيدٍ مَخْصُوصٍ أَيْ بِإِيجَابٍ أَوْ تَعَاطٍ مبادلہ مذکورہ ایسی وجہ مخصوص پر ہو جو مفید ہو وجہ مخصوص سے مراد ایجاب ہی یا تعاطی ہم کہتا ہی طحطاوی نے کہا ایجاب مع القبول مراد ہی اور اگر فقط ایجاب مراد لیجیے تو تبرع من الجانبین بیع مین داخل ہو جائے اسواسطے کہ فقط ایجاب اسمین بھی ہوتا ہی فَخَرَجَ التَّبَرُّعُ مِنَ الْجَانِبَيْنِ تو تبرع من الجانبین یعنی باہم ایک دوسرے کو بلا عوض بطریق احسان

وہبہ نکل گیا ہم کہتا ہے طحطاوی نے کہا ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ تبرع من الجانبین مبادلے میں داخل ہے اور وجہ مخصوص کی قید سے نکل گیا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ تبرع ہبہ ابتدائی ہر جانب سے تو اگر شارح تبرع کو مبادلے پر تفریع کرتا تو کچھ اشکال نہ تھا اور ہبہ بشرط عوض وجہ مخصوص سے نکل گیا اگرچہ مبادلے میں داخل تھا والہبۃ بشرط العوض اور نکل گیا وجہ مخصوص سے ہبہ بشرط عوض کے ہم کہتا ہے کہ ہبہ بالعوض اگرچہ باعتبار ابتدا کے بیع نہیں لیکن بنظر انتہا کے بیع ہی ہے وخرج بمفید ما لا یفید فلا یصح بیع درہم بدرہم استویا وزنا وصفۃ اور مفید کی قید سے غیر مفید نکل گئی تو صحیح نہیں بیع درہم کی درہم سے جبکہ وزن اور صفت میں برابر ہیں ہم کہتا ہے اور اگر ایک درہم کا وزن دوسرے سے کم یا زیادہ ہے تو فاسد ہے بسبب بیاج کے نہ بسبب عدم فائدے کے اور اگر باوجود برابری وزن کے صفت مختلف ہو چنانچہ ایک سفید ہے اور دوسرا سیاہ تو ظاہراً بیع جائز ہے بسبب فائدے کے کذا فی الطحطاوی ولا مقایضۃ لاحد الشریکین حصۃ دار بحصۃ الآخر صیرفیۃ اور صحیح نہیں بدلنا اور مبادلہ کرلینا ایک شریک کا گھر کے حصے کو دوسرے شریک کے حصے سے کذا فی الصیرفیۃ یعنی ایک گھر کے دو شریک ہیں اور دونوں کے حصے برابر ہیں سو انکا مبادلہ صحیح نہیں اسواسطے کہ اس میں کچھ فائدہ نہیں ولا اجارۃ السکنی بالسکنی اشباہ اور نہ اجارہ ایک گھر کے بسنے کا دوسرے گھر کے بسنے سے صحیح ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ منفعت معدوم ہے تو بیع جنس ہم جنس سے بطریق نسیہ کے ہوئی اور وہ جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ویکون بقول وفعل اما القول فالایجاب والقبول وہما رکنہ اور بیع ہوتی ہے قول اور فعل سے قول تو ایجاب اور قبول ہے اور یہ دونوں بیع کے رکن ہیں ہم کہتا ہے فتح القدیر میں ہے کہ رکن بیع ایجاب اور قبول ہیں جو تبادل پر دلالت کرتے ہوں یا جو چیز کہ قائم مقام ہو ایجاب اور قبول کے یعنی تعاطی تو رکن بیع وہ فعل ہے جو تبادل ملکین کی رضامندی پر دال ہے قول ہو یا فعل وشرطہ اہلیۃ المتعاقدین اور شرط بیع کی اہلیت ہے بائع اور مشتری کی ہم کہتا ہے شرط بیع کی عاقدین میں تمیز اور وہ ولایت ہے جو ثابت ہو ملک یا وکالت یا وصیت یا قرابت یا غیر ذلک سے تو بیع مجنون اور صبی غیر عاقل کی منعقد نہیں اور جو بیع اور اسکے اثر کو سمجھتا ہو تو اسکی بیع منعقد ہے اور شرط بیع کی متعدد متعاقدین ہے تو اگر ایک شخص بائع اور مشتری دونوں کا وکیل ہو اسکی بیع منعقد نہوگی مگر باپ اور قاضی اور وصی کی اور شرط ہے متعاقدین میں کہ ایک دوسرے کا کلام سنے اور اگر ایک عاقد عدم سماع کا دعوی کرے باوجودیکہ وہ بہرا نہیں اور تمام اہل مجلس نے اسکو سنا تو اسکی تصدیق نہوگی کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ شرط بیع کے بحر الرائق میں تخمینہ شمار کیے ہیں جسکا جی چاہے اسکو دیکھے ومحلہ المال اور محل بیع کا مال ہے ہم کہتا ہے مبیع میں شرط یہ ہے کہ مال متقوم شرعاً مقدور التسلیم ہو فی الحال او فی ثانی الحال تو مال کی قید سے حر یعنی آزاد نکل گیا اور تقوم سے خمر اور خنزیر خارج ہو گیا مسلم کے حق میں اور مقدور التسلیم کی قید سے غلام گریختہ اور معدوم کی بیع نکل گئی کذا فی النہر اور طحطاوی نے کہا مبیع میں یہ شرط ہے کہ مملوک ہو بیع کے وقت اور ملک ثابت ہوتی ہے استیلا علی المباح سے اور بیع وغیرہ سے اور میراث اور وصیت سے وحکمہ ثبوت الملک اور حکم اسکا یعنی بیع کا اثر مترتب ثبوت ملک ہے بائع ثمن کا مالک ہو جاتا ہے اور مشتری مبیع کا اگر بیع نافذ ہوا اور اگر بیع موقوف ہوگی تو بعد اجازت کے ملک ثابت ہوگی ہم کہتا ہے ثبوت ملک بیع کا حکم اصلی ہے اور اسکا حکم تابع تسلیم مبیع اور ثمن ہے اور جاریہ کا وجوب استبرا مشتری پر اور مالک ہونا اسکی استمتاع کا اور ثابت ہونا شفعہ کا اگر مبیع زمین ہو اور ثابت ہونا عتق کا اگر مبیع محرم ہو مشتری کا وحکمتہ نظام بقاء المعاش والعالم اور حکمت بیع کی حکمت انتظام ہے بقاء معاش انسان اور عالم کا ہم کہتا ہے انسان حاجتمند ہے طعام اور لباس اور مکان کا تو اگر تحصیل طعام کے واسطے کھیت کا جوتنا پھر اسمیں بیج بونا پھر اسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی پکانا ان امور کو بذات خود بالاستقلال کرنا تو آدمی سے ہرگز نہو سکتا وعلی ہذا القیاس تحصیل لباس اور مکان میں اسکو بذات خود قدرت نہیں تو ضرور ہوا کہ اسکی حاجات روا ہوں اسطرح پر کہ کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے تو اگر بیع شرعاً سبب تملیک بدلین نہوتی تو آدمی بالضرور اپنی شی مطلوب کو یا زبردستی دوسرے سے چھین لیتا یا سوال

کرنا یا صبر کرکے مرجانا اور یہ احتمال خرابی سے خالی نہیں تو ثابت ہوا کہ بیع کے مشروع کرنے مین بقاء مکلفین محتاجین ہی اور دفع حاجات ہی بطریق انتظام معقول کے کذا فی الفتح وَصِفَتُهٗ مُبَاحٌ مَکْرُوْهٌ حَرَامٌ وَاجِبٌ اور بیع کی صفت یہ ہو کہ بعضی بیع مباح ہو اور بعضی مکروہ اور بعضی حرام اور بعضی واجب ہم کہتا ہو بیع مباح وہ ہو جو مسلمانون مین کثیر الوقوع ہو اور مکروہ وہ ہی جو اذان جمعے کے وقت ہوا اور حرام بیع فاسد ہی اور اسکا فسخ کرنا بہ رعایت حق شرع واجب ہو اور واجب مال یتیم کی بیع ہی جب یتیم کے ہلاک ہونے کا خوف ہو بعدم نفقہ کے سبب سے یا اسکے خود مال تلف ہونیکا خوف ہو کذا فی الحلبی وَثُبُوْتُهٗ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْاِجْمَاعِ وَالْقِیَاسِ اور ثبوت بیع کا قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے ہو ہم کہتا ہو قرآن مین ارشاد ہوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام فرمایا اور حدیث قولی اور تقریری سے جو اکثر کتب حدیث مین بکثرت ثابت ہو اور بیع کا اجماع جواز بیع پر متفق ہی بیان سے اور قیاس سے یہان قیاس شرعی مراد نہین اسواسطے کہ یہان مقیس و مقیس علیہ نہین بلکہ استحسان عقلی مراد ہو چنانچہ مذکور ہو چکا کہ بیع امور ضروریہ سے ہو جس سے بنی آدم اپنی معاش مین مستغنی نہیں ہو سکتے فَالْاِیْجَابُ هُوَ مَا یُذْکَرُ اَوَّلًا مِنْ کَلَامِ اَحَدِ الْمُتَعَاقِدَیْنِ وَالْقَبُوْلُ مَا یُذْکَرُ ثَانِیًا مِنَ الْاٰخَرِ سَوَاءٌ کَانَ بِعْتُ اَوْ اِشْتَرَیْتُ سو ایجاب وہ ہو جو بائع اور مشتری کا پہلا قول مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ قبول اسکا نام ہو جو دوسرا کلام دوسرے شخص کا مذکور ہو خواہ لفظ بعت کا ہو خواہ اشتریت کا ہم کہتا ہو اگر بائع نے اول یون کہا کہ مین نے بیچا اور پھر مشتری نے کہا مین نے مول لیا تو بائع کا قول ایجاب ہو اور مشتری کا قول قبول ہو اور اگر مشتری نے اول یون کہا کہ مین نے مول لیا اور پھر بائع نے کہا کہ مین نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہو اور بائع کا قول قبول فتح القدیر مین ہو کہ لغت مین ایجاب بمعنی اثبات ہو مطلقًا اور یہان اثبات فعل خاص سے مراد ہو جو رضا اولی پر دلالت کرے خواہ بائع سے واقع ہو خواہ مشتری سے اور قبول عبارت ہو اثبات فعل ثانی سے تو اثبات ثانی کا نام قبول رکھا تا اثبات اول سے ممتاز ہو جاوے اِلَّا اَنَّ عَلَی التَّرَاضِیْ قَیَّدَ بِهٖ اقْتِدَاءً بِالْاٰیَةِ وَبَیَانًا لِلْبَیْعِ الشَّرْعِیِّ وَلِذَا لَمْ یَلْزَمْ بَیْعُ الْمُکْرَهِ وَاِنْ انْعَقَدَ وَلَمْ یَنْعَقِدْ مَعَ الْهَزْلِ لِعَدَمِ الرِّضَاءِ بِحُکْمِهٖ فَعَلٰی هٰذَا ایجاب اول کلام کا نام ہو جو باہم کی رضامندی پر دلالت کرے مصنف نے تراضی کی قید لگائی آیت قرآنی کی پیروی سے اور بیع شرعی کے بیان کر دینے کے واسطے ولہذا مکرہ کی بیع لازم نہین ہوتی اگرچہ منعقد ہو جاتی ہو اور خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد نہین ہوتی اسواسطے کہ بیع کے حکم پر رضامندی نہین خوش طبعی کے ساتھ اسکو دریافت کرے ہم کہتا ہو بہتر یہ تھا کہ مصنف الدال علی التراضی کہتا اسواسطے کہ تراضی ہوتی ہو دونون جانب کی رضامندی سے سو فقط ایجاب سے حاصل نہین ہوتی بلکہ قبول کے ساتھ تو کنز کی عبارت بہتر ہو مبادلة المال بالمال بالتراضی اور قرآن مجید مین تراضی یون ارشاد فرمائی اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ شارح کا کلام اسکا مقتضی ہو کہ مکرہ کی بیع صحیح موقوف ہو فضولی کی بیع کے مانند اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ بحر الرائق مین صریح ہو کہ وہ فاسد موقوف ہو رضامندی پر اور مصنف اور اسکی شرح مین مصرح ہو کہ ہزل یعنی خوش طبعی کے ساتھ بیع منعقد ہو جاتی ہو اسواسطے کہ اہل بیع سے صادر ہوتی ہو محل بیع مین لیکن بسبب عدم رضا بالحکم کے فاسد ہو تو شارح کا یون کہنا کہ ہزل کے ساتھ منعقد نہین ہوتی غیر صحیح ہو کذا فی الطحطاوی وَیَرِدُ عَلَی التَّعْرِیْفَیْنِ مَا فِی التَّاتَارْخَانِیَّةِ لَوْ خَرَجَا مَعًا صَحَّ الْبَیْعُ اور ایجاب اور قبول دونون کی تعریفون پر تاتارخانیہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہو کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی نکلین تو بیع صحیح ہو یعنی اس صورت مین ایجاب کی اولیت اور قبول کی ثانویت ثابت نہین تو مصنف کی دونون تعریفین مسلم نہین لٰکِنْ فِی الْقُهُسْتَانِیِّ لَوْ کَانَا مَعًا لَمْ یَنْعَقِدْ کَمَا قَالُوْا فِی السَّلَامِ لیکن قہستانی مین ہو کہ اگر ایجاب اور قبول ساتھ ہی ہون تو بیع منعقد نہ ہو گی جیسا کہ فقہا نے سلام مین کہا ہو یعنی اگر سلام اور اسکا جواب ساتھ ہی نکلین تو جواب سلام کا اعادہ ہوگا اسکا لازم ہو یہ شارح نے تصریح کی کہ تاتارخانیہ کا جواب دیا لیکن عبارت عالمگیری مین بطریق تاتارخانیہ کے موافق انعقاد بیع منقول ہو واللہ اعلم وَعَلَی الْاَوَّلِ مَا فِی الْاَشْبَاهِ تَکْرَارُ الْاِیْجَابِ مُبْطِلٌ لِلْاَوَّلِ اِلَّا فِیْ عِتْقٍ وَطَلَاقٍ

[illegible]

قولہ [illegible] یعنی فی النظم ورد تعریف اول یعنی ایجاب کی تعریف پر اشباہ کی عبارت کا اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ایجاب ثانی کا ایجاب اول کا مبطل ہو اگر عتق اور طلاق ہو بعوض مال مین مبطل نہین اور اسکا ذکر کتاب الصلح مین آویگا تکرار ایجاب کی صورت بیع مین صاحبین کے نزدیک یون ہے کہ بائع نے کہا کہ مین نے اسکو ہزار درہم کو بیچا پھر کہا کہ مین نے اسکو دو سو دینار کو بیچا سو مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو یہ قبول ایجاب ثانی کی طرف راجع ہوگا اور دو سو دینار پر بیع منعقد ہوگی اور اگر یہی صورت [illegible] مولی نے کہا کہ تو آزاد ہے ہزار درہم پر پھر کہا کہ تو آزاد ہے دو سو دینار پر سو غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تو اسپر دونون مال لازم ہونگے اور صلح مین [illegible] عقد [illegible] ہوگی اور یہان گفتگو ہے تکرار ایجاب مین اور اسی طرح نظم آئندہ مین خلاصہ اعتراض مذکور یہ ہے کہ جب ایجاب ثانی معتبر ہوا اور ایجاب اول باطل ہوگیا تو ایجاب ثانی پر اولیت صادق نہ آئی اور اسکا جواب یون ممکن کہ اول سے مراد یہ ہے کہ قبول پر مقدم ہو اگرچہ بہ نسبت غیر قبول ثانی ہو یا یون کہیے کہ جب ایجاب باطل ہوا تو کالعدم ہوگیا تو ایجاب ثانی گویا اول ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی المنظومة المحبية اشعار

وکل عقد بعد عقد جددا	فابطل الثانی لانه سدی	فالصلح بعد الصلح اضحی باطلہ	کذا النکاح ما عدا مسائلہ
منها الشراء بعد الشراء صححوا	کذا الکفالة علی ما صححوا	اذا المراد صار فی المحقق	منها اذا بزیادة التوثق

اور منظومہ محبیہ مین ہے اور جو عقد کہ بعد عقد کے تجدید ہوا سو عقد ثانی کو باطل جان اسواسطے کہ وہ مہمل اور بیفائدہ ہے لیکن صلح بعد صلح کے باطل ہے اسی طرح نکاح بعد نکاح کے باطل ہے یعنی دوسرے نکاح سے مہر لازم نہین آتا مگر چند مسائل مین عقد ثانی باطل نہین ہوتا از انجملہ خرید بعد خرید کہ علما نے صحیح کہا ہے اسی طرح کفالت بعد کفالت کے باطل نہین جیسا تصحیح علما کرام کے اسواسطے کہ [illegible] مین اسوقت یعنی دو صورت اعادہ عقد زیادتی اعتماد مراد ہو یعنی دوسری بار ضمانت لینا ضامن سے [illegible] عقد بیع سے [illegible] وثوق مقصود ہے [illegible] باطل نہین وهما عبارة عن کل لفظين ينبئان عن معنی التملک والتمليک ماضيين کبعت واشتريت او حالين کمضارعين لم يقرنا بالسوف والسين کابيعک فيقول اشتريه او احدهما ماض والاخر حال [illegible] ایجاب اور قبول عبارت ہے ان دو لفظون سے جو خبر دین کہ مالک کیا اور اپنے مالک ہونے پر دلالت کرین خواہ دونون لفظ ماضی کے ہون [illegible] یا دونون لفظ حال کے ہون جیسے [illegible] دو لفظ مضارع کے جن کے ساتھ سوف اور سین نہ ملا ہو [illegible] تو مشتری کہے اشتريه یعنی مین اسکو لیتا ہون یا ایک لفظ ماضی کا ہو اور دوسرا حال کا [illegible] ایجاب [illegible] بیع منعقد ہوتی ہے ہر ایک ایسے لفظ سے جو تحقیق اور اثبات پر دلالت کرے چنانچہ [illegible] بائع نے کہا کہ [illegible] اس [illegible] بعوض [illegible] درہم کے پھر مخاطب نے [illegible] بائع نے کہا کہ مین نے یہ غلام تجکو ہبہ کیا بعوض اس [illegible] کے [illegible] تو بیع بالاجماع صحیح ہے [illegible] مخاطب نے اسی مجلس مین قیمت ادا کی تو بیع صحیح ہے [illegible] بائع نے کہا کہ وہ تیرے واسطے ہے اگر تجکو پسند آوے یا اچھی معلوم ہو یا تیرا جی چاہے اور مخاطب نے کہا کہ مجھکو پسند آئی یا اچھی معلوم ہوئی یا [illegible] بحر الرائق مین [illegible] معلوم ہوا کہ بیع [illegible] الفاظ [illegible] مخصوص نہین بلکہ جب معنی تملیک اور تملک حاصل ہون تو بیع کا ثابت ہوگا بخلاف طلاق اور عتاق کے [illegible] نہین تو وہ الفاظ معتبر ہین جو طلاق اور عتاق کے واسطے صراحة یا کنایة موضوع ہین اور جب کہ [illegible] ایجاب مین مخاطب کی طرف [illegible] قبول مین [illegible] مشتری نے [illegible] قبول کیا [illegible] قبول کیا تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ولکن [illegible] الاول [illegible] بخلاف الثانی فانه [illegible] بلا ایجاب للحال [illegible] علی الاصح [illegible] الا اذا استعملوه للحال کاهل خوارزم فکالماضی کابيعک الان لتمحضه للحال [illegible] ایجاب اور قبول بصیغہ

امر ہو تو ثبوت بیع کے واسطے نیت کی کچھ حاجت نہیں [illegible] یعنی جبکہ ایجاب و قبول بلفظ مضارع ہو تو نیت کی حاجت ہے سو اگر صیغہ مضارع سے ایجاب حال کی نیت کی نہ استقبال کی تو صحیح ہے یا قبول نہ ہو سکے اور اگر حال کی نیت نہ کی بلکہ استقبال کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو بیع صحیح نہیں مگر جب کہ لوگ صیغہ مضارع کو فقط حال کے واسطے استعمال کرتے ہوں جیسا کہ اہل خوارزم تو اب مضارع امر کے مانند ہے عدم اشتراط نیت میں اور جیسے الآن کے مانند یعنی جیسے اب بیچتا ہوں اس واسطے کہ محض حال کے واسطے ہے یہ قول اصح کے مخالف وہ قول جو محیط اور شرح قدوری اور بحر میں ہے کہ بیع بصیغہ حال صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی چونکہ لغت عربی و فارسی میں حال اور استقبال کا ایک ہی صیغہ ہے جسکو مضارع کہتے ہیں لہذا اسکے استعمال میں نیت حال کی حاجت ہوئی بخلاف لغت ہند کے کہ اس میں حال کا صیغہ جدا ہے جیسا بیچتا ہوں اور مول لیتا ہوں اور استقبال کا صیغہ جدا جیسا بیچونگا اور مول لونگا تو اہل ہند کو نیت مذکورہ کی کچھ حاجت نہیں وَاَمَّا الْمُتَمَحِّضُ لِلْاِسْتِقْبَالِ فَکَالْاَمْرِ لَا یَصِحُّ اَصْلًا اِلَّا الْاَمْرَ اِذَا دَلَّ عَلَی الْحَالِ کَخُذْہُ بِکَذَا فَقَالَ اَخَذْتُ اَوْ رَضِیْتُ صَحَّ بِطَرِیْقِ الْاِقْتِضَاءِ فَلْیُحْفَظْ اور جو صیغہ مضارع کا محض استقبال کے واسطے ہے یعنی جسپر سوف اور سین ہو تو وہ امر کے مانند ہے یعنی اس سے بیع اصلا صحیح نہیں مگر صیغہ امر کا جب حال پر دلالت کرے جیسا کہ بائع کا یوں کہنا کہ اسکو اتنے پر لے اور مشتری نے کہا کہ میں نے لیا یا میں راضی ہوا گیا تو بیع صحیح ہے بطریق اقتضا کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شرح بتلاتے ہیں کہ بلفظ امر بیع منعقد نہیں ہوتی اس طرح پر کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ میرے ہاتھ اس کپڑے کو بیچ اتنی قیمت پر اور بائع نے کہا کہ میں نے بیچا یا بائع نے یوں کہا کہ مجھ سے اس غلام کو خرید کر اتنی قیمت پر اور مشتری نے کہا کہ میں نے خرید کیا تو بیع منعقد نہ ہوگی جیسے لفظ استقبال منعقد نہیں ہوتی جیسا کہ بائع کا یوں کہنا کہ میں یہ کپڑا تجھ سے بیچونگا اور مشتری کا یوں قبول کرنا کہ میں نے مول لیا انتہی بحر الرائق میں کہا کہ خذہ بکذا اسکے معنی ہیں بعتکہ بکذا یعنی ہر چند یہ لفظ بھی صیغہ امر ہے لیکن خصوصیت اور یعنی امر باخذ [illegible] بیع بالقیمت بیع کا [illegible] لیکن مستعمل ہے اسی سابقیت کا اعتبار رفع کے ہے اور بیع بقدر ما سے خذہ کا بطریق اقتضا کے یعنی ہو اور یہی کلام یوں ہے کہ [illegible] یعنی اسکو میں نے تجھ سے بیچا سو تسکے کذا فی الحلبی اور ہندوستان میں اکثر ہی رواج ہے کہ ایجاب یا قبول بصیغہ امر ہوتا ہے جیسا کہ مشتری کہتا ہے بائع سے کہ اسکو اتنی قیمت پر بیچ بائع کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا لیو لاؤ اچھا اس کلام سے بیع ثابت نہیں ہوتی تاوقتیکہ مشتری پھر یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا تا ایجاب اور قبول دونوں بلفظ ماضی ہو جائیں ہاں اگر بلا تلفظ قبول بلفظ ماضی بائع مشتری کو بیع دیگا اور مشتری بائع کو قیمت دیگا تو البتہ بیع تمام ہوگی بسبب تعاطی کے نہ بسبب ایجاب اور قبول لفظی کے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے وَیَصِحُّ اِضَافَتُہٗ اِلٰی عُضْوٍ یَصِحُّ اِضَافَۃُ الْعِتْقِ اِلَیْہِ کَجُزْءٍ شَائِعٍ وَاِلَّا لَا کَظَہْرٍ وَ بَطْنٍ اور صحیح ہے اضافت بیع لونڈی یا غلام کی اس عضو کی طرف جسکی طرف اضافت عتق کی صحیح ہے جیسا چوتھائی اور تہائی اور نصف تو یہ بیع ہے جس عضو کی طرف اضافت عتق صحیح نہیں اسکی طرف اضافت بیع کی بھی صحیح نہیں جیسا پیٹھ اور پیٹ یعنی اگر مثلا بائع کہے اس غلام کا آدھا بیچا تو بیع صحیح ہے اور اگر کہے کہ اسکا پیٹ بیچا تو صحیح نہیں وَکُلُّ مَا دَلَّ عَلٰی مَعْنٰی بِعْتُ وَاشْتَرَیْتُ یَنْعَقِدُ بِہٖ نَحْوُ نَعَمْ وَ ہَاتِ الثَّمَنَ وَ ہُوَ لَکَ اَوْ عَبْدُکَ اَوْ فِدَاکَ اَوْ خُذْہُ کَانَ قَبُوْلًا اور جو لفظ کہ دلالت کرے بعت اور اشتریت کے مانند اس قول سے کہ میں نے لیا اور ہاں اور قیمت کو لا اور وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے یا اسکو لے یہ سب الفاظ قبول ہیں ہم فتاوے عالمگیری میں جواہر خلاطی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے غیر سے کہا کہ میں نے تیرا غلام ہزار درم کو خرید کیا تو بائع نے کہا فعلت یعنی میں نے یہ فعل کیا یا بولا کہ قیمت دے تو دونوں صورتوں میں بیع صحیح ہے بقول اصح اور ذخیرہ کبری میں ہے کہ مشتری نے کہا کہ میں نے یہ غلام اتنے کو مول لیا اور بائع نے کہا کہ وہ تیرا ہے یا تیرا غلام ہے یا تجھ پر فدا ہے تو بیع تمام ہوگی لٰکِنْ فِی الْوَلْوَالِجِیَّۃِ اِنْ بَدَاَ الْبَائِعُ فَقَبِلَ الْمُشْتَرِیْ بِنَعَمْ لَا یَنْعَقِدُ لِاَنَّہٗ لَیْسَ بِتَحْقِیْقٍ وَتَعْکِیْسُہٗ صَحَّ لِاَنَّہٗ جَوَابٌ لیکن ولوالجیہ میں ہے کہ اگر بائع نے ایجاب کی ابتدا کی سو مشتری نے بیع قبول کی ہاں کہکر تو بیع منعقد نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ تحقیق و اثبات نہیں اور

بالعکس ہے یعنی اگر مشتری نے ابتداءِ کلام کی اور بائع نے بیع قبول کی ہاں کہا تو صحیح ہے اسواسطے کہ وہ جواب ہے وفی القنیۃ نعم بعد الاستفہام
کبیا بعت منی بکذا بیعٌ ان نقد الثمن لان النقد دلیل التحقیق ولو قال بعتہ فلیبلغہ یا فلان فبلغہ غیرہ جاز فلیحفظ اور قنیہ میں ہے کہ ہاں کہنا بعد استفہام
کے مانند اس قول کے کہ کیا تو نے مجھسے بیچا بعوض اتنے درم کے بیع ہوگی اگر ثمن نقد دے اسواسطے کہ نقد تحقیق کی دلیل ہے اور اگر بائع نے کہا کہ میں نے اسکو بیچا سواے
فلانے اسکو خبر کر دے سو غیر مخاطب نے اسکو خبر کر دی تو جائز ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا یتوقف شطر العقد فیہ ای البیع علی قبول غائب فلو
قال بعت فلانا الغائب فبلغہ فقبل لم ینعقد اتفاقا الا اذا کان بکتابۃ او رسالۃ فیعتبر مجلس بلوغہما اور موقوف الصحۃ نہیں بیع کے
اندر ایجاب شخص غائب کے قبول کرنے پر یعنی ایجاب باطل ہے تو اگر بائع نے کہا کہ میں نے فلانے غائب کے ہاتھ بیع کی پھر اس شخص کو ایجاب مذکور کی خبر
پہونچی بلاکتابت و رسالت اور اسنے بیع قبول کی تو منعقد نہ ہوگی بالاتفاق مگر جبکہ ایجاب مذکور اسکو بائع کے لکھنے یا کہلا بھیجنے سے پہونچا تو قبول
معتبر ہوگا بوقت کتابت یا رسالت کی مجلس میں ہکذا فی الہدایۃ وصدر الشریعۃ کما لا یتوقف فی النکاح علی الاظہر خلافا للثانی
فلہ الرجوع لانہ عقد معاوضۃ بخلاف الخلع والعتق علی مال حیث یتوقف اتفاقا فلا رجوع لانہ یمین نہایۃ چنانچہ باطل ہے ایجاب نکاح
میں در صورت قبول غائب بنا بر قول اظہر کے بخلاف ابو یوسف کے تو ایجاب کرنے والے کو ایجاب سے رجوع کرنا جائز ہے اسواسطے کہ بیع یا نکاح عقد معاوضہ
ہے بخلاف خلع اور عتق بعوض مال کے کہ انمیں ایجاب شخص غائب کے قبول پر موقوف ہے بالاتفاق تو ایجاب کرنے والے کو خلع اور عتق میں رجوع کرنا جائز
نہیں اسواسطے کہ یمین ہے یعنی تعلیق بالشرط ہے کذا فی النہایۃ ہم طحطاوی نے کہا یہ مطلب نہیں کہ ایجاب کرنے والے کو قبل قبول غائب کے رجوع جائز
ہے اسواسطے کہ جب ایجاب باطل ٹھہرا تو رجوع بے معنی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ موجب (ایجاب کرنے والا ۱۲) کو قبل قبول حاضر کے رجوع کرنا درست ہے واما الفعل فی التعاطی
بیان تعاطی
وھو التناول کما فی القاموس فی خسیس ونفیس خلافا للکرخی اور وہ فعل جس سے بیع ثابت ہوتی ہے وہ تعاطی ہے اور تعاطی عبارت ہے تناول سے کذا فی
القاموس یعنی باہم دینا کہ بائع مشتری کو مبیع دے اور مشتری بائع کو قیمت دے بلا ایجاب و قبول لفظی خواہ تعاطی ذلیل چیز میں ہو خواہ عمدہ میں بخلاف کرخی
کے یعنی انکے نزدیک بیع منعقد نہیں ہوتی مگر ذلیل چیز کی تعاطی میں نہ عمدہ کی ہم نفیس عبارت ہے بیش قیمت سے اور خسیس کم قیمت سے اور بعضوں نے
کہا کہ جسکی قیمت دس درم یا زیادہ ہو وہ نفیس ہے اور اس سے کم قیمت خسیس ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہاں اطلاق ہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ہدایہ میں ہے
کہ بیع کا منعقد ہونا تعاطی سے صحیح ہے فتح القدیر میں کہا وجہ صحت یہ ہے کہ طرفین کی رضامندی پر دلالت کرنا یہ سب کو شامل ہے یعنی بیع قولی اور فعلی کو جیسا ناطفی
میں ہے کہ مشتری نے بائع سے کہا کہ اتنے گیہوں کتنے کو بیچتا ہے اسنے کہا ایک درم کو مشتری نے کہا اتنے جدا کر دے سو اسنے جدا کر دیے تو یہ بیع ہو گئی اور اسی طرح
اگر قصاب سے کہا اور اسنے گوشت تول دیا اور حالانکہ وہ ساکت ہے تو وہ بیع ہو گئی یہاں تک کہ اگر مشتری نے ثمن دینے اور گوشت لینے سے یا قصاب نے گوشت
دینے سے انکار کیا تو قاضی دونوں سے زبردستی دلادیگا انتہی ما فی الفتح ملخصا ولو التعاطی من احدی الجانبین علی الاصح فتح وبہ یفتی فیض
تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے اگرچہ تعاطی ایک ہی جانب سے ہو بنا بر قول اصح کے کذا فی الفتح اور اسی کا فتوی ہے کذا فی الفیض ہم فتح القدیر میں ہے کہ اسمیں اختلاف
ہے کہ بیع التعاطی میں قبض بدلین شرط ہے یا ایک ہی بدل کا قبض کرنا کافی ہے صحیح قول ثانی ہے اسواسطے کہ امام محمد نے تصریح کی ہے کہ بیع التعاطی بقبض احد البدلین
سے ثابت ہوتی ہے اور یہ ثمن اور مبیع کو شامل ہے انتہی طحطاوی نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ بائع اور مشتری ثمن پر متفق ہوں پھر مشتری بائع کی رضامندی سے
مبیع لے کر بلا دفع ثمن چلا جاے یا مشتری ثمن دے کر بلا تسلیم مبیع چلا جاے بشرطیکہ مبیع موجود اور معلوم ہو تو بیع لازم ہوگی بقول صحیح اذا لم یصرح معہ مع
التعاطی بعدم الرضاء فلو دفع الدراہم واخذ البطیخ والبائع یقول لا اعطیکہا بہا لم ینعقد تعاطی سے بیع منعقد ہوتی ہے جبکہ تعاطی کے ساتھ
عدم رضا کی تصریح نہ ہوئی ہو تو اگر مشتری نے دراہم دیے اور خربوزے لیے اور حالانکہ بائع کہتا ہے کہ میں انکو اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہ ہوگی کما لو کان بعد

عقد فاسد خلاصة وبزازية وصرّح في البحر بان الايجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ينعقد بهما البيع قبل متاركة الفاسد ففي بيع التعاطي بالاولى وعليه فيحمل ما في الخلاصة وغيرها على ذلك چنانچہ بیع التعاطی منعقد نہیں ہوتی اگرچہ عقد فاسد کے ہو کذا فی الخلاصۃ والبزازیۃ اور بحر الرائق مین تصریح کی ہے کہ ایجاب اور قبول سے عقد فاسد کے بعد بیع منعقد نہیں ہوتی قبل متارکہ فاسد کے تو بیع التعاطی مین بطریق اولے بدون چھوڑنے فاسد کے بیع منعقد نہ ہوگی اور بسبب تصریح بحر الرائق کے جو خلاصہ وغیرہ مین ہے وہ اسی پر محمول ہے یعنی خلاصہ کا اطلاق عدم انعقاد عدم متارکہ پر محمول ہے طحطاوی نے کہا حموی نے اپنی شرح مین خلاصہ سے یون نقل کیا ہے کہ بیع التعاطی مین یہ بھی ضرور ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر بعد فاسد یا باطل کے ہوگی تو قبل متارکہ منعقد نہ ہوگی اسواسطے کہ بیع سابق پر اسکی بنا ہے انتہی یعنی تصریح قید متارکہ خود خلاصہ مین موجود ہے تو بحر الرائق سے تقیید کا ثابت کرنا کیا ضرور ہے اور حموی کی طرح نہر الفائق مین بھی خلاصہ کی روایت منقول ہے وتمامه في الاشباه من الفوائد اذا بطل المتضمن بطل المتضمن والمبني على الفاسد فاسد اور عدم انعقاد بیع التعاطی قبل المتارکہ کا اشباہ کے فوائد مین اس قاعدے کے تحت مین مذکور ہے کہ جب متضمن بالکسر باطل ہوا تو متضمن بالفتح بھی باطل ہوگا اور اس قاعدے کے تحت مین کہ جسکی بنا فاسد پر ہوتی وہ خود فاسد ہے یعنی جب بیع اول باطل یا فاسد ہوتی تو بیع ثانی کا حکم بھی باطل یا فاسد ہوگا وقيل لابد في التعاطي من الاعطاء من الجانبين وعليه الاكثر قاله الطرسوسي واختاره البزازي وافتى به الحلواني واكتفى الكرماني بتسليم المبيع مع بيان الثمن فتحرر ثلاثة اقوال وقد علمت المفتى به اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع التعاطی مین اعطا جانبین یعنی بائع اور مشتری دونون کا دینا ضرور ہے طرسوسی نے کہا اسی قول پر اکثر علما ہین اور اسی قول کو بزازی نے پسند کیا ہے اور اسکا حلوانی نے فتوی دیا ہے اور کرمانی نے اکتفا کیا ہے مبیع کی تسلیم پر بیان ثمن کے ساتھ تو اسمین منقح ہو گئے تین قول اور تو معلوم کر چکا قول مفتی بہ کو وہ قول اول یہ ہے کہ ایک کا دینا کافی ہے خواہ بائع مبیع کو دے خواہ مشتری ثمن کو قول ثانی یہ ہے کہ تعاطی مین دونون کا دینا ضرور ہے اور تیسرا قول منفصل کرمانی کا ہے کہ فقط مبیع کا دینا بیان ثمن کے ساتھ کافی ہے اور منشاء اس اختلاف کا امام محمد کا کلام ہے کہ بعضی جگہ تفسیر تعاطی مین اعطاء جانبین ذکر کیا تو اس سے بعضے سمجھے کہ اعطاء جانبین شرط ہے اور بعضے مقام پر اعطاء احد الجانبین مذکور کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ ایک کا دینا کافی ہے اور بعضے مکان مین تسلیم مبیع کا بیان کیا تو بعضے یہ سمجھے کہ تسلیم ثمن کافی نہین بالجملہ اعطاء احد الجانبین کافی ہے اور یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی وحررنا في شرح الملتقى صحة الاقالة والاجارة والصرف بالتعاطي فليحفظ اور ہم نے تحریر کی ہے شرح ملتقی مین صحت اقالہ اور اجارہ اور صرف کی تعاطی سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تعاطی کی تاثیر فقط بیع مین خاص نہین ہم شرح ملتقی مین صحت اقالہ احد الجانبین کی تعاطی سے بروایت بزازیہ اور اجارہ کے صحت عمادیہ سے اور صرف کی نہر الفائق سے منقول ہے

فرع مسائل ملحقہ شارح کے ما يستجره الانسان من البياع اذا حاسبه على اثمانها بعد استهلاكها جاز استحسانا جو چیزین آدمی لیتا ہے بائع سے یعنی بدون انعقاد بیع کے جبکہ بائع اس سے ان چیزون کے ثمن کا محاسبہ کرے بعد انکے استہلاک اور خرچ کر ڈالنے کے تو بطور استحسان کے یہ جائز ہے بحر الرائق مین ہے کہ معقود علیہ کی شرائط سے یہ ہے کہ موجود ہو تو بیع معدوم کی منعقد نہ ہوگی لیکن اس قاعدے سے وہ مسئلہ مستثنی ہے جو قنیہ مین ہے کہ جن چیزون کی بقال سے بدون بیع کے لینے کی عادت ہے علی وجہ الخرج یعنی بطور احتیاج کے چنانچہ سرکہ اور نمک اور تیل اگر انکو خرید کرے بعد منعدم ہونے کے تو صحیح ہے انتہی تو یہان معدوم کی بیع جائز ٹھہری کذا فی الطحطاوی بيع البراءات التي يكتبها الديوان على العمال لا يصح بخلاف بيع حظوظ الائمة لان مال الوقف قائم ثمة ولا كذلك هنا اشباه وقنية ومفاده انه يجوز للمستحق بيع خبزه قبل قبضه من المشرف بخلاف الجندي بحر وتعقبه في النهر بیچنا تنخواہ کی ان چٹھیون کا جنکو دفتر دیوان دفتر عاملون پر لکھ دیتے ہین بیع بخلاف ائمہ مساجد کے حقوق کے کہ انکی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ وقف کا مال قائم اور موجود ہے اور ویسا نہین ہے یہان یعنی عمال سلطانی کے پاس مال کا موجود

ف
از بقال [illegible] جائز ہے

ہوتا ہے وقت ضرور نہیں بلکہ ملک کی آمدنی پر موقوف ہے کذا فی الاشباہ والقنیہ اس تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحق وقف کو اپنی روٹی بیچنا قبل اسکے کہ تقسیم کرنیوالے شرف سے قبضہ کرے جائز ہے بخلاف لشکری سپاہی کی تنخواہ کے کذا فی البحر اور نہر الفائق میں اسپر اعتراض کیا ہے ہم نہر الفائق میں کہا کہ ظاہر اقنیہ کی روایت ضعیف ہے اسواسطے کہ فقہا کا اسپر اتفاق ہے کہ بیع معدوم کی صحیح نہیں اور اسی طرح غیر مملوک کی اور امام کا حصہ قبل قبض کے مملوک نہیں تو اسکی بیع کہاں صحیح ہوگی اور اسکو یاد رکھنا چاہئے و بیانہ فی کتاب الشرب میں کہا ہے کہ قنیہ کی روایت مخالف قواعد کے ہے التفات کے لائق نہیں جبتک کہ دوسرے کی نقل سے اسکی تائید نہو انتہی ملخصا وافتی المصنف ببطلان بیع الجامکیۃ لما فی الاشباہ بیع الدین انما یجوز من المدیون اور فتوی دیا ہے مصنف نے کہ سپاہی کو تنخواہ بیچنا باطل ہے اسواسطے کہ اشباہ میں ہے کہ بیچنا دین کا جائز نہیں مگر مدیون سے جائز ہے جامکیہ سپاہی کی ماہواری تنخواہ کو کہتے ہیں جو سلطان یا امیر نے اسکے واسطے بعض جنگ اور چوکیداری کے مقرر کی ہو تو اگر سپاہی چاہے کہ دو چار مہینے کی پیشگی تنخواہ کو دوسرے کے ہاتھ بیع کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ تنخواہ امیر پر بمنزلہ دین کے ہے اور دین کا بیچنا غیر مدیون سے جائز نہیں اور مدیون کو بیچنے کی صورت یہ ہے کہ کپڑا بیچا بعوض غلام کے سوا ایک غلام پر تو قبضہ کیا اور کپڑا دوسرے پر دین باقی رہا سو کپڑا اُسی شخص کے ہاتھ بیچا چند دراہم معینہ کے عوض تو بیع صحیح ہے اور اگر غیر مدیون سے بیچا تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ بیع ہے منقول کی اسکے مقبوض ہونے سے پہلے اور یہ جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا ای فی الاشباہ لا یجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردۃ کحق الشفعۃ وعلی ھذا لا یجوز الاعتیاض عن الوظائف بالاوقاف اور فتاوی مصنف اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں عوض لینا حقوق مجردہ سے یعنی جو حقوق کہ ملک سے خالی ہیں چنانچہ حق شفعہ اور بموجب اس قاعدے کے جائز نہیں عوض لینا اوقاف کے وظائف کا اور وظائف سے مراد امامت اور خطابت اور موذنی اور فراشی اور دربانی ہے اور اشباہ میں ہے کہ حقوق مجردہ سے عوض کرنا جائز نہیں حق مجرد کی قید اسواسطے لگائی کہ حق قصاص اور ملک نکاح اور حق رق کا عوض جائز ہے وفیہا فی آخر بحث تعارض العرف مع اللغۃ المذھب عدم اعتبار العرف الخاص لکن افتی کثیر باعتبارہ وعلیہ فیفتی بجواز النزول عن الوظائف بمال اور اشباہ کے تعارض عرف اور لغت کے آخر بحث میں ہے کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ عرف خاص کا اعتبار نہیں لیکن بہت علما نے عرف خاص کے اعتبار کرنیکا فتوی دیا ہے تو بموجب اسکے فتوی دیا جاتا ہے وظائف وقف سے کنارہ کرنیکے جواز کا بعوض مال کے ہم یہ قول مخالف مذہب ہے اس سابق کے کہ اعتیاض حقوق مجردہ سے جائز نہیں اسواسطے کہ قول سابق اسپر مبنی ہے کہ عرف خاص معتبر نہیں ظاہر الروایۃ میں اور یہ قول متفرع ہے قول مفتی بہ پر کہ عرف خاص معتبر ہو بناے احکام عرف عام پر ہوتی ہے نہ عرف خاص پر عرف عام سے مراد تعامل عام ہے جو سب لوگوں میں رائج اور مشہور ہوا اور عرف خاص سے مراد وہ ہے جو چند لوگوں میں رائج ہو چنانچہ فقہا میں خلاصہ یہ ہے کہ صحت نزول عن الوظائف بعوض مال قواعد مذہب کے مخالف ہے لیکن اکثر مشائخ مثل شیخ قاسم اور علامہ عینی نے صحت نزول کا فتوی دیا ہے عینی نے اپنے فتاوی میں کہا کہ جواز نزول کے واسطے کوئی اصل معتمد نہیں لیکن حکام اور علما بسبب ضرورت کے اسپر چلتے ہیں اور بعضے علمانے جواز نزول پر اس سے استدلال کیا ہے کہ امام حسن نے معاویہ سے نزول عن الخلافۃ پر صلح کی اسقدر مال پر جو بہت سا [illegible] انکو کافی ہوا اور ظاہر ہے کہ خلافت اعظم الوظائف ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وبلزوم خلو الحوانیت فلیس لرب الحانوت اخراجہ ولا اجارتہا لغیرہ ولو وقفا انتہی اور بنا بر اعتبار عرف خاص کے فتوی ہے خلو دکانوں کے لزوم پر تو دوکانوں کے مالک صاحب خلو کو خارج کر دینا جائز نہیں اور نہ دوکان کا اجارہ دینا اسکے سوا کو اگرچہ دکانیں وقف ہوں انتہی ما فی الاشباہ ہم حقیقت خلو یہ ہے کہ دافع دراہم اُس منفعت کا مالک ہو جسکے مقابلے میں اُسنے دراہم دیے خواہ منفعت عمارت ہو یا غیر عمارت صورت عمارت کی یہ ہے کہ وقف میں مکانات قریب الانہدام ہوں تو واقف یا ناظر وقف اُس شخص کو کرایہ سے جو مکانات کی تعمیر کرے تو وہ جو کچھ صرف کریگا سو اس شخص کا خلو ہوگا اور وہ شخص وقف کا شریک ہوگا بقدر زیادت عمارت مثلاً اگر قبل عمارت مکانات کا کرایہ ہر روز ایک دانگ ہوا اور بعد تعمیر کے تین دانگ کرایہ ہو جاوے تو صاحب خلو دو تہائی میں وقف کا شریک ہوگا بعد اسکے سو اگر ان مکانات میں پھر تعمیر کی حاجت ہو تو صورت مذکورہ میں وقف پر ایک تہائی صرف لازم ہوگا اور صاحب خلو پر دو تہائی کا اب معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خلو میں اختلاف ہے متقدمین حنفی اور جمہوری مالکی اسکو باطل کہتے ہیں اور صاحب اشباہ وغیرہ اسکے جواز اور لزوم کے قائل ہیں اسواسطے کہ اوقاف ابھی یہی ہیں کہ دکانیں بازار کی آراستہ ہیں جبکہ ان لوگوں کے پاس اجارہ ہیں جنہوں نے دوکانوں کو بنایا ہے

تو وقف جائز ہی اسواسطے کہ ہم نے اُن دوکانون کو اُنکے تصرف مین دیکھا کہ اُنکو بیچ ڈالتے ہین اور اُنکو میراث لیتے ہین سلطان اُنسے مزاحمت نہین کرتا اُن لوگون پر تھا
فقط غلہ اور محصول ہی جو دیا کرتے ہین یہی عادت جاری ہی متاخرین کی مدتہاے دراز سے انتہی ولہذا ابن نجیم نے کہا کہ صاحب دوکان کو اسکا اخراج کرنا اور غیر شخص کو
اسکا اجارہ دینا جائز نہین اگرچہ دوکان اصل مین وقف ہو انتہی اور محمد بن بلال حنفی نے جواز خلو مین ایک مستقل رسالہ لکھا ہی اور صحت خلو کی شرط یہ ہی کہ دراہم جہت
وقف مین صرف ہون سو بالفعل جو وقف کے ناظر دراہم لیتے ہین اور اپنی ذات پر صرف کرتے ہین اور دوامی دراہم کے واسطے خلو مقرر کر دیتے ہین تو یہ خلو صحیح نہین
اور فائدہ خلو کا یہ ہی کہ وہ بمنزلہ ملک کے ہی تو اسپر ملک کے احکام جاری ہونگے چنانچہ بیع اور اجارہ اور ہبہ اور رہن اور وقف ہو جاوین اور ارث اور وقف اور اگر خلو عمارت
اور درخت ہون تو اسمین حق شفعہ بھی جاری ہوگا علامہ حموی نے صحت خلو کی ترجیح دی ہی اسواسطے کہ اسپر بکثرت عمل جاری ہو گیا ہی تمام ممالک مین خصوصاً
دیار مصر مین تو اسکی صحت پر اعتماد کرنا چاہیے بالکاسب جب الضرر ہین اسواسطے کہ حکم سلطان سے تصحیح ہوا خلو اور کثرت استعمال مین الانام انتہی خصوصاً
جبکہ وہ وقف ہو خیرات اور حسنات پر تو اسکے ابطال سے ابطال خیرات لازم آتا ہی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی مختصراً و فی معین المفتی للمصنف معزیاً للولوالجیۃ
عمارۃ فی ارض بیعت فان بناءً او اشجاراً جاز اور مصنف کی کتاب معین المفتی مین ہی ولوالجیہ کی طرف نسبت کرکے کہ زمین کی عمارت بیچی گئی سو اگر عمارت
بناے مکان ہی یا درخت ہین تو بیع جائز ہی ہم یعنی فقط عمارت پر بیع واقع ہوئی بلا ذکر ارض چنانچہ کسی کی عمارت وقف کی زمین مین ہو یا عمارت کی بیع زمین کے ساتھ
اس طرح پر کہ عمارت کا ثمن زمین سے جدا مذکور ہوا ہو تو عقد صحیح ہی کیونکہ مکان اور درخت مال ہین اور ثمن مشتری پر لازم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی فان کراباً او کری انہاراً
ونحوہا مما لم یکن ذلک بمال ولا بمعنی مال لم یجز انتہی اور اگر عمارت کھودی جوتی زمین ہی یا نہرون کا کھودنا اور صاف کرنا ہی مٹی وغیرہ سے کہ پانی خوب جاری ہو اور
مانند اسکے اس قسم سے کہ جو چیز نہ مال ہو نہ بمعنی مال تو بیع اسکی جائز نہین انتہی ما فی الولوالجیۃ ہم جوتنے اور صاف کرنے کی مانند زمین کا ہموار کرنا ہی وہ بیع سے اور لا
بمعنی مال سے مراد ارض موقوفہ کا سکنی ہی بطریق خلو کے کذا فی الطحطاوی قلت ومفادہ ان بیع المسکۃ لا یجوز وکذا رہنہا ولذا جعلوہا الآن فراغاً
کالوظائف فلیحرر انتہی و سنذکرہ فی بیع الوفاء مصنف نے معین المفتی مین کہا اور ولوالجیہ کی عبارت کا مفاد یہ ہی کہ بیع مسکہ جائز نہین اور اسی طرح اسکا رہن
جائز نہین اور اسی واسطے اب علما نے اسکو فراغ قرار دیا ہی یعنی مسکہ کو مسمی بفراغ کیا ہی مثل وظیفون و متعلقات وقف کے تو اسکی تحریر اور تنقیح کر لی چاہیے انتہی ما فی معین المفتی
اور قریب ہی کہ ہم اسکو بیع الوفا مین ذکر کرینگے ہم درمختار کے محشیون کا کلام اس مقام مین مختلف ہی لفظاً و معنیً طحطاوی نے بیع اسکہ ضبط کیا ہی بحذف میم اور شرح
اسکی یون کی ہی کہ بیع سکہ یعنی کوچہ بے فائدہ کے حق مرور کی بیع جائز نہین اور شیخ ابو الطیب اور شیخ عابد سندھی مدنی نے مسکہ باضافت میم ضبط کیا ہی اور اکثر نسخ درمختار
کے اسی کے موافق ہین پھر مسکہ کی مراد مین اختلاف ہی شیخ ابو الطیب نے کہا کہ ظاہر اسکہ بالضم سے کنوئین کا کھودنا تحت مکان مین مراد ہی کذا فی القاموس
تو بیع اس مکان کی نہر کھودنے کی بیع کے مانند ہی انتہی اور شیخ عابد مدنی نے کہا کہ مسکہ اور مسکہ حفر بیر کے لیے فراغ کا لفظ مناسب نہین اسواسطے کہ فراغ اسکو
کہتے ہین کہ کوئی چیز کسی انسان کے واسطے سلطان کی طرف سے یا وقف سے باعتبار استحقاق کے مقرر ہو پھر وہ انسان وہ چیز دوسرے کے واسطے ٹھہرا دے کچھ
عوض لیکر تو کنوئین کھودنے کی بیع کو فراغ کہنا محض بے معنی معلوم ہوتا ہی تو بہتر یہ ہی کہ مسکہ سے یہ صورت مراد ہو کہ ایک شخص پر کچھ وقف ہوا اور وہ دوسرے شخص
کو دے عوض لیکر تو اسکو بیع مسکہ اور فراغ کہنا ممکن ہی کیونکہ قاموس مین مسکہ معنی مسکہ یہی مذکور ہی الی ما قال انتہی اور مفتی ابو السعود کی معروضات سے معلوم
ہوتا ہی کہ مسکہ متعلق بوقف ہی متعلق بحکم ہی انتہی واللہ اعلم وینعقد ایضاً بلفظ واحد کما فی بیع القاضی والوصی والاب من طفلہ وشرائہ منہ فانہ
یتولی طرفیہ فیقول بعت [illegible] وتمامہ فی الدرر اور بیع منعقد ہوتی ہی ایک لفظ سے بھی چنانچہ قاضی اور وصی کی بیع مین اور باپ کی بیع نے بیٹے [illegible] اسواسطے
کہ سبب وہ [illegible] اسکی عبارت دو عبارتون کے قائم مقام ٹھہرائی گئی اور پورا بیان اسکا درر مین ہی ہم یعنی اگر قاضی اپنے یتیم کا مال [illegible] بیچے یا خریدے
ایک لفظ سے بیع صحیح ہی اس طرح کہ کہے کہ مین نے اسکی چیز اس سے بیچی یا مول لی اور اگر قاضی یتیم کی چیز خرید کرے یا بیع کرے اپنی ذات کے واسطے تو جائز نہین

اور وصی کو اگر کوئی آدمی کہے کہ اپنے یتیم کی چیز مجھے سو درم سے دے تو بیع جائز نہیں اور اگر وصی اسکی چیز آپ خریدے بشرط منفعت یتیم تو جائز ہے کذا فی البزازیۃ یعنی دس درم کی قیمت والے کو پندرہ درم دے کر خرید کرے اور باپ کی خرید و فروخت مین اپنے طفل سے منفعت ظاہر شرط نہیں وفور شفقت کے سبب سے فاذا اوجب واحد قبل الآخر بائعا کان او مشتریا فی المجلس لان خیار القبول مقید بہ یعنی جب کسی عاقد نے ایجاب کیا تو دوسرا عاقد بائع ہو یا مشتری اسکو قبول کرے مجلس مین اسواسطے کہ قبول کرنیکا اختیار مقید بمجلس ہی ہے یعنی مجلس ایجاب کے بعد قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی یہان تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت مین کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی سے کہا تو مجلس سے وہ مراد ہی جسمین وہ قول اور عمل نہ پایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہو جو ایجاب کو فوت کرے اگرچہ اعراض کے واسطے نہ ہو کذا فی النہر سو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جائیگی تو ایجاب مذکور باطل ہو جائیگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متعدد ہو نہ متغیر ہو کل المبیع بکل الثمن او ترک لئلا یلزم تفریق الصفقۃ مجلس ایجاب مین عاقد ثانی کل مبیع کو کل ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے تا تفریق صفقہ لازم نہ آوے صفقہ عبارت ہی ہاتھ کو ہاتھ پر مارنے سے بیچنے کے وقت اور اب اصطلاح فقہ مین صفقہ سے خود عقد مراد ہی یعنی غیر کیلی اور وزنی چیزین یا سب چیز کو تمام ثمن کے ساتھ قبول کرے یا ترک کرے اسمین بعض مبیع کو بعض ثمن سے قبول کرنا جائز نہیں تا تفریق عقد لازم نہ آوے مثلاً اگر بائع نے یون ایجاب کیا کہ مین نے یہ دس امرود یا پونڈے یا لیمون چار پیسے کو تیرے ہاتھ بیچے تو مخاطب مختار ہے مجلس مین چاہے دس امرود یا پونڈے یا لیمون کو چار پیسے سے قبول کرے یا نہ قبول کرے اور اگر مشتری کہے کہ مین نے پانچ امرود یا لیمون کو دو پیسے لیا تو بیع منعقد نہ ہوگی کیونکہ قبول مخالف ہو گیا ایجاب کے الا اذا اعاد الایجاب و القبول تفریق ایجاب جائز نہیں مگر جبکہ بائع اور مشتری دوبارہ ایجاب اور قبول کرین تو بیع جائز ہوگی دوسرے ایجاب و قبول سے نہ اول سے او رضی الآخر وکان الثمن منقسما علی المبیع بالاجزاء کمکیل وموزون یا راضی ہو جاوے دوسرا شخص تفریق بالقبول سے بشرطیکہ ثمن منقسم ہو مبیع کے اجزا پر چنانچہ کیلی اور موزون کے اجزا پر ثمن منقسم ہو سکتا ہے مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے دس سیر گیہون دس آنے کو بیچے مشتری نے کہا کہ مین نے پانچ سیر گیہون پانچ آنے کو خرید کیے اور بائع اسپر راضی ہو گیا کہ بیع صحیح ہوگی سو اس صورت مین قبول ایجاب ٹھہرا اور رضامندی بائع کی قبول ہو گئی اور ایجاب اول باطل ہو گیا والا لا وان رضی الآخر لعدم جواز البیع بالحصۃ ابتداءً کما حررہ الوافی اور اگر ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہ ہو تو بیع جائز نہیں اگرچہ دوسرا شخص تفریق پر بالقبول راضی ہو جاوے اسواسطے کہ حصہ مبیع کی بیع ابتدا مین جائز نہیں کذا حررہ الوانی المحشی للدرر و اگر انقسام ثمن کا مبیع پر بالاجزا نہ ہو بلکہ القیمۃ بالقیمۃ ہو یعنی مبیع کے اجزا متفاوت القیمت ہوں چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑوں کو بعوض بیس درم کے بیچا اور مشتری نے ایک غلام یا ایک کپڑے کی بیع قبول کی تو بیع صحیح نہ ہوگی اگر بائع راضی ہو جاوے اسواسطے کہ بیع بالحصہ ابتدا مین جائز نہیں اور اگر بیع بالحصہ پیچھے عارض ہو چنانچہ ایک شخص نے پورا گھر بیچا اور بعد اسکے نصف گھر دوسرے کا مملوک ثابت ہوا اور مشتری نصف باقی کی خرید سے راضی ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ بیع بالحصہ انتہا مین عارض ہوئی نہ ابتدا مین اور عدم جواز بیع مذکور اس صورت مین ہی کہ بائع نے ہر غلام اور ہر کپڑے کی قیمت علیحدہ علیحدہ مذکور نہ کی ہو کذا فی الطحطاوی او بین ثمن کل کقولہ بعتہما کل واحد بمائۃ وان لم یکرر لفظ بعت عند ابی یوسف و محمد وھو المختار کذا فی البرھان [illegible] یا ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ بیان ہو گیا ہو چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ مین نے دو غلام یا دو کپڑوں کو بیچا ہر ایک کو بعوض دس درم کے اگرچہ بائع نے لفظ بعت کا دوبارہ نہ کہا ہو صاحبین کے نزدیک اور یہی عدم تکرار لفظ بیع قول مختار ہی چنانچہ شرنبلالیہ مین برہان سے منقول ہی سو صاحبین کے نزدیک تفصیل ثمن یعنی صفقہ متعدد ہونے مین کافی ہی اور شرط تکرار لفظ چنانچہ اسکی مثال شارح نے ذکر کی اور امام اعظم کے نزدیک تعدد صفقہ مین تکرار لفظ بیع شرط ہی اصطلاح پر کہ بعتک ہذین العبدین بعتک ہذا بخمسمائۃ و بعتک ہذا بخمسمائۃ یعنی ان دو غلاموں کو تیرے ہاتھ مین نے بیچا اس غلام کو پانسو کی عوض مین بیچا اور اس غلام کو پانسو کی عوض مین نے بیچا اور ترجیح الفتح مین صاحبین کے قول کو یون ترجیح دی ہی کہ مجرد تفریق ثمن بلا تکرار لفظ بیع کافی ہی اسواسطے

کہ ظاہرا بائع کی غرض یہ ہو کہ دونون مین سے کوئی بک جائے اور اگر دونون کو یکبارگی بیچنا منظور ہوتا تو ہر ایک کی قیمت کا جدا جدا بیان کرنا بیفائدہ تھا وما لم یقبل بطل الایجاب ان رجع الموجب قبل القبول او قام احدهما وان لم یذهب عن مجلسه علی الراجح نهر وابن الکمال فانه کمجلس خیار المخیرة وکذا سائر التملیکات فتح اور جب تک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایجاب باطل ہوگا اگر ایجاب کرنے والے نے رجوع کیا اپنے قول سے قبول کرنے سے پہلے یعنی یون بولا کہ مین نہین بیچتا یا نہین خریدتا یا دونون مین سے کوئی کھڑا ہوگیا اگرچہ اس مجلس سے نہ چلا گیا ہو بنا بر قول راجح کے کذا فی النهر وہکذا صرح ابن الکمال تو قبول بیع کی مجلس اختیار مخیرہ کی مجلس کے مانند ہے کہ مجرد اعراض اور قیام سے باطل ہوجاتی ہے اور اسی طرح باقی تملیکات کی مجالس کذا فی الفتح هم نهر الفائق [illegible] بخلاف مجلس اس عمل کے استعمال سے ثابت ہوتا ہے جو اعراض پر دلالت کرے چنانچہ کھانا اور پینا اور سونا اور پڑھنا اور کلام کرنا اگرچہ ضروری بات ہو اور چلنا لیکن ایک لقمہ کھانا یا پانی پینا اس برتن سے جو ہاتھ مین تھا ایجاب کے وقت اور سو جانا درصورت نشست عاقدین اور فرض نماز کا پورا کرنا مجلس کو نہین بدلتا یعنی اگر بائع نے ایجاب کیا اور وہ فی طلب فرض نماز پڑھتا تھا سو اٹھنے نماز کے بعد قبول کیا تو صحیح ہے اور اگر نفل نماز مین دوسری رکعت پڑھ کر قبول کریگا تو بھی صحیح ہے اور اگر شفعہ ثانیہ کو ملاویگا اور چار پڑھ کر قبول کریگا تو صحیح نہین اور چلنا تو مطلقاً ظاہر الروایت مین اختلاف مجلس کا سبب ہے یہان تک کہ اگر بائع اور مشتری چلنے کی حالت مین خرید و فروخت کرین تو بیع صحیح نہ ہوگی اگرچہ ایک ہی سواری پر دونون سوار ہون اور طحطاوی وغیرہ کا یہ مختار ہے کہ اگر فی الفور متصل قبول کیا چلنے کی حالت مین تو جائز ہے او محیط مین اسکی تصحیح ہے اور خلاصہ مین ہے کہ ایک دو قدم چلنے مین جائز ہے مجمع التفاریق مین کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہین اور مجتبی مین ہے کہ مجلس متحدہ وہ ہے کہ جسمین احد المتعاقدین بجز گفتگوے ایجاب اور قبول کے اور کام مین مشغول نہ ہون یا وہ اشتغال نہ کرین جو اعراض پر دلالت کرے اور کشتی گھر کے مانند ہے تو مجلس منقطع نہ ہوگی اسکے چلنے سے اسواسطے کہ بائع اور مشتری اسکے ٹھہرانے پر قادر نہین انتہی اور فتح القدیر مین سواے خیار مخیرہ کے اور تملیکات کا ذکر نہین کذا فی الطحطاوی واذا وجدا لزم البیع بلا اختیار الا لعیب ورؤیة خلافا للشافعی اور جبکہ ایجاب اور قبول پائی گئی تو بیع لازم ہوگی بلا ثبوت خیار احد المتعاقدین سواے خیار العیب اور خیار الرویة کے بخلاف مذہب شافعی کے ہم یعنی جب ایجاب اور قبول اپنے شرائط مذکورہ کے موافق حاصل ہوا تو اب کسی کو نقض بیع مین اختیار نہ رہا مگر بسبب عیب یا عدم رویت کے اور یہی قول ہے امام مالک کا اور امام شافعی اور اسی طرح امام احمد بن حنبل کا یہ مذہب ہے کہ بائع اور مشتری دونون کو بقاے مجلس تک خیار ہے امام شافعی کی وہ مرفوع حدیث دلیل ہے جو صحاح ستہ مین عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ المتبایعان بالخیار ما لم یتفرقا یعنی بائع اور مشتری مختار ہین جب تک جدا نہین ہوئے شارح نے اسکا جواب قول آئندہ مین ذکر کیا وحدیثه محمول علی تفرق الاقوال اذ الاحوال ثلث قبل قولهما وبعده وبعد احدهما واطلاق المتبایعین فی الاول مجاز الاول وفی الثانی مجاز الکون وفی الثالث حقیقة فیحمل علیه اور حدیث خیار یا شافعی کے استدلال کی حدیث تفرق اقوال پر محمول ہے اسواسطے کہ یہان تین حالات محتمل ہین قبل قول عاقدین کے یا بعد قول عاقدین کے یا ایک عاقد کے قول کے بعد اور اطلاق متبایعین کا پہلی صورت مین مجاز ہے باعتبار انجام کار کے اور دوسری صورت مین مجاز ہے باعتبار وجود گذشتہ کے اور تیسری صورت مین حقیقت ہے تو اسی پر محمول ہوگا ھ حدیث مذکور مین تفرق کو اختیار کی غایت قرار دیا ہے اور تفرق سے مراد تفرق ابدان یا تفرق مجلس نہین بلکہ تفرق اقوال مراد ہے یعنی بعد ایجاب کے دوسرے عاقد کا یون کہنا کہ مین نہین مول لیتا یا رجوع کرنا موجب کا قبل قبول کرنے کے اسواسطے کہ قبل ایجاب اور قبول کے عاقدین کو متبایعین کہنا مجاز ہے چنانچہ صغیر کو بالغ کہنا اور بعد تمام ہوجانے بیع کے انکو متبایع بولنا بھی مجاز ہے چنانچہ پیر کو جوان بولنا تو متشاغلین بامر البیع کو متبایعین کہنا بھی حقیقت ٹھہرا اور متشاغل اسوقت صادق آتا ہے جبکہ ایک ایجاب کرے اور دوسرا ہنوز قبول نہ کرے لہذا یہی بالیقین مراد ٹھہرا اور یہ بعینہ خیار القبول ہے اور یہ تفسیر ہے ابراہیم نخعی تابعی رحمۃ اللہ علیہ کی تو خلاصہ مطلب حدیث شریف یہ ہوا کہ جو دو شخص خرید فروخت کی گفتگو کر رہے ہین ایجاب کے بعد قبل قبول کے مختار ہین دوسرا شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے اور موجب چاہے ایجاب کو ثابت رکھے یا ایجاب سے رجوع کرے اگر کوئی کہے کہ تمہاری تقریر مجاز سے خالی نہین

ح
[illegible] عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المتبایعان کل واحد منہما بالخیار علی صاحبہ ما لم یتفرقا الا بیع الخیار [illegible] بالخیار [illegible] وفی روایة [illegible] فقد وجب البیع [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال البیعان بالخیار ما لم یتفرقا الا ان تکون صفقة خیار ولا یحل لہ ان یفارق صاحبہ خشیة ان یستقیلہ [illegible] کذا فی جامع الاصول ۱۲ منہ

اسواسطے کہ جب تک دوسرے نے قبول نہین کیا تو ایک ہی بیع ثابت ہوئی متبایعین اسکا جواب یہ ہی کہ یہ اول مواقع سے ہی یہان حقیقت بعض لفظ کہ معنی سے صادق آتی ہی جیسے مخبر کی حقیقت یعنی صادق نہین مگر وقت تکلم جبکہ تمام الفاظ خبر دفعۃً حاصل نہین بلکہ علی التعاقب تو دیکھو یہان بعض حروف کے بولنے سے مخبر کہنا اسکو صادق آیا اگر کوئی کہے کہ حدیث مین تفرق کی اسناد متبایعین کی طرف ہی تو تفرق اقوال کیونکر مراد ہوسکیگا اسکا جواب یہ ہی کہ شرع اور عرف مین تفرق رجال کی مناوت سے تفرق اقوال اکثر مراد ہوتا ہی قال اللہ تعالی وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنَةُ یعنی متفرق نہین ہوئے اہل کتاب مگر بعد آنے دلیل کے اور حدیث مین وارد ہی کہ بنی اسرائیل بہتر فرقون پر متفرق ہوئے اور میری امت کا تہتر فرقون پر افتراق ہوگا اس آیت اور حدیث مین افتراق رجال سے صریحًا افتراق اقوال مراد ہی نہ افتراق ابدان اب امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب کے دلائل کو دریافت کرنا چاہیے کہ آیات قرآنیہ مین اور قیاس قال اللہ تعالی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ یعنی ای ایمان والو پورا کرو عقود کو اور بیع عقد ہی قبل تخییر کے وقال اللہ تعالی وَلَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ یعنی نہ کھاؤ اپنے اموال کو فیمابین خود بہ طریق باطل کے مگر یہ کہ تجارت ہو تمہاری رضامندی سے اور بعد ایجاب اور قبول کے تجارت برضامندی صادق آتی ہی بلا توقف علی التخییر تو اس آیت مین حق تعالی نے خرید کی چیز کے کھانے کو مباح فرمایا قبل تخییر کے و قال اللہ تعالی وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَایَعْتُمْ یعنی گواہ کرو جبکہ باہم بیع کرو اس آیت مین توثق بالشہادۃ کا ارشاد ہوا تا انکار بیع نہ واقع ہو اور بیع صادق آتی ہی قبل خیار بعد الایجاب القبول کے تو اگر اختیار ثابت ہوا اور بیع لازم نہ ہو قبل خیار کے تو نصوص مذکورہ کا ابطال لازم آوے لہذا حدیث مذکور کو خیار القبول پر محمول کیا تا قرآن اور حدیث کے مطلب مین اختلاف باقی نہ رہے اور قیاس کی دلیل یہ ہی کہ بیع کو نکاح اور خلع اور عتق بعوض مال اور کتابت پر قیاس کیا کہ ہر ایک انمین سے عقد معاوضہ ہی کہ بلا خیار مجلس بمجرد اس لفظ کے جو رضامندی پر دلالت کرے تمام ہو جاتا ہی علی ہذا القیاس بیع بھی واللہ اعلم کذا فی فتح القدیر مترجم

وَشُرِطَ لِصِحَّتِهٖ مَعْرِفَةُ قَدْرِ مَبِیْعٍ وَثَمَنٍ اور بیع صحیح ہونے کے واسطے شرط ہی مقدار مبیع اور ثمن کی معرفت م مصنف نے لفظ معرفت سے اشارہ کیا کہ دانست مقدار مبیع اور ثمن شرط ہی اور اخذ کرنا شرط نہین سو اگر مبیع نہایت مجہول ہو اور ایسی نادانستگی کے ساتھ خرید و فروخت کا رواج نہ ہو تو بیع صحیح نہین تو اگر بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اپنا سب مال بیچا جو اس گھر مین ہی منجملہ عبید اور دواب اور ثیاب کے اور مشتری نہین جانتا کہ انمین کیا ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر یون کہیگا کہ مین نے اپنا مال جو اس کوٹھری یا اس صندوق یا اس خرجی مین ہی تیرے ہاتھ بیچا تو جائز ہی اگرچہ مشتری اسکو نہ جانتا ہو اسواسطے کہ جہالت مافی البیت کمتر ہی جہالت مافی الدار سے تو نہایت جہالت نہ ہوئی جو مانع ہی صحت کی اور رواج جہالت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر سقے سے اتنی مشکین فرات کے پانی کی مثلًا خرید کیگا ابو یوسف نے کہا اگر مشک متعین ہو تو جائز ہی بسبب رواج کے اور یہی حکم ہی پکھال اور گھڑے کا اور یہ استحسان ہی اور قیاس مین جائز نہین اگر اسکی مقدار نہ معلوم ہو اور یہ قول امام کا ہی اور ظاہر ظہیریہ جواز پر دلالت کرتا ہی اور مقدار معرفت مبیع اس صورت مین شرط ہی جب تسلیم کی حاجت ہو والا شرط نہین چنانچہ زید نے اقرار کیا کہ خالد کا اسباب میرے پاس بطور غصب یا ودیعت کے ہی پھر زید نے اسکو خالد سے مول لیا تو جائز ہی اگرچہ بائع اور مشتری اسکی مقدار کو نہ جانتے ہون اور اسی طرح بیع صحیح نہین اگر مقدار ثمن مجہول ہو چنانچہ ایک چیز کی بیع کرنا اسکی قیمت پر یا جو قیمت مشتری قرار دے یا فلانا شخص بالقدر اپنے راس المال کے یا بیچنا بمثل بیع فلانی حالانکہ بائع اور مشتری نے اس ثمن کو نہ جانا یہان تک کہ جدا ہو گئے اور اگر اسی مجلس مین علم حاصل ہوگا تو بیع صحیح ہی مع الخیار اور اگر کوئی چیز خریدی سونے سے بوزن اس پتھر کے تو جائز نہین اسواسطے کہ پتھر کا وزن معلوم نہین اور اگر اسکا وزن معلوم ہوگا تو بیع مع الخیار صحیح ہوگی اور مصنف نے معرفت مقدار ثمن کو مطلق رکھا تو معرفت صحیح اور معرفت عرفی دونون کو شامل رہی اسی واسطے بزازیہ مین کہا کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ مین نے اس گھر کو یا اس کپڑے کو یا اس خربوزے کو بعوض دس کے خرید کیا اور اس شہر مین دراہم اور دنانیر اور فلوس سے خرید کرنے کا رواج ہی اور مشتری نے اشیاء ثلثہ مین سے کوئی چیز ذکر نہ کی تو گھر کی بیع دنانیر پر اور کپڑے کی دراہم پر اور خربوزے کی پیسون پر منعقد ہوگی اور

اگر اسکے سوا کوئی اور چیز سے خرید و فروخت کا رواج ہوگا تو اسپر بیع منعقد نہوگی خلاصہ یہ ہے کہ جب عدد کی تصریح ہوگی تو عدد متعین ہو جائیگا بیع کے مناسب نقد ہو خواہ دراہم خواہ فلوس سے اور اگر مناسبت مین شک پڑیگا تو بیع تمام فاسد ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر والفتح لفظا و وصف ثمن کے مصری اور دمشقی اور صحت بیع کے واسطے وصف ثمن کی واقفیت مشروط ہے چنانچہ درہم کا مصری ہونا یا دمشقی ہونا مصنف اور صاحب کنز اور اکثر فقہا نے معرفت وصف ثمن کو شرط کیا ہے اسواسطے کہ اگر ثمن مجہول الوصف ہوگا تو نزاع واقع ہوگا مشتری ارادہ کریگا کہ ناقص دے اور بائع چاہے گا کہ عمدہ لے تو بیع مشروع ہونے کا فایدہ حاصل نہوگا مصنف نے وصف ثمن قید اسواسطے لگائی کہ وصف مبیع کی معرفت شرط نہین اور بدائع مین مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک معرفت وصف مبیع اور ثمن صحت بیع کی شرط نہین بلکہ لزوم بیع کی شرط ہے تو صحیح ہے کہ اسکی بیع جسکو نہین دیکھا کذا فی النہر والطحطاوی وصف سے مراد وہ امر ہے کہ جسپر وہ حاصل ہو جسمین زیادتی موجب ثمن شی کے حسن یا قبح کا کذا فی صدر الشریعۃ چنانچہ گیہون یا اشرفی کا کھرا ہونا یا کھوٹا ہونا غیر مشار الیہ لا یشترط ذلک فی مشار الیہ لنفی الجہالۃ بالاشارۃ معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ مین شرط ہے اور اسمین یہ شرط نہین جسکی طرف اشارہ ہوا بسبب دور ہونے نزاع اسکے اشارے سے ہم معرفت مقدار اور وصف غیر مشار الیہ اسواسطے شرط ہوئی کہ تسلیم اور تسلم یعنی دینا لینا بیع مین واجب ہے اور مقدار اور وصف کی ناواقفی نزاع کا باعث ہے تو تسلیم اور تسلم نہو سکیگا اور جسکی طرف اشارہ کیا خواہ وہ مبیع ہو یا ثمن تو اسمین معرفت مقدار اور وصف بسبب عدم نزاع کے شرط نہین سوا اگر بائع کہے کہ مین نے اس گیہون کے ڈھیر کو ان درمون سے جو تیرے ہاتھ مین ہین بیچا اور حال یہ کہ وہ دراہم مذکورہ نظر آتے ہین پھر مخاطب نے قبول کیا تو بیع جائز ہے اسواسطے کہ جہالت وصف یعنی مقدار کی نادانستگی باقی ہے لیکن وہ تسلیم اور تسلم کی مانع نہین کذا فی النہر مالم یکن ربویا قوبل بجنسہ او سلما اتفاقا او رأس مال سلم لو کیلیا او موزونا خلافا لہما لیکن مشار الیہ مال ربا ہو جسکا مقابلہ ہوا اپنے ہمجنس سے یا سلم ہو باتفاق امام و صاحبین کے یا سلم کا راس المال ہو اگر وہ کیلی اور موزون ہو بخلاف صاحبین کے چنانچہ باب السلم مین آویگا مصنف نے جو مذکور ہوا کہ مشار الیہ مین معرفت مقدار شرط نہین اس صورت مین ہے کہ بیاج والی چیز اپنے ہمجنس کے مقابل نہو چنانچہ گیہون کے ڈھیر کو دوسرے گیہون کے ڈھیر سے اشارہ کرکے بدلا ایک اور وزن صحیح نہین بسبب احتمال بیاج کے کہ شاید ایک ڈھیر کم یا زیادہ ہو دوسرے سے اور احتمال بیاج مثل حقیقت بیاج کے مانع ہے صحت بیع کا اور سلم مین اگر راس المال کیلی یا وزنی چیز ہوگا تو امام اعظم کے نزدیک اشارہ کافی نہین دریافت کیل یا وزن شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک اشارہ اسمین کافی ہے چنانچہ صدر شریعۃ اور عینی اور زیلعی مین ہے کافی ہے طحطاوی نے کہا شارح کو اس قول او سلما اتفاقا کی کچھ حاجت نہ تھی کہ اسکے مابعد کا قول مغنی ہے اسواسطے کہ کلام ہے راس المال مین نہ مسلم فیہ مین اسواسطے کہ مسلم فیہ کی طرف اشارہ نہین ہوسکتا کہ وہ اسوقت موجود نہین کیونکہ وہ مؤجل ہے فرع مسئلہ یہ شارح کا لو کان الثمن فی صرۃ ولم یعرف ما فیہا من خارج فہو بیع یسمی خیار الکمیۃ لا خیار الرؤیۃ لعدم ثبوتہ فی النقود اگر ثمن تھیلی مین ہو اور وہ دراہم اسمین ہین باہر سے معلوم نہوتے ہون تو بائع کو اسمین اختیار ہے اور اسکو خیار الکمیۃ کہتے ہین نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ خیار الرؤیۃ نقود مین ثابت نہین کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار اور بحر الرائق مین عدم تخییر مذکور ہے فی الحقیقۃ مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو عدم تخییر کو پایا چنانچہ فتح القدیر کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کہا کہ مین اسکو خرید کرتا ہون بعوض اس دراہم کی تھیلی کے پھر بائع نے اسمین وہ دراہم پائے جو اس شہر مین رائج نہین تو بائع کو دراہم شہر کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے کہ مطلق دراہم بیع مین نقد بلد کی طرف منصرف ہوتے ہین اور اگر اسمین نقد بلد کو پایا تو جائز ہے اور بائع کو اختیار نہین بخلاف اسکے اگر اسنے کہا کہ مین نے خرید کیا بعوض اسکے جو اس خم مین ہے پھر ان درمون کو دیکھا جو اسمین ہین تو اسکو اختیار ہے اگرچہ نقد بلد ہو اسواسطے کہ جو تھیلی مین ہے اسکی مقدار خارج سے معلوم ہو جاتی ہے اور خم مین خارج سے معلوم نہین ہوتی اور اس صورت مین اسکو اختیار ہوگا اور اس خیار کو خیار الکمیۃ کہتے ہین نہ خیار الرؤیۃ اسواسطے کہ نقود مین خیار الرؤیۃ ثابت نہین وصح بثمن حال وہو الاصل اور بیع صحیح ہے ثمن بلا میعاد اور

یعنی اصل ہے جو حل تشدید لام مشتق ہے حلول سے یعنی حال خلاف موجل کذا فی النہر عن المغرب طحطاوی نے کہا ثمن حال اصل ہے مطلب اسکا یہ ہے کہ حلول مقتضائے
عقد ہے اور اجل یعنی مدت ثمن ثابت نہیں ہوتی مگر شرط تاجیل سے وصح بثمن مؤجل الی معلوم لئلا یفضی الی النزاع اور بیع صحیح ہے ثمن موجل سے جسکی مدت معلوم
اور مقرر ہو تا نزاع کی نوبت نہ پہونچے یعنی اس ثمن موجل سے بیع صحیح نہیں جسکی مدت مجہول ہے کہ باعث نزاع ہے وجہ نزاع یہ ہے کہ بائع مدت قریب میں تقاضا کریگا اور
مشتری اسکا انکار کریگا لہذا مجہول المدت کی بیع فاسد ہے ولو باع مؤجلا صرف لشہر بہ یفتی اور اگر بیع موجل کی تو ایک مہینے کی طرف پھیری جاوے گی
اسی کا فتوی ہے کذا فی النہر عن شرح المجمع ولو اختلفا فی الاجل فالقول لنافیہ الا فی السلم اور اگر بائع اور مشتری نے مدت میں اختلاف کیا تو انکا قول
معتبر ہے جو مدت کی نفی کرتا ہے مگر سلم میں مثبت مدت کا قول معتبر ہوگا م اختلاف مدت کی یہ صورت کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے بلا مدت بیچا اور مشتری کہتا ہے کہ نہیں مدت
پر بیع واقع ہوئی ہے تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ بیع میں عدم تاجیل اصل ہے اور سلم میں مثبت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ نافی مدت مدعی ہے فساد سلم کا
اسواسطے کہ سلم بلا مدت کے صحیح نہیں ولو فی قدرہ فللمدعی الاقل اور اگر دونون نے اختلاف کیا مدت کی مقدار میں ایک کم مدت بیان کرتا ہو اور دوسرا
زیادہ مدت تو کم مدت کے مدعی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ زیادتی کا منکر ہے والبینۃ فیہما للمشتری اور دونون صورتون میں یعنی اختلاف مدت اور مقدار
مدت میں مشتری کے گواہ مقبول ہون گے اسواسطے کہ گواہی خلاف ظاہر کے اثبات کے واسطے ہے ولو فی مضیہ فالقول والبینۃ للمشتری اور اگر دونون
مختلف ہون مدت کے گذر جانے میں بائع کہتا ہو کہ مدت ہو چکی اور مشتری کہتا ہو کہ ہنوز مدت باقی ہے تو قول اور گواہی مشتری ہی کی مقبول ہوگی ویبطل
الاجل بموت المدیون اور مدت باطل ہوتی ہے مدیون کی موت سے م مدت کا فائدہ یہ ہے کہ مدیون تجارت کرکے ثمن ادا کرے منفعت سے پھر جب
مدت مقرر کرنے والا مر گیا تو اسکا متروکہ ادائے دین کے واسطے متعین ہو گیا تو اب تاجیل کا کیا فائدہ ہے **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے باع بحال ثم اجّله
اجلا معلوما او مجہولا کنیروز ومہرجان صح مؤجلا منیہ بائع نے بیع کی ثمن بلا مدت پر پھر اسکی مدت مقرر کردی خواہ مدت معلوم ہو یا مجہول جیسا نچہ
نوروز یا کھیت کی کٹائی تو یہ بیع موجل ہو جاویگی کذا فی المنیہ اور ایک نسخے میں منیہ کی جگہ قنیہ ہے نوروز وغیرہ مدت مجہول کی مثال ہے صحت بیع مذکور صاحبین کا
قول ہے اور امام کے نزدیک یہ بیع فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر لہ الف من ثمن مبیع فقال اعط کل شہر مائۃ فلیس بتاجیل تو یہ بائع کے ہزار درہم
ہیں مشتری پر ثمن مبیع سو بائع نے کہا ہر مہینے میں سو درہم دیا کر تو یہ مدت معین کرنا نہیں ہے کذا فی البزازیہ یعنی فی الحال طلب کر سکتا ہے کذا فی البحر علیہ الف
ثمن جعلہ ربہ نجوما ان اخل بنجم حل الباقی فالامر کما شرطا ملتقط وھی کثیرۃ الوقوع مشتری پر ہزار درم ثمن کے ہیں جنکی صاحب دین نے
قسط بندی مقرر کی ہے یون کہ اگر کسی قسط میں خلل ڈالے تو باقی دین بلا مدت واجب الادا ہو تو دونون کی شرط کے موافق ہوگا کذا فی الملتقط اور یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے
م حلبی نے کہا ان اخل حال ہے جعل کے فاعل کا تقدیر قول کے قلت وما یکثر وقوعہ ما لو شری بقطع رائجۃ فکسدت بضرب جدیدۃ یجب قیمتہا
یوم البیع من الذہب لا غیر اذ لا یمکن للحکام الحکم بمثلہا لمنع السلطان منہا ولا بین قیمتہا من الفضۃ الجدیدۃ لانہا مما یغلب
غشہا فجیدہا ردیہا سواء اجماعا اما ما غلب غشہ ففیہ الخلاف کما سیجئ فی فصل القرض فتنبہ وبہ اجاب سعدی افندی
میں کہتا ہوں اور منجملہ مسائل کثیر الوقوع یہ مسئلہ ہے کہ اگر چلن کے روپیون سے خرید کیا پھر انکا رواج موقوف ہو گیا دوسرا نیا سکہ چلنے سے تو ان روپیون کی قیمت
ہوگی سونے سے بیع کے دن وہ واجب ہوگی نہ سوا اسکے اسواسطے کہ سکہ قدیمہ کے رواج دینے کا حکم کرنا حاکمون کو ممکن نہیں بسبب منع کردینے سلطان
حال کے اسکے رواج سے اور انکی قیمت فضہ جدیدہ سے بھی مشتری نہ دے اسواسطے کہ جبتک چاندی کی کھوٹ غالب ہوگی چاندی پر تو عمدہ اور ناقص چاندی
دونون برابر ہین باجماع امام اور صاحبین کے اور جسپر "چاندی کی کھوٹ" چاندی میں کھوٹ غالب ہوگی اسمین امام اور صاحبین کا اختلاف ہے چنانچہ اسکی تفصیل قرض کی فصل میں آویگی سو آگاہ رہنا
اور یہی جواب دیا ہے اس مسئلے کا سعدی افندی نے علامہ طحطاوی نے کہا غالب غش باب الصرف میں مذکور ہے نہ قرض میں اور قرض میں رواج اور کساد کو ذکر کیا ہے بلا قید غلبہ غش

وھذا اذا بیع بثمن دین فان بیع بعین فسد فتح اور یعنی صحت بیع ثمن موجل اسوقت ہے جبکہ بیع واقع ہو نقد ثمن سے تو اگر بعوض عین موجل بیع ہوگی تو بیع فاسد ہے کذا فی الفتح مترجم ثمن دین سے ثمن نقد بقرینہ مقابلہ عین مراد ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر ثمن روپیہ یا اشرفی ہے اور اسکے دینے کا مثلاً دس روز کا وعدہ کیا تو بیع صحیح ہے اور اگر ثمن کپڑا ہو یا اور اسباب تو اسکے ادا مین مدت معین کرنا صحیح نہین کہ بیع فاسد ہے وبخلاف جنسہ ولم یجمعہما قدر لما فیہ من ربا النسأ کما سیجی فی بابہ اور جبکہ بیع بخلاف جنس ثمن ہو اور مبیع اور ثمن دونون کو کیل اور وزن شامل نہ ہوا اسواسطے کہ اسمین تاخیر کا بیاج ہے چنانچہ اسکی تفصیل باب الربوا مین آویگی مترجم خلاصہ یہ ہے کہ بیع بثمن موجل درست ہے دو شرط سے ایک یہ کہ ثمن منجملہ نقود کے ہو نہ منجملہ اعیان کے دوسری شرط یہ ہے کہ بیع بخلاف جنس ہو اور تبیر مطلقہ مبیع اور ثمن کیلی اور وزنی نہ ہون چنانچہ کپڑے کو روپیہ سے خرید کر تا مدت مقرر کرے صحیح ہے تو بیع پتھر کی پتھر سے یا من بھر گیہون کی من بھر گیہون سے یا گیہون کی جو سے مدت مقرر کرکے صحیح نہین کہ بیاج ہے والاجل ابتداءہ من وقت التسلیم ولو فیہ خیار فمنذ سقوط الخیار عندہما خانیہ اور مدت کی ابتدا تسلیم مبیع کے وقت سے ہے اور اگر بیع بشرط اختیار ہوگی تو جب سے کہ اختیار ساقط ہوگا اسوقت سے مدت شروع ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الخانیہ یعنی مدت کا شمار تسلیم کے بعد ہے نہ بعد ایجاب اور قبول کے ولو اشتری بثمن موجل الی سنة مذکورة فلا اجل سنة ثانیة منذ تسلیم لمنع البائع السلعة عن المشتری سنة الاجل المنکرة تحصیلاً لفائدة التاجیل اور اس مشتری کے لیے جسنے سال غیر معین کے ثمن موجل پر خریدا دوسری سال کی مدت ہے تسلیم مبیع کے وقت سے بسبب روک رکھنے بائع کے متاع کو مشتری سے سال غیر معین کی مدت مین تاکہ مدت کا فائدہ حاصل ہو مترجم خلاصہ یہ ہے کہ مشتری نے ادائے ثمن کے واسطے سال بھر کی مدت بلاتعیین سال مقرر کی اور بائع نے ایجاب و قبول کے بعد سال بھر کی تسلیم مبیع نہ کی تو تسلیم کے بعد دوسرے سال سے اسکی مدت مذکورہ شروع ہوگی تا مشتری مبیع مین تصرف کرکے ادائے ثمن پر قادر ہو یہ قول ہے امام کا خلافاً للصاحبین فلو معینة او لم یمنع البائع من التسلیم لا اتفاقاً لان التعیین منعہ تو اگر مدت معین سال کی ہو یا بائع نے تسلیم مبیع سے منع نہ کیا ہو تو دوسرے سال کی مدت باتفاق امام اور صاحبین کے نہ ہوگی اسواسطے کہ اب مشتری کا قصور ہے مترجم اگر مشتری نے کہا کہ مین اسی سال ثمن ادا کرونگا اور اسی طرح ہر معین مدت چنانچہ اگر مشتری نے کہا کہ جب تک ادا کرونگا اور بائع نے سال بھر یا جب تک تسلیم مبیع نہ کی تو مشتری کے واسطے دوسری مدت بالاتفاق نہ ہوگی کذا فی اللمعات عن الدرر والشرنبلالیہ فتاوی عالمگیری مین ہے کہ محل اختلاف امام اور صاحبین درصورت امتناع تسلیم ہے اور اگر بائع نے امتناع نہین کیا تو ابتداے مدت عقد کے وقت سے ہے بالاجماع والثمن المسمی قدراً لا وصفاً ینصرف مطلقہ الی غالب نقد البلد بلد العقد مجمع الفتاوی لانہ المتعارف اور جب ثمن کی مقدار مذکور ہوئی نہ اسکا وصف تو اس ثمن کا مطلق منصرف ہوگا غالب نقد بلد کی طرف یعنی جس شہر مین بیع منعقد ہوئی وہان کا نقد غالب الرواج مراد ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی اسواسطے کہ جسکا رواج غالب ہے وہی متعارف ہے مترجم یعنی جب مشتری نے دس درم کو چیز خرید کی بلا قید وصف اور بلا قید شہر تو یہ اطلاق اس شہر کے نقد غالب کی طرف راجع ہوگا جسمین بیع واقع ہوئی نہ عاقدین کے شہر کی طرف اسواسطے کہ نقد غالب متعارف ہے تو مطلق اسی طرف پھریگا اگرچہ اس شہر مین اور دراہم بھی موجود ہون جنسے معاملہ نہین ہوتا یا ہوتا ہو مگر قلیل چنانچہ اسکا اشارہ فتح القدیر مین ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا مجمع الفتاوی سے نقل کیا کہ ایک شخص نے بیع کی ایک شہر سے صفاہان مین بعوض اتنے دنانیر کے سوا اسکے قیمت نہ دی یہان تک کہ مشتری بخارا مین آیا تو اسپر عیار اصفہان ہی واجب ہوگا تو مکان عقد ہی معتبر ہوا انتہی وان اختلف النقود مالیة کذہب شریفی وبندقی فسد العقد مع الاستواء فی رواجہا الا اذا بین فی المجلس لتزول الجہالة اور اگر نقود شہر کے مختلف ہون باعتبار مالیت کے جیسے شریفی اور بندقی سونا تو عقد فاسد ہے انکے رواج برابر ہونے کے ساتھ مگر اسوقت فساد نہین جبکہ مشتری بیان کردے ایک نقد کو اسی مجلس مین بسبب دور ہوجانے جہالت کے مترجم بیع فاسد ہے بسبب جہالت کے جو باعث نزاع ہے اسواسطے کہ ایک دوسرے سے اولی نہین ابتدا رواج کے اور اگر مشتری نے مجلس مین تصریح کی اور بائع راضی ہوگیا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ جہالت دفع ہوگئی قبل اسکی تقرر کے مصنف نے اختلاف نقود کی [illegible]

قید لگائی کہ اگر نقود مالیت اور رواج مین برابر ہین تو بیع صحیح ہو مشتری کو اختیار ہے جو چاہے ادا کرے اور اسی طرح اگر نقود مالیت اور رواج دونون مین مختلف ہون یا مالیت مین برابر ہون رواج مین مختلف ہون تو دونون صورتون مین بیع صحیح ہی باعتبار اُس نقد کے جو غالب الرواج ہی کذا فی النہر وصح بیع الطعام هو فی عرف المتقدمین اسم للحنطة ودقیقها کیلا وجزافا مثلث الجیم معرب گزاف فی المجازفة اور صحیح ہی بیع طعام کی پیمانے سے ناپکر اور بطور تخمین اور اٹکل کے طعام متقدمین کے عرف مین گیہون اور اُسکے آٹے کا نام ہی اور جزاف بحرکات ثلثہ جیم کے فارسی کا معرب ہی بمعنی مجازفت ہم کہتا ہون علامہ ابن سیدہ نے کہا کہ جزاف بیع ہی حدس اور تخمین سے بلا کیل اور بلا وزن اور ابن قطاع نے کہا کہ جزاف بیع مین عبارت ہی مساہلہ سے الخ اصل مصنف نے ذکر کیا مین طعام [illegible] مراد ہین نہ فقط گیہون اور [illegible] ماکولات بطریق کیل اور جزاف کے جو سب کی بیع اٹکل سے جائز ہوئی بلا کیل اور وزن کے بسبب دور ہونے جہالت کے اشارہ کرنے سے حاشیہ کی مین عینی سے منقول ہی کہ اٹکل کی بیع مین شرط یہ ہی کہ ممیز اور مشار الیہ ہو کذا فی الطحطاوی اذا کان بخلاف جنسه ولم یکن راس مال سلم لشرطیة معرفته کما سیجیٔ او کان بجنسه وهو دون نصف صاع اذ لا ربوا فیه کما سیجیٔ بیع جو بطور تخمین صحیح ہی جبکہ بیع اُسکی مخالف جنس سے ہو چنانچہ گیہون کی بیع جو سے اور جبکہ سلم کا راس المال نہو اسواسطے کہ راس المال کی معرفت مقدار شرط ہی چنانچہ باب السلم مین آویگا یا بیع اناج کی اپنی جنس سے ہو حالانکہ اناج نصف صاع سے کمتر ہو اسواسطے کہ نصف صاع سے کمتر مین بیاج نہین چنانچہ باب الربوا مین آویگا ومن المجازفة البیع باناء وحجر لا یعرف قدره قید فیهما وللمشتری الخیار فیهما نهر اور منجملہ تخمین کے ہی بیچنا اور برتن اور پتھر سے جنکی مقدار معلوم نہین اور مشتری کو دونون مین اختیار ہی کذا فی النہر کہتا ہی نہر الفائق مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز ہی کہ جہالت باعث منازعت نہین اور کیل اور مجازفت پر اسکو اسواسطے عطف کیا کہ یہ بصورت کیل کے ہی اور حقیقت مین کیل نہین ہی شرط صحت یہ ہی کہ برتن گھٹتا بڑھتا نہو چنانچہ لکڑی یا لوہے کا برتن ہو اور اگر مثل زنبیل یا خرجی کے برتن ہو تو جائز نہین مگر پانی کی مشکون مین بسبب رواج کے جائز ہی اور مصنف نے ثبوت خیار سے سکوت کیا لیکن جمیع النوازل مین ثبوت خیار پر تصریح ہی اس صورت مین کہ خرید کرے اس پتھر کے برابر سونے سے انتہی اور لائق یون ہی کہ غیر معلوم المقدار برتن مین بھی خیار ثابت ہو انتہی وهذا اذا لم یحتمل الاناء النقصان والحجر التفتت فان احتملا لم یجز کبیعه قدر ما یملأ هذا البیت ولو قدر ما یملأ هذا الطست جاز سراج اور یعنی برتن کی بھری اور پتھر کے وزن سے بیع اسوقت جائز ہی جب برتن نقصان کا اور پتھر ٹوٹنے پھوٹنے کا محتمل نہو اور اگر نقصان اور پھوٹنے کا احتمال ہوگا تو بیع جائز نہوگی چنانچہ اس مقدار کی بیع جائز نہین جسمین یہ کوٹھری بھر جاے اور اگر اس مقدار کی بیع کی جو اس طاس کو بھر دے تو جائز ہی کذا فی السراج وصح فی ما سمی صاع فی بیع صبرة کل صاع بکذا مع الخیار للمشتری لتفرق الصفقة علیه ویسمی خیار التکشف اور صحیح ہی بیع ہر مسمی کی چنانچہ ایک صاع کی بیع صحیح ہی اناج کے ڈھیر کی بیع مین اسطرح کہ ہر صاع عوض اتنے کے باوجود اختیار مشتری کے بسبب متفرق ہونے عقد کے مشتری پر اور اسکو خیار التکشف کہتے ہین ہم کہتا ہی ایک ڈھیر ہی گیہون یا جو کا اُسکے مالک نے کہا کہ مین اسکو بیچا ہر صاع عوض درم کے یا ہر سیر عوض آنے کے اور مقدار اسکی نہ ذکر کی کہ اتنے صاع یا اتنے سیر ہی تو امام اعظم کے نزدیک ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسقدر مبیع اور ثمن معلوم المقدار ہی اور بیع نے نفسہ متفاوت چیز نہین اور اس سے زیادہ مقدار اور ثمن دونون مجہول ہین معلوم نہین کہ سب ڈھیر کے صاع یا سیر کا ہی اور درم یا آنے کتنے ہین طحطاوی نے کہا خیار التکشف اسواسطے کہتے ہین کہ حال منکشف ہوگیا ایک صاع کی صحت بیع سے بحر الرائق مین بدایع سے منقول ہی کہ ایک صاع مین بیع لازم ہو جاتی ہی خیار مشتری کا [illegible] قول ظاہر ہی [illegible] وصح فی الکل ان کیلت فی المجلس لزوال المفسد قبل تقرره او سمی جملة قفزانها لزوال الجهالة ثم ان عرفا لا خیار لهما بعد العقد وبه لو بعدها فی المجلس او بعده عندهما وبه یفتی اور صحیح ہی بیع سب ڈھیر مین اگر اسکا پیمانہ ہو گیا عقد کی مجلس مین اسواسطے کہ دور ہو جاتی ہی مفسد کے قبل اسکے جمنے کے یعنی جہالت قبل انقضاے مجلس زائل ہو گئی یا بائع نے اس ڈھیر کے قفیز بیان کر دیے

تو بیع صحیح ہوگی بلا خیار مشتری اگر تسمیہ عقد کے نزدیک ہوا اور اگر تسمیہ بعد عقد کے مجلس میں ہوا تو بیع باختیار مشتری ہوگی یا ابتدائے مجلس تسمیہ ہوا تو صاحبین کے نزدیک بیع صحیح ہوگی اور اسی کا فتوی ہے ہم کہتا ہیں تعبیر ایک پیمانہ ہے شرح ملتقی میں ہے اور صاحبین کا قول بہ نسبت امام کے بنظر سہولت نہیں امام کی دلیل ضعیف ہے بلکہ اسی نظر سے تا خلق اللہ پر آسانی ہو قال ثم ہل یلزم البیع بلا تخییر من البائع الظاہر نعم ثم ہے پھر یہ صورت خیار اگر مشتری کو رؤیت ہو چکا تو کیا بیع لازم ہوگی بلا رضامندی بائع کے ظاہر روایت یہ ہے کہ ہاں بیع لازم ہوگی کذا فی النہر یہاں تک کہ اگر بائع کہے کہ میں فسخ بیع کرتا ہوں تو اسکا فسخ معتبر ہوگا اور مشتری سب ڈھیر کو لیگا کذا فی النہر ایضا وفسد فی الکل فی بیع ثلۃ بفتح فتشدید ای قطیع الغنم وثوب کل شاۃ وذراع کذا وکل نشر بکذا اور تمام میں بیع فاسد ہوگی اسی طرح ہر کپڑے کی بیع میں یعنی کہ ہر بکری کا عوض اتنے کے ہے اور ہر گز کا عوض اتنے کے شارح نے کہا ثلۃ بفتح ثا سے ثلثہ وتشدید لام عبارت ہے گلہ گوسفند سے اور شاۃ اور ذراع میں بعضا الشرح ہے ہم کہتا ہیں یعنی بائع نے بھیڑ بکریوں کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسمیں سے ہر بھیڑ یا بکری ایک روپے کو بیچا کپڑے کے تھان کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ ہر گز اسکا چار آنے کو ہے تو بالکل فاسد ہے تمام افراد میں امام کے نزدیک اسواسطے کہ افراد یہاں مختلف ہیں تو قیمت سب پر برابر منقسم نہ ہوگی تو نزاع واقع ہوگا ایک کی قیمت میں بائع چاہیگا کہ مشتری چھوٹی دبلی بکری لے اور مشتری بڑی موٹی بکری کا ارادہ کریگا بخلاف گیہوں کے ڈھیر کے کہ وہاں ایک صاع یا ایک سیر کی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ گیہوں کے افراد یعنی اسکے دانوں میں تفاوت نہیں یکساں حال ہے مصنف نے کپڑے میں کوئی قید نہ لگائی مانند صاحب کنز اور وقایہ کے لیکن عتابی نے جامع صغیر میں مضرت تبعیض کی قید لگائی ہے یعنی جس کپڑے کے ٹکڑے ہونے سے قیمت کم ہوتی ہو اسمیں بیع مذکور صحیح نہیں تو اگر جس تھان سے گز دو گز اترنا موجب نقصان نہ ہو تو چاہیئے کہ امام کے نزدیک اسمیں ایک گز کی بیع جائز ہو جیسے گیہوں کے ڈھیر سے ایک صاع کی بیع جائز ہے کذا فی المنح عن غایۃ البیان وان علم عدد الغنم فی المجلس لم ینقلب صحیحا عنده علی الاصح اور اگر بھیڑ بکری کا شمار مجلس میں معلوم ہو جائے تو بیع منقلب بصحت نہ ہوگی امام کے نزدیک بنا بر قول اصح کے ہم کہتا ہیں یعنی بعد عقد کے مجلس میں شمار معلوم ہونے سے صحیح نہ ہوگی ولو رضیا انعقد بالتعاطی ونظیرہ البیع بالرقم سراج اور اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں بیع مذکور سے تو بیع منعقد ہوگی بسبب تعاطی کے اور مانند اسکے بیع بالرقم ہے کہ تراضی اور تعاطی سے صحیح ہو جاتی ہے کذا فی السراج رقم کے معنی نقش کے ہیں جسکو ہندی میں آنک کہتے ہیں اور سراج میں ہے بیع بالرقم یہ کہ بائع کہے کہ میں نے یہ کپڑا بیچا موافق اسکی رقم کے یعنی جو ثمن کہ اسکے پر لکھا ہے اور مشتری کو وہ معلوم نہیں سو اگر بعد حصول عقد مشتری دیکھیگا تو بیع فاسد ہے اور اگر قبل افتراق کے رقم دیکھیگا اور بیع کو پسند رکھیگا تو بیع صحیح ہوگی اور اگر قبل علم تفرق ہوا تو فاسد موکد ہو جائیگا اور بعد اسکے منقلب بجواز نہ ہوگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی فتح القدیر میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے اسواسطے کہ بسبب رقم کے جہالت ثمن صلب عقد میں متمکن ہوگئی ہے مانند قمار کے معلوم نہیں کہ ثمن کیا ہے اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر مجلس میں ثمن معلوم ہو جائے اور دوسرا عقد منعقد ہو یعنی تعاطی انتہی طحطاوی نے کہا یہ منافی ہے فقہا کے کلام سے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ بیع تعاطی میں یہ ضرور ہے کہ عقد فاسد یا باطل کے بعد نہ ہو اور اگر ہوگی تو قبل متارکہ منعقد ہوگی [illegible] یہ محمول کیجیے وکذا الحکم فی کل معدود متفاوت کالابل والعبید والبطیخ وکذا کل متبعضۃ ضرر [illegible] اور اسی طرح ثوب کا حکم ہے ہر معدود متفاوت میں جیسا کہ اونٹوں اور غلاموں اور خربوزوں میں اور اسی طرح جس چیز کے ٹکڑے کرنے میں ضرر ہو جیسا کہ [illegible] کذا فی البحر [illegible] فلو باع الجملۃ صح اتفاقا اگر کل بھیڑ بکریوں کی گنتی یا کپڑے کے گزوں کا شمار بتایا یا تمام ثمن مذکور کر دیا تو بالکل بیع صحیح ہو جائے گی باتفاق امام اور صاحبین کے ہم کہتا ہیں یہ تسمیہ ضروری ہے قبل عقد کے یا صلب عقد میں اور جو سابق مذکور ہوا کہ شمار غنم کے معلوم ہونے سے بیع صحیح نہیں اگر تسمیہ ضروری بعد عقد کے تو دونوں صورتوں میں کچھ تناقض نہیں کذا فی البحر عن السراج والضابطۃ لکلمۃ کل ان لا افراد لہ لم تعلم نہایتہا فان لم تعلم نہایتہ فلاستغراق کبیع وتعلیق اور قاعدہ کلمہ کل کا یہ ہے کہ اگر افراد کی نہایت نہ معلوم ہو سو اگر وہ عدم علم حالت [illegible]

تو وہاں لفظ کل استغراق کے واسطے ہے یعنی جمیع افراد مراد ہونگی چنانچہ یمین اور تعلیق ہم کہتا ہے طحطاوی نے کہا جہالت سے وہ جہالت مراد ہے جو موجب نزاع نہ ہو شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ بجائے یمین لفظ امر کا لاتا اسواسطے کہ تعلیق خود ہی یمین ہے تعلیق کی یہ مثال ہے کہ کل امرأة تزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سے مین نکاح کرون وہ مطلقہ ہے وکلما اکلت اللحم فعلی درہم اور ہر بار کہ مین گوشت کھاؤن تو مجھپر ایک درم دینا واجب ہے تو ہر تزوج پر طلاق اور ہر لقمے پر درہم واجب ہوگا اور امر کی مثال یہ ہے کہ آمر نے مامور سے کہا کہ میری طرف سے ہر مہینے مین ایک درم دیا کر سو مامور نے ایک مہینے سے زیادہ دیئے تو آمر پر وہ لازم ہونگے والافان لم یعلم فی المجلس فعلی الواحد اتفاقًا کاجارة وکفالة واقرار اور اگر جہالت موجب نزاع ہو تو اگر افراد کی نہایت مجلس مین نہ معلوم ہو تو وہاں لفظ کل کا ایک فرد پر محمول ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے چنانچہ اجارے اور ضمانت و اقرار مین ہم کہتا ہے اجارے کی مثال یہ ہے کہ مین نے اجارہ دیا اپنا گھر کل شہر عوض اتنے کے تو مجھپر ایک مہینا لازم ہوگا اور ضمانت کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت کے نفقے کا ضامن ہوا کل شہر یا کل یوم کا تو مجھپر ایک مہینے یا ایک دن کا نفقہ لازم ہوگا امام کے نزدیک خلافًا لابی یوسف اور اقرار کی صورت یہ ہے کہ جب زید نے خالد سے کہا کہ تیری مجھپر کل درم ہین تو ایک درم لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی والافان تفاوتت الافراد کالغنم لم یصح فی شیٔ عندہ اور اگر نہایت افراد کی معلوم ہو اگر افراد قیمت مین متفاوت ہون چنانچہ غنم تو کسی چیز مین امام کے نزدیک بیع صحیح نہین نہ ایک فرد مین نہ سب افراد مین والا صح فی واحد عندہ کالصبرة اور اگر افراد مین تفاوت نہو تو ایک صاع یا ایک سیر مین امام کے نزدیک بیع صحیح ہے چنانچہ گیہون جو کے ڈھیر مین وصححاہ فیہما فی الکل بحر اور صاحبین نے بیع کو صحیح کہا ہے دونون مین یعنی سب غنم اور سب ڈھیر مین کذا فی البحر ہم کہتا ہے صاحبین اور شافعی کی یہ دلیل ہے کہ مبیع معلوم ہے جو کہ اشارے کے سبب سے اور جہالت ثمن کے شمار کرنے غنم سے اور اناج کے پیمانہ کرنے سے زوال پذیر ہے تو عقد صحیح ہوگا کیونکہ رفع جہالت کا طریقہ موجود ہے وفی النہر عن العیون والشرنبلالیة عن البرهان والقہستانی عن المحیط وغیرہ وبقولہما یفتی تیسیرا اور نہر الفائق مین عیون سے اور شرنبلالیہ مین برہان سے اور قہستانی مین محیط وغیرہ سے منقول ہے کہ اسمین صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے بنظر آسانی کے وان باع صبرة علی انہا مائة قفیز بمائة درہم وہی اقل او اکثر اخذ المشتری الاقل بحصتہ ان شاء او فسخ لتفرق الصفقة وکذا کل مکیل او موزون لیس فی تبعیضہ ضرر اور اگر ڈھیر [illegible] کو بیچا اس شرط پر کہ وہ سو قفیز ہے سو درم کو اور وہ نکلا وہ سو سے کم ہے یا زیادہ ہے تو مشتری کم کو لے اسکے حصے کے موافق قیمت دیکر اگر چاہے یعنی اگر مثلا ساٹھ قفیز گیہون ہون تو ساٹھ درم کو لیا چاہیے بیع کو فسخ کرے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہے ہر ایک [illegible] کیلی یا وزنی چیز مین جسکے پارہ پارہ ہونے مین ضرر نہین ہم کہتا ہے ضرر تبعیض کی قید سے خانیہ کا مسئلہ نکل گیا اگر موتی بیچا اس شرط پر کہ مثقال بھر ہے پھر وہ وزن مین مثقال سے زیادہ نکلا تو مشتری اسکا مالک ہے یعنی بلا زیادت ثمن اسواسطے کہ وزن اس چیز مین جسکو تبعیض مضر ہے وصف ہے جیسے ذراع کپڑے مین وصف ہے کذا فی الطحطاوی وما زاد للبائع لوقوع العقد علی قدر معین اور جو زیادہ ہو یعنی اگر ڈھیر اناج کا سو قفیز سے زیادہ نکلا تو وہ بائع کا ہے بسبب واقع ہونے بیع کے قدر معین پر یعنی بیع سو قفیز پر منعقد ہوئی تو جتنا سو سے زیادہ ہوگا وہ داخل عقد نہین تو وہ بائع کا ہوگا نہ مشتری کا وان باع المذروع مثلہ علی انہ مائة ذراع [illegible] اخذ المشتری الاقل بکل الثمن او ترک الا اذا قبض المبیع او شاهده فلا خیار له لانتفاء الغرور نہر واخذ الاکثر بلا خیار للبائع لان الذرع وصف لتعیبہ بالتبعیض ضد القدر والوصف لا یقابلہ شیٔ من الثمن اور اگر مذروع کو خواہ کپڑا ہو یا زمین کذا فی شرح الملتقی اسی طرح بیچا اس شرط پر کہ مذروع مثلا سو گز ہے سو درم کو تو مشتری کمتر کو پوری قیمت سے لے یا ترک کرے مگر جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا یا اسکو دیکھ لیا تو اسکو فسخ کا [illegible] اختیار نہ ہوگا بسبب منتفی ہوجانے فریب کے کذا فی النہر اور اکثر کو مشتری لیگا بلا اختیار بائع کے اسواسطے کہ ذرع یعنی گز وصف ہے بسبب [illegible] بخلاف قدر یعنی کیل یا وزن کے [illegible] اور وصف کے مقابلے مین ثمن کچھ نہین بٹتا ہم کہتا ہے توضیح اسکی

پھر کیا بائع نے زمین بیچی سو روپے کو اس شرط پر کہ وہ سو گز ہے مثلاً پھر وہ ساٹھ یا اسی گز نکلی یا ایک سو دس گز ثابت ہوئی تو مشتری کو کمتر میں اختیار ہے چاہے ساٹھ یا اسی گز پوری قیمت کو سو روپے دے کر لے یا نہ لے اور اکثر یعنی ایک سو دس گز کو مشتری سو روپے سے لیگا بلا اختیار بائع کے بخلاف کیلی اور وزنی چیز کے کہ اسمیں کمتر بقیمت کمتر مشتری کو ملیگا اور اکثر کا بائع مالک ہوگا اسواسطے کہ مذروع میں ذراع وصف ہے اور کیلی اور موزون میں کیل اور وزن وصف نہیں ہیں اور الفائق میں ہے کہ اصطلاح فقہ میں وصف شے اس سے عبارت ہے جو تابع ہو شے کا اور منفصل نہ ہو اس سے جب اسمیں حاصل ہو تو اسکی خوبی کو زیادہ کردے چنانچہ ذراع وصف ہے کپڑے میں اسواسطے کہ اگر دس گز کپڑے کی دس درم مثلاً قیمت ہو اگر ایک گز اسمیں سے کم ہوگا تو نو گز نو درم کا نہ رہیگا یعنی اسواسطے کہ نو گز جبہ وغیرہ کو کافی نہیں اور دس گز کافی ہے لہذا العینی نے وصف کی یوں تعریف کی ہے کہ وصف وہ ہے جو بعض سے معیوب ہوجاتا اور زیادہ اور کم ہونا وصف ہے اور جو ایسا نہ ہو وہ اصل ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ ذراع ثوب میں اوصاف امدہ کے مانند ہے جسکے مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا یعنی ثمن مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتا چنانچہ گیہوں وغیرہ میں منقسم ہوتا ہے الا اذا کان مقصودا بالتناول کما افادہ بقولہ وان قال فی بیع المذروع کل ذراع بدرھم اخذ الاقل بحصتہ لصیرورتہ اصلا بافرادہ بذکر الثمن او ترک لتفرق الصفقۃ مگر جبکہ وصف مقصود بالتناول ہو تو ثمن اسکے مقابل ہوگا چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول سے اسکو بیان کیا اور اگر بائع نے مذروع کی بیع میں کہا کہ ہر گز لیوے ایک درم کے ہے تو مشتری کمتر کو اسکے حصے کے موافق لے اسواسطے کہ ذراع اگرچہ وصف ہے مگر یہاں اصل ہوگیا بسبب اسکے علیحدہ کر دینے کے ثمن کے ذکر کر دینے سے یا ترک بیع کرے بسبب متفرق ہونے عقد کے ہم کہتا ہے یعنی اگر سو گز زمین یا کپڑے کو سو درم سے بیچا اسطرح کہ ہر گز کی عوض ایک درم ثمن مقرر کیا اور ساٹھ گز نکلے تو مشتری کو چاہے ساٹھ گز کو ساٹھ درم دے کر لے چاہے نہ لے اسواسطے کہ گز اگرچہ وصف ہے لیکن جب اسکا ثمن جدا ذکر ہوا تو وہ اصل مبیع ہو گیا وکذا اخذ الاکثر کل ذراع بدرھم او فسخ لدفع ضرر التزام الزائد اور اسی طرح سو گز سے زیادہ کو مشتری لے ہر گز عوض درم کے یا چاہے فسخ بیع کرے تا التزام زائد کا ضرر دفع ہو کہتا ہے جو کہ بیع ہوئی تھی سو گز کی لہذا زائد پر خریدار نے زمین مشتری کو اختیار ہوا تا التزام بالزائد ہم لازم نہ آوے وفسد بیع عشرۃ اذرع من مائۃ ذراع من دار او حمام وصححاہ وان لم یسم جملتہا علی الصحیح لان ازالتہا بیدھما اور فاسد ہے بیع دس گز کی گھر یا حمام کے سو گزوں میں سے اور صاحبین نے اسکو صحیح کہا ہے اگرچہ بائع نے سب گزوں کا نام نہ لیا ہو بقول صحیح اسواسطے کہ ازالہ جہالت کا عاقدین کے ہاتھ میں ہے ہم کہتا ہے فساد بیع کی وجہ امام کے نزدیک یہ ہے کہ ذراع حقیقت میں اس آلہ کا نام ہے جس سے ناپتے ہیں خواہ لکڑی کا ہو یا لوہے کا سو وہ حقیقی معنی یہاں متعذر ہیں تو مجازاً یہاں ذراع سے زمین مراد ہے جو ذراع سے ناپی جاتی ہے اور زمین پر اطلاق ذراع نہیں ہو سکتا مگر معین و مشخص ہو کر اسواسطے کہ ناپنا فعل محسوس ہے کہ محل محسوس کا مقتضی ہے تو اس صورت میں دس گز غیر معلوم ٹھہرے کہ گھر یا حمام کے کس جانب سے مراد ہیں تو یہ جہالت باعث منازعت ہے بائع کہیگا کہ میں دس گز فلانی طرف سے دونگا مشتری کہیگا نہیں میں فلانی طرف سے لونگا بخلاف سہم کے کہ وہ امر عقلی ہے محل محسوس کا مقتضی نہیں تو اسکا شائع ہونا جائز ہے کیونکہ اسکی جہالت باعث نزاع نہیں اسواسطے کہ دس حصے کا مالک نوے حصے والے کا شریک ہے تمام گھر میں بلا تعیین موضع اور صاحبین کے نزدیک وجہ صحت کی بقول صحیح یہ ہے کہ دس گز کی جہالت کا دور کرنا بائع اور مشتری کے اختیار میں ہے پس جیسا امام کے نزدیک اسطرح بیع فاسد ہے خواہ بائع تمام ذراع کو مذکور کرے یا نہ کرے لیکن مصنف نے اسواسطے سو ذراع ذکر کئے تا قول آئندہ صحیح ہو اسواسطے کہ چند سہام کا بیچنا بدون ذکر کل سہام کے بالاتفاق امام اور صاحبین صحیح نہیں کذا فی الطحاوی لا فسد بیع عشرۃ اسہم من مائۃ سہم اتفاقا لشیوع السہام لا الذراع فاسد نہیں بیع دس سہم کی سو سہم کے بالاتفاق امام اور صاحبین کے بسبب شائع اور عام ہونے سہم کے نہ ذراع کے کیونکہ سہم امر عقلی ہے تو محل کا مقتضی نہیں اور ذراع محل محسوس کا مقتضی ہے چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا بقی لو تراضیا علی تعیین الاذرع فی مکان لم اراہ وینبغی انقلابہ صحیحا لو فی المجلس ولو بعدہ فبیع بالتعاطی نھر باقی یہ بات کہ اگر بائع اور مشتری راضی ہو جائیں گزوں کی تعیین پر ایک مکان خاص میں تو نہر نے کہا کہ کتب فقہ میں صریح نہیں دیکھا اور لائق یہ ہے کہ بیع منقلب بصحت ہو جاوے اگر تعیین مجلس عقد میں ہو اور اگر تعیین مجلس کے بعد ہو تو بیع بالتعاطی ہوگی کذا فی النھر اشتری عدلا من ثیاب او غنما جوھرۃ علی انہ کذا فنقص او زاد فسد للجہالۃ

[illegible]

ہو یہ کہ چند عمدہ قیمت والی چیزیں خواہ کپڑے ہوں یا بھیڑ بکری کذا فی الجوہرہ اس شرط پر خرید ہوں کہ اتنے ہیں پھر کم نکلے یا زیادہ ہوئے تو بیع فاسد ہے بسبب جہالت
کے ہم کہتا ہوں مثلاً دس تھان کی گٹھری خرید کی بیس روپے کو پھر جو گٹھری کھولی تو نو تھان یا گیارہ تھان نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہے اسواسطے کہ نقصان
کی صورت میں ثمن مجہول ہے کیونکہ ثمن کے اجزا قیمت والی مبیع کے اجزا پر منقسم نہیں ہوتے بخلاف بیع مثلی کے تو ایک کم تھان کی قیمت معلوم نہیں جسکو بیس
روپوں سے کم کر دیجئے پھر جب کم تھان کی قیمت مجہول ہوئی تو تمام ثمن مجہول ہو گیا اور درصورت زیادتی کے مبیع مجہول ہوگا اسواسطے کہ ایک تھان کے پھیر دینے
کی حاجت ہوگی تو اسمیں نزاع واقع ہوگا مشتری نکمے تھان کے پھیر دینے کا ارادہ کریگا اور بائع عمدہ تھان لینے کا قاصد ہوگا ولو اشتری ارضا علی ان فیہا کذا نخلاً
مثمراً فاذا واحدة فیہا لا تثمر فسد مجاز اگر ایک زمین خریدی اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کھجور کے درخت پھلنے والے ہیں سو اسمیں ایک غیر مثمر نکلا تو بیع فاسد
ہے کذا فی البحر یعنی فاسد ہے ثمن کی جہالت سے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں درصورت کمی وجہ اسکی مذکور ہو چکی کما لو باع عدلاً من الثیاب او غنماً واستثنی واحداً بغیر
عینہ فسد ولو بعینہ جاز البیع خانیہ چنانچہ کپڑوں کی گٹھری یا چند بکریاں بیچیں اور انمیں سے ایک کپڑا یا ایک بکری بلا تعیین بیچی تو بیع فاسد ہے اور
اگر ایک معین تھان یا ایک مخصوص بکری مستثنی کر لی تو بیع جائز ہے کذا فی الخانیہ یعنی درصورت استثناء غیر معین بیع فاسد ہے جہالت کے سبب سے مشتری ادنی کے دینے
کا ارادہ کریگا اور بائع اعلی کے لینے کا قصد رکھیگا اور درصورت تعیین یہ جہالت نہیں ولو بین ثمن کل من القیمی بان قال کل ثوب منہ بکذا ونقص
ثوب صح البیع بقدرہ لعدم الجہالة وخیر لتفرق الصفقة اور اگر قیمت والی ہر ایک چیز کا ثمن بیان کر دیا یعنی اسطرح کہا اس گٹھری میں سے ہر تھان
کی قیمت یہ ہے اور ایک تھان کم نکلا تو بیع صحیح ہوگی بقدر موجود کے بواسطے عدم جہالت کے اور مشتری خرید اور عدم خرید میں مختار ہوگا بسبب متفرق ہونے
عقد کے ہم کہتا ہوں مسئلہ سابقہ میں مجموع مبیع کا مجموع ثمن مذکور تھا لہذا کمی میں جہالت طاری ہوئی اور یہاں ہر تھان کا جدا جدا ثمن مقرر ہوا تو کمی میں جہالت
نہ ہوئی مثلاً دس تھان بیچے بیس روپے کو اسطرح کہ ہر تھان کے دو دو روپے ثمن ٹھہرے پھر اگر نو تھان نکلیں گے تو انکا ثمن اٹھارہ روپے ہوگا ایک تھان کے دو روپے
کم ہو جائینگے وان زاد ثوب فسد لجہالة المبیع اور اگر ایک تھان زیادہ نکلا مثلاً دس تھان کی شرط میں گیارہ تھان نکلے تو بیع بسبب جہالت مبیع
کے ہم کہتا ہوں درصورت زیادتی جہالت ثمن نہیں بلکہ جہالت مبیع ہے یعنی دس تھان مبیع کی تعیین میں نزاع واقع ہوگا نہ گیارہ تھان کے کذا فی البحر یعنی عمدہ تھان کو عشرہ
مبیعہ میں مشتری داخل کریگا اور بائع برعکس اسکے ولو ردّ الزائد او عزلہ ہل یحل لہ الباقی خلاف اور اگر مشتری نے زائد کو پھیر دیا یا اسکو جدا رکھ دیا تو کیا باقی
اسکو حلال ہیں اسمیں اختلاف ہے ہم کہتا ہوں بزازیہ میں ہے کہ گٹھری خرید کی اس شرط پر کہ اسمیں اتنے کپڑے ہیں پھر اسکو زائد پایا اور بائع غائب ہے تو زائد کو جدا کر دے
اور باقی کو استعمال میں لاوے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک ہو گیا تھا اور گویا یہ استحسان ہے ورنہ بیع فاسد ہے جہالت مزید کے سبب سے اور خانیہ اور قنیہ میں
مصرح ہے کہ محمد کا یہ استحسان ہے کہ اسمیں سے ایک کپڑا جدا کر کے باقی استعمال میں لاوے اور اسمیں قبل اسکے یہ ہے کہ ایک شی خرید کی سو اسکو زائد پایا اور زائد بائع کو دیدیا تو باقی حلال
ہے مثلیات میں اور قیمت والی چیزوں میں حلال نہیں تاوقتیکہ باقی کو بائع سے خرید نہ کرے مگر جبکہ زیادتی ایسی چیز کو ہو جسمیں بخل جاری نہ ہو تو صورت میں اسکو جدا کر رکھے انتہی ما فی البحر
اور نہر الفائق میں ہے کہ یہ جو بزازی نے کہا کہ وہ مالک ہو گیا تھا یعنی قبض سے مالک ہوا اگرچہ بیع فاسد ہے اور خانیہ میں ہے کہ گٹھری خرید کی جسمیں دس تھان ہیں ہر تھان عوض
اتنے کے پھر اسکو زیادہ پایا تو زیادتی مشتری کو مسلم نہیں پس اگر بائع غائب ہو تو ہمارے علما نے کہا ہے کہ مشتری اسمیں سے ایک تھان کو جدا کر دے اور باقی کو استعمال کرے اور یہ استحسان
ہے محمد کا انتہی مشتری کے کذا فی النہر اور ظاہر یہ صحیح ہے کل علما کے نزدیک جدا کر دینے کے وقت بائع کے غائب ہونے میں اور جبکہ مشتری نے زائد چیز بائع کو پھیر دی تو حلت باقی ظاہر ہے کذا
فی الطحطاوی اشتری ثوبا یتفاوت جوانبہ فلو لم تتفاوت ککرباس یحل لہ الزیادة ان لم یضرہ القطع [illegible] خرید کیا کپڑا جسکے جوانب متفاوت ہیں تو اگر کپڑا
اسکے متفاوت نہوں بلکہ برابر ہوں چنانچہ تھان کپڑے کا تو قدر مشروط سے زیادہ لینا حلال ہیں اگر اسکو پھاڑ لینا ضرر نہ کرتا ہو اور بیع ایک گز کی اسمیں سے جائز ہے کذا فی النہر کہتا ہوں
عتابی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یعنی حلت زیادت عدم اندراج اس کپڑے میں ہے جو قطع کرنے سے معیوب ہو جاتا ہو چنانچہ قمیص او پاجامہ اور عمامہ

اور مانند اسکے اور اگر کرپاس یعنی تھان ہو جسکو قطع مضر نہیں اور مشتری نے خرید کیا اس شرط پر کہ گز ہوئے کے پھر اسکو کم یا زیادہ گز پایا تو زیادتی اسکے لیے مسلم نہیں بلکہ اسکو بائع کو پھیر دیسے چنانچہ مکیلات اور موزونات میں پھیرنا لازم ہوتا ہی لیکن مشائخ نے کہا ہو کہ اگر ایک گز اس کرپاس سے بیچے تو جائز ہو مانند بیع قفیز کے ڈھیر سے اسواسطے کہ قطع اور تمیز باقی کو ضرر نہیں کذا فی الطحطاوی علی انہ عشرۃ اذرع کل ذراع بدرھم اخذہ بعشرۃ فی عشرۃ ونصف بلا خیار لانہ انفع واخذہ بتسعۃ فی تسعۃ ونصف بخیار لتفرق الصفقۃ وقال محمد یأخذ فی الاول بعشرۃ ونصف بالخیار وفی الثانی بتسعۃ ونصف بہ وھو اعدل الاقوال بحر واقرہ المصنف وغیرہ قلت لکن صحح القہستانی وغیرہ قول الامام وعلیہ المتون فعلیہ الفتوی

یعنی مخالف الجوانب کپڑا قمیص وغیرہ کے مانند خرید کیا اس شرط پر کہ وہ دس گز ہی ہر گز عوض درم کے تو مشتری اسکو لے دس درم سے ساڑھے دس گز کے بدلے بلا خیار اسواسطے کہ نصف گز کا زیادہ ہونا اسکو نافع تر ہو اور اسکو نو درم سے لے ساڑھے نو گز کے ہونے میں اگر چاہے تو لے بسبب متفرق ہونے عقد کے اور محمد نے کہا کہ پہلی صورت اسکو ساڑھے دس درم سے لے اگر چاہے اور دوسری صورت میں ساڑھے نو درم کو لے اگر چاہے اور یہ قول معتدل ترین اقوال ہو کذا فی البحر اور اسی قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہی میں کہتا ہوں لیکن قہستانی وغیرہ نے امام کے قول کی تصحیح کی ہو اور اسی قول پر متون فقہ مشتمل ہیں پس امام ہی کے قول پر فتوی ہے ہم امام کی دلیل ہو کہ ذراع وصف ہی اصل میں اور حکم اصل کا اُس وقت لیتا ہو جب شرط پائی جاوے سو شرط یہاں ذراع میں پائی گئی نہ نصف ذراع میں تو کمتر از ذراع اپنی اصالت پر صفت بنا رہا اور وصف کے مقابل کچھ ثمن نہیں واقع ہوتا اور محمد نے جز کا اعتبار کل کے ساتھ کیا اسواسطے کہ جب ہر ذراع مقابل درم کے ہوا تو نصف ذراع نصف درم کے مقابل ہوگا بالضرور اتقانی نے کہا کہ ہم محمد کے قول کو لیتے ہیں اور فتح القدیر میں ہو کہ بعض شارحین نے محمد کے قول کو اختیار کیا ہو اور ذخیرہ میں کہا کہ امام ابو حنیفہ کا قول صحیح ہو طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تفریع میں گفتگو ہو اسواسطے کہ کہا ہے فتوی قول صحیح پر ہوتا ہو نہ اصح پر پایا گیا ہی غیر متون کی روایت پر فتوی ہوتا ہو آسانی کے واسطے بسبب جریان تعامل کے تو تفریع شارح کی یعنی قول امام کا مفتی بہ ہونا تمام نہیں اور تو معلوم کر چکا ہی اتقانی کا قول واللہ اعلم بالصواب

فصل فیما یدخل فی البیع تبعا وما لا یدخل

یہ فصل ہو اُن چیزوں میں جو بیع یعنی مبیع میں بطریق تبعیت داخل ہوتا ہو اور جو بیع داخل نہیں ہوتا الاصل ان مسائل ھذا الفصل مبنیۃ علی قاعدتین احدھما ما افادہ بقولہ کل ما کان فی الدار من البناء یعنی کل ما ھو متناول اسم المبیع عرفا یدخل بلا ذکر اصل یہ ہو کہ اس فصل کے مسائل کی بنا دو قاعدوں پر ہو ایک قاعدے کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز کہ گھر میں ہو از قبیل عمارت کے یعنی جو چیز کہ مبیع کے نام کو شامل ہو عرف میں وہ مبیع میں داخل ہو بدون ذکر کرنے کے ہم شارح نے اشارہ کر دیا کہ مصنف کے کلام میں گھر اور عمارت بطریق مثال کے ہی نہ بطریق قید کے اور اسی طرح قاعدہ ثانیہ میں شارح تعمیم کی طرف اشارہ کریگا یعنی جو چیز رواج میں اسم مبیع کو شامل ہو جیسے گھر کو عمارت شامل ہی وہ بدون ذکر کے بیع میں داخل ہی تو گھر کی بیع میں عمارت بلا ذکر داخل ہی اسواسطے کہ گھر عبارت ہی زمین اور عمارت سے وذکر الثانیۃ بقولہ او متصلا تبعا لہا دخل فی بیعہا یعنی ان کل ما کان متصلا بالمبیع اتصال قرار وھو ما وضع لا لان یفصلہ البشر دخل تبعا والا فلا اور قاعدہ ثانیہ کو مصنف نے اپنے اس قول سے بیان کیا کہ جو چیز اُس سے متصل ہو وہ گھر کی بیع میں داخل ہی گھر کے تابع ہوکر یعنی جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنی جو اسواسطے نہیں بنی ہو کہ آدمی اسکو اکھاڑ ڈالے چنانچہ بنی ہوئی مٹی کی سیڑھی وہ بیع میں داخل ہی بالتبع اور جو ایسی متصل نہیں وہ داخل بیع نہیں چنانچہ لکڑی کی سیڑھی جسکا ایک سرا زمین میں گڑا نہ ہو وما لم یکن من القسمین فان من حقوقہ ومرافقہ دخل بذکرھا والا لا اور جو دونوں قسموں میں یعنی نہ اسم مبیع کو شامل ہو نہ مبیع سے متصل ہو باتصال قرار سو اگر وہ چیز مبیع کے حقوق اور مرافق سے ہو تو بشرط ذکر حقوق و مرافق کے داخل ہوگی اور نہیں تو داخل نہ ہوگی ہم شارح نے قواعد اس فصل کے بطور صاحب نہر کے دو قاعدے بیان کئے اور بہتر یہ تھا کہ صاحب درر کے مانند تین قاعدے مذکور کرنا اسطرح پہلا قاعدہ یہ کہ جو اسم مبیع کو شامل ہو عرفا وہ بیع میں بلا ذکر صریح داخل ہو دوسرا قاعدہ یہ کہ جو متصل ہو مبیع سے باتصال قرار وہ تابع ہی مبیع کا اور اسکی بیع میں داخل ہی تیسرا قاعدہ یہ کہ جو دونوں قسموں میں نہ ہو تو

اگرچہ حقوق اور مرافق بیع میں ہیں تو بذکر حقوق اور بمرافق داخل ہوگا والا نہیں کذا فی الطحطاوی ۔ ویدخل البناء والمفاتیح المتصلۃ اغلاقہا لضبۃ وکیلون ولو من فضۃ لا القفل لعدم اتصالہ والسلم المتصل والسریر والدرج المتصلۃ والرحی لو اسفلہا مبنیا والبکرۃ لا الدلو والحبل ما لم یقل بمرافقہا فی بیعہا ای الدار تو گھر کی بیع میں عمارت داخل ہے اور وہ مفاتیح جو اپنے اغلاق سے متصل ہیں کا ہے جدا نہیں ہوتیں چنانچہ ضبہ اور کیلوں اگرچہ چاندی کی ہوں نہ قفل یعنی قفل اور اسکی کنجی داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور گھر کی بیع میں داخل ہے نردبان متصل اور وہ تخت اور زینہ جو زمین میں گڑا اور جما ہو اور چکی اگر اسکا نیچے کا پاٹ زمین میں گڑا ہوا ہو اور کنوئیں کی گھرنی داخل دار ہے اور ڈول اور رسّی داخل نہیں جبتک بائع مرافق دار کا لفظ نہ کہے ۔ اغلاق جمع ہے غلق کی اور غلق بفتحتین کو فارسی میں کلیدانہ اور بند درکشتہ ہیں یعنی آلۂ حدید جو دونوں کواڑوں میں کیلوں سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اسکو کھٹکا کہتے ہیں اور بعضے سیلی اور عرب اسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر زینہ لکڑی کا ایک طرف زمین میں گڑا اور جما ہو تو گھر کی بیع میں داخل ہے اور اگر منتقل و متحول ہوتا ہو تو بائع کا ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ سلاسل اور قنادیل جو چھت میں کیلوں سے جڑی ہوں وہ گھر کی بیع میں داخل ہیں اور فتح القدیر میں ہے کہ چکی کا نیچے کا پتھر جو زمین میں گڑا ہے بطور قیاس کے اور اوپر کا پتھر بطور استحسان کے بیع میں داخل ہے لیکن دیار مصر میں نیچے کا پتھر زمین میں نہیں جماتے بلکہ دونوں پتھر منتقل اور متحول رہتے ہیں تو ایسی چکی داخل بیع نہ ہوگی اور کنواں گھر کا اور اسکی گھرنی داخل بیع ہے نہ وہ ڈول اور رسّی جو اسمیں معلق ہے انتہی اور فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ جب ایک گھر یا دوکان مول لی اور اسکی دیوار گر پڑی سو اسمیں لنگا اور لکڑیاں نکلیں تو اگر وہ منجملہ عمارت ہیں استحکام کے واسطے چنانچہ لکڑی کے جوڑ سے تو انکا مالک مشتری ہے اور اگر بطور ودیعت کے ہوں تو بائع انکا مالک ہے اور جو چیز کرسی میں ہے کہ اگر دوکان کے آگے چھپا ہو چنانچہ بازاروں میں ہوتا ہے تو داخل بیع نہ ہوگا اگرچہ بذکر مرافق انتہی ۔ وکذا البستان فیدخل اور اسی طرح گھر کی بیع میں خانہ باغ داخل ہے ۔ فتح القدیر میں ہے کہ وہ خانہ باغ مراد ہے جو گھر کے اندر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور اگر گھر سے خارج ہے تو ابو سلیمان کے نزدیک داخل بیع نہیں اگرچہ اسکا دروازہ گھر میں ہو اور فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اگر دروازہ خانہ باغ کا گھر کے دروازے سے چھوٹا ہو اور کھولنے کی زنجیر گھر کی جانب ہو تو داخل ہے اور اگر اسکا دروازہ گھر کے دروازے سے بڑا یا برابر ہو تو داخل نہیں انتہی ۔ وانا البیر الکائنۃ فی الدار فتدخل فتح کما سیجئ فی باب الاستحقاق اور وہ کنواں جو گھر میں ہے سو گھر کی بیع میں داخل ہے کذا فی الفتح چنانچہ باب الاستحقاق میں آویگا ۔ ویدخل فی بیع الحمام القدور لا القصاع اور حمام کی بیع میں دیگیں داخل ہیں نہ کاسے ہم دھوبیوں اور رنگریزوں کی دیگیں اور غسالین کے تنار اور تیلیوں کی مٹھور اور مٹکے اور دھوبیوں کا پتھر جسپر وہ کپڑے کو کوٹ کر صاف کرتے ہیں وہ سب زمین کی بیع میں داخل نہیں اگرچہ بیع بحقوق ارض ہوئی ہو میں کہتا ہوں کہ لائق یوں ہے کہ اگر بیع بمرافق ارض ہوئی ہو تو اشیائے مذکورہ داخل ہوں کذا فی فتح القدیر ۔ وفی الحمار اکافہ ان شراہ من المزارعین واہل القری لا لو من الحمارین اور گدھے کی بیع میں اسکا پالان داخل ہے اگر گدھے کو مزارعین اور دیہات کے رہنے والوں سے خرید کیا ہو اور گدھے والوں یعنی جو گدھے بیچنے کی تجارت کرتے ہوں انسے مول لیگا تو پالان داخل بیع نہ ہوگا طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ یہ ہے کہ سوداگروں کی عادت یہ ہے کہ ننگی پیٹھ بیچتے ہیں ۔ ویدخل قلادتہ عرفا اور گدھے کے گلے کا گنڈا داخل بیع ہے باعتبار رواج کے ہم جو رسّی کہ گدھے کے گلے میں بندھی ہے وہ حمار کی بیع میں داخل ہے عرف میں لیکن جہاں اسکا رواج نہیں وہاں داخل نہیں اور جانور کی لگام اور جو رسّی کہ بیل کے سینگوں پر بندھی ہے اور جھول بدون شرط کے داخل بیع نہیں کذا فی العالمگیریۃ اور گھوڑے کی بیع میں لگام اور اونٹ کی بیع میں فقط نکیل داخل ہے اور کسی کتاب میں اسکا حکم مذکور نہیں کہ گھوڑا بکے اور اسپر زین ہو بعضوں نے کہا کہ زین داخل نہیں بلا تخصیص یا بحکم ثمن کذا فی فتح القدیر ۔ ویدخل ولد البقرۃ الرضیع وفی الاتان لا رضیعا کان او فطیما اور گاے کا وہ دودھ پیتا بچہ گاے کی بیع میں داخل ہے اور گدھے کی بیع میں اسکا بچہ داخل نہیں خواہ وہ دودھ پیتا ہو یا نہ پیتا ہو اسی کا فتوی ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ گاے کا دودھ بخوبی حاصل نہیں ہو سکتا بدون اسکے بچے کے اور گدھی کا دودھ حلال نہیں جو بچہ لینے کی ضرورت پڑے طحطاوی نے کہا اس مسئلے میں بڑا اختلاف ہے اور ان امور کا مدار عرف پر ہے ۔ ویدخل ثیاب عبد وجاریۃ ای کسوۃ مثلہما بعطیہما ہذا وغیرہا اور غلام اور لونڈی کے کپڑے انکی بیع

ہیں وہ داخل ہیں یعنی وہ لباس جو غلام یا لونڈی پہنے ہیں بائع کو چاہیے کہ انکو وہی لباس دے جو انکے بدن پر ہو یا سوائے اسکے مثل اگر لونڈی غلام عمدہ لباس پہنے ہوں تو داخل بیع نہوگا بدون شرط کے کذا فی العالمگیریہ لا حلیتہا الا ان سلمہا او قبضہا وسکت وتمامہ فی الصیرفیۃ لونڈی کا زیور داخل بیع نہیں مگر اسطرح کہ بائع اسکو زیور کے ساتھ تسلیم کرے یا مشتری اسپر زیور کے ساتھ قبضہ کرے اور بائع سکوت کرے اور پورا بیان اسکا صیرفیہ میں ہے ویدخل الشجر فی بیع الارض بلا ذکر قید فی المسئلتین لما الذکر اولی المثمرۃ کانت اولا صغیرۃ او کبیرۃ الا الیابسۃ لانہا علی شرف القطع فتح اور داخل ہیں درخت زمین کے بیع میں بلا شرط بیع اشجار خواہ بار آور ہوں یا نہوں چھوٹے ہوں یا بڑے مگر خشک درخت داخل بیع نہیں اسواسطے کہ وہ کاٹ ڈالنے کے کنارے پر ہو رہا ہو کذا فی الفتح تو خشک درخت ایسا ہے جیسے رکھی ہوئی لکڑی کذا فی البحر شارح نے کہا کہ بلا ذکر دونوں مسئلوں میں قید ہے یعنی گھر کی بیع میں عمارت وغیرہ بلا ذکر عمارت داخل ہے اور زمین کی بیع میں اشجار بلا ذکر اشجار داخل ہیں تو اگر عمارت اور شجر کا ذکر ہوگیا تو بطریق اولی داخل ہوں گے اذا کانت موضوعۃ فیہا کالبناء للقرار اشجار زمین کی بیع میں اسوقت داخل ہیں جبکہ وہ زمین میں موضوع ہوں قرار اور دوام کے واسطے مانند عمارت کے فلو فیہا صغار تقلع زمن الربیع من اصلہا تدخل وان من وجہ الارض لا الا بالشرط وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اگر زمین بیع میں ایسے چھوٹے درخت ہوں جو فصل بیع میں اکھاڑے جاتے ہوں سو اگر جڑ سے اکھاڑے جاتے ہوں تو زمین کی بیع میں وہ بھی داخل ہیں اور اگر زمین کے برابر سے کاٹے جاتے ہوں تو بدون شرط کے داخل نہیں اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ میں ہے علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ میں یوں مذکور ہے کہ قصب فارسی یعنی نیستان داخل ہے زمین کی بیع میں اور بیشہ داخل نہیں کہ بجائے زراعت ہے اور گلاب اور نرگس اور چنبیلی کے پھول بلا ذکر داخل نہیں کہ بجائے اثمار کے ہیں اور انکے اصول داخل ہیں اسواسطے کہ انکی قطع کی نہایت نہیں اور روئی اور ریشم بجائے اثمار داخل نہیں اور انکی جڑوں میں دخول اور عدم دخول کے دو قول ہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ کپاس کی جڑ داخل نہیں اور سرخسی نے کہا کہ بیگن کی اصول داخل نہیں اور گندنا وغیرہ جو چیزیں کہ وجہ الارض ہے وہ داخل نہیں اور گاجر اور پیاز اور شلجم رسیدہ بائع کا ہے خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور اگر رسیدہ نہیں تو مشتری کا ہے اور زعفران بلا ذکر داخل نہیں اور رسی کے اصول میں محمد سے دو روایتیں ہیں اور چوب اور کتان اور جوار یا جرہ کھیت کے مانند ہیں انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ شری کرما دخل الوثائل المشدودۃ علی الاوتاد المنصوبۃ فی الارض وکذا الاعمدۃ المدفونۃ فی الارض التی علیہا اغصان الکرم المسماۃ بارض الخلیل بوکائز الکرم اور قنیہ میں ہے خرید کیا انگور کے درختوں کو تو وہ رسیاں جو زمین کی گڑی ہوئی کھونٹوں میں بندھی ہیں داخل بیع ہیں اور اسی طرح وہ تھونیاں جو اسطرف سے زمین کے اندر گڑی ہوئی ہیں جن پر انگور کی شاخیں پھیلتی ہیں جنکا نام ارض خلیل میں رکائز الکرم ہے ثم وثائل جمع ہے وثیل بتحتین کی یعنی لیشہ خرما کی رسی اور بعضے نسخوں میں بجائے وثائل وثائر ہے جمع وتیرہ کی یعنی وہ رسیاں جو گھر کے ستونوں میں تانی جاتی ہیں کپڑے لٹکانے کو جنکو اہل ہند الگنی کہتے ہیں یہاں مراد وہ رسیاں ہیں جنپر انگور کی شاخیں پھیلتی ہیں وفی النہر کل ما دخل تبعا لا یقابلہ شیء من الثمن لکونہ کالوصف وذکرہ المصنف فی باب الاستحقاق قبیل السلم اور نہر الفائق میں ہے کہ جو چیز بیع میں بالتبع داخل ہے اسکے مقابل کچھ ثمن نہیں جیسا اسواسطے کہ تابع وصف کے مانند ہے اور مصنف نے اسکو باب الاستحقاق میں باب السلم سے پہلے مذکور کیا ہے ثم نہر الفائق میں کہا ولہذا قنیہ میں ہے کہ ایک گھر مول لیا اسکی عمارت جاتی رہی تو کچھ ثمن ساقط ہوگا یعنی اسواسطے کہ عمارت تابع ہے انتہی فتح القدیر میں ہے جیسے بیع میں اشیاء داخل ہوتی ہیں بالتسمیہ بالتبع اسی طرح بیع سے چند چیزیں بلا تسمیہ خارج ہوجاتی ہیں چنانچہ قریات کی بیع سے راہیں اور مساجد اور شہر پناہ خارج ہوجاتی ہیں خلاصہ میں ہے قریہ بیچا جسمیں مسجد ہے اور اسکو استثنا کیا بیع سے تو ذکر حدود شرط ہے یا نہیں اسمیں اختلاف مشائخ ہے اور اسی طرح حیاض کا حکم ہے اور قبرستان میں ذکر حدود ضروری ہے مگر یہ کہ مقبرہ ٹیلے پر ہو انتہی فی الفتح ولا یدخل الزرع فی بیع الارض بلا تسمیۃ الا اذا نبت ولا قیمۃ لہ فیدخل فی الاصح شرح مجمع اور داخل نہیں زراعت زمین کی بیع میں بدون نام لینے زراعت کے مگر جبکہ کھیت جما ہو اور اسکی کچھ قیمت نہو تو وہ زراعت داخل بیع ہوگی قول اصح میں کذا فی شرح المجمع زراعت اسواسطے بیع ارض میں نہ داخل ہوگی کہ وہ متصل

یعنی ۱۲ گل مہندی ور اذریکاز بنفسجی

بانفصال قرار نہیں بلکہ اسکا انفصال فصل کے واسطے ہی یعنی آدمی نے اسکو بہ نیت قطع بویا ہی تو زراعت متاع خانہ کے مانند ہوگی فتاوی عالمگیری میں ہی کہ مالک نے زمین میں بیج ڈالا پھر زمین کو بیچا اُگنے سے پہلے تو بیج بیع میں داخل نہیں اسواسطے کہ جب تک بیج نہیں جما تو اسپر تابع ہونا ثابت نہیں اور اگر جم گیا ہو اور بے قیمت ہی تو جواب یہ ہی کہ داخل ہی چنانچہ ظہیریہ میں ہی انتہی اور دریافت قیمت کا یہ طریقہ ہی کہ زمین کی قیمت کیجاوے بدون زراعت کے اور پھر قیمت کیجاوے زراعت سمیت اگر دوسری قیمت زائد ہو پہلی قیمت سے تو قدر زائد زراعت کی قیمت ہی کذا فی فتح القدیر بتصرف یعنی اگر زمین کی قیمت بلا زراعت سو درم ہوں مثلاً اور زراعت سمیت ایک سو دس درم ہوں تو دس درم زراعت کی قیمت ہوگی اور اگر زمین کی قیمت زراعت اور بلا زراعت بہرصورت سو درم ہوں تو زراعت بلا قیمت ہی

ولا الثمر في بيع الشجر بدون الشرط عَبَّرَ هُنَا بالشرط وثَمّه بالتسمية ليفيد ان لا فرق وان هذا الشرط غير مفسد وخصّه بالثمر اتباعاً لقوله صلى الله عليه وسلم الثمرة للبائع الا ان يشترطه المبتاع اور نہ پھل داخل ہی درخت کی بیع میں بدون شرط کر لینے مشتری کے مصنف نے یہاں یعنی دخول ثمر میں شرط کر تعبیر کی اور وہاں یعنی دخول زراعت میں تسمیہ کر تعبیر کی تا معلوم ہو کہ شرط اور تسمیہ میں کچھ فرق نہیں اور تا معلوم ہو کہ یہ شرط مفسد بیع نہیں اور باوجود تساوی لفظین کے لفظ شرط کو ثمر کے ساتھ خاص کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی پیروی کرنے سے کہ پھل بائع کا ہی کہ مشتری اسکو شرط کر لے مصنف نے شجر کو مطلق رکھا تو ہر شجر ثمر کو شامل رہا خواہ شجر کی تابیر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تابیر یعنی تلقیح اس سے عبارت ہی کہ مادہ کھجور کے غلاف شگوفہ کو چیر کے نر کھجور کا شگوفہ اسمیں ڈالا جاوے کذا فی اس طرح سے خوب پھل آتا ہی دلیل اطلاق وہ حدیث مرفوع ہی جو امام محمد نے اصل میں روایت کی کہ من اشترى ارضاً فيها نخل فالثمرة للبائع الا ان يشترط المبتاع یعنی جو ایسی زمین خریدے جسمیں کھجور کے درخت ہیں تو پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ مشتری شرط کر لے یہ حدیث مطلق ہی اسمیں تابیر اور غیر تابیر کی تفصیل نہیں اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کھجور کے پھل میں تابیر شرط ہی یعنی اگر تابیر ہوئی ہی تو پھل کا بائع مالک ہی اور نہیں تو مشتری مالک ہی اسواسطے کہ صحاح ستہ میں عبداللہ بن عمرؓ سے حدیث مروی ہی کہ من باع نخلا قد ابرت فالثمرة للبائع الا ان يشترط المبتاع کہ جسنے کھجور کا وہ درخت بیچا جسکی تابیر ہو چکی ہی تو پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ مشتری شرط کر لے حنفیہ کہتے ہیں اس حدیث سے صریحاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ درصورت عدم تابیر بائع پھل کا مالک نہیں اور مفہوم صفت کا اور حمل مطلق کا مقید پر اہل مذہب کے نزدیک مسلم نہیں کما فی الاصول تو حدیث اول اپنے اطلاق پر باقی ہی اور استدلال امام محمد کا حدیث مذکور سے اس حدیث کی تصحیح پر دلیل ہی واللہ تعالیٰ اعلم

ويؤمر البائع بقطعهما الزرع والثمر وتسليم المبيع الارض والشجر عند وجوب تسليمه بما فلو لم ينقد الثمن لم يؤمر به خانيه اور بائع کو حکم کیا جاویگا دونوں کے قطع کر لینے کا یعنی زراعت اور پھل کا اور تسلیم مبیع یعنی زمین اور درخت کی تسلیم کا امر ہوگا جبکہ ارض اور شجر کی تسلیم واجب ہو تو اگر مشتری ثمن نقد دیگا تو بائع کو تسلیم کا امر نہ ہوگا کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ درصورت عدم قبض ثمن تسلیم مبیع واجب نہیں ہم معلوم کرنا چاہیے کہ درخت کا خریدنا تین صورت سے خالی نہیں ایک صورت یہ ہی کہ بدون زمین کے درخت کو خرید کرے کھودنے اور اکھاڑ لینے کے واسطے تو مشتری کو اسکے کھود لینے کا حکم ہوگا اور اسکو اختیار ہی کہ جڑ بدوں سمیت کھود لے کیونکہ جڑ بھی بیع میں داخل ہی لیکن کھودنا بموجب عرف اور عادت کے چاہیے اور یہ جائز نہیں کہ جڑ کے باریک باریک ریشوں تک کھودتا چلا جاوے اور اگر بائع نے زمین کے اوپر سے کاٹ لینا شرط کیا ہو یا قطع میں بائع کی مضرت ہو اسطرح کہ درخت دیوار کے قریب ہو یا اسی طرح کوئی اور ضرر کی صورت ہو تو مشتری کو حکم ہوگا کہ زمین کے اوپر سے کاٹ لے اور اگر قلع یا قطع کے بعد جڑ سے یا عروق سے درخت پیدا ہوا تو وہ بائع کا مملوک ہی اور اگر درخت کو اوپر سے قطع کیا تو جواب شاخیں نکلیں گی انکا مشتری مالک ہوگا دوسری صورت یہ ہی کہ درخت خرید کیا اس شرط پر کہ زمین پر قائم رہیگا تو مشتری کو قلع کا حکم ہوگا اور اگر کھود لیگا تو اسکو اختیار ہی کہ دوسرا درخت وہاں جماوے تیسری صورت یہ ہی کہ درخت خرید کرے اور کچھ شرط نہ کرے تو ابو یوسفؒ کے نزدیک زمین بیع میں داخل نہیں اور محمدؒ کے نزدیک زمین بھی بیع میں داخل ہی صدر شہید نے کہا فتوی اسپر ہی کہ زمین داخل ہی چنانچہ محیط میں ہی بحر الرائق میں کہا ہی کہ یہی قول مختار ہی اور بالاتفاق ہی کہ اگر قلع کے واسطے درخت لیا تو اسکے نیچے کی زمین داخل بیع نہ ہوگی چنانچہ نہر الفائق میں ہی اور اگر درخت قرار و ثبات کے واسطے لیا تو بالاتفاق بیع میں زمین داخل ہوگی چنانچہ بحر الرائق میں ہی

اور جہاں زمین تحت الشجر داخل ہو تو اتنی داخل ہے جتنا درخت موٹا ہو بیع کے وقت یہاں تک کہ اگر درخت بیع کے بعد اسقدر سے زیادہ موٹا ہو گیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اتنا چھیل ڈالے اور جہاں تک شجر کی عروق اور شاخیں پہنچی ہیں وہ داخل بیع نہیں در سائی برفتوی ہے محیط میں کذا فی العالمگیریۃ وان لم یظہر صلاحہ لان ملک المشتری مشغول بملک البائع فیجبر علی تسلیمہ فارغا بائع پر کاٹ لینا زراعت اور پھل کا واجب ہے اگرچہ اسکی صلاحیت لائق انتفاع ظاہر نہ ہوئی ہو اسواسطے کہ ملک مشتری کی بائع کی ملک سے مشغول اور مختلط ہے تو بائع پر جبر کیا جائیگا تسلیم مبیع پر جدا کرکے کما لو اوصی بنخل لرجل وعلیہ بسر حیث یجبر الورثۃ علی قطع البسر ہو المختار من الروایۃ دلوالجیۃ وما فی الفصولین باع ارضا بدون الزرع فہو للبائع باجر مثلہا محمول علی ما اذا رضی المشتری نہر چنانچہ اگر میت نے کھجور کے درختوں کی ایک مرد کے واسطے وصیت کی اور درخت پر گدر پھل ہیں تو وارثوں پر زبردستی کیجائیگی کہ پھل کے قطع کرنے میں یہی روایت مختار ہے کذا فی الولوالجیۃ اور جو فصولین میں یہ روایت ہے کہ زمین کو بیچا بدون زراعت کے تو زراعت بائع کی ہے زمین کی اجرت مثل دیکر اسپر محمول ہے جبکہ مشتری اجارہ زمین پر راضی ہو جاوے کذا فی النہر یعنی اگر راضی نہ ہو تو قطع زراعت واجب ہے ومن باع ثمرۃ بارزۃ اما قبل الظہور فلا یصح اتفاقا ظہر صلاحہا او لا یصح فی الاصح اور جسنے نمودار پھل کو بیچا خواہ اسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو صحیح ہے صحیح قول میں اور قبل نمودار ہونے پھل کے تو بالاتفاق بیع صحیح نہیں ہم بیع ثمار میں چند صورتیں ہیں ایک میں خلاف ہے اور باقی میں اتفاق ہے اگر بیع واقع ہوئی قبل ظہور صلاح کے بشرط قطع کر لینے اس پھل کے جو لائق انتفاع ہے تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے بشرط ترک یعنی بائع پھلوں کو درخت پر رہنے دے قطع نہ کرے تو یہ بالاتفاق صحیح نہیں اور اگر بعد ظہور صلاح ثمار بیع ہوئی تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بیع ہوئی تناہی ثمار کے بعد در صورت اطلاق تو بھی بالاتفاق صحیح ہے اور اگر بعد تناہی بشرط ترک بیع ہوئی تو اس میں شیخین اور محمد میں اختلاف ہے چنانچہ مذکور ہوگا تو محل خلاف امام اور ائمہ ثلثہ میں وہ بیع ہے جو واقع ہو بعد نمودار ہونے قبل ظہور صلاح کے سو ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہیں اور ہمارے نزدیک جائز ہے اور ثمار کا ظہور صلاح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ آفت اور فساد سے محفوظ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک یہ ہے کہ اس میں پختگی اور شیرینی ظاہر ہو کذا فی البحر حضرت ائمہ ثلثہ کی وہ حدیث دلیل ہے جو صحیحین میں انس سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحہا وعن بیع النخل حتی تزہو قیل ما یزہو قال تحمار او تصفار یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلوں کی بیع سے یہاں تک کہ انکی صلاحیت ظاہر ہو اور منع کیا خرما کی بیع سے یہاں تک کہ رنگت پکڑے راوی نے کہا یعنی سرخ یا زرد ہو جاوے اور بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع ہے کہ منع فرمایا پھل کی بیع سے تا ظہور صلاح اور صلاح کو ابن عمر نے بیان کیا کہ اسکی آفت رسیدگی دفع ہو اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس سے حدیث مرفوع ہے کہ عنب کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ سیاہی پکڑے اور ہمارے مذہب کی دلیل حدیث تابیر ہے جو عنقریب بروایت صحاح ستہ مذکور ہوگی یعنی جسنے کھجور کا درخت بعد تابیر کے بیچا تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ مشتری اسکی شرط کرلے تو حدیث میں پھل کو مشتری کا ٹھہرایا شرط سے تو بیع ثمار کا جواز مطلقاً ثابت ہوا اسواسطے کہ اس حدیث میں اشتراط مشتری میں ظہور صلاح کی قید نہیں ارشاد فرمائی اور نہی کی حدیث مذکور ائمہ ثلثہ کے نزدیک بھی متروک الظاہر ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک بھی بیع ثمار کی قبل ظہور صلاح بشرط قطع جائز ہے اور بعد تحقیق قبل ظہور صلاح کا محل نہی یہ ہے کہ قبل ظہور صلاح بیع ہو بشرط ترک یعنی کچے پھل مشتری مول لے اس شرط سے کہ بعد پختگی قطع ہونگے چنانچہ اس پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو نسائی وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ پھل کو نہ ہونے دے کسطرح اپنے بھائی کا مال تجھکو حلال ہوگا یعنی اگر کچے پھل کی بشرط پختگی بیع ہوئی اور قبل پختگی آفت رسیدہ ہو گئے تو بائع کو مشتری کا مال کیونکر حلال ہوگا اور کچے پھل کی بیع ہوئی بشرط قطع چنانچہ ہمارا مذہب ہے تو اسمیں احتمال مذکور کی گنجائش نہیں تو حدیث نہی اسکو شامل نہ ہوئی اور جبکہ محل نہی بیع ثمار بشرط ترک ٹھہرا تو ہم اس نہی سے بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ ہمارے نزدیک بیع ثمار بشرط ترک فاسد ہے اور اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ حدیث تابیر کی معارضہ سے سالم ہے بلکہ ایک حدیث دوسری کو شامل نہیں کیونکہ دونوں کے محل مختلف ہیں کذا فی فتح القدیر ملخصا بتصرف ولو برز بعضہا دون بعض لا یصح فی ظاہر المذہب صححہ السرخسی وافتی الحلوانی بالجواز لو الخارج اکثر زیلعی اور اگر کچھ پھل نمودار ہیں اور

کچھ نہین تو ظاہر مذہب پہ بیع صحیح نہین اور سرخسی نے اسکو صحیح کہا ہی اور حلوانی نے جواز کا فتوی دیا ہی اگر اکثر پھل نمودار ہو گئے ہون کذا فی شرح الزیلعی مع قید اکثریت مین شارح قہستانی کا تابع ہو گیا اور بحر الرائق مین حلوانی کا فتوی کل ثمار مین منقول ہی اور یہی قول ہی امام فضلی کا اسواسطے کہ موجود بوقت عقد اصل مبیع اور جو اسکے بعد پیدا ہوگا وہ تابع ہی خواہ موجود قلیل ہو یا کثیر شمس الائمہ نے کہا یہی استحسان ہی بسبب تعامل و عرف کے کذا فی الطحطاوی ویقطعہا

المشتری فی الحال جبراً علیہ اور پھلون کو مشتری بعد بیع کے فی الحال قطع کر لے مشتری پر جبر کیا جائیگا قطع ثمار مین ہم قطع بعد البیع اسواسطے لازم ہی تا ملک بائع ملک مشتری سے فارغ ہو جاوے وان شرط ترکہا علی الاشجار فسد البیع کشرط القطع علی البائع حاوی اور اگر مشتری نے پھلون کا قائم رکھنا درختون پر شرط کر لیا تو بیع فاسد ہوگی چنانچہ بائع پر قطع شرط کر لینے سے بیع فاسد ہوتی ہی کذا فی الحاوی القدسی وقیل قائلہ محمد لا یفسد اذا تناہت الثمرۃ للتعارف فکان شرطاً یقتضیہ العقد وبہ یفتی بحر عن الاسرار لکن فی القہستانی عن المضمرات ان علی قولہما الفتوی فتنبہ اور بعضون نے کہا قائل اس قول کے محمد ہین کہ بیع ثمار کی بشرط ترک علی الاشجار فاسد نہین جبکہ پھل بڑھ چکا ہو بسبب تعارف اور تعامل کے تو یہ شرط ایسی ہی جسکو عقد بیع مقتضی ہی اور اسی قول کا فتوی ہی کذا فی البحر عن الاسرار لیکن قہستانی مین مضمرات سے منقول ہی کہ شیخین کے قول پر فتوی ہی تو خبردار رہنا شارح نے اپنے قول فتنبہ سے اشارہ کر دیا کہ یہان دونون قول مفتی بہ ہین تو مفتی یہان فتوی دینے مین مخیر ہی محشی مدنی نے کہا شارح سے یہان بے تاملی واقع ہوئی اسواسطے کہ قہستانی مین شیخین کے قول کا فتوی نہایہ سے منقول ہی اور محمد کے قول کا فتوی مضمرات سے قید باشتراط الترک لانہ لو شراہا مطلقاً وترکہا باذن البائع طاب لہ الزیادۃ وان بغیر اذنہ تصدق بما زاد فی ذاتہا مصنف نے فساد بیع مین اشتراط ترک کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر پھلون کو مشتری نے مول لیا مطلقاً یعنی بلا شرط قطع وبلا شرط ترک اور پھلون کو درختون پر قائم رکھا بائع کے اذن سے تو بعد بیع کے جسقدر پھلون مین زیادتی ہوگی وہ مشتری کو حلال ہی اور اگر بغیر اذن بائع کے پھلون کو درختون پر رہنے دیا تو جسقدر پھلون کی ذات مین زیادتی ہوئی ہو اسکو تصدق کرے فقیرون پر ہم زیادتی معلوم ہونے کا یہ طریقہ ہی کہ یوم البیع ثمار کی قیمت لے پھر جب پختہ ہون پھل تب قیمت کرے تو جسقدر تفاوت ہوگا اسی مین ہی زیادتی ہی کذا فی العینی مثلاً تیس روپے قیمت ہی بیع کے دن اور چالیس قیمت ہی بعد پختگی کے تو دس روپے زیادہ ٹھہرے اتنی خیرات کرے تصدق اسواسطے لازم ہوا کہ غیر کی ملک بدون اسکے اذن کے مشتری کی ملک سے مخلوط ہو گئی وان بعد ما تناہت لم یتصدق بشیء اور اگر پھلون کے بڑھ چکنے کے بعد بلا اذن بائع کے پھلون کو درختون پر رکھا تو کچھ خیرات نہ کرے یعنی اسواسطے کہ ثمار کی ذات مین کچھ تغیر نہین ہوا بلکہ پختگی آفتاب سے اور رنگت ماہتاب سے اور مزہ کواکب سے بتقدیر خالق حاصل ہوا کذا فی شرح العینی وان استأجر الشجر الی وقت الادراک بطلت الاجارۃ وطابت الزیادۃ لبقاء الاذن ولو استاجر الارض لترک الزرع فسدت بجہالۃ المدۃ ولم تطب الزیادۃ ملتقی الابحر لفساد الاذن بفساد الاجارۃ بخلاف الباطل کما حررناہ فی شرحہ اور اگر ثمار کی بیع مین درخت کو اجارہ لے پھل پکنے کے وقت تک تو اجارہ باطل ہی اور زیادتی پھل کی حلال ہی بسبب باقی رہنے اذن مالک کے اور اگر زمین کو اجارہ لیا ترک زراعت کے واسطے تو اجارہ فاسد ہی بسبب مجہول ہونے مدت کے اور زیادتی کھیت کی حلال نہ ہوگی کذا فی ملتقی الابحر بسبب فاسد ہونے اذن کے اجارہ کے فساد سے بخلاف اجارہ باطل کے چنانچہ ہمنے اسکی تحریر کی ملتقی کی شرح مین ہم وجہ فرق اجارہ باطلہ اور فاسدہ مین یہ ہی کہ اجارہ باطلہ مین اذن مقصود منفسخ ہو گیا اسواسطے کہ باطل کا وجود شرعاً ثابت نہین اور بعدم صلاحیت تضمن کی نہین بخلاف اجارہ فاسدہ کے اسواسطے کہ فاسد وہ ہی جسکا وصف فوت ہو نہ اصل تو وہ معدوم نہ ٹھہرا تو تضمن کی لیاقت رکھتا ہی تو جب متضمن بالکسر فاسد ہوگا تو متضمن بالفتح بھی فاسد ہوگا والحیلۃ ان یاخذ الشجرۃ معاملۃ علی ان لہ جزءاً من الف جزء اور پھلون کے خرید کرنے اور درختون پر رکھنے کا یہ حیلہ ہی کہ مشتری درخت کو بطور معاملہ لے اس شرط پر کہ بائع کے واسطے ایک حصہ ہی ہزار حصون مین سے ہم معاملہ اور مساقاۃ یہ ہی کہ اشجار کو سینچنے کے واسطے لے کچھ پھل مقرر کرکے شرح ملتقی مین کہا مشتری بائع کو قیمت ثمار دیکر کہے کہ مین نے تجھسے یہ درخت بطریق معاملہ لئے اس شرط پر کہ پھلون مین تیرا ایک حصہ ہی اور ایک کم ہزار میرے

سے ہین انتہی لیکن امین خلل ہو کہ مشتری سے پہل قیمت دیکر بیچے سو انکو بولو سیا کیونکہ لیگیا ان مگوں کیجئے کہ ثمن بطریق جہان کے دیا اور معتبر عقد معاملہ ہے وان یشتری
الاصول الرطبۃ کالباذنجان واشجار البطیخ والخیار لیکون الحادث للمشتری اور ثمار حادثہ کے مالک ہونے مشتری کا حیلہ کہ اصول یا بیج
خرید کرے مانند بینگن کے اور خربوزے اور کھیرے ککڑی کے درخت مول لے تاکہ جو پھل بعد بیع کے پیدا ہوں وہ مشتری کے مملوک ہوں ھ جو شخص خربوزے
وغیرہ کے پہل مول لے اور چاہے کہ درختوں مین لگے رہین تاکہ پکین یا جو پہل کہ ہنوز موجود نہین وہ میرے مملوک ہوں تو اسکا یہ طریقہ ہے کہ پھلوں کو انکے درختوں
سمیت مول لے بشرطیکہ زمین کا مالک بقاء اشجار کا اپنی زمین مین اذن دے یا مدت معلوم تک زمین کو اجارہ دے کذا فی حاشیۃ الحلبی وفی الزرع والحشیش
یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدۃ معلومۃ یعلم فیہا الادراک فی الشہر زراعت اور گھاس مول لینے اور تمام رکھنے کا
یہ طریقہ ہے کہ جسقدر موجود ہو اسکو بعض ثمن سے خرید کرے اور باقی ثمن سے زمین کو اجارہ لے اس مدت معین تک جس مین کھیت کی پختگی معلوم کرے ھ مثلاً چالیس روپیہ کو
ایک کھیت بکتا ہو تو تیس روپے کو کھیت مول لے اور دس روپے اجرت مقرر کر کے زمین اجارہ لے دو یا تین مہینے کی مدت تک وفی الاشجار الموجود ویحل لہ
البائع ما یوجد اور ثمار اشجار کے مول لینے مین حیلہ یہ کہ موجود پھلوں کو مول لے اور بائع مباح کر دے ان پھلوں کو جو ہنوز پیدا نہین ہوئے یعنی اجازت کے
بعد اسکا یہی بائع اذن دے کہ پھل درختوں پر قائم رہین کذا فی الطحطاوی فان خاف ان یرجع یفعل علی انہ متی رجع فی الاذن تکون ماذونا فی
الترک پھر اگر مشتری ڈرے بائع کے رجوع کرنے سے یعنی شاید بائع اذن دیکر پلٹ جاوے اور کہے کہ ابقاے ثمار وغیرہ کا اذن نہین دیتا تو اسکا یہ طریقہ ہے کہ بائع
یون کہے کہ جب مین اذن مین رجوع کروں تو تو ماذون ہو ترک مین یعنی درصورت رجوع مشتری ماذون باذن جدید ہو کذا فی الفتح عن الفقیہ ابی اللیث وما جاز ایراد
العقد علیہ بانفرادہ صح استثناؤہ منہ الا الوصیۃ بالخدمۃ فانہ یصح افرادھا دون استثنائھا استثنا جو چیز بلا انضمام تنہا
بک سکتی ہو مثلاً اسکا نکال لینا بیع سے صحیح ہو مگر خدمت کی وصیت کی تنہائی صحیح ہے یعنی بلا رقبہ جاریہ کے اسکا نکال لینا یعنی رقبہ جاریہ کی وصیت کرنا بلا خدمت کذا فی
الاشباہ ھ اور جس چیز پر ایراد عقد بیع تنہا نہین ہو سکتا چنانچہ حمل لونڈی یا جانور کا یا اطراف جانور کے تو اسکا استثنا کر لینا بیع سے صحیح نہین تو اگر بائع یون کہے کہ
بیچی مین نے اس لونڈی کو بیچا سوائے اسکے حمل کے یا یہ ذبیحہ بیچا سوائے اسکی پنڈلی کے یا ہاتھ پاؤن کے تو یہ استثنا صحیح نہ ہوگا اور وصیت بالخدمت کے استثنا کرنے کی قاعدہ
مذکورہ سے کچھ حاجت نہتی اسواسطے کہ یہ قاعدہ عقدون مین جاری ہے اور وصیت عقد نہین لہذا قبول وصیت بعد موت موصی کے بھی جائز ہے اور عقد بعد موت کے صحیح نہین
کذا فی الطحطاوی عن الفتح والنہایہ ثم فرع علی ھذہ القاعدۃ بقولہ فصح استثناء قفیز من صبرۃ وشاۃ معینۃ من قطیع وارطال معلومۃ
من بیع ثمر نخلۃ لصحۃ ایراد العقد علیہا ولو الثمرۃ علی رؤس النخل علی الظاہر پھر مصنف نے اس قاعدے پر بقول خود تفریع کی کہ صحیح ہے
استثنا کر لینا ایک قفیز کا اناج کے ڈھیر کی بیع سے اور ایک معین گوسفند کا گلۂ گوسفند سے اور رطال معین کا ایک کھجور کے پھلوں کی بیع سے بسبب صحیح ہونے ایراد
عقد بیع کے امور مذکورہ پر اگرچہ پھل درختوں پر لگے ہوں بنا بر ظاہر مذہب کے وصح بیع بر فی سنبلہ بغیر سنبلہ الا لاحتمال الربوا چنانچہ صحیح ہے
بیع گیہون کی اسکی بالی مین گیہون کی بالی کے غیر سے بسبب احتمال سود کے ھ اگر گیہون بالی کے اندر ہو اور بعوض غیر جنس اسکی بیع ہو تو صحیح ہے اور اگر گیہون
کی بالی کو گیہون کی بالی دیکر خرید کرے تو صحیح نہین اس احتمال سے کہ شاید ایک کم ہو اور دوسرا زیادہ تو سود ہو جاوے اور گیہون کے مانند جو اور جو اسکی بیع
انکی بالیوں مین صحیح ہے وباقلاء وارز وسمسم فی قشرھا اور باقلا اور چانول اور تل کی بیع انکے چھلکون مین صحیح ہے وجوز ولوز وفستق فی
قشرہا الاول وھو الاعلی اور اخروٹ اور بادام اور پستہ کی بیع انکے پہلے چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست مین درست ہے خلافا للشافعی وعلی البائع
اخراجہ الا اذا باع بما فیہ اور بائع پر لازم ہے اسکا نکال دینا یعنی گیہون وغیرہ کا اگر جبکہ بائع نے بالی اور چھلکے سمیت بیع کی ہو تو [illegible]
نہین ولہ الخیار رؤیۃ الوجہ فتح اور یہی بیع مین مشتری کو خیار رؤیت ہے یا نہین بلکہ اسکو مقتضی ہے کہ بال اسکو دیکھنے کے بعد

اختیار ہو لینے نہ لینے کا اس واسطے کہ مشتری نے ہنوز مبیع کو نہیں دیکھا کذا فی الفتح وانما بطل بیع ما فی تمر وقطن وضرع من نوی وحب ولبن لانه معدوم عرفا اور خرمے کے اندر کی گٹھلی اور روئی کے اندر والے بنولے کی اور تھن کے اندر کے دودھ کی بیع اس واسطے باطل ہے کہ وہ معدوم ہے بنا بر عرف اور رواج کے ھم یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ گیہوں وغیرہ کی بیع غلاف کے اندر صحیح ہے اور گٹھلی کی بیع خرمے کے اندر صحیح نہیں باطل ہے حالانکہ دونوں غلاف میں ہیں تو دونوں میں کیا فرق ہے شارح نے جواب دیا کہ گٹھلی وغیرہ عرف میں کالعدم ہیں اس واسطے کہ لوگ بولتے ہیں کہ یہ خرما اور یہ روئی ہے اور نہیں بولتے کہ یہ گٹھلی ہے خرمے کے اندر اور یہ بنولہ ہے روئی کے اندر اور یوں بولتے ہیں کہ یہ گیہوں ہیں بالی کے اندر اور یہ بادام اور پستہ ہے چھلکے کے اندر اور یوں نہیں کہتے کہ ان چھلکوں میں بادام ہے بلکہ اسکی طرف خیال بھی نہیں جاتا کذا فی الفتح واجرة کیل وعد ووزن وذرع علی بائع لانه من تمام التسلیم اور پیمانہ کرنے اور شمار کرنے اور تولنے اور گز ناپنے کی مزدوری بائع پر ہے اس واسطے کہ تولنا وغیرہ تسلیم کی تمامی سے ہے یعنی تسلیم مبیع بائع پر واجب ہے اور تسلیم بدون ان افعال کے حاصل نہیں ہوتی تو انکی مزدوری بھی بائع پر لازم ہوگی واجرة وزن ثمن ونقده وقطع ثمر واخراج طعام من سفینة علی مشتر اور ثمن تولنے اور اسکے پرکھنے اور پھل کاٹنے کی اجرت اور ناؤ کے اندر سے اناج نکالنے کی مزدوری مشتری پر ہے ھم یہی قول صحیح ہے کذا فی الخلاصة اور یہی ظاہر الروایة ہے کذا فی التتارخانیة خلاصہ میں ہے کہ قطع ثمر کی اجرت مشتری پر اس وقت ہے جبکہ بائع نے ثمر اور مشتری میں تخلیہ کردیا ہو الا اذا قبض البائع الثمن ثم جاء یرده بعیب الزیافة مگر جبکہ بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہو پھر پھیرنے آیا ہو کھوٹے ہونے کے عیب سے تو اب پرکھنے کی اجرت بائع پر ہے اس واسطے کہ اب پرکھنا اس واسطے ہے کہ بائع کا حق پورا ملے کذا فی النہر ھم سئل المصنف شارح کا ظھر بعد نقد الصراف ان الدراھم زیوف رد الاجرة وان رد البعض فبقدره نھر عن اجارة البزازیة مراد کے پرکھنے کے بعد ظاہر ہوا کہ دراہم کھوٹے ہیں تو صراف پرکھانے کی مزدوری سے پھیرے اور اگر بعض درہم کھوٹے نکلیں تو اسکی بقدر اجرت پھیر دے کذا فی النہر عن اجارة البزازیة واما الدلال فان باع العین بنفسه باذن ربها فاجرته علی البائع وان سعی بینهما وباع المالک بنفسه یعتبر العرف وتمامه فی شرح الوھبانیة اور دلال کی مزدوری کا یہ حکم ہے کہ اگر دلال نے کسی جنس کو بذات خود بیچا مالک کے اذن سے تو اجرت اسکی بائع پر ہے اور اگر بائع اور مشتری کے درمیان دلال نے کوشش کی اور مالک نے بذات خود بیع کی تو رواج معتبر ہے یعنی اگر ایسی صورت میں بائع پر اجرت دلال کی ہوتی ہو تو بائع پر ہے اور اگر مشتری پر ہوتی ہو تو مشتری پر ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے ویسلم الثمن اولا فی بیع سلعة بدنانیر ودراھم ان احضر البائع السلعة اور اول دیا جاوے ثمن متاع کی بیع میں دنانیر اور درہم سے اگر بائع نے متاع کو حاضر کردیا ہو ھم یعنی اگر زمین یا اناج یا کپڑے کی بیع ہوئی روپیوں یا اشرفیوں یا پیسوں سے اور بائع نے شیء مبیعہ کو حاضر کردیا تو اول تسلیم ثمن لازم ہے تا بائع کا حق ثمن میں معین ہو جاوے اس واسطے کہ مشتری کا حق مبیع میں بعد عقد کے متعین ہو گیا کیونکہ مبیع اسکے ملک میں داخل ہوگئی اگرچہ بدون قبض کے مشتری پر ضمان نہیں یہاں تک کہ اگر مبیع ہلاک ہوگی قبل قبض مشتری کے تو بیع فسخ ہوجاویگی اور بائع کا حق ثمن میں بدون قبض کے متعین نہیں ہوتا اس واسطے کہ ثمن میں تعین شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ایک معین اشرفی سے کوئی چیز خرید کرے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے دوسری اشرفی دے لہذا مشتری کو اول تسلیم ثمن کا حکم ہوا اور اگر مبیع غائب ہے تو مشتری پر تسلیم ثمن بلا حضور مبیع لازم نہیں اور اگر مشتری کچھ ثمن دے اور بعض مبیع کے لینے کا ارادہ کرے تو جائز نہیں اور اگر اس شرط سے خرید کرے کہ بائع اول مبیع کو تسلیم کرے تو بیع فاسد ہوگی اس واسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں اور اگر مبیع پر قبضہ کیا بدون اذن بائع اور قبل تسلیم ثمن کے تو بائع کو استرداد جائز ہے اور نقض تصرف مشتری صحیح ہے اور ایسا تصرف ہو جو فسخ کا محتمل نہیں جیسا کہ اعتاق اور تدبیر تو استرداد جائز نہیں ذکره العلامہ قاسم عن المحیط اور اگر مشتری نے ایسی چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہے اور اس پر قبضہ نہیں ہوا اور نہ ثمن دیا یہاں تک کہ مشتری غائب ہو گیا تو بائع کو اسکا غیر سے بیچ لینا جائز ہے اور مشتری ثانی کو باوجود دریافت کے خرید کرنا جائز ہے اس واسطے کہ مشتری اول اس فسخ سے بدلالت حال راضی ہوگیا اور بلاد روم میں اکثر ہوا کرتا ہے اور بائع کو حبس مبیع تا استیفاء کل ثمن جائز ہے اگرچہ ایک درہم باقی ہو تو بھی روک سکتا ہے لیکن اگر ثمن دینے کی مدت مقرر ہوگئی ہے

تو روک نہین سکتا اور اگر بعض ثمن حال ہے اور بعض موجل تو استیفاے ثمن حال حبس کا اختیار ہے اور اگر مشتری نے کوئی چیز گرو رکھدی یا ضمانت داخل کی تو اس سے حق حبس ساقط نہین اور اگر بائع نے مشتری پر ثمن کا حوالہ کیا تو حق حبس بالاتفاق ساقط ہے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کی قبل از قبض ثمن تو اسکا حق ساقط ہوگیا اب بائع مبیع کو استرداد نہین کر سکتا تیل خرید کیا اور اوپلی دی وزن کرنے کے واسطے سو بائع نے وزن تیل کا کر دیا مشتری کے سامنے یا اسکی غیبت مین تو یہ قبض ہوگیا اور اسی طرح ہر مکیل اور موزون کو جب پیمانہ کرکے یا تول کے مشتری کے برتن مین رکھیگا قبضہ مشتری کا ثابت ہوگا اور اگر کپڑا خرید کیا اور بائع نے اسپر قبضہ کرنے کا حکم دیا سو مشتری نے اسپر قبضہ نہ کیا یہان تک کہ اسکو دوسرے آدمی نے لے لیا تو اگر امر بالقبض کے وقت مشتری اسکو لے سکتا تھا بدون قیام کے تو تسلیم صحیح ہے والا نہین اور زمین مین قبضہ تخلیہ سے ہوتا ہے اور مال منقول مین ایسے دوسرے مکان مین لیجانے سے قبضہ ثابت ہوتا ہے جو مکان بائع سے اختصاص نہین رکھتا اور اگر بائع نے گھوڑا بیچا اور مشتری کو اسپر قبضہ کرنے کا امر کیا اور بائع اسکی لگام پکڑے ہوئے ہے اور گھوڑا دونون کے ہاتھ سے بھاگ گیا تو مشتری کا مال گیا نہ بائع کا اسواسطے کہ تسلیم فرس اسی طرح پر ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرًا و فی بیع سلعۃ بمثلہا او ثمن بمثلہ سلما معًا الا اذا کان احدہما دینًا کالسلم وثمن مؤجل اور متاع کی بیع مین اسکی مانند دوسری متاع سے اور ثمن کی بیع مین اسکی مثل دوسرے ثمن سے بائع اور مشتری دونون ساتھ تسلیم کرین جبتک کہ احد البدلین دین نہو چنانچہ مسلم فیہ اور ثمن موجل ہو یعنی اگر ایک متاع کو دوسری متاع سے بیچا جیسا کہ کتاب کو بعوض تخت یا کپڑے کے بیچا یا روپیون کا معاوضہ اشرفیون یا روپیون سے کیا تو بائع اور مشتری بدلین کو ساتھ ہی بلا توقف تسلیم کرین اسواسطے کہ دونون متاع متعین ہین یکسان اور دونون ثمن غیر متعین ہین برابر تقدیم ایک کی دوسرے پر ترجیح بلا مرجح ہے ہان مگر بیع سلم مین مسلم فیہ کی تسلیم ساتھ نہین اسواسطے کہ اسمین تاجیل شرط ہے اور کمتر مدت سلم کی ایک مہینہ ہے اور اگر مشتری نے تسلیم ثمن کی کچھ مدت مقرر کرلی ہے تو اسپر تسلیم ثمن کا مطالبہ نہین قبل مدت کے اور بائع مبیع کو حبس نہین کر سکتا اسواسطے کہ تاجیل سے اسکا حق در باب حبس ساقط ہوگیا بحر الرائق مین ہے کہ در صورت خیار مشتری بھی بائع مطالبہ ثمن کا قبل سقوط خیار نہین کر سکتا تو شارح کو مناسب تھا کہ اسکو بھی ذکر کرتا ثم التسلیم یکون بالتخلیۃ علی وجہ یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے کہ تسلیم مبیع یا ثمن تخلیہ سے ہوتی ہے اسطرح پر کہ بائع یا مشتری قبضہ کرنے پر قادر ہو بلا مانع اور بلا حائل کے ہم تخلیہ بلا مانع سے یہ مراد ہے کہ وہ چیز مشغول بحق غیر نہو اور تخلیہ بلا حائل سے مراد یہ ہے کہ اسکے سامنے ہو کذا فی الحلبی وشرط فی الاجناس شرطًا ثالثًا ان یقول خلیت بینک وبین المبیع فلو لم یقلہ او کان بعیدًا لم یصر قابضًا والناس عنہ غافلون فانہم یشترون قریۃ ویقرون بالتسلیم والقبض وہو لا یصح بہ القبض علی الصحیح وکذا الہبۃ والصدقۃ خانیۃ وتمامہ فیما علقناہ علی الملتقی اور اجناس مین عدم مانع اور عدم حائل کے سوا تیسری شرط بھی مشروط کی ہے وہ یہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ مین نے تخلیہ کردیا تیرے اور مبیع کے مابین تو اگر یون نہ کہیگا یا مبیع بعید ہو مشتری سے تو مشتری قابض نہ ٹھہریگا اور لوگ اس مسئلے سے غافل ہین اسواسطے کہ مثلاً گانون کو خرید کرتے ہین اور تسلیم اور قبض کا اقرار کرتے ہین یعنی بائع تسلیم مبیع کا اقرار کرتا ہے اور مشتری قبض کا اقرار کرتا ہے اور حالانکہ تسلیم اور قبض کے اقرار سے قبضہ صحیح نہین ہوتا بنا بر قول صحیح کے اور اسی طرح ہبہ اور خیرات مین قبضہ صحیح نہین ہوتا تخلیہ بعید سے بخلاف تخلیہ قریب کے کذا فی الخانیہ اور پورا بیان اسکا ہمنے شرح ملتقی مین کیا ہے ہم مبیع بعید کے تخلیے سے اگرچہ قبضہ ثابت نہین ہوتا لیکن عقد بیع فی نفسہ صحیح ہے ہان مگر مشتری پر ثمن کا دینا بدون صحت قبض واجب نہین اور اگر مبیع ہلاک ہوگئی قبل قبض کے بائع یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو مشتری ثمن کو پھیر لے گا اگر ثمن دے چکا ہو کذا فی شرح الملتقی بحر الرائق مین ہے کہ اگر گیہون کو بالیون مین بیچا اور بائع نے اسکو تسلیم کیا بالیون سمیت تو تسلیم صحیح نہین کہ مشغول بحق غیر ہے اور تسلیم ثمار اشجار فقط تخلیہ سے صحیح ہے اگرچہ بائع کی ملک سے متصل ہے اور اگر کوٹھری کے گیہون خرید کیے اور بائع نے کوٹھری کی کنجی مشتری کو دی مع التخلیہ تو یہ قبض ہے اور اگر کنجی دی اور تخلیے کا کلام نہ کیا تو قبض نہین اور کنجی دینی گھر کی بیع مین تسلیم ہے اگر مشتری

بلا تکلف اسکو کھول سکے اور اگر لعبیٹ گھر کو بیچا اور بائع نے بلا کہین سے لگر کو تخلیۃ التسلیم کیا اور مشتری نے کہا کہ مین نے اسپر قبضہ کیا تو یہ درحقیقت قبضہ نہین اور اگر گھر قریب ہو تو قبضہ ثابت ہوگا اگر گھر اس حال پر ہو کہ مشتری اسکے قفل بند کر لینے پر قادر ہو تو اسکو قریب کہینگے اور اگر ایسا نہین تو بعید ہو انتہی کذا فی الطحطاوی وَجَدَہ ای البائع الثمن زیوفا لیس له استرداد المبیعة وحبسہا به لسقوط حقه بالتسلیم وقال زفر له ذلک کما لو وجدہا رصاصا او ستوقة او مستحقا وکالمرتهن عینیۃ بائع نے ثمن کو ایسا کھوٹا پایا جیسا ایسا روپیا جو لوگون مین رائج ہو مگر سرکار بادشاہی مین مقبول نہین تو بائع کو متاع پھیر لینے اور اسکے حبس کر رکھنے کا اس سبب سے اختیار نہین کیونکہ ساقط ہو گیا حق بائع کے تسلیم کر دینے سے اور زفر نے کہا اسکو اسکا اختیار ہے جیسا کہ اگر دراہم رانگ کے ہون یا نیم چاندی کا تیر ہو یا غیر کی ملک ہون تو استرداد متاع کا بالاتفاق اختیار ہے اور جیسا کہ مرتہن کو اختیار ہے کذا فی العینی یعنی اگر راہن نے دراہم دین کے ادا کئے پھر وہ دراہم کھوٹے نکلے تو مرتہن کو اختیار ہے کہ انکو پھیر دے اور رہن کو بمثل سابق کے قبضہ کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قبض بدل دراهمہ ای جیادا اللتی کانت له علی زید زیوفا علی ظن انہا جیاد ثم علم بانہا زیوف یردها ویسترد الجیاد ان کانت قائمۃ والا فلا ہو ولا یستوفیہ خالد نے اپنے کھرے روپیون کے بدلے جو زید پر قرض تھے کھوٹے روپیون پر قبضہ کیا اس گمان پر کہ وہ کھرے ہین پھر معلوم ہوا کہ وہ کھوٹے ہین تو انکو پھیر دے اور کھرے پھیر لے اگر موجود ہون اور اگر کھوٹے رد یا خرچ ہو گئے ہون تو نہ پھیر دے اور نہ پھیرے کما لو علم بذلک عند القبض چنانچہ اس صورت مین پھیرنے کا اختیار نہین جبکہ اسکو قبضہ کرنے کے وقت انکا کھوٹا ہونا معلوم ہو گیا ہو وقال ابو یوسف یرد مثل الزیوف ویرجع بالجیاد کما لو کانت رصاصا او ستوقۃ اور ابو یوسف نے کہا اگر کھوٹے رد یا صرف ہو گئے ہون تو ویسے اور کھوٹے پھیر دے اور کھرے پھیر لے چنانچہ اگر رانگ کے ہون یا نیم چاندی کا تیر ہو تو پھیرنا بالاتفاق ثابت ہے اشتری شیئا وقبضہ ومات مفلسا قبل نقد الثمن فالبائع اسوۃ للغرماء وقال الشافعی ہو احق به کما لو لم یقبضه المشتری فان البائع احق به اتفاقا ولنا قوله علیه الصلوة والسلام اذا مات المشتری مفلسا فوجد البائع متاعه بعینه فهو اسوۃ للغرماء شرح مجمع للعینی خرید کی کوئی چیز اور اسپر قبضہ کیا اور مشتری مفلس ہوکر مر گیا قبل ادا کرنے ثمن کے بائع برابر ہے باقی قرضخواہون کے یعنی دوسرا سپاہی اور قرضخواہون کے مانند بائع کو بھی حصہ ملیگا اور امام شافعی نے کہا کہ بائع زیادہ حقدار ہے اس چیز مبیع کا چنانچہ اگر مبیع پر مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور مفلس مر گیا ہو تو مبیع کا بائع حق ہے بالاتفاق اور ہماری دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ جب مشتری مفلس ہوکر مرے پھر بائع اپنی متاع کو بعینہ پاوے تو وہ برابر ہے اور قرضخواہون کے کذا فی شرح المجمع للعینی اور امام شافعی کی دلیل صحیحین کی حدیث ہے کہ من ادرک ماله بعینه عند رجل قد افلس فهو احق به من غیره یعنی جو اپنا مال بعینہ مرد مفلس کے پاس پاوے تو وہ اس مال کا زیادہ حقدار ہے اسکے غیر سے اور حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے جو شارح نے ذکر کی اور سند اسکی سنن ابو داؤد مین مذکور ہے اور استدلال شافعی کا یہ جواب ہے کہ ہماری حدیث مفسر ہے اور شافعی کی حدیث مبہم اور مفسر مبہم پر قاضی ہوتی ہے اور عام خاص کی کچھ حاجت نہین وتمامہ فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل متفرقہ شارح کے باع نصف الزرع بلا ارض ان باعه لمالک الارض جاز وبعکسه لا الا اذا کان البذر منہما کان فیفسد ولا یجوز خانیہ نصف کھیت بدون زمین کے بیچا اگر اسکو کاشتکار نے زمین کے مالک کے ہاتھ بیچا تو جائز ہے اور بالعکس نہیں یعنی اگر زمین کے مالک نے آدھا کھیت کاشتکار کے ہاتھ بیچا تو جائز نہین مگر جبکہ بیج کاشتکار کا ہو تو لائق یہ ہے کہ بیع جائز ہو کذا فی الخانیہ باع شجرا ذکر قیامه مثمرا لا یدخل الثمر وحینئذ فیعار الشجر الی الادراک فلو ابی المشتری اعارته خیر البائع ان شاء ابطل البیع او قطع الثمر جامع الفصولین قال فی النہر ولا فرق بظاہرہ بین المشتری والبائع پھل والے درخت یا انگور کی بیل کو بیچا تو پھل داخل بیع نہ ہوگا اور اسوقت مین درخت عاریت لیا جاوے مشتری سے پھل پکنے تک پھر اگر مشتری عاریت دینے سے انکار کرے تو بائع مختار ہے چاہے بیع کو باطل کرے یا پھلون کو درخت سے توڑے کذا فی جامع الفصولین نہر الفائق مین کہا کچھ فرق ظاہر نہین ہوتا مشتری اور بائع مین ہم لعینی عنقریب مذکور ہو چکا اگر

مشتری فقط پھل خرید کے بدون درخت کے تو مشتری فی الحال پھل توڑنا واجب ہے ورنہ بصورت عدم اجازت بائع اگرچہ پھل خام ہوں اور بیان بائع البطال بیع اور قطع ثمر میں مختار ہے اور مشتری مختار نہیں حالانکہ مشتری اور بائع میں کوئی وجہ فرق ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم بالصواب

باب خیار الشرط

باب خیار الشرط

یہ باب ہے خیار الشرط کے احکام میں خیار یعنی اختیار ہے یعنی وہ اختیار جو بائع اور مشتری کو بسبب شرط کر لینے کے حاصل ہوتا ہے چاہیں بیع کو قائم رکھیں چاہیں توڑ دیں وجه تقديمه مع بيان تقسيمه مبين في الدرر خیار الشرط کی تقدیم کی وجہ اسکی تقسیم کی بیان کے ساتھ درر میں صرح ہے صاحب درر نے کہا کہ بیع کبھی لازم ہوتی ہے اور کبھی غیر لازم بیع لازم وہ ہے جس میں بوجہ موجود ہونے شرط البیع کے اختیار نہ ہو اور غیر لازم وہ ہے جس میں اختیار ہو اور چونکہ لازم اقوی ہے لہذا اسکو پہلے ذکر کیا اسکے بعد خیار الشرط کو بیان کیا اور خیار الشرط کو باقی خیارات پر اسواسطے مقدم کیا کہ خیار الشرط ابتداء حکم کا مانع ہے پھر خیار الرویۃ کو ذکر کیا کہ وہ تمام حکم کا مانع ہے آخر کو خیار العیب کا ذکر کیا کہ وہ لزوم حکم کا مانع ہے اور خیار الشرط چند قسم ہے ایک قسم بالاتفاق فاسد ہے جیسا کہ مشتری کا یوں کہنا کہ مجکو اختیار ہے یا مجکو چند روز اختیار ہے یا مجکو ہمیشہ اختیار ہے اور ایک قسم جائز ہے بالاتفاق یعنی یوں کہنا کہ مجکو تین دن یا اس سے کم میں اختیار ہے اور ایک قسم میں اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ مجکو اختیار ہے ایک مہینہ یا دو مہینہ کہ یہ امام اعظم رح و زفر اور امام شافعی کے نزدیک فاسد ہے اور ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جائز ہے انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی معلوم کرنا چاہیے کہ خیار الشرط خلاف قیاس ہے اسواسطے کہ حدیث میں بیع اور شرط سے نہی وارد ہے لیکن خیار الشرط نص سے ثابت ہے حاکم نے مستدرک میں عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ حبان بن منقذ ایک مرد ضعیف تھا اور اسکے سر میں زخم لگا تھا اسکے واسطے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن تک اختیار مقرر فرمایا تھا اس چیز میں جو کہ وہ خرید کرے اور اسکی زبان ثقیل ہو گئی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو خرید کیا کر اور کہہ دیا کر لا خلابة یعنی مجکو فریب نہ دینا اور وہ کوئی چیز خرید کر لاتا اپنے گھر والوں کی طرف سو وہ لوگ کہتے کہ یہ تو گران قیمت ہے تو وہ جواب دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجکو بیع میں اختیار دیا ہے اور اس حدیث کو امام شافعی نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا اور ابن ماجہ نے اور بخاری نے اپنی تاریخ اوسط میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کذا فی فتح القدیر ثم الخيارات بلغت سبعة عشر دریافت کرنا چاہیے کہ خیارات کا شمار سترہ تک پہنچا ہے الثلاثة المبوب لها انمیں سے تین خیار وہ ہیں جنکے بیان کے واسطے باب مقرر ہوئے ہیں یعنی باب خیار الشرط اور باب خیار الرویۃ اور باب خیار العیب وخيار تعيين وغبن ونقد وكمية واستحقاق وتغرير فعلي وكشف حال وخيانة مرابحة وتولية وفوات وصف مرغوب فيه وتفريق صفقة بهلاك بعض مبيع واجازة عقد الفضولي وظهور المبيع مستأجرا او مرهونا اشباه من احكام الفسخ اور اختیار تعیین کا وہ یہ ہے کہ دو یا تین غلام بیچے اس شرط پر کہ مشتری ایک کو اختیار کر لے اگر ہر ایک کی قیمت جدا جدا مذکور ہوئی ہو تو صحیح ہے اور اختیار غبن کا یعنی اگر بائع یا مشتری یا دلال نے غبن فاحش کیا ہو تو فسخ بیع میں اختیار ہے اور اختیار النقد یہ ہے کہ اس شرط پر بیع ہوئی ہو کہ اگر مشتری تین دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں اور اختیار کمیت یہ کہ خرید کی بعوض ان دراہم کے جو اس برتن میں ہیں پھر بائع نے دراہم مذکورہ کو دیکھا تو اسکو اختیار ہے اور یہ خیار الرویۃ نہیں اسواسطے کہ نقود میں خیار الرویۃ نہیں ہوتا اور خیار استحقاق یہ کہ بعض مبیع غیر کا مملوک ٹھہرے اور خیار تغریر فعلی یعنی ایسا کام کرنا جس سے مشتری دھوکا کھاوے جیسا کہ بکری یا گائے کے تھن چند روز باندھ رکھنا تا سبب دودھ اترنے کے فریب کھاوے ایک روایت کے مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہے کذا فی البحر اور کشف حال کا اختیار یہ ہے کہ کسی نے کوئی چیز بعوض سونے کے جو اس پتھر کے ہم وزن ہو اور خیار کشف میں خیار الانکشاف بھی داخل ہے وہ یہ ہے کہ اناج کا ڈھیر بحساب ہر صاع عوض درم کے بیچا تو صحیح ہے ایک صاع میں لیکن بسبب تفریق صفقہ مشتری کو اختیار ہے نہ بائع کو اور خیانت مرابحہ کا اختیار یہ کہ بیع المرابحہ میں بائع کے اقرار سے یا گواہوں سے یا بائع کے قسم نہ کھانے سے خیانت بائع کی ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن سے لے چاہے نہ لے اور خیانت تولیہ کا اختیار یہ کہ بیع التولیہ میں بائع مذکور خیانت ثابت ہو تو مشتری مختار ہے اور

بعد خیانت کم کر دینا چاہئے ہو اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کا اختیار اسطرح کہ غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ کاتب ہی یا روٹی پکانا جانتا ہی پھر خلاف اسکے ظاہر ہوا تو مشتری کو اختیار ہی چاہے کل ثمن کو کر لے یا نہ لے اور تفریق صفقہ کا اختیار بسبب ہلاک ہونے بعض مبیع کے اور یہ نہین ہوتا مگر قبل قبض کے اور بیع فضولی کی اجازت کا اختیار ہی مالک کو چاہے جاری رکھے چاہے باطل کرے اور مبیع کے مستاجر ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی اگر معلوم ہو کہ مبیع کو کسی نے اجارہ لیا ہی تو مشتری کو لینے نہ لینے مین اختیار ہی اور مبیع کے مرہون ہونے کے ظہور کا اختیار یعنی بعد بیع کے معلوم ہوا کہ مبیع کسی کے پاس گرو ہی تو مشتری کو اختیار ہی اور اگر مستاجر یا مرتہن اسکو جائز رکھے تو اب مشتری کو فسخ کا اختیار نہین کذا فی الاشباہ من احکام الفسخ قال ویفسخ باقالۃ وتحالف فبلغت بضعۃ عشر سببًا صاحب اشباہ نے کہا اور بیع فسخ ہوتی ہی اقالہ اور تحالف سے تو اب شمار خیارات کے اسباب کا انیس کو پہونچا اور اقالہ یہ ہی کہ عاقدین فسخ عقد پر راضی ہو جائین اور تحالف یعنی قسم کھانا ۱۲ کی صورت یہ ہی کہ مقدار ثمن یا مقدار مبیع یا دونون کی مقدار مین اختلاف ہوا اور دونون گواہ لانے سے عاجز ہوئے اور ایک دوسرے کے دعوے پر راضی نہ ہوا تو دونون سے قسم لیجائیگی اور قاضی بیع کو فسخ کر دیگا ایک عاقد کی طلب سے اور کل فسوخ کے عاقدین مباشر ہوتے ہین سوائے تحالف کے کہ اسکو قاضی فسخ کرتا ہی کذا فی الحلبی عن الاشباہ واعلم انہا ذکرہا المصنف یعرفہ من مارس الکتاب اور اکثر خیارات کو مصنف نے جابجا ذکر کیا ہی جو شخص کتاب کی مشغولی رکھتا ہی وہ جانتا ہی صح شرطہ للمتبائعین معًا ولاحدہما ولو وصیًا ولغیرہما ولو بعد العقد لا قبلہ تاتارخانیہ شرط کرنا اختیار کا بائع اور مشتری کو ساتھ ہی اور دونون مین سے ایک عاقد کو اگرچہ وصی یتیم ہو اور شرط کرنا عاقدین کا اجنبی کے واسطے صحیح ہی اگرچہ شرط بعد عقد کے ہوئی ہو اور صحیح نہین قبل عقد کے کذا فی التاتارخانیہ ہم شرط کرنا اختیار کا اصیل اور وکیل اور وصی اور اجنبی کے واسطے صحیح ہی خواہ شرط عین عقد کے وقت ہو یا بعد عقد کے اور اگر قبل عقد اسطرح شرط کرے کہ مین نے تجکو اختیار دیا اس بیع مین جسکو مین منعقد کرونگا پھر خرید واقع ہوئی بلا شرط تو اختیار ثابت نہ ہوگا کذا فی البحر فی مبیع کلہ او بعضہ کثلثہ او ربعہ ولو فاسدًا شرط خیار صحیح ہی سب مبیع مین یا بعض مین جیسے مبیع کی تہائی یا چوتھائی مین اگرچہ وہ عقد بسبب شرط ہوئی ہی فاسد ہو ولو اختلفا فی اشتراطہ فالقول لنافیہ علی المذہب اور اگر بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا اختیار کے شرط ہونے مین تو اسکا قول معتبر ہی جو اختیار کی نفی کرتا ہی بنابر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ شرط اختیار خلاف اصل ہی کذا فی البحر والنہر ثلثۃ ایام او اقل خیار شرط صحیح ہی تین دن یا اس سے کم مین ہم تین دن کا اختیار اسوقت صحیح ہی جب بیع سریع الفساد نہ ہو اسواسطے کہ سریع الفساد کا حکم خانیہ مین مذکور ہی کہ اگر وہ چیز خرید کی جو جلد بگڑ جاتی ہی جلد بگڑنے والی ۱۲ تین دن کے اختیار پر تو قیاس یہ ہی کہ مشتری پر کچھ جبر نہین لیکن استحسان مین مشتری سے یون کہا جاویگا کہ یا بیع کو فسخ کر یا مبیع کو لے اور تجھے ثمن کا دینا واجب نہین یہان تک کہ تو بیع کی اجازت دے یا مبیع تیرے پاس فاسد ہو جاوے تا جانبین کا ضرر دفع ہو کذا فی الطحطاوی وفسد عند اطلاق او تابید اور بیع فاسد ہی اطلاق ہمیشگی کے نزدیک مع یعنی اگر بیع واقع ہوئی بشرط خیار بلا قید مدت یا بشرط دوام اختیار تو بیع فاسد ہی حلبی نے کہا توقیت مجہول بھی تابید کے مانند ہی بحر الرائق مین ہی کہ اگر اطلاق خیار سبب عقد مین ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بیع بلا خیار ہوئی پھر بائع نے بعد مدت کوئی وقت مقرر نہ کیا ۱۲ ہمیشگی ۱۲ کے مشتری سے کہا کہ تجکو اختیار ہی تو یہ اختیار تا دوام مجلس ہی مانند اس قول کے کہ تجکو اقالہ بیع کا اختیار ہی لا اکثر فیفسد فلیکن صحیحہ خلافًا لہما صحیح نہین تین دن سے زیادہ اور اگر تین دن سے زیادہ اختیار شرط کریگا تو بیع فاسد ہوگی تو ہر عاقد کو اسکے فسخ کرنے کا اختیار ہی بخلاف صاحبین کے یعنی صاحبین کے نزدیک خیار شرط بصورت ذکر مدت معین صحیح ہی خواہ مدت زیادہ ہو یا کم ہم عبد الرزاق نے انس سے روایت کی کہ ایک شخص نے اونٹ خریدا اور چار دن کا اختیار شرط کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو باطل کر دیا اور فرمایا الخیار ثلثۃ ایام یعنی اختیار تین ہی دن ہی کذا فی النہر الفائق ہندوستان کے سوداگر بیع بشرط خیار کو اپنی اصطلاح مین جاکر کہتے ہین اور بعضے تین دن سے زیادہ جاکر لیتے ہین سو شرعًا جائز نہین فلو اجاز من لہ الخیار فی الثلث ینقلب صحیحًا علی الظاہر تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین مگر یہ کہ بیع جائز ہو جاویگی

اگر صاحب اختیار تین دن کے اندر لزوم بیع کی اجازت دیگا تو فاسد منقلب بصحیح ہو جائیگی بنا بر ظاہر الروایۃ کے ھ اسواسطے کہ مفسد دفع ہو گیا قبل اپنی تقرر کے
اگرچہ اجازت لیل رابع میں ہو یا عدم طلوع فجر اور یہ قول حنفیہ عراق کا ہے اور حنفیہ خراسان نے کہا کہ عقد موقوف تھا کہ اجازت مدت مذکورہ سے نافذ ہو گیا اور اگر
لیل رابع بلا اجازت شروع ہو گی تو وہ فاسد ہے فائدہ خلاف کا یہ ہے کہ بقول اول مباشرت عقد حرام ہے اور بقول ثانی حرام نہیں کذا فی الطحطاوی وصح شرطه
لطرفي لازم محتمل الفسخ اور صحیح ہے شرط کرنا اختیار کا عقد لازم محتمل الفسخ میں ھ لازم کی قید سے وصیت نکل گئی اسواسطے کہ موصی وصیت میں اپنی زندگی
تک رجوع کر سکتا ہے اور موصی لہ کو قبول اور عدم قبول میں اختیار ہے اور محتمل الفسخ کی قید سے مانند طلاق اور نکاح نکل گیا كمزارعة ومعاملة واجارة
وقسمة وصلح عن مال ولو بغير عينه وكتابة وخلع ورهن وعتق على مال لو شرط للزوجة والراهن والقن عقد لازم محتمل الفسخ چنانچہ عقد مزارعت
اور معاملہ یعنی مساقاۃ اور اجارہ اور قسمت اور صلح دعوی مال سے اگرچہ صلح بغیر معین چیز ہو لی ہو اور کتابت اور خلع اور رہن اور عتق بشرط مال اگر اختیار مشروط
ہوا ہو زوجہ کے واسطے خلع میں اور راہن کے واسطے رہن میں اور مملوک کے واسطے عتق میں ھ زوجہ اور راہن اور مملوک کی قید اسواسطے لگائی کہ انکے
جانب سے عقد لازم محتمل الفسخ ہے بخلاف زوج اور مولی کے کہ انکی جانب سے عقد لازم ہے لیکن محتمل فسخ نہیں اسواسطے کہ یمین ہے اور بخلاف مرتہن کے اسواسطے کہ اسکی
جانب سے عقد لازم نہیں مرتہن کو ہر وقت فسخ رہن کا اختیار ہے کذا فی الطحطاوی عن المنح ونحوها كالكفالة والحوالة والابراء وتسليم شفعة بعد
الطلبين ووقف عند الثاني اشباه واقالة بزازية فهي ستة عشر اور مانند عقود مذکورہ کے چنانچہ ضامنی اور حوالہ اور ابراء یعنی کسی کو بری کرنا اور تسلیم شفعہ بعد طلب کے
یعنی طلب مواثبہ اور طلب اشہاد کے بعد اور چنانچہ وقف ابو یوسف کے نزدیک کذا فی الاشباہ اور چنانچہ اقالہ کذا فی البزازیہ تو یہ سولہ عقود ہیں بیع کو
ملا کر جنمیں شرط کرنا اختیار کا صحیح ہے ھ مطلق ضمانت میں خواہ حاضر ضامنی ہو یا مال ضامنی کفیل اور مکفول کو شرط خیار صحیح ہے بزازیہ میں ہے کہ ضامنی میں
دس دن یا زیادہ اختیار شرط کرنا صحیح ہے بخلاف بیع کے اور وقف بھی ضمانت کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی لا في نكاح وطلاق ويمين ونذر
وصرف وسلم واقرار الا الاقرار بعقد يقبله اشباه ووكالة ووصية نهر ففي تسعة صحیح نہیں شرط خیار نکاح اور طلاق اور یمین اور نذر
اور صرف اور سلم اور اقرار میں مگر اس عقد کا اقرار ہو جو شرط خیار کا قابل ہے تو اس اقرار میں شرط خیار صحیح ہے کذا فی الاشباہ اور وکالت اور وصیت میں شرط خیار
صحیح نہیں کذا فی النہر تو نو عقد ہوئے ھ جب اقرار کیا کہ مجھپر ہزار درہم ہیں اس شرط پر کہ مجھکو تین دن اختیار ہے تو اقرار لازم ہو گا اور شرط خیار باطل ہو گی اسواسطے کہ
اقرار خبر ہے نہ انشاء اور خبر قابل شرط اختیار نہیں ہاں اگر یوں اقرار کیا کہ مجھپر ہزار درہم ہیں اس بیع کی ثمن کے جسکو میں نے بشرط خیار خریدا تو یہ صحیح ہے
اور اختیار ثابت ہو گا اگر بائع اسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ بیع ان عقود سے ہے جو قابل خیار ہیں کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ لابی السعود وقد كنت
غيرت ما نظمه في النهر فقلت اشعار يأتي خيار الشرط في الاجارة + والبيع والابراء والكفالة + والرهن والعتق وترك الشفعة +
والصلح والخلع كذا والقسمة + والوقف والحوالة والاقالة + لا الصرف والاقرار والوكالة + ولا النكاح والطلاق والسلم
ونذر والايمان فهذا مغتنم اور میں نے بدل ڈالا نہر الفائق کی نظم کو اور یوں کہا ہے کہ شرط خیار آتی ہے اجارہ میں اور بیع اور ابراء اور ضمانت اور رہن
اور عتق اور ترک شفعہ اور صلح میں اور اسی طرح خلع اور قسمت اور وقف اور حوالہ اور اقالہ میں نہ صرف اور اقرار اور وکالت میں اور نہ نکاح اور طلاق اور سلم اور نذر اور یمین
میں اس نظم کو غنیمت جاننا چاہیے ھ شارح نے نہر الفائق کی نظم میں کچھ بھی تغیر نہیں کی سوا اسکے کہ بجائے حوالہ قسمت لایا اور نہ کوئی عقد اس پر زیادہ کیا
چنانچہ صاحب نہر کی نظم سے جو حاشیہ پر مرقوم ہے ظاہر ہے قسم اول سے مزارعہ اور معاملہ اور کتابت نظم میں داخل نہیں اور قسم ثانی سے وصیت ف
اشترى شيئا على انه اي المشتري ان لم ينقد ثمنه الى ثلاثة ايام فلا بيع صح استحسانا خلافا لزفر فان لم ينقد في الثلاثة
فسد فنفذ عتقه بعدها لو في يده فليحفظ اگر ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ وہ یعنی مشتری اگر ثمن تین دن تک نہ دے تو بیع نہیں

ھ یعنی [illegible]
[illegible]

ھ شفعہ کا طالب ہو
۳ قال في النهر
ھ يأتي خيار الشرط في
الاجارة والبيع
والابراء والكفالة
والرهن والعتق وترك
الشفعة والصلح و
الخلع والحوالة والوقف
والقسمة والاقالة لا
الصرف والاقرار والوكالة
ولا النكاح والطلاق
والسلم والنذر والايمان
[illegible]

صحیح ہے بطریق استحسان کے برخلاف زفر کے اور جو تین دن میں نہ دیگا تو بیع فاسد ہوگی آزاد کرنا مشتری کا بعد تین دن کے نافذ ہوگا اگر غلام مشتری کے پاس ہو سو اسکو یاد رکھنا چاہیے م اور اسی طرح اگر مشتری ثمن دے اس شرط پر کہ اگر بائع ثمن پھیرے تین دن تک تو بیع نہیں یہ بھی صحیح ہے لیکن پہلی صورت میں مشتری کو اختیار ہے اور دوسری صورت میں بائع کو خیار ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ بیع مذکور فاسد ہے فسخ نہیں تو اگر مبیع غلام ہو اور مشتری اسکو آزاد کرے تین دن کے بعد تو عتق نافذ ہے کذا فی النہر اور مشتری پر قیمت غلام لازم آویگی اور اگر غلام بائع کے ہاتھ میں ہوگا تو عتق مشتری نافذ نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ وان شرط کذا الی اربعۃ ایام لا یصح خلافا لمحمد اور اگر مشتری نے خرید کیا اسی طرح چار دن تک تو بیع صحیح نہیں بخلاف محمد کے م یعنی مشتری نے اس طرح خرید کیا کہ اگر چار دن تک ثمن نہ دے تو بیع نہیں ہے امام اور ابو یوسف کے نزدیک یہ بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ خیار النقد ملحق بخیار الشرط ہے اور خیار الشرط تین دن سے زیادہ صحیح نہیں فان نقد فی الثلثۃ جاز اتفاقا لان خیار النقد ملحق بخیار الشرط فلو ترک التفریع لکان اولی پھر اگر مشتری نے چار دن کی مدت مقرر کرکے تین دن کے اندر ثمن ادا کیا تو بیع باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہوجاویگی اسواسطے کہ خیار النقد ملحق ہے خیار الشرط سے تو اگر مصنف تفریع کو ترک کرتا تو بہتر ہوتا م یعنی مصنف نے اس قول یعنی فان اشتری میں فا تفریع لایا تو خوب تھا اسواسطے کہ یہ مسئلہ خیار الشرط میں داخل نہیں بلکہ ملحق بخیار الشرط ہے اور الحاق مقتضی مغایرت کا ہے اور تفریع مقتضی اسکی ہے کہ یہ اسی کی انواع سے ہے چنانچہ صاحب کنز اور درر وغیرہ نے اسکو بلا تفریع مذکور کیا ہے ولا یخرج مبیع عن ملک البائع مع خیارہ فقط اتفاقا فیہلک علی المشتری بقیمتہ ای بدلہ لیعم المثلی اذا قبضہ باذن البائع یوم قبضہ کالمقبوض علی سوم الشراء فانہ بعد بیان الثمن مضمون بالقیمۃ بالغۃ ما بلغت نہر ولو شرط المشتری عدم ضمانہ بزازیہ اور مال مبیع بائع کی ملک سے نکل نہیں جاتا فقط بائع کے اختیار سے بالاتفاق تو مبیع ہلاک ہوگی مشتری پر اپنی قیمت یوم القبض سے یعنی بدل مبیع سے تا مثلی کو بھی شامل ہے جس صورت میں کہ مشتری نے بائع کے اذن سے اسپر قبضہ کیا ہے جیسا کہ وہ چیز جو بقصد خریداری مقبوض ہوتی ہے تو وہ ثمن کے بیان کرنے کے بعد مضمون بالقیمت ہے جتنی اسکی قیمت پہونچے کذا فی النہر یعنی اگرچہ ثمن مسمی سے قیمت زیادہ ہو ضمان اسکا لازم آویگا اگرچہ مشتری نے اسکا عدم ضمان شرط کیا ہو کذا فی البزازیہ م درصورت خیار بائع خواہ مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا ہو یا مبیع خود ہلاک ہوگئی ہو ہر صورت اسپر ضمان ہے اور مقبوض علی سوم الشراء میں بیان ثمن کی قید اسواسطے مذکور کی کہ فقیہ ابو اللیث نے عیون میں ذکر کیا ہے کہ اگر مالک نے کہا کہ لیجا اس کپڑے کو اگر پسند کرنا تو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور وہ تلف ہوگیا تو اسپر ضمان نہیں اور اگر یوں کہا کہ اگر راضی ہوا تو دس درم کو خرید کرنا پھر وہ لیگیا اور تلف ہوا تو اسکی قیمت کا اسپر ضمان لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہے انتہی اور یہ جو شارح نے فقط خیار بائع کی قید لگائی [illegible] اسواسطے کہ اگر بائع اور مشتری دونوں کا خیار ہوگا یا متعاقدین نے اجنبی کو اختیار دیا ہوگا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی و نہر الفائق میں ہے کہ مشتری پر قیمت اسواسطے لازم آئی کہ ہلاک ہونے سے بیع فسخ ہوگئی اور بیع نافذ نہیں ہوسکتی بدون محل کے تو یہ مقبوض علی سوم الشراء کے مانند ہوگیا اور وہ چیز جو مقبوض ہو خریداری کی بات چیت سے اسمیں ہلاک ہونے سے قیمت ہے قیمتی میں اور مثل ہے مثلی میں یہ اس صورت میں ہے کہ جب مدت خیار میں ہلاک ہو اور اگر ہلاک ہوئی مدت مذکورہ کے بعد تو ثمن کا ضمان ہے نہ قیمت کا انتہی ولو فی ید الوکیل ضمنہ من مالہ بلا رجوع الا بامرہ بالسوم اور اگر مقبوض علی سوم الشراء وکیل کے ہاتھ میں ہلاک ہوا تو وکیل اسکا ضمان دیگا اپنے مال سے بلا رجوع کے موکل پر مگر جبکہ موکل نے وکیل کو اسکا امر کیا ہو کذا فی النہر م وکیل شرا نے ایک کپڑا لیا خریداری کی بات چیت پر اور موکل کو دکھایا اسنے پسند نہ کیا اور پھیر دیا پھر وکیل کے پاس وہ ضائع ہوگیا تو اسکا تاوان قیمت وکیل پر ہے موکل سے نہیں لے سکتا مگر اس صورت میں لے سکتا ہے جبکہ موکل نے وکیل کو خریداری کی بات چیت پر قبضہ کرنے کا امر کیا ہو واما علی سوم النظر فغیر مضمون مطلقا اور جس پر قبضہ ہوا نظر اور تامل کی بات چیت پر اسکا تاوان مطلقا لازم نہیں خواہ اسکا ثمن بیان کیا ہو یا نہ کیا ہو م سوم النظر یہ ہے کہ ایک شخص بائع سے کہنے کہ یہ کپڑا مجھکو دے تا میں اسمیں نظر اور تامل کروں یا غیر کو دکھاؤں پھر کپڑا ضائع ہوگیا تو امام کے

نزدیک اسپر کچھ تاوان نہیں یعنی اسواسطے کہ وہ امانت تھا اور اگر یون کہیگا کہ یہ کپڑا مجھکو دے اگر مین راضی ہوا تو اسکو لونگا پھر اگر ضایع ہوگا تو ضمان لازم آویگا اسواسطے
کہ قبض علیٰ سوم الشراء ہوا سوم اتفر باقی نرہا وجہ فرق یہ ہی کہ پہلی صورت مین اسنے تامل او رغیر کے دکھانے کے واسطے لیا تھا اور یہ بیع نہین اور دوسری صورت مین
تقبضہ غیرہ ۱۲
اسواسطے دیا کہ وہ راضی ہوا و خرید کرے اور یہ بیع ہی کذا فے النہر وعلی سوم الرھن بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جو چیز مقبوض ہوئی گرو
کرنیکی بات چیت پر تو جو کمتر ہوگا قیمت اور دین مین اسکا ضمان لازم آویگا صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص پر دین تھا سو اسنے گرو رکھنے کے واسطے
ایک چیز نکالی صاحب دین نے اسپر قبضہ کیا رہن کی بات چیت پر پھر وہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اقل کا ضمان لازم آویگا یعنی اگر اس چیز کی
قیمت دین سے اقل ہی تو اسکا ضمان لازم ہی اور اگر دین کمتر ہو قیمت سے تو اسکا ضمان لازم ہی تو رہن کی گفتگو بمنزلہ حقیقت رہن کی ہوئی کذا فی الطحطاوی
وعلی سوم القرض بقرض سماہ بہ اور جو چیز قرض لینے کی بات چیت پر مقبوض ہوئی تو اسکا ضمان قرض مذکور کے برابر ہی صورت اسکی یہ ہی
کہ زید نے خالد سے دس روپے قرض مانگے خالد نے اسکو مثلاً ایک تلوار دی کہ اسکو دس پر رہن رکھ دے پھر تلوار زید کے پاس ضایع ہوگئی تو زید پر دس کا
کا تاوان دینا لازم ہوگا اور اس مین اور رہن کے مسئلے مین دو وجہ سے فرق ہی ایک یہ کہ دین ثابت ہی رہن کے ذمے پر اور مستقرض کے ذمے پر ثابت
نہین دوسرے یہ کہ رہن مقبوض بالاقل ہی اور یہان ضمان بقدر قرض مسماۃ علیہ ہی کذا فی الطحطاوی وعلی سوم النکاح لامۃ بقیمتہا نفذ اور اگر
قبضہ ہوا لونڈی سے نکاح کی بات چیت پر تو ضمان بقدر اسکی قیمت کے ہی کذا فی النہر یعنی اگر قبضہ کیا غیر کی لونڈی پر تاکہ اسکے مالک کے اذن سے نکاح
کرے اور وہ ہلاک ہوگئی اسکے پاس تو اسکی قیمت کا ضمان اسپر لازم ہی ویخرج عن ملکہ ای البائع مع خیار المشتری فقط فیہلک فی یدہ بالثمن
اور مبیع خارج ہو جاتی ہی بائع کی ملک سے فقط مشتری کے اختیار کے ساتھ تو ہلاک ہوگی مبیع مشتری کے ہاتھ مین بعوض ثمن کے ہم اسواسطے کہ ہلاکی مقدمہ
عیب سے خالی نہین اور وجود عیب مانع رد ہی تو ہلاکی بصورت لزوم عقد ہوئی اور لزوم عقد ثمن کا موجب ہی قیمت کا اور ثمن قیمت مین یہ فرق ہی کہ ثمن وہ ہی
جسپر متعاقدین راضی ہوجاوین خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم اور قیمت وہ جس سے شی کی تقویم ہو یعنی مقدار مالیت بمنزلہ معیار کے بغیر زیادتی اور نقصان
کذا فی الطحطاوی کتعیبہ فیہا بما لا یرتفع کقطع ید اسی طرح معیوب ہوجانے مبیع کے مدت خیار مین ایسے عیب سے جو دور نہین ہوسکتا جیسے ہاتھ کا کٹ جانا
مع تشبیہ ہی معیوب ہونے کی ہلاکی کے ساتھ دونون صورتون مین یعنی بصورت خیار بائع یا بصورت خیار مشتری اسواسطے کہ عیب مذکور مانند ہلاکی پہلی صورتمین
موجب قیمت کا ہی اور دوسری صورت مین موجب ثمن کا کذا فی المنح فیلزمہ قیمتہ فی المسئلۃ الاولی وللبائع فسخ البیع واخذ نقصان القیمۃ
لا المثلی لتعیبہ الا بواحد ای تو مشتری کو عیب دار ہوجانے سے قیمت لازم آویگی پہلی صورت مین یعنی بصورت خیار بائع اور بائع کو جائز ہی
بیع کا فسخ کرنا اور نقصان قیمی کا لینا نہ مثلی کا سود ہوجانے کے سبب سے کذا فی البحر ودی یعنی اگر بائع نے مثلی چیز کو بیچا اور مشتری کو اختیار رہا سو مشتری کے
پاس کچھ عیب ہمین لاحق ہوا باوجود باقی رہنے اسکی ذات کے تو بائع نقصان مثلی کا مشتری سے نہ لے بسبب احتمال سود کے وثمنہ فی الثانیۃ ای
وصورۃ الثانیۃ یعنی بصورت خیار مشتری عیب دار ہوجانے سے مشتری پر ثمن لازم ہوگا لو یرتفع کمرض فان زال فی المدۃ فہو علی خیارہ والا لزم العقد
الا ابن کمال اور اگر مبیع کا ایسا عیب ہی جو زائل ہو سکتا ہی جیسا بیماری تو اگر عیب مذکور مدت خیار مین زائل ہوگیا تو مشتری کو اختیار ثابت ہی چاہے
لے جاوے پھیر دیوے اور اگر مدت خیار مین زائل نہوا تو عقد لازم ہوگیا بسبب متعذر ہونے پھیرنیکے کذا افادہ ابن کمال ولا یدخل فی ملک المشتری
خلافا لہما لئلا یصیر سائبۃ قلنا السائبۃ ہی التی لا ملک فیہا لاحد ولا تعلق ملک والثانی موجود ہنا ویلزم اجتماع البدلین
والمعوّد علی موضوعہ بالنقض وبصورت خیار مشتری مبیع کا مالک مشتری نہین ہوتا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک مشتری
اسکا مالک ہو جاتا ہی تا مبیع سائبہ یعنی بغیر ملک نہ ٹھہر جاوے اسواسطے کہ مبیع بائع کی ملک سے خیار مشتری کے سبب خروج ثابت ہوا تو اگر مشتری بھی

اسکا مالک نہ ہو تو پھر مبیع پر سائبہ ہونا صادق آوے ہم جواب دیتے ہین امام کی طرف سے کہ سائبہ وہ ہے جسمین کسی کی ملک نہ ہو ورنہ علاقہ ملک کا اور تعلق ملک کا یہان موجود ہے اور اگر ملک مشتری ہی ثابت ہو تو اجتماع بدلین لازم آوے اور عود کرنا اپنے موضوع پر لازم ہو اسواسطے منقوض ہوے فائدہ خیار کے فوت ہوا کی خریداری سے ہم درصورت خیار مشتری اگرچہ مبیع مین متعاقدین کی ملک ثابت نہین لیکن علاقہ ملک متعاقدین موجود ہے اسواسطے کہ درصورت عدم خریدکے بائع کی ملک حقیقۃً عود کریگی اور اگر مشتری نے اپنا اختیار ساقط کرکے لے لیا تو مشتری کی ملک ثابت ہوگی اور اگر مشتری کو مالک مبیع قرار دیجیے جیسا صاحبین کا مذہب ہے تو اسمین دو خلل لازم آتے ہین ایک اجتماع بدلین مشتری کی ملک مین یعنی مبیع اور ثمن اسواسطے کہ ثمن ہنوز مشتری کی ملک سے خارج نہین ہوا اور شرع مین اسکی کہین اصل نہین کہ بدلین ایک شخص کی ملک مین مجتمع ہون اسواسطے کہ معاوضہ برابری کا مقتضی ہے اور دوسرا خلل یہ ہے کہ خیار اسواسطے مشروع ہوا ہے تا عاقد غور اور تامل کرکے اپنی مصلحت کے موافق عمل کرے تو اگر ملک مشتری مبیع مین ثابت ہوجاوے اور مبیع رقیق قرابت دار ہو مشتری کا فوراً آزاد ہوجاوے بلا اختیار مشتری کے تو تدبر و تامل جسکے واسطے خیار مشروع ہے بالکل فوت ہوا اور یہی مطلب ہے شارح کے اس قول کا ویعود علی موضوعہ بالنقض کذا فی الطحطاوی عن البحر ولا یخرج شیء منہما ای من مبیع و ثمن من ملک بائع او مشتر عن ملکہ اتفاقاً اذا کان الخیار لہما وایہما فسخ فی المدۃ انفسخ البیع وایہما اجاز بطل خیارہ فقط اور کوئی دونون مین سے یعنی مبیع بائع کی ملک سے اور ثمن مشتری کی ملک سے نکل نہین جاتا جبکہ بائع اور مشتری دونون کے واسطے اختیار شرط ہوا اور انمین سے جو فسخ کریگا تین دن کی مدت مین تو بیع فسخ ہوجاویگی اور جو دونون مین سے بیع کو جائز رکھے گا تو فقط اسی کا اختیار باطل ہوگا نہ دوسرے کا ہم اور بائع کا تصرف کرنا مبیع مین اور مشتری کا ثمن مین بجاے فسخ قولی ہے اور اگر دونون سے نہ فسخ ثابت ہو نہ اجازت اور مدت خیار گذر گئی تو بیع لازم ہوجاویگی اور اگر ایک سے فسخ ثابت ہوا اور دوسرے سے اجازت تو بیع باطل ہے ہر صورت اور اجازت کسی حال مین معتبر نہین کذا فی المنح وھذا الخلاف یظہر ثمرتہ فی عشر مسائل جمعہا العینی فی قولہ اَتحق عزک فحذ اور امام اور صاحبین کے اس خلاف کا فائدہ ظاہر ہوتا ہے دس مسئلون مین جنکو علامہ عینی نے اپنے اس قول احق عزک فحذ مین جمع کیا ہے بطور رمز کے چنانچہ شارح تشریح ان رموز کی حرف بحرف کرتا ہے الالف من الامۃ لو شراہا بخیار وھی زوجتہ بقی النکاح الف اشارہ ہے امۃ سے یعنی اگر لونڈی کو خریدا بشرط خیار حالانکہ وہ منکوحہ ہے مشتری کی تو نکاح باقی ہے یعنی اسواسطے کہ مدت خیار مین مبیعہ زوج کی ملک مین داخل نہین امام کے نزدیک اور جب خیار ساقط ہوگا تو نکاح باطل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک نکاح فسخ ہوگیا کیونکہ زوجہ زوج کی ملک مین داخل ہوئی پھر اگر مشتری بیع کو فسخ کریگا تو لونڈی اپنے مولی کے پاس بلا نکاح جاویگی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکوحہ جاویگی والسین من الاستبراء فحیضتہا فی المدۃ لا یعتد بہا اور سین اشارہ ہے استبرا سے تو لونڈی کا حیض مدت خیار مین استبرا معتبر نہ ہوگا یعنی لونڈی کو بشرط خیار خریدا اور اسکو حیض آیا خیار کی مدت مین تو یہ حیض استبرا مین نہ شمار ہوگا امام کے نزدیک اسواسطے کہ استبرا نہین ہوتا مگر بعد ملک کے بخلاف صاحبین کے کذا فی شرح الوقایہ اور اگر بحکم خیار لونڈی بائع کو پھیر دیجاوے تو امام کے نزدیک استبرا واجب نہین ہے اور صاحبین کے نزدیک واجب ہے بعد قبض کرنے مشتری کے کذا فی البحر والحاء من المحرم فلا یعتق ح اشارہ ہے محرم سے تو مشتری کا محرم آزاد نہ ہوگا یعنی اگر مشتری نے قرابت دار محرم کو بشرط خیار خرید کیا تو ایام خیار مین آزاد نہ ہوگا امام کے نزدیک بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے والقاف من القربان لمنکوحتہ المشتراۃ فلہ ردہا الا اذا انقصہا ق اشارہ ہے قربان بالکسر سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی بشرط خیار خریدی اور مدت خیار مین اس سے قربت کی تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہے مگر جبکہ اسمین نقصان لگ گیا ہو قربت سے پھیر دینا اسواسطے جائز ہے کہ جماع بسبب نکاح کے ہوا نہ بسبب ملک یمین کے امام کے نزدیک تو جماع اجازت بیع کا موجب نہ ہوگا مگر درصورت ظہور نقصان خواہ لونڈی باکرہ ہو یا ثیبہ شارح نے مانند صاحب وقایہ کے نقصان کو وطی باکرہ سے مخصوص نہ رکھا اسواسطے کہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ثیبہ کے نقصان کو بھی امتناع رد کا موجب قرار دیا ہے اور صاحبین کے نزدیک جو وطی بملک یمین ہوئی نکاح فسخ ہوگیا اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا اگرچہ لونڈی ثیبہ ہو گو نقصان بھی لاحق نہ ہوا ہو

مسئلہ [illegible]

نہر الفائق مین ہدایہ سے منقول ہے کہ وطی زوجہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر منکوحہ لونڈی سے وطی ہوگی تو پھیر دینا جائز نہ ہوگا اگرچہ اسمین کچھ نقصان نہ عارض ہوا ہو ع مِنَ الودیعۃِ عند بائعہ فیہلک علی البائع لارتفاع القبض بالرد لعدم الملک ع اشارہ ہے ودیعت سے یعنی جب مشتری نے بشرط خیار مبیع پر قبضہ کیا بائع کے اذن سے پھر اسکو امانت رکھا بائع کے پاس پھر وہ ہلاک ہوگئی تو بائع کا مال ہلاک ہوا بسبب باطل ہونے قبض مشتری کے پھیر دینے سے بواسطہ عدم ملک کے یعنی چونکہ مشتری بسبب خیار کے مالک مبیع کا نہین تو اسکا امانت رکھنا صحیح نہ ہوا بلکہ مشتری کا دینا بائع کو دفع قبض ہوا تو ہلاکی قبض کی ثابت ہوئی لہذا بائع کا نقصان ہوا نہ مشتری کا اور صاحبین کے نزدیک چونکہ مشتری مالک ہے تو اسکی ودیعت صحیح ہے اسکا قبضہ برطرف نہ ہوا تو گویا مشتری کے ہاتھ مین ہلاکی ہوئی کذا فی شرح الوقایہ ز مِنَ الزوجۃ المشتراۃ لو ولدت فی المدۃ فی ید البائع لم تصر ام ولد ولو فی ید المشتری لزمہ العقد لان الولادۃ عیب حرر ابن کمال ز اشارہ ہے زوجہ سے یعنی اگر اپنی منکوحہ لونڈی کو بشرط خیار خرید لیا اور مدت خیار مین لڑکا جنی بائع کے پاس تو وہ مشتری کی ام ولد نہوگی بخلاف صاحبین کے اور اگر مشتری کے قبض مین جنی تو عقد بیع لازم ہوگیا اسواسطے کہ ولادت عیب ہے کذا فی الدرر و ابن کمال ہم اسی طرح شرح وقایہ مین بھی ہے کہ اگر مشتری کے پاس جنے گی تو اسکی ام ولد ہوجاویگی بالاتفاق اسواسطے کہ ولادت سے اسمین عیب لگ گیا تو اب مشتری اسکو پھیر نہین سکتا سو وہ اسکی مملوک ہوگئی وفی البحر عن الخانیۃ اذا ولدت بطل خیارہ وان کان الولد میتا ولم ینقصہا الولادۃ لا یبطل خیارہ واقرہ المصنف ز بحر الرائق مین خانیہ سے ہے کہ جب لونڈی جنی یعنی مشتری کے پاس تو اسکا اختیار باطل ہوگیا اور اگر لڑکا مردہ ہوا اور ولادت سے لونڈی مین نقصان نہوا ہو تو مشتری کا اختیار باطل نہوگا بسبب عدم تعیب کے اور اس قول کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہے کذا فی الطحطاوی ک ومِنَ الکسبِ لتعیبہ فی المدۃ فہو للبائع بعد الفسخ ک اشارہ ہے کسب سے یعنی اگر غلام مول لیا بشرط خیار اور اُسنے کچھ مال کمایا مدت خیار مین تو وہ مال بائع کا ہے بعد فسخ بیع کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہے اور درصورت عدم فسخ زائد مبیع کا تابع ہے کذا فی الطحطاوی ف ومن الفسخ بیع الامۃ فلا استبراء علی البائع ف اشارہ ہے فسخ سے یعنی اگر لونڈی خریدی بشرط خیار پھر بیع فسخ کرکے پھیر دی تو بائع پر استبراء واجب نہین ہوا واسطے کہ استبراء جب ہوتا ہے کہ جب انتقال ہوا ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف سو انتقال یہان امام کے نزدیک پایا نہین گیا کیونکہ مشتری اسکا مالک نہین ہوا بخلاف صاحبین کے خ ومن الخمر فلو شراہ ذمی من مثلہ بالخیار فاسلم احدہما فہو للبائع عینی وتبعہ المصنف لکن عبارۃ ابن الکمال اسلم المشتری ح خ اشارہ ہے خمر سے اگر شراب کو خرید کیا ذمی نے اپنے مانند دوسرے ذمی سے بشرط خیار کے پھر کوئی ایک عاقد مسلمان ہوگیا تو وہ شراب بائع کی ہے کذا فی شرح العینی اور مصنف اپنی شرح مین اسکا تابع ہوا ہے لیکن ابن کمال کی یہ عبارت ہے کہ مشتری مسلمان ہوگیا اور شرح وقایہ مین بھی اسلام مشتری مذکور ہے چلپی نے کہا کہ مشتری بالیقین مراد ہے تو عینی اور مصنف کی عبارت مین لفظ احد کا معین پر محمول ہے یعنی مشتری پر نہ بائع اسواسطے کہ شراب مذکور کا مالک ہے کہ اگر بیع باطل نہ کیجاوے باقی رہے تو اسقاط خیار کے نزدیک مشتری اسکا مالک ٹھہرے تو شراب کا مالک ہونا مسلمان کے واسطے لازم آوے اور صاحبین کے نزدیک خرید نافذ ہے اور خیار باطل ہے اسلیے کہ اگر خیار باقی رہے تو وہ پھیرنے کا مالک ہے اور پھیر دینا تملیک ہے اور مسلم تملیک خمر کا مالک نہین کذا فی شرح الوقایہ م ومن الماذون لو ابراء البائع عن الثمن صح استحسانا فبقی خیارہ لانہ یلی عدم التملک کل ذلک عندہ خلافا لہما م رمز ہے ماذون سے یعنی عبد ماذون نے کوئی چیز خرید کی بشرط خیار پھر بائع نے اسکو ثمن معاف کردیا یعنی مدت خیار مین تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور خیار عبد کا باقی ہے اسواسطے کہ عبد ماذون نہ مالک ہونیکا اختیار رکھتا ہے یہ سب مسائل مذکورہ امام کے مذہب پر ہین بخلاف صاحبین کے کہ صاحبین کے نزدیک درصورت مذکورہ عبد ماذون کا اختیار باقی نہین رہتا اسواسطے کہ اگر باقی رہے تو اسکو رد کرنے کی ولایت ثابت ہے تو اسکا رد کرنا تملیک بلاعوض ہوگا اور ماذون کو تملیک بلاعوض کی ولایت نہین اور امام اعظم کے نزدیک جبکہ عبد ماذون ثمن کا مالک نہ ہوا تو اسکا رد کرنا امتناع ہوا تملک سے اور ماذون کو

عدم تملک کی ولایت ثابت ہو اسواسطے کہ جب اسکو کوئی چیز ہبہ کیجاوے تو اسکو قبول نہ کرنے کا اختیار ہے کذا فی شرح الوقایہ قلت وزید علی ذلک مسائل منہا التعلیق ان ملکتہ فہو حر فشراہ بخیار لم یعتق میں کہتا ہوں اور مسائل عشرہ مذکورہ پر چند مسائل اور زیادہ کیے گئے ہیں ازانجملہ تعلیق ہے جسکا اشارہ ت ہے چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے پھر اسنے غلام کو بشرط خیار کے خرید کیا تو امام کے نزدیک وہ آزاد نہ ہوگا بسبب عدم ملک کے بخلاف صاحبین کے ت واستدامۃ السکنی باجارۃ او اعارۃ لیس باختیار ت اشارہ ہے استدامت سے یعنی دوام سکنی بسبب اجارہ یا اعارہ کے اختیار نہیں ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر خرید کیا بشرط خیار اور حالانکہ مشتری اسکا ساکن ہے بواسطہ اجارہ یا عاریت مانگنے کے پھر سکونت مستدام ہوئی خواہرزادے مسئلہ کا امام کے نزدیک اندر مدت سکنی ملک عین کا اختیار نہیں اور صاحبین کے نزدیک اختیار ہے جامع الفصولین میں ہے اور صورت تتمہ اسکی خیار باطل ہوگا ص وصید شراہ بخیار فاحرم بطل البیع ص اشارہ ہے صید سے یعنی شکار خرید کیا بشرط خیار پھر حج کا احرام باندھا یعنی درصورت قبض صید تو بیع باطل ہوگئی یعنی بیع بائع کو پھیر دیجاوے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بیع لازم ہے اور اگر بائع کا اختیار ہے تو بالاتفاق بیع منقوض ہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ت الزوائد الحادثۃ فی المدۃ تبطل الفسخ للبائع ت اشارہ ہے زوائد کا یعنی جو چیزیں زوائد پیدا ہوں مدت خیار کے اندر سو بعد فسخ بیع کے بائع کی ہیں امام کے نزدیک یعنی اسواسطے کہ انکا حدوث مشتری کی ملک میں نہیں ہوا اور صاحبین کے نزدیک انکا مالک مشتری ہے جیسے کہ کہا زوائد عام ہیں زوائد متصلہ و منفصلہ سے تو اس مسئلے کے علیحدہ ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ یہ آٹھویں مسئلے میں داخل یعنی کسب میں جسکی رمز کاف ہے ت والعصیر فی بیع مسلمین لو تخمر فی المدۃ فسد خلافا لہما فینبغی ان یرمز لہا بلفظ تص ویضم الرمز الی الرمز ولم ارہ لاحد فلیحفظ اشارہ ہے عصیر سے یعنی اگر دو مسلمانوں نے شیرہ انگور کا بشرط خیار بیچا اور وہ شراب ہوگیا مدت بیع کے اندر تو بیع فاسد ہوگی بخلاف صاحبین کے تو مناسب یہ ہے کہ ان مسائل خمسہ کو لفظ تصعد سے رمز کیجیے اور یہ کہ اس رمز کو رمز اول سے ملائیے اور میں نے یہ نہیں دیکھا کہ کسی نے ان مسائل کو ایسی لفظ رمز کیا ہو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص رمز اول اور ثانی ملکر یہ ترکیب ہوئی استحق عزلہ فتسمتا یعنی اپنی عزت کو رکھ ڈال حق تعالی کی تعظیم کر امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اور لوگوں کی تعظیم کر بقدر انکے مراتب کے تا حق تعالی اور لوگوں کے نزدیک تو صدر نشین ہو جاوے ت من لہ الخیار لو اجاز صح ولو مع جہل صاحبہ اجماعا الا ان یکون الخیار لہما وفسخ احدہما فلیس للآخر الاجازۃ لان المفسوخ لا تلحقہ الاجازۃ جسکے واسطے اختیار دیا گیا تھا اگر وہ صاحب اختیار بیع کو نافذ کرے تو صحیح ہے باوجود ناواقفی اپنے ساتھی کے بالاتفاق مگر یہ کہ بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہو اور ایک نے بیع فسخ کر دی ہو تو دوسرے کو اجازت کا اختیار نہیں اسواسطے کہ فسخ والی چیز کو اجازت لاحق نہیں ہوتی ص صاحب اختیار کی اجازت باوجود عدم اطلاع شخص ثانی اسواسطے صحیح ہے کہ اجازت عبارت ہے اپنے حق کے اسقاط سے تو دوسرے کا علم ضروری نہیں مانند طلاق اور عتاق کے ت ان فسخ بالقول لا یصح الا اذا علم الآخر فی المدۃ فلو لم یعلم لزم العقد پھر اگر صاحب اختیار نے بیع کو فسخ کیا قول سے تو صحیح نہیں جبتک دوسرا اندر مدت کے واقف نہ ہو سو اگر وہ فسخ سے ناواقف رہیگا تو بیع لازم ہوگی ص اگر مدت میں بیع فسخ کی اور اسکے ساتھی کو علم نہ ہوا تو بیع موقوف ہے طرفین کے نزدیک تو اگر بائع نے بیع جائز رکھی بعد فسخ کرنے مشتری کے قبل علم مشتری کے تو بیع جائز ہے اور فسخ باطل ہے والحیلۃ ان یستوثق بکفیل مخافۃ الغیبۃ او یرفع الامر للحاکم لینصب من یرد علیہ عینی اور تدبیر فسخ کی یہ ہے کہ مضبوطی کرے صاحب اختیار اپنے ساتھی سے حاضر ضامن لیکر اسکے غائب ہو جانے کے خوف سے یا حاکم سے نالش کرے تا حاکم اس شخص کو قائم کرے جسپر رد بیع کی جاوے کذا ذکرہ العینی ص جب معلوم ہوا کہ بدون واقف ہونے عاقد ثانی کے بیع فسخ نہیں ہوتی اور صاحب اختیار ڈرے کہ مبادا وہ غائب ہو جاوے تو ہمیشہ فسخ کا اختیار نہ رہیگا تو اسکی یہ تدبیر ہے کہ اس سے حاضر ضامن لے یا حاکم سے نالش کرے تا وہ کسی شخص کو اسکی طرف سے مخاصم قرار دے

سپرد صاحب اختیار بیع یا ثمن اسکو پھیر دے بموجب ایک قول کے اور دوسرا قول یہ ہی کہ عالم کو مخاصم کا قائم کرنا جائز نہیں کذا فی النہر تقییدنا بالقول لصحتہ بالفعل بلا علمہ اتفاقاً کما افادہ بقولہ شارح کہتا ہی ہم نے عدم صحت مین فسخ قولی کی لگائی ہو اسطے صحیح ہونے فسخ کے فعل سے بلا علم شخص ثانی کے بالاتفاق چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آیندہ قول مین صحیح کیا ہی ہم فسخ بالفعل کی مثال یہ ہی کہ بائع نے اپنے واسطے اختیار شرط کیا پھر مبیع مین تصرف مالکانہ شروع کئے مثلاً مبیع اگر غلام ہی اسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا لونڈی سے وطی کی یا بوسہ لیا تو یہ فسخ فعلی ہی اور اگر اختیار مشتری کے واسطے مشروط ہوا اور یہ افعال کریگا تو بیع تمام ہوگی اور اگر ثمن عین ہو یعنی منجملہ نقود نہ ہوا اور مشتری اسمین تصرف مالکانہ کرے تو عقد فسخ ہوگا در صورت خیار مشتری کذا فی الطحطاوی عن المنح وغیرہ وتم العقد بموتہ اور بیع تمام ہو جاتی ہی اسکی موت سے ہم یعنی جسکے واسطے اختیار مشروط تھا وہ مر گیا تو بیع پوری ہوگی خواہ بائع ہو یا مشتری سو اگر بائع صاحب اختیار مر گیا تو ثمن اسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوا اور اگر مشتری تھا تو مبیع اسکے وارثون کی ملک مین داخل ہوتی اور بائع نے اگر ثمن نہ پایا ہوگا تو اسکے متروکہ سے لیگا اور اگر وہ عاقد مر گیا جسکے واسطے اختیار مشروط نہ تھا تو دوسرے عاقد کو بالاجماع اختیار ثابت ہی کذا فی الطحطاوی اور جنون اور بیہوشی موت کے مانند ہی کذا فی النہر ولا یخلفہ الوارث فیہ کخیار رؤیۃ وتغریر ونقد لان الاوصاف لا تورث اور خیار شرط مین وارث خلیفہ نہیں ہوتا مورث کا جیسے خیار رؤیت اور خیار تغریر اور خیار النقد مین خلیفہ نہین ہوتا اسواسطے کہ صفات مورث مین وراثت جاری نہین ہوتی ہم یعنی بیع منفسخ نہین ہوتی وارث کے فسخ کر لینے سے جیسے مورث کے فسخ کرنے سے فسخ ہو سکتی ہی اسکی حیات مین اسواسطے کہ اختیار عبارت ہی ارادے اور مشیت سے سوا ارادہ مورث کا اسکی موت سے منقطع ہو گیا جیسے اور تصرفات اسکے منقطع ہو گئے مانند علم اور قدرت کے خلاصہ یہ ہی کہ ارث انہین جاری ہی جو انتقال پذیر ہی مانند اعیان کے نہ انہین جنمین انتقال متصور نہین مانند اوصاف کے منح الغفار مین ہی کہ خیار تغریر یہ ہی کہ بیع بغبن فاحش واقع ہوئی ہو خواہ فریب بائع نے دیا ہو یا مشتری نے انتہی طحطاوی نے کہا کہ عدم ارث خیار التغریر کی ظاہر بحث ہی مصنف کی اور خیار النقد بحث ہی صاحب نہر الفائق کی تو شارح کو مناسب تھا کہ انکو بطور نص مذہب ذکر نہ کرتا اما خیار العیب والتعیین وفوات الوصف المرغوب فیہ فیخلفہ الوارث فیہا لا انہ یرث خیارہ فلیحفظ اور خیار العیب اور خیار التعیین اور وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے کے اختیار مین وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہی امور مذکورہ مین نہ یہ کہ مورث کی خیار کا وارث ہوتا ہی کذا فی الدرر اسکو یاد رکھنا چاہئے ہم یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنی اگر اوصاف مین وراثت نہین ہی تو خیار العیب وغیرہ وارث کو کیون ثابت ہوتا ہی خلاصہ جواب یہ ہی کہ وارث کو یہ امور بطور خلافت ثابت ہین نہ بطریق وراثت یعنی مثلاً خیار العیب وارث کو ابتداءً ثابت ہی اسواسطے کہ مورث اس مبیع کا مستحق ہی جو عیب سے سالم ہو اسی طرح اسکا وارث بھی اسواسطے کہ وہ اسکا قائم مقام ہی تو عند التحقیق مورث عین مبیع ہی بصفت سلامت عیوب اور اسی طرح خیار التعیین وغیرہ علامہ نوح نے کہا یہی تقریر ظاہر ہی صاحب ہدایہ اور صاحب کافی وغیرہما کے کلام سے لیکن صاحب وقایہ اور صاحب نقایہ نے تصریح کی ہی کہ خیار العیب اور خیار التعیین مین وراثت جاری ہی تو ظاہرا ہمارے مشائخ کے اسمین دو قول ہین ومضی المدۃ وان لم یعلم لمرض او اغماء والاعتاق ولو لبعضہ وتوابعہ وکذا کل تصرف لا ینفذ ولا یحل الا فی الملک کاجارۃ ولو بلا تسلیم فی الاصح ونظر الی فرج داخل بشہوۃ والقول لمنکر الشہوۃ فتح اور بیع پوری ہو جاتی ہی مدت خیار کے گذر جانے سے اگرچہ صاحب خیار کو معلوم نہ ہو بسبب بیماری یا بیہوشی کے اور بیع تمام ہوتی ہی آزاد کرنے سے اگرچہ بعض مملوک کا اعتاق ہوا اور توابع اعتاق سے بیع تمام ہوتی ہی چنانچہ مدبر اور مکاتب کرنے سے اور اسی طرح ہر ایک اس تصرف سے جو نافذ نہین ہوتا یا حلال نہین ہوتا بدون مالک ہونے کے چنانچہ مبیع کو اجارہ دینا اگرچہ اجارہ بدون تسلیم کے ہو قول اصح مین اور جیسے شرمگاہ درونی کو شہوت سے دیکھنا اور در صورت اختلاف متعاقدین منکر شہوت کا قول معتبر ہی کذا فی الفتح ہم اجارہ اور نظر مین لف ونشر مرتب ہی یعنی اجارہ ایسا تصرف ہی جو بدون ملک نافذ نہین ہوتا اور داخلی شرمگاہ کا دیکھنا وہ تصرف ہی جو بدون

مالک کے حلال نہیں مشتری کا کرایہ لگانا ساکن دار سے اور غلام کی حجامت کروانا اسکو دوا پلانا کھیت کا سینچنا مبیع کو بیع کے واسطے پیش کرنا مکان کی مرمت کرنا شکستہ ریخت کرنا یہ سب تصرفات مبطل ہیں اور تمام بیع کے سبب ہیں کذا فی الطحطاوی ومفادہ انہ لو شراها بالخیار علی انها بکر فوطئها لیعلم اهی بکر ام لا کان اجازة ولو وجدها ثیبا ولم یلبث فله الرد بهذا العیب نہر وسیجیء فی بابه اور قاعدہ مذکورہ کا مقتضا یہ ہے کہ اگر لونڈی کو بشرط خیار خریدا اس شرط پر کہ وہ باکرہ ہے پھر اس سے قربت کی تا معلوم ہو کہ باکرہ ہے یا نہیں تو یہ اجازت ہے بیع کی اور اگر اسکو باکرہ نہ پایا اور فوراً قربت سے باز رہا تو البتہ اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اس عیب کے سبب سے اگرچہ خیار شرط قربت سے ساقط ہوگیا کذا فی النہر اور عنقریب یہ مسئلہ خیار العیب کے باب میں آویگا اور اگر بعد علم عدم بکارت قربت سے باز نہ رہیگا تو رضامندی ثابت ہوگی پھر فسخ بیع نہ کر سکیگا ماحصل جب یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ایسے تصرف کرنے سے جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے بیع لازم ہوجاتی ہے اور اختیار باطل ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ قربت کرنا امتحان بکارت کے واسطے اجازت بیع کا موجب ہے اسواسطے کہ اس فعل کی اگرچہ امتحان کے واسطے حاجت ہے لیکن یہ حلال نہیں بدون مالک ہونے کے فلو فعل البائع ذلک کان فسخا اور اگر بائع ایسا فعل کریگا جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے تو اب تصرف فسخ بیع ہوگا وطلب الشفعة وان لم یاخذها معراج بها ای بدار فیها خیار الشرط بخلاف خیار الرؤیة والعیب معراج اور بیع تمام ہوجاتی ہے شفعہ طلب کرنے سے بواسطے اس گھر کے جسمیں خیار الشرط ہے اگرچہ شفعہ کو نہ لیا ہو کذا فی المعراج بخلاف خیار الرؤیة اور خیار العیب کے کذا فی المعراج صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر بشرط خیار خرید کیا پھر اسکے پڑوس میں دوسرا گھر بیع ہوا سو زید نے بسبب خانہ اول کے خانہ ثانی کا شفعہ طلب کیا تو خانہ اول کی بیع تمام ہوگئی بخلاف خیار الرؤیة اور خیار العیب کے یعنی اگر ایک گھر بدون رویت کے خرید کیا اور اسکے ہمسایہ میں دوسرا گھر بواسطہ شفعہ کے لیا تو اسکو اختیار ہے کہ رویت کے بعد خانہ اول کو بسبب خیار الرؤیة کے پھیر دے کذا فی الدرر فی المشتری اذا کان الخیار له لانه دلیل الاجازة یعنی بیع تمام ہوتی ہے مشتری کے شفعہ طلب کرنے سے جبکہ اختیار اسکے واسطے مشروط ہو اسواسطے کہ شفعہ طلب کرنا اجازت بیع کی دلیل ہے یعنی طلب شفعہ اسکی دلیل ہے کہ اسنے مبیع کی ملکیت اختیار کی اسواسطے کہ بدون ملک طلب حق شفعہ نہیں ہوسکتی پھر جب ملک اختیار کی تو شرط خیار ساقط ہوئی بیع تمام ہوگئی ولو شرط المشتری او البائع کما یفیده کلام الدرر وبه جزم البهنسی الخیار لغیره عاقدا کان او غیره بهنسی صح استحسانا وثبت الخیار لهما اور اگر مشتری یا بائع شرط کرے اختیار اپنے غیر کے واسطے خواہ وہ شخص عاقد ہو یا غیر عاقد کذا صرح به البهنسی تو صحیح ہے بنا بر استحسان کے اور اس صورت میں دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا شاید اسلئے کہا اس حکم میں بائع بھی مشتری کے مانند ہے چنانچہ درر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اسی کا یقین کیا بہنسی نے قیاس یہ ہے کہ غیر عاقد کے واسطے خیار صحیح نہ ہو اسواسطے کہ خیار منجملہ احکام عقد ہے تو غیر کے واسطے کیونکر جائز ہو وجہ استحسان یہ ہے کہ اجنبی کے واسطے اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر بطریق نیابت کے عاقد سے تو اختیار عاقد کے واسطے لازم ہوا پھر اجنبی اسکا نائب ٹھہرایا گیا تا عاقد کا تصرف حتی الامکان صحیح ہو لغو نہ ہوجاوے پھر جبکہ اجنبی نائب ہوا تو نائب اور منیب دونوں کے واسطے اختیار ثابت ہوگا کذا فی المنح والنہر حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ تقیید مشتری کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ مبسوط وغیرہ میں مصرح ہے کہ احد المتعاقدین کو غیر کے واسطے اختیار کا شرط کرنا صحیح ہے حلبی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح غیر کو فقط اجنبی کی تفسیر کرتا اسواسطے کہ احد العاقدین کا اختیار اول باب میں مذکور ہوچکا وکذا فی البحر طحطاوی نے کہا اسکی صورت یوں ممکن ہے جبکہ بائع یا مشتری متعدد ہوں علی وجہ الاشتراک اور ایک مشتری دوسرے مشتری کے واسطے یا ایک بائع دوسرے بائع کے واسطے اختیار شرط کرے فان اجاز احدهما ای النائب والمستنیب او نقض صح ان وافقه الاخر پھر جبکہ نائب اور منیب میں سے ایک نے بیع کو لازم کردیا یا فسخ کیا تو صحیح ہے اگر دوسرے نے اسکے ساتھ موافقت کی فان اجاز احدهما وعکس الاخر فالاسبق اولی لعدم المزاحم پھر اگر ایک نے اجازت دی اور دوسرے نے بالعکس اسکے بیع فسخ کی تو اول مقدم ہے بسبب عدم مزاحم کے یعنی شخص اول کی اجازت یا فسخ نافذ ہے اسواسطے کہ اسوقت تعارض نہ تھا اور شخص

متاخر کا فعل بغیرہ ولو کانا معًا فالفسخ احق فی الاصح بحر لان المجاز یفسخ والمفسوخ لا یجاز اور اگر اجازت اور فسخ ساتھ ہی زبان سے واحد ہی کے نکلی تو فسخ زیادہ تر ثابت ہو قول اصح میں کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ اجازت والی چیز فسخ ہو سکتی ہے اور فسخ پیر اجازت پذیر نہیں ہوتی واعترض بانہ یجاز لما فی المبسوط لو تفاسخا ثم تراضیا علی فسخ الفسخ وعلی اعادۃ العقد بینہما جاز فقد فسخ الفسخ اجازۃ واجیب بمنع کونہ اجازۃ بل ہو بیع ابتداء اور تعلیل مذکور پر اعتراض وارد ہے کہ فسخ بھی اجازت پذیر ہوتا ہے اسواسطے کہ مبسوط میں ہے کہ اگر عاقدین نے باہم بیع کو فسخ کیا پھر باہم راضی ہو گئے فسخ کے فسخ کرنے پر اور فیما بین خود عقد کے اعادے پر تو جائز ہے اسواسطے کہ فسخ کو فسخ کر دینا بھی اجازت کی حقیقت ہے اس اعتراض کا یوں جواب دیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ فسخ الفسخ اجازت ہو بلکہ یہ دوسری بیع جدید ہے شرح نہر الفائق میں ہے کہ فسخ کا اولیٰ ہونا یہ روایت ہے کتاب الماذون کی اور یہی اصح ہے اور کتاب البیوع کی یہ روایت ہے کہ تصرف مالک کا اولیٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ اول قول ابو یوسف ہے اور ثانی قول محمد ہے باع عبدین علی انہ بالخیار فی احدہما ان فصل ثمن کل واحد منہما وعین الذی فیہ الخیار صح البیع للعلم بالمبیع والثمن بائع نے دو غلام بیچے اس شرط پر کہ اسکو اختیار ہے ایک غلام میں اگر ہر ایک کا ثمن جدا جدا ذکر کیا اور اس غلام کو معین کر دیا جسمیں اختیار شرط کیا تو صحیح ہے بسبب معلوم ہونے مبیع اور ثمن کے صورت اسکی یہ ہے کہ بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ دونوں غلام بیچے ہر غلام پانسو درم کو اس شرط پر کہ مجکو اس غلام خاص میں اختیار ہے والا یعین ولا یفصل او عین فقط او فصل فقط لا یصح لجہالۃ المبیع والثمن او احدہما اور اگر بائع نے اس غلام کی تعیین نہ کی جسمیں اختیار شرط کیا اور نہ ہر ایک کا ثمن علیحدہ علیحدہ ذکر کیا یا فقط غلام کی تعیین کی بلا تفصیل ثمن یا فقط ثمن کی تفصیل بلا تعیین غلام تو بیع صحیح نہ ہوگی بسبب مجہول ہونے مبیع اور ثمن کے درصورت عدم تعیین اور تفصیل کے یا ایک کی جہالت کے سبب سے یعنی درصورت تعیین غلام ثمن مجہول ہے اور درصورت تفصیل ثمن مبیع مجہول ہے درصورت عدم تعیین و تفصیل اسطرح کہ بائع نے کہا کہ میں نے دو غلاموں کو بیچا ہزار درم کے عوض اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجکو اختیار ہے تو کسی غلام کی بیع صحیح نہیں اسواسطے کہ جسمیں اختیار شرط ہے وہ خارج ہو بیع سے اور جسکی بیع ہوئی ہے وہ معلوم نہیں اس سبب سے کہ جسمیں خیار شرط ہے وہ مجہول ہے علاوہ اسکے ثمن بھی مجہول ہے اسواسطے کہ قیمت والی چیزوں میں ثمن بیع پر منقسم نہیں ہوتا وکذا لو کان الخیار للمشتری تتاتی ایضا الانواع الاربعۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر اختیار مذکور مشتری کے واسطے مشروط ہو تو یہی چاروں صورتیں حاصل ہوتی ہیں یعنی اگر مشتری نے دو غلام خریدے اور ایک غلام میں اختیار شرط کیا تو درصورت تفصیل ثمن و تعیین مبیع بیع صحیح ہے اور اگر تعیین اور تفصیل نہیں یا فقط تعیین ہو یا فقط تفصیل ہو تو بیع صحیح نہیں بسبب جہالت کے **فرع** مسئلہ شارح کا وکلہ ببیعہ بشرط الخیار فباعہ بلا شرط لم یجز ولو وکلہ بالشراء والمسئلۃ بحالہا نفذ علی الوکیل والفرق ان الشراء متی لم ینفذ علی الآمر ینفذ علی المامور بخلاف البیع فتح وسیجئ فی الفضولی والوکالۃ فلیحفظ وکیل کیا ایک نے دوسرے کو بیع بشرط خیار میں سو وکیل نے اسکو بیچا بلا شرط خیار تو بیع جائز نہیں اور اگر وکیل کیا خریدنے کے واسطے بشرط خیار تو بیع نافذ ہو وکیل پر نہ موکل پر اور فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ خرید جب امر کرنے والے پر نافذ نہ ہوئی تو مامور پر نافذ ہوگی بخلاف فروخت کے کذا فی الفتح اور یہ مسئلہ آویگا بیع فضولی اور وکالت میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب بیع بشرط خیار کا امر کیا گیا تو مالک کی ملک بدون اسکی رضامندی کے زائل نہیں ہو سکتی لہذا اسکی مخالفت سے بیع نافذ نہ ہوگی وصح خیار التعیین فی القیمیات لا فی المثلیات لعدم تفاوتہا اور خیار التعیین صحیح ہے قیمت والی چیزوں میں نہ مثلیات میں بسبب نہ متفاوت ہونے مثلیات کے ہم قیمت والی وہ چیز ہے جسکی افراد میں تفاوت ہو جیسا کہ لونڈی غلام کپڑا کتاب اسواسطے کہ ایک لونڈی سو درم کی ہوتی ہے اور دوسری ہزار درم کی اور مثلی وہ چیز ہے جسکے افراد یکسان ہوں بلا تفاوت جیسا کہ کیلی اور موزون پھر جب مثلیات میں تفاوت نہ ہوا تو انمیں خیار التعیین شرط کرنا بیفائدہ ہے ولو للبائع فی الاصح کافی خیار تعیین صحیح ہے اگرچہ بائع کے واسطے مشروط ہو قول اصح میں کذا فی الکافی مشتری کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ میں نے ان غلاموں میں سے ایک غلام

تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ ان تین سے تو ایک کو پسند کرے اور بائع کے واسطے خیار تعیین کی یہ صورت ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ میں نے ان غلاموں سے ایک غلام خرید کیا اس شرط پر کہ جو غلام تو چاہے مجھکو دے قول امام کی یہ وجہ ہے کہ یہ بیع جائز ہے خیار مشتری کے ساتھ تو بائع کی خیار کے ساتھ بھی جائز ہوگی فتح القدیر میں اسکو ذکر کیا ہے اسطرح پر کہ جواز خیار تعیین اسواسطے ہے تاکہ مشتری سے ضرر دفع ہو خوب جانچ کے یا غیر سے دریافت کرکے جسکو اپنے موافق اور مناسب جانے اسکو خرید کرے اور بائع کو اسکی کچھ حاجت نہیں اسلیے کہ بائع کے پاس مبیع مدت سے موجود ہے اسکو اسکا حال خوب معلوم ہے اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا لانہ قد یرث قیمیا ویقبضہ وکیلہ ولا یعرفہ فیبیعہ بہذا الشرط فمست الحاجۃ الیہ یعنی اسواسطے کہ بائع کبھی قیمت والی چیز کو بطور وراثت کے پاتا ہے اور بائع کا وکیل اسپر قبضہ کرتا ہے اور بائع اس چیز کو نہیں پہچانتا تو اسکو بشرط خیار تعیین بیچتا ہے تو اس صورت میں بائع کو حاجت پڑی خیار تعیین کی تا اسکو اپنی منفعت اور مصلحت میں اختیار رہے کذا فی النہر سید حموی نے کہا کہ یہ صورت نادر الوجود ہے اور ضابطہ احکام نوادر پر نہیں کذا فی الحموی فیما دون الاربعۃ لاندفاع الحاجۃ بالثلثۃ لوجود جید و ردی و وسط خیار تعیین صحیح ہے چار چیزوں سے کمتر میں بسبب حاجت والی کے تین چیزیں ہے تو واسطے حاصل ہونے عمدہ اور ناقص اور متوسط کے ہم یعنی خیار تعیین دفع حاجت کے واسطے مشروع ہے اور دفع حاجت تین چیزوں میں بخوبی متصور ہے کیونکہ عمدہ اور ناقص اور متوسط کا ہونا تین میں حاصل ہے تو چار چیز یا زیادہ میں خیار التعیین کا حاجت سے زیادہ ہے تو غیر مشروع ہے ومدتہ کخیار الشرط اور خیار التعیین کی مدت خیار الشرط کے مانند ہے یعنی تین دن تک امام کے نزدیک ہم اگر تین دن میں تعیین کرے تو بہتر ہے اور اگر تین دن گذر گئے بالتعیین یعنی تعیین کرنے کے واسطے اسپر جبر کیا جاویگا اور اگر تعیین کے ساتھ خیار الشرط بھی مشروط ہو تو اسکو اختیار ہے فسخ بیع اور اجازت میں اور بعد اجازت کے اسکو خیار تعیین ہوگا تین دن تک اجازت کے وقت سے کذا فی الحلبی عن النہر ولا یشترط معہ خیار الشرط فی الاصح فتح اور خیار التعیین کے ساتھ خیار الشرط کا ہونا مشروط نہیں قول اصح میں کذا فی الفتح منح الغفار میں ہے کہ جب مشتری نے دو مبیع کو بشرط خیار تعیین کرلیا اور قبضہ کیا پھر ایک میں عیب لگ گیا تو معیوب میں بیع لازم ہوگئی بثمن معین کے ساتھ اور دوسرا مبیع امانت ہے اور اگر دونوں ساتھ ہی ہلاک ہوگئے تو دونوں مبیع کا نصف نصف ثمن لازم ہوگا خواہ ثمن متفق ہو یا مختلف ولو اشتریا شیئا علی انہما بالخیار فرضی احدہما بالبیع صریحا او دلالۃ لا یردہ الاخر بل بطل خیارہ خلافا لہما اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اس شرط پر کہ دونوں کو اختیار ہے پھر ایک شخص بیع سے راضی ہوگیا خواہ صراحۃً یا دلالۃً اسطرح پر کہ وہ تصرف کیا جو نافذ یا حلال نہیں بدون ملک کے تو دوسرا شخص اسکو رد نہیں کرسکتا بلکہ اسکا اختیار باطل ہوگیا امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے وکذا الخلاف فی خیار الرؤیۃ والعیب فلیس لاحدہما الرد بعد رؤیۃ الاخر و رضاہ بالعیب خلافا لہما لضرر البائع بعیب الشرکۃ اور اسی طرح خلاف ہے امام اور صاحبین کا خیار الرؤیۃ اور خیار العیب میں تو ایک شخص کو پھیر دینا دوسرے شخص کے دیکھنے کے بعد جائز نہیں بسبب ضرر ہونے بائع کی شرکت کے عیب سے ہم شرکت خیارات ثلثہ کے عدم رد کی علت ہے یعنی اگر دو شخصوں نے ایک چیز بالاشتراک خرید کی بشرط خیار پھر ایک شخص راضی ہوا تو دوسرا پھیر نہیں سکتا یا ایک شخص نے بعد رؤیت کے پسند کی اور دوسرے نے ناپسند کی یا ایک شخص خیار العیب میں راضی ہوگیا تو دوسرا پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ اگر ایک مشتری کا لینا اور دوسرے کا پھیر دینا جائز ہو تو لینے والا بائع کا شریک ہو مبیع میں نصفا نصف اسمیں صریحا بائع کا ضرر ہے کیونکہ اول بائع بلا شرکت اسکا مالک تھا اب اسکا شریک پیدا ہوا اور شرکت بلا شبہ عیب ہے اسواسطے کہ شرکت میں ہر شریک بالاستقلال تصرف نہیں کرسکتا کما یلزم البیع لو اشتری رجل عبدا من رجلین صفقۃ واحدۃ علی ان الخیار لہما للبائعین فرضی احدہما دون الاخر فلیس لاحدہما الانفراد اجازۃ او ردا خلافا لہما مجمع چنانچہ بیع لازم ہوجاتی ہے اگر ایک مرد نے غلام خرید کیا دو مردوں سے بیک عقد اس شرط پر کہ دونوں بائع مختار ہیں بیع اور فسخ بیع میں پھر ایک بائع راضی ہوا نہ دوسرا تو ایک بائع کو اجازت یا رد بیع میں تنہائی جائز نہیں بسبب عیب شرکت کے بخلاف صاحبین کے کذا فی المجمع

اور اگر مشتری نے نصف غلام ایک بائع سے لیا اور نصف باقی دوسرے سے خرید کیا بعقد ثانی تو ہر شخص اجازت یا رد کا اختیار رکھتا ہے اسواسطے کہ مشتری عیب شرکت سے غرور میں ہو گیا اشتری عبدا بشرط خبزہ او کتبہ ای حرفتہ کذلک فظہر بخلافہ بان لم یوجد معہ ادنی ما یطلق علیہ اسم الکتابۃ والخبز اخذہ بکل الثمن ان شاء او ترکہ لفوات الوصف المرغوب فیہ غلام خرید لیا اسکی نان پزی یا تحریر کی شرط سے یعنی روٹی پکانا اور لکھنا اسکا پیشہ ہے پھر برخلاف اسکے ظاہر ہوا اسطرح پر کہ اسمیں اتنا ہنر نہ پایا گیا جسپر اسم کتابت اور نان پزی کا ادنی رتبہ صادق آوے تو مشتری اسکو اگر چاہے تو پورے ثمن سے لے یا اسکو نہ لے بسبب فوت ہونے وصف مرغوب فیہ کے ہر دو صورت خرید پورا ثمن اسواسطے لازم ہوگا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں ہوتا کیونکہ اوصاف عقد میں تابع ہوتے ہیں نہ اصل لیکن کتابت اور نان پزی ایک ایسی رغبت کے وصف ہیں لہذا مشتری کو اسکے نہ ہونے سے رد بیع کا اختیار ہوا شارح نے نان پزی اور تحریر میں پیشہ وری کی قید اسواسطے لگائی کہ ہر شخص بقدر دفع ہلاک نفس روٹی پکا سکتا ہے یا اکثر لوگ بدخط لکھ لیتے ہیں اسقدر تعلیم سے اسکو نان پز یا کاتب نہیں کہتے کذا فی البحر ولو ادعی المشتری انہ لیس کذلک لم یجبر علی القبض حتی یعلم ذلک کذا سائر الحرف اختیار اور اگر مشتری نے دعوی کیا کہ وہ ایسا نہیں یعنی غلام میں وصف مشروط موجود نہیں تو مشتری قبض مبیع کے واسطے زبردستی نہ کیا جائیگا یہاں تک کہ اس وصف کا موجود ہونا غلام میں معلوم ہو جاوے اور یہی حکم ہے باقی پیشوں کا کذا فی الاختیار ولو امتنع الرد بسبب ما قوم کاتبا وغیر کاتب ورجع بالتفاوت فی الاصح اور اگر غلام مذکور کا پھیر دینا ممتنع ہو گیا کسی سبب سے تو غلام کاتب اور غیر کاتب کی قیمت معین کی جاوے اور جسقدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اتنا مشتری بائع سے پھیر لے قول اصح میں مثلا کاتب کی قیمت سو درہم ہے اور غیر کاتب کی ساٹھ درہم تو اگر مشتری نے سو درہم بائع کو دیے ہوں تو چالیس درہم پھیر لے بخلاف شرائہ شاۃ علی انہا حامل او تحلب کذا رطلا او یخبز کذا صاعا او یکتب کذا قدرا فیفسد لانہ شرط فاسد لا وصف حتی لو شرط انہا حلوب او لبون جاز لانہ وصف بخلاف خرید کرنے مشتری کے بکری کو اس شرط پر کہ وہ گابھن ہے یا اتنا دودھ دیتی ہے یا غلام اتنے سیروں کی روٹی پکاتا ہے یا اتنے ورق لکھتا ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ یہ شرط فاسد ہے وصف نہیں ہے یہاں تک کہ اگر یہ شرط کی کہ مثلا بکری دودھاری ہے یا شیردار ہے تو بیع جائز ہوگی اسواسطے کہ یہ وصف ہے نہ شرط فاسد حاملہ ہونا اسواسطے شرط فاسد ہوا کہ پیٹ کا حال فی الحقیقت معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل ہو یا پیٹ بیماری سے ہو اسیطرح باقی شرطوں کی حقیقت بالیقین معلوم نہیں ہو سکتی بسبب احتمال کمی بیشی کے اور ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ جمیع اوصاف کا ذکر کرنا عقد بیع میں مفسد نہیں حالانکہ ایسا نہیں اسواسطے کہ نہر الفائق میں مصرح ہے کہ مبیع اوصاف کا عقد میں شرط کرنا صحیح نہیں بلکہ اسکا قاعدہ یہ ہے کہ جس وصف میں غرر نہ ہو یعنی اسکے وجود میں تردد نہ ہو تو اسکا شرط کرنا جائز ہے اور جسکے وجود میں احتمال ہے اسکا اشتراط صحیح نہیں مگر بمعنی برات وجود اسطرح پر کہ وہ وصف مرغوب فیہ نہ ہوا انتہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والقول للمنکر لو اختلفا فی شرط الخیار علی الظاہر اور قول منکر کا معتبر ہے اگر بائع اور مشتری مختلف ہوں شرط خیار میں بنا بر ظاہر الروایۃ کے اسواسطے کہ اختیار ثابت نہیں ہوتا مگر شرط کرنے سے تو عوارض سے ہوا لہذا نفی کرنے والے کا قول درصورت عدم شہادت معتبر ہوگا کما فی دعوی الاجل والمضی والاجازۃ والزیادۃ چنانچہ مدت اور اسکے گذر جانے اور اجازت اور زیادتی مدت کے دعوے میں منکر کا قول معتبر ہے مثلا ایک تو مدت بیع کا مدعی ہے اور دوسرا منکر یا ایک کہتا ہے کہ مدت گذر گئی اور دوسرا منکر ہے یا ایک کہتا ہے کہ صاحب اختیار نے بیع کی اجازت دی اور دوسرا منکر ہے یا ایک شخص زیادہ مدت کا مدعی ہے اور دوسرا منکر تو ان سب صورتوں میں منکر کا قول معتبر ہوگا اشتری جاریۃ بالخیار فرد غیرہا بدلہا قائلا بانہا المشتراۃ فقال البائع لیست ہی ولا بینۃ لہ فالقول للمشتری بیمینہ وجاز للبائع وطیہا ادہ وانعقد بیعا بالتعاطی فتح خرید کی لونڈی بشرط خیار پھر مشتری نے عوض اسکے دوسری لونڈی پھیر دی یوں کہکر کہ یہی خریدی لونڈی ہے بائع نے کہا وہ یہ نہیں ہے اور بائع کے گواہ نہیں تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بائع کو اس لونڈی سے قربت کرنا جائز ہے

کذا فی الدرر اور اس لونڈی کی بیع منعقد ہوگی تعاطی سے کذا فی الفتح ھ جب یہ مبادلہ بطریق تعاطی کے بیع ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ بائع پر استبرا واجب ہے اور ہر مبیع کا یہی حکم ہے لونڈی کی مثال اسواسطے دی کہ جب لونڈی میں یہ حکم ہوا تو اسکے غیر میں بطریق اولی یہی حکم ہے اسواسطے کہ فروج میں زیادہ تر احتیاط لازم ہے کذا فی الطحطاوی وکذا الرد فی الودیعة فلیحفظ اور یہی حکم ہے امانت کے پھیر دینے میں تو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس امانت رکھی لونڈی ہو یا کچھ اور پھر امانت دار نے کوئی چیز اور بدل دی اور کہا کہ یہی تیری امانت ہے اور امانت رکھنے والا اسکا منکر ہے اور اسکے گواہ نہیں تو وہ چیز اسکو حلال ہے طحطاوی نے کہا ظاہر عاریت اور اجارہ کی چیز کا بھی یہی حکم ہے واللہ اعلم ولو قال البائع عند ردہ کان یحسن ذلک لکنه نسی عندک فالقول للمشتری لان الاصل عدم الخبز والکتابة فکان الظاهر شاهدا له اور اگر غلام کو بشرط نان پزی اور کتابت کے مول لیا پھر یہ وصف اسمیں نہ پایا گیا اور مشتری نے اسکو پھیر دینا چاہا تو بائع نے پھیرنے کے وقت کہا اس کام کو تو وہ خوب کرتا تھا لیکن وہ بھول گیا تیرے پاس تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ عدم نان پزی اور کتابت اصل ہے تو ظاہر حال مشتری ہی کا شاہد ہے ھ صفات عارضیہ میں عدم اصل ہے اور صفات اصلیہ میں وجود اصل ہے چونکہ نان پزی اور کتابت صفات کسبیہ عارضہ سے ہیں لہذا اسمیں مشتری کا

قول در صورت عدم شہادت معتبر ہے کیونکہ وہ اصل کا مدعی ہے ولو اشتراہ من غیر اشتراط کتبه وخبزہ وکان یحسن ذلک فنسیه فی ید البائع ردہ علیه لتغیر المبیع قبل قبضه زیلعی قال ولو اختار اخذہ اخذہ بکل الثمن لما مر ان الاوصاف لا یقابلها شیء من الثمن اور اگر غلام کو بے شرط کتابت اور نان پزی کے خریدا اور وہ یہ کام خوب کرتا تھا سو بائع کے پاس اسکو بھول گیا تو مشتری بائع کو غلام پھیر دے بسبب متغیر ہو جانے مبیع کے قبل قبضہ مشتری کذا فی الزیلعی زیلعی نے کہا اور اگر مشتری باوجود اسکے لینا پسند کرے تو پورے ثمن سے لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اوصاف کے مقابل کچھ ثمن نہیں پڑتا ھ باوجود عدم اشتراط وصف پھیر دینا اسواسطے جائز ہے کہ ظاہر مشتری نے اسکو اسی وصف کے سبب سے خریدا تو باعتبار دلالت حال کے شرط کے مانند ہے کذا فی البحر **فروع** مسائل لمتشارح کے باع دارا بما فیہا من الجذوع والابواب والخشب والنخل فاذا لیس فیہا شیء من ذلک لا خیار للمشتری گھر بیچا ان چیزوں کے ساتھ جو اسمیں تھیں یعنی شہتیروں اور دروازوں اور لکڑیوں اور کھجور کے درختوں کے پھر اسمیں یہ چیزیں کچھ نہ نکلیں تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہیں یعنی اسواسطے کہ دار عبارت ہے عرصے سے اور اشیاے مذکورہ تابع ہیں اور تابع کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا اور مراد عدم اختیار سے یہ ہے کہ مشتری کو وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اختیار رد حاصل نہیں اور اگر کوئی وقت عقد کے مشتری نے نہ دیکھا ہوگا تو خیار الرؤیة البتہ اسکو ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی شراہ دارا علی ان بناءہا آجر فاذا هو لبن او ارضا علی ان شجرها کلها مثمر فاذا واحدة منها غیر مثمر او ثوبا علی انه مصبوغ بعصفر فاذا هو بزعفران فسد گھر کو خریدا اس شرط پر کہ عمارت اسکی پختہ اینٹ کی ہے سو وہ کچی اینٹ کی نکلی یا زمین اس شرط پر خریدی کہ اسکے سب درخت پھلے ہیں سو اسمیں سے ایک درخت غیر مثمر نکلا یا کپڑا خریدا اس شرط پر کہ کسم کا رنگا ہے اور اسمیں زعفران کا رنگ نکلا تو بیع فاسد ہوگی ھ اسواسطے کہ صورتہا مذکورہ میں اغراض طالبین نہایت بکثرت متفاوت ہوتے ہیں اور اختلاف غرض بجاے اختلاف جنس ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی انها بغلة فاذا هو بغل جاز وخیر وبعکسه جاز بلا خیار لکونه خیرا من المشروط مجتبی فلیحفظ الضابط اور اگر خچر اس شرط پر مول لی کہ خچری ہے لیکن وہ خچر نکلا تو جائز ہے اور اسکو اختیار ہے لینے نہ لینے میں اور اسکے بالعکس یعنی نر کی شرط میں مادہ نکلی تو بیع جائز ہے بلا اختیار یعنی پھیر دینے کا مشتری کو اختیار نہیں اسواسطے کہ بیع ایسی شرط پر شامل ہے جو مشروط سے بہتر ہے کذا فی المجتبی تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے ھ قاعدہ یہ ہے کہ جب وصف مرغوب فوت ہو تو مشتری کو اختیار ہے اور اگر وصف مشروط سے بہتر اور عمدہ نکلے تو مشتری کو اختیار نہیں چنانچہ اگر لونڈی اس شرط پر خریدی کہ وہ ثیبہ ہے سو وہ باکرہ ہو یا غلام عیب دار خریدا تھا اور وہ بے عیب نکلے تو مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا السلم لا یبطل بالشرط فی اثنین وثلاثین موضعا مذکورة فی الاشباه بیع باطل نہیں ہوتی شرط سے بتیس مقام میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ھ مواضع مذکورہ کے سوا اشتراط کرنے سے بیع باطل ہوتی ہے بیان اسکا یوں ہے کہ جو شرط کہ بیع میں مشروط ہوتی یا ایسی شرط ہو جسکو عقد مقتضی ہو

بلا شرط ہو تو اسکا شرط کرنا فساد عقد کا موجب نہیں اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہر چند اسکو عقد مقتضی نہیں لیکن عقد کے مناسب ہی یعنی موجب عقد کے موکد ہو اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہر چند مناسب عقد بھی نہیں لیکن شرع میں اسکا جواز ثابت ہی جیسا کہ شرط خیار اور شرط مدت اسی طرح وہ شرط ہی کہ ہر چند شرع میں اسکا جواز وارد نہیں لیکن اسکا رواج ہی چنانچہ چپتا موزہ خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو درست کر دے یا چمڑا یا چپتا کپڑا خریدنا اس شرط پر کہ بائع اسکو پیوند کر دے کہ یہ قیاساً جائز نہیں لیکن استحساناً جائز ہی چنانچہ تاتارخانیہ میں ہی اور مختارات النوازل میں ہی کہ شرط والا فسد معاوضات میں ہی کہ مانند ہین نہ تبرعات مین انتہی اسواسطے کہ اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہو جاتا ہی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود اور منجملہ شروط مذکورہ اشباہ کی بیع بشرط رہن ہی یعنی بائع نے اس شرط پر بیع کی کہ مشتری کوئی چیز بعوض ثمن رہن رکھے بائع کے پاس اور از انجملہ بیع بشرط الکفیل یعنی ثمن کا کسی کو ضامن دے اور از انجملہ شرط وصف بیع اور از انجملہ شرط قطع ثمار مشتری پر اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہی تا ملک مشتری کی بائع کی ملک سے جدا ہو جاوے اور از انجملہ پھیر دینا مبیع کا اگر اسمین عیب ہو اور از انجملہ گاے کا شیر دار ہونا اور گھوڑے کا تیز قدم ہونا وغیرہ ذلک شرط علی انہا مغنیۃ ان للتلہی لا یفسد وان للرغبۃ فسد بدائع یعنی اگر یہ شرط کی کہ لونڈی مغنیہ ہی اگر یہ شرط بیزاری کے واسطے ہی تو بیع فاسد نہیں اور اگر رغبت کے واسطے ہی تو فاسد ہی کذا فے البدائع مع سرود ازبسکہ شرعاً حرام ہی لہذا اگر اسکی خواہش سے شرط کی تو بیع فاسد ہی ولو شرط حبلہا ان الشرط من المشتری فسد وان من البائع جاز لان حبلہا عیب فذکرہ للبراءۃ منہ حتی لو کان فی بلد یرغبون فی شراء الاماء للاولاد فسد خانیہ اور اگر لونڈی کی بیع میں اسکا حاملہ ہونا شرط ہوا تو اگر یہ شرط مشتری کی طرف سے ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر بائع کی طرف سے ہی تو جائز ہی کہ حاملہ ہونا لونڈی میں عیب ہی تو بائع کا ذکر کرنا حمل کو برائت کے واسطے ہی یعنی اس عیب سے وہ پاک ہی تو اگر یہ شرط اس شہر میں واقع ہوئی جسمین لوگ لونڈیوں کی خرید مین راغب ہین انکی اولاد لینے کے واسطے تو بیع فاسد ہوگی کذا فی الخانیہ یعنی اسواسطے کہ رواج شہر رغبت کی دلیل ہی تو اب اس شرط حمل کو برائت عن العیب پر محمول کرنا نہیں ہوسکتا ہم اگر مشتری نے حمل جاریہ شرط کیا تو بیع فاسد ہی اسواسطے کہ مقصود مشتری کا زیادہ طلبی ہی اور زیادتی موہوم ہی اس احتمال سے کہ معلوم نہیں کہ حمل ہو یا بیماری کذا فی الطحطاوی ولو شرطہا ذات لبن جاز علی الاکثر قلت والضابط للاوصاف ان کل وصف لا غرر فیہ فاشتراطہ جائز لا ما فیہ غرر الا ان یتعقب فیہ اور اگر یہ شرط ہوئی کہ جاریہ شیر دار ہی تو بیع جائز ہی بنا بر قول اکثر فقہا کے میں کہتا ہوں اور قاعدہ اشتراط اوصاف کا یہ ہی کہ جس وصف میں تردد نہ ہو جیسا کہ شیر دار ہونا یا غلام کا کاتب ہونا تو اسکا شرط کرنا جائز ہی نہ اس وصف کا جو محتمل الوجود ہو جیسا کہ حمل مگر از راہ بے رغبتی و بیزاری کے البتہ حمل کی شرط مفسد نہیں وفی التتارخانیۃ فی فصل الشروط المفسدۃ متی عاین ما یعرف بالعیان انتفی الغرر اور خانیہ کی شروط مفسدہ کی فصل میں ہی کہ جب مشتری نے دیکھ لیا اس چیز کو کہ جو مشاہدہ کرنے سے معلوم ہو سکتی ہی تو احتمال فریب کا دور ہو گیا ہم اگر ستو کو خریدا اس شرط پر کہ بائع نے اسمین سیر بھر گھی لت کیا ہی اور تقابض بدین ہو چکا اور مشتری اسکو دیکھتا ہی پھر ظاہر ہوا کہ بائع نے اسکو آدھ سیر گھی سے لت کیا تو بیع جائز ہی اور مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ یہ چیز بالعیان معلوم ہوتی ہی پھر جب معاینہ کیا تو فریب نہ رہا چنانچہ اگر صابون خریدا اس شرط پر کہ اتنے تیل سے بنا ہی پھر ظاہر ہوا کہ اسقدر سے کم تیل تھا اور مشتری نے صابون کو خرید کے وقت دیکھا تھا یا قمیص خریدا اس شرط پر کہ وہ دس گز سے طیار ہوا ہی پھر معلوم ہوا کہ نو گز سے طیار ہوا ہی تو مشتری کو اختیار نہیں پھیرنے کا مرجع اسکی تفسیر میں اور ادعا قمیص اگر تو اہل تفسیر سے ہی تو تفسیر بھی بے فائدہ ہی کذا فے النہر

باب خیار الرؤیۃ

باب خیار الرؤیۃ

یہ باب ہی خیار الرؤیۃ کے احکام میں یعنی وہ اختیار کہ مشتری کو مبیع کے دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہی ہو من اضافۃ المسبب الی السبب وما قیل من اضافۃ الشیء الی شرطہ فغیر ظاہر لما سیجیء ان لہ الرد قبل الرؤیۃ اضافت خیار کی رویت کی طرف از قبیل اضافت مسبب کی ہی سبب کی طرف اور وہ جو کہ کہا کہ از قبیل اضافت شی کے ہی اپنی شرط کی طرف سو غیر ظاہر ہی اسواسطے کہ آویگا کہ مشتری کو پھیر دینا جائز ہی قبل رویت کے یعنی تو معلوم ہوا کہ رویت سبب ہی

ثبوت اختیار کی ہر شرط ویثبت فی اربعۃ مواضع الشراء للاعیان والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن دعوی المال علی شیٔ بعینہ لان کلا منہا معاوضۃ فلیس فی دیون ونقود وعقود لا تنفسخ بالفسخ خیار الرؤیۃ فتح خیار الرؤیۃ ثابت ہی چار مقام میں اعیان کی خرید اور اجارہ اور قسمت اور صلح میں یعنی وہ صلح جو شی معین پر ہوئی ہو مال کے دعوی سے ہو اسواسطے کہ ہر ایک ان چاروں میں سے معاوضہ ہی تو دیون اور نقود اور ان عقود میں جو فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتے خیار الرؤیۃ میں نہیں کذا فی الفتح صاحب فتح القدیر نے کہا ہی کہ جب دیون میں خیار الرؤیۃ نہوا تو سلم فیہ میں نہوگا اور نقود سے اثمان خالصہ مراد ہیں تو اگر مبیع چاندی یا سونے کا برتن ہوگی تو اسمین خیار ہی اور عقود غیر منفسخہ جیسا نکاح اور بدل صلح قصاص سے اور بدل خلع اگرچہ مہر وغیرہ اعیان سے ہو صح الشراء والبیع لما لم یریاہ صحیح ہی مول لینا اور بیچنا اس چیز کا جسکو بائع اور مشتری نے نہیں دیکھا ہو خواہ مبیع حاضر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن المنتقی والاشارۃ الیہ ای المبیع او الی مکانہ شرط الجواز فلو لم یشر الی ذلک لم یجز اجماعا فتح وبحر وفی حاشیۃ اخی زادہ الا صح الجواز اور اشارہ کرنا مبیع کی طرف یا اسکے مکان کی طرف شرط ہی جواز کی اور اگر مبیع یا اسکے مکان کی طرف اشارہ نہ کیا تو بالاتفاق بیع جائز نہیں کذا فی الفتح والبحر اور اخی زادہ کے حاشیہ میں قول اصح یہ ہی کہ بلا اشارہ بھی بیع جائز ہی ہم خلاصہ میں ہی کہ اگر گیہوں شہر میں دو جگہ ہوں تو بیع جائز ہی بلا اشارہ اور یہی اصح ہی اور منتقی میں ہی کہ اگر گیہوں غیر معین اور غیر مشار الیہ ہوں تو بیع جائز ہی اگر بائع کی ملک میں ہوں اور محیط میں ہی کہ اگر اپنے پاس کے گیہوں بیچے اور اشارہ انکی طرف نہ کیا تو جائز ہی انتہی یہ نقول دلالت کرتے ہیں کہ بیع جائز ہی اگرچہ مبیع بائع کے پاس حاضر نہو اور مشار الیہ نہو اور اسی طرح اطلاق متون مذہب اور بعض شروح کا اور اطلاق قدوری کا دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الزیلعی نہر الفائق میں بعد ذکر شرط اشارہ حواشی سعدیہ سے نقل کیا کہ اشارے کی شرط جواز بیع ہونے میں علی الخصوص بالاجماع کلام ہی واللہ اعلم وله ای للمشتری ان یردہ اذا راٰہ اور مشتری کو جائز ہی کہ مبیع کو پھیر دے جب اسکو دیکھے ہم ابن ابی شیبہ اور بیہقی میں بمحول شامی سے حدیث مرسل مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز ایسی مول لے جسکو نہیں دیکھا تو اسکو اختیار ہی جب اسکو دیکھے اگر چاہے تو لے اور چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہی اور یہی مذہب ہی امام مالک اور احمد کا اور حدیث میں رؤیت سے علم بالمقصود مراد ہی بطریق عموم مجاز کے بدلیل ان مسائل اتفاقیہ کے جنمیں فقط رؤیت کفایت نہیں کرتی چنانچہ مبیع جبکہ سونگھنے سے معلوم ہوتی ہو تو اگر مشک دیکھکر مول لیا تو اسکو اختیار ثابت ہی سونگھنے کے وقت تو فسخ بیع کا اسکو اختیار ہی سونگھنے کے وقت بعد رؤیت کے اسی طرح اگر چپنے کو دیکھکر خرید کیا پھر اسکو متغیر پایا اسواسطے کہ وہ رؤیت معرفت مقصود میں کافی نہیں اور اسی طرح اعمی کی خرید میں اختیار ثابت ہی جب کوئی مبیع کا حال اس سے بیان کرے تو اسکے حق میں بیان شخص بصیر کا بجای رؤیت ہوگا کذا فی الفتح الا اذا حملہ البائع لبیت المشتری فلا یردہ اذا راٰہ الا اذا اعادہ الی البائع اشباہ ما بعد رؤیت کے مشتری کو اختیار ہی مگر جبکہ مبیع کو بائع اٹھا لایا مشتری کے گھر تو اسکو پھیرے جبکہ اسکو دیکھے مگر اسطرح بعد حمل کے بھی پھیر سکتا ہی مگر جبکہ مبیع کو پہنچاوے بائع کے مکان کی طرف کذا فی الاشباہ وان رضی بالقول قبلہ ای قبل ان یراہ لان خیارہ معلق بالرؤیۃ بالنص ولا وجود للمعلق قبل الشرط خیار الرؤیۃ تمام ہی اگرچہ مشتری راضی ہو گیا ہو زبانی قبل اسکے دیکھنے کے اسواسطے کہ اختیار مشتری کا معلق ہی رؤیت کے ساتھ بنص حدیث مذکور اور معلق بالشرط کا وجود نہیں قبل شرط کے ہم رضائے قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر اجازت فعلی قبل رؤیت پائی جائے اسطرح کہ اسمین تصرف کرے تو اختیار اسکا زائل ہوگا کذا فی الشرنبلالیہ ولو فسخہ قبلہا ای قبل الرؤیۃ صح فسخہ فی الاصح بحر لعدم لزوم البیع بسبب جہالۃ المبیع فلم یقع منبرما اور اگر مشتری نے بیع کو فسخ کیا قبل رؤیت کے تو صحیح ہی فسخ اسکا قول اصح میں کذا فی البحر اسلئے کہ لازم نہ ہونے بیع کے جہالت مبیع کے سبب سے تو بیع محکم ہی نہ واقع ہوئی تھی لہذا فسخ مشتری قبل رؤیت صحیح ہوا ویثبت الخیار للرؤیۃ مطلقا غیر موقت بمدۃ ہو الاصح عنایۃ لاطلاق النص ما لم یوجد مبطلہ اور خیار الرؤیۃ مطلقا ثابت ہی بلا تقرر مدت یعنی تمام عمر جب تک نہ دیکھیگا اختیار ثابت ہی یہی قول اصح ہی کذا فی العنایۃ بسبب مطلق ہونے

نص مذکور کے تا وقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا جاوے ھم اور غیر صحیح یہ قول ہے کہ خیار الرؤیۃ موقت بوقت امکان فسخ ہے رویت کے بعد وھو مبطل خیار الشرط مطلقا و مفید الرضی بعد الرؤیۃ لا قبلھا در اور خیار الرؤیۃ کا مبطل وہ ہے جو خیار الشرط کا مبطل ہے مطلقاً یعنے صراحۃً یا دلالۃً اور جو مفید ہے رضامندی کا بعد رویت کے نہ قبل رویت کے کذا فی الدرر ھم مفید رضا چنانچہ مبیع کا قبضہ کرنا اور اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا اور حق شفعہ لینا فلہ الاخذ بالشفعۃ ثم رد الاول بالرؤیۃ در میں خیار الشرط فلیحفظ جب مفید رضا قبل رویت مبطل خیار نہوا تو مشتری کو جائز ہوا لینا بسبب شفعہ کے پھر مبیع اول کو پھیر دینا بسبب رویت کے کذا فی الدرر میں باب خیار الشرط تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم مشتری نے گھر لیا بن دیکھے پھر دوسرا گھر اسکے پاس بکنے لگا تو اسکو بسبب شفعہ کے خرید کیا پھر بعد اسکے پہلا گھر دیکھا تو اسکو پھیر سکتا ہے و یشترط لفسخہ علم البائع بالفسخ خوف الغرر اور بیع فسخ ہونے کے واسطے دریافت کرنا بائع کا فسخ کو مشروط ہے تا دھوکھا نہ پڑے یعنے خریدنے سے بائع کو اطمینان ہوتا ہے تو دوسرے مشتری کو وہ طلب نہیں کرتا لہذا علم بائع شرط فسخ ہوا تا وہ دھوکھا نہ کھاوے و لا خیار للبائع فیما باعہ ولم یرہ فی الاصح اور اختیار نہیں اس بائع کا جسنے مبیع کو بن دیکھے بیچا قول اصح میں ھم ایک شخص کو ایک چیز وراثت میں ملی اور اسنے بدون رویت کے بیچ ڈالی تو بعد رویت اسکو فسخ بیع میں اختیار نہیں ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ اول امام اعظم کے نزدیک خیار بائع ثابت تھا پھر آخر کو عدم خیار کی طرف رجوع کیا طحطاوی نے کہا مجتہد کا قول مرجوع عنہ منسوخ کے مانند ہے کہ معتبر نہیں ہوتا تو شارح کو اسکا اصح کہنا مناسب تھا اسواسطے کہ اصح کا مقابل صحیح ہوتا ہے و کفی رؤیۃ ما یؤذن بالمقصود کوجہ صبرۃ و رقیق اور اسقدر کا دیکھنا کفایت کرتا ہے جس سے مقصود معلوم ہو جاوے چنانچہ ڈھیر کے اوپر کا سطح دیکھنا اور مملوک کا منھ دیکھنا ھم یعنے تمام مبیع کا دیکھنا ضرور نہیں بسبب تعذر کے لہذا اوتنا دیکھنا کافی ہوا جس سے مبیع کا حال معلوم ہو جاوے ڈھیر سے مکیلات اور موزونات کا ڈھیر مراد ہے یعنے جب اناج کا مثلاً ڈھیر دیکھ لیا تو اب اسکو بسبب خیار الرؤیۃ کے پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ بعض کا دیکھنا بجاے کل کے ہے ہاں اگر ڈھیر کے اندر ناقص اناج ہوگا تو اسکا پھیرنا خیار العیب کے سبب سے جائز ہوگا نہ خیار الرؤیۃ سے اور اگر انار یا امرود ٹوکری میں ہوں تو یہاں بعض کا دیکھنا کافی نہیں اسواسطے کہ اسکی افراد میں تفاوت کثیر ہوتا ہے تو سب کو نہ دیکھیگا اختیار ساقط نہوگا بحر الرائق میں ہے لونڈی غلام کی ہتھیلیاں اور زبان اور دانت اور بال کا دیکھنا ہمارے نزدیک شرط نہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ بنی آدم میں اگر جمیع اعضا دیکھے سوائے چہرہ تو خیار الرؤیۃ باقی ہے کذا فی الطحطاوی و وجہ دابۃ و کفلھا ایضا فی الاصح اور سواری کے جانور کا چہرہ اور اسکا پٹھا دیکھنا بھی ضرور ہے قول صحیح میں یعنے چہرہ اور پٹھا دونوں کا دیکھنا ضرور ہے ھم سواری کی قید سے بکری گاے نکل گئی کہ اسکا حکم آویگا در و ظاھر ثوب مطوی و قال زفر لابد من نشرہ کلہ ھو المختار کما فی اکثر المعتبرات قالہ المصنف اور لپیٹے کپڑے کی ظاہری تہ دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا اسکے کپڑے کو سب کھولنا ضرور ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ میں ہے ایسا ہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ھم قول زفر اسواسطے مختار ہوا کہ اس زمانے میں ثیاب کے ظاہر اور باطن میں بہت اختلاف ہوتا ہے کذا فی الفتح عن المبسوط و داخل دار و قال زفر لابد من رؤیۃ داخل البیوت وھو الصحیح و علیہ الفتوی جوھرۃ وھذا اختلاف زمان لا برھان و مثلہ الکرم والبستان اور داخل دار یعنے گھر کا صحن دیکھنا کافی ہے اور زفر نے کہا کہ داخل بیوت یعنے دالان اور کوٹھڑیوں کے اندر بھی دیکھنا ضرور ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اور یہ بنا بر اختلاف زمان ہے نہ اختلاف حجت اور برہان اور اسی طرح حکم ہے باغ کا انگنائی اور درخت ہوں یا متفرق ھم امام اور صاحبین کے نزدیک گھر کا صحن دیکھنا یا خارج سے دیکھنا کافی ہے اور اتنا یہ ہے کہ بنا بر اسکی عادت کے اسواسطے کہ کوفہ اور بغداد کے گھر مختلف ہوتے تھے مگر خردی اور بزرگی میں یا قدیم یا جدید ہونے میں بخلاف ہمارے دیار کے کہ انمین نہایت تفاوت ہوتا ہے اسواسطے مکانات سرما اور گرما اور مکانات علویہ و سفلیہ اور مرافق اور مطابخ اور سطوح مختلف ہوتے ہیں تو اب ان سبکا دیکھنا ضرور ہوا اور یہی معتبر ہے دیار مصر اور شام اور عراق میں معلوم ہو گیا کہ یہ اختلاف باعتبار اختلاف عصر کے ہے نہ باعتبار اختلاف دلیل کے اور اسی طرح باغات میں بھی خارج سے دیکھنا کافی نہیں کذا فی النہر و کفی جس شاۃ لحم او گوشت کی گوسفند کا ٹٹولنا کافی ہے یعنے اگر گوشت کے واسطے دنبہ یا بھیڑ مول لیتا ہو تو اگر ہاتھ سے اسکو ٹٹول لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہے اسواسطے کہ اسکے گوشت کی دریافت

گوشت کی معلوم ہوجاتی ہے تو اگر دور سے نظر کی اور ہاتھ نہ لگایا تو اختیار ثابت ہے اسواسطے کہ گوشت کا حال کثرت پشم سے بدون ٹٹولنے کے معلوم نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ونظر جمیع جسد شاة قنیة للدر والنسل مع ضرعها ظہیریہ ہے جو گوسفند پالو دودھ اور بچے لینے کے واسطے ہو تو اسکے تمام بدن کا دیکھنا تھن کے ساتھ کافی ہے کذا فی الظہیریہ وضرع بقرة حلوب وناقة لانه المقصود جوہرہ اور گائے اور اونٹنی شیر دار کے تھن کا دیکھنا کافی ہے اسواسطے کہ وہی مقصود ہے کذا فی الجوہرہ وکفی ذوق مطعوم وشم مشموم اور کھانے کی چیز کا چکھنا اور سونگھنے کی چیز کا سونگھنا کافی ہے لا خارج دار وصحنها علی المفتی به حماما او دارا ورؤیة دهن فی زجاج لوجود الحائل کافی نہیں خارج دار اور اسکے صحن کا دیکھنا بموجب قول مفتی بہ جیسا کہ عنقریب مذکور ہوچکا یا دیکھنا تیل کا شیشے میں کافی نہیں بسبب وجود حائل کے وکفی رؤیة وکیل قبض اور کافی ہے دیکھنا وکیل قبض کا ہم وکیل قبض وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہو میری ان دیکھی خریدی چیز کے قبضہ کرنے میں ووکیل شراء اور کافی ہے دیکھنا خرید کے وکیل کا خرید کا وکیل وہ ہے جس سے موکل نے کہا کہ تو میرا وکیل ہوکر فلانی چیز خرید کر لا لا رؤیة رسول المشتری وبیانه فی الدرر کافی نہیں رؤیت مشتری کے پیامی کی اور بیان اسکا درر میں ہے ہم صورت رسالت یہ ہے کہ مشتری ایک شخص سے کہے کہ تو میرا پیام پہونچا دے قبضہ کرنیکا تو وکیل قبض کی رؤیت بالاجماع مسقط خیار ہے اور وکیل خرید کی رؤیت امام کے نزدیک مسقط خیار ہے جبکہ وکیل نے مبیع پر قبضہ کیا ہو دیکھکر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بالقبض اور رسول برابر ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر وصح عقد الاعمی ولو لغیره وهو کالبصیر الا فی اثنتی عشرة مسئلة مذکورة فی الاشباه اور صحیح ہے عقد کرنا اندھے کا اگرچہ اسنے غیر کے واسطے بطریق وکالت خریداری کی ہو اور اندھا بصیر کے مانند ہے مگر بارہ مسئلوں میں جو مذکور ہیں اشباہ میں ہم ازانجملہ اسپر جہاد اور جمعہ اور جماعت نہیں اگرچہ لے چلنے والا پاوے اور بقول معتمد لائق شہادت مطلقا نہیں اور نہ لائق قضا نہ امامت عظمی یعنے بادشاہی اور اسکی آنکھ میں دیت نہیں بلکہ حکومت واجب ہے اور اسکی امامت نماز میں مکروہ ہے مگر اسوقت مکروہ نہیں جبکہ سب سے زیادہ تر عالم ہو اور اسکا آزاد کرنا کفارے سے صحیح نہیں اور اسکے ذبیحہ اور شکار اور حضانت کا حکم بیان نہیں دیکھا اور وصف مبیع بجائے اسکی رؤیت کے ہے کذا فی الاشباه ویسقط خیاره بجس مبیع وشمه وذوقه فیما یعرف بذلک اور اندھے کا اختیار ساقط ہے مبیع کے ٹٹولنے اور اسکے سونگھنے اور چکھنے سے اس چیز میں جو معلوم ہوجاتی ہے اس سے یعنے ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے ووصف عقار وشجر وعبد کذا کل ما لا یعرف بجس وشم وذوق حدادی اور ساقط ہوتا ہے خیار اندھے کا زمین اور درخت اور غلام کی صفت بیان کرنے سے اور اسی طرح جو چیز کہ ٹٹولنے اور سونگھنے اور چکھنے سے معلوم نہیں ہوتی اسمیں ذکر وصف بجائے رؤیت مسقط خیار ہے ہم بیان اوصاف اشیاء مذکور بالبلیغ وجوہ ممکنہ لازم ہے تا اعمی کے نزدیک ذکر اوصاف بمنزلہ رؤیت ہو او بنظر وکیله ولو ابصر بعد ذلک فلا خیار له یا اختیار اندھے کا ساقط ہوتا ہے اسکے وکیل کے نظر کرنے سے اور اگر اندھے کو سوجھنے لگے بعد وصف اور نظر وکیل کے تو اسکو اختیار نہیں بیع کے فسخ کرنے کا ہم اور اگر بصیر نے ایک چیز بن دیکھے خرید کی پھر وہ اندھا ہوگیا تو اسکا اختیار بیان وصف کی طرف منتقل ہوگا کذا فی الطحطاوی هذا کله اذا وجدت المذکورات کلمس الاعمی وکذا رؤیة البصیر وجه الصبیة ونحوها قبل شرائه ولو بعده ثبت له الخیار بها ای بالمذکورات لا انها مسقطة کما غلط فیه بعضهم فیمتد خیاره فی جمیع عمره علی الصحیح ما لم یوجد منه ما یدل علی الرضی من قول او فعل او تعیب او هلاک بعضه عنده ولو قبل الرؤیة یہ سب کچھ اسوقت ہے جبکہ اشیاے مذکورہ چنانچہ سونگھنا اندھے کا اور دیکھنا انکھیارے کا ڈھیر اور اسکے مانند کو کذا فی النہر واقع ہو قبل اسکے خرید کرنے کے یعنے اگر قبل خرید اعمی نے سونگھ یا چکھ لیا اور بصیر نے ڈھیر یا چہرہ غلام کو دیکھ لیا تو اختیار فسخ بیع ساقط ہے اور اگر امور مسطورہ بعد خرید کے ہوئے تو اسکو بواسطے اشیاے مذکورہ کے اختیار ثابت ہے یہ نہیں کہ امور مذکورہ بعد خرید مسقط اختیار ہیں جیسا کہ بعضوں نے اسکو غلط سمجھا ہے تو اسکا اختیار ممتد رہیگا تمام عمر بنا بر قول صحیح کے جب تک کہ مشتری سے وہ چیز نپائی جاے جو رضامندی پر دلالت کرے منجملہ قول یا فعل کے یا مبیع عیب دار ہوجاوے یا بعض مبیع ہلاک ہوجاوے مشتری کے پاس اگرچہ عیب یا ہلاکی قبل رؤیت ہو

قوله شاة قنیة قال
فی الفتح یقال
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ہم در صورت عیب اسواسطے پھیر دینا درست نہوا کہ بائع کے پاس اسمین عیب نہ تھا تو اب پھیرنے مین اسکا نقصان ہوگا اور ہلاک بعض مبیع کی یہ صورت ہی مثلاً دو کپڑے مشتری نے خرید کیے پھر ایک کپڑا بیچا یا ہبہ مع التسلیم کیا تو اگر دوسرا کپڑا پھیر دے تو تفریق صفقہ لازم آوے ولو اذن للاکار ان یزرعہا قبل الرؤیۃ فزرعہا بطل لان فعلہ بامرہ کفعلہ عینی اور اگر مشتری نے خریدی زمین مین مزارع کو زراعت کرنیکا اذن دیا قبل رویت زمین کے پھر اسنے اسمین زراعت کی تو خیار الرؤیۃ باطل ہوگیا اسواسطے کہ فعل مزارع کا مشتری کے حکم سے مشتری کے فعل کے مانند ہی کذا فی العینی ولو شری نافجۃ مسک فاخرج المسک منہا لیرد بخیار رؤیۃ وعیب لا لان الاخراج یدخل علیہ عیبا ظاہرا نہر اور اگر مشک کا نافہ خرید کیا پھر اسمین سے مشک نکال لیا تو اسکو نہ پھیرے بسبب خیار الرؤیۃ کے اور نہ خیار العیب کے اسواسطے کہ اخراج نے اسمین عیب ظاہر داخل کردیا کذا فی النہر طحطاوی نے کہا نہر الفائق مین خیار العیب مذکور نہین اس مسئلے مین لیکن حکم یہی ہی جو شارح نے مذکور کیا اسواسطے کہ خیار العیب اسوقت تک ہی جبتک مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا اور یہان اخراج سے نافہ معیوب ہوگیا ومن رای احد ثوبین فاشتراہما ثم رای الآخر فلہ ردہما ان شاء لا رد الآخر وحدہ لتفریق الصفقۃ اور جسنے دو کپڑون مین سے ایک کپڑا دیکھا پھر دونون کپڑے خرید کیے بعد اسکے دوسرا کپڑا دیکھا تو اسکو دونون کا پھیر دینا جائز ہی اگر وہ چاہے نہ پھیر دینا فقط دوسرے کپڑے کا بسبب تفریق صفقہ کے یعنے چند چیزین یکمشت لینی پھر بعض کا لینا اور بعض کا پھیر دینا ممنوع ہی ولو اشتری ما رای حال کونہ قاصدا لشرائہ عند رؤیتہ فلو رآہ لا لقصد شراء ثم شراہ قیل الخیار لہ ظہیریۃ وتوجیہہ ظاہر لانہ لا یتامل التامل المفید بحر قال المصنف ولقوۃ مدرکہ عوّلنا علیہ عالما بانہ مرئیہ السابق وقت الشراء فلو لم یعلم بہ خیر لعدم الرضی بہ فلا خیار لہ الا اذا تغیر فیخیر اور اگر خرید کیا اس مبیع کو جسکو بحالت قصد خرید دیکھا تھا خریداری کے وقت یہ جانکر کہ یہ مبیع وہی اگلی دیکھی چیز ہی تو اسکو پھیر دینیکا اختیار نہین مگر جبکہ وہ متغیر ہوگئی ہو حالت سابقہ سے تو اب اسکو اختیار ہوگا اگر مبیع کو بلا قصد خریداری دیکھا پھر اسکو خرید کیا تو بعضون نے کہا کہ اسکو اختیار ہی کذا فی الظہیریۃ اور اسکی ظاہر ہی اسواسطے کہ جو بقصد خریداری نہین دیکھتا وہ خوب تامل مفید نہین کرتا کذا فی البحر تو اسکی رویت کالعدم ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور بسبب قوت دلیل اس قول کے جسنے اسپر اعتماد کیا علم وقت شرا کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مشتری یہ نجانے کہ اسکو مین دیکھ چکا ہون تو اسکو اختیار ہوگا بسبب عدم رضامندی کذا فی الدرر ہم وقایہ اور کنز مین یہ مسئلہ بلا قید مذکور ہی اسطرح کہ دیکھی چیز کے خریدنے مین بلا تغیر اختیار نہین لیکن صاحب ہدایہ نے یہ قید لگائی کہ وقت خریداری مشتری نے جانا ہو کہ یہ میری دیکھی چیز ہی اور مصنف نے اپنے اس متن مین رویت بقصد خریداری کی قید زیادہ کی اور شرح مین اسکی وجہ بیان کی کہ قوت دلیل ہو جب اعتماد بقصد مذکور کی ہوئی یعنے اگرچہ ظہیریہ مین یہ قید بصیغہ تمریض مذکور ہی اور صورت عدم علم کی یہ ہی کہ زید نے ایک لونڈی دیکھی پھر نقاب دار لونڈی خرید کی اور یہ اسکو معلوم نہوا کہ یہ وہی لونڈی ہی جسکو مین دیکھ چکا ہون پھر معلوم ہوا کہ یہ وہی ہی تو مشتری کو اختیار ہوگا یا ایک کپڑا دیکھا پھر وہی کپڑا دوسرے کپڑے مین لپٹا نادانستہ خرید کیا تو فسخ بیع مین اختیار ہوگا رای ثیابا فرفع البائع بعضہا ثم اشتری الباقی ولا یعرفہ فلہ الخیار وکذا لو کانا ملفوفین فی ثمنہما متفاوت لانہ ربما یکون الادون بالاکثر ثمنا دیکھے چند کپڑے پھر بائع نے کوئی کپڑا اٹھا لیا پھر باقی کو خرید کیا اور مشتری باقی کپڑے کو نہین پہچانتا تو اسکو خیار الرؤیۃ ثابت ہی اور اسیطرح اگر دو کپڑے کسی چیز مین پیچیدہ ہون اور دونون کا ثمن مختلف ہو تو اختیار ہی اسواسطے کہ شاید ناقص کپڑا زیادہ ثمن کو پڑے ولو سمی لکل واحد من الثیاب عشرۃ لا خیار لہ لان الثمن لما لم یختلف استویا فی الاوصاف بحر اور اگر متحد ہو ہر کپڑے کی قیمت دس درم مثلاً معین ہوگئی تو مشتری کو اختیار نہین اسواسطے کہ جب ثمن مختلف نہوا تو دونون اوصاف مین برابر ہوگئے کذا فی البحر والقول للبائع بیمینہ اذا اختلفا فی التغیر ہذا لو المدۃ قریبۃ وان بعیدۃ فالقول للمشتری عملاً بالظاہر وفی الظہیریۃ الشہر فما فوقہ بعید وفی الفتح الشہر فی مثل الدابۃ والمملوک قلیل اور قول بائع کا معتبر ہی قسم کے ساتھ جبکہ بائع اور مشتری مختلف ہون مبیع کے متغیر ہوجانے مین یہ اسوقت ہی کہ اگر مدت قریب ہو اور اگر مدت بعید ہوگی تو مشتری کا قول معتبر ہوگا ظاہر عمل کرنے سے اور ظہیریہ مین ہی کہ ایک مہینا اور اس سے زیادہ بعید ہی اور فتح القدیر مین ہی کہ جانور اور غلام کے مانند مین ایک مہینہ قلیل ہی ہم عمل بالظاہر دونون مسئلون کا

[illegible] الطحطاوی [illegible] ۱۲

ظاہر القلیل ہے یعنے مدت قلیل مین ظاہر حال عدم تغیر پر دلالت کرتا ہے لہذا قول بائع کا معتبر ہوا اور مدت بعید مین ظاہر حال تغیر کا شاہد ہے لہذا مشتری کا قول معتبر ہوا شرنبلالی
نے کہا کہ مدت مختلف ہوتی ہے باعتبار اختلاف اشیا کے اور تغیر اشجار سال کے اندر ہوتا ہے اور جانورون کا تغیر اس سے کم مدت مین ہوتا ہے چارہ وغیرہ کی قلت سے لہذا زیلعی نے
مدت بعید کی حد مذکور نہین کی اور اسی طرح صاحب ہدایہ نے کذا فی الطحطاوی کما ان القول للمشتری بیمینہ لو اختلفا فی اصل الرؤیۃ لانہ ینکر الرؤیۃ
جیسے مشتری کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اگر دونون اصل رویت مین مختلف ہون اسواسطے کہ مشتری منکر ہے رویت کا اور اعتبار منکر کے قول کا ہے ولذا لو انکر البائع کون
المردود مبیعا فی بیع بات او فیہ خیار شرط او رؤیۃ فالقول للمشتری اور اسی طرح اگر بائع نے انکار کیا کہ مشتری نے جو چیز پھیر دی وہ مبیع نہین
بیع قطعی بلا خیار مین یا اس بیع مین جسمین خیار الشرط یا خیار الرؤیۃ ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے ہم یعنے بیوع ثلثہ مذکورہ مین جب تعیین مبیع مین اختلاف ہوگا
تو مشتری کا قول معتبر ہے او بیع بلا خیار مین پھیر دینا مبیع کا بطریق اقالہ یا بطور خیانت تولیہ یا مرابحہ مین یا وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے ہوگا ولو فیہ
خیار عیب فالقول للبائع والفرق ان المشتری ینفرد بالفسخ فی الاولین لا الاخیر اور اگر بیع مین خیار العیب ہے تو بائع کا قول معتبر ہے اور فرق یہ ہے کہ مشتری
فسخ بیع مین منفرد ہے اول قسم مین یعنے جسمین مشتری کا قول معتبر ہے یعنے مسئلہ خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ مین نہ قسم ثانی مین یعنے خیار العیب مین اسواسطے کہ خیار العیب مین
عقد منفسخ نہین ہوتا مشتری کے فسخ کرنے سے بلا حکم قاضی تو مشتری مدعی حق فسخ ہوا اور بائع منکر لہذا منکر کا قول معتبر ہوا کذا فی الطحطاوی اشتری عدلا من متاع
ولم یرہ و باع او لبس منہ ثوبا بعد القبض او وہب و سلم ردہ بخیار عیب لا بخیار رؤیۃ او شرط لان الاصل ان رد البعض یوجب تفریق الصفقۃ وہو بعد
التمام جائز لا قبلہ فخیار الشرط والرؤیۃ یمنعان تمامہا وخیار العیب یمنعہ قبل القبض لا بعدہ خرید کی متاع کی گٹھری حالانکہ دیکھی نہین اور ایک کپڑا
اسمین سے بیچا بعد قبضہ کے یا پہن لیا کذا فی النہر یا ہبہ کیا اور قبضہ کرا دیا تو اسکو پھیر سکتا ہے خیار العیب سے نہ خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط سے قاعدہ اسکا یہ ہے کہ بعض مبیع کا پھیرنا
موجب تفریق صفقے کا ہے اور تفریق بعد تمام ہوجانے بیع کے جائز ہے نہ قبل تمامی کے تو خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ صفقے کا تمام ہونے کے مانع ہین اور خیار العیب تمام ہونے کا مانع ہے
قبل قبض کے نہ بعد قبض کے وہل یعود خیار الرؤیۃ بعد سقوطہ صحح الثانی لا کخیار شرط و صححہ قاضی خان وغیرہ اور کیا عود کرتا ہے خیار الرؤیۃ بعد اسکے ساقط
ہونے کے ابو یوسف سے منقول ہے کہ عود نہین کرتا جیسے خیار الشرط بعد سقوط کے عود نہین کرتا اور اس قول کو قاضی خان وغیرہ نے صحیح کہا ہے یعنے اگر کوئی چیز بن دیکھی خرید کی پھر
مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچی یا ہبہ کی اور پاس موہوب لہ کا قبضہ کروا دیا پھر اسکی طرف اس چیز نے عود کیا بسبب فسخ بیع یا رد ہبہ کے تو اب اسکو بائع اول کی طرف پھیر
نہین سکتا اسواسطے کہ بیع یا ہبہ ایسا تصرف ہے کہ رضا پر دلالت کرتا ہے اور خیار الرؤیۃ کا مبطل ہے اور جب چیز ساقط ہوگئی تو اسکا عود بلا سبب قوی نہین ہوتا کذا فی
الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے شری شیئا لم یرہ لیس للبائع مطالبتہ بالثمن قبل الرؤیۃ ایک چیز بن دیکھی خریدیگا تو بائع ثمن کو قبل رویت کے
طلب نہین کر سکتا اسواسطے کہ ہنوز بیع پوری نہین ہوئی ولو تبایعا عینا بعین فلہما الخیار مجتبے اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے
مثلا کتاب کا مبادلہ کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کے واسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہے کذا فی المجتبی اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اس عوض کا جو اسکو حاصل ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن البحر شری جاریۃ بعبد والف و تقابضا ثم رد بائع الجاریۃ العبد بخیار الرؤیۃ لم یبطل البیع فی الجاریۃ بحصۃ الالف ظہیریۃ لما مر انہ لا خیار فی الدین
خرید کیا لونڈی کو بعوض غلام اور ہزار درہم کے پھر دونون نے باہم قبضہ کیا پھر لونڈی کے بائع نے غلام کو پھیر دیا بسبب خیار الرؤیۃ کے تو بیع باطل ہوگی لونڈی مین بقدر حصہ ہزار
درہم کے کذا فی الظہیریۃ اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ خیار ثابت نہین دین مین یعنے زر نقد مین اراد بیع ضیعۃ ولا یکون للمشتری خیار فالحیلۃ ان یقر بثوب
لانسان ثم یبیع الثوب مع الضیعۃ ثم المقر لہ یستحق الثوب المقر بہ فیبطل خیار المشتری للزوم تفریق الصفقۃ وہو لا یجوز الا فی
الشفعۃ ولوالجیۃ ارادہ کیا زمین کی بیع کا اور چاہا کہ مشتری کو اختیار نہ رہے فسخ کا تو تدبیر اسکی یہ ہے کہ کسی کپڑے کا اقرار کرے ایک انسان کے واسطے پھر اسی کپڑے کو
زمین کے ساتھ بیع کرے پھر مقر لہ اس کپڑے کا مستحق ہوگا جسکا اقرار کرچکا تو مشتری کا اختیار زمین مین باطل ہوجاویگا بسبب لازم آنے تفریق صفقے کے

اور وہ جائز نہیں مگر شفعہ میں كذا في الولوالجية هم طحطاوی نے کہا یہاں تفریق عقد سے کچھ ضرر نہیں اسواسطے کہ اگر مشتری دونوں مبیع کو رد کرتا تو کسی مستحق کپڑے کو لیتا گواہوں سے اسکا اقرار ثابت کرکے تو وہ ہر حال میں ماخوذ ہے علاوہ اسکے یہ ضرر خود بائع کی طرف سے پیدا ہوا اسکے اقرار کرنے سے شرح [illegible] قبضهما او لم العيب فله الا لملامسة خریدکیا دو چیزوں کو اور ایک چیز میں عیب ہے اگر دونوں پر قبضہ کرچکا ہے تو فقط معیوب کو پھیر سکتا ہے اور نہیں تو [illegible] چنانچہ گذر گیا ہم کہتے یہ ہو چکا کہ بعض مبیع کا پھیر دینا خیار العیب میں بعد قبضہ کرلینے کے جائز ہے بسبب تمام ہو جانے صفقہ کے نہ قبل قبض کے اسواسطے کہ بدون قبض صفقہ تمام ہے كذا في الطحطاوي والله اعلم

باب خيار العيب

یہ باب ہے خیار العیب کے احکام میں هو لغة ما يخلو عنه اصل الفطرة السليمة عیب لغت عرب میں وہ چیز ہے جس سے فطرت سلیمہ خالی ہو یعنی جو اصل خلقت میں داخل نہو وشرعًا ما افاده بقوله اور اصطلاح شرع میں حقیقت عیب وہ ہے جسکو مصنف نے اپنے اس قول میں ذکر کیا ما يوجب نقصان الثمن ولو يسيرًا جوهرة عند التجار المراد بهم ارباب المعرفة بكل تجارة وصنعة قاله المصنف اخذه بكل الثمن اور وہ عیب یہ ہے کہ جسنے اپنی خریدی چیز میں ایسی چیز پائی جسے ثمن گھٹ جاتا ہو سوداگروں کے نزدیک اگرچہ تھوڑا ہی نقصان ہو كذا في الجوهرة تو مبیع کو تمام ثمن دیکر لے یا اسکو پھیر دے سوداگروں سے وہ لوگ مراد ہیں جنکو شناخت ہے ہر تجارت اور صنعت کی ایسا کچھ مصنف نے کہا ہے اپنی شرح میں ھ تو معلوم ہوا کہ فقہ میں عیب جسکا نام ہے جس سے قیمت کم ہو جاوے واقف کاروں کے نزدیک خواہ عیب سے عین مبیع میں نقصان ہو یا نہو بلکہ فقط نمودار ہونے سے عیب جان ووقی آتا ہے اگرچہ منفعت میں کچھ نقصان نہو چنانچہ سیاہ ناخن تندرست زور اور غلام کا عیب میں داخل ہے تجار کو عام اسواسطے کیا کہ گاہے مبیع مصنوعات سے ہوتی ہے تو وہاں کاریگروں کا عرف معتبر ہوگا نہ تجار کا حلبی نے کہا ہر تجارت میں اسکے لوگ معتبر ہیں اور صنعت میں اسکے اہل کا اعتبار ہے انتهى ط یہ مراد نہیں کہ عیب وہ ہے جسکو سب سوداگر اور جمیع ارباب صنائع ناقص کہیں اگرچہ اُنکی تجارت اور صناعت میں سے نہو مشتری کو رد عیب میں اسواسطے اختیار ہوا کہ مطلق عقد بے عیبی کا مقتضی ہے اور ثمن اسواسطے نہ کم ہوا کہ اوصاف کے مقابل میں کچھ ثمن نہیں ٹھہرتا ہاں اگر مبیع کے بعد بائع کے فعل سے عیب پیدا ہوگا تو بقدر اسکے ثمن کم ہوگا اگر مشتری اسکے لینے کا ارادہ کرے اور مسئلہ خیار العیب میں چند قیود کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اول یہ ہے کہ عیب بائع کے پاس حادث ہو نہ مشتری کے پاس ۲ مشتری کو بیع کے وقت معلوم نہو ۳ عند القبض بھی معلوم نہو ۴ ازالہ عیب پر بلا مشقت قادر نہو اور اگر مشتری قادر ہو ازالہ پر چنانچہ تحلیل احرام جاریہ یا کپڑے سے خون کا دھو ڈالنا درصورت عدم نقصان تو عیب ثابت نہوگا ۵ عدم اشتراط برأت ایک عیب سے یا جمیع عیوب سے ۶ وہ عیب زائل نہو قبل فسخ کے سوا اگر زائل ہوگیا ہو چنانچہ آنکھ کی سفیدی جبکہ دور ہو جاوے یا تپ زائل ہو جاوے تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہوگا كذا في الطحطاوي ومالم يتعين امساكه كحلالين فاحرما واحدهما درصورت عیب اس وقت تک اختیار ہے جب تک امساک مبیع متعین نہو گیا ہو چنانچہ دو حلال مردوں میں سے ایک نے دوسرے سے شکار مول لیا پھر دونوں نے احرام باندھا یا ایک نے تو اب رد مبیع ممتنع ہے بقدر نقصان پھیر لینا چاہیے كذا في الحلبي وفي المحيط وصي او وكيل او عبد ماذون شرى شيئا بالف وقيمته ثلثة آلاف لم يرده بعيب بخلاف خيار الشرط والرؤية اشباه للاضرار باليتيم والموكل والمولى وفي النهر ينبغي الرجوع بالنقصان كوارث شرى من التركة كفنا فجده معيبا ولو تبرع بالكفن اجنبي لا يرجع اور محیط میں ہے وصی یا وکیل یا عبد ماذون نے کوئی چیز ہزار کو خریدی اور قیمت اسکی تین ہزار ہیں تو رد مبیع نکرے بسبب عیب مبیع کے بخلاف خیار الشرط اور خیار الرؤیۃ کے کہ انمیں رد مبیع کر سکتا ہے كذا في الاشباه وصی وغیرہ کو رد مبیع جائز نہوا بسبب ضرر پہنچنے یتیم اور موکل اور مولے کے اور نہر الفائق میں کہا ہے لائق یوں ہے کہ وصی وغیرہ کو رجوع بقدر نقصان عیب جائز ہے مانند اس وارث کے جسنے ترکے سے کفن خریدکیا اور اسمیں عیب پایا اور کفن دینے میں شخص اجنبی احسان کرے میت کے ساتھ تو رجوع بالنقصان نہیں وهذه احدى ست مسائل لا رجوع فيها بالنقصان مذكورة في البزازية اور یہ یعنی عدم رجوع بالنقصان ایک مسئلہ ہے ان چھ مسئلوں سے جن میں رجوع بالنقصان نہیں جو مذکور ہیں بزازیہ میں وذكرنا في شرحنا للملتقى معزيا للقنية انتهى قد يرجع بالعيب ولا يرجع بالثمن اور ہمنے اپنی ملتقی کی شرح میں قنیہ سے نقل کرکے ذکر کیا ہے کہ گاہے بسبب عیب کے رد مبیع ہوتا ہے اور ثمن نہیں پھیر لیا جاتا ہے چنانچہ

غلام کو بیع کیا اور اسکو تسلیم کر دیا پھر قبض ثمن کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا سو وکیل نے اقرار کیا کہ بیچ ثمن پر قبضہ کیا لیکن وہ میرے پاس ضائع ہو گیا یا وکیل نے یون کہا کہ مین نے ثمن موکل کو دیا اور موکل اسکا منکر ہی تو مشتری بری الذمہ ہو گیا اور وکیل پر ضمان نہین پھر اگر مشتری نے غلام مین عیب پایا اور اسکو پھیر دیا تو ثمن کو بائع سے نہین پھیر سکتا بسبب اقرار وکیل کے اور بواسطے عدم ثبوت قبض بائع کے اور نہ وکیل سے لے سکتا ہی کیونکہ وہ امین ہی اور عاقد نہین کذا فی النہر عن القنیۃ کالاباق الا اذا ابق من المشتری الی البائع فی البلدۃ ولم یختف عندہ فانہ لیس بعیب چنانچہ غلام مین بھاگنا عیب ہی مگر جبکہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا اور اسی شہر مین بائع کے پاس گیا اور اسکے پاس چھپ نہ رہا تو یہ بھاگنا عیب نہین یعنے اگر دوسرے شہر مین بائع کے پاس بھاگے گا یا مخفی ہو رہیگا تو عیب ثابت ہوگا واختلف فی الثور والاحسن انہ عیب اور اختلاف ہی بیل کے بھاگنے مین کہ عیب ہی یا نہین اور قول بہتر یہ ہی کہ بیل کا بھاگنا بھی عیب ہی ہم اسمین تین قول ہین ایک قول کو تو شارح نے ذکر کیا اور دوسرا قول یہ کہ بھاگنا عیب نہین تیسرا قول یہ کہ ہمیشہ بھاگنا عیب ہی دو تین بار کا بھاگنا عیب نہین اور ظاہر اور جانورون کا بھی یہی حکم ہی کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری مطالبۃ البائع بالثمن قبل عودہ من الاباق ایضاً قنیہ اور مشتری کو مطالبہ ثمن کا بائع سے قبل پلٹ آنے غلام کے فرار سے جائز نہین کذا فی شرح ابن ملک والقنیہ والبول فی الفراش والسرقۃ الا اذا سرق شیئاً للاکل من المولی ولیس کالفلس فلیس اور چنانچہ بستر پر پیشاب کرنا اور چوری کرنا مگر جبکہ کوئی چیز کھانے کے واسطے چرا وے مولے سے یا کمتر چیز چرا وے جیسا کہ پیسا اور دو پیسے تو عیب نہین ہم اگر بیچنے کے واسطے چوری کرے یا کھانے سے زیادہ چرا وے یا مولے کے سوا کسی اور شخص کی چیز چرا وے تو عیب ہی ولو سرق عند المشتری ایضاً فقطع رجع بربع الثمن لقطعہ بالسرقتین جمیعاً اور اگر غلام نے مشتری کے پاس بھی چوری کی سو اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری چہارم ثمن پھیر لے بسبب مقطوع ہونے کے دونون چوریون سے ملاکر ہم ربع ثمن کے رجوع کی یہ وجہ ہی کہ غلام کے ہاتھ کا خونبہا اسکی نصف قیمت ہی اور یہ نصف تلف ہوا دو سبب سے یعنے ایک چوری بائع کے پاس اور دوسری مشتری کے پاس کی تو موجب نصف ہوگا تو نصف النصف کا رجوع ہوا یعنے ربع کا کذا فی الطحطاوی ولو رضی البائع باخذہ رجع بثلثۃ ارباع ثمنہ عینی اور اگر بائع راضی ہو گیا غلام کے لینے سے تو مشتری تین ربع اسکے ثمن کے پھیر لے یعنے یون قیمت کذا فی العینی وکلہا تختلف صغراً ای مع التمییز وقدرہ بخمس سنین او یاکل ویلبس وحدہ وتمامہ فی الجوہرہ فلو لم یاکل ولم یلبس وحدہ لم یکن عیباً ابن ملک وکبراً لانہا فی الصغر لقصور عقل وضعف مثانۃ عیب وفی الکبر لسوء اختیار وداء باطن عیب آخر اور جمیع عیوب ثلثہ مختلف السبب ہین طفلی اور جوانی مین اسواسطے کہ طفلی مین بھاگنا اور چوری عقل کی کمی سے اور پیشاب کرنا ضعف مثانہ سے عیب ہی اور جوانی مین بھاگنا اور چوری خبث اور بدذاتی سے اور پیشاب کرنا مرض باطنی سے دوسرا عیب ہی طفلی سے مراد طفلی با تمیز ہی اور فقہا نے تمیز کا اندازہ پانچ برس کا کیا ہی یا بلا اعانت وہ تنہا کھانے پینے لگے اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہی سو اگر وہ بذات خود نکھاتا ہو نہ کپڑا پہنتا ہو تو بھاگنا اور چوری اور پیشاب کر دینا اسکے حق مین عیب نہین کذا فی شرح ابن ملک فعند اتحاد الحالۃ بان ثبت اباقہ عند بائعہ ثم مشتریہ کلاہما فی صغرہ او کبرہ لہ الرد لاتحاد السبب تو حالت متحد ہونے مین اسطرح پر کہ غلام کا بھاگنا ثابت ہوا بائع کے پاس سے پھر مشتری کے پاس سے دونون بار کا بھاگنا اسکی طفلی مین ہو یا جوانی مین تو مشتری کو اسکا پھیر دینا جائز ہی بسبب متحد ہونے سبب کے ہم جب طفلی یا جوانی مین دونون کے پاس سے بھاگا تو اسکا سبب ایک ہی ٹھہرا طفلی مین قصور عقل اور جوانی مین بدذاتی لہذا مشتری کو پھیر دینے کا اختیار رہا کیونکہ یہ عیب قدیمی ثابت ہوا فقط مشتری کے پاس حادث نہین ہوا کہ ممتنع ہو وعند الاختلاف لا لانہ غیرہ حادث اور اختلاف سبب کے نزدیک مشتری کو پھیر دینے کا اختیار نہین اسواسطے کہ وہ نیا عیب ہی ہم یعنے جب ثابت ہو غلام کا بھاگنا بائع کے پاس سے حالت طفلی مین اور مشتری کے پاس سے جوانی کی حالت مین تو اب مشتری اسکو اس عیب سے پھیر نہین سکتا کیونکہ طفلی کا سبب قرار کم عقلی ہی اور جوانی کا سبب قرار شرارت اور بدذاتی ہی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب دوسرا پیدا ہوا سوا اس عیب کے جو قبل اسکے بائع کے پاس تھا اور پھیر دینا جائز نہین مگر اس عیب سے جو بائع کے پاس ہو کحمّی عند بائعہ ثم عند مشتریہ ان من نوع لہ ردہ والا لا عینی چنانچہ وہ غلام جسکو تپ آتی بائع کے پاس پھر تپ آتی مشتری کے پاس اگر یہ تپ اسی تپ کی قسم سے ہی تو اسکو پھیر نا جائز ہی اور اگر دوسری قسم ہی تو جائز نہین کذا فی شرح العینی ہم خانیہ مین مذکور ہی کہ نوع حمّی سے مراد یہ ہی کہ ایک ہی

ایک ہی

تنبیہ

وقت مین دونون کے پاس تب آئی ہو اور اگر اسکے غیر وقت مین تب آئی ہو تو پھیرنا جائز نہین ہی محفوظ ہی ہمارے اصحاب سے کذا فی الطحطاوی و بقی لو وجده یبول ثم حتی رجع بالنقصان ثم بلغ هل للبائع ان یسترد النقصان لزوال ذلک العیب بالبلوغ ینبغی نعم منہ باقی رہا یہ مسئلہ کہ اگر مشتری نے صغیر غلام کو بستر پر پیشاب کرتا پایا پھر اسمین دوسرا عیب پیدا ہوا یہان تک کہ مشتری نے بقدر نقصان بائع سے ثمن پھیر لیا پھر غلام بالغ ہوا تو کیا بائع کو جائز ہی کہ نقصان پھیر مشتری سے بسبب زائل ہو جانے اس عیب کے جوان ہونے سے جواب مناسب بقواعد یہ ہی کہ یہان استرداد نقصان جائز ہی کذا فی الفتح عن الظہیریۃ والجنون هو اختلال القوۃ التی بها ادراک الکلیات تلویح اور چنانچہ جنون یعنے دیوانہ ہو جانا جنون عبارت ہی اس قوت کے اختلال سے جسکے سبب سے ادراک کلیات ہوتا ہی کذا فی التلویح هـ یہ تعریف جنون کی صاحب بحر نے کی ہی اور تلویح مین یون ہی کہ جنون عبارت ہی اس قوت کے اختلال سے جو تمیز ہی اشیائے حسنہ اور قبیحہ مین اور انجام کار کی مدرک ہی کذا فی الطحطاوی و بہ علم تعریف العقل انه القوۃ المذکورۃ و معدنه القلب و شعاعه فی الدماغ درر اور جنون کی تعریف سے عقل کی تعریف معلوم ہوگئی کہ عقل عبارت ہی قوت مذکورہ سے یعنے جو قوت کہ مدرک ہی کلیات کی اسکا نام عقل ہی اور اسکے کان دل ہی اور اسکی روشنی دماغ مین ہوتی ہی کذا فی الدرر و هو لا یختلف بهما لاتحاد سببه بخلاف ما مر وقیل یختلف عینی اور جنون مختلف نہین ہوتا طفلی اور جوانی سے اسکے ایک ہی سبب ہونے سے بخلاف اسکے جو عیوب کہ مذکور ہو چکے یعنے اباق اور بول اور سرقہ اور قول ضعیف یہ ہی کہ جنون بھی طفلی اور جوانی سے مختلف ہوتا ہی کذا فی شرح العینی هـ جب اختلاف سبب نہوا تو اگر غلام مجنون ہوا طفلی مین بائع کے پاس پھر مجنون رہا مشتری کے پاس طفلی مین یا بعد جوانی کے تو یہ عیب بعینہ اول عیب ہی تو مشتری کو پھیر دینے کا اختیار ہی و مقداره فوق یوم و لیلۃ اور مقدار جنون کی ایک رات اور دن سے زیادہ ہی یعنے اسقدر سے کم جنون ہونا عیب نہین اور دوسرا قول یہ ہی کہ ایک ساعت کا بھی جنون عیب ہی اور تیسرا قول یہ کہ جنون مطبق عیب ہی نہ غیر مطبق کذا فی البحر و لا بد من معاودته عند المشتری فی الاصح و الا فلا رد الا فی ثلث زنا الجاریۃ والتولد من الزنا والولادۃ فتح اور جنون کا عود کرنا مشتری کے نزدیک ضرور ہی قول صحیح مین اور نہین تو بلا معاودت عیب پھیر دینا جائز نہین مگر تین عیب مین سو مبیع بلا معاودت جائز ہی لونڈی کی زناکاری مین اور زنا سے متولد ہونے مین اور ولادت مین کذا فی الفتح هـ ولادت اسواسطے عیب ہوئی کہ اس سے ایسا ضعف حاصل ہوتا ہی کہ کبھی زائل نہین ہوتا فتح القدیر مین کہا کہ اسی قول پر فتوی ہی قلت لکن فی البزازیۃ الولادۃ لیست بعیب الا اذا توجب نقصانا و علیه الفتوی و اعتمده فی النهر لکن یہان لیکن بزازیہ مین ہی کہ ولادت عیب نہین مگر یہ کہ نقصان کی موجب ہو اور اسی پر فتوی ہی اور اسی قول پر نہر الفائق مین اعتماد کیا ہی هـ پہلا قول بھی مفتی بہ ہی تو یہان قاضی اور مفتی مخیر ہین و فیه الحبل عیب فی بنات ادم لا فی البهائم اور نہر الفائق مین ہی کہ حاملہ ہونا عورتون مین عیب ہی نہ جانورون مین والجذام والبرص والعمی والعور والحول والصمم والخرس والقروح والامراض عیوب اور مبرص ہونا اور سفید داغ اور اندھا اور کانا اور بھینگا اور بہرا اور گونگا ہونا اور زخم اور بیماریان عیوب ہین و کذا الادرۃ وهو انتفاخ الانثیین والعنین والخصی عیب اور اسی طرح فتق یعنے دونون فوطے پھولنا اور نامرد اور خصی ہونا عیب ہی هـ بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا الفتق والخصا عیبان اور ظاہرا ایک فوطہ بھی پھولنا عیب ہی کذا فی الطحطاوی واذا اشتری علی انه خصی فوجده فحلا فلا خیار له جوهرۃ اور جبکہ مشتری نے غلام کو خرید کیا اس شرط پر کہ وہ خصی ہی پھر اسکو تندرست نر پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار نہین کذا فی الجوهرہ اسواسطے کہ بے عیب نکلا تو مشروط سے عمدہ پایا والبخر نتن الفم والدفر نتن الابط و کذا نتن الانف بزازیۃ والزنا والتولد منه کلها عیب فیها لا فیه ولو امرد فی الاصح خلاصہ اور بخر یعنے گندہ دہنی اور دفر یعنے گندہ بغلی اور اسی طرح گندہ بینی کذا فی البزازیہ اور زنا اور زنا سے پیدا ہونا یہ عیب ہین لونڈی مین نہ غلام مین اگرچہ غلام امرد سادہ رو ہو قول صحیح مین کذا فی الخلاصہ هـ امور مذکورہ لونڈی مین اسواسطے عیب ہوئے کہ مقصود کے مخل ہین یعنے لونڈی کی خرید سے ہم بستری اور طلب اولاد مقصود ہی اور گندہ دہنی وغیرہ قربت کے مانع ہین اور غلام سے مقصود خدمت لینا ہی اور یہ باتین اسکے مخل اور مانع نہین خواہ غلام امرد ہو یا غیر امرد الا اذا فحش لانه حینئذ یمنع القرب من المولی مگر یہ کہ گندہ دہنی اور گندہ بغلی غلام مین شدت سے ہون اسی طرح ہی کہ میان

ف
اسمین کا عقل [illegible]
الباقی یعنے [illegible]
[illegible] کہ مراد [illegible]
[illegible]
[illegible]
وہ شخص جسکو
عارضہ فتق ہو اور
اسکا اسم [illegible]
[illegible]
۱۲

یا مس انکی بالغ ہون تو البتہ عیب ہین غلام مین بھی ویکون الزنا عادۃ لہ بان یتکرر اکثر من مرتین یا یہ کہ زناکاری کی غلام کو عادت پڑ گئی ہو اسطرح پر کہ زنا اس سے مکرر ہوا ہو دو بار سے زیادہ تو عیب ہے غلام مین بھی والتلوط بہا عیب مطلقا اور لواطت لونڈی مین عیب ہے مطلقا یعنی خواہ مفت ہو یا اجرت لیکر [illegible] بالغ ہم بستری ہے کذا فی البحر وبہ انہ مجانا لانہ دلیل الابنۃ وان باجر لا قنیہ اور لواطت غلام مین عیب ہے اگر مفت ہو اسواسطے کہ علت ابنہ کی دلیل ہے اور اگر اجرت لیکر ہو تو نہین کذا فی القنیہ ھم ابنہ ایک علت کا نام ہے جسمین ایسی حل ہو مبرز مین کہ بدون منی کے قرار نہ پکڑے اور پیچنت عیب ہے یہان تک کہ جانورون مین بھی اور لواطت بعوض اجرت غلام مین ایسا عیب نہین کہ مشتری رد بیع کرے کیونکہ وہ علامت ابنہ کی دلیل نہین بلکہ حرص مال کی علامت ہے اور یہ مراد نہین کہ لواطت باجرت مطلقا عیب نہین شرعا اسواسطے کہ شرعا اقبح اور معیوب تر ہے زنا سے وفی القنیۃ اشتری حمارا تعلوہ الحمر ان طاوع فعیب والا لا اور قنیہ مین ہے کہ خرید کیا گدھا جسپر گدھے چڑھتے ہین اگر برضامندی اسکی یہ فعل ہوتا ہے تو عیب ہے کہ مرض کی دلیل ہے اور نہین تو عیب نہین واما التخنث بلین صوت وتکسر مشی فان کثر رد لا ان قل بزازیہ اور زنخا اور مہلا ہونا نرم آواز بنا کر اور چال مٹکا کر اگر بکثرت ہو تو غلام کو مشتری پھیر دے اور اگر بقلت ہو تو نہ پھیرے کذا فی البزازیہ والکفر باقسامہ وکذا الرفض والاعتزال بحر فہما عیب فیہما ولو المشتری ذمیا سراج اور ہر قسم کا کفر اور اسی طرح رفض اور اعتزال معتزلہ ہونا کذا فی البحر یعنی یہ دونون عیب ہین لونڈی غلام مین اگرچہ مشتری کافر ذمی ہو کذا فی السراج ھم حموی نے کہا کہ صاحب بحر نے رافضی سے یہ مراد لی کہ جو علی مرتضی کو اور اصحاب سے افضل کہتے ہین وہ رافضی جو شیخین کو برا کہے اسواسطے کہ وہ کافرون مین داخل ہے کذا فی الطحطاوی وعدم الحیض للبنت سبعۃ عشر وعندہما خمسۃ عشر ویعرف بقولہا اذا انضم الیہ نکول البائع قبل القبض وبعدہ ہو الصحیح ملتقی اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لونڈی کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پندرہ برس کی لونڈی کو عیب ہے اور عدم حیض معلوم ہوتا ہے لونڈی کے کہنے سے جبکہ اسکے ساتھ بائع قسم سے انکار کرے قبل قبض کے اور بعد قبض کے یہی قول صحیح ہے کذا فی الملتقی ولا تسمع فی اقل من ثلثۃ اشہر عند الثانی اور مسموع نہوگا دعوی عدم حیض کا تین مہینے سے کم مین ابو یوسف کے نزدیک ھم اور محمد کے نزدیک چار مہینے دس دن اور امام زفر کے نزدیک دو سال سے کم مین دعوی مسموع نہوگا لیکن عدم حیض جوان لونڈی مین عیب ہے نہ صغیرہ اور آیسہ مین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ اگر قاضی مجتہد ہو تو موجب اپنے اجتہاد کے عمل کرے اور اگر مقلد ہو تو دو سال پر عمل کرے والاستحاضۃ والسعال القدیم لا المعتاد اور استحاضہ اور قدیم کھانسی عیب ہے نہ عادت کی کھانسی ھم بحر الرائق مین ہے کہ مرض کی کھانسی عیب ہے قدیم ہو یا غیر قدیم کذا فی الطحطاوی والدین الذی یطالب بہ فی الحال لا المؤجل لعتقہ فانہ لیس بعیب کما نقلہ مسکین عن الذخیرۃ اور لونڈی غلام پر ایسے دین کا ہونا عیب ہے جسکا فی الحال مطالبہ ہو نہ وہ دین جسکی مدت اسکی آزادی پر معین ہو اسواسطے کہ وہ عیب نہین چنانچہ اسکو مسکین نے ذخیرہ سے نقل کیا ہے ھم دین مؤجل لعتق وہ ہے جو غلام پر خرید کر لینے سے لازم ہوا ہو بلا اذن مولے لکن عمم الکمال وعللہ بنقصان الولاء والمیراث لیکن کمال الدین محقق نے ہر دین کو عیب کہا ہے اور دلیل تعمیم کی نقصان ولا اور نقصان میراث بیان کی ہے ھم وجہ نقصان ولا و میراث یہ ہے کہ ارباب دیون مولے اور عصبات پر مقدم ہین کذا فی الطحطاوی والشعر والماء فی العین وکذا کل مرض فیہا فہو عیب معراج کسبل وحول وکثرۃ دمع والثولول بالمثلثۃ کزنبور بثر صغیر صلب مستدیر علی صور شتی جمعہ ثالیل قاموس وقیدہ بالکثرۃ بعض شراح الہدایۃ اور بال اور پانی آنکھ مین اور اسی طرح ہر مرض آنکھ مین عیب ہے کذا فی المعراج چنانچہ سرخ جالا اور کویہ تنگ ہونا اور آنسو کا ڈھلکنا اور مسا ثولول ثاے مثلثہ بر وزن زنبور چھوٹی سخت پھنسی گول یا اشکال مختلفہ جسکو اہل ہند مسا بولتے ہین اور جمع اسکی ثالیل کذا فی القاموس اور ہدایہ کے بعض شارحین نے مسون مین کثرت کی قید لگائی ہے یعنی مسون کی کثرت عیب ہے نہ قلت وکذا الکی عیب لو عن داء والا لا اور اسی طرح داغ عیب ہے اگر آگ سے بسبب بیماری کے داغ دیا ہو اور نہین تو عیب نہین وقطع الاصبع عیب والاصبعان عیبان والاصابع مع الکف عیب واحد اور ایک انگلی کا کٹنا ایک عیب اور دو انگلیون کا مقطوع ہونا دو عیب ہین اور سب انگلیون کا قطع ہونا ہتھیلی کے ساتھ ایک عیب ہے والعسر وہو من یعمل

[illegible]

[illegible]

بیسار ہو فقط الا ان یعمل بالیمنی ایضا کعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور جو شخص کہ فقط اپنے بائیں ہاتھ سے کام کرے مگر جو شخص داہنے ہاتھ سے بھی کام کرے چنانچہ فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کام کرتے تھے تو عیب نہیں بلکہ عمدہ وصف ہے والشیب وشرب خمر وقمار ان عد عیبا اور پیری اور شراب پینا علانیۃ اور قمار بازی اگر عیب شمار ہو چنانچہ نرد اور شطرنج کا قمار اور مانند انکے کذا فی الطحطاوی عن البحر وعدم ختانہما لو کبیرین مولدین اور لونڈی غلام کا ختنہ نہ ہونا اگر بالغ دار الاسلام کے پیدا ہوئے ہوں ہم بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کا ختنہ نہ ہونا عیب نہیں اور اسی طرح جو غلام دار الحرب سے گرفتار ہو آوے صغیر ہو یا کبیر اسکا عدم ختان عیب نہیں اور قاضی خان کے فتاوے میں ہے کہ لونڈی کا ختنہ نہ ہونا زمان سابق میں عیب تھا اب ہمارے زمانہ میں عیب نہیں کذا فی الطحطاوی وعدم نہیق حمار وقلۃ اکل دواب ونکاح وکذب ونمیمۃ وترک صلوۃ لکن فی القنیۃ ترکہا فی العبد لا یوجب الرد اور نہ بولنا گدھے کا اور کم کھانا جانوروں کا اور لونڈی غلام کا نکاح ہونا اور جھوٹ بولنا اور چغل خوری اور ترک نماز عیب ہے لیکن قنیہ میں ہے کہ ترک نماز غلام میں موجب رد نہیں وفیہا لو ظہر ان الدار مشؤمۃ ینبغی ان یتمکن من الرد لان الناس لا یرغبون فیہا اور قنیہ میں ہے کہ اگر ظاہر ہو کہ گھر منحوس ہے تو لائق یہ ہے کہ مشتری رد بیع پر قادر ہو اسواسطے کہ لوگ ایسے گھر کے لینے میں خواہش نہیں کرتے وفی المنظومۃ المحبیۃ والخال عیب او علی الذقن والشفۃ لا الخد والعیوب کثیرۃ برأنا اللہ منہا اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ خال عیب ہے اگر ٹھوڑی یا ہونٹ پر ہو نہ گال پر اور اسکے سوا عیب بہت ہیں حق تعالے ہمکو انسے بچاوے

اٰئین حدث عیب اٰخر عند المشتری بغیر فعل البائع فلو بہ بعد القبض راجع بحصتہ من الثمن ورجعہ بالارش واما قبلہ فلہ اخذہ او ردہ بکل الثمن مطلقا پیدا ہوا دوسرا عیب مشتری کے پاس بدون فعل بائع کے سوا اگر بائع کے فعل سے دوسرا عیب پیدا ہوا بعد قبض مشتری کے تو مشتری بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لے اور عیب جدید کا جرمانہ بائع پر واجب ہوگا اور قبل قبض کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اسکو لے حصہ نقصان کو کم کر کے یا اسکو پھیر دے کل ثمن لیکر ہر طرح یعنی خواہ عیب قدیم ہو یا نہو کذا فی الحلبی ہم حلبی سے کہا قولہ بکل الثمن متعلق ہے بقولہ او ردہ سے فقط اور اسکی کچھ حاجت نہ تھی کیونکہ معلوم ہے بلا اشتباہ بلکہ یہ قول خلاف مراد کا موہم یعنی قولہ فلہ اخذہ کے متعلق ہونے کا کما لا یخفی معلوم کرنا چاہیے کہ حدوث نقصان دو حال سے خالی نہیں یا نقصان بائع کے پاس پیدا ہوا یا مشتری کے پاس اگر بائع کے پاس پیدا ہوا اسکی پانچ صورتیں ہیں بائع کے فعل سے یا مشتری کے فعل سے یا اجنبی یا مبیع کے فعل سے یا آفت آسمانی سے سو اگر بائع کے فعل سے ہوا تو مشتری مختار ہے خواہ قدیم عیب ہو یا نہ ہو چاہے اسکو چھوڑ دے اور چاہے لے حصہ نقصان کو گھٹا کر اور اگر عیب مشتری سے ہوا تو اسپر تمام ثمن لازم آیا ثمن کو بقدر نقصان کم نہیں کر سکتا اور اگر نقصان بفعل اجنبی ہوا تو مشتری مختار ہے چاہے مبیع کو سب ثمن دیکر اور اجنبی سے جرمانہ لے اور چاہے مبیع کو ترک کرے اور اسپر سے ثمن ساقط ہے اور اگر نقصان آفت آسمانی سے ہوا یا مبیع کے فعل سے تو چاہے مشتری اسکو ترک کرے چاہے لے بقدر نقصان ثمن گھٹا کر اور اگر نقصان مشتری کے پاس پیدا ہوا ہو تو اگر مشتری یا مبیع کے فعل سے ہوا ہو یا آفت آسمانی سے تو اسکو عیب قدیم کے سبب سے پھیر نہیں سکتا لیکن بقدر نقصان قدیم ثمن کم کر سکتا ہے اور اگر بائع ناقص لینے پر راضی ہو تو پھیر دینا بھی جائز ہے اور اگر نقصان بائع یا اجنبی کے فعل سے ہو تو مجرم پر جرمانہ واجب ہے اور پھیر دینا ممنوع ہے اور بقدر حصہ عیب قدیم ثمن پھیر لینا جائز ہے کذا فی البحر جبکہ یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ مصنف نے حدوث عیب ثانی کو بعد القبض فرض کیا ہے چنانچہ قولہ عند المشتری اسپر دلالت کرتا ہے اور مذکور ہو چکا کہ قبض کے بعد مشتری کو بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیر لینا پانچوں صورتوں میں جائز ہے مگر شارح نے فقط فعل بائع کا مستثنی کر لیا اسواسطے کہ بائع کی رضامندی سے بھی پھیر دینا ممکن نہیں لیکن شارح پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ فعل اجنبی کا بھی یہی حکم ہے جو بائع کے فعل کا حکم ہے تو شارح پر لازم تھا کہ یوں کہتا بغیر فعل البائع او الاجنبی کذا فی الحلبی ملخصا ولو برھن البائع علی حدوثہ وللمشتری علی قدمہ فالقول للبائع والبینۃ للمشتری اور اگر گواہ لایا بائع عیب کے جدید ہونے پر اور مشتری گواہ لایا اسکے قدیم ہونے پر تو بائع کا قول معتبر ہے اور گواہ مشتری کے مقبول ہیں ہم نہر الفائق میں قاضی خان کی تصحیح سے کہ در صورت عاقدین کی گواہی کے مشتری کی گواہی مقبول ہے کیونکہ وہ مثبت اختیار ہے اور قول بائع کا معتبر ہے کیونکہ وہ اختیار کا منکر ہے انتہی تو بائع کا قول اسوقت

معتبر ہو جبکہ مشتری کے گواہ ہون اور شارح کی عبارت اسپر دلالت نہین کرتی کما لا یخفی ولا یرد جبرا مالہ حمل ومؤنۃ الا فی بلد العقد بحر اور نہ پھیرے مشتری زبردستی اُس مبیع کو جسکے واسطے بار برداری اور خرچ کی حاجت ہو مگر جس شہر مین عقد بیع واقع ہوا ہو اسمین پھیر دینا جائز ہے باوجود بار برداری کے بھی کذا فی البحر اسواسطے کہ حاجت بار برداری بمنزلہ عیب حادث کے ہے کذا فی النہر رجع بنقصانہ الا فیما استثنے وعنہ مالو اشتراہ تولیۃ او خاطہ لطفلہ زیلعی او رضی بہ البائع جوھرہ یعنے اگر مشتری کے پاس دوسرا عیب بغیر فعل بائع پیدا ہوا ہو تو مشتری بقدر نقصان عیب قدیم ثمن پھیرے مگر ان مسائل مین رجوع نہین جنکا استثنا ہو گیا چنانچہ وہ مسائل ستہ جو اول مذکور ہو چکے بزازیہ سے اور انا نجملہ یہ ہے کہ اگر مشتری نے مبیع کو بطور تولیت خرید کیا یا اسکو اپنے طفل صغیر کے واسطے قطع کیا اور سیا کذا فی الزیلعی یا بائع ناقص پھیر لینے پر راضی ہو گیا کذا فی الجوہرہ اور رجوع نقصان کا یہ طریقہ ہے کہ اول مبیع کی قیمت بلا عیب کیجاے پھر عیب کے ساتھ کیجاے یعنے عیب قدیم کے ساتھ اور دونون قیمتون مین تفاوت دیکھا جاے اگر تفاوت عشر قیمت ہو تو ثمن سے دسوان حصہ پھیر لے اور اگر اس سے کم زیادہ ہو تو ویسا ہی کرے مثلاً اگر دس درم کو خرید کیا ہو اور قیمت اُسکی سو درم ہو اور عیب نے دسوان حصہ کم کر دیا تو ثمن کا دسوا حصہ پھیر لے یعنے ایکدرم اور اگر ثمن دو سو ہو اور قیمت ایک سو اور نقصان عیب عشر ہو تو بیس درم پھیر لے وعلی ہذا القیاس کذا فی النہر الفائق مسئلہ اخیرہ کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی کہ بعد اسکے متن مین موجود ہے وجہ عدم رجوع بیع التولیہ کی یہ ہے کہ اگر ایک چیز بطور تولیت کے خرید کی اور مشتری کے پاس اسمین دوسرا عیب پیدا ہوا اور اسمین ایک قدیم موجود تھا تو اسمین نہ رجوع جائز ہو نہ بدون رضامندی بائع کے رد کرنا کیونکہ اگر رجوع کرے تو ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہوا اور مقتضاے تولیت یہ ہے کہ برابر ہو اور قطع اور خیاطت طفل کے واسطے تملیک ہے اور قبض مین باپ اسکا نائب ہے تو اگر باپ مبیع مقطوع مخیط کے عیب قدیم پر مطلع ہو تو اب بقدر حصہ نقصان رجوع نہین کر سکتا اسواسطے کہ وہ حابس ہوا مبیع کا تملیک کرکے کذا فی الطحاوی ولہ الرد برضی البائع اور اسکو پھیر دینا جائز ہے بائع کی رضامندی سے ھم یعنے اگر بائع کے پاس مبیع مین عیب ہوا اور مشتری کے پاس دوسرا عیب پیدا ہوا بلا فعل بائع تو مشتری مختار ہے چاہے عیب قدیم کے حصے کے موافق ثمن پھیر لے چاہے مبیع پھیر دے بشرط رضاے بائع کے رضاے بائع اسواسطے شرط ہوئی کہ پھیر دینے مین ضرر ہے بائع کا اسواسطے کہ جب مبیع اسکی ملک سے خارج ہوئی تھی تو عیب حادث سے سالم تھی لہذا رجوع بالنقصان متعین ہوا مگر درصورت رضاے بائع مشتری مختار ہے پھیر دینے مین یا رکھ لینے مین بلا رجوع نقصان کذا فی الحلبی الا لمانع عیب او زیادۃ کان اشتری ثوبا فقطعہ فاطلع علی عیب قدیم رجع بہ ای بنقصانہ لتعذر الرد بالقطع بشرط رضاے بائع پھیر دینا جائز ہے مگر بسبب عیب کے جو مانع ہو رد کا بسبب زیادت مانعہ کے پھیرنا جائز نہین چنانچہ ایک کپڑا خرید کیا پھر اسکو قطع کیا پھر مشتری اسکے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے اس حالت مین پھیر نہین سکتا بسبب متعذر ہونے رد کے قطع کرنے سے ھم یہ مثال ہے عیب مانع کی اور زیادتی کی مثال دوخت اور رنگت وغیرہ مین آویگی فان قبلہ البائع کذلک لہ ذلک لانہ اسقط حقہ پھر اگر بائع نے پھاڑا ہوا کپڑا قبول کر لیا تو اسکو جائز ہے اسواسطے کہ اسنے اپنا حق ساقط کر دیا ولو اشتری بعیرا فنحرہ فوجد معاءہ فاسدا لم یرجع لافساد مالیتہ اور اگر اونٹ خرید کیا پھر اسکو حلال کیا اور اسکی انتڑیون کو سڑا گلا پایا تو رجوع نقصان جائز نہین بسبب بگاڑ دینے بائع کی مالیت کے یعنے حلال کرنے سے مالیت فاسد ہو گئی کہ گوشت لائق گندگی کے ہو گیا بخلاف قطع ثوب کے کہ اسمین افساد مالیت نہین لہذا اسمین رجوع درست ہوا نہ اسمین کما لا یرجع لو باع المشتری الثوب کلہ او بعضہ او وھبہ بعد القطع بحر اذ ردہ مقطوعا لا مخیطا کما افادہ بقولہ چنانچہ رجوع نہین کر سکتا اگر مشتری نے سب یا تھوڑا کپڑا بیع کیا یا ہبہ کیا بعد قطع کے بسبب جائز ہونے پھیر دینے مبیع کے کاٹ کر نہ سیکر چنانچہ اسکو مصنف نے اپنے آئندہ قول مین بیان کیا فلو قطعہ المشتری وخاطہ او صبغہ بای صبغ کان عینی او لت السویق بسمن او خبز الدقیق او غرس او بنی ثم اطلع علی عیب رجع بنقصانہ لامتناع الرد بسبب الزیادۃ لحق الشرع لحصول الربوا حتی لو تراضیا علی الرد لا یقضی القاضی بہ درر وابن کمال پھر اگر کپڑا کو مشتری نے قطع کیا اور سیا یا اسکو کسی رنگ سے رنگین کیا کذا فی العینی یا ستو گھی مین ملائے یا آٹے کی روٹی پکا لی یا زمین مین درخت لگایا یا عمارت

بنائی

بنا ہی پھر مشتری اس کپڑے کے عیب قدیم پر مطلع ہوا تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے بواسطے امتناع پھیر دینے کے بسبب زیادہ ہو جانے مبیع کے اور یہ امتناع رد بواسطے حق شرع کے ہی بسبب حاصل ہونے ربوا کے یہان تک کہ اگر بائع اور مشتری دونون رد مبیع پر راضی ہو جاوین تو حاکم اسپر حکم نکرے کذا فی الدرر وابن کمال م زیادتی بیع مین امتناع رد اسواسطے ہوا کہ اصل مبیع مین بلا زیادت فسخ نہین ہو سکتا کیونکہ زیادتی جدا نہین ہو سکتی اور مع زیادت فسخ کی کوئی وجہ نہین تو پھر صورت فسخ ممتنع ہوا شارح کو مناسب تھا کہ یون کہتا لحصول شبہۃ الربوا اسواسطے کہ حرمت ربوا قدر اور جنس سے ہوتی ہی سو یہان دونون مفقود ہین کذا فی الطحطاوی کما یجیء لو باعہ ای الممتنع ردہ فی ہذہ الصورۃ بعد رؤیۃ العیب قبل الرضی بہ صریحا او دلالۃ چنانچہ مشتری رجوع بقدر نقصان کرتا ہی اگر مبیع ممتنع الرد کو بیچا اس صورت مذکورہ مین عیب دیکھنے کے بعد قبل اسکے ساتھ راضی ہونے کے بطور صراحت یا دلالت کے م یعنے اگر اول رضامندی ثابت ہوگی تو بیع سے رجوع نقصان نہوگا ہذا الطریق دلالت اسطرح ہی کہ مبیع کو لباس یا رکوب مین استعمال کرے امتناع رد کی قید سے شارح نے اشارہ کیا کہ امتناع سابق ہی بیع پر تو بیع کو امتناع مین کچھ تاثیر نہین تو مشتری بیع سے حابس مبیع کا نہ ٹھہرا لہذا رجوع نقصان مین اسکو اختیار ہوگا کذا فی الطحطاوی ، او مات العبد المراد ہلاک المبیع عند المشتری او اعتقہ او دبرہ او استولدہا او وقف قبل علمہ بعیبہ یا غلام مرگیا موت عبد سے ہلاک مبیع مراد ہی مشتری کے پاس خواہ مبیع آدمی ہو یا غیر اسکا یا غلام کو مشتری نے آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو حرم بنایا یا مبیع کو وقف کیا اسکے عیب دریافت ہونے سے پہلے او کان المبیع طعاما فاکلہ او بعضہ او اطعمہ عبدہ او مدبرہ او ام ولدہ او لبس الثوب حتی تخرق فانہ یرجع بالنقصان استحسانا عندہما وعلیہ الفتوی بحر وعنہما یرد ما بقی ویرجع بنقصان ما اکل وعلیہ الفتوی اختیار وقہستانی یا مبیع طعام تھا سو مشتری نے اسکو سب یا تھوڑا کھایا یا اپنے غلام یا مدبر یا ام ولد کو کھلایا یا کپڑا پہنا یہان تک کہ پھٹ گیا تو بقدر نقصان ثمن پھیر لیگا صاحبین کے نزدیک بدلیل استحسان اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البحر اور صاحبین سے دوسری روایت یہ ہی کہ باقی کو پھیر دے اور جسقدر کھانا کھایا ہی اسکے نقصان کو پھیر لے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الاختیار والقہستانی م جیسے اعتاق اور تدبیر اور استیلاد اور وقف مین شرط ہی کہ یہ افعال قبل علم بالعیب ہون ویسے ہی اکل طعام اور لبس ثوب مین بھی شرط ہی کہ قبل علم بالعیب ہون چنانچہ ہدایہ سے معلوم ہوتا ہی تو شارح کو مناسب تھا کہ قید مذکور لبس ثوب کے بعد مذکور کرتا تا مسائل عشرہ کو شامل ہوتا اور صاحبین کے قول پر فتوی ہی فقط اکل طعام مین ہی اور شارح کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ جمیع مسائل یا مسئلہ اخیرہ مین فتوی ہی اور صاحبین کے قول کو بحر الرائق مین استحسان کہا ہی اور ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی مین یون مصرح ہی کہ استحسان عدم رجوع ہی اور یہی قول ہی امام اعظم کا کذا فی الحلبی ولو کان فی وعائین فلہ رد الباقی بحصتہ من الثمن اتفاقا ابن کمال وابن ملک وصحح قلت فعلی ما فی الاختیار والقہستانی یترجح القیاس فتنبہ اور اگر طعام دو برتن مین ہو تو مشتری کو باقی طعام کا پھیر دینا اسکے حصے کے موافق کم ثمن کرکے باتفاق امام اور صاحبین کے درست ہی کذا صحح ابن کمال فی الایضاح والاصلاح وابن ملک اور یہ مسئلہ اسی باب مین آوینگا مین کہتا ہون بموجب اختیار اور قہستانی کی عبارت کے قیاس راجح ہوگیا سو خبردار ہو جا م قیاس یعنے رجوع نقصان یہی قول صاحبین ہی یہان شارح کا بیان ہدایہ اور عنایہ اور فتح القدیر اور شرح زیلعی کے موافق ہوگیا کہ قول صاحبین قیاس ہی نہ استحسان کذا فی الحلبی ولو اعتقہ علی مال او کاتبہ او قتلہ او ابق او اطعمہ طفلہ او امرأتہ او مکاتبہ او ضیفہ فحینئذ بعد اطلاعہ علی عیب کذا ذکرہ المصنف تبعا للعینی فی الرمز لکن ذکر فی المجمع فی الجمیع قبل الرؤیۃ واقرہ شراحہ حتی العینی فیفید البعدیۃ بالاولیۃ فتنبہ لا یرجع بشیء لامتناع الرد بفعلہ اور اگر مشتری نے غلام کو بعوض مال کے آزاد کیا یا اسکو مکاتب کیا یا مار ڈالا یا وہ بھاگ گیا یا کھانا اپنے طفل یا زوجہ یا مکاتب یا اپنے مہمان کو کھلایا کذا فی العینی بعد مطلع ہونے مشتری کے عیب پر ایسا ذکر کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین تابع ہو کر عینی کا رمز الحقائق شرح کنز الدقائق مین لیکن مجمع مین جمیع مسائل مین قبل رویت کو ذکر کیا ہی اور اسکے شارحین نے اس قید کو مسلم رکھا ہی یہان تک کہ عینی نے بھی شرح مجمع مین تو کلام عینی مین بعدیت اولے ہونے کی

عہ [illegible] ۱۲

معیبہ ہوئی خبردار رہنا تو مسائل مذکورہ مین مشتری کچھ بھی رجوع نہین کرسکتا بسبب ممتنع ہونے رد کے اُسکے فعل سے ھ عینی کے کلام مین تناقض ہی شرح کنز مین بعدیت مذکور ہی اور شرح مجمع مین قبل رویت جلبی نے کہا روایت مجمع یہی حق ہی والا ان مسائل مین یعنی اعتاق بالمال سے آخر تلک اور مسائل سابقہ مین یعنی بیع اور موت اور اعتاق اور تدبیر مین کچھ فرق نہین رہتا والاصل ان کل موضع للبائع اخذہ معیبا لا یرجع باخراجہ عن ملکہ والا رجع اختیار اور قاعدہ کلیہ ان مسائل مین یہ ہی کہ جہان کہین بائع کو مبیع کا باعیب لینا درست ہی تو وہان مشتری ثمن کو بقدر نقصان پھیرے نہین سکتا بسبب اخراج مبیع کے اپنی ملک سے والا پھیر سکتا ہی کذا فی الاختیار ھ بحر الرائق مین ہی کہ اس قسم کے مسائل مین اصل یہ ہی کہ جب رد مبیع ممتنع ہو مشتری کے فعل مضمون سے چنانچہ قتل اور تملیک غیر تو رجوع بالنقصان ممتنع ہی اور جب رد ممتنع ہو بلا جہت مشتری یا مشتری کی جہت سے ہو مگر بفعل غیر مضمون چنانچہ ہلاک ہونا آفت آسمانی سے یا مبیع کا کم ہو جانا یا زیادہ ہو جانا اسطرح پر کہ مانع رد ہو یا اعتاق اور تدبیر اور استیلاد تو رجوع بالنقصان ممتنع نہین کذا فی الطحطاوی وفیہ الفتوی علی قولھما فی الاکل واقرہ القہستانی اور اختیار مین ہی کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی اکل طعام مین اور ثابت رکھا ہی اسکو قہستانی نے ھ ذکر فتوی عنقریب مذکور ہو چکا تو مکرر ہو گیا [illegible] بعض بطیخ کجوز وقثاء فکسرہ فوجدہ فاسدا ینتفع بہ ولو علفا للدواب فلہ ان لم یتناول منہ شیئا بعد علمہ بعیبہ نقصانہ خریدی کی انڈے اور خربوزے کے مانند کوئی چیز چنانچہ اخروٹ یا ککڑی پھر اسکو توڑا تو ایسا بگڑا پایا جو لائق انتفاع ہی اگرچہ جانورون کا چارہ ہو سکے تو اسکو بقدر نقصان ثمن پھیر لینا جائز ہی اگر اسمین سے بعد عیب دریافت ہونے کے کچھ کھایا ہو یعنی بعد چکھ لینے کے کچھ پھیر لینا درست نہین کذا فی النہر الا اذا رضی البائع بہ مگر جبکہ بائع اسکے پھیر لینے پر راضی ہو تو رجوع نقصان جائز نہین ولو علم بعیبہ قبل کسرہ فلہ ردہ اور اگر مشتری اسکا عیب جان گیا قبل اسکے توڑنے کے تو اسکو پھیر دینا جائز ہی وان لم ینتفع بہ اصلا فلہ کل الثمن لبطلان البیع اور اگر لائق انتفاع نہو اسطرح پر کہ انڈا گندا ہو یا ککڑی کڑوی ہو یا اخروٹ خالی بے مغز ہو تو کل ثمن مشتری کا ہی بسبب باطل ہونے بیع کے اسواسطے کہ توڑنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ مال نہین کذا فی النہر ولو وجد اکثرہ فاسدا جاز بحصتہ عندھما نہر اور اگر اکثر انڈون اور خربوزون کو فاسد پایا اور کمتر کو صحیح تو بقدر صحیح بیع جائز ہی صاحبین کے نزدیک کذا فی النہر ھ نہایہ مین ہی کہ صاحبین کا قول اصح ہی قلیل وہ ہی جیسے اخروٹ خالی نہوتے ہون عادت مین چنانچہ سو مین ایک اور دو تو ایک دس مین کثیر ہی چنانچہ قنیہ مین مصرح اور سرخسی نے کہا کہ تین عفو ہین یعنی سو مین کذا فی النہر الفائق وفی المجتبی لو کان سمنا ذائبا فاکلہ ثم اقر بائعہ بوقوع فارۃ فیہ رجع بنقصان العیب عندھما وبہ یفتی اور مجتبی مین ہی کہ اگر گھی پگھلا ہوا اور اسکو مشتری نے کھایا پھر اسکے بائع نے اسمین چوہے گرنے کا اقرار کیا تو مشتری نقصان عیب کو پھیرے صاحبین کے نزدیک اور اسیکا فتوی ہی ھ یعنی ظاہر گھی کی قیمت کیجائے پھر نجس گھی کی جو اس نجاست سے نجس ہو گیا ہو پھر قدر تفاوت کو بائع سے پھیرے کذا فی الطحطاوی ولو باع ما اشتراہ فردہ المشتری الثانی علیہ بعیب ردہ علی بائعہ لو ردہ علیہ بقضاء لانہ فسخ ما لم یحدث بہ عیب آخر عندہ فیرجع بالنقصان مثلاً زید نے بیچا اسکو جسکو خرید کیا تھا خالد سے سو مشتری ثانی نے زید کو وہ چیز پھیر دی بسبب عیب کے تو زید اسکے بائع کو یعنی خالد کو پھیر دے اگر رد بیع بحکم قاضی ہوا ہو اسواسطے کہ رد بحکم قاضی فسخ ہی اصل بیع کا تاوقتیکہ مشتری ثانی کے پاس دوسرا عیب سوائے عیب قدیم کے نہ پیدا ہو گیا ہو تو اب مشتری ثانی نقصان پھیرے گا ھ مشتری ثانی کے رد بیع کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بیع کی پھر مشتری عیب قدیم پر مطلع ہوا اور دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہوا اور اسنے عیب قدیم کا نقصان پھیر لیا تو امام کے نزدیک بائع اسکے بائع سے یعنی مشتری اول بائع سے عیب قدیم کا نقصان نہین پھیر سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک پھیر سکتا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر وھذا لو بعد قبضہ فلو قبلہ ردہ مطلقا فی غیر العقار کالرد بخیار رؤیۃ وشرط در اور یہ یعنی رد بیع کے واسطے حکم قاضی کا شرط ہونا اسوقت ہی جبکہ مشتری ثانی کے قبض کے بعد ہوا ہو سو اگر مشتری ثانی نے مبیع کو قبل قبض کرنے کے پھیر دیا تو مطلقاً خواہ بقضا ہو یا برضا

پھیر سکتا ہے غیر اراضی مین مانند رد خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط کے کذا فی الدرر یعنے اگر مشتری ثانی نے خیار الرؤیۃ یا خیار الشرط مین رد بیع کی تو مشتری اول کو بھی پھیر دینا اسکے بائع پر مطلقاً جائز ہے خواہ بقضا ہو یا برضا تو یہ تشبیہ ہے رد مطلق مین اور اراضی کو اسواسطے استثنا کیا کہ اسمین مشتری اول بائع پر رد نہین کرسکتا بدون حکم قاضی کذا فی الطحاوی ولہذا اذا باع بعد قبل اطلاعہ علی العیب فلو بعدہ فلا رد مطلقا بحر اور یہ یعنے جواز رد اسوقت ہے جبکہ مشتری اول نے اگر بیچا ہو عیب پر مطلع ہونے سے پہلے سو اگر بعد اطلاع کے بیع کی تو مطلقاً رد جائز نہین کذا فی البحر یعنے اگرچہ بحکم قاضی ہو اسواسطے کہ بیع کرنا بعد اطلاع عیب دلیل ہے رضامندی کی وھذا فی غیر النقدین لعدم تعینہما فلہ الرد مطلقا شرح مجمع اور یہ یعنے تفصیل مذکور رد بیع مین باعتبار قضا اور رضا کے نقدین کے غیر مین ہے بسبب نہ متعین ہونے نقدین کے بیع مین تو نقدین مین مطلقاً رد بیع جائز ہے کذا فی شرح المجمع ہم بحر الرائق مین ہے کہ مبیع مین عین ہونیکی قید لگائی تاکہ دین سے احتراز ہوجاوے اسواسطے کہ اسمین رد بیع فسخ ہے بلا فرق قضا و رضا اسواسطے کہ دینار متعین نہین عقود مین تو جبکہ دینار درہم مول لے پھر دینار دوسرے کے ہاتھ بیچے پھر مشتری ثانی نے دینار مین عیب پایا اور اسکو پھیر دیا تو مشتری اول بائع کو پھیر دیگا کذا فی الطحاوی ولو ردہ برضاہ بلا قضاء بعیب لا یحدث مثلہ فی الاصح لانہ اقالۃ اور اگر مشتری ثانی نے مبیع کو مشتری اول کی رضامندی سے پھیر دیا بلا حکم قاضی تو مشتری اول اسکو بائع پر نہین پھیر سکتا اگرچہ وہ ایسا عیب ہو جسکا مثل نہ پیدا ہوتا ہو قول اصح مین اسواسطے کہ وہ اقالہ ہے اور وہ بیع جدید ہے ثالث یعنے بائع کے حق مین کذا فی النہر ہم اور قول غیر اصح یہ ہے کہ جو عیب حادث نہ ہوسکتا ہو چنانچہ زائد انگلی تو اسکو مشتری اول بائع پر پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ بالیقین ثابت ہے کہ عیب بائع اول کے پاس موجود تھا کذا فی المنح ادعی عیبا موجبا للفسخ او حط ثمن بعد قبضہ المبیع لم یجبر المشتری علی دفع الثمن للبائع بل یبرھن المشتری لاثبات العیب او یحلف بائعہ علی نفیہ ودفع الثمن ان لم یکن شہود مشتری نے دعوی کیا اُس عیب کا جو موجب فسخ بیع یا کم کرنے ثمن کا ہے بعد قبضہ کرنے مبیع کے تو مشتری پر جبر نہ ہوگا بائع کو ثمن دینے پر بلکہ گواہ لاوے مشتری اثبات عیب کے یا بائع اسکا قسم کھاوے نفی عیب پر اور مشتری ثمن دیدے اگر گواہ نہون وان ادعی غیبۃ شہودہ دفع الثمن ان حلف بائعہ اور اگر مشتری نے اپنے گواہون کی عدم حضوری کا دعوی کیا تو ثمن دینا چاہیے اگر بائع نے نفی عیب کی قسم کھائی ہو ہم اگر مشتری اسکے بعد گواہ لاویگا تو ثمن پھیر لیا جائیگا ولو قال احضرہم الی ثلثۃ ایام اجلہ اور اگر مشتری نے کہا کہ مین گواہون کو حاضر کرتا ہون تین دن تک تو قاضی اسکو مہلت دے ولو قال لا بینۃ لی فحلفہ ثم اتی بہا قبلت خلافا لہما فتح اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین اور قاضی نے بائع سے قسم لی پھر مشتری گواہ لایا تو شہادت مقبول ہوگی بخلاف صاحبین کے کذا فی الفتح ولزم العیب بنکولہ ای البائع عن الحلف اور عیب لازم ہوگا بائع کے قسم نہ کھانے سے اسواسطے کہ انکار قسم حجت ہے ماسوائے حدود کے کذا فی المنح ادعی المشتری اباقا ونحوہ مما یشترط لردہ وجود العیب عندہما کبول وسرقۃ وجنون لم یحلف بائعہ اذا انکر قیامہ للحال حتی یبرھن المشتری انہ قد ابق عندہ فان برھن حلف بائعہ عندہما باللہ ما ابق وما سرق وما جن قط وفی الکبیر باللہ ما ابق منذ بلغ مبلغ الرجال لاختلافہ صغرا وکبرا مشتری نے غلام کے بھاگنے کا دعوی کیا اور بھاگنے کے مانند وہ عیب ہے جسکے پھیر دینے کے واسطے وجود عیب عاقدین کے پاس شرط ہے چنانچہ بول اور سرقہ اور جنون تو قسم نہ لیجائیگی اسکے بائع سے جب وہ اُس عیب کے بالفعل موجود ہونیکا منکر ہوتا وقتیکہ مشتری گواہ لاوے اسپر کہ غلام بھاگ گیا مشتری کے پاس تو اگرچہ امر گواہی ثابت کریگا تو قاضی صاحبین کے نزدیک اسکے بائع سے یون قسم لیگا کہ قسم خدا کی کہ وہ کبھی نہین بھاگا اور نہ چوری کی اور نہ دیوانہ ہوا اور جوان غلام مین یون قسم کھائی کہ قسم خدا کی کہ وہ نہین بھاگا جب سے کہ وہ جوان مردون کے برابر ہو پہنچا بسبب مختلف ہونے گرختگی کے طفلی اور جوانی مین یعنے طفلی مین گرختگی عیب نہین اور جوانی مین عیب ہے کما مر سابقا ہم اور اگر بائع نے قیام عیب فی الحال کا اقرار کیا تو اس سے سوال ہوگا کہ تیرے پاس بھی یہ عیب موجود تھا تو اگر اسنے اسکا بھی اقرار کیا تو پھیر دیا جائیگا مشتری کی التماس سے اور اگر وجود عیب کا اپنے پاس انکار کیا تو مشتری سے گواہ طلب ہونگے اسپر کہ یہ عیب بائع کے پاس بھی موجود تھا سو اگر اسنے گواہون سے ثابت کیا تو پھیر دیا جائیگا

اور اگر مشتری گواہ نہ لایا تو بائع سے قسم لیجاویگی کذا فی النہر واعلم ان العیوب انواع خفی کالباق وعلم حکمہ معلوم کر کہ عیب چند قسم ہین ایک قسم کا عیب
مخفی ہی چنانچہ بھاگنا اور اسکا حکم معلوم ہو چکا ص یون معلوم ہو چکا کہ کاہے متحقق ہونا عیب کا عاقدین کے پاس باوجود اتحاد حالت شرط ہی اور کاہے شرط نہین اور اسکو
اختیار ہی قبول اور رد مین مگر جبکہ دوسرا عیب اسکے پاس پیدا ہو کما تقدم کر نجتگی کے مانند وہ عیب ہی جو معلوم نہو بدون تجربہ اور آزمائش کے چنانچہ سرقہ اور بول
فی الفراش اور جنون کذا فی الطحطاوی وظاہر کعور وعمی واصبع زائدۃ او ناقصۃ فیقضی بالرد بلا یمین للتیقن بہ اذا لم
یدع الرضی بہ اور دوسری قسم عیب ظاہر ہی چنانچہ یک چشمی اور گنگی اور زیادہ یا کم اونگلی تو قاضی رد بیع کا حکم کرے بدون قسم لینے بائع کے بسبب متیقن
ہونے اس عیب کے مشتری اور بائع کے پاس جبکہ بائع نے یہ دعوی نکیا ہو کہ مشتری اس عیب سے راضی ہو گیا تھا ص اسی طرح اگر بائع نے دعوی کیا کہ مشتری اس
عیب کا واقف تھا خرید کے وقت یا اسنے ابراء عیب کا دعوی کیا سو اگر اسکا دعوی ثابت ہوا گواہون سے یا مشتری کے اقرار سے تو حکم رد نہین ہو سکتا والا مشتری
سے قسم لیجاویگی پھر اسنے اگر قسم کھائی تو پھیر دے اور اگر قسم سے انکار کیا تو رد ممتنع ہی کذا فی النہر وما لا یعرفہ الا الاطباء کالکبد فیکفی قول عدل لاثباتہ
عندنا کقول عدلین اور تیسری قسم وہ عیب ہی جسکو کوئی نہین جانتا سوائے اطباء کے چنانچہ درد جگر تو کفایت کرتا ہی ایک عادل طبیب کا قول
اور اس عیب کے ثابت کرنے کے واسطے اسکے بائع کے پاس دو عادل طبیبون کا قول کافی ہی ص اور اگر قاضی خود طبیب ہو تو خود اسکو دریافت کرے کذا فی النہر
عن البدائع وما یعرفہ الا النساء کرتق فیکفی قول الواحدۃ ثم یحلف البائع عینی اور چوتھی قسم وہ عیب ہی جسکو کوئی نہین جانتا مگر عورتین چنانچہ
عورت کی شرمگاہ کی بستگی تو ایک عورت کا قول کافی ہی پھر بائع سے قسم لیجاویگی کذا فی العینی ص عینی مین یون مذکور ہی کہ قیام عیب فی الحال مین ایک ثقہ عورت
کا قول کافی ہی پھر اگر یہ اختلاف بعد قبض کے ہی تو رد بیع نہین عورتون کے قول سے بلکہ تحلیف بائع ضرور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وبقی خامس وما لا ینظرہ
الرجال والنساء ففی شرح قاضیخان شری جاریۃ وادعی انہا خنثی حلف البائع ش مین کہتا ہون باقی رہی پانچوین قسم عیب کی جسکو
نہ مرد دیکھین نہ عورتین سو قاضیخان کی شرح مین ہی کہ خریدی لونڈی اور مشتری نے دعوی کیا کہ وہ خنثی ہی تو اسمین بائع سے قسم لیجاویگی یعنی جب اسکو نہ مرد دیکھ سکے نہ عورت
تو بجز قسم بائع انفصال کا کوئی طریقہ نہین استحق بعض المبیع فان کان استحقاقہ قبل القبض للکل خیر فی الکل لتفرق الصفقۃ ش بعض مبیع
مین غیر بائع کی ملک کا استحقاق ثابت ہوا سو اگر استحقاق قبل قبض کرنے کل مبیع کے ہو تو مشتری ہر ایک قیمی و مثلی مین مختار ہی چاہے باقی مین بیع قائم رکھے چاہے
پھیر دے بسبب متفرق ہونے صفقہ کے ص کل ثانی سے کل مبیع مراد نہین جیسا بعضون نے سمجھا ہی اسواسطے کہ بعض مستحق مین بیع باطل ہی بلکہ کل سے قیمی اور مثلی مراد ہی
کذا فی الطحطاوی وان بعدہ خیر فی القیمی لا فی غیرہ لان تبعیض القیمی عیب لا المثلی کما سیجیئ اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہی تو مشتری مختار ہی
قیمی مین نہ غیر قیمی مین اسواسطے کہ تبعیض قیمی کی عیب ہی نہ مثلی کی چنانچہ آویگا ص یعنی اگر استحقاق سے باقی مین عیب پیدا ہو چنانچہ گھر یا زمین یا غلام یا مشتری
باقی مین مختار ہی چاہے اسکے حصے کے موافق ثمن دیکر لے چاہے پھیر دے اور اگر مبیع دو چیزین ہون جو بمنزلہ شیء واحد کے ہین حکم مین پھر ایک چیز مستحق نکلی تو بھی اسکو
باقی مین اختیار ہی اور اگر استحقاق سے عیب نہ ثابت ہوتا ہو باقی مین چنانچہ مبیع دو کپڑے یا دو غلام ہون پھر ایک مستحق نکلے یا اناج کا ڈھیر ہو اور اسمین بعض
مستحق غیر ہو تو اسکی تبعیض مین ضرر نہین اور باقی کا لینا مشتری کو لازم ہی اسمین اختیار پھیرنے کا نہین کذا فی المنح وان شری شیئین فقبض احدھما
دون الآخر فحکمہ حکم ما قبل قبضہما فلو استحق او تعیب احدھما خیر اور اگر دو چیزین خریدین سو ایک پر قبضہ کیا نہ دوسری پر
تو اسکا حکم وہ ہی جو ما قبل قبض کا حکم ہی یعنی اگر ایک مین استحقاق یا عیب ثابت ہو تو مشتری مختار ہی وھذا ای خیار العیب بعد رؤیۃ العیب علی
التراخی علی المعتمد وما فی الحاوی غیر معتبر اور وہ یعنی خیار العیب بعد دیکھنے عیب کے تراخی پر ہی یعنی فی الفور نہین بنا بر قول معتمد کے اور وہ جو حاوی
مین ہی سو غریب ہی یعنی قول ضعیف ہی کذا فی البحر ص حاوی مین ہی کہ اگر مشتری نے بعد عیب دیکھنے کے باوجود قدرت علی الرد کے رکھ لیا تو یہ رضامندی ہی

یعنے اب اسکو پھیرنے کا اختیار نہیں کذا فی الحلبی فلو خاصم ثم ترک ثم عاد وخاصم فله الرد ما لم یوجد مبطله کدلیل الرضی فتح تو اگر مشتری نے بسبب عیب کے جھگڑا کیا پھر جھگڑا چھوڑ دیا بعد مدت پھر آیا اور جھگڑا کیا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے تاوقتیکہ مبطل اختیار نہ پایا گیا ہو جیسا کہ دلیل رضامندی کی کذا فی الفتح و فی الخلاصة لو لم یجد البائع حتی هلک رجع بالنقصان اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری نے بعد اطلاع عیب کے بائع کو نہ پایا یہانتک کہ مبیع ہلاک ہوئی تو بقدر نقصان ثمن سے پھیر لے واللبس والرکوب والمداواة له و به عیب رضی بالعیب الذی یداویه فقط ما لم ینقصه حتی اور پہننا اور سوار ہونا منجملہ ہے عیب کی اور مبیع کی دوا کرنا یعنے مبیع کو علاج میں صرف کرنا کذا فی العینی رضامندی ہے فقط اسی عیب کی جسکی دوا کی تاوقتیکہ دوا سے اسکو ناقص نکر دیا ہو کذا فی البرجندی ھ یعنے اگر مبیع غلام ہے اور مشتری نے اسکے عیب کی دوا کی تو یہ رضا ہے کیونکہ یہ دلیل ہے اسکے رکھ لینے کی لیکن اگر غلام میں دو بیماریاں ہیں اور ایک بیماری کی اسنے دوا کی تو دوسری بیماری کے سبب سے اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ دوا سے نقصان زیادہ نہوگیا ہو چنانچہ غلام کے ہاتھ میں درد تھا اور اسکی دوا سے ہاتھ اسکا شل ہوگیا یا آنکھ میں اسکی سفیدی تھی اور دوا کرنے سے آنکھ پھوٹ گئی تو اب دوسرے عیب کے سبب سے اسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ مشتری کے پاس اسمیں دوسرا نقصان پیدا ہوگیا کذا فی الطحطاوی وکذا کل مفید رضًی بعد العلم بالعیب یمنع الرد والارش اور اسی طرح ہر قول اور فعل جو مفید ہے رضامندی کا بعد دریافت کرنے عیب کے پھیر دینے کا اور بقدر نقصان ثمن پھیر لینے کا مانع ہے ومنه العرض علی البیع الا الدراهم اذا وجدها زیوفا فعرضها علی البیع فلیس برضی لعرض ثوب علی خیاط لینظر ایکفیه ام لا او عرضه علی المقومین لیقوم ھ اور منجملہ دلائل رضامندی پیش کرنا ہے مبیع کا بیچنے کے واسطے سوائے دراہم کے جبکہ انکو کھوٹا پایا پھر انکو بیع کے واسطے پیش کیا تو یہ پیش کرنا رضامندی نہیں جیسا کہ کپڑا سامنے کرنا درزی کے تاکہ وہ دیکھے کہ اسکے قمیص وغیرہ کو کفایت کرتا ہے یا نہیں یا سامنے کرنا مبیع کا قیمت والوں کے آگے تا اسکی قیمت ٹھہرائی جاوے رضامندی نہیں ھ اور منجملہ دلائل رضامندی اجارہ اور رہن اور کتابت ہے بعد اطلاع عیب کے اور صحیح یہ ہے کہ دوسری بار کا خدمت لینا رضامندی ہے نہ اول بار کا استخدام کذا فی النهر ولو قال له البائع اتبیعه قال نعم لزم ولو قال لا لا لان نعم عرض علی البیع ولا تقریر لملکه بزازیه اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کیا تو اسکو بیچتا ہے اسنے کہا ہاں تو بیع لازم ہوگئی اب خیار العیب سے نہیں پھیر سکتا اور اگر مشتری نے کہا کہ نہیں تو بیع لازم نہیں اسواسطے کہ ہاں کہنا بیع کے واسطے پیش کرنا ہے اور نہیں کہنا اپنی ملک ثابت رکھنا ہے کذا فی البزازیه یعنے یہ چیز میری مملوک نہیں اسواسطے کہ میں اسکو پھیر دونگا بلکہ یہ تیری ملک ہے لا یکون رضی الرکوب للرد علی البائع او لشراء العلف لها او للسقی والحال ان المشتری لا بد له منه ای الرکوب لعجزه او صعوبتها رضامندی نہیں سوار ہونا بائع کو پھیر دینے کے واسطے یا جانور کے چارہ خرید کرنے کے واسطے یا اسکو پانی پلانے کے واسطے اور حالانکہ مشتری کو سواری کی ضرورت ہے بسبب اپنی عاجزی کے یا جانور کی سرکشی کے ھ یعنے مشتری ناتوانی سے امور مذکورہ کے واسطے پیدل نہیں جا سکتا یا جانور سرکش ہے کہ بدون سوار ہونے کے نہیں ٹھہرتا تو ایسا سوار ہونا دلیل رضامندی کی نہیں تو معلوم ہوا کہ سواری بلا ضرورت رضا ہے وهل هو قید للاخیرین او للثلثة استظهر البرجندی الثانی واعتمده المصنف تبعا للدرر والبحر والشمنی وغیرهم لا الاول اور کیا ضرورت سواری کی اخیرین یعنے چارہ خرید کرنے اور پانی پلانے کی قید ہے یا تینوں کی قید ہے برجندی نے ثانی کو قوی کہا ہے اور اسی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اپنی شرح میں درر اور بحر الرائق اور شمنی کا تابع ہو کر اور انکے غیر اور مصنف نے اول کو قوی کہا ہے ھ مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں کہا لا بد له منه قید ہے اخیرین کی اور اسی پر ہمارے استاذ نے بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے انتہی تو اول سے اخیرین مراد ہیں اور ثانی سے امور ثلثہ اور اگر شارح بجائے اول ثانی کہتا تو بہتر تھا یعنے تا خلاف متبادر نہوتا خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دو قول ہیں ایک قول میں اطلاق ہے اور دوسرے میں تفصیل ہے کذا فی الطحطاوی ولو قال البائع رکبتها لحاجتک وقال المشتری بل لاردها فالقول للمشتری بحر اور بائع نے مشتری سے کہا کہ تو جانور پر سوار ہوا اپنے کام کے واسطے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ اسکے پھیر دینے کے واسطے تو مشتری کا قول معتبر ہے کذا فی البحر و فی الفتح وجد بها عیبا فی السفر فحملها

فہو عذر ۱ھ و فتح القدیر مین ہی کہ جانور مین عیب پایا حالت سفر مین پھر اسپر بوجھ لادا تو یہ عذر ہی یعنے بعد سفر کے اسکو پھیر سکتا ہی ھ طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ بوجھ لادنے سے پھیر نہین سکتا ہی اگرچہ اسباب کے راہ مین ڈال دینے سے خوف تلف ہو جانے کا ہو اور قول ضعیف یہ ہی کہ پھیر سکتا ہی بقیاس اسکے چارہ لادنے کے انتہی تو معلوم ہوا کہ روایت فتح القدیر کی ضعیف ہی اختلفا بعد التقابض فی عدد المبیع ای احد العوضین مستقل او لیتوزع الثمن علی تفصیل العدد او فی عدد المقبوض فالقول للمشتری لانہ قابض والقول للقابض مطلقا قدرا او صفۃ او تعیینا اختلاف کیا بائع اور مشتری نے بعد تقابض بدلین کے مبیع کے عدد مین کہ ایک ہی یا چند عدد تا قیمت منقسم ہو جاوے پھیرنے کی صورت مین یا اختلاف کیا مقبوض کے شمار مین تو مشتری کا قول معتبر ہی اسواسطے کہ وہ قابض ہی اور قابض ہی کا قول لائق اعتبار ہی ہر طرح مقدار مبیع مین یا اسکی صفت مین یا تعیین مین ھ عدد مقبوض کے اختلاف کی یہ صورت ہی کہ دو غلام خرید کیے بائع نے مشتری سے کہا کہ تونے دونون غلام قبض کیے اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبضہ نہین کیا مگر ایک غلام پر فلو جاء لیردہ بخیار شرط او رؤیۃ فقال البائع لیس ھو المبیع فالقول للمشتری فی تعیینہ ولو جاء لیردہ بخیار عیب فالقول للبائع کما لو اختلفا فی طول المبیع و عرضہ فتح تو اگر مشتری آیا تا مبیع کو پھیرے بسبب خیار الشرط کے یا خیار الرؤیۃ کے اور بائع نے کہا کہ یہ وہ مبیع نہین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اسکی تعیین مین اور اگر آیا تا اسکو پھیرے خیار العیب کے سبب سے تو بائع کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اگر دونون نے مبیع کے طول اور عرض مین اختلاف کیا تو بائع کا قول معتبر ہی کذا فی الفتح ھ اختلاف طول و عرض کا اختلاف صفت مین داخل ہی تو اسمین مشتری کا قول معتبر ہی چنانچہ نہر الفائق اور شرح حموی مین ہی ظہیریہ سے خلافا للشارح کذا فی الطحطاوی و اشتری عبدین ای شیئین ینتفع باحدہما صفقۃ واحدۃ خرید کیے دو غلام یعنے وہ دو چیزین بصفقہ واحدہ خرید کین کہ انمین سے فقط ایک چیز سے انتفاع مقصود ہی ھ شارح نے تصریح کر دی کہ ذکر دو غلامون کا متن مین بطور مثال کے ہی نہ بطور قید کے اور اتحاد صفقہ کی یہ صورت ہی کہ دونون کا ثمن جدا جدا مذکور نہین کیا اور اگر جدا جدا ثمن ہر ایک چیز کا مذکور ہوگا تو مشتری کو عیب والی چیز کا پھیر دینا جائز ہی و قبض احدہما و وجد بہ او بالآخر عیبا لم یعلم بہ الا بعد القبض اخذہما او ردہما اور دو چیزون مین سے ایک پر قبضہ کیا اور انمین یا دوسری چیز مین وہ عیب پایا جسکا مشتری کو علم نہوا مگر قبضہ کرنے کے بعد تو دونون کو لے یا دونون کو پھیر ھ یعنے فقط عیب والی چیز کو پھیرنا یا رکھ لینا اور بقدر نقصان ثمن کم کرنا جائز نہین اسواسطے کہ اسمین تفریق صفقہ ہی قبل تمام ہونے کے اسواسطے کہ تمامی قبضہ کرنے سے ہوتی ہی اور قبل قبض تفریق جائز نہین ولو قبضہما رد المعیب بحصتہ سالما وحدہ لجواز التفریق بعد التمام اور اگر دونون چیزون پر قبضہ کر لیا تو فقط عیب دار چیز کو پھیرے و مبیع سالم کے حصے کے موافق ثمن لیکر بسبب جائز ہونے تفریق صفقہ کے بعد تمام ہو جانے صفقہ کے اسواسطے کہ خیار العیب مین صفقہ قبض سے تمام ہو جاتا ہی کذا فی الطحطاوی عن البحر کما لو قبض کیلیا او وزنیا او زوجی خف ونحوہ کزوجی ثور الف احدہما الآخر بحیث لا یعمل بدونہ ووجد ببعضہ عیبا فانہ یردہ کلہ او یاخذہ بعیبہ لانہ کشیء واحد ولو فی وعائین علی الاظہر عنایۃ وھو الاصح برہان چنانچہ اگر قبضہ کیا کیلی چیز پر جیسے گیہون اور جو یا وزنی چیز پر چنانچہ گھی اور زعفران یا قبضہ کیا موزے کی جوڑی پر اور مانند اسکے چنانچہ بیلون کی ایسی جوڑی کہ ایک بیل دوسرے بیل سے ایسا ہل گیا ہی کہ کام نہین کرتا بدون اسکے اور بعض کیلی یا وزنی مین یا ایک موزے یا ایک بیل مین عیب پایا تو مشتری کو جائز ہی کہ سب کو پھیر دے یا عیب دار کو بھی رکھے اسکے عیب کے ساتھ اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ شی واحد کے مانند ہین اگرچہ تول ناپ کی چیز دو برتنون مین ہو بنا بر قول اظہر کے کذا فی الغایہ اور یہی صحیح تر ہی کذا فی البرہان اشتری جاریۃ فوطیہا او قبلہا او مسہا بشہوۃ ثم وجد بہا عیبا لم یردہا مطلقا ولو ثیبا خلافا للشافعی واحمد ولنا انہ استوفی ماءہا خرید کی لونڈی اور اس سے قربت کی یا بوسہ لیا یا اسکو مساس کیا شہوت سے پھر اسمین عیب پایا تو اسکو نہ پھیرے کسی طرح اگرچہ وہ باکرہ نہو بخلاف امام شافعی اور احمد کے اور ہماری یہ دلیل ہی کہ مشتری نے بسبب قربت کے اسکی منی نکالی اور منی جزو بدن ہی ھ یعنے اگر اب پھیر دے تو ایسا ہو کہ گویا اسنے بعض مبیع کو لیا اور باقی کو پھیر دیا کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ اور تقبیل اور مساس مین

اگرچہ مزوج منی نہو لیکن چونکہ مقدمہ ہے وطی کا لہذا حکم وطی مین ہے ولو الواطی زوجہا ان ثیبا نقصہا وان بکرا لا یعنی اور اگر قربت کرنے والا لونڈی کا زوج ہو اگر
وہ ثیبہ ہو تو اسکو پھیر دے اور اگر باکرہ ہو تو نہ پھیرے کذا فی البحر ورجع بالنقصان لامتناع الرد یعنے اگر مشتری وطی کا عیب پاوے تو بقدر نقصان ثمن پھیر لے بسبب ناجائز
ہونے پھیر دینے کے وفی المنظومۃ المحبیۃ لو شرط بکارتہا فبانت ثیبا لا یردہا بل یرجع باربعین درہما نقصان ہذا العیب وفی الحاوی
والملتقط الثیوبۃ لیست بعیب الا اذا شرط البکارۃ فیردہا لعدم المشروط اور منظومہ محبیہ مین ہے کہ اگر مشتری نے لونڈی کی بکارت
کی شرط کی پھر وہ ثیبہ ظاہر ہوئی تو اسکو نہ پھیرے بلکہ چالیس درم نقصان اس عیب کا پھیر لے اور حاوی اور ملتقط مین ہے کہ ثیبہ ہونا عیب نہین مگر جبکہ بکارت شرط کی ہو تو
اسکو پھیر دے اگر ثیبہ ہو بسبب نہونے مشروط کے اھ منظومہ کی روایت مین مراد یہ ہے کہ اسکا ثیبہ ظاہر ہونا مشتری کی وطی سے ہوتا یا قبل کے موافق ہو یا کہ اور حاوی
ملتقط کی روایت اسپر محمول ہے کہ اسکا ثیبہ ہونا بغیر وطی کے مشتری کو معلوم ہو جاوے تو اب دونون روایتون مین تعارض نہ رہا کذا فی الطحطاوی الا اذا قبلہا
البائع لان الامتناع لحقہ فاذا رضی زال الامتناع و یعود الرد بالعیب القدیم بعد زوال العیب الحادث لعود الممنوع بزوال
المانع درر فیرد المبیع مع النقصان فی الراجح نہر مگر جبکہ بعد وطی مشتری کے بائع نے اس لونڈی کو قبول کر لیا تو پھیر دینا جائز ہے اسواسطے کہ امتناع رد
بسبب بائع کے حق کے تھا سو جبکہ وہ راضی ہو گیا تو امتناع زائل ہو گیا اور پھیر دینا پھر جائز ہو گیا بسبب عیب قدیم کے بعد زائل ہونے عیب حادث کے
بواسطے عود کرنے ممنوع کے بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر تو مبیع کو اب پھیر دے نقصان کے ساتھ بنا بر قول راجح کے کذا فی النہر نقصان کے ساتھ
پھیر دینے یعنے جبکہ پھیرنا ممنوع تھا اور مشتری نے بقدر نقصان قدیم ثمن پھیر لیا تھا اتنے قدر ثمن کو بھی پھیر دے کذا فی الطحطاوی وظہر عیب بمشری البائع الغائب
واثبتہ عند القاضی فوضع عند عدل فاذا ہلک المشری ہلک الا اذا قضی القاضی بالرد علی بائعہ لان القضاء علی الغائب
بلا خصم ینفذ علی الاظہر درر ظاہر ہوا عیب اس چیز مین جو خرید ہوئی تھی بائع غائب سے اور مشتری نے عیب کو ثابت کیا قاضی کے پاس تو قاضی
نے مبیع کو شخص معتمد کے پاس رکھوایا تو اگر وہ چیز ہلاک ہو گی تو مشتری کا مال ہلاک ہو گا نہ بائع کا مگر جبکہ قاضی اسکے پھیر دینے کا بائع پر حکم دے تو بائع کا مال ہلاک ہو گا
اسواسطے کہ قضا علی الغائب بلا حضور نافذ ہو جاتی ہے بنا بر قول اظہر کے کذا فی الدرر ہم نفاذ قضا علی الغائب مین دو روایتین ہین کتاب المفقود مین نفاذ کی
روایت کی تصحیح ہے اور کتاب الاقضا مین عدم نفاذ کی روایت کی تصحیح ہے شرح حموی مین ہے کہ ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ قاضی سے قاضی مجتہد یا قاضی
غیر حنفی المذہب مراد ہے جسکے مذہب مین قضا علی الغائب جائز ہے اور حنفی المذہب قضا علی الغائب کیونکر اپنی راے پر قرار دے سکے حالانکہ اسکے واسطے کوئی راے
نہین باوجود اعتقاد کرنے اپنی امام کے مذہب کے کذا فی الطحطاوی ملخصا قتل العبد المقبوض او قطع بسبب کان عند البائع کقتل او ردۃ
رد المقطوع او امسکہ ورجع بنصف ثمنہ مجمع واخذ ثمنہما ای ثمن المقطوع والمقتول مارا گیا غلام مقبوض مشتری کا یا اسکا ہاتھ کاٹا گیا
اس سبب سے جو واقع ہوا تھا بائع کے پاس چنانچہ قتل یا ارتداد یا سرقہ غلام کا تو مشتری غلام مقطوع کو پھیر دے اور دونون کا ثمن پھیر لے یعنے مقطوع اور
مقتول کا ثمن یا مقطوع کو رکھ لے اور اسکا نصف ثمن بائع سے پھیر لے کذا فی المجمع ص اور اگر غلام نے بائع اور مشتری دونون کے پاس چوری کی اور مشتری
کے پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو صاحبین کے نزدیک بقدر نقصان ثمن پھیر لے اور امام اعظم کے نزدیک ربع ثمن پھیر لے اور اگر بائع اسکا پھیر لینا قبول کرے
تو پون ثمن پھیر لے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو تداولتہ الایدی فقطع عند الاخیر او قتل رجع الباعۃ بعضہم علی بعض کما فی الزیادات
لکونہ کالاستحقاق لا کالعیب خلافا لہما اور اگر اسکی بیع چند بار دست بدست ہوئی پھر اخیر مشتری کے پاس اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول
ہوا تو بعض بائعین بعض سے رجوع کرین یعنے ایک بائع دوسرے بائع سے ثمن پھیر لے اگرچہ انکو اس قطع یا قتل کا سبب معلوم ہو بسبب ہونے اس قطع یا قتل کے
مانند استحقاق کے نہ مانند عیب بخلاف صاحبین کے ھ یعنے جیسے علم بالاستحقاق مانع رجوع نہین ویسے ہی اسکا علم بھی مانع رجوع نہین اور صاحبین کے

نزدیک مشتری اخیر اپنے بائع سے ثمن پھیرے اور وہ اپنے بائع سے نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ عیب کے ہے کذا فی الطحطاوی وصح البیع بشرط البراءة من کل عیب وان
لم یسم خلافا للشافعی لان البراءة عن الحقوق المجهولة لا تصح عنده وتصح عندنا لعدم افضائها الی المنازعة ویدخل فیه الموجود والحادث
بعد العقد قبل القبض فلا یرده بعیب اور صحیح ہے بیع بشرط بری الذمہ ہونیکے ہر عیب سے اگرچہ بائع نے عیب کو معین نہ مذکور کیا ہو بخلاف امام شافعی کے اسواسطے
کہ بری الذمہ ہونا حقوق مجہولہ سے انکے نزدیک صحیح نہیں اور ہمارے نزدیک صحیح ہے اسواسطے کہ عدم تعیین براءت میں منازعت کو نہیں پہنچاتی اور اس شرط میں داخل ہے
وہ عیب جو موجود ہے قبل عقد کے اور جو پیدا ہو بعد عقد قبل قبض کے تو اب مشتری مبیع کو پھیر نہیں سکتا ہے براءت عیب کی یہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری سے
کہا کہ بیچا میں نے یہ غلام تیرے ہاتھ بیچا اس شرط پر کہ میں بری الذمہ ہوں ہر عیب سے کذا فی النہر تو اب مشتری کسی عیب قدیم یا حادث سے اسکو پھیر نہیں سکتا اسواسطے کہ
غرض اس شرط سے یہ ہے کہ عقد لازم ہو جائے اور مشتری کا حق درباب سلامت عیوب ساقط ہو اور یہ حاصل نہیں ہوتا مگر عیب قدیم اور حادث کی براءت سے خواہ
بائع عیب کا عالم ہو یا نہو اور مشتری اسکا واقف ہو یا نہو اسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو وخصه محمد ومالک بالموجود کقوله من کل عیب به
اور محمد اور امام مالک نے براءت کو عیب موجود کے ساتھ مخصوص کیا ہے نہ عیب حادث کے ساتھ چنانچہ یوں کہنا بائع کا کہ میں بری الذمہ ہوں اسکے ہر عیب سے
عیب موجود کے ساتھ بالاتفاق مخصوص ہے تو اسمیں عیب حادث بالاجماع داخل نہیں کذا فی البحر یعنے اگر بعد عقد قبل قبض عیب پیدا ہوگا تو اس صورت
میں مشتری پھیر سکتا ہے ولو قال مما یحدث صح عند الثانی وفسد عند الثالث نہر اور اگر بائع نے کہا کہ میں بری الذمہ ہوں اس عیب سے
جو پیدا ہو تو صحیح ہے ابو یوسف کے نزدیک اور فاسد ہے یہ بیع محمد کے نزدیک کذا فی النہر اسواسطے کہ ابرا احتمال اضافت کا نہیں تو یہ شرط فاسد ہوئی اور ابو یوسف
کی یہ دلیل ہے کہ غرض اس سے ایجاب بیع ہے اسطرح پر کہ استحقاق سلامت عیوب اسمیں نہ ہے کذا فی الحلبی ابرأه من کل داء فهو علی المرض وقیل علی ما فی
الباطن واعتمده المصنف تبعا للاختیار والجوهرة لانه المعروف فی العادة وما سواه فی العرف مرض بائع نے ابرا کیا ہر داء سے تو وہ مرض
پر محمول ہے اور بعضوں نے کہا کہ باطن کے مرض پر محمول ہے اور اسی قول ثانی پر مصنف نے اعتماد کیا ہے اختیار اور جوہرہ کا تابع ہوکر اسواسطے کہ لفظ داء عادت
میں مرض باطنی میں مشہور ہے اور سوائے بیماری باطن کے عرف میں مرض مشہور ہے ش مذہب مشہور یہی ہے کہ داء مطلق مرض ہے اسواسطے کہ لغت میں ظاہر اور باطن
دونوں کو داء کہتے ہیں لیکن عرف میں پیٹ کی بیماری کو داء بولتے ہیں چنانچہ تلی یا فساد جگر کی بیماری کذا فی المنح ولو ابرأه من کل غائلة فهی السرقة
والاباق والزنا اور اگر بائع نے ابرا کیا ہر غائلہ سے تو غائلہ سے مراد سرقہ اور گریختگی اور زنا ہے ش ہرچند لغت میں غائلہ بمعنی شر اور بدی ہے لیکن یہ تخصیص
عرفی اسواسطے ہے کہ مدار احکام عرف پر ہے اشتری عبدا فقال لمن ساومه ایاه اشتره فلا عیب به فلم یتفق بینهما البیع فوجد مشتریه
به عیبا فله رده علی بائعه بشرطه ولا یمنعه من الرد علیه اقراره السابق بعدم العیب لانه مجاز عن الترویج خرید کیا غلام کو پھر مشتری نے
اس سے کہا جو اس خریداری کی گفتگو کرتا تھا کہ تو اس غلام کو خرید کر اسمیں کوئی عیب نہیں پھر دونوں میں بیع کا اتفاق نہوا پھر مشتری نے اس غلام میں
عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اپنے بائع کو رد بیع کی شرط کے موافق اور پھیر دینے کا مانع نہوگا اسکا اگلا اقرار عدم عیب کا اسواسطے کہ وہ مجاز ہے
ترویج سے ش یعنے آدمی عیب سے کمتر خالی ہوتا ہے تو قاضی یقین کریگا کہ نفی کرنا مطلق عیب کا ظاہر مراد نہیں لہذا اسکا کلام ترویج مال پر محمول ہوگا
چنانچہ سوداگر کا کہنا اپنی لونڈی سے یا زانیہ یا مجنونہ عیب کا اقرار نہیں بلکہ شتم پر محمول ہے اور رد بیع کی شرط گواہ ہیں یا اقرار بائع کا یا انکار قسم
کذا فی الطحطاوی ولو عینه ای العیب فقال لا عور به او لا شلل لا یرده لاحاطة العلم به الا ان لا یحدث مثله کلا اصبع به زائدة
ویجدها فله رده للتیقن بکذبه اور اگر مشتری مذکور نے عیب کا نام لیا اور یوں کہا اس شخص سے جو خریداری ظاہر کرتا ہے کہ
اس غلام میں عیب یک چشمی یا بیکاری دست نہیں اور اسنے خرید کیا اور پھر یہی عیب اسمیں ظاہر ہوا تو اب مشتری اسکو پھیر نہیں سکتا بسبب

دریافت ہونے اس عیب کے بخوبی تمام مگر یہ کہ ایسا عیب ہو کہ ویسا پیدا نہیں ہو جاتا دفعتاً چنانچہ بائع کا یون کہنا کہ اسکی زائد انگلی نہیں پھر مشتری نے زائد انگلی اسمین پائی تو اسکو اس صورت مین پھیر دینا جائز ہے باوجود نفی عیب مذکور بسبب متیقن ہو جانے اسکے جھوٹ کے قال الآخر عبدی ہذا آبق فاشتراہ منی فاشتراہ وباعہ من آخر فوجدہ المشتری الثانی آبقا لا یردہ بما سبق من اقرار البائع الاول ما لم یبرہن انہ ابق عندہ لان اقرار البائع الاول لیس بحجۃ علی البائع الثانی الموجود منہ السکوت کہا دوسرے سے کہ میرا یہ غلام بھگوڑا ہے تو اسکو مجھسے خرید کر لے سو اسنے اسکو مول لیا اور دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر مشتری ثانی نے اسکو بھگوڑا پایا تو مشتری ثانی اسکو پھیر نہیں سکتا بائع اول کے اگلے اقرار سے تاوقتیکہ گواہوں سے ثابت نکرے کہ وہ اسکے پاس سے بھاگا اسواسطے کہ بائع اول کا اقرار حجت نہیں بائع ثانی پر جس سے سکوت حاصل ہے اور بائع ثانی کا سکوت بائع اول کے اقرار کا مصدق نہیں ہو سکتا کذا فی الطحطاوی واشتری جاریۃ لہا لبن فارضعت صبیا لہ ثم وجد بہا عیبا کان لہ ان یردہا لان الاستخدام خرید کی شیر دار لونڈی سو اسنے دودھ پلایا مشتری کے لڑکے کو پھر اسمین عیب پایا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ دودھ پلوانا خدمت لینا ہے یعنے اور خدمت لیکر پھیر دینا جائز ہے بخلاف الشاۃ المصراۃ فلا یردہا مع لبنہا او صاع من تمر بل یرجع بالنقصان علی المختار وشرح المجمع وحررناہ فیما علقناہ علی المنار بخلاف اس بکری کے جو کم شیر تھی سو اسکے بائع نے تھن باندھے یعنے دو چار روز دودھ نہ دوہا تا انمین دودھ جمع ہو رہے اور مشتری گمان کرے کہ بہت دودھ والی ہے تو اس بکری کو نہ پھیرے اسکے دودھ کے ساتھ یا ایک صاع کھجور کے ساتھ بلکہ بقدر نقصان ثمن پھیر لے بقول مختار کذا فی شرح المجمع اور ہمنے اسکی تحریر کی ہے منار کی شرح مین کما لو استخدمہا فی غیر ذلک ففی المبسوط الاستخدام بعد العلم بالعیب لیس برضی استحسانا لان الناس یتوسعون فیہ وہو للاختبار وفی البزازیۃ الصحیح انہ رضی فی المرۃ الثانیۃ الا اذا کان نوعا آخر وفی الصغری انہ مرۃ لیس برضی الا علی کرہ من الغیر بحق چنانچہ اگر مشتری نے خدمت لی لونڈی سے دودھ پلوانے کے سوا کسی اور کام مین تو پھیر دینا جائز ہے اور مبسوط مین ہے کہ استخدام بعد دریافت ہونے عیب کے باعتبار استحسان کے رضامندی نہیں اسواسطے کہ استخدام مین لوگون کے نزدیک وسعت ہے تنگی نہیں اور استخدام آزمائش کے واسطے بھی ہوتا ہے کہ مملوک لائق کار ہے یا نہیں اور بزازیہ مین ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ دوبارہ خدمت لینا رضامندی ہے مگر جبکہ مملوک سے دوسرے قسم کا کام لیا تو رضامندی نہیں اور صغری مین ہے کہ ایکبار خدمت لینا رضامندی نہیں مگر مملوک پر زبردستی کرکے خدمت لینا البتہ رضامندی کی دلیل ہے کذا فی البحر اسواسطے کہ آدمی اپنی مملوک پر جبر کرتا ہے نہ غیر کی مملوک پر قال المشتری لیس بالمبیع اصبع زائدۃ او نحوہا مما لا یحدث مثلہ فی تلک المدۃ ثم وجد بہ ذلک کان لہ الرد بلا یمین لما مر مشتری نے کہا کہ مبیع مین زائد انگلی یا مانند اسکے ویسا عیب نہیں جو اتنی مدت مین پیدا ہو سکے پھر اس اقرار کے بعد وہی عیب پایا جسکا وہ انکار کر چکا تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بدون قسم کے بدلیل گذشتہ یعنے نفی عیب مذکور مین کذب مشتری متیقن ہے کیونکہ وہ انگلی اتنی مدت مین پیدا نہین ہو سکتی تو معلوم ہوا کہ یہ عیب قدیم ہے جو بائع کے پاس موجود تھا باع عبدا وقال للمشتری برئت الیک من کل عیب الا الاباق فوجدہ آبقا فلہ الرد ولو قال الا اباقہ لا لانہ فی الاول لم یضف الاباق للعبد فلم یکن اقرارا بالاباق للحال وفی الثانی اضافہ الیہ فکان اخبارا بانہ آبق فیکون راضیا بہ قبل الشراء خانیہ بیچا غلام کو اور مشتری سے کہا کہ مین بری الذمہ ہوا تیرے جانب اسکے ہر عیب سے سوائے گریختگی کے پھر اسکو مشتری نے بھگوڑا پایا تو اسکو پھیرنے کا اختیار ہے اور اگر اسنے کہا کہ مین اسکے ہر عیب سے بری الذمہ ہون سوا اسکے بھاگ گئے کے تو پھیرنے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت مین بائع نے گریختگی کی نسبت غلام کی طرف نہیں کی اور نہ اسکو موصوف بگریختگی کیا تو اسکا قول غلام کی فی الحال گریختگی کا اقرار نہوا اور دوسری صورت مین گریختگی کو اسکی طرف نسبت کیا تو اسنے خبر کردی کہ وہ

سمجھوں گا ہے تو مشتری راضی ہو چکا اس عیب سے قبل خریداری کے کذا فی الخانیہ اور بعد رضا بالعیب رد مبیع میں اختیار نہیں دیکھا کوئی مدعی کل حق لہ
قبل حدث العیب لا الدرک اور خانیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے اپنے ہر ایک حق سے قبل اسکے برارت کی تو اس قول میں برارت عیب داخل ہوگی
نہ درک ہم یعنی اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ میں نے اپنا ہر ایک حق چھوڑا تو اسمیں عیب داخل ہے نہ درک یعنی اب وجود عیب سے پھیر نہیں سکتا ہے اور اگر
دوسرے کا مال نکل [illegible]
مبیع مستحق غیر ثابت ہوگا تو ضمان ثمن مشتری ساقط نہوگا یعنی اگر یہ قول کفیل بالدرک سے کہا ہوگا تو کفالت باطل نہوگی شاید اسواسطے کہ حق مشتری
ہنوز متحقق نہیں جو اسکی برارت سے ساقط ہوتا کذا فی الطحطاوی مشتر لعبد او امۃ قال العتق البائع العبد او دبرہ او استولد الامۃ وھو حر الاصل
وانکر البائع حلف لعجز المشتری عن الاثبات غلام یا لونڈی کے خریدار نے کہا کہ بائع نے غلام کو آزاد کر دیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو
ام ولد بنایا یا وہ حر اصلی ہے اور بائع نے انکا انکار کیا تو بائع سے قسم لیجائے بسبب عاجز ہونے مشتری کے اس دعوے کے اثبات سے یعنی درصورت
عدم شہادت قاضی قسم لے گا فان حلف قضی علی المشتری بما قالہ من العتق ونحوہ لاقرارہ بذلک پھر اگر بائع نے قسم کھائی تو مشتری پر
حکم ہوگا بموجب اسکے قول کے یعنی عتق اور مانند اسکے اسواسطے کہ مشتری اسکا اقرار کر چکا ہے یعنی عتق اور تدبیر غلام اور استیلاد اور حریت اصلی مملوک کی ثابت
ہو جاویگی مشتری کے اقرار کے سبب تو اب نہ ملک کا دعوی مشتری کر سکتا ہے نہ ثمن پھیر سکتا ہے ولا یرجع بالعیب ان علم بہ لان المبطل بالرجوع ازالتہ عن
ملکہ الی غیرہ بانشائہ او اقرارہ ولم یوجد فلو قال باعہ وھو ملک فلان واخذہ لا یرجع بالنقصان لازالتہ باقرارہ کاستہ
وھبہ اور مشتری لیگا نقصان عیب بائع سے یعنی پھیر لے اگر عیب کا ہونا اس غلام یا لونڈی میں معلوم ہوا اسواسطے کہ رجوع نقصان کا مبطل مشتری کا ازالہ ہے اپنی ملک
سے غیر کو مالک کرکے انشاء تملیک سے یا اپنے اقرار سے اور وہ موجود نہیں یعنی رجوع نقصان اس صورت میں درست ہوتا کہ اگر مشتری نے غلام کو غیر کا مملوک کر دیا ہوتا بیع وغیرہ سے
یا اقرار ملک غیر سے سو یہاں کوئی بات حاصل نہیں تو اگر مشتری نے اسکا دعوی کیا کہ بائع نے غلام کو بیچا اور فلان شخص کی ملک ہے اور فلان شخص نے بھی اسکی تصدیق کی اور اس غلام کو لیا
تو مشتری بائع سے رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا بسبب ازالہ اسکی ملک کے خود مشتری کے اقرار سے گو یا مشتری نے اسکو ہبہ کر دیا وجد المشتری بغنیمۃ محرزۃ بدار
او غیر محرزۃ لو البیع من الامام او امینہ بحر قال المصنف فقید محرزۃ غیر لازم عیبا لا یردہ علیھما لان الامین لا ینتصب خصما
مصنف
عیب کو پایا اس غنیمت کے خریدار نے جو محفوظ ہو گئی دار الاسلام میں آکر یا غنیمت غیر محفوظہ ہو اگر مشتری نے خرید کی امام سے یا اسکے امین سے کذا فی البحر
نے اپنی منح میں کہا غنیمت میں محفوظ ہونے کی قید لازم نہیں تو مشتری بعلت عیب امام اور اسکے امین کو نہ پھیرے اسواسطے کہ امین صاحب خصومت نہیں
ہو سکتا ہے امین سے عام مراد ہے تا دلیل مدعا کے موافق ہو جاوے اسواسطے کہ خود امام بھی امانت دار ہے بیت المال کا کذا فی الطحطاوی بل ینصب الامام
خصما فیردہ علی منصوب الامام ولا یحلف لان فائدۃ الحلف النکول ولا یصح نکولہ واقرارہ بلکہ اگر مشتری عیب غنیمت کا مدعی ہو
تو امام اسکے واسطے ایک شخص کو مدعا علیہ بنا کر قائم کرے اور مشتری مبیع کو منصوب پر رد کرے اور قسم نہ لے منصوب سے اسواسطے کہ فائدہ قسم کا نکول ہے یعنی انکار
قسم اور حالانکہ نکول اور اقرار شخص منصوب کا صحیح نہیں ہے تو اب رد متصور نہیں بدون گواہوں کے کذا فی المنح فاذا ردہ علیہ المعیب بعد ثبوتہ بیع
ودفع الثمن الیہ وبرد النقص والفضل الی محلہ لان الغرم بالغنم پھر جب عیب والی چیز اسکو پھیر دے بعد ثبوت عیب کے تو وہ دوبارہ بیچی
جاوے اور ثمن مشتری کو دیا جاوے اور کمی اور زیادتی پھیری جاوے اسکے محل میں اسواسطے کہ نقصان مقابل منفعت کے ہے کذا فی الدرر یعنی امام اسکو بیچ ڈالے اگر
ثمن ثانی ثمن اول سے کم ہو تو اگر مبیع منجملہ چار خمس کے ہو تو اسمیں سے ثمن پورا کر دے اور اگر خمس میں سے ہو تو اسمیں سے دے اور اسی طرح اگر ثمن ثانی ثمن اول سے زیادہ
ہو تو زیادتی کو بھی اسمیں رکھے جہاں کی مبیع ہو کذا فی المنح وجد المشتری بمشتریہ عیبا واراد الردیہ فاصطلحا علی ان یدفع البائع الدراہم
الی المشتری ولا یردہ علیہ جاز ویجعل حطا من الثمن مشتری نے اپنی خریدی چیز میں عیب پایا اور دونوں نے اسپر مصالحہ کیا کہ بائع چند دراہم

لا
یعنی غلام ہم
کا مذکور ہے
ظاہر ہے
[illegible]
مشتری نے
[illegible]
کی اور
[illegible]

مشتری کو دے اور مشتری اسکو نہ پھیرے تو جائز ہے اور یہ مصالحہ ثمن کا گھٹا دینا قرار دیا جاویگا ھ بحر الرائق میں کہا کہ یہ ظاہر ہوگیا کہ خیار بالعیب باطل ہوتا ہے وقت
بیع یا وقت قبض کے دریافت نہ ہوتے یا راضی ہوجانے بعیب اور قبض اور اشتراط برارت ہر عیب سے اور کسی چیز پر صلح کر لینے سے وعلی العکس وھو ان یصطلحا
ان یدفع المشتری الدراہم الی البائع ویرد علیہ لا یصح لانہ لا وجہ لہ غیر الرشوۃ فلا یحل ذ او بالعکس جسکی وہ یہ ہے کہ وہ دونوں اسپر صلح کریں کہ مشتری
چند دراہم بائع کو دیکر مبیع پھیر دے تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ اس دینے کی کوئی وجہ نہیں سوا رشوت کے تو جائز نہوگی کیونکہ رشوت حرام ہے ھ سو اگر ان کی اصطلاح میں اسکو
احتمالاً کہتے ہیں سو معلوم ہوا کہ حرام ہے کیونکہ رشوت ہے ابو النصر بغدادی کی شرح قدوری میں ہے کہ رشوت اور ہدیہ میں یہ فرق ہے کہ رشوت وہ ہے جو ایک شخص دوسرے کو
کچھ دے بشرطیکہ اسکی اعانت کرے اور ہدیہ میں اعانت شرط نہیں وفی المعراج ادعی عیبا فصالحہ علی مال ثم تبرع او ظہر ان لا عیب
للبائع ان یرجع بما ادی ولو زال بمعالجۃ المشتری لا قنیۃ اور معراج میں ہے کہ مشتری نے عیب کا دعوی کیا اور بائع نے اس سے کچھ مال پر مصالحہ کر لیا پھر عیب
زائل ہوگیا یا ظاہر ہوا کہ اسمیں کچھ عیب نہیں تو بائع کو جائز ہے کہ جو دیا ہے اسکو پھیرے اور اگر عیب زائل ہوا مشتری کے معالجہ کرنے سے تو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی القنیہ
رضی الوکیل بالعیب لزم الموکل ان کان للمبیع مع العیب الذی بہ یساوی الثمن المسمی والا یساوی لا یلزم الموکل راضی ہوگیا وکیل
مبیع کے عیب سے تو موکل کو بیع لازم ہوگی اگر مبیع اس عیب کے ساتھ جو اسمیں ہے وہی قیمت میں برابر ہو ثمن مسمی کی اور اگر قیمت اسکی ثمن مسمی کے برابر نہو تو موکل کو
بیع لازم نہیں چاہے تو پھیر دے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لا یحل کتمان العیب فی مبیع او ثمن لان الغش حرام الا فی مسئلتین حلال نہیں
چھپانا عیب کا بیع یا ثمن میں اسواسطے کہ غش یعنے تدلیس اور اخفاء عیب حرام ہے مگر دو صورت میں حرام نہیں الاولی الاسیر اذا شری شیئا ثمہ ودفع الثمن
مغشوشا جاز ان کان حرا لا عبدا پہلی صورت یہ ہے کہ مسلم اسیر اگر کوئی چیز وہاں یعنے دار الحرب میں خرید کرے اور کھوٹا ثمن دیدے تو جائز ہے اگر وہ آزاد ہو نہ غلام
اشباہ میں جہانسے شارح نے یہ مسئلہ نقل کیا یوں ہے کہ خرید کیا مسلم اسیر کو دار الحرب سے اور ثمن کھوٹا یا مغشوش دیا تو جائز ہے اگر اسیر آزاد ہو اور اگر غلام ہو تو جائز نہیں انتہے
اور اسیکے موافق قاضی خان میں یوں ہے کہ اگر مسلمان قیدیوں کو اہل حرب سے خرید لیا تو انکو کھوٹا اور مغشوش درم دینے جائز ہیں اسواسطے کہ احرار کی خرید حقیقت خرید ہی نہیں
اور اگر قیدی غلام ہیں تو کھوٹے درم دینے جائز نہیں انتہے تو معلوم ہوا کہ اسیر مبیع ہے نہ مشتری غور کرے کذا فی الطحطاوی یعنے شارح نے اشباہ کی عبارت میں دھوکا کھایا کہ
اسیر کو مشتری قرار دیا الثانیۃ یجوز اعطاء الزیوف والناقص فی الجبایات اشباہ دوسری صورت یہ ہے کہ کھوٹے اور ناقص درم دینے ظالم کے ظلم میں جائز ہیں
کذا فی الاشباہ ھ جبایات باء موحدہ سے یوں جبایات یعنے غلط سمجھیں اور وہ جمع ہیں جبایت کی جبایت وہ ہے جو لوگوں سے بظلم مال لیا جاوے کذا فی الطحطاوی وفیما
رد المبیع بعیب بقضاء فسخ فی حق الکل الا فی مسئلتین اور اشباہ میں ہے کہ پھیر دینا مبیع کا عیب کی علت سے بحکم قاضی فسخ بیع ہے سب لوگوں کے حق میں مگر دو
صورتوں میں فسخ نہیں ھ سب کے حق میں فسخ ہے یعنے بائع اور مشتری کے حق میں فسخ ہے اور یہ فسخ باعتبار استقبال کے ہے نہ باعتبار ماضی کے لہذا زوائد مبیع جو مشتری کی ملک میں ہوں تو انکو
اصل کے ساتھ نہ پھیرے کذا فی الطحطاوی عن البحر احدیہما لو احال البائع بالثمن ثم رد المبیع بعیب بقضاء لم یبطل الحوالۃ ایک صورت یہ ہے کہ اگر بائع نے
ثمن کا حوالہ کیا پھر مبیع پھیر دی گئی عیب سے بحکم قاضی تو حوالہ باطل نہیں ہوتا اور صورت اسکی نظیر میں یوں ہے کہ غلام بیچا ایک ہزار درم کو پھر بائع نے اپنے قرضخواہ کو
مشتری پر حوالہ کیا بعید ثمن پھر غلام مرگیا قبل قبض کے یہان تک کہ ثمن ساقط ہوا یا غلام پھیر دیا گیا بخیار الرویۃ یا بخیار الشرط یا خیار العیب سے قبل قبض کے یا بعد قبض کے تو
حوالہ باطل نہیں استحسانا اور اگر مشتری نے حوالہ کیا تو قاضی اسکو باطل کریگا انتہے ملخصا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بائع شارح کی عبارت میں مرفوع ہے بنا بر فاعلیت کے کذا
فی الطحطاوی الثانیۃ لو باعہ بعد الرد بعیب بقضاء من غیر المشتری ان کان منقولا لم یجز قبل قبضہ ولو کان قبضہ جاز دوسری صورت یہ ہے
کہ اگر بائع نے مبیع کو بیچا غیر مشتری سے بعد اسکے پھیر دینے کے عیب کی علت سے بحکم قاضی اور مبیع مال منقول تھا تو یہ بیع جائز نہیں قبل اسکے قبضہ کرنے کے
اور اگر رد بالعیب بحکم قضا فسخ ہوتا تو بیع جائز ہوتی ھ غیر مشتری کی قید اسواسطے لگائی کہ مشتری سے دوبارہ بیع کرنا جائز ہے کیونکہ مبیع اسکے پاس اور

منقول کی قید اسواسطے لگائی کہ آراضی کی بیع قبل قبض صحیح ہی وفی البزازیۃ اشتری عبدا فضمن له رجل عیوبه فاطلع علی عیب فرده لم یضمن لانه ضمان العهدة وهفتقد الثانی کلام ضمان العیوب فان ضمن السرقة والحریة او الجنون والعمی فوجد کذالک ضمن الثمن اور بزازیہ مین ہی کہ ایک غلام خریدکیا اور ایک مرد اسکے عیوب کا ضامن ہوا پھر مشتری کسی عیب پر مطلع ہوا اور اسنے غلام کو پھیر دیا تو وہ مرد ضامن نہین اسواسطے کہ یہ ضمانت عہدہ کی ہی اور ضمانت عہدہ امام کے نزدیک باطل ہی اور ابو یوسف نے اسکو ضامن کہا ہی اسواسطے کہ یہ ضمانت عیوب ہی اور ضمان عیوب جائز ہی اور اگر وہ مرد دزدی یا آزادی یا دیوانگی یا نابینائی کا ضامن ہوا پھر مشتری نے اسکو اسی طرح پایا تو وہ شخص ثمن کا ضامن ہی وفی جواهر الفتاوی اشتری ثمرة کرم ولا یمکن قطافها بغلبة الزنابیر ان بعد القبض لم یرده وان قبله فان شقص المبیع بتناول الزنابیر فله الفسخ لتفرق الصفقة علیه اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ خریدکیے پھل انگور کے اور ممکن نہین انکا توڑنا بھڑون کی کثرت کے سبب سے اگر بعد قبض غلبہ ہوا ہو تو نہ پھیرے کیونکہ یہ عیب مشتری کے پاس حادث ہوا اور اگر قبل قبض کے ہو اور پھل کم ہوگئے ہون بھڑون کے کھاجانے سے تو اسکو فسخ بیع مین اختیار ہی بسبب متفرق ہونے صفقہ کے مشتری پر یعنے جسقدر پھل خریدے تھے وہ لوے باقی رہے بھڑون کے کھاجانے سے

باب البیع الفاسد

یہ باب ہی بیع فاسد کے احکام مین ہم بیع صحیح کو اسواسطے اول ذکر کیا کہ وہ مقصود کی موصل ہی کیونکہ مشروعیت عقود سے سلامت دین مقصود ہی تا تغالب مندفع ہو اور حاجات دنیویہ حاصل ہون اور بیع فاسد کو اسواسطے موخر کیا کہ مخالفت دین ہی اور فاسد مشتق ہی فساد سے جو ضد صلاح ہی اور حاصل معنی لغوی تغیر وصف کی طرف راجع ہی اور اصطلاح شرع مین فاسد وہ ہی جسکی اصل مشروع ہو نہ وصف اسکا اور مشروعیت اصل سے مراد یہ ہی کہ مال متقوم ہو اور اسکا جواز صحیح ہونا مراد نہین اسواسطے کہ فاسد ہونا اسکی صحت کا مانع ہی کذا فی الطحطاوی اور اس باب کو ملقب بفاسد کیا باوجودیکہ باطل کو بھی شامل ہی اسواسطے کہ فاسد کثیر الوقوع ہی لتعدد اسباب کے سبب سے کذا فی النهر المراد بالفاسد الممنوع مجازا عرفیا فیعم الباطل والمکروه وقد یذکر فیه بعض الصحیح تبعا فاسد سے مراد ممنوع ہی باعتبار مجاز عرفی کے تو اب فاسد بیع باطل و مکروہ کو بھی شامل ہوگئی اور گاہے اس باب مین بعض اقسام بیع صحیح کی بھی بالتبع مذکور ہوتی ہین ہم مجاز عرفی کا قول بہتر ہی اشتراک کے قول سے اور عرف سے فقہا مراد ہی کیونکہ اہل فقہ ایسے لوگ ہین جو تفرقہ کرتے ہین فاسد اور باطل مین بخلاف اہل لغت کے کہ انکے نزدیک فاسد اور باطل مین کچھ فرق نہین کیونکہ لغت مین باطل بمعنی فاسد یا ساقط الحکم کے ہی اور فقہ مین بیع باطل وہ ہی جسکی اصل اور وصف دونون غیر مشروع ہون اور حکم باطل عدم ملک ہی قبضہ ہوا ہو یا نہوا ہو اور مکروہ سے تحریمی مراد ہی مکروہ لغت مین ضد محبوب ہی اور اصطلاح فقہ مین مکروہ وہ ہی جسکی اصل اور وصف دونون مشروع ہون لیکن وہ منہی عنہ ہی بسبب مجاور کے جیسا کہ بیع اذان جمعہ کے وقت کذا فی الطحطاوی وکل ما اورث خللا فی رکن البیع فهو مبطل وما اورثه فی غیره فمفسد اور جو چیز خلل پیدا کرے بیع کے رکن مین وہ مبطل بیع ہی اور جو خلل پیدا کرے رکن کے سوا اور امور مین وہ مفسد ہی بیع کا عم شرح بدیع مین ہی کہ رکن بیع یعنے ایجاب و قبول اور محل بیع یعنے مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہی اور اگر سالم نہو اسطرح پر کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب اسکے ہونے کے مردار یا خون یا شراب تو بیع باطل ہی بواسطے عدم اجتماع ارکان اور شرائط کے اور بیع فاسد وہ ہی جسکا رکن اور محل خلل سے سالم ہو لیکن اسکے ثمن مین خلل واقع ہوا اسطرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اسمین ایسی شرط ہو جو مقتضاے عقد کے مخالف ہی تو اسطرح کی بیع فاسد ہی نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہی انتہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ جو مورث خلل ہی رکن بیع اور اسکے محل مین وہ مبطل ہی تو فقہا کے مقتضاے کلام سے ظاہر ہوا کہ اصل بیع عبارت ہی رکن بیع اور مبیع سے یعنے مال متقوم اسواسطے کہ بنا بیع انھین دونون چیزون پر ہی اور اصل شی اسیکا نام ہی جسپر اس شی کی بنا ہو اور یہ ظاہر ہوا کہ وصف بیع اس سے عبارت ہی جو رکن اور محل بیع سے خارج ہو جیسا کہ ثمن ہونا کہ یہ صفت ہی عقد کی کیونکہ عقد کی تابع ہی اور جیسا کہ شرط مخالف مقتضاے عقد ہی کذا فی الطحطاوی وبطل بیع ما لیس بمال والمال ما یمیل

الیہ الطبع ویجری فیہ البذل والمنع درر فخرج التراب ونحوہ باطل ہے بیع اُس چیز کی جو مال نہیں مال وہ ہے جسکی طرف طبیعت انسان کی مائل
اور راغب ہو اور اسمین دینا بطریق بیع یا ہبہ اور غیر کو منع کرنا اور اسکے تصرف سے باز رکھنا جاری ہو کذا فی الدرر تو مال کی تعریف سے مٹی اور مانند اسکے جیسا کہ قاذورات
خالصہ نکل گئے کم موجود کی قید درر کے موافق اسواسطے مترجم نے لگائی تا خارج ہو وہ معدوم جسکی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے جیسا کہ وہ مال جسکی آدمی آرزو رکھتا ہے
اور مٹی سے خالص مٹی مراد ہے تو اگر مٹی و قاذورات سے ملکر پانس ہو جاوے تو اسکی بیع باطل نہیں جیسا کہ مذکور ہوگا کالدم المسفوح فیجاز بیع کبد وطحال
غیر مال کی بیع باطل ہے جیسا کہ خون جاری کی تو جاری کی قید سے کلیجی اور تلی کی بیع خارج ہو گئی باطل سے کیونکہ کلیجہ اور طحال اگرچہ اصل انکی خون ہے
لیکن جاری نہیں والمیتة سوی سمک وجراد ولا فرق فی حق المسلم بین التی ماتت حتف انفها او بخنق ونحوہ اور جیسا کہ مردہ جانور سواے
مچھلی اور ٹڈی کے کہ انکی بیع باطل نہیں اور کچھ فرق نہیں مسلمان کے حق میں اس مردار جانور میں جو خود بخود مر گیا یا کسی نے اسکو گلا داب کے یا کسی
اور سبب سے سواے ذبح شرعی کے مردار کیا والحر والبیع بہ ای جعلہ ثمنا بادخال الباء علیہ لان رکن البیع مبادلة المال بالمال ولم
یوجد اور جیسا کہ بیع حر کی اور حر سے کسی چیز کو خرید کرنا باطل ہے اسواسطے کہ رکن بیع مبادلہ ہے مال کا دوسرے مال سے سو پایا نگیا حر سے خرید
کرنا یعنے حر کو ثمن ٹھہرانا اسطرح با جارہ داخل کر کے کم لغت عرب میں حر کو ثمن قرار دینا اسطرح ہوتا ہے کہ بعتک الدار بہذا الحر یعنے میں نے گھر بیچا بعوض اس حر عوض ۱۲
کے تو حر اس مثال میں ثمن ہے نہ مبیع خلاصہ یہ ہے کہ خون اور مردار اور حر کی بیع باطل ہے خواہ یہ چیزیں مبیع قرار دی جاویں یا ثمن بسبب نہ پائے جانے رکن
بیع کے والمعدوم کبیع حق التعلی ای علو سقط لانہ معدوم اور جیسا کہ معدوم کی بیع جیسے حق تعلی کو بیچنا یعنے وہ بالاخانہ جسکی عمارت
گر پڑی ہے تو اس موضع کی بیع باطل ہے کیونکہ وہ معدوم ہے حق تعلی کی مثال یہ ہے کہ ایک گھر دو منزلہ ہے نیچے کا مکان ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مکان دوسرے
شخص کا سو دونوں درجہ یا اوپر کا درجہ گر پڑا اور نیچے کا درجہ باقی رہا اور صاحب علو نے موضع کو بیچا تو بیع باطل ہے اسواسطے کہ حق تعلی معدوم محض ہے اور
اسواسطے کہ وہ متعلق ہوا کے اور ہوا مال نہیں کیونکہ مال وہ ہے جسکا رکھ چھوڑنا حاجت کے وقت کے واسطے ممکن ہو اور ہوا میں یہ امر حاصل نہیں ومنہ بیع ما اصلہ
غائب کجزر وفجل او بعضہ معدوم کورد وباسمین ونحو ورق فرصاد وجوزہ مالک لتعامل الناس وبہ افتی بعض مشائخنا
عملا بالاستحسان ہذا اذا نبت ولم یعلم وجودہ فاذا علم جاز لہ خیار الرؤیة وتکفی رؤیة البعض عندہما وعلیہ الفتوی شرح مجمع اور منجملہ بیع معدوم
اسکی بیع ہے جسکی جڑ نظر سے غائب ہے جیسا کہ گاجر اور مولی یا بعض مبیع معدوم ہے جیسا کہ گلاب اور چنبیلی کے پھول کہ بتدریج پیدا ہوتے ہیں اور توت کے پتوں
کی بیع امام مالک نے اس بیع کو جائز کہا ہے لوگوں کے معمول کے سبب سے اور ہمارے بعض مشائخ مانند امام فضلی وغیرہ نے اسکے جواز کا فتوے دیا ہے قیاس
چھوڑ استحسان پر عمل کر کے اور یہ اختلاف جواز اور عدم جواز کا اسوقت ہے جبکہ گاجر وغیرہ جمی ہو اور اسکا موجود ہونا معلوم نہو پھر جبکہ معلوم ہو جاوے
تو بیع جائز ہے اور مشتری کو خیار الرؤیة ثابت ہے اور بعض مبیع کا دیکھنا صاحبین کے نزدیک کافی ہے اور اسی پر فتوے ہے کذا فی شرح المجمع والمضامین
ما فی ظہور الاباء من المنی اور مضامین کی بیع باطل ہے مضامین جمع ہے مضمونہ کی یعنے وہ منی جو نروں کے پٹھوں میں ہے یعنے جانور
کا نطفہ بیچنا جو ہنوز اسکی پشت سے جدا نہیں ہوا باطل ہے معدوم ہونے کے سبب سے والملاقیح جمع ملقوحة ما فی البطن من الاجنة اور ملاقیح
کی بیع باطل ہے ملاقیح جمع ہے ملقوحہ کی ملقوحہ وہ بچہ جو مادہ کے پیٹ میں ہے والنتاج بکسر النون حبل الحبلة ای نتاج النتاج لدابة او آدمی اور
باطل ہے بیع نتاج کی نتاج بکسر نون عبارت ہے حبل الحبلہ سے یعنے جانور یا آدمی کے بچے کا بچہ حبل الحبلہ اس بچہ کا بچہ جو ہنوز پیٹ میں ہے زمانہ جاہلیت
میں دستور تھا کہ گابھن اونٹنی کے بچے کے بچے کو خرید کرتے تھے یعنے مشتری یوں کہتا تھا کہ اگر یہ گابھن اونٹنی مادہ بچہ جنے تو اسکے بچے کو
میں نے خرید کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو باطل کر دیا کذا فی العینی صحیحین اور سنن میں ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

قولہ حبل الحبلة نتیجہ کہ ولد
الولد الذی سے
[illegible] من دردی
[illegible] الباء
[illegible]
[illegible] المراد [illegible]
[illegible] البطون
[illegible] والنار
[illegible]
[illegible] ان
[illegible]
[illegible] ان کان
[illegible]

انتہی وقیل للمبالغة و
یحتمل ان یکون جمع حامل
وسمی من بعض الفقہاء
حامل کبیر البہیم و لم یثبت
کذا فی بنایة العینی ۱۲

بیع اشیاء مخفی الاصل جیسے
گاجر و مولی و شلجم
[illegible] وزردچوب
پیاز و لہسن [illegible]
بعض مشائخ [illegible]
۱۲

حبل الحبلہ کی بیع سے نہی فرمائی اور موطا مین بیع مضامین اور ملاقیح اور حبل الحبلہ کی نہی مروی ہی اس احتمال سے کہ شاید اونٹنی نہ جنے یا مرجائے بچہ ہونے سے پہلے کذا فی الفتح وبیع امۃ تبین انہ ذکر الصحیح تذکیرہ لتذکیر الخبر عبد وعکسہ بخلاف البہائم اور اس لونڈی کی بیع باطل ہی جسکا غلام ہونا ظاہر ہوا اور بالعکس اسکے یعنے اس غلام کی بیع جسکا لونڈی ہونا ثابت ہوا باطل ہی بخلاف جانورون کے مصنف نے ضمیر مذکر لایا بسبب تذکیر خبر کے والاصل ان الذکر والانثی من بنی ادم جنسان حکما فیبطل وفی سائر الحیوانات جنس واحد فیصح ویتخیر لفوات الوصف اور قاعدہ جواز و عدم جواز کا یہ ہی کہ نر اور مادہ بنی ادم مین دو جنسین ہین باعتبار حکم شرع کے تو دوسری جنس ہونے سے بیع باطل ہوگی اور باقی حیوانات مین نر اور مادہ ایک جنس ہین تو بیع صحیح ہوگی و مشتری کو لینے نہ لینے مین اختیار ہوگا بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب فیہ کے ہم ادمی مین نر اور مادہ اسواسطے دو جنس ٹھہرے کہ مرد اور عورت کے خریدنے مین اغراض بکثرت متفاوت ہین بخلاف بہائم کے کہ انمین چندان تفاوت اغراض نہین تو اگر بکرا خرید کیا اور وہ بکری نکلی تو بیع صحیح ہوگی ومتروک التسمیۃ عمدا ولو من کافر بزازیۃ وکذا ما ضم الیہ لان حرمتہ بالنص اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہی جسکے ذبح کے وقت نام خدا عمداً متروک ہوا اگرچہ کافر کے ہاتھ اسکو بیچا ہو اور اسی طرح اس چیز کی بھی بیع باطل ہی جو متروک التسمیہ کے ملا کر بیچے اسواسطے کہ متروک التسمیہ کا حرام ہونا نص قرآنی سے ثابت ہی ہم متروک التسمیہ عمداً امام شافعی کے نزدیک حلال ہی اگر ذابح اسکا مسلم ہو اسواسطے کہ نام خدا مسلم کے دل مین ہی تو اگر کوئی کہے جبکہ متروک التسمیہ عمداً مجتہد فیہ ہوا تو چاہیے کہ اسکے ساتھ والی کی بیع جائز ہو جیسے مدبر کے ساتھ والی کے بیع جائز ہی صاحب کافی نے اسکا جواب دیا کہ متروک التسمیہ کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہی اور مورد نص مین مساغ اجتہاد نہین تو یہ اختلاف معتبر نہین اور بحکم قاضی بھی نافذ نہین وبیع الکراب ف۵۱ وکری الانہار لانہ لیس بمال متقوم بخلاف بیع بناء وشجر فیصح اذا لم یشترط ترکہا ولوالجیۃ اور کھیت جوتنے اور نہر کھودنے کی بیع باطل ہی اسواسطے کہ یہ موجود مال نہین بخلاف عمارت اور درخت کے کہ وہ مال متقوم ہی تو بیع انکی صحیح ہی بشرط اسکے عدم ترک کے کذا فی الولوالجیہ ہم یعنے ایک شخص نے دوسرے شخص سے زمین اجارہ لی پھر اس زمین کو زراعت کے واسطے جوتا اور اسمین ہل چلایا اسمین پانی کی نہر کھودی پھر اجارہ فسخ ہوگیا یا اسکی مدت منقضی ہوگئی پھر مستاجر نے چاہا کہ اپنا یہ عمل بیچے تو جائز نہین کیونکہ یہ مال متقوم نہین کذا فی الطحطاوی وما فی حکمہ من حکم ما لیس بمال کام الولد والمکاتب والمدبر المطلق فان بیعہم باطل ای بقاء فلم یملکوا بالقبض لا ابتداء فصح بیعہم من انفسہم وبیع قن ضم الیہم درر اور جو چیز کہ حکم مذکور مین ہی یعنے جو چیز کہ مال نہین ہی چنانچہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق تو انکی بیع باطل ہی یعنے باعتبار انجام کا باطل ہی تو اشخاص مذکورین مملوک نہین ہوتے قبض مشتری سے اور باطل نہین انکی بیع باعتبار ابتدا کے تو انکو بیچنا خود انکی ذات سے صحیح ہی اور اس مملوک کی بیع صحیح ہی جو انکے ساتھ ملا کر بیچا گیا کذا فی الدرر ہم حر کی بیع ابتداءً اور بقاءً دونون طرح باطل ہی کیونکہ وہ کسی طرح محل بیع نہین اور ام ولد اور مکاتب اور مدبر مطلق کی بیع ابتداءً باطل نہین کہ وہ فی الجملہ محل بیع ہین کیونکہ حقیقت حریت بالفعل انمین موجود نہین لیکن باعتبار انجام کار کے انکی بھی بیع باطل ہی اسواسطے کہ استحقاق عتق ام ولد مین حدیث سے ثابت ہی کہ اسکو اسکے ولد نے آزاد کر دیا اور بسبب حریت مدبر مین فی الحال متحقق ہی کیونکہ بعد موت اہلیت باطل ہی اور مکاتب کا استحقاق اپنے تصرف ذاتی سے ثابت ہی تو اگر انکی ملک بیع سے ثابت ہو تو یہ سب حقوق باطل ہو جاوین کذا فی الطحطاوی وقول ابن کمال بیعہم لا باطل موقوف ضعفہ فی البحر بان المرجح اشتراط رضی المکاتب قبل البیع وعدم نفاذ القضاء ببیع ام الولد وصحح فی الفتح نفاذہ قلت الوجہ توقفہ علی قضاء اخر امضاء او ردا عینی ونہر فلیکن التوفیق اور ابن کمال کے اس قول کی کہ انکی بیع باطل موقوف ہی تضعیف کی ہی اس قول کی بحر الرائق مین کہ مرجح اشتراط رضائے مکاتب ہی قبل بیع کے نہ بعد بیع کے اور راجح عدم نفاذ قضائے ام ولد کی بیع مین اور فتح القدیر مین نفاذ قضا کی تصحیح ہی مین کہتا ہون کہ قوی تر یہ ہی کہ قضائے بیع ام ولد دوسرے

ف۵۱ الکراب والکرب اثارة الارض

[illegible]

قاضی کے حکم پر موقوف ہو حکم اول کے جاری رکھنے میں یا رد کرنے میں کذا فی العینی والنہر تو اسی قول کو دافع اختلاف قرار دینا چاہیے یعنے بحر الرائق کا قول عدم نفاذ اس صورت پر محمول ہی جب دوسرے قاضی نے قاضی اول کے موافق حکم نہ دیا ہو اور فتح القدیر کے نفاذ کا قول اس صورت پر محمول ہی جبکہ دوسرے قاضی نے اسکو جاری کر دیا ہو ام بیع ام ولد کا مسئلہ صدر اول میں مختلف فیہ تھا عمر فاروق اسکی بیع کے مجوز نہ تھے اور علی مرتضی مجوز تھے پھر تابعین کا اجماع ہو گیا عدم جواز پر پھر اگر بعد اسکے قاضی جواز بیع کا حکم دے تو رافع خلاف سابق ہو گا یا نہیں بعضوں کے نزدیک رافع نہیں اور ہمارے نزدیک رافع ہی خلاف کا فصول استروشنی میں ہی کہ قضائے بیع ام ولد میں دو روایتیں ہیں اظہر الروایتین یہ ہی کہ نافذ نہیں اور جامع میں یون ہی کہ قضائے قاضی دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف ہی اگر وہ جاری کر دے تو نافذ ہی والا باطل اور یہ اوجہ الاقاویل ہی کذا فی الطحطاوی عن العینی وفی السراج ولدها لاحق بها وبيع مستسعى كحر اور سراج میں ہی کہ ام ولد اور مکاتب اور مدبر کی اولاد انکے مانند ہی عدم جواز بیع میں اور عبد معتق البعض حر کے مانند ہی بطلان بیع میں وبطل بيع مال غير متقوم اى غير مباح الانتفاع به ابن كمال فليحفظ اور باطل ہی بیع مال غیر متقوم کی یعنے وہ مال جس سے فائدہ لینا مسلم کو شرعاً جائز نہیں کذا صححہ ابن کمال اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم ابن کمال نے کہا کہ تلویح میں مذکور ہی کہ تقوم دو قسم ہی تقوم عرفی یعنے احراز اور غیر محرز جیسا کہ شکار اور گھاس مال متقوم نہیں اور تقوم شرعی یعنے جس سے انتفاع مباح ہو وہی یہان مراد ہی کذا فی الطحطاوی كخمر وخنزير وميتة لم تمت حتف انفها بل بالخنق ونحوه فانها مال عند ذمي كخمر وخنزير [illegible] مال غیر متقوم جیسا کہ شراب اور سور اور مردہ جانور جو خود بخود نہیں مرگیا بلکہ گلا دابنے اور مانند اسکے جیسا کہ مارنے سے مرگیا کہ ایسا مردہ مال ہی ذمیوں کے نزدیک جیسے شراب اور سور وهذا ان بيعت بالثمن اى بالدين كدراهم ودنانير ومكيل وموزون بطل في الكل وان بيعت بعين كعرض بطل في الخمر وفسد في العرض فيملكه بالقبض بقيمته ابن كمال اور یہ یعنے شراب اور سور اور مردار اگر انکی بیع ہو ثمن سے یعنے بعوض دین کے جیسا کہ دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون سے تو مبیع اور ثمن ہر ایک میں بیع باطل ہی یعنے قبضہ کر لینے سے بھی مملوک نہیں ہوتے اور اگر انکی بیع ہوئی اعواض عین سے یعنے متاع اور اسباب سے تو شراب وغیرہ میں بیع باطل ہی اور اسباب میں فاسد ہی تو متاع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے اسکی قیمت دیکر کذا صححہ ابن کمال وبطل بيع قن ضم الى حر وذكية ضمت الى ميتة ماتت حتف انفها قيد به لتكون كالحر وان سمى ثمن كل اى فصل الثمن خلافا لهما اور باطل ہی بیع اس مملوک کی جو ملایا گیا آزاد سے اور اس ذبیحہ کی بیع باطل ہی جو ملایا گیا اس مردار کے ساتھ جو خود بخود مر گیا اگرچہ ہر ایک کا ثمن مسمی ہو یعنے جدا جدا ثمن مذکور ہو بخلاف صاحبین کے مصنف نے خود بخود مرنے کی قید لگائی تا مردار آزاد کے مانند ہو جاوے عدم مالیت میں مسلم اور ذمی دونوں کے نزدیک ومبنى الخلاف ان الصفقة لا تتعدد بمجرد تفصيل الثمن بل لا بد من تكرار لفظ العقد عنده خلافا لهما فظاهر النهاية يفيد انه فاسد اور امام اور صاحبین کی بنائے خلاف یہ ہی کہ صفقہ یعنے عقد متعدد نہیں ہوتا بمجرد تفصیل ثمن کے بلکہ لابدی مکرر رکھنا لفظ عقد کا ضرور ہی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک تفصیل ثمن بلا تکرار لفظ عقد تعدد صفقہ میں کافی ہی اور نہایہ کا ظاہر اس کا مفید ہی کہ بیع عبد بالضم حر [illegible] فاسد ہی بخلاف بيع قن ضم الى مدبر ونحوه او قن غيره ومال ضم الى وقف غير المسجد العامر فانه كالحر بخلاف الغامر بالمعجمة الخراب فكمدبر اشباه من قاعدة اذا اجتمع الحرام والحلال بخلاف بیع غلام مملوک کے جو ملایا گیا ہو مدبر وغیرہ یا مانند ام ولد اور مکاتب کے یا ساتھ غیر غلام کے یا ساتھ اور بیع مال مملوک کی جو ملایا گیا وقف کے ساتھ سوائے مسجد آباد کے اسواسطے کہ جو ملک مسجد آباد کے ساتھ ملا کر بیچی گئی تو اسکی بیع باطل ہی جیسے آزاد کے ساتھ باطل ہی بخلاف ویران مسجد کے کہ اسکے ساتھ ملک کی بیع جائز ہی جیسے مدبر کے ساتھ جائز ہی چنانچہ یہ تصریح اشباہ میں ہی منجملہ اس قاعدہ کے کہ جب حرام اور حلال مجتمع ہوں تو حرام ہی غالب ہوتا ہی ولو محكوما به في الاصح خلافا لما افتى به المولى ابو السعود [illegible] وقف پر قاضی کا حکم ہو گیا ہو تو بھی ملک کی بیع صحیح ہی قول اصح میں بخلاف ملا ابو السعود مفتی روم کے فتوے کے ہم مفتی [illegible] کہ اگرچہ وقف کا [illegible]

ف
رضیع بچے جیسے
مقتول البعض
[illegible]
[illegible]
[illegible]
کہ جس غلام کا
کوئی حصہ آدھا
یا تہائی وغیرہ
آزاد ہو گیا ہو ۱۲

کیا تو انکے ساتھ ملک کی بیع فاسد ہے نہر الفائق میں اس قول کو رد کیا ہے اور اطلاق وقف کی تصحیح کی ہے فیصح بحصتہ فی القن وعبدہ والملک لانتفاء مالیۃ
فی الجملۃ تو صحیح ہے بیع بقدر انکے حصے کے غلام میں مدبر کے ساتھ اور بائع کے غلام میں غیر کے غلام کے ساتھ اور ملک میں وقف کے ساتھ اسواسطے کہ مدبر اور غیر کا غلام اور
وقف فی الجملہ مال ہیں ولو باع قریۃ ولم یستثن المساجد والمقابر لم یصح عینی اور اگر ایک گاؤں بیچا اور وہاں کے مساجد اور مقابر کو بیع سے
استثناء کرلیا تو بیع صحیح نہیں کذا فی العینی ہم بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ اگر قریہ بیچا اور اسمیں کے مساجد اور مقابر کو استثناء کر لیا تو قول اصح یہ ہے کہ
ملک میں بیع صحیح ہے اسواسطے کہ مساجد اور مقابر بنا بر عادت کے مستثنے ہیں طحطاوی نے کہا کہ بحر الرائق کا قول اولے ہے اسواسطے کہ جو عرف میں معلوم ہے وہ مشروط کے برابر ہے
کما بطل بیع صبی لا یعقل ومجنون شیئا جیسے باطل ہے بیچنا صغیر غیر عاقل اور مجنون کا کسی چیز کو ہم غیر عاقل کی قید اسواسطے لگائی کہ صبی عاقل کی
بیع اور شراء منعقد ہے اور انکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے وبول ورجیع آدمی لم یغلب علیہ تراب فلو مغلوبا بہ جاز کسرقین وبعر واکتفی فی البحر
بمجرد خلطہ بتراب اور باطل ہے بیع آدمی کے پیشاب اور گو کی جس پر مٹی نہ غالب ہوگئی ہو اور اگر مٹی غالب ہو اور وہ مغلوب ہو تو بیع جائز ہے جیسے
گوبر اور مینگنی کی بیع جائز ہے اور بحر الرائق میں اکتفا کیا ہے مجرد انکے ملنے کے قطع نظر مٹی کے غالب ہونے کے ہم طحطاوی نے کہا اگر کوئی کہے کہ فقط گو وہ مال
نہیں اور خالص مٹی مال نہیں پھر دونوں کے اجتماع سے کیونکر مالیت پیدا ہوگئی اسکا جواب یہ ہے کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور خلط سے انتفاع
جائز ہوتا ہے خلط کے وشعر الانسان لکرامۃ الآدمی ولو کافرا ذکرہ المصنف وغیرہ فی بحث شعر الخنزیر اور آدمی کے بال کی بیع باطل ہے
بسبب آدمی کی بزرگی اور عزت کے اگرچہ آدمی کافر ہو مصنف وغیرہ نے اسکو سور کے بال کی بحث میں مذکور کیا ہے وبیع ما لیس فی ملکہ لبطلان بیع
المعدوم وما لہ خطر العدم اور باطل ہے بیع اس چیز کی جو آدمی کی ملک میں نہیں ہے بسبب باطل ہونے بیع معدوم کے اور جسمیں نیستی کا خطرہ
لگا ہے ہم معقود علیہ کی شرط یہ ہے کہ مال موجود متقوم مملوک فی نفسہ ہو اور بائع کی ملک ہو یا اسکے موکل کی اور مقدور التسلیم ہو اور جو چیز اسکے پاس نہیں تو وہ
نہ اسکی ملک ہے نہ مقدور التسلیم ہے اور جسمیں نیستی کا خطرہ لگا ہے اسکی بیع بھی جائز نہیں چنانچہ حمل اور تھن کا دودھ اور ثمر اور زرع قبل از ظہور اور بیج خربوزہ
کے اندر اور گٹھلی کھجور کے اندر اور گوشت اور چربی اور کلہ پائے زندہ بکری کے اندر سے اور تخم تلون کے اندر کذا فی المنح لا بطریق السلم فانہ صحیح
لانہ علیہ الصلاۃ والسلام نہی عن بیع ما لیس عند الانسان ورخص فی السلم جو چیز آدمی کے پاس نہیں اسکی بیع بطریق سلم باطل نہیں
بلکہ وہ صحیح ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اسکی بیع سے جو انسان کے پاس نہیں اور رخصت دی سلم میں ہم اصحاب سنن نے حکیم بن
حزام سے روایت کی کہ میں نے کہا یا رسول اللہ بعضا شخص میرے پاس خریدنے کو آتا ہے اور میرے پاس وہ چیز نہیں ہوتی سو کیا میں اس سے بیع کیا کروں پھر اسکو بازار سے
خرید کر دیا کروں فرمایا لا تبع ما لیس عندک یعنی نہ بیچ اسکو جو تیرے پاس نہیں ہے کذا فی التیسیر وبطل بیع صرح بنفی الثمن فیہ لانعدام الرکن
وهو المال اور باطل ہے وہ بیع جسمیں نفی ثمن کی تصریح ہو بسبب نہ ہونے رکن کے یعنی مال ہم اور اگر سکوت ہو ثمن سے تو بیع فاسد منعقد ہوگی چنانچہ مذکور ہوگا
والبیع الباطل حکمہ عدم ملک المشتری ایاہ اذا قبضہ فلا ضمان لو هلک المبیع عندہ لانہ امانۃ وصحح فی القنیۃ ضمانہ قیل وعلیہ
الفتوی اور بیع باطل کا حکم عدم ملک مشتری ہے یعنی مشتری مبیع کا قبضہ کرنے سے مالک نہیں ہوتا تو مشتری پر تاوان نہیں اگر مبیع اسکے پاس ہلاک ہو اسواسطے
کہ وہ امانت ہے اور قنیہ میں تاوان دینے کی تصحیح کی ہے بعضوں نے کہا اسی قول پر فتوی ہے ہم حموی میں ہے کہ سرخسی کے نزدیک ضمان مختار ہے اور قنیہ میں وجہ صحت یہ
مذکور ہے کہ مشتری نے اسکو اپنی ذات کے واسطے قبضہ کیا تو مشابہ غصب کے ہوا اور حاشیہ سری الدین میں قاضی خان سے منقول ہے کہ ضمان دینا صحیح ہے تو خلاصہ یہ ہے کہ دونوں
قول صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی وصح بیع الحربی اباہ او ابنہ قیل باطل وقیل فاسد وفی وصایاھا بیع الوصی مال الیتیم بغبن فاحش باطل وقیل
فاسد وصحح اور قنیہ میں ہے کہ بیچنا حربی کا اپنے باپ یا بیٹے کو بعضوں کے نزدیک باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک فاسد ہے اور قنیہ کی وصایا میں ہے کہ بیچنا وصی کا یتیم کا مال

بنقصان بیع باطل ہو اور بعضون کے نزدیک فاسد ہو اور اسکی ترجیح ہو بعضون کے نزدیک ہم فائدہ خلاف کا یہ ہو کہ درصورت باطل ہونے کے بعد قبضہ مبیع مملوک نہین یا در فاسد
مین مملوک ہو وفی التتمۃ بیع المضطر وشراؤہ فاسد اور تتمہ مین ہو کہ مضطر کا بیچنا اور خریدکرنا فاسد ہو ہم صورت اسکی یہ ہو کہ ایک شخص کھانے یا پانی یا لباس
کی طرف باضطرار حاجتمند ہو اور بائع اشیاء مذکورہ کو نہین بیچتا مگر بکثرت ثمن زیادہ کرکے اور اسی طرح مضطر سے خرید کرنا نہایت ثمن کو کم کرکے کذا فی الفتح ابوداؤد مین
علی مرتضی سے روایت ہو کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع المضطر یعنے حضرت نے منع فرمایا مضطر کی بیع سے کذا فی التیسیر وفسد
بیع ما سکت ای وقع السکوت فیہ عن الثمن اور فاسد ہو وہ بیع جسمین سکوت واقع ہوا ثمن سے چنانچہ بائع نے کہا کہ مین نے یہ کپڑا بیچا اور مشتری نے کہا مین نے
خریدکیا اور دونون نے ثمن کو ترک کیا تو بیع فاسد ہو اور اگر نفی ثمن کی تصریح ہوگی تو بیع باطل ہو چنانچہ مذکور ہوچکا کبیعہ بقیمتہ جیسے بیع مبیع کی اسکی قیمت کے
فاسد ہو ہم یعنے بلا تعیین ثمن قیمت مجملہ پر بیع فاسد ہو وفسد بیع عرض ہو المتاع القیمی ابن کمال بخمر وعکسہ فینعقد فی العرض کما مر کما مر
اور فاسد ہو بیع متاع اور اسباب کی شراب سے اور شراب کی بیع متاع سے تو بیع منعقد ہوگی اسباب مین نہ شراب مین بہرصورت چنانچہ عنقریب گذر گیا عرض عبارت
ہو متاع قیمت والی سے کذا صرح ابن کمال تو روپیہ اور اشرفی اور اناج عرض نہین وفسد بیعہ ای العرض بام الولد والمکاتب والمدبر حتی لو تقابضا ملک
المشتری للعرض لانہم لما مر انہم مال فی الجملۃ اور فاسد ہو بیع متاع قیمتی کی ام ولد اور مکاتب اور مدبر سے یہان تک کہ اگر متعاقدین قابض
باہمی ہوگئے تو متاع کا خریدار متاع کا مالک ہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مکاتب وغیرہ فی الجملہ مال ہین بخلاف شراب یا سور یا مردار کے وفسد بیع سمک لم یصد
او بالعروض والا فباطل لعدم الملک صدر الشریعۃ اور فاسد ہو بیع اس مچھلی کی جو ہاتھ مین نہ آئی شکار کرنے سے بشرطیکہ اسکی بیع اسباب سے ہو اور اگر
دراہم اور دنانیر یا کیلی و وزنی سے ہو تو بیع باطل ہو کذا فی شرح الوقایہ ہم صدر الشریعہ نے شرح وقایہ مین کہا کہ جو مچھلی شکار نہین ہوئی تو سزاوار یہ ہو کہ
بیع باطل ہو اگر دراہم اور دنانیر سے ہو اور اگر متاع سے ہو تو فاسد ہو اسواسطے کہ وہ مال غیر متقوم ہو اسلیے کہ تقوم احراز سے ہوتا ہو اور احراز یہان حاصل نہین
او صید ثم القی فی مکان لا یوخذ منہ الا بحیلۃ للعجز عن التسلیم یا مچھلی شکار ہوئی پھر ڈالی گئی ایسے مکان مین یعنے حوض وغیرہ مین کہ اس سے بغیر حیلہ گرفتار
نہین ہوتی مگر جال کے حیلہ سے تو بیع فاسد ہو بسبب عاجز ہونے کے تسلیم سے وان اخذ بدونہا صح ولہ خیار الرؤیۃ اور اگر مچھلی پکڑ لیجائے بدون حیلہ
جال کے تو بیع اسکی صحیح ہو اور مشتری کو خیار الرؤیۃ ہو الا اذا دخل بنفسہ ولم یسد مدخلہ فلو سدہ ملکہ مگر جبکہ مچھلی خود حوض مین گھس گئی اور اسنے
اسکا مدخل بند نکردیا تو اسکی بیع صحیح نہین بلکہ باطل ہو بسبب عدم ملک کے اور اگر اسنے اسکا مدخل بند کردیا تو اسکا مالک ہوگا اسواسطے کہ بند کرنا فعل اختیاری
ہو اور موجب ملک کا جیسے جال مین پڑنا موجب ملک ہو بحر الرائق مین ہو کہ جب مچھلی حوض مین گئی آدمی کی تدبیر سے تو وہ اسکا مالک ہوگیا اور بیع اسکی بموجب تفصیل مذکور
کے ہو یعنے درصورت تسلیم صحیح ہو والا غیر صحیح اور بعضون نے کہا مطلقاً بیع صحیح نہین بواسطہ عدم احراز کے اور خلاف اس صورت مین ہو جبکہ انسان نے وہ حوض
شکار کرنے کے واسطے نہ بنایا اور اگر بنایا ہوگا تو بالاجماع مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ولم یجز اجارۃ برکۃ لیصاد منہا السمک ہم اور جائز نہین اجارہ
حوض اور تالاب کا تاکہ اس مین سے مچھلیون کا شکار کیا جاوے کذا فی البحر وبیع طیر فی الہواء لا یرجع بعد ارسالہ من یدہ اما قبل صیدہ فلا
باطل لعدم الملک اور فاسد ہو بیع ان چڑیون کی ہوا مین جو پلٹ نہین آتین ہاتھ سے چھوڑ دینے کے بعد اور انکا بیچنا قبل انکے شکار کرنے کے تو باطل ہو بسبب
عدم ملک کے ہم یعنے اگر چڑیا کو پکڑکے چھوڑ دیا اور وہ ہوا مین اڑتی پھرتی ہو اور اسکی پلٹ آنے کی عادت نہین تو اسکی بیع فاسد ہو اور اگر ہنوز انکو
نہین پکڑا تو بیع باطل ہو اگر دراہم یا دنانیر سے بیع ہوئی ہو اور اگر متاع سے بیع ہوئی ہو تو فاسد ہو مچھلی کے مانند کذا فی الحلبی وان کان
یطیر ویرجع کالحمام صح وقیل لا ورجحہ فی النہر اور اگر چڑیا ایسی ہو کہ اڑجاتی ہو اور پھر آتی ہو پلٹ کر جیسا کہ پالو کبوتر تو اسکی بیع اڑنے
کی حالت مین صحیح ہو اور بعضون نے کہا کہ صحیح نہین اور اسی قول کی ترجیح دی نہر الفائق مین ہم وجہ صحت یہ ہو کہ معلوم بطریق عادت کے واقع کے مانند ہو

اور یہ احتمال کرنا کہ شاید پلٹ آوے مانع جواز بیع نہیں چنانچہ بجوز ہلاک مبیع قبل قبض مانع نہیں پھر درصورت عود ہلاکی بیع فسخ ہوتی ہے اسی طرح یہاں درصورت وقوع عدم معتاد قبل قبض کے بیع فسخ ہوگی کذا فی الفتح نہر الفائق میں کہا ہے کہ اس میں نظر ہے اسواسطے کہ شرط صحت بیع سے قدرت ہے تسلیم پر بعد بیع کے واسطہ بندہ گریختہ کی بیع جائز نہیں انتہا میں کہتا ہون کہ جو اشبع درصورت عادت عود منافی قدرت تسلیم کی نہیں اسواسطے کہ جب پھر آنے کی عادت ہوئی طائر کی تا مقدور التسلیم ہوا اور قدرت تسلیم کا دعوی بعد عقد کے لازم نہیں اور اگر بعد عقد عدم سرعت عود فرض کیجیے تو بیع فسخ ہو جاویگی بخلاف بندہ گریختہ کے کہ عادت میں اسکا عود کرنا معتاد نہیں تحج کذا فی الطحطاوی عن الحموی وبیع الحمل ای الجنین وجزم فی البحر ببطلانہ کالنتاج اور فاسد ہے بیع حمل یعنے پیٹ کے بچے کی اور بحر الرائق میں اسکے باطل ہونے کا یقین کیا ہے ولد الولد کے مانند ہم مصنف نے باتباع صاحب درر بیع حمل کو فاسد کہا اور بحر الرائق اور برہان اور حموی میں اسکو باطل کہا ہے اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی ہے اسکی خرید سے جو جانوروں کے پیٹ میں ہے تا وضع رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ اور اسواسطے کہ مشکوک الوجود ہے کذا فی الطحطاوی والامۃ الا حملہا لفسادہ بالشرط بخلاف ہبتہ ووصیتہ اور فاسد ہے بیع لونڈی کی سواے اسکے حمل کے بسبب فاسد ہونے بیع کے شرط فاسد سے بخلاف ہبہ اور وصیت کے یعنے لونڈی کا ہبہ یا وصیت کرنا بدون حمل کے صحیح ہے واللبن فی ضرع وجزم البرجندی ببطلانہ اور فاسد ہے دودھ کی بیع تھن کے اندر اور برجندی نے اسکے بطلان کا یقین کیا ہے ہم فساد بیع کے چند وجوہ میں اعلام نہیں کہ تھن میں دودھ ہے یا ریح ہے اختلاف دودھ کی کیفیت میں غالبا نزاع واقع ہوگا سم یہ ہے کہ دوہنے سے پہلے اور دودھ پیدا ہو تو مال بائع مخلوط ہوا مشتری کے مال سے اسطرح ہے کہ تخلیص اسکی متصور نہیں ہم امام شافعی نے ابن عباس سے اسکی نہی روایت کی اور صوف علی ظہر الغنم کذا فی الطحطاوی ولؤلؤ فی صدف للغرر اور فاسد ہے بیع موتی کی سیپی کے اندر بسبب خطر یعنے دھوکے کے یعنے اسکا وجود اور مقدار معلوم نہیں وصوف علی ظہر غنم وجوزہ الثانی ومالک اور فاسد ہے بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اور ابو یوسف اور امام مالک نے اسکو جائز کہا ہے فساد بیع کا یہ سبب ہے کہ صوف نیچے سے بڑھتا ہے تو مبیع غیر مبیع سے مختلط ہوگی کذا فی النہر وفی السراج او سلم الصوف واللبن بعد العقد لم ینقلب صحیحا اور سراج میں ہے کہ اگر بائع نے صوف اور دودھ تسلیم کر دیا مشتری کو بعد عقد کے تو بیع منقلب ہو کر صحیح نہو جاویگی وکذا کل ما اتصالہ خلقی کجلد حیوان ونوی تمر وبزر بطیخ لما مر انہ معدوم عرفا اور اسی طرح ہر چیز کہ اتصال پیدائشی ہو جیسے کھال جانور کی اور گٹھلی کھجور کی اور بیج خربوزے کا کہ اسکی بیع فاسد ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اشیاے مذکورہ عرف میں معدوم ہیں وانما صحح بیع الکراث وشجر الصفصاف واوراق التوت باقتضائہا للتعامل اور گندنا اور درخت بید اور توت کے پتون کی بیع کو شاخوں کے ساتھ فقہا نے صحیح کہا ہے فقط رواج کے سبب سے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا جو فقیہون کے اس قول پر وارد ہوتا ہے کہ صوف علی ظہر الغنم کی بیع اسواسطے فاسد ہے کہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے تو بائع اور مشتری کی ملک میں اختلاط ہوتا ہے خلاصہ سوال یہ ہے کہ گندنا بیچنا جائز ہے اور حالانکہ گندنا بھی نیچے سے بڑھتا ہے حموی نے اپنی شرح میں کہا کہ گندنے کی بیع جائز ہے اگرچہ وہ نیچے سے بڑھتا ہے بسبب رواج کے انتہی لیکن بید اور توت میں اس نقل میں تامل اور رواج کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ وہ دونوں درخت اوپر سے بڑھتے ہیں تو مال مشتری بائع کے مال سے مختلط نہیں ہوتا لیکن قنیہ میں ہے کہ توت کی بیع اسوقت صحیح ہے جبکہ موضع قطع معلوم ہو صراحۃ یا عرفا کذا فی الطحطاوی وفی القنیۃ اوراق التوت لم تقطع قبلہ بسنۃ جاز وبسنتین لا لانہ یشتبہ موضع قطعہ عرفا اور قنیہ میں ہے بیچا اس توت کے اوراق کو جو قطع نہیں ہوا اسکو ایک سال سے تو بیع جائز ہے اور اگر دو سال سے قطع نہیں ہوا تو بیع جائز نہیں اسواسطے کہ قطع کرنے کا مکان عرف میں مشتبہ ہوگا اور نزاع مقصود ہے وجذع معین فی سقف اما غیر المعین فلا ینقلب صحیحا ابن کمال اور فاسد ہے بیع اس شہتیر اور کڑی معین کی جو چھت میں منصوب ہے اور غیر معین کی بیع تو بعد قطع کے بھی منقلب بصحت نہیں ہوتی کذا صحح ابن کمال ہم معین شہتیر اور کڑی کی بیع اسواسطے ناجائز ہوئی کہ اسکی تسلیم میں لزوم ضرر ہے بائع کے واسطے اور غیر معین میں دو علتیں ہیں ایک

بزو مصر ہو دو مشتری جو الت مبیع ابن کمال نے عدم انقلاب صحت زاہدی کی شرح قدوری سے نقل کیا اور علامہ نوح آفندی کی شرح مختصر طحاوی سے انقلاب صحت
نقل کیا ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وذراع من ثوب یضرہ التبعیض فلو قطعہ وسلمہ قبل فسخ المشتری عاد صحیحا ولو لم یضرہ القطع کذراع من کرباس
جاز لانتفاء المانع اور فاسد ہے بیع ایک گز کی اس کپڑے سے جسکو پھاڑنا ضرر کرتا ہے جیسا کہ عمامہ و قمیص پھر اگر بائع نے ایک گز اس کپڑے سے
پھاڑ دیا یا لکڑی کو چھیلکر دیا قبل فسخ کرنے مشتری کے تو بیع پھر کر صحیح ہو جاویگی اور اگر کپڑے کو پھاڑنا ضرر نہو جیسا کہ ایک گز کا پھاڑنا تھان سے تو بیع جائز
ہے بسبب نہونے مانع کے کہ مانع بیع وجود ضرر تھا تسلیم کے وقت سو تھان میں ضرر مذکور حاصل نہیں لہذا اسکی بیع جائز ہوئی اور جبکہ قمیص وغیرہ سے
بائع نے ایک گز پھاڑ دیا تو اسواسطے بیع صحیح ہو گئی کہ مفسد بیع زائل ہو گیا اور اسکے موجود ہونے کے طحاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا یوں کہتا فلو قطع او قلع لیشتمل
کما سیجیء حکم مفہوم ہوا لہذا مترجم نے اسکا ترجمہ زیادہ کر دیا وضربۃ القانص بقاف ونون الصائد اور فاسد ہے بیع شکاری کی ایکبار جال لگانے اور کھینچنے کی
قانص بقاف ونون عبارت ہے شکار کرنے والے سے صورت اسکی یہ ہے کہ شکاری کہے کہ بیچا تیرے ہاتھ اسکو جو ایکبار کے جال لگانے اور کھینچنے میں نکلے تو بیع جائز
نہیں کیونکہ وہ چیز مجہول ہے علاوہ اسکے احتمال ہے کہ شکار جال میں آوے یا نہ آوے کذا فی المنح والغائص بغین معجمۃ الغواص اور فاسد ہے بیع غواص
کے ایکبار غوطہ لگانے کی غائص بغین معجمہ و صاد مہملہ غوطہ مارنے والا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ غواص سوداگر سے کہے کہ میں ایکبار غوطہ مارتا ہوں تیرے واسطے جو موتی
وغیرہ نکلے سو تیرا ہے بعوض اتنے مال کے اور وجہ عدم جواز وہی ہے جو سابق مذکور ہو چکی والبیع فیہما باطل للغرر بحر ونہر والکمال وابن کمال وان قال المصنف
وقد نظمہ منلا خسرو فی سلک الفاسد فتبعتہ فی المختصر ویجب ان یراد بالباطل الاعم مما لیس فی سلک کما مر اور جال
لگانے اور غوطہ مارنے میں بیع باطل ہے غرر کے سبب سے کذا فی البحر والنہر والفتح والایضاح مصنف نے شرح میں کہا کہ ملا خسرو نے درر غرر میں اس بیع کو فاسد کی لڑی
میں پرو دیا سو میں بھی انکا پیرو ہو گیا اس مختصر میں اور واجب ہے کہ فاسد سے باطل مراد ہو اسواسطے کہ بیع اس شے کی جو بائع کی ملک میں نہیں جیسا کہ
گذر گیا کہ جو چیز آدمی کی ملک میں نہیں اسکی بیع باطل ہے جو سوال ہے کے فالمزابنۃ ہی بیع الرطب علی النخل بتمر مقطوع مثل کیلہ تقدیرا شرح مجمع
ومثلہ العنب بالزبیب عنایۃ للنہی ولشبہۃ الربوا قال المصنف فلو لم یکن ربوا جاز لاختلاف الجنس اور فاسد ہے مزابنہ
وہ بیع ہے تر کھجور کی جو لگی ہے درخت پر خشک کھجور مقطوع سے برابر اسکے پیمانہ کے گمان اور اٹکل سے کذا فی شرح المجمع اور مانند اسکے انگور تر کی بیع ہے جو درخت پر
لگا ہے خشک انگور سے کذا فی النہایہ بیع مذکور فاسد ہے بسبب نہی شارع کے اور بیاج کے شبہہ کے سبب احتمال کی بیشی کے مصنف نے کہا اور اگر خشک کھجور نہو بلکہ گدر
ہو تو بیع مذکور جائز ہے بسبب اختلاف جنس کے یعنی اختلاف جنس میں شبہہ بیاج کا نہیں ہم اکثر کتب میں تفسیر مزابنہ یوں مذکور ہے کہ ہی بیع الثمر بالمثلثہ
علی رأس النخل بتمر بالتاء المثناۃ لیکن یہ خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے کہ ثمر مثلثہ عبارت ہے بار درخت یعنی پھل سے اور پھل پختہ اور گدر دونوں کو شامل ہے
حالانکہ گدر کھجور کا بیچنا خشک کھجور سے بطریق ظن و تخمین جائز ہے اختلاف جنس کے سبب سے لہذا تفسیر مزابنہ یہی بہتر ہے جو شارح نے کی والملامسۃ للسلعۃ اور
فاسد ہے بیع الملامسہ یعنی مبیع میں ہاتھ لگانے سے بیع کا واجب ہونا مغرب میں ہے کہ بیع الملامسہ اور بیع اللماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب تو نے میرا
کپڑا چھوا یا میں نے تیرا کپڑا چھوا تو بیع واجب ہو گئی اور منتقی میں امام سے ہے کہ بیع الملامسہ یہ ہے کہ کہے میں تیرے ہاتھ یہ متاع بیچتا ہوں اتنے کو سو جبکہ میں تجھکو چھوؤں اپنے
ہاتھ لگاؤں تو بیع واجب ہے یا مشتری اسی طرح کہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں کہا ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا بلا تامل چھوئے تو چھونے والے کو بیع لازم ہو جاوے
بلا خیار الرؤیۃ اور یہ اسطرح ہے کہ مثلا اندھیرا ہو یا کپڑا لپٹا ہو والمنابذۃ ای نبذہا للمشتری اور فاسد ہے بیع المنابذہ یعنی مبیع کا ڈالنا مشتری کے سامنے
منابذہ یہ ہے کہ بائع کہے کہ جب میں کپڑا تیری طرف ڈالوں یا مشتری کہے کہ جب تو اپنا کپڑا میری طرف ڈالے تو بیع واجب ہے یعنی بلا تامل و بلا خیار فسخ والقاء
علیہا اور فاسد ہے بیع سنگریزہ ڈالنے کی بیع القاء حجر کی یہ صورت ہے کہ سنگریزہ ڈالے اور وہاں چند کپڑے ہوں تو جس کپڑے پر سنگریزہ پڑے اسکی بیع

بیع واقع ہو بلا تأمل وبلا رویت وبلا خیار کے سے بعد ھی من بیوع الجاهلیة نهی عنها کلها عینی لوجود القمار فکانت فاسدة ان سبق ذکر الثمن بحر اور یہ لینے ملامسہ اور منابذہ اور القاء حجر زمانہ کفر کی بیوع مین سے ہین اور شرع مین ان سب سے نہی واقع ہوئی کذا فی شرح العینی بسبب پائے جانے قمار کے تو یہ سب بیوع فاسد ہین اگر ثمن کا ذکر پہلے ہو چکا ہو کذا فی البحر اسلئے کہ ان بیوع مین وجود قمار ہی بواسطے معلق ہونے تملیک کے افعال مذکورہ پر گویا بائع نے یون کہا مشتری سے کہ جب کپڑے پر تو سنگریزہ ڈالے یا جسکو تو ہاتھ لگاوے تو مین نے تیرے ہاتھ اسکو بیچا ثمن مذکور ہو یا نہو بہرصورت بیوع مذکورہ فاسد ہین باطل نہین بواسطے عدم تصریح نفی ثمن کے ذکر ثمن کے اسواسطے قید لگائی کہ متوہم صحت بیع ہو ذکر ثمن کے وقت کذا فی الطحطاوی صحیحین مین ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ فی البیع سے نہی فرمائی اور صحیحین مین ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع الغرر اور بیع الحصاة سے نہی فرمائی کذا فی التیسیر اور صحیحین مین جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے نہی فرمائی کذا فی الفتح محاقلہ یہ کہ گیہون کو اسکی بالیون مین بیچے بعوض گیہون کے برابر پیمانے مین ظن وتخمین سے کذا فی النہر وبیع ثوب من ثوبین وعبد من عبدین لجهالة المبیع اور فاسد ہے بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون مین سے یا ایک غلام کی بیع دو غلامون مین سے بسبب جہالت مبیع کے یعنے معلوم نہین کہ دو کپڑون مین سے کون کپڑا یا دو غلامون مین سے کون غلام مبیع ہے تو منازعت پیدا ہوگی بائع نہین جانتا کہ کسکو تسلیم کرے اور مشتری نہین جانتا کہ کس پر قبضہ کرے بحر الرائق مین قیمت والی چیز کی اسواسطے قید لگائی کہ بیع مثلی کی مثلی مین جائز ہے فلو قبضهما وهلکا معا ضمن نصف قیمة کل اذ الفاسد معتبر بالصحیح پھر اگر مشتری نے دونون کپڑون یا غلامون پر قبضہ کیا اور دونون ساتھ ہی ہلاک ہوگئے تو مشتری تاوان دے ہر ایک کی نصف قیمت کا اسواسطے کہ بیع فاسد معتبر ہے بیع صحیح سے ہم ہر ایک کی نصف نصف قیمت کا ضمان اسواسطے ہوا کہ ایک کپڑا تو مضمون بالقیمة ہے کیونکہ مقبوض بحکم بیع فاسد ہے اور دوسرا کپڑا امانت ہے اور ایک اولی نہین دوسرے سے تو امانت اور ضمان دونون مین شائع ہوگئی کذا فی المنح اور بیع صحیح کی یہ صورت ہے کہ دو کپڑون پر قبضہ کیا اس شرط سے کہ ایک مین مشتری مختار ہے پھر دونون ضائع ہوگئے تو ہر ایک کی نصف نصف ثمن کا تاوان اُسپر لازم ہوگا اور قیمت بیع فاسد مین جیسے ثمن بیع صحیح مین کذا فی البحر ولو مرتبا فقیمة الاول لتعذر رده اور اگر دونون کپڑے ایک بعد دوسرے کے ضائع ہوئے تو اُس کپڑے کا تاوان دے جو اول ضائع ہوا کیونکہ اسکا پھیرنا بسبب ہلاکی کے متعذر ہے یعنے دشوار ہے لتعذر رده بالہلاک انکا مضمون ہونا متعین ہوگیا تو دوسرا کپڑا امانت باقی رہا والقول للضامن وهذا اذا لم یشترط خیار التعیین فلو شرطا اخذ ایہما شاء جاز علماء اور تعیین مضمون مین ضامن یعنے مشتری کا قول معتبر ہے یعنے جبکہ اسنے دعوی کیا کہ اول فلانا کپڑا یا غلام ہلاک ہوا نہ فلانا تو اسکی تصدیق ہوگی اور یہ یعنے فساد بیع ایک کپڑے کی دو کپڑون مین سے اسوقت ہے جبکہ مشتری نے خیار التعیین کو شرط نکیا ہو اور اگر شرط کیا ہوگا ایک کا لینا دو مین سے جسکو چاہے تو بیع جائز ہے چنانچہ خیار التعیین مین مذکور ہو چکا والمراعی ای الکلاء واجارتها اما بطلان بیعها فلعدم الملک لحدیث الناس شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور فاسد ہے بیع گھاس اور چارے کی اور اجارہ انکا بطلان انکی بیع کا تو بسبب عدم ملکیت کے ہے بدلیل اس حدیث کے کہ سب لوگ شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھاس اور آگ مین ابو داؤد مین حدیث مذکور بدین لفظ ہے کہ المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار بحر الرائق مین ہے کہ پانی کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ غیر کے کنوئین اور حوض اور تالاب اور نہر سے ہر شخص کو پانی پینے اور جانورون کے پانی پلانے کا اختیار ہے اور گھاس کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ ہر شخص کو گھاس چھیلنا اور کاٹنا زمین سے درست ہے یعنے مالک اور غیر مالک اسمین برابر ہین اور آگ کی شرکت کا یہ مطلب ہے کہ اگر آگ جلتی ہو تو ہر شخص کو تاپنا اور کپڑے خشک کرنا جائز ہے لیکن انگارا لینا بدون اذن مالک ناجائز ہے اور محل شرکت مذکورہ کا وہ ہے کہ پانی کوئی برتن وغیرہ مین بھر کے نرکھا ہو اور گھاس کو کاٹ کر نرکھا ہو اسواسطے کہ درصورت برتن مین بھر رکھنے اور گھاس کاٹ رکھنے کے پانی اور گھاس کی بیع جائز ہے کیونکہ ہر شخص بسبب احراز کے انکا مالک ہوگیا اور عدم جواز بیع کا یہ بھی محل ہے جبکہ گھاس خود رو ہو اور اگر

ایک شخص نے پانی بیچ کر گھاس جمائی ہو تو اسکی بیع جائز ہی کیونکہ وہ اسکا مالک ہی چنانچہ ذخیرہ اور محیط اور نوازل مین ہی اور یہی قول ہی اکثر فقہا کا خلافاً للقدوری
کذا فی الطحطاوی بتصرف واما بطلان اجارتها فلانها علی استهلاک عین ابن کمال اور گھاس کے اجارہ کا بطلان اسواسطے ہی کہ یہ اجارہ شئی مباح کے
استہلاک پر ہی کذا صح ابن کمال حالانکہ شئی مملوک کے استہلاک کا اجارہ جائز نہین چنانچہ گائے کو اجارہ لینا دودھ پینے کے واسطے تو مباح کا بطریق اولی جائز نہوگا کذا
فی البحر هذا اذا نبت بنفسه وان انبته بسقی وتربیة ملکه وجاز بیعه عینی وقیل لا یعنی گھاس کی بیع نہ جائز ہونا اسوقت ہی جبکہ گھاس خود رو ہو
اور اگر اسکو پانی دیکر اور پرورش کرکے جمایا ہو تو اسکا وہ مالک ہی اور اسکی بیع جائز ہی کذا فی العینی اور بعضون نے کہا یعنی قدوری نے کہ جائز نہین قال وبیع القصیل
والرطبة علی ثلثة اوجه ان لیقطعها او لیرسل دابته فتاکله جاز وان لیترکه لم یجز عینی نے کہا اور خوید اور رطبہ کی بیع تین طرح پر ہی اگر
اسواسطے ہی کہ اسکو کاٹ لے یا اسواسطے کہ اپنے جانور کو اسمین چھوڑے کہ اسکو کھالین تو بیع جائز ہی اور اگر اسواسطے ہی تا مشتری اسکو قائم رکھے تو جائز نہین ہم
قصیل بقاف وصاد مهملة خوید ہی اور رطبہ ایک قسم کا چارہ ہی ولایت مین اسکو بوتے ہین فارسی مین اسکو سپست کہتے ہین وحیلتها ان یستاجر الارض لیقطعها
او لایقاف دوابه او لمنفعة اخری کمقیل ومراح وقاعد فی وقف الاشباہ اور گھاس کے اجارہ لینے کی تدبیر یہ ہی کہ زمین کو اجارہ لے اپنے
خیمے کھڑے کرنے کے واسطے یا اپنے چوپایون کی باندھنے کے یا اور منفعت کے واسطے چنانچہ ادھے دن یا دن ڈھلنے کے بعد جانورون کے بٹھلانے کے واسطے اجارہ لے اور یوں ا
بیان اسکا اشباہ کے وقف مین ہی یعنی اسطرح اجارہ لینے مین دونون مطلب حاصل ہین منافع مذکورہ بھی اور وہان کی گھاس بھی دیباج ودود القز ای کلہ ابریسم وبیضه
ای بزرہ وهو بزر الفیلق الذی فیه الدود اور جائز ہی بیع ریشم کے کیڑے کی اور اسکے انڈے کی یعنی اسکے بیج کی جسکو عرب بزر الفیلق کہتے ہین جسمین
ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہی والنحل المحرز وهو دود العسل اور جائز ہی بیع نحل محرز کی یعنی شہد کی مکھی مقدور التسلیم اسطرح پر کہ شہد اور چھتے کے ساتھ
اسکی بیع ہو کذا فی الطحطاوی وهذا عند محمد وبه قالت الثلثة وبه یفتی عینی وابن ملک وخلاصه وغیرها اور یہ یعنی ریشم کے کیڑے
اور اسکے انڈے اور شہد کی مکھی کی بیع محمد کے نزدیک ہی اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ مالک و شافعی اور احمد کا اور اسی قول کا فتوی ہی کذا فی العینی وابن مالک
والخلاصه وغیرها محمد کے نزدیک بیع اسلئے جائز ہوئی کہ شہد منفعت کی چیز ہی حقیقت مین اور شرعاً مقدور التسلیم ہی اگرچہ یہ مکھی ماکول نہین جیسے خچر اور گدھے کی بیع کذا فی
النہر الحموی اور ریشم کے کیڑون کی بیع اسواسطے جائز ہوئی کہ [illegible] اور اسکے انڈے کی بیع بسبب ضرورت کے جائز ہی کذا فی الطحطاوی واجاز ابو اللیث بیع
العلق وبه یفتی للحاجة مجتبی اور فقیہ ابو اللیث نے علق کی بیع جائز رکھی جسکو فارسی مین زلو اور ہندی مین کیڑا اور جونک کہتے ہین اور اسیکا فتوی ہی بسبب حاجت
اور ضرورت کے کذا فی المجتبی بخلاف غیرها من الهوام فلا یجوز اتفاقاً کحیات وضب وما فی بحر کسرطان الا السمک وما جاز الانتفاع
بجلده او عظمه والحاصل ان جواز البیع یدور مع حل الانتفاع مجتبی واعتمده المصنف وسیجیٔ فی المتفرقات بخلاف اور کیڑون مکوڑون کے
ریشم کے کیڑے اور شہد کی مکھی کے کہ انکی بیع بالاتفاق جائز نہین چنانچہ سانپ اور گوہ اور ان حیوانات کی جو دریا مین رہتے ہین کہ انکی بیع جائز نہین سوا
مچھلی کے اور اس جانور کی جسکی کھال اور ہڈی سے فائدہ لینا جائز ہی اور خلاصہ یہ ہی کہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہی کذا فی المجتبی اور اسی پر اعتماد کیا مصنف
نے اپنی شرح مین اور اسکا بیان باب المتفرقات مین آویگا **فرع** سئل المصنف شارحا انما تجوز الشرکة فی القز اذا کان البیض منهما والعمل
منهما وهو بینهما انصافاً لا اثلاثاً فلو دفع بزر القز او بقرة او دجاجا لآخر بالعلف مناصفة فالخارج کله للمالک وعلیه من [illegible]
قیمة العلف واجر مثل العامل عینی ملخصاً ومثله فی البزازیة [illegible] شرکت ریشم جائز نہین مگر جبکہ انڈے ریشم کے کیڑے کے دونون
شریکون کے ہون اور عمل یعنی پرورش بھی دونون سے ہو اور جو ریشم پیدا ہو وہ دونون [illegible] نصف نصف ہو تہائی نہو تو اگر ایک نے ریشم کا بیج
یا گائے یا مرغیان دوسرے شخص کو دین [illegible] النصف چرائی کے [illegible] تو جو ریشم یا بچے گائے کے اور مرغی کے پیدا ہونگے وہ مالک کے ہونگے [illegible]

پیدا ہونے کے اسکی ملک ہے اور مالک پچارے کی قیمت اور عامل کی اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی العینی ملخصاً اور اسکے مانند ہو انڈون کا دینا دوسرے شخص کو جو انکو
پوشیدہ نہیں ہے فتاوے عالمگیری میں باب الاجارہ میں مذکور ہے کہ ایسا اجارہ فاسد ہے اور اس قسم کے مسائل کا حیلہ یہ ہے کہ انڈون کا مالک آدھے انڈے اور مرغیون کا
مالک آدھی مرغیاں اس شخص کے ہاتھ بیع کرے پھر ثمن سے ابرا کرے تو اب جو کچھ پیدا ہوگا وہ دونون میں نصفا نصف ہوگا کذا فی الطحطاوی والآبق ولو لطفله
او الیتیم فی حجره ولو وهبه لهما صح عینی وما فی الاشباه تحریف نهر اور فاسد ہے بیع غلام گریختہ کی اگرچہ باپ نے اپنے فرزند صغیر کے یا اس یتیم کے
جو اسکی گود میں ہے بیع کی ہو اور اگر اسنے طفل یا یتیم کو غلام گریختہ ہبہ کیا ہو تو صحیح ہے اور جو اشباہ میں ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق میں مذکور ہے کہ
طفل اور یتیم کے ہاتھ بیع درست نہیں ہبہ درست ہے اور خانیہ کے بعضے نسخے میں اسکے بالعکس مذکور ہے اور دوسرے نسخے میں اسکے موافق ہے اور شاید کہ پہلا نسخہ
تحریف ہے اور صاحب بحر نسخہ ثانیہ پر مطلع نہیں ہوا انتہی شامی کو مناسب تھا کہ بعض نسخ خانیہ کی طرف تحریف کو نسبت کرتا نہ اشباہ کی طرف اسواسطے کہ اشباہ
کی روایت اسی کے موافق ہے کذا فی الطحطاوی والنہر الا ممن یزعم انه ای الآبق عنده فیجوز لعدم المانع غلام گریختہ کی بیع فاسد ہے مگر
اس شخص سے بیچا فاسد نہیں جسکو یہ گمان ہے کہ وہ یعنے غلام گریختہ اسکے پاس موجود ہے تو اب اسکی بیع جائز ہے بواسطے عدم مانع کے یعنے مانع جواز نہ قادر ہونا تسلیم
تھا پھر جب مشتری نے اسکے مقبوض ہونے کا اقرار کیا تو تسلیم کی کچھ حاجت نہیں وهل یصیر قابضا ان قبضه لنفسه وقبضه ولم یشهد نعم اور کیا
مشتری اسکا قابض ٹھہرے گا یا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اگر اسنے اسپر قبضہ کیا ہے اپنے واسطے یا قبضہ کیا اور کسیکو گواہ نکیا تو مشتری قابض ٹھہرے گا
یعنے اسواسطے کہ یہ غصب کا قبض ہے اور وہ بجائے قبض عن البیع ہے کیونکہ وہ قبض ضمان ہے قبض بیع کے مانند وان اشهد لا لانه قبض امانة فلا ینوب عن
قبض الضمان کذا اقره عنایة اور اگر قابض مذکور نے غلام گریختہ کے قبضہ کرنے کے وقت لوگون کو گواہ کیا ہے کہ میں اسکے مالک کے واسطے قبضہ کرتا ہون
تو وہ قابض نہ ٹھہریگا اسواسطے کہ یہ قبض امانت ہے تو وہ قائم مقام قبض ضمان کے نہوگا اسواسطے کہ قبض ضمان قوی تر ہے قبض امانت سے کذا فی العنایہ
اگر غلام مذکور ہلاک ہوگا مشتری کے پاس قبل تجدید قبضہ کے تو بائع کا مال ہلاک ہوگا نہ مشتری کا الا اذا ابق من الغاصب فباعه المالک منه فانه یصح بعد
لزوم التسلیم ذخیره اور بیع غلام گریختہ کی فاسد ہے مگر جبکہ غلام بھاگ گیا غاصب کے پاس سے پھر مالک نے اسکے ہاتھ بیچا تو بیع صحیح ہے بسبب لازم
ہونے تسلیم کے کذا فی الذخیرہ ہم یہ قول عطف ہے الا ممن یزعم پر ولو باعه ثم عاد وسلمه یتم البیع علی القول بفساده ورجحه الکمال وقیل لا یتم
علی القول ببطلانه وهو الاظهر من الروایة واختاره فی الهدایة وغیرها وبه کان یفتی البلخی وغیره بحر ابن کمال اور اگر مالک نے اپنے غلام
گریختہ کو بیچا پھر غلام پھر آیا اور مالک نے اسکو مشتری کے قبضے میں کر دیا تو بیع تمام ہو جائیگی بیع مذکور کے فاسد ہونے کے قول پر اور اسکی ترجیح دی ہے ابن
ہمام نے اور دوسرا قول یہ ہے کہ بعد تسلیم بھی بیع تمام نہیں ہوتی اسکے باطل ہونے قول پر یعنے جنکے نزدیک یہ بیع باطل ہے تو تسلیم سے بھی صحیح نہیں ہوتی
اور یہی قول ظاہر الروایہ ہے اور اسکو صاحب ہدایہ وغیرہ نے پسند کیا ہے اور بلخی وغیرہ اسکا فتوی دیتا تھا کذا فی البحر وابن کمال ہم فتح القدیر میں ہے کہ بطلان
بیع غلام گریختہ مختار مشائخ بلخ اور ثلجی ہے بنا بر ثلاثہ وجہ کذا فی الطحطاوی ولبن امرأة ولو فی وعاء ولو امة علی الاظهر لانه جزء آدمی والرق
مختص بالحی ولا حیاة فی اللبن فلا یحله الرق اور فاسد ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ وہ دودھ برتن میں ہو اور اگرچہ عورت لونڈی
ہو بنا بر قول اظہر کے اسواسطے کہ دودھ آدمی کا جز ہے اور مملوک ہونا جاندار کے ساتھ مخصوص ہے اور حالانکہ دودھ میں حیات نہیں تو اسمیں ملک کا
حلول نہیں وشعر الخنزیر لنجاسة عینه فانه یبطل بیعه ابن کمال وانجاز الانتفاع به لضرورة الخرز حتی لو لم یوجد بلا ثمن جاز الشراء
للضرورة وکره البیع فلا یطیب ثمنه ویفسد الماء علی الصحیح خلافا لمحمد قیل هذا فی المنتوف اما المجزوز فطاهر عنایة
اور سور کے بال کی بیع باطل ہے اسکے نجس العین ہونے کے سبب سے کذا صح ابن کمال اگرچہ اس سے فائدہ لینا جائز ہے موزہ ٹانکنے کی ضرورت سے

یہان تک کہ اگر بدون ثمن کے نہ ملے تو اسکا خرید کرنا بسبب ضرورت کے جائز ہی اور بائع کو اسکی بیع مکروہ ہی تو حلال اور پاک نہین ثمن اسکا اور بال اسکا پانی کو بقول صحیح فاسد یعنے نجس کر دیتا ہی بخلاف محمد کے بعضون نے کہا کہ یہ حکم ہی اوکھاڑے بال مین اور تراشا بال طاہر ہی کذا فی العنایہ هم سور کا بال سرے پر سخت ہوتا ہی اور انگلی کے مقدار اور بعد اسکے نرم ہوتا ہی تاگے مین گرہ دینے کے لائق لہذا زمانہ قدیم مین موچی اُس سے جوتیان اور موزے سیتے تھے جیسے اب سوئیون سے سیتے ہین وعن ابی یوسف یکرہ للخرز بہ لانہ نجس ولم یکن یلبس السلف مثل هذا الخف ذکرہ القہستانی ولعل هذا فی زمانہم واما فی زماننا فلا حاجۃ الیہ کما لا یخفی اور ابو یوسف سے روایت ہی کہ مکروہ ہی موزہ سینا سور کے بال سے کیونکہ وہ نجس ہی اور اسی واسطے علماء سلف ایسا موزہ نہین پہنتے تھے چنانچہ اسکو قہستانی نے ذکر کیا ہی اور شاید کہ یہ یعنے سور کے بال سے انتفاع لینا علماء سابقین کے زمانے مین تھا اور ہمارے زمانے مین اسکی کچھ حاجت نہین یعنے بسبب سوئیون وغیرہ کے چنانچہ یہ امر پوشیدہ نہین هم صاحب بحر نے کہا کہ ظاہر الکلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہی کہ درصورت عدم ضرورت یعنے جبکہ اسکے سوا اور چیز سے دوخت متصور ہو تو اس سے فائدہ لینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی وجلد میتۃ قبل الدبغ لو باعہ بالعرض ولو بالثمن فباطل ولعل بفصل ههنا اشارۃ الی ما سبق قالہ الوانی فلیحفظ اور فاسد ہی بیع جانور مردار کے کھال کی اسکی دباغت سے پہلے اگر بیع بعوض اسباب کے ہو اور اگر بیع کچھے چمڑے کی ثمن یعنے چاندی یا سونے سے ہو تو باطل ہی اور مصنف یعنے صاحب درر نے یہان فاسد اور باطل کی تفصیل نکی بیان سابق کے اعتماد پر ایسا کچھ کہا ہی وانی محشی درر نے اسکو یاد رکھنا چاہیے وبعدہ ای الدبغ یباع الا جلد انسان وخنزیر وحیۃ اور بعد دباغت کے یعنے چمڑا پکانے کے اسکی بیع جائز ہی مگر آدمی اور سور اور سانپ کے چمڑے کی بیع جائز نہین وینتفع بہ لطہارتہ حینئذ لغیر الاکل ولو جلد ماکول علی الصحیح سراج لقولہ حرمت علیکم المیتۃ وهذا جزءها اور جانور مردہ کی کھال سے فائدہ لیا جائے بسبب اسکے پاک ہو جانے کے اسوقت مین انتفاع جائز ہی سوائے اسکے کھانے کے اگرچہ کھال ماکول اللحم مردہ کی ہو بر قول صحیح بدلیل حق تعالے کے اس قول کے کہ تمپر حرام کر دیا جانور مردہ اور یہ یعنے کھال جزو ہی مردہ کی وفی المجمع ونجیز بیع الدهن المتنجس والانتفاع بہ فی غیر الاکل بخلاف الودک اور مجمع مین ہی کہ هم جائز جانتے ہین ناپاک تیل کی بیع اور اُس سے فائدہ لینا سوے کھانے کے بخلاف مردہ کی چربی کے هم غیر اکل کا انتفاع چنانچہ چراغ مین جلانا سوائے مسجد کے ودک عبارت ہی چربی اور ہڈیون کے گودے سے کذا فی الطحطاوی کما ینتفع بما لا تحلہ حیاۃ منہا کعصبہا وصوفہا کما مر فی الطہارۃ جیسے فائدہ لینا مردے کی اُس چیز سے جائز ہی جسمین زندگی حلول نہین کرتی چنانچہ اسکا پٹھا اور روئیان چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب الطہارۃ مین هم بال اور پر اور چونچ اور سم اور کھر مردہ جانور کے پاک ہین کیونکہ انمین حیات کا دخل نہین کہ موت دخل کرے اور ہاتھی دانت کی بیع جائز ہی اور ہاتھی سے انتفاع لینا بوجھ لادنے اور سوار ہونے اور مقاتلہ کرنے کے جائز ہی کذا فی المنح وفسد شراء ما باع بنفسہ او بوکیلہ من الذی اشتراہ ولو حکما کوارثہ بالاقل من قدر الثمن الاول قبل نقد کل الثمن الاول صورتہ باع شیئا بعشرۃ ولم یقبض الثمن ثم شراہ بخمسۃ لم یجز وان رخص السعر للربوا خلافا للشافعی اور جو چیز بذات خود یا اپنے وکیل نے بیچی اسکا خرید کرنا اُس سے جسنے اسکو خرید کیا اگرچہ مشتری حکمی ہو چنانچہ مشتری کے وارث سے خرید کرنا بعوض کم ثمن کے ثمن اول کی مقدار سے قبل پانے تمام ثمن اول کے فاسد ہی صورت اسکی یہ ہی کہ کوئی چیز مثلاً دس درم کو بیچی اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اسکو پانچ درم سے خرید کیا تو جائز نہین اگرچہ اُس چیز کا نرخ ارزان ہو گیا ہو فساد بیع بسبب بیاج کے ہی بخلاف امام شافعی کے مذہب کے هم جب دس درم کو بیچا پھر پانچ کو خرید کیا تو پانچ درم زیادہ بلا عوض باقی رہے تو یہ فائدہ ہوا درصورت عدم ضمان کے حالانکہ یہ حرام ہی کذا فی شرح الزیلعی مشتری کے وارث کی قید اسواسطے لگائی کہ بائع کے وارث کو اقل ثمن سے خرید کرنا جائز ہی قبل قبض ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد قبض ثمن کے خرید کرنا فاسد نہین اور کل ثمن کی قبض کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک درم بھی باقی رہیگا تو خرید جائز نہوگی کذا فی الطحطاوی وشراء من لا تجوز شہادتہ لہ کابنہ وابیہ کشرائہ بنفسہ فلا یجوز ایضا خلافا لہما

فی غیر عبدہ و مکاتبہ اور خریدکرنا اسکا اسیکی گواہی بائع کے فائدے کے واسطے جائز نہین چنانچہ اسکے بیٹے اور باپ کی خرید بائع کی ذات کی خرید کے برابر ہے تو اسکا خریدکرنا بھی جائز نہین بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک بائع کے اصول اور فروع کو کمتر ثمن سے خرید کرنا جائز ہے سوائے اسکے غلام اور مکاتب کے و لابد لعدم الجواز من اتحاد جنس الثمن وکون المبیع بحالہ فان اختلف جنس الثمن او تعیب المبیع جاز مطلقا کما لو شراہ بازید او بعد النقد اور نقد ہو عدم جواز کے واسطے جنس ثمن کا متحد ہونا اور مبیع کا بحال خود باقی رہنا اور اگر جنس ثمن مختلف ہو یا مبیع مین مشتری کے پاس عیب لگ جائے تو ہر طرح بیع جائز ہے خواہ نقصان ثمن بقدر عیب کے ہو یا زیادہ چنانچہ بیع جائز ہے اگر بائع نے ثمن اول سے زیادہ ثمن کو خرید کیا یا بعد قبض کرنے ثمن کے کمتر ثمن سے خریدکیا والدراہم والدنانیر جنس واحد فی ثمان مسائل منہا ھنا و فی قضاء دین و شفعۃ و اکراہ و مضاربۃ ابتداء و انتہاء و بقاء و امتناع مرابحۃ و نصاب زکوۃ و شرکات و قیم متلفات و ارش جنایات کما بسطہ المصنف معزیا الی العمادیۃ اور دراہم اور دنانیر ایک ہی جنس ہین آٹھ مسئلون مین ازانجملہ یہ مقام ہے اور ادائے دین مین اور شفعہ اور اکراہ اور مضاربت مین باعتبار ابتدا اور انتہا و بقا کے اور امتناع مرابحہ مین اور چار مسئلے مسائل مذکورہ پر اور زیادہ کیے گئے ہین زکوۃ اور شرکات اور اشیاء متلفہ کی قیمتین اور جنایات کی دیت چنانچہ اسکو مفصل بیان تلف شدہ ۱۲ کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین عمادیہ کی طرف نسبت کیکے ہم اقل ثمن سے خرید کی صورت یہ ہے کہ عقد اول دراہم سے تھا پھر بائع نے اسکو دنانیر سے خرید کیا جنکی کمتر قیمت ہے دراہم سے تو جائز نہین اسواسطے کہ باعتبار استحسان دراہم اور دنانیر یہان متحد الجنس ہین اور ادائے دین کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر دراہم کا دین تھا سو اسنے ادائے دین مین پہلو تہی کیا پھر اسکے دنانیر قاضی کے ہاتھ مین پڑے تو قاضی کو جائز ہے کہ دنانیر کو دراہم سے بدلا کر ادائے دین کرے اور غیر دنانیر کے اور مال سے قاضی ادائے دین نہین کرسکتا امام کے نزدیک خلافا للصاحبین اور شفعہ کی یہ صورت ہے کہ شفیع کو خبر ہوئی کہ مشتری نے گھر کو ہزار درم سے خرید کیا پھر تسلیم شفعہ ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری نے دنانیر سے گھر خرید کیا جنکی قیمت ہزار درم ہین یا زیادہ تو اسکو دراہم کا مطالبہ نہین پہونچتا اور اکراہ کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص پر زبردستی ہوئی کہ اپنا غلام ہزار درم کو بیچے سو اسنے پچاس دینار کو بیچا جنکی قیمت ہزار درہم ہے تو یہ بیع علی حکم الاکراہ ہے اور اگر کیلی یا وزنی یا اسباب سے جسکی قیمت اوتنی ہے بیچ ہوگی تو یہ بیع زبردستی کی نہ ہوگی اور ابتدائے مضاربت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے ہزار دینار پر عقد مضاربت منعقد کیا اور فائدہ بیان کردیا پھر مضارب کو اوتنے درم دیے جنکی قیمت ہزار دینار ہین تو مضاربت صحیح ہے اور فائدہ برقرار ہے شرط کے موافق اور اسی طرح انتہا اور بقائے مضاربت ہے اور امتناع مرابحہ کی یہ صورت ہے کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اسکو بطور مرابحہ بارہ درم کو بیچا پھر اسکو ایک دینار سے مول لیا تو اب اسکو بطور مرابحہ بیچ نکرے اور اسی طرح اگر دس درم کو خرید کرے اور ایک دینار کو بیچے جسکی بارہ درم قیمت ہے تو مرابحہ ممتنع ہے اور زکوۃ کی یہ صورت ہے کہ ضم دراہم کا دنانیر سے اور زکوۃ نکالنا ایک جنس کا دوسری جنس سے جائز ہے اور شرکات کی یہ صورت ہے کہ جب ایک شریک کا مال دراہم ہون اور دوسرے شریک کا مال دنانیر ہون تو دونون مین شرکت عنان منعقد ہوگی اور اشیاء متلفہ مین قیمت کرنے والا مختار ہے چاہے دراہم سے اسکی قیمت مقرر کرے چاہے دنانیر سے اور جنایات کی دیت کی یہ صورت ہے کہ موضحہ مین نصف عشر دیت ہے اور ہاشمہ مین عشر ہے اور منقلہ مین عشر اور نصف عشر ہے اور جائفہ مین ثلث ہے اور دیت یا ہزار دینار ہین یا دس ہزار درم ہین تو اشیاء مذکورہ مین چاہے دیت سونے کی مقرر کرے چاہے چاندی کی کذا فی الطحطاوی و فی الخلاصۃ کل عوض ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ لم یجز التصرف فیہ قبل قبضہ اور خلاصہ مین ہے کہ جو عوض کہ مملوک ہوا ایسے عقد سے جو فسخ ہو جائے عوض کی ہلاکی سے قبل اسکے مقبوض ہونے کے تو اس عوض مین تصرف جائز نہین قبل اسکے قبض کے ہم چنانچہ مال منقول کو جبکہ خرید کرے تو مشتری کو اسمین تصرف کرنا قبل قبض کے صحیح نہین عوض مذکور کی قید سے ثمن نکل گیا کہ اسمین تصرف بطور ہبہ یا بیع کے قبل اسکے مقبوض ہونے کے جائز ہے خواہ ثمن متعین ہو جاتا ہو بتعیین کے چنانچہ مکیل یا متعین نہو جاتا ہو چنانچہ نقود اور اسکی علت یہ ہے کہ عقد بیع فسخ نہین ہوتا ثمن کی ہلاکی سے اسواسطے کہ

اصل بیع مین مبیع ہو نہ ثمن (وصح البیع فیما ضم الیہ کان یکون بعشرۃ ولم یقبضھا ثم شراہ مع شیء آخر بعشرۃ فسد فی الاول وجاز فی الآخر فینقسم الثمن علی قیمتھا ولا یشیع الفساد لانہ طاری ولمکان الاجتہاد) اور صحیح ہے بیع اُس چیز مین جو ملائی گئی اسکی طرف جیسا کہ کسی نے بیچا دس درم کو مثلاً اور ثمن پر قبضہ نکیا پھر اسکو دوسری چیز یعنی مثلاً کپڑے کے ساتھ دس درم کو مول لیا تو مبیع اول یعنی تخت مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری یعنی کپڑے مین بیع جائز ہوگی تو ثمن اسکی قیمت پر منقسم ہوگا اور مبیع اول کا فساد بیع ثانی مین نہ شائع ہوگا اسواسطے کہ وہ طاری ہوا ہے پیچھے سے اور بسبب محل اجتہاد کے یہانتک کہ اگر قاضی اسکے جواز کا حکم کرے تو بیع صحیح ہوگی کذا فی الزیلعی (وبیع زیت علی ان یزنہ بظرفہ ویطرح عنہ بکل ظرف کذا رطلا لانہ لا یقتضیہ العقد وطرح مقدار وزنہ کما افادہ بقولہ بخلاف شرط طرح وزن الظرف فانہ یجوز کما لو عرف قدر وزنہ) اور فاسد ہے بیع زیتون کے تیل کی اس شرط پر کہ بائع تیل کو تول دے اسکے ظرف کے ساتھ اور اسمین سے کم کر ڈالے بمقابلہ ہر برتن کے اتنے رطل اسواسطے کہ مقتضاے عقد کم کر ڈالنا ہے برتن کے وزن کے برابر اور وہ اس شرط مین علی التحقیق حاصل نہین چنانچہ مصنف نے اسکو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ بخلاف شرط کم کر ڈالنے وزن ظرف کے کہ وہ جائز ہے جیسا یون بھی بیع جائز ہے کہ اگر مقدار وزن ظرف معلوم ہوجاے ھ زیتون کا تیل بطریق مثال کے ہے اور یہی حکم ہے جمیع موزونات کا نہر الفائق مین کہا اسواسطے یہ بیع جائز نہوئی کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہین اور اسمین احد المتعاقدین کا نفع ہے اسواسطے کہ ظرف کا وزن شاید کمتر ہو مشروط سے تو اسمین مشتری کا نفع ہے یا زیادہ ہو تو بائع کا فائدہ ہے اور اگر وزن ظرف کا ساقط کرنا مشروط ہے تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہے تا مقدار مبیع معلوم ہوجاوے اور غیر مبیع سے تو ثمن مخصوص ہوجاوے مبیع کے ساتھ (ولو اختلفا فی نفس الظرف وقدرہ فالقول للمشتری بیمینہ لانہ قابض او منکر) اور اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا نفس ظرف یا اسکی مقدار مین تو مشتری کا قول معتبر ہے قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ قابض ہے یا منکر ھ طحطاوی نے کہا وقدرہ کا واو بمعنی او کے یعنی مانعۃ الخلو اسواسطے کہ کاہے ظرف کی مقدار واحد ہوتی ہے اور دو ظرفون کی ذات مختلف ہوتی ہے لہذا مترجم نے اسیکے موافق ترجمہ کیا اور مشتری کے قابض یا منکر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ جیسے مشتری نے ظرف پھیر دیا اور وہ تولا گیا اور اسکا وزن دس رطل نکلا تو بائع نے کہا کہ میرا ظرف اسکے سوا اور تھا جسکا وزن پانچ رطل تھا تو بیان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہ اختلاف یا ظرف مقبوض کے تعیین مین ہے یا ثمن کی مقدار مین اگر اول ہے تو مشتری قابض ہے اور قول نہین مگر قابض کا اور اگر ثانی ہے تو فی الحقیقت ثمن کا اختلاف ہے تو بھی مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے زیادتی ثمن کا اور قول معتبر نہین مگر منکر کا قسم کے ساتھ اور اگر بائع گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے (وصح بیع الطریق وفی الشرنبلالیۃ عن الخانیۃ لا یصح) اور صحیح ہے بیع راہ کی اور شرنبلالیہ مین خانیہ سے مذکور ہے کہ راہ کی بیع صحیح نہین (ومن قسمۃ الوھبانیۃ شعر ولیس لھم قال الامام تقاسم بدرب ولم ینفذ کذا البیع یذکر) اور وہبانیہ کی کتاب القسمۃ سے یہ بیت ہے کہ امام اعظم نے فرمایا کہ اہل کوچہ کو باہم تقسیم کر لینا کوچہ غیر نافذہ کا جائز نہین اور اسی طرح اسکی بیع بھی مذکور ہے یعنی بیع بھی جائز نہین اور غیر نافذہ کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہوجاوے کہ کوچہ نافذہ یعنی شارع عام کی بیع بطریق اولی جائز نہین کذا فی الطحطاوی (وقدمنا ثمۃ فی لغاز الاشباہ شعر ومالک الارض لیس یبیعھا بغیر شریک ثم لیس منہ ینظر) اور وہبانیہ کے سوال مشکل مسئلہ مین یہ بیت ہے اور اشباہ کی پہیلیون مین اسکو پسند کیا ہے کہ مالک زمین کوچہ غیر نافذہ کے بیچنے کا مالک نہین سواے اپنے شریک کے پھر اگر اپنے شریک سے بیچے تو اسمین تامل ہے یعنی ناظم اسکے جواب پر مطلع نہین ھ عدم جواز بیع طریق خانیہ مین مذکور ہے اور مشائخ بلخ جواز کے قائل ہین کذا فی الطحطاوی اور ہدایہ اور وقایہ مین بھی بیع طریق اور اسکے ہبہ کی صحت مذکور ہے (کذا بین لہ طول وعرض اولا وھبتہ) بیع طریق کی صحیح ہے خواہ اسکے حدود یعنی طول اور عرض مذکور ہو یا نہو اور اسی طرح اسکا ہبہ بھی صحیح ہے (واذا لم یبین یقدر بعرض باب الدار العظمی) اور جبکہ بیع یا ہبہ طریق مین حدود کا بیان نہو

تو اسکا عرض بڑے گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ٹھہرایا جاوے ھ بہتر یہ تھا کہ شارح باب الدار الاعظم کہتا یعنی اسواسطے کہ اعظم صفت ہی باب کی اور مراد اس سے
پہلا دروازہ ہی گھر کا انتہی لیکن فتح القدیر وغیرہ مین بھی باب الدار العظمی وارد ہی تو ظاہر اعظم کہنے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ بڑے گھر کا اکثر بڑا دروازہ
ہوتا ہی جسکو ہند مین پھاٹک بولتے ہین واللہ اعلم ولا بیع مسیل الماء وھبتہ لجہالتہ اذ لا یدری قدر ما یشغلہ من الماء صحیح نہین پانی بہنے کے
مکان کی بیع اور ہبہ اسکا بسبب اسکے مجہول ہونے کے اسواسطے کہ جتنا پانی مکان سیل مین پھیلتا ہی اسکی مقدار معلوم نہین ھ مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی
یعنی وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی جیسا نہر یا سطح یعنی چھت اور طریق سے یا رقبہ طریق مراد ہی یعنی وہ مکان جسمین مرور واقع ہی تو مقدار مسیل مجہول ہی لہذا اسکی
بیع اور ہبہ جایز نہین اور رقبہ طریق معلوم ہی اگرچہ اسکی حدود مذکور نہون تو اسکی بیع اور ہبہ جائز ہی یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہی
تو اگر زمین پر مسیل ہی سو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہی تو وہ حق تعلی ہی جسکو بقا نہین یا طریق سے حق مرور مراد ہی اسکی بیع مین دو روایتین ہین وجہ بطلان
یہ ہی کہ یہ مال نہین اور وجہ صحت یہ ہی کہ اسکی طرف حاجت ہی اور وہ حق معلوم ہی اور عین باقی سے متعلق ہی یہ اس صورت مین ہی جب من حیث المسیل
اعتبار ہو اور اسکا طول اور عرض نہ بیان ہو اور اگر مسیل کو نہر ہونے کی حیثیت سے اعتبار کیجیے تو وہ زمین مملوک ہی اور اسکی بیع جائز ہی چنانچہ خسی
نے ذکر کیا ہی یا من حیث المسیل اعتبار کیجیے لیکن اسکے حدود مذکور ہون تو بھی اسکی بیع جائز ہی بقول قاضی خان کذا فی شرح الوقایہ و حاشیتہ للحسن
الجلبی و صح بیع حق المرور تبعا للارض بلا خلاف و مقصودا وحدہ فی روایۃ وبہ اخذ عامۃ المشایخ شمنی و فی اخری لا و صححہ
ابو اللیث اور صحیح ہی بیع حق مرور یعنی راہ چلنے کے حق کی بیع زمین کے ساتھ بالاتفاق بلا خلاف اور بالذات فقط حق مرور کی ایک روایت مین بیع جائز ہی اور
اسی روایت کو اکثر فقہا نے لیا ہی اور دوسری روایت مین بیع اسکی صحیح نہین اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو صحیح کہا ہی ھ حق مرور کی بیع زمین کے ساتھ
صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص زمین کا مالک ہی اور اسکو دوسرے کی زمین مین ہوکر اپنی زمین مین آنے کا حق ثابت ہی اس شخص نے اپنی زمین اور حق مرور کو بیچا تو یہ بیع
صحیح بیع ہی کذا فی الطحطاوی و کذا بیع الشرب و ظاهر الروایۃ فسادہ الا تبعا خانیہ و شرح وھبانیہ و سیحققہ فی احیاء الموات اور اسی طرح
شرب بالکسر کی بیع یعنی زراعت سینچنے اور جانورون کے پانی پلانے کو پانی لینے کی باری کی بیع جائز ہی زمین کے ساتھ بالاجماع اور فقط باری بیچنا
بدون زمین کے ایک روایت مین جائز ہی اور یہی مشایخ بلخ کا مختار ہی اور دوسری روایت مین جائز نہین اور یہ قول مشایخ بخارا کا مختار ہی
کذا فی المنح اور ظاہر الروایہ مین یہ بیع فاسد ہی مگر زمین کے ساتھ کذا فی الخانیہ و شرح الوہبانیہ اور ہم اسکی تحقیق کرینگے احیاء الموات کی کتاب
مین لا بیع حق التسییل وھبتہ سواء کان علی الارض لجہالۃ محلہ کما مر او علی السطح لانہ حق التعلی وقدمنا بطلانہ صحیح
نہین بیع حق تسییل کی اور ہبہ اسکا خواہ سیلان آب کا حق زمین پر ہو بسبب مجہول ہونے اسکے مکان کے چنانچہ مذکور ہو چکا قبل اسکے یا چھت
پر ہو اسواسطے کہ وہ حق تعلی ہی اور اسکے بطلان کی وجہ پہلے مذکور ہو چکی ولا البیع بثمن مؤجل الی النیروز وھو اول یوم من الربیع تحل فیہ
الشمس برج الحمل وھذا النیروز السلطان ونیروز المجوس یوم تحل فی الحوت وعد البرجندی سبعۃ فاذا لم یبینا
فالعقد فاسد لجہالۃ اور صحیح نہین بیع اس ثمن سے جو مؤجل ہی نوروز تک نوروز پہلا دن ہی فصل ربیع کا جسمین آفتاب برج حمل مین آوے
اور یہ نوروز سلطانی ہی اور مجوسیون کا نوروز وہ دن ہی جسمین آفتاب برج حوت مین آوے اور برجندی نے سات نوروز شمار کیے ہین
پھر جب عاقدین نے نوروز کی مدت بیان کی اور تصریح نکی کہ کون نوروز مراد ہی تو عقد فاسد ہی کذا صرح ابن کمال یعنی بسبب مجہول ہونے مدت کے
والمہرجان وھو اول یوم من الخریف تحل فیہ الشمس برج المیزان اور بیع صحیح نہین مہرجان کی مدت تک مہرجان پہلا دن ہی فصل
خریف کا جسمین آفتاب برج میزان مین آوے ھ مہرجان معرب ہی مہرگان کا چونکہ وہ دن بھی متعدد ہین نوروز کے مانند لہذا بیع صحیح نہین

وصوم النصارى وفطر اليهود وصومهم فاكتفا بذكر احدهما أسراج اور نصاریٰ کے روزہ رکھنے اور شروع کرنے کی مدت اور یہودیون کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کی مدت سے بیع صحیح نہین ہے مصنف نے نصاریٰ کے صوم اور یہودیون کے فطر پر اکتفا کی اختصار کے واسطے کذا فی السراج اذا لم یعرف المتعاقدان نیروز وما بعدہ فلو عرفاہ جاز بیع اسوقت صحیح نہین جبکہ متعاقدین نوروز اور اسکے مابعد کی مدت کو نہ جانتے ہون اور اگر دونون اوقات مذکورہ کو جانتے ہون علی التحقیق تو بیع جائز ہے یعنی اسواسطے کہ اب جہالت مدت باقی نہین بخلاف فطر النصاریٰ بعد ما شرعوا فی صومھم للعلم بہ وھو خمسون یوماً بخلاف نصاریٰ کے روزہ توڑنے کی مدت مقرر کرنا انکے روزہ شروع کرنے کے بعد تو بیع صحیح ہے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور وہ یعنی صوم نصاریٰ کی مدت پچاس دن ہین ھم ورمین تمرتاشی سے صوم نصاریٰ کی مدت پچاس دن مذکور ہین اور فتح القدیر اور نہر الفائق اور حموی مین پچپن دن اور قہستانی مین سینتیس دن مسطور ہین ولا الی قدوم الحاج والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب لانھا تتقدم وتتأخر اور صحیح نہین بیع حاجیون کے آنے اور کھیت کاٹنے اور خرمن کو پلی یعنی کھلیان ماندنے اور انگور توڑنے کی مدت تک اسواسطے کہ امور مذکورہ مین تقدم اور تاخر واقع ہوتا ہے تو جہالت باعث منازعت ہوگی ولو باع مطلقا عنھا ای عن ھذہ الاجال ثم اجل الثمن الدین اما تاجیل المبیع او الثمن العین فیفسد والی معلوم تصح الیہا صح التاجیل اور اگر مطلق بیع کی یعنی بلا ذکر اوقات مذکورہ کے پھر ثمن دین کی مدت اوقات مذکورہ مین مقرر کی تو اسطرح مدت ٹھہرانا صحیح ہے اور مبیع اور ثمن عین کی مدت ٹھہرانا مفسد بیع ہے اگرچہ مدت معلوم اور معین ہو کذا فی الشمنی ھم ثمن دین کی اسطرح کی تاجیل صحیح ہے بقول اصح اسواسطے کہ یہ دین کی تاجیل ہے اور تاجیل بعد بیع تبرع ہے تو تاجیل مجہول کو قبول کریگا یہ مفسد بیع وہ تاجیل مجہول ہے جو صلب عقد مین واقع ہو کذا فی المنح کما لو کفل الی ھذہ الاوقات لان الجہالۃ الیسیرۃ متحملۃ فی الدین والکفالۃ لا الفاحشۃ جیسے بخیہ ضامن ہونا ان اوقات تک صحیح ہے اسواسطے کہ کم جہالت دین اور ضمانت مین محتمل ہے نہ جہالت فاحشہ کثیر جیسا کہ ہبوب ریح اور قدوم نائب او اسقط المشتری الاجل فی الصور المذکورۃ قبل حلولہ وقبل فسخہ وقبل الافتراق حتی لو تفرقا قبل الاسقاط تاکد الفساد ولا ینقلب جائزا اتفاقا ابن کمال وابن ملک کجہالۃ فاحشۃ کھبوب ریح ومجئ مطر فلا ینقلب جائزا ولو ابطل الاجل یعنی یا جیسے مشتری مدت کو ساقط کرے امثلہ مذکورہ مین قبل آنے مدت تک اور قبل فسخ کرنے بیع کے اور قبل افتراق کے یہان تک کہ اگر عاقدین متفرق ہو جاوین قبل اسقاط مدت کے تو فساد بیع مضبوط ہو جاویگا اور منقلب بجواز نہوگا باتفاق کذا صرح ابن کمال وابن ملک مانند جہالت فاحشہ کے جیسے ہوا چلنے اور مینھ برسنے کی مدت سے بیع بدل کر جائز نہوگی اگرچہ مدت مذکورہ کو باطل کر دے کذا فی العینی او امر المسلم بیع خمر او خنزیر او شراءھا ای وکل المسلم ذمیا او امر المحرم غیرہ ای غیر المحرم ببیع صیدہ یعنی صح ذلک عند الامام مع اشد کراھۃ کالصحیحۃ مما مر لان العاقد یتصرف باھلیتہ وانتقال الملک الی الامر امر حکمی وقالا لا یصح وھو الاظہر شرنبلالیۃ عن البرھان

یا جیسے امر کیا مسلم نے یعنی وکیل کیا مسلم نے ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے یا خریدنے کے واسطے یا محرم نے غیر محرم سے کہا اپنے شکار کے بیچنے کے واسطے یعنی توکیل اور بیع اور شرا امام کے نزدیک صحیح ہے نہایت کراہت کے ساتھ جیسے ضمانت سابقہ صحیح ہے اسواسطے کہ عاقد یعنی ذمی وکیل پہلی صورت مین اور غیر محرم وکیل دوسری صورت مین تصرف کرتا ہے بیع اور شرا مین اپنی اہلیت سے نہ موکل کی اہلیت سے اور انتقال ملک کا موکل کی طرف یا امر حکمی ہے اور صاحبین نے کہا کہ بیع مذکور صحیح نہین یعنی باطل ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے کذا فی الشرنبلالیۃ عن البرھان ھم جب امام کے نزدیک جواز بیع اور شرا اشد کراہت کے ساتھ ہوا تو مسلم کو واجب ہے کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنا دے اور سور کو چھوڑ دے اور درصورت بیع اسکے ثمن کو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن الحموی ولا بیع بشرط عطف علی الی النیروز اور صحیح نہین یعنی فاسد ہے بیع شرط کے ساتھ شارح نے کہا یعنی بشرط عطف ہے نیروز پر [illegible] ملکہ

مشروط علیہ البیع الی النیروز وہو [illegible] کما الاتی شرط سے بیع اسواسطے فاسد ہی کہ حدیث مرفوع مین بیع اور شرط سے نہی وارد ہی کذا فی الطحطاوی یعنی
الاصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا یقتضیہ العقد ولا یلائمہ وفیہ نفع لاحدہما او فیہ نفع لمبیع ہو من اہل
الاستحقاق للنفع بان یکون آدمیا فلو لم یکن کشرط ان لا یرکب الدابۃ المبیعۃ لم یکن مفسدا کما سیجئ مصنف نے اپنے قول بیع بشرط سے وہ قاعدہ کلیہ
مراد رکھا جو جامع ہی فساد عقد کا ایسی شرط کے سبب سے جسکو عقد بیع مقتضی نہین اور اسکے مناسب ہی اور اسمین فائدہ ہی بائع یا مشتری کا یا اسمین فائدہ ہی اس مبیع
کا جو اہل ہی استحقاق منفعت کا اسطرح پر کہ مبیع آدمی ہو اور اگر مبیع آدمی نہو چنانچہ بائع کا یون شرط کرنا کہ مشتری خریدے جانور پر سوار نہو تو یہ شرط مفسد بیع
نہین چنانچہ اسکا ذکر آویگا اور جو شرط عقد بیع سے واجب ہی چنانچہ بائع کا تصرف کرنا ثمن مین اور مشتری کا مبیع مین تو اس شرط کو عقد مقتضی ہی اور جو شرط عقد
سے واجب نہین اسکو عقد مقتضی نہین اور مناسب عقد وہ شرط ہی جو موکد ہو عقد کی اور غیر مناسب اسکے برخلاف ہی اور اگر ایسی شرط ہو جسمین بائع مشتری کی
مضرت ہو جیسے کپڑا بیچا اس شرط پر کہ مشتری اسکو نہ بیچے یا ہبہ نکرے تو بقول طرفین بیع جائز ہی خلافا لابی یوسف اور اسی طرح اگر ایسی شرط ہی جسمین
نہ نفع ہی نہ ضرر چنانچہ خرید کرنا طعام کا بشرط اسکے کھانے کے یا کپڑا مول لینا بشرط پہننے کے تو بھی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی ولم یجر العرف بہ لم یرد الشرع
بجوازہ اما لو جری العرف بہ کبیع نعل مع شرط تشریکہ او ورد الشرع بہ کخیار شرط فلا فساد اور ایسی شرط ہو کہ اسکا رواج
نہ جاری ہو اور شرع مین اسکا جائز ہونا وارد ہوا اور اگر اس شرط کا رواج جاری ہو جیسے بیع نعلین کی تشریک یعنی شراک لگانے کی شرط کے ساتھ یا اس
شرط کی اجازت شرع مین وارد ہو چنانچہ خیار الشرط تو ایسی شرط سے بیع فاسد نہین کشرط ان یقطعہ البائع ویخیطہ قباء مثال لما لا یقتضیہ
العقد وفیہ نفع للمشتری چنانچہ یہ شرط کرنا کہ کپڑے کو بائع قطع کرے اور اسکی قبا سی دے یہ مثال ہی اس شرط کی جسکو عقد مقتضی نہین اور اسمین
فائدہ ہی مشتری کا ہے اور ازانجملہ یہ شرط ہی کہ باغ کی بیع مین بائع اسکے گرد کی دیوارین یا خندق بنادے یا زمین کی بیع مین یہ شرط کرے کہ بائع اسمین
مسجد بنادے یا طعام کی بیع اس شرط سے کہ اسکو خیرات کرے ایسی شروط سے بیع فاسد ہی او یستخدمہ مثال لما فیہ نفع للبائع وانما قال
شہرا لما ان الخیار اذا کان ثلثۃ ایام جاز ان یشترط فیہ الاستخدام درر یا یون شرط کرنا کہ بائع لونڈی یا غلام سے ایک مہینہ خدمت لے
یہ مثال ہی اس شرط کی جسمین بائع کا فائدہ ہی مصنف نے مہینے کی قید اسواسطے لگائی کہ مذکور ہو چکا ہی کہ جب خیار الشرط تین دن کا ہو تو اسمین استخدام کا شرط
کرنا جائز ہی کذا فی الدرر او یعتقہ فان اعتقہ صح ان بعد قبضہ ولزم الثمن عندہ وکلا شرح مجمع یا یہ شرط کی کہ غلام کو مشتری آزاد
کرے پھر اگر وہ آزاد کریگا تو عتق صحیح ہی اگر اعتاق بعد اسکے قبضہ کے واقع ہوا اور ثمن مشتری پر لازم ہوگا امام کے نزدیک اور اگر اعتاق بعد قبض نہین
ہوا تو عتق صحیح نہین کذا فی شرح المجمع او یدبرہ او یکاتبہ او یستولدہا او لا یخرج القن عن ملکہ مثال لما فیہ نفع لمبیع یستحقہ یا یہ شرط کی کہ مشتری
غلام کو مدبر یا مکاتب کرے یا لونڈی کو حرم بناوے یا مملوک مشتری کی ملک سے بطریق وغیرہ کے خارج نہو یہ اعتاق وغیرہ اس شرط کی مثال ہی جسمین نفع ہی
اس مبیع کا جو مستحق ہی نفع کا ہے اعتاق وغیرہ مین منفعت مملوک صریح ہی اور عدم اخراج عن الملک مین بھی فائدہ ہی اسواسطے کہ مملوک کو پسند یہ آتا ہی
کہ دست بدست نہ بکے کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل بقولہ فصح البیع بشرط یقتضیہ العقد کشرط الملک للمشتری وشرط حبس
المبیع لاستیفاء الثمن او لا یقتضیہ ولا نفع فیہ لاحد ولو اجنبیا ابن ملک فلو شرط ان یسکنہا فلان او ان یقرضہ البائع
او المشتری کذا فالاظہر الفساد ذکرہ اخی زادہ وظاہر البحر ترجیح الصحۃ پھر مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول کی تو
بیع صحیح ہی اس شرط سے جسکو عقد مقتضی ہی جیسے شرط کرنا ملک مبیع کا مشتری کے واسطے اور شرط کرنا حبس مبیع کا ثمن لینے کے واسطے یا ایسی شرط ہو جسکو عقد مقتضی
نہین اور اسمین کسی شخص کو فائدہ نہین اگرچہ وہ شخص اجنبی ہو کذا صرح ابن ملک تو اگر بائع نے یہ شرط کی کہ گھر مین فلانا شخص اجنبی رہے یا بائع یا مشتری

اسکو اثنا قرض دے تو قول اظہر فساد ہے اس بیع کا چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور بحر الرائق کا ظاہر کلام صحت بیع کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے کشرط ان لا یبیع
عبو ابن کمال بیرکب الدابۃ المبیعۃ فانہا لیست باہل للنفع شرط غیر نافع جسکو عقد مقتضی نہین جیسے یہ شرط کرنا کہ مبیع جانور کو مشتری نہ بیچے اور ابن
کمال نے یون تفسیر کی ہے کہ مشتری جانور پر سوار نہو اسواسطے کہ جانور مستحق نفع نہین کیونکہ الحیۃ استحقاق منفعت آدمی مین منحصر ہے او لا یقتضیہ لکن یلائم
کشرط رھن معلوم وکفیل حاضر ابن ملک یا وہ شرط جسکو عقد مقتضی نہین لیکن وہ مناسب ہے عقد کے جیسے رہن معین اور کفیل حاضر کا شرط
کرنا کذا صحح ابن ملک ھھ یعنی بائع مشتری سے کہے کہ مین بیچتا ہون اس شرط سے کہ بابت ثمن کے تو فلانی چیز میرے پاس رہن رکھ یا اس شخص کو ثمن کا ضامن
دے تو بیع صحیح ہے ایسی شرط سے بحر الرائق مین کہا کہ رہن کا معین ہونا خواہ باشارہ ہو یا بتسمیہ تو اگر مسمی اور مشار الیہ نہو تو جائز نہین مگر جبکہ دونون اسکی
تعیین مین مجلس عقد کے اندر راضی ہو جاوین اور قبل تفرق مشتری اسکو تسلیم کرے یا مشتری ثمن دینے مین تعجیل کرے اور عاقدین رہن کو باطل کردین
حضور کفیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ضامن غائب ہو اور قبل تفرق قبول کرے یا حاضر ہو اور ضمانت قبول نکرے تو جائز نہین او جری العرف بہ
کبیع نعل ای صرم سماہ باسم ما یؤول الیہ عینی علی ان یحذوہ البائع ویشرکہ ای یضع علیہ الشراک وھو السیر ومثلہ تسمیر القبقاب
استحسانا للتعامل بلا نکیر یا عادت جاری ہوگئی ہو اس شرط کی جیسے نعلین کی بیع اس شرط پر کہ بائع چمڑا کاٹے اور اسپر دوال لگا دے اور اسیکے مانند
کیلین جڑنا ہے کھڑاون کا اس شرط سے بیع صحیح ہے بسبب تعامل اور رواج کے بلا انکار اہل علم شارح نے کہا مصنف نے چمڑے کا نعل نام رکھا باعتبار انجام کار کے کذا فی
العینی شراک بکسر اول عبارت ہے سیر سے بفتح سین مہملہ وسکون یائے تحتانیہ یعنی وہ دوال اور تسمہ جو نعلین مین پشت قدم پر رہتا ہے صرم بفتح صاد مہملہ وسکون راء
چرم فارسی کا کذا فی الطحطاوی ھذا اذا علقہ بکلمۃ علی وان بکلمۃ ان بطل البیع الا بعت ان رضی فلان ووقتہ کخیار الشرط اشباہ
من الشرط والتعلیق بحر من مسائل شتی یعنی شرط مذکور سے بیع صحیح ہونا اسوقت ہے جبکہ شرط کو بلفظ علی تعلیق کرے اور اگر بلفظ ان شرط تعلیق
ہوگی تو بیع سب صورتون مین باطل ہے مگر اس مثال مین کہ مین نے بیع کی اگر فلانا شخص راضی ہوا اور اسکی رضامندی کی مدت تین دن معین کی خیار الشرط
کے مانند کذا فی الاشباہ من الشرط والتعلیق والبحر من مسائل شتی واذا قبض المشتری المبیع برضی بائعہ کذلک بان یاذن بائعہ صریحا او
دلالۃ بان قبضہ فی مجلس العقد بحضرتہ اور جبکہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا اسکے بائع کی رضامندی سے خواہ رضامندی صریحا ہو یا باعتبار دلالت
حال کے اسطرح کہ مشتری اسپر قبضہ کرے مجلس عقد مین بائع کے سامنے ابن کمال کے بیان مین بجائے رضائے بائع اذن بائع مذکور ہے ھ ابن کمال نے اذن ذکر
کیا نہ رضا اسواسطے کہ بیع فاسد مین رضائے بائع معتبر نہین اور صاحب کنز نے تعبیر بامر بائع کی ہے اور امر بائع شامل ہے بیع اکراہ اور تسلیم اکراہ کو کہ اس سے
ملک ثابت ہوتی ہے باوجودیکہ رضامندی اکراہ مین ثابت نہین اگر مصنف کنز کے ماتند بجائے رضا امر بائع کہتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی علی الدر المختار
فی البیع الفاسد وبہ خرج الباطل فقدم حکمہ مشتری نے قبضہ کیا بائع کے امر سے بیع فاسد مین اور بیع فاسد کی قید سے بیع باطل نکل گئی
اور اسکا حکم پہلے مذکور ہو چکا ھ بیع باطل کا یہ حکم مذکور ہو چکا کہ باطل مین قبضے سے مشتری کی ملک ثابت نہین ہوتی اگر اسکے پاس مبیع ہلاک ہو
تو اسپر تاوان نہین کیونکہ وہ امانت ہے اور قنیہ مین تاوان کی تصحیح کی ہے اور اسی پر فتوے ہے وحینئذ فلا حاجۃ لقول الھدایۃ والعنایۃ
وکل من عوضیہ مال کما افادہ ابن الکمال لکن اجاب سعدی بانہ لما کان الفاسد یعم الباطل مجازا حقق ارادۃ الحقیقۃ
بذلک فتنبہ اور اسوقت مین یعنی جبکہ بیع باطل بیع فاسد کے ذکر سے خارج ہوگئی تو کچھ حاجت نہین اخراج کی باطل کے واسطے ہدایہ اور
عنایہ کے اس قول کی اور بیع فاسد کے دونون عوضون مین سے ہر ایک عوض مال ہو چنانچہ اسکو ابن کمال نے بیان کیا ہے لیکن سعدی چلپی نے جواب
دیا ہے اسطرح کہ جب فاسد شامل ہے باطل کو مجازا چنانچہ اس باب کی ابتدا مین مذکور ہو چکا تو اخراج باطل کا ہدایہ کے اس قول سے محقق ہوگیا حقیقۃ مراد ہونا

حل لغات [illegible]
[illegible]
احکام بیع فاسد
۱۲

ھ حموی نے سعدی کے جواب کا جواب دیا ہر کہ باطل کی افراد سے وہی جو اس قید سے بھی خارج نہین ہوتی یعنی بیع خمر اور خنزیر کی دراہم سے کیونکہ یہ بیع باطل ہر
باوجودیکہ دونون عوض مال ہین نہ اس قول کا اطلاق کرنا بہتر ہر کیونکہ مقتضی اس قید کا یہ ہر کہ یہ قسم باطل کی فاسد ہر جو قبض سے مملوک ہوتی ہر اور
حالانکہ ایسا نہین کذا فی الطحطاوی ولم ینہہ البائع عنہ ولم یکن فیہ خیار شرط اور بائع نے مشتری کو نہی نکی ہو قبض سے اور اسمین خیار شرط نہو
ھ نہی بائع کی قید کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ رضاے بائع مغنی ہر اس قید سے لیکن خیار شرط کی قید ضرور ہر اسواسطے کہ درصورت خیار الشرط کے قبض سے
ملک ثابت نہوگی کیونکہ جب بیع صحیح مین خیار الشرط سے ملک نہین ہوتی تو بیع فاسد مین بطریق اولی نہوگی ملکہ یعنی بیع فاسد مین جبکہ مشتری بائع کے امر سے
درصورت عدم خیار شرط مبیع پر قبضہ کریگا تو اسکا مالک ہوگا ھ یعنی اسکی ذات کا مالک ہوگا علماے بلخ کے نزدیک اسواسطے کہ اگر مشتری غلام کو بعد قبض مذکور آزاد
کرے تو صحیح ہر اور اگر اسکو بیع کریگا تو ثمن کا مالک وہی ہوگا اور اگر مشتری جاریہ کو پھیر دے تو بائع پر استبرا واجب ہوگا اگر بائع کی ملک سے جاریہ خارج نہوتی تو
استبرا واجب نہوتا اور علماے عراق کے نزدیک مشتری تصرف کا مالک ہر نہ ذات کا الا فی ثلث فی بیع الہازل فی شراء الاب من مالہ لطفلہ او بیعہ لہ
کذلک فاسدا لا یملکہ حتی یستعملہ مگر تین صورت مین بعد قبض کے بھی ملک ثابت نہین ہوتی ہزل کرنے والے کی بیع مین اور باپ کے خرید کرنے
مین اپنے مال سے اپنے طفل کے واسطے یا باپ کی بیع فاسد کرنے مین طفل سے اسی طرح یعنی اپنے مال سے اسکا مالک نہوگا بدون استعمال کے ھ بحر الرائق مین محیط سے یہ
عبارت منقول ہر باع عبدا من ابنہ الصغیر فاسدا او اشتری عبد النفسہ من مال الصغیر فاسدا لا یثبت الملک حتی یقبضہ ویستعملہ انتہی یعنی باپ نے بطور بیع فاسد کے
غلام کو اپنے ولد صغیر سے بیچا یا صغیر کا غلام اپنی ذات کے واسطے اسی طرح فاسد خرید کیا تو ملک ثابت نہوگی تا وقتیکہ اسپر قبضہ نکرے اور استعمال مین لاوے
اسواسطے کہ قبض دونون صورتون مین باپ کا ہر تو ملک ثابت نہوگی مگر استعمال سے اور جبکہ خرید صغیر کے واسطے ہو تو استعمال ثابت نہوگا مگر جبکہ صغیر کی حاجت
مین مستعمل ہو اگر شارح یون کہتا کہ فی بیع الاب من مالہ لطفلہ فاسدا او شرائہ لنفسہ من مال طفلہ کذلک لا یملکہ حتی یقبضہ ویستعملہ تو مطلب واضح تر ہوتا کذا فی
الطحطاوی والمقبوض فی ید المشتری امانۃ لا یملکہ بہ اور جو مبیع قبل از عقد مقبوض ہر مشتری کے ہاتھ مین وہ امانت ہر مشتری اس قبض
سے اسکا مالک نہوگا ھ یہ قول اسپر مبنی ہر کہ تخلیہ قبض نہین کذا فی المجتبی والعمادیہ اور دوسرا قول یہ ہر کہ تخلیہ قبض ہر اور خانیہ مین اسکی تصحیح ہر
چنانچہ فتح القدیر مین کہا کہ اگر مشتری کے پاس ودیعت ہو تو اسکا مالک ہوگا بمجرد قبول اور جمع تفاریق مین ہر کہ ودیعت حاضرہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی
واذا ملکہ تثبت کل احکام الملک الا خمسۃ لا یحل لہ اکلہ ولا لبسہ فلا وطیہا ولا ان یتزوجہا منہ البائع ولا شفعۃ لجارہ لو عقارا
اشباہ اور جب کہ مبیع فاسد کا مشتری مالک ہوا تو سب احکام ملک ثابت ہونگے سواے پانچ حکمون کے حلال نہین مشتری کو اسکا کھانا اور اگر مبیع طعام
ہو اور نہ پہننا اسکا اگر لباس ہو اور نہ جماع لونڈی کا اور حلال نہین نکاح کرنا بائع کا لونڈی سے مشتری کے پاس اور شفعہ نہین اسکے پڑوسی کو اگر مبیع
زمین ہو کذا فی الاشباہ ھ مشتری کو وطی اسواسطے جائز نہوئی کہ اسپر فسخ بیع واجب ہر تا معصیت پر اصرار نہ پایا جاوے تو اشتغال بوطی اعراض ہر
فسخ سے تو اس سبب سے وطی جائز نہوئی نہ بسبب عدم ملک کے اور شفعہ اسواسطے نہوا کہ حق بائع ہنوز منقطع نہین بسبب وجوب فسخ اور استرداد کے وفی
الجوہرۃ وشرح المجمع لا شفعۃ بہا فہی سادسۃ اور جوہرہ اور شرح مجمع مین ہر کہ شفعہ نہین بسبب خرید کرنے زمین کے تو یہ صورت سادسہ ہوئی
یعنی اگر زمین بہ بیع فاسد خرید کی اور اسکے جوار مین دوسری زمین معرض بیع مین ہوئی تو مشتری اسکو بحق شفعہ نہین لے سکتا بمثلہ ان مثلیا والا
بقیمتہ یعنی ان بعد ہلاکہ او تعذر ردہ یوم قبضہ لان بہ یدخل فی ضمانہ فلا تعتبر زیادۃ قیمتہ کالمغصوب مشتری قبض
سے مالک ہوگا مبیع کا مثل دیکر اگر مبیع مثلی ہر یعنی کیلی یا وزنی اور اگر مبیع مثلی نہین تو اسکی قیمت دیکر مالک ہوگا وہ قیمت جو قبض کے دن اسکی
قیمت تھی اسواسطے کہ بسبب قبض کے مبیع اسکے ضمان مین داخل ہوئی تو زیادہ ہونا اسکی قیمت کا معتبر نہوگا مغصوب کے مانند مراد مصنف کی

یہ ہوگی کہ مبیع کے ہلاک ہونے اور تعذر رد کے بعد مشتری پر قیمت لازم ہوگی ھم اسواسطے کہ قبل ہلاکی اور عدم تعذر رد کے موت وغیرہ سے رد عین واجب ہے نہ قیمت کذا فی النہر والقول فیہا للمشتری لانکارہ الزیادۃ اور قیمت میں مشتری کا قول معتبر ہے بواسطہ انکار زیادت یعنے مشتری زیادتی قیمت کا منکر ہے اور معتبر قول منکر ہے ویجب علی کل واحد منہما فسخہ قبل القبض ویکون امتناعا عنہ ابن ملک اور واجب ہے ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور یہ فسخ باز رہنا ہوگا بیع سے کذا ذکرہ ابن ملک ھم بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ یکون کو حذف کرتا تا امتناعا عنہ مفعول لہ ہوتا اعداما کے مانند کذا فی الطحطاوی او بعدہ ما دام المبیع بحالہ جوہرۃ فی ید المشتری اعداما للفساد لانہ معصیۃ فیجب رفعہا بحر یا بعد قبض فسخ واجب ہے جبکہ مبیع بحال خود بلا تصرف مشتری کے ہاتھ میں ہو یہ وجوب فسخ فساد مٹانے کے واسطے ہے اسواسطے کہ بیع فاسد گناہ ہے تو اسکا دور کرنا واجب ہے کذا فی البحر ھم اور اگر مبیع میں کچھ تصرف مانند بیع اور اعتاق کے ہوگا تو فسخ ممتنع ہوگا چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا ولا یشترط فیہ قضاء قاض لان الواجب شرعا لا یحتاج للقضاء درر اور چونکہ اعدام فساد ہر ایک عاقد پر واجب ہے لہذا فسخ کرنے میں حکم قاضی شرط نہیں اسواسطے کہ جو چیز شرعا واجب ہے وہ حکم قاضی کی محتاج نہیں کذا فی الدرر واذا اصر احدہما علی امساکہ وعلم بہ القاضی فلہ فسخہ جبرا علیہما حقا للشرع بزازیہ اور جبکہ بائع یا مشتری امساک مبیع پر اصرار کرے اور قاضی کو معلوم ہو تو اسکو فسخ کر دینا بیع فاسد کا دونوں پر زبردستی کر کے جائز ہے حق شرع کے واسطے کذا فی البزازیہ ھم طحطاوی نے کہا مصنف کو مناسب تھا کہ علیہ فسخہ کہتا اسواسطے کہ رفع معصیت قادر پر واجب ہے اسواسطے کہ وجوب سے جواز مستفاد ہوتا ہے نہ عکس اسکا وکل مبیع فاسد ردہ المشتری علی بائعہ بہبۃ او صدقۃ او بیع او بوجہ من الوجوہ کاعارۃ واجارۃ وغصب ووقع فی ید بائعہ فہو متارکۃ للبیع وبرئ المشتری من ضمانہ قنیۃ اور جس مبیع فاسد کو پھیر دے مشتری اسکے بائع پر بطریق ہبہ یا صدقہ یا بیع کے یا کسی اور وجہ سے چنانچہ عاریت دینا اور اجارہ اور غصب اور واقع ہو مبیع اسکے بائع کے ہاتھ میں تو یہ باہم ترک بیع ہے اور مشتری اسکے تاوان سے بری الذمہ ہوگا کذا فی القنیہ ھم اگرچہ یہ متارکہ بیع ہے لیکن ظاہرا بدون توبہ ارتفاع گناہ نہوگا والاصل ان المستحق بجہۃ اذا وصل الی المستحق بجہۃ اخری اعتبر واصلا بجہۃ مستحقۃ ان وصل الیہ من المستحق علیہ والا فلا وتمامہ فی جامع الفصولین اور مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز کہ مستحق ہوا ایک جہت سے جبکہ وہ پہونچے شخص مستحق کو دوسری جہت سے تو وہ بجہت مستحقہ واصل معتبر ہوگی بشرطیکہ مستحق کو مستحق علیہ کی طرف سے پہونچے اور اگر اسکی طرف سے نہ پہونچے تو واصل معتبر نہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے ھم اگر مشتری نے مبیع فاسد غیر بائع کو ہبہ کی یا غیر کے ہاتھ بیچی وراثتہ بائع کو ہبہ کی اور تسلیم کی تو مشتری قیمت سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بائع کو جہت مستحقہ سے نہ پہونچی مستحق علیہ کے ہاتھ سے یعنے مشتری کے ہاتھ سے نہ پہونچی کذا فی المنح اب آگے مصنف نے وہ مسائل شروع کیے جنمیں بیع فاسد کا فسخ کرنا ممتنع ہے فان باع ای المشتری المشتری الفاسد بیعا صحیحا باتا فلو فاسدا او بخیار لم یمتنع الفسخ لغیر بائعہ فلو منہ کان نقضا للاول کما علمت پھر اگر مشتری نے مبیع فاسد کو بیچا بطریق بیع صحیح بلا شرط کے اگر بیع فاسد کے طور بیچا یا بخیار شرط بیع کی تو فسخ کرنا بیع کا اسکے غیر بائع سے ممتنع نہوگا اور اگر مشتری نے خود اسکے بائع سے بیع کی تو یہ بیچنا اول کا نقض ہوگا چنانچہ تو ابھی معلوم کر چکا یعنے مصنف کے اس قول میں وکل مبیع فاسد الخ وفسادہ بغیر اکراہ فلو بہ ینتقض کل تصرفات المشتری اور حالانکہ فساد اس بیع کا بدون اکراہ کے ہے اور اگر فساد اسکا زبردستی کی جہت سے ہے تو جمیع تصرفات مشتری کے منقوض اور ناجائز ہونگے او وہب وسلم او اعتقہ او کاتبہ او استولدہا ولو لم تحبل ردہا مع عقرہا اتفاقا سراج یا مشتری نے مبیع ہبہ کی غیر بائع کو اور قبضہ کروا دیا یا غلام کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا یا لونڈی کو حرم بنایا اور اگر وہ حاملہ نہوگئی ہو تو اسکو پھیر دے اسکے مہر مثل کے ساتھ بالاتفاق کذا فی السراج بعد قبضہ فلو قبلہ لم یعتق بعتقہ بل بعتق البائع بامرہ وکذا لو امرہ بطحن الحنطۃ او ذبح الشاۃ فیصیر المشتری قابضا اقتضاء لسبق المامور بما لا یملکہ الآمر آزاد کیا غلام کو بعد اسکے قبض کے تو اگر قبل قبض آزاد کریگا تو آزاد نہوگا مشتری کے

آزاد کرنے سے یعنے بسبب عدم ملک کے بلکہ بامر مشتری بائع کے آزاد کرنے سے آزاد ہوگا یعنے اگر قبل قبض کے مشتری بائع سے کہے کہ اس غلام کو میری طرف سے آزاد کر اور بائع آزاد کرے تو آزاد ہوگا اور اسی طرح اگر مشتری نے قبل قبض گیہوں یا بکری کے بائع کو امر کیا کہ گیہوں کو پیسے یا بکری کو ذبح کرے تو مشتری اسطرح کے امر کرنے سے قابض ہوگا بطریق اقتضا کے اور یہ عجیب بات ہے کہ البتہ شخص مامور مالک ہوا اسکا جسکا امر کرنے والا مالک نہیں وما فی الخانیۃ علی خلاف ھذا اما روایۃ او غلط من الکاتب کما بسطہ العمادی اور جو خانیہ میں برعکس اسکے قول ہے یا دوسری روایت ہے یا اغلاط کاتب سے ہے چنانچہ عمادی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے ھم خانیہ میں ہے کہ جب غلام کو بشراء فاسد خرید کیا اور قبل قبض بائع سے کہا کہ اسکو آزاد کرے میری طرف سے پھر بائع نے اسکی طرف سے آزاد کر دیا تو یہ عتق بائع کی طرف سے ہوگا نہ مشتری سے اور اسی طرح گیہوں اور بکری کا مسئلہ کذا فی المنح او وقفہ وقفا صحیحا لانہ استھلکہ حین وقفہ واخرجہ عن ملکہ وما فی جامع الفصولین علی خلافہ ھذا غیر صحیح کما بسطہ المصنف یا مشتری نے مبیع فاسد کو وقف صحیح کیا اسواسطے فسخ ممتنع ہوگا کہ مشتری نے مبیع کو مستہلک کیا جبکہ اسکو وقف کیا اور اسکو اپنی ملک سے نکالا اور جو روایات جامع الفصولین میں برخلاف اسکے ہے سو صحیح نہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اسکو مفصل بیان کیا ہے ھم جامع الفصولین میں یون ہے کہ اگر مبیع فاسد کو وقف کیا یا مسجد قرار دیا تو حق فسخ باطل نہیں تا وقتیکہ عمارت نبناوے انتھی نہر الفائق میں اسکو روایت ثانیہ قرار دیا ہے اور یہ بہتر ہے تغلیط سے (غلط قرار دینے سے) اور بحر الرائق میں اسکو عدم تسجیل قاضی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی او رھنہ او اوصی او تصدق بہ نفذ البیع الفاسد فی جمیعھا وامتنع الفسخ لتعلق حق العبد بہ الا فی اربع مذکورۃ فی الاشباہ یا مبیع فاسد کو رہن رکھا یا اسکی کسی شخص کے واسطے وصیت کی یا خیرات کی تو بیع فاسد نافذ ہو جاوے گی جمیع تصرفات مذکورہ میں یعنے بیع یا ہبہ یا اعتاق یا کتابت یا استیلاد یا وقف یا رہن یا وصیت یا تصدق کرنے سے اور اب فسخ بیع ممتنع ہوگا بسبب متعلق ہو جانے حق العبد کے اسمین مگر چار صورت میں جو اشباہ میں مذکور ہیں ھم اشباہ میں ہے کہ عقد فاسد تعلق حق العبد سے لازم ہو جاتا ہے اور فساد مرتفع ہو جاتا ہے مگر چند مسائل میں اجارہ فاسد دیا پھر مستاجر نے اجارہ صحیح دوسرے کو دیا تو شخص اول کو اسکا توڑنا جائز ہے ایک شخص نے مکرہ سے کوئی چیز مول لی پھر اسکی بیع صحیح کی تو مکرہ کو اسکا توڑنا درست ہے مشتری نے مبیع فاسد کو اجارہ دیا تو بائع کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اسی طرح اگر نکاح کر دیا انتھی چونکہ کلام متن کا اندر مشتری میں ہے تو مسئلہ اولی کا استثنا صحیح نہیں اور اسی طرح مسئلہ ثانیہ کا کہ خود متن میں موجود ہے اور اسی طرح مسئلہ ثالثہ اور رابعہ خود شارح کے آیندہ قول میں موجود ہے کذا فی الحلبی وکذا کل تصرف قولی غیر اجارۃ ونکاح اور اسی طرح مبیع وغیرہ کی مانند ہر تصرف قولی سوائے اجارہ و نکاح کے چنانچہ تدبیر موجب ہے نفاذ بیع فاسد کا ھم اجارہ اور نکاح سے اسواسطے فسخ ممتنع نہوا کہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے عذر سے اور رفع فساد بھی عذر ہے اور نکاح میں اخراج عن الملک نہیں وھل یبطل نکاح الامۃ بالفسخ المختار نعم ولوالجیۃ اور کیا نکاح لونڈی کا باطل ہو جاتا ہے انکے فسخ بیع فاسد سے قول مختار یہ ہے کہ ہاں باطل ہو جاتا ہے کذا فی الولوالجیۃ ھم یہاں گفتگو اسمین ہے کہ مشتری بعد قبض نکاح کر دے چنانچہ یہی موضوع ہے جمیع مسائل سابقہ میں اور کلام ولوالجی قبل از قبض میں مفروض ہے تو یہ جواب کیونکر صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی ملتقطا الا المسائل کرجوع ھبۃ وعجز مکاتب وفک رھن عاد حق الفسخ لو قبل القضاء بالقیمۃ لا بعدہ اور جبکہ مانع فسخ کا دور ہو جاوے چنانچہ پھیر لینا واہب کا اپنی ہبہ کو اور عاجز ہونا مکاتب کا بدل کتابت سے اور خلاص ہونا رہن کا تو بیع فاسد کا حق فسخ عود کریگا اگر زوال مانع کا قبل قضا ہو قیمت کے ساتھ یعنے قاضی نے ہنوز مشتری پر ادائے قیمت کا حکم نہ کیا ہو نہ بعد قضا کے یعنے اگر بعد حکم قاضی مانع زائل ہوا تو حق فسخ عود نکریگا کیونکہ اب ابطال قضا لازم آویگا اور یہ جائز نہیں ولا یبطل حق الفسخ بموت احدھما فیخلفہ الوارث بہ یعنے اور حق فسخ باطل نہیں ہوتا بائع یا مشتری کے مرجانے سے تو میت کا وارث اسکا خلیفہ ہوگا فسخ کرنے میں اسیکا فتوی ہے وبعد الفسخ لا یاخذہ بائعہ حتی یرد ثمنہ المنقود بخلاف مالو شراہ من مدیونہ بدینہ شراء فاسدا

ط ما الطحطاوی عبارۃ الولوالجیۃ زوج جاریۃ المبیعۃ قبل قبضہا واتفق البیع ان النکاح یبطل قول ابی یوسف ھو المختار لان البیع متی انتقض قبل القبض ینتقض من الاصل فصار کانہ لم یکن فکان النکاح باطلا ولم ینبہ بھذا المصنف

قولہ تصحیح [illegible] [illegible] انکاحہا [illegible] [illegible] من الاسراج [illegible] انہ لا ینفسخ [illegible] ینفسخ بالانعقاد بعقد المشتری وفی علی ملکہ [illegible] وھی علی ملکہ صحیح ثم انہ لا ینفسخ بعد القبض ازالۃ الملک ثم انہ فسد البیع منہ

فلیس للمشتری حبسہ لاستیفاء دینہ کالاجارۃ وھو فی عقد صحیح والفرق فی الکافی اور بعد فسخ بیع فاسد کے مبیع کو اسکا بائع نہ لے تاوقتیکہ اسکا ثمن نقود پھیر دیوے ثمن نقود سے ثمن مقبوض مراد ہے تا غیر نقدین کو بھی شامل ہوے بخلاف اس صورت کے کہ اگر صاحب دین نے اپنے مدیون سے بعوض اپنے دین کے چیز بطور شراء فاسد کے خرید کی تو مشتری صاحب دین کو بعد فسخ بیع کے حبس کرنا مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز نہیں مانند اجارۂ فاسدہ اور رہن فاسد اور عقد صحیح کے اور فرق دین اور غیر دین کا کافی میں مذکور ہے ھم شرح زیلعی میں ہے کہ اگر اپنے مدیون سے بطور شراء فاسد غلام خرید کیا بعوض دین سابق کے اور غلام پر قبضہ کیا باذن بائع پھر بائع نے استرداد غلام کا ارادہ کیا بحکم فساد کے تو مشتری کو حبس غلام استیفاء دین کے واسطے جائز نہیں بخلاف بیع صحیح کے اور اسی طرح اگر اجارۂ فاسدہ بدین سابقہ ہو پھر موجر اجارہ فسخ کرے تو مستاجر کو حبس کرنا اجرت لینے کے واسطے جائز نہیں بخلاف اجارۂ صحیحہ کے اور یہی حکم ہے رہن فاسد کا بدین سابق انتہی قولہ بخلاف صحیح کا یہ مطلب ہے کہ اگر بیع صحیح یا اجارۂ صحیحہ بدین سابق ہو پھر عقد منفسخ ہو کسی وجہ سے تو مشتری کو حبس مبیع کا اپنے دین کے لینے کے واسطے جائز ہے اور اسی طرح مستاجر کو حبس جائز ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہو گیا کہ شارح کا قول وعقد صحیح غلط ہے بلکہ یوں کہنا تھا بخلاف عقدہا الصحیح کذا فی الطحطاوی ملخصا اور اسی طرح شرح الفائق میں ہے فان مات احدھما او الموجر او المستقرض والراھن فاسدا عینی وزیلعی بعد الفسخ فالمشتری ونحوہ احق بہ من سائر الغرماء بل قبل تجہیزہ فلہ حق حبسہ حتی یاخذ مالہ پھر اگر بائع یا مشتری یا اجارہ فاسدہ کا موجر یا قرض فاسد کا مستقرض یا رہن فاسد کا راہن مر جاوے بعد فسخ کے کذا فی العینی والزیلعی تو مشتری اور مانند اسکے جیسا کہ وارث مشتری کا جب مشتری مر جاوے اور مستاجر اور مقرض اور مرتہن زیادہ تر حقدار ہیں باقی ارباب دیون سے بلکہ احق ہیں قبل تجہیز میت کے تو مشتری وغیرہ کو حبس عین کا حق ہے یہانتک کہ اپنا مال لے لیوے ھم بعد الفسخ افضی علی التوہم ہے اسواسطے کہ یہی حکم قبل الفسخ بھی ہے بطریق اولی عبارت زیلعی کا یہ مضمون ہے کہ اگر بائع مر گیا تو مشتری احق بالمبیع ہے تا استیفاء ثمن کیونکہ اسکی تقدیم ہے بائع کی حیات میں اسی طرح اسکی تقدیم ہو گی اسکی تجہیز پر اسکی وفات کے بعد اور اسی طرح اگر اجارہ فاسد لیا اور اجرت تسلیم کی یا رہن فاسد لیا یا قرض فاسد دیا اور بواسطے قرض کے کوئی چیز رہن رکھ لی تو اسکو اجارے کی چیز اور مرہون کا حبس جائز ہے تاوقتیکہ اپنا مال پاوے اور اگر موجر یا راہن یا مستقرض مر جاوے تو ذی حق مقبوض کا زیادہ تر حقدار ہے باقی غریموں سے کذا فی الطحطاوی فیاخذ المشتری دراھم الثمن بعینہا لو قائمۃ ومثلہا لو ھالکۃ بناء علی تعین الدراھم فی البیع الفاسد وھو الاصح تو مشتری دراہم ثمن کو بعینہا لے گا اگر دراہم ثمن کے موجود ہوں اور انکے مانند اور دراہم لیوے گا اگر وہ موجود نہوں بنا پر متعین ہونے دراہم کے بیع فاسد میں اور یہی قول تعین کا اصح ہے ھم یہاں سوال وارد ہوتا ہے کہ شارح نے کہا کہ بیع فاسد میں دراہم کا متعین ہونا اصح قول ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بائع کو منفعت ثمن کی نہ حلال ہو جیسے مشتری کو منفعت مبیع کی حلال نہیں کیونکہ علت حرمت کی یہاں تعین مال ہے تو جب ثمن بھی مبیع کے مانند متعین ہوا تو بائع کو ربح کیونکر حلال ہوگا اور حالانکہ بائع کو ربح حلال ہے نہ مشتری کو اسکا جواب شارح نے مصنف کے قول میں تصرف کرکے دیا وانما طاب للبائع ما ربح فی الثمن لا تخالف الروایۃ الصحیحۃ المقابلۃ للاصح بل تخالف الاصح ایضا لان الثمن فی العقد الثانی غیر متعین فلا یضر تعینہ فی الاول کما افادہ سعدی اور یہی بات ہے کہ بائع کو جو حلال ہوا ہے وہ فائدہ جو اسکو ثمن میں حاصل ہوا ہے وہ روایت صحیحہ پر جو مقابل ہے قول اصح کے مبنی نہیں بلکہ حلت بھی دوسرے قول اصح پر مبنی ہے اسواسطے کہ عقد ثانی میں ثمن غیر متعین ہے کیونکہ وہ بیع فاسد نہیں اور عقد اول میں ثمن کا متعین ہونا مضر نہیں چنانچہ اسکو علامہ سعدی افندی نے بیان کیا ہے ھم خلاصہ جواب یہ ہے کہ بائع کے واسطے نفع اسلیے حلال ہوا کہ وہ پیدا ہوا ہے ثمن سے باعتبار عقد ثانی کے اور ثمن عقد ثانی میں غیر متعین ہے اور صورت مسئلہ جامع صغیر میں امام اعظم سے یوں مروی ہے کہ ایک مرد نے لونڈی ہزار درہم کو بعقد فاسد خرید کی اور دونوں میں تقابض البدلین واقع ہوا اور ہر ایک کو نفع حاصل ہوا مقبوض میں امام نے فرمایا کہ جسنے لونڈی پر قبضہ کیا وہ نفع کو خیرات کرے اور جسنے دراہم قبض کیے اسکو نفع حلال ہے انتہی سواسطے مشتری کو نفع حلال نہوا کہ عقد

متعلق بمال متعین لیئے جاریہ ہی تو خبث اسمین جم گیا اور بائع کو اسواسطے حلال ہوا کہ عقد ثانی مال متعین سے متعلق نہین بلکہ اسکا مثل ذمہ پر واجب ہی تو خبث اسمین متمکن نہوا تو اسکا تصدق واجب نہوا یہ حکم ہی اُس خبث کا جو بسبب فساد ملک کے تھا اور اگر بسبب عدم ملک کے خبث ہو چنانچہ مغصوب اور امانات مین جبکہ اسمین امانتدار خیانت کرے تو طرفین کے نزدیک مال متعین اور غیر متعین دونون کو خبث شامل ہوگا چنانچہ مودع یا غاصب جبکہ عرض یا نقد مین تصرف کرے اور نفع حاصل ہو تو طرفین کے نزدیک تصدق نفع لازم ہی لینا اگرچہ دونون نے ضمان ادا کیا ہو اور حلت نفع بائع اور حرمت نفع مشتری کا محل وہ ہی جبکہ بیع مقایضہ نہو کیونکہ اسمین دونون کو نفع حلال نہین چنانچہ عقد صرف مین دونون کو نفع حلال ہی کذا فی الطحطاوی لا یطیب للمشتری ما ربح فی مبیع یتعین بالتعیین بان باعہ او ادیا لتعلق العقد بعینہ فتمکن الخبث فی الربح فیتصدق بہ حلال نہین مشتری کو جو فائدہ کہ حاصل ہوا اس مبیع مین جو متعین ہو تعیین سے اسطرح کہ مبیع مذکور کو بیا وہ ثمن سے بیچ بسبب متعلق ہونے عقد کے عین مبیع سے تو خبث جم گیا نفع مین تو اسکو تصدق کرے ہم طحطاوی نے کہا عدم حلت عقد اول مین منحصر ہی اور اگر مبیع بیچکر اسکے ثمن سے تجارت کرے اور نفع حاصل ہو تو یہ فائدہ حلال ہوگا بسبب عدم تعیین عقد ثانی مین کما طاب ربح مال ادعاہ علی آخر فصدقہ علی قضٰی ای او فاہ ایاہ ثم ظہر عدمہ بتصادقہما انہ لم یکن علیہ شیٔ لان بدل المستحق مملوک ملکا فاسدا والخبث لفساد الملک انما یعمل فیما یتعین لا فیما لا یتعین چنانچہ حلال ہی نفع اس مال کا جسکا مدعی نے دوسرے شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکی تصدیق کی پھر اسنے مدعی کو مال ادا کیا بعد اسکے تصادق طرفین سے اسکا عدم ظاہر ہوا اسطرح پر کہ مدعا علیہ پر کچھ مال مدعی کا نہ تھا اسواسطے نفع حلال ہوا کہ مستحق کا عوض مملوک ہوتا ہی ملک فاسد اور جو خبث کہ بسبب فساد ملک کے ہوتا ہی وہ فقط مال متعین مین عمل کرتا ہی نہ غیر متعین مین ہم مدعی مذکور کو نفع اسوقت حلال ہوگا جبکہ نقدین کا دعوی کیا ہو نہ عروض کا کیونکہ عروض مین تعین ہی نہ نقدین مین صورت مسئلہ جامع صغیر مین یون مذکور ہی کہ اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درم ہین سو انکو ادا کر اسنے ادا کیے پھر دونون نفی مال پر متفق ہوئے اور مدعی نے مال مذکور مین تصرف کیا اور فائدہ اسکو حاصل ہوا تو یہ فائدہ اسکو حلال ہی اسواسطے کہ دین اقرار سے ثابت ہوتا ہی پھر جب مدعا علیہ نے اقرار کیا اور ادا کیا تو مدعی کو اپنی ملک مین نفع حاصل ہوا پھر جب اسکے بعد دونون نے عدم دین پر اتفاق کیا تو دراہم مقبوضہ بمنزلہ بدل مستحق کے ہوئے مستحق سے مراد یہان دین ہی اور بدل سے مراد دراہم مقبوضہ ہین کذا فی الطحطاوی واما الخبث لعدم الملک کالغصب فیعمل فیہما کما بسطہ خسرو وابن الکمال اور جو خبث کہ بسبب عدم ملک کے ہی چنانچہ غصب سو متعین اور غیر متعین دونون مین عمل کرتا ہی چنانچہ ملا خسرو اور ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہی وقال الکمال لو تعمد الکذب فی دعواہ الدین لا یملکہ اصلا وقواہ فی النہر اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا کہ اگر مدعی مذکور عمدا دعوی دروغ اپنے دین مین کریگا تو نفع کا اصلا مالک نہوگا اور نہر الفائق مین اس قول کی تقویت کی ہی ہم نہر الفائق مین کہا کہ فقہا نے کتاب الاقرار مین تصریح کی ہی کہ اگر مقر لہ جانتا ہو کہ مقر کاذب ہی اپنے اقرار مین تو اسکو زبردستی مال لینا حلال نہین ہان اگر اسکو شبہہ ہو تو محمد کے نزدیک حلال ہی نہ ابویوسف کے نزدیک تو اسوقت مین اسکو نفع حلال نہوگا اور بیان کلام ظن مدعی پر محمول ہی یعنی مدعی کو گمان ہوا کہ میرے باپ کا قرض مدعا علیہ پر ہی پھر معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کے وکیل نے اسکے باپ کو قرض ادا کر دیا تھا سو دونون کا دین پر تصادق ہوا تو اب نفع حلال ہوگا اور یہ نہایت خوب فہم ہی اسکو غور کر لے انتہی وفیہ الحرام ینتقل فلو دخل بامان واخذ مال حربی بلا رضاہ واخرجہ الینا ملکہ وصح بیعہ لکن لا یطیب لہ ولا للمشتری منہ بخلاف البیع الفاسد فانہ لا یطیب لہ لفساد عقدہ ویطیب للمشتری منہ لصحۃ عقدہ اور اسی کتاب مین ہی کہ حرام انتقال کرتا ہی ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ تک سو اگر مسلم دار الحرب مین امان لیکر داخل ہوا اور حربی کا مال بدون اسکی خوشی کے لے اور دار الاسلام کی طرف نکال لاوے تو اسکا مالک ہوگا اور اسکی بیع صحیح ہوگی لیکن چونکہ اسکی ملک مین خبث ہی دغا کے سبب سے تو وہ مال اسکو حلال نہوگا اور نہ اسکے خریدار کو بخلاف بیع فاسد کے کہ بائع کو حلال نہین اسکے عقد کے فساد کے سبب سے اور جسنے اس سے خرید کیا اسکو حلال ہی بسبب اسکی صحت عقد کے ہم جب معلوم ہوا کہ حرمت منتقل ہوتی ہی تو معلوم ہوا کہ مال منہوب اور طعام مغصوب کی

مسئلہ یعنی بیع العین بالعین کہ مبیع اور ثمن دونون متاع ہون نہ نقد ۱۲

عدم استحقاق مشتری مال مدعی وارث در صورت لاعلمی مدعی کی دلیل صاحب نہایت صفائی سے ثابت وارث ہے نہ غاصب

خریداری حرام ہو مگر یہ کہ غارت گر اور غاصب اسکی قیمت ادا کرے یا مالک اسکو معاف کر دے تو اب اسکو مول لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ الحرمۃ
تتعدد مع العلم بہا الا فی حق الوارث اور اشباہ کی کتاب الحظر میں ہے کہ حرمت متعدد ہوتی ہے اسکے دریافت ہونے کے ساتھ مگر وارث کے حق میں نہیں ہم اگر حرمت
کا علم ہو تو اشخاص متعددہ میں بھی متحقق ہوتی ہے سوائے وارث کے یعنی اگرچہ وارث جانتا ہو کہ مورث نے یہ مال بوجہ حرام پیدا کیا تو بھی اسکے حق میں وہ مال حلال ہے
وقیدہ فی الظہیریۃ بان لا یعلم ارباب الاموال وسنحققہ ثمہ اور ظہیریہ میں حلت وارث کو بایں قید مقید کیا ہے کہ وارث ارباب اموال کو نہ جانتا ہو
اور ہم اسکی تحقیق کرینگے اسکے مقام میں ہم یعنی اگر وارث جانے کہ مورث نے فلانے فلانے شخصوں کا مال بسرقہ یا غصب یا رشوت لیا ہے تو اسپر واجب ہے کہ انکو یا انکے
وارثوں کو مال مذکور پھیر دے اور اگر نہ پھیریگا تو وارث پر وہ مال حرام ہے مجتبی میں ہے کہ مورث مر گیا اور کسب اسکا حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر انہنے کہا کہ ہم
اس روایت کو بعینہ نہیں لیتے ہیں بلکہ میراث وارثوں پر مطلقاً حرام ہے انتہی اس قول سے معلوم ہوا کہ درصورت علم وارث حرمت ثابت ہے اگرچہ ارباب اموال کو نہ جانتا
ہو کذا فی الطحطاوی بتصرف بنی او غرس فیما اشتراہ فاسدا انقطع حق الاسترداد بحدوث الافعال الحسیۃ بعد الافعال
القولیۃ لزمہ قیمتہما وامتنع الفسخ مشتری نے گھر بنایا یا درخت لگایا اسمیں جسکو فاسد خرید کیا تو اسکو گھر اور زمین کی قیمت کا دینا لازم ہو گیا اور فسخ ممتنع
ہو گیا شارح کہتا ہے یہ شروع ہے ان مسائل میں جنمیں حق استرداد قطع ہو جاتا ہے افعال حسیہ کے سبب بعد فارغ ہونے کے افعال قولیہ سے یعنی اول اقوال قاطعہ فسخ کو ذکر کیا
بعد اسکے اب افعال حسیہ کا ذکر شروع کیا وقالا ینقضہما ویرد المبیع ورجحہ الکمال اور صاحبین نے کہا کہ مشتری عمارت کو توڑے اور درختوں کو اکھاڑے
اور مبیع کو پھیر دے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین نے ہم کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا یہ جو امام کی دلیل ہے امتناع فسخ میں کہ عمارت بنانے اور درخت
لگانے سے دوام مقصود ہوتا ہے سو ممنوع ہے اسواسطے کہ اجارہ میں اگر درخت لگا دے تو بالاتفاق قلع واجب ہے تو ظاہر ہوا کہ بنا اور غرس کا سبب دوام کے واسطے
ہوتا ہے اور کا سبب نہیں وتعقبہ فی النہر لحصولہما بتسلیط البائع اور کمال الدین کی ترجیح کا تعقب کیا ہے یعنی رد کیا ہے نہر الفائق میں بواسطے حاصل ہونے
بنا اور غرس کے بائع کے مسلط کرنے سے ہم صاحب نہر نے کہا کہ جو عمارت کہ بائع کی تسلیط سے حاصل ہے اس سے دوام مقصود ہوتا ہے بخلاف اجارہ کے کیونکہ اسمیں تسلیط
نہیں تو معلوم ہوا کہ مدار استدلال بائع کی تسلیط پر ہے انتہی طحطاوی نے کہا یہ تعقب اسوقت مسلم ہو جبکہ بائع کے حق سبب فسخ ہو تو یہ کہنا ہو سکتا ہے کہ اسنے اپنا
حق تسلیط سے ساقط کر دیا حالانکہ مذکور ہو چکا کہ بیع فاسد کا فسخ کرنا حق اللہ کے سبب سے ہے تو اب کچھ فرق نہ رہا بیع اور اجارہ میں وکذا کل زیادۃ متصلۃ غیر
متولدۃ کصبغ وخیاطۃ وطحن حنطۃ ولت سویق وغزل قطن وجاریۃ علقت منہ اور اسی طرح مانع فسخ ہے ہر ایک وہ زیادتی جو مبیع
متصل ہے اور اس سے پیدا نہیں ہوئی چنانچہ رنگ اور دوخت کپڑے میں اور پیسنا گیہوں کا اور لت کرنا ستو کا اور کاتنا روئی کا اور لونڈی جو حاملہ ہو گئی مشتری
سے ہم طحطاوی نے کہا کہ حمل جاریہ مثلاً زیادت غیر متولدہ ہے بنظر مرد کی منی کے فلذا متصلۃ کولد وصوف لا کثمن خلا الفسخ ویضمنہما باستہلاک
سوی منفصلۃ غیر متولدۃ کہبۃ سو اگر زیادتی منفصل ہو یعنی غیر متولدہ چنانچہ ولد یا زیادتی متولدہ ہو جیسے کہ ہو تو اسکو فسخ کا اختیار ہے اور
اسکا تاوان دے اسکے استہلاک سے سوائے منفصل غیر متولد زیادتی کے کذا فی الجوہرۃ ہم زیادتی منفصل غیر متولدہ جیسے کسب خلاصہ یہ ہے کہ چاروں قسم کی زیادتی
میں سے فقط متصل غیر متولد زیادتی میں فسخ ممتنع ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہے نہ باقی میں فی جامع الفصولین لو نقص فی ید المشتری بفعل
المشتری او المبیع او بآفۃ سماویۃ اخذہ البائع مع الارش ولو بفعل البائع صار مستردا ولو بفعل اجنبی خیر البائع اور جامع الفصولین
میں ہے کہ اگر مبیع ناقص ہو گئی مشتری کے ہاتھ مشتری کے فعل سے یا مبیع کے فعل سے یا آفت سماوی سے تو بائع مبیع کو لے اور اسکے ساتھ یعنی بقدر نقصان کے مال
مشتری سے لے اور اگر نقصان ہوا ہو بائع کے فعل سے تو مبیع مستردہ ہوگی اور اگر اجنبی کے فعل سے نقصان ہو تو بائع کو اختیار ہے یعنی چاہے مشتری سے نقصان کا
مواخذہ کرے چاہے اجنبی سے کذا فی البحر وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول الا اذا تبایعا یمشیان فلا بأس بہ لتعلیل النہی بالاخلال

[illegible] مال [illegible] وارث [illegible] ۱۲

بالبیع فاذا انتفی انتفی اور مکروہ تحریمی ہی صحت کے ساتھ بیع کرنا جمعے کے دن اذان اول کے وقت مگر جبکہ بائع اور مشتری نے خرید فروخت کی نماز کے واسطے چلنے کی حالت مین تو کچھ مضائقہ نہین بواسطے التعلیل نہی کے چلنے کی خلل اندازی سے پھر جب خلل اندازی کی نفی ہوئی تو نہی بیع کی بھی نفی ہوگئی ہم قرآن مجید مین منصوص ہی کہ اذان سنکر نماز کے واسطے سعی کرنا اور ترک بیع واجب ہی اگر بعد اذان خرید فروخت واقع ہو تو سعی واجب مین خلل پڑے اس سے معلوم ہوا کہ چلنے کی حالت مین بیع مکروہ نہین کیونکہ مانع سعی کی نہین ہکذا فی الغایۃ والنہایۃ اور شرح زیلعی اور بحر الرائق مین اسکو بھی مکروہ کہا ہی یعنے اسواسطے کہ نصوص معلل نہین کذا فی الطحطاوی وقد خص منہ من لاجمعۃ علیہ ذکرہ المصنف اور البتہ مخصوص ہی اسی سے بیع اسکی جسپر جمعہ فرض نہین مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ذکر کیا ہی یعنے عورتین اور مسافر اور بیمارون کی بیع بعد اذان کے مکروہ نہین کیونکہ انپر سعی واجب نہین وکرہ النجش بفتحتین ان یزید ولا یرید الشراء او یمدحہ بما لیس فیہ لیروجہ اور مکروہ ہی لاڑیا پن نجش بفتح نون وجیم اور سکون جیم بھی جائز ہی اسکو کہتے ہین کہ قیمت بڑھاوے اور خریداری کا ارادہ نکرے یا مبیع کی ایسی تعریف کرے جو اسمین نہین تاکہ اسکی خریداری پر لوگ رغبت کرین ویجری فی النکاح وغیرہ اور لاڑیا پن نکاح وغیرہ مین بھی جاری ہی ہم یعنے حرمت لاڑیے پن کی فقط بیع مین خاص نہین نکاح وغیرہ مین بھی حرام ہی اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی لاتناجشوا یعنے لاڑیا پن نکرو اور یہ نہی عام ہی بیع کو بھی اور نکاح وغیرہ کو بھی ثم النہی محمول علے ما اذا کانت السلعۃ بلغت قیمتہا اما اذا لم تبلغہ لا یکرہ لانتفاء الخداع عنایہ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ نہی نجش کی محمول ہی اس صورت پر جب کہ چیز کی قیمت پوری ہوگئی ہو اور اگر ہنوز قیمت پوری نہوئی ہو تو بلا قصد خرید ثمن کا زیادہ کر دینا بقدر قیمت مکروہ نہین بسبب نفی ہونے فریب کے کذا فی العنایہ یعنے اس صورت مین بائع کا فائدہ ہی اور مشتری کا بھی کچھ نقصان نہین لہذا مکروہ نہین والسوم علے سوم غیرہ ولو ذمیا او مستامنا اور مکروہ ہی مول چکانا غیر کے مول چکالے پر اگرچہ شخص غیر کافر ذمی یا مستامن ہو ہم صحاح ستہ مین ابو ہریرہ رضی سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مول نہ چکاوے مرد اپنے بھائی کے مول چکالے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر کذا فی التیسیر اگر کوئی کہے کہ حدیث مذکور مین بھائی کا لفظ وارد ہی تو مسلم مراد ہی نہ ذمی اور مستامن اسکا جواب شارح نے اپنے ایندہ قول مین دیا وذکر الاخ فی الحدیث لیس قیدا بل لزیادۃ التنفیر نہر اور بھائی کا ذکر حدیث ممدوح مین قید نہین کافر کے اخراج کے واسطے بلکہ زیادتی تنفیر کے واسطے ہی کذا فی النہر یعنے مسلم کے ساتھ یہ فعل کرنا زیادہ تر قبیح لایق تنفر ہی وہذا بعد الاتفاق علی مبلغ الثمن او المہر والا لا یکرہ لانہ بیع من یزید وقد باع علیہ الصلوۃ والسلام قدحا وحلسا بیع من یزید اور یہ یعنے کراہت مول چکانے کی ایسی اور منگنی کی منگنی پر بعد متفق ہونے مشتری اور بائع کے ہی مقدار ثمن پر یا مہر پر در صورت پیام نکاح اور اگر طرفین کا ہنوز ثمن یا مہر پر اتفاق نہین تو کراہت نہین اسواسطے کہ یہ بیع من یزید ہی اور حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیالہ اور کملی بطریق بیع من یزید کے بیچی ہم عنایہ مین ہی کہ اتفاق ثمن کی یہ صورت ہی کہ دو شخص مول چکاوین ایک چیز کا اور بائع اور مشتری ثمن پر راضی ہوجاوین اور ہنوز عقد بیع منعقد نکرین کہ تیسرا شخص آوے اور مول زیادہ کرے تو یہ جائز ہی لیکن مکروہ ہی کیونکہ اسمین وحشت انگیزی اور ضرر رسانی ہی تو یہ مکروہ ہی اگر بائع بیع کی طرف مائل ہوچکا ہو بعد انفصال ثمن کے اور یہی حکم ہی نکاح کا اور اگر بائع ہنوز مائل نہوا ہو تو مول چکانا مکروہ نہین انتہی اور جامع ترمذی مین انس رضی سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انصاری صحابی سوال کرنے آیا سو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اسنے کہا کیون نہین ایک کمل ہی جسکو کچھ مین اوڑھتا ہون اور کچھ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہی جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا کہ انکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت نے انکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہی سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درم کے خرید کرتا ہون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درم کو لیتا ہون سو حضرت نے دونون چیزین اسکو دین اور دونون درم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کرکے اپنے اہل و عیال کو دے اور دوسرے کو کلہاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو اپنے دست مبارک سے بیچ ڈالا پھر فرمایا کہ جا لکڑیاں لایا کر اور بیچا کر اور میں تجھکو پندرہ دن نہ دیکھوں پس ایساہی کیا پھر وہ آیا اور اسکو دس درم حاصل ہوئے سو اسنے کچھ درموں کے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق میں بہتر ہے تیرے آنے سے سوال سیاہی کا داغ تیرے منھ پر ہو قیامت کے دن کذا فی الطحطاوی ہم یہ حدیث جواز نیلام کی جو بالفعل ہند میں مشہور ہے اصل ہے و تلقی الجلب بمعنی المجلوب او الجالب اور مکروہ ہے اناج کی بھرتی کو آگے بڑھ کر لینا اور خرید کرنا جلب بفتحتین بمعنی مجلوب یا جالب ہے ہم تلقی جلب کی صورت اسبیجابی نے یوں ذکر کی ہے کہ ایک شخص کو اہل شہر سے خبر ملی کہ اناج کا بڑا قافلہ آتا ہے اور اہل شہر قحط میں گرفتار ہیں سو وہ شخص قافلے میں جا کر ملا اور اسنے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر میں اگر اسنے خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ شہر میں آتا تو اہل شہر کو کشایش ہوتی در صورت قحط تلقی جلب مکروہ ہے اور اگر اہل شہر کو تلقی جلب سے ضرر نہو تو مکروہ نہیں اور بعضوں نے کہا صورت اسکی یہ ہے کہ شہر والا قافلے کو آگے بڑھ کر ملے اور شہر کے نرخ سے سستا خرید کرلے اور حالانکہ اہل قافلہ کو نرخ شہر کا معلوم نہیں تو یہ خرید جائز ہے لیکن مکروہ ہے بسبب فریب کے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وھذا اذا کان یضر باھل البلدۃ او یلبس السعر علی الواردین لعدم علمھم بہ فیکرہ للضرر والغرر اور یہ کراہت یعنی تلقی جلب اسوقت ہے جبکہ اہل شہر کو مضر ہو یا وہ شخص غلہ لانے والوں پر شہر کے نرخ کو مخفی رکھے بسبب انکی لاعلمی کے تو یہ مکروہ ہے بسبب ضرر اہل شہر کے پہلی صورت میں اور بسبب دھوکا دینے کے دوسری صورت میں اما اذا انتفیا فلا یکرہ اور جبکہ ضرر اور تلبیس نرخ منتفی ہوں تو تلقی جلب مکروہ نہیں وکرہ بیع الحاضر للبادی اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے یعنی شہر کا رہنے والا شخص بیرونی کا مال دلالی کر کے نہ بیچے صحیح مسلم وغیرہ میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہی فرمائی کہ حاضر بادی کے واسطے بیع نہ کرے اور چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ تعالی روزی دے بعضے آدمیوں کو بعضوں سے وھذا فی حالۃ قحط وعوز والا لا لانعدام الضرر اور یہ کراہت قحط اور حاجت کی حالت میں ہے اور اگر قحط نہو تو شخص بیرونی کا مال بیچنا بطریق دلالی کے مکروہ نہیں بسبب عدم ضرر کے ہم یعنی قحط کی حالت میں باہر کا آدمی اناج بیچنے لایا اور شہر والے نے اس سے کہا کہ تو بیع میں جلدی نکر میں تجھکو گران بیچ دونگا تو اسواسطے مکروہ ہے کہ اسمیں اہل شہر کو ضرر رسانی ہے بخلاف فراخ سالی کے قیل الحاضر المالک والبادی المشتری والاصح کما فی المجتبی انھما السمسار والبائع لموافقتہ آخر الحدیث دعوا الناس یرزق اللہ بعضھم من بعض فلذا عدی باللام کمن بعضوں نے کہا کہ حاضر سے مالک مراد ہے اور بادی سے مشتری اور قول صحیح تر جیسا کہ مجتبی میں ہے یہ ہے کہ حاضر سے مراد دلال ہے اور بادی سے بائع بسبب موافق ہونے اس تفسیر کے آخر حدیث سے یعنی چھوڑ دو لوگوں کو تا اللہ روزی دے بعضوں کو بعضوں سے رواہ مسلم اور اسی طرح بیع کا تعدیہ لام سے ہوا ہے ہم تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے سنن ابو داؤد میں ولا یکرہ بیع من یزید لما مر ویسمی ایضا بیع الدلالۃ مکروہ نہیں بیع من یزید بدلیل حدیث گذشتہ جسمیں پیالہ اور کمل کا قصہ مذکور ہو چکا اور اس بیع کو اہل مصر کے عرف میں بیع الدلالۃ کہتے ہیں کذا فی الفتح اور بالفعل ہندوستان میں اسکو نیلام بولتے ہیں اسکو بیع من یزید اسواسطے کہا کہ بائع زیادتی ثمن چاہتا ہے لہذا کہتا ہے کہ اس ثمن سے کون شخص زیادہ ثمن دیتا ہے ولا یفرق عبر بالنفی مبالغۃ فی المنع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام من فرق بین والدۃ وولدہ واخ واخیہ رواہ ابن ماجۃ وغیرہ عینی وعن الثانی فسادہ مطلقا وبہ قال زفر والائمۃ الثلثۃ بین صغیر غیر بالغ وذی رحم محرم منہ ای محرم من جھۃ الرحم لا الرضاع کابن عم ھو اخ رضاعا فافھم اور جدائی نہ کیجائے صغیر غیر بالغ اور اسکے قرابت دار محرم کے درمیان یعنی وہ محرم جو بسبب نسب کے ہے نہ رضاعت کے چنانچہ چچا کا بیٹا جو رضاعی بھائی ہو تو اسکو سمجھ لے شارح کہتا ہے مصنف نے نہی تفریق کو نفی کر تعبیر کیا مبالغے کے واسطے منع بیع میں بسبب لعنت کرنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے اسکو جو جدائی ڈالے درمیان باپ اور اسکے بیٹے کے اور درمیان ایک بھائی اور اسکے دوسرے بھائی کے روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ یہ بیع فاسد ہے ہر طرح سے خواہ قرابت ولادت ہو یا نہو ہم نفی میں مبالغہ منع کیا اسواسطے کہ تفریق کو محال عدیم الوقوع ٹھہرایا اور صغیر میں غیر بالغ کی قید اس وہم کے دفع کے واسطے لگائی کہ صغیر سے وہ مراد ہے جو اپنا ضروری کام نکر سکے تو اس قید سے مراہق یعنی قریب البلوغ بھی صغیر میں داخل رہا الا اذا کان التفریق باعتاق وتوابعہ او بطلب مالک او بیع ممن حلف بعتقہ او کان المالک کافرا لعدم مخاطبتہ بالشرائع

لہ یعنی حدیث مذکورہ میں بیع سے مراد ہی لا یبیع حاضر لباد ۱۲

او معتق والی الاٰخر لطفلہ او مکاتبہ فلا باس بہ او تعدد محارم فلو معہ ملکہ ولو جد غیر الاقرب کالابوین والملحق بھما فتح مگر جبکہ تفریق بسبب اعتاق اور اسکے توابع کے ہو چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو یا اس شخص کے ہاتھ بیع کے سبب سے تفریق ہو جسنے غلام صغیر کو آزاد کرنے کی قسم کھائی یا مالک غلام کا کافر ہو کیونکہ کافر مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یا مالک متعدد ہوں اور اگر دوسرا غلام اسکے طفل یا مکاتب کا ہو تو تفریق میں کچھ مضائقہ نہیں یا غلام کے محارم چند ہوں تو مالک کو محارم کا بیچنا جائز ہے سوا ایک محرم غیر اقرب اور والدین کے اور جد ملحق بوالدین ہے کذا فی الفتح ص اگر صغیر کی دادی اور عمہ اور خالہ ہو تو عمہ اور خالہ کی بیع جائز ہے نہ دادی کی کیونکہ وہ ماں کے برابر ہے او بحق مستحق کدفعہ مستحقا یا تفریق بواسطہ حق مستحق کے ہو جیسا کہ ایک غلام کا مستحق نکلنا یعنی زید کے پاس دو غلام محرم ہیں اور ایک غلام انمیں دوسرے شخص کا مملوک نکلا تو اب تفریق ممنوع نہیں فیکہ دفع احدھما بالجنایۃ وبیعہ بالدین او باتلاف مال الغیر وردہ بعیب لان النظر فی دفع الضرر عن الغیر لا فی الضرر بالصغیر اور جیسا کہ دینا دو میں سے ایک غلام کو بسبب اسکے ارتکاب جنایت کے اور بیع غلام کی غلام کے دین کے سبب سے یا غلام کا دینا غیر کے مال تلف کرنے کے سبب سے اور پھیر دینا غلام کا عیب ظاہر ہونے سے تو ان امور مذکورہ سے تفریق جائز ہے اس واسطے کہ مالک کو لازم نہیں کہ غلام صغیر اور اسکے محرم میں منع ہو تو منظور دفع ضرر کے ہے غیر سے صغیر سے نہ غیر کے ضرر میں ہم یعنی منظور شرع یہ ہے کہ صغیر سے ضرر دفع ہو لہذا صغیر کو جدا کرنا اسکے محرم سے منع فرمایا اور یہ منظور نہیں کہ غیر کو یا مالک کو ضرر پہنچے تو اگر مطلقا تفریق منع ہو تو در صورت جنایت غلام مالک پر فدیہ لازم آوے اور دوسری صورتوں میں قرضخواہوں کو قیمت دینی پڑے اور تیسری صورت میں عیب دار لینا پڑے کذا فی الطحطاوی بخلاف الکبیرین والزوجین فلا باس خلافا لاحمد فالمستثنی احد عشر بخلاف کبیرین اور زوجین کی تفریق کے کہ اسمیں کچھ مضائقہ نہیں برخلاف امام احمد بن حنبل کے مذہب کے تو مستثنی گیارہ ہیں جس یعنی صغیر اور اسکے محرم نسبی میں تفریق بطریق بیع یا ہبہ جائز نہیں مگر گیارہ صورتوں میں جائز ہے ۱ اعتاق ۲ توابع اعتاق ۳ اسکے ہاتھ بیچنا جسنے غلام کے آزاد کرنے کی قسم کھائی ہو ۴ جبکہ مالک غلام کا کافر ہو ۵ جبکہ مالک متعدد ہوں ۶ جبکہ صغیر کے محارم کئی شخص ہوں ۷ جبکہ محرم صغیر کا مستحق نکلے ۸ دینا غلام کو غلام کی جنایت میں ۹ بیچنا اس غلام کا غلام مدیون کے دین میں ۱۰ غلام کا بیچنا اتلاف مال غیر میں ۱۱ پھیر دینا بسبب عیب کے بحر الرائق میں بارھویں صورت یہ زیادہ کی ہے جبکہ صغیر قریب البلوغ ہو اور اسکی ماں اسکی بیع سے راضی ہو وکما یکرہ التفریق بالبیع وغیرہ من اسباب الملک کصدقۃ و وصیۃ یکرہ بالشراء الا من حربی ابن وہبان وبقسمۃ فی المیراث والمغانم جوہرہ اور جیسے تفریق مکروہ ہے بیع سے اور اسکے سوا اور اسباب ملک سے چنانچہ صدقہ اور وصیت سے اسی طرح خرید کرنے سے بھی مکروہ ہے مگر حربی سے خرید مکروہ نہیں کذا ذکرہ ابن وہبان اور میراث اور غنائم میں قسمت کر کے تفریق مکروہ ہے کذا فی الجوہرہ مثلا ایک شخص دو بیٹے اور دو غلام محرم جنمیں ایک صغیر ہے چھوڑ کر مر گیا اور ایک ایک غلام ایک ایک بھائی کو پہونچا ہو اور دونوں بھائی کہ وہ دونوں اعتوں کو ایک بیٹا خرید کرے اور دونوں بھائی الگ الگ تقسیم کر لیں اور جیسے مال غنیمت کے قاسم اور غازی پر تفریق حرام ہے کیونکہ غازی بمنزلہ مشتری کے ہے کذا فی الطحطاوی انتہی اگرچہ شارح نے بیع مکروہ کا حکم بیان کرنا ہے نہ ذکر بیع مکروہ ہے کہ واعلم ان فسخ المکروہ واجب علی کل واحد منھما ایضا بحر وغیرہ لرفع الاثم مجتبی اور معلوم کرنا کہ بیع مکروہ کا فسخ کرنا ہر ایک بائع اور مشتری پر واجب ہے یعنی جیسے بیع فاسد کا فسخ واجب ہے ویسے ہی مکروہ کا بھی واجب ہے کذا فی البحر وغیرہ ودفعا للمعصیۃ کذا فی الحم وفیہ قبیل فصل الفضولی صح بیع الکافر مسلما او مصحفا وامر باخراجھما عن ملکہ ومر فی المتفرقات واللہ اعلم اور مجتبی میں یہ بھی ہے کہ ہم صحیح ہے بیع کافر کو مسلمان غلام اور مصحف کی اور اخراج عن الملک کی امر بھی ساتھ ہے اور یہ مسئلہ متفرقات میں آویگا واللہ اعلم یعنی اگر کافر مسلمان غلام یا مصحف کو خرید کرے تو بیع صحیح ہے باطل نہیں لیکن کافر پر جبر کیا جائیگا کہ انکو اپنی ملک سے دور کرے تاکہ مسلمان ذلت سے اور قرآن مجید اہانت سے محفوظ رہے واللہ اعلم بالصواب

فصل فی الفضولی یہ فصل ہے بیع فضولی کے احکام میں ہم فضولی نسبت ہے فضول کی طرف جو جمع ہے فضل کی بمعنی زیادہ کے جیسا کہ الفضائل کی طرف مناسبتہ ظاہرۃ مناسبت بیع فضولی کی بیع فاسد سے ظاہر ہے کہ فاسد اور موقوف کی ملک ایک چیز پر موقوف ہے یعنی فاسد میں قبض پر اور موقوف میں اجازت پر کذا فی الحلبی وذکرہ فی الکنز

بعد الاستحقاق لانه من صوره اور کنز میں بیع فضولی کو باب الاستحقاق کے بعد ذکر کیا ہے اسواسطے کہ فضولی استحقاق کی صورتوں میں سے ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ مستحق
دعوی کے وقت یہ کہتا ہے کہ یہ مبیع میری ملک ہے اور بیچنے ہارے نے اسکو بلا اذن میرے بیچی ہے سو یہی بعینہٖ بیع فضولی کی حقیقت ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیع فضولی
کے بعد اگر اجازت نہو تو ظاہر ہوتا ہے کہ مبیع غیر کا حق ہے (هو من يشتغل بما لا يعنيه فالقائل لمن يأمر بالمعروف انت فضولي يخشى عليه الكفر فتح) وہ
فضولی لغت میں اسکو کہتے ہیں جو مشغول ہو بیفائدہ کام میں تو جیسے کہا اس شخص سے جو امر بالمعروف کرتا ہے کہ تو فضولی ہے تو اسپر کفر کا خوف ہے کذا فی الفتح اسواسطے کہ امر
بالمعروف شرعاً واجب ہے اور فاعل کو مفید ہے تو اسکو فضولی کہنا ظاہر النفی وجوب پر دلالت کرتا ہے اور قائل مذکور کی فی الحقیقت تکفیر نہوگی اسواسطے کہ اس کلام سے نفی وجوب
مقصود نہیں ہوتی (واصطلاحا من يتصرف لحق غيره بمنزلة الجنس بغير اذن شرعي فصل خرج به نحو وكيل ووصي) اور اصطلاح فقہ میں فضولی وہ ہے
جو اپنے غیر کے حق میں تصرف کرے بدون اذن شرعی کے تصرف کرنا حق غیر میں بمنزلہ جنس ہے تو اسمیں وکیل اور وصی اور ولی اور فضولی سب داخل ہیں اور بغیر اذن شرعی فصل
ہے جس سے مانند وکیل اور وصی کے چنانچہ قاضی نکل گیا فضولی کی تعریف سے (کل تصرف صدر منه تمليكا كان كبيع وتزويج او اسقاطا كطلاق واعتاق
وله مجيز اى لهذا التصرف من يقدر على اجازته حال وقوعه انعقد موقوفا) جو تصرف کہ صادر ہو فضولی سے خواہ وہ تصرف تملیک ہو جیسا کہ بیع اور تزویج
یا اسقاط ملک ہو جیسا کہ طلاق اور اعتاق اور حالانکہ اسکا مجیز ہے یعنی اس تصرف کے واسطے وہ شخص موجود ہے جو قادر ہے اسکی اجازت پر تصرف کے واقع ہونے کے وقت میں
تو وہ تصرف منعقد ہوگا مالک کی اجازت پر موقوف ہوکر ھ یعنی اگر مثلاً زید نے خالد کے مال کی بیع کی یا اسکا کسی عورت سے نکاح کردیا یا اسکی زوجہ کو طلاق دی یا
اسکا غلام آزاد کردیا تو اگر خالد اجازت دیگا اور جائز رکھے گا تو بیع اور تزویج اور طلاق اور اعتاق نافذ ہوگا والا باطل ہوگا (وما لا مجيز له حالة العقد
لا ينعقد اصلا بيانه صبي باع مثلا ثم بلغ قبل اجازة وليه فاجازه بنفسه جاز لان له وليا يجيزه حالة العقد بخلاف ما لو طلق
مثلا ثم بلغ فاجازه بنفسه لم يجز لانه وقت العقد لا مجيز له فيبطل ما لم يقل اوقعته فيصح انشاء لا اجازة كما بسطه العمادي) اور جس تصرف
کا کوئی مجیز نہیں حالت عقد میں تو وہ اصلا منعقد نہوگا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک صغیر نے اپنا مال بیچا مثلاً پھر وہ بالغ ہوا قبل اجازت اپنے ولی کے سو اُسنے
بیع سابق کو جائز رکھا تو بیع مذکور جائز ہوگی اسواسطے کہ اس بیع کے واسطے صغیر کا ولی اجازت دینے والا حالت عقد میں موجود تھا بخلاف اسکے کہ اگر صغیر نے مثلاً
اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر وہ بالغ ہوا اور اُسنے بذات خود طلاق مذکور جائز رکھی تو طلاق جائز نہوگی اسواسطے کہ عقد طلاق کے وقت اسکا کوئی مجیز نہ تھا یعنی
صغیر بسبب عدم بلوغ کے اہلیت طلاق کی نہ رکھتا تھا اور اسکے ولی کو طلاق میں مطلق دخل نہیں تو طلاق مذکور باطل ہوگی جبتک بعد بلوغ یوں نہ کہے کہ میں نے
طلاق واقع کی تو اب طلاق صحیح ہوگی بطور انشاء طلاق کے نہ بطریق اجازت کے چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہے ھ ہر چند صغیر تصرفات مذکورہ میں فضولی
نہیں کیونکہ غیر کی ملک میں متصرف نہیں لیکن چونکہ اسکا تصرف اپنے مال میں نافذ نہیں لہذا اسکو فضولی قرار دیا (ووقف بيع مال الغير لو الغير بالغا عاقلا
فلو صغيرا او مجنونا لم ينعقد اصلا كما في الزواهر معزيا للبحر وسيجئ) اور غیر کے مال کی بیع موقوف ہے اگر وہ شخص غیر بالغ عاقل ہو تو اگر غیر شخص صغیر یا مجنون
ہو تو بیع اصلا منعقد نہوگی چنانچہ زواہر الجواہر میں بحر سے نقل کرکے (وهذا ان باعه على انه لمالكه) یعنی وقف بیع اس صورت میں ہے کہ
اگر فضولی نے مبیع کو اسکے مالک کے واسطے بیچا ہو کہ بیع مالک کے واسطے ہے یعنی بیع فضولی جو اجازت پر موقوف ہوتی ہے تو فقط اسی شرط سے ہے (اما لو باعه على انه لنفسه
او باعه من نفسه او شرط الخيار فيه للمالك او باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالك به فكل ذلك باطل) اور اگر اسکو بیچا اس اعتبار سے
کہ مبیع میرا مال ہے یا اسکو بیچا اپنی ذات سے یعنی خود خرید کیا یا اسمیں اسکے مالک کے واسطے خیار شرط کیا یا فضولی نے متاع کو اس شخص سے بیچی جسنے دوسری
متاع مالک کی غصب کی بعوض متاع مغصوب کے تو بیع ان چار صورتوں میں باطل ہے ھ ابو السعود نے حاشیہ اشباہ میں ذکر کیا ہے کہ دو شخصوں نے ایک شخص
کی دو متاع کو غصب کیا پھر ایک غاصب نے دوسرے غاصب سے متاعین مغصوبین کی بیع کی پھر مالک نے اس بیع کو جائز رکھا تو بیع جائز نہوگی

کہ فائدہ بیع کا ملک رقبہ اور تصرف ہے سو مالک کو بدون عقد بھی بدلین مین حاصل ہے لہذا بیع منعقد نہوگی تو اجازت بھی اسکو لاحق نہوگی اور اگر دو غاصبون نے دو شخصون کی متاع کو غصب کیا اور بیع منعقد کی اور دونون مالکون نے اجازت دی تو جائز ہے اور ظاہر ایسی حکم ہے دو فضولیون کا جنھون نے ایسا کیا تو غصب کچھ قید نہین اور متاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دو غاصب ایک شخص کے نقود کو غصب کرکے عقد صرف کرینگے تو صحیح ہوگا اسواسطے کہ نقود معاوضات مین تعین نہین کذا فی الطحطاوی والحاصل ان بیعہ موقوف الا فی ھذہ الخمسۃ فباطل اور حاصل کلام یہ ہے کہ فضولی کی بیع موقوف ہے مگر ان پانچ صورتون مین باطل ہے ہم چار صورتین تو یہی ہین جو ابھی مذکور ہوچکین اور ایک صورت مال صغیر اور مجنون کی بیع ہے قید بالبیع لانہ لو اشتری لغیرہ نفذ علیہ الا اذا کان المشتری صبیا او محجورا علیہ فیتوقف مصنف نے فضولی کی بیع کو بقید توقف مقید کیا اسواسطے کہ اگر فضولی غیر کے واسطے کوئی چیز خرید کریگا تو شرا یعنے فضولی پر نافذ ہوگی مگر جبکہ مشتری صغیر یا ممنوع التصرف ہو تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی جسکے واسطے خرید واقع ہوئی ہے جب فضولی پر خرید نافذ ہوئی تو اگر غیر اب اجازت بھی دے تو بھی اسکے واسطے نافذ نہوگی کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے نہ نافذ کو پھر اگر فضولی خریدی چیز غیر کو دے اور ثمن اس سے لے تو دونون مین بیع التعاطی اب ہوجائیگی کذا فی الطحطاوی عن البحر ھذا اذا لم یضفہ الفضولی الی غیرہ فلو اضافہ بان قال بع ھذا العبد لفلان فقال البائع بعتہ لفلان توقف بزازیۃ وغیرھا یہ یعنے خرید کا نافذ ہونا فضولی پر اسوقت ہے جبکہ اسنے خریداری کو اپنی غیر کی طرف منسوب نکیا ہو تو اگر غیر کی طرف نسبت کی ہوگی اسطرح پر کہ بائع سے کہا ہو کہ اس غلام کو بیچ فلانے شخص کے ہاتھ سو بائع نے کہا کہ بیچا اسکے ہاتھ تو اسکی اجازت پر خرید موقوف ہوگی کذا فی البزازیۃ وغیرہا لان بیعہ لنفسہ باطل کما فی البحر والاشباہ عن البدائع کانہ لانہ غاصب اسواسطے کہ فضولی کی بیع اپنے واسطے باطل ہے کذا فی البحر والاشباہ عن البدائع شاید کہ یہ بیع اسواسطے باطل ہے کہ فضولی غاصب ہے مبیع کا ہم حلبی نے کہا کہ شارح کے قول سابق یعنے فالبیع باطل کی یہ تعلیل ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہے کہ مصنف کے قول یعنے لمالکہ کی یہ قول تعلیل ہو وکذا من نفسہ لان الواحد لا یتولی طرفی البیع الا الاب کما مر اور اسی طرح فضولی کا خرید کرنا اپنے واسطے باطل ہے اسواسطے کہ ایک شخص بیع کے دو طرفون کا یعنے ایجاب اور قبول کا متولی نہین ہوتا سوا باپ کے چنانچہ کتاب البیوع کے اول مین مذکور ہوچکا وعبارۃ الاشباہ بیع الفضولی موقوف الا فی ثلث فباطل اذا باع لنفسہ بدائع واذا شرط الخیار فیہ للمالک تلقیح واذا باع عرضا من غاصب عرض آخر للمالک بہ فتح لکن ضعف المصنف الاولی لحکایۃ الفقہاء فی ربع المذہب بتصحیحہم بان بیع الغاصب موقوف وبان المبیع اذا استحق فللمستحق اجازتہ علی الظاہر مع ان البائع باع لنفسہ لا للمالک الذی ھو المستحق مع انہ توقف علی الاجازۃ اور عبارت اشباہ یہ ہے کہ بیع فضولی کی موقوف ہے مگر تین صورتون مین باطل ہے جبکہ فضولی نے اپنے واسطے بیع کی کذا فی البدائع اور جبکہ اسنے مالک کے واسطے خیار شرط کیا کذا فی التلقیح اور جبکہ فضولی نے متاع بیچی اس شخص کے ہاتھ جسنے مالک کی متاع غصب کی بعوض متاع مغصوب کے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین پہلی صورت کو ضعیف کہا ہے بسبب اسکے مخالف ہونیکے مسائل مذہب سے کیونکہ فقہانے تصحیح کی ہے کہ بیع غاصب کی موقوف ہے نہ باطل اور انکی تصحیح ہے کہ مبیع جب غیر بائع کی مستحق نکلی تو شخص مستحق کو اس بیع کی اجازت درست ہے بنا بر ظاہر قول کے باوجودیکہ بائع نے مبیع کو اپنے واسطے بیچا نہ مالک مستحق کے واسطے ساتھ اسکے کہ وہ مالک کی اجازت پر موقوف ہے واما الثانیۃ ففی النہر وینبغی الغاء الشرط فقط قلت وحاصلہ کما قال شیخنا ان بیعہ موقوف ولو لنفسہ علی الصحیح انتہی اور دوسری صورت کی تضعیف نہر الفائق مین یون ہے اور فقط شرط خیار کا لغو کردینا لائق ہے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون اور حاصل کلام صاحب نہر کا جیسا ہمارے استاذ نے فرمایا ہے یہ ہے کہ بیع فضولی کی دو صورت شرط خیار موقوف ہے اگرچہ بیع اپنے واسطے ہو بنا بر قول صحیح کے انتہی کلام شیخ الشارح کذا فی الطحطاوی ولکن فی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف زدت علیہ مسئلتین من الحاوی وھما بیع الفضولی مال صغیر ومجنون فلا ینعقد اصلا الی ھنا لیکن ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ مین ہے اور مینے اشباہ کے تین مسئلون پر دو مسئلے اور زیادہ کئے ہین حاوی سے اور وہ دونون یہ ہین بیع فضولی کی مال صغیر اور مجنون کو کہ بیع ہرگز منعقد نہین ہوتی یعنے

سلہ ای لعل وجہ البطلان

باطل ہو انتہی طحطاوی نے کہا الی ہنا بعض انتہی ہے ووقف بیع العبد والصبی المحجورین علی اجازۃ المولی والولی وکذا المعتوہ اور غلام ممنوع التصرف اور ممنوع التصرف کی بیع موقوف ہے مولی اور ولی کی اجازت پر اور اسی طرح معتوہ کی بیع ولی کی اجازت پر موقوف ہے وفی العمادیۃ وغیرھا لا تنعقد اقاریر العبد ولا عقودہ وسنحققہ فی الحجر اور عمادیہ وغیرہ میں ہے کہ غلام کے اقرار منعقد نہیں ہوتے اور نہ اسکے عقود اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب الحجر میں ص ظاہر عمادیہ کی عبارت متن کے مخالف ہے اسواسطے کہ بیع منجملہ عقود کے ہے اور وہ موقوف ہے نہ غیر منعقد اور جواب اسکا یون ممکن ہے کہ غیر منعقد سے غیر لازم مراد ہے ووقف بیع مالہ من فاسد عقل غیر رشید علی اجازۃ القاضی اور بالغ کا بیچنا اپنے مال کو درحالیکہ وہ فاسد العقل غیر رشید ہے قاضی کی اجازت پر موقوف ہے ص غیر رشید وہ ہے جو تصرف کرنا بخوبی نہ جانتا ہو وبیع المرھون والمستاجر والارض فی مزارعۃ الغیر علی اجازۃ مرتھن ومستاجر ومزارع اور جو چیز گرو ہو اور غیر کے اجارہ میں ہو اور جو زمین غیر کے پاس بٹائی میں ہو اسکی بیع مرتہن اور مستاجر اور مزارع کی اجازت پر موقوف ہے ص مرتہن اور مستاجر اجازت بیع کے مالک ہیں نہ فسخ بیع کے لیکن کرابیسی نے کہا کہ مرتہن اجازت اور فسخ دونون کا مالک ہے نہ مستاجر کذا فی الطحطاوی ووقف بیع شیء برقمہ ای بالمکتوب علیہ فان علم المشتری فی مجلس البیع نفذ والا بطل اور موقوف ہے بیع شی کی اسکی رقم پر یعنے ثمن کی علامت اسپر لکھی ہو سو اگر مشتری نے مجلس بیع میں علامت مذکورہ کو دریافت کیا تو بیع نافذ ہے اور نہین تو باطل ہے ص مصنف نے اس بیع کو صحیح عارض الفساد قرار دیا ہے اور بحر الرائق اور شرنبلالیہ میں اسکے بالعکس ہے قلت وفی مواہب الرحمن فاسد لہ عرضیۃ الصحۃ لا بالعکس ھو الصحیح وعلیہ فیحرم مباشرتہ دون الضعیف ہ میں کہتا ہون اور بحر الرائق کے باب المرابحہ میں ہے کہ بیع بالرقم فاسد ہے صحت کو عارض ہو سکتی ہے یعنے بعلم فی المجلس نہ بالعکس کے یعنے صحیح عارض الفساد نہیں یہی قول صحیح ہے تو بنا بر قول صحیح کے مباشرت اس بیع کی حرام ہے اور بنا بر قول ضعیف کے جسکو مصنف نے لیا ہے مباشرت حرام نہیں ہ ترکہ المصنف لقول الدرر وبیع المبیع من غیر مشتریہ لدخولہ فی بیع مال الغیر اور مصنف نے درر کے اس قول کو ترک کیا اور بیع مبیع کی اسکے غیر مشتری سے بسبب داخل ہونے اس بیع کے مال غیر کی بیع میں ص درر میں ہے کہ ایک شی زید کے ہاتھ بیچی پھر اسکو بکر کے ہاتھ بیچا تو بیع ثانی نافذ نہیں یہان تک کہ اگر بیع اول کو عاقدین فسخ کر دین تو بھی ثانی منعقد نہوگی لیکن مشتری کی اجازت پر موقوف ہوگی اگر بعد قبض بیع ہوئی ہو مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ میں نے اس بیع کے ذکر سے اعراض کیا اسواسطے کہ یہ فی الحقیقت بیع مال غیر کی طرف راجع ہے جسکا ذکر پہلے ہو چکا اسواسطے کہ مشتری بیع کا مالک ہو گیا خرید کرنے سے کذا فی الطحطاوی ملخصا وبیع المرتد اور بیع مرتد کی موقوف ہے اسکی اجازت بعد الاسلام پر امام کے نزدیک خلافا للصاحبین والبیع بما باع فلان والبائع یعلمہ والمشتری لا یعلمہ والبیع بمثل ما یبیع الناس بہ او بمثل ما اخذ بہ فلان فان علم فی المجلس صح والا اور بیع موقوف ہے بعوض اس ثمن کے جو فلانے شخص نے بیچا اور حالانکہ بائع اسکو جانتا ہے اور مشتری نہیں جانتا اور بیع اس ثمن کے مانند جسپر لوگ بیع کرتے ہیں یا مانند اس ثمن کے جس ثمن سے فلانے شخص نے لیا تو اگر مشتری مجلس عقد میں ثمن کو دریافت کر گیا تو تینون صورتون میں بیع صحیح ہے اور نہیں تو باطل ہے وبیع الشیء بقیمتہ فان بین فی المجلس صح والا بطل اور موقوف ہے بیع شی کی اسکی قیمت پر سو اگر قیمت صحیح ہو گئی مجلس عقد میں تو صحیح ہے نہیں تو باطل ہے کذا ذکرہ العلامۃ الواتی وبیع فیہ خیار المجلس اور موقوف ہے وہ بیع جسمیں خیار مجلس ہو یعنے اگر مجلس میں اختیار کریگا تو صحیح ہے والا غیر صحیح ووقف بیع الغاصب علی اجازۃ المالک یعنی اذا باعہ لمالکہ لا لنفسہ علی ما مر عن البدائع اور موقوف ہے بیع غاصب کی مالک کی اجازت پر یعنے جبکہ غاصب نے اسکے مالک کے واسطے بیع کی ہو نہ اپنے واسطے چنانچہ بدائع سے مذکور ہو چکا ووقف ایضا بیع المالک المغصوب علی البینۃ او اقرار الغاصب اور بھی موقوف ہے بیع مالک کی شی مغصوب کو گواہون پر یا غاصب کے اقرار پر یعنے درصورت انکار غاصب اگر گواہون سے غصب ثابت کیا یا غاصب نے خود غصب کا اقرار کیا تو بیع صحیح ہے والا نہیں وبیع ما فی تسلیمہ ضرر علی تسلیمہ فی المجلس اور بیع اس چیز کی جسکی تسلیم میں ضرر ہے بائع کا اسکی تسلیم فی المجلس پر [illegible] کی کڑی بیچنا وبیع المریض لوارثہ علی اجازۃ الباقی اور مورث مریض کی بیع اپنے ایک وارث کے واسطے باقی وارثون کی

اجازت پر موقوف ہے و بیع الورثة التركة المستغرقة على اجازة الغرماء اور بیچنا وارثوں کا ترکہ مستغرقہ کو مورث کی قرضخواہوں کی اجازت پر موقوف ہے و بیع احد الوکیلین او الوصیین او الناظرین بحضرۃ الآخر توقف على اجازته او بغيبته فباطل اور دو وکیلوں یا دو وصیوں یا دو ناظروں میں سے ایک وکیل یا وصی یا ناظر کی بیع دوسرے کے سامنے موقوف ہے دوسرے کی اجازت پر یا دوسرے کی غیبت میں بیع کی تو باطل ہے واوصله فی النهر الى نيف وثلاثين اور نہر الفائق میں بیع موقوف کو تیس اور کئی قسم تک پہونچایا ہے ھ نہر الفائق میں اڑتیس قسمیں بیع موقوف کی مذکور ہیں انتہی مصنف اور شارح نے تینتیس ۳۳ قسمیں ذکر کی ہیں وحكمه اى بيع الفضولی لوله مجيز حال وقوعه كما مر قبول الاجازة من المالك اذا كان البائع والمشتري والمبيع قائما بان لا يتغير المبيع بحيث يعد شيئا آخر لان اجازته كالبيع حكما اور حکم یعنی اثر مترتب بیع فضولی کا اگر اسکے واسطے مجیز ہو وقوع بیع کے وقت جیسا کہ گذر گیا قبول کرنا اجازت کا ہے مالک سے جبکہ بائع یعنی فضولی اور مشتری اور مبیع قائم ہو اسطرح پر کہ مبیع متغیر نہو گئی ہو اسطرح پر کہ دوسری چیز نہ شمار ہو گئی ہو اسواسطے کہ اجازت مالک کی بیع حکمی کے برابر ہے ھ تغیر مبیع کی یہ صورت ہے کہ مثلا کپڑے کی قطع اور درخت سوئی ہو والا اجازت مفید نہو گی کیونکہ اب اسکا نام کپڑا نہ رہا قبا یا قمیص نام ہو گیا بخلاف کپڑا رنگین کرنے کے کہ اسمیں اجازت مفید ہو گی ایسا کچھ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں لیکن بحر الرائق میں اسکے خلاف ہے یعنی بعد رنگ کرنے کے اجازت غیر مفید ہے کذا فی الطحطاوی وكذا يشترط قيام الثمن ايضا لو كان عرضا معينا لانه مبيع من وجه فيكون ملكا للفضولي وعليه مثل المبيع لو مثليا والا فقيمته وغير العرض ملك للمجيز امانة في يد الفضولي ملتقى اور اسی طرح شرط ہے قائم رہنا ثمن کا بھی اگر ثمن عرض معین ہو اسواسطے کہ عوض معین مبیع ہو سکتا ہے ایک راہ سے تو فضولی مشتری ٹھیریگا اور خرید فضولی کی خود فضولی پر نافذ ہے تو عوض مذکور فضولی کا ملک ہوگا اور فضولی پر مثل مبیع واجب ہوگا اگر مبیع مثلی ہے اور نہیں تو قیمت اسکی واجب ہوگی اور جو ثمن کہ غیر عرض ہے یعنی منجملہ نقود ہے تو وہ مالک مجیز کی ملک ہے فضولی کے ہاتھ میں امانت ہے کذا فی الملتقی وكذا يشترط قيام صاحب المتاع ايضا فلا يجوز اجازة وارثه لبطلانه بموته اور اسی طرح صاحب متاع کا بھی قیام شرط ہے تو جائز نہیں اجازت اسکے وارث کی بواسطے باطل ہو جانے اجازت کے اسکی موت سے وحكمه ايضا ان اخذ المالك الثمن او طلبه من المشتري يكون اجازة عمادية اور بیع فضولی کا یہ بھی حکم ہے کہ ثمن لینا مالک کا اور اسکا ثمن مانگنا مشتری سے اجازت ہے کذا فی العمادیہ وهل للمشتري الرجوع على الفضولي بمثله لو هلك في يده قبل الاجازة الاصح نعم ان لم يعلم انه فضولي وقت الاداء والا لا لان علم تغيره واعتمده ابن الشحنة واقره المصنف وجزم الزيلعي وابن ملك بانه امانة مطلقا اور کیا مشتری کو جائز ہے مثل ثمن کا پھیر لینا فضولی سے اگر ثمن فضولی کے ہاتھ ہلاک ہو جائے قبل اجازت مالک کے قول اصح یہ ہے کہ ہاں رجوع بالمثل جائز ہے اگر مشتری ادا ثمن کے وقت یہ نہ جانتا ہو کہ وہ فضولی ہے اور جائز نہیں اگر اسکو فضولی جان چکا ہو کذا فی القنیہ اور اسی قول کو معتمد جانا ہے ابن شحنہ نے اور اسکو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور زیلعی اور ابن ملک نے اسپر یقین کیا ہے کہ ثمن امانت ہے مطلقا یعنی خواہ قبل اجازت کے ثمن ہلاک ہوا ہو یا بعد اجازت کے کذا فی المنح اور در صورت امانت رجوع مثل ثمن جائز نہیں وقوله اساءت بئس ما صنعت او احسنت او اصبت على المختار فتح اور مالک کا یوں کہنا فضولی سے کہ برا کیا تو نے کذا فی النهر بری چیز تو نے کی یا خوب کیا تو نے یا اچھا کیا تو نے اجازت ہے بقول مختار کذا فی الفتح ھ اور غیر مختار قاضی خان کا قول ہے کہ احسنت اور اصبت اجازت نہیں کیونکہ استہزا کے واسطے بھی بولتے ہیں کذا فی الطحطاوی وهبة الثمن من المشتري والتصدق عليه اجازة لو المبيع قائما عماديه اور ثمن ہبہ کرنا مالک کا مشتری سے اور ثمن کا تصدق کرنا مشتری پر اجازت ہے بیع کی بشرطیکہ مبیع قائم ہو کذا فی العمادیہ وقوله لا اجيز رد له اى للبيع الموقوف فلو اجاز بعده لا يجوز لان المفسوخ لا يجاز بخلاف المستاجر اذا قال لا اجيز ثم اجاز جاز اور مالک کا یوں کہنا کہ میں اجازت نہیں دیتا بیع موقوف کا رد کرنا ہے اگر بعد اسکے اجازت دیگا تو جائز نہیں اسواسطے کہ مفسوخ اجازت پذیر نہیں ہوتا بخلاف مستاجر کے اگر کہے کہ میں اجازت نہیں دیتا اجارہ کو اور اسکی بیع کو پھر بعد اسکے اسنے اجازت دی تو جائز ہے وافاد كلامه جواز الاجازة بالفعل والقول وان المالك الاجازة والفسخ والمشتري الفسخ لا الاجازة وكذا الفضولي فسخها في البيع والنكاح لانه معبر محض نهر

اور مصنف کے کلام سے ثابت ہوا اجازت کا جائز ہونا فعل سے اور قول سے اور یہ کہ مالک کو بیع کا جائز رکھنا اور اسکا فسخ کر دینا جائز ہے اور مشتری کو فسخ جائز ہو نہ اجازت اوسیطرح فضولی کو قبل اجازت مالک کے بیع میں فسخ کرنا جائز ہے نہ نکاح میں کیونکہ فضولی نکاح میں سفیر محض ہے کذا فی البزازیہ جب فضولی نکاح میں سفیر ہوا تو حقوق نکاح موکل سے متعلق ہونگے نہ فضولی سے بخلاف بیع کے کہ اسمیں فضولی کو فسخ کا اختیار ہے یا حقوق اپنی ذات سے دفع کرے اسواسطے کہ اجازت مالک کے بعد فضولی بمنزلہ وکیل ہوگا تو حقوق عقد اسکی طرف راجع ہونگے یعنی مطالب بالتسلیم اور مخاصم بالعیب ہوگا اور اسمیں اسکا ضرر ہے تو اسکو اپنے اوپر سے ضرر ہٹانا قبل اسکے ثبوت کے جائز ہوا کذا فی المنح وفی المجمع لو اجاز احد المالکین خیّر المشتری فی حصته والزمه محمد بہا اور مجمع میں ہے کہ اگر دو مالکوں میں سے ایک مالک نے بیع جائز رکھی تو مشتری مختار ہے اسکے حصے لینے میں اور محمد نے مشتری پر حصے کی بیع لازم رکھی ہے بلا اختیار ۔ ولو ان فضولیا باع ملکه فاجاز ولم یعلم مقدار الثمن فلما علم رد البیع فالمعتبر اجازته لصیرورته بالاجازة کالوکیل حتی یصح حطه من الثمن مطلقا بزازیہ مالک نے سنا کہ فضولی نے اسکا مال بیچ ڈالا اسوقت بیع کو جائز رکھا اور حالانکہ اسکو ثمن کی مقدار معلوم نہیں ہے پھر جب اسکو علم ہوا مقدار کا تو اسنے بیع کو رد کیا تو اسکی اجازت ہی معتبر ہوگی نہ رد بسبب جانے فضولی کے اجازت سے مانند وکیل کے تا اینکہ اسکا کم کر دینا ثمن سے صحیح ہے مطلقا کذا فی البزازیہ یعنی جبکہ فضولی وکیل کے مانند ہوا اجازت دینے سے تو وکیل کو بیع کرنا قلیل اور کثیر سے جائز ہے مطلقا خواہ مالک کو اسکا علم ہوا ہو یا نہ ہو کذا فی المنح ۔ اشتری من غاصب عبدا فاعتقه المشتری او باعه فاجاز المالک بیع الغاصب وادّی الغاصب الضمان الی المالک علی الاشبہ ہدایہ او ادی المشتری الضمان الیه علی الصحیح زیلعی نفذ الاول وھو العتق لا الثانی وھو البیع لان الاعتاق انما یفتقر للملک وقت نفاذه لا وقت ثبوته خرید کیا غاصب سے غلام کو پھر مشتری نے اسکو آزاد کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع جائز رکھی یا غاصب نے تاوان دیا مالک کو بنابر اصح قول کے کذا فی الہدایہ یا مشتری نے مالک کو تاوان دیا بنابر صحیح قول کے کذا فی شرح الزیلعی تو اول یعنی عتق نافذ ہوگا نہ ثانی یعنی بیع اسواسطے کہ اعتاق محتاج ہے ملک کا اپنے نافذ ہونے کے وقت نہ ثابت ہونیکے وقت ۔ ھم یعنی تا عدم اجازت عتق موقوف تھا مالک کے ضرر دفع کرنیکے واسطے اور بعد اجازت کے نافذ ہو گیا اور یہ حدیث شریف میں کہ لا عتق لابن آدم فیما لا یملک عتق نافذ فی الحال مراد ہے بخلاف بیع کے کہ وہ محتاج ملک ہے ثبوت کے وقت قید بعتق المشتری لان عتق الغاصب لا ینفذ باداء الضمان لثبوت ملکه به زیلعی مصنف نے عتق مشتری کی قید لگائی اسواسطے کہ غاصب کا آزاد کرنا نافذ نہیں تاوان دینے سے بسبب ثابت ہونے اسکی ملک کے تاوان سے کذا فی الزیلعی ھم یعنی غاصب کی ملک تاوان سے ثابت ہے نہ غصب سے کیونکہ غصب ملک کا سبب نہیں تو عتق اسوقت واقع ہوا جب کہ اصلا ملک نہ تھی لہذا نافذ نہوگا بخلاف مشتری کی ضمان کے کہ اسمیں ملک ثابت ہوگی بیع کے وقت سے کذا فی الطحطاوی ولو قطعت یده مثلا عند مشتریه فاجیز البیع فارشه ای القطع له وکذا کل ما یحدث من المبیع کالکسب والولد والعقر لو قبل الاجازة تکون للمشتری لان الملک تم له من وقت الشراء بخلاف الغاصب لما مر اور اگر ہاتھ کاٹا گیا مثلا غلام مبیع کا اسکے مشتری کے پاس پھر اسکی بیع کی اجازت ہوئی تو قطع کی دیت مشتری کی ہے اور اسیطرح جو چیز پیدا ہو مبیع سے جیسا کہ اسکا کسب اور لونڈی کا لڑکا اور مہر اگرچہ قبل اجازت انکا حدوث ہو مشتری کے مملوک میں ہے اسواسطے کہ اجازت کے سبب سے مشتری کی ملک پوری ہو گئی خرید کے وقت سے تو قطع وغیرہ اسکی ملک میں حادث ہوا بخلاف غاصب کے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی اسکی ملک تاوان دینے سے ثابت ہوتی ہے نہ غصب سے ۔ وتصدق بما زاد علی نصف الثمن وجوبا لعدم دخوله فی ضمانه فتح اور جسقدر دیت زیادہ ہو غلام کی نصف ثمن پر اسکو مشتری تصدق کرے بنابر وجوب کے بسبب داخل نہ ہونے زائد نصف ثمن کے اسکی ضمان میں کذا فی الفتح ھم ایک ہاتھ کی دیت غلام میں نصف قیمت ہے اور مشتری کی ضمان میں اسقدر داخل ہے جو مقابلہ ثمن کے ہے تو نصف ثمن سے جسقدر دیت زیادہ ہوگی اسمیں شبہہ ہے عدم ملک کا لہذا اسکا تصدق کرنا واجب ہوا کذا فی الطحطاوی عن الفتح باع عبد غیره بغیر امره فبرهن ای اقام المشتری مثلا علی اقرار البائع الفضولی او علی اقرار رب العبد انه لم یامره بالبیع للعبد واراد المشتری رد المبیع

رَدَّتْ بَيِّنَتُهُ وَلَمْ يُقْبَلْ قَوْلُهُ لِلتَّنَاقُضِ فضولی نے غیر کا غلام بدون اُسکے امر کے بیچا پھر مشتری نے گواہ گذرانے مثلاً بائع فضولی کے اقرار پر گواہ لایا غلام کے مالک کے اقرار پر کہ مالک نے فضولی کو بیع کے واسطے نہ کہا تھا اور مشتری نے مبیع کے پھیر دینے کا ارادہ کیا تو اُسکے گواہ مردود ہین اور اُسکا قول مقبول نہوگا بسبب تناقض کے شارح نے کہا بغیر امر مالک کے قید اتفاقی ہے یعنی اسواسطے کہ محل نزاع بائع اور مشتری مین تو یہی امر ہے وجہ تناقض یہ ہے کہ عاقدین عاقلین کا اقدام عقد پر صحت بیع اور اُسکے نفاذ پر دلیل ہے اور گواہ مقبول نہین ہوتے مگر صحیح دعوی پر پھر جب دعوی باطل ہوا تو گواہ بھی مقبول نہونگے كَمَا لَوْ اَقَامَ الْبَائِعُ بَيِّنَتَهُ اَنَّهُ بَاعَ بِلَا اَمْرٍ اَوْ بَرْهَنَ عَلَى اِقْرَارِ الْمُشْتَرِي بِذَلِكَ وَاَصْلُهُ اَنَّ مَنْ سَعَى فِي نَقْضِ مَا تَمَّ مِنْ جِهَتِهِ لَا يُقْبَلُ اِلَّا فِي مَسْئَلَتَيْنِ چنانچہ گواہ مقبول نہین اگر بائع گواہ لایا اسپر کہ اُسنے بیع کی بلا امر مالک کے یا گواہ لایا مشتری کے اسطرح کے اقرار پر اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ جو شخص سعی کرے اُس چیز کے توڑنے مین جو اُسی شخص کی جہت سے کامل اور پوری ہوئی ہے تو اُسکی سعی مقبول نہین مردود ہے مگر دو مسئلون مین مقبول ہے ایک مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کو خرید کیا اور اُسپر قبضہ کیا پھر دعوی کیا کہ بائع نے اُسکو قبل اسکے فلانے شخص غائب کے ہاتھ بیچا تھا اور اسپر گواہ لایا تو گواہ اُسکے مقبول ہین دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک لونڈی کسیکو ہبہ کی اور موہوب لہ نے اُسکو حرم بنایا پھر واہب نے دعوی کیا کہ اُسکو مین نے مدبرہ کیا تھا اور اُسپر گواہ لایا تو گواہ مقبول ہین تو لونڈی پھیر لے اور اسپر محمول ہوگا کہ اُسنے یہ فعل کیا پھر وہ تائب ہوا اور اُسنے تدبیر کا اقرار کیا تا گناہ مین گرفتار نہ رہے کذا فی الطحطاوی وَاِنْ اَقَرَّ الْبَائِعُ بِذَلِكَ عِنْدَ الْقَاضِي بِاَنْ صَرَّحَ بِعَدَمِ اَمْرِهِ بِالْبَيْعِ وَوَافَقَهُ عَلَيْهِ عَلَى عَدَمِ الْاَمْرِ الْمُشْتَرِي انْتَقَضَ الْبَيْعُ لِاَنَّ التَّنَاقُضَ لَا يَمْنَعُ صِحَّةَ الْاِقْرَارِ لِعَدَمِ التُّهْمَةِ فَاِذَا تَوَافَقَا بَطَلَ فِي حَقِّهِمَا لَا فِي حَقِّ الْمَالِكِ اِنْ كَذَّبَهُمَا وَادَّعَى اَنَّهُ كَانَ بِاَمْرِهِ فَيُطَالِبُ الْبَائِعَ بِالثَّمَنِ لِاَنَّهُ وَكِيلٌ لَا الْمُشْتَرِي خِلَافًا لِلثَّانِي اور اگر بائع مذکور نے اقرار کیا اگرچہ قاضی کے سوا اور کسیکے پاس اقرار کیا ہو کذا فی البحر اسطرح کہ غلام کے مالک نے مجکو اسکی بیع کا امر نہین کیا اور عدم امر پر مشتری بھی بائع کے موافق ہوا تو بیع ٹوٹ جائیگی اسواسطے کہ ایسا تناقض عدم امر کی صحت اقرار کا مانع نہین بسبب نفی تہمت کے اپنی ذات کے اقرار مین پھر جب متعاقدین موافق ہوئے تو بیع باطل ہوگی دونون کے حق مین نہ غلام کے مالک کے حق مین اگر وہ دونون کی تکذیب کرے اور اسکا مدعی ہو کہ بیع میرے امر سے ہوئی تھی تو مالک بائع سے ثمن کا مطالبہ کریگا کیونکہ وہ وکیل ہے نہ مشتری سے بخلاف ابو یوسف کے مذہب کے یعنی اُنکے نزدیک مشتری سے بھی مطالبہ کر سکتا ہے سو اگر مشتری ثمن ادا کرے تو بائع سے پھیرے کذا فی الطحطاوی وَبَاعَ دَارَ غَيْرِهِ بِغَيْرِ اَمْرِهِ وَاَقْبَضَهَا الْمُشْتَرِي ثُمَّ وَاَمَّا اِدْخَالُهَا فِي بِنَاءِ الْمُشْتَرِي فَقَيْدٌ اِتِّفَاقِيٌّ اپنے غیر کا گھر بیچا بدون اُسکے امر کے اور اُسپر مشتری کا قبضہ کرا دیا کذا فی النہر اور گھر کا داخل کرنا مشتری کی عمارت مین چنانچہ کنز مین واقع ہوا قید اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الدرر ہم بلا امر مالک کے قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی محل نزاع ہے ثُمَّ اعْتَرَفَ الْبَائِعُ الْفُضُولِيُّ بِالْغَصْبِ وَاَنْكَرَ الْمُشْتَرِي لَمْ يَضْمَنِ الْبَائِعُ قِيمَةَ الدَّارِ لِعَدَمِ سِرَايَةِ اِقْرَارِهِ عَلَى الْمُشْتَرِي پھر بائع فضولی نے غصب کا اقرار کیا اور مشتری نے غصب کا انکار کیا تو بائع گھر کی قیمت کا تاوان نہ دیگا بسبب سرایت نہ کرنے اقرار بائع کے مشتری پر ہم عدم سرایت اقرار بائع اسکے عدم ضمان کی علت نہین بلکہ عدم سرایت عدم نزع دار کی علت ہے یعنی مشتری کے ہاتھ سے گھر نہ نکالا جائیگا بائع کے اقرار سے اور عدم ضمان بائع کے باوجود اقرار غصب کے یہ علت ہے کہ زمین کا غصب کرنا شیخین کے نزدیک صحیح نہین اور محمد کے نزدیک بائع قیمت دیگا ضامن ہے اور ابو یوسف کا بھی پہلا قول یہی تھا کذا فی الطحطاوی فَاِنْ بَرْهَنَ الْمَالِكُ اَخَذَهَا لِاَنَّهُ نَوَّرَ دَعْوَاهُ بِبَيِّنَةٍ اور اگر مالک گواہ لایا غصب پر تو گھر کو لیگا اسواسطے کہ اُسنے اپنے دعوی کو شہادت سے روشن اور ثابت کر دیا **فروع** مسائل تحفہ شارح کے بَاعَهُ فُضُولِيٌّ وَاَجَرَهُ آخَرُ اَوْ زَوَّجَهُ اَوْ رَهَنَهُ فَاَجَازَ مَعًا ثَبَتَ الْاَقْوَى فَتَصِيرُ مَمْلُوكَةً لَا زَوْجَةً فَتْحٌ غیر کے غلام کو فضولی نے بیچا اور دوسرے فضولی نے اُسکو اجارہ دیا یا اُسکا نکاح کر دیا یا رہن رکھا پھر دونون فضولیون کے فعل کی اجازت ہوئی ساتھ ہی یعنی بلا تقدیم اور تاخیر تو قوی تر عقد ثابت ہوگا اور لونڈی مملوکہ ہوگی نہ زوجہ کذا فی الفتح یعنی اسواسطے کہ بیع قوی تر ہے نکاح سے اور اگر دونون عقد برابر ہون چنانچہ ایک شخص کا دو فضولیون نے دو عورتون سے نکاح کیا یا غلام کو دونون نے جدا جدا بیچا پھر دونون کے واسطے

اجازت

اجازت ہوئی سابقہ تو نکاح باطل ہو گا اور دونوں مشتریوں کو نصف نصف غلام کے لینے یا ترک کرنے میں اختیار ہو گا کذا فی البحر سکوت المالک عند العقد لیس اجازۃ خانیۃ من اخر فصل الاقالۃ ۔ مالک کا سکوت عقد کے وقت اجازت نہیں ہے خانیہ میں فصل اقالہ کے آخر

باب الاقالۃ

یہ باب ہے اقالہ کے احکام میں ۔ مناسبت اقالہ کی فضولی سے یہ ہے کہ اقالہ بھی عبارت ہے رفع عقد سے اور بیع فضولی در صورت عدم اجازت مرفوع ہوتا ہے هی لغۃ الرفع من اقال اجوف یائی ۔ اقالہ لغت میں رفع ہے اقال اجوف یائی سے ہے بعضوں نے کہا کہ اقالہ قول سے مشتق ہے اور ہمزہ سلب کا ہے شارح نے اسکو رد کیا کہ اقالہ قیل سے مشتق ہے نہ قول سے علامہ نوح نے کہا کہ عرب لوگ بولتے ہیں قلت بیع بالکسر اگر قول سے مشتق ہوتا تو قلت بالضم بولتے دوسری وجہ یہ ہے کہ اسکا مصدر تلاقی یائی آتا ہے نہ واوی مجموع اللغۃ میں کہا اقال البیع قیلا فسخہ تیسری وجہ یہ ہے کہ اہل لغت مانند صاحب صحاح و قاموس وغیرہما نے اسکو ق ی ل کے مادہ میں مذکور کیا ہے نہ ق و ل میں وشرعاً رفع البیع ۔ اور شرع میں اقالہ عبارت ہے رفع بیع سے یعنی بیع کو بعد اسکے ثبوت کے زائل کرنا وعمم فی الجوهرۃ فعبر بالعقد ۔ اور جوہرہ میں اقالہ کو عام کہا ہے یوں تعبیر کیا ہے کہ اقالہ عبارت ہے رفع عقد سے تو یہ تعبیر بیع اور اجارہ وغیرہما کو شامل ہے وتصح بلفظین ماضیین وهذا رکنہا او احدہما مستقبل کاقلنی فقال اقلتک لعدم المساومۃ فیہا فکانت کالنکاح ۔ اور اقالہ صحیح ہے دو ماضی لفظوں سے اور یہ اقالہ کا رکن ہے یا ایک لفظ ماضی ہو اور دوسرا مستقبل چنانچہ مشتری نے کہا کہ مجھے اقالہ کر بائع نے کہا کہ میں نے تجھے اقالہ کیا کیونکہ اقالہ میں مول چکانا نہیں تو اقالہ نکاح کے مانند ہوا ہم یہ جواب ہے سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک جمیع الوجوہ سے اقالہ بیع ہے اور امام کے نزدیک بعض وجوہ سے بیع ہے اور بیع جب کہ لفظ مستقبل سے منعقد نہیں ہوتی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اقالہ اس میں در حکم بیع نہیں اسواسطے کہ مول چکانا اقالہ میں جاری نہیں بخلاف بیع کے وقال محمد کالبیع قال البرجندی وهو المختار ۔ اور محمد نے کہا کہ اقالہ بیع کے مانند ہے منعقد ہو گا مگر دو ماضی لفظوں سے یا ماضی اور حال سے برجندی نے کہا یہی قول مختار ہے وتصح ایضاً بفاسختک وترکت وتارکتک ورفعت ۔ اقالہ صحیح ہوتا ہے ان الفاظ سے بھی جو متن میں مذکور ہوئے یعنی میں نے تجھ سے بیع فسخ کی اور ترک کی اور تجھ سے میں نے متارکہ بیع کا کیا اور بیع کو میں نے اٹھا دیا ۔ مصنف نے اشارہ کیا کہ اقالہ فقط اقلتک کے لفظ پر منحصر نہیں بلکہ الفاظ مذکورہ سے بھی صحیح ہے وبالتعاطی ولو من احد الجانبین کالبیع هو الصحیح بزازیہ ۔ اور اقالہ صحیح ہے تعاطی سے بھی اگرچہ تعاطی ایک ہی طرف سے ہو بیع کے مانند یہی قول صحیح ہے کذا فی البزازیہ ۔ ہم یعنی اگر مشتری مبیع بائع کو تسلیم کرے اور بائع ثمن مشتری کو تسلیم کرے بلا لفظ اقالہ وغیرہ یا ایک شخص تسلیم کرے بلا لفظ اور دوسرا لفظ اقالہ وغیرہ زبان پر لاوے تو بقول صحیح اقالہ صحیح ہو گا جیسے بیع صحیح ہوتی ہے وفی السراجیۃ لا بد من التسلیم والقبض من الجانبین ۔ اور سراجیہ میں ہے کہ تسلیم مبیع اور قبض ثمن مدفوع ضرور ہے دونوں جانب سے ہم یہ قول مقابل ہے قول صحیح مذکور کے یعنی غیر صحیح ہے وتتوقف علی قبول الاخر فی المجلس ولو کان القبول فعلاً کما لو قطعہ او قبضہ فور قول المشتری اقلتک لان من شرائطہا اتحاد المجلس ۔ اور اقالہ موقوف ہے طرف ثانی کے قبول کرنے پر اسی مجلس میں اگرچہ قبول فعل ہو نہ قول چنانچہ بائع نے مبیع کو قطع کیا یا اسپر قبضہ کر لیا فی الفور مشتری کے اس قول کے بعد کہ اقلتک اسواسطے کہ اقالہ کی شرطوں سے اتحاد مجلس ہے ہم فی الفور سے مراد یہ ہے کہ قبول اسی مجلس میں واقع ہو اور شرط اتحاد مجلس پر وہ مسئلہ متفرع ہے جو قنیہ میں مذکور ہے کہ دلال نے ایک چیز کو بائع سے اسکے بیچا پھر اسکا ثمن بائع کے پاس لایا بائع نے کہا کہ میں یہ ثمن نہ دونگا سو دلال نے یہ خبر مشتری کو دی مشتری نے کہا کہ میں بھی نہیں چاہتا تو بیع مذکور فسخ نہ ہو گی بسبب تعدد مجلس کے وبرضی المتعاقدین او الورثۃ او الوصی ۔ اور منجملہ شرائط اقالہ رضامندی ہے متعاقدین کی یا انکے وارثوں یا وصی کی والمحل القابل للفسخ بخیار فلو تلد زیادۃ تمنع الفسخ لم تصح خلافاً لهما ۔ اور شرط ہے باقی رہنا اس محل کا جو قابل فسخ ہو بسبب خیارات ثلثہ یعنی خیار شرط اور خیار عیب و خیار رویت کے تو اگر مبیع میں ایسی زیادتی ہو گئی جو فسخ کی مانع ہے تو اقالہ صحیح نہ ہو گا خلاف صاحبین کے ہم زیادت مانع فسخ زیادت متصلہ غیر متولدہ ہے چنانچہ رنگ دینا

اور زیادت منفصلہ متولدہ جیسا بچہ ولد اور ثمر وقبض بدلی الصرف فی اقالتہ اور شرط ہے قبض کرنا صرف کے بدلین کا صرف کے اقالہ مین ہو وان لا یقبض البائع
الثمن المشتری قبل قبضہ اور یہ شرط ہے کہ بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ کیا ہو قبل اسکے قبضہ کرنے کے کہا طحطاوی نے کہا مشتری سے غلام ماذون مراد ہے اگر بائع نے
اُسکو ثمن قبل القبض ہبہ کیا تو اقالہ صحیح نہین وان لا یکون البیع باکثر من القیمۃ ببیع ماذون ووصی ومتولی اور یہ شرط ہے کہ بیع اُس ثمن سے
نہو جو قیمت سے زیادہ تر ہے غلام ماذون اور وصی یتیم اور متولی وقف کی بیع مین ہم یعنی ایک چیز کی قیمت ایک درم ہو اور غلام ماذون یا وصی یا متولی نے
اُسکو بعوض دو درم یا زیادہ کے بیچا تو اب اقالہ صحیح نہین برعایت مولی اور یتیم اور وقف کے اور اسیطرح اگر کثیر القیمت کو بثمن قلیل خرید کیا ماذون وغیرہ نے تو بھی
اقالہ صحیح نہین وتصح اقالۃ المتولی ان خیرا للوقف ولکن لا الاصل ان من ملک البیع ملک اقالتہ الا فی خمس الثلثۃ المذکورۃ والوکیل
بالشراء قیل وبالسلم اشباہ اور صحیح ہے اقالہ کرنا متولی کا اگر اقالہ وقف کے واسطے بہتر ہو اور نہین تو نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو بیع کا مالک ہو
اقالہ بیع کا بھی مالک ہو مگر پانچ صورتون مین مالک بیع کا مالک اقالہ نہین تین صورتین مذکور ہو چکین یعنی بیع ماذون اور وصی اور متولی اور چوتھی
صورت خرید کا وکیل بعضون نے کہا اور پانچوین صورت سلم کا وکیل ہے کذا فی الاشباہ یعنی سلم فیہ کی خرید کا وکیل اقالہ نہین کر سکتا ابو یوسف کے نزدیک
اور طرفین کے نزدیک اُسکا اقالہ جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن حاشیۃ الاشباہ للحموی ولا اقالۃ فی نکاح وطلاق وعتاق جوہرۃ اور اقالہ جاری نہین نکاح اور
طلاق اور عتاق مین کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ شارع نے نکاح کے واسطے رافع مخصوص قرار دیا ہے یعنی طلاق یا فسخ وغیرہ اور طلاق بعد واقع ہونے کے مرتفع نہین
دور کرنیوالا
ہوتی عتاق کے مانند وابراء بحر مین باب التحالف اور اقالہ نہین ابرا مین کذا فی البحر مین باب التحالف اسواسطے کہ دین ایسے ساقط ہو گیا اور
پھر عود نہین کرتا وھی مندوبۃ للحدیث اور اقالہ بیع مستحب ہے بدلیل حدیث شریف ہم ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اقال مسلما بیعتہ اقال اللہ عثرتہ یوم القیامۃ یعنی جو مسلمان سے اپنی بیع کا اقالہ کرے حق تعالی روز قیامت مین اُسکی
لغزش کو دور کرے اور بیہقی کی روایت مین مسلما وارد ہے کذا فی الفتح القدیر وتجب فی عقد مکروہ وفاسد بحر وفیما اذا غر البائع یسیرا
بفرعنا فلو فاحشا فلہ الرد کما سیجیء اور اقالہ واجب ہے عقد مکروہ اور فاسد مین کذا فی البحر اور اُسمین اقالہ واجب ہے جبکہ بائع نے مشتری کو تھوڑا فریب
دیا ہو کذا فی النہر بحثا اور جو بائع نے اُسکو زیادہ فریب دیا ہو تو مشتری کو رد بیع کا اختیار ہے چنانچہ آویگا وحکمہا انہا فسخ فی حق المتعاقدین فیما ھو
من موجبات نفس العقد ای کحکم العقد اور اقالہ کا حکم یہ ہے کہ اقالہ فسخ ہے متعاقدین کے حق مین اُس چیز مین جو منجملہ احکام عقد کے ہے موجبات نفس
جس سے احکام عقد مراد ہین ہم موجبات عقد وہ امور ہین جو نفس عقد سے ثابت ہون بدون شرط کے امام اعظم کے نزدیک اقالہ فسخ ہے خواہ قبل قبض ہو یا بعد
قبض کے اور غیر متعاقدین کے حق مین بیع جدید نہین مگر جبکہ بعد قبض کے ہو اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہے مطلقا متعاقدین کے حق مین اور غیر
متعاقدین کے حق مین بھی اور محمد کے نزدیک فسخ ہے مطلقا اما لو وجب بشرط زائد کان بیعا جدیدا فی حقہما ایضا کان اشتری بدینہ المؤجل عینا ثم تقایلا
لم یعجل الاجل فیصیر بیعا لا فسخا کانہ باعہ منہ ولو ردہ بخیار بقضاء عاد الاجل لانہ فسخ ولو کان بہ کفیل لم تعد الکفالۃ فیہما خانیہ اور اگر عقد بیع بشرط زائد
واجب ہو تو اقالہ متعاقدین کے حق مین بھی بیع جدید ہوگا چنانچہ صاحب دین نے بعوض اپنے دین موجل کے کسی شی کو خرید کیا پھر متعاقدین نے اُس بیع کا اقالہ
کیا تو دین کی مدت اعادہ نکریگی تو اُسکا دین فی الحال لازم الادا ہو جائیگا گویا صاحب دین نے اس شی کو مدیون کے ہاتھ بیچا اور اگر صاحب دین نے اس شی کو بسبب عیب کے بحکم قاضی
پھیر دیا کذا فی النہر تو مدت دین کی بھی ثابت ہوگی کیونکہ یہ رد کرنا فسخ ہے بیع نہین اور اگر دین مذکور کا کوئی کفیل ہو تو کفالت دونون صورتون مین عود نکریگی کذا فی الخانیہ ہم یعنی اقالہ اور رد
بالعیب مین کفالت کا اعادہ نہوگا خلاصہ یہ ہے کہ بیع مین مدت اور کفالت کا اعادہ نہین بعد اقالہ کے اور رد بالعیب مین مدت کا اعادہ ہے نہ کفالت کا کذا فی الطحطاوی ثم ذکر لکن
فسخا فرعا فالاولی انہا تبطل بعد ولادۃ المبیعۃ لتعذر الفسخ بالزیادۃ المنفصلۃ بعد القبض حقا للشرع لا قبلہ مطلقا ابن ملک پھر مصنف نے تفریع

[illegible] ۱۲

اقالے کے فسخ ہونے پر فروع ذکر کیے فرع اول یہ ہے کہ اقالہ باطل ہے بعد ولادت مبیع کے بواسطہ متعذر ہونے فسخ بیع کے زیادت منفصلہ بعد قبض کے بنا بر
شرع شریف نہ قبض کے قبل مطلقاً کذا ذکرہ ابن ملک یعنی زیادت قبل القبض مانع اقالہ نہیں مطلقاً خواہ زیادت متصلہ ہو یا منفصلہ [illegible]
اقالہ بعد ولادت باطل ہے اگر اقالہ بیع ہوتا تو بعد ولادت باطل نہوتا تو ثابت ہوا کہ اقالہ فسخ ہے نہ بیع والثانی یجب مثل الثمن الاول بالسکوت عنہ اور فرع ثانی یہ ہے کہ اقالہ صحیح ہے ثمن اول
کے برابر اور ثمن کے سکوت سے یعنی درصورت سکوت ثمن اول واجب ہوگا بالاجماع تو اگر اقالہ بیع ہوتا تو سکوت ثمن سے جائز نہوتا و یرد مثل الثمن ولو المقبوض
اجود او ادنی اور مثل ثمن پھیر دیا جاوے مانند ثمر یعنی جو ثمن کہ بیع اول میں ٹھہرا ہوا تھا وہی دیا جائیگا اگرچہ مقبوض ثمن سے بہتر ہو یا بدتر ہو لکھوٹا اگر ثمن
دس دینار تھا اور مشتری نے اسکے عوض درہم دیے پھر دونوں نے اقالہ کیا حالانکہ درہم ارزاں ہو گئے تو مشتری دینار لیگا نہ درہم کذا فی النہر ولو تقایلا
وقد کسدت ردها کاسدۃ اور اگر [illegible] نے اقالہ کیا پھر وہ درہم کاسد ہو گئے تو کاسد پھیرے کذا فی البحر والفتح الا اذا باع المتولی او الوصی شیئا
او للصغیر شیئا باکثر من قیمتہ او اشتری له شیئا باقل منها ثم اقال للصغیر لم تجز اقالة ولو بمثل الثمن الاول وکذا المأذون [illegible]
ثمن اول اور سکوت سے اقالہ صحیح ہے مگر جب کہ متولی نے وقف کے واسطے اور وصی نے صغیر کے واسطے کوئی چیز بیچی اُسکی قیمت سے زیادہ یا وقف
کوئی چیز خرید لی وقف یا صغیر کے واسطے اُسکی کمتر قیمت سے تو اقالہ اسکا جائز نہیں اگرچہ ثمن اول کی شرط سے اقالہ ہوا اور اسیطرح غلام ماذون کا حکم ہے اور
عنقریب مذکور ہو چکا وان وصلیہ شرط غیر جنسہ او اکثر منہ او اجلہ وان اقالہ [illegible] تعیبہ فیکون فسخا بالاقل لحدوث العیب
لا بالزید ولا انقص فیما لا یقدر ما یتغابن الناس فیہ ثم فرع الثانی کا تتمہ اقالہ صحیح ہے گو کہ غیر جنس ثمن شرط ہوا ہو یا ثمن سے زیادہ شرط ہوا
ثمن کی مدت مشروط ہو اور اسیطرح کمتر ثمن ہے مگر مبیع کے معیوب ہو جانے کے ساتھ اقل ثمن سے اقالہ صحیح ہے تو یہ فسخ بالاقل ہے اگر قلت ثمن بقدر عیب کے ہو
نہ زیادہ نہ کمتر بعضوں نے کہا اگر اُسقدر کی زیادتی اور کمی ہو کہ جس میں کچھ مضائقہ نہیں جسمیں لوگ متغابن ہوتے ہیں شاید ہے کہ ان شرط کان وصلیہ [illegible]
ان شرط استغناء [illegible] تو اسکی تقدیم استثنا پر مناسب تھی کذا فی الحلبی والثالث لا تفسد بالشرط الفاسد وان لم یصح تعلیقہا بہ
کما سیجیء اور فرع ثالث یہ ہے کہ اقالہ فاسد نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے اگرچہ اُسکی تعلیق شرط فاسد سے صحیح نہیں چنانچہ کتاب الصرف سے پہلے آویگا
تعلیق کی صورت یہ ہے کہ خالد نے کپڑا زید کے ہاتھ بیچا اور کہا کہ تو نے ارزاں خریدا سو زید نے کہا اگر تو زیادہ ثمن بیچنے والا اور خریدار پاوے تو اُسکے ہاتھ بیع کیجیو
اور خالد نے زیادہ ثمن کو بیع کی تو بیع ثانی منعقد نہو گی سو اسواسطے کہ یہ اقالہ کی تعلیق ہے شرط سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والرابع جاز للبائع بیع المبیع منہ
ثانیا بعدها ما قبل قبضہ ولو کان بیعا فی حقہما لبطل لکونہ من غیر المشتری عینی اور فرع رابع یہ ہے کہ بائع کو جائز ہے مبیع کا بیچنا مشتری سے دوسری بار
بعد اقالے کے قبل قبض کرنے مبیع کے اور اگر اقالہ بیع ہوتا دونوں کے حق میں تو بیع ثانی باطل ہوتی جیسے بائع مذکور کی بیع غیر مشتری سے باطل ہے کذا فی العینی
بطلان بیع سے فساد بیع مراد ہے وجہ فساد بیع منقول ہے قبل اُسکے قبض کے والخامس جاز قبض المکیل والموزون منہ بعدها بلا اعادۃ کیل ووزن اور فرع
خامس یہ ہے کہ جائز ہے قبضہ کرنا مکیل اور موزون کا مشتری سے بعد اقالہ کے بلا اعادہ اُسکے کیل اور وزن کے یعنی اگر اقالہ بیع ہوتا تو بلا اعادہ قبض جائز نہوتا والسادس
جاز ھبۃ المبیع منہ بعد الاقالۃ قبل القبض ولو کان بیعا فی حقہما لما جاز کذا [illegible] اور فرع سادس یہ ہے کہ جائز ہے ہبہ مبیع کا مشتری کو بائع کے واسطے بعد اقالہ قبل القبض کے
اور اقالہ بیع ہوتا بائع اور مشتری کے حق میں تو فروع ستہ میں سے کچھ جائز نہوتا اصل وجہ عدم جواز ہبہ یہ ہے کہ بیع فسخ ہو جاتی ہے اگر مشتری بائع کو مبیع ہبہ کرے قبل القبض
وانما ھو بیع فی حق الثالث لو بعد القبض بلفظ الاقالۃ فلو قبلہ فہی فسخ فی حق الکل فی غیر العقار اور اقالہ تو بیع ہے متعاقدین کے سوا تیسرے شخص کے حق میں بشرطیکہ اقالہ
بعد قبض کے بلفظ اقالہ ہوا اور اگر اقالہ قبل قبض کے ہو تو وہ فسخ ہے سب کے حق میں ماسوائے زمین کے کہ زمین کا اقالہ اسواسطے فسخ نہو اگر بیع زمین کی قبضہ کرنے سے پہلے
جائز ہے بخلاف منقول کے ولو بلفظ مفاسخۃ او متارکۃ او تراد لم یجعل بیعا اتفاقا ولو بلفظ البیع فبیع اجماعا اور اگر اقالہ بلفظ مفاسخہ یا متارکہ یا تراد [illegible] ہم ردکر چکے ہو گا تو
[illegible]

باتفاق امام اور صاحبین کے بیع ٹھہرایا جاویگا اور اگر اقالہ بلفظ بیع ہوگا تو بالاجماع بیع ہے۔ ھم بلفظ بیع اقالہ کے یہ صورت ہے کہ بائع نے مشتری سے کہا کہ پھیر یا بیچ جسکو تو نے خرید کیا

وثمرته فی مواضع فالاول لو کان المبیع عقارا فسلم الشفیع الشفعة ثم تقایلا قضی له بها لکونه بیعا جدیدا فکان الشفیع ثالثهما اور اسکا ثمرہ

یعنی حق ثالث میں اقالہ کے بیع ہونے کا ثمرہ چند مواضع میں ہے سو موضع اول یہ ہے کہ اگر مبیع زمین ہو اور شفیع نے شفعہ سے انکار کرو یا پھر بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ہو تو اب اگر شفیع مدعی ہوگا تو شفعہ اسکو دلایا جاویگا اسلیئے کہ بیع ہونے کے بیع جدید ہو تو شفیع متعاقدین کا تیسرا ہوا والثانی لا یرد البائع الثانی علی الاول بعیب علمه بعد ما

بیعه فی حقه اور موضع ثانی یہ ہے کہ بائع ثانی بائع اول پر رد نہیں کر سکتا بسبب اس عیب کے جو اسکو معلوم ہوا بعد اقالہ کے اسواسطے کہ وہ بیع ہوا اسکے حق میں یعنی جبکہ مشتری نے مبیع کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ مبیع میں عیب تھا بائع اول کے پاس اور بائع ثانی نے چاہا کہ اسکو پھیرے بائع اول کو تو اسکو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اسکے حق میں بیع ہے گویا بائع ثانی نے اپنے مشتری سے خرید کیا کذا فی النہر والثالث لیس للواهب الرجوع

اذا باع الموهوب له الموهوب من آخر ثم تقایلا لانه کالمشتری من المشتری منه اور موضع ثالث یہ ہے کہ واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں جبکہ

موہوب لہ نے موہوب کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا پھر دونوں میں اقالہ ہوا اسواسطے کہ موہوب لہ مشتری کے مانند ہے اپنے مشتری سے والرابع المشتری اذا باع المبیع

من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع شراؤه منه بالاقل اور موضع رابع یہ ہے کہ مشتری نے جبکہ مبیع کو بیچا دوسرے کے ہاتھ قبل نقد ثمن کے تو بائع کو اس سے خرید کرنا کم ثمن سے جائز ہے صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز خرید کی اور قبضہ کیا اور ہنوز ثمن نہیں دیا پھر اسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر بائع ثانی اور مشتری ثانی میں اقالہ ہوا اور مشتری اول کے پاس وہ چیز پھر آئی پھر بائع اول نے مشتری مذکور سے اسکو خرید کیا قبل نقد ثمن کے ثمن اول سے کمتر کو تو جائز ہے گویا بائع اول نے مشتری ثانی سے خرید کیا کذا فی

الطحطاوی والخامس اذا اشتری بعروض التجارة عبدا للخدمة بعد ما حال علیها الحول ووجد به عیبا فرده بغیر قضاء واسترد العروض

فهلکت فی یده لم تسقط الزکوة فالفقیر ثالثهما اذ الرد بعیب بلا قضاء اقالة اور موضع خامس یہ ہے کہ جب اجناس تجارت سے خدمت کے واسطے غلام خرید کیا بعد گذر جانے سال کے اجناس تجارت کو اور غلام میں کوئی عیب نکلا مشتری نے اسکو بغیر حکم قاضی پھیر دیا اور اجناس کو پھیر لیا اور اجناس ہلاک ہوگئیں مالک کے ہاتھ میں تو انکی زکوۃ ساقط نہوگی پس یہاں فقیر تیسرا ہے متعاقدین کا اسواسطے کہ بواسطہ عیب کے پھیر دینا بلا حکم قاضی اقالہ ہے ھم غلام میں خدمت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تجارت کا غلام ہوگا تو اسکی خرید استہلاک نہوگا کیونکہ مال تجارت کو تجارت کے مال سے بدلنا استہلاک نہیں ہے بغیر قضا کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ جبکہ قاضی رد کرا دے تو حق میں فسخ ہے تو گویا بیع واقع نہوئی اور اجناس ہلاک ہوگئیں تو زکوۃ واجب نہوگی رد بالعیب بلا قضا اسواسطے اقالہ ہوا کہ وہ بیع جدید ہے فقیر کے حق میں تو مشتری بیع اول سے اجناس کا مستہلک ٹھہرا لہذا زکوۃ واجب ہوئی اور اگر اقالہ فسخ ہوتا فقیر کے حق میں تو بیع اول سے مرتفع ہو جاتا کذا فی الطحطاوی

ویزاد التقابض فی الصرف ووجوب الاستبراء لانه حق الله تعالی فالله ثالثهما صدر الشریعة اور موضع خمسہ پر تقابض صرف کا اور وجوب استبراء کا زیادہ کیا گیا ہے اسواسطے کہ استبراء حق اللہ ہے تو اللہ تعالی تیسرا ٹھہرا متعاقدین کا کذا فی صدر الشریعہ ھم وجوب استبراء کی یہ صورت ہے کہ لونڈی خرید کی اور اسپر قبضہ کیا پھر اقالہ بیع ہوا اور یہ اقالہ مثل بیع کے ہے حق ثالث میں تو بائع اول کو وطی اسکی جائز نہوگی مگر بعد استبراء کے ولا اقالة بعد الاجارة والرهن فلیحرر ثالثهما فهی تسعة اور موضع نواں یہ ہے کہ اقالہ بعد اجارہ اور رہن کے اور مرتہن تیسرا ہے متعاقدین کا کذا فی النہر موضع متن و شرح کے تو یہ نو ہم نہر الفائق میں لکھا ہے کہ الاقالة بعد الرہن [illegible] تو ہم جواب یہ کہ اقالہ موقوف ہے [illegible] قبول [illegible] تو اقالہ بیع جدید ہے ثالث کے حق میں اور ثالث یہاں مرتہن ہے [illegible] اسی طرح اگر اجارہ دیا پھر اقالہ کیا [illegible] تو اقالہ مرتہن کی اجازت پر [illegible] موقوف ہے اور اقالہ بعد اجارہ کے مستاجر کی اجازت پر موقوف ہے اگر اسنے جائز رکھا تو نافذ ہوا ورنہ نہیں [illegible] باطل ہے شارح کو یوں کہنا [illegible] کذا فی الطحطاوی

وهلاک المبیع یمنع صحتها هلاک المبیع ولا حکما کا باق اور صحت اقالہ کا مانع ہے ہلاک ہونا مبیع کا [illegible]

[illegible] غلام کا ہے اور اگر بائع کی مبیع کی بعد اقالہ کے ہو وے تو اقالہ باطل ہے کہ بیع پھر قائم ہوگی کذا فی النہر والبحر

[illegible]

ولو في بدل الصرف نہ ہلاک کی ثمن کی اگرچہ ہلاک ثمن کی بدل صرف میں واقع ہو ہم چونکہ اصل عقد مبیع ہے نہ ثمن لہذا ہلاکی مبیع مانع صحت اقالہ ہے نہ ہلاکی ثمن مانع ہو
وهلاك بعضه يمنع الاقالة بقدره اعتبارا للجزء بالكل اور بعض مبیع کا ہلاک ہو جانا مانع اقالہ کا نہیں بقدر باقی کے جز کو کل کے ساتھ اعتبار کرکے اگر کسی نے
زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر اسکے حصے کے اقالہ صحیح ہے چنانچہ شارح اسکو قنیہ سے ذکر کریگا علیہ و منہ
ما لو شرى صابونا فجف فتقايلا لبقاء كل المبيع فتح اور ہلاک بعض مبیع سے یہ صورت نہیں اگر صابون خرید کیا پھر وہ خشک ہو گیا پھر دونوں نے اقالہ کیا
بسبب باقی رہنے تمام مبیع کے کذا فی الفتح تو مشتری کو ثمن کم کرنا بسبب خشکی صابون کے جائز نہیں واذا هلك احد البدلين في المقايضة كذا في السلم صحت
الاقالة في الباقي منهما وعلى المشتري قيمة الهالك ان قيميا ومثله ان مثليا ولو هلكا بطلت الا في الصرف اور جبکہ احد البدلين
مقایضہ میں اسیطرح سلم میں ہلاک ہو جاوے تو اقالہ صحیح ہے باقی بدل میں اور مشتری پر ہالک کی قیمت لازم ہے اگر وہ قیمت والی چیز ہے اور مثل ہالک لازم ہے اگر مثلی ہے
اور اگر دونوں بدل ہلاک ہو گئے تو اقالہ باطل ہے مگر صرف میں باطل نہیں ہم مقایضہ عبارت ہے بیع العین بالعین یعنی متاع کو عوض متاع کے بیچنا اور صرف کا اشتقاق
ہے تقايلا فابق العبد من يد المشتري وعجز عن تسليمه او هلك المبيع بعدها قبل القبض بطلت بزازية متعاقدین نے اقالہ کیا پھر غلام
بھاگ گیا مشتری کے ہاتھ سے اور وہ عاجز ہوا اسکی تسلیم سے یا مبیع ہلاک ہو گئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہے کذا فی البزازیہ وان اشترى ارضا
مشجرة فقطعها او عبدا فقطعت يده واخذ ارشها ثم تقايلا صحت ولزم جميع الثمن ولا شئ له من ارش الشجر واليد ان علما به اي بقطع
اليد والشجر وقت الاقالة وان غير عالم خير بين الاخذ بجميع الثمن والترك قنية اور اگر درخت والی زمین خرید کی پھر درخت کاٹ لیا یا غلام خرید کیا
اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا اور مشتری نے اسکا خون بہا لیا پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے اور تمام ثمن اسکو لازم ہے اور اسکے بائع کو درخت اور ہاتھ کے عوض سے
کچھ نہیں اگر بائع قطع دست اور درخت سے آگاہ ہو اقالہ کے وقت اور وہ اگر آگاہ نہ ہو تو وہ مختار ہے تمام ثمن کے لینے میں یا ترک کرنے میں کذا فی القنیہ وفيها
شرى ارضا مزروعة ثم حصدها ثم تقايلا صحت في الارض بحصتها اگر کوئی زمین زراعت والی خرید کی پھر کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے زمین میں اسکے حصے کے برابر
یہ صورت بعض مبیع کے ہلاک کے مثل ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولو تقايلا بعد ادراكه لم يجز اور اگر دونوں نے اقالہ کیا کھیت کی پختگی کے بعد تو جائز نہیں ہوا اسلئے کہ عقد وقت بیع پر زیادہ ہے
کذا فی المجتبی وفيها تقايلا ثم علم ان المشتري كان وطئ المبيعة ردها ولا شيء له اگر دونوں نے اقالہ کیا پھر بائع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے لونڈی مبیعہ سے
وطی کی ہے تو اسکو پھیر دے اور اسکا ثمن لے دینا سقوطہ الرد على البائع مطلقا یعنی ہر کہ پھیر دینے کا حق بائع کو ہر طرح یعنی خواہ اقالہ مبیع کے حضور ہوا یا اسکے غیبت
کذا فی المنح لیکن اطلاق قنیہ کی عبارت میں پایا نہیں جاتا کذا فی الملتقی وتصح اقالة الاقالة فلو تقايلا البيع ثم تقايلاها اي الاقالة ارتفعت وعاد البيع الا اقالة
السلم فانها لا تقبل الاقالة لكون المسلم فيه دينا سقط والساقط لا يعود اشباه اور صحیح ہے اقالہ کرنا اقالہ کا سو اگر بیع کا اقالہ کیا پھر اقالہ کا اقالہ کیا تو اقالہ اٹھ جائیگا
اور بیع پھر عود کریگی سوائے اقالہ سلم کے کہ وہ اقالہ کو قبول نہیں کرتا اسلئے کہ سلم میں مسلم فیہ دین ہے کہ ساقط ہو گیا اور جو ساقط ہوا وہ پھر نہیں آتا کذا فی الاشباہ وفيها راس المال
بعد الاقالة كهو قبلها فلا يتصرف فيه بعدها كقبلها اور اشباہ میں ہے کہ راس المال بعد اقالہ کے ویسا ہی ہے جیسا قبل اقالہ کے تھا تو اسمیں تصرف کرنا اقالہ کے بعد جائز
نہیں جیسے قبل اقالہ تصرف جائز نہیں ہم یعنی مسئلہ الخ قبل قبض راس المال کے اسمیں تصرف جائز نہیں جیسے ہے بعد اقالہ قبض راس المال کے وقت جائز
نہیں یعنی عوض راس المال سے خرید نہیں کر سکتا کذا فی الطحطاوی الا في مسئلتين لو اختلفا فيه بعدها فلا تحالف حکم راس المال کا قبل اقالہ اور بعد اقالہ کے
یکسان ہے مگر دو صورت میں یکساں نہیں ایک صورت یہ کہ اگر رب السلم اور مسلم الیہ نے اختلاف کیا راس المال میں بعد اقالہ کے تو دونوں پر باہم قسم نہیں
مسلم الیہ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے قبل اقالہ کے اختلاف کیا تو دونوں قسم کھائینگے یعنی بصورت عدم بینہ کذا فی الطحطاوی ولو تفرقا
قبل قبضه لا قبل التصرف اور اگر رب السلم اور مسلم الیہ متفرق ہو گئے قبل قبض کرنے راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے مگر صرف میں جائز نہیں

اور اگر متفرق ہوئے قبل قبض راس المال کے بعد اقالہ کے تو جائز ہے اسواسطے کہ قبض راس المال بقاء عقد کی شرط ہے تو لا اقالہ الا فی الصرف استحسانا منقطع ہو گیا کیونکہ کلام راس المال میں ہے وفیما اختلف المتبایعان فی الصحۃ والبطلان فالقول لمدعی البطلان وفی الصحۃ والفساد لمدعی الصحۃ کذا اور اشباہ میں ہے کہ متبایعین نے اختلاف کیا صحت عقد و بطلان میں تو مدعی بطلان کا قول معتبر ہوا اور صحت و فساد کے اختلاف میں مدعی صحت کا قول معتبر ہے قلت الا فی مسئلۃ اذا ادعی المشتری بیعہ من البائع باقل من الثمن قبل النقد فادعی البائع انہ اقالۃ فالقول للمشتری مع دعواہ الفساد میں کہتا ہوں مگر ایک صورت میں مدعی فساد کا قول معتبر ہے جبکہ مشتری نے مبیع کی بیع کرنیکا دعوی کیا بائع سے بعوض کمتر ثمن کے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا باوجود دعوی فساد کے اس صورت میں مدعی فساد مشتری ہے کیونکہ مشتری کا بیع کرنا بائع سے قبل ادائے ثمن فاسد ہے اور بائع مدعی صحت ہے اسواسطے کہ اوسکا اقالہ مستلزم صحت بیع ہے کیونکہ اقالہ صحیح نہیں مگر بیع صحیح میں تو باوجودیکہ یہاں صحت و فساد میں اختلاف ہوا لیکن مدعی فساد کا قول معتبر ہوا نہ مدعی صحت کا ولو بعکسہ تحالفا الا شرط قیام المبیع الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور اگر اسکا عکس ہووے یعنی بائع مدعی ہو کہ میں نے مبیع کو مشتری سے باقل ثمن خرید کیا اور مشتری مدعی اقالہ ہو تو دونوں پر قسم لازم آویگی بشرطیکہ مبیع قائم ہو مگر جبکہ مبیع کو مشتری کے سوا کسی شخص نے بائع کے ہاتھ میں ہلاک کر ڈالا ہو تو دونوں پر قسم نہیں ہے جب کہ غیر مشتری نے مبیع کو ہلاک کیا تو قیمت مبیع قائم مقام مبیع کی ہے اور جب کہ مشتری نے بائع کے ہاتھ میں مبیع کو ہلاک کیا تو وہ قابض قرار دیا جائیگا اور اقالہ [illegible] الطحاوی روایۃ معزیا للخلاصۃ باع کرما وسلمہ فاکل المشتری غلتہ سنۃ ثم تقایلا لم یصح اور منسوب کیا ہے [illegible] یہ مسئلہ کہ بیچا انگور کا باغ ہوا اور تسلیم کیا مشتری نے اسکا پھل کھایا ایک سال پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں [illegible] اگرچہ [illegible]

باب المرابحۃ والتولیۃ

یہ باب ہے مرابحہ اور تولیہ کے احکام میں لما فرغ من بیان المثمن شرع فی الثمن مصنف نے جبکہ مبیع ثمن کے بیان سے فراغت پائی تو اب ثمن کا بیان شروع کیا اور یہ بیع کا بیان تھا جس میں جانب مبیع [illegible] اب بیع کا بیان شروع ہوا جس میں جانب ثمن ملحوظ ہے چنانچہ مرابحہ اور تولیہ ہے اور [illegible] اور تقدیم اول کی [illegible] اسواسطے ہوئی کہ بیع میں مبیع اصل ہے اور ثمن بالاتفاق تابع ہے کہ تولیہ اور مرابحہ کی طرف اسواسطے حاجت ہے کہ ناواقف محتاج ہے تاجر واقف کار کے فعل کی طرف تو اسکے ہاتھ ثمن سے یا قدرے منفعت کے ساتھ خرید کرنے سے ناواقف کی خاطر جمع ہوگی اور یہ روایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو صدیق نے دو اونٹ خرید کئے حضرت نے فرمایا کہ ایک اونٹ بطور بیع التولیہ مجھکو دے صدیق نے کہا وہ آپ کے واسطے مفت ہے [illegible] ولم یذکر المساومۃ والوضیعۃ لظہورہما اور مصنف نے مساومہ اور وضیعہ کا ذکر نہ کیا بسبب انکے ظاہر ہونے کے مساومہ وہ بیع ہے جسکے ثمن میں متعاقدین کا اتفاق ہو کوئی ثمن کیوں نہو تو اسمیں ثمن اول کی طرف التفات نہیں اور یہی قسم بیع کی اکثر رائج ہے اور وضیعہ بیع ہے کمتر ثمن اول سے اور اسکا رواج سوداگروں میں کمتر ہے کیونکہ تجارت سے غرض استرباح ہے [illegible] مقصد ربح ہے اور مرابحہ مصدر ہے ربح کا مصدر بولتے ہیں باع المتاع او اشتری مرابحۃ یعنی بیچا اسباب کو یا خرید کیا بطور مرابحہ کے جبکہ ہر قدر ثمن کا نفع مقرر کر دیا

وشرعا بیع ما ملکہ من العروض ولو بہبۃ او ارث او وصیۃ او غصب فانہ اذا ضمنہ بما قام علیہ بفضل مؤنۃ وان لم تکن من جنسہ کاجر قصار ونحوہ ثم باعہ مرابحۃ علی تلک القیمۃ جاز مبسوط اور اصطلاح شرع میں مرابحہ عبارت ہے اس چیز کی بیع کرنے سے جسکا بائع مالک ہو گیا ہے منجملہ اسباب اور متاع کے اگرچہ ملکیت بسبب ہبہ یا ارث یا وصیت یا غصب کے ہو تو جبکہ اسکا ثمن یا قیمت اتنی مقرر کریگا جتنے کو کہ ملک اسکو حاصل ہوا اور ساتھ زیادہ کرنے مؤنت کے اگرچہ مؤنت مبیع کی جنس سے نہو چنانچہ مزدوری دھوبی کی اور مانند اسکے پھر بائع اسکو بیع کرے اس قیمت یا ثمن پر تو جائز ہے کذا فی المبسوط حاصل یہ ہے کہ مرابحہ فقط اسی میں منحصر نہیں کہ سبب ملک بائع کی خرید ہو اور ثمن اول پر نفع لیکر بیچے چنانچہ عبارت کنز اور وقایہ سے خیال ہوتا ہے بلکہ ہر مملوک چیز میں مرابحہ جاری ہے سوا اگر سبب خرید ہو بائع کی تو ثمن اول یعنی ثمن سابق پر نفع ہوگا اور اگر ملک سبب طریق ہبہ یا ارث یا وصیت کے ملی ہو تو [illegible] یوں ہو کہ اس چیز کی قیمت [illegible] نفع زیادہ کرکے بیچے [illegible]

غصب

قیمت سے دراہم کا امر بہ نکل گیا تو اگر دراہم کو دنانیر سے خرید کیا تو بیع دراہم بطور مرابحہ جائز نہیں چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور حاشیہ حلبی میں بدائع سے اسکا جواز منقول ہے کی صورت میں کہ مغصوب غاصب کے پاس ضائع ہوا اور غاصب نے اصلی قیمت کا تاوان دیا پھر مغصوب مل گیا تو وہ مملوک ہو گیا غاصب کا تو اسکو بیچنا بطریق مرابحہ کے جائز ہے یعنی ضمان پر نفع لیکر حلبی نے کہا کہ شارح نے مصنف کی تعریف میں تصرف کرکے کچھ کا کچھ کر ڈالا حالانکہ مصنف نے یہ کہا تھا کہ مرابحہ بیع ہے مملوک کی ساتھ ثمن اول اور زیادتی منفعت اور یہ عبارت ٹھیک تھی واللہ اعلم ؏ التولیۃ مصدر ولی غیرہ جعلہ والیا اور تولیہ مصدر ہے ولی غیرہ کا یعنی غیر کو والی و کارساز مقرر کیا شرعاً بیعہ بثمنہ الاول ولو حکما یعنی بقیمتہ وعبرنا بہ لانہ الغالب اور اصطلاح شرع میں تولیہ بیع ہے مملوک چیز کی اسکے ثمن اول سے اگرچہ ثمن حکمی ہو مراد ثمن حکمی سے اس چیز کی قیمت ہے اور مصنف نے قیمت کو ثمن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ تولیہ ثمن میں اکثر رائج ہے جس چیز کو خرید کرنا اتنے کو بیچنا اسکا نام تولیہ ہے لیکن ظاہر یہ تعریف بیع غاصب کو شامل تھی جبکہ وہ مغصوب کو بعد تضمین قیمت کے بطریق تولیہ بیع کرے اسواسطے کہ مصنف نے ثمن کو عام ٹھہرایا ثمن حقیقی اور ثمن حکمی سے تا اسکو بھی شامل ہو جیسا طحطاوی نے کہا پس بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بمثلہ کو حذف کرتا اسواسطے کہ ثمن سے مراد وہ ہے جو قیمت کو بھی شامل ہے نہ یہ کہ ثمن سے فقط قیمت ہی مراد ہے و شرط صحتہما کون العوض مثلیا او قیمیا مملوکا للمشتری اور مرابحہ اور تولیہ کے صحیح ہونے کی شرط ہے عوض یعنی ثمن اول کا مثلی ہونا یا عوض کا قیمت والی چیز مملوک مشتری کی ہے ثمن مثلی جیسا دراہم اور دنانیر اور مکیل اور موزون اور عددی متقارب اور مثلی ہونا ثمن کا اسواسطے شرط ٹھہرا کہ اگر ثمن غیر مثلی ہے چنانچہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت مجہول ہے ہاں اگر مشتری اسی قیمت والی چیز کا مالک ہے جو عوض تھا بائع کی خرید میں تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہے مثلاً کسی نے کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اسکو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اسی کپڑے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہے کیونکہ زید اسکے دینے پر قادر ہے کذا فی النہر بحر وکون الربح شیئا معلوما ولو قیمیا مشارا الیہ کہذا الثوب کذا فی الحاوی حتی لو باعہ بربح دہ یازدہ ای العشرۃ باحد عشر لم یجز الا ان یعلم بالثمن فی المجلس فیخیر شرح المجمع للعینی اور شرط صحت مرابحہ ہونا نفع کا چیز معلوم اگرچہ نفع مثلی نہو بلکہ قیمت والی چیز مشار الیہ ہو چنانچہ کپڑا اس سبب نفی ہونے جہالت کے تو اگر بیع کیا دہ یازدہ کے نفع پر یعنی دس کو بعوض گیارہ کے بیچا تو جائز نہو گا مگر یہ کہ مشتری کو ثمن اسکا مجلس عقد میں معلوم ہو جاوے تو اسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہوگا کذا فی شرح المجمع للعینی مع دہ یازدہ کے نفع سے کل ثمن اسکا معلوم نہوا لہذا بیع جائز نہوئی ویضم البائع الی راس المال اجر القصار والصبغ بای لون کان والطراز بالکسر علم الثوب والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم واجرۃ الغسل والخیاطۃ وکسوتہ وطعام المبیع بلا سرف وسقی الزرع والکروم وکسحہا وکری المسناۃ والانہار وغرس الاشجار وتجصیص الدار اور ملاوے بائع راس المال کی طرف مزدوری دھوبی اور رنگ کی کوئی رنگ کیوں نہو اور مزدوری کپڑے کی نقش کاری کی اور ریشم وغیرہ کے ڈورے بٹنے کی مزدوری اور غلہ اٹھالانے اور بکریاں ہانک لانے کی مزدوری اور شوب اور دوختگی کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور کھیت اور سینچائی انگور کی اور اسکی جاروب کشی اور بیروں اور نہروں کی صفائی اور درخت لگانا اور گھر کی چونہ کاری ہم اور اسیطرح لکڑی سے دروازہ بنانے اور چھت میں سوراخ کرنیکی مزدوری اسکے ثمن کے ساتھ ملاوے کذا فی النہر واجرۃ السمسار ہو الدلال علی مکان السلعۃ وصاحبہا المشروط فی العقد علی ما جزم بہ فی الدرر ورجح فی البحر الاطلاق اور راس المال کے ساتھ ملاوے سمسار کی وہ مزدوری جو عقد اول میں مشروط تھی یہی قید پر یقین کیا ہے درر میں اور بحر الرائق میں اطلاق کو ترجیح دی ہے سمسار وہ شخص ہے جو متاع اور صاحب متاع کو بتاوے علم اہل لغت کے نزدیک سمسار اور دلال میں کچھ فرق نہیں چنانچہ قاموس میں کہا کہ سمسار اور دلال وہ ہے جو متوسط ہو بائع اور مشتری میں بیع کرنے کو اور دونوں میں فرق ہے سمسار وہ ہے جو متاع مذکور کیا اور دلال وہ ہے جسکے ساتھ متاع ہو غالباً نہر الفائق میں ہے کہ عدم ضم اجرت دلال اجماع ثابت ہے وضابطہ کل ما یزید فی المبیع او فی قیمتہ یضم درر واعتمد العینی وغیرہ عادۃ التجار بالضم اور قاعدہ کلیہ اشیاء مذکورہ کے ملانیکا یہ ہے کہ جو چیز کہ مبیع میں زیادہ ہو جاوے جیسے رنگ وغیرہ یا اوسکی قیمت میں زیادہ ہو جیسا حمل الطعام وغیرہ تو وہ ملائی جاوے گی کذا فی الدرر اور عینی وغیرہ نے سوداگروں کے ملانیکی عادت پر اعتماد کیا ہے یعنی جسکو تجار اپنے عرف میں راس المال کے ساتھ ملاتے ہوں اسکو ملا دیا جاوے

ویقول قام علی بکذا ولا یقول اشتریتہ لانہ کذب اور بائع کہے کہ یہ چیز اتنے کو پڑی اور یوں نہ کہے کہ میں نے اتنے کو خرید کی ہے اسواسطے کہ یہ جھوٹ ہے مثلاً ایک کپڑا پانچ روپیہ کو خرید کیا اور ایک روپیہ اسکی سلائی میں صرف ہوا تو مالک اسکے بیچنے کے وقت یوں کہے کہ یہ قبا مجھکو چھ روپیہ کو پڑی اور یوں نہ کہے کہ میں نے چھ کو خرید کی کہ صاف جھوٹ ہے یہ اُس صورت میں ہے جبکہ بیع بطریق مرابحہ یا تولیہ کے منظور ہو اور اگر بطریق مساومہ بیچنا منظور ہو تو بلا بیان ثمن اور سلائی وغیرہ کے جسقدر کو چاہے بیچے وکذا اذا قوم الموروث ونحوہ او باع برقمہ لو صادقا فی الرقم فتح اور اسیطرح مرابحہ جائز ہے جب کہ تخمینہ موروث وغیرہ کی قیمت ٹھہرا دے یا بیع کو اُسکی رقم یعنی نشان لکیہ بیان رقم میں سچا ہو کذا فی الفتح ھ رقم عبارت ہے اُس علامت سے جو کپڑے پر لکھی ہو اور ثمن پر دلالت کرے صدق فی الرقم سے مراد یہ ہے کہ مشتری رقم کو نہیں پہچانتا اور کپڑے پر دس روپے کی رقم لکھی ہو تو اگر بائع نے کہا کہ یہ دس کی رقم میں اسپر اتنا نفع لیکر بیچونگا خواہ وہ رقم اصل ثمن کے موافق ہو یا زیادہ تو جائز ہے اور اگر دس میں خریدا گیارہ بتاویگا تو بیع صحیح نہ ہوگی لا یضم اجر الطبیب والمعلم درر ولو العلم والشعر وفیہ ما فیہ قلت اشار الیہ فی المبسوط بنفی العرف ف نہ ملاوے طبیب اور معلم کی اجرت کذا فی الدرر اگرچہ علم طب اور شعر کا ہو اور عدم ضم تعلیم کی علت میں جو کچھ کہ ہے سو ہے اسیواسطے مبسوط میں عدم ضم تعلیم کی اُجرت میں عدم عرف کو علت قرار دیا ہے بعض علما نے عدم ضم کی علت یہ بیان کی ہے کہ تعلیم سے کوئی چیز مملوک میں زیادہ نہیں ہو جاتی حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ تعلیم سے غلام کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے تو مبسوط کی تعلیل خوب ہے یعنی اگر رواج ہو ضم کرینگا تو ملاوے ورنہ نہ ملاوے کذا فی الفتح ملخصاً والدلالۃ والراعی اور نہ ملاوے راس المال کے ساتھ اجرت دلال اور چرانے والے کی ونفقۃ نفسہ اور نہ ملاوے اپنی ذات کا خرچ یعنی جو سوداگر کا خرچ ہوا اپنی ذات کے طعام اور کسوت میں تجارت کے واسطے اسکو بھی اس بیع حساب نکرے ولا اجر عمل بنفسہ ونطوع بہ متطوع اور نہ ملاوے اجرت اُس عمل کی جو بذات خود کیا یعنی مثلاً انبار لگانا اور سینا حساب نکرے یا کسی نے کوئی عمل مفت کر دیا اسکی اجرت بھی نہ ملاوے وجعل الآبق وکرا بیت الحفظ بخلاف اجرۃ المخزن فانہا تضم کما صرحوا بہ وکانہ للعرف والا فلا فرق یظہر فتح بھاگ جانیوالے غلام کو پکڑ لانیکی اجرت اور بیت الحفظ کا کرایہ نہ ملاوے بخلاف اجرت مخزن کے کہ اسکو راس المال کیساتھ ملاوے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے اور گویا کہ ضم اجرت مخزن اور عدم ضم کرایہ بیت الحفظ بسبب رواج کے ہے اور اگر یہ علت نہیں تو کچھ فرق ظاہر نہیں ہوتا بیت الحفظ اور مخزن میں سوا اس کے واما ما یوخذ فی الطریق من الظلم فلا الا اذا جرت العادۃ بضمہ ہذا ہو الاصل کما علمت فلیکن المعول علیہ کما یفیدہ کلام الکمال اور راس المال کیساتھ نہ ملاوے اُس خرچ کو جو لیا جاتا ہے راہ میں ظلم سے مگر اُس وقت ملانا چاہیے جبکہ رواج میں اسکے ملانے کی عادت ہو عادت اور رواج ہی اصل ہے ضم اور عدم ضم میں چنانچہ معلوم کر چکا تو یعنی وغیرہ کے کلام سے تو یہی قول معتمد علیہ ہے چنانچہ کلام کمال الدین صاحب فتح القدیر اسپر دلالت کرتا ہے طحطاوی نے کہا کہ عموم عبارت عرف اسکو مقتضی ہے کہ درصورت رواج اپنی ذات کے خرچ کو بھی راس المال کے ساتھ ملاوے فان ظہر خیانتہ فی مرابحۃ باقرارہ او برہان علی ذلک او بنکول عن الیمین اخذہ المشتری بکل ثمنہ او ردہ لفوات الرضا پھر اگر بائع کی خیانت ظاہر ہو مرابحہ میں اُسکے اقرار سے یا گواہوں سے یا انکار کرنے قسم سے تو مشتری اُسکو چاہے لے اسکے پورے ثمن سے یا اسکو پھیر دے بسبب فوت ہونے رضامندی کے یعنی درصورت خیانت مشتری اُس بیع سے کیونکر راضی ہوگا لہذا اسکو لینے نہ لینے میں اختیار ہے چونکہ المرابحہ میں یہ خیانت ہے کہ ثمن کے ساتھ اسکو ملاوے جسکا ملانا جائز نہیں یا جو نو درم کو مثلاً خرید کی ہو اسکو دس درم کی بتاوے ولہ الحط قدر الخیانۃ فی التولیۃ لتحقق التولیۃ اور مشتری کو اختیار ہے بقدر خیانت کم کر دینا تولیہ میں تا تولیہ متحقق ہو اسواسطے کہ متحقق ہونے تولیہ کے لئے یعنی اگر قدر خیانت کو کم نکرے تو تولیہ نہ ہو اسواسطے کہ تولیہ ثمن اول سے زیادہ نہیں ہوتا بخلاف مرابحہ کے ولو ہلک المبیع او استہلکہ فی المرابحۃ قبل ردہ او حدث بہ ما یمنعہ منہ لزمہ جمیع الثمن المسمی وسقط خیارہ اور اگر مبیع ہلاک ہو جاوے یا اسکو مشتری ہلاک کرے مرابحہ میں اسکے پھیر دینے سے پہلے یا وہ چیز حادث ہو جو مانع ہو رد کی چنانچہ عیب یا انعام تو مبیع اسکو لازم ہوگی تمام ثمن مسمی سے اور اسکے پھیر دینے کا اختیار ساقط ہوگا وقدمنا انہ لو وجد المولی بالمبیع عیبا او حدث آخر یرجع بالنقصان الا مع المولی ذکر کر چکے ہیں کہ اگر صاحب تولیہ مبیع میں عیب پاوے پھر دوسرا عیب اسمیں پیدا ہو تو قدر نقصان کو پھیر نہ لے مولی ہم مغلول ہو تولیہ سے رجوع بالنقصان

اسواسطے جائز نہیں کہ جو عیب مبیع ثانی کو ہو گی بیع اول ہے اور حالانکہ تولیہ تساوی عقدین کا مقتضی ہے [illegible]

بیعہ مرابحۃ فان الہم طرح ما ربح قبل ذلک خرید کیا اسکو دوبارہ ثمن اول کے عوض ہے پس اسکے بیچنے کی شرط ایسا ہے اگر اسکو [illegible]

اُسقدر کو جو نفع سے چکا ہے قبل اُسکے کہ صورت اسکی یہ ہے کہ ایک کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر وہ پندرہ کو بیچا پھر اسکے مشتری سے دس درم کو خرید کیا تو

اب اگر دوسری بار فائدہ دیکر بیچنا چاہے تو پانچ درم پر بیچے اسواسطے کہ امام کے نزدیک ہے اور یوں کہیگا کہ یہ کپڑا مجھکو پانچ کو پڑا ہے پھر بیچتا ہے نفع لے اور صاحبین

کا فائدہ یہ ہے کہ الثمن [illegible] یا دیا ہوا ثمن ثانی میں جو دام ہوں تو اسکو دس درم پر نفع زیادہ کرنا جائز ہے اسواسطے کہ خرید ثانی بغیر ثمن اول کے ہوئی تو اسکا

کرنا مشروع نہیں مگر قیمت سے اور حالانکہ قیمت کو مرابحہ میں دخل نہیں لذالک الثمن وان استغرق الربح ثمنہ لم یبعہ مرابحۃ فانہ لما اشتری تولیۃ او ثمن بعینہ ابرا اگر

فائدہ اسکے ثمن کو مستغرق ہو بطور مثال کہ دس درم سے خرید کیے بیس درم کو بیچے بطور مرابحہ کے پھر اسکا مشتری سے خرید کیے دس درم کو تو اب دوسری بار امام کے

نزدیک بطور مرابحہ اسکو نہ بیچے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر نفع لینا بلا بیان جائز ہے اور یہ قول خلق ہے کہ بہر اور اجارہ کا

شبہ باطلہ ہوا کہ الیعجز ولو بین ذالک او باع بغیر الجنس او تخلل ثالث جاز اتفاقا فتح اور اگر اسکو بیان کر دے یعنی مرابحہ بیع نفع کو بیان کرتا ہے تو

پھر اسنے کو خرید کیا اور اب بیان فائدہ نفع بیچا ہوا ہے یا بغیر جنس ثمن اول کے یا ایک شخص درمیان میں واقع ہو یعنی زید نے خالد کے ہاتھ بیچا اور خالد نے عمرو کے ہاتھ

پھر عمرو سے زید نے خرید کیا تو ثمن ثانی پر باتفاق امام اور صاحبین کے نفع لینا جائز ہے کذا فی الفتح ای جاز ان یبیعہ مرابحۃ بغیر بیان الشراء من [illegible]

اوما ذونہ او المستغرق دینہ برقبتہ فاعتبار ہذا العقد لتحقیق الشراء فقیل المدیون بالاولی علی ما ذکرنا الماذون کعکسہ ولہذا التمیزاہ

مرابحہ کرے یعنی بطور مرابحہ بیچے جو شخص بیع کرنا جائز ہو اس کو جسے اپنے مکاتب یا ماذون سے خرید کیا اگرچہ ماذون کا دین اسکی گردن کو مستغرق ہو اور بیچ کرے

ماذون کی خرید پر جیسے بالعکس اسکے یعنی ماذون اگر اپنے مولی سے خرید کرے تو مرابحہ مولی کی خرید پر کرے تہمت دور کرنیکے واسطے شارح نے کہا اس قید یعنی

استغراق دین کا اعتبار خرید کی تحقیق کے واسطے ہے اسواسطے کہ اگر غلام ماذون مدیون نہ ہوگا تو مولی کا اس سے خرید کرنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ مولی کا مال ہے تو غیر مدیون

میں بطریق اولی یہی حکم ہوگا صورت مسئلہ یہ ہے کہ ماذون مدیون یا مکاتب یا مدبر نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اسکے مولی نے اس سے پندرہ درم کو مول لیا تو مولی

دس درم پر نفع لیکر بیچے اور اسیطرح اگر مولی نے کپڑا دس درم کو خرید کیا پھر اسکے غلام ماذون نے اس سے پندرہ کو مول لیا تو غلام دس درم پر بطور مرابحہ بیع کرے باتفاق

امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ یہ عقد اگرچہ صحیح ہے کیونکہ مکاتب میں یا التصرف کو مفید ہے مگر اسمیں عدم عقد کا شبہ ہے اسواسطے کہ غلام کا مال حق مولی سے خالی نہیں تو

گو یا مولی نے اپنی ذاتی ملک کی اپنی ذات سے خرید و فروخت کی لہذا حکم مرابحہ میں اس عقد کو معدوم فرض کیا تہمت خیانت کی نفی کرنیکے واسطے کذا فی النہر وکذا

کل من لا تقبل شہادتہ لہ کاصلہ وفرعہ ولو بیت قلت الربح علی شراء نفسہ ابن الکمال اور اسیطرح حکم ہر ایک اس شخص کا جسکی گواہی اسکے حق

میں مقبول نہیں جیسے اسکی اصل اور فرع اور اگر مولی یا غلام یا اصل یا فرع بیان کر دے کہ میں نے اسکو اپنے غلام یا مولے سے یا اپنی اصل یا فرع سے خرید کیا ہے تو اپنی خرید کی

خرید پر نفع لیکر بیچے کذا صحح ابن الکمال ہم اس حکم میں احد الزوجین ای المتفاوضین اصل اور فرع کے ساتھ برابر ہیں اور یہ مذہب ہے امام کا خلافا للصاحبین کذا فی الطحطاوی

ولو کان مضاربا معہ عشرۃ بالنصف اشتری بہا ثوبا وباعہ من رب المال بخمسۃ عشر باعہ المشتری مرابحۃ رب المال باثنی عشر ونصف لان

الربح ملکہ وکذا عکسہ کما سیجئ فی بابہ وتحقیقہ فی العین اور اگر بائع المال [illegible] پاس دس درم ہیں بالنصف نفع پر اسنے اسکے عوض کپڑا خرید کیا اور

صاحب مال سے پندرہ درم کو بیچا تو لیکر اسکو بطور مرابحہ صاحب مال کا ساڑھے بارہ درم کو بیچے اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی درم ملک ہے صاحب مال کی اور اسیطرح اسکے

بالعکس میں حکم ہے یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہو اور مضارب مشتری چنانچہ اسکا ذکر کتاب المضاربہ میں آویگا اور تحقیق اسکی نہر الفائق میں ہے ویرابح ویولیہا بلا بیان لو تعیب

بیان اللہ اشتراہ سلیما اما بیان نفسہ فیجب فتعیب عندہ بالتعیب بآفۃ سماویۃ او بصنع المبیع وفی التعییم ونقصہا الوطی کقرض فار

ع یعنی جیسے دو شخصوں میں شرکت مفاوضہ ہو کہ ہر ایک مال میں برابر ایک شریک شرکت کا ہو ۱۲

وحرق نار للثوب المشتري وقال ابو يوسف ومحمد والثلثة لا يلزم بيانه قال ابو الليث وبه ناخذ ورجحه الكمال واقره المصنف مرابحة
نفع لیکر بیچے بلا بیان یعنی بیع جائز ہے بدون اسطرح بیان کرنے کے کہ اُسنے مبیع کو باسلامت خرید کیا تھا اُسمیں عیب لگ گیا اُسکے پاس عیب لگنے کی سے بسبب
آفت آسمانی کے یا مبیع کے فعل سے اور ثیبہ کے جماع سے بشرطیکہ جماع سے اُسمیں کچھ نقصان نہو گیا ہو چنانچہ چوہے کا کاٹنا اور آگ کا جلانا غریب کپڑے کو شارح نے کہا
لیکن بیان نفس عیب واجب ہے قطع نظر اس سے کہ مشتری کے پاس عیب حادث ہوا یا بائع کے پاس اور ابو یوسف اور زفر اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ عیب ثانی کا بیان کردینا مرابحہ
میں ضروری ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا اسی قول یعنی وجوب بیان کو ہم لیتے ہیں اور کمال الدین نے بھی اسکو ترجیح دی ہے اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے
م بیان نفس عیب اسواسطے واجب ہے تا فریب دینا لازم نہ آوے خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرد نے متاع معیوب کو بیچا اور وہ عیب کو جانتا ہے تو اسپر بیان کردینا واجب ہے
بعضے مشائخ نے کہا کہ درصورت عدم بیان فاسق مردود الشہادۃ ہوگا انتہی معلوم ہوا کہ کتمان عیب گناہ کبیرہ ہے کذا فی الطحطاوی ویجب بیان بالتعیب ولو بفعل
غیرہ بغیر امرہ وان لم یاخذ الارش وقید لجماعۃ فی الہدایۃ وغیرہا اتفاقی فتح اور نفع لیکر بیچے عیب دار کر دینے کے بیان سے یعنی اگر انسان کے فعل سے
عیب لاحق ہوا تو بیان اسکا مرابحہ میں واجب ہے اگرچہ غیر مالک کے فعل سے بدون اسکے امر کے عیب لاحق ہو گیا ہو گو کہ مالک نے غیر شخص سے عیب لگانے کا تاوان سہا
اور نقصان نہ لیا ہو اور قید خون بہا لینے کی ہدایہ وغیرہ میں اتفاقی ہے نہ احترازی کذا فی الفتح ووطی البکر کتکسرہا بلا شبہ ووطیہ لصیرورۃ الاوصاف مقصودۃ
بالاتلاف والاقال ولم ینقصہا الوطی اور نفع لیکر بیچے جماع باکرہ کو بیان کرکے چنانچہ بیان شکستگی کپڑے یا کاغذ کا اُسکے کھولنے یا لپیٹنے سے لازم ہے بسبب
ہو جانے اوصاف کے مقصود تلف کردینے سے اور اسواسطے شارح نے جماع ثیبہ میں یہ قید لگائی کہ عدم بیان اُسوقت ہے جب کہ جماع سے اسمیں نقصان نہو گیا ہو
م ہر چند اوصاف کے مقابل ثمن نہیں پڑتا لیکن درصورت اتلاف اوصاف مقصود ہو جاتے ہیں تو اُنکے مقابل ثمن واقع ہوگا چونکہ جماع باکرہ ازالہ بکارت کا مو
ہے لہذا اُسکے مقابل ثمن واقع ہوا بخلاف جماع ثیبہ کے ہاں اگر ثیبہ میں جماع سے نقصان لاحق ہوگا تو ثابت ہوگا کہ واطی نے اتلاف کا قصد کیا اسواسطے
کہ وطی بلا قصد اتلاف اکثر موجب نقصان نہیں ہوتی اشتراہ بالف نسیئۃ وباع بربح مائۃ بلا بیان خیر المشتری اُدھار خرید کیا ہزار درم سے
اور بیچا سو درم کے نفع یعنی گیارہ سو کو بیچا بدون بیان کرنے مدت مذکورہ کے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے کل ثمن نقد سے خرید کرے چاہے ترک کرے فان تلف
المبیع بتعیبہ وتعییبہ فعلم بالاجل لزمہ کل الثمن حالا پھر اگر مبیع تلف ہوئی یا عیب دار ہو جانے سے یا عیب دار کر دینے سے پھر مشتری کو علم ہوا مدت کا یعنی اسکو
معلوم ہوا کہ بائع نے اسکو اُدھار خرید کیا تھا تو مشتری کو پورا ثمن نقد بلا مدت لازم ہوگا وکذا الحکم التولیۃ فی جمیع ما مر اور اسیطرح مرابحہ کے مانند تولیہ کا
حکم ہے جمیع مسائل مذکورہ میں یعنی درصورت معیوب کردینے اور وطی باکرہ کے بیان کرنا ضرور ہے اور درصورت عیب دار ہو جانے کے آفت سماوی سے اور وطی ثیبہ میں بیان
کرنا ضرور نہیں اور تولیہ مرابحہ کے مانند ہے اُدھار خریدنے میں بھی وقال ابو جعفر المختار للفتوی الرجوع بفضل ما بین الحال والمؤجل بحر ومصنف اور ابو جعفر
نے کہا کہ مختار فتوی کے واسطے پھیر لینا ہے زیادتی کا جو مابین ثمن حال اور ثمن مؤجل کے ہے کذا فی البحر شرح المصنف یعنی اگر ثمن حال مثلاً پندرہ ہوں اور ثمن مؤجل بیس تو مشتری بعد علم مدت
کے پانچ درم بائع سے پھیرے ولی رجلا شیئا ای باعہ تولیۃ بما قام علیہ ای بما اشتراہ بہ ولم یعلم المشتری بکم قام علیہ فسد البیع لجہالۃ الثمن ولو اعلم
المرابحۃ خیر المشتری بین اخذہ وترکہ لو علم فی مجلسہ والا بطل تولیہ کیا ایک مرد سے کسی چیز کا یعنی اسکو بطور تولیہ بیچا بعوض اُس قدر کے جتنا اسپر پڑا از قسم ثمن اور مصارف
کے یا تولیہ کیا بعوض اُس ثمن کے جسسے اُسکو خرید کیا اور حالانکہ مشتری کو معلوم نہیں کہ کتنا اسپر پڑا تو بیع مذکور فاسد ہے بسبب نامعلوم ہونے ثمن کے اور یہی حکم ہے مرابحہ کا اور مشتری
مختار ہوگا اُسکے لینے اور چھوڑنے میں بشرطیکہ مجلس عقد میں ثمن کو معلوم ہو گیا ہو اور اگر مجلس میں ثمن معلوم نہ ہو تو بیع باطل ہے ہم بطلان بیع سے مقصود فساد مراد ہے کیونکہ بیع
باطل نہیں فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر واعلم انہ لا رد بغبن فاحش ہو ما لا یدخل تحت تقویم المقومین فی ظاہر الروایۃ وبہ افتی بعضہم مطلقا
کما فی القنیۃ ثم رقم وقال ویفتی بالرد رفقا بالناس وعلیہ اکثر روایات المضاربۃ وبہ یفتی ثم رقم وقال ان غرہ ای غر المشتری البائع او بالعکس او غرہ

لہ یعنی [illegible] ۱۲

الدلال قلت الرد ولا لا وبه افتى صدر الاسلام وغيره ثم قال فتصرف في بعض المبيع قبل علمه بالغبن [illegible] فيرد مثل ما تلف ويرجع بكل الثمن على الصواب انتهى ملخصاً جاننا چاہیے کہ بیع میں ظاہر الروایہ میں غبن فاحش یعنی نقصان ظاہر سے غبن فاحش وہ ہے جو قیمت [illegible] کرنے میں داخل نہو اور یہی مذہب کا مضمون ہے فتوی دیا ہے مطلقاً خواہ اسکو دھوکا دیا ہو یا نہ دیا ہو لکن فی القنیة [illegible] دینے کا فتوی دیا جاوے لوگوں پر آسانی کرنے کے واسطے اور یہی قول ہر کتاب المضاربت کے اکثر روایات میں اور اسیکا فتوی ہے [illegible] دھوکا دیا یعنی مشتری نے بائع کو یا بائع نے مشتری کو دھوکا دیا یا اسکو دلال نے دھوکا دیا تو اسکو رد بیع کا اختیار ہے اور نہیں تو نہیں یعنی اگر اسکو [illegible] نہیں دیا تو رد بیع میں اختیار نہیں اور یہی قول کا فتوی دیا ہے صدر الاسلام وغیرہ نے پھر صاحب قنیہ نے کہا اور پھر اگر مشتری [illegible] مبیع میں [illegible] بائع رد بیع نہیں تو مشتری اسکا [illegible] ساتھ باقی مبیع کو بھی رد کرے چنانچہ قنیہ میں صحیح ہے لیکن شامی نے [illegible] اسکا قول [illegible] لیکن کیونکہ فی الطلب [illegible] لو کان قیمیا [illegible] باقی ہے یہ بات کہ اگر مبیع قیمت والی چیز ہو اور [illegible] وبالاخير جزم الامام علاء الدين السمرقندي في تحفة الفقهاء وصححه الزيلعي [illegible] ہے والاسمیں یقین کیا ہے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفة الفقہا میں اور اسکی تصحیح کی ہے زیلعی وغیرہ نے [illegible] ذکر ہے ولیکن یہ حکم اس صورت میں ہے کہ کسی نے دھوکا نہیں دیا اور اگر اسکو [illegible] کا اختیار [illegible] مفصل کی طرف رد کیا کذا فی الطحطاوی وفي كفالة الاشباه عن بيوع الخانية من فصل الغرور [illegible] الکفالة میں خانیہ کی کتاب البیوع فصل غرور سے منقول ہے کہ غرور یعنی دھوکا [illegible] رجوع نہیں [illegible] صورت میں [illegible] غبن فاحش سے رد ہے اگر اسکا دھوکا دیا ہو وضابطها ان يكون في عقد يرجع نفعه الى الدافع كوديعة واجارة [illegible] بیا ضمنه اور قاعدہ اسکا یہ ہے کہ غرور اس عقد میں ہو جسکا نفع دافع کی طرف راجع ہو چنانچہ ودیعت اور اجارہ [illegible] بسبب [illegible] تاوان [illegible] بائع اور مشتری اور مودع اور مستاجر کو [illegible] کی صورت یہ ہے کہ زید نے کوئی چیز خالد کے پاس امانت رکھی [illegible] جائز ہے کہ خالد سے تاوان لے اور خالد کو اختیار ہے کہ زید سے بقدر ضمان [illegible] جانور اجارہ دیا [illegible] ولا رجوع في عارية وهبة لكون القبض لنفسه اور رجوع نہیں ہے عاریت اور ہبہ میں [illegible] مستعیر اور موہوب لہ کے ہاتھ تلف ہو [illegible] اور مستعیر اور موہوب [illegible] تاوان [illegible] موہوب کی طرف رجوع [illegible] والثانية ان يكون في ضمن عقد المعاوضة [illegible] للغرور [illegible] الا بعد العتق [illegible] کا اذن دیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غلام آزاد ہے یا وہ عمرو کا بیٹا ہے [illegible] آزاد ہونے کے بعد [illegible] وهذا اذا قال انه ابني [illegible] اور یعنی دھوکا دینے والے سے [illegible] کہ یہ غلام یا میرا بیٹا ہے اور اسکے ساتھ خرید و فروخت کا امر کیا ہو ومنه لو بنى المشتري او استولد ثم استحقا رجع [illegible]

مشتری نے گھر میں عمارت بنائی یا لونڈی حرم بنائی پھر گھر اور لونڈی غیر کی مستحق نکلی تو بائع سے عمارت اور ولد کی قیمت پھیرے اس بائع سے قیمت لینا عمارت کا اُس وقت جبکہ عمارت بائع کو تسلیم کردے لیکن تسلیم ولد کو فقہا نے ذکر نہیں کیا اگر انکا ملزم کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولد مشتری کو دلایا جاوے اور وہ آزاد ٹھہرے اور مشتری قیمت ولد کی لونڈی کے مالک کو دے اور بائع سے اس قیمت کو پھیرے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی ومنہ ما یاتی فی باب الاستحقاق اشترنی فانا عبد [illegible] وازنجملہ وہ مسئلہ ہے جو باب الاستحقاق میں آویگا کہ ایک شخص نے کہا کہ مجھکو خرید کرلے کہ میں غلام ہوں بخلاف اُن کہنے کے کہ مجھکو رہن کرلے یعنی اُسکے کہنے سے اُسے خرید کیا پھر وہ آزاد نکلا تو اگر بائع حاضر یا غائب غیبت معروفہ ہو تو قیمت دینے والے پر کچھ نہیں الا مشتری اُسی سے پھیرے اور وہ بائع سے کذا فی الطحاوی معلوم کر کہ درالمختار کے نسخے یہاں مختلف ہیں اکثر نسخوں میں لیکن والمشتری فانا عبد اشترنی اور بعض نسخوں میں یوں ہے بخلاف ارہنی چونکہ نسخہ ثانیہ صحیح تھا اور خود اس کتاب کے باب الاستحقاق کے موافق لہذا مترجم نے اسکو اختیار کیا کیونکہ اُسکی تصحیح یہ ہے صحیح ہے کہ خرید کرنے میں رجوع ضمان ہے نہ رہن کرنے میں واللہ اعلم الثالثۃ اذا کان الغرور بالشرط کما زوجہ امرأۃ علی انہا حرۃ ثم استحقت رجع علی المخبر بقیمۃ الولد للمستحق وسیجیء آخر الدعوے تیسری صورت یہ ہے جب کہ غرور بسبب شرط کے ہو چنانچہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا نکاح کردیا ایک عورت سے اس شرط پر کہ وہ عورت آزاد ہے پھر وہ لونڈی مستحق غیر کی نکلی تو ناکح ولد مستحق کی قیمت مخبر سے پھیرے اور یہ مسئلہ کتاب الدعوے کے آخر میں آویگا **فرع** مسئلہ الشارع ہل ینتقل الرد بالتغریر الی الوارث استظہر المصنف لا لتصریحہم بان الحقوق المجردۃ لا تورث قلت وفی حاشیۃ الاشباہ لابن المصنف وبہ افتی شیخنا العلامۃ علی المقدسی مفتی مصر قلت قد قدمنا فی خیار الشرط معزیا للدرر کہ انتقال کرتا ہے رد بیع فریب دہی سے وارث کی طرف یعنی اگر مورث کو فریب دیا ہو تو اسکا وارث اسکو پھیر سکتا ہے یا نہیں مصنف نے اپنی شرح میں عدم انتقال کو قوی کیا ہے بسبب تصریح فقہا کے کہ حقوق مجردہ موروث نہیں ہوتے حالانکہ یہ حق مجرد عن العوض ہے کیونکہ عبارت ہے فقط ارادہ اور مشیت سے میں کہتا ہوں کہ شیخ صالح ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں یوں ہے کہ اسی عدم انتقال کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد علامہ علی مقدسی مفتی مصر نے میں کہتا ہوں اور ہم اسکو پہلے ذکر کر چکے ہیں خیار الشرط میں درر سے نقل کرکے لکن ذکر المصنف فی شرح منظومتہ الفقہیۃ ما یخالفہ ومال الی انہ یورث کخیار العیب ونقل عنہ ابنہ فی کتابہ معونۃ المفتی فی کتاب الفرائض تأییدہ بما فی بحث القول فی الملک من الاشباہ قبیل التاسعۃ ان الوارث یرد بالعیب ویصیر مغرورا بخلاف الوصی فتأمل لیکن مصنف نے اپنی منظومہ فقہیہ کی شرح میں جسکا تحفۃ الاقران نام ہے ذکر کیا ہے وہ جو اسکے مخالف ہے اور مصنف مائل ہوا اسکی طرف کہ رد بیع غرور سے موروث ہوتا ہے خیار العیب کے مانند اور مصنف سے اُسکے بیٹے شیخ صالح نے اپنی کتاب معونۃ المفتی میں کتاب الفرائض کے اندر موروث ہونے کو نقل کیا ہے اور اسکی تائید کی ہے اشباہ کے اُس قول کی بحث سے جو فائدہ تاسعہ کے قبل واقع ہے کہ وارث رجوع کرتا ہے بسبب عیب مبیع کے اور مغرور ٹھہر جاتا ہے بخلاف وصی کے کہ وہ مغرور نہیں ہوتا بسبب عدم ملک کے سو اسکو تامل کر میں کہتا ہوں یہ ہے کہ وارث کا مغرور ہونا اسکو مفید ہے کہ خیار الغرور موروث ہوتا ہے یعنی وارث مغرور ٹھہرا اس مورث کے دھوکا دینے سے وقدمنا عن الخانیۃ انہ یصح فیما یعرف بالعیان نفی الغرۃ فتذکر اور پہلے مقدم ذکر کیا ہے

باب خیار الشرط میں خانیہ سے کہ جب سنے مشاہدہ کی وہ چیز جو معلوم ہو جاتی ہے مشاہدہ کرنے سے تو خطرہ یعنی ساقط ہو جاتا ہے غور کرلے

فصل

فی التصرف فی المبیع والثمن قبل القبض والزیادۃ والحط فیہما وتأجیل الدیون فصل ہے مبیع اور ثمن کے تصرف کرنے میں قبل قبضہ کرنے کے اور زیادہ اور کم کرنے دونوں میں اور دیون کی مدت مقرر کرنے میں صح بیع عقار لا یخشی ہلاکہ قبل قبضہ من بائعہ لعدم الغرر لندرۃ ہلاک العقار حتی لو کان علوا او علی شط نہر ونحوہ کان کمنقول فلا یصح اتفاقا بیع عقار کی یعنی اس مال غیر منقول کی جسکے تلف ہونے کا خوف نہیں قبل اس بات کے کہ اُسکے بائع سے لیکر اسپر قبضہ کیا صحیح ہے بسبب عدم خطرہ انفساخ عقد کے بر تقدیر ہلاکی کیونکہ ہلاکی عقار نادر الوجود ہے تو اگر عقار بالا خانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور اسکے مانند کے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا بسبب تو اُس وقت میں غیر منقول مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع میں تو اسکی بیع بالاتفاق قبل قبضہ کے صحیح نہیں ہے امام شافعی اور محمد کے نزدیک بیع عقار کی قبل قبض کے جائز نہیں کیونکہ حدیث شریف میں غیر مقبوض کی بیع سے نہی وارد ہے اور شیخین کہتے ہیں کہ نہی کی علت یہ ہے کہ بر تقدیر ہلاکی بسبب کے انفساخ بیع محتمل ہے اور ہلاکی عقار میں نادر ہے اور نادر کا کچھ اعتبار نہیں نسخ انعقاد

[illegible] ۱۲

ہو کہ مصنف نے تعبیر بیع لصحت کی نہ بنفاذ اور لزوم اسواسطے کہ نفاذ اور لزوم بیع نقد ثمن یا رضامندی بائع پر موقوف ہیں تو بائع کو قبل اسکے ابطال بیع جائز ہے طحطاوی نے کہا کہ قولہ من بائعہ قبض سے متعلق ہے نہ بیع سے کلکتابۃ والاجارۃ وبیع منقول قبل قبضہ ولو من بائعہ کا بیچنا جیسے بالاتفاق صحیح نہیں کتابت غلام کی اور اجارہ زمین کا اور بیع منقول کی قبل اسکے مقبوض ہونے کے اگرچہ بیع غیر مقبوض کی اسکے بائع سے ہو چنانچہ عنقریب متن میں آویگا کذا فی الطحطاوی بخلاف عتقہ وتدبیرہ وھبتہ والتصدق بہ و قراضہ ورھنہ واعارتہ من غیر بائعہ فانہ صحیح علی قول محمد وھو الاصح بخلاف آزاد کرنے منقول کے قبضہ کرنے سے پہلے اور اسکے مدبر کرنے اور اسکے ہبہ اور تصدق کرنے اور قرض دینے اور رہن رکھنے اور عاریت دینے کے دوسرے شخص کو اسکے بائع کے سوا کہ وہ صحیح ہے محمد کے قول پر اور یہی اصح ہے یعنی اگر منقول خرید کیا اور ہنوز اسپر قبضہ نہیں کیا تو اسکا عتق اور تدبیر اور ہبہ اور تصدق اور اقراض اور رہن اور اعارہ محمد کے قول پر صحیح ہے خلافاً لابی یوسف وجہ قول محمد یہ ہے کہ یہ تصرفات جائز نہیں مگر بعد قبض کے اور غیر بائع مشتری کا نائب ہوسکتا ہے قبض میں تو قبضہ مامور سمجھا قبضہ مشتری ہوگا اول بطریق نیابت کے پھر بالاصالت اپنی ذات کے واسطے قابض ہوگا تملیک سے بخلاف بیع کے کہ وہ مفید ملک نہیں قبل قبض کے اور تملیک مبیع قبل قبض کے فاسد ہے اور غیر بائع کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ ہبہ وغیرہ تصرفات بائع سے بطریق اولی صحیح ہیں کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عوض ملک بعقد ینفسخ بہلاکہ قبل قبضہ فالتصرف فیہ غیر جائز وما لا فجائز عینی اور صحت تصرفات مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عوض کہ ملک ہوا ہو بسبب ایسے عقد کے جو فسخ ہو جاتا ہے ہلاکی عوض سے قبل اسکے مقبوض ہونے کے چنانچہ مبیع اور اجرت اگر وہ کوئی عین ہو نہ نقد تو اسمیں تصرف قبل القبض جائز نہیں اور جو عقد کہ فاسخ نہو ہلاکی عوض سے چنانچہ مہر اور عتق بعوض مال تو اسمیں تصرف کرنا قبل قبض کے جائز ہے کذا فی العینی والمنقول لو وھبہ من البائع قبل قبضہ فقبلہ البائع انتقض البیع ولو باعہ منہ قبلہ لم یتم ھذا البیع ولم ینتقض البیع الاول لان الھبۃ مجاز عن الاقالۃ بخلاف البیع قبلہ فانہ باطل مطلقاً جوھرۃ قلت فی المواھب فسد بیع المنقول قبل قبضہ انتھی ونفی الصحۃ یحتملھما فتدبر اور مبیع منقول اگر ہبہ کیا بائع کو قبل اسکے مقبوض ہونے کے سو بائع نے اسکو قبول کیا تو بیع ٹوٹ جائیگی اور اگر منقول کی بیع کی بائع سے تو یہ بیع ثانی صحیح نہیں اور بیع اول نہ ٹوٹیگی اسواسطے کہ ہبہ مجاز ہے اقالے سے یعنی اقالے کو ہبہ بولنا بطریق مجاز کے جائز ہے کیونکہ اقالہ بغیر لفظ اقالہ بھی صحیح ہے بقول مختار بخلاف بیع منقول قبل القبض کے کہ وہ باطل ہے مطلقاً خواہ بائع سے ہو یا غیر بائع سے کذا فی الجوہرہ میں کہتا ہوں اور مواہب الرحمن میں ہے کہ بیع منقول قبل القبض کے باطل ہے انتہی اور نفی صحت باطل اور فاسد دونوں کو محتمل ہے غور کر لو یعنی بیع منقول کی قبل قبض کے بقول صاحب جوہرہ باطل ہے اور بقول صاحب مواہب فاسد اور مصنف نے اسکو غیر صحیح کہا تو باطل اور فاسد اسمیں دونوں محتمل ہیں کیونکہ باطل کو بھی غیر صحیح کہتے ہیں اور فاسد کو بھی طحطاوی نے کہا فاسد ہونا اس بیع کا ظاہر ہے اسواسطے کہ جب کہ دونوں رکن یعنی مبیع اور ثمن ثابت ہیں تو فساد آیا دوسری جہت سے یعنی خطر انفساخ عقد بصورت ہلاک مبیع تو اطلاق باطل کا فاسد پر مجازاً ہے اشتری مکیلا بشرط الکیل حرم ای کرہ تحریما بیعہ واکلہ حتی یکیلہ وقد صرحوا بفسادہ بانہ لا یقال لآکلہ انہ اکل حراما لعدم التلازم کما بسطہ الکمال لکونہ اکل ملکہ خرید کیا مکیل کو بشرط الکیل کے تو حرام ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے اسکا بیچنا اور کھانا تا وقتیکہ اسکو ناپ لے اور علما نے اسکے فساد بیع کی تصریح کی ہے اور اسلئے کہ اسکے کھانے والے کو حرام خور نہ کہینگے بسبب عدم تلازم کے یعنی فساد کو حرمت لازم نہیں چنانچہ کمال الدین نے اسکو شرح بیان کیا ہے حرام خور اسواسطے نہ کہینگے کہ وہ اپنی مملوک چیز کا کھانیوالا ہے مگر وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اسنے کیل کرنے کے حکم کو ترک کیا کذا فی الفتح ابن جابر سے روایت کی نہی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اسمیں دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحق اور بزار اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اگرچہ اس حدیث میں ضعف ہے لیکن بسبب کثرت طرق اور رجوع ائمہ کے واجب العمل و حجت ہے کذا فی فتح القدیر اور عدم جواز کی علت فقہی کو شارح بعد اسکے بیان کریگا ومثلہ الموزون والمعدود بشرط الوزن والعد لاحتمال الزیادۃ وھی للبائع اور مکیل کے مانند ہے موزون اور معدود خرید کرنا بشرط وزن اور شمار کے بسبب احتمال زیادتی کے اور حالانکہ زیادتی بائع کا حق ہے یعنی جیسے مکیل اسیطرح موزون اور معدود کو خرید کیا بشرط

کیل اور وزن اور شمار سکو نہیں تصرف کرنا قبضہ کرنے کے بعد بدون ناپنے اور تولنے اور شمار کرنے کے جائز نہیں کہ شاید زیادہ ہو مثلا بائع نے کہا کہ یہ چیز دس من یا غلہ دس سیر ہے تو اگر واقع میں گیارہ سیر ہوئی تو دسویں سیر بائع کا مال ہے پھر اب مشتری کو ناپنا اور تولنا اور شمار کر لینا واجب ہوا تا غیر کے مال میں تصرف کرنا لازم نہ آوے اور دوسرا فائدہ کیل اور وزن اور شمار کا یہ ہے کہ اگر مبیع کم ٹھیرے تو مشتری اتنا ثمن کم کر دے فتح القدیر میں کہا معدود کہ عددی متقارب ہو جیسے انڈا اور اخروٹ بخلاف مجازفة فیہ لان الکل للمشتری مجازفت بیع مکیل اور موزون اور معدود کی بیع میں تخمینی یہ ہے کہ بلا شرط کیل اور وزن اور شمار کے جیسا کہ ایک ڈھیر گیہوں کا خرید کیا تو اسکا تولنا اور ناپنا لازم نہیں اسواسطے کہ وہ بالکل مشتری کا مال ہے تو اسمیں احتمال زیادتی کا نہیں (وقید بقوله غیر الدراهم والدنانیر لجواز التصرف فیهما بعد القبض قبل الوزن کبیع التعاطی فانه لا یحتاج فی الموزونات الی وزن المشتری ثانیا لانه صار بیعا بالقبض بعد الوزن قنیه وعلیه الفتوی خلاصه) اور مصنف نے موزون میں غیر دراہم اور دنانیر کی قید لگائی بسبب جائز ہونے تصرف کے دراہم اور دنانیر میں بعد قبض قبل وزن کرنے کے مانند بیع التعاطی کے اسواسطے کہ موزونات میں دوبارہ مشتری کو وزن کرنیکی حاجت نہیں کیونکہ قبض بعد الوزن بیع ہو گیا کذا فی القنیہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصہ خلاصہ یہ ہے کہ بیع موزونات میں دو صورت میں مشتری کو دوبارہ وزن کر لینا شرط نہیں ایک دراہم اور دنانیر کے عقد صرف میں اسواسطے کہ انکی مقدار تھوڑی میں غالبا تفاوت نہیں ہوتا اور دوسرے بیع التعاطی میں کہ جب مشتری نے دراہم دیئے اور بائع نے مقدار معلوم کو کیل یا وزن کر دیا تو بیع منعقد ہو گی بطریق تعاطی کے کذا فی الطحطاوی (وکفی کیله من البائع بحضرته ای المشتری بعد البیع لا قبله اصلا او بعده بغیبته فلو کیل بحضرة رجل فشراه فباعه قبل کیله لم یجز وان اکتاله الثانی لعدم کیل الاول فلم یکن قابضا فتح) اور کفایت کرتا ہے بائع کا کیل کرنا یعنی ناپ دینا مشتری کے سامنے بعد انعقاد بیع کے نہ قبل بیع کے مطلقا خواہ اسکے سامنے کیل ہوا ہو یا پیچھے یا بعد بیع کے مشتری کے پیچھے ہوا اگر کیل ہوا کسی اور شخص کے سامنے پھر اسنے غلہ کو خرید کیا پھر اسکو بغیر کیل کے بیچا قبل اسکے کیل کرنے کے تو جائز نہیں اگرچہ مشتری ثانی نے اسکو کیل کر لیا ہو بواسطہ عدم کیل مشتری اول کے تو وہ قابض ہی نہیں ہوا کذا فی الفتح تو اسکی بیع غیر مقبوض کی بیع ہوئی اور حضور مشتری میں کیل بائع اسواسطے کافی ہوا کہ مبیع معلوم ہو گی کیل واحد سے اور تسلیم ثابت ہو چکی اور قبل بیع کے کیل کرنا اسواسطے کافی نہ ہوا کہ اسوقت بائع اور مشتری کا اتفاق دونوں پر صحیح نہیں (ولو کان المکیل والموزون ثمنا جاز التصرف فیه قبل کیله ووزنه لجوازه قبل القبض فقبل الکیل اولی) اور اگر مکیل اور موزون ثمن ہو تو جائز ہے اسمیں تصرف قبل اسکے کیل اور وزن کے بسبب جواز تصرف ثمن کے قبل قبض کے تو قبل کیل کے تصرف بطریق اولی جائز ہے یعنی کیل اور وزن متممات قبض سے ہیں پھر جبکہ ثمن میں تصرف قبل قبض کے جائز ہوا تو قبل متممات بطریق اولی جائز ہو گا (کالمذروع قبل ذرعه وان اشتراه بشرط الا انه افرد لکل ذراع ثمنا فهو نحو ما ذکر کموزون والاصل ما مر ان الذرع وصف فلذا فیکون کله للمشتری الا اذا کان مقصودا واستثنی ابن الکمال من الموزون ما یضره التبعیض لان الوزن فیه وصف) جیسا کہ مذروع میں بیع مذروع قبل الذرع جائز ہے اگرچہ اسکو بشرط پیمائش خرید کیا ہو مگر جبکہ جدا جدا ہر گز کا ثمن مقرر کیا ہو تو اب بیع مذروع کی حیثیت میں موزون کی مانند ہو گیا اور قاعدہ اسکا وہ ہے جو چند بار ذکر ہو گیا کہ گز وصف ہے تو بمقدار تو کل مذروع مشتری کا ہو چکا مگر جبکہ گز مقصود بالذات ہو جاوے یعنی ہر گز کا ثمن مقرر کرنے سے اور ابن کمال نے موزونات میں سے اس موزون کو مستثنے کیا ہے جسکو تبعیض یعنی ٹکڑے کرنا مضر ہو اسواسطے کہ ایسے موزون میں وزن مقدار نہ رہا بلکہ وصف ہو گیا مثل مصری برتن موزون جیسا کہ تانبے وغیرہ کا برتن قلعی سے الگ استعمال کے نہیں بچتا تو اسوقت میں موزون میں تصرف کرنا قبل اسکے وزن کے جائز ہے اگرچہ بشرط وزن خرید کیا ہو مناسب تھا کہ اسکو وزن کی بحث میں شارح ذکر کرتا کذا فی الطحطاوی (وجاز التصرف فی الثمن بهبة او بیع او غیرهما لو عینا ای مشارا الیه او دینا فالتصرف فیه تملیکه ممن علیه الدین ولو بعوض ولا یجوز من غیره ابن ملک قبل قبضه) اور قبضہ کرنے سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا جائز ہے بطریق ہبہ یا بیع کے یا اور طرح بشرطیکہ ثمن عین ہو یعنی اسکی طرف اشارہ ہو سکتا ہو جیسا متاع ہو یا نقد اور اگر ثمن دین ہو تو اسمیں تصرف اسکی تملیک کا ہے مدیون کو اگرچہ تملیک بعوض ہو یعنی ہر چند کہ مدیون سے کوئی چیز خرید کرے عوض ثمن کے جو دین ہے اور تملیک غیر میں جائز نہیں یعنی غیر مدیون سے کذا فی شرح ابن ملک (سوا تعین بالتعیین کمکیل او لا کنقود فلو باع ابلا بدراهم او بکر بر جاز اخذ بدلهما شیئا آخر) قبل قبض تصرف ثمن میں جائز ہے خواہ ثمن عین ہو جاتا ہو معین کرنے سے چنانچہ مکیل یا نہیں معین ہوتا چنانچہ نقود تو اگر اونٹ دراہم یا گیہوں سے بیچا تو دراہم اور گیہوں کے عوض کوئی اور چیز

لینا جائز ہے ہم عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ ہم اونٹ بقیع میں بیچتے تھے تو درم کی جگہ دینار اور بجائے دینار درم لیتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو جائز رکھتے تھے کذا فی النہر و
کذا الحکم فی کل دین قبل قبضہ کمہر واجرۃ وضمان متلف وبدل خلع وعتق بمال وموروث وموصی بہ والحاصل جواز التصرف فی الاثمان
والدیون کلہا قبل قبضہا عینیۃ سوی صرف وسلم فلا یجوز اخذ خلاف جنسہ لفوات شرطہ اور یہی حکم ہر دین میں قبل اسکے مقبوض ہونے کے جیسے مہر اور اجرت
اور تلف کی چیز کا تاوان اور بدل خلع اور مال کا اور ارث اور وصیت کی چیز خلاصہ یہ کہ تمام اثمان اور دیون میں قبل انکے مقبوض ہونے کے تصرف کرنا جائز ہے کذا فی العینی
سوائے صرف اور سلم کے کہ انمیں خلاف جنس لینا جائز نہیں بسبب فوت ہونے اسکی شرط کے ہے یعنی شرط صحت صرف اور سلم قبض ثمن ہے تو قبل اسکے تصرف صحیح نہیں وصح الزیادۃ
فیہ ولو من غیر جنسہ فی المجلس او بعدہ من المشتری او وارثہ خلاصۃ لقیامہ لا بعد ملک او من اجنبی اور صحیح ہے زیادہ کر دینا ثمن میں اگرچہ زیادتی اسکے خلاف جنس سے ہو اور
مجلس عقد میں ہو یا بعد اسکے مشتری کی طرف سے زیادتی ہو یا اسکے وارث سے کذا فی الخلاصہ یہ نہ کہا یا زیادتی اجنبی کی طرف سے ہو ہم اگر اجنبی کی زیادتی باذن مشتری ہو تو مشتری پر
واجب ہو یا اجنبی پر اگر اسکے بلا امر ہو تو اگر مشتری نے قبول کر لی تو اسپر لازم ہو ورنہ باطل ہے اور اگر اجنبی نے زیادہ کرنے کے وقت مشتری کی طرف سے ذکر کیا تو باطل نہیں ہے
کما لو کان بامرہ اگرچہ بلا امر مشتری تھا تو اجنبی پر مشتری سے بیع لے اور منہیں نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر ان قبل البائع فی المجلس او بعدہ کذا فی الخلاصہ
زیادتی ثمن کی صحیح ہے اگر غیر جنس میں ہو اور بائع اسکو زیادتی کی مجلس میں قبول کرے اور اگر مجلس کے بعد قبول کریگا تو زیادتی باطل ہو جائیگی کذا فی الخلاصہ صرف میں زیادتی اور کمی ثمن
کی جائز نہیں کیونکہ سود ہے وقیدنا لوقتہ بیعہ اذا زاد اجنبی اور خلاصہ میں ہے کہ اگر مشتری ثمن زیادہ کرنے کے بعد مر جاوے تو اسپر جبر کیا جاوے یعنی وارث پر والایہ دکان المبیع
قائما فلا تصح بعد ہلاکہ ولو حکما علی الظاہر بان باعہ ثم شراہ ثم زادہ اور زیادتی صحیح ہے بشرطیکہ مبیع قائم ہو تو زیادہ کرنا صحیح نہیں بعد ہلاک
ہونے مبیع اگرچہ ہلاک حکمی ہو بنا بر قول ظاہر کے اسطرح کہ مشتری نے اسکو بیچا پھر اسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا یعنی خرید اول میں ہم بیع کو ہلاک حکمی ہے لہٰذا اسکا اعتبار نہیں ہے اسلئے خلاف
کے برابر ہے اور اگر بیع کے بعد پھر خرید کر ثمن زیادہ کریگا تو بطریق اولی جائز ہے کذا فی الطحطاوی وزاد فی الخلاصۃ وکونہ محلا للمقابلۃ فی حق المشتری حقیقۃ فلو
باعہ بعد القبض ودبر او کاتب او ماتت الشاۃ فزاد لم یجز لفوات محل البیع بخلاف ما اجر او رہن او جعل الحدید سیفا او ذبح الشاۃ لقیام الاسم وبعض
المنافع اور خلاصہ میں زیادت ثمن کی تیسری شرط زیادہ کی ہے یعنی ہونا مبیع کا محل مقابلہ زیادتی در حالیکہ مقابلہ حقیقی ہو مشتری کے حق میں سو اگر مبیع مشتری کے ہاتھ سے
خارج ہو گئی ہو بیع وغیرہ سے تو اگر مشتری نے اسکو بیچا بعد قبض کے یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا بکری مر گئی پھر مشتری نے ثمن زیادہ کر دیا تو جائز نہیں بسبب فوت ہونے محل بیع
بخلاف اسکے کہ اگر مبیع کو اجارہ دیا یا اسکو رہن کر دیا یا لوہے کی تلوار بنائی یا بکری ذبح کر ڈالی تو ان صورتوں میں زیادہ کرنا جائز ہے بسبب قائم ہونے نام اور صورت اور بعض
منافع مبیع کے ہم یعنی ذکر ہلاک حکمی کے قول خلاصہ کے ذکر کی کچھ حاجت نہیں ہے واسطے کہ بیع اور تدبیر اور کتابت اور موت ہلاک حکمی میں داخل ہیں کذا فی الطحطاوی وصح الحط منہ
بعد ہلاک المبیع وقبض الثمن اور صحیح ہے کم کر دینا ثمن کا یعنی بائع کی جانب سے اگرچہ کم کرنا بعد ہلاک مبیع اور قبض ثمن کے ہو والزیادۃ والحط یلتحقان باصل العقد
بالاستناد فبطل حط الکل اور زیادتی اور کمی ثمن اصل عقد سے ملحق ہے بطریق استناد کے یعنی گویا زیادتی اور کمی ابتدا سے عقد سے ثابت ہوئی تو باطل ہے تمام ثمن کا کم کر دینا اس وجہ سے یعنی
یہ ہے کہ اسمیں اصل عقد کی تبدیل ہے کیونکہ بعد عقد کے تمام ثمن کا کم کر دینا یا ہبہ ہے یا بیع بلا ثمن ہے تو فاسد ہے کذا فی الزیلعی واثر الالتحاق فی تولیۃ ومرابحۃ وشفعۃ واستحقاق وہلاک
وحبس مبیع وفساد صرف لکن انما یظہر فی الشفعۃ الحط فقط اور زیادتی اور کمی کے الحاق کا اثر ظاہر ہوتا ہے تولیہ اور مرابحہ اور شفعہ اور ہلاک اور حبس مبیع اور فساد
صرف میں لیکن شفعہ میں تو فقط کمی کا اثر ظاہر ہوتا ہے نہ زیادتی کا ہم یعنی اگر دس درم کی خرید تھی پھر مشتری نے پانچ درم ثمن میں زیادہ کر دیئے تو تولیہ اور مرابحہ پندرہ درم پر ہوگی
اور در صورت کم کر دینے ثمن کے باقی پر تولیہ اور مرابحہ کرے اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری کل ثمن زیادتی کے ساتھ پھیر لیگا اور بائع کو صرف ثمن [illegible] زیادتی اختیار ہے اور صرف
زیادتی اور کمی سے عقد فاسد ہوا اور شفعہ میں شفیع کو زیادتی اسواسطے لازم نہ ہوگی کہ اسکا حق ثابت ہو چکا تھا [illegible] بائع اور مشتری
اسکے ابطال کے مالک نہیں وصح الزیادۃ فی المبیع ولزم البائع دفعہا ان فی عینیۃ [illegible] قبل المشتری اور مبیع میں زیادہ کر دینا صحیح ہے بائع کی جانب سے

[illegible]

بائع کو اسکا دینا لازم ہے بشرطیکہ زیادتی مسلم فیہ میں ہو کذا فی الزیلعی اور مشتری اسکو قبول کرے ہم زیلعی نے کہا مسلم فیہ میں زیادہ کرنا صحیح نہیں کیونکہ وہ فی الحقیقت معدوم ہے
اسکو تو موجود فرض کیا ہے مسلم الیہ کے دفع حاجت کے واسطے اور مسلم فیہ میں زیادہ کرنا اسکی حاجت کا دافع نہیں بلکہ موجب مزید حاجت ہے لہذا جائز نہیں ویلتحق ایضا
بالعقد فلو هلكت الزيادة قبل قبض سقط حصتها من الثمن اور مبیع کی زیادتی بھی مانند زیادت ثمن اصل عقد سے ملحق ہے تو اگر مبیع کی زیادتی ہلاک ہو گئی قبل
قبض کے تو اسکا حصہ ثمن سے ساقط ہو گا مثلاً تین درم کو چھ سیر گیہوں لی اور بائع نے بعد عقد کے تین سیر اور زیادہ کر دی پھر تین سیر تلف ہو گئے قبل قبض کے تو مشتری کو دو درم
کا دینا لازم ہو گا ایک درم ساقط ہو جائیگا وكذا الزيادة في الثمن عرضا فهلك قبل تسليمه انفسخ العقد بقدره قنية اور اسیطرح اگر مشتری نے ثمن میں اسباب
زیادہ کر دیا پھر وہ تلف ہو گیا قبل تسلیم کے تو عقد منفسخ ہو گا بقدر اسباب کے کذا فی القنیہ ہم مثلاً ایک چیز سو درم کو خرید کی اور بعد تقابض البدلین مشتری نے ثمن میں ایک کتاب
زیادہ کر دی جسکی قیمت پچاس درم تھے پھر کتاب ضائع ہو گئی قبل تسلیم کے تو مبیع کی ایک تہائی میں بیع فسخ ہو گی کذا فی النہر یعنی اسواسطے کہ پچاس ڈیڑھ سو کی تہائی ہے طحطاوی
کہا چونکہ مبیع قائم ہے تو اسکا مقتضی یہ ہے کہ مشتری کتاب کی قیمت کا ضامن ہے والله تعالى اعلم ولا يشترط للزيادة هنا قيام المبيع فتصح بعد هلاكه بخلافه
في الثمن كما مر اور شرط نہیں ہے یہاں کی زیادتی میں یعنی زیادت مبیع میں قائم رہنا مبیع کا شرط نہیں تو زیادہ کرنا صحیح ہے بعد اسکے ہلاک کے بخلاف ثمن کی زیادتی کے کہ اسمیں قیام مبیع شرط ہے چنانچہ
گذشتہ کو ہو چکا وصح الحط من الثمن ولو بعد هلاك المبيع وقبضه هذا لو الثمن دينا وان عينا لا يصح لانه اسقاط واسقاط العين لا يصح بخلاف الدين فيرجع بما دفع في براءة
الاسقاط لا في براءة الاستيفاء اتفاقا اور صحیح ہے کم کر دینا ثمن سے اگر ثمن دین ہو اور اگر ثمن عین مشار الیہ ہو تو کم کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ کم کرنا اسقاط ہے اور
اسقاط عین کا صحیح نہیں بخلاف دین کے کہ اسکا اسقاط صحیح ہے تو پھیر لے جو اسنے دیا تھا براءت اسقاط میں نہ براءت استیفا میں بالاتفاق ہم حط میں ہے کہ دس گیہوں جو نہ کھجور
خرید کیے پھر بائع سے مشتری نے چار درم اسکو ساقط کر دیے قبل قبض کرنے کے تو جائز نہیں اسواسطے کہ گیہوں عین ہیں یعنی متعین مشار الیہ ہیں اور حالانکہ اسقاط عین صحیح نہیں
اور اگر گیہوں کے ڈھیر سے بقدر ایک پیمانے کے خرید کیے پھر چار درم ساقط کیے قبل قبض کے تو جائز ہے اسواسطے کہ گیہوں یہاں دین ہیں اور اسقاط دین میں صحیح ہے انتہی براءت اسقاط کی
مثال یہ ہے کہ مشتری کہے بائع سے کہ میں نے تجھکو بری الذمہ بطریق براءت اسقاط کے کیا اور براءت استیفا کی مثال یہ کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کیا بطریق براءت استیفا اور بعض
نے کہا کذا فی الطحطاوی ولو اطلقها فقولان اور اگر براءت کو مطلق کہا بلا قید اسقاط یا استیفا کے تو اسمیں دو قول ہیں یعنی جواز رجوع اور عدم رجوع میں اختلاف ہے واما الابراء
المضاف الى الثمن فيصح ولو بعد هبته فيرجع المشتري بما دفع على ما ذكره السرخسي فيتامل عند الفتوى بحر اور وہ براءت جو ثمن کیطرف مضاف ہو وہ صحیح ہے اگرچہ
ابرا بعد ہبہ بالکل ہو بعد ثمن کے ہو تو مشتری پھیر لے جو اسنے ثمن دیا تھا موجب سرخسی کے قول کے تو مفتی کو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کے وقت کذا فی البحر یعنی
شیخ الاسلام کے نزدیک ابرا میں تفصیل ہے کہ براءت اسقاط میں رجوع ہے نہ براءت استیفا میں اور شمس الائمہ سرخسی کے نزدیک ابراء ثمن بعد استیفا و قبض کے صحیح ہے تو بائع پر ثمن
بعد قبض واجب ہے اور جب براءت استیفا میں رجوع جائز ہے تو براءت اسقاط میں بطریق اولی جائز ہو گا اور جب اسمیں اختلاف ہے تو مفتی پر تامل کر کے فتوی دینا لازم ہوا
شارح نے جو مسئلہ قبض میں رجوع کو براءت اسقاط میں اور عدم رجوع براءت استیفا میں اتفاق علما کا نقل کیا ہے سو خلاف واقع ہے کذا فی الطحطاوی وقال في النهر وهذا انسب
بالاصل للاطلاق نہر الفائق میں کہا اور وہ یعنی سرخسی کا قول اطلاق سے انسب ہے وفي البزازية باعه على ان يهبه من الثمن كذا لا يصح ولو على ان يحط منه كذا جاز لحوق الحط
العقد دون الهبة اور بزازیہ میں ہے بیچی اس شرط پر کہ مشتری کو ثمن سے اسقدر ہبہ کرے تو صحیح نہیں اور اگر اس شرط پر بیچی کہ ثمن سے اسقدر کم کرے تو صحیح ہے بسبب لاحق ہونے
اسقاط کے اصل عقد سے سوا ہبہ کے یعنی ہبہ اصل عقد سے لاحق نہیں ہوتا والاستحقاق البائع والمشتري والشفيع يتعلق بما وقع عليه العقد ويتعلق بالزيادة ايضا فلو رد بعيب
رجع المشتري بالكل اور استحقاق بائع اور مشتری اور شفیع کا اسی سے متعلق ہوتا ہے جس پر عقد واقع ہوا اور زیادتی سے بھی متعلق ہے تو اگر عیب کے سبب سے مبیع پھیر دی جائے تو مشتری سب یعنی
ثمن اور زیادت لے جب استحقاق کل سے متعلق ہوا تو بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہے تا قبض زیادت اور اگر مبیع مستحق غیر نکلے تو مشتری بائع سے ثمن مع زیادت پھیر لے اور جب شفیع مبیع کو
شفعہ سے لے تو اسی باقی کے ساتھ لے جتنا بائع نے مبیع پر زیادہ کر دیا الی بعد کذا فی الطحطاوی ولزم تاجيل كل دين ان قبل المديون والا لزم ہر دین کی اگر مدیون قبول کرے ہم

دین وہ ہے جو گردن پر واجب ہو بسبب عقد یا استہلاک کے کذا فی الطحطاوی عن السمرقندی نہر الفائق میں ہے کہ تاجیل ہر دین کی صحیح ہے خواہ ثمن مبیع ہو یا سوا اسکے ہو اسواسطے کہ قضا دین کی
کرو بنا جائز ہے تو تاخیر مطالبہ بطریق اولی جائز ہوگی بشرط قبول مدیون اور جو مدیون مدت کو قبول کرے تو دین حال یعنی بلامدت باقی رہیگا اور خانیہ میں ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ میں نے مدت کو باطل کیا
اسکو چھوڑا تو دین حال ہو جائیگا اور اگر مدیون بولا کہ میں مدت سے بری ہوں یا مجھکو اسکی کچھ حاجت نہیں تو یہ قول باطل نہوگا انتہی ما فی النہر الا فی سبع علی ما فی مداینات الاشباہ
یعنی لیکن سات میں بدل صرف و سلم و ثمن عند اقالۃ و بعدھا وما اخذ بہ الشفیع و دین المیت والسابع القرض مگر سات صورتوں میں اجل دین لازم نہیں ہے چنانچہ اشباہ کی داینات
میں ہے صرف کے دونوں عوضوں میں اور سلم میں یعنی راس المال میں یا ثمن میں اقالہ کے وقت اور اسکے بعد اور اس ثمن میں جسکے عوض شفیع نے شفعہ کیا اور دین میت میں اور ساتویں قرض میں
ہے بحرالرائق میں ہے کہ اگر مشتری شفیع سے ثمن کی مدت مقرر کرے تو صحیح نہیں خلاصہ میں ہے کہ اگر مدیون مر گیا اور دین حال ہو گیا اور دائن نے اسکے وارث سے دین کی مدت مقرر کی تو صحیح نہیں
نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام مصنف اس پر دلالت کرتا ہے کہ مسائل مذکورہ میں تاجیل صحیح نہیں ہے نہ یہ کہ صحیح غیر لازم ہے چنانچہ ظاہر بحر الرائق سے یہی ہے کیونکہ صاحب بحر نے مسائل مذکورہ کو قرض کے ساتھ
ملحق کیا ہے فلا یلزم تاجیلہ تو تاجیل قرض کی لازم نہیں ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ قرض باعتبار ابتدا کے اعارہ اور صلہ ہے ولہذا بلفظ اعارہ صحیح ہے اور جو تبرع کا مالک نہیں قرض دینے کا بھی مالک نہیں
چنانچہ وصی یا وصی اور ولی اور مکاتب و عبد ماذون پھر جب یہ ثابت ہو تو اسمیں تاجیل لازم نہوگی کیونکہ تبرع کو اگر کسی نے عاریت کی مدت مقرر کی ہو تو بھی لے لینا قبل مدت کے جائز ہے اور باعتبار انتہا
کے معاوضہ ہے کیونکہ اسمیں رد مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہیں کیونکہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع دراہم سے اُدھار ہو اور یہ مقتضی فساد ہے قرض میں تا الا کہ یہ خلاف اجماع ہے ولہذا علاقہ
حاصل ہونے کا تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہے کذا فی الزیلعی وفی النہر یعنی اگر قرض دینے والا اسکے بعد پھر جائے تو قرض مستقرض سے فی الحال مطالبہ کر سکتا ہے الا فی اربع اذا کان مجحودا تاجیل
قرض لازم نہیں مگر چار صورتوں میں لازم ہے پہلا قرض مجحود ہو یعنی مستقرض انکار کرتا ہو اور صورت عدم شہادت ہو صورت اسکی یہ ہے کہ مستقرض مقرض سے کہتا ہو کہ میں تیرے قرض کا اقرار
نہ کرونگا تاوقتیکہ تو اسکی کچھ مدت مقرر کردے یا اصل مال سے کچھ کم کر دے پھر مقرض نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے اور تاجیل لازم ہوگی کہ اسکو فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا اس صورت میں ہے جبکہ
اسنے پوشیدہ کہا ہو اور اگر علانیہ لوگوں کے روبرو کہا تو مقرض فی الحال اخذ کر سکیگا کذا فی الطحطاوی او حکم مالکی بلزومہ بعد ثبوت اصل الدین عندہ یا مالکی مذہب قاضی لزوم مدت کا حکم کیا
بعد ثابت ہونے اصل دین کے مالکی کے نزدیک او احالہ علی آخر فاجلہ المقرض او احالہ علی مدیون مؤجل دینہ لان الحوالۃ مبریۃ یا مستقرض نے قرض کا حوالہ کسی شخص
تو مقرض نے محال علیہ کے واسطے کچھ مدت مقرر کر دی یا مستقرض نے قرض کا اس مدیون پر حوالہ کیا جسکا دین مؤجل ہے اسواسطے کہ حوالہ بری الذمہ دینے والا ہے محیل کا صحیح حوالہ کی دونوں صورتوں میں لازم ایک
جسپر حوالہ کیا گیا
میں حیلہ ہے مسئلہ الحیلۃ یعنی وصیت میں صورتیں ہیں والرابع الوصیۃ اوصی بان یقرض من مالہ الف درہم فلانا الی سنۃ فیلزم من ثلثہ ویسامح فیہا نظرا للموصی او اوصی
بتاجیل قرضہ الذی لہ علی زید سنۃ فیصح و یلزم چوتھی صورت لزوم اجل قرض کی وصیت ہے یعنی اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اسکے مال سے ہزار درہم فلانے شخص کو قرض دیئے
جائیں سال بھر کی مدت پر تو وصیت لازم ہوگی اسکے ثلث مال سے اور سامحت کیجائیگی سال کی مدت میں بلحاظ قول موصی کے یا ایک شخص نے اپنے اس قرض کی جو زید پر ہے سال بھر کی مدت مقرر کرنے
کو وصیت کی تو صحیح ہے اور مدت لازم ہے والحاصل ان تاجیل الدین علی ثلثۃ اوجہ باطل فی بدلی صرف و سلم و صحیح غیر لازم فی قرض و اقالۃ و شفیع و دین میت ولازم فیما عدا
ذلک ذکرہ المصنف بتصحیحہ فی النہر بان الملحق بالقرض تاجیلہ باطل اور خلاصہ یہ ہے کہ تاجیل دین کی تین قسمیں ہیں بدل صرف و سلم میں تو تاجیل باطل ہے اور تاجیل صحیح غیر لازم
قرض و اقالہ و شفیع اور دین میت میں اور تاجیل لازم ہے سوا انکے مذکورہ کے اور صاحب بحر کی اس تقریر کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت کیا ہے لیکن نہر الفائق میں اس پر اعتراض کیا ہے کہ
ملحقات قرض یعنی اقالہ و شفیع اور دین میت کی تاجیل باطل ہے قول صاحب بحر کا سابق میں مفصل مذکور ہو چکا قلت ومن حیل تاجیل القرض کفالتہ موجلا فیتاجل عن الاصیل
الدین واحد بحر وھو حیلۃ لطیفۃ ملتقطا میں کہتا ہوں اور حیلہ تاجیل قرض کی ضمانت ہے بہ مدت مقرر کر تو مطالبہ قرض کا اصل سے ضمانت مقرر ہو جائیگا اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہے
کذا فی البحر والنہر تو یہ ایک ہی صورت عدم جواز تاجیل قرض سے مستثنیٰ ہوئی اسکو یاد رکھنا چاہیئے یعنی اگر زید نے فرضا سو درہم خالد سے قرض لیئے اور چاہا کہ قرض کی کچھ مدت مقرر ہو
تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ زید محمود کو ضامن کرے اور محمود ایک سال یا ایک مہینے کی مدت سے ضمانت کرے تو ضمانتا بہ مدت مطالبہ ہو جائیگا لیکن نہر الفائق میں صراحتہ منقول ہے کہ
کے نزدیک صورت ضمانت فرض ضامن سے تا مدت معلومہ مطالبہ ہوگا کہ مستقرض سے بالفعل مطالبہ ہو سکتا ہے والله تعالی اعلم وفی الاشباہ حیلۃ

تأجیل دیون المیت ان یقر الوارث بانہ عین ما بیع المیت فی حیاتہ مؤجلا الی کذا ویصدقہ الطالب انہ کان مؤجلا فیلغیہا ویقر الطالب بان المیت لم یترک شیئا ولا لام الوارث بالبیع الدین وھذا علی ظاھر الروایۃ من ان الدین اذا حل بموت المدیون لا یحل علی کفیلہ اشباہ کے باب المداینات میں تاجیل دین میت کا یہ حیلہ مذکور ہے کہ وارث اقرار کرے کہ وہ یعنی وارث ضامن ہے واسطے دین کے اور دین کا اتنی مدت مقرر کرے اور طالب دین اسکی تصدیق کرے کہ میت اور اسکے کفیل پر دین مؤجل تھا اور طالب اقرار کرے کہ میت نے کچھ ترکہ نہیں چھوڑا اور اگر ترکہ ہوگا تو اسکے بیچ ڈالنے کا اور اسکے دین کے واسطے وارث کو حکم ہوگا اور یہ حیلہ ظاہر الروایۃ پر مبنی ہے کہ جب دین مؤجل فی الحال واجب الادا ہو جاتا ہے مدیون کی موت سے تو میت کے کفیل پر فی الحال لازم الادا نہیں ہوتا جیسا عنقریب مذکور ہو چکا کہ ضامن پر دین مؤجل ہو جاتا ہے اگرچہ اصیل پر دین حال ہو تو اسکے واسطے فقط تصدیق ضامن کافی ہے علاوہ اسکے اگر طالب کی اتباع ہو تو اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں خلاف واقع ظاہر کرے کذا فی الطحطاوی وقت سیجیئ فی اخر الکتاب انہ لو عجلہ واداہ قبل حلولہ لیس من المرابحۃ الا بقدر ما مضی من الایام وھو جواب المتاخرین میں یہ کہتا ہوں آخر کتاب میں آویگا کہ اگر دین مدیون کی موت سے فی الحال لازم الادا ہوا یا مدیون نے دین کو قبل اسکی مدت کے آنے کے ادا کر دیا تو اسکے واسطے منافع تجارت سے کچھ نہیں مگر بقدر ایام گذشتہ اور یہ جواب ہے متاخرین فقہا کا یعنی جو مرابحہ کہ جاری ہوا ہے مدیون اور دائن کی بیع میں سے مدیون کچھ نہ پاویگا مگر بقدر ایام گذشتہ کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ

فصل فی القرض

یہ فصل ہے قرض کے بیان میں ھو لغۃ ما تعطیہ لتتقاضاہ قرض لغت عرب میں وہ چیز ہے جسکو تو دے تا اسکا تو تقاضا کرے ہم چیز قیمی اور مثلی سے اور تقاضا بھی عام ہے بعینہ ہو یا بمثلہ تو قرض لغوی عام ہے قرض شرعی سے وشرعا ما تعطیہ من مثلی لتتقاضاہ وھو اخصر من قولہ اور شرع میں قرض وہ ہے جسکو تو دے منجملہ مثلیات کے تا اسکا تو تقاضا کرے اور یہ تعریف قرض کی مختصر تر ہے مصنف کی تعریف آیندہ سے ہم طحطاوی نے کہا لیکن تعریف اسپر بھی صادق آتی ہے جسمیں عین شے کا تقاضا ہوتا ہے چنانچہ ودیعت عقد مخصوص بلفظ القرض ونحوہ یرد علی دفع مال بمنزلۃ الجنس مثلی خرج القیمی لآخر لیرد مثلہ خرج نحو ودیعۃ وھبۃ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کی دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دے شارح نے کہا عقد مخصوص بلفظ قرض ہو یا مانند اسکے چنانچہ یوں کہنا کہ مجھکو اتنے درم دے تا میں تجھکو مثل اسکے پھیر دوں دفع مال بمنزلہ جنس کے ہے اور مثلی کی قید سے قیمتی مال چیز نکل گئی اور مثل کی قید سے ودیعت اور ہبہ نکل گئی ہم ودیعت کے مانند عاریت ہے کیونکہ ودیعت اور عاریت میں عین شے رد کی جاتی ہے نہ مثل اور ہبہ کے مانند صدقہ ہے کہ دونوں میں رد عین ہے نہ رد مثل وصح القرض فی مثلی ھو کل ما یضمن بالمثل عند الاستہلاک اور صحیح ہے قرض مال مثلی میں مال مثلی وہ ہے جسکے تلف کر ڈالنے سے اسکے مانند تاوان دینا پڑے ہم مال مثلی چنانچہ کیلی اور وزنی چیز اور عددی متقارب چنانچہ انڈا اور اخروٹ تو حیوانات اور ثیاب اور عددیات متفاوتہ میں قرض صحیح نہیں کذا فی العالمگیریۃ پختہ اینٹ اور خام عددی متقارب ہے بشرطیکہ قالب یکسان ہو لا فی غیرہ من القیمیات کحیوان وحطب وعقار وکل متفاوت لتعذر رد المثل قرض صحیح نہیں مثلی مال کے سوا قیمت والی چیزوں میں چنانچہ حیوان اور لکڑی اور زمین اور ہر متفاوت چیز بسبب متعذر ہو جانے رد مثل کے ہم چونکہ مثلیات کے سوا قیمیات میں رد مثل نہیں ہو سکتا لہذا قرض انمیں صحیح نہ ہوا فتاوی عالمگیری میں ہے متفاوت چیزوں میں قرض صحیح نہیں چنانچہ ریاحین رطبہ اور بقول میں لیکن خشک اور وسمہ اور ریاحین یابسہ کا استقراض بطریق کیل کے کچھ مضائقہ نہیں واعلم ان المقبوض بقرض فاسد کمقبوض ببیع فاسد سواء فیحرم الانتفاع بہ لا بیعہ لثبوت الملک جامع الفصولین اور دریافت کر کہ جو چیز مقبوض ہو بقرض فاسد وہ بیع فاسد کے مقبوض کی مانند ہے تو اس سے فائدہ لینا حرام ہے لیکن اسکا بیچ ڈالنا حرام نہیں بسبب ثابت ہونے ملک کے کذا فی جامع الفصولین ہم قرض فاسد جیسے گھر کا قرض لینا بلکہ سائر اعیان کا قرض فاسد ہے انتفاع اسواسطے حرام ہوا کہ شارع کی طرف سے اجازت نہیں اگرچہ متعاقدین راضی ہو جاویں کذا فی الطحطاوی فیصح استقراض

الدراھم والدنانیر وکذا کل ما یکال او یوزن او یعد متقاربا فصح استقراض جوز وبیض وکاغد عددا ولحم وزنا وخبز وزنا وعددا کما سیجیئ تو صحیح ہے قرض لینا دراہم اور دنانیر کا اور اسیطرح ہر ایک اس چیز کا جسمیں پیمانہ کرنا اور تولنا جاری ہے یا اسکا شمار ہوتا ہے بشرط تقارب تو اسلیے صحیح ہے قرض لینا اخروٹ اور انڈے کا اور کاغذ کا شمار کر کے اور گوشت کا تول کر اور روٹی کا تول کر [illegible] چنانچہ عنقریب باب الربوا میں آویگا طحطاوی نے کہا [illegible]

الرابحة والعدالي فكسدت فعليه مثلها كاسدة ولا يغرم قيمتها وكذا كل ما يكال ويوزن لما مر انه مضمون بمثله فلا عبرة بغلائه ورخصه ذكره في المبسوط من غير خلاف وجعله في البزازية وغيرها قول الامام وعند الثاني عليه قيمتها يوم القبض وعند الثالث قيمتها في آخر يوم رواجها وعليه الفتوى ایک شخص نے فلوس مروجہ اور عدالی قرض لیے پھر انکا رواج جاتا رہا تو اسپر انہیں کے غیر مروج فلوس لازم الادا ہیں اور وہ شخص انکی قیمت کا تاوان نہ دیگا اور یہی حکم ہر کیلی اور وزنی چیز کے قرض کا حکم ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ قرض میں ضمان بالمثل ہے تو کچھ اعتبار نہیں اسکی گرانی یا ارزانی کا مبسوط میں بلا ذکر خلاف مذکور کیا ہے اور بزازیہ وغیرہ میں وجوب مثل کو امام اعظم کا قول ٹھہرایا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اسپر یوم القبض کی قیمت ہے اور محمد کے نزدیک رواج فلوس کے پچھلے دن کی قیمت اسپر لازم ہے اور اسی قول پر فتوی ہے مگر گرانی اور ارزانی کا اسوقت اعتبار نہیں جبکہ قرض لینا اور ادا قرض کرنا ایک ہی شہر میں ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا فائدہ [illegible] عدالی جمع ہے عدالی کی اور بحر الرائق کے باب الصرف میں یہ ہے منقول ہے کہ عدالی بفتح عین مہملہ و تخفیف دال مہملہ و لام مکسورہ وہ درہم ہیں جو عدال کی طرف منسوب ہیں شاید عدال بادشاہ کا نام ہے جسکی طرف درہم منقوشہ کی نسبت ہے کذا فی الطحطاوی

وقال وكذا الحكم لو استقرض طعاما بالعراق فاخذه صاحب القرض بمكة فعليه قيمته بالعراق يوم اقترضه عند الثاني وعند الثالث يوم اختصما وليس عليه ان يرجع معه الى العراق فياخذ طعامه صاحب بزازیہ نے کہا اور اسیطرح مسئلہ فلوس کے مانند یہ مسئلہ بھی خلافی ہے جبکہ ایک شخص نے عراق میں اناج قرض لیا عراق میں مستقرض سے صاحب قرض نے مواخذہ کیا مکہ شریف میں تو اسپر قیمت طعام واجب ہے وہ قیمت جو عراق میں تھی اسکے قرض لینے کے دن ابو یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک وہ قیمت لازم ہے جو روز خصومت تھی اور [illegible] نہیں کہ مستقرض کے ساتھ پھر جاوے عراق کی طرف اور وہاں اپنا طعام لے لے اس مسئلہ میں قیمت عراق اور قیمت مکہ کا حال بیان نہیں کیا سو اگر دونوں شہروں کی ایک ہی قیمت ہے تو قیمت عراق کا لینا اعتبار ضرور نہیں اور اگر قیمت مختلف ہے تو یہ حکم استحسان کے مخالف ہے

ولو استقرض الطعام ببلد الطعام فيه رخيص فلقيه المقرض في بلد الطعام فيه غال فاخذه الطالب بحقه فليس له حبس المطلوب ويؤمر المطلوب بان يوثق له بكفيل حتى يعطيه طعامه في البلد الذي اخذ منه اور اگر اناج قرض لیا اس شہر میں جسمیں اناج ارزان ہے پھر قرض دینے والے نے اس شہر میں قرض لینے والے سے ملاقات کی جسمیں اناج گران ہے اور طالب نے اپنے حق کا اس سے مواخذہ کیا تو طالب کو قید کرانا مطلوب کا جائز نہیں اور مطلوب کو حکم ہوگا کہ اعتماد کرا دے طالب سے کفیل دیکر تا شخص مطلوب طالب کا اناج اسکو اسی شہر میں دیدے جسمیں اس سے قرض لیا تھا

استقرض شيئا من الفواكه كيلا او وزنا فلم يقبضه حتى انقطع فانه يجبر صاحب القرض على تاخيره الى مجيء الحديث الا ان يتراضيا على القيمة لعدم وجوده بخلاف الفلوس اذا كسدت تمامه في الخانية قرض لیا کوئی میوہ ناپ کر پیمانے سے یا تولکر اور قرضدار نے اپنے صاحب قرض کو ادا نہ کیا یہانتک کہ میوہ منقطع ہو گیا یعنی اسکی فصل جاتی رہی تو صاحب قرض پر جبر کیا جائیگا تاخیر قرض پر تازہ میوہ پیدا ہونے تک مگر یہ کہ دونوں اسکی قیمت پر راضی ہو جاویں بسبب میوہ موجود نہ ہونے کے بخلاف فلوس کے جبکہ انکا رواج جاتا رہے تو انکی قیمت دینا جائز نہیں کیونکہ فلوس غیر موجود نہیں ہیں اور بیان اسکا خانیہ میں ہے

ويملك المستقرض القرض بنفس القبض عندهما اي الامام ومحمد خلافا للثاني فله رد المثل ولو قائما خلافا له بناء على انعقاده بلفظ القرض وفيه تصحيحان وينبغي جواز الاستبدال لانعدام المانع بالحال بحر اور مالک ہو جاتا ہے مستقرض قرض کا صرف قبضہ کرنے سے امام اعظم اور محمد کے نزدیک خلاف ابو یوسف کے تو جائز ہے مستقرض کو کہ مثل اسکا واپس دیدے اگرچہ قرض موجود ہو بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک با قیام قرض اسکا رد مثل جائز نہیں ہے اور یہ قول کی بنا قرض کے انعقاد پر ہے بلفظ قرض یعنی بدون اسکے استہلاک کے اور اسمیں انعقاد اور عدم انعقاد دونوں قولوں کی تصحیح وارد ہے اور لائق ہے اعتماد کرنا انعقاد قرض پر بسبب اسکے سببیت پہنچنے کو ملک کو فی الحال کذا فی البحر یعنی پھر لفظ قرض اور قبض سے ملک عین فی الحال ثابت ہو جاتی ہے تو ثابت ہوا کہ استہلاک عین پر انعقاد موقوف نہیں

شرى المستقرض القرض ولو قائما من المقرض بدراهم مقبوضة ولو تفرقا قبل قبضها بطل لانه افتراق عن دين بدين بزازيه فليحفظ تو جائز ہے مستقرض کو قرض کا خرید کرنا اگرچہ قرض قائم ہو خرید جائز ہے مقرض سے بعوض دراہم مقبوضہ کے پھر اگر دونوں شخص متفرق ہو گئے قبل قبض دراہم کے تو خرید باطل ہے کیونکہ یہ افتراق عن الدین بالدین ہے بلا قبض کذا فی البزازیہ خرید مستقرض [illegible]

ملک پر متفرع ہے یعنی جبکہ مستقرض قرض کا مالک ہوا تو اسکے ذمہ پر ضمان مثل ثابت ہوگیا تو اب اسکو اسکا خرید کرنا ثمن نقد جائز ہوا بحر الرائق مین ہے کہ بیع الدین بالدین جائز ہے بشرطیکہ بعد قبض بدلین افتراق ہو صرف مین یا بعد قبض احد البدلین افتراق ہو غیر صرف مین کذا فی الطحطاوی ﴿ واقرض صبیا محجورا فاستھلکہ الصبی لا یضمن خلافا للثانی وکذا الخلاف لو باعہ او اودعہ ومثلہ المعتوہ ﴾ قرض دیا صغیر ممنوع التصرف کو اور صغیر نے اسکو تلف کیا تو اسپر ضمان نہین بخلاف ابو یوسف کے اور اسیطرح خلاف ہے طرفین اور ابو یوسف کا اگر صغیر کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی یا اسکے پاس امانت رکھی اور اسنے تلف کر ڈالی اور صغیر کے مانند معتوہ ہے ابو یوسف کے نزدیک صغیر پر ضمان قرض ہے فتاوی عالمگیری مین مبسوط سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ﴿ ولو کان المستقرض عبدا محجورا لم یواخذ بہ قبل العتق خلافا للثانی وھو کالودیعۃ سواء خانیۃ ﴾ اور اگر قرض لینے والا عبد ممنوع التصرف ہو تو اس سے قرض کا مواخذہ نہین اسکے آزاد ہونے سے پہلے بخلاف ابو یوسف کے اور قرض اور ودیعت حکم مین برابر ہین کذا فی الخانیۃ ﴿ وفیھا استقرض من اخر دراھم فاتاہ المقرض بھا فقال المستقرض القھا فی الماء فالقاھا قال محمد لا شیء علی المستقرض وکذا الدین فی السلم بخلاف الشراء والودیعۃ فان بالالقاء بعد قابضا والفرق ان لہ اعطاء غیرہ فی الاول لا الثانی [illegible] ﴾ اور خانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے درہم قرض مانگے سو مقرض اسکے پاس درہم لایا مستقرض نے کہا کہ انکو پانی مین ڈالدے اور اسنے درہم پانی مین ڈالدیے محمد نے کہا کہ مستقرض پر کسی چیز کا مواخذہ نہین اور یہی حکم دین اور سلم کے رأس المال کا ہے بخلاف خرید اور امانت کے کہ وہ یعنی مشتری اور صاحب ودیعت پانی مین ڈالدینے سے قابض گنا جائیگا اور فرق دونون صورتون مین یہ ہے کہ مامور کو غیر کے دینے کا اختیار ہے پہلی صورت مین یعنی قرض اور دین اور راس المال مین نہ دوسری صورت مین یعنی خرید اور ودیعت مین اور صاحب خانیہ یعنی قاضی خان نے اس قول کو روایت نادرہ کی طرف نسبت کیا ہے ہم خرید سے مراد یہ ہے کہ بائع مبیع کو مشتری کے کہنے سے پانی مین ڈالدے اور ثمن منقود کو پانی مین ڈالنا مراد نہین کذا فی الطحطاوی ﴿ وفیھا القرض لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منھا لا یبطلہ ولکنہ یلغو شرط رد شیء اخر فلو استقرض الدراھم المکسورۃ علی ان یودی صحیحا کان باطلا وکذا لو اقرضہ طعاما بشرط ردہ فی مکان اخر وکان علیہ مثل ما قبض ﴾ اور خانیہ مین ہے کہ قرض متعلق نہین ہوتا جائز شرطون سے یعنی تعلیق بالشرط کو قرض قبول نہین کرتا تو شرط فاسد قرض کو باطل نہین کرتی ولیکن دوسری چیز کی پھیر دینے کی شرط لغو ہو جاتی ہے تو اگر ٹوٹے ہوئے درہم قرض لیے اس شرط پر کہ مستقرض صحیح اور ثابت درہم ادا کریگا تو یہ شرط باطل ہے اور اسیطرح اگر مقرض نے مستقرض کو اناج قرض دیا اس شرط پر کہ اسکو دوسرے شہر مین ادا کرے اور واجب ہوگا مستقرض پر مانند مقبوض کے یعنی ٹوٹے ہوئے درہم کا دینا اور اسیطرح اسی شہر مین اناج کا دینا جہان قرض لیا جامع الفصولین مین ہے کہ قرض مین محل الفاء شرط نہین اور قرض کا محل متعین ہے کذا فی الطحطاوی ﴿ فان قضاہ اجود بلا شرط جاز ویجبر الدائن علی قبول الاجود وقیل لا بحر ﴾ پھر اگر مستقرض نے نہایت کھری چیز ادا کی بدون مشروط ہونے عقد کی کے تو جائز ہے اور صاحب دین پر زبردستی کیجائیگی کھری چیز کے قبول کرنے پر اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسپر زبردستی نہین کیجائیگی کذا فی البحر ہم قول ثانی یعنی عدم جبر صحیح ہے جیسے ناقص کے قبول پر جبر نہین کذا فی العالمگیریۃ اور اگر دین موجل تھا اور اسنے قبل مدت کے ادا کیا تو اسکے قبول پر جبر کیا جائیگا شارح نے اسکا حکم بیان نہ کیا جبکہ مستقرض قرض سے زیادہ دے تو فتاوی عالمگیری مین ہے کہ اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری ہوا کرتی ہے تو جائز ہے یعنی بقدر چھ حبے کے سو درم مین تو جائز ہے نہ ایک درم اور دو درم کی زیادتی اور نصف درم کے جواز اور عدم جواز مین مشائخ کے قول ہین اور اگر ایسی زیادتی ہو جو دو وزنون مین جاری نہ ہو اور مروج نہین اور مدیون اسکو جانتا نہو تو اسکا پھیر دینا چاہیے اور اگر مدیون زیادتی کو جانتا ہو تو اگر اس چیز کی تبعیض یعنی اسکا ٹکڑا جدا کرنا مضر نہو تو جائز نہین اور اگر دراہم کا توڑنا مضر ہو تو اگر تمیز زیادت بدون توڑنے کے ممکن ہو اسطرح پر کہ انمین کوئی خفیف الوزن درم بقدر زیادتی موجود ہو تو جائز نہین اور اگر تمیز بدون توڑنے کے ممکن نہو تو جائز ہے بطریق ہبہ کے انتہی ملخصا اور تبیین المحارم مین ہے کہ اگر مستقرض نے زیادتی ہبہ کردی مقرض کو تو صحیح نہین کیونکہ ہبہ مشاع محتمل القسمۃ مین جائز نہین اور غیر محتمل القسمۃ مین جائز ہے کذا فی الطحطاوی ﴿ وفی الخلاصۃ القرض بالشرط حرام والشرط لغو بان یقرض علی ان یکتب الی بلد کذا لیوفی دینہ ﴾ اور خلاصہ مین ہے کہ شرط لگا کے قرض دینا حرام ہے اور شرط لغو ہے اسطرح کہ قرض دے اس شرط پر کہ مستقرض اسکو فلانے شہر کی طرف لکھدے تا اسکا دین ادا ہوجاوے اور اگر مستقرض مطلقا بلا شرط ہو اور

دینا روپئے دوسرے شہر میں ہو تو مکروہ نہیں کذا فی العالمگیریہ اس صورت کو ہندوستان میں ہنڈوی کہتے ہیں اور باقی بیان ہنڈوی کا کتاب الحوالہ میں آویگا وفی الاشباہ کل
قرض جر نفعا حرام فکرہ للمرتہن سکنی المرہونۃ بلا اذن الراہن اور اشباہ میں ہے کہ جو قرض کہ نفع کھینچ لاوے وہ حرام ہے پس مرتہن کو گروی مکان میں بے اذن
رہنا مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ قرض سے سکونت کا فائدہ حاصل ہوا اور بعضوں نے کہا کہ سکونت باذن حلال ہے چنانچہ مصنف کتاب الرہن میں بیان کریگا ہم بھی کہتے ہیں کہ نفع قرض کا
اُسوقت حرام ہے جبکہ منفعت مشروط ہو اور اگر مشروط نہو اور مستقرض عمدہ ادا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ایسا ہی اگر مقرض نے درہم اسواسطے قرض دیئے تاکہ مستقرض اس سے متاع ثمن
غالی خرید کرے تو کرخی کے نزدیک جائز ہے اور طحاوی کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور سلف نے جو اسکو حرام کہا ہے تو شیخ الاسلام نے حدیث کو شرط فی الاستقراض پر محمول
کیا ہے اور افضل یہ ہے کہ مقرض تحفہ مستقرض کا قبول نکرے اگر جانے کہ یہ قرض کے سبب سے ہے اور اگر دوستی اور قرابت کے سبب سے ہے یا مستقرض سخی مشہور ہو تو تحفہ لینے سے پرہیز کرے
اور اگر معلوم نہو کہ دوستی کے سبب سے تحفہ ہے یا قرض سے تو پرہیز کرنا چاہیے اور دعوت قبول کرنیکا بھی اسیطرح حکم ہے شمس الائمہ نے کہا کہ جو محمد نے کہا ہے کہ مدیونوں کی دعوت کا
کچھ مضائقہ نہیں تو بہتر یہ قول ہے کہ قبل قرض کے بھی دعوت کرتا ہو اور اگر دعوت کی عادت نہو یا نسبت سابق کے مکرر دعوت کرتا ہو یا اقسام اطعمہ زیادہ کرے سابق سے تو قبول نکرے
حلال اور اگر دانتی درہموں کے درہم ادا ہوا دے بشرطیکہ یہ شرط نہ ہو اور درہم عمدہ تر ہوں تو اسکو لینا جائز ہے والا جائز نہیں چنانچہ اگر درہم قرض ہوں اور اسکے عوض دینار دے تو لینا
درست نہیں کذا فی الطحطاوی المختار **فرع** مسائل منثورہ کے استقرض عشرۃ دراہم وارسل عبدہ لاخذہا فقال المقرض دفعتہا الیہ وقال العبد
دفعتہا الی مولای فانکر المولی قبض العبد العشرۃ فالقول للمولی ولا شیء علیہ ولا یرجع المقرض علی العبد لانہ اقر انہ قبضہا بحق انتہی جس نے قرض
مانگے دس درہم اور اپنے غلام کو انکے لینے کے واسطے بھیجا اور قرض دینے والے نے کہا کہ میں نے غلام کو قرض دیا اور اسکے دینے کا غلام نے اقرار کیا اور کہا کہ میں نے درہم اپنے مولی کو دیئے اور مولی نے
قبض غلام کا انکار کیا یعنی دس درہم غلام کے قبضے میں نہیں آئے تو مولی ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسپر کچھ لازم نہ آویگا اور مقرض غلام سے نہیں لیگا اسواسطے کہ غلام اقرار کرتا ہے کہ
درہم بہ واجبی قبضہ کیا انتہی کذا فی البحر واجبی قبض کی وجہ یہ ہے کہ غلام نے بواسطہ استقراض مولی کے درہم پر قبضہ کیا تو معلوم ہوا کہ اگر مولی قبض غلام کا اقرار کریگا تو ادا
قرض اسپر لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی وعن الثانیۃ عشرون رجلا جاؤا واستقرضوا من رجل وامروہ بالدفع لاحدہم فدفع لیس لہ ان یطلب منہ الا حصتہ قلت
ومفادہ صحۃ التوکیل بقبض القرض لا بالاستقراض قنیہ بیس مرد آئے اور قرض مانگا ایک مرد سے اور اسکو امر کیا اپنے گروہ میں سے ایک کو دینے کا سو مقرض نے ایک کو دیا
تو مقرض مطالبہ نہیں کر سکتا اس شخص سے مگر بقدر اسکے حصے کے میں کہتا ہوں اس قول سے مستفاد ہوا کہ قبض قرض کی توکیل صحیح ہے نہ قرض مانگنے کی توکیل کذا فی القنیہ
ہم فتاوی عالمگیری میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ اقراض کی توکیل جائز ہے اور استقراض کی توکیل جائز نہیں اور استقراض کی پیام رسانی امر کے واسطے جائز ہے اگر استقراض کے وکیل نے
بطور رسالت کے کلام کیا اسطرح کہ فلانے شخص مرسل کو قرض دے تو قرض مرسل کے واسطے ہوگا اور اگر بطریق وکالت کے کلام کیا یعنی قرض کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اسطرح
کہ مجکو قرض دے فلانے شخص مرسل کے واسطے تو وکیل اپنی ذات کے واسطے مستقرض ہوگا اور جو درہم کہ قرض لیے وہ اسکے ملک ہونگے اسکو اختیار ہوگا چاہے موکل کو دیوے یا نہ دیوے
وفیہا استقراض العجین وزنا یجوز وینبغی جوازہ فی الخمیرۃ بلا وزن سئل علیہ الصلوۃ والسلام عن خمیرۃ یتعاطاہا الجیران ایکون ربوا فقال ما راہ
المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن وما راہ المسلمون قبیحا فہو عند اللہ قبیح اور قنیہ میں ہے کہ قرض لینا گوندھے آٹے کا تول کر جائز ہے اور لائق ہے جائز ہونا قرض خمیر کا
بدون وزن کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا اس خمیر کا جسکو ہمسائے آپس میں لیتے دیتے ہیں کہ کیا یہ ربا ہے تو فرمایا کہ جسکو مسلمان اچھا جانیں وہ خدا تعالی کے
نزدیک خوب ہے اور جسکو مسلمان برا جانیں وہ خدا کے نزدیک برا ہے صاحب مجمع الفتاوی میں ہے کہ استقراض عجین بطریق وزن کے قول مختار ہے بحرالرائق میں ہے کہ وزن کی قید سے اٹکل کی
اٹکل سے قرض بلا وزن جائز نہیں اور حدیث ما راہ المسلمون کی مسند احمد میں ابن مسعود سے مروی ہے اور یہ حدیث موقوف حسن ہے یعنی ابن مسعود کا قول ہے نہ رسول کریم علیہ الصلوۃ
والسلام کا کذا فی الطحطاوی عن المقاصد الحسنہ وفیہا شراء الشیء الیسیر بثمن غال لحاجۃ القرض یجوز ویکرہ واقرہ المصنف اور قنیہ میں ہے کہ کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن
گران سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہے اور مکروہ ہے اور مصنف نے اسکو اپنی متن میں ثابت رکھا ہے اسکی تحقیق عنقریب بیان ہو چکی قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ان

زید العشرة باثنی عشر او بثلاثة عشر بطریق المعاملة فی زماننا بعد ان ورد الامر السلطانی وفتوی شیخ الاسلام بان لا تعطی العشرة بازید من عشرة ونصف ونبه علی ذلک فلم یمتثل ماذا یلزمه فاجاب یعزر ویحبس الی ان تظهر توبته وصلاحه فیترک۔ میں کہتا ہوں اور مفتی ابو سعود کے فتاوی میں یہ سوال ہے کہ اگر زید نے دس درم بارہ یا تیرہ درم پر قرض دیئے ہمارے زمانے میں بطریق معاملہ کے بعد اس بات کے کہ حکم سلطانی اور فتوی شیخ الاسلام کا وارد ہوا ہے کہ دس درم ساڑھے دس سے زیادہ پر نہ دئے جاویں اور زید کو اس پر آگاہ کر دیا گیا ہو اور اسنے نہ مانا کیا اسپر لازم ہے تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اسکو تعزیر دیجاوے اور قید کیا جاوے یہاں تک کہ اسکی توبہ اور صلاح ظاہر ہو تب اسکی خلاصی ہو معاملہ سے مراد بیع العینہ ہے جسکا ذکر کتاب الکفالہ میں آویگا صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے محمود سے قرض مانگا اور اسنے یہ حیلہ کیا حصول نفع کے واسطے کہ ایک کپڑا جسکی قیمت بازار میں دس درم تھی وہ زید کے ہاتھ بارہ درم کو بیچا پھر زید نے اسکو دس درم کو بیچ لیا تو محمود کو دو درم زیادہ حاصل ہوئے اور زید کو دس درم دئے هذه القصة یحتمل یرد ما اخذه من الربح لصاحبه قلنا ان حصل منه بالتراضی ورد الامر بعد الرجوع لکن یظهر ان المناسب الامر بالرجوع وافتی به فی زماننا فی بلاد الاسلام حیث ان بعض القضاة قد حرر هذا المخصوص انتہی اور اسی صورت مذکورہ میں سوال ہے کہ کیا صاحب دین پھیر دے جو اسنے نفع لیا ہے مدیون کو تو مفتی مرحوم نے جواب دیا کہ اگر اسکو نفع اس سے برضا حاصل ہوا تو حکم سلطانی عدم رجوع پر وارد ہوا ہے لیکن ظاہر پھیر دینے کا حکم مناسب ہے اور بیع المعاملہ سے مراد ہے یہاں تک کہ بعض قریات میں فصل محمود ... انتہی جواب المفتی المرحوم ہم بیان کرتے ہیں ایک قسم خاص مراد ہے یعنی دراہم قلیلہ سے اور بہت سے گیہوں یا گھی وغیرہ ٹھہرا لے پھر دراہم مدفوعہ کی نصف ثمن ہو مسلمانوں کا اکثر یہی حال ہے کذا فی الطحطاوی

باب الربوا

یہ باب ہے ربوا یعنی سود اور بیاج کے احکام میں مرابحہ کے بعد ربوا کو اس واسطے ذکر کیا کہ دونوں میں زیادت ہے مگر یہ کہ مرابحہ کی زیادت حلال ہے اور ربوا کی زیادت حرام قطعی قال اللہ تعالی یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت میں ربوا سے مراد قدر زائد ہے خواہ زائد قرض میں ہو یا اموال ربویہ کی بیع میں ہو اور کاہی ربوا نفس زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی معنی مصدری قال اللہ تعالی واحل اللہ البیع وحرم الربوا یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض اور بیع میں زیادہ دینے لینے کو کذا فی فتح القدیر ملخصا معلوم ہوا کہ جیسے بیع میں سود حرام ہے ویسے ہی قرض میں بھی حرام ہے تو یہ جو بعضے ناقص الفہم کہتے ہیں کہ سود تو فقط بیع میں حرام ہے نہ قرض میں یہ غلط ہے صحیح مسلم وغیرہ میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے اور کھلانے والے پر ابوداؤد اور ترمذی میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ سود کے دونوں گواہوں اور کاتب پر لعنت فرمائی ابوداؤد و نسائی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آویگا کہ کوئی باقی نہ رہیگا مگر سود کھائیگا اور اگر سود نہ کھائیگا تو اسکو اسکی بھاپ لگے گی اور ایک روایت میں ہے کہ اسکا غبار لگیگا کذا فی التیسیر هو لغة مطلق الزیادة ربو لغت میں مطلق زیادت کو کہتے ہیں یعنی خواہ کیل یا وزن میں زیادت ہو یا سوا اسکے وشرعا فضل ولو حکما فدخل ربوا النسیئة والبیوع الفاسدة فکلها من الربوا فیجب رد عین الربوا لو قائما لا رد ضمانه لانه یملک بالقبض قنیة وبحر اور شرع میں ربوا اسکا نام ہے جو زیادتی ہے اگرچہ زیادتی حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو اس تعمیم سے ربوا نسیہ یعنی تاخیر کا ربوا اور بیوع فاسدہ ربوا کی تعریف میں داخل ہو گئیں اس واسطے کہ جمیع بیوع فاسدہ منجملہ ربوا ہیں تو واجب ہے پھیر دینا عین ربوا کا اگر قائم ہو نہ اسکا ضمان اس واسطے کہ ربوا میں عوض مملوک ہو جاتا ہے قبضہ کرنے سے کذا فی القنیہ والبحر نسیہ کی یہ صورت ہے کہ درم کو درم کے عوض بیچے ایک تو نقد دے اور دوسرے درم کا وعدہ ہو ایک دن یا دو دن کا تو اگرچہ یہاں حقیقی زیادتی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ نقد بہتر ہے نسیہ سے اور اسیطرح بیوع فاسدہ فضل حکمی سے خالی نہیں جیسا کہ بیع بالشرط میں خال عن عوض خرج مسئلة صرف الجنس بخلاف جنسه ربوا وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو اس قید سے مسئلہ صرف جنس کا اسکے مخالف جنس سے نکل گیا جو باب الصرف میں مذکور ہوگا کہ اگر پیمانہ بھر گیہوں اور پیمانہ بھر جو اسکے دو چند گیہوں اور جو سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ گیہوں بمقابل جو اور جو بمقابل گیہوں واقع ہو گئے تو یہ زیادتی خالی عوض سے نہ ٹھہری کہ بیاج ثابت ہو بمعیار شرعی وهو الکیل والوزن فلیس الذرع والعد بربوا زیادتی خالی از عوض معیار شرعی سے ہو معیار شرعی سے مراد کیل اور وزن ہے تو گز اور شمار ربوا کی چیز نہیں یعنی کیلی اور وزنی کی زیادتی عوض سے خالی ربوا ہے تو گز اور شمار کی زیادتی ربوا نہیں مثلاً دس گز ثوب پر دو کو پانچ گز ثوب دی

منسوب بقیراط ۱۲

دست بدست بیچنا ربو نہیں کیونکہ مقدار شرعی منتفی ہے اور اسیطرح ایک انٹے کو دو انڈوں سے دست بدست بیچنا ربو نہیں مشروطا ذلک الفضل لاحد المتعاقدین
من بائع او مشتر فلو شرط لغیرهما فلیس بربوا بل بیعا فاسدا اور یہ زیادتی احد المتعاقدین کے واسطے مشروط ہو یعنی بائع اور مشتری کے واسطے تو اگر ان دونوں کے سوا اجنبی کے
واسطے زیادتی مشروط ہو تو یہ ربو نہیں بلکہ بیع فاسد ہے اور ربو نہیں یعنی مصطلح ربو نہیں فی الاخذ کو ہو چکا کہ بیع فاسد ربو ہے داخل ہو قہستانی نے کہا کہ شرط فضل کا ذکر کرنا اہم ہے
اسواسطے کہ متعین ہو اسکا کہ ثبوت ربو شرط فضل پر موقوف ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے متعاقدین کی تفسیر بائع اور مشتری سے بطور مثال کے ہے کیونکہ مقرض اور مستقرض اور راہن و مرتہن
بھی بائع اور مشتری کے برابر ہیں یہی تو شرط انتفاع رہن ہے چنانچہ استخدام اور رکوب اور زراعت اور لبس و شرب لبن اور اکل ثمرہ پر حسب اسکے ربو ہے چنانچہ جواہر الفتاوی میں ہے
ہوا انتہی کذا فی الطحطاوی وفی الشامی وصنع فیه الفضل وفی المجتبی لو اشتری عشرة دراهم فضة بعشرة دراهم وزاده دانقا وهبه منه البائع
ولم یفسد الشراء لهذا الفضل هبة لانه لا ینافی هبة مشاع لا یقسم كذا فی الجوهرة عن محمد ہوا ہے جسمیں فضل مذکور معاوضہ کے اندر مشروط ہو تو فضل سبب
میں ربو نہیں اگر خرید کیے دس درم چاندی کے بعوض دس درم کے اور ایک دانگ یعنی چھٹا حصہ درم کی برابر چاندی ثمن میں زیادہ دے اگر یہ زیادتی بائع کو ہبہ کر دی مشتری نے تو
ربو معدوم ہو گیا اور خرید فاسد نہ ہوئی یعنی اسواسطے کہ فضل فی البیع نہ تھا فی المعاوضہ اور فضل فی الہبہ ہوا نہیں اگرچہ فضل مشروط ہو لذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی اور
یعنی صحت ہبہ اسوقت ہے جبکہ بقدر دانگ درم کا توڑنا درم کو مضر ہو اسواسطے کہ یہ ہبہ مشاع کا ہے جو قسمت پذیر نہیں کذا فی المنح عن الذخیرة عن محمد وفی صرف المجمع
ان صح الزیادة والحط قول الامام وان محمدا اجاز الحط وجعله هبة مبتدأة كحط كل الثمن وابطل الزیادة قال ابن الملك والفرق بینهما خفی عندی
اور مجمع کے باب الصرف میں ہے کہ زیادہ کرنے اور کم کر ڈالنے کی صحت امام کا قول ہے اور محمد نے کم کرنا جائز رکھا ہے اور اسکو ہبہ ابتدائی قرار دیا ہے تمام ثمن کے کم کرنے کی مانند
اور زیادہ کرنے کو باطل کہا ہے ابن ملک نے کہا کہ زیادہ اور کم کرنے کے درمیان فرق کرنا میرے نزدیک امر مخفی ہے ہم طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مستقلہ ہے موضوع اسکا
یہ ہے کہ متعاقدین نے عوض متساوین پر عقد کیا پھر ایک عاقد نے عوض کم کر ڈالا یا زیادہ کر دیا بعد عقد کے اور مسئلہ سابقہ کا موضوع اُن دو درموں کے مسئلے کے مانند
ہے جسمیں ایک درم کا وزن زیادہ ہے قال وفی الخلاصة لو باع درهما بدرهمین احدهما اكثر وزنا فحلله ذو زیادته جاز لانه هبة مشاع لا یقسم ولو باع
قطعة لحم بلحم اكثر وزنا فوهب الفضل لم یجز لانه هبة مشاع یقسم انتہی ابن ملک نے کہا اور خلاصہ میں ہے کہ اگر ایک درم کی بیع کی دو درموں کے عوض اور ایک
درم کا وزن زیادہ تھا پھر زیادہ کو اُسنے حلال کر دیا یعنی بطریق ہبہ کے تو جائز ہے کیونکہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا ہے اور اگر گوشت کا ٹکڑا بیچا دوسرے گوشت کے ٹکڑے سے
جسکا وزن اکثر ہے سو زیادتی کو اُسنے ہبہ کر دیا تو جائز نہیں کیونکہ یہ ہبہ مشاع قسمت پذیر کا ہے قلت وما نقلناه عن الذخیرة عن محمد صحیح فی عدم الفرق
بینهما وعلیه فالكل من الزیادة والحط والعقد صحیح عنده وكذا عند الامام سوی العقد فیفسد لعدم التساوی فلیحفظ فانی لم ار من نبه
علیه هذا میں کہتا ہوں کہ جو ہم نے ذخیرہ سے محمد کا قول نقل کیا وہ صحیح ہے عدم فرق میں زیادہ کرنے اور کم کرنے کے اور جب ایسا ہے تو زیادہ کرنا اور کم کر ڈالنا اور عقد
سب کچھ صحیح ہے محمد کے نزدیک اور اسیطرح امام اعظم کے نزدیک سوائے عقد کے کہ وہ فاسد ہے بواسطے عدم تساوی عوضین کے اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ میں نے
کسی شخص کو نہیں دیکھا جسنے اسپر آگاہ کر دیا ہو ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہاں ایک مقام کو دوسرے مقام سے خلط کر ڈالا اسواسطے کہ موضوع ذخیرہ وہ ہے کہ زیادت ظاہر
ہو گئی ہو احد العوضین میں یعنی بلا قصد اور مجمع کا موضوع وہ ہے جبکہ عقد تساوی میں ہوئی ہو پھر احد المتعاقدین نے اپنے عوض میں زیادہ کر دیا ہو تو اول میں صحیح کی
تفصیل جاری ہے اور ثانی میں زیادت باطل ہے اور عقد صحیح ہے وعلته ای علة تحریم الزیادة القدر المعهود بكیل او وزن مع الجنس اور علت اُسکی یعنی تحریم
زیادت کی علت وہ مقدار ہے جو فقہا کے نزدیک متعین ہے کیل یا وزن سے ساتھ جنس کے ہم اصطلاح فقہ میں علت وہ ہے جسکی طرف حکم منسوب ہو بلا واسطہ اور جنس سے
لفظ قدر ذراع اور عدد کو بھی شامل ہے لیکن جب قدر معہود مقصود ہوئی تو سوائے کیل یا وزن کے ذراع اور عدد کو شامل نہیں ہے کذا فی الطحطاوی جنس علت ہے
مثلا کات معانی سے اور اختلاف جنس معلوم ہوتا ہے اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے اور اصل اسباب میں وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ میں سوائے بخاری کے

عبادہ بن الصامت سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواءً بسواء يداً بيد فاذا اختلف هذه الاجناس فبيعوا كيف شئتم اذا كان يداً بيد زاد المسلم فمن زاد او استزاد فقد اربى كذا فی النہر والفتح یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سونا سونے سے اور چاندی چاندی سے اور گیہوں گیہوں سے اور جو جو سے اور کھجور کھجور سے اور نمک نمک سے بیچو مثل کو عوض مثل کے برابر برابر دست بدست پھر جب یہ جنسیں مختلف ہوں تو بیچو تم جسطرح چاہو بشرطیکہ دست بدست ہو صحیح مسلم میں اتنی روایت زیادہ ہے کہ جسنے زیادہ دیا اور زیادہ لیا وہ بیاج کا مرتکب ہوا شارع علیہ السلام نے اس حدیث مشہور میں تماثل کو شرط بیع قرار دیا تا اموال خلق تلف ہونے سے محفوظ رہیں اور اشیاء ستہ کو بطور مثال کے ذکر فرما کر قاعدہ کلیہ کی طرف اشارہ فرمایا اسواسطے کہ سونا چاندی موزون ہیں اور گیہوں اور جو اور کھجور اور نمک کیلی ہیں تو گویا ارشاد ہوا کہ ہر کیلی اور وزنی چیز میں مماثلت واجب ہے اور یہ مماثلت دو اعتبار سے ہوتی ہے ایک باعتبار صورت کے اور باعتبار معنی کے تو کیل اور وزن سے مماثلت صوری حاصل ہوتی ہے اور متحد الجنس ہونے سے مماثلت معنوی اور منجملہ تحقیق تماثل و مساوات ہے فضل البدلین ہیں کہ یہ چیز حرمت ہی فضل مشہور ہے النقد خیر من النسیئة لہذا امام اعظم نے کہا کہ علت تحریم ربوا کیل یا وزن ہے مع اتحاد جنسیت کے ساتھ فان وجدا حرم الفضل ای الزيادة والنساء بالمد التاخیر فلم یجز بیع قفیز بر بقفیز منہ متساویا احدهما نساء سو اگر قدر اور جنس دونوں ساتھی پائے جائیں تو فضل یعنی زیادت اور تاخیر دونوں حرام ہوں اور جائز نہیں قفیز بھر گیہوں کی بیع قفیز بھر گیہوں سے برابر اور حالانکہ ایک عوض میں تاخیر ہو نساء بالمد و فتح نون عبارت ہے تاخیر سے اور اسیطرح اگر دونوں عوض میں نسیئہ ہو تو بھی حرمت ثابت ہے شارح نے فضل پر تفریع نہ کی بسبب ظاہر ہونے کے اور اگر فضل اور تاخیر دونوں مجتمع ہوں تو حرمت فضل کے سبب سے ہوگی کذا فی الطحطاوی وان عدما بکسر الدال من باب علم ای حلا کہروی بمرویین لعدم العلة فبقی علی اصل الاباحة اور اگر قدر اور اتحاد جنس دونوں معدوم ہوں تو زیادتی اور تاخیر دونوں حلال ہیں چنانچہ ثوب ہروی کی بیع دو ثوب مروی سے بسبب نہ ہونے علت تحریم کے تو بیع ہی اصل اباحت پر باقی رہی شارح نے ابن کمال سے نقل کیا کہ عدما بکسر اللام العلیم کے باب سے ہے کپڑے میں نفی مقدار تو ظاہر ہے کیونکہ وہ ذرعی ہے نہ کیلی اور وزنی اور نفی جنسیت باعتبار اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے ہے جب علت تحریم کے دونوں جز نہ پائے گئے تو بحکم اباحت جملہ زیادتی بھی جائز ہوئی اور تاخیر قبض کی بھی اسیطرح نسخہ گلستان کو دو یا تین نسخہ بوستان شیرازی کے بدلے بیچا یا کاڑھے کے ایک تھان کو اور دھوتی کے دو چار تھانوں سے بدلنا حلال ہے اگرچہ احد البدلین نقد ہو اور دوسرا نسیئہ وان وجد احدهما ای القدر وحده او الجنس حل الفضل وحرم النساء ولو مع التساوی حتی لو باع عبداً بعبد الی اجل لم یجز لوجود الجنسیة اور اگر دونوں چیزوں میں سے ایک ہی چیز پائی جائے یعنی فقط قدر یا فقط جنس تو زیادتی حلال ہوگی اور تاخیر حرام اگرچہ تاخیر تساوی بدلین کے ساتھ ہو تو اگر ایک غلام دوسرے غلام سے بیچا کچھ مدت مقرر کرکے تو بیع جائز نہ ہوگی بسبب علت جنسیت کے حرمت تاخیر اسلئے ہے کہ اجتماع دونوں مذکورین حقیقی علت تھا تو ایک کے ہونے سے شبہ علت کا ہوگا تو حقیقت علت سے حقیقت فضل حرام ہوئی اور شبہ علت سے شبہ فضل کا یعنی تاخیر اسواسطے کہ تاخیر مشابہ فضل کی ہے اور حقیقت میں فضل نہیں تو اگر ایک پیمانہ بھر گیہوں دو پیمانہ بھر جو سے بیچے دست بدست تو جائز ہے کیونکہ یہاں فقط قدر ہے اسواسطے کہ دونوں کیلی ہیں مگر جنس متحد نہیں لہذا زیادت احد البدلین جائز ہوئی اور اگر چہ نقد سونا اور گیہوں کا وعدہ دو روز کا یا بالعکس تو بیع حرام ہے اور فقط جنس ہونیکی یہ مثال ہے کہ بیع غلام کی غلام سے یا کتاب کی کتاب سے یا ثوب ہروی کی ثوب ہروی سے یا تختہ کی تختہ سے ہو اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ کیلی یا وزنی نہیں اگر کوئی کہے کہ ابو داؤد میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو فرمایا کہ ایک اونٹ بعوض دو اونٹ کے بمدت خرید کرے اور موطا میں ہے کہ علی مرتضیٰ نے ایک اونٹ بعوض بیس اونٹ کے بمدت بیچا تو معلوم ہوا کہ فقط اتحاد جنس سے حرام تاخیر کا نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ ترمذی وغیرہ اصحاب سنن نے سمرہ بن جندب سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیوان کا بیچنا حیوان سے بطریق نسیئہ کے یعنی مدت ٹھہراکے منع فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ علت ربوا کا ایک جز یعنی اتحاد جنس تحریم تاخیر کی پوری علت ہے اور اس حدیث سے اگلی دونوں حدیثیں متعارض نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ مبیح ہیں اور یہ محرم اور حالانکہ محرم مقدم ہے مبیح پر اور جمع بین الاحادیث یوں ہو سکتا ہے کہ اجازت مدت قبل تحریم ربوا کے ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم استثنی فی المجمع والدرر اسلام منقود فی موزون کیلا ینسد اکثر ابواب السلم اور استثنا کیا مجمع اور درر میں نقود کی سلم کا جائز ہونا موزون میں تا اکثر ابواب سلم کے

ہروی کی مثل اسکی ترتیب ہے تو لفظ مفرد اور جمع ۱۲ ش ۔ مروی منسوب مرو اور اگر آدمی کو اس شہر کیطرف منسوب کریں تو مروزی بولتے اسکو سمجھ لیجیو ۱۲

بند ہو جاوین ہم یہ جواب دیتے ہیں سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ حدیث مشہور میں وارد ہے کہ درصورت اختلاف جنس فضل جائز ہے اور تاخیر حرام تو اس سے لازم آتا ہے کہ نقد یعنی درہم اور دینار کو راس المال قرار دینا موزونات میں جیسا کہ زعفران اور روئی وغیرہ میں جائز نہو حالانکہ یہ بالاجماع جائز ہے تو تقریر جواب یہ ہے کہ تحریم تاخیر سے اسلام نقود کا موزونات میں بالاجماع مستثنیٰ ہے ورنہ اسلام کے اکثر ابواب بند ہو جاوین اور ہدایہ میں اسکے جواز کی دوسری علت بیان کی ہے یعنی نقود کا وزن تو لون اور ماشون سے ہوتا ہے اور زعفران اور روئی وغیرہ کا سیر و من سے پھر جب طریقہ وزن کا مختلف ہوا تو باعتبار صورت کے دونون مختلف ہو گئے علاوہ اسکے اختلاف معنوی اور حکمی بھی یہان ثابت ہے اختلاف معنوی یہ ہے کہ نقود ثمن غیر متعین ہیں اور زعفران اور روئی غیر ثمن متعین ہیں اور حکمی اختلاف یہ ہے کہ نقود میں تصرف قبل قبض کے جائز ہے بخلاف مثمن کے تو نقد اور موزونات کو ہر وجہ قدر جامع نہوئی ونقل ابن الکمال عن الغایة جواز اسلام الحنطة فی الزیت قلت ومفاده ان القدر بانفراده لا یحرم النساء بخلاف الجنس فلیحرر لیس قدرا فی السلم حرمة النساء تتحقق بالجنس وبالقدر المتفق فتنبه ۔ اور ابن کمال نے غایة البیان سے نقل کیا ہے کہ گیہون کی سلم کا جائز ہونا روغن زیتون میں میں کہتا ہون اور ابن کمال کے کلام سے مستفاد ہوا کہ فقط قدر تاخیر کی محرم نہیں بخلاف جنس کے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے اور سلم میں گذر گیا کہ حرمت تاخیر کی جنس اور قدر متفق سے ثابت ہوتی ہے آگاہ رہنا چاہیے ہم عبارت ابن کمال یہ ہے کہ قد نص علی جواز اسلام الحنطة فی الزیت عندنا انتہی بلفظہ یعنی ہمارے مذہب میں گیہون کا سلم زیتون میں منصوص ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ دونون مختلف القدر ہیں کیونکہ گیہون کیلی ہیں اور زیتون وزنی تو ابن کمال کے کلام سے کہان یہ نکلا کہ فقط قدر محرم تاخیر نہیں کیونکہ انھون نے اسلام کیلی کا موزون میں فرض کیا ہے اور حالانکہ وہ دونون مختلف القدر ہیں تو جواز اسلام موزون کا موزون میں یا مکیل کا مکیل میں کیونکر نکلا تو یہ مقام خوب منقح ہو گیا زیادہ اس سے کچھ تنقیح کی حاجت نہیں اور جب سلم میں یہ ثابت ہوا کہ قدر متفق تاخیر کی محرم ہے تو اب اسکے سوا کچھ تنقیح باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی الاصل الاول بقوله فحرم بیع کیلی ووزنی بجنسه متفاضلا ولو غیر مطعوم خلافا للشافعی کجص کیلی وحدید وزنی شارح کہتا ہے پھر اصل اول یعنی درصورت وجود قدر اور جنس کے مصنف نے تفریع کی اپنے اس قول سے تو حرام ہے کیلی کی بیع اپنی ہم جنس کیلی سے اور وزنی کی بیع اپنی ہم جنس وزنی سے بڑھا کر اگرچہ کیلی اور وزنی کھانے کی چیز نہو بخلاف امام شافعی کے چنانچہ گچ کیلی اور لوہا وزنی ہے جیسے کیلی کا کیلی سے اور وزنی کا وزنی سے تفاضل حرام ہے ویسے ہی نسیئہ بھی حرام ہے لیکن مصنف نے اسواسطے ترک کیا کہ حرمت تفاضل کو حرمت نسیئہ لازم ہے بلا عکس اور حلت تاخیر کو حلت تفاضل لازم ہے بلا عکس کذا فی الحلبی ثم اختلاف الجنس یعرف باختلاف الاسم الخاص وباختلاف المقصود کما بسطه الکمال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ اختلاف جنس کا معلوم ہوتا ہے اسم خاص کے اختلاف سے اور مقصود کے اختلاف سے چنانچہ شرح کیا ہے اسکو صاحب فتح القدیر نے فتح القدیر میں ہے کہ اختلاف جنس اختلاف اسم خاص اور اختلاف مقصود سے معلوم ہوتا ہے تو گیہون اور جو دو جنسیں ہیں اور ثوب ہروی اور مروی دو جنسیں ہیں بناوٹ کے اختلاف کے سبب سے اور قیام ثوب کا صنعت کی جہت سے ہے اور تمر یعنی کھجور کا پھل سب ایک ہی جنس ہے اور لوہا اور رانگا اور پیتل اجناس مختلفہ ہیں اور بھیڑ صوف اور بالون کا سوت اور گائے بھینس اور بکری کا گوشت اور دنبہ کی چکتی اور گوشت اور پیٹ کی چربی اجناس مختلفہ ہیں اور روغن بنفشہ اور خیری دو جنسیں ہیں اور وہ ان جنکے اصول مختلف ہیں وہ اجناس مختلفہ ہیں انتہی ملخصا اور لحوم اجناس ہیں اور البوست سے مراد یہ ہے کہ لحوم طیر کی بیع بعض طیر کی بعض سے زیادہ کر درست ہے اگرچہ طیر نوع واحد ہو اسواسطے کہ چڑیون کا گوشت موزون ہو کر بیع نہیں ہوتا عادت میں کذا فی النہر وحل بیع ذلک متماثلا لا متفاضلا اور بیع اسکی یعنی متحد الجنس کی بیع برابر جائز ہے بڑھا کر نہیں وبلا معیار شرعی فان الشرع لم یقدر المعیار بالذرة وبما دون نصف صاع کحفنة بحفنتین وثلاث وخمس ما لم یبلغ نصف صاع اور حلال ہے یعنی بیع التفاضل بدون معیار شرعی کے اسواسطے کہ شرع نے تقدیر جو اور نصف صاع سے کمتر کی کوئی معیار مقرر نہیں فرمائی چنانچہ بیع ایک لپ کی دو لپ سے اور تین اور پانچ سے جب تک کہ نصف صاع کو نہ پہونچے ہم معیار عبارت ہے پیمانہ سے یعنی وہ آلہ جس سے مساوات کیلی یا وزنی معلوم ہو جاوے تو یہ تفاضل میں کہ لپ ولپ کی بیع اسواسطے صحیح ہوئی کہ معیار موجود نہیں جس سے مساوات معلوم ہو اسواسطے کہ شارع نے واجبات مالیہ میں چنانچہ کفارات اور صدقہ فطر میں نصف صاع سے کمتر تقدیر نہیں فرمائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر نصف صاع سے کمتر کوئی پیمانہ موضوع ہو چنانچہ ربع اور ثمن صاع مصر میں الخ تو اسکا تفاضل معتبر متعین ہے اس صورت میں کہ بہ

احد البدلین بنصف صاع کو نہ پہونچے اور اگر نصف صاع ہوگا تو بیع جائز نہین فتح القدیر مین کہا کہ قول صحیح یہ ہے کہ لپ و لپ مین بھی ربوا ثابت ہے انتہی و تفاحة بتفاحتین و فلس بفلسین او اکثر باعیانهما ولو اخره لکان اولی لیاتی الغر انه قید فی الکل فلو کانا غیر معینین او احدهما لم یجز اتفاقا اور حلال ہے بیع ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک پیسے کے دو پیسے سے یا زیادہ سے بشرطیکہ دونون بدل متعین ہون شارح نے کہا کہ اگر مصنف تعیین بدلین کی شرط سب مثالون کے بعد لاتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ نہر الفائق مین ہے کہ تعیین سب مین قید ہے تو اگر دونون عوض غیر معین ہون یا ایک غیر معین تو بیع جائز نہین باتفاق شیخین و محمد کے و تمرة بتمرتین و بیضة ببیضتین و جوزة بجوزتین و سیف بسیفین و دواة بدواتین و اناء باناءین ما لم یکن من احد النقدین فیمتنع التفاضل اور حلال ہے ایک کھجور کی بیع دو کھجور سے اور ایک انڈے کی دو انڈون سے اور ایک اخروٹ کی دو اخروٹ سے اور ایک تلوار کی دو تلوار سے اور ایک دوات کی دو دوات سے اور ایک برتن کی دو برتن بھاری سے بشرطیکہ برتن سونے یا چاندی کا نہو اور اگر سونے یا چاندی کا برتن ہوگا تو تفاضل ممتنع ہے کذا فی الفتح و ابرة بابرتین و ذرة من ذہب و فضة مما لا یدخل تحت الوزن بمثلیها فیجاز الفضل لفقد القدر و حرم النساء لوجود الجنس ولو انتفی کحفنة بر بحفنتی شعیر فیحل مطلقا لعدم العلة فتحرم الکل محمد و صحح کما نقله الکمال اور حلال ہے بیع ایک سوئی کی دو سوئی سے اور ذرہ برابر سونے اور چاندی کی بیع جو تحت الوزن داخل نہین دونون کے مثل ہم جنس سے یعنی ایک ذرہ کی بیع دو ذرے سے تو فضل جائز ہے جمیع امثلہ سابقہ مین بسبب نہ ہونے مقدار کے یعنی اشیاء مذکورہ کیلی اور وزنی نہین ہین اور تاخیر حرام ہے بسبب پائے جانے جنس کے یعنی چونکہ بدلین متحد الجنس ہین لہذا تاخیر حرام ہے یہان تک کہ اگر جنس بھی منتفی ہو جیسا کہ ایک مٹھ گیہون کی بیع جو کے دو مٹھ سے تو تاخیر حلال ہے مطلقا خواہ فضل ہو یا نہو بسبب معدوم ہو جانے علت ربوا کے اور حرام کہا ہے محمد نے سب کو یعنی امثلہ سابقہ کی بیع کو اور اسی قول کی تصحیح ہوئی ہے چنانچہ اسکو کمال الدین نے فتح القدیر مین نقل کیا ہے فتح القدیر مین یون ہے کہ اسسے تسکین خاطر نہین ہوتی بلکہ جب علت تحریم ربوا صیانت اموال ناس ٹھہری تو واجب ہے تحریم ایک سیب کی دو سیب سے اور ایک لپ کی دو لپ سے اور اگر ایسکا کیل نصف صاع سے کمتر ہون چنانچہ ہمارے دیار مصر مین ہین تو کچھ بھی شک نہین اور عدم تقدیر شرعی کمتر از نصف صاع اسکی مستلزم نہین کہ تفاوت متیقن کو باطل کر دیجیے اور مجھکو فقہا کے اس کلام سے نہایت تعجب آتا ہے اور حالانکہ معلی نے محمد سے روایت کی ہے کہ انکے نزدیک مکروہ ہے تمر کی بیع دو تمر سے اور محمد نے کہا ہے کہ جو شے کثیر مین حرام ہے وہ اسکے قلیل مین بھی حرام ہے انتہی ملخصا و ما نص الشارع علی کونه کیلیا کبر و شعیر و تمر و ملح او وزنیا کذہب و فضة فهو کذلک لا یتغیر ابدا فلم یصح بیع حنطة بحنطة وزنا کما لو باع ذہبا بذہب او فضة بفضة کیلا ولو مع التساوی لان النص اقوی من العرف فلا یترک الاقوی بالادنی اور جس چیز کے کیلی ہونے پر صاحب شرع نے تصریح کی جیسا کہ گیہون اور جو اور کھجور اور نمک یا جسکے وزنی ہونے پر تصریح فرمائی جیسا کہ سونا اور چاندی سو وہ اسیطرح ہے تا قیامت کبھی متغیر نہو گا تو صحیح نہین بیع گیہون کی گیہون سے تول کر کیونکہ وہ وزنی ہین اگرچہ تساوی بدلین کے ساتھ بیع ہو اسواسطے کہ نص شارع قوی تر ہے عرف سے تو اقوی متروک نہوگا ادنی سے ہم نص سو اسواسطے عرف سے اقوی ہے کہ رواج کبھی باطل پر ہو جاتا ہے جیسے ہمارے زمانے مین متعارف ہے کہ شمع اور چراغ قبرستان مین لیجاتے ہین عید کی راتون مین اور نص شارع بعد از ثبوت باطل نہین ہو سکتی اور عرف اہل عرف پر حجت ہے اور نص کل پر حجت ہے کذا فی فتح القدیر و ما لم ینص علیه حمل علی العرف اور جس چیز کے کیلی یا وزنی ہونے پر شارع سے تصریح نہین تو وہ رواج پر محمول ہے یعنی اگر رواج ہے اسکے کیل کا تو وہ کیلی ہے اور اگر وزن کی عادت ہے تو وہ وزنی ہے و عن الثانی اعتبار العرف مطلقا و رجحه الکمال اور ابو یوسف کے نزدیک عرف کا اعتبار ہر طرح سے اگرچہ کیل یا وزن کا رواج مخالف شرع ہو اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے ہم ابو یوسف کے نزدیک عرف مطلقا معتبر ہوا اسواسطے کہ گیہون وغیرہ کا کیلی ہونا اور چاندی سونے کا وزنی ہونا جو شرع مین وارد ہوا ہے تو اسوجہ سے ہے کہ شارع علیہ السلام کے زمانے مین اشیاء مذکور کیلی یا وزنی مروج تھین پھر جب رواج بدل گیا تو رواج ہی کا اعتبار ہوگا فخرج علیه سعدی افندی استقراض الدراہم عددا و بیع الدقیق وزنا فی زماننا یعنی بمثله اور ابو یوسف کے قول پر سعدی افندی نے تخریج کیا ہے دراہم کا قرض لینا گنکر اور بیع آٹے کی ہمارے زمانے مین اسکے مثل سے تول کر یعنی دراہم وزنی ہین اور آٹا کیلی تو جواز استقراض دراہم اور آٹے کی بیع اسکی مثل سے تول کر جائز نہین مگر عرف کے اعتبار پر اور یہ بھی توجیہ جواز استقراض ہو سکتی ہے کہ باعتبار عادت کے دراہم کے وزن مین تفاوت نہین ہوتا

فتاوی عالمگیری میں تاتارخانیہ سے منع استقراض فی زماننا گمان کردہ ہے اور غیاثیہ میں ابو یوسف سے منقول ہے کہ استقراض روٹی تول کر جائز ہے اگر لوگوں میں شائع ہو اور یہی فتوی ہے تو اسعدی آفندی کے استخراج کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی وفی الکافی الفتوی علی عادۃ الناس بحر واقرہ المصنف اور کافی میں وارد ہے کہ لوگوں کی عادت پر فتوی ہے کذا فی البحر اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے ہم کافی کے فتوی کے موافق ہندوستان میں گیہوں کا بدلنا گیہوں سے اور جو کا جو سے تول کر جائز ہے کیونکہ کیل یہاں رائج نہیں وزن مروج ہے واللہ تعالی اعلم والمعتبر تعیین الربوی فی غیر الصرف ومصوغ ذہب وفضۃ بلا شرط تقابض حتی لو باع برا ببر بعینہما وتفرقا قبل القبض جاز خلافا للشافعی فی بیع الطعام اور ربوا کا لا تعین ہونا معتبر ہے غیر صرف میں یعنی سونے چاندی کے برتن اور زیور کے غیر میں بلا شرط تقابض کے تو اگر گیہوں گیہوں سے بیچے معین کر کے اور بائع اور مشتری متفرق ہوئے قبل قبض کے تو جائز ہے بخلاف امام شافعی کے بیع طعام میں ولو کان احدہما دینا فان ہو الثمن فقبضہ قبل التفرق جاز اور اگر احد البدلین دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو اور اسپر قبضہ کرے قبل تفرق کے تو بیع جائز ہے مثلا گیہوں کو گیہوں سے بیچا اور ایک دین ہو تو اگر وہ ثمن ہو یعنی مدخول باء جارہ ہے اسطرح کہ بعت منک ہذا القفیز من الحنطۃ بقفیز حنطۃ وجید اور مدخول باء جارہ نہیں ہے اور مبیع ہے قیمی سو اسکے بغیر جائز ہو اگر دین مبیع میں نہیں ہوتا مگر قبض سے والا لا لبیعہ ما لیس عندہ سراج اور اگر دین ثمن نہو بلکہ مبیع ہو تو بیع جائز نہیں کیونکہ یہ بیع اس چیز کی ہے جو اسکے پاس نہیں کذا فی السراج وجید مال الربوا لا حقوق العباد وردیئہ سواء اور ربوا کا کھرا مال اور کھوٹا برابر ہے اور حقوق عباد میں کھرا کھوٹے کے برابر نہیں ہم ربوا میں کھرا کھوٹا اسواسطے برابر ہے اگر کھرے پن اور ردائت کا تفاوت معتبر ہو تو بیع کا باب بند ہو جاوے اسواسطے کہ مثلا گیہوں دوسرے گیہوں کے مثل نہیں ہو سکتے ہیں جیسے اور اسواسطے کہ وصف کو عرف میں تفاوت شمار نہیں کرتا اور اسواسطے کہ حدیث ہے جید ہو یا ردی ہو کھرا ہو یا کھوٹا سواء کذا فی الطحطاوی پھر جب کھرا مال اور کھوٹا برابر ٹھہرا تو ایک کی بیع دوسرے سے کم زیادہ کر کے جائز نہیں مال ربوا کی قید اسواسطے لگائی کہ حقوق العباد میں جودت اور ردائت کے برابر نہیں اگر زید عمرو کا مال تلف کریگا تو اسکے برابر مقدار اور جودت میں زید پر دینا لازم ہوگا اگر مال مثلی ہو ورنہ قیمت اسکی لازم ہوگی ولیکن مستحق جودت بعضے بیع نہوگا کذا فی الطحطاوی والا فی اربع مال وقف ویتیم ومریض [illegible] الا فی الاشباہ مگر چار مسائل میں مال ربوا کی جودت اور ردائت برابر نہیں وقف اور یتیم اور مریض کے مال میں اور گروی یک قسم کنگن میں جبکہ وہ ٹوٹ جاوے کذا فی الاشباہ مال وقف کو مال یتیم سے صاحب بحر نے ملحق کیا ہے بطریق بحث کے تو اگر وصی یتیم کا مال کھرے گیہوں ردی گیہوں کی عوض سے بیع کرے تو جائز نہیں اور اگر مریض قریب الموت جید کو ردی سے بیع کرے تو تصرف ثلث مال میں نافذ ہوگا یعنی برعایت حق ورثہ اور اگر گروی کنگن ہو اور ٹوٹ کر کم قیمت ہو جاوے تو مرتہن پر قیمت غیر جنس کا ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی وباع فلوسا بمثلہا او بدراہم او بدنانیر فان نقد احدہما جاز وان تفرقا بلا قبض احدہما لم یجز کما مر فلوس کو بیچا فلوس سے یا درہم یا دینار سے پھر اگر احد البدلین کو نقد دیا تو جائز ہے اور اگر بائع اور مشتری متفرق ہوئے بلا قبض احد البدلین کے تو بیع جائز نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا ہم حاوی میں ہے کہ بیع مذکور اسواسطے صحیح ہے کہ بیع الفلوس بالفلوس میں اور بیع الفلوس باحد النقدین میں تقابض شرط نہیں چنانچہ کلام قدوری اسپر دلالت کرتا ہے اور کلام محمد اسمیں مختلف ہے انتہی اور بیع الفلس بالفلسین میں شرط ہے تعیین کو ہو چکا قبض کذا فی الحلبی کما جاز بیع لحم بحیوان ولو من جنسہ لانہ بیع الموزون بما لیس بموزون فیجوز کیف ما کان بشرط التعیین لا نسیئۃ فلا یجوز جائز ہے بیع گوشت کی جانور سے اگرچہ گوشت جانور کے جنس سے ہو مثلا گائے کا گوشت گائے بدلے سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی کی غیر وزنی چیز سے ہے تو جائز ہے جس طرح سے کہ ہو برابر یا کم و بیش بشرط تعیین کے اور بطریق نسیئہ جائز نہیں ہم اگر گوشت جانور کی جنس سے ہو تو ظاہر ہے کہ اتحاد جنس میں تاخیر حرام ہے اور اگر خلاف جنس سے ہو مثلا گائے کا گوشت بکری سے بیع کرے تو اگر نسیئہ بکری میں ہے تو بیع سلم ہے حیوان میں اور اگر اسکے برعکس ہے تو بیع سلم ہے گوشت میں حالانکہ حیوان اور گوشت دونوں میں سلم جائز نہیں وشرط محمد زیادۃ المجانس لو محمد نے شرط کیا ہے زیادہ ہونا ہم جنس کا ہم جنس سے کہ گوشت مستقل ہو اور ہو تا کچھ گوشت جانور کے گوشت کے مقابل ہو اور کچھ گوشت اسکے جگر اور طحال وغیرہ کے مقابل ہو الا ربوا ثابت ہوگا کذا فی الحلبی ولو باع مذبوحۃ بحیۃ یجوز اتفاقا وکذا المسلوختین ان تساویا وزنا [illegible] بالمسلوخۃ للفضل [illegible]

کہ بیچ و لمعک بھی اور اگر مذبوح جانور کو زندہ جانور سے یا مذبوح سے بیچا تو باتفاق شیخین اور محمد کے جائز ہے اور اسیطرح کھال اور چربی سے دو جانوروں کی اتفاقاً بیع جائز ہے اگر دونوں وزن میں برابر ہوں کذا ذکرہ ابن مالک اور طحاوی نے مسلوخ سے اس جانور کا ارادہ کیا جو اوجھڑی اور انتڑیوں وغیرہ سے جدا ہو کذا فی البحر نے کہا کہ بحر الرائق میں [illegible] [illegible] ہے مشایخ کے [illegible] اسکا ذکر کیا [illegible] ہو جاتا منح الغفار میں [illegible] تو ان سے تعلق نہیں ہوتا چنانچہ کھال اور اوجھڑی اور انتڑیاں اور تلی دیکھا جاتا بیع کرنا [illegible] بقطن مغزول [illegible] لاختلافهما جنسا اور بیع روئی کے کپڑے کی روئی اور سوت سے مطلقاً جس طرح سے ہو برابر یا زیادہ بسبب مختلف ہونے دونوں کے باعتبار جنس کے یعنی اسواسطے کہ کپڑا [illegible] سوت اور روئی نہیں ہو جاتا کذا فی البحر کبیع قطن بغزل القطن فی قول محمد وهو الاصح جیسے روئی کی بیع روئی کے سوت سے جائز ہو مطلقاً محمد کے قول پر اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الحاوی القدسی وفی القنیۃ لا بأس بغزل قطن بثیاب قطن یدا بید لانهما لیسا بموزونین ولا جنس لکن الغزل کالجنس بثیابه ۱۲ [illegible] اور قنیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں روئی کی سوت کی بیع روئی کے کپڑوں سے دست بدست ہو اسواسطے کہ دونوں وزنی نہیں جو زیادتی جائز ہو اور دونوں مختلف الجنس نہیں کہ دست بدست شرط ہو اور اسیطرح مطلقاً دست بدست جائز ہے بیع ہر جنس سوت کی اسکے کپڑے سے بشرطیکہ سوت موزون نہ ہو ہم مسئلہ سے معلوم ہوا کہ سوت اور کپڑا مختلف الجنس ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کی بیع دوسرے سے بھی بطریق نسیہ جائز ہو لیکن قنیہ کا قول اقرب الصواب ہے کیونکہ اصل جانا ہے نہ تاخیر کذا فی الطحطاوی عن البحر وکبیع رطب برطب او بتمر متماثلا کیلا لا وزناً خلافاً للعینی فی الحال [illegible] فاما فلو باع مجازفة او موازنة لم یجز اتفاقا ابن ملک اور چنانچہ جائز ہے بیع تر کھجور کی تر کھجور سے اور خشک کھجور سے برابر برابر کیل کی رو سے نہ وزن سے بخلاف عینی کے کہ وہ تماثل وزنی کا قائل ہے امام کے نزدیک تساوی رطب کی تمر سے فی الحال شرط ہے نہ انجام کار میں بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک فی الحال کی تساوی کافی نہیں ہے جب تماثل کیلی شرط ہوا تو اگر بیع بطور تخمین اور موازنہ ہوئی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں کذا صرح ابن ملک اور صاحبین اور باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر سے اسواسطے جائز نہیں کہ رطب کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر انجام کار میں اور امام اعظم کے نزدیک مساوات عقد کے وقت معتبر ہے اور بعد اسکے کم ہو جانا مساوات فی الحال کا مانع نہیں بشرطیکہ جب اسکا امر خلقی ہو اور مساوات کیلی اسواسطے بالاتفاق شرط ہوئی کہ تخمین اور وزن سے مساوات معلوم نہیں ہوتی اسواسطے کہ ایک چیز دوسری چیز سے بھاری ہوتی ہے ترازو میں اور پیمانے میں ہلکی ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی امام اعظم جب بغداد میں وارد ہوئے تو اہل حدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں امام نے کہا کہ دو حال سے خالی نہیں کہ رطب تمر ہے یا نہیں اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل حدیث اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث وارد کی جو ہے سنن اربعہ میں زید بن عیاش عن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا خرید کرنے تمر کا رطب سے تو ارشاد ہوا کیا رطب کم ہو جاتا ہے خشک ہو کر لوگوں نے کہا ہاں تو آپ نے منع فرمایا انتہی امام اعظم نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار روایت زید بن عیاش پر ہے اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں بعض لوگوں نے یوں جواب دیا ہے کہ بر تقدیر صحت سند حدیث مذکور منع بیع کی بطریق نسیہ مراد ہے اسواسطے کہ ابو داود اور حاکم اور دارقطنی اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں یحییٰ بن کثیر سے روایت کی کہ ابو عیاش نے جسکا نام زید بن عیاش ہے سعد بن ابی وقاص سے سنا نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الرطب بالتمر نسیئۃ یعنی منع فرمایا بیچنا رطب کا تمر سے بطریق ادھار کے وتمامہ فی فتح القدیر وعنب بعنب او بزبیب متماثلا کذلک اور چنانچہ جائز ہے بیع تر انگور کی تر انگور سے یا خشک انگور سے برابر برابر اسیطرح یعنی فی الحال فی المآل وکذا کل ثمرۃ تجف کتین وما یباع رطبا ویابسا اور اسیطرح جو پھل کہ خشک ہوتا ہو جیسا انجیر اور اسکا تر بیچا جاوے تر سے اور خشک سے کبیع بر رطبا او مبلولا بمثله او بالیابس جیسے جائز ہے بیع بھگوئے گیہوں کی اپنی مثل سے اور خشک سے وکذا بیع تمر او زبیب منقوع بمثله او بالیابس منهما خلافاً لمحمد فیهما اور اسیطرح جائز ہے بیع بھگوئی خشک کھجور یا انگور کی اسکے مانند سے یا دونوں کی خشک سے بخلاف محمد کے کذا فی الزیلعی کہ انکے نزدیک حنطہ مبلولہ کی بیع مبلولہ سے جائز نہیں [illegible] والا جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الخلاصہ وفی العنایۃ کل تفاوت خلقی کالرطب بالتمر والجید بالردی ففیه ساقط الاعتبار وکل تفاوت بصنع العباد کالحنطۃ بالدقیق والحنطۃ المقلیۃ بغیرها ففیه یعتبر [illegible] اور

ل بعض
یعنی نہیں ہو
معلوم
[illegible]
اسکا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
۱۲

عنایہ میں ہے کہ جو [illegible] الیبی ہو جیسا کہ [illegible] اور [illegible] عتبا یعنی [illegible] ہیں [illegible] کے فعل سے بچی

چنانچہ گیہوں کی بیع آٹے اور ستو گیہوں کی بیع [illegible] کا [illegible] مختلف [illegible] اور جیسے

بیع ہو مختلف کی بعض کی بعض سے زیادہ [illegible]

اور جائز ہے بیع گائے کے دودھ کی بھیڑ بکری کے دودھ [illegible] جائز ہیں کہ دونوں [illegible]

کذا فی الطحطاوی [illegible] وحده [illegible] بکری کی [illegible]

عبارت ہی یا قمیص کیسے ہو سے اسکو مخصوص [illegible] کیا اعتبار عادت کے یعنی [illegible] قمیص کا مرکب [illegible] ہیں لہذا فقط اسکو مذکور کیا

شحم البطن بالالیۃ او باللحم لیس [illegible] اور جائز ہے بیع پیٹ کی چربی کی دنبہ کی چکی سے یا گوشت سے اگرچہ دنبے کا گوشت ہو کذا فی الطحطاوی [illegible]

جسکو عوام چربی لیتے ہیں و خبز ولو [illegible] اور جائز ہے روٹی کی بیع گیہوں اور آٹے سے اگرچہ گیہوں کی روٹی گیہوں کا آٹا ہو تو بھی زیادتی جائز ہے

اسواسطے کہ روٹی [illegible] اور آٹے کے دونوں کیل ہیں تو قدر [illegible] مقصود ہیں یہاں تک کہ بیع [illegible]

نسیئۃ بھی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر و زیت مطبوخ بغیر مطبوخ و دهن مربی بالبنفسج بغیر المربی منہ متفاضلا او وزنا کیف کان لاختلاف اجناسها

فلمن [illegible] متفاضلا الا فی لحم الطیر لانہ لا یکال [illegible] اور جائز ہے [illegible] کی بیع [illegible] سے اور [illegible] کی روغن

سادہ سے [illegible] جائز ہو اگر اجناس مختلف ہیں اگر

متحد الجنس ہوں تو تفاضل جائز نہیں مگر [illegible] گوشت [illegible] تفاضل جائز ہے کیونکہ انکا گوشت موزون نہیں [illegible] اگر اسکا بھی [illegible]

تو تفاضل جائز نہیں کذا فی الزیلعی [illegible] فی النہر [illegible] فی زماننا [illegible] الاختلاف

باختلاف الاصل او المقصود [illegible] اور [illegible] عادت میں [illegible] اسکا [illegible] میں ہو گا

[illegible] تو [illegible] سے اسکو یاد رکھنا چاہیے

چنانچہ گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے ساتھ [illegible] غیر مطبوخ کے ساتھ [illegible]

والخبز [illegible] اور جائز ہے [illegible] روٹی کی بیع

گیہوں اور آٹے سے اگرچہ روٹی کی تسلیم میں [illegible] ہے [illegible] فتوی ہے [illegible]

اور زیادہ [illegible] گیہوں کی روٹی میں [illegible] روٹی ہوتی ہے [illegible]

سلم [illegible] اسکے قبضہ [illegible] وفی [illegible] الخبز

الموصوف بصفۃ معلومۃ [illegible] سے منقول ہے کہ [illegible] گیہوں کے

روٹی [illegible] ان بالی سے [illegible] روٹی [illegible] قرار دے [illegible]

اور [illegible] سکو تسلیم [illegible] یعنی [illegible] بالعمر [illegible] السلم فی الخبز [illegible]

الفتوی [illegible] اور [illegible] سے منقول ہے [illegible] فتوی ہے اور روٹی [illegible]

سلم کا جواز روٹی میں [illegible] سلم [illegible] صحیح ہوگی اور حاشیہ ابو السعود میں [illegible] سے منقول ہے کہ

[illegible] کذا فی الطحطاوی و جاز بیع اللحم بالحیوان [illegible]

اور چلائو اور دونو کا بیچنا جائز ہے بسبب اختلاف مقصد کے اختلاف اسم سے کذا فی الحاوی ولا یجوز بیع البر بدقیق او سویق هو المحمص ولا بیع دقیق بسویق مطلقا ولو متساویا لعدم
التسویة بشبهة الربوا خلافا لهما) جائز نہیں گیہوں کی بیع گیہوں کے آٹے یا اسکے ستو سے اور نہ بیع آٹے کی ستو سے کسی طرح اگرچہ دونوں برابر ہوں
بسبب کہ دونوں کا برابر کر لینا [illegible] کوئی پیمانہ نہیں تو بیع حرام ہے بسبب شبہ ربو کے بخلاف صاحبین کے انکے نزدیک آٹے کی بیع ستو سے بسبب اختلاف نام اور اختلاف مقصود کے جائز
درست ہے اور گیہوں کی بیع آٹے یا ستو سے امام کے نزدیک مطلقا جائز نہیں تفاضل اسواسطے جائز نہیں کہ دونوں جنس واحد ہیں کیونکہ آٹا اور ستو گیہوں کے اجزا ہیں اور تساوی
اسواسطے جائز نہیں کہ معیار دونوں میں کیل ہے اور کیل سے تساوی نہیں ہوسکتا کیونکہ گیہوں پیسنے سے زیادہ ہوجاتا ہے واما بیع الدقیق بالدقیق متساویا کیلا اذا کانت
مکبوسة فیجوز اتفاقا ابن ملک کبیع سویق بسویق وحنطة مقلیة بمقلیة واما المقلیة بغیرها ففاسد کما مر اور بیع آٹے کی آٹے سے برابر جائز ہے کیل کے اعتبار سے جبکہ
دونوں کو پیمانہ میں دبا کر بھرا ہو تو جائز ہے باتفاق امام و صاحبین کے کذا [illegible] ابن ملک جیسے ستو کی بیع ستو سے اور بھنے گیہوں کی بیع بھنے گیہوں سے جائز ہے اور بھنے گیہوں
کی بیع غیر بھنے سے تو فاسد ہے جیسا کہ گذر گیا اسلئے کہ بھوننے سے گیہوں [illegible] ہو جاتا ہے لہذا اسکی بیع غیر بھنے سے فاسد ہے طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ اگر آٹا [illegible] سے بیچے
تول کر تو [illegible] ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل بمهملة ای الشیرج حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدره
بمثله والزائد بالثفل وکذا کل ما له ثفل قیمته تکون بدهنه واللبن بسمنه والعنب بعصیره فان لا قیمة له کبیع تراب ذهب بذهب فسد بالزیادة لربوا
الفضل اور جائز نہیں زیتون کی بیع روغن زیتون سے اور تل کی بیع میٹھے تیل سے یہاں تک کہ روغن زیتون اور تیل زیادہ نہ ہو اس روغن سے جو زیتون اور تل میں ہے
تاکہ روغن کی مقدار روغن کے مقابلہ میں ہو اور روغن زائد کھل کے مقابل ہو اور اسی طرح حکم ہے ہر ایک ایسی چیز میں جسکی کھل اور پھوک کی قیمت ہو جیسے اخروٹ کی
بیع اسکے تیل سے اور دودھ کی اسکے گھی سے اور انگور کی اسکے شیرے سے سوا اسکے پھوک کی قیمت نہو جیسے زر آلودہ مٹی کی بیع سونے سے تو بیع فاسد ہے سونا زیادہ ہونے سے
بسبب ربوا فضل کے [illegible] ویستقرض الخبز وزنا وعددا عند محمد وعلیه الفتوی ابن ملک واستحسنه الکمال واختاره المصنف تیسیرا اور روٹی قرض
لیجاوے تول کر اور گن کر محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا ذکره ابن ملک اور مستحسن جانا ہے اسکو کمال الدین نے اور پسند کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں آسانی کے واسطے وفی
المجتبی بلا عرف [illegible] وجاز بیعه [illegible] اور مجتبی میں ہے کہ ایک عدد روٹی بھی [illegible] ادھار دو روٹیوں سے تو جائز ہے
بالعکس یعنی نقد دو روٹیوں کی بیع ایک روٹی ادھار سے جائز نہیں اور روٹی کے ٹکڑوں کی بیع ہر طرح یعنی نقد اور نسیہ [illegible] ولا ربوا بین سید وعبده ولو مدبرا او ام ولد لانه وما بیده
اور ربوا نہیں درمیان مولی اور اسکے غلام کے اگرچہ غلام مدبر ہو یا ام ولد کیونکہ غلام کا مال مملوک ہے مولی کا جسطرح چاہے [illegible] بخلاف مکاتب کے
کہ وہ [illegible] قبضہ و تصرف کی رو سے اذا لم یکن دینه مستغرقا لرقبته وکسبه فلو مستغرقا تحقق الربوا اتفاقا ابن ملک وغیره لکن فی البحر عن المعراج
التحقیق عدم الاطلاق وانما یرد الزائد لا للربوا بل لتعلق الغرماء اور ربوا درمیان انکے اسی وقت ثابت نہیں جب کہ غلام کا دین اسکی ذات اور کمائی کو مستغرق
نہو سو اگر مستغرق ہو تو ربوا ثابت ہوگا بالاتفاق کذا ذکره ابن ملک وغیره لیکن بحر الرائق میں معراج سے منقول ہے کہ تحقیق اطلاق ہے یعنی ہر طرح ربوا نہیں خواه اسکا
دین مستغرق ہو یا نہو اور غلام مدیون کا زائد مال جو پھیر دیا جاتا ہے تو ربوا کے سبب سے نہیں بلکہ قرض خواہوں کے حق متعلق ہونے سے ولا ربوا بین متفاوضین وشریکی
عنان اذا تبایعا من مالها ای مال الشرکة زیلعی اور ربوا نہیں دو متفاوضین اور عنان کے دو شریکوں میں جبکہ دونوں نے خرید و فروخت کی ہو شرکت کے مال سے
کذا فی الزیلعی هم قید مذکور شرکت عنان میں ہے اسواسطے کہ متفاوض کے پاس مال شرکت کے سوا کوئی مال مستقل نہیں تو دونوں صورتوں میں ربوا اسواسطے ثابت نہیں کیونکہ اور
بیع میں دونوں شریک ہیں تو احد العوضین کا فضل انکے مال سے خارج نہیں ہوا کہ ربوا متحقق ہو ولا بین حربی ومسلم مستامن ولو بعقد فاسد او قمار ثمه لان ماله
ثمه مباح فیحل برضاه مطلقا بلا غدر خلافا للثانی والثلاثة اور ربوا نہیں درمیان کافر حربی اور اس مسلم میں جو حربیوں کا مستامن ہو اگرچہ عقد فاسد یا قمار بازی سے ہو
ثمه یعنی دار الحرب میں اسواسطے کہ حربی کا مال دار الحرب میں مباح ہے مانند حطب اور صید کے تو حلال ہوگا اسکی رضامندی سے ہر طرح بدون غدر کے بخلاف ابو یوسف

اور یہ مسئلہ کہ حلت ربوا مین دار الحرب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کافر حربی دار الاسلام مین آویگا اور مسلمان سے ایک درم عوض دو درم کے بیع کریگا تو بالاتفاق جائز نہوگا اور اباحت مال حربی کی تعلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ بیاج اسوقت نہین جبکہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اور حالانکہ بیاج عام ہے خواہ زیادت مسلم کی طرف سے ہو یا حربی کی طرف سے اور جواب مسئلہ حلت دونون صورتون کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہے کہ ابو یوسف اور ائمہ ثلثہ کی یہ دلیل ہے کہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہین خواہ دار الحرب مین ہو یا دار الاسلام مین اور طرفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ لاربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب اور یہ حدیث غریب ہے مبسوط مین کہا کہ یہ حدیث مکحول کی مرسل ہے اور مکحول ثقہ ہے اور ایسے شخص کی مرسل حدیث مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورہ روم نازل ہوئی تو صدیق رضی نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق نے مال شرط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بعینہ قمار ہے اور مکہ اسوقت دار الحرب تھا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب مباح ہے بشرط عدم غدر اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہے نہ مال مباح مین اور علمائے مذہب نے درس مین التزام کیا ہے کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہے انتہی ما فی الفتح ملخصاً

وحکم من اسلم فی دار الحرب ولم یھاجر کحربی فللمسلم الربوا معہ خلافا لھما لان مالہ غیر معصوم فلو ھاجر الینا ثم عاد الیھم فلا ربوا اتفاقا جوھرۃ قلت ومنہ یعلم حکم من اسلما ثمہ ولم یھاجرا

اور جو حربی مسلمان ہوگیا دار الحرب مین اور اسنے دار الاسلام کی طرف ہجرت نہ کی اسکا حکم حربی کے مانند ہے تو مسلم کو اسکے ساتھ بیاج درست ہے بخلاف صاحبین اور شافعی کے اسواسطے کہ اسکا مال قبل ہجرت کے معصوم نہین اگر اسنے ہجرت کی ہماری طرف بعد اسکے پھر گیا اہل حرب کی طرف تو ربوا بالاتفاق نہین کذا فی الجوہرہ مین کہتا ہون مصنف کے قول سے معلوم ہوگیا حکم ان دونون شخصون کا جو دار الحرب مین مسلمان ہوئے اور دار الاسلام کی طرف دونون نے ہجرت نہ کی کیونکہ دونون حربی کے مانند ہین حکم مین ہم جو شارح نے جوہرہ سے نقل کیا کہ بعد ہجرت الخ ربوا نہین یہ غلط ہے ٹھیک یہ ہے کہ اس صورت مین بالاتفاق ربوا جائز نہین جیسا کہ منح مین ہے انتہی کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح نہر الفائق مین ایضاح کرمانی سے منقول ہے کہ جب اسنے ہماری طرف ہجرت کی اور پھر گیا انکی طرف تو اسکے ساتھ بیاج جائز نہین

والحاصل ان الربوا حرام الا فی ھذہ الست مسائل اور خلاصہ یہ کہ بیاج حرام ہے مگر ان چھ مسئلون مین حرام نہین ہم صواب تھا کہ شارح چھ کی جگہ پانچ لکھتا مہاجر کو ساقط کر کے ۱ میان کو اپنے غلام کے ساتھ ۲ دو شریک مفاوض ۳ دو شریک عنان ۴ مسلم کو حربی کے ساتھ دار الحرب مین ۵ مسلم کو اسکے ساتھ جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اور اسنے ہجرت نہ کی اور اگر دو مسلم غیر مہاجر کو مسئلہ سادسہ قرار دیجیے تو صحیح ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی

باب الحقوق

فی البیع اخرھا لتبعیتھا ولتبعیۃ ترتیب الجامع الصغیر یہ باب ہے بیع کے حقوق مین مصنف اس باب کو مسائل بیع کے پیچھے لایا بسبب تابع ہونے حقوق کے اور بسبب اتباع ترتیب جامع صغیر کے حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ مین حق وہ ہے جو مبیع کا تابع ہو اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر مبیع کے سبب جیسا کہ راہ وغیرہ چونکہ مصنف نے محمد کی جامع صغیر کی ترتیب کا التزام کیا ہے لہذا باب الحقوق کو بعد مسائل بیع کے لایا والا قیاس چاہتا تھا کہ اول کتاب البیوع مین قبل خیارات کے ذکر کرتا

اشتری بیتا فوقہ اخر لا یدخل فیہ العلو مثلث العین ولو قال بکل حق ھو لہ او بکل قلیل وکثیر ھو لہ فیہ او منہ لان البیت لا یستتبع مثلہ

خرید کیا کوٹھری جسپر دوسری کوٹھری ہے تو اوپر کی خرید مین بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بائع نے بیع کے وقت کہا ہو بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو یا وقتیکہ تصریح کر دی بالاخانہ کی بیع کی ہو اسواسطے کہ کوٹھری اپنے مثل یعنی دوسری کوٹھری کی تابع نہین ہوتی شارح نے کہا العلو مثلث العین یعنی عین پر حرکات ثلثہ جائز ہین اور لام مشدد بالکل ہے جیسا کہ مغرب مین ہے پھر معلوم کرنا ضروری ہے بیت اور منزل اور دار کا بیت وہ ہے جسکی ایک چھت ہو اور شب باشی کے واسطے وہ بنا ہو اور بعضون کے نزدیک بیت میں ڈیوڑھی کا ہونا شرط ہے اور حکم اسکا یہ ہے کہ بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہین ہوتا اگرچہ بکل حق ہو لہ یا بکل قلیل وکثیر کہا ہو اسواسطے کہ بالاخانہ بیت کے مانند مستقل ہے اور شب باشی مین اور بیت اعلی کی تابع ہونی برابر ہے اور منزل بیت سے فوق اور دار سے کمتر ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمین رات دن آدمی رہے مطبخ اور پاخانہ بھی

[illegible]

باب الحقوق

گھر ہے کا صحن غیر مسقف نہیں اور اصطبل نہیں اور دالان ہو جس سے جماعت کا حصہ کہ گرمی و دھوپ ہو اور وہ مکان ہو جس اصطبل و صحن غیر مسقف پر مشتمل ہو کذا فی الفتح

و کذا لا یدخل العلو بشراء منزل الا بکل حق هو له او بمرافقه او بکل قلیل و کثیر فیه او منه فقد ای حقوق قم کطریق و نحوه و عند الثانی المرافق المنافع اشباه

اور اسی طرح بالاخانہ داخل نہیں منزل کی خرید میں منزل وہ ہے جس میں اصطبل نہیں مگر بکل حق ہو لہ یا بذکر مرافق البتہ بالاخانہ داخل خرید ہو گا مرافق سے مراد حقوق ہیں جنانچہ

راہ وغیرہ اور ابو یوسف کے نزدیک مرافق سے منافع مراد ہیں کذا فی الاشباہ و مرافق جمع مرفق بکسر میم و فتح فا مرافق عبارت میں توابع سے جنانچہ شرح میں مسیل او حقوق

وہ ہیں جو مبیع کا تابع ہو اور بکل قلیل و کثیر کا لفظ بطریق مبالغہ ذکر ہوتا ہے یا بائع کا حق مبیع سے ساقط ہو جاوے اسکی متصل چیزوں سے اور جامع الفصولین میں ہے کہ حقوق

عبارت ہیں مسیل و طریق وغیرہ سے بالاتفاق اور مرافق ابو یوسف کے نزدیک منافع ہیں اور ظاہر الروایۃ میں مرافق حقوق ہیں کذا فی النہر او بکل قلیل و کثیر ھو فیہ

او منہ یا بالاخانہ منزل کی خرید میں داخل ہوتا ہے بکل قلیل و کثیر ھو فیہ و منہ یعنی ہر قلیل و کثیر کہ منزل میں داخل ہو یا اس سے متعلق ہو وہ مبیع ہے جونکہ منزل دار اور

بیت دونوں سے مشابہ ہے لہذا بالاخانہ بذکر توابع داخل ہو گا دار کی مشابہت سے اور اگر ذکر توابع نہیں تو داخل نہو گا بیت کی مشابہت سے او یدخل العلو بشراء

دار فانہ یدخل مطلقا لانہ اسم لما ادیر علیہ الحدود [illegible] بالاخانہ دار کی خرید میں اگرچہ کچھ ذکر نہو یعنی یا ذکر حقوق یا مرافق یا بکل قلیل و کثیر یا لا

دار کی بیع میں داخل ہو گا [illegible] دار کہتے ہیں [illegible] و عند التفصیل حرمت الکوۃ فی عرفنا یدخل العلو بلا ذکر فی الصور کلہا فتح

مکانوں [illegible] لو کان المبیع بیتا فوقہ علو [illegible] الا بالذکر [illegible] تفصیل ہے اور عرف [illegible] بالاخانہ [illegible]

داخل [illegible] ہوں کے [illegible] سب صورتوں میں کذا فی الفتح والکافی [illegible] بالاخانہ [illegible] السلطان [illegible] کذا فی النہر

[illegible] کا کام [illegible] الفاظ [illegible] کی [illegible] الصور کلہا سواء

المبیع بیتا فوقہ علو او منزل [illegible] شاملہ [illegible] الابنیۃ وغیرہ الا دار [illegible] المکاتب کی [illegible]

[illegible] کا عرف [illegible] کذا فی الفتاوی [illegible] الدار الکثیرۃ [illegible] کذا فی الشامی

وانہ لیس [illegible] جیسے داخل ہوتا ہو دار کی خرید میں بالاخانہ اور پائخانہ اور وہ جو گھر کے صحن میں [illegible] داخل [illegible]

[illegible] داخل ہو [illegible] بیع کا [illegible] لا البستان الخارج الا اذا کان [illegible] والکبیر فلا الا بالشرط [illegible] داخل

نہیں ہو [illegible] اگر [illegible] داخل بیع ہو [illegible] باغ گھر [illegible] اور اگر گھر کے [illegible] تو داخل نہیں [illegible] کذا فی [illegible] والظلۃ

لا تدخل [illegible] الدار [illegible] فانہ داخل [illegible] وکان مفتحہا فی الدار تدخل کالعلو اور چھجا داخل نہیں ہوتا گھر کی

بیع میں [illegible] مگر [illegible] بکل حق [illegible] البتہ چھجا داخل ہو گا اور صاحبین کہا کہ اگر چھجے کا دروازہ گھر کے اندر ہو

گھر کی بیع میں [illegible] بالاخانہ کے مانند ویدخل الباب الاعظم فی بیع بیت و دار مع ذکر المرافق لانہ من مرافقہا خانیہ اور بڑا دروازہ داخل ہو [illegible] بیت

دار کی بیع میں ذکر مرافق کے ساتھ [illegible] کو دروازہ گھر کے مرافق میں [illegible] کذا فی الخانیہ لا یدخل الطریق والمسیل والشرب الا بنحو کل حق ہو لہ [illegible]

[illegible] اور پانی کی جگہ اور پانی [illegible] مگر [illegible] بکل حق ہے جیسا کہ [illegible] یا [illegible] عدم دخول طریق [illegible] راہ [illegible]

[illegible] کی طرف ہو وہ داخل [illegible] جیسا [illegible] البحر [illegible]

شارع عام تک [illegible] مسیل [illegible] پانی [illegible] کذا فی [illegible]

[illegible] طریق اور مسیل و شرب [illegible] داخل نہیں [illegible] حقوق [illegible]

[illegible] والرھن والوقف [illegible]

[illegible] ۱۲

[illegible]

اور وقف کے کذا فی الخلاصۃ یعنی رہن اور وقف میں طریق اور مسیل اور شرب بلا ذکر حقوق داخل ہیں ولو اقر بدار او صالح علیہا او اوصی بہا ولم یذکر حقوقہا و مرافقہا لا یدخل الطریق کالبیع اور اگر ایک شخص نے گھر کا اقرار کیا کہ فلانے کا ہے یا اس پر صلح کی یا اس گھر کی وصیت کی کسی شخص کے واسطے اور اسکے گھر کے حقوق اور مرافق ذکر کیے تو راہ داخل نہ ہوگی بیع کے مانند ولا یدخل فی القسمۃ وان ذکر الحقوق والمرافق الا برضی صریح نہر عن الفتح اور قسمت میں راہ داخل نہیں اگرچہ حقوق اور مرافق مذکور ہوں مگر صریح رضامندی سے کذا فی النہر عن الفتح وفی الحواشی السعدیۃ ینبغی ان یکون الرہن کالبیع اذ لا یقصد بہ الانتفاع قلت ہو جید لکنہ مخالف للمنقول کما مر ولفظ الخلاصۃ ویدخل الطریق فی الرہن والصدقۃ الموقوفۃ کالاجارۃ واعتمدہ المصنف تبعا للبحر اور حواشی سعدیہ میں ہے لائق یوں ہے کہ رہن بیع کے مانند ہو اس واسطے کہ رہن سے انتفاع مقصود نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ یہ کلام جید ہے مگر اسکی مخالفت منقول سے ہوتی جیسا کہ خلاصہ سے مذکور ہوچکا اور عبارت خلاصہ یہ ہے اور داخل ہے طریق رہن میں اور صدقہ موقوفہ میں اجارہ کے مانند اور اس قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کا تابع ہوکر ثم ینبغی ان یکون الہبۃ والنکاح والخلع والعتق علی مال کالبیع والاجارۃ فیہ لا یخفی یعنی پھر لائق یوں ہے کہ ہبہ اور نکاح اور خلع اور عتق بمال بیع کے مانند ہو عدم دخول الطریق فیہا ای الہبۃ کما لا یخفی [illegible] کذا فی النہر [illegible]

باب الاستحقاق

ھو طلب الشیء [illegible] یہ باب ہے استحقاق کے احکام میں استحقاق لغت میں عبارت ہے طلب حق سے [illegible] ایک شخص کے [illegible] الفقہاء [illegible] الاستحقاق نوعان [illegible] دو قسم ہوا ایک قسم [illegible] استحقاق [illegible] اور قسم ثانی استحقاق کی [illegible] گواہی کذا فی [illegible] کے واسطے کذا فی [illegible] ملک کا موجب نہیں [illegible] مشتری فسخ عقد ہوگا والحاکم [illegible] علی ذی الید وعلی من تلقی ذو الید الملک منہ [illegible] فلا تسمع [illegible] الملک منہم بعد الحکم علیہم اور استحقاق کا حکم کر دیا [illegible] کذا فی الاشباہ [illegible] مسموع ہوگا دعوی ملک کا [illegible] دعوی النتاج [illegible] دعوی نتاج کا مسموع ہوگا [illegible] کذا فی [illegible] ولا یرجع [illegible] علی الکفیل ما لم یقض علی المکفول عنہ [illegible] لان بدل المستحق مملوک اور کوئی مشتری ثمن نہ پھیر لیگا [illegible] اور ضامن ثمن [illegible] اور غیر بائع اول [illegible] مجتمع ہو جاویں [illegible] ولو صالحہ بشیء قلیل او ابرأہ عنہ بعد الحکم لہ یرجع علیہ [illegible] ان یرجع علی بائعہ ایضا لزوال البدل عن ملکہ اور اگر مشتری

صلح کرلی بایں طور کہ کچھ چیز یا ثمن بائع کو بری الذمہ کردیا بعد اسبات کے کہ قاضی کا حکم ہوگیا مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کا تو مشتری کے بائع کو اپنے بائع سے ثمن پھیر لینا جائز ہے بسبب باطل ہونے بدل کے مشتری کی طرف سے یعنی جب مشتری نے بعد حکم رجوع کے ابرا کردیا ثمن سے تو گویا اسنے بائع سے وصول لیا کذا فی الطحطاوی ولو حکم المستحق فصالح المشتری لم یرجع لانہ بالصلح ابطل حق الرجوع وتمامہ فی جامع الفصولین اور اگر مستحق کے واسطے حکم ہوا اور مشتری سے مستحق نے صلح کرلی کچھ ثمن دیکر تو اب مشتری بائع سے ثمن نہ پھیرے اسواسطے کہ مشتری نے صلح سے حق رجوع کو باطل کردیا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے ہم یعنی مستحق نے مشتری سے کہا کہ کچھ تھوڑا ثمن مجھسے لے اور مبیع مجکو دے تو اب مشتری اپنے بائع سے رجوع نہیں کرسکتا والمبطل یوجب فسخ العقود اتفاقا اور استحقاق مبطل موجب ہے فسخ عقود کا بالاتفاق یعنی جو عقود کہ بالعین میں جاری ہوئے ہیں انکے فسخ ہونے میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں کذا فی الدرر ولکل واحد من الباعۃ الرجوع علی بائعہ فان لم یرجع علیہ تو ہر ایک مشتری کو ثمن کا پھیر لینا اپنے بائع سے جائز ہے اگرچہ اس مشتری سے ثمن پھیر لیا گیا ہو ویرجع ھو ایضا کذلک علی الکفیل ولو قبل القضاء علیہ لعدم اجتماع الثمنین اذ بدل الحر لا یملک اور مشتری اسیطرح اپنے بائع کے ضامن سے بھی ثمن پھیرے اگرچہ قاضی کا حکم ضامن پر پھیر دینے کا نہوا ہو بسبب عدم اجتماع ثمنین کے اسواسطے کہ آزاد کا بدلہ مملوک نہیں ہوتا بخلاف استحقاق ناقل کے چنانچہ مذکور ہوچکا والحکم بالحریۃ الاصلیۃ حکم علی الکافۃ من الناس سواء کان ببینۃ او بقولہ انا حر لخلو البیع عن اقرار بالرق اشباہ اور اصلی آزادی کا حکم سب آدمیوں پر حکم ہے خواہ ثبوت آزادی گواہی سے ہوا ہو یا خود اسکے اس قول سے کہ میں آزاد ہوں بشرطیکہ اس قول سے پہلے اس سے غلامی کا اقرار نہ ہوگیا ہو کذا فی الاشباہ اور صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے خالد پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہے خالد نے کہا کہ میں حر اصلی ہوں اور سابق میں اسنے غلامی کا اقرار نہیں کیا اور مدعی گواہی سے عاجز ہوا اور قاضی نے اسکی حریت اصلی کا حکم کردیا تو یہ حکم حریت کا سب لوگوں پر ہوگا کذا فی الطحطاوی فلا تسمع دعوی الملک من احد تو جب حریت اصلیہ کا حکم سب لوگوں پر ہوا تو کسی شخص کی ملک کا دعوی اسپر مسموع نہوگا وکذا العتق وفروعہ بمنزلۃ حریۃ الاصل اور اسیطرح عتق اور فروع عتق مانند حریت اصلیہ کے ہیں اور فروع عتق کتابت اور تدبیر اور استیلاد ہے اور عتق سے مراد وہ جو ملک مطلق پر ثابت ہو واما الحکم بالعتق فی الملک المؤرخ فعلی الکافۃ من وقت التاریخ ولا یکون قضاء قبلہ کما بسطہ ملا خسرو ویعقوب باشا فاحفظ فان اکثر الکتب عنہ خالیۃ اور عتق کا حکم ملک مورخ میں سب خلق پر ہوتا ہے تاریخ کے وقت سے اور حکم نہیں ہوتا قبل تاریخ کے چنانچہ اسکو ملا خسرو اور یعقوب باشا نے مشرح بیان کیا ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر کتب فقہ اس تفرقہ سے خالی ہیں حاصل یہ ہے کہ عتق کا حکم ملک مطلق میں بمنزلہ حریت اصلیہ کے ہے کہ سب خلق پر حکم ہوا اور ملک مورخ میں عتق کا حکم سب خلق پر ہے تاریخ کے وقت سے یعنی قبل تاریخ سب پر حکم نہیں مثلاً اگر زید نے بکر سے کہا کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں پانچ برس سے اور بکر نے کہا کہ میں تو محمود کا غلام تھا چھ برس سے سو اسنے مجکو آزاد کردیا اور اسنے اس دعوی پر گواہ گذرانے تو زید کا دعوی منقطع ہوگا پھر اگر حامد بکر سے کہے کہ تو میرا غلام ہے میں تیرا مالک ہوں سات برس سے اور تو اب تک میرا مملوک ہے اور اس دعوی کو اسنے گواہی سے ثابت کیا تو حریت کا حکم فسخ ہوگا اور بکر حامد کا مملوک سمجھا جائیگا کذا فی الطحطاوی عن الدرر واختلفوا فی القضاء بالوقف قیل کالحریۃ وقیل لا فتسمع فیہ دعوی ملک آخر وھو المختار وصححہ العمادی اور فقہا نے اختلاف کیا ہے وقف کے حکم میں بعضوں نے کہا کہ حریت کے حکم کے مانند ہے اور بعضوں نے کہا کہ وقف حریت کے مانند نہیں تو وقف موقوفہ پر دوسری ملک کا دعوی بعد حکم وقف کا دعوی مسموع ہوگا اور یہی قول مختار ہے اور عمادی نے اسکو صحیح کہا ہے وفی الاشباہ القضاء یتعدی فی اربع حریۃ ونسب ونکاح وولاء وفی الوقف یقتصر علی الاصح اور اشباہ میں ہے کہ قضا متعدی ہوتی ہے چار باتوں میں حریت اور نسب اور نکاح اور ولاء میں اور وقف میں قضا متعدی نہیں صحیح قول کے موافق یعنی جب کسی عورت کے نکاح کا کسی ایک آدمی سے حکم کیا یا نسب یا ولاء عتاق کا حکم کرے پھر دوسرے کا دعوی مسموع نہیں وثبت رجوع المشتری علی بائعہ بالثمن اذا کان الاستحقاق بالبینۃ لما مر انھا حجۃ متعدیۃ اور ثابت ہے ثمن پھیر لینا مشتری کا اپنے بائع سے جبکہ استحقاق گواہی سے ہوا ہو اسواسطے کہ اوپر گذرا کہ شہادت حجت متعدی ہے اما اذا کان الاستحقاق باقرار المشتری او بنکولہ او باقرار وکیل المشتری بالخصومۃ او بنکولہ فلا رجوع لانہ حجۃ قاصرۃ

اور اگر استحقاق مشتری کے اقرار سے ہو یا اُسکے انکار قسم سے یا مشتری کی خصومت کے وکیل کے اقرار سے یا اُسکے انکار قسم سے تو ثمن پھیر لینا ثابت نہوگا اسواسطے کہ اقرار
حجت قاصرہ ہے نہ متعدیہ فالاصل ان البینۃ حجۃ متعدیۃ تظہر فی حق کافۃ الناس لکونھا کلا وکلا ثبت کما ھو ظاھر کلام الزیلعی والعینی بل فی
ونحوہ کما ذکرہ المصنف اور قاعدہ کلیہ ہے کہ شہادت حجت متعدیہ ہے جسکا اثر سب لوگوں کے حق میں ہوتا ہے لیکن بعض چیزوں میں جیسا کہ ظاہر کلام الملتقی و شرنبلالی
بلکہ عتق اور اُسکے مانند یعنی کتابت اور تدبیر اور استیلاد اور نکاح اور نسب اور ولاء عتاقہ میں چنانچہ مذکور ہو چکا ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں لا الاقرار بل ھو حجۃ
قاصرۃ علی المقر لعدم ولایتہ علی غیرہ نہ اقرار یعنی اقرار حجت متعدیہ نہیں بلکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر بسبب نہ ہونے ولایت مقر کے اپنے غیر پر چونکہ مقر کی [illegible]
ثابت نہیں لہذا اُسکا اقرار اُسپر حجت ہے نہ غیر پر بخلاف شہادت کے اسواسطے کہ شہادت حجت نہیں ہوتی مگر قاضی کے حکم سے اور قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے لہذا کل عالم
کے حق میں نافذ ہے کذا فی المنح بقی لو اجتمعا فان ثبت الحق بھما نقضی بالاقرار لا عند الحاجۃ فالبینۃ اولی فتح ونحوہ فی البحر ای مع احتمال کہ اگر شہادت اور
اقرار دونوں مجتمع ہوں سو اگر حق دونوں سے ثابت ہو تو اقرار پر حکم کیا جائیگا مگر حاجت کے وقت پھر تو شہادت پر حکم کرنا اولی ہے کذا فی الفتح والبحر اور اجتماع کی صورت یہ ہے
کہ مدعی نے اپنا دعوی شہادت سے ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اُسکی ملک کا اقرار کیا تو یہاں اقرار پر حکم ہوگا اسواسطے کہ گواہی منکر پر صحیح ہوتی ہے نہ مقر پر اور جبکہ حاجت ہو
چنانچہ مشتری کو بائع سے ثمن پھیر لینے کی حاجت ہو تو گواہی اقرار پر مقدم ہے کذا فی الطحطاوی فلو استحقت بینۃ ولدت عند المشتری لا باستیلادہ ببینۃ
یتبعھا ولدھا ان قضی القاضی بہ ای بالولد فی الاصح زیلعی وکلام البزازی یفید تقییدہ بما اذا سکت الشھود فلو بینوا انہ لذی الید او قالوا لا ندری
لا یقضی بہ نہر پھر اگر وہ مبیع جو جنی مشتری کے پاس بلا استیلاد مستحق ٹھہری گواہی سے تو اُسکا بچہ اُسکے تابع ہوگا بشرطیکہ قاضی کا حکم ولد پر ہو گیا ہو قول اصح میں
کذا فی الزیلعی اور بزازی کا کلام مفید ہے اس تقیید کا جبکہ گواہوں نے سکوت کیا ہو سو اگر گواہوں نے یہ بیان کر دیا ہو کہ بچہ قابض کا ہے یا یوں کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے تو قاضی
ولد کا حکم نکرے کذا فی النہر واستیلادہ لا یمنع استحقاق الولد بالبینۃ فیکون ولد المغرور حرا بالقیمۃ للمستحق کما مر فی باب دعوی النسب ہم
دریافت کرنا چاہیے کہ قابض کا استیلاد ولد کے استحقاق کو گواہی سے مانع نہیں تو شخص مغرور کا ولد آزاد ہوگا اُسکے مستحق کو ولد کی قیمت دیکر چنانچہ دعوی نسب کے
باب میں مذکور ہو چکا ان اقر ذو الید بھا لرجل لا یتبعھا فیاخذھا وحدھا والفرق [illegible] فی الاصل اور اگر قابض نے لونڈی کا اقرار کیا ایک مرد کے واسطے
تو اُسکا بچہ لونڈی کا تابع نہوگا تو وہ مرد فقط اُس لونڈی کو لیگا اور فرق گواہی اور اقرار کا مذکور ہو چکا قاعدہ مذکورہ میں یعنی گواہی حجت متعدیہ ہے اور اقرار حجت قاصرہ
وھذا اذا لم یدعہ المقر لہ فلو ادعاہ تبعھا وکذا سائر الزوائد لکن لا ضمان بھلاکھا لانھا [illegible] اور یہ یعنی تابع ہونا ولد کا اسوقت ہے جبکہ مقر لہ نے
ولد کا دعوی نکیا ہو اور اگر دعوی کیا ہوگا تو ولد تابع ہوگا اپنی والدہ کا اور ایسا ہی حکم ہے باقی زوائد کا چنانچہ درخت کے پھل درخت کے تابع نہیں اگر مستحق کے واسطے اس
نے درخت کا اقرار کیا مگر بصورت دعوی مقر لہ ہاں یہ البتہ ہے کہ ہلاک ہو جانے والی سے ضمان نہیں مانند زوائد مغصوبہ کے ولھذا لم یذکر النکول لانہ فی حکم الاقرار قہستانی
معزیا للعمادیۃ اور مصنف نے انکار قسم کو ذکر نہ کیا اسواسطے کہ وہ اقرار کے حکم میں ہے چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے عمادیہ کی طرف منسوب کرکے ومنہ التناقض ای التدافع فی الکلام
دعوی الملک لعین او منفعۃ لما فی الصغری طلب نکاح الامۃ یمنع دعوی تملکھا وتناقض یعنی مخالفت کلامی ذات یا منفعت کے دعوی ملک کی مانع ہے اسواسطے
کہ صغری میں ہے کہ لونڈی کا نکاح طلب کرنا اُسکے مالک ہونے کے دعوی کا مانع ہے ہم تناقض اسواسطے مانع ہے کہ قاضی کلام متناقض پر حکم نہیں کر سکتا اسواسطے کہ ایک دوسرے سے
اولی نہیں تو دونوں ساقط الاعتبار ہوئے چنانچہ ایک لونڈی کے مالک ہونے کا دعوی کرنا پھر اُسکے نکاح کی درخواست کرنا صریحا تناقض ہے کیونکہ مملوکہ منکوحہ نہیں ہوتی
مثال ہے ملک عین کے دعوی کی اور ملک منفعت کی یہ مثال ہے کہ ایک عورت سے نکاح کا دعوی کرنا پھر اُسکے نکاح کا [illegible] کما منعہا لتعلقھا بالغیر الا اذا وفق
اور جیسے تناقض اپنی ذات کے دعوی کا مانع ہے اسی طرح اپنے غیر کے دعوی کا مانع ہے مگر جبکہ توفیق یعنی تناقض رفع ہو سکے ہم خزانہ میں ہے کہ اول دعوی کیا کہ یہ چیز میرے فلانے موکل کی ہے
پھر دعوی کیا کہ دوسرے موکل کی ہے تو یہ دعوی مقبول نہیں مگر بصورت توفیق اسطرح کہ یہ چیز میرے فلانے موکل کی تھی پھر مجھکو خصومت میں وکیل کیا تھا پھر اُسنے یہ چیز دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالی

بچا اور اسنے بھی مجکو خصومت کے واسطے وکیل کیا کذا فی الطحطاوی هل یکفی امکان التوفیق خلاف محققه فی متفرقات القضاء اور کیا امکان توفیق منع تناقض کیواسطے
کافی ہے یا توفیق بالفعل بھی ضرور ہے اسمین اختلاف ہے علما کا اور اسکی ہم تحقیق کرینگے کتاب القضا کی متفرقات مین وفروع هذا الاصل کثیرة ستجئی فی کتاب الدعوی ومنها
ادعی علی آخر انه اخوه وادعی علیه النفقة فقال المدعی علیه لیس هو باخی ثم مات المدعی عن ترکة فجاء المدعی علیه یطلب میراثه وقال هو اخی لم یقبل
للتناقض ولو قال ابی او ابنی قبل اور اسی اصل یعنی منع تناقض کی بہت فروع ہین جو کتاب الدعوی مین آوینگی اور از انجملہ یہ ہے کہ دعوی کیا دوسرے پر کہ یہ میرا بھائی ہے
اور مجھ پر نفقے کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہین پھر مدعی کچھ ترکہ چھوڑکر مرگیا تو مدعا علیہ آیا اسکی میراث طلب کرتا اگر اسنے کہا کہ وہ میرا بھائی تھا
تو مقبول نہوگا بسبب تناقض کے اور اگر اسنے کہا کہ میرا باپ یا بیٹا تھا تو مقبول ہے کلام شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مدعی نے اول اخوۃ کا دعوی کیا اسکے بعد مدعا علیہ
نے ابوۃ یا بنوۃ کا دعوی کیا حالانکہ ایسا نہین ہے اور شارح کو یہ دھوکا صاحب بحر وغیرہ کے کلام سے ہوگیا بلکہ مطلب ان کا یہ ہے کہ اگر بجاے دعوی اخوۃ مدعی بنوۃ یا ابوۃ
کا دعوی کریگا تو دعوی مدعا علیہ کا مقبول ہوگا کیونکہ اصول اور فروع کا تناقض مقبول ہے بخلاف اخوۃ کے کذا فی الطحطاوی والحقہا الحریۃ کلام کا تناقض دعوی حریت کا
مانع نہین والاصل ان التناقض لا یمنع دعوی ما یخفی سببه کالنسب والطلاق وکذا الحریة اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تناقض اسکے دعوی کا مانع نہین ہے جسکا سبب
مخفی ہے جیسا کہ نسب اور طلاق اور حریت ہیں تناقض نسب کی یہ صورت ہے کہ زید کے پاس ایک غلام پیدا ہوا اور اسنے اسکو بیچا اور مشتری نے دوسرے کے ہاتھ بیچا پھر زید نے دعوی کیا
کہ غلام اسکا بیٹا ہے تو دعوی اسکا مسموع ہوگا اور بیع اول اور ثانی باطل ہوگی اسواسطے کہ نسب کی بنا علوق پر ہے اور یہ نطفہ سے ہے امر مخفی ہے تو مدعی تناقض مین معذور ہے
اور اسیطرح اگر بولا کہ مین کسکا وارث نہین پھر بولا کہ مین اسکا وارث ہون تو مسموع ہے اگر سبب تناقض کو کہے اور تناقض طلاق کی صورت یہ ہے کہ زوجہ نے اپنی زوج سے خلع کیا
زوجہ گواہ لائی کہ زوج نے اسکو قبل خلع کے طلاق دی تھی تو دعوی مقبول ہے اور خلع کا مال وہ پھیر لیگی اگرچہ کلام تناقض ہے اسواسطے کہ زوج ایقاع طلاق مین مستقل ہے اور اسکی
اطلاع زوجہ کو ضرور نہین کذا فی الطحطاوی عن المنح فلو قال عبد للمشتری اشترنی فانا عبد لزید فاشتراه معتمدا علی مقالته فاذا هو حر ای ظهر حرا فان کان
البائع حاضرا او غائبا غیبة معروفة یعرف مکانه فلا شیء علی العبد لوجود القابض تو اگر غلام نے کہا مشتری سے کہ مجکو خرید کر مین زید کا غلام ہون پس اسنے خرید لیا
اسکے کلام پر اعتماد کرکے اور وہ آزاد نکلا یعنی اسکا آزاد ہونا ظاہر ہوگیا پس اگر بائع حاضر ہو یا بغیبت معروفہ غائب ہو یعنی مکان اسکا معلوم ہو تو غلام پر کچھ نہین بسبب
موجود ہونے قابض کے یعنی قابض سے ثمن پھیر لینا متصور ہے والا رجع المشتری علی العبد بالثمن خلافا للثانی اور اگر بائع حاضر نہو یا مکان غیبت اسکا معلوم
نہو تو مشتری غلام سے ثمن پھیرے بخلاف ابو یوسف کے ان سے عدم رجوع ابو یوسف کا مذہب نہین بلکہ ایک روایت ہے ان سے کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو قال اشترنی فقط
او انا عبد فقط لا رجوع علیه اتفاقا در اور اگر اسنے کہا کہ مجکو خرید کر فقط یا یون کہا کہ مین غلام ہون فقط تو اسپر رجوع نہین بالاتفاق کذا فی الدرر عدم رجوع کی وجہ
پہلی صورت مین یہ ہے کہ کبھی آزاد کی خرید اسکی غلامی کے واسطے ہوتی ہے جیسا کہ مسلم اسیر کی خرید اور عدم رجوع کی دوسری صورت مین یہ ہے کہ ایک شخص کا غلام ہونا اسکے
بیع کو اور اسکا خرید کرنا صحیح نہین جیسا کہ مکاتب کی خرید ورجع العبد علی البائع اذا ظفر به اور غلام ثمن پھیرے بائع سے جب اسکو پاوے بخلاف الرهن بان قال ارهنی فانی
عبد لم یضمن اصلا والاصل ان الغرور یوجب الضمان فی عقد المعاوضة لا الوثیقة بخلاف رہن کے اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ مجکو رہن کرلے
مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہوگا اصلا اور قاعدہ یہ ہے کہ دھوکا دینا موجب ضمان ہے عقد معاوضہ کے ضمن مین نہ عقد وثیقہ کے ضمن مین یعنی بیع مین ضمان ہے اسواسطے
کہ وہ عقد معاوضہ ہے اور رہن مین اسواسطے ضمان نہین کہ وہ عقد وثیقہ ہے نہ عقد معاوضہ باع عقارا ثم برهن انه وقف محکوم بلزومه قبل والا لا لان مجرد الوقف
لا یزیل الملک بخلاف الاعتاق فتح واعتمد المصنف تبعا للبحر علی خلاف ما صححه الزیلعی وتقدم فی الوقف وسیجئی آخر الکتاب ایک شخص نے زمین بیچی پھر شاہد لایا کہ
زمین موقوفہ ہے جسکے لزوم وقف پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو تو یہ تناقض مقبول ہے اور نہین تو نہین یعنی وقف غیر محکوم کا تناقض مقبول نہین اسواسطے کہ فقط وقف بلا حکم قاضی زوال ملک کا
نہین بخلاف اعتاق کے کذا فی الفتح اور اسی قول پر مصنف نے اعتماد کیا بحر الرائق کی پیروی کرکے برخلاف تصحیح زیلعی کے اور اسکا ذکر کتاب الوقف مین ہوچکا اور آخر کتاب مین آویگا

ہے پھر اختیار حکم قاضی لزوم وقت میں امام کا قول ہے اور فتوی زوال کا ہے مطلقاً اشتری شیئاً لم یقبضہ حتی ادعاہ آخر انہ لہ لا تسمع دعواہ بدون حضور البائع والمشتری للقضاء علیہما خرید کی ایک چیز اور اسپر قبضہ نہیں کیا تھا کہ دوسرے شخص نے اسکا دعوی کیا کہ وہ چیز میری ہے تو دعوی اسکا مسموع نہیں بدون حاضر ہونے بائع اور مشتری کے تا حکم قاضی کا جاری ہو ولو قضی لہ بحضرتہما ثم برہن احدہما علی ان المستحق باعہ من البائع ثم ہو باعہ من المشتری قبل ولزم البیع وتمامہ فی الفتح اور اگر مدعی کے واسطے بائع اور مشتری کے سامنے حکم قاضی ہو جاوے پھر بائع یا مشتری اسپر گواہ لاوے کہ مستحق نے اسکو بائع کے ہاتھ بیچا تھا پھر بائع نے اسکو مشتری کے ہاتھ بیچا تو مقبول ہے اور بیع لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے ولا عبرۃ بتاریخ الغیبۃ بل العبرۃ لتاریخ الملک فلو قال المستحق فی الدعوی غاب عنی ہذہ الدابۃ منذ سنۃ فقبل القضاء بہا للمستحق اخبر المستحق علیہ البائع عن القصۃ فقال لہ لی بینۃ انہا کانت ملکا لی منذ سنتین مثلا وبرہن علی ذلک لا تندفع الخصومۃ بل یقضی بہا للمستحق لبقاء دعواہ فی ملک مطلق خال عن التاریخ من الطرفین نہیں کچھ اعتبار غائب ہونے کی تاریخ کا بلکہ مالک ہونے کی تاریخ کا اعتبار ہے تو اگر مستحق نے دعوی کے وقت کہا کہ میرے پاس سے یہ جانور غائب ہو گیا ایک برس سے تو قبل اسکے کہ قاضی مستحق کے واسطے جانور کا حکم کرے مستحق علیہ نے یعنی مشتری ۱۲ یہ حال اپنے بائع کو خبر کی سو بائع نے کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ موجود ہیں کہ یہ جانور میرا مملوک تھا دو برس سے مثلاً اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہ ہوگی بلکہ مستحق کے واسطے جانور کا حکم ہوگا بسبب باقی رہنے اسکے دعوی کے ملک مطلق میں جو خالی ہے تاریخ سے دونوں طرف سے یعنی دخول ملک کی تاریخ مذکور نہیں اگر کوئی کہے کہ بائع کے کلام میں تاریخ موجود ہے اسکا جواب یہ ہے کہ منح الغفار میں محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص کا تاریخ ذکر کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں بلکہ تاریخ ساقط الاعتبار ہے اور ملک مطلق کا دعوی باقی ہے لہذا مستحق کو جانور کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی والعلم بکونہ ملک الغیر لا یمنع من الرجوع علی البائع عند الاستحقاق فلو اشتری مشتراۃ یعلم غصبہا من البائع ابا ہا کان الولد رقیقا لانعدام الغرور ویرجع بالثمن وان اقر بملکیۃ المبیع للمستحق معلوم ہونا کہ مبیع غیر کی ملک ہے بائع سے ثمن پھیر لینے کو استحقاق کے وقت مانع نہیں تو اگر مشتری نے اس خریدی ہوئی لونڈی سے ولد لیا جسکو جانتا ہے کہ بائع نے اسکو غصب کیا ہے تو ولد غلام ہوگا مالک کا بسبب معدوم ہونے فریب کے اور مشتری ثمن پھیر لے بائع سے اگرچہ ملکیت مبیع کا واسطے مستحق کے اقرار کرتا ہو یعنی مشتری حقیقت حال سے مطلع ہے تو بائع کا فریب ثابت نہیں کہ ولد آزاد ہو وفی القنیۃ لو اقر بالملک للبائع ثم استحق منہ یرجع لم یبطل اقرارہ فلو وصل الیہ بسبب ما امر بتسلیمہ الیہ بخلاف اذا لم یقر لانہ محتمل بخلاف النص اور قنیہ میں ہے کہ اگر مشتری نے ملک بائع کا اقرار کیا پھر مبیع مستحق ہو کر نکلی مشتری کے قبضہ میں اور مشتری نے بائع سے ثمن پھیر لیا تو مشتری کا اقرار باطل نہ ہوگا اور اگر مبیع مذکور مشتری کو کسی سبب سے یعنی خرید یا ہبہ یا وصیت سے پہونچی تو اسکو حکم ہوگا کہ مبیع بائع کو تسلیم کرے بخلاف اسصورت کے جبکہ مشتری نے ملک بائع کا اقرار نہ کیا ہو کیونکہ وہ محتمل ہے بخلاف صریح اقرار کے یعنی اگرچہ خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہے لیکن محتمل ہے اور صریح اقرار محتمل نہیں لا یحکم القاضی بسجل الاستحقاق بشہادۃ انہ کتاب قاض لان الخط یشبہ الخط فلم یعتمد علی نفس السجل بل لا بد من الشہادۃ علی مضمونہ لیقضی للمستحق علیہ بالرجوع بالثمن نہ حکم کرے قاضی استحقاق کی سجل پر اتنے ثبوت سے کہ یہ نوشتہ ہے فلاں قاضی کا اسواسطے کہ ایک خط دوسرے خط سے مشابہ ہوتا ہے تو فقط سجل پر اعتماد جائز نہیں بلکہ سجل کے مضمون پر شہادت کا ہونا ضروری ہے تاکہ مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا حکم دیا جاوے ہم ذخیرہ میں ہے کہ بخارا میں ایک شخص کے پاس ایک غلام مستحق غیر کا نکلا اور مستحق علیہ نے اسکی سجل لی پھر بائع کو اسنے سمرقند میں پایا سو اسکو سمرقند کے قاضی کے پاس لے گیا اور ثمن پھیر لینے کا ارادہ کیا اور قاضی بخارا کی سجل ظاہر کی اور بائع نے بیع کا اقرار کیا لیکن استحقاق اور سجل کا منکر ہوا تو مستحق علیہ نے گواہ گذرانے کہ یہ سجل قاضی بخارا کی سجل ہے تو سمرقند کے قاضی کو اسپر عمل کرنا اور ثمن پھیر لینے کا حکم دینا جائز نہیں تاوقتیکہ گواہ اسکی گواہی نہ دیں پس بخارا کے قاضی نے مستحق علیہ کے ہاتھ سے کر دیا اور کل مستحق کو دلایا اور مستحق علیہ کے واسطے ثمن پھیر لینے کا اس بائع پر حکم کیا کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم فیما سوی نقل الشہادۃ والوکالۃ من محاضر وسجلات وصکوک لان القاضی یکل منہا الالزام الخصم بخلاف نقل وکالۃ وشہادۃ لانہا لتحصیل العلم للقاضی والالزام انما ہو بالحکم ولذا اشترط فیہا الاشہاد وکذا حکم ہے سواے نقل شہادت اور وکالت کے

صحیح ہوا اور مجازات اور صلح کے واسطے کہ انمیں ہر ایک سے الزام خصم کا مقصود ہے بخلاف نقل وکالت اور شہادت کے اس واسطے کہ دونوں قاضی کے علم اصل کر دینے کے واسطے ہیں اور اسی واسطے اسلام شہود لازم ہے اگرچہ خصم کا فریق ہو یعنی نقل شہادت اور وکالت میں تو البتہ قاضی کا نوشتہ کافی ہے اور محضر اور سجل اور صک کا شہادت اسکے مضمون کے معتبر نہیں نقل شہادت کی یہ صورت ہے کہ کوئی شخص غائب پر گواہی دی تو قاضی اسپر حکم نہ کرے بلکہ گواہی لکھ کے قاضی مکتوب الیہ کے پاس بھیجے کہ وہ حکم کرے اور مکتوب شہود وطریق کو سپرد کرے اور نقل وکالت کی صورت یہ ہے کہ مثلاً مدعی نے قاضی کے سامنے کسی کو اپنا وکیل مقرر کیا تاکہ وکیل اس شخص پر دعویٰ کرے جو دوسرے قاضی کی حکومت میں ہے اور قاضی وکالت نامہ لکھ کر اس قاضی کو وکالت سے مطلع کرے محضر وہ ہے جس میں قاضی حضور خصمین اور دعوی اور شہادت لکھے اور سجل وہ ہے جس میں بینات لکھے اور وہ اسکے پاس ہو اور صک وہ ہے جو مشتری اور شفیع پر ہو تو لکھے کذا فی الطحطاوی ولا رجوع فی دعوی مجہول یعنی حق اذا صولح علی شئ معین واستحق بعضہ لجواز دعواہ فیما بقی ولو استحق کلہ رد کل العوض لتحقق الدخول فی المستحق اور بدل صلح کا پھیر لینا نہیں ایک گھر کے حق مجہول کے دعوی میں جبکہ مصالحہ ہو گیا تھے معین پر اور بعض گھر مستحق نکلا اس واسطے کہ جائز ہے کہ مدعی کا دعوی باقی میں ہو مستحق میں نہ ہو اگر تمام گھر مستحق نکلا تو تمام عوض پھیر جائیگا بسبب داخل ہونے مدعا کے مستحق میں واستفید وبناء من جواب المسئلۃ امران احدہما صحۃ الصلح عن مجہول علی معلوم لان جہالۃ الساقط لا تفضی الی المنازعۃ والثانی عدم اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح لان الدعوی بحق مجہول دعوی فاسدۃ ولہذا لم یصح الاقرار بہ اور اس سے یعنی جواب مسئلہ مذکورہ سے دو امر حاصل ہوئے ایک صحیح ہونا صلح کا دعوی مجہول سے شئ معین پر اس واسطے کہ ادا کی شئ ساقط کی منازعت کو نہیں پہنچاتی دوسرے شرط نہ ہونا صحت دعوی کا واسطے صحیح ہونے صلح کے بسبب مجہول ہونے اس چیز کے جسکا دعوی کیا الا انہ اگر دعوی مجہول پر گواہ لاویگا تو مقبول نہونگے جب تک دعوی نہ کرے کہ مدعا علیہ نے حق مجہول کا اقرار کیا ہے یعنی اگر اس اقرار پر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول ہوگی اور مقر سے درستی بیان کرایا جاویگا کذا فی الطحطاوی فلا رجوع المدعی علیہ بحصتہ فی دعوی کلہا ان استحق شئ منہا لجواز سلامۃ البدل اور سب گھر کے دعوی میں اگر کچھ اسمیں سے مستحق نکلے تو مدعا علیہ بقدر اسکے حصہ کے پھیر نہ لیگا بسبب قوت ہونے مستند صلح کے یعنی تمام گھر کا مدعی نے دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مال معین پر اسکے صلح کر لی پھر بعض گھر مستحق نکلا تو مدعا علیہ بقدر استحقاق مدعی سے پھیر لیگا کیونکہ بدل صلح استحقاق کی جہت سے سلامت رہا قید بالمجہول لانہ لو ادعی قدرا معلوما کربعہا لم یرجع ما دام فی یدہ ذلک المقدار وان بقی اقل رجع بحساب ما استحق منہ مصنف نے دعوی مجہول کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مدعی قدر معین کا دعوی کریگا جیسا کہ چوتھائی گھر کا دعوی تو بدل صلح کو نہ پھیرے جب تک اسکے ہاتھ میں یہ مقدار یعنی چوتھائی باقی رہا اور اگر اس مقدار سے کم باقی رہا تو استحقاق کے حساب سے موافق مدعی سے پھیر لیگا یعنی مثلاً مدعی نے ربع کا دعوی کیا اور استحقاق کے بعد مدعا علیہ کے پاس خمس باقی رہا تو بقدر حصہ خمس کے مدعی سے پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی **فرع** سابہ الشارح کالو صالح من الدنانیر علی دراہم وقبضہا فاستحقت بعد التفرق رجع بالدنانیر لان ہذا الصلح فی معنی الصرف فاذا استحق البدل بطل الصلح فوجب الرجوع حرر دفہا اخر فلتحفظ اگر دنانیر سے صلح کی دراہم پر اور اسپر قبضہ کیا سو دراہم مستحق نکلے بعد متفرق ہونے کے تو دنانیر کو پھیرے اسواسطے کہ یہ صلح بمنزلہ صرف کے ہے پھر جب بدل صلح مستحق ثابت ہوا تو صلح باطل ہو گئی یعنی دنانیر کا پھیر لینا واجب ہوا کذا فی الدرر اور اسی کتاب میں اسپر علی چند فروع اور ہیں انکو دیکھنا چاہئے وفی المنظومۃ المحبیۃ مہمۃ منہا اور منظومہ محبیہ میں چند مسائل ضروری ہیں از انجملہ چند مسائل کو شارح ذکر کرتا ہے **اشعار** لو مستحقا ظہر المبیع یدل علی بائعہ الرجوع بالثمن الذی قد دفعا اذا البائع ہہنا ادعی ببیانہ انہ کان قدیما اشتری ؛ ذلک من مستحق بلا مراء اگر ایک مبیع مستحق ظاہر ہو تو مشتری کو اسکے بائع سے ثمن کا پھیر لینا جائز ہے مگر جبکہ بائع نے یہاں یہ دعوی کیا کہ میں نے اس مبیع کو زمانہ قدیم میں مستحق سے خرید کیا تھا بلاشک یعنی اگر اس دعوی کو بائع نے ثابت کیا تو رجوع نہیں ہے بشرط تحلف مشتری اور اگر قرینہ ہو دوسری رجوع بقدر نیابت جائز ہے کذا فی الطحطاوی **اشعار** لو اشتری خرابۃ وانفقا شیئا علی تعمیرہا وطفقا بذا الذی یسوی بعد ذا کلہا ثم استحق رجل تمامہا فالمشتری فی ذاک لیس یرجع ؛ علی الذی عند الثبات بائعا ولا علی ذا المستحق مطلقا بہذا الذی کان علیہا انفقا ؛ اگر ویرانہ میں خرید کی اور کچھ اسکی مرمت میں خرچ کیا اور بنا شروع کیا یعنی اسکے بنیاد کا بنانا شروع کیا پھر ایک مرد اس تمام زمین کا مستحق نکلا تو مشتری اسمیں پھیر نہیں سکتا اسکے بائع سے اور نہ اس شخص مستحق سے مطلقاً پھیر سکتا ہے اس مال کو جو اسکی درستی میں صرف کیا اور مستحق سے مطلقاً رجوع جائز نہیں خرچ کا نہ صرف تعمیر کا اور بائع سے رجوع فقط تعمیر کا نہیں کیونکہ رجوع ثمن جائز ہے کذا فی الطحطاوی **اشعار**

وان مبیع مستحقا ظهر بالثم قضی القاضی علی المشتری به فصالح الذی ادعاه بصلح علی شیء له ان یرجع فی ذلک بکل الثمن علی الذی باعه اور اگر ایک مبیع مستحق ظاہر ہوئی پھر قاضی نے مشتری پر استحقاق کا حکم کیا مشتری نے اُسکے مدعی سے کچھ اسکے مال سودی پر صلح کرلی تو مشتری اس امر میں تمام ثمن اسکے بائع سے پھیر لے یعنی مستحق سے جو کچھ کہ گویا مشتری نے مبیع کو مستحق سے خرید کرلیا کذا فی الطحطاوی وفی المنیة شری دارا وبنی فیها فاستحقت رجع بالثمن وقیمة البناء مبنیا علی البائع اذا سلم النقض الیه یوم تسلیمه وان لم یسلمه فبالثمن فقط اور منیہ میں ہے کہ ایک گھر خرید کیا اور اسمیں عمارت بنائی پھر وہ گھر مستحق غیر کا نکلا تو مشتری بائع سے ثمن اور نیز بنائی عمارت کی قیمت جو اسکے تسلیم کے دن قیمت ٹھہرے پھیر لے بشرطیکہ منقوض یعنی کاٹھی اور اینٹ وغیرہ بائع کے قبضے میں کردے اور اگر قبضہ نکرا دیا ہو تو فقط ثمن پھیر لے انتہی اور کما لو استحقت بجمیع بنائها لما تقرر ان الاستحقاق متی ورد علی ملک المشتری لا یوجب الرجوع علی البائع بقیمة البناء مثلا چنانچہ اگر گھر مستحق غیر کا نکلے اپنی تمام عمارت کے ساتھ تو رجوع ثابت نہیں مگر ثمن کا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ استحقاق جبکہ ملک مشتری پر وارد ہوتا ہے تو بائع سے قیمت بنائی مثلا کے لینے کا موجب نہیں ہوتا ولو حفر بئرا او نقی البالوعة او رمم من الدار شیئا ثم استحقت لم یرجع بشیء علی البائع لان الحکم یوجب الرجوع بالقیمة لا بالنفقة کما فی مسئلة الخزانة حتی لو کتب فی الصک ما انفق المشتری فیها من نفقة او رم فیها من مرمة فعلی البائع یفسد البیع اور اگر مشتری نے کنواں کھدوایا یا نجاسات کا چہبچہ پاک کیا یا گھر میں کچھ مرمت کی پھر وہ گھر مستحق غیر نکلا تو اس قسم کا صرف اُسکے بائع سے کچھ نہ پھیرے اسواسطے کہ قاضی کا حکم استحقاق رجوع قیمت کا موجب ہے نہ رجوع صرف کا جیسا کہ ویران زمین کے مسئلے میں کہ اوپر ہو چکا یہاں تک کہ اگر بائع سے بیعنامے میں لکھا کہ جو مشتری گھر میں صرف کریگا اور اسمیں کچھ مرمت کریگا تو بائع کے ذمے ہے درصورت ظہور استحقاق تو بیع فاسد ہوگی بوجہ فساد بیع کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط مقتضی بیع نہیں اور عقد اسکو مقتضی نہیں ولو حفر بئرا وطواها یرجع بقیمة الطی لا بقیمة الحفر فلو اذا شرطه فسد اور اگر کنواں کھدوا اور اسکی بنائی تو صرف بنائی کی قیمت پھیرے نہ کھودنے کی قیمت تو اگر بائع اور مشتری دونوں قیمت کی شرط کرینگے تو بیع فاسد ہوگی وکذا لو حفر ساقیة ان قنطر علیها رجع بقیمة بناء القنطرة لا بنفقة حفر الساقیة وبالجملة فانما یرجع اذا بنی فیها او غرس بقیمة ما یمکن نقضه وتسلیمه الی البائع فلا یرجع بقیمة جص او طین وتمامه فی الفصل الخامس عشر من الفصولین اور اسیطرح اگر نہر کھودی اور اُسکے اوپر پل بنایا تو بنائے پل کی قیمت پھیرے نہ نہر کھودنے کی خرچ کو اور خلاصہ یہ ہے کہ پھیر لینا تو اسوقت ہے جبکہ اسمیں کچھ عمارت بناوے یا درخت بووے اس چیز کی قیمت پھیرے جسکو توڑنا اور بائع کا اسپر قبضہ کروا دینا ممکن ہو تو چونہ اور مٹی کی قیمت نہ پھیرے اور پورا بیان اسکا فصولین کی پندرھویں فصل میں ہے وفیه شری کرما فاستحق نصفه له رد الباقی لانه لم یتغیر فی یده ولو اکل من ثمره اور فصولین میں ہے کہ انگور کا باغ خرید کیا اور نصف باغ مستحق غیر نکلا تو مشتری کو باقی باغ کا پھیر دینا جائز ہے اگرچہ اسکے پاس متغیر نہوا اور اُسنے اسکا پھل کھایا ہو ولو شری ارضین فاستحقت احدهما ان قبل القبض خیر المشتری وان بعده لزم غیر المستحق بحصته من الثمن بلا خیار اور اگر دو قطعہ زمین کے خرید کئے اور ایک قطعہ مستحق غیر نکلا اگر استحقاق قبل قبض کے ہو تو مشتری مختار ہے چاہے دوسرے قطعہ کو لے چاہے پھیر دے اور اگر استحقاق بعد قبض کے ہے تو اسکو قطعہ ثانیہ غیر مستحق کی بیع لازم ہو گی اسکی قیمت کے حصے کے موافق بلا خیار ولو استحق العبد او البقرة لم یرجع بما انفق ولو استحق ثیاب الغلام او بردعة الحمار لم یرجع بشیء وکل شیء یدخل فی البیع تبعا لا حصة له من الثمن ولکن یخیر المشتری فیه قنیه اور اگر غلام یا بیل مستحق غیر نکلا تو اسپر جو خرچ کیا ہے اسکو نہ پھیرے اور اگر غلام کے کپڑے یا گدھے کی جھول کہ کملی مستحق غیر نکلی تو کچھ نہ پھیرے اور جو چیز کہ بیع میں بالتبع داخل ہوتی ہے قیمت میں سے اسکا کچھ حصہ نہیں ہوتا لیکن مشتری مختار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے کذا فی القنیه ولو استحق من ید المشتری الاخیر کان قضاء علی جمیع الباعة وکل ان یرجع علی بائعه بالثمن بلا اعادة بینة لکن لا یرجع قبل ان یرجع علیه المشتری عند ابی حنیفة وقال ابو یوسف له ان یرجع قال الاتری ان المشتری الثانی لو ابرأ الاول من الثمن کان للاول الرجوع کما لو وهبه العبد فالکل الرجوع قبله خانیة اور اگر مبیع مستحق نکلی پچھلے مشتری کے ہاتھ سے تو یہ استحقاق کا حکم ہو گا جمیع بائعوں پر تو ہر ایک کو جائز ہوگا کہ ثمن پھیر لے اپنے بائع سے بلا اعادہ شہادت لیکن پھیر نہ سکے قبل اسکے کہ اسکا مشتری اس سے پھیرے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف نے کہا کہ اسکو پھیر لینا قبل رجوع بھی درست ہے اور ابو یوسف نے کہا کیا تو

نہیں کیونکہ مشتری ثانی اگر مشتری اول کو ثمن معاف کر دے تو مشتری اول کو رجوع درست ہے چنانچہ اگر غلام آزاد پایا جاوے تو ہر ایک مشتری کو رجوع جائز ہے قبل اسکے بیچنے کے کذا فی الخانیۃ لکن فی الفصولین ما یخالفہ فتنبہ لیکن فصولین میں اس روایت کے مخالف ہے خبردار رہنا ولو اشتری عبدًا فاعتقہ ثم اخذ منہ ثم استحق العبد لم یرجع المستحق بالمال علی المعتق اور اگر غلام خرید کیا پھر اسے مال لے کر آزاد کر دیا پھر غلام مستحق غیر نکلا تو شخص مستحق مال نہ پھیرے آزاد کرنے والے سے کیونکہ اسکو اسکا بعینہ پورا مال مل گیا ولو شری دارًا بعبد واخذت بالشفعۃ ثم استحق العبد بطلت الشفعۃ ویاخذ البائع الدار من الشفیع لبطلان البیع انتہی اور اگر ایک گھر خرید کیا بعوض غلام کے اور وہ گھر شفیع نے بسبب شفعہ کے لیا پھر غلام مذکور مستحق غیر نکلا تو شفعہ باطل ہو گیا اور بائع شفیع سے گھر لیگا بسبب باطل ہو جانے بیع کے

باب السلم

یہ باب ہے سلم کے احکام میں جب مصنف نے اس بیع کا ذکر شروع کیا جسمیں قبض احد العوضین یا دونوں عوض کا شرط ہے اور سلم کو صرف پر مقدم کیا اسواسطے کہ سلم بمنزلہ مفرد کے اور صرف بمنزلہ مرکب کے ہے کیونکہ صرف میں قبض عوضین کا شرط ہے اور سلم میں احد العوضین کا اور سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے اسواسطے کہ ابن عباس نے آیت مداینہ کو سلم پر محمول کیا ہے اور رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جب مدینے میں تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں میں بیع سلم کا رواج تھا ایک سال اور دو سال اور تین سال کی مدت تک تو فرمایا کہ جو شخص سلم کرے کسی چیز میں تو سلم کرے کیل معلوم اور وزن معلوم میں اجل معلوم تک اور سلم کے جواز پر اجماع منعقد ہے باعتبار حاجت اور ضرورت کے کیونکہ فقیر اپنے نفقہ عیال کے واسطے بالفعل محتاج ہے اور غنی نفع آیندہ کے واسطے کذا فی الطحطاوی ھو لغۃ کالسلف وزنا ومعنی سلم لغت میں سلف کے مانند ہے وزن اور معنی میں ہم معنی ہیں جب ثمن پہلے دیا تو عرب بولتے ہیں کہ سلف فی کذا واسلم واسلف کذا فی النہر وشرعا بیع آجل وھو المسلم فیہ بعاجل وھو راس المال اور اصطلاح شرع میں سلم عبارت ہے مدت والی چیز کی بیع سے بلا مدت مال کے ساتھ یعنی مدت والی چیز مسلم فیہ ہے اور بلا مدت راس المال ہے یعنی مثلاً پہلے روپے دینا اور ایک دو مہینے کی مدت پر گیہوں یا جو خرید کرنا اسکا نام سلم ہے ورکنہ رکن البیع حتی ینعقد بلفظ البیع فی الاصح اور سلم کا رکن وہی ہے جو بیع کا رکن ہے یعنی ایجاب اور قبول یہاں تک کہ سلم منعقد ہوتی ہے بیع کے لفظ سے قول اصح میں اور قول غیر اصح میں سلم بلفظ بیع منعقد نہیں ہوتی لیکن انعقاد بیع بلفظ سلم باتفاق روایات ہے سلم میں ایجاب اور قبول اسطرح ہے کہ ایک شخص کہے کہ سلمتک یا اسلفتک فی کذا اور دوسرا شخص کہے قبلت کذا فی الطحطاوی ویسمی صاحب الدراھم رب السلم والمسلم بکسر اللام اور صاحب دراہم کو رب السلم اور مسلم بکسر اللام کہتے ہیں ویسمی الآخر المسلم الیہ والحنطۃ مثلا المسلم فیہ والثمن راس المال اور دوسرے شخص کو مسلم الیہ کہتے ہیں اور گیہوں کو مسلم فیہ بولتے ہیں اور ثمن کو راس المال وحکمہ ثبوت الملک للمسلم الیہ ولرب السلم فی الثمن والمسلم فیہ لف ونشر مرتب اور حکم سلم کا ثابت ہونا ملک کا ہے ثمن میں مسلم الیہ کی ملک ثابت ہے اور مسلم فیہ میں رب السلم کی ترکیب میں لف نشر مرتب ہے رب السلم کی ملک مسلم فیہ میں باعتبار دین فی الذمہ ثابت ہے لیکن ملک فی العین بلا قبض ثابت نہیں کذا فی النہر ویصح فیما امکن ضبط صفتہ کجودتہ ورداءتہ اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جسکی صفت کا ضبط کرنا ممکن ہے چنانچہ اس چیز کا عمدہ ہونا اور ناقص ہونا اور ضبط صفت اور معرفت مقدار اسواسطے شرط صحت ہوئی کہ مسلم فیہ دین ہے تو اگر اسکی صفت اور مقدار ممکن الضبط نہو تو وہ مجہول ہوگا اور جہالت مفضی الی المنازعہ ہوگی لہذا جائز نہیں ومعرفۃ قدرہ کمکیل وموزون ومثمن خرج بقولہ مثمن الدراھم والدنانیر لانہا اثمان فلم یجز فیہا السلم خلافا لمالک اور صحیح ہے سلم اس چیز میں جسکی معرفت مقدار کا ضبط کرنا ممکن ہو چنانچہ کیلی اور وہ موزون جو مثمن ہے مثمن کی قید سے دراہم اور دنانیر نکل گئے اسواسطے کہ دراہم اور دنانیر اگرچہ موزون ہیں لیکن [illegible] یہ ثمن ہیں تو انمیں سلم جائز نہیں یعنی دراہم اور دنانیر مسلم فیہ نہیں ہوتے بخلاف امام مالک کے وعددی متقارب کجوز وبیض وفلس وکمثری ومشمش وبندق ولبن بکسر الباء واجب علیہ تعیین صفتہ ومکانہ صرح بہ ۱۲ اور چنانچہ عددی متقارب المقدار جیسے اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور امرود اور زردآلو اور [illegible] اور کچی اینٹ معین قالب کی جسکی صفت اور [illegible] کا مکان صحیح ہو گیا ہو کذا فی الخلاصہ عددی متقارب سے مراد وہی ہے جسکی افراد قیمت میں متفاوت نہ ہوں اور اسکا ضمان بالمثل ہوتا ہو بحر الرائق میں کہا کہ جوز سے جوز شامی اور جوز فرنگی مراد ہے بسبب عدم تفاوت کے نہ جوز ہندی وذرعی ککرباس بین قدرہ طولا وعرضا وصفتہ کقطن وکتان ومرکب منہما وصنعتہ کعمل الشام او مصر او زید او عمرو ورقتہ او غلظہ ووزنہ ان بیع بہ فان الدیباج کلما ثقل وزنہ زادت قیمتہ والحریر کلما خف وزنہ زادت

قیمته فلا بد من بیانه مع الذرع اور چنانچہ ذرعی یعنی وہ چیز جو گز سے ناپی جاتی ہے جیسے وہ کپڑا جسکی مقدار صریح ہو گئی ہو باعتبار طول و عرض کے اور صفت اُسکی صریح ہو گئی ہو جیسا کہ روئی کا کپڑا یا کتان کا یا دونوں سے مرکب ہے اُسکی صفت کا بیان ہو گیا ہو جیسا کہ شام کا بنا یا مصر کا یا زید کا بنا یا عمرو کا اور یہ تصریح ہو گئی ہو کہ باریک یا گاڑھا اور تول اُسکی تصریح ہو گئی ہو اگر وہ کپڑا وزن سے بکتا ہو اسواسطے کہ دیبا باعتبار گرانی وزن ہوتا ہے قیمت اُسکی زیادہ ہو جاتی ہے اور حریر جسقدر ہلکا ہوتا ہے قیمت اُسکی کم ہوتی ہے تو ایسے کپڑے میں وزن کا بھی بیان ضروری ہے گو گفتگو کے بیان کے ساتھ ہم اس مذکورہ کا بیان اسواسطے صحت سلم کے لیے شرط ہوا تا آخر کار نزاع نہ واقع ہو اور گفتگو کا مقام باقی رہے لا یصح فی عددی متفاوت تتفاوت مالیته کبطیخ وقرع ورمان [illegible] عدہ الا بمیزان یعنی صحیح نہیں ہے سلم عددی متفاوت میں عددی متفاوت وہ ہے جسکی آحاد میں متفاوت ہو یعنی باوجود اتحاد جنس کے اُسکے افراد کی قیمت مختلف ہو جیسا کہ خربوزہ اور کدو اور [illegible] اور انار تو ایسی چیزوں میں سلم جائز نہیں مگر بیان [illegible] جیسا کہ طول یا غلظ یا غیر ذالک مقدار کر سے عدد سلم جائز نہیں کذا فی المنح وما جاز عدا جاز کیلا ووزنا اور جسمیں سلم جائز ہے گنکر اُسمیں کیل اور وزن بھی [illegible] ہے کذا فی النہر اور جسمیں کیل جائز ہے اُسمیں وزن بھی جائز ہے اور جسمیں وزن جائز ہے بقول معتمد اور کچھی [illegible] میں کیل یا وزن جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر

وفی سمک ملیح وطری [illegible] اور صحیح ہے سلم خشک مچھلی نمک سود میں شارح نے کہا سمک ملیح لغت فصیح ہے [illegible] رومی ہے وفی طری حین یوجد [illegible] اور صحیح ہے سلم تازہ مچھلی میں اُسوقت جبکہ وہ پائی جاتی ہو وزن سے اور اسکی قسم بیان کرکے بیان وزن اور قسم [illegible] تازہ دونوں کی قید ہے طحطاوی نے کہا [illegible] الوقت [illegible] مچھلی کی قید ہے اسواسطے کہ خشک مچھلی بازاروں میں ہر وقت ملتی ہے ہاں اگر بعض وقت بازار میں منقطع ہو تو سلم جائز نہیں [illegible] اور بیان قسم [illegible] التفاوت جائز نہیں سلم مچھلی میں باعتبار [illegible] کفایت [illegible] وزنا وکیلا اور اگر مچھلیاں چھوٹی ہوں تو [illegible] دونوں جائز ہیں [illegible] اور بڑی مچھلیوں میں دو روایتیں ہیں کذا فی المجتبی [illegible] جواز اور عدم جواز امام سے وزن میں [illegible] کذا فی الطحطاوی ولا فی حیوان مطلقا خلافا للشافعی سلم جائز نہیں کسی جانور میں بخلاف امام شافعی کے ہر حیوان آدمی ہو یا غیر آدمی [illegible] سلف فی الحیوان سے [illegible] اگرچہ ضبط ممکن ہے کذا فی البحر واطرافه کرؤس واکارع خلافا لمالک جاز وزنا فی [illegible] سلم جائز نہیں جانور کے اطراف میں چنانچہ اسکے [illegible] پائوں میں بخلاف امام مالک کے اور ایک روایت میں سلم جائز ہے تول کر ولا فی حطب بالحزم ولا فی رطبة بالجرز الا اذا ضبط بما لا یؤدی الی النزاع وجاز وزنا فتح اور سلم جائز نہیں لکڑیوں میں گٹھے باندھ کر اور رطبہ میں [illegible] باندھ کر مگر جبکہ اسطرح ضبط اور تعیین ہو جاوے کہ باعث نزاع [illegible] اور لکڑیوں اور رطبہ میں تول کر سلم جائز ہے کذا فی الفتح [illegible] تعیین [illegible] نزاع کی یہ صورت ہے کہ جس رسی سے گٹھا باندھا جاتا ہے اسکا طول صریح ہو جاوے [illegible] تمام گفتگو [illegible] ولا فی جوهر وخرز [illegible] اور سلم جائز نہیں [illegible] چیزوں میں [illegible] جیسے [illegible] جواہرات اور موتیوں میں [illegible] وزن کے [illegible] سلم جائز نہیں [illegible] تفاوت فاحش [illegible] اگرچہ عدد اور وزن میں اتفاق ہو کذا فی الطحطاوی الا صغار لؤلؤ تباع وزنا لانه انما یعلم به مگر چھوٹے موتی بیچے جاتے ہیں تول کر اسواسطے کہ انکی قیمت تو تولنے ہی سے معلوم ہوتی ہے طحطاوی نے [illegible] ولا فی منقطع لا یوجد فی الاسواق من وقت العقد الی وقت الاستحقاق اور [illegible] چیز میں سلم جائز نہیں جو بازاروں میں نہیں ملتی [illegible] سلم کے وقت سے استحقاق کے وقت تک [illegible] بازار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر ایک چیز بازار میں نہ ہو اور گھروں میں ہو تو اسکا اعتبار نہیں ولو انقطع فی اقلیم دون اخر لم یجز فی المنقطع اور اگر منقطع ہو ایک اقلیم میں [illegible] دوسری اقلیم میں تو سلم جائز نہیں منقطع میں یعنی اقلیم عدیم الوجود میں [illegible] منقطع ہے سلم جائز نہیں اسواسطے کہ اسکا لانا بدون مشقت عظیم کے متصور نہیں [illegible] عن التسلیم [illegible] ولو انقطع بعد الاستحقاق خیر رب السلم بین انتظار وجوده والفسخ واخذ راس ماله اور اگر مسلم فیه منقطع ہو گئی بعد استحقاق قبل ایفاء مسلم فیه کے تو رب السلم کو اختیار ہے چاہے اسکے پائے جانیکا انتظار کرے اور چاہے عقد سلم کو فسخ کرے اور راس المال لے [illegible]

من غنم لانه موزون معلوم وبه قالت الائمة الثلاثة وعليه الفتوى بحر وشرح مجمع اور گوشت مین سلم جائز نہین امام کے نزدیک اگرچہ بے ہڈی کا گوشت ہو اور صاحبین
نے اسکو جائز کہا ہے جبکہ اسکا وصف بیان ہو گیا ہو یعنی موٹا یا دبلا اور گوشت کا مکان مصرح ہو یعنی پیٹ کا گوشت یا ران یا پہلو کا اسواسطے کہ گوشت موزون اور معلوم چیز ہے
اور یہی قول ہے تینون اماموں کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر وشرح المجمع اتقانی نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک گوشت مین سلم جائز ہے بشرط بیان جنس و سن و نوع اور صفت و موضع
اور مقدار کے یعنی گائے کا گوشت یا بکری کا جانور یکسالہ ہو یا کم و بیش ہو یا مادہ موٹا ہو یا دبلا پہلو کا گوشت ہو اور موضع کا دس سیر کم و بیش کذا فی الطحطاوی لکن فی
القهستاني انه يصح في المنزوع بلا خلاف انما الخلاف في غير المنزوع فتنبه لیکن قہستانی مین ہے کہ بے ہڈی کے گوشت مین سلم جائز ہے بلا خلاف امام اور صاحبین کے خلاف
تو اس گوشت مین ہے جسکی ہڈی جدا نہین ہے جیسا کہ ... لكن صرح غيره بالروايتين فتدبر لیکن قہستانی نے تصریح کی ہے دو روایتون کی سو تامل کر امام یعنی امام سے دو روایتین ہین
ایک روایت مین مطلقاً سلم جائز نہین اور دوسری روایت مین تفصیل ہے کو طحطاوی نے کہا کہ شارح کا غیر المنزوع کا حذف کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ جب فتوی صاحبین کے قول پر ہوا تو اب
استدراک کی کیا ضرورت ہے ولو حكم بجوازه صح اتفاقا بزازية اور اگر قاضی جواز سلم لحم کا حکم کرے تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی البزازیہ وفي العيني انه قيمي عنده مثلي
عندهما اور عینی مین ہے کہ گوشت امام کے نزدیک قیمی ہے اور صاحبین کے نزدیک مثلی ولا بمكيال و ذراع مجهول قيد فيهما اور جائز نہین سلم ساتھ پیمانہ مجہول و گز مجہول کے
شارح نے کہا مجہول دونون کی قید ہے یعنی ذراع کی ہم حلبی نے کہا پیمانہ معین اور گز معین مراد ہے اسواسطے کہ وہ محتمل الہلاک ہے تو اب ناممکن ہے مجہول کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر
پیمانہ یا گز معلوم المقدار ہو گا تو سلم جائز ہے وجوز الثاني في الماء قربا للتعامل فتح اور ابو یوسف نے سلم کو جائز کہا ہے پانی مین مشکون بھر کے بسبب رواج کے کذا فی الفتح
یعنی مشکون سے چند مشکین پانی کی خرید کرنا بیعانہ کے طور سے جائز ہے ولا في طعام قرية بعينها او ثمر نخلة معينة الا اذا كانت النسبة لثمرة او نخلة او قرية لبيان الصفة
لا لتعيين الخارج كخطة بخارية وبلدية بالدال فالمانع والمقتضي العرف فتح اور جائز نہین سلم مخصوص گانون کے گیہون اور معین کھجور کے درخت کے پھل مین مگر جبکہ نسبت پھل اور
کھجور کے درخت اور گانون کے بیان صفت کے واسطے ہو نہ واسطے معین کرنے شئ خارج کے جیسے مرغزلی یا شہری گیہون کی نسبت ہمارے ملک مین بیان صفت کے واسطے ہوتی ہے
تو مانع اور مقتضی سلم کا عرف ہی ہے یعنی اگر اسکا عرف ہو کہ نسبت کا ذکر کرنا بیان صفت کے واسطے ہوتا ہے تو جائز ہے والا غیر جائز قریہ معینہ کے گیہون یا درخت معین کے پھل مین سلم اسواسطے
ناجائز ہے کہ شاید کسی آفت سے گیہون اس گانون مین یا پھل اس درخت مین نہ پیدا ہون تو قدرت علی التسلیم باقی نہ رہی اسمین احتمال فسخ عقد کا ہے لہذا صحیح نہین علاوہ بریں چیز
فی الحال معدوم بھی ہے قریہ کی قید سے اقلیم سے احتراز ہو گیا کیونکہ اقلیم کی طرف نسبت کرنا صحیح ہے اور یہ احتمال کہ شاید اقلیم مین بھی گیہون نہ پیدا ہون احتمال ضعیف ہے ولا في حنطة
حديثة قبل حدوثها لانها منقطعة في الحال وكونها موجودة وقت العقد الى وقت المحل شرط فتح اور صحیح نہین سلم نئے گیہون مین قبل اسکے پیدا ہونے
کے اسواسطے کہ وہ منقطع فی الحال ہے اور ہونا انکا موجود عقد سلم کے وقت سے تا وقت حلول مدت شرط ہے کذا فی الفتح فتح القدیر مین ہے کہ مسلم فیہ کا موجود ہونا عقد کے وقت سے
تا وقت حلول مدت شرط ہے تو اگر عقد کے وقت منقطع ہو اور حلول کے وقت موجود ہو یا بالعکس اسکے یا دونون وقتون کے بیچ مین منقطع ہو اور عقد اور حلول کے وقت
موجود ہو تو سلم جائز نہین اور یہی قول ہے امام اوزاعی کا اور شافعی اور مالک اور احمد اور اسحق کے نزدیک وجود وقت حلول کافی ہے وفي الجوهرة اسلم في حنطة جديدة او في
ذرة حديثة لم يجز لانه لا يدري ايكون في تلك السنة شئ ام لا قلت وعليه ما يكتب في وثيقة السلم من قوله جديد عامه مفسد اي قبل
وجود الجديد اما بعده فيصح كما لا يخفى اور جوہرہ مین ہے کہ عقد سلم کیا نئے گیہون یا نئے چینے مین تو جائز نہین کیونکہ معلوم نہین کہ اس سال مین وہ پیدا ہو گا یا
نہین مین کہتا ہون اور یہی جیسا کہ علامت کے وہ جو وثیقہ سلم مین یہ قول لکھا جاتا ہے کہ اس سال کے نئے گیہون سے مفسد سلم ہے یعنی مفسد ہے قبل پیدا ہونے کے جبکہ اور بعد پیدا ہونے
کے تو سلم صحیح ہے چنانچہ مخفی نہین وشرطه اي شروط صحته التي تذكر في العقد سبعة بيان جنس كبر او تمر وبيان نوع كسقي وبعلي وصفة كجيد وردي
وقدر ككذا كيلا لا ينقبض ولا ينبسط اور شرط سلم کی یعنی صحت سلم کی وہ شروط جو عقد مین مذکور ہوتی ہین سات ہین ایک بیان مسلم فیہ کی جنس کا چنانچہ گیہون
یا کھجور دوسرا بیان نوع کا چنانچہ ادیسون کا سینچا یا بارش آسمانی کا سینچا تیسرا بیان اسکی صفت کا چنانچہ عمدہ قسم یا ناقص خالص گیہون یا گیجی چوتھا بیان مقدار مسلم فیہ کا کہ اتنے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہوگی اس کسیل سے جو سکے اور پچھلے نہیں واجل واقلہ فی السلم شہر بہ یفتی ۵ بیان مدت کا اور کمتر مدت سلم میں ایک مہینہ ہے اسیکا فتوی ہے وھو قد ایدہ الشیخ قاسم انہ اصح وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ ایک مہینہ کو کمتر کیا اور وہی عاجل الیمین میں اجل ہے اور ماخوذ ہے مسئلہ یمین سے یعنی جو قسم کھائے کہ دین کو جلد ادا کریگا اور اسنے قبل تمام ہونے مہینے کے ادا کر دیا تو حانث نہوگا تو معلوم ہوا کہ اتنے دن شہر حاکم عاجل میں ہے اور شہر مافوق اسکے اجل ہے علماء نے کہا اسی پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر وفی الحاوی ولا باس فی السلم فی قمح واحد علی ان یکون حلول بعضہ فی وقت وبعضہ فی وقت آخر اور حاوی میں ہے کہ سلم کرنا گیہوں میں نوع واحد میں اس شرط پر کہ حلول بعض کا ایک وقت میں ہو اور بعض کا دوسرے وقت میں ویبطل الاجل بموت المسلم الیہ لا بموت رب السلم فیؤخذ المسلم فیہ من ترکتہ حالا لبطلان الاجل بموت المدیون لا الدائن والاصل ان شرط دوام وجودہ لتدوم القدرۃ علی تسلیمہ بموتہ اور باطل ہو جاتی ہے مدت مسلم الیہ کی موت سے نہ رب السلم کی موت سے تو مسلم فیہ کو مسلم الیہ کے ترکہ سے لیا جاوے اسلئے کہ باطل ہو جاتی ہے مدت مدیونوں کی موت سے نہ دائن کی موت سے اور اسلئے یعنی ترکہ سے مسلم فیہ کے لینے میں واسطے دوام وجود مسلم فیہ شرط ہے ہر صحت سلم میں تاکہ اسکی تسلیم پر قدرت ہمیشہ ہے مسلم الیہ کی موت سے یعنی مسلم الیہ کا وارث بعد اسکی موت کے تسلیم پر قادر ہو وبیان قدر رأس المال ان تعلق العقد بمقدارہ کما فی کیلی وموزون وعددی غیر متفاوت واکتفیا بالاشارۃ کما فی مذروع وحیوان ۶ مقدار رأس المال کا بیان اگر عقد متعلق ہو راس المال کی مقدار سے جیسا کہ کیلی اور موزون اور عددی غیر متفاوت میں اور صاحبین نے اشارہ پر کفایت کی ہے جیسے مذروع اور حیوان میں ھم صاحبین نے کہا کہ جب راس المال کی طرف اشارہ ہوا تو اب اسکی مقدار کا ضرور نہیں چنانچہ اگر راس المال مذروع یا حیوان ہو تو وہاں اشارہ بالاتفاق کافی ہے اسواسطے کہ مذروع میں گزوں کا معلوم ہونا شرط نہیں کیونکہ عقد اسکی مقدار سے متعلق نہیں ہے کہ مسلم فیہ گزوں کے شمار پر تقسیم نہیں ہوتی اسلئے کہ گز وصف ہے اسکے مقابل میں کچھ ثمن نہیں پڑتا تو اسکی جہالت سے جہالت مسلم فیہ لازم نہیں کذا فی الطحطاوی قلنا ربما لا یقدر علی تحصیل المسلم فیہ فیحتاج الی رد راس المال ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ کبھی مسلم الیہ قادر نہیں ہوتا مسلم فیہ کی تحصیل پر تو راس المال کے پھیرنے کی حاجت ہوگی کذا اصح البیان اگر مقدار راس المال کو معین نہ کیا ہو اور اسکو کچھ پھیر دیا اور رب السلم مجلس میں اسکا بدل نہیں دیتا تو عقد سلم منفسخ ہوگا اس قدر میں جو پھیر دیا گیا اور عقد باقی میں رہیگا غیر معلوم میں تو جہالت مسلم فیہ لازم آویگی باقی میں کذا ذکرہ ابن ملک تو واجب ہوا بیان راس المال کی مقدار کا والسادس بیان مکان الایفاء للمسلم فیہ ما لہ حمل ومؤنۃ اور چھٹا ایفاء مسلم فیہ کے مکان کا بیان ہے اس مسلم فیہ میں جس میں بار برداری اور کلفت ہو یعنی جس مسلم فیہ کی بار برداری کلفت اور مشقت ہو وہاں بیان مکان ایفاء شرط ہے وہ مانند مشک اور روئی کے ومثلہ الثمن والاجرۃ والقسمۃ اور مانند سلم کے ثمن اور اجرت اور قسمت ہے ثمن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عبد جائز کو کیلی یا موزون سے ادھار خرید کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک مکان ایفاء شرط ہے اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور اجارہ لیا بعوض کیلی یا موزون کے مدت مقرر کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفاء شرط ہے اور قسمت کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر قسمت کر لیا اور ایک شخص نے اپنے حصہ سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زیادہ کے کیلی یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفاء شرط ہے بخلاف صاحبین کے کذا فی الطحطاوی وعینا مکان العقد فی الثلث کبیع وقرض واتلاف وغصب قلنا ھذہ واجبۃ التسلیم فی الحال بخلاف الاول اور صاحبین نے مکان عقد سلم کو معین کر دیا ہے واسطے ایفاء مسلم فیہ اور یہی مذہب ہے باقی تینوں اماموں کا چنانچہ بیع اور قرض اور اتلاف مال اور غصب میں واسطے تسلیم مبیع اور قرض اور بدل متلف اور مغصوب کے مکان بیع اور قرض اور اتلاف اور غصب کا معین ہے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ یہ اشیا یعنی بیع اور قرض وغیرہا واجب التسلیم ہیں فی الحال لہذا تسلیم میں مکان معین ہوگیا بخلاف پہلی صورتوں کے یعنی سلم اور ثمن اور اجرت اور قسمت شرط الایفاء فی مدینۃ فکل محلاتہا سواء فیہ حتی لو اوفاہ فی محلۃ منہا بریٔ ولیس لہ ان یطالبہ فی محلۃ اخری فیما ذکر ایفاء مسلم فیہ کو شرط کیا ایک شہر میں تو سب محلے اسکے برابر ہیں ایفاء میں تو اگر وہ تسلیم کرے اس شہر کے کسی محلے میں بری الذمہ ہوگا اور رب السلم کو اختیار نہیں ہے کہ اس سے مطالبہ کرے دوسرے محلے میں کذا فی البزازیہ ولو شرط حملہ الی منزلہ بعد الایفاء فی المکان المشروط لم یصح لاجتماع الصفقتین اجارۃ وتجارۃ اور بزازیہ میں قبل مسئلہ سابقہ کے ہے کہ رب السلم نے مسلم فیہ کا لادکر پہونچانا اپنے گھر تک بعد ایفاء مکان مشروط کے شرط کیا تو صحیح نہیں بسبب جمع ہو جانے دو عقدوں کے یعنی اجارہ

اور تجارت ہم اجارہ تو شرط حمل بعد الایفا سے ثابت ہوا اور تجارت تو خود عقد سلم سے ثابت ہے وما لاحمل له کمسک وکافور وصغیر لؤلؤ لا یشترط فیه بیان مکان
الایفاء اتفاقا ویوفیه حیث شاء فی الاصح وصحح ابن الکمال مکان العقد اور جس چیز میں اٹھانے کی کچھ حاجت نہیں جیسا کہ مشک کافور اور چھوٹے موتی
تو اسمیں مکان ایفاء مسلم فیه کا بیان کرنا شرط نہیں باتفاق امام اور صاحبین ہے اور پہونچاوے جہاں اُسکا جی چاہے قول اصح میں اور ابن کمال نے مکان عقد کی تصحیح کی ہے
ہم حمل اور مؤنت، اس چیز میں نہیں جسمیں پیٹھ پر لادنے اور حمال کے مزدوری دینے کی حاجت نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی ولو عین فیما ذکر مکانا تعین
فی الاصح فتح لانه یفید سقوط خطر الطریق اور اگر مکان معین کر لیا اسمیں جو مذکور ہو چکا یعنی جسمیں باربرداری کی حاجت نہیں تو مکان بشروط متعین ہو جائیگا
قول اصح میں کذا فی الفتح اسواسطے کہ تعیین مکان سقوط خطرۂ راہ کی مفید ہے وبقی من الشروط قبض راس المال ولو عینا قبل الافتراق بابدانهما وان ناما او غشیا
علیهما او مشیا او اکثر اور باقی رہا شرطوں سے راس المال کا مقبوض ہونا ابدان عاقدین کے افتراق سے پہلے اگرچہ راس المال عین ہو نہ نقد اور گو کہ عاقدین سو گئے ہوں یا ایک
فرسخ یا زیادہ تک چلے گئے ہوں ہم مصنف اور شارح نے بیان شروط میں تغییر اسلوب اسواسطے کیا کہ یہ شروط ایسی نہیں ہیں جنکا ذکر کرنا شرط ہو انکا وجود بلا ذکر کافی ہے ولو
دخل لیخرج الدراهم ان تواری عن المسلم الیه بطل وان بحیث یراه لا اور اگر رب السلم مکان میں داخل ہوا تاکہ دراہم نکال لاوے اگر مسلم الیہ سے چھپ گیا ہو تو سلم
باطل ہو گیا اور اگر اسطرح پر داخل ہوا ہو کہ اُسکو دیکھتا ہو تو سلم باطل نہیں وصحت الکفالة والحوالة والارتهان برأس مال السلم بزازیه اور ضمانت اور حوالہ
اور گرو رکھنا سلم کے راس المال کے واسطے صحیح ہے ہم تو اگر مسلم الیہ نے راس المال کو محتال علیہ یا ضامن یا رب السلم سے قبض کیا تو عقد سلم تمام ہوا بشرط اتحاد مجلس عاقدین
کے مجلس کا نہ محتال علیہ اور ضامن کی مجلس کا اور در صورت عدم قبض کے سلم اور ضمانت اور حوالہ باطل ہیں اور صحت کفالت اور حوالہ کی یہ ہے کہ فائدہ مطالبہ کفیل اور محتال
علیہ کی طرف متوجہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وهو شرط بقائه علی الصحة لا شرط انعقاده بوصفها فینعقد صحیحا ثم یبطل بالافتراق بلا قبض وقبض راس المال
سلم کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے نہ شرط ہے انعقاد سلم کی بوصف صحت تو در صورت عدم قبض سلم صحیح منعقد ہوگا پھر بلا قبض افتراق ابدان عاقدین سے باطل ہو جائیگا ولو
ابی المسلم الیه قبض راس المال اجبر علیه خلاصه اور اگر مسلم الیہ قبض راس المال سے انکار کریگا تو اسپر زبردستی کیجائیگی کذا فی الخلاصه وبقی من الشروط کون
رأس المال منقودا وعدم الخیار وان لا یشمل البدلین احدی علتی الربوا وهو القدر المتفق والجنس لان حرمة النساء تتحقق به اور باقی رہا
شروط سلم سے ہے راس المال کا نقد اور خیار شرط کا نہونا اور نہ شامل ہونا بدلین کا ایک علت کو ربوا کی دو علتوں سے کہ وہ علت یا قدر متفق علیہ ہے یا جنس ہے اسواسطے کہ
حرمت ادھار ثابت ہو جاتی ہے ایک علت کے ہونے سے ہم قدر متفق علیہ کی قید سے سلم نقود کا گیہوں میں اور اسیطرح زعفران اور گھی میں صحیح ہوا اسواسطے کہ اگرچہ بدلین
میں وزن متفق ہے لیکن کیفیت وزن مختلف ہے کہ نقود کے باٹ علیحدہ ہیں اور زعفران وغیرہ کے جدا چنانچہ باب الربوا میں ہدایہ سے اسکا ذکر ہو چکا وعدها العینی تبعا
للنهایة سبعة عشر اور عینی نے باتباع نہایہ تحقیق کے سلم کی شرطیں سترہ شمار کی ہیں ہم انمیں سے چھ شرطیں راس المال میں ہیں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار
راس المال اور اسکا منقود ومقبوض ہونا اور نو شرطیں مسلم فیہ میں ہیں یعنی بیان جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور مکان ایفا اور مدت اور عدم انقطاع اور ایسا مال ہونا
جو متعین ہو تعیین سے اور منضبط ہونا وصف سے چنانچہ اجناس اربعہ جیسے مکیل اور موزون اور ذرعی اور معدود متقارب اور ایک شرط عقد سے متعلق ہے یعنی عقد کا لازم ہونا
جسمیں خیار الشرط نہو اور ایک شرط بدلین سے ہے یعنی ربوا کی دو علتوں میں سے ایک علت کا نہونا کذا فی الطحطاوی عن المنح وزاد المصنف غیره القدرة علی تحصیل
المسلم فیه اور اپنی شرح میں مصنف وغیرہ نے ایک شرط اور زیادہ کی ہے یعنی قادر ہونا مسلم فیہ کی تحصیل پر ہم قدرت کی شرط کرنے کی کچھ حاجت نہیں باوجود شرط عدم انقطاع
کے نہر الفائق میں کہا قدرت علی التحصیل یہ ہے کہ وہ چیز منقطع نہو ثم فرع علی الشرط الثامن بقوله فان اسلم مائتی درهم فی کر بر والکر ستون قفیزا
والقفیز ثمانیة مکاکیک والمکوک صاع ونصف عینی بحر لکون المائتین منها مائة دینا علیه ای علی المسلم الیه ومائة نقدا نقدها
رب السلم وافترقا علی ذلک فالسلم فی حصة الدین باطل لانه دین بدین وصح فی حصة النقد ولم یشع الفساد لانه طارئ حتی لو نقد الدین ۵۰

فی مجلسہ فی الکل مصنف نے شرط ثانی یعنی قبض راس المال اپنے اس قول کو مشرح کیا کہ اگر عقد سلم کیا دو سو درم کا ایک کُر گیہوں میں جسکا نرخ دو سو یا بطریق مقسوم ہین کہ ایکسو درم مسلم الیہ پر دین ہین اور ایکسو نقد جنکو مسلم الیہ نے فی الحال دیا اور دونوں عاقد فی الحال جدا ہوگئے تو دین کے حصے میں سلم باطل ہے کیونکہ یہ سلم دین کا دین سے اور یہ جائز نہیں اور سلم صحیح ہے نقد کے حصے میں اور یہ فساد تمام عقد میں شائع نہوا کیونکہ یہ فساد پیچھے لگ گیا یعنی سلم کل میں درست صحیح واقع ہوا بعد اسکے بقدر دین باطل ہوگیا تا اینکہ اگر مجلس عقد میں دین کو ادا کردیگا تو کل دو سو درم میں سلم صحیح ہوگا شارح نے کہا کہ کُر بضم کاف و تشدید را سے معلوم ہے اور وہ ساٹھ قفیز ہے اور قفیز آٹھ مکوک کا ہوتا ہے اور ہر مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع آٹھ رطل بغدادی کا ہے اور ہر رطل ایکسو تیس درم کا ولو احدہما دینا علیہ او علی غیر العاقد فسد فی الکل واگر دو سو میں ایکسو نقد ہوں اور ایکسو درم غیر عاقد پر دین ہوں تو سب دونوں سو میں سلم فاسد ہے ولا یصح التصرف للمسلم الیہ فی راس المال ولا لرب السلم فی المسلم فیہ قبل قبضہ بنحو بیع وشرکۃ ومرابحۃ وتولیۃ ولو ممن علیہ حتی لو وھبہ منہ کان اقالۃ اذا قبل اور جائز نہیں مسلم الیہ کو تصرف کرنا راس المال میں اور نہ رب السلم کو مسلم فیہ میں اسکے قبضہ کرنے سے پہلے مانند بیع اور شرکت اور مرابحہ اور تولیہ کے اگرچہ تصرفات مذکورہ اسی شخص سے کیے ہوں جسپر راس المال یا مسلم فیہ ہے یہاں تک کہ اگر رب السلم مسلم فیہ مسلم الیہ کو ہبہ کرے تو یہ اقالہ ہوگا سلم کا اگر مسلم الیہ ہبہ قبول کرلے اھ راس المال میں اسواسطے تصرفات جائز نہیں کہ وہ مستحق القبض ہے مجلس عقد میں اور تصرف کرنا اسمیں قبض کو فوت کرتا ہے اور مسلم فیہ میں اسواسطے تصرف درست نہیں کہ وہ مبیع ہے اور مبیع منقول میں قبل قبض کے تصرف جائز نہیں شرکت کی یہ صورت ہے کہ رب السلم دوسرے شخص سے کہے کہ تو مجکو نصف راس المال دیدے تاکہ نصف مسلم فیہ تیرا ہو اور مرابحہ اور تولیہ کی یہ صورت ہے کہ غیر شخص سے کہے کہ راس المال پر کچھ مجکو فائدہ زیادہ دے یا اسکے برابر دیدے تا مسلم فیہ بالخصوص تیرا ہو وفی الصغری اقالۃ بعض السلم جائزۃ اور فتاوی صغری میں ہے کہ بعض سلم کا اقالہ کرنا جائز ہے یعنی بعض سلم میں اقالہ کرنا اور بعض کو قائم رکھنا جائز ہے بشرطیکہ باقی معلوم ہو جیسا کہ نصف وغیرہ خواہ بعد حلول اجل ہو یا قبل اسکے کذا فی الطحطاوی فلا یجوز لرب السلم شراء شیء من المسلم الیہ براس المال بعد الاقالۃ فی عقد السلم الصحیح فلو کان فاسدا جاز الاستبدال کسائر الدیون اور جائز نہیں رب السلم کو خرید کرنا مسلم الیہ سے بعوض راس المال کے بعد اقالہ کے صحیح سلم کے عقد میں اور اگر سلم فاسد ہو تو بدلنا راس المال سے جائز ہے جیسے باقی دیون میں جائز ہے قبل قبضہ بحکم الاقالۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تاخذ الا سلمک او راس مالک ای الا سلمک حالۃ قیام العقد او راس مالک حال الانفساخ فامتنع الاستبدال حسب مذکور جائز نہیں قبل قبضہ کے راس المال کے بحکم اقالہ سلم بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ نہ لے تو مگر اپنا سلم یا اپنا راس المال یعنی اپنا مسلم فیہ بصورت قیام عقد سلم یا اپنا راس المال بصورت حالت انفساخ تو بدلنا ممتنع ہوگیا اھ یہ حدیث بلفظ مذکور دارقطنی نے روایت کی ہے اور اہل حدیث کو اسمیں گفتگو ہے لیکن یہ حدیث ابوداود اور ابن ماجہ اور ترمذی میں بلفظ دیگر ابو سعید خدری سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اسلم فی شیء فلا یصرفہ الی غیرہ یعنی جو ایک چیز میں سلم کرے وہ اسکو اسکے غیر میں نہ پھیرے اور تحقیق اسکو زیلعی نے ذکر کیا ہے کذا فی الفتح بخلاف بدل الصرف حیث یجوز الاستبدال عنہ لکن بشرط قبضہ فی مجلس الاقالۃ کما ذکرہ فی البحر بخلاف بدل صرف کے کیونکہ اس سے استبدال جائز ہے لیکن بشرطیکہ مقبوض ہو بدل صرف کے اقالہ کی مجلس میں جیسا کہ بحر میں ہے اسکے تصرف کرنے بدل صرف میں بخلاف سلم کے یعنی راس المال میں تصرف جائز نہیں ہے یعنی اگر عاقدین نے عقد صرف کا اقالہ کیا تو صحت اقالہ کی شرط یہ ہے کہ بدل صرف پر قبضہ کرلیا ہو اقالہ کی مجلس میں اسواسطے کہ صرف میں تعیین حاصل نہیں ہوتی بدون قبض کے کیونکہ اسکا استبدال جائز ہے تو اسمیں قبض فی المجلس تعیین کے واسطے ضرور ہوا بخلاف سلم کے کہ اسکے اقالہ میں استبدال جائز نہیں تو اسمیں تعیین بالقبض کی حاجت نہیں بلکہ اسمیں نفس قبض واجب ہوا بنا بر حدیث قبل تمام اقالہ کذا فی الطحطاوی ولو شری المسلم الیہ کُرا وامر رب السلم بقبضہ قضاء لم یصح لعدم اللزوم الکیل مرتین لجدید اور جس مسلم الیہ نے سلم قبول کیا ایک کر میں اگر اسنے ایک کر گیہوں مثلا خریدے اور خریدار ہو کر رب السلم کو حکم کیا قبضہ کرلینے کا اپنے اوپر جو دین ہے ادا کرنے کے واسطے تو صحیح نہیں بسبب لازم ہونے کیل کے دو بار اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا اھ یعنی یہاں ناپنا دوبار ضرور ہے کہ دو عقد واقع ہوئے ایک عقد مسلم الیہ اور اسکے بائع میں اور دوسرا عقد مسلم الیہ اور رب السلم میں اور دونوں عقد بشرط کیل ہیں تو ناپنا حاصل نہیں ہوا لہذا صحیح نہیں اور اصل اسمیں

وھو یصدق بصحتہ بیع طعام سے منی وارد ہے اور قرینہ اسمین صاع جاری ہونا ہی اسکا صاع بائع کا اور دوسرا مشتری کا اور یہی حدیث وہ ہی جبکہ دو عقد مجتمع ہوں لیکن ایک عقد تو بیع ایسا ہی ہو اسکا پیمانہ کرنا کافی ہی اور قید کیل کی اتفاقی ہی تو یہی حکم ہی موزون اور معدود کا کذا فی الطحطاوی ھو لو کان الکر قرضا ای مقرضہ بکذا عادة کالاستقلال اور اگر ایک کُر قرض ہوا اپنے مقرض کو وہ قبضہ کا امر کرے تو صحیح ہوا اسواسطے کہ قرض بطور عاریت دینا ہو بدلنا ہم صورت قرض یہ ہو کہ زید نے خالد سے ایک گیہون قرض لیے پھر زید نے ایک کر گیہون خرید لیے اور خالد کو اسپر قبضہ کرنیکا امر کیا ادا سے قرض کے واسطے اور دوسری صورت یہ ہوسکتی ہو کہ دین اسلم تھا پھر وقت اسکی ادائی تو مسلم الیہ نے ایک شخص سے ایک کر گیہون قرض لیے اور رب السلم کو امر کیا اسپر قبضہ کرنیکا مقرض سے تو جائز ہے کذا فی البحر ھی لو امر المسلم الیہ رب السلم بقبضہ منہ لہ ثم لنفسہ ففعل فان الامرین لزوال المانع چنانچہ قبضہ صحیح ہو اگر مسلم الیہ نے رب السلم کو امر کیا اپنی خریدی چیز کے قبضہ کا اسکے بائع سے اپنی ذات کے واسطے بعد اسکے امر کیا رب السلم کے واسطے قبضہ کرینگا اور رب السلم نے ایسا ہی کیا اور اسکو دوبارہ پیمانہ کیا یعنی ایکبار مسلم الیہ کے قبضہ کے واسطے اور دوسری بار رب السلم کے واسطے تو یہ قبضہ صحیح ہے بسبب ہوجانے مانع کے یعنی مانع قبضہ عدم کیل مشتری تھا سو یہاں دوبار پیمانہ کرنے سے زائل ہوگیا او امر المسلم الیہ رب السلم ان یکیل المسلم فیہ فی ظرفہ فکالہ فی ظرفہ ای فی ظرف رب السلم بغیبتہ ام بحضرتہ فہو قابضا اما بالتخلیۃ او امر المشتری البائع بذلک فکالہ فی ظرفہ ای ظرف البائع لم یکن قابضا لعدم صحۃ الکیلہ فی ظرف المشتری بامرہ فانہ قبضہ لان حقہ فی العین کالاول فی الدین رب السلم نے مسلم الیہ سے کہا کہ مسلم فیہ کو اپنے ظرف مین سوائے ناپ دو اسکے ظرف مین یعنی رب السلم کے برتن میں رب السلم کی غیبت میں اور اگر رب السلم کے سامنے ناپا تو وہ قابض ہوجائیگا بسبب تخلیہ کے یا مشتری نے بائع سے کہا اسی طرح کہ اپنے کو ہونے ناپ دو یا بائع کے ظرف میں تو وہ یعنی رب السلم اور مشتری اپنے حق کا قابض ہوگا بخلاف اسکے جو بیشک بائع کے مشتری کے ظرف میں مشتری کے امر سے کہ تو قبضہ ہے اسواسطے کہ حق مشتری کا عین مبیع مین ہے اور اول یعنی رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہی ہم خلاصہ یہ کہ یہاں سلم اور بیع میں فرق یہ کہ در صورت کالہ کے مشتری قابض ٹھیریگا اسواسطے کہ مشتری کا حق تو موجود عین ہے تو وہ مالک ہوگیا بمجرد عقد کے تو بائع اسکا وکیل ہوگیا اسکے ظرف میں بخلاف مسلم کے اسواسطے کہ رب السلم کا حق ثابت فی الذمہ ہے سو اسکا مالک نہین ہوسکتا بدون قبضہ کے پھر جب قبضہ صحیح نہ ٹھیرا تو مسلم الیہ نے تصرف ہو لیا اپنی مملوک چیز کے کہنے کے واسطے کیل العین المشتراة ثم کیل الدین المسلم فیہ وجعلہما فی ظرف المشتری قبض بامرہ لتبعیۃ الدین للعین پیمانہ کرنا خریدے عین کا پھر پیمانہ کرنا دین مسلم فیہ کا اور دونون کا پھر دینا مشتری کے ظرف میں قبضہ ہے امر مشتری سے بسبب تابع ہونے دین کے عین کو ہم صورت مسئلہ یہ ہو کہ ایک شخص نے سلم کیا ایک من گیہون کا ایک کر میں پھر جب ملنے کی مدت آئی تو رب السلم نے مسلم الیہ سے معین گیہون بقدر ایک کر کے خرید لیے پھر رب السلم نے مسلم الیہ کو ایک برتن دیا کہ دونون قسم کے گیہون یعنی مبیع اور مسلم فیہ بیچ مین بھر دے تو اگر اسنے پہلے عین گیہون کا پیمانہ کیا ظرف میں تو عین کا قابض ہے کیونکہ اسمین امر کرنا صحیح ہے اور دین مسلم فیہ کا بھی قابض ہوا باتباع عین کے اور اگر پہلے دین کا پیمانہ شروع کیا تو عین اور دین کسی کا قابض نہ ہوگا دین کا تو اسواسطے قابض نہ ہوا کہ اسمین امر کرنا صحیح نہیں ہے اور عین کا اسواسطے قابض نہ ٹھیرا کہ مالک کا خلط ہوگیا قبل تسلیم کے اور خلط امام کے نزدیک استہلاک ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وعکسہ ھو کیل الدین اولا لا یکون قبضا وخیرہ ای بین نقض البیع والشرکۃ اور اسکا بالعکس یعنی پہلے دین کا پیمانہ کرنا قبض نہیں اور صاحبین نے مشتری کو مختار کیا ہے نقض بیع اور شرکت میں ہم چونکہ خلط صاحبین کے نزدیک استہلاک نہیں لہذا مشتری مختار ہو چاہے بیع کو توڑ دے چاہے اسنے مال میں بائع کا شریک ہوجاوے اسلم امۃ فی کر وقبضت فتقایلا السلم فماتت قبل قبضہا بحکم الاقالۃ بقی عقد الاقالۃ او ماتت فتقایلا صح لبقاء المعقود علیہ وھو المسلم فیہ وعلیہ قیمتہا یوم القبض فیہما فی المسئلتین لانہ سبب لضمان لونڈی کا عقد سلم کیا ایک کر گیہون میں اور لونڈی پر قبضہ ہوگیا پھر رب السلم اور مسلم الیہ نے سلم کا اقالہ کیا سو لونڈی مرگئی قبل اسکے کہ بحکم اقالہ وہ مقبوض ہو تو عقد اقالہ باقی ہے یا لونڈی پہلے مرگئی اسکے بعد اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہے بسبب باقی رہنے معقود علیہ یعنی مسلم فیہ کے اور مسلم الیہ پر لونڈی کی قیمت لازم ہے دونون صورتوں میں قیمت لونڈی کی جو یوم القبض تھی اسواسطے کہ قبضہ ہی تو سبب ہے ضمان کا لہذا یوم القبض ہی کی قیمت معتبر ہوگی ہم صورت ثانیہ میں اقالہ اسواسطے صحیح ہوا کہ صحت اقالہ بقاء عقد پر ہے اور بقاء عقد مبیع کی بقا پر ہے یا اسکے ردہ

مقبوض ہوا اور اسمین کچھ شک نہین کہ مبیع یعنی مسلم فیہ مسلم الیہ کے ذمہ باقی ہے تو ہلاک اور عدم ہلاک لونڈی کا مسلم فیہ کو معدوم نہین کرتا اور چونکہ لونڈی کا رد کرنا متعذر ہو لہذا اسکی قیمت لیجیئے بحر کذا فی النہر وکذا الحکم فی المقایضۃ اور اسیطرح سلم کے مانند حکم ہے مقایضہ مین (بیع عین کی عین کے ساتھ) ہم یعنی اقالہ صحیح ہے خواہ دونون عوض باقی ہون یا ایک ہلاک ہوگیا ہو اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین ہر عوض مبیع ہے من وجہ اور ثمن ہے من وجہ تو باقی مبیع قرار دیا جائیگا اور ہلاک ثمن ٹھہریگا بخلاف الشراء بالثمن فیھما لان الامۃ اصل فی البیع بخلاف خرید کرنے کے ثمن سے دونون صورتون مین اسواسطے کہ لونڈی اصل ہے بیع مین ہم یعنی اگر لونڈی کو مثلاً ہزار درم سے خرید کیا پھر لونڈی مر گئی بعد اقالہ قبل القبض کے تو اقالہ باطل ہوگیا یا اقالہ ہوا اسکی موت کے بعد تو صحیح نہین اسواسطے کہ اس صورت مین لونڈی اصل ہے بیع مین کیونکہ وہ مبیع ہے اور مبیع ہلاک قبل القبض مبطل اقالہ ہے بخلاف مسئلہ سلم کے کہ وہان لونڈی راس المال تھی نہ مسلم فیہ والحاصل جواز الاقالۃ فی السلم قبل ھلاک الجاریۃ وبعدہ بخلاف البیع اور خلاصہ یہ ہے کہ اقالہ جائز ہے سلم مین قبل ہلاک ہونے جاریہ کے اور بعد ہلاک ہونے کے بخلاف بیع کے کہ اسمین اقالہ جائز نہین دونون طرح کے ہلاک مین تقایلا البیع فی عبد فابق بعد الاقالۃ من ید المشتری فان لم یقدر علی تسلیمہ للبائع بطلت الاقالۃ والبیع بحالہ قنیہ بائع اور مشتری نے اقالہ کیا ایک غلام مین پھر غلام بھاگ گیا بعد اقالہ کے مشتری کے ہاتھ سے سو اگر مشتری قادر نہوا اسکی تسلیم پر واسطے بائع کے تو اقالہ باطل ہے اور بیع بحال خود قائم ہے کذا فی القنیہ والقول لمدعی الرداءۃ والتاجیل لا لنافی الوصف وھو الرداءۃ والاجل اور معتبر قول نقصان اور تاجیل کے مدعی کا ہے نہ وصف اور اجل کی نفی کرنے والے کا یعنی اگر ایک شخص کہے کہ مین نے ردی یعنی ناقص شرط کیا ہے اور دوسرا کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو مدعی کا قول معتبر ہے نہ نافی کا اور اسیطرح مدعی اجل کا معتبر ہوگا نہ نافی کا اور رداوت یعنی نقصان یہان بطور مثال کے ہے تو اگر ایک شخص مدعی ہوگا جودت کا اور دوسرا نافی ہوگا تو بھی ایسا ہی حکم ہوگا تاجیل عبارت ہے تقدیر اجل سے لیکن یہان تاجیل سے اجل مراد ہے اور اجل عبارت ہے غایت وقت سے کذا فی النہر والطحطاوی والاصل ان من خرج کلامہ تعنتا فالقول لصاحبہ بالاتفاق وان خرج خصومۃ ووقع الاتفاق علی عقد واحد فالقول لمدعی الصحۃ عندھما وعندہ للمنکر اور یہ مسئلہ سابقہ کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جسنے اپنا کلام بطریق تعنت کے نکالا تو دوسرے اسکے ساتھی کا قول معتبر ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اگر اسنے اپنا کلام بطریق خصومت کے نکالا اور اتفاق واقع ہوگیا ایک ہی عقد پر تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک منکر کا قول معتبر ہے ہم تعنت لغت میں ایسی عبارت ہے کہ انسان بات کرے جس سے نکل نہ سکے لیکن یہان تعنت سے مراد یہ ہے کہ اسکا منکر ہو جو اسکے حق مین نافع ہے تعنت کی صورت یہ ہے کہ رب السلم کہے کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا تو یہان مسلم الیہ کا قول اشتراط مین معتبر ہوگا اور چونکہ مسلم فیہ راس المال پر عادت مین زائد ہوتا ہے تو رب السلم اپنی منفعت کا منکر ہوا اور اسیطرح مسلم الیہ کا یون کہنا کہ مدت نہ تھی اور رب السلم مدت کا قائل ہے تو رب السلم کا قول معتبر ہوگا کہ مسلم الیہ متعنت ہے اپنے حق کے انکار مین یعنی مدت مین اور خصومت کا کلام وہ ہے کہ اپنے ضرر کا منکر ہو جیسا کہ رب السلم کا یون کہنا کہ مین نے ردی شرط کیا تھا اور مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے کچھ شرط نہین کیا اور جیسا کہ رب السلم نے کہا کہ اجل نہ تھی اور مسلم الیہ نے کہا کہ اجل شرط تھی تو پہلی صورت مین رب السلم کا قول امام کے نزدیک معتبر ہے کیونکہ وہ مدعی ہے صحت کا اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے اگرچہ صحت کا منکر ہے اور دوسری صورت مین امام کے نزدیک مسلم الیہ کا قول معتبر ہے کہ مدعی صحت ہے اگرچہ دوسرا منکر ہے اور صاحبین کے نزدیک رب السلم کا قول معتبر ہے اگرچہ منکر صحت ہے صاحب بحر نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک دونون صورتون مین یعنی تعنت اور خصومت مین مدعی صحت کا قول معتبر ہے اور صاحبین کے نزدیک منکر کا قول لائق اعتبار کے ہے اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شارح کو یون کہنا مناسب تھا فالقول لمدعی الصحۃ عندہ وعندھما للمنکر کذا فی الطحطاوی یعنی شارح نے امام کا قول صاحبین کی طرف نسبت کیا اور صاحبین کا امام کی طرف نہر الفائق مین بھی امام و صاحبین کا مذہب اسی کی مانند صریح ہے طحطاوی نے کہا کہ عقد واحد پر اتفاق ہونا چاہیئے اس مقام مین بھی اسواسطے کہ سلم عقد واحد ہے کیونکہ سلم بلا مدت بھی سلم فاسد ہے دوسرا عقد نہین بخلاف اختلاف مضاربت کے کہ اگر وہ فاسد ہوگی تو اجارہ ثابت ہوگا اور صورت صحت شرکت متحقق ہوگی ولو اختلفا فی مقدارہ فالقول للطالب مع یمینہ لانکارہ الزیادۃ اور اگر عاقدین نے اختلاف کیا مدت کی مقدار مین تو طالب یعنی مدعی اقل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے کیونکہ وہ زیادت کا منکر ہے ہم طالب سے مراد رب السلم ہے جو اقل مدت کا مدعی ہے ولو فی مضیہ

بینۃ المطلوب ای المسلم الیہ لانہا تثبت الزیادۃ اور دونوں میں سے جو گواہ لاویگا تو مقبول ہونگے اور اگر دونوں گواہ لاوینگے تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کے گواہ بہتر ہونگے قاضی کا حکم ہوگا بسبب ثابت کرنے زیادتی کے یعنی زیادتی اجل کے وان اختلفا فی مضیہ فالقول للمطلوب ای المسلم الیہ بیمینہ الا ان یبرھن الآخر وان برھنا فبینۃ للمطلوب اور اگر دونوں نے اختلاف کیا مدت کے گذر جانے میں تو مطلوب یعنی مسلم الیہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا مگر جبکہ دوسرا گواہ لاوے اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مطلوب کے گواہ مقبول ہونگے ولو اختلفا فی السلم تحالفا استحسانا فتح اور اگر دونوں سلم میں اختلاف کریں یعنی ایک شخص عقد سلم کا مقر ہو اور دوسرا مدعی تو دونوں قسم کھائیں بطریق استحسان کے کذا فی الفتح والاستصناع ھو طلب عمل الصنعۃ اور استصناع عبارت ہے طلب عمل صنعت سے یعنی کوئی چیز بنوانا اس یہ لغوی معنی ہیں اور شرع میں استصناع یہ ہے کہ صانع یعنی کاریگر جیسا کہ موزہ گر یا کفش گر یا ٹھٹھیرا سے کہے کہ مجکو اتنا چوڑا موزہ یا کفش بنا دے یا ایسی گھڑی جیسی اتنا ہو اسکا وزن اسکا اتنا اور شکل ایسی ہو تو قیمت کو بتاوے خواہ قیمت دے یا نہ دے اور صانع اسکو قبول کرے کذا فی البحر فان اجل ذکر علی سبیل الاستمہال لا الاستعجال فانہ لا یصیر سلما اسکو فتعتبر شرائطہ استصناع سلم ہے اگر اسمیں مدت علی سبیل الاستمہال ذکر ہو یعنی بطریق مہلت کے ہو اسلئے کہ بطریق استعجال کے مدت ذکر کرنے سے استصناع سلم نہیں ہو جاتا پھر جب استصناع موجل سلم ہوگا تو شرائط سلم کی معتبر ہونگی یعنی قبض قبل الافتراق اور عدم خیار وغیرہ الی آخرہ اگر استصناع میں سلم کی مانند مدت ذکر ہو ایک مہینہ یا زیادہ تو وہ امام کے نزدیک سلم ہے بلا تفصیل اور اگر مدت سلم کے لائق نہیں تو وہ استصناع ہے اگر اسمیں تعامل خلق جاری ہوا اور اگر تعامل نہیں تو وہ استصناع فاسد ہے اگر مدت علی سبیل الاستمہال ذکر ہو اور اگر مدت علی وجہ الاستعجال ذکر ہو مثلاً جیسے کہ آمر نے کہا ہو کہ صانع اپنے عمل سے کل فراغت کرے یا پرسوں تو یہ استصناع صحیح ہوگا کیونکہ یہ مدت فراغ کے واسطے ہے نہ تاخیر مطالبہ کے واسطے شرح زیلعی وغیرہ میں ایسا ہی ہے لیکن ابو یوسف کا کلام اس مدت میں موضوع ہے جو سلم کے لائق ہے تو معلوم ہوا کہ شارح کا کلام بے محل ہے نہیں کذا فی الطحطاوی دریافت کرنا چاہیے کہ استصناع بطریق قیاس جائز نہیں اور یہی قول زفر اور شافعی کا اسواسطے کہ وہ اجارہ نہیں ہو سکتا کیونکہ استئجار عمل پر جو غیر کی ملک میں ہو جائز نہیں چنانچہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا طعام اٹھا لے اس مکان سے وہاں تک اتنی اجرت پر یا اپنا کپڑا رنگ دے اتنی مزدوری پر تو یہ نہیں اور نہ استصناع بیع ہو سکتا ہے کیونکہ بیع معدوم کی جائز نہیں لیکن علماء حنفیہ نے اسکو بطریق استحسان کے جائز رکھا ہے بسبب تعامل اور رواج کے جو زمانہ نبی علیہ السلام سے اجماع عملی کے طرف رسالت سے اب تک بلا انکار اور ایسے ہی تعامل اس حدیث میں شامل ہے کہ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی تھی لہذا تعامل اس میں استصناع معتبر ہوا اور جسمیں تعامل نہیں اسمیں عدم جواز ہی پر قیاس کو رکھے چنانچہ جولاہے سے بنوانا اسکے سوت سے یا قمیص سلوانا درزی سے اسکے سوت سے کذا فی الفتح القدیر جری فیہ تعامل ام لا وکالاول استصناع استصناع موجل یا حل معلوم سلم ہے خواہ اسمیں تعامل جاری ہو یا نہ جاری ہو اور صاحبین نے کہا ہے اول یعنی جسمیں تعامل جاری ہے وہ استصناع ہے سلم نہیں بدونہ ای الاجل فیما فیہ تعامل الناس کخف وقمقمۃ وطست بمہملۃ وذکرہ فی المغرب فی الشین المعجمۃ وقد یقال طسوت صح الاستصناع اور بدون مدت کے جسمیں معمول لوگوں کا جاری ہے چنانچہ موزہ اور آفتابہ اور طاس میں استصناع صحیح ہے شارح نے کہا طست سین مہملہ ہے اور مغرب میں اسکو شین معجمہ سے ذکر کیا ہے اور کہا ہے اسکو طسوت بھی بولتے ہیں ہم کہتے ہیں طست لغت طے میں طس سین مشدد تھا ایک سین کو تاء فوقانیہ سے بدل ڈالا اور طسوت جمع ہے طست کی تو اگر شارح یوں کہتا ویقال فی جمعہ طسوت تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی بیعا لا عدۃ علی الصحیح ثم فرع علیہ بقولہ استصناع صحیح ہے بطریق بیع نہ بطریق وعدہ بقول صحیح پھر مصنف نے اسکے بیع ہونے پر تفریع کی اپنے اس قول سے فیجبر الصانع علی عملہ ولا یرجع الآمر عنہ ولو کان عدۃ لما لزم تو کاریگر پر زبردستی کیجاویگی اسکے بنانے پر اور پھر نہیں سکتا امر اس سے پھر نہیں سکتا اور اگر استصناع وعدہ ہوتا نہ بیع تو صانع پر جبر اور امر پر عدم رجوع لازم نہ ہوتا والمبیع ھو العین لا عملہ خلافا للبرذعی اور استصناع میں مبیع خود وہ شئی مصنوع ہے نہ عمل اسکا بخلاف ابو سعید بردعی کے فان جاء الصانع بمصنوع غیرہ او بمصنوعہ قبل العقد فاخذہ صح ولو کان المبیع عملہ لما صح تو اگر کاریگر غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنا مصنوع لایا جسکو قبل عقد کے بنایا تھا آمر نے اسکو لیا تو صحیح ہے اور اگر کاریگر کا عمل مبیع ہوتا تو اسکا لینا صحیح نہ ہوتا ولا یتعین المبیع لہ ای للآمر بلا رضاہ فصح بیع الصانع لمصنوعہ قبل رؤیۃ آمرہ ولو تعین لہ لما صح بیعہ اور

سطر ۱۲ [illegible] کا [illegible] یعنی [illegible] اور [illegible] یعنی [illegible] طسوت [illegible]

مبیع متعین نہیں ہو جاتی آمر کے واسطے بدون اسکی رضامندی کے تو صحیح ہے بیچنا کاریگر کا اپنی بنائی چیز کو قبل دیکھنے اسکے آمر کے اور اگر مبیع اسکے واسطے متعین ہوتی تو اسکا بیچنا درست نہوتا ولہ ای للآمر اخذہ وترکہ بخیار الرؤیۃ ومفادہ ان لاخیار للصانع بعد رؤیۃ المصنوع لانہ لاخیر نہر اور اسکو یعنی آمر کو اسکے لینے نہ لینے میں اختیار ہو بسبب خیار الرویۃ کے اور مفاد اس کلام کا یہ ہے کہ صانع کو اختیار نہیں بعد دیکھنے اس شخص کے جسکے واسطے وہ چیز بنائی گئی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی النہر ولم یصح فیما لا یتعامل فیہ کالثوب الا باجل کما مر اور استصناع صحیح نہیں اس میں جسکے بنوانے کا لوگوں میں رواج نہیں جیسا کہ کپڑے میں مگر مدت ٹھہرا کر جیسا کہ باب السلم میں مذکور ہو چکا یعنی جس چیز میں تعامل نہیں اس میں فرمائش صحیح نہیں بلا ذکر مدت پھر جب مدت مذکور ہوئی تو وہ عقد سلم ٹھہری تو اب رعایت جمیع شروط سلم کی لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ہم بالفعل ہندوستان میں طبع کتب بکثرت رائج ہے اور اکثر سوداگر اور اہل مقدور کتابیں چھپوا لیتے ہیں تو ظاہرا یہ استصناع صحیح ہے خواہ کل قیمت پیشگی دیجاوے یا بعض یا کچھ نہ دیجاوے مگر فرمائش میں یہ ذکر ضرور ہو کہ ایسا کاغذ ہو اور اوراق کا عرض و طول اتنا اور خط ایسا اور تعیین مدار نسخ اور تصحیح بقدر منقول عنہ وغیر ذالک اور صاحب فرمائش کو بعد چھپنے کے اخذ و ترک میں اور چھاپنے والے کو قبل دینے صاحب فرمائش کے بیع کتب میں اختیار ہو اور اگر شرائط سلم اس میں مرعی ہوں تو اس صورت میں عقد سلم منعقد ہوگا واللہ تعالی اعلم فان لم یتعامل فیہ لان ذکر الاجل علی وجہ الاستمہال فان للاستعجال کعلی ان تفرغ منہ غدا کان صحیحا اور اگر مدت سلم کی لائق نہو یعنی مہینے سے کم مدت ہو تو استصناع فاسد ہوگا اگر مدت علی وجہ الاستمہال یعنی تاخیر المطالبہ مذکور ہو اور اگر استعجال کے واسطے مدت مذکور ہو چنانچہ آمر کاریگر سے یوں شرط کرے کہ جلد کل تک فارغ ہو تو یہ استصناع صحیح ہوگا طحطاوی نے کہا یہ تب ہے کہ وعدہ الی الغد بالتقدیم کیونکہ یہ مدت بمنزلہ حال کے ہے **فرع** سے لفظ شارح کا السلم فی الدبس لا یجوز لما فی الحاوی بجواہر الفتاوی او جعل الدبس اجرۃ لا یجوز لانہ لیس بمثلی لان النار عملت فیہ وکذا لا یجوز السلم فیہ فلا یجب فی الذمۃ حتی لو کان عینا جاز عقد سلم وغیرہ اور شیرہ انگور میں جائز نہیں ہوسکے کہ جواہر الفتاوی کی کتاب الاجارہ میں مذکور ہے کہ اگر دوشاب مذکور کو اجرت قرار دیوے تو جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مثلی نہیں کیونکہ آگ نے اسمیں اپنا عمل کیا ہے اور اسیواسطے سلم اسمیں جائز نہیں پس واجب فی الذمہ نہوگا تا آنکہ اگر عین ہو یعنی مبیع حاضر ہو تو جائز ہے کیونکہ ایسا بیچنا اسکو بالاکثر کتب میں عبارت یہ ہے جس سے سلم میں اسکا جائز نہونا نکلے کہ آگ کا اثر مختلف ہوا کرتا ہے جلنے سے بہت کم جلتا ہے اور بہت زیادہ اسکی ضبط نہیں ہوسکتا اسکی مقدار معلوم ہوتی ہے اگر زیادہ اور کم ہو تو کبھی بگڑ جاوے کذا فی الطحطاوی قلت وصحح فی الصابون الرب والقطر واللحم والفرقا الاجر والصابون والعصفر المشمع والجلود والصرم ... کتاب الغصب میں کہ رب اور قطر اور گوشت اور کباب اور ہریسہ اور صابون اور کلیجی اور کھال اگر کیونکہ جو قیمت والی چیزوں میں مثلی نہیں ... شارح کا مطلق ہے کہ جب اشیاء مذکورہ قیمی ہیں تو ان میں عقد سلم جائز نہیں طحطاوی کتاب السلم میں لکھا ہے کہ رب ایک چیز جو نکلے اور قطر ایک قسم رس ... ہے کتاب الغصب میں کہا کہ رب عبارت ہے ... کے نچوڑے پانی کا بعد جوش کے اور قطر مصر کے عرف میں وہ چیز جو شکر سے نکلے جیسے الجامع میں کہا کہ اصطلاح الجامع میں یہ عبارت ہے اس پانی سے جو نباتات اور ثمرات سے نچوڑا جاوے پھر گاڑھا کیا جاوے آگ سے جوش دیکر یا آفتاب میں رکھ کر

باب المتفرقات

من ابواب متفرقۃ عبر فی الکنز بمسائل منثورۃ وفی الدرر بمسائل شتی وفی الفتح اسمہا یہ باب ان مسائل کے ذکر میں ہے جو اپنے ابواب سے متفرق رہ گئے ہیں اور کنز میں ان کو مسائل منثورہ اور درر میں مسائل شتی سے تعبیر کیا ہے اور تعبیر متفرقہ کا مطلب ایسا ہے کہ عادت فقہا کی ہے کہ جو مسائل کہ ابواب متعددہ میں چھوٹ گئے اور اپنے موقع میں نہ ہوسکے تو ان سب کو یکجا مذکور کرتے ہیں اور انکو اسماء ثلثہ سے کسی ایک نام کر کے مسمی کرتے ہیں اشتری ثورا او فرسا من خزف لاستیناس الصبی لا یصح ولا قیمۃ لہ ولا یضمن متلفہ وقیل بخلافہ یصح ویضمن قنیہ خرید کیا بیل یا گھوڑا مٹی کا لڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو بیع صحیح نہیں اور اسکی کچھ قیمت نہیں اور اسکے تلف کرنیوالے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف اسکے خلاف ہے یعنی بیع صحیح ہے اور تلف کرنیوالے پر تاوان ہے کذا فی القنیہ اور جبکہ بقول صحیح اسکی بیع صحیح نہیں تو اسکا خرید کرنا حرام ہوا اور متلف پر ضمان ہونا ... کہ بموجب ... وفی الحظر المجتبی عن ابی یوسف یجوز بیع اللعبۃ ان یلعب بہا الصبیان اور مجتبی کی کتاب الحظر

کے ثمن میں ابو یوسف سے روایت ہے کہ کھلونے کی بیع اور لڑکوں کا اس سے کھیلنا جائز ہے ھ طحطاوی نے کہا کہ ظاہر بیان مصنف دلالت کرتا ہے کہ یہ قول بھی ضعیف ہے وصح بیع الکلب ولو عقورا والفهد والفیل والقرد والسباع بسائر انواعها حتی الهرة وکذا الطیور علمت او لا سوی الخنزیر وهو المختار للانتفاع بها وبجلدها کما قدمنا فی البیع الفاسد اور صحیح ہے بیع کتے کی اگرچہ قابل تعلیم نہو اور چیتے اور ہاتھی اور بندر اور درندوں کی بیع انکی باقی اقسام کے ساتھ یہاں تک کہ بلی کی بھی بیع جائز ہے اور اسیطرح درندوں پرندوں کی خواہ وہ معلم ہوں یا نہوں سوائے سور کے اور یہی قول مختار ہے بسبب نفع لینے کے انسے اور انکی کھالوں سے چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں پہلے ذکر کر چکے ہیں ھ امام شافعی کہتے ہیں کہ بیع کلب مطلقاً جائز نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی ثمن کلب اور زانیہ کی خرچی اور کاہن کی شیرینی سے لیکن ابو حنیفہ نے اپنی سند میں ہیثم سے عن عکرمہ عن ابن عباس روایت کی قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثمن کلب الصید یعنی حضرت نے رخصت دی کلب شکاری کی ثمن میں اور سند اس حدیث کی جید ہے اسواسطے کہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے کہ ہیثم ثقات تابعین سے ہے وتمامه فی فتح القدیر والتمسخر بالقرد وان کان حراما لا یمنع بیعه بل یکرہ کبیع العصیر شرح وهبانیه اور مسخرا پن کرنا بندر سے اگرچہ حرام ہے مانع اسکی بیع کا نہیں بلکہ اسکی بیع مکروہ ہے جیسا کہ انگور کا نچوڑا پانی بیچنا شراب بنانے والے سے کذا فی شرح وهبانیه **فرع** مسائل متفرقہ شتی کالا ینبغی اتخاذ کلب الا لخوف لص او غیرہ فلا باس به ومثله السباع عینی لائق نہیں رکھنا کتے کا پالنا اور رکھنا مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں اور رکھنے کا اندیشہ باقی درندے ہیں کذا فی العینی ھ یعنی کتے کا گھر میں رکھنا جائز نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے بدلیل حدیث صحیح من اقتنی کلبا الا کلب صید او ماشیة نقص من اجرہ کل یوم قیراطان کذا فی الفتح یعنی جو کتا رکھیگا سوائے شکاری مواشی کے کتے کے تو اسکے ثواب سے ہر روز دو قیراط گھٹتے جاوینگے وجاز اقتناؤه للصید وحراسة الماشیة والزرع اجماعا اور جائز ہے کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق کما صح بیع خرء حمام کثیر جیسے کبوتر کی بہت بیٹ کی بیع صحیح ہے طحطاوی نے کہا کہ بہت بیٹ سے شاید مراد یہ ہے جسکی قیمت ایک پیسہ ہو اسواسطے کہ یہ اقل قیمت مبیع ہے وصح هبته قنیه اور صحیح ہے اسکا ہبہ کرنا کذا فی القنیه وادنی القیمة التی تشترط لجواز البیع فلس اور کمتر وہ قیمت جو جائز ہونے بیع کی شرط ہے ایک پیسہ ہے ولو کانت تمرة لا یجوز قنیه اور قیمت اگر ایک چھوہارا ہو تو جائز نہیں کذا فی القنیه ھ یعنی اگر ٹکڑا روٹی کا پیسے کے مساوی نہو تو بیع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی کما لا یجوز بیع هوام الارض کالخنافس والقنافذ والعقارب والوزغ والضب چنانچہ جائز نہیں ہے کیڑوں مکوڑوں کا بیچنا مانند خنافس اور سیہی و بچھو و چھپکلی اور گوہ کے ھ خنافس جمع خنفسا کی بضم خائے معجمہ و سکون نون و فتح فا کہ سیاہ کیڑا ہے گندہ بو [illegible] کہتے ہیں طحطاوی نے کہا حیط میں ہے کہ علق یعنی کیڑی اور جونک کی بیع جائز ہے بقول صحیح اسواسطے کہ لوگ اسکو پالتے ہیں اور خون نکالنے کے معالجے میں اسکی طرف حاجت ہے ولا هوام البحر کالسرطان اور جائز نہیں دریا کے کیڑوں کی بیع مانند کیکڑے وغیرہ کے ھ چونکہ جواز بیع کا مدار حلت انتفاع پر ہے اور کیڑوں سے فائدہ لینا حرام ہے لہذا انکی بیع جائز نہوئی کذا فی الطحطاوی عن القهستانی وکل ما فیه سوی سمک وجوز فی القنیة بیع ماله ثمن کسقنقور وجلود خز ونحوها ای البحر لو حیا واطلق الحسن الجواز اور جو جانور کہ دریا میں ہیں سوائے مچھلی کے انکی بیع جائز نہیں اور قنیہ میں جائز کہا ہے اسکا بیچنا جو ثمن والی چیز ہو چنانچہ سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو اور حسن نے اسکے جواز بیع کو مطلق کہا ہے یعنی بلا قید حیات ھ سقنقور جانور ہے گوہ کے مانند دریائے نیل کے کنارے پر تقویت باہ میں مثل ہے اور خز بفتح خائے معجمہ و زائے معجمہ مشددہ دریائی جانور ہے اسکے صوف سے کپڑا بنایا جاتا ہے بحر الجواہر میں ہے کہ صاحب جوہر نے کہا کہ خز جانور ہے اور صاحب منتخب نے کہا خز جانور کا نام ہے پھر یہ نام اس کپڑے کا ہو گیا جو اسکے صوف سے بنا جاتا ہے وجوز ابو اللیث بیع الحیات ان انتفع بها فی الادویة والا لا ورده فی البدائع بانه غیر سدید لان المحرم شرعا لا یجوز الانتفاع به للتداوی کالخمر فلا تتحقق الحاجة الی شرع البیع اور فقیہ ابو اللیث نے سانپوں کی بیع کو جائز کہا ہے اگر ان سے فائدہ حاصل ہو دواؤں میں جیسا کہ تریاق فاروق وغیرہ میں اور اگر فائدہ نہیں تو بیع جائز نہیں اور اس قول کو بدائع میں رد کیا ہے اسطرح کہ یہ کلام درست اور روا نہیں اسواسطے کہ جو چیز شرعاً حرام ہے اس سے فائدہ لینا بطریق دوا کے جائز نہیں مانند شراب کے تو اسکی بیع کے مشروع کرنے کی حاجت واقع نہیں ہوئی ھ کتاب الطہارۃ میں مذکور ہو چکا

ے نوعی از علق [illegible]
سیاہ آبی ۱۲
ےه قرزدوک [illegible]
فائے معجمہ و موحدہ
و سکون زائے معجمہ
[illegible]
سرگین گرداننک
[illegible] ۱۲

ہو چکا کہ حرام چیز سے اُسوقت علاج کرنا جائز ہے جبکہ اُسی میں شفا معلوم ہو اور کوئی دوا اُسکے قائم مقام نہو سکے تو توفیق بین القولین ہو سکتی ہے کہ قول فقیہ [illegible] اس صورت پر محمول ہے جبکہ شفا سانپ کے استعمال میں منحصر معلوم ہو اور بدائع کا قول اس صورت پر محمول ہے جبکہ سانپ کا بدل دوسری دوا ہو سکتی ہو واللہ تعالیٰ اعلم و یجوز بیع دھن نجس ای متنجس کما قدمناہ فی البیع الفاسد اور جائز ہے بیع نجس تیل کی نجس سے مراد متنجس ہے کہ بالذات نجس نہیں نجاست کے پڑنے سے ناپاک ہو گیا چنانچہ ہم اسکو مسائل بیع میں بیع فاسد کے باب میں متقدم ذکر کر چکے ہیں ہم متنجس کی قید سے مردار اور سور کے تیل سے احتراز ہو گیا و ینتفع بہ للاستصباح فی غیر مسجد کما مر اور فائدہ لیا جاوے روغن متنجس سے چراغ روشن کرنا اس مکان میں جو مسجد کے سوا ہے چنانچہ کتاب الطہارۃ میں گذر گیا والذمی کالمسلم فی بیعہ کخمر وسلم وربا وغیرھا اور کافر ذمی مسلم کے مانند ہے بیع میں چنانچہ صرف اور سلم اور بیاج وغیرہ میں ہم ذمی مسلم کے مانند اسواسطے ہوا کہ مکلف حاجتمند ہے تو جو بیاعات مسلم کو جائز ہیں وہ اُسکو بھی جائز ہیں اور جو مسلم کو جائز نہیں وہ اُسکو بھی جائز نہیں سواے مستثنیات آیندہ کے غیر الخمر والخنزیر ومیتۃ لم تمت حتف انفھا ایل بخنق او ذبح مجوسی فانھا کالخنزیر وقد امرنا بترکھم وما یدینون بیع میں ذمی مسلم کے مانند ہے سواے شراب اور سور اور اُس مردار جانور کے جو خود بخود نہیں مر گیا بلکہ گلا دبانے یا مجوسی کے ذبح کرنے سے مرا کہ وہ سور کے مانند ہے اور ہم مامور ہیں اُنکے عدم تعرض پر اور اُنکے معتقدات کے ترک پر ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کیا کہ اہل اسلام کا عدم تعرض ان اشیا دینی اسواسطے نہیں کہ یہ چیزیں اُنکے حق میں شرعا مباح ہیں چنانچہ بعضے سمجھے ہیں بلکہ حرمت اُنکے حق میں بھی ثابت ہے کیونکہ بقول صحیح کفار مخاطب باحکام شرعیہ ہیں لیکن ہم اشیاء مذکورہ کی بیع سے روکے نہیں جاتے کیونکہ وہ اُنکی حرمت کے معتقد نہیں اور ہم مامور ہیں اُنکے اعتقادات کے عدم تعرض پر وصح شراءہ ای الکافر کما قدمناہ فی البیع الفاسد عبدا مسلما او مصحفا او شقصا منھما اور صحیح ہے کافر کو خرید کرنا مسلمان غلام کا اور مصحف شریف کا یا دونوں میں سے کچھ حصہ مول لینا یعنی ربع یا نصف غلام یا مصحف چنانچہ ہم اسکو بیع فاسد میں ذکر کر چکے ہیں و یجبر علی بیعہ اور کافر زبردستی کیجاویگی بیع کرنے پر یعنی اگر کافر غلام مسلم یا مصحف مجید کو خرید لیگا تو مالک ہو گا لیکن حاکم زبردستی اُس سے بکوا دے کیونکہ خدمت سے غلام مسلم کی ذلت ہوگی اور مصحف کی بے ادبی کا خوف ہے ولو المشتری صغیرا اجبر علیہ ولیہ فلو لم یکن لہ ولی اقام القاضی لہ ولیا اور اگر کافر مشتری صغیر ہو تو بیع پر اسکا ولی جبر کیا جاوے اور اگر صغیر کا کوئی ولی نہو تو قاضی اُسکے واسطے ولی قائم کرے تاکہ اُسپر بیع میں زبردستی کیجاوے وکذا لو اسلم عبدہ ویتبعہ طفلہ اور اسیطرح جبر کیا جاویگا بیع پر اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے اور غلام کا لڑکا غلام کا تابع ہوگا اسلام میں ولو اعتقہ او کاتبہ جاز فان عجز اجبر لبیعہ اور اگر کافر نے غلام مسلم کو آزاد کر دیا یا اسکو مکاتب کیا تو جائز ہے پھر اگر مکاتب اپنے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا تو اُسکے مالک پر بھی جبر کیا جاویگا بیع واُسکے واسطے ولو دبرہ او استولدھا سعیا فی قیمتھما اور اگر کافر نے مسلمان غلام کو مدبر کیا یا مسلمان لونڈی کو اپنا حرم بنایا تو دونوں محنت مزدوری کرینگے اپنی قیمت کے اور [illegible] ضربا او وطئھا مسلمۃ وذلک حرام اور ذمی [illegible] کیا جاوے اگر کوٹے اُس مسلمان لونڈی کے جماع کرنے سے اور یہ وطی حرام ہے فرع سئل [illegible] شارح کا من تاجر شرا المرجان یجبر علی بیعہ دفعا للفساد کخمر وغیرہ وکذا [illegible] اونٹوں کا خرید کرنا [illegible] عادت ہو قیاس بیع پر جبر کیا جاوے دفع فساد کے واسطے کذا فی النہر وغیرہ اور اسیطرح حربی نے مسلم شکار لیا تو اُسکے چھوڑ دینے کا حکم کیا جاوے ولو اسلم مقرض الخمر سقطت المستقرض فی قول ثانی اور اگر شراب کا قرض دینے والا مسلمان ہو گیا تو شراب ساقط ہو گئی یعنی اسواسطے کہ شراب کا قبضہ کرنا مسلم کو متعذر ہے اور اگر قرض لینے والا مسلمان ہو گیا تو دو روایتیں ہیں ایک روایت امام سے سقوط شراب کی ہے اور دوسری روایت اداے قیمت کی اور یہی قول محمد کا کذا فی الطحطاوی وطی زوج الامۃ المشتراۃ التی نکحھا المشتری قبل قبضھا قبض المشتری لحصولہ بتسلیطہ فصار فعلہ کفعلہ جماع کرنا لونڈی کے شوہر کا جس خریدی ہوئی لونڈی کا نکاح کر دیا اُسکے مشتری نے اُسپر قبضہ کرنے سے پہلے قبضہ ہے اُسکے مشتری کا بسبب حاصل ہونے جماع کے مشتری کے مسلط کرنے سے تو اُسکے شوہر کا فعل مشتری کے فعل کی مانند ہوا لان نکاحھا استحسانا فقط اُسکا نکاح کر دینا بلا وطی نہ قبض مشتری کا بطریق استحسان کے فلو انتقض البیع قبل القبض بطل النکاح فی قول ثانی

الفتاویٰ تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبضہ سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف کے قول پر اور یہی مختار ہے وقیدہ الکمال بما اذا لم یکن بطلانہ بموت الامۃ قبل القبض لم یبطل النکاح وان بطل البیع بغیرہ بطل المہر فقط اور بطلان نکاح کو کمال الدین نے مقید کیا ہے اس قید سے جبکہ بطلان بیع لونڈی کی موت سے نہ ہو اور اگر بیع کا باطل ہو جانا اسکی موت سے ہو قبل قبضہ کرنے کے تو نکاح باطل نہ ہوگا اگرچہ بیع باطل ہو گئی تو اسکے زوج پر مہر دینا مشتری کا لازم ہوگا اقول مشتری کے واسطے مہر کا لازم ہونا فتح القدیر میں کہیں نہیں اور شیخ شاہ [illegible] نے [illegible] کیا ہے کیونکہ [illegible] تو [illegible] بائع کے مال ہے اور مہر کا مالک مشتری ہوگا لانہ قول [illegible] بیع نقصان کی ہے کذا فی الطحطاوی۔ اشتری شیئا منقولا اذ العقار لا یبیعہ القاضی فغاب المشتری قبل القبض ونقد الثمن غیبۃ معروفۃ فاقام بائعہ بینۃ انہ باعہ منہ لم یبع فی دینہ لامکان الوصول الیہ وان جہل مکانہ بیع المبیع ای باعہ القاضی او مامورہ نظرا للغائب وادی الثمن وما فضل یمسک للغائب وان نقص یتبعہ البائع اذا ظفر بہ خرید کی چیز منقول اور مشتری قبل قبض اور قبل ادائے ثمن کے غائب ہو گیا غیبت معروفہ یعنی اسکا مکان معلوم ہے اور اسکے بائع نے گواہ قائم کئے اس پر کہ اسنے اسکو بیچا ہے شخص غائب کے ہاتھ تو وہ چیز اسکے دین میں نہ بیچی جاویگی اس واسطے کہ بائع کا جانا مشتری کے پاس ممکن ہے اور اگر مشتری غائب کا مکان معلوم نہو کہ کہاں ہے تو مبیع بیچی جاویگی یعنی قاضی اسکو بیچے یا قاضی کا مامور بیچے بنظر حال غائب کے اور ثمن بائع ادا کرے اور جو ثمن سے زیادہ ہو تو اسکو غائب کے واسطے رکھ چھوڑے اور اگر ثمن سے کم ہو تو بائع اسکا پیچھا کرے جبکہ اسکو پاوے شارح نے [illegible] منقول کی اسکے لگائی کہ زمین کو قاضی نہ بیع کریگا اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبض کے تو قاضی بائع کی نالش سے [illegible] کیونکہ بائع کا حق [illegible] متعلق نہ ہوا اور مبیع کے مرہون ہے یعنی اگر راہن بغیبت منقطعہ غائب ہو گیا اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو [illegible] بیع اسکی جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین ولو اشتری اثنان شیئا وغاب واحد منہما فللحاضر دفع کل ثمنہ ویجبر البائع علی قبول الکل و [illegible] الکل للحاضر اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اور ان میں سے ایک شخص غائب ہو یعنی اس طرح پر کہ اسکا مکان معلوم نہیں کذا فی النہر تو شخص حاضر کو اسکا کل ثمن دینا جائز ہے اور بائع پر زبردستی کیجاوے کل ثمن کے قبول کرنے پر اور حاضر کو کل مبیع کے قبضہ پر ولہ قبضہ وحبسہ عن شریکہ اذا حضر حتی ینقد شریکہ الثمن بخلاف احد المستاجرین اور حاضر کو جائز ہے مبیع پر قبضہ کرنا اور اسکو روک رکھنا اپنے شریک سے جبکہ وہ سفر سے آوے یہاں تک کہ اسکا شریک ثمن ادا کرے بخلاف احد المستاجرین کے یعنی اگر ایک مستاجر غائب ہوا قبل نقد اجرت کے سو دوسرے مستاجر حاضر نے سب اجرت دی تو اسکو حبس کرنا تا ادائے اجرت جائز نہیں والفرق ان للبائع حبس المبیع لاستیفاء الثمن فکان مضطرا بخلاف الموجر اور فرق بیع اور اجارہ میں یہ ہے کہ بائع کو حبس کرنا مبیع کا واسطے ثمن کے جائز ہے تو مشتری مضطر ہوا بخلاف موجر کے یعنی جبکہ بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوا تو مشتری حاضر کو اپنے مال سے فائدہ لینا ممکن نہیں بدون ادائے جمیع ثمن کے تو حاضر مضطر ہوا اور مضطر کو رجوع ثمن اور حبس مبیع میں اختیار ہے بخلاف احد المستاجرین کے غائب ہونے کے کہ اگر مستاجر حاضر سب اجرت دیگا تو وہ متبرع ہوگا مضطر نہیں اسواسطے کہ موجر کو حبس کا اختیار اجرت کے واسطے جائز نہیں کذا فی النہر اللہم الا اذا شرط تعجیل الاجرۃ۔ خداوندا مگر جبکہ تعجیل اجرت مشروط ہو یعنی در صورت شرط تعجیل اجرت اجارہ در حکم بیع ہوگا یہ بحث ہے صاحب نہر الفائق کی [illegible] اشتری شیئا بالف مثقال ذہب وفضۃ تنصفا ای بالمثقال فیجب خمسمائۃ مثقال من کل منہما [illegible] کوئی چیز بیچے سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے مثقال سے تو پانسو مثقال ہر ایک سے واجب ہونگے [illegible] مثقال چاندی [illegible] دونوں کی [illegible] ہے تو مثقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہے مشتری پر [illegible] مترجم کہ نہر الفائق میں کہا لیکن [illegible] میں بیان صفت جودت وغیرہ شرط ہے اور اگر یوں کہا کہ ہزار درہم اور [illegible] بیان صفت شرط نہیں کہ وہاں جید ہی مراد ہونگے ولو باعہ شیئا بالف من الذہب والفضۃ تنصفا والصرف للوزن المعہود فالنصف من الذہب مثاقیل والنصف من الفضۃ دراہم اور کسی چیز کی بیع بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے اور ہر ایک کا وزن معہود مراد ہوگا تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم مراد ہونگے

[illegible]

ہے یعنی پانسو دینار مثقالی اور پانسو درم چاندی کے مراد ہونگے لیکن یہ بیان متفاوت ہوگا [illegible] ومثلہ لہ علی کر حنطۃ وشعیر وسمسم لزمہ من کل
ثلث کل وهذا قاعدة في المعاملات كالإقرار والوصية [illegible] وبدل الإجارة وبدل الخلع وغيره [illegible] درم کی
اور نیز بیع کے اقرار میں جیسا کہ یوں کہا کہ اسکا میرے اوپر ایک کر گیہوں اور جو اور تل ہیں تو ہر ایک تہائی تہائی لازم ہوگی اور یہی تفصیل والقسام قاعدہ کلیہ ہے جیسا کہ اقرارات
مانند مہر اور وصیت اور امانت اور غصب اور اجارہ اور بدل خلع وغیرہ کے [illegible] کذا فی العینی [illegible] مہر کی صورت [illegible] ایک [illegible]
[illegible] پانسو مثقال [illegible] اور پانسو [illegible] ایک [illegible] پانسو دینار مثقالی اور پا
[illegible] علی ہذا القیاس وصیت اور امانت وغیرہ [illegible] کی مثال [illegible] ثلث [illegible]
خود شارح نے بیان کر دیا [illegible] اقرار کی مثال [illegible] گیہوں اور جو [illegible] کذا فی الطحطاوی قولہ درم [illegible]
فقط فی الذکورۃ [illegible] اور مصنف کا یہ قول [illegible] مثقال [illegible]
چودہ قیراط [illegible] وافاد الکمال ان اسم الدرہم [illegible] المتعارف [illegible] الفلوس [illegible] بیان
کیا ہے کہ درم کا نام [illegible] وافاد فی النہر ان قیمتہ تختلف باختلاف الازمان
فافی الفلوس [illegible] نصفا او ثلثہ [illegible] اعتبر [illegible] العرف [illegible] الفضۃ [illegible]
[illegible] نصف درہما نقصان [illegible] درم کی قیمت مختلف ہے باعتبار [illegible]
[illegible] چاندی [illegible] اعتبار ہوگا [illegible]
[illegible] درم چاندی کے درم کی طرف [illegible] درم چاندی [illegible]
[illegible] اور [illegible] درم [illegible]
[illegible] صاحب نہر [illegible]
[illegible] وافاد المصنف ان النقرة تطلق على الفضة والذهب [illegible] على الفلوس [illegible]
[illegible] فالعمل على الاستعمالات القديمة [illegible]
[illegible] اور مصنف نے اپنی شرح [illegible] چاندی اور [illegible] فلوس [illegible]
[illegible] مرجح [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] المال
[illegible] وقال ابو یوسف [illegible]
[illegible] ابو یوسف [illegible]

چنبر ہے اور کیسہ درم اس کے بنیر ہو لیکن استحسان سے چنانچہ اگر ستو ڈالا ویہ پر جبہ درم ہون تو یہ شل جائز ہے اور اسی قول کو پسند کیا ہے ابن کمال نے فتوی دینے کیواسطے
کتاب النہ اور اسی قول کو ترجیح دی ہے بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرنبلالیہ مین تو اسیکا فتوی دیا جاوے ہم ستو قدوم جسپر چاندی کا شیرہ ہوا ویہ پر جبہ دو درم چھوٹے والقدر
سلطانی زمین بنا ہو ولو تخذ اوباض ظبی فی ارض رجل او تکسر فیہا ظبی ای انکسر رجلہ بنفسہ فلو کسرہا رجل کان للکاسر لا للاخذ فہو
للسابق ایضا اور اگر کسی نے بچھیا انڈا دیا ایک مرد کی زمین مین یا ہرن کا پاؤن اسمین خود بخود ٹوٹ گیا تو وہ اسکا مملوک ہے جسنے اسکو پایا اور لیا کیونکہ اسکا قبضہ مباح
چیز پر پہلے ہو لیا تو اگر کوئی مرد اسکے پاؤن کو توڑیگا تو ہرن توڑنے والے کا ہوگا نہ پکڑنے والے کا الا اذا ہیأ ارضہ لذلک فہو لہ مگر جبکہ صاحب زمین نے اپنی زمین
کو اسکے واسطے مہیا کر رکھا ہو تو صاحب زمین اسکا مالک ہوگا نہ اخذ او کان صاحب الارض قریبا من الصید بحیث یقدر علی اخذہ لو مد یدہ فہو لصاحب
الارض لتمکنہ منہ فلو اخذہ غیرہ لم یملکہ نہر یا زمین کا مالک شکار سے قریب ہو اسطرح کہ قادر ہو اسکے پکڑ لینے پر اگر اپنا ہاتھ پھیلا دے تو وہ شکار زمین کے
مالک کا ہے بسبب اسکے قادر ہونے کے شکار پر تو اگر شکار غیر مالک پکڑ لیگا تو اسکا مالک نہوگا کذا فی النہر وکذا مثل ما مر صید تعلق بشبکۃ نصبت للجفاف
او دخل دار رجل ودرہم او سکر نثر فوقع علی ثوب لم یعد لہ سابقا ولم یکفہ لاحقا فلو اعدہ او کفہ ملکہ ہذا المحصل اور اسیطرح مسئلہ کو مسئلہ نہر ہے
وہ شکار جو پھنس گیا اس جال میں جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا شکار داخل ہوگیا ایک مرد کے گھر میں اور درم یا شکر جو اچھالا گیا لٹنے والون کے واسطے سو
اس کپڑے پر پڑے جو سابق سے درم یا شکر لینے کے واسطے مہیا نہین کر رکھا اور نہ کپڑا سمیٹا گیا لینے کے بعد تو اگر درم اور شکر لینے کے واسطے کپڑا مہیا کیا ہو یا کپڑا سمیٹ لیا
بعد پڑنے درم اور شکر کے تو کپڑے کا مالک درم اور شکر کا مالک ہوگا اس فعل سے **فروع** مسائل لمحۃ شارح کے عسل النحل فی ارضہ ملکہ مطلقا لانہ صار من انزالہا

اور ہ لا اضافۃ ۱۲

شہد مکھی کا جو اسکی زمین میں ہو تو وہ اسکا مالک ہوگا مطلقا خواہ زمین شہد کے واسطے مہیا ہو یا نہو اسواسطے کہ شہد زمین کی زیادات میں سے ہوگیا ہم انزال بالفتح
جمع نزل بالضم بمعنی ریع و زیادت فرع کذا فی الطحطاوی وشری دارا فطلب المشتری ان یکتب لہ البائع صکا لایجبر علیہ ولا علی الاشہاد
والحق حجۃ الیہ الا اذا لم یات بشہود وصک فلیس لہ الامتناع من الاقرار گھر خرید کیا اور مشتری نے بائع سے بیعنامہ لکھا جانا چاہا تو اسپر زبردستی نہ کیجاویگی
اور نہ گواہ کرنے پر اور یہ مکان ہے اجر کل پر شاہد کرنے پر مگر جبکہ مشتری بائع کے پاس شاہد عدول اور بیعنامہ لایا تو بائع کو اقرار بیع سے امتناع جائز نہیں ہم صکا وقبالۃ ہی
جسمین قبالہ بیع یا قبض ثمن کا اقرار ہو بائع پر بیعنامہ یا اشہاد کے واسطے جبر اس لئے جائز نہیں کہ یہ تقاضا عقد بیع سے نہیں ہے اور شاہد عدول کی قید بنظر مشتری اسکے ہے اسواسطے کہ
مشتری عدول ہی شاہدون کو لاویگا مزید اعتماد کے واسطے الا اگر مشتری فاسق گواہون کو لاویگا تو بائع پر شہادہ ضروری نہیں کذا فی الطحطاوی نشری قطنا فغزلتہ امرأتہ فکلہ
روئی خرید کی سو اسکی زوجہ نے اسکا سوت کاتا تو سوت مرد کا ہے مگر چونکہ زوجہ نے اجرت کاتنے کی شرط نہین کی تو ظاہر زوج پر اجرت لازم نہوگی المرأۃ اذا کفنت بلا اذن
الورثۃ کفن مثلہ رجعت فی الترکۃ زوجہ نے جبکہ بلا اذن ورثہ کے زوج کو کفن مثل دیا تو ترکہ زوج سے ولو اکثر لا ترجع بشئ قال رحمہ اللہ ولو قیل ترجع بقیمۃ کفن المثل
لا یبعد اور اگر کفن زائد ہو کفن مثل سے تو زوجہ کو رجوع ترکہ سے جائز نہیں قال رحمۃ اللہ علیہ کہا اور اگر یون کہا جاوے کہ کفن مثل کی قیمت ترکہ سے لے تو بعید نہیں طحطاوی کہا
کہ مرجع ضمیر قال میں مطلع نہیں ہوا اور ظاہر مرجع ضمیر لفظ کا مصنف ہی ہے جبکہ شارح نے یہ فروع نقل کی ہیں اور بعید نہیں کہ خود شارح مرجع ضمیر ہو واللہ اعلم اکتسب حراما
واشتری بہ او بالدراہم المغصوبۃ شیئا قال الکرخی ان نقد قبل البیع تصدق بالربح والا لا وہذا قیاس وقال ابو بکر کلاہما سواء ولا یطیب لہ
کسب حرام سے کچھ پیدا کیا اور اس سے یا درم مغصوبہ سے کوئی چیز خرید کی کرخی نے کہا کہ اگر ثمن دیا قبل بیع کے تو منافع فائدے کو خیرات کرے اور اگر قبل بیع ثمن نہیں دیا تو خیرات
نہ کرے اور یہ قول قیاس ہے اور ابوبکر نے کہا کہ قبل بیع اور بعد بیع کے دونوں برابر ہیں اور اسکو فائدہ لینا حلال نہیں ہم تصدق کرنا منفعت کا درم مغصوبہ کی ضمان کے
بعد مراد ہے اور ظاہر قول ابوبکر کا استحسان ہے تو وہی معتمد ہوگا اور کسب حرام کی ایک صورت یہ ہے کہ غلام کو غصب کیا اور اسکو بعوض دوسرے غلام کے بیچا پھر دوسرے غلام کو بعوض
عرض کے بیچا پھر عوض کو درم سے بیچا تو امام کے نزدیک قیمت عبد مغصوب کی ضمان سے جسقدر زیادہ منفعت حاصل ہو اسکو تصدق کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ کذا
رسالہ ۱۲

ولو اشترى ولم يقل بهذه الدراهم واعطى من الدراهم اور اسیطرح اگر کوئی چیز خریدی اور یہ نہ کہا کہ بعوض ان دراہم کے خریدی اور ثمن دیا ان دراہم سے تو بھی [illegible]
سے ہم فتاویٰ عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ اگر مال غصب کیا اور بیچا اور مضاربت میں مخالف مالک کے عمل کیا اور فائدہ حاصل ہوا تو امام کے قول میں زائد مال کو تصدق کرے
اور ابو یوسف نے کہا کہ زائد مال اسکو حلال ہے اور اگر کوئی چیز بغیر غصب [illegible] اور غصب کا ثمن دیا یا بعوض غصب خریدی اور ثمن غصب سے ثمن دیا تو وہ بھی اسیطرح ہے [illegible]
کے قول میں اور سالم نے کہا کہ اسمیں تصدق نہ کرے کذا فی الطحطاوی دفع ماله مضاربة لرجل جاهل جاز اخذ ربحه ما لم يعلم انه اكتسب الحرام [illegible]
مضاربت کے اس مرد کو جو مسائل مضاربت سے جاہل ہو تو اسکی منفعت لینا جائز ہے جب تک معلوم نہو کہ اسنے کسب حرام سے حاصل کیا ہم طحطاوی نے کہا [illegible]
جو خانیہ میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے کچھ خریدا [illegible] تو اسکو کرنا چاہیے [illegible]
[illegible] سوال کرے من [illegible]
لا يجوز له اخذه ما لم يقل حين دعى ليأخذه من اراد جب اپنا [illegible] تو اسکو اسکا لینا جائز نہیں جب تک کہ اسنے اپنا [illegible]
یوں نہ کہا ہو کہ اسکا لیجانا جس کا جی چاہے ہم یہ قول ظاہر الاباحت ہے کیونکہ موہوب له [illegible] اور مباح له [illegible] مباح کا بیع کی ملک پر جائز ہے اور جبکہ اباحت
عدم اباحت کا قول معلوم ہو تو ظاہر لینا جائز نہیں کیونکہ بقاء ملک مالک اول ہے کذا فی الطحطاوی وباع الاب ضيعة طفله والاب مفسد فاسق لم يجز بيعه
استحسانا باپ نے طفل کی زمین بیچی اور حالانکہ باپ مفسد فاسق ہو تو اسکی بیع جائز نہیں بطریق استحسان کے شرى لطفله على ان لا رجوع عليه بالثمن
جاز وهو كالهبة استحسانا اور اگر باپ نے اپنے طفل کی کوئی چیز خریدی اس شرط پر کہ ثمن پر رجوع نہ کریگا تو جائز ہوا اور یہ خرید ہبہ کی مانند ہے بطریق استحسان کے
قال لاسير اشتر لي او فكني فشراه رجع بما ادى كانه اقرضه [illegible] اسیر نے کہا کہ مجھکو خرید یا مجھکو خلاص کر تو اسنے اسکو خرید لیا تو جو اسنے دیا [illegible]
سے [illegible] اسکو قرض دیا ہم [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible]
الفصولين ولو قال بالف فشراه باكثر لم يلزمه الفضل لانه تخليص لا شراء اور اگر اسیر نے کہا کہ مجھکو مثلاً ہزار درہم سے خرید کر [illegible] اسکو زیادہ [illegible]
خرید کیا تو اسیر ہزار درہم سے زیادہ لازم نہوگا اسواسطے کہ خلاص کرنا ہے خرید کرنا [illegible] ہم جامع الفصولین میں لزوم رجوع فصل مذکور ہوا اور تعلیل تخلیص [illegible]
كذا في الطحطاوي [illegible] اشترى دارا [illegible] جيرانه ان على الدوام يمنع [illegible] يتحمل منه اور اگر کوئی گھر خریدا اور [illegible]
اسکے ہمسائے ایذا پانے لگے تو اگر دائماً علی الدوام کرتا ہو تو منع کیا جاوے اور اگر گاہ گاہ کرتا ہو تو [illegible] کرنا چاہیے ہم جامع الفصولین میں ہے ایسے مسائل میں قیاس
یہ ہے کہ جو اپنے ملک خالص میں تصرف کرے وہ روکا نجاوے اگرچہ غیر کو ضرر ہو لیکن [illegible] قیاس ترک کیا ہے [illegible] کہا اسکو اکثر مشائخ نے [illegible]
اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی شرى لحما على انه لحم ضأن فوجده لحم معز له الرد گوشت خریدا اس شرط پر کہ وہ بھیڑ کا گوشت ہے اور اسکو
بکری کا گوشت پایا تو اسکو پھیر دینا جائز ہے ہم [illegible] بکری کو بھی شامل ہے [illegible] بھیڑ کے ساتھ مخصوص ہو قال زن لي من هذا
اللحم ثلثة ارطال فوزن له اجبر من هذا الخبز فوزن [illegible] مشتری نے کہا کہ مجھکو اس گوشت سے تین رطل تول دے سو اسنے تول دیا تو مشتری پر جبر کیا جاویگا
اسکے لینے پر اور اگر کہا کہ اس روٹی میں سے تول دے اور اسنے تول دی تو اسکو لینے کے واسطے جبر نہوگا شرى بيضا او جوزا فاذا هو مذر او شرى البطيخ فاذا
هو مذر القثاء [illegible] انڈا خریدا [illegible] خریدا [illegible] تو [illegible]
اوسکا پھیر دے اور اگر [illegible] صاحب الزجاج فقد قال له
قد حاينظره [illegible] على اقداح فانكسرت ضمن الاقداح لا القدح ایک شخص نے خرید کی گفتگو کی شیشے والے سے اور اسنے پیالہ دیا کہ اسکو لیجیے اسکے ہاتھ
پیالہ گر پڑا اور پیالوں پر گرا وہ ٹوٹ گئے تو تاوان دے پیالوں کا نہ اُس پیالے کا جو گر پڑا ہم پیالوں کا ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ لوگوں کے اطلاع میں [illegible] نہیں

اور جس جانے کا ضمان اسواسطے نہیں کہ وہ مقبوض علی سوم الشراء یا علی سوم النظر ہے بلا بیان ثمن تو وہ امانت ہے کہ بلا تعدی ہلاک ہوئی لہذا مطلقاً ضمان نہیں شرح
شجرۃ بالها ادفی قلعها من الاصل ضرر بالبائع یقطعها من وجه الارض من حیث لا یتضرر به البائع ولو انهدم من سقوطها حائط ضمنت
القالع مالو لم تقلعه ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اسکے اکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہے تو اسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہاں سے بائع کو ضرر نہو اور اگر
اسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جائے تو درخت کا اکھاڑنے والا اسکا تاوان دے جو اسکے اکھاڑنے سے پیدا ہوا دفع دراهم زیوفا فکسرها المشتری لا شیء علیه
ونعم ما صنع حیث غشه خانیه وکذا لو دفع المبیع لینظر الیه فکسره کھوٹے درم دیئے سو مشتری نے انکو توڑ ڈالا تو اسپر کچھ تاوان نہیں اور اسنے بہت اچھا
کیا کہ بائع نے اسکو دغا دی اور خیانت کی اور اسیطرح اگر اسنے اسکو دیا تا وہ اسکو دیکھے اور اسنے اسکو توڑ ڈالا تو اسپر کچھ نہیں ہم مناسب یہ تھا کہ شارح بجائے
مشتری بائع کو دیتا یا یہ کہتے بعوض مجہول ہے کہ دونوں پر بائع اور مشتری صادق آتا ہے لا باس ببیع المغشوش اذا بین غشه او کان ظاهرا یری کذا
قال ابو حنیفه رحمه الله فی حنطة تخلط فیها الشعیر والشعیر یری لا باس ببیعه وان طحنه لا یبیعه کچھ مضائقہ نہیں مغشوش چیز کی بیع میں جبکہ بائع اسکی
ملاوٹ بیان کردے یا ملی چیز ظاہر ہو کہ مشتری اسکو دیکھتا ہو اور اسیطرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا اس گیہون کے حق میں جسمیں جو مخلوط ہوں اور جو نظر آتے ہوں اسکی بیع
کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مخلوط کا آٹا پیسا تو نہ بیچے ہم اسواسطے کہ پیسنے سے امتیاز نہیں ہوتا ہاں اگر بیان کرے تو بیع جائز ہے وقال الثانی فی رجل معه فضة نحاس
لا یبیعها حتی یبین اور ابو یوسف نے کہا اس مرد کے حق میں جسکے پاس تانبا ملی چاندی ہو کہ اسکو بیع نہ کرے یہانتک کہ بیان کرے وکل شیء لا یجوز فانه ینبغی
ان یقطع ویعاقب صاحبه اذا انفقه وهو یعرفه اور جو چیز کہ جائز نہیں ہو لائق یہ ہے کہ کاٹ ڈالی جاوے اور اسکا مالک سزا دیا جاوے جبکہ مغشوش کو وہ خرچ کرے
جانکر جبکہ شری فلوسا بکذا فدفعها الیه قال هی بدرهمک لا ینفقها حتی یعدها پیسے خریدے کچھ درم کے عوض سو بائع نے اسکو پیسے دیئے اور کہا کہ یہ پیسے تیرے
درم کے عوض ہیں تو انکو خرچ نکرے جب تک کہ شمار نکرے ہم ظاہر شمار کرنا اس صورت میں ہے جبکہ بیع بطریق عادت کے ہوئی ہو بطریق وزن کے شمار کرنا احتمال ہے
ضروری ہوا کہ شاید درم با عیب ہوں تو واپس کے خرچ کرتا اسکے بعد معلوم ہو کہ کتنے پیسے تھے شری بالدراهم الزیوف ای النفی باقل مما اشتری بالجیدة حل له ای
خرید کی کھوٹے درم دیئے اور جسقدر کھرے درم سے مول لیتے ہیں اسکے کم سے راضی ہوگیا تو اسکو حلال ہے یعنی ایک چیز کھرے درم سے مثلاً سیر بکتی ہے اور اسنے کھوٹے درم
سے آدہ سیر لی راضی ہو کر تو اسکے واسطے حلال ہے شری شیئا یعقد علی انه لو فی عشرة ایام قیدا ثم یجی لیعطیه الثمن لا اجل کر کے خریدے یعنی دس دن میں ثمن لا دیگا
اگر اسکا ثمن بیجر قید میں ادا کریگا تو جائز نہیں بسبب مجہول ہونے مدت کے باع ارضا بشرط ان الخراج علی المشتری فهو فاسد ایک شخص نے اپنی
بیچا اس شرط پر کہ ساری زمین کا خراج مشتری پر ہے تو بیع فاسد ہے یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں ہے اور اسمین بائع کا فائدہ ہے اخذ الخراج من الاکار له
ان یرجع علی الدهقان استحسانا خراج لیا گیا کاشتکار سے تو اسکو زمیندار سے پھر لینا بطریق استحسان جائز ہے شری الکرم مع الغلة وقبضه ان رضی الاکار جاز
البیع وله حصته من الثمن وان لم یرض لم یجز بیعه انگور کے درخت خریدے پھلوں کے ساتھ اور اسپر قبضہ کیا اگر کاشتکار راضی ہو تو بیع جائز ہے اور کاشتکار کو
بقدر اسکے حصہ کے ثمن ملیگا اور اگر وہ راضی نہیں تو اسکی بیع جائز نہیں ہم مراد وہ کاشتکار ہے جسکا پھلوں میں حصہ ہے قضاة در مختار وقال الفقیه والا فرده علی
فقبله ولم ینفقه له رده استحسانا بخلاف جاریة وجدتها معیبا فقال اعرضها او بعها فان نفقت والا ردها فعرضها علی البیع سقط
الرد مشتری نے بائع کو درم دیئے اور کہا اسکو خرچ کر اور اگر خرچ نہو تو مجھکو پھیر دے سو بائع نے اسکو قبول کیا اور خرچ نہوئے تو اسکو پھیر دینے کا اختیار ہے بطریق
استحسان کے بخلاف اس لونڈی کے جسکو مشتری نے معیوب پایا سو اسنے بائع سے کہا کہ اسکو بیچنے کو پیش کر یا بیچ ڈال سو اگر بک جائے تو بہتر ہے والا مجھکو پھیر دے سو مشتری
نے اسکو بیچنے کے واسطے پیش کیا تو پھیر دینا ساقط ہوگیا ہم دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ درم مقبوض میں حق قابض نہیں بلا خرید بخلاف آمرت فی المعین کہ جن میں
قابض کا ملک ہونا اسمیں باعتبار ظاہر کے ہے کذا فی الطحطاوی بحث قال ابو حنیفه رحمه الله اذا وطی رجل امته ثم زوجها مکانه فللزوج وطئها بلا استبراء

وقال ابو یوسف استقبحہ ولا نفتی بہا حتی تحیض حیضۃ کما لو اشتراہا کما سیجیء فی الحظر والکل من الملتقط امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے کہا اگر کسی نے اپنی لونڈی سے وطی کی پھر اسکا نکاح کر دیا ہے تو زوج کو اسکی وطی بلا استبراء جائز ہے اور ابو یوسف نے کہا کہ میں اسکو قبیح جانتا ہوں اور زوج اسکا قربت نکرے جب تک اسکو ایک حیض نہ آوے جیسے اسکو خرید کرے تو بہتر الازم ہے چنانچہ آویگا کتاب الحظر میں اور یہ سب فروع ملتقط سے ملتقط ہیں [illegible] کتاب النکاح میں فتح وغیرہ سے نقل کیا ہے اور یہ جو کتاب الحظر کا حوالہ ہے سو شاید ملتقط کی عبارت میں ہوگا والا در المختار میں کو نہیں کذا فی الطحطاوی ما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقہ بہ جو باطل یعنی فاسد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی شرط فاسد سے اور اسکی تعلیق شرط سے صحیح نہیں وہ بیع اور قسمت اور اجارہ اور اجازت اور رجعت اور صلح عن المال اور ابراء عن الدین اور عزل وکیل اور اعتکاف اور مزارعہ اور معاملہ اور اقرار اور وقف اور تحکیم ہے ھھنا اصلان احدھما ان کل ما کان مبادلۃ مال بمال یفسد بالشرط الفاسد کالبیع وما لا فلا کالقرض یہاں دو قاعدے ہیں ایک قاعدہ یہ ہے کہ جو مال کا مبادلہ مال سے ہو وہ شرط فاسد سے فاسد ہو جاتا ہے چنانچہ بیع وغیرہ اور جو مبادلہ مال کا مال سے نہیں وہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا چنانچہ قرض وغیرہ [illegible] ثانیہما ان کل ما کان من التملیکات او التقییدات کرجعۃ یبطل تعلیقہ بالشرط فی الاصح [illegible] لکن فی اسقاطات التزامات [illegible] بالملائم بہذا سیاق [illegible] فالاول ربعۃ عشر علی ما فی الدرر والکنز واجارۃ الوقایۃ [illegible] باطل [illegible] بلکہ لا یبطل عقودنا بنا فی البیع الفاسد [illegible] والقسمۃ [illegible] قولہ اذا جاء رأس الشہر فقد ابرأتک دار [illegible]

قول مین خاصت واسطے کہ گھر کو فارغ کردے اور نہین تو کرایہ اُسکا ہر مہینے مین اتنا ہو جائز ہے چنانچہ متفرقات اجارہ مین آویگا باوجودیکہ تعلیق ہے [illegible] ولا اجازة

بالزای فقول البکر اجزت النکاح ان رضیت امی مبطل للاجازة بزازیہ اور اجازت بڑے مسجمہ تو باکرہ کا یون کہنا کہ مین نے نکاح کو جائز کیا اگر میری ماں راضی ہو مبطل اجازت [illegible]

کما لذا فی البزازیة وکذا کل ما لا یصح تعلیقه بالشرط اذا انعقد موقوفا لا یصح تعلیق اجازته بالشرط فقصرها علی البیع قصور کما وقع فی المنح

اور اسیطرح جسکی تعلیق شرط پر صحیح نہین یعنی جسمین تملیک یا تقیید ہو جبکہ وہ موقوف منعقد ہو تو اُسکی تعلیق صحیح نہین شرط پر کذا فی البحر تو منحصر کرنا تعلیق اجازت کا بیع

قصور بیان ہے چنانچہ منح الغفار مین واقع ہوا ہے ھم طحطاوی نے کہا منح الغفار مین بیع کی تمثیل واقع ہوا اور مثال سے تخصیص ثابت نہین ہوتی اور کلیہ صاحب بحر کو مصنف نے

خود ذکر کیا ہے یعنی تو اب کچھ قصور نہ رہا والرجعة قال المصنف انما ذکرتها تبعا للکنز وغیرہ قال شیخنا فی بحرہ وھو خطاء والصواب انها لا تبطل بالشرط اعتبارا لها

باصلها وهو النکاح واطال الکلام لکن تعقبه فی النهر فرقا بانها لا تفتقر لشهود ومهر ولم یجعل امة علی حرة نکحها بعد طلاقها وتبطل بالشرط

بخلاف النکاح اور رجعت مصنف نے کہا شرح مین کہ مین نے رجعت کو باتباع کنز وغیرہ کے ذکر کیا ہے ہمارے استاد نے اپنی کتاب بحر الرائق مین کہا رجعت کا

یہان ذکر کرنا خطا ہے اور ٹھیک بات یہ ہے کہ رجعت شرط سے باطل نہین ہوتی باعتبار اپنی اصل کے اور وہ اصل نکاح ہے یعنی جیسے رجعت کی اصل یعنی نکاح شرط سے باطل نہین ہوتا ویسے ہی

رجعت بھی باطل نہین ہوتی اور صاحب بحر نے یہان بہت گفتگو دراز کی ہے لیکن نہر الفائق مین اُسپر اعتراض لیا ہے اور فرق بیان کیا ہے رجعت اور نکاح مین اسطرح پر کہ رجعت مین گواہ اور

مہر کی حاجت نہین اور مرد کو رجعت کرنا لونڈی کا اُس حرہ پر جس سے نکاح کیا بعد اسکے طلاق کے جائز ہے اور رجعت باطل ہوتی ہے شرط سے بخلاف نکاح کے کہ اُسمین گواہ ضرور ہین اور مہر کی حاجت ہے

اور نکاح لونڈی کا حرہ پر جائز نہین اور نکاح باطل نہین ہوتا شرط سے ھم طحطاوی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ اعتراض قوی نہین [illegible]

احکام مین بھی اور تعجب ہے صاحب نہر سے کہ اُسنے صورت رجعت کو مخالفت کی صورت مین ذکر کیا والصلح عن مال علی مال [illegible] کذا فی الدرر وغیرها

وفی النهر الظاهر الاطلاق حتی لو کان عن سکوت او انکار کان فداء فی حق المنکر ولا یجوز تعلیقه [illegible]

کہ اگرچہ صلح سکوت یا انکار سے ہو تو بھی فدیہ ہوگا حق منکر مین اور اسکی تعلیق جائز نہین ھم حلبی نے کہا کہ حق تفصیل ہے [illegible] شرط فاسد سے باطل ہوتا ہے یعنی معاوضہ

مالیہ ہو سکوت اور انکار کی صلح معاوضہ ہے اسیلئے [illegible] اسکی تعلیق صحیح نہین لیکن کلام ہے اُسکے بطلان مین شرط فاسد سے والابراء عن الدین لانه تملیک من وجه اور قرض

سے بری الذمہ کرنا کیونکہ وہ تملیک ہے [illegible] منح الغفار مین ہے کہ ابراء عن الدین [illegible] اگرچہ اسمین معنی اسقاط [illegible]

مین [illegible] شرط سے باطل [illegible] الا

اذا کان الشرط متعارفا تعلیق ابراء صحیح نہین مگر جبکہ شرط مشہور ہو چنانچہ [illegible] زوج سے کہا کہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرطیکہ تو تجدید نکاح کرے بعوض مہر کے

اور اسکا مہر مثل ہو [illegible] تو وہ بری الذمہ ہوگا بدون شرط کے کذا فی الطحطاوی [illegible] باب کو معلق

کرے امر ماضی محقق پر چنانچہ طالب کا مدیون سے کہنا کہ اگر تو نے فلان چیز [illegible] شریک کو دی تو البتہ مین نے تجھکو بری الذمہ کیا اور حال یہ ہے کہ مدیون اُسکا شریک کو دے چکا ہے تو تعلیق مذکور

صحیح ہے وکذا بموته ویکون وصیة ولو لوارثه علی ما بحثه فی النهر اور اسیطرح تعلیق صحیح ہے طالب کی موت سے اور تعلیق وصیت ہوگی اگرچہ اپنے وارث کے واسطے ہو

چنانچہ صاحب النہر نے اسکو بطریق بحث کے ذکر کیا ہے وعزل الوکیل والاعتکاف اور معزول کرنا وکیل کا اور اعتکاف ھم چنانچہ یون کہنا [illegible]

[illegible] اللہ تعالی کے واسطے [illegible] اعتکاف [illegible] تعلیقهما بالشرط

[illegible] نہین [illegible] شرط سے جائز نہوگی وهذا فی احدی الروایتین کما سیعلم فی النهر اور یعنی عدم جواز

تعلیق دو روایتون مین سے ایک روایت ہے [illegible] تعلیق بالشرط جائز ہے اور عدم جواز تعلیق اعتکاف

منافی [illegible] اعتکاف [illegible] معلق کے جواز [illegible] ثابت ہے اور جب اُسکی تعلیق صحیح ہوئی تو شرط فاسد سے باطل نہین ہو سکتا

جاسکتا یعنی یوں ہی کہ جسکی تعلیق شرط پر جائز ہے وہ شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتا انتہی والصحیح الحاق الاعتکاف بالنذر اور ملحق کرنا اعتکاف کا نذر سے یعنی مجاور
منذور کے ساتھ صحیح ہے [illegible] یوں کہنا اگر میں [illegible] کہ صحت تعلیق اعتکاف کی صحیح ہے کیونکہ وہ عبادات سے ہے اور اسکی صحت تعلیق منذور میں ہی ہے اگر وہ عبادات سے ہو جسکی وہ
ملحق ہے [illegible] والمزارعۃ اور مزارعت جیسے یوں کہنا اگر میں نے اپنی زمین تجھکو بطریق مزارعت دی اس شرط پر کہ تو مجھکو اتنا قرض دے یا فلانا شخص آوے والمعاملۃ ای المساقاۃ کما مر
اور معاملہ یعنی درختوں کی سینچائی جیسے یوں کہنا اگر میں نے تجھکو اپنا باغ بطور مساقات کے دیا بشرط قرض فمزارعت ومساقات کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں کیونکہ دونوں اجارہ ہیں والاقرار اور اقرار
اسطرح کہ [illegible] کی چیز [illegible] اگر [illegible] مجھکو قرض دے یا فلانا شخص آوے بحر الرائق میں کہا اقرار [illegible] وفات کے [illegible] اسکی تعلیق صحیح نہیں وہ باطل ہوتا ہی شرط فاسد سے
الا اذا علقہ بمجیء الغد او بموتہ فیجوز ویلزمہ الحال [illegible] اقرار باطل نہیں ہوتا شرط سے مگر جب اسکو کل کے آنے یا اپنی موت پر معلق کرے تو جائز ہے اور فی الحال لازم ہو جاتا ہے کذا فی العینی وفی البحر
[illegible] ہوگا [illegible] اور دعوی مدت کا باطل مگر جبکہ مدت شہادت یا ولایت کی اقرار سے ثابت ہو یا اگر کہا گواہ ہو کہ فلانے شخص کے ہزار
درہم [illegible] ہیں اگر [illegible] خواہ وہ زندہ [illegible] مر جاوے کذا فی الطحطاوی والوقف اور وقف کی تعلیق صحیح نہیں جیسے یوں کہنا اگر میرا بیٹا آیا تو میں نے وقف کیا اگر فلانا
شخص سفر سے آوے والراجح صحۃ التحکیم کما فی الحلیۃ ای اہل الشہر فاحکم بیننا لانہ صلح معنی فلا یصح تعلیقہ [illegible] وعلیہ الفتوی کما فی
قضاء الخانیۃ اور [illegible] جیسے یوں کہنا [illegible] کہ جب مہینہ کا چاند ہو تو تجھکو حکم کرتے ہیں ہمارے درمیان [illegible] صلح ہے فی الحقیقۃ تو اسکی تعلیق اور زمانہ
مستقبل کی طرف اضافت [illegible] صحیح نہیں ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ خانیہ کی کتاب القضا میں ہے [illegible]
تعلیق [illegible] صحیح نہیں [illegible] کے ساتھ صحیح نہیں [illegible] قول محمد [illegible] اسکی تعلیق اور اضافت صحیح ہے [illegible] فی البزازیۃ
[illegible] بالشرط الفاسد [illegible] علی ما فی الاشباہ اور [illegible] جو شرط فاسد سے باطل [illegible] الابطال [illegible] شرط فاسد سے باطل ہو جاتا ہے اور
[illegible] ابطال الاجل [illegible]
مجھکو فلانی چیز [illegible] کرے اور [illegible] ہوگیا [illegible] الابطال باطل ہے اور [illegible] باقی ہے فما یصح ولا یبطل بالشرط الفاسد لعدم المعاوضۃ المالیۃ سبعۃ وعشرون علی ما عدہ المصنف تبعا للعینی
[illegible] ثمانیۃ اور جو مسائل کہ صحیح ہیں اور شرط فاسد سے باطل نہیں ہوتے بسبب [illegible] معاوضہ مالیہ کے وہ ستائیس ہیں چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں [illegible] عینی [illegible]
اور [illegible] مسائل [illegible] زیادہ [illegible] ستائیس [illegible] چنانچہ [illegible] معلوم ہوگا القرض والہبۃ والصدقۃ والنکاح والطلاق والخلع والعتق والرہن
[illegible] قرض [illegible] طلاق [illegible] خلع [illegible] عتق [illegible] رہن [illegible] اتنا قرض دیا اس شرط پر کہ تو ایک مہینہ میری خدمت کرے تو [illegible] شرط [illegible] قرض [illegible] باطل [illegible]
[illegible] اس شرط پر کہ [illegible] کا بچہ [illegible] تجھکو [illegible] نکاح صحیح ہوا اور شرط فاسد [illegible]
[illegible] طلاق [illegible] اختیار [illegible] تو طلاق واقع ہوگی اور [illegible] غلام [illegible] آزاد
[illegible] اس شرط پر کہ [illegible] مہینہ میری خدمت کرے [illegible] تو وہ غلام [illegible]
باطل ہے اور رہن صحیح ہے کذا فی الطحطاوی والایصاء ای جعلتک وصیا علی ان تتزوج بنتی اور کسیکو اپنا وصی مقرر کرنا چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجھکو وصی مقرر کیا اس شرط پر کہ تو میری بیٹی سے
نکاح کرے والوصیۃ اور وصیت چنانچہ یوں کہنا کہ [illegible] تیرے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اس شرط پر کہ تو [illegible] میری بیٹی سے [illegible] کرے [illegible] اور وصیت صحیح ہے اور شرط لغو ہے والشرکۃ
اور شرکت چنانچہ یوں کہنا کہ تجھکو میں نے اپنا شریک کیا اس شرط پر کہ تو مجھکو اتنا تحفہ دے والمضاربۃ اور مضاربت اسطرح کہ اسکو ہزار درہم دئیے اس شرط پر کہ رب المال مضارب کو ایک سال زراعت
واسطے [illegible] تو شرط باطل ہے اور مضاربت صحیح ہے کذا فی النہر والقضاء والامارۃ کولیتک بلد کذا علی ان [illegible] صح وبطل الشرط فلہ عزلہ بلا جنحۃ
اور اسطرح [illegible] قاضی کرنا [illegible] حاکم اور امیر مقرر کرنا چنانچہ بادشاہ کا یوں کہنا کہ میں نے تجھکو فلانے شہر کا والی مقرر کیا [illegible] تو صحیح ہے اور شرط باطل [illegible] تو بادشاہ کو ہے اسکے معزول کرنے کا
اختیار [illegible] وہل یشترط [illegible] السلطان [illegible] التابید [illegible] فی

اطلاق الصحۃ ہوگا اور قاضی امین یا امیر ایسی کے عزل کرنے کی صحت میں یہ خیال ہے کہ اسکو ہمیشہ کے واسطے سلطان نے مقرر کیا یوں کہنا گیا شرط ہو کہ میں نے تجھ کو ہمیشہ [illegible] منصب پر [illegible] رجوع کیا یعنی علاوہ اسکے [illegible] اور شرط [illegible] الطلاق صحت کو پسند کیا ہے یعنی خواہ رجوع کرے یا رجوع نکرے ہر وقت معزولی کا بادشاہ کو اختیار ہے وفی البزازیۃ لو شرط علیہ ان لا [illegible] فلا [illegible] البحر [illegible] التعلیق بالشرط اور بزازیہ میں ہے کہ اگر بادشاہ قاضی سے یہ شرط کرے کہ تو رشوت نہ لے اور [illegible] اور شرط [illegible] صحیح ہے یعنی اگر [illegible] کوئی فعل کریگا تو معزول ہوگا اور زمان گذشتہ کا اسکا حکم باطل ہوگا اور اسکا حکم [illegible] نافذ ہوگا [illegible] اگر اسکا قضیہ پیش ہو تو آپ فیصل کرے کذا فی الطحطاوی عن البزازیۃ والکفالۃ ۱۵ فضولی اسطرح کہ [illegible] ۱۶ حوالہ اسطرح [illegible] اس شرط سے کہ [illegible] ۱۷ اذا شرط فی الحوالۃ [illegible] المصنف البزازیۃ ولحاق الغیر باہل المجلس و [illegible] و لسر الکلام

[illegible] کیا چنانچہ اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں [illegible] اور [illegible] کی جانب سے وعدہ ہے اور وعدے میں کلام نہیں تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے [illegible] شارح نے اشارہ کیا کہ کلام [illegible] کی طرف سے کذا فی الطحطاوی فی الوکالۃ ۱۷ وکالت اسطرح کہ میں نے تجکو وکیل کیا اس شرط [illegible] ۱۸ اقالہ [illegible] اس شرط پر کہ [illegible] تو اقالہ صحیح ہے اور شرط لغو کذا فی الطحطاوی والکتابۃ ۱۹ الکتابۃ اسطرح کہ مولی نے اپنے غلام سے کہ میں نے تجکو مکاتب کیا ہزار درم پر اس شرط پر کہ تو شہر سے باہر نکلے یا فلانے سے معاملہ کرے یا تو فلانی قسم کی سوداگری کرے تو کتابت صحیح اور شرط باطل ہے کذا فی البحر الا اذا کان الفساد فی صلب العقد [illegible] الکتابۃ علی [illegible] وعلیہ یحمل اطلاق [illegible] [illegible] کتابت فاسد ہو جاتی ہے [illegible] کیا ہے [illegible] کتابت باطل ہو جاتی ہے [illegible] صاحب [illegible] کتابت فاسد ہے [illegible] سے باطل ہو جاتی ہے [illegible] کذا فی الطحطاوی واذن العبد فی التجارۃ ۲۰ غلام کو اذن دینا تجارت میں چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے تجکو تجارت کا اذن دیا اس شرط پر کہ [illegible] تو اذن تجارت کا عام ہوگا اور شرط باطل ودعوۃ الولد کہذا الولد منی ان رضیت امراتی ۲۱ [illegible] اور شرط باطل والصلح عن دم العمد ۲۲ قتل عمد سے صلح کرنا یعنی جو شخص [illegible] مقتول ہوا اسکا ولی قاتل سے [illegible] صلح کرے اس شرط پر کہ قاتل اسکو قرض دے یا تحفہ دے تو صلح صحیح ہے اور شرط فاسد اور قصاص ساقط [illegible] کذا فی المنح وکذا الابراء عنہ [illegible] ۲۳ اور اسیطرح قتل عمد [illegible] باطل نہیں ہوتا [illegible] صلح پر [illegible] کذا فی الدرر [illegible] قاتل [illegible] اور صلح صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الدرر وعن الجراحۃ التی فیہا القود واذا کان من القسم الاول ۲۴ صلح کرنا [illegible] اور اگر ایسا [illegible] ہو تو [illegible] باطل ہوگا [illegible] غصب ودیعۃ وعاریۃ اذا ضمنہا رجل وشرط فیہا حوالۃ او کفالۃ ذکرہ ۲۵ [illegible] ۲۶ صلح کرنا [illegible] ۲۷ صلح کرنا [illegible] عاریت [illegible] کذا فی الدرر [illegible] اور امانت [illegible] اور [illegible] کی بدل صلح کا [illegible]

فلاں شخص کفیل ہوا فلاں نے شخص پر حوالہ ہو تو صلح صحیح ہے اور شرط باطل کذا فی الطحطاوی عن [illegible] ۲۹ [illegible]

پر تصرف کا رہن کرنا کذا فی النہر [illegible] نسب ہو وہ ولد مدعی کو ہو چکا لیکن وہ ولد مدعی کا [illegible] ہے اور یہ حکم ہے شرط فاسد سے باطل نہ ہوگا [illegible] ۳۱

امان نفس کذا فی الاشباہ [illegible] یعنی حربی کو امان دینا شرط فاسد سے صحیح ہے اور شرط باطل [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible]

[illegible] حتی المذہب ۳۲ [illegible] دار الاسلام کی اقامت کا ارادہ رکھتا ہو [illegible]

مقرر کیا [illegible] کذا فی الطحطاوی عن الحموی [illegible] تعلیق العیب ۳۳ [illegible] کو معلق کرنا [illegible] اگر میں مبیع میں کچھ عیب پاؤنگا تو تجھ کو پھیر دونگا

[illegible] کذا [illegible] الطحطاوی [illegible] تعلیقہ بخیار الشرط ۳۴ رد بخیار شرط کو معلق کرنا [illegible] اگر میں بیع کو

تین دن [illegible] تو تجھ کو پھیر دوں [illegible] وعزل القاضی [illegible] فلان [illegible] یبطل

الشرط لما ذکرنا [illegible] بمعاوضۃ مالیۃ [illegible] ۳۵ قاضی کا معزول کرنا جیسے بادشاہ کا یوں کہنا قاضی سے کہ

[illegible] معزول [illegible] اگر فلاں شخص [illegible] قاضی [illegible] جمیع تصرفات [illegible]

[illegible] شرط فاسد [illegible] ترجمہ میں [illegible]

[illegible] بالالتزامات التی یحلف بہا [illegible] والولایات کالقضاء والامارۃ [illegible]

جنکی [illegible] جائز ہے [illegible] طلاق اور عتاق [illegible] التزامات سے مختص [illegible] حج اور نماز [illegible]

[illegible] قضا اور امارت کذا فی العینی [illegible] جمیع تصرفات مذکورہ شرط فاسد سے باطل نہیں [illegible] فی التجارۃ وتسلیم الشفعۃ [illegible]

[illegible] التجارۃ [illegible] الاسلام فی القسم الاول لانہ من الاقرار [illegible]

[illegible] دخول الاسلام [illegible] تعلیق [illegible] اقرار کی قسم سے [illegible] کفر کا [illegible] تعلیق [illegible]

[illegible] اسلام [illegible] اقرار [illegible] اسلام [illegible] احکام [illegible] عدم صحت تعلیق اسلام

کی وجہ [illegible] تصدیق قلبی کی تعلیق [illegible]

[illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] تعلیق [illegible] والحوالۃ والکفالۃ [illegible]

[illegible] حوالہ اور کفالت کا اور کفالت [illegible] کتاب البیوع [illegible] تعلیق [illegible]

[illegible] کفالت [illegible]

اور [illegible] کفالت [illegible] باطل کذا فی الطحطاوی وما تصح اضافتہ الی الزمان المستقبل الاجارۃ وفسخہا والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء

والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف [illegible] اور جسکا اضافت کرنا زمان مستقبل کی طرف صحیح ہے وہ اجارہ ہے اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور

یعنی مساقات اور مضاربت اور وکالت اور کفالت [illegible] قضا اور امارت اور طلاق و عتاق اور وقف [illegible]

کو آئندہ زمانہ کی طرف مضاف کرنا [illegible] تعلیق [illegible] اضافت [illegible]

[illegible] اجارہ [illegible] اضافت اجارہ کی یہ مثال [illegible]

[illegible] وقف [illegible] فسخ اجارہ [illegible] اضافت [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] العاریۃ والاذن فی التجارۃ [illegible]

مضاف [illegible] اور باقی [illegible] کا ذکر [illegible] اذن فی التجارۃ [illegible] العاریۃ وما لا تصح اضافتہ الی المستقبل [illegible] البیع [illegible]

والاجارة وفسخہ والقسمة والشرکة والھبة والنکاح والرجعة والصلح عن مال والابراء عن الدین لانھا تملیکات للحال فلا تضاف للاستقبال کما لا تعلق بالشرط لما فیہ من معنی القمار اور جن کی اضافت زمانہ مستقبل کی طرف صحیح نہیں وہ دس ہیں بیع اور اجارت بیع کی اور فسخ کرنا اسکا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح مال سے اور ابراء دین کیونکہ یہ تصرفات فی الحال کی تملیکات ہیں تو مضاف نہونگے زمانہ استقبال کی طرف جیسے کہ شرط کے ساتھ معلق نہیں ہوتے کیونکہ اسمیں معنی قمار ہے یعنی جو ہو کہ شرط متحقق ہو یا نہو اور رجعت اور ابراء میں تملیک کا معنی نہیں کیونکہ رجعت تقلید ہے اور ابراء اسقاط ہے مگر یوں کہیے کہ رجعت میں تملیک کا شائبہ ہے تمتع سے اور ابراء میں تملیک دین ہے اوروں کو وبقی الوکالة علی القول الثانی المفتی بہ اور جنکی اضافت صحیح نہیں انمیں وکالت کا شمار کرنا باقی رہا بموجب ابو یوسف کے مفتی بہ قول کے ہم جیسے عدم صحت اضافت وکالت پر فتوی ہوا تو اسکا شمار کرنا ان تصرفات میں جنکی اضافت صحیح ہے بقول طرفین ہے

باب الصرف

باب بیع الصرف کے بیان میں عنونہ بالباب لا الکتاب لانہ من انواع البیع مصنف نے اسکا عنوان باب سے کیا نہ کتاب سے یعنی اسکو بلفظ باب الصرف شروع کیا اور کتاب الصرف نہ کہا اسواسطے کہ وہ بیع کی اقسام سے ہے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مصنف کی تعبیر بہتر ہے کنز کی تعبیر سے کہ اسمیں کتاب الصرف واقع ہے صرف انواع بیع سے اسطرح ہے کہ بیع کی چار قسمیں ہیں چنانچہ اوائل البیوع کے شروع میں مذکور ہوچکا یعنی یا بیع العین بالعین ہے یا بیع العین بالدین ہے یا بیع الدین بالعین ہے یا بیع الدین بالدین ہے اور بیع الدین بالدین عبارت ہے صرف سے اور یہی مراد ہے الصرف ھو لغة الزیادة صرف لغت میں معنی زیادت کے ہے ولہذا حدیث شریف میں نفل کو صرف فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جو اپنے باپ کے سوا غیر کی طرف اپنا نسب لگاوے تو حق تعالیٰ اسکا صرف و عدل قبول نہ کریگا صرف سے مراد نفل ہے کیونکہ وہ فرض سے زائد ہے اور عدل سے مراد فرض ہے اور لغوی معنی شرعی معنی میں جو ہیں اسواسطے کہ صرف میں تمام عوض بدل میں شرط ہو تو یہ زیادتی ہوئی جو صرف پر ہے کیونکہ اور بیوع میں تقابض شرط نہیں وشرعا بیع الثمن بالثمن ای ما خلق للثمنیة ومنہ المصوغ جنسا بجنس او بغیر جنس کذھب بفضة اور شرع میں ثمن کی بیع ثمن سے صرف ہے خواہ بیع جنس کی جنس سے ہو جیسا چاندی کی چاندی سے اور سونے کی سونے سے یا غیر جنس سے ہو جیسے سونے کی بیع چاندی سے اور ثمن سے مراد وہ چیز ہے جو ثمن ہونے کے واسطے مخلوق ہوا ہو یعنی چاندی یا سونا اور چاندی سونے کا زیور اور برتن بھی اسمیں داخل ہے یعنی اسکی بیع بھی صرف میں داخل ہے خواہ زیور اور برتن کی بیع زیور اور برتن سے ہو خواہ نقد سے لیکن زیور اور برتن بسبب صنعت کے ثمن صریح باقی نہ رہا ولہذا عقد سے متعین ہو جاتا ہے کذا فی النہر فتح القدیر میں ہے کہ ثمن وہ ہے جو ثابت فی الذمہ ہو بطریق دین کے استبدال کے وقت اور نقود متعین بالتعیین نہیں ہوتے مگر بطریق دین کے ویشترط عدم التأجیل والخیار والتماثل ای التساوی وزنا اور شرط ہے عدم تاجیل اور عدم خیار اور تماثل یعنی دونوں عوضوں کا برابر ہونا وزن میں اور عدم تاجیل و خیار مکرر ہے کہ خود ماتن بیان کریگا والتقابض بالبراجم لا بالتخلیة قبل الافتراق اور شرط ہے باہم قبضہ کرنا انگلیوں کے جوڑوں سے قبل افتراق عاقدین کے نہ تقابض بالتخلیہ یعنی تقابض بالتخلیہ کافی نہیں جبتک ہاتھ سے قبضہ نہو اور ظاہر اسمیں ہے قبض تقابض بالبراجم میں والمراد ہو کذا فی الطحطاوی وھو شرط بقائہ صحیحا علی الصحیح اور تقابض صرف کے صحیح باقی رہنے کی شرط ہے بنا بر قول صحیح کے ہم تو اگر عاقدین کی مدت متعین ہوئی پھر مدت اسمیں ساقط کر دی قبل افتراق کے اور ہر عوض کو نقد دیا پھر افتراق واقع ہوا بعد تقابض جانبین کے تو عقد منقلب بصحیح ہوگا اور بعد افتراق کے صحیح نہیں ان اتحدا جنسا وان وصلیہ اختلفا جودة وصیاغة لما مر فی الربا مماثل اور تقابض شرط ہے اگر دونوں عوض ایک ہی جنس ہوں اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں اسواسطے کہ باب الربوا میں گذر چکا کہ مال ربوا میں عمدہ اور ردی برابر ہیں جبکہ عمدگی اور صنعت شرعا ساقط الاعتبار ہوئی تو یہ حیلہ معمول ہے کہ عمدہ چاندی نیا سکہ وغیرہ زیادہ روپے دیکر خرید کرتے ہیں یا اچھا زیور بسبب صنعت سازی و کاری کے بڑھا کر روپے سے مول لیتے ہیں یہ بیع سود ہوا اور حرام قطعی ہے مسلمانوں کو اس سے احتراز واجب ہے اور تدبیر اسطرح کی خرید کی یہ ہے کہ جنس بدل دے اسکے یعنی چاندی کو اشرفیوں یا پیسوں سے خرید کرے والا بان لم یتجانسا شرط التقابض لحرمة النساء اور اگر دونوں عوض مختلف جنس ہوں جیسا چاندی کا بیچنا سونے سے تو فقط باہم قبض کرنا شرط ہے نسیہ حرام ہونے کی وجہ سے یعنی در صورت اختلاف جنس کے تقابض البدلین شرط ہے تماثل شرط نہیں طحطاوی نے کہا کہ صرف نقدین میں جیسے تقابض البدلین شرط ہوا تو سوال اگر کسی نے چاندی کو فلوس کے بدلے بیچا یا اسکو فلوس کے بیچے تو اسمیں صحیح ہے قبض احد البدلین کا قبل الافتراق شرط ہے نہ دونوں عوض کا قبض فلو باع النقدین احدھما بالآخر جزافا او بفضل وتقابضا

فیہ ای المجلس صح تو اگر نقدین یعنی چاندی سونے میں سے ایک کو بیچا دوسرے سے بلا وزن یا بطور تخمین اور اٹکل کے یا زیادہ کر کے بیچا اور عاقدین نے عوضین کو باہم قبض کیا مجلس عقد
اند تو صحیح ہے ہم کہتے ہیں کہ تقابض ہے یعنی جب اختلاف جنس ہے فقط تقابض شرط ہوا اتحاد نہیں تو بیع تخمینی اور فضلی وغیرہ درست ہیں اگرچہ ایک اشرفی سے ہزار روپے خرید کرے یا ایک روپے سے
ہزار اشرفی مول لے تقیید بقولہ فی المجلس اور اگر سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے بیچا بطور تخمین یا بلا وزن تو جائز نہیں پھر اگر اسی مجلس میں تساوی عوضین معلوم ہو گئی اور تقابض
بھی واقع ہوا تو بیع صحیح ہو جائیگی والعوضان لا یتعینان حتی لو استقرضا فادیا قبل افتراقہما او امسکا ما اشار الیہ فی العقد وادیا مثلہما جاز اور دونوں
عوض معین نہیں ہوتے بیع الصرف میں یہاں تک کہ اگر عاقدین نے عوضین کو ایک دوسرے سے قرض لیا پھر قرض ادا کیا جدا ہونے سے پہلے یا کہ چھوڑا اور نقد کو جسکی طرف عقد میں اشارہ کیا تھا
اور بدل اسکا دیا تو بیع جائز ہے اسی طرح اگر مہر عوض مستحق نکلا اور مجلس میں بدل اسکا دیا تو جائز ہے کذا فی المنح ویفسد الصرف بخیار الشرط
والاجل لاخلالہما بالقبض اور فاسد ہو جاتی ہے بیع الصرف خیار الشرط اور مدت مقرر کرنے سے اسلئے کہ خیار الشرط اور مدت قبض کے خلل انداز ہیں یعنی خیار کے سبب
باقی رہیگا استحقاق قبض ممتنع ہوگا کیونکہ استحقاق قبض ملک پر مبنی ہے اور خیار ملک کا مانع ہے اسیطرح مدت مانع قبض ہے ویصح مع اسقاطہما فی المجلس لزوال المانع اور صرف
صحیح ہو جاتی ہے دونوں کے اسقاط کے ساتھ بسبب جاتے رہنے مانع کے یعنی اگر اول خیار شرط اور مدت کا ذکر ہوا پھر اسی مجلس میں دونوں کو ساقط الاعتبار کر دیا تو بیع صحیح ہوگی یعنی بشرط
تقابض البدلین فی المجلس وصح خیار رؤیۃ وعیب فی مصوغ لا نقد اور خیار العیب سونے کے زیور میں صحیح ہے نہ نقدین میں خیار الرؤیۃ نقدین میں صحیح نہیں
کیونکہ العقد ینعقد بمثلہا جو اسی میں نقدین پر بخلاف زیور کے اور یہ کلام شارح والتذکار کا ہے کہ نقدین میں خیار العیب بھی نہیں جو اعلام التبیین والبحر سے ثابت ہے
نقدین میں خیار العیب ہے اگر عیب کے سبب بیع میں پھیر دیگا تو صرف باقی ہے اگر اسکا بدل اسی مجلس میں لیا اور اگر بعد افتراق دیا تو بیع الصرف باطل ہوگی کذا فی الطحطاوی
وفی نسخۃ بالجملۃ کالشرط الفاسد یلتحق باصل العقد عندہ خلافا لہما یعنی شرط فاسد اصل عقد سے لاحق ہو جاتی ہے امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے
کذا فی النہر مراد وہ شرط فاسد ہے جو بعد عقد کے ذکر ہو فلو ظہر بعض الثمن زیوفا فردہ ینتقض فیہ فقط کچھ ثمن کھوٹا نکلا اسکو پھیر دیا تو اسی قدر میں بیع ٹوٹیگی
یعنی اسیقدر کی بیع فسخ ہوگی اور دوسرے عوض میں دونوں شریک ہو جاتے ہیں اسی لئے فی البیان میں ہے کہ مردود کی مقدار بیع فسخ ہوگی کذا فی الطحطاوی ولا یتصرف فی ثمن
الصرف قبل قبضہ یعنی ثمن صرف میں قبضہ سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں اور واجب ہے کہ اللہ تعالی کا حق ہے فلو باع دینارا بدراہم واشتری
بہا قبل قبضہا ثوبا مثلا فسد بیع الثوب والصرف بحالہ تو اگر ایک دینار کو روپوں کے عوض بیچا اور ان روپوں سے قبل قبض کے کپڑا خرید کیا تو کپڑے کی بیع فاسد
اور بیع الصرف بحال خود باقی ہے باع امۃ تعدل الف درہم مع طوق فضۃ وزنہا قیمتہ الف ثم باعہما یعقد واحد الثمن علی قیمتہما علی حدتہما لانہ غیر منفصل الطوق
والا فانہ لو قیل الطوق کالقیمۃ فقط فما قابلہ والباقی بالجاریۃ یعنی بیچا لونڈی کو جسکی قیمت ہزار درہم کے برابر ہے چاندی کے طوق کے ساتھ جو اسکی گردن میں ہے
طوق کی قیمت ہزار درہم ہے مصنف نے لونڈی اور طوق کی قیمت برابر بیان کی تا انقسام ثمن کا معلوم ہو یا معلوم ہو کہ وہ یعنی تقدیر قیمت طوق کی بمنزلہ وزن
وزن طوق کا اعتبار ہے اسکی قیمت کا تو ثمن برابر طوق کے طوق کے مقابل ہوگا اور باقی ثمن لونڈی کے مقابلہ میں واقع ہوگا ہم لونڈی کی قیمت کا طوق کی قیمت سے برابر
ہونا شرط نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ جب نقد کو غیر نقد کے ساتھ ملا کر بیچے بعوض نقد کے تو جائز ہے کہ نقد ثمن ایسے ثمن سے زیادہ ہو یا کمی متعلق بیکم ونقد من الثمن
الفا او باعہا بالفین الف نقد والف نسیئۃ او باع سیفا حلیتہ خمسون وتخلص بلا ضرر بمائۃ ونقد خمسین فما نقد فہو ثمن الفضۃ سکتا
او قال خذ ہذا من ثمنہما تحریا للجواز جاریہ مع طوق مذکور کو بیچا بعوض دو ہزار کے اور ثمن میں سے ہزار درہم دیئے یا جاریہ کو بیچا بعوض دو ہزار کے اسطرح کہ ایک ہزار
نقد اور ایک ہزار وعدہ پر یا ایسی تلوار کو بیچا جسکا زیور پچاس درہم کا ہے کہ بلا ضرر جدا ہو سکتا ہے اسکو بعوض سو درہم کے بیچا اور پچاس ثمن میں دیئے سو جو نقد دیا ہے وہ چاندی کا ثمن
خواہ مشتری ساکت رہا ہو یا یوں بولا ہو کہ یہ دونوں کے ثمن میں سے ہے کیونکہ ثمن چاندی کا ثمن قرار دیا بیع الصرف کی صحت ہو جانے کے واسطے ہم جو کہ عاقدین مسلمان ہیں
اعتبار حسن ظن کے انکا فعل حمل الامکان صلاح پر محمول ہوگا ثمن جو اسکا مقرر یا اسمیں شبہ ہو اگرچہ صرف بھی کہا ہو کہ یہ دونوں کا ثمن ہے اسلئے کہ مشتری کبھی واحد کا ذکر کر کے تثنیہ مراد لیتا ہے

قرآن مجید میں ہو کر لنسا ہو گیا اور بحر میں ہے اللؤلؤ والمرجان یعنی ابو السعود نے کہا کہ تخلص بلا ضرر کا ذکر موہم ہے کہ یہ شرط ہو لہذا تحسین میں جا للہ البیان یعنی

ضرر اور عدم ضرر حکم میں یکساں ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً مشروحاً وکذا لو قال ھذا المعجل حصۃ السیف لانہ اسم للحلیۃ ایضاً لدخولھا فی بیعہ تبعاً ولو زاد خاصۃ فسد البیع

لا زالۃ الاحتمال اور اسی طرح مثل سابق چاندی کا ثمن سمجھا جائیگا اگر مشتری نے یوں کہا کہ ثمن معجل تلوار کا حصہ ہے اسواسطے کہ تلوار زیور کا بھی نام ہے بسبب داخل ہونے زیور کے تلوار کی

بیع میں تابع ہو کر یعنی تلوار اور زیور کو یا ایک چیز ہوں اور اگر مشتری نے خاصۃ کا لفظ زیادہ کیا یعنی یوں بولا کہ یہ ثمن معجل فقط تلوار ہی کا ثمن ہے تو بیع فاسد ہوگی اسواسطے کہ اس قول نے احتمال

کو دور کر دیا یعنی اب کسی طرح گنجائش نہیں رہی کہ زیور کو تلوار میں داخل کیجئے فان افترقا بلا قبض بطل فی الحلیۃ فقط وصح فی السیف ان تخلص بلا ضرر کطوق الجاریۃ وان

لم تخلص الا بضرر بطل اصلا سو اگر بیع مذکور میں عاقدین کا افتراق ہوا بدون قبض ثمن کے تو بیع فقط زیور میں باطل ہے اور تلوار میں صحیح ہے اگر زیور بلا ضرر جدا ہو سکتا ہے جیسا کہ طوق جاریہ

اور اگر جدا نہ ہو سکتا ہو بدون ضرر کے تو بالکل بیع باطل ہے یعنی نہ زیور میں بیع صحیح ہے نہ تلوار میں اسلئے کہ زیور کا حصہ قبل الافتراق واجب القبض ہے پھر جب بے قبض واقع ہوا افتراق تو زیور کی

بیع باطل ہوئی بوسیلہ فقدان شرط اور اسی طرح تلوار کی بھی باطل ہے کیونکہ تسلیم اسکی بلا ضرر متعذر ہے بخلاف طوق وغیرہ کے کہ اسکے جدا کرنے میں ضرر نہیں ہے اور فقط جاریہ یا تلوار کی بیع صحیح ہے کیونکہ

تسلیم بے تجزیہ ممکن ہے بلا ضرر والاصل انہ متی بیع نقد مع غیرہ کمفضض ومزرکش بنقد من جنسہ شرط زیادۃ الثمن فلو مثلہ او اقل او جھل بطل ولو بغیر

جنسہ شرط التقابض فقط اور مسائل مذکورہ کا قاعدہ کلیہ یہ ہے جب نقد غیر نقد سے ملکر جیسا کہ مفضض اور مزرکش بیچا جاوے بعوض اس نقد کے جو اسکے جنس سے ہو تو زیادہ ہونا

ثمن کا شرط ہے لہذا اگر ثمن نقد بیع کے برابر ہو یا کم ہو یا کمی بیشی معلوم نہو تو بیع باطل ہے اور اگر نقد کی بیع بعوض نقد کے جو اسکا غیر جنس ہے تو فقط قابض شرط ہے مفضض یعنی جس پر

چاندی کا پترا چڑھا ہو جیسا کہ کرسی کا زین یا کرسی یا پلنگ کے پائے چاندی کے پتر سے منڈھے اور مزرکش جیسا کہ کپڑا تار زر دوزی کی چیز اور مفضض کے ثمن میں یہ شرط اسواسطے لازم ہے تاکہ

چاندی کے مقابل اسکے برابر چاندی واقع ہو اور باقی ثمن مثلاً اس کرسی کے مقابل ہو جسپر چاندی کا پترا ہے اور صورت تساوی ثمن اسواسطے بیع فاسد ہے کہ مثلاً کرسی کے عوض میں

کچھ نہیں ملتا اور صورت عدم علم کمی بیشی کے اسواسطے بیع فاسد ہے کہ اس میں شبہ ہے فضل کا اور شبہ ربوا ملحق بحقیقت ربوا ہے اور اگر مفضض کی بیع مثلاً اشرفیوں سے کیگئی تو سہارا دوست اور

برابری کچھ شرط نہیں البتہ اقبض شرط ہے باع اناء فضۃ ثم افترقا بعد قبض بعضہ صح فیما قبض وکان

فی الاناء لانہ صرف اور جسنے چاندی کا برتن چاندی یا سونے سے بیچا اور اسکا کچھ ثمن لے لیا مجلس عقد میں یعنی بقدر قبض طرف پھر دونوں میں جدائی واقع ہوئی تو بیع صحیح ہے بقدر اسکے

جسکو قبض کیا اور دونوں شخص اس برتن میں شریک ہو گئے کیونکہ یہ صرف ہے ولا خیار للمشتری لتعیبہ من قبلہ بعدم نقدہ اور اس صورت میں مشتری کا عیب ہو جانے برتن کے

مشتری کے اختیار نہیں ہے یعنی اس عیب شرکت سے مشتری رد بیع نہیں کر سکتا کہ یہ عیب اسکی طرف سے ہوا نہ بائع کی طرف سے بخلاف ھلاک احد العبدین قبل القبض

فیخیر لعدم صنعہ بخلاف ہلاک ایک غلام کے دو غلاموں میں سے قبل از قبض کہ اسمیں مشتری مختار ہے کیونکہ یہ عیب مشتری کے فعل سے نہیں واذا استحق بعضہ لان الاناء اخذ المشتری مابقی

بقسطہ او رد للتعیب بغیر صنعہ قلت ومفادہ تخصیص الاستحقاق بالبینۃ لا بالاقرار فلیحرر اور اگر بعض ظرف یعنی نصف یا ثلث برتن کا مستحق غیر نکلا تو مشتری باقی کو

لیلے اسکے حصہ سے خرید کیے اور بیع کو پھیر دے کیونکہ بسبب جدا ہو جانے مبیع کے بلا فعل مشتری عیب لگا اور شارح تعلیل کو استحقاق کے مخصوص ہونے کی شہادت سے نہ اقرار سے اور

اقرار کی نفی سمجھنا چاہیے اسمیں جب علت خیار مشتری عدم صنعت مشتری ٹھہری تو صورت استحقاق اسوقت مشتری کو اختیار ہوگا جبکہ استحقاق مستحق کی گواہی سے یا بائع کے اقرار

سے ثابت ہو نہ مشتری کے اقرار سے کیونکہ اسوقت عیب مشتری کی جانب سے ہوگا تو بائع سے ثمن کو نہیں پھیر سکتا کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے فلو اجاز المستحق

قبل حکم الحاکم بالعقد جاز العقد وکان الثمن لہ لان العقد لم ینفسخ باستحقاق فی ظاہر الروایۃ لا ینفسخ مالم یفسخ وھو الاصح فتح

اگر مستحق بیع کو اجازت دے قبل از اسکے کہ حاکم عقد کو فسخ کرے تو عقد جائز ہے اور ثمن اسی کا ہوگا کیونکہ بیع فسخ نہیں ہوئی جبکہ استحقاق ظاہر ہوا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ وہ فسخ نہیں ہوتی

جبتک فسخ نہ کی جائے اور یہی صحیح ہے کذا فی الفتح وکان المجیز یاخذ الثمن من البائع او من المشتری ان لم یقبض البائع الثمن بعد الاجازۃ ویصیر العاقد وکیلا للمجیز فتتعلق

احکام العقد بہ دون المجیز حتی یبطل العقد بمفارقۃ العاقد دون المستحق ... اور ثمن مستحق کا ہوگا بائع ثمن مشتری سے لیکر ... مستحق کو پہنچا دے ... اگر بائع ... مشتری

حاشیہ:

سے یعنی دونوں عورتوں کا ... یعنی طوق جاریہ ... حضرت موسی علیہ السلام کا سامری نے بچھڑا بنایا تھا ... دونوں ... اور یہ مسائل ... صرف ایک ... مستحق

۱۶۶

نہ ہوگئے ہوں بعد اجازت مستحق کے اور صورت مین تقابض یعنی قبضہ باطل ہو جائیگا اجازت دینے والے کا تو عقد کے احکام عاقدین سے متعلق ہیں [illegible] اجازت کا اعتبار [illegible] تفرق سے مستحق کی جدائی سے کذا فی الجوہرۃ ولو باع قطعۃ نقرۃ فاستحق بعضہا اخذ المشتری ما بقی بقسطہ بلا خیار اذ التبعیض لا یضرہا اور اگر چاندی کی ڈلا بیچا اور اسمین سے کچھ مستحق غیر نکلا تو مشتری باقی کو بقدر اسکے حصہ کے لے بلا اختیار رد بیع اسواسطے کہ کاٹنے والے کو ضرر نہین کرتا مشتری کو سو اسواسطے اختیار [illegible] کا لینا ممکن ہے بخلاف ظرف کے کہ اسمین قطع کرنا ضرر ہے لہذا استحقاق ظرف مین مشتری مختار ہے وہذا لو کان الاستحقاق بعد قبضہما وان قبل قبضہما الخیار لتفرق الصفقۃ وکذا الدینار والدرہم جوہرہ اور یہ یعنی عدم خیار مشتری ثابت ہے اگر استحقاق ظاہر ہو بعد قبضہ کرنے چاندی کی ڈلی کے اور اگر قبض ہو تو مشتری کو اختیار ہے بسبب تفرق ہونے صفقہ کے اور یہی حکم ہے دینار اور درہم کا کذا فی الجوہرہ یعنی اگر دینار یا درہم خریدے اور بعض دینار یا درہم مستحق غیر نکلے تو مشتری باقی کو اسکے حصہ کے موافق لے بلا اختیار اسلئے کہ دینار اور درہم کی شرکت عیب نہین [illegible] کذا فی الطحطاوی وصح بیع درہمین ودینار بدرہم ودینارین بصرف الجنس بخلاف جنسہ اور صحیح ہے بیع دو درہم اور ایک دینار کی ایک درہم اور دو دینار سے جنس کو غیر جنس کی طرف پھیر کر یعنی درہم مقابل دینار اور دینار مقابل درہم واقع ہو کر صحیح ہوگی کیونکہ دو شرط اختلاف جنس [illegible] وصلہ بیع کر بر وکر شعیر بکری بر وکری شعیر [illegible] مسئلہ سابقہ کے مانند ہے ایک گیہون اور ایک جو کی بیع گیہون کے دو کر اور جو کے دو کر سے یعنی گیہون کا ایک کر جو کے دو کر کے مقابل [illegible] صحیح ہوگئی [illegible] وکذا بیع احد عشر درہما بعشرۃ دراہم ودینار اور اسیطرح صحیح ہے بیع گیارہ درہم کی دس درہم اور ایک دینار سے [illegible] لیکن مصنف نے [illegible] ذکر کیا [illegible] عوضون [illegible] وصح بیع درہم صحیح ودرہمین غلۃ [illegible] بیت المال ویقبلہ التجار [illegible] للمساواۃ وزنا وعدم اعتبار الجودۃ اور صحیح ہے بیع ایک درہم صحیح اور دو درہم غلہ کی دو درہم صحیح اور ایک درہم غلہ سے [illegible] بیت المال یعنی سرکار سلطانی [illegible] کذا فی الطحطاوی عن المحیط والبرجندی [illegible] علیہ عشرۃ دراہم دین [illegible] دینارا بہا اتفاقا وتقع المقاصۃ بنفس العقد [illegible] فی المبسوط اور صحیح ہے [illegible] مقاصہ [illegible] الطحطاوی [illegible] بعشرۃ مطلقۃ عن التقیید بدین علیہ ودفع البائع الدینار للمشتری وتقاصا العشرۃ الثمن بالعشرۃ الدین ایضا استحسانا [illegible] طریق استحسان کے [illegible] وما غلب فضتہ وذہبہ فضۃ وذہب حکما اور جسمین چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم مین ہے اور جسمین سونا غالب ہو وہ بحکم سونے کے ہے مثلا [illegible] فلا یصح بیع الخالص بہ ولا بیع بعضہ ببعض الا متساویا وزنا تو صحیح نہین خالص چاندی کا

سونے کی بیع غالب الفضۃ والذہب ہے اور بیع اسکے بعض کی بعض سے مگر برابر تول کر کیونکہ غالب بحکم خالص ہے وکذا لا یصح الاستقراض بہا الا وزنا کما مر فی بابہ
اور ایسے ہی غالب الفضۃ والذہب کا قرض لینا صحیح نہیں مگر وزن کر کے خالص کے مانند چنانچہ باب القرض میں مذکور ہو چکا والغالب علیہ الغش منہما فی حکم عروض اعتبارا للغالب
اور جسمیں غش یعنی تانبا یا سیسا غالب ہو چاندی سونے سے وہ اسباب اور اجناس کے حکم میں ہے غالب کو معتبر جان کر [illegible] دونوں کی علت ہے
فصح بیعہ بالخالص ان کان الخالص اکثر من المغشوش لیکون قدرہ بمثلہ والزائد بالغش کما مر تو صحیح ہے بیع غالب الغش کی خالص چاندی یا سونے سے اگر خالص زیادہ
تر ہو مغشوش سے تا قدر اسکی مثل کے مقابل ہو اور زیادہ مقابل غش واقع ہو چنانچہ یہ مسئلہ جاریہ اور سیف میں مذکور ہو چکا وبجنسہ متفاضلا وزنا وعددا بصرف الجنس بخلاف
اور صحیح ہے بیع مغشوش کی اپنی جنس سے زیادہ کر کے تول اور شمار میں بسبب پھیرنے جنس کے مخالف جنس کیطرف ہم مثلا ایک مغشوش میں تولہ بھر چاندی ہے اور دو تولے تانبا اور دوسرے
مغشوش میں دو تولے چاندی ہے اور ایک تولہ یا زیادہ تانبا تو ان دونوں کی بیع باہم جائز ہے اسکی چاندی اسکے تانبے کیطرف پھیر کر اور تانبے کو چاندی کے مقابل کر کے بشرط التقابض
قبل الافتراق فی المجلس فی الصورتین لصیرورتہ صرفا. بیع مذکور صحیح ہے بشرطیکہ عاقدین کا قبض واقع ہو جدا ہونے سے پہلے مجلس بیع میں دونوں صورتوں میں بسبب صرف ہونے کے ہر دو
صورتوں یعنی بیع خالص کی مغشوش سے اور بیع مغشوش کی مغشوش سے تقابض قبل الافتراق اسواسطے شرط ہوا کہ صرف فی البعض ہے کیونکہ چاندی یا سونا دونوں جانب میں موجود ہے
اور غش میں اسواسطے تقابض شرط ہوا کہ اسکے جدا کرنے میں چاندی یا سونے کو ضرر ہے وان کان الخالص مثلہ ای مثل المغشوش او اقل منہ او لا یدری فلا یصح البیع للربوا فی
الاولیین ولاحتمالہ فی الثالث اور اگر خالص برابر ہو مغشوش کے یا اس سے کمتر ہو یا معلوم نہ ہو کہ کتنا ہے تو بیع صحیح نہیں بسبب بیاج کے پہلی دو صورتوں میں یعنی صورت
تساوی و قلت اور بسبب احتمال ہونے بیاج کے تیسری صورت میں یعنی در صورت عدم علم مقدار خالص کیونکہ شبہہ بیاج کا مثل حقیقت بیاج کے ہے اور در صورت تساوی اسواسطے بیاج ہے کہ
چاندی مثلا چاندی کے مقابل پڑی اور غش خالی عن العوض باقی رہا وھو ای غالب الغش یتعین بالتعیین ان راج لثمنیتہ حینئذ اور وہ یعنی غالب الغش متعین نہیں ہوتا
معین کرنے سے اگر اسکا چلن ہو گیا ہو بسبب اسکے ثمن ہو جانے کے اسوقت میں ہم غالب الغش جب رواج ہو اسواسطے ثمن ہو گیا کہ ثمنیت اصطلاح اور چلن پر موقوف ہے تو جبتک
اسکا چلن باقی رہیگا تو ثمنیت باطل نہ ہوگی یعنی اگر غالب الغش ہلاک ہو جائیگا قبل قبض تو عقد باطل نہ ہوگا چنانچہ خالص روپے یا اشرفی کی ہلاکت سے بطلان بیع نہیں بلکہ اسکا
مثل دیا جائیگا والا یتعین لتعینہ کسلعۃ اور اگر غالب الغش مروج نہیں تو معین کرنے سے متعین ہو جائیگا مانند قماش اور جنس کے ہم متعین اسواسطے ہوگا کہ وہ اصل میں مثل
اسباب اور قماش کے ہے اور ثمن ہو گیا تھا بسبب اصطلاح اور رواج کے پھر جب اسکے سے معاملہ کرنا لوگوں میں متروک ہو گیا تو اسنے اپنی اصل پر رجوع کیا تو اسکے ہلاک قبل القبض سے
عقد باطل ہوگا یہ اس صورت میں ہے جبکہ متعاقدین اسکا حال جانتے ہوں اور ہر عاقد یہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد بھی اسکو جانتا ہے سو اگر دونوں اس حال سے بیخبر ہوں یا خبردار ہوں
مگر ہر ایک نہ جانتا ہو کہ دوسرا عاقد جانتا ہے تو دراہم رائجہ سے بیع متعلق ہوگی مگر جبکہ دراہم غیر مروجہ کی طرف اشارہ کر دیا ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر وان قبلہ البعض
فکزیوف فیتعلق العقد بجنسہا لا بعینہا ان علم البائع بحالہ والا فبجنس جید اور اگر غالب الغش کو بعض لوگ لیتے ہوں اور بعض نہ لیتے ہوں تو وہ ناقص روپوں کے برابر ہے
تو اسکے ہم جنس ناقص درہم سے عقد متعلق ہوگا اگر بائع اسکا حال جانتا ہو اور اگر نہ جانتا ہو تو اسکے ہم جنس عمدہ درہم سے تعلق عقد ہوگا وصح المبایعۃ والاستقراض بما یروج منہ
عملا بالعرف فیما لا نص فیہ اور صحیح ہے باہم خرید فروخت کرنا اور قرض لینا اس غالب الغش سے جسکا رواج ہو عرف پر عمل کر کے اسمیں جسمیں تصریح نہیں فان راج
وزنا فیہ وعددا فیہ وبہما فبکل منہما سو اگر اسمیں وزن رائج ہو یا شمار مروج ہو یا وزن و شمار دونوں جاری ہوں تو وزن اور عدد ہر ایک سے بیع اور استقراض صحیح ہے
والمتساوی غشہ وفضتہ وذہبہ کغالب الفضۃ والذہب فی تبائع واستقراض فلا یجوز الا بالوزن الا اذا اشار الیہا کما فی الخالصۃ
اور جسمیں غش اور چاندی یا سونا برابر ہو وہ غالب الفضۃ یا غالب الذہب کے مانند ہے خرید فروخت اور قرض لینے میں تو بیع اور استقراض اسمیں جائز نہیں مگر تول کر لیکن جبکہ دونوں
کی طرف اشارہ کر دیا تو وزن کرنا لازم نہیں چنانچہ دراہم یا دنانیر خالصہ میں سے شمار فقط بائع کی طرف راجع ہے یعنی استقراض بصورت بلا وزن صحیح نہیں اور مراد بیع سے
جو مختصر کے سوا ہی اسواسطے کہ صرف کا حکم اوپر اسکے مذکور ہوگا واما فی الصرف فکغالب الغش فیصح باعتبار المداد اور بیع الصرف میں تو غالب الغش کے مانند ہے تو صرف

[illegible]

صحیح ہوگی اعتبار گذشتہ سے یعنی اگر بخیہ خالص سے یا الصرف ہوئی ہو تو ضرور ہو کہ خالص سے اکثر ہو والا جائز نہیں اور اگر بخیہ غش سے ہو تو تفاضل جائز ہو بخلاف
جنس سے بھی جائز ہو باوجود قبض کے دونوں صورتوں میں کذا فی الطحطاوی واشتری به شیئا به ای بغالب الغش وهو نافق او بفلوس نافقة فکسد ذلک قبل التسلیم
البائع بطل البیع کما لو انقطعت عن ایدی الناس فانه کالکساد خرید کی کوئی چیز غالب الغش سے اور حالانکہ وہ رائج ہو یا فلوس مروجہ سے خرید کی پھر اسکا رواج جاتا رہا قبل تسلیم بائع کے
تو بیع باطل ہوگئی چنانچہ اگر وہ منقطع ہوگئی ہوں لوگوں کے ہاتھ سے تو انقطاع کساد کے مانند ہو وکذا حکم الدراہم لو کسدت او انقطعت بطل اور یہی حکم ہے
دراہم کا اگر انکا رواج جاتا رہے یا وہ منقطع ہو جاویں تو بیع باطل ہو وصححاه بقیمة المبیع وبه یفتی رفقا بالناس بحر وحقائق اور صاحبین نے بیع کی قیمت سے بیع کو صحیح
کہا ہے اور اسیکا فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے کذا فی البحر والحقائق یعنی بجاے قیمت مبیع کے کاسد کہتا ہو سکتا ہے اور نوشتہ یا صورت بقاء حیثیت کا وجوب ہو
ابو یوسف کے نزدیک یوم البیع کی قیمت اور محمد کے نزدیک یوم الکساد کی قیمت معتبر ہو صاحب ذخیرہ اور خلاصہ اور عینی نے شرح کنز میں کہا ابو یوسف کے قول پر فتوی ہے اور صاحب
محیط اور تتمہ اور حقائق نے کہا کہ محمد کے قول پر فتوی ہے لوگوں کی آسانی کے واسطے انتہی تو جمال شارح کے کلام میں اس تقریر سے معلوم ہوگیا کذا فی الطحطاوی فحد الکساد
ان تترک المعاملة بها فی جمیع البلاد فلو راجت فی بعضها لم یبطل بل یتخیر البائع لتعیبها اور کساد یعنی عدم رواج کی حد یہ ہے کہ ان سے معاملہ کرنا سب شہروں میں
متروک ہو جاوے تو اگر بعضے شہروں میں رائج ہوں تو بیع باطل نہیں بلکہ بائع مختار ہے بسبب انکے عیب دار ہو جانے کے یعنی اگر بائع نے شہروں میں رائج نہوں تو انکو عیب دار ہو جانے
انکو لے جاوے انکی قیمت سے کذا فی البحر وحد الانقطاع عدم وجوده فی السوق وان وجد فی ید الصیارفة وفی البیوت کذا ذکره العینی وابن الملک باثبات
خلافا لما فی نسخ المصنف وقد عزاه للهدایة ولم اره فیها والله تعالی اعلم اور انقطاع کی حد یہ ہے کہ بازار میں موجود نہ ہوں اگرچہ صرافوں کے ہاتھ اور گھروں میں موجود ہوں اسی طرح
ذکر کیا ہے عینی اور ابن ملک نے بحرف عطف یعنی فی البیوت کا لفظ لیا ہے خلاف اسکے جو نسخہ مصنف کے نسخوں کے کہ انمیں بحرف عطف نہیں ہے اور مصنف نے عدم عطف کو
ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور میں نے ہدایہ میں اسکو نہیں دیکھا والله اعلم طحطاوی نے کہا کہ یہ عبارت ہدایہ میں مسئلہ کے بیان میں مذکور نہیں بلکہ کسی اور محل میں مذکور ہو
وفی البزازیة لو راجت قبل فسخ البائع البیع عاد جائزا لعدم انفساخ العقد بلا فسخ وعلیه فقول المصنف بطل البیع ای ثبت للبائع ولایة فسخه والله الموفق
اور بزازیہ میں ہے کہ اگر دوسرے بار رواج ہو گیا قبل اسکے کہ بائع بیع کو فسخ کرے تو جائز ہوگی بیع کیونکہ بیع فسخ نہیں ہے بدون فسخ کرنے کے اور جب ایسا ہے
تو مصنف کا یوں کہنا کہ قبل تسلیم کے عدم رواج سے بیع باطل ہوگی اسکا مطلب یہ ہے کہ بائع کو اسکے فسخ کی ولایت اور اختیار ثابت ہوا اور حق تعالی توفیق دینے والا ہے وقید
بالکساد لانه لو نقصت قیمتها قبل القبض فالبیع علی حاله اجماعا ولا یتخیر البائع اور بطلان بیع میں جو مصنف نے کساد کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر غالب الغش کی قیمت
کم ہو جاوے قبل قبض کے تو بیع بحال خود قائم ہے بالاجماع اور بائع کو فسخ میں اختیار نہیں ہے جب غالب الغش کی ارزانی اور گرانی قیمت کا حکم معلوم ہوا تو غالب النقد کا حکم بطریق
اولی ثابت ہو گیا وعکسه لو غلت قیمتها وازدادت فکذلک البیع علی حاله ولا یتخیر المشتری ویطالب بنقد ذلک العیار الذی کان وقت البیع
اور بالعکس اسکے اگر غالب الغش کی قیمت گران ہوگئی اور زیادہ ہوگئی تو اسیطرح بیع بحال خود قائم ہے اور مشتری مختار نہیں ہے اور مشتری سے اسی نقد کا مطالبہ کیا جاوے گا جو
بیع کے وقت تھا کذا فی الفتح عیار سے مراد وہ مقدار ہے جو وقت عقد مذکور ہوئی اور بعد اسکے قیمت زیادہ ہو جاوے کا اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی وقید بقوله قبل
التسلیم لانه لو باع دلال وکذا فضولی متاع الغیر بغیر اذنه بدراهم معلومة واستوفاها فکسدت قبل دفعها الی البائع لا یفسد البیع لان حق
القبض له عینی وغیره اور مصنف نے بطلان بیع میں کساد قبل التسلیم کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دلال اور اسیطرح فضولی نے غیر کی متاع کو بدون اسکے اذن کے
دراہم معلومہ سے بیچا اور دراہم مذکورہ مشتری سے پورے بھر لیے پھر انکا رواج موقوف ہوگیا صاحب متاع کے دینے سے پہلے تو بیع فاسد نہوگی اسواسطے کہ حق قبض کا
دلال و فضولی کے واسطے ثابت ہے کذا فی العینی وغیرہ کیونکہ عاقد وہی ہے نہ صاحب متاع اسیطرح اگر وکیل نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ درہم سے فلوس خرید کرے سو
فلوس خرید کئے اور قبضہ کیا پھر انکا رواج جاتا رہا تو وہ فلوس موکل کے ہیں اور اگر کساد قبل قبض وکیل ہوا تو فلوس مذکورہ وکیل کے ہیں کذا فی الطحطاوی

و صح البیع بالفلوس النافقة وان لم یتعین اور صحیح ہے بیع فلوس رائجہ سے اگرچہ وہ متعین نہیں ہوتے درہموں کے مانند ہم فلوس سے بیع اسواسطے صحیح ہے کہ وہ مثل النوع مال ہیں پس ہم کہتے ہیں تا ہلکہ
اگر ہلاک ہوں قبل قبض تو عقد منفسخ نہیں ہوگا اور اگر فلوس بدل کر دے تو جائز ہے اور فلوس رائجہ متعین اسواسطے نہیں ہوتے کہ اثمان میں داخل ہیں یا درہمن نقد کی تعیین جتنی نہیں بلکہ اگر ثمن
کو متعین کر دے تو بھی متعین نہیں ہوتا مگر جبکہ عاقدین یوں کہیں کہ ہم نے تعلیق حکم کا فلوس بعینہا سے ارادہ کیا تو اب البتہ تعلق عقد کا بعینہا فلوس سے ہوگا کذا فی النہر و بالکاسدة
حتی یعینہا کالسلع و الفلوس الکاسدة بغیر تعیین ایسے بیع صحیح نہیں تا وقتیکہ انکو معین نہ کر دے جیسا کہ قماش اور اسباب سے بیع بالتعیین صحیح نہیں ہم تعیین اسواسطے ضروری ہے کہ در حالت عدم
رواج فلوس مبیع ہیں نہ ثمن اور مبیع کا متعین ہونا ضروری ہے کذا فی النہر ویجب علی المستقرض رد مثل فلس القرض اذا کسدت و اوجب محمد قیمتہا یوم الکساد و
علیہ الفتوی بزازیہ اور قرض لینے والے پر قرض کے فلوس کے مانند کا پھیر دینا واجب ہے جبکہ فلوس کا رواج جاتا رہے اور محمد نے فلوس کی قیمت یوم الکساد واجب رکھی ہے اور
اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ محل خلاف اس صورت میں ہے کہ جب قرض کے فلوس ہلاک ہو گئے ہوں پھر انکا رواج موقوف ہو گیا ہو اور اگر مستقرض کے پاس فلوس باقی ہیں
تو بعینہا انکو پھیر دینا چاہیے بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وعن الفتح مثالیہ عینی شرح المجمع و فی النہر و تاخیر صاحب الہدایہ دلیلہما ظاہر فی اختیار قولہما اور
نہر الفائق میں ہے کہ پیچھے لانا صاحب ہدایہ کا صاحبین کی دلیل کو ظاہر ہے صاحبین کے قول کے مختار ہونے میں یعنی صاحب ہدایہ کی عادت ہے کہ قول مختار کی دلیل کو پیچھے ذکر کرتا ہے
اشتری شیئا بنصف درہم مثلا فلوس صح بلا بیان عددہا للعلم بہ و علیہ فلوس تباع بنصف درہم کذا بثلث درہم ودانق خرید کی کوئی چیز مثلا نصف درہم
فلوس سے تو خرید صحیح ہے بدون بیان کرنے فلوس کے شمار کے بسبب اسکے معلوم ہونے کے اور مشتری پر اسقدر فلوس واجب ہیں جو نصف درہم کو بیچے جاتے ہیں اور اسیطرح ثلث درہم
یا ربع درہم کے فلوس سے خرید کرنا صحیح ہے امام زفر کے نزدیک خرید مذکور صحیح نہیں کیونکہ فلوس عددی چیزیں ہیں تو بلا بیان عدد ثمن مجہول ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ ثمن مجہول نہیں بلکہ
معلوم ہے کیونکہ جب نصف درہم کو ذکر کیا پھر نصف کو موصوف بفلوس کیا اور حالانکہ نصف درہم کا فلوس ہونا ممکن نہیں تو معلوم ہو گیا کہ قائل کو اسیقدر فلوس کا ارادہ ہے کہ
جو نصف درہم سے بیچے جاتے ہیں اور یہ معلوم ہے تو ذکر عدد فلوس کی کچھ حاجت نہیں کذا فی النہر و کذا لو اشتری بدرہم فلوسا او بدرہمین فلوسا جاز عند الثانی
وھو الاصح للعرف کافی اور اسیطرح اگر خرید کی کوئی چیز ایک درہم کے فلوس سے یا دو درہم کے فلوس سے تو جائز ہے امام ابو یوسف کے نزدیک اور یہی صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی الکافی
ومن اعطی صیرفیا درہما کبیرا فقال اعطنی بہ نصف درہم فلوسا وبنصفہ نصفا من الفضة صغیرا الا حبة صح ویکون النصف
الا حبة بمثلہ وما بقی بالفلوس اور جسنے صراف کو درہم کبیر یعنی درہم کامل دیا پھر بولا کہ دے مجھکو بعوض اسکے نصف درہم فلوس اور نصف چاندی کا درہم صغیر مگر بقدر حبہ
یعنی وہ درہم صغیر جو وزن میں بقدر نصف درہم کبیر ہو ایک حبہ کم کذا فی النہر تو عقد صحیح ہے اور ہوگا نصف درہم مگر حبہ مقابل اپنے مثل کے اور باقی مقابلہ فلوس کے شارح نے ذکر لفظ
فلوس منصوب صفت ہے نصف کی ولو کرر لفظ نصف بطل فی الکل للربا اور اگر نصف کا لفظ دوبارہ کہا اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا وبنصفہ نصفا
الا حبة یعنی دے مجھکو بعوض نصف درہم کبیر کے فلوس اور بعوض نصف دوسرے کے درہم صغیر جسکا وزن بقدر نصف درہم کبیر ہے مگر حبہ تو فلوس اور درہم صغیر سب میں بیع باطل ہے
بسبب لازم آنے بیاج کے ہم بیاج اسواسطے لازم آیا کہ نصف درہم کبیر بقدر حبہ زائد تھا درہم صغیر سے تو بقدر حبہ خالی ہے عوض سے نہر الفائق میں ہے کہ عقد مذکور امام کے
نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک فلوس میں عقد صحیح ہے اور جو مقابل ہے چاندی کے اسمیں باطل ہے اور اگر لفظ اعطا کو مکرر کیا یعنی اسطرح کہ اعطنی بنصفہ فلوسا و اعطنی بنصفہ نصفا الا حبة
تو فلوس میں بیع جائز ہے اور چاندی میں باطل انتہی وکذا فی الطحطاوی و بیانہ ان الاموال ثلثة الاول ثمن بکل حال وھو النقدان صحبتہ الباء اولا قوبل
بجنسہ اولا اور یہ جو باب اور مذکور ہو چکا اول کتاب البیوع سے یہانتک کہ اس سے ظاہر ہوا کہ اسباب تین قسم پر ہیں قسم اول وہ مال ہے جو ثمن ہے ہر حال میں وہ چاندی اور سونا
ہے خواہ سیر یا جار آوے یا نہ آوے خواہ اپنی جنس سے مقابل ہو یا نہ ہو سابق مذکور ہو چکا کہ ثمن وہ ہے جو واجب فی الذمہ ہو بلا تعیین و الثانی مبیع بکل حال کالثیاب والدواب
اور قسم ثانی وہ مال ہے جو مبیع ہے ہر حال میں جیسا کہ کپڑے اور جانور وہ مبیع ہی ہر حال میں یعنی خواہ اپنے جنس سے مقابل ہوں یا غیر جنس سے اور جار آوے یا نہ آوے والثالث
ثمن من وجہ مبیع من وجہ کالمثلیات اور قسم ثالث وہ مال ہے کہ ایک وجہ سے ثمن ہے اور دوسری وجہ سے مبیع جیسا کہ مثلی چیزیں کیلیات اور موزونات سوائے نقدین کے فان اتصل

[illegible] ۱۲

بہا

بها الباء فثمن في الاصح سو اگر ثیاب کے ساتھ باء جارہ متصل ہو اسطرح کہ اشتریت الثوب بالحنطۃ تو اس وقت وہ ثمن ہے اور اگر متصل نہ ہو تو اس سے وہ مبیع ہے بحر الرائق میں یوں ہے کہ اگر مثلی معین ہو عقد میں تو وہ مبیع ہے اور اگر معین نہ ہو اور اسپر باء جارہ آوے اور اسکے مقابل مبیع واقع ہو تو وہ ثمن ہے واما الفلوس فان راجت فکثمن والا فکسلع اور فلوس اگر رائج ہوں تو ثمن کے مانند ہیں اور نہیں تو غلہ اور قماش کے مانند ہیں والثمن من حکمہ عدم اشتراط وجودہ في ملک العاقد عند العقد وعدم بطلانہ ای العقد بہلاکہ ای الثمن ویصح الاستبدال بہ في غیر الصرف والسلم فیہما اور منجملہ احکام ثمن مشروط نہونا اسکے وجود کا ہے عاقد کی ملک میں عقد بیع کے وقت اور نہ باطل ہونا عقد کا ثمن کے ہلاک ہو جانے سے اور صحیح ہے بدل لینا ثمن سے یعنی اسکو خرچ کر ڈالنا اور اسکے عوض اور دینا بجز صرف اور سلم میں نہ ان دونوں میں یعنی بیع الصرف اور سلم میں بیع اور راس المال کا استبدال صحیح نہیں وحکم المبیع خلافہ ای الثمن في الکل فیشترط وجود المبیع في ملکہ وهکذا اور حکم مبیع کا برخلاف ثمن کے ہے جیسا امور مذکورہ میں تو مشروط ہے مبیع کا موجود ہونا عاقد کے ملک میں عقد کے وقت اور اسیطرح باقی امور ہیں بیع باطل ہو جاتی ہے مبیع کے ہلاک ہو جانے سے اور مبیع کا استبدال جائز نہیں ومن حکمہما وجوب التساوي عند المقابلۃ بالجنس في المقدرات کالنقود اور ثمن و مبیع کی برابری کا واجب ہونا منجملہ احکام کے ہے مقابلہ جنس کے وقت مقدرات میں یعنی مکیلات اور موزونات میں چنانچہ مذکور اور ثابت ہو چکا ہے باب الربوا میں یعنی مکیل یا موزون میں درصورت اتحاد جنس ثمن و مبیع دونوں کا برابر ہونا واجب ہے

تذنیب

في بیع العینۃ ویأتي متنا في الکفالۃ وبیع التلجئۃ ویأتي متنا في الاقرار کتاب البیوع کا دنبالہ ہے بیع العینہ کا ذکر میں اور اسکا بیان کتاب الکفالہ کے متن میں آویگا اور بیع التلجیہ کے بیان میں اور اسکا ذکر کتاب الاقرار کے متن میں آویگا تذنیب عبارت ہے ایسی چیز سے جسکو آخر کلام میں لاویں اور اسکو کلام سابق سے تعلق ہو اور مقصد یہ ہے یعنی مضمون اس تذنیب میں بیع العینہ کے ذکر کا کچھ فائدہ حاصل نہیں تو بہتر یوں تھا کہ شارح کہتا اقسام بیوع سے بیع العینہ باقی ہے اسکو اسکا ذکر کتاب الکفالہ میں آویگا کذا في الطحطاوی وهي ان یظہرا عقدا وهما لا یریدانہ یلجأ الیہ لخوف عدو وهو لیس ببیع في الحقیقۃ بل کالهزل کما بسطہ في شرح [illegible] اور وہ یعنی بیع التلجیہ یہ ہے کہ عقد کو دو شخص ظاہر کریں اور اسکا ارادہ نہ کریں قصد نہ کریں ایسے عقد کی طرف التجا واقع ہوتی ہے دشمن کے خوف سے اور وہ حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ ہزل اور بیہودگی کے مانند ہے چنانچہ اسکو مبسوط شرح بیان کیا ہے اپنی شرح منظومہ کے آخر میں ہم عنقریب بیان کرینگے کہ تلجیہ عبارت ہے اس امر کے کرنے سے جسکا باطن بخلاف اسکے ظاہر کے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تلجیہ وہ عقد ہے جسکو انسان بضرورت امر ایجاد کرتا ہے تو وہ مدفوع الیہ کے مانند ہو جاتا ہے اور تلجیہ تین قسم پر ہے ایک قسم یہ ہے کہ نفس بیع میں تلجیہ ہو اسطرح پر کہ کسی سے یہ کہے کہ میں یہ ظاہر کرتا ہوں کہ میں نے اپنا گھر تیرے ہاتھ بیچا اور یہ فی الحقیقت بیع نہیں اور اسپر گواہ کرے پھر ظاہر میں بیچا کرے تو یہ باطل بیع ہے دوسری قسم یہ ہے کہ تلجیہ بدل میں ہو چنانچہ عاقدین باطن میں اسپر متفق ہوں کہ ثمن ہزار درم ہیں اور ظاہر میں دو ہزار کہتے کریں تو ثمن وہی ہے جو باطن میں مذکور ہوا اور زیادہ میں گویا انھوں نے ہزل کیا اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یوں ہے کہ ثمن وہی ہے جو ظاہر میں مذکور ہوا تیسری قسم یہ ہے کہ عاقدین باطن میں اسپر اتفاق کریں کہ ثمن ہزار درم ہے اور ظاہر میں سو دینار سے بیع کریں محمد نے کہا قیاس یہ ہے کہ عقد باطل ہو اور استحسان میں سو دینار سے بیع صحیح ہے اور اگر دونوں اسپر اتفاق کریں کہ اس بیع کا اقرار کرینگے جو نہیں واقع ہوئی پھر اسکا اقرار کریں تو وہ بیع باطل ہے اور دونوں کی اجازت سے بھی جائز نہیں طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت میں [illegible] الفتاح ہے [illegible] اقسام ثلثہ [illegible] اور یحتمل کہ [illegible] بیع التلجیہ کی تحقیق میں وقعقد قاضی خان فصلا آخر الاکراہ والمحصل انہ ینعقد غیر لازم کالبیع بالخیار اور قاضی خاں نے آخر الاکراہ میں باب التلجیہ میں ایک فصل منعقد کی ہے اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ تلجیہ منعقد غیر لازم بیع الخیار کے مانند ہے وجعلہ الباقاني فاسدا اور باقانی نے تلجیہ بیع فاسد قرار دیا ہے ولو ادعی احدهما التلجئۃ وانکر الآخر فالقول لمدعي الجد بیمینہ اور اگر ایک شخص نے بیع تلجیہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے اسکا انکار کیا تو مدعی جد کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہے طحطاوی نے کہا شاید یہ اسواسطے ہے کہ جد اصل ہے یعنی ہزل خلاف اصل ہے لہذا اسکا قول معتبر ہوا ولو برهن قبل ولو برهنا فالتلجئۃ اور دونوں میں سے اگر کوئی گواہ لاوے اپنے دعوی پر تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مدعی تلجیہ کی گواہی مقبول ہوگی یعنی اسواسطے کہ شہادت خلاف ظاہر کی اثبات کیواسطے ہے ولو تبایعا في العلانیۃ ان اعترفا ببنائہ علی التلجئۃ فالبیع باطل لاتفاقہما انہما هزلا بہ والا فلازم

تحصہ ھا انیۃ فباطل علی الظاہر نعم اوراگر دونون نے علانیہ بیع کی اگرچہ دونون نے اقرار کرلیا کہ بنا بیع تلجیہ پر تھی تو بیع باطل ہے اسبب متفق ہونے دونون کے اسپر کہ ظاہر بیع کا نہ ہونا مطلوب
تھا اور بعضون کے نزدیک بیع لازم ہے یعنی اگر دونون نے عقد تلجیہ پر متفق ہوئے یا بنا دونون کے بعض مین مختلف ہوئے تو بیع لازم ہے اور اگر دونون کو بیع کے وقت کوئی نیت حاضر نہ ہو تو بنا کی
نہ اعراض کی تو بیع باطل ہے قول الحاوی ہے کذا فی المنیۃ پھر یہان ہیں سیرت ہے کہ در صورت عدم حضور نیت عقد صحیح ہے اور منیہ سے معلوم ہوا کہ باطل ہے تو شاید یہان دو قول ہیں کذا فی الحاوی
بالقہستانی اس مسئلے میں دو قول ہیں چنانچہ قولہ [illegible] علی القنیۃ [illegible] واللہ تعالی اعلم قلت مقادہ انہما لو تواضعا علی الوفاء قبل العقد ثم عقدا خالیا عن
شرط الوفاء فالعقد جائز ولا عبرۃ للمواضعۃ میں کہتا ہون کہ منیہ کے قول سے مستفاد ہوا کہ اگر عاقدین وفا و ثمن مجہول الیمین قبل عقد کے پھر بیع منعقد کرین خالی شرط وفا
سے تو عقد جائز ہے اور کچھ اعتبار نہین مواضعت یعنی ٹھہرا رکھنے کا ہم یعنی افادہ یہ ہے کہ بیع التلجیہ اسوقت باطل ہے جبکہ دونون اسکا اعتراض کرین کہ بنا علانیہ تلجیہ پر تھی والا بیع لازم ہے
تو معلوم ہوا کہ اگر اسکا صدور وعدہ وفا پر ہو تو بیع باطل نہین جائز ہے وبیع الوفاء ذکرتہ ھنا تبعا للدرر اور بیع الوفا کو مین نے یہان ذکر کیا درر کا تابع ہوکر
وصورتہ ان یبیعہ العین بالف علی انہ اذا رد علیہ الثمن رد علیہ العین وسماہ الشافعیۃ بالرہن المعاد ویسمی بمصر بیع الامانۃ وبالشام بیع الاطاعۃ
اور بیع الوفا کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص بیع کرے ہزار درم سے مثلا اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دے تو مشتری اسکو شخص مبیع پھیر دے اور شافعی مذہب اسکو رہن معاد
کہتے ہین اور مصر مین بیع الامانۃ کہتے ہین اور شام مین بیع الاطاعۃ کہتے ہین ہم رہن معاد کے تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ اسکا عود امین کی طرف ہوتا ہے الفاد مقبوض کے وقت اور بیع الامانۃ
کی وجہ یہ ہے کہ صدور اس بیع کا امانت پر مبنی ہے کہ صاحب درم نے بائع کو امین جان کر درم دیے اور بائع نے صاحب درم کو امین سمجھکر مبیع دی کہ جب مین اسکو درم دونگا تو وہ
بلا انکار مبیع کو پھیر دیگا اور یہی وجہ ہے بیع الاطاعۃ کی کہ ایک دوسرے کی اطاعت کا مستعد ہے بعد وجود شرط کے قیل ھو رھن فتنتفی فائدۃ اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا
فی الحقیقۃ رہن ہے تو زوائد اسکے مضمون ہین یعنی مشتری کو منافع مبیع حلال نہین مانند رہن کے وقیل بیع یفید الانتفاع اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا
درحقیقت بیع ہے کہ مبیع سے فائدہ لینے کے مفید ہے وفی اقالۃ شرح المجمع عن النہایۃ وعلیہ الفتوی اور شرح مجمع کے باب الاقالہ مین نہایہ سے منقول ہے کہ اسی پر فتوی ہے
یعنی بیع ہونے پر وقیل ان بلفظ البیع لم یکن رھنا اور بعضون نے کہا کہ بیع الوفا بلفظ بیع ہو تو رہن نہوگی ہم اسواسطے کہ بیع اور رہن ہر واحد عقد مستقل ہے شرعا اور ہر ایک کے احکام مستقل
ہین کذا فی الدرر ثم ان ذکر الفسخ فیہ او قبلہ او زعماہ غیر لازم کان بیعا فاسدا پھر جبکہ عاقدین نے بیع الوفا کے اندر یا قبل اسکے فسخ کو ذکر کیا یعنی شرط کیا یا دونون نے
اسکو بیع غیر لازم گمان کیا تو بیع فاسد ہوگی ولو بعدہ علی وجہ المیعاد جاز ولزم الوفاء بہ لان المواعید قد تکون لازمۃ لحاجۃ الناس وھو الصحیح کما فی الکافی
والخانیۃ واقرہ خسرو ھنا والمصنف فی باب الاکراہ وابن الملک فی باب الاقالۃ بزیادۃ اور اگر فسخ کو بعد بیع الوفا کے بطریق وعدہ مذکور کیا تو بیع جائز ہے اور اس وعدہ کا وفا
کرنا لازم ہے اسواسطے کہ وعدہ کبھی لازم الایفا ہو جاتے ہین لوگون کی حاجت کے واسطے اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی والخانیہ اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ملا خسرو نے
یہان اور مصنف نے باب الاکراہ میں اور ابن ملک نے باب الاقالہ میں زیادہ بیان کے ساتھ وفی الظہیریۃ اذا ذکرا الشرط بعد العقد یلتحق بالعقد عند ابی حنیفۃ ولم یذکر
انہ فی مجلس العقد او بعدہ اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر شرط مذکور ہوئی بعد عقد کے تو وہ شرط عقد کے ساتھ لاحق ہوگی اور صاحب ظہیریہ نے یہ ذکر نہین کیا کہ ذکر شرط
مجلس عقد میں ہوا یا بعد اسکے ہم جب شرط فسخ امام کے نزدیک ملحق بعقد سے ہوئی تو بیع فاسد ہوگی اگرچہ شرط بعد مجلس ہو کذا فی الطحطاوی وفی البزازیۃ ولو باعہ کاتبا فانا
توقف علی اجازۃ مشتریہ وفاء ولو باعہ المشتری فللبائع او ورثتہ حق الاسترداد اور بزازیہ میں ہے اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو بیچا دوسرے مشتری کے
ہاتھ بطریق بیع لازم کے تو یہ بیع اسکے مشتری اول کی اجازت پر موقوف ہوگی جسنے بطریق بیع الوفا کے خرید کیا تھا اور اگر مشتری بالوفا نے اسکو بیچا تو اسکے بائع اور
بائع کے وارثون کو حق استرداد ثابت ہے ہم مشتری کی اجازت پر اسواسطے بیع موقوف ہوئی کہ حق مشتری اس سے متعلق ہو گیا اور بائع اور اسکے
وارثون کو حق استرداد ہونا انظر جانب ہے وافاد فی الشرنبلالیۃ ان ورثۃ کل من البائع والمشتری تقوم مقام مورثہ نظرا للجانبین الرہن فلیحفظ
اور شرنبلالیہ میں ذکر کیا کہ بائع اور مشتری ہر ایک کے وارث اپنے مورث کے قائم مقام ہین بلحاظ جانبین رہن تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یہی حکم فتاوی عالمگیری میں جامع الفصولین سے منقول ہے

در بیان حکم بیع الوفا

ولو استاجره بائعه لا یلزمه الاجرة لانه رهن حکما حتی لا یحل الانتفاع به اور اگر بیع الوفا کے بائع نے مبیع کو اجارہ دیا تو اُسکو اُجرت لازم نہین ہوتی
وہ بحکم رہن ہو یہانتک کہ اُس سے فائدہ لینا حلال نہین ہو یہ قول بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہو قلت وفی فتاوی ابن الحلبی ان صدرت الاجارة بعد قبض
المشتری لها المبیع فعلی البائع وحده فهی صحیحة والاجرة لازمة للبائع علی مدة التواجر انتهی قلت اور مین کہتا ہون ابن الحلبی کے فتاوی مین ہی
کہ اگر اجارہ صادر ہوا بعد قبض مشتری کے بیع الوفا کو اگر بعد قبض تنہا بائع کے واسطے ہو تو اجارہ صحیح ہو اور اجرت بائع کے واسطے لازم ہو تمام طول مدت تواجر انتہی تو
آگاہ ہو جا صرف قول بیع الوفا کے بیع ہونے پر مبنی ہو یعنی شرنبلالیہ مین ہو کہ بیع الوفا مین تو قول ہین از انجملہ بعض علماء محققین کا یہ قول جامع ہو کہ بیع الوفا بعض احکام مین
تو فاسد ہو یہانتک کہ بائع اور مشتری ہر واحد فسخ کا مالک ہی اور بعض احکام مین صحیح ہو چنانچہ منافع مبیع کا حلال ہونا اور بعض احکام مین بیع الوفا رہن ہو یہانتک کہ مشتری
اسکی بیع اور رہن کا مالک نہین ہو صاحب بحرالرائق نے اسکو نقل کرکے اسی قول کو ترجیح دی کہ لائق یون ہو کہ فتوی دینے مین اس قول جامع سے عدول نکیا جاوے انتہی اور منجملہ منافع
کے اجارہ دینا اور اجرت لینا ہو اور وہ جو فتاوی خیریہ مین عدم جواز اجارہ مذکورہ ہو تو وہ بیع الوفا کے رہن ہونے پر مبنی ہو واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی قلت فی حلبیه
فلو صحت الملح وبقی فی یده فافتی علماء الروم بلزوم اجر مثله ویسمونه بیع الاستغلال مین کہتا ہون اور بیچ فتاوی ابن الحلبی کے اگر بیع شدہ اجارہ مشتری ہو جاوے
اور اسکے ہاتھ مین باقی ہو تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا ہو اور علماء روم اسی بیع کو بیع الاستغلال کہتے ہین وفی الدرر صحح بیع الوفا فی العقار
استحسانا واختلف فی المنقول اور درر مین ہو کہ بیع الوفا عقار مین صحیح ہو بطریق استحسان کے اور منقول مین اختلاف ہو یعنی بعض صحیح کہتے ہین اور بعض نہین
قول صحت بیع لونڈی ہو مبیعہ کی وطی بائع اور مشتری دونو کو حلال نہین ہو واسطے کہ اسمین دونون کا حق متعلق ہو تو گویا وہ بمنزلہ مشترک لونڈی کے ہو گئی اور اسکا بیچنا اور ہبہ
جائز نہین اگرچہ مبیع ماکول المطعوم ہو کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط والتتمة اختلفا ان البیع بات او وفاء او جد او هزل فالقول لمدعی البتات
الا بقرینة الهزل او الوفاء اور ملتقط اور تتمہ مین ہو کہ اگر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا کہ بیع لازم ہو یا بیع الوفا ہو یا واقعی بیع ہو یا ہزل ہو تو اسکا قول معتبر ہو جو واقعی ہونے اور
لزوم بیع کا مدعی ہو مگر بقرینہ ہزل اور وفا مدعی ہزل اور وفا کا قول معتبر ہوگا مثلا قرینہ ہزل یہ ہو کہ ثمن بنسبت مبیع کے بہت تھوڑا ہو کذا فی الطحطاوی قلت لکنه ذکر
فی الشهادات ان القول لمدعی الوفاء استحسانا کما سیجیء فلیحفظ مین کہتا ہون لیکن صاحب ملتقط نے کتاب الشہادات مین ذکر کیا کہ بیع الوفا کے مدعی کا
قول معتبر ہو بطریق استحسان کے چنانچہ اس کتاب کی کتاب الشہادات مین آویگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ قول سابق بطریق قیاس تھا ولو قال البائع
بعتك بیعا باتا فالقول له الا ان یدل علی الوفاء بنقصان الثمن کثیرا الا ان یدعی تغیر السعر اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ
بیع کی بطریق بیع لازم کے تو اسیکا قول معتبر ہو مگر یہ کہ بیع الوفا پر نہایت کمی ثمن دلالت کرے تو اسوقت دعوی لزوم بیع معتبر نہین مگر یہ کہ مدعی لزوم بیع متغیر ہو جانے
نرخ کا دعوی کرے تو باوجود نقصان کثیر مدعی لزوم کا قول معتبر ہوگا وفی الاشباه فی اواخر قاعدة العادة محکمة عن المنیة لو دفع غزلا الی حائك
لینسجه بالنصف جوزه مشائخ بخارا للعرف ثم نقل فی اخرها عن اجارة البزازیة ان افتی مشائخ بلخ وخوارزم وابو علی النسفی ایضا والفتوی
علی جواب الکتاب للطحان لانه منصوص علیه فیلزم ابطال النص اور اشباہ مین اواخر قاعدة العادة محکمة کے ذیل مین منیہ سے منقول ہو کہ اگر سوت دیا جولاہے کو تا اوسکو
بُنے آدھے کپڑے کی مزدوری لیکر اسکو مشائخ بخارا نے جائز کہا ہو بسبب عرف اور عادت کے پھر صاحب اشباہ نے اسکے آخر مین بزازیہ کی کتاب الاجارہ سے
نقل کیا کہ اسکے جواز کا فتوی دیا مشائخ بلخ اور خوارزم اور ابو علی نسفی نے بھی کہا صاحب اشباہ نے اور صحیح فتوی تو مسئلہ طحان کے جواب پر ہو جو کتاب یعنی قدوری مین
مذکور ہو یعنی عدم جواز اسواسطے کہ مسئلہ طحان کا جواب منصوص علیہ ہو تو جواز اس مسئلہ کا کہنے سے ابطال نص لازم آتا ہو یعنی ابو سعود نے کہا کہ فقہا کے عرف مین کتاب کا لفظ
عند الاطلاق قدوری ہی اور حلبی محشی نے کہا کہ مبسوط مراد ہو جیسے اصل بولتے ہین کذا اول عبارت اشباہ مین مبسوط مذکور ہو اور مسئلہ طحان یہ ہو کہ اگر کسی نے اپنا گدھا اجارہ
کرے گیہون پیسنے کو اجرت مقرر کرکے تو جائز نہین اور چونکہ مسئلہ جولاہہ بھی مسئلہ طحان کے مانند ہو تو وہ بھی جائز نہین کذا فی الطحطاوی والمنتقی تعریف ینتفع بها المبیع النافع القول

السادس فی بیع الوفاء انہ صحیح لحاجۃ الناس فرارًا من الربوا فقالوا ما ضاق علی الناس امرٌ الا اتسع حکمہ صاحب اشباہ نے کہا اور بزازیہ میں بیع
الفاسد سے قول سادس بیع الوفا میں یہ ہے کہ بیع الوفا صحیح ہے بسبب حاجت آدمیوں کے بیاج سے بھاگنے کے واسطے اور فقہا نے کہا ہے کہ کوئی امر لوگوں پر تنگ نہیں ہوا مگر
اُسکا حکم کشادہ ہو جاتا ہے ثم قال والحاصل ان المذہب عدم اعتبار العرف الخاص ولکن افتی کثیر باعتبارہ فاقول علی اعتبارہ ینبغی ان
یفتی بان ما یقع فی بعض الاسواق من خلو الحوانیت لازم ویصیر الخلو فی الحانوت حقا لہ فلا یملک صاحب الحانوت اخراجہ منہا ولا اجارتہا لغیرہ
ولو کانت وقفا پھر صاحب اشباہ نے کہا کہ البتہ ظاہر مذہب عدم اعتبار عرف خاص ہے ولیکن بہت فقہا نے عرف خاص کے معتبر رکھنے کا فتوی دیا ہے تو میں کہتا ہوں بموجب
اعتبار عرف خاص کے یوں فتوی دینا لائق ہے کہ جو بعضے بازاروں میں واقع ہوتا ہے دوکانوں کا خلو وہ لازم ہے اور دوکانوں کا خلو اسکا حق ہو جاتا ہے تو صاحب دوکان
اُسکے نکالنے کا دوکان سے مالک نہیں اور نہ اُسکے کرایہ دینے کا اُسکے غیر کو اگرچہ دوکان وقف ہو ہم تحقیق خلو اول کتاب البیوع میں مذکور ہو چکی وکذا اقول علی اعتبار
العرف الخاص قد تعارف الفقہاء النزول عن الوظائف بمال یعطی لصاحبہا فینبغی الجواز وانہ لو نزل لہ وقبض منہ المبلغ ثم
اراد الرجوع لا یملک ذلک ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور اسیطرح میں کہتا ہوں عرف خاص کے اعتبار کرنے پر کہ البتہ فقہا میں متعارف ہے نزول عن الوظائف یعنی باز رہنا
وظائف سے بعوض کسی مال کے جو صاحب وظیفہ کو دیا جاوے تو لائق یہ ہے کہ یہ نزول جائز ہو اور لائق یہ ہے کہ اگر صاحب وظیفہ اپنا وظیفہ چھوڑ دے اور طالب وظیفہ سے مبلغ
قبض کرے پھر اپنے وظیفے کے لینے کا ارادہ کرے تو وہ اسکا مالک نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ قلت ایدہ فی زواہر الجواہر بما فی واقعات الضریری رجل فی
یدہ دکان فغاب فرفع المتولی امرہ للقاضی فامرہ القاضی بفتحہ واجارتہ ففعل المتولی ذلک وحضر الغائب فہو اولی بدکانہ وان کان لہ خلو فہو
اولی بخلوہ ایضا ولہ الخیار فی ذلک فان شاء فسخ الاجارۃ وسکن فی دکانہ وان شاء اجازہا ورجع بخلوہ علی المستاجر ویؤمر المستاجر باداء ذلک الیہ
ان رضی بہ والا یؤمر بالخروج من الدکان انتہی بلفظہ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں زواہر الجواہر میں قول اشباہ کی تائید کی ہے اُس روایت سے جو واقعات ضریری میں ہے کہ ایک
مرد ہے کہ اُسکے ہاتھ میں دوکان ہے پھر وہ دوکان مع بیف کے سو وہ غائب ہو گیا اور متولی وقف نے اسکا حال قاضی کے روبرو پیش کیا قاضی نے دوکان کھولنے اور اُسکے
اجارہ دینے کا دوسرے شخص کو حکم دیا سو متولی نے ایسا کیا اور شخص اول حاضر ہوا تو شخص غائب اپنی دوکان لینے کا زیادہ حقدار ہے یعنی اسواسطے کہ اُسکی مدت اجارہ ہنوز باقی ہے
اگر غائب کا خلو ثابت ہو دوکان میں تو وہ اپنے خلو کے لینے میں بھی اولی ہے اور اُسکو یہی اختیار ہے سو اگر وہ چاہے تو اجارہ ثانیہ کو فسخ کرے اور رہے اپنی دوکان میں اگر چاہے
دوکان کے اجارہ کو جائز رکھے اور اپنا خلو مستاجر سے پھیر لے اور مستاجر ثانی کو حق خلو کے ادا کرنے کا حکم ہوگا اگر صاحب دوکان راضی ہو اُسکے باقی رکھنے سے اور اسکو
دوکان سے خارج ہو جانیکا حکم ہوگا یعنی بعد دینے حق خلو کے انتہی بلفظہ الزواہر کذا فی حاشیۃ المدنی

ف یعنی دوکان
سنہم کو اپنے روپیہ
کے سو ہوا [illegible]
نفع اسکو ملا کرے
اور اسکا بیان کامل
اس جلد کے صفحہ ۹
اور جلد دوم کے ۱۸۱

کتاب الکفالۃ

یہ کتاب ہے کفالت یعنی ضمانت میں مناسبتہا بالبیع لکونہا فیہ غالبا ولکونہا بالامر معاوضۃ انتہاء مناسبت اس کتاب کی بیع سے بسبب ہونے ضمانت کے بیع میں اکثر اور بسبب
ہونے ضمانت بالامر کے معاوضہ آخر کار میں ہم چونکہ اکثر ضمانت یا ثمن کی ہوتی ہے یا مبیع کی لہذا بیع میں ضمانت غالب الوقوع ہے تو یہ مناسبت ہوئی بیع سے عموما اور بیع الصرف سے
مناسبت یہ ہے کہ ضمانت آخر کار بعد الرجوع معاوضہ ہو اُسی جیسے ثمن ہوتا ہے کذا فی البحر ہی لغۃ الضم کفالت لغت میں بمعنی ضم ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا
کفالت لغت میں بمعنی التزام ہے اور وہ عبارت ہے تحمل اور ضم سے بھی کذا فی الطحطاوی وحکی ابن القطاع کفلتہ وکفلت بہ وعنہ وتثلیث الفاء اور ابن قطاع
نے کفلتہ اور کفلت بہ اور کفلت عنہ اور تثلیث فا کو نقل کیا ہے یعنی کفالت مصدر متعدی بنفسہ اور متعدی بحروف جارہ دونوں مستعمل ہے اور عین کلمہ پر حرکات ثلثہ جائز ہیں وشرعا
ضم ذمۃ الکفیل الی ذمۃ الاصیل فی المطالبۃ مطلقا بنفس او بدین او عین کمغصوب ونحوہ کما سیجیء لا الدین فی المطالبۃ ثم ذلک اور شرع میں

کتاب الکفالۃ

کفالت عبارت ہو واسطے ذمہ کفیل سے ذمہ اصیل کی طرف مطالبہ مین مطلقاً خواہ مطالبہ ذات کا ہو یا دین کا یا عین کا جیسا کہ مغصوب وغیرہ جیسے اسکا ذکر او دیگا اسواسطے کہ مطلق شامل ہو اِن سب کو یعنی نفس اور دین اور عین کو۔ ہدایہ وغیرہ مین مصرح ہو کہ کفالت ضم فی المطالبہ سے عبارت ہو نہ ضم فی الدین سے اور یہی قول اصح ہو یعنی کفیل پر مطالبہ ثابت ہوتا ہو اور دین ثابت نہین ہوتا اور بعضون کے نزدیک کفالت ضم فی الدین ہو یعنی ضامن کے ذمہ دین ثابت ہوتا ہو بلا سقوط از ذمہ اصیل اور یہ قول غیر اصح ہو طحطاوی نے مصباح سے نقل کیا کہ ذمہ عبارت ہو لغت مین عہد اور امان و ضمان سے نہر الفائق مین تحریر سے منقول ہو کہ ذمہ وہ وصف شرعی ہو جس سے وجوب لہ اور ما علیہ کی اہلیت ثابت ہوتی ہو اور فخر الاسلام نے ذمہ کو نفس و رقبہ صاحب عہد سے تفسیر کیا ہو اور مراد وہ ہے عہد او میثاق ہو ومن عرفہا بالضم فی الدین انما اراد تعریف نوع منہا فہو الکفالۃ بالمال لانہ محل الخلاف اور جسنے کفالت کی تعریف ضم فی الدین کی ہو اُسنے تو کفالت کی ایک قسم کے بیان کا ارادہ کیا ہو یعنی مال ضامنی کا کیونکہ وہی محل خلاف ہو ہمارے فقہا کا اسمین اختلاف ہو کہ دین ذمہ کفیل کے ثابت ہوتا ہو یا نہین کذا فی الحلبی وبہ استغنی عما ذکرہ صدر الشریعۃ اور مصنف کی تعریف سے حاجت نہین رہتی اس تعریف کی جسکو ملا خسرو نے ذکر کیا ہو ہم ملا خسرو نے درر مین کفالت کی یون تعریف کی ہو ہی ضم ذمۃ الی الذمۃ فی مطالبۃ النفس او المال او التسلیم شارح کا مطلب یہ ہو کہ جب مطالبہ کو علی الاطلاق کہا تو اقسام ثلثہ کو شامل ہو تفصیل کی کچھ حاجت باقی نہ رہی وركنها ایجاب وقبول بالالفاظ الآتیۃ ولم یجعل الثانی رکنا اور ضمانت کا رکن ایجاب و قبول ہو الفاظ آیندہ سے اور ابو یوسف نے قبول کو رکن نہین ٹھہرایا یعنی ابو یوسف کے نزدیک فقط ایجاب کفیل سے کفالت تمام ہوتی ہو طرف ثانی قبول کرے یا نہ کرے وشرطها کون المکفول بہ نفسا او مالا مقدور التسلیم من الکفیل فلم تصح بحد وقود اور شرط ضمانت یہ ہو کہ جس چیز کی ضمانت ہو خواہ نفس یا مال مقدور التسلیم ہو ضامن سے یعنی ضامن اُسکی تسلیم پر قادر ہو تو حد اور قصاص کی ضامنی صحیح نہین یعنی اسواسطے کہ حد اور قصاص سے ضامن پر اقامت نہین ہوتی بکلا بجبر وفی الدین کونہ صحیحا قائما لا ساقطا بموتہ مفلسا ولا ضعیفا کبدل کتابۃ ونفقۃ زوجۃ قبل الحکم بہا اور دین کی ضمانت مین ہو دین کا صحیح قائم شرط ہو نہ کہ دین کا ساقط ہونا مدیون کے مفلس مرجانے سے اور نہ ضعیف ہونا دین کا جیسا کہ بدل کتابت اور زوجہ کا نفقہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے ہم دین صحیح وہ ہو جو بدون ادا یا ابرا ساقط نہ ہو صحیح کی قید سے دین ضعیف نکل گیا جیسا کہ بدل کتابت کیونکہ وہ درصورت عجز مکاتب ساقط ہو جاتا ہو اور دین قائم کی قید سے میت مفلس کا دین نکل گیا اور ظاہر کلام شارح سے دلالت کرتا ہو کہ نفقہ زوجہ بھی دین ضعیف کی مثال ہو حالانکہ نفقہ بدون حکم قاضی یا رضامندی اصلا دین نہین ہوتا تو وہ دین غیر قائم کی مثال ہو خلاصہ یہ ہو کہ بدل کتابت اور مفلس میت کے دین کی ضمانت جائز نہین اور عدم جواز ضمانت نفقہ بحیثیت زوجہ صاحب نہر کی روایت مذہب فما لیس دینا بالاولی نفس تو جو چیز کہ دین نہین جیسا کہ نفقہ زوجہ قبل الحکم او الرضا اُسکی کفالت بطریق اولی صحیح نہین یعنی جب دین ضعیف کی کفالت صحیح نہوئی تو غیر دین کی بطریق اولی صحیح نہین وحکمها لزوم المطالبۃ علی الکفیل بما هو علی الاصیل نفسا او مالا اور کفالت کا حکم یعنی اثر مترتب لازم ہونا مطالبہ کا ہو کفیل پر اُس چیز کا جو اصیل پر واجب ہو باعتبار نفس یا مال کے ہم یعنی اگر حاضر ضامنی کا ہو تو ضامن سے حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا اور اگر مال ضامنی ہو تو اُسکا مطالبہ ہوگا واھلها من هو اهل التبرع فلا تنفذ من مجنون ولا صبی الا اذا استدان لہ ولیہ وامرہ ان یکفل المال عنہ فیصح ویکون اذنا فی الاداء محیط اور ضمانت کا اہل وہ ہو جو تبرع کا اہل ہو یعنی بر عاقل بالغ تندرست تو ضمانت نافذ نہین مجنون سے اور نہ صغیر سے مگر اُس وقت جبکہ اُسکے واسطے اُسکا ولی نے قرض لیا اور صغیر کو امر کیا کہ میرا مال ضامن ہو تو یہ ضمانت صحیح ہو اور یہ ضمانت صغیر کا اذن ہوگا ادا کرنے قرض مین کذا فی المحیط ہم مال ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کو اپنے ولی کی حاضر ضامنی کرنا درست نہین اسواسطے کہ ضمان حاضری صغیر پر بالشرط لازم ہو تو شرط سے کوئی چیز زیادہ نہوگی سوائے تاکید کے تو صغیر متبرع محض مثل اجانب ضامن نفس کے اور یہی حکم ہو وصی اور یتیم کا کذا فی البحر ومفادہ ان الصبی یطالب بہذا المال بموجب الکفالۃ ولولاها لطولب الولی فقط اور صحت ضمانت صغیر کا مفاد یہ ہو کہ صغیر سے اس مال کا مطالبہ ہوگا بموجب ضمانت کے اور اگر ضمانت نہوتی تو ولی سے مطالبہ ہوتا کذا فی النہر ولا من مریض الا من الثلث اور ضمانت نافذ نہین مریض سے مگر ثلث مال سے یعنی ضمانت تبرع ہو اور مریض کا تبرع صحیح نہین مگر اُسکے ثلث مال مین کیونکہ دو ثلث مین وارثون کا حق متعلق ہو گیا ولا من عبد ولو مأذونا فی التجارۃ فیطالب بعد العتق الا اذا اذن لہ المولی اور ضمانت نافذ نہین غلام سے اگرچہ غلام ماذون ہو تجارت مین

اور غلام سے بعد آزاد ہونے کے مطالبہ ہوگا مگر جبکہ اسکو اسکے مولی نے ضامن ہونیکا اذن دیا ہو تو درحالت مملوکیت بیچ لیا جائیگا ضمانت میں بشرطیکہ غلام مدیون نہو
کذا فی البحر اس روایت سے معلوم ہوا کہ بیشک نفاذ ضمانت کی شرط ہے نہ انعقاد ضمانت کی ولا من مکاتب ولو باذن المولی اور ضمانت نافذ نہیں مکاتب سے اگرچہ مولی نے
اذن دیا ہو ھم اصیل و مکفول لہ کی شرطیں باقی رہ گئیں سو اصیل کی شرط یہ ہیکہ قادر ہو مکفول بہ کی تسلیم پر تو مفلس سے ضامن ہونا صحیح نہیں اور یہ کہ اصیل معلوم ہو تو مجہول سے
ضمانت جائز نہیں اور اسکا آزاد اور عاقل بالغ ہونا شرط نہیں اور مکفول لہ کی شرط یہ ہیکہ معلوم ہو اور مجلس میں موجود ہو اور یہ انعقاد ضمانت کی شرط ہے اور اسکا عاقل ہونا شرط
ہے نہ آزاد ہونا کذا فی الطحطاوی عن البحر والمدعی وھو الدائن مکفول لہ اور مدعی یعنی صاحب دین کو مکفول لہ کہتے ہیں یعنی جسکے نفع کے واسطے ضمانت ہوئی والمدعی علیہ
وھو المدیون مکفول عنہ ویسمی الاصیل ایضا اور مدعی علیہ یعنی مدیون مکفول عنہ ہے یعنی جسکی طرف سے ضمانت ہوئی اور اسکو اصیل بھی بولتے ہیں والنفس
او المال مکفول بہ اور نفس یا مال مکفول بہ ہے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی ومن لزمتہ المطالبۃ کفیل اور جسپر کفالت سے مطالبہ لازم ہوا وہ کفیل ہے ضامن کو
زعیم اور ضامن اور حمیل اور قبیل بھی کہتے ہیں ودلیلہا الاجماع وسندہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام الزعیم غارم اور صحت ضمانت کی دلیل اجماع امت ہے
اور سند اجماع کی حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہ الزعیم غارم یعنی ضامن صاحب تاوان ہے یہ حدیث سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا
کہ یہ حدیث حسن ہے وترکہا احوط مکتوب فی التوراۃ الزعامۃ اولہا ملامۃ واوسطہا ندامۃ وآخرہا غرامۃ مجتبی اور ضامنی نہ کرنے میں زیادہ تر احتیاط
ہے توریت میں لکھا ہے کہ ضامنی کے اول میں ملامت ہے اور درمیان میں ندامت اور اسکے آخر میں تاوان ہے کذا فی المجتبی ہم ضمانت کے اول میں ملامت ہے یعنی خلق اسکو
ملامت کرتی ہے کہ کیوں برا بوجھ اپنے اوپر لیا اور درمیان میں ندامت ہے یعنی بعد ضامنی کے آدمی سوچتا ہے کہ بیدل احضار نفس لازم ہوگیا اور شاید یہ نہو سکے تو
سخت بلا میں گرفتار ہوا اور غرامت سے تاوان مال مراد ہے اور یہ اکثر ضمانت میں ہوتا ہے باعتبار اسکے لزوم مقرر ہے اور یہ ضامنی کو شامل ہے جسنے ضامنی کی برائیاں ذکر کین
اور اسکی خوبیوں سے سکوت کیا حالانکہ اسمین بحد خوبیاں بھی ہیں از انجملہ یہ ہے کہ ضامن ہونیسے طالب کا غم تشویش دور ہوتا ہے اور یہ مطلوب کا بھی ذات چاقف
جو اسکی تشویش دور ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو مومن کی تشویش اور مصیبت دنیا میں رفع کرے حق تعالی اسکی مصائب کو روز قیامت کے دور کریگا
وکفالۃ النفس تنعقد بکفلت بنفسہ ونحوہا مما یعبر بہ عن بدنہ کالطلاق وقدمنا ثمہ انہم لو تعارفوا اطلاق الید علی الجملۃ وقع بہا الطلاق فکذا فی
الکفالۃ فتح اور کفالت نفس یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے یوں کہنے سے کہ میں ضمانت کی اسکی ذات کی اور مانند اسکے وہ لفظ ہے جس سے بدن انسان تعبیر کیا جاتا ہے
مانند طلاق کے اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں ان کتاب الطلاق میں کہ اگر ایک قوم میں ہاتھ کا تمام بدن پر بولنا معروف مروج ہو تو اس سے طلاق واقع ہوگی تو اسیطرح
کفالت میں کذا فی الفتح یعنی اگر یہ بجائے کل بدن بولتے ہوں تو اگر ایک شخص کہے کہ میں اسکے ہاتھ کا ضامن ہوں تو ضمانت منعقد ہوتی ہے وبجزء شائع کثلثہ ونصفہ
اور بجزء شائع سے یعنی انسان کے جزء شائع سے کفالت منعقد ہوتی ہے جیسے کفالت کی اسکے نصف یا ربع کی ہم نصف یا ثلث یا ربع مکفول عنہ کا مراد ہے تو اگر کفیل اسکے
جزو شائع کی طرف اضافت کرے اس طرح کہ تیرے واسطے میں نصف یا ثلث کا ضامن ہوا تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن السراج وتنعقد بضمنتہ وعلی والی
عندنا وانا بہ زعیم ای کفیل او قبیل بہ او بفلان او حمیلہ عطفا علی بالجملہ اور منعقد ہوتی ہے حاضر ضامنی ان الفاظ سے کہ میں اسکا ضامن ہوا
یا علی یا الی یا عندی ہے یا میں اسکا زعیم یعنی ضامن ہوں یا اسکا قبیل ہوں یعنی فلانے شخص کا ضامن ہوں یا اسکا زعیم یا حمیل ہوں یعنی کفیل کذا فی البدائع
ہم قولہ علی یعنی مجھپر اسکی ضمانت لازم اور واجب ہے اسواسطے کہ علی کلمہ ہے وجوب کا تو صیغہ التزام ہے اور الی یعنی چھوڑ اسکو میری طرف کذا فی التاتارخانیہ قولہ عندی
یعنی یہ شخص میرے پاس ہے یعنی اسکو تیرے پاس حاضر کر دونگا او قبیل یعنی کفیل یہ قابل ضمان ہے طحطاوی نے کہا الظاہر ہے کہ حمیل بمعنی فاعل ہے کیونکہ وہ حامل ہے کفالت کا وتنعقد
بقولہ انا ضامن حتی تجتمعا او حتی تلتقیا ویکون کفیلا الی الغایۃ تتارخانیۃ اور منعقد ہوتی ہے کفالت اس قول سے کہ میں ضامن ہوں یہاں تک کہ ملاقات کرو
تم دونوں یا یہاں تک کہ دونوں ملو اور ہوگا قائل اسکا ضامن غایت تک کذا فی التاتارخانیہ ہم یعنی یہ ضمانت دائمی نہیں بلکہ مقام غایت ہے یا اجتماع یا التقا طرفین وقیل لا تنعقد لعدم

بیان المضمون بہا هو نفس او مال کالقلب فی الخانیة عن الثانی اور قول ضعیف یہ ہے کہ انا ضامن حتی تجتمعا سے ضمانت منعقد نہیں ہوتی بسبب بیان نہ ہونے مضمون کے یعنی جس چیز کی ضمانت ہوئی اسکا بیان نہیں کرو کیا ہے ذات ہے یا مال ہے چنانچہ یہ قول خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے قال المصنف والظاهر هو انه لیس المذهب لکنه استنبطه فی فتاواه انه لو قال الطالب ضمنت بالمال و قال الضامن انما ضمنت بنفسه لا یصح مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور ظاہر عدم انعقاد ابو یوسف کا مذہب نہیں ہے لیکن صاحب تنویر نے قول مذکور سے اپنے فتاوے میں استنباط کیا ہے کہ اگر طالب کہے کہ تو نے مال کی ضمانت کی ہے اور ضامن کہے کہ میں نے حاضر کی ہے تو ضمانت صحیح نہیں ہم حلبی نے کہا اسواسطے ضمانت صحیح نہیں کہ دونوں کا اتفاق ایک امر پر نہیں ہوا طحطاوی نے کہا کہ یہ استنباط منافی ضعف نہیں تو بقول معتمد قول مذکور کفالت نفس ہے ثم قال و ینبغی انه اذا اعترف انه ضمن بالنفس ان یواخذ باقراره فراجعه مصنف نے کہا کہ لائق یوں ہے کہ جب ضامن اقرار کرے کہ وہ ضامن ہوا ہے اسکی ذات کا کہ وہ ماخوذ ہے اپنے اقرار سے تو اس بات کو تلاش کر کتب معتمدہ میں کما لا ینعقد فی قوله انا ضامن لمعرفته علی المذهب خلافا للثانی لانه لم یلتزم المطالبة بل المعرفة جیسے منعقد نہیں ہوتی ضمانت اس قول میں کہ میں ضامن یا کفیل ہوں اسکی معرفت اور شناخت کا یہ مذہب ہے بخلاف ابو یوسف کے ضمانت اسواسطے منعقد نہیں ہوتی کہ قائل نے مطالبہ کا التزام نہیں کیا بلکہ شناخت و پہچان کا واختلف فی انا ضامن لتعریفه او علی تعریفه والوجه اللزوم

فتح اور اختلاف ہے اس قول میں کہ میں ضامن ہوں اسکی تعریف کا یا اسکی تعریف پر یعنی اسکے پہچنوا دینے کا ضامن ہوں اور دلیل قوی لزوم ضمانت ہے کذا فی الفتح ہم اسواسطے کہ تعریف مصدر متعدی ہے تو قائل نے التزام کیا کہ طالب کو مطلوب کی طرف دلالت کرے بخلاف معرفت کے کہ اس سے ثابت نہیں ہوتا مگر پہچاننا کفیل کا مطلوب کو کذا فی الحموی کانا ضامن لوجهه لانه یعبر به عن الجملة سراج چنانچہ اس قول میں لزوم ضمانت ہے کہ میں اسکے چہرے کا ضامن ہوں اسواسطے کہ چہرے سے سارے بدن کی تعبیر ہوتی ہے کذا فی السراج و فی معرفة فلان علی یلزمه ان یدل علیه خانیة ولا یلزم ان یکون کفیلا اور اس قول میں کہ فلانے شخص کی شناخت مجھ پر ہے اسپر بتا دینا لازم ہے اور بتا دینے کو لازم ہے کہ بتانا ضامن نہیں کذا فی الشرح واذا کفل الی ثلثة ایام مثلا کان کفیلا بعد الثلثة ایضا ابدا حتی یسلمه المساف الملتقط و شرح المجمع لو سلمه فی الحال یبرأ وانما المدة لتاخیر المطالبة اور جبکہ ضامن ہوا تین دن تک مثلا تو وہ ضامن ہوگا تین دن کے بعد بھی ہمیشہ تا وقتیکہ اسکی تسلیم کرے اسواسطے کہ ملتقط اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر قول مذکور میں بالفعل مطلوب کو تسلیم کر دے تو ضمانت سے بری ہوگا اور مدت کا بیان تو مطالبہ کی تاخیر کے واسطے ہے یعنی ذکر مدت انقطاع ضمانت کے واسطے نہیں بلکہ تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے تو تسلیم مطلوب پر دائمی ضمانت ہے طحطاوی نے کہا کہ ابتدا ضمانت کے حذف سے شبہ وہ کیا کہ اگر یوں کہے کہ میں جمعہ تک ضامن ہوں آج سے دس دن تک تو وہ بالفعل ضامن ہو جائیگا اور جب دس دن گذر جائینگے تو وہ ضامن باقی رہیگا کذا فی الشرنبلالیة ولو زاد و انا بری بعده لا یصیر کفیلا اصلا فی ظاهر الروایة وهو الحیلة فی کفالة لا تلزم شرح وانسان اور اگر اتنا زیادہ کہا کہ میں بری الذمہ ہوں اسکے بعد یعنی یوں کہا کہ تین دن تک ضامن ہوں اور بعد اسکے بری ہوں تو ہرگز ضامن نہوگا ظاہر الروایة میں اور یہ حیلہ ہے اس کفالت میں جو لازم نہو ہرگز ضامن نہوگا یعنی مطلقا ضامن نہوگا نہ مدت کے اندر نہ بعد اسکے اسواسطے کہ اعتبار ہوتا ہے آخر کلام کا اور حالانکہ آخر کلام میں تو ضمانت سے بری ہوگیا اور اول کلام سے معلوم ہوا کہ وہ مطالبہ ہوگا بعد مدت کے کیونکہ مذکور ہو چکا کہ ذکر مدت تاخیر مطالبہ کے واسطے ہے اور پھر اسنے ذکر کیا کہ بعد مدت وہ ضمانت سے بری ہے تو کسی وقت اسپر مطالبہ نہوا تو ضمانت بھی نہوئی کذا فی الطحطاوی قلت ونقله فی لسان الحکام عن ابی اللیث وان علیه الفتوی ثم نقل عن الواقعات ان الفتوی انه یصیر کفیلا انتهی لکن تقوی الاول بانه ظاهر المذهب

قلت میں کہتا ہوں کہ صاحب اشباہ نے لسان الحکام میں ابو اللیث سے نقل کیا کہ اسی پر فتوی ہے یعنی عدم کفالت پر پھر واقعات سے نقل کیا کہ اسکا فتوی ہے کہ وہ کفیل ہو جاتا ہے انتہی کلامہ لیکن قول اول یعنی عدم ضمانت کا فتوی قوی ہوتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ظاہر مذہب ہوگا ورنہ ظاہر یعنی در صورت تعارض اقتضا ظاہر الروایة کی طرف رجوع لازم ہے ولا یطالب المکفول به فی الحال فی ظاهر الروایة وبه یفتی وصحح فی السراجیة اور جبکہ تین دن کی مدت سے ضمانت ہوئی تو ضامن سے مکفول بہ کا مطالبہ فی الحال نہوگا بعد تین دن گذر جانے کے ظاہر الروایة میں اور اسی پر فتوی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سراجیہ میں و فی البزازیة کفل الی ثلثه

متی ادکلما طلب فلہ اجل شہر صحت ولہ اجل شہر من طلبہ فاذا تم الشہر فطالبہ لزمہ التسلیم ولا اجل لہ ثانیا اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شخص نے ضامنی کی اس شرط پر کہ جسوقت اور ہر بار کا اُس سے مطالبہ ہو اُسکے واسطے ایک مہینے کی مدت ہے تو ضامنی صحیح ہے اور اسکو ایک مہینے کی مدت ہوگی جبسے کہ طالب ضامن سے طلب کریگا یعنی طلب اول کے بعد پھر جب مہینہ پورا ہو گا پھر طالب اُس سے مطالبہ کریگا تو ضامن کو حاضر کرنا مکفول بہ کا لازم ہوگا اور ضامن کے واسطے دوسری بار مدت مقرر نہوگی ہم یعنی مطالبہ سے ایک مہینے کے بعد تعلیق باطل ہوگی کیونکہ اگر ابطال ہنو تو ابطال ضمانت لازم آوے عدم مطالبہ سے مطلقاً ثم قال وکفل علی انہ بالخیار عشرۃ ایام او اکثر صح بخلاف البیع لان مبناہا علی التوسع پھر صاحب بزازیہ نے کہا کہ ضامن نے ضامنی کی اس شرط پر کہ دس دن یا زیادہ اسکو اختیار ہے یعنی چاہے مدت مین ضامنی کرے یا نہ کرے تو صحیح ہے بخلاف بیع کے کہ اسمین تین دن سے زیادہ خیار شرط صحیح نہین سو واسطے کہ ضمانت کی بنا کشادگی پر ہے وان شرط تسلیمہ فی وقت بعینہ احضرہ فیہا ان طلبہ کدین مؤجل حل اور اگر شرط ہوگئی ہو مکفول بہ کی تسلیم کسی وقت مین تو ضامن اسکو اسوقت مین حاضر کرے اگر مکفول لہ طلب کرے جیسے دین موجل کا ادا کرنا لازم ہے جسکی مدت ہو چکی ہو طحطاوی نے کہا کہ لفظ شرط کو مجہول پڑھنا چاہیے تاکہ کفیل اور مکفول لہ دونوں کی شرط کو شامل ہو فان احضرہ فیہا والا حبسہ الحاکم حتی یظہر مطلہ پھر اگر کفیل مکفول بہ کو حاضر کرے مدت مشروط مین تو خوب ہے اور نہین تو حاکم اسکو قید کرے جب کہ اسکا ٹالنا ظاہر ہو ہم شارح کو یون کہنا بہتر تھا کہ اذا ظہر مطلہ اسو اسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ ضامن کو حاکم قید کرے تاوقتیکہ اسکا ٹالنا ظاہر ہنو کیونکہ حبس ظلم کی جزا ہے اور وہ ٹالنے سے پہلے ظالم نہین انتہی اور بعضے نسخون مین حین یظہر مطلہ ہے اور یہ ظاہر ہے خانیہ اور بزازیہ مین ہے کہ حبس اُسوقت ہے کہ ضامن مقر ہو اور اگر ضمانت کا منکر ہو اور گواہون سے اُسکی ضمانت ثابت ہو تو اُسوقت اُسکے حبس مین جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولو ظہر عجزہ ابتداءً لا یحبسہ عینی اور اگر ضامن کی عاجزی حاضر کرنے مین شروع سے ظاہر ہو تو اسکو قید نکرے کذا فی العینی فان غاب امہلہ مدۃ ذہابہ وایابہ ولو لدار الحرب عینی وابن ملک پھر اگر مکفول بہ غائب ہو تو ضامن کو اُسکے پاس جانے اور آنے کی مدت تک مہلت دے اگرچہ مکفول بہ دار الحرب مین ہو کذا فی العینی وابن ملک ولو لم یعلم مکانہ لا یطالب بہ لانہ عاجز ان ثبت ذلک بتصدیق الطالب زیلعی او دائن بالجہر او بینۃ اقامہا الکفیل مستدلا بما فی القنیۃ اور اگر ضامن مکفول بہ کا مکان نجانتا ہو کہ کون شہر مین وہ گیا ہے تو اُس سے مطالبہ کیا جاوے کیونکہ وہ عاجز ہے بشرطیکہ عدم علم مکان کا طالب کے تصدیق کرنے سے ثابت ہوا ہو کذا فی الزیلعی بحر الرائق مین اتنا زیادہ کیا ہے یا ضامن کے گواہون سے ثابت ہوا ہو قنیہ کی عبارت سے استدلال کرکے ہم طحطاوی نے کہا اسمین یہ خلل ہے کہ یہ گواہی اس چیز کی نفی پر ہے جسپر علم شاہد محیط نہین غاب المکفول بہ فللدائن ملازمۃ الکفیل حتی یحضرہ مکفول بہ غائب ہو گیا تو قرضخواہ دین کو ملازمت کفیل جائز ہے تاوقتیکہ اُسکو حاضر کرے وحیلۃ دفعہ ان یدعی الکفیل علیہ ان خصمک غائب غیبۃ لا یدری فی ای موضع فان برہن علی ذلک اندفع عنہ الخصومۃ اور دفع ملازمت کا یہ حیلہ ہے کہ دعوی کرے ضامن طالب پر کہ تیرا خصم بغیبت مجہول سے غائب ہے سو اسکا مکان مجھے بیان کر دے پھر اگر ضامن اپنے اس دعوی پر گواہی گذرانے تو طالب کی خصومت اس سے مندفع ہو جائیگی ولو اختلفا فان لہ خرجۃ للتجارۃ معروفۃ امر الکفیل بالذہاب الیہ ولا حلف انہ لا یدری موضعہ اور اگر طالب اور ضامن مین اختلاف ہو یعنی ضامن کہتا ہو کہ مین مکفول بہ کا مکان نہین جانتا اور طالب کہتا ہو کہ تو جانتا ہے تو اگر مکفول بہ سوداگری کے واسطے جاتا ہو اور وہ مکان مشہور ہو تو ضامن کو اُس تک جانیکا حکم ہوگا اور نہین تو اس سے قسم لیجاوے کہ وہ اسکا مکان نہین جانتا ہم فی کل موضع قلنا بذہابہ الیہ للطالب ان یستوثق بکفیل من الکفیل لئلا یغیب الآخر جس مکان مین ہمنے ضامن کے جانیکو کہا تو طالب کو جائز ہے کہ ضامن سے مضبوطی کرلے ضامن لیکر تاکہ دوسرا غائب نہو جاوے ویبرأ الکفیل بالنفس بموت المکفول بہ ولو عبداً اراد بہ دفع توہم ان العبد مال فاذا تعذر تسلیمہ لزمہ قیمتہ ویبقی مالا وکفیل بہ قیمتہ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے حاضر ضامن مکفول بہ کی موت سے اگرچہ مکفول بہ غلام ہو مصنف نے غلام کو ذکر کیا ہے اس وہم کو دفع کیا کہ غلام تو مال ہے پھر جب اُسکی تسلیم متعذر ہوئی تو اُسکی قیمت ضامن پر لازم ہوئی اور آگے آویگا کہ غلام کی ضمانت کا مسئلہ وبموت الکفیل ولا یطالب وارثہ باحضارہ سراج اور براءت حاصل ہوتی ہے ضامن کی موت سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ضامن کے وارث سے مکفول بہ کے حاضر کرنیکا مطالبہ ہوگا کذا فی السراج

لا بموت الطالب بل وارثه او وصيه يطالب الكفيل وقيل يبرأ نهاية في المنهي الاول اور ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا طالب کی موت سے بلکہ
طالب کا وارث یا اسکا وصی ضامن سے مطالبہ کریگا اور قول ضعیف ہے کہ طالب کی موت سے ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے کذا فی النہایہ اور یہی مذہب پہلا ہے ويبرأ بدفعه
من كفل بحيث اي في موضع يمكن مخاصمته سواء قبله الطالب ام لا وان لم يقل وقت الكفالة اذا دفعته اليك فانا بريء ويبرأ بتسليمه مرة ان
سلمه اليه بجهة الكفالة او كان طالبه منه والا فلا يبرأ ان لم يقل ذلك اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ضامن مکفول لہ کو سپرد کردینے سے ایسے مکان میں جہاں اسکو مخاصمہ
ممکن ہے خواہ طالب اسکو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ ضامن نے ضمانت کے وقت یہ نہ کہا ہو کہ جب میں مکفول عنہ کو تیرے سپرد کردوں تو میں بری الذمہ ہوں اور بری الذمہ ہوجاتا ہے ایک بار
تسلیم سے خواہ ضامن نے یہ کہا ہو کہ میں نے اسکو سپرد کیا تیری طرف کفالت کی جہت سے یا نہ کہا ہو بشرطیکہ طالب نے اس سے مکفول عنہ کو طلب کیا ہو اور اگر طلب
نہ کیا ہو تو یہ کہنا ضروری ہے کہ میں نے اسکو بجہت کفالت تجھکو سپرد کیا ہے مکان یمکن المخاصمہ کی قید سے نکالی گئی کہ اگر جنگل یا دیہات میں تسلیم ہوگی تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کیونکہ وہاں
خصومت پر قادر نہیں ولو شرط تسليمه في مجلس القاضي سلمه فيه ولم يجز تسليمه في غيره به يفتى في زماننا لتهاون الناس في اعانة الحق
اور اگر تسلیم مکفول عنہ کی مجلس قاضی میں شرط ہو تو ضامن وہیں اسکو حاضر کرے اور اسکی تسلیم غیر مجلس قاضی میں جائز نہیں ہے اسی پر فتوی ہے ہمارے زمانے میں بسبب سستی کرنے لوگوں کے
امر حق کی مددگاری میں یہ قول مفتی بہ ہے ولو سلمه عند الامير او شرط تسليمه عند هذا القاضي فسلمه عند قاض آخر جاز بحر اور اگر صورت
شرط تسلیم قاضی ضامن نے اسکو امیر کے پاس حاضر کیا یا اسکی تسلیم اس قاضی کے پاس شرط ہو اور دوسرے قاضی کے پاس سپرد کیا تو جائز ہے کذا فی البحر ولو سلمه في السجن
لو سجن هذا القاضي او سجن امير البلد وهذا الظهر اور اگر اسکو قیدخانہ میں سپرد کیا تو اگر اسی قاضی کا قیدخانہ ہے یا حاکم شہر کا قیدخانہ ہے اس شہر میں تو جائز ہے کذا
صححه ابن ملك شرح المجمع كذا يبرأ الكفيل بتسليم المطلوب نفسه لحصول المقصود وبتسليم وكيل الكفيل ورسوله لقيامهما مقامه ورسوله اليه لا رسوله
الى غيره كالاجنبي اور اسیطرح ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے مطلوب کی تسلیم سے اپنی ذات کو یعنی اگر مکفول عنہ خود حاضر ہوا تو ضامن بری ہوگیا بسبب حاصل ہونے مقصود
کے اور ضامن بری الذمہ ہوجاتا ہے وکیل کی تسلیم سے بسبب قائم مقام ہونے کے اور بری الذمہ ہوتا ہے ضامن فرستادہ کی تسلیم سے طالب کی طرف اسواسطے کہ
ضامن کا فرستادہ غیر طالب کی طرف اجنبی کے مانند ہے تسلیم مطلوب سے اسوقت ضامن بری الذمہ ہوتا ہے جب کفالت کا مطالبہ ہو اور اگر بغیر اسکے ہو تو بری نہیں ہوتا
اور غیر طالب کی طرف تسلیم رسول کی یہ صورت ہے کہ ضامن نے ایک شخص سے کہا کہ اسکو فلاں شخص کو سپرد کر تاکہ وہ طالب کو سپرد کرے پھر رسول نے خود طالب کو سپرد کیا تو یہ
اجنبی کے مانند ہے اور تسلیم اجنبی کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص اجنبی نے مطلوب کو طالب کی طرف سپرد کیا اور کہا میں اسکو تیرے ضامن کی جانب سے سپرد کرتا ہوں سو اگر طالب اسکو
قبول کرے تو ضامن بری الذمہ ہوگیا اور اگر چپ رہا تو ضامن بری نہیں کذا فی الطحاوی فيشترط قبول الطالب ويشترط ان يقول كل واحد
سلمت اليك عن الكفيل درر منح كفالته اي بحكم الكفالة عيني والا لا يبرأ ابن كمال اور تسلیم رسول میں قبول کرنا طالب کا
شرط ہے اور شرط یہ ہے کہ ہر شخص کہے یعنی مطلوب ضامن کا وکیل اور ضامن کا رسول طالب سے کہے کہ میں نے تجھکو سپرد کیا ضامن کی جانب سے کذا فی الدرر اسکی ضمانت سے یعنی
بحکم ضمانت سپرد کیا کذا فی العینی اور اگر اسطرح نہ کہیگا تو ضامن بری الذمہ نہ ہوگا کذا فی صح ابن کمال تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان قال ان لم اواف اي آت به
غدا فهو ضامن لما عليه من المال فلم يواف به مع قدرته عليه فلو عجز لحبس او مرض لم يلزمه المال الا اذا عجز بموت المطلوب
او جنونه كما افاده بقوله پھر اگر حاضر ضامن نے کہا کہ اگر میں مطلوب کو کل نہ لاؤں تو میں ضامن ہوں اس مال کا جو اسپر ہے سو وہ مطلوب کو نہ لایا باوجودیکہ
لانے پر قادر تھا تو اگر ضامن لانے سے عاجز ہو بسبب قید یا بیماری کے تو اسپر مال لازم نہیں مگر اسوقت جب مطلوب کی موت یا دیوانگی سے حاضر نہ کرسکے چنانچہ مصنف نے
اسکو اپنے آئندہ قول میں بیان کیا ہے اور اگر ضامن عاجز ہو طالب کے غائب ہوجانے سے تو مال لازم ہوگا [illegible] اور اگر طالب غائب ہو تو قاضی اسکی طرف سے
وکیل قائم کرے کذا فی الطحاوی لحقا او مات المطلوب في الصورة المذكورة ضمن المال في الصورتين لانه معلق للكفالة بالمال بشرط متعارف

یا مطلوب مر گیا صورت مذکورہ میں تو ضامن ہو گا مال کا دونوں صورتوں میں یعنی نہ حاضر کرنے میں باوجود قدرت اور مطلوب کے مر جانے میں اسواسطے کہ حاضر ضامنی مال ضامنی کو شرط متعارف پر معلق کیا تو تعلیق صحیح ہے ہم مطلوب کی موت سے ضمانت حق تسلیم باطل ہو گئی نہ در حق مال فلا یبرأ عن کفالۃ النفس لعدم التنافی اور ضامن مال ضامنی سے حاضر ضامنی سے بری الذمہ نہ ہو گا بسبب عدم مخالفت کے یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی میں مخالفت نہیں جو جمع نہ ہوسکیں فلو ابراہ عنہا فلم یواف بہ لم یجب المال لفقد الشرط سو اگر در صورت مذکورہ طالب نے ضامن کو حاضر ضامنی سے بری الذمہ کر دیا پھر ضامن نے مطلوب کو حاضر نہ کیا تو پھر مال واجب نہ ہو گا بسبب نہ پائے جانے اصلی شرط کے یعنی شرط وجوب مال عدم تسلیم مطلوب تھی در صورت بقائے حاضر ضامنی سو ابراء طالب سے وہ باقی نہ رہی قید بموت المطلوب لانہ لو مات الطالب طلب وارثہ ولو مات الکفیل طولب وارثہ اھ مصنف نے موت طالب کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر طالب مریگا تو اسکا وارث طلب کرے گا اور اگر ضامن مریگا تو اسکے وارث سے مطالبہ ہو گا کذا فی الدرر فان دفع الوارث الطالب بری وان لم یدفع حتی مضی الوقت کان المال علی الوارث یعنی من ترکۃ المیت تعلیق یعنی پھر اگر ضامن کے وارث نے مطلوب طالب کو سپرد کیا تو وارث بری الذمہ ہو گیا اور اگر اسکو نہ دیا یہاں تک کہ وقت گزر گیا تو مال لازم ہو گا ضامن کے وارث پر یعنی میت کے ترکہ سے مال دینا لازم ہو گا کذا فی العینی ولو اختلفا فی الموافاۃ وعدمہا فالقول للطالب لانہ منکرہا وحینئذ فالمال لازم علی الکفیل خانیہ اور اگر دونوں نے مطلوب کی موافات اور عدم موافات میں اختلاف کیا تو طالب کا قول معتبر ہو گا کیونکہ وہ منکر ہوا اور اسوقت میں تو مال لازم ہو گا ضامن پر کذا فی الخانیہ ولو اختفی الطالب فلم یجدہ الکفیل نصب عنہ القاضی وکیلا اور خانیہ میں ہے کہ اگر چھپ رہا طالب ضامن نے اسکو نہ پایا تو قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل قائم کرے یعنی تا مطلوب اسکے سپرد کیا جاوے ولا یصدق الکفیل علی الموافاۃ الا بحجۃ اور ضامن کی تصدیق نہ کیجاویگی موافات پر یعنی مطلوب کے حاضر کر دینے پر بدون گواہی کے ادعی علی آخر حقا عینی ومائۃ دینار ولم یبینہا جیدۃ ام ردیۃ ام اشرفیۃ لتصح الدعوی ایک شخص نے دوسرے پر بغیر تعیین حق کا دعوی کیا کذا فی العینی یا سو دینار کا دعوی کیا اور اسکی صفت کا بیان نہ کیا کہ دینار عمدہ یا ناقص اشرفی ہے تاکہ دعوی صحیح ہو فقال رجل للمدعی دعہ فانا کفیل بنفسہ ان لم یواف بہ غدا فعلی المائۃ فلم یواف الرجل بہ غدا فعلیہ المائۃ ای التی بینہا المدعی اما بالبینۃ او باقرار المدعی علیہ سو مدعی مذکور سے ایک مرد نے کہا کہ مدعا علیہ کو چھوڑ دے میں اسکا حاضر ضامن ہوں اور اگر وہ کل ادا نہ کریگا تو مجھ پر سو دینار ہیں سو اسنے کل ادا نہ کیا تو ضامن پر سو دینار ہیں جنکا بیان یعنی وہ سو دینار جنکو مدعی نے بیان کیا ہو یعنی ثابت کیا ہو یا گواہی سے یا مدعا علیہ کے اقرار سے وتصح الکفالتان لانہ اذا بین التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحۃ الکفالۃ فترتب علیہا الثانیۃ اور صحیح ہو گئی دونوں ضمانتیں یعنی حاضر ضامنی اور مال ضامنی اسواسطے کہ جب دعوی کا بیان ہو گیا تو یہ بیان اصل دعوی سے ملحق ہو گیا تو حاضر ضامنی کی صحت ظاہر ہو گئی تو اسپر دوسری ضامنی یعنی مال ضامنی مترتب ہو گئی یعنی ہر چند اول دعوی مجہول غیر معتبر تھا لیکن جب آخر کار اسکا بیان ہو گیا تو جہالت مرتفع ہو گئی اور حاضر ضامنی صحیح ہو گئی پھر جب حاضر ضامنی صحیح ہوئی تو اسپر مال ضامنی کی بھی صحت مترتب ہو گئی والقول لہ ای الکفیل فی البیان لانہ یدعی صحۃ الکفالۃ اور بیان میں اسیکا قول معتبر ہے یعنی کفیل کا کیونکہ وہ صحت کفالت کا مدعی ہے ہم شارح ارجاع ضمیر میں صاحب درر کا تابع ہو گیا اور حالانکہ صواب یہ ہے کہ مرجع ضمیر مذکور مکفول لہ ہو جیسا کہ منح الغفار میں ہے اسواسطے کہ اس تصویب پر تعلیل مذکور دال ہے یعنی لانہ یدعی الصحۃ کیونکہ ضمیر یدعی کی مکفول لہ کی طرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وکلام السراج یفید اشتراط اقرار المدعی علیہ بالمال فلیحرر اور سراج کا کلام مال کے مدعا علیہ کے اقرار کے شرط ہونیکا مفید ہے تو اسکی تنقیح کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اعتقاد کے لائق وہ ہے جو ہدایہ اور کنز اور اصلاح اور مجمع اور درر وغیرہا میں ہے کہ مدعا علیہ کا اقرار شرط نہیں بلکہ مدعی کا بیان کافی ہے لا یجبر المدعی علیہ علی اعطاء الکفیل بالنفس فی دعوی حد وقود مطلقا مدعا علیہ پر جبر نہیں حاضر ضامنی دینے کے واسطے حد اور قصاص کے دعوی میں مطلقا وقالا یجبر فی قود وحد قذف وسرقۃ کتعزیر لانہ حق آدمی والمراد بالجبر الملازمۃ لا الحبس اور صاحبین نے کہا کہ مدعا علیہ پر حاضر ضامنی دینے کے واسطے جبر ہے قصاص اور حد قذف اور سرقہ میں تعزیر کے مانند کیونکہ وہ آدمی کا حق ہے اور جبر سے مراد بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا ولو اعطی برضاہ کفیلا فی قود

وقذف وسرقة جاز اتفاقا قاله الكمال فظاهر كلامهم انها في حقوقه تعالى لا تجوز نعم قلت في صحيح انها لا تصح بنفس حد وقود فليكن التوفيق اور اگر مدعا علیہ نے اپنی خوشی سے ضامن دیا قصاص اور قذف اور سرقہ کے دعوی میں تو بالاتفاق جائز ہے کما صرح ابن کمال تو فقہا کا ظاہر کلام یہ ہے کہ ضمانت حق تعالی کے حقوق میں جائز نہیں کذا فی النہر میں کہتا ہون آگے آویگا کہ ضمانت نفس حد اور قصاص میں صحیح نہیں تو دونوں قول میں یون اتفاق ہو جانا چاہیے کہ نفس حد اور قصاص میں اگرچہ ضمانت صحیح نہیں کہ استیفاء حد اور قصاص ضامن سے ممکن نہیں وجہ توفیق جواز و عدم جواز ضمانت میں یہ ہے کہ جو حدود خالصہ میں ضمانت کا مجوز ہے جیسا کہ مصنف تو وہ تبرع کے قائل ہیں بخلاف اسکے جو جواز ضمانت کا مانع ہے تو اب دونوں کلام میں منافات نہیں ولا حبس فيهما حتى يشهد شاهدان مستوران او واحد عدل يعرفه القاضي بالعدالة لان الحبس للتهمة مشروع وكذا التعزير للتهمة حد اور قصاص میں قید کرنا جائز نہیں جب تک کہ دو شاہد مستور العدالة یعنی فسق گواہی نہ دین یا ایک شاہد عادل جسکی عدالت کو قاضی جانتا ہو اسواسطے کہ قید کرنا بسبب تہمت کے مشروع ہے اور اسیطرح تعزیر تہمت کی مشروع ہے کذا فی البحر فوائد جمہ فائدے ہیں جنکو شارح نے زیادہ کیا لا يلزم احدا احضار احد فلا يلزم الزوج احضار زوجته لسماع دعوى عليها الا في اربع كفيل نفس وسجان قاضي والاب في صورتين في الاشباه لازم نہیں کسی پر حاضر کرنا کسی کا تو زوج پر لازم نہیں اپنی زوجہ کا حاضر کرنا دعوی مدعی کی سماعت کیواسطے مگر چار شخصوں پر حاضر کر دینا لازم ہے حاضر ضامن پر اور قاضی کے داروغہ محبس پر اور باپ پر دو صورتون میں کذا فی الاشباہ ہم قنیہ میں ہے کہ مدیون کو قاضی نے قید کیا اور داروغہ محبس نے اسکو چھوڑ دیا تو صاحب دین کو داروغہ سے اسکے حاضر کر دینے کا مطالبہ جائز ہے اتفاق باپ سے بیٹی کے کہا کہ میری بیٹی کا ضامن ہو شوہر نے اسکو طلب کیا تو باپ پر اسکا حاضر کر دینا لازم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنی بیٹی کا مہر اسکے زوج سے لیا اور اسکے زوج نے دعوی کیا کہ وہ اسکے قریب کر چکا ہے یعنی وطی کر چکا ہے اور اپنے زوجیت حقوق کا مطالبہ کیا تو مہر دینا اسپر ثابت ہوا اگر وہ عورت اپنی حاجات کے واسطے نکلتی ہو تو قاضی حکم کرے کہ باپ اسکو حاضر کرے اور نہیں تو اسیطرح اسکے بیان نتیجہ وفي حاشيتها لابن المصنف عن الاحكامات العمادية الاب لا يطالب باحضار طفله اذا تغيب اور ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ میں احکامات عمادیہ سے نقل کیا کہ باپ سے اسکے نابالغ حاضر کر دینے کا مطالبہ ہوگا جبکہ وہ غائب ہو جاوے ابو السعود نے کہا کہ شاید یہ اس صورت میں ہے جب باپ نے صغیر کو تجارت کا اذن دیا ہو اور وہ قرضدار ہو کر غائب ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی ويجبر القاضي باخذ كفيلا باحضار المدعى عليه الا في اربع مكاتب ماذون وصي ووكيل اذا لم يثبت المدعي الوصاية والوكالة اور اشباہ میں ہے کہ قاضی ضامن لیگا مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کے واسطے اگرچہ وہ مال مشغول ہو کذا فی التاتارخانیہ اور اسیطرح مدعا علیہ کے حاضر کر دینے کے واسطے ضامن لیگا چار صورتون میں ضامن نہ لیگا مکاتب اور ماذون غلام اور وصی اور وکیل میں جبکہ مدعی نے وصایت اور وکالت ثابت نہ کی ہو جبکہ مدعی نے مکاتب پر کتابت یا کسی اور دین کا دعوی کیا تو اس سے ضامن لیا جاویگا اور عبد ماذون غیر مدیون نے اپنے مولی پر دین کا دعوی کیا یا العکس تو مولی سے حاضر ضامن لیا جاویگا اور اگر مدعی نے وصایت اور وکالت کو ثابت کر چکا ہو اور مدعا علیہ سے یا غائب پر اثبات دین کا ارادہ کرے اور مدعا علیہ سے نہیں ان کی ضامنی طلب کرے تاکہ گواہوں کو حاضر کرے تو قاضی اس وصی اور وکیل سے ضامن لیگا کذا فی الطحطاوی وفي شرح المجمع حبس ان كان يعلم مكانه ولا يجبر على الكفيل ولو كان غائبا لا يجبر فاذا ابن حجر في القنية اور شرح مجمع میں ہے کہ اگر جب مدعا علیہ شخص معین ہو تو اسکو قید نہیں کر سکتے اور اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو بالاتفاق قید نہیں کیا اسکا حق فقط میں ہے یہ ظاہر الروایہ کے مخالف ہے ويبرأ بابراء الاصيل يبرأ الكفيل لا الاصيل الا اذا كان الاحق لم يقبله الا لكل كفيل ما ثبت ان وصية يبرأ الكفيل اشباه اصیل کے بری الذمہ کر دینے سے ضامن بھی بری الذمہ ہو جاتا ہے مگر حاضر ضامن بری الذمہ نہیں ہوتا جب کہ اس کے جانب سے اگر کوئی حق نہ ہو اور نہ اسکے سوا کا حق اور ... حبکا میں وصی ہون اور ... تو ضامن بری الذمہ ہے کذا فی الاشباہ

واما كفالة المال فتصح به ولو المال مجهولا اذا كان ذلك المال دينا صحيحا الا اذا كان الدين مشتركا كما سيجيء لان قسمة الدين قبل قبضه لا تصح ... اور مال کی ضامنی تو صحیح ہے اگرچہ مال مجہول ہو بشرطیکہ وہ مال دین صحیح ہو مگر جبکہ دین مشترک ہو تو ضامنی صحیح نہیں جیسا کہ مختصر

اسکا ذکر آویگا اسواسطے کہ دین کا قسمت کرنا اسکے قبضہ کرنے سے پہلے جائز نہیں کذا فی الظہیریۃ ھم دین مشترک کے ضمانت کی یہ صورت ہو کہ حامد اور محمود کا دین زید پر ثابت ہو
سو حامد نے زید سے تقاضا کیا محمود اسکے حصہ کا ضامن ہوا تو یہ ضامنی صحیح نہیں اگرچہ دین صحیح ہو کیونکہ اسمین قسمت دین قبل قبض لازم آتی ہو وہ صحیح نہیں ۵ الا فی مسئلۃ
النفقۃ المقررۃ فتصح مع انہا تسقط بموت وطلاق اشباہ فکانہم اخذوا فیہا بالاستحسان للحاجۃ لا بالقیاس سوا دین صحیح کے ضمانت صحیح نہیں مگر نفقہ مقررہ کے مسئلے میں تو
ضامنی صحیح ہو باوجودیکہ نفقہ موت اور طلاق سے ساقط ہو جاتا ہو کذا فی الاشباہ اور گویا کہ فقہا نے مسئلہ نفقہ میں استحسان پر عمل کیا ہو حاجت کے سبب سے نہ قیاس پر یعنی اگرچہ نفقہ دین
صحیح نہیں مگر ضامنی اسکی صحیح ہو تو یہ صحت استحسانی ہوگی نہ قیاسی ۵ والا فی بدل السعایۃ عندہ بزازیۃ وکانہ الحق ببدل الکتابۃ والا فہو لا یسقط لانہ لا یقبل التعجیز
فہو نظیر دین صحیح فلا تصح الکفالۃ بہ وہاہنا دین ضعیف وتصح بہ دین صحیح میں ضمانت صحیح ہو مگر بدل سعایت میں اگرچہ وہ دین صحیح ہو اسکی ضامنی صحیح نہیں امام
کے نزدیک اور گویا کہ امام نے بدل سعایت کو بدل کتابت کے ساتھ ملحق کیا اور اگر بدل سعایت کا بدل کتابت سے ملحق نہ کیجئے بلکہ اسکو دین غیر صحیح قرار دیجئے تو صحیح نہیں کہ
وہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ تعجیز کو قبول نہیں کرتا تو لطیفہ یہ ہو پہیلیان اور پہیلی کے پوچھتے ہیں کہ کون صحیح دین ہو جسکی ضامنی صحیح نہیں تو جواب اسکا یہ ہو کہ بدل سعایت
ہو اور کون دین ضعیف ہو جسکی ضمانت صحیح ہو تو جواب یہ ہو کہ نفقہ ہو ھم دین مشترک اور بدل سعایت کا استثنا بنظر عدم صحت ضمانت کے ہو اور نفقہ کا استثنا بنظر صحت
کے ہو ۵ والدین الصحیح ھو ما لا یسقط الا بالاداء او الابراء ولو حکما بفعل یلزمہ سقوط الدین فیسقط دین المہر بمطاوعتہا لابن الزوج
للابراء الحکمی ابن الکمال اور دین صحیح وہ ہو جو ساقط نہ ہو کسی طرح بدون ادا یا ابراء کے اگرچہ ابراء حکمی ہو اس فعل سے جسکو سقوط دین لازم ہو تو ساقط
ہوگا عورت کا دین مہر ابن زوج کی مطاوعت سے یعنی اگر بیوی شوہر کے فرزند کی وطی سے راضی ہو تو مہر اسکا ساقط ہو جائیگا بسبب ابراء حکمی کے کذا صرح ابن کمال
فلا تصح ببدل الکتابۃ لانہ یسقط بدونہما بالتعجیز ولو کفل وادی رجع بما ادی ای ولو کفل بامرہ [illegible] تو ضامنی صحیح نہیں بدل
کتابت کی کیونکہ بدل کتابت بدون ادا یا ابراء تعجیز مکاتب سے ساقط ہو جاتا اور اگر کوئی شخص مکاتب کا ضامن ہوا اور اسنے بدل کتابت ادا کیا تو مکاتب سے پھیر لیگا
و یعنی اگرچہ وہ ضامن ہوا ہو مکاتب کے امر سے اور آگے دوسرے قید آویگی ھم قید اتفاقیہ یہ ہو کہ ضامن امر سے [illegible] ضمانت کے سبب سے
بکفالت متعلق ہو ھم عنہ بالمثال المعلوم ضامنی صحیح ہو اس لفظ سے کہ میں اسکا ضامن ہوا ہزار درم کا یہ مثال ہو دین معین کی ضمانت کی [illegible]
لفظ تصح کے لفظ سے متعلق ہو ومثال المجہول باربعۃ امثلۃ بما لک علیہ وبما یدرکک فی ھذا البیع وھذا یسمی ضمان الدرک [illegible] مجہول کی چار
مثالیں مذکور کہیں پہلی مثال یہ ہو کہ میں ضامن ہوا اسکے مال کا جو تیرا اسپر ہو دوسری مثال یہ ہو میں ضامن ہوا اسکے مال کا [illegible] اسکو ضمان
الدرک کہتے ہیں ھم [illegible] ثمن پھیر لینے سے جب بیع میں استحقاق ثابت ہو کذا فی الطحطاوی اور ضمان درک کو ضمان استحقاق بھی کہتے ہیں
یعنی ثمن پھیر دینے کی مشتری سے ضمانت کرے اگر مبیع کا کوئی شخص مستحق نکلے کذا فی شرح الوقایۃ للطحطاوی میں [illegible] سے منقول ہو کہ جب مبیع مستحق ٹھہرے تو مشتری کو چاہئے
کہ اول بائع سے خصومت کرے پھر جب استحقاق ثابت ہو تو مشتری کو اختیار ہو چاہے بائع سے ثمن پھیرے چاہے ضامن سے [illegible]
کو جائز نہیں ۵ وبما بایعت فلانا فعلی وکذا قول الرجل لامرأۃ الغیر کفلت لک بالنفقۃ ابدا ما دامت الزوجیۃ [illegible] مجہول کی ضمانت
کہ جو تو نے بیچا فلانے شخص سے سو مجھپر ہو اور اسیطرح مرد کا کہنا غیر کی عورت سے کہ میں تیرے نفقہ کا ضامن ہوا ہمیشہ جب تک کہ زوجیت قائم رہے کذا فی [illegible]
فلان فعلی ما ھنا شرطیۃ ای ان بایعتہ فعلی لا ما اشتریتہ لما سیجئ ان الکفالۃ بالمبیع لا تجوز [illegible] جو کچھ غصب کر لیا تجھسے فلانے شخص نے وہ مجھپر ہو لفظ
ما کا مثال ثالث اور رابع میں شرطیہ ہو یعنی اگر تو بیچے کا فلانے سے تو وہ مجھپر ہو نہ وہ چیز جو تو خرید کرے اسلیے کہ آگے آویگا کہ مبیع کی ضامنی صحیح نہیں ھم لفظ
کو لزوم پر دلالت کرے وہ ضمانت کے مانند ہو چنانچہ یوں کہنا کہ جو تیرا اسپر ہو وہ مجھپر ہو یا مجھپر ہو کہ میں ادا کرون جو اسپر ہو یا [illegible]
سے معلوم ہوتا ہو کہ فقہا کے نزدیک ایک قسم ضمانت کی ضمان تقاضا بھی ہو چنانچہ ایک شخص دوسرے سے اپنا دین طلب کیا [illegible] کہا کہ

مین تیرے دین کا ضامن ہون کہ اُس سے لیکر تجکو دون گا تو یہان ضامنی نہین بلکہ ضمان تقاضا ہے کذا فی الطحطاوی وشرط فی الکل القبول ای ولو کفالة بمال بایعہ او غصب منہ للحال بنفس اور ضمانت کی سب صورتون مین قبول کرنا شرط ہے یعنی اگرچہ قبول باعتبار الحال کے ہو بطور حیر کے اُس سے بیع کی ہو یا اُس سے غصب کیا ہو لکن النہر یہ قبول غیر ضروری بحث ہے و صاحب نہر کی یعنی زید نے خالد سے کہا کہ جو تو عمرو سے خرید کریگا یا جو تجھ سے عمرو غصب کریگا اُسکا مین ضامن ہون بحر فی العوض یا غصب ضامنی صحیح ہے اگرچہ قبول ضمانت صریح نہین فلو باع ثانیا لم یلزم الکفیل الا فی کلما وقیل یلزم الا فی اذا وعلیہ القہستانی والشرنبلالی فلیحفظ اور اگر دوسری بار بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم نہو گی مگر کلما کے لفظ مین لازم ہو گی اور قول ضعیف ہے کہ لازم ہو گی مگر اذا کے لفظ مین لازم نہین اور یہی قول قہستانی اور شرنبلالی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم عینی نے مجرد سے نقل کیا کہ امام اعظم نے کہا کہ اگر ضامن نے کہا کہ بایعت فلانا فعلی پھر اُسنے چند بار بیع کی تو اُسپر ضمانت لازم نہین مگر اول بار کی بیع کا اور قول ضعیف مین بلفظ کلما کا مفید ہے عموما کذا فی الطحطاوی ولو رجع عنہ الکفیل قبل المبایعة صح بخلاف الکفالة بالذوب اور اگر ضامن ضامنی سے رجوع کریگا قبل خرید فروخت کے تو رجوع صحیح ہے بخلاف ضمانت بلفظ ذوب ہم یعنی اگر ضامنی اسطرح کی کہ بایعت فلانا فعلی پھر قبل بیع اسنے ضمانت سے انکار کیا تو صحیح ہے اور اگر یون کہا کہ ما ذاب لک علیہ فعلی یعنی جو تیرا دین اُسپر واجب ثابت ہو وہ مجھپر ہے تو رجوع ضمانت سے صحیح نہین کیونکہ یہ ضمانت ہے دین ماضی کی بخلاف ما غصبک الناس او من غصبک من الناس او بایعک او قتلک او من غصبتہ او قتلتہ فانا کفیل فانہ باطل اور یہ بخلاف اس قول کے کہ جو تجھے غصب کرین لوگ یا جو شخص لوگون مین سے تیرا مال غصب کرے یا جو شخص تیرے ہاتھ بیچے یا جو شخص تجکو قتل کرے یا جسکا تو غصب کرے یا تو قتل کرے تو مین اسکا ضامن ہون تو یہ ضامنی باطل ہے ہم اسواسطے باطل ہے کہ اسمین مذکور مین یا مکفول عنہ کی جہالت سے یا مکفول لہ کی کقولہ ما غصبک اہل ہذہ الدار فانا ضامن فانہ باطل حتی یسمی انسانا بعینہ چنانچہ یون کہنا کہ جو تجھے غصب کرین اس گھر کے لوگ تو مین ضامن ہون سو یہ ضامنی باطل ہے جب تک ایک انسان معین کا نام نہ لے ہم بخلاف اس قول کے کہ جماعت حاضرین سے کہا کہ جو تم لوگ اُس شخص سے بیع کرو گے تو مین ضامن ہون تو یہ ضامنی درست ہے پھر جو شخص اُس سے بیع کریگا تو ضامن پر ضمانت لازم ہوگی کذا فی النہر او علقت بشرط صحیح ملائم ای موافق للکفالة باحد امور ثلثة یا ضامنی کی تعلیق ہو بشرط صحیح ملائم یعنی وہ شرط جو موافق اور مناسب ہو ضامنی کی واسطے امور ثلثہ سے ہم او علقت عطف ہے کان پر یعنی کفالة المال تصح اذا کان المال دینا صحیحا او علقت بشرط بکونہ شرطا للزوم الحق نحو قولہ ان استحق المبیع او جحدک المودع او غصبک کذا او قتلک او قتل ابنک او صیدک ان فعل الآیة ورضی بہ المکفول لہ جاز بخلاف ان انکا سبیع ہونا شہر کا مناسب ضمانت اسطرحپر کہ وہ لازم ہونے حق کی اصل پر شرط ہو یعنی وہ شرط وجوب حق کا سبب ہو چنانچہ یون کہنا ضامن کا کہ اگر مبیع مستحق نکلے یا امانت دار تیری امانت کا انکار کرے یا کوئی چیز تیری تجھسے غصب کرے یا تجکو یا تیرے فرزند کو یا تیرے شکار کو قتل کرے تو مجھپر وہ ہے اور مکفول لہ نے قبول کیا تو اسواسطے یہ جائز ہے بخلاف اس شرط کے کہ اگر تجکو درندہ کھا جاوے تو مین ضامن ہون ہم بعض نسخون مین بجاے صیدک صیدک ہے اور قتل خطا سے قتل خطا مراد ہے اسواسطے کہ قتل عمد مین حنفیہ کے نزدیک قصاص ہے نہ خون بہا اگر بیع کی شرط اسواسطے صحیح نہین کہ درندہ کھانا نہین کہتا اور اسواسطے کہ اسکا فعل ہدر ہے او شرطا لامکان الاستیفاء نحو ان قدم زید فعلی ما علیہ من الدین وہو معنی قولہ وہو ای زید الحال ان زید المکفول عنہ او مضاربہ او مودعہ او غاصبہ جازت الکفالة المتعلقة بقدومہ لتوسلہ للاداء یا شرط ہو امکان استیفا کی یعنی ضامن کو اصیل سے حاصل کرنا ممکن ہو چنانچہ اگر زید آوے تو مجھپر ہے وہ دین جو اُسپر ہے اور یہی مطلب ہے مصنف اس قول کا اور حال انکہ وہ یعنی زید مکفول عنہ ہو یا ضامن کا مضارب یا امانت دار یا اُسکا غاصب ہو تو وہ ضامنی جو اسکے آنے سے متعلق ہے جائز ہے بسبب قادر ہونے ضامن کے ادا پر دین کے او شرطا لتعذر ای لاستیفاء نحو ان غاب زید عن المصر فعلی وامثلتہ کثیرة فہذہ جملة الشروط التی یجوز تعلیق الکفالة بہا یا شرط ہو کہ تعذر کی یعنی استیفا دین کے تعذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر زید شہر سے غائب ہو تو اُسکا دین مجھپر ہے اور تعذر کی مثالین بہت ہین سو یہ کل وہ شروط ہین جن پر معلق کرنا ضمانت کا جائز ہے

ھم سمجھا اشتباہ کثیر مذکورہ کے یہ مثالیں ہیں کہ اگر تیرا مال جو فلانے پر ہے تلف ہوا یا وہ مر جائے یا تیرے مدیون کا وعدہ آوے اور وہ نہ دے یا تیرا دین جیسے اسکے وصول ہو جائے
ہوں ولا تصح ان علقت بغیر ملائم نحو ان هبت الریح او جاء المطر لانہ تعلیق بالخطر فیبطل ولا یلزم المال وما فی الھدایۃ سھو کما حررہ
ابن الکمال اور ضامنی صحیح نہیں اگر اسکی تعلیق ہو شرط غیر موافق سے جیسا کہ اگر ہوا چلے یا مینہ آوے تو مجھ پر ہے کیونکہ یہ تعلیق خطر پر ہے یعنی وجود اسکا بالیقین معلوم نہیں
تو ایسی شرط باطل ہوگی اور مال لازم نہوگا ضامن پر اور جو ہدایہ میں ہے وہ سہو ہے جیسا کہ اسکو ابن کمال نے تحریر کیا ہے ھم خلاصہ ہدایہ یوں ہے کہ تعلیق صحیح ہے و یہی مسطر
اگرچہ صحیح نہیں مگر ضمانت صحیح ہے کیونکہ جب کفالت کی تعلیق شرط پر صحیح ہوئی تو شروط فاسدہ سے باطل نہوگی مانند طلاق و عتاق کے فتح القدیر میں کہا خلاصہ یہ ہے کہ شرط
غیر ملائم کے ساتھ کفالت اصلا صحیح نہیں ہوتی اور اجل غیر ملائم کے ساتھ فی الحال صحیح ہوتی ہے اور مدت باطل ہو جاتی ہے اور اس مقام میں بہت گفتگو ہے اسکا کچھ ثمرہ نہیں سوا
اس خلاصہ کے کذا فی الطحطاوی و لو جعله اجلا صحت و لزم المال للحال فلیحفظ ان اگر شرط غیر ملائم کو ضامن مدت ضمان قرار دے تو ضمانت صحیح ہوگی اور مال
فی الحال لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم مدت قرار دینا اسطرح کہ ضامن یہ کہے کہ میں ضامن ہوں اسوقت تک کہ مینہ برسے لا تصح ایضا بجھالۃ المکفول عنه فی تعلیق
و اضافۃ لا تخییر کفلت بمالک علی فلان او فلان نھر و التعیین للمکفول له لانه صاحب الحق اور صحیح نہیں ضامنی مکفول عنہ کی جہالت سے
بھی تعلیق اور اضافت میں نہ تخییر میں جیسا کہ میں ضامن ہوں تیرے اس مال کا جو فلانے پر ہے یا فلانے پر تو تخییر میں یہ ضمانت صحیح ہے اور ایک کا معین کرنا مکفول لہ کے اختیار میں
ہے کیونکہ وہ صاحب حق ہے ھم تعلیق کی مثال یہ ہے کہ اگر تجھسے کوئی انسان کوئی چیز غصب کرے تو میں ضامن ہوں اور اضافت کی مثال یہ ہے کہ جو لوگوں پر تیرا دین ثابت
ہو اسکا میں ضامن ہوں کذا فی الحلبی و الطحطاوی نے کہا کہ اس مثال کو اضافت کی مثال ٹھہرانا بلا وجہ ہے اور جو حلبی نے تعلیق کی مثال دی ہے اسکو عبارہ میں اضافت کی مثال
میں ذکر کیا ہے اور حالانکہ یہ بھی اضافت نہیں تو شاید اضافت سے زمان مستقبل کی اضافت مراد ہے واللہ تعالی اعلم و لا بجھالۃ المکفول له و به مطلقا اور صحیح نہیں
ضامنی مکفول لہ اور مکفول بہ کی جہالت سے ہر طرح خواہ تعلیق ہو یا اضافت ھم مکفول بہ سے مراد یہاں نفس ہے نہ مال ہے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ جہالت مال مانع ضمان
نہیں نعم لو قال کفلت رجلا اعرفه بوجهه لا باسمه جاز و اتی برجل یحلف انه هو بریٔ ا ھ ہاں اگر ضامن یہ کہے کہ میں ضامن ہوں ایک شخص کا
جسکا منہ پہچانتا ہوں نام اسکا تو ضامنی جائز ہے اور جس مرد کو لا دیگا اور قسم کھا دیگا کہ یہی شخص مکفول ہے تو وہ بری الذمہ ہوگا ضمانت سے کذا فی البزازیہ و فی السراجیہ
قال لضیف وهو یخاف علی دابته من الذئب ان اکلها الذئب فانا ضامن فاکلها الذئب لم یضمن اور سراجیہ میں ہے کہ صاحب خانہ نے اپنے
مہمان سے کہا اور حالانکہ مہمان اپنے جانور پر بھیڑیئے سے ڈرتا ہے کہ اگر بھیڑیا تیرا جانور کھا جاوے تو میں ضامن ہوں سو اسکو بھیڑیا کھا گیا تو وہ ضامن نہیں ھم بعلت عدم
ضمان لکل نسب کی سبب میں مذکور ہو چکی نحو ما ذاب لک ما ثبت لک علی الناس او علی احدهم فهو مثال للاول و نحو ما بایعت احدا من الناس
فعلی چنانچہ جو ثابت ہو تیرا دین لوگوں پر یا کسی شخص پر سو مجھ پر ہے یہ مثال ہے اول کی یعنی مکفول عنہ کی جہالت کی ضمانت کا یہ ہے کہ جو تو بیچے کسی سے تو اسکا ثمن
مجھ پر ہے کذا فی معین المفتی او ما ذاب علیک للناس او لاحدهم فعلیک فعلی مثال للثانی اور جو ثابت ہو لوگوں کا تجھ پر یا کسی کا لوگوں میں سے تجھ پر سو مجھ پر ہے یہ ثانی کی
مثال ہے یعنی مکفول لہ کی جہالت کی ولا تصح بنفس حد و قصاص لان النیابۃ لا تجری فی العقوبات اور صحیح نہیں ضمانت نفس حد اور قصاص کی اسواسطے
کہ نیابت جاری نہیں ہوتی عقوبات میں ولا بحمل دابۃ معینۃ مستاجرۃ لم تقدم او خدمۃ عبد معین مستاجر للخدمۃ لانه لا یلزم تسلیم المعقود علیه ورثہ
ضمانت صحیح نہیں معین جانور کی باربرداری کی جسکو کرایہ لیا باربرداری کے واسطے اور نہ ضمانت خدمتگاری کی غلام معین کی جسکو کرایہ لیا خدمت کے واسطے کیونکہ ضمانت میں
معقود علیہ کا تسلیم لازم آتا ہے ھم بغیر معقود علیہ اسواسطے لازم آتا ہے کہ جب جانور معین ہوا تو ضامن اسکی تسلیم سے عاجز ہے کیونکہ اسکو قدرت نہیں ہے کہ جانور اپنا اگر ضامن
اپنا جانور تسلیم کرے تو مستحق اجرت نہوگا اسواسطے کہ وہ جانور اجارہ میں معقود نہیں ہوا کذا فی الطحطاوی و بحمل غیر معینۃ لوجوب تعلق الفعل
لا التسلیم بخلاف غیر معین جانور کے اجارہ کے کہ اسمیں ضمانت صحیح ہے بسبب واجب ہونے تعلق فعل کے نہ تسلیم کے ھم یعنی غیر معین جانور میں مطلق باربرداری واجب ہے

اور ضامن اُس پر قادر ہو اسطرح سے کہ اپنے جانور پر بیٹھا ہو جیسا کہ اسپا لادے اور تسلیم اُس پر واجب نہیں بخلاف معین جانور کے کہ وہاں تسلیم واجب ہے نہ باربرداری شارح نے عدم وجوب تسلیم سے تعلیل ثانی کیطرف اشارہ کیا جسکو ابو نصر اقطع نے ذکر کیا ہو اسطرح پر کہ ضمانت حمل دابہ غیر معینہ اسواسطے جائز نہیں کہ جب جانور معین ہو تو وجہ پر تسلیم جانور واجب ہے نہ باربرداری پس جبکہ باربرداری کی ضمانت کریگا تو اسکا ضامن ہوا جو مکفول عنہ پر واجب نہیں لہذا صحیح نہیں اور اگر جانور غیر معین ہو تو وہاں ایسا نہیں کیونکہ وہاں موجر پر باربرداری واجب ہے سوا سکا مکلف بنانا ضامن سے متصور ہے لہذا اسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی الطحطاوی و لا بمبیع قبل قبضہ و مرھون و امانۃ یا عیانھا اور صحیح نہیں ضمانت عین مبیع کی قبل اسکے قبضہ کے اور نہ عین مرہون اور نہ عین امانت کی ہم امور مذکورہ کی ضمانت صحیح نہیں بسبب فقدان شرط ضمانت وہ یہ ہے کہ مکفول بہ مضمون ہو اس طرح کہ عین کا عوض دے یا اسکے بدل کو اور یہاں ایسا نہیں کیونکہ مبیع مضمون بالثمن اور مرہون مضمون بالدین ہے اور امانت کا عدم ضمان خود ظاہر ہے کذا فی النہر فلو بتسلیمہا صح فی الکل درر بحثا رجحہ الکمال تو اگر ضمانت ہوا امور ثلثہ مذکورہ کی تسلیم کی تو سب میں ضمانت صحیح ہے کذا فی الدرر اور مرجح یہی ہے اس قول کو کمال الدین نے ہم چونکہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر واجب ہے تو اسکا التزام ضامن کو ممکن ہے کذا فی النہر فلو ہلک المستاجر مثلا لا شئ علیہ کتکفیل النفس تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت میں اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ مثلاً ہلاک ہو جائے تو ضامن پر کچھ واجب نہیں جاننا چاہئے کہ ان امور ثلثہ میں نفع جمہ زوجہ عدم لزوم ہے یہ ہے کہ جانور وغیرہ کے ہلاک سے اجارہ فسخ ہو گیا تو اصیل طالب بالتسلیم نہ رہا اور جب تو یہاں اجرت پھیر دینا ہے اور ضامن اسکا ضامن نہیں اور یہی حکم ہے ہلاک بیع اور رہن کا ہے کذا فی الفتح و صح ایضا بالمکفول بہ ثمنا لکونہ دینا صحیحا علی المشتری الا ان یکون صبیا محجورا علیہ فلا یلزم الکفیل تبعا للاصیل خانیہ اور یہی ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ ثمن ہو بسبب ہونے ثمن کے دین صحیح مشتری پر مگر اسوقت دین صحیح نہیں جبکہ مشتری صغیر محجور علیہ ہو تو اب ضامن پر بھی ثمن لازم نہ ہوگا اصیل کی تبعیت سے کذا فی الخانیہ یعنی جب صغیر محجور علیہ پر ثمن واجب نہیں ہوا تو اسکے ضامن پر کیونکر لازم ہوگا وکذا لو مغصوبا او مقبوضا علی سوم الشراء ان سمی الثمن والا فہو امانۃ کما مر اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مغصوب یا مقبوض ہو خریداری کی طلب پر بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہیں تو مقبوض مثل امانت ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنی بصورت عدم تسمیہ ثمن ضمانت اسکی صحیح نہیں کیونکہ امانت میں ضمانت نہیں و مبیعا فاسدا او بدل صلح عن دم و خلع و مہر خانیہ اور اسیطرح ضمانت صحیح ہے اگر مکفول بہ مبیع فاسد ہو یا بدلا ہو صلح کا خون سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو کذا فی الخانیہ و صحت اشیاء مذکورہ کی ضمانت کی یہ ہے کہ یہ چیزیں باطل نہیں ہو جاتیں ہلاک ہونے عین سے کیونکہ ضمانت قیمت اشیاء مذکورہ انکے قائم مقام ہو جاتا ہے تو ایجاب ضمان کا ضامن پر ممکن ہوا الطحطاوی نے کہا اولی یہ ہے کہ لفظ مغصوب یعنی تا بدل صلح پر عطف ہو کیونکہ خلع پر عطف اسکا بے معنی ہے والاصل انہا تصح بالاعیان المضمونۃ بنفسہا لا بغیرھا و لا بالامانات اور مسائل مذکورہ میں قاعدہ کلیہ ہے کہ ضمانت صحیح ہے اعیان مضمونہ بنفسہا کی نہ اعیان مضمونہ بغیرہا کی اور نہ امانات کی تو دریافت کرنا چاہئے کہ اعیان اصیل پر مضمون ہیں یا غیر مضمون تو اعیان غیر مضمونہ جیسا کہ ودیعت اور مال مضاربت و شرکت اور عاریت اور مستاجر نفع جسم مستاجر کے پاس اور اعیان مضمونہ یا مضمون لغیرہا ہیں یعنی درصورت ہلاک انکی قیمت واجب نہیں جیسا کہ مبیع قبل القبض کہ وہ مضمون بالثمن ہے اور جیسا کہ رہن کہ وہ مضمون بالدین ہے تو کفالت اعیان مضمون لغیرہا کی صحیح نہیں یا اعیان مضمونہ بنفسہا ہیں یعنی انکی قیمت واجب ہے درصورت ہلاک جیسا کہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض علی سوم الشراء تو اسکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور اگر تلف ہو تو قیمت اسکی یا مثل اسکا ضامن پر واجب ہے کذا فی الفتح والنہر ملخصا و لا تصح الکفالۃ بنوعیہا بلا قبول الطالب و نائبہ ولو فضولیا فی مجلس العقد اور دونوں قسم کی ضامنی یعنی مال ضامنی اور حاضر ضامنی صحیح نہیں بغیر قبول کرنے طالب کے مجلس عقد میں یا قبول کرنے اسکے نائب کے اگرچہ نائب وکیل نہ ہو فضولی ہو ہم تو اگر اصیل راضی ہو جائے ضمانت سے طالب کے قبول کرنے تو ضمانت کا مال اصیل سے ضامن پھیر لے اور اگر وہ راضی ہو بعد اسکے قبول کرنے کے تو نہیں لے سکتا اور اگر فضولی عقد ضمانت کی مجلس میں ضامنی قبول کرے تو وہ طالب کی اجازت موقوف ہو اور ضامنی سے آپ کو نکال سکتا ہے ضامن قبل اجازت کے کذا فی الطحطاوی و جوزہ الثانی بلا قبول و بہ یفتی درر و بزازیہ فاقرہ فی البحر وبہ

قالت الائمۃ الثلثۃ لکن نقل المصنف عن الطرطوسی ان الفتوی علی قولہما واختارہ الشیخ قاسم ہذا حکم الانشاء اور ابو یوسف نے جائز رکھا
ضامن ہونے کو بدون قبول کرنے طالب کے اور اسی کا فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیہ اور ثابت رکھا ہے اسکو بحر الرائق میں اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا لیکن مصنف نے اپنی شرح
میں طرسوسی سے نقل کیا ہے کہ فتوی امام اور محمد کے قول پر ہے اور شیخ قاسم نے اس قول کو پسند کیا ہے یعنی عدم صحت ضمانت بلا قبول طالب انشاء ضمانت کا حکم ہے ولو اخبر عنہ
بان قال انا کفیل بمال فلان علی فلان حال غیبۃ الطالب وکفل وارث المریض الملی عنہ بامرہ بان یقول المریض لوارثہ اکفل عنی بما علی
من الدین فکفل بہ مع غیبۃ الغرماء صح فی الصورتین بلا قبول اتفاقا استحسانا لانہا وصیۃ فلو قال لاجنبی لم یصح وقیل یصح شرح المجمع
اور اگر ضامن خبر دے ضمانت سے اس طرح پر کہ کہے کہ میں فلانے کے مال کا ضامن ہوں جو فلانے پر ہے یہ خبر دی طالب کے غائب ہونے کے وقت یا ضمانت کی مریض مالدار کے وارث
نے مریض کی طرف سے اسکے امر سے اس طرح پر کہ مریض کہے اپنے وارث سے کہ تو میری طرف سے ضامن ہو اُس مال کا جو مجھ پر دین ہے سو وہ ضامن ہو باوجود غائب ہونے ارباب دیون کے
تو ضمانت صحیح ہے دونوں صورتوں میں بلا قبول طالب کے باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے بطریق استحسان کے کیونکہ ضمانت مریض مذکور کی وصیت ہے تو اگر مریض مذکور ضمانت کے واسطے
کہے تو ضمانت صحیح نہو گی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہے کذا فی شرح المجمع ہم کفالت وارث اسواسطے جائز ہوئی کہ مریض قائم مقام ہے طالب کا اس ضرورت سے کہ مریض فارغ الذمہ
ہو جاوے اور اسمیں طالب کا فائدہ ہے تو گویا وہ بذات خود حاضر ہے شارح نے تعلیل مسئلہ اولی مذکورہ کی بسبب اسکے ظاہر ہونے کے اسواسطے کہ اخبار عن العقد اخبار ہے اسکے دونوں
رکن سے یعنی ایجاب اور قبول سے وفی الفتح الصحۃ اوجہ وحقق انہا کفالۃ لکن یرد علیہ توقفہا علی المال اور فتح القدیر میں ہے کہ ضمانت اجنبی کا صحیح ہونا زیادہ
موجہ ہے اور ثابت کیا ہے کہ وہ یعنی ضمانت وارث کفالت ہے نہ وصیت لیکن اسپر اعتراض وارد ہوتا ہے موقوف ہونے کفالت کا مال پر اگر کفالت ہوتی تو مطلقا جائز ہوتی مال پر موقوف
نہوتی ولو لہ مال علی غائب ہل یؤمر الغریم بانتظارہ او یطالب الکفیل لم ارہ وینبغی علی انہ وصیۃ ان ینتظر لا علی انہا کفالۃ اور اگر مریض کا مال
غائب پر ہو تو کیا صاحب دین کو اُسکے انتظار کا امر کیا جاویگا یا وہ ضامن سے مطالبہ کرے میں نے اسکو کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور اُسکے وصیت ہونے پر لائق یہ ہے کہ شخص غائب کا انتظار
کیا جاوے نہ اُسکی کفالت ہونے پر ہم یہ بحث ہے صاحب نہر کی اور صاحب بحر الرائق نے بیان کیا ہے کہ مریض مذکور کی ضمانت ہر طرح ضمانت نہیں ہے اسواسطے کہ وہ صحیح نہیں بدون
مال مریض کے تو اگر مطلقا کفالت ہوتی تو مطلقا صحیح ہوتی اور وصیت نہیں ہے ہر طرح اسواسطے کہ اگر وصیت ہوتی مطلقا تو شخص صحیح سالم کا امر بھی صحیح ہوتا حالانکہ ایسا نہیں
وقیدنا بامرہ لان تبرع الوارث بضمانہ فی غیبتہم لا یصح درر وحکی الحسن الصحۃ اور قید لگائی ہمنے ضمانت مریض میں اسکے امر کے اسواسطے کہ تبرع وارث کا
اسکی ضمانت میں صاحب دیون کی غیبت میں صحیح نہیں اور یہی قول معتمد ہے کذا فی الطحطاوی اور حسن نے صحت کی روایت کی ہے بدون امر کے بھی ولو ضمنہ بعد موتہ
صح سراج ولعلہ قول الثانی لما مر نہر اور اگر وارث ضامن ہوا میت کا اسکی موت کے بعد تو صحیح ہے کذا فی السراج اور شاید کہ یہ ابو یوسف کا قول ہے چنانچہ مذکور
ہو چکا کذا فی النہر ہم مذکور یہ ہو چکا کہ ابو یوسف کے نزدیک قبول کرنا شرط نہیں وفی البزازیۃ اختلفوا فی الاخبار والانشاء فالقول للمخبر اور بزازیہ میں ہے کہ
دونوں نے اختلاف کیا کفالت کے اخبار اور انشاء ہونے میں تو مخبر کا قول معتمد ہے یعنی جو مدعی ہے اخبار کا اور وہ طالب ہے اسواسطے کہ اصل صحت ہے اور صحت عقد نے یہاں کلام کو خبر
قرار دیا کذا فی الطحطاوی ولا تصح بدین ساقط ولو من وارث عن میت مفلس الا اذا کان بہ کفیل او رہن معراج او ظہر لہ مال فتصح بقدرہ ابن ملک
اور صحیح نہیں ضمانت اس دین کی جو ساقط ہے میت مفلس سے اگرچہ ضمانت میت کے وارث کی ہو مگر اُس وقت دین ساقط نہیں جبکہ دین میت کا کوئی کفیل ہو گیا ہو اسکی زندگی میں
یا رہن ہو کذا فی السراج یا اسکا مال ظاہر ہو گیا ہو تو ضمانت صحیح ہو گی بقدر مال مذکور کے کذا ذکرہ ابن ملک ہم سقوط دین میت مفلس دنیا کے احکام میں ہے بسبب ضرورت کے
تو بقدر ضرورت اسکی تقدیر ہو گی تو جو کفالت اسکی حیات میں ہوئی یا اسنے کچھ رہن رکھدیا تو دین اسکا ساقط نہو گا بسبب عدم ضرورت کے قنیہ میں ہے کہ اگر ایک شخص
نے کفالت کی میت مفلس کی پھر میت کا مال ظاہر ہوا تو بقدر مال ضمانت صحیح ہو گی ولحقہ دین بعد موتہ فتصح الکفالۃ بہ بان حفر بئرا علی الطریق
فتلف بہ شیء بعد موتہ لزمہ ضمان المال فی مالہ وزمان التلف علی ما قلتم لثبوت الدین مستندا الی وقت السبب وہو الحفر الثابت حال

قیام الذمۃ یعنی میت کو دین لاحق ہوا اُسکی موت کے بعد تو اُسکی کفالت صحیح ہے اسطرح پر کہ میت نے کنواں کھودا اختیارہ میں یعنی غیر ملک میں پھر اُس سے کوئی چیز تلف ہو گئی بعد اسکے مرنے کے تو لازم آویگا ضمان مال کا اسکے مال میں اور ضمان نفس اسکے اہل محلہ اور برادری پر بسبب ثابت ہونے دین کے سبب کے وقت سے مستند ہو کر اور کنواں کھودنا ہی جو ثابت ہے قیام ذمہ کی حالت میں کذا فی البحر وھذا عندہ وصححاھا مطلقا وبہ قالت الثلثۃ اور یعنی عدم صحت ضمانت دین میت مفلس امام کے نزدیک ہے اور صاحبین نے ضمانت کو صحیح کہا ہے مطلقا خواہ اسکا مال ظاہر ہو یا نہ ہو اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ولو تبرع بہ احد صح اجماعا اور اگر کسی شخص نے بطریق تبرع ضمانت کی تو صحیح ہے بالاجماع اسواسطے کہ تبرع کا اعتماد قیام دین پر نہیں کذا فی الطحطاوی ولا تصح کفالۃ الوکیل بالثمن للموکل فیما وکل ببیعہ لان حق القبض لہ فیصیر ضامنا لنفسہ اور صحیح نہیں ضامن ہونی وکیل کی ثمن میں واسطے موکل کے اُس چیز میں جسکے بیچنے کے واسطے اسکو وکیل کیا اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق وکیل ہی کے واسطے ہے بالاصالۃ تو وکیل اپنی ذات کے واسطے ضامن ٹھہریگا اور حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ ضمانت رسول صحیح ہے اور توکیل بالبیع کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جاوے جبکہ موکل دوسرے شخص کو وکیل کرے قبض ثمن کا کہ اسکے تو ضمانت وکیل کی صحیح ہے اور ثمن کی قید اسواسطے لگائی کہ نکاح کے وکیل کو مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے کذا فی النہر ومفادہ ان الوصی والناظر لا یصح ضمانھما الثمن عن المشتری فیما باعاہ لان القبض لھما ولذا لو ابرآہ عن الثمن صح وضمنا اور تعلیل مذکور کا مستفاد یہ ہے کہ وصی اور ناظر وقف کا ضامن ہونا مشتری کی طرف سے اُس چیز میں جسکو دونوں نے بیچا ہے صحیح نہیں اسواسطے کہ قبض ثمن کا حق انہیں دونوں کے واسطے ہے ولہذا اگر دونوں مشتری کو بری الذمہ کر دیں ثمن سے تو صحیح ہے اور دونوں پر ضمان لازم ہے یہ استنباط ہے فقہا نہر اور بحر کا فقہا کے کلام سے ولا تصح کفالۃ المضارب لرب المال بہ ای بالثمن لما مر ولان الثمن امانۃ عندھما فالضمان تغییر لحکم الشرع اور صحیح نہیں مضارب کو ضمانت ثمن کی صاحب مال کے واسطے اُس دلیل سے جو وکیل کی ضمانت میں مذکور ہو چکی اور اسواسطے کہ وکیل اور مضارب کی ضمانت صحیح نہیں کہ ثمن امانت ہے وکیل اور مضارب کے پاس تو ضامن ہونا انکا حکم شرع کا بدلنا ہے کیونکہ امین پر ضمان نہیں ہے طحطاوی نے کہا کہ امین ہونا دونوں کا بدون قبض ظاہر نہیں لہذا عدم صحت کفالت کا حکم عام ہے قبض اور عدم قبض سے ولا تصح للشریک بدین مشترک مطلقا ولو بارث لانہ لو صح الضمان مع الشرکۃ یصیر ضامنا لنفسہ ولو صح فی حصۃ صاحبہ یؤدی الی قسمۃ الدین قبل قبضہ وذا لا یجوز اور صحیح نہیں ایک شریک کو دوسرے شریک کے واسطے ضامن ہونا اوس قرض میں جو دونوں میں مشترک ہے کسی طرح کا اشتراک ہو اگرچہ بطریق ارث کے اشتراک ہو اسواسطے کہ اگر ضمانت شرکت کے ساتھ صحیح ہو تو شریک اپنی ذات کا ضامن ہے یعنی اسواسطے کہ جو قلیل یا کثیر مشتری یا ضامن بابت ثمن ادا کریگا تو شریک کا اسمیں حصہ ضرور ہوگا اور اگر اپنے شریک کے حصے میں ضمانت صحیح ہو تو قسمت دین قبل اسکے مقبوض ہونے کے لازم آتی ہے اور یہ یعنی ضمان لنفسہ اور قسمت دین قبل قبض جائز نہیں نعم لو تبرع جاز کما لو کان صفقتین ہاں اگر شریک بطریق تبرع ضامن ہوگا تو جائز ہے چنانچہ اُس صورت میں ضمانت شریک جائز ہے جبکہ ہر ایک شریک کا عقد بیع جدا جدا ہو ہر جدا جدا عقد امام کے نزدیک اسطرح ہے کہ لفظ ثمن مکرر ہو اور صاحبین کے نزدیک اسطرح کہ ثمن جدا جدا مذکور ہو گو ایجاب ایک شریک کو دوسرے شریک کے حصے کا ضامن ہونا صحیح ہے کیونکہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا ہو گیا تو شرکت باقی نہ رہی ولا تصح الکفالۃ بالعھدۃ لاشتباہ المراد بھا اور عہدہ کی ضمانت صحیح نہیں کیونکہ عہدہ کی مراد میں اشتباہ ہے مثلاً ضمانت عہدہ اسطرح پر کہ غلام کو خرید کرے اور ایک شخص مشتری سے عہدہ کا ضامن ہوا اور مشتری اور ضامن سکوت کریں بیان نہ کریں کہ عہدہ سے کیا چیز مراد ہے تو ضمانت صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ عہدہ کا لفظ اُس قدیم دستاویز میں مستعمل ہے جو مالک بائع کا نشانہ ہو اور وہ بائع کا مملوک ہے تو گویا اُس نے تسلیم کا مشتری کے واسطے ضامن ہوا تو اسکا ضامن ہوا جسپر قادر نہیں اور مشترک ہے عقد میں اور اسکے حقوق اور درک اور خیار شرط میں اور جو چیز کہ محتمل ہے سب میں بیان متعذر ہو بسبب جہالت کے اسکی ضمانت صحیح نہیں ہے باطل ہے کذا فی الطحطاوی ولا بالخلاص ای بتخلیص مبیع یستحق لعجزہ عنہ اور نہ ضمانت خلاص کی یعنی اُس مبیع کے خلاص کرنے کی ضمانت صحیح نہیں جو غیر کا مستحق ہو بسبب عاجز ہونے ضامن کے اُس سے نعم لو ضمن تخلیصہ او بشراہ ان قدر والا فیرد الثمن کان کالدرک یعنی ان اگر تخلیص مبیع کا ضامن ہوا اگر تخلیص اسکے خرید کرنے کے سبب سے ہو اگر قدرت ہو خرید پر اور نہیں تو ثمن مشتری کو پھیر دے تو یہ ضمانت مثل ضمان درک کے صحیح ہوگی کذا فی العینی فائدہ یہ فائدہ ہے جسکو شارح نے زیادہ

متی ادّی بکفالة فاسدة رجع کصحیحة جامع الفصولین ثم قال و نظیره لو کفل ببدل الکتابة لم یصح فیرجع بما ادّی اذا حسبت انه مجبر علے ذلک لضمانه السابق واقره المصنف فلیحفظ جبکہ ضامن نے بسبب کفالت فاسدہ کے دین ادا کیا تو مطلوب سے پھیر لے کفالت صحیحہ کی مانند کذا فی جامع الفصولین پھر صاحب فصولین نے کہا اور نظیر اسکی یہ ہے کہ اگر ضمانت کی بدل کتابت کی تو صحیح نہیں پس مکاتب سے پھیر لے اس دین کو جو اسنے دیا اسطرح کہ ضامن کو یہ گمان ہوا ہو کہ مجبور ہوں اسکے دینے پر بواسطے اپنی ضمانت سابقہ کے اور ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تو معلوم ہوا کہ اگر ادا کریگا بلا ظن بنحو وہ دین بلا سبقت ضمانت دیگا تو رجوع جائز نہیں ولو کفل بامره ای بامر المطلوب بشرط قوله عنی او علی انه علیّ و هو غیر صبی و عبد محجورین بل مطلق اور کفالت کرے مطلوب سے اسطرح بشرطیکہ مطلوب نے یوں کہا ہو کہ میری طرف سے تو ضامن ہو یا اس شرط پر کہ وہ مجھ پر لازم الادا ہے اور حالانکہ مطلوب صغیر محجور اور غلام محجور نہیں کذا صرح ابن ملک تو معلوم ہوا کہ صغیر ماذون اور عبد ماذون کا امر صحیح ہے بحر الرائق رجوع بما علیه بما ادّی ان ادّی ما ضمنه والا فبما ضمنه وان ادّی ردیئا لملکه الدین بالاداء فکان کالطالب وکما لو ملکه بهبة او ارث عینی اگر مطلوب کے امر سے ضامن ہوا ہو تو مطلوب سے پھیر لے جو اسنے ادا کیا ہو اگر اسنے ضمانت کے موافق ادا کیا اور اگر اسنے ضمانت کے مخالف ادا کیا اسطرح کہ کفول جید تھا سو اسنے ردی دیا یا بالعکس تو ضمانت کے موافق پھیر لے اگرچہ اسنے بہتر ادا کیا ہو بسبب مالک ہونے ضامن کے دین کو بسبب ادا کرنے کے تو ضامن ہو گیا طالب کے مانند اور جیسا کہ اگر ضامن دین کا مالک ہو جائے بسبب ہبہ یا ارث کے کذا فی العینی ہم ضامن کے مالک ہونے کی یہ صورت ہے کہ طالب مر جاوے اور ضامن اسکا وارث ہو یا طالب نے اسکو اپنی حیات میں دین کو ہبہ کیا ہو اور یہ ہبہ کفیل کے واسطے جائز ہے اگرچہ غیر مدیون کے واسطے مفید یہ جائز نہیں کیونکہ ہبہ دین مقبول ہو الکفیل کیطرف بمقتضائے ہبہ یا بسبب ورثت کے کذا فی الطحطاوی وان بغیره لا یرجع لتبرعه الا اذا اجاز فی المجلس فیرجع عمادیه [illegible] کی ہو تو جو مال ضامن نے دیا ہو اسکو مطلوب سے نہیں پھیر لے سکتا کیونکہ تبرع ہے مگر جبکہ مطلوب نے مجلس ضمانت میں ضمانت کو جائز رکھا تو مطلوب سے مال کو پھیر لے کذا فی العمادیہ وحیلة الرجوع بلا امر ان یهبه الطالب الدین او یوکله بقبضه ولو الجیه اور حیلہ پھیر نے ضمانت بلا امر کا یہ ہے کہ طالب ضامن کو دین ہبہ کردے یا اسکو قبض دین کا وکیل کرے [illegible] کذا فی الولوالجیہ [illegible] حیلة الفعل بکفالة النفس کہ ہم شارح نے اشارہ کیا کہ حیلہ کفالت مال میں بھی ابتدا جاری ہے بعضوں نے کہا کہ حیلہ اسوقت جاری ہے جبکہ ضامن نے بعد دین کے [illegible] کے اصیل کا دین ہو اور اگر اسنے اصیل کا دین کہہ کر دیگا تو اصیل دین سے بری ہو جاویگا پھر حیلہ صحیح نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی فلا یطالب الکفیل اصیلا بالمال قبل ان یؤدی الکفیل عنه لانه تملکه بالاداء ونعم للکفیل اخذ رهن من الاصیل قبل ادائه خانیه اور مطالبہ نہ کرے ضامن اصیل سے قبل اسکے کہ ادا کرے ضامن اصیل کی جانب سے ہو اسطے کہ ضامن اسکا مالک ادا کرنے سے ہوتا ہے ہاں ضامن کو کوئی چیز گرو میں لینا اصیل سے قبل ادائے مال جائز ہے کذا فی الخانیہ فان لوزم الکفیل لازمه ای لازم هو الاصیل ایضا حتی یخلصه پھر اگر پکڑا جاوے ضامن تو وہ بھی پکڑے اصیل کو تا اسکو وہ چھڑا دے واذا حبسه له حبسه هذا اذا الکفل بامره ولم یکن علی الکفیل للمطلوب دین مثله والا فلا ملازمة ولا حبس سراج اور جبکہ طالب ضامن کو قید کرے تو ضامن کو مطلوب کا قید کرنا جائز ہے اس صورت میں ہے جبکہ اسنے بامر مطلوب ضمانت کی ہو اور ضامن پر مطلوب کا دین ضمانت کے مال کے مانند نہ ہو اور اگر بلا امر ضمانت ہو یا مطلوب کا اسپر دین ہو تو نہ ملازمت ہے نہ حبس کذا فی السراج وفی الاشباه اذا ادّی الکفیل یحبسه بهما الطالب [illegible] اور اشباہ میں ہے کہ ضامن کا ادا کرنا طالب کو ضامن اور اصیل کی برات کا موجب ہے [illegible] للطالب متعلق ہو اسے باوجود فیصلے کے کذا فی الحموی الا اذا احاله علی مدیونه وشرط براءة نفسه فقط مگر جبکہ ضامن طالب کا حوالہ کرے اپنے مدیون پر اور فقط اپنے نفس کی برات شرط کرے تو اصیل بری الذمہ نہ ہوگا [illegible] بلکہ مطلوب حوالہ شرط قبول الطالب اور محال علیہ ہی حکم رکھتا ہے ویبرئ الکفیل باداء الاصیل اجماعا الا اذا برهن علی ادائه قبل الکفالة فیبرأ فقط کما لو حلف بحر اور بری الذمہ ہوگا ضامن اصیل کے ادا کرنے سے بالاتفاق مگر جبکہ اصیل گواہ لاوے اپنے ادا کرنے پر قبل ضمانت کے تو فقط اصیل بری ہوگا چنانچہ اگر اصیل قسم کھا لیگا [illegible] قبل کفالت کے ادا کیا تو فقط اصیل ہی بری الذمہ ہوگا کذا فی البحر یہ مسئلہ قسم کا منح الغفار میں قنیہ سے منقول ہے تو یہ جو شارح نے بحر الرائق کیطرف نسبت کیا ہے سو یہ [illegible] کیونکہ مطلوب مدعی ہے تو اسپر گواہ ہے اور قسم آنے تو قصہ اسکی یہ ہے کہ مدعی نے مال کا دعوی کیا سو کوئی آدمی اسکا کفیل ہوا اور مطلوب مال کا منکر ہوا اور مدعی کے پاس گواہ نہیں [illegible]

قسم کفالت تو وہی بری الذمہ ہوگا نہ کفیل کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الطالب الاصیل او اخر عنه ای اجله برئ الکفیل تبعا للاصیل لا الکفیل النفس کاص اور اگر
بری الذمہ کردے طالب اصیل کو یا اس سے تاخیر کرے یعنی ادائے دین کی کچھ مدت مقرر کردے تو ضامن بھی بری الذمہ ہوگا اصیل کا تابع ہو کر مگر کفیل نفس بری نہ ہوگا چنانچہ عنقریب ہوگا
حاضر ضامنی کی بحث میں وتاخر الدین عنه تبعا للاصیل لا اذا صالح المکاتب عن قتل العمد بمال ثم کفله انسان ثم عجز المکاتب تاخرت مطالبة المصالح الی عتق
الاصیل وله مطالبة الکفیل للحال اشباہ اور متاخر ہوگا مطالبہ دین کا ضامن سے اصیل کا تابع ہو کر مگر جبکہ صلح کی مکاتب نے قتل عمد سے بعوض مال کے پھر مکاتب کا کوئی آدمی
ضامن ہوا پھر عاجز ہوا مکاتب بدل صلح کے ادا کرنے سے تو مطالبہ صلح کرنیوالے کا یعنی وارث مقتول کا متاخر ہو جائیگا تا عتق اصیل یعنی مکاتب کے آزاد ہونے تک اور وارث
مقتول کو ضامن سے مطالبہ کرنا بالفعل جائز ہے کذا فی الاشباہ ھم خانیہ میں لکھا ہے کہ علت تاخیر مطالبہ تنگدستی اور افلاس اصیل ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ جب اصیل مفلس
تنگدست ہو تو طالب اس سے مطالبہ نہیں کرسکتا اور ضامن سے کرسکتا ہے اگر وہ مقدور والا ہو کذا فی الطحطاوی ولا ینعکس لعدم تبعیة الاصیل للفرع اور حکم مذکور
منعکس نہیں یعنی برأت کفیل برأت اصیل کی موجب نہیں اور تاخیر عن الکفیل تاخیر عن الاصیل کی موجب ہے بسبب تابع ہونے اصل کے واسطے فرع کے نعم لو تکفل بالحال موجلا
تاجیل عنهما لان تاجیله علی الکفیل تاجیل علیهما ہاں اگر فی الحال مال کی ضامن ضمانت کرے مدت مقرر کرکے تو اصیل اور کفیل دونوں سے مطالبہ متاخر ہو جائیگا
اسواسطے کہ طالب کا مہلت دینا ضامن کو اصیل اور ضامن دونوں پر مہلت دینا ہے وفیه یشترط قبول الاصیل الابراء والتاجیل لا الکفیل اور کتاب مذکور میں ہے کہ
قبول کرنا اصیل کا ابرا و تاجیل کو شرط ہے نہ قبول کرنا کفیل کا ھم ظاہر ضمیر فیه بحر الرائق کی طرف راجع ہے جو قبل اسکے مذکور ہوا اور حالانکہ یہ عبارت اسمیں نہیں بلکہ اسمیں یہ ہے
یوں مذکور ہے کہ ابراء اصیل اور تاجیل اسکے رد کرنے سے پھر جاتی ہے اور ابراء کفیل رد کرنے سے پھرتا ہے اور تاجیل اسکی نہیں پھرتی انتہی خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابراء قبول پر موقوف
نہیں لیکن رد کرنے سے پھرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وهبه او تصدق علیه فیشترط قبوله قبول کفیل شرط نہیں مگر جبکہ طالب نے اسکو ہبہ کردیا یا اسپر تصدق کیا تو قبول
شرط ہے کذا فی الدرر ھم ہبہ اور صدقہ صورت مستثنی ہونے کفیل سے ہے اور صدقہ بحالت تقییر ہونے کے قبول ہو اسواسطے شرط ہوا کہ ہبہ اور صدقہ دین میں تسلیط علی المدیون شرط ہے
قلت وفی فتاوی ابن نجیم اجله علی الکفیل یتاجل علیهما وغلطه الحاوی القدسی فلیحفظ میں کہتا ہوں اور ابن نجیم کے فتاوے میں ہے کہ کفیل پر مہلت دینے سے
کفیل اور اصیل دونوں پر مہلت ہو جاتی ہے اور اس قول کو ابن نجیم نے حاوی قدسی کی طرف منسوب کیا ہے تو یاد رکھنا چاہیے ھم طحطاوی نے کہا یہ قول مستثنی ہے ہمارے قول
سے یعنی نعم لو تکفل بالحال الخ تو آپس میں کچھ منافات نہیں وفی القنیة طالب الدائن الکفیل فقال له اصبر حتی یجیء الاصیل فقال لا تعلق لی علیه انما تعلقی
علیک هل یبرأ اجاب نعم وقیل لا وهو المختار اور قنیہ میں ہے کہ صاحب دین نے ضامن سے مطالبہ کیا سو اسنے کہا صبر کر تاکہ اصیل آجائے سو قرضدار نے کہا کہ اسپر
کچھ تعلق نہیں میرا تو تعلق تجھی سے ہے پس آیا اس قول سے اصیل بری الذمہ ہو جائیگا جواب دیا کہ ہاں بری الذمہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ بری نہ ہوگا اور یہی قول مختار ہے ھم وجہ
مختار ہونے قول مذکور کی منح الغفار میں قنیہ سے یوں منقول ہے کہ ایسے قول سے نفی تعلق کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ نفی تعلق حسی کا ارادہ کرتے ہیں انتہی و ظاہرا اور اس
قول سے تصدیق ضامن ہے نہ براءت اصیل واذا حل الدین المؤجل علی الکفیل بموته لا یحل علی الاصیل فلو اداه وارثه لم یرجع لو الکفالة بامره الا الی اجله خلافا
لزفر اور جبکہ دین موجل حال ہو جائے ضامن پر اسکی موت سے تو حال نہیں ہوتا اصیل پر تو اگر ضامن کے وارث اسکو ادا کرے تو اصیل سے پھر نہ لے اگر کفالت اسکے
امر سے ہو مگر اسکی مدت تک اصیل سے لے نہیں سکتا بخلاف زفر کے کما لا یحل المؤجل علی الکفیل اتفاقا اذا حل علی الاصیل ای بموته ولوما تاخیر الطالب در ر
چنانچہ حال نہیں ہوتا دین موجل ضامن پر بالاتفاق جبکہ دین حال ہو جائے اصیل پر اسکی موت سے اور اگر ضامن اور اصیل دونوں مر گئے تو طالب مختار ہے کذا فی الدرر یعنی اسکو اختیار ہے چاہے
ضامن کے ترکہ سے لے چاہے اصیل کے صالح احدهما رب المال عن الف الدین علی نصفه مثلا برئا الا اذا شرط براءة الکفیل فقط اگر صلح کرلی ایک نے صاحب مال سے ہزار روپیہ دین کی صلح کی اسکے
نصف پر مثلا یعنی بعوض پانسو پر صلح کی تو دونوں بری الذمہ ہوگئے مگر مسئلہ صلح کا چار صورت کو محتمل ہے ھم ایک صورت یہ ہے کہ دونوں کی برأت صلح میں شرط کی ۲ فقط اصیل کی برأت شرط
کی ۳ سکوت واقع ہوا برأت سے ۴ فقط کفیل کی برأت شرط کی طحطاوی نے کہا بلکہ مسئلہ آٹھ صورت کو محتمل ہے یعنی آٹھ صورتیں ہیں چار صورتیں باعتبار صلح اصیل کے اور چار باعتبار صلح کفیل کے فاذا

[illegible]

بشرط براءتہما او براءۃ الاصیل او سکت برئا تو جبکہ دونوں کی برائت شرط کی صلح میں یا برائت اصیل یا برائت سے سکوت کیا تو دونوں بری الذمہ ہو گئے و اذا شرط
براءۃ الکفیل وحدہ کانت فسخا للکفالۃ لا اسقاطا لاصل الدین اور جبکہ صلح میں فقط کفیل کی برائت شرط کی تو یہ فسخ ضمانت کا نہ اسقاط اصل دین ہم فسخ کفالۃ
میں یہ جسمیں صلح واقع ہوئی مثلاً نصف پر یعنی کل دین میں فینا او وحدہ علی خمسمائۃ دون الاصیل فتبقی علیہ الالف فیرجع علیہ الطالب بخمسمائۃ و
الکفیل بخمسمائۃ لو بامرہ تو فقط کفیل کی برائت میں فقط کفیل ہی بری الذمہ ہوگا پانسو سے اصیل تو اصیل پر ہزار باقی رہینگے تو طالب اصیل سے پانسو لیگا اور کفیل سے پانسو اگر
ضمانت اصیل کے امر سے ہوئی ہو ولو صالحہ علی جنس اخر رجع بالالف کما مر اور کفیل نے صلح کر لی طالب سے کسی دوسری جنس پر مثلاً عوض میں سو کپڑا دیا تو کفیل اصیل سے ہزار درہم
لیگا جتنا قرضہ کو ہو چکا تھا ہزار ہی لیگا کہ وہ مبادلہ ہے دین کا مالک ہو گیا صالح الکفیل الطالب علی شیء لیبرئہ من الکفالۃ لم یصح الصلح ولا یجب المال علی
الکفیل خانیۃ وھو باطلاقہ یعم الکفالۃ بالمال والنفس صلح کی ضامن نے طالب سے کسی چیز پر تا کہ طالب اسکو ضمانت سے بری الذمہ کرے تو صلح صحیح نہیں اور کفیل پر مال صلح کا واجب نہیں
کذا فی الخانیۃ اور وہ یعنی عدم صحت صلح بسبب اپنے اطلاق کے مال ضمانت اور حاضر ضمانت دونوں کو شامل ہے کذا فی البحر کفالت نفس میں عدم صحت صلح بالاتفاق ہے یا اگر ضامن طالب کو
دس روپیہ مثلاً دے اسکو حاضر ضمانت سے بری الذمہ کردے تو اسکو عوض لینا بالاتفاق و ایات صلح نہیں اور اسکی برائت میں کفالت سے دو روایتیں ہیں کذا فی البحر قال الطالب
للکفیل برئت الی من المال الذی کفلت بہ رجع الکفیل بالمال علی المطلوب اذا کانت الکفالۃ بامرہ لاقرارہ بالقبض کہا طالب نے ضامن سے کہ برئت الی یعنی
تو بری الذمہ ہوا میری طرف اس مال سے جسکا تو ضامن ہوا تھا تو ضامن مطلوب سے مال لیگا جبکہ ضمانت مطلوب کے امر سے ہوئی ہو بسبب اقرار کرنے طالب کے قبض مال کا ضامن سے
ہم اقرار قبض کا ملتا ہے لفظ الی کی ترکیب سے ابتدا کیونکہ لفظ الی موضوع ہے انتہاء غایت کے واسطے اور متکلم صاحب دین منتہی ہوا ترکیب میں تو ضرور ہے کہ منتہی کے واسطے مبتدا
ہو سو یہاں ابتدا نہیں مگر کفیل ہی جہاں سے تو طالب کی طرف سے برائت مال حاصل ہوئی جسکی ابتدا کفیل سے ہے تو گویا الی اسنے یہ بات کہی کہ تو نے مجھکو مال ادا کیا سو طالب
ضامن اصیل سے رجوع کر سکتا تو ضامن صلح مال کو دیگا والعلم ومفادہ براءۃ المطلوب للطالب لاقرارہ کالکفیل اور فائدہ قول مذکور کا برائت مطلوب ہے
طالب کی طرف سے بسبب اقرار کے ضامن سے یعنی طالب کا مطلوب سے مطالبہ نہیں ہو سکتا بسبب اقرار قبض کے کفیل سے کیونکہ ایک ہی دین دو بار وصول نہیں ہوتا
وفی قولہ للکفیل برئت بلا الی او ابرأتک لا رجوع لکفیل لانہ ای لان لا اقرار بالقبض اور طالب کے یوں کہنے میں کفیل سے کہ برئت بدون لفظ الی
یعنی تو بری ہو گیا یا میں نے تجھکو بری کر دیا رجوع نہیں یعنی کفیل مطلوب سے مال نہیں لے سکتا چنانچہ اس قول میں رجوع نہیں کہ انت فی حل یعنی تو حلال ہے اور کشادگی ہے یا
کیونکہ یہ بری کر دینا ہی طالب کی طرف سے نہ اقرار قبض مال کا ہے برئت محتمل ہے ایسے طالب کے ادا سے کفیل کا تو رجوع ثابت نہیں ہو سکتا بسبب شک کے اور ابرأتک میں تو
صاف ابتدا ہی تھا نہ اقرار قبض کا کیونکہ متکلم نے فعل کو اپنی ذات کی طرف نسبت کیا اور کفیل کا اس میں کچھ نہیں ہوتا مگر الغاء ہے تو اس لفظ میں بالاتفاق رجوع نہیں
مگر طالب اپنے دین کو مطلوب سے لیگا کیونکہ اسنے تو فقط کفیل کو بری الذمہ کردیا ہے نہ مطلوب کو اور انت فی حل اسقاط ہی باجماع ائمہ اربعہ کیونکہ لفظ حل برائت بالابراء میں
مستعمل ہے نہ برائت بالقبض میں کذا فی الطحطاوی خلافا لابی یوسف فی الاول ای برئت فانہ جعلہ کالاول ای الی قیل وھو قول الامام واختارہ فی الھدایۃ
وھو اقرب الاحتمالین فکان اولی نہر معزیا للعنایۃ بخلاف ابو یوسف کے لفظ اول میں یعنی برئت میں سو انہوں نے کہا کہ ابو یوسف نے برئت کو مثل لفظ الی
یعنی برئت الی کے مانند کہا ہے اور بعضوں نے کہا کہ وہ امام اعظم کا قول ہے اور ہدایہ میں اسکو پسند کیا ہے اور وہ یعنی ابو یوسف کا قول اقرب الاحتمالین ہے تو وہی بہتر ہوا
کذا فی النہر عن العنایۃ ہم دو احتمال یعنی برائت استیفا اور برائت اسقاط واجمعوا انہ لو کتب فی الصک کان اقرارا بالقبض عملا بالعرف اور اجماع علماء
کا اگر طالب لفظ برائت کو کاغذ میں لکھیگا تو یہ قبض مال کا اقرار ہوگا بنا بر عمل بالعرف کے ہم یہ راجع ہی مسئلہ خلافی کے یعنی اگر لفظ برئت طالب لکھیگا تو ضامن
دراہم ضمانت سے بری ہو جائیگا بالاتفاق اس واسطے کہ عرف میں کتابت نہیں ہوتی مگر ایفای مال کے بعد تو کتابت اقرار قبض کی ہے کذا فی الطحطاوی وھذا کلہ مع غیبۃ
الطالب فلو حضر یرجع الیہ فی البیان لمراد لانہ المجمل اور یہ جو تفصیل سابق مذکور ہوئی مقدم ہے یعنی طالب کے غائب ہونے کے ساتھ مراد ہے اگر

حاضر ہونے کے ساتھ اسکی طرف رجوع ہوگی اُسکے مراد کے بیان میں بالاتفاق کیونکہ اُسکا کلام محتمل ہے یعنی مطالبہ ہے پوچھا جائیگا کہ تونے قبض مال کا ارادہ کیا ہے یا نہیں اور یہ لفظ بحر الرائق میں نہایہ سے اور فتح القدیر میں بلفظ قیل مذکور ہے کذا فی الطحطاوی و مثل الکفالۃ الحوالۃ اور مانند کفالت کے حوالہ ہے یعنی اگر محال نے محتال علیہ سے کہا کہ برئت الیّ تو محتال علیہ محیل سے مال لے سکتا ہے اور اگر برئت کہا تو رجوع نہیں اور اگر برئت کہا تو فقط اسمیں اختلاف ہے و بطل تعلیق البراءۃ من الکفالۃ بالشرط الغیر الملائم علی ما اختارہ فی الفتح والمعراج واقرہ المصنف ھنا وفی المتفرقات لکن فی النہر ظاہر الزیلعی وغیرہ ترجیح الاطلاق اور باطل ہے تعلیق برائت کی کفالت سے شرط غیر موافق پر بموجب اختیار فتح القدیر اور معراج کے اور اسی قید کو مصنف نے یہاں ثابت رکھا ہے اور متفرقات میں لیکن نہر الفائق میں ہے کہ ظاہر کلام زیلعی وغیرہ سے ترجیح اطلاق نکلتی ہے یعنی ہر صورت تعلیق باطل ہے خواہ شرط موافق ہو یا غیر موافق شرط غیر ملائم وہ شرط ہے جسمیں طالب کو فائدہ نہیں جیسا کہ دخول دار اور مجیء غد اور شرط ملائم جیسا کہ استیفاء بعض مال یا تعجیل بعض قید بکفالۃ المال لان فی کفالۃ النفس تفصیلا مذکورا فی الخانیۃ مصنف نے بطلان تعلیق برائت میں کفالت مال کی قید لگائی اسواسطے کہ کفالت نفس میں وہ تفصیل ہے جو خانیہ میں مذکور ہے ہم مصنف نے قید کفالت مال متن ہی میں مذکور نہیں کی تو بہتر یہ ہے کہ اتنا مسائل کفالت میں ایسکا ذکر کیا جائے تقیید ہو واللہ اعلم خانیہ میں تفصیل یوں ہے کہ جب حاضر ضامنی کی برائت معلق بشرط ہو تو اسکی چند وجوہ ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ برائت جائز اور شرط باطل جیسا کہ طالب نے کفیل نفس کو بری کیا [illegible] شرط پر دوسری وجہ یہ کہ برائت اور شرط دونوں جائز ہیں جیسا کہ ایک شخص [illegible] ضامن [illegible] کفیل سے کہا کہ اگر تو مال [illegible] تو حاضر ضامنی سے بری ہو جائیگا اور تیسری وجہ یہ کہ برائت اور شرط دونوں باطل ہیں [illegible] شرط کی کہ طالب کو وہ مال [illegible] باطل ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر [illegible]

ولیس للاصیل [illegible] الکفیل [illegible] فی المطالبۃ ان لم یعطہ طالب [illegible]

[illegible]

[illegible] ثابت ہوتے ہیں [illegible] طالب [illegible] اور دوسرا [illegible] کفیل [illegible] وقت ادا [illegible]

ادا سے پہلے اصیل مہلت کیلئے [illegible] تو اصیل [illegible] مالک ہو جائیگا [illegible] سکتا کذا فی شرح الوقایۃ ولا یعمل [illegible] عن الاداء لو کفیلا بامرہ [illegible] لانہ [illegible] الاسترداد [illegible] المصنف لکنہ قدم قبلہ ما یخالفہ [illegible] اصیل کا ادا [illegible] ضامنی [illegible] تو اسکا [illegible] اسواسطے کہ اصیل [illegible] کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں [illegible] اسکی تحریر کی جاتی ہے [illegible] الطحطاوی فی کما کہ صاحب نہر اور حموی نے بحر الرائق کے قول کو ثابت رکھا تو اسکے منافی [illegible] اعتبار نہیں [illegible] ربح الکفیل یطیب لہ لانہ نماء ملکہ حیث قبضہ علی وجہ الاقتضاء فلو علی وجہ الرسالۃ فلا یطیب لہ لانہ نما خلافا للثانی اور اگر مال مذکور میں کفیل کچھ نفع حاصل کریگا تو اسکو حلال طیب ہے کیونکہ نفع مذکور اسکے مملوک مال کی زیادتی اور بڑھوتی ہے بشرطیکہ کفیل نے مال کو بروجہ اقتضاء قبضہ کیا ہو تو اگر بروجہ رسالت قبضہ کیا ہوگا تو نفع اسکو حلال نہیں کیونکہ وہ مال [illegible] امانت ہے [illegible]

[illegible]

[illegible] اقتضاء [illegible] کذا فی الطحطاوی وندب ردہ علی الاصیل اذا قضاہ الدین بنفسہ [illegible] فیما یتعین بالتعیین کحنطۃ لا فیما لا یتعین کنقود فلا یندب [illegible] پھیر دینا اصیل کو [illegible] کذا فی الدر [illegible]

جو قیمت سے سستی ہوتا ہو جیسا کچھ مقصود تو وہاں ہو ذکر یا سستی پہنچ ہم جانتے ہیں مستحب ہے کہ واسطے اوسکے اصیل کی قید ذکر نہیں لیکن درر کی عبارت سے وہم ہو خلاف مقصود کذا فی الطحطاوی وجہ مستحب کی یہ ہو کہ اسمین حقیقۃً آگیا یہ تعجیل ہونے حق مطلوب کے لیکن حاکم اسکے پھیر دینے پر جبر نہیں کر سکتا کذا فی النہر ولو ردہ ہل یطیب للاصیل لا شبہۃ ثم ولو غنیا عنایہ اور اگر نقد مال کی منفعت کفیل اصیل کو پھیرے تو کیا اصیل کو وہ حلال طیب ہو یا نہیں قول اشبہ بالحق یہ ہو کہ ہاں حلال طیب ہو اگرچہ اصیل غنی ہو کذا فی العنایۃ

امر الاصیل کفیلہ ببیع العینۃ ای بیع العین بالربح نسیئۃ لیبیعہا المستقرض باقل لیقضی دینہ اخترعہ اکلۃ الربوا وہو مکروہ مذموم شرعا لما فیہ من الاعراض عن مبرۃ الاقراض امر کیا اصیل نے اپنے ضامن کو بیع العینہ کا یعنی بیچا عین کا اودھار فائدہ لیکر تا قرض لینے والا اسکو ثمن سے کم بیچ کے تاکہ ادا کرے اپنا دین اور یہ بیع العینہ کو سود خوارون نے ایجاد کیا ہی اور وہ بیع شرع میں مکروہ اور مذموم ہو کیونکہ اسمین قرض دینے کے احسان سے روگردانی ہو عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہو سلف سے اسکو بیع العینہ اسواسطے کہا کہ اسمین میلان ہو دین سے بیع العین کی طرف مسکین نے کہا کہ عینہ مشتق ہو عین سے بیع العین بالربح کی صورت یہ ہو کہ دس روپیہ کی قیمت کا کپڑا پندرہ روپیہ کو اودھار بیچے منفعت حاصل کرنے کے واسطے پھر وہ مشتری وہ کپڑا دس روپے کو بیچے اور پانچ روپے کا نقصان اٹھاوے اور بعضون نے کہا صورت اسکی یہ ہو کہ عین خرید کرے زیادہ تر اسکی قیمت سے اس ثمن سے کمتر کو بیچے غیر بائع کے ہاتھ پھر بائع اول شخص غیر سے بعوض اس ثمن کے لے جسکو غیر نے خرید کیا اور بائع اول غیر کو کمتر ثمن دے اور غیر شخص مشتری مدیون کو دے مثلاً زید نے دس روپے کی قیمت کا کپڑا خالد کے ہاتھ بیس روپے کو اودھار بیچا پھر خالد نے محمود کے ہاتھ دس روپے کو بیچا پھر محمود سے زید نے دس کو خرید کیا اور دس روپیہ اسکو دیے محمود نے وہی دس روپے خالد کو دیے تو شخص غیر اسواسطے فرض ہوا تا خرید کرنا بائع کا کمتر ثمن اول سے قبل از نقد ثمن لازم نہ آوے اسطرح بیع العینہ کی چند صورتیں اور بھی ہین محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل میں پہاڑون سے بڑی ہے اسکو سود خوارون نے اختراع کیا ہو اور شارع علیہ السلام نے اسکی مذمت کی ہو سو فرمایا کہ اذا تبایعتم بالعینۃ واتبعتم اذناب البقر ذللتم وظہر علیکم عدوکم یعنی جب تم خرید و فروخت بطریق بیع العینہ کے کرو گے اور بیلون کے دمون کے پیچھے پڑو گے یعنی کھیتی میں مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے اور ابو یوسف نے کہا کہ یہ بیع مکروہ نہیں کیونکہ اکثر صحابہ نے ایسا کیا ہو کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے دل میں یہ آتا ہو کہ جسکو واقع اختراع کیا ہو اگر اسنے ایسی صورت کی بیع کی جسمین پوری چیز بعینہ بائع دافع کی طرف عود کر آئی جیسے کپڑا کا عود کرنا پہلی صورت میں اور چنانچہ یہ صورت کہ پندرہ روپیہ قرض دینے چاہے اسکے ہاتھ دس روپے کا کپڑا پندرہ روپیہ کو بیچا اور پندرہ روپے جو قرض میں دینے تھے پھیر لیے تو دافع سے خارج نہیں ہوا مگر دس روپے اور جو خارج ہوا تھا اسمین سے بعینہ پھر آیا تو ایسی بیع مکروہ ہو یعنی مکروہ تحریمی اور اگر عین مبیع اسکی طرف راجع نہیں ہوئی تو اس بیع میں کراہت نہیں مگر خلاف اولی ہو شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا کہ جو فتح القدیر میں مذکور ہوا وہ توفیق [illegible] رکھتا ہو اسطرح کہ قول محمد کا کراہت بیع العینہ اس صورت پر محمول ہو جسمین دافع کی طرف کل یا بعض عین پھر آوے اور قول ابو یوسف کا بعدم کراہت اس صورت پر محمول ہو جسمین دافع کی طرف کچھ عود نہ کرے اسواسطے حدیث بھی اسی صورت پر محمول ہو جسپر محمد کا قول محمول ہوا اور وہ شبہ ساقط ہو گیا کہ ابو یوسف بیع العینہ کی عدم کراہت کے کیونکر قائل ہوئے باوجود اس حدیث کے جو کہ مقتضی ہو مذمت کی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مع فتح القدیر میں مذکور ہو کہ جب دافع کیطرف وہ عین جو اسکے ہاتھ سے خارج ہوئی عود کریگی تو وہ بیع مسمی بہ بیع العینہ ہوگی کیونکہ وہ ماخوذ ہو عین سے جو کہ مطلق بعین ہے ورنہ بیع العینہ ہو جائے

ففعل الکفیل فذلک المبیع للکفیل وزیادۃ الربح علیہ لانہ العاقد ولا شیء علی الآمر لانہ اما ضمان الخسران او توکیل مجہول وذلک باطل پھر کفیل نے ویسا ہی کیا یعنی جو حکم اصیل نے بطریق بیع العینہ کے خرید کی تو بیع مذکور کفیل کے واسطے ہو اور زیادتی منفعت کی جو تاجر کو حاصل ہوئی اسکی مضرت کفیل ہی کو ہو کیونکہ کفیل ہی عاقد ہو اس بیع کا اور کچھ لازم نہیں اصیل امر کرنیوالے پر کیونکہ وہ یا ضمانت ہو نقصان کی یا مجہول کی توکیل ہو اور وہ یعنی ضمان نقصان یا توکیل مجہول باطل ہو فتح خلاصہ یہ ہو کہ یہ صورت کفالت فاسدہ یا وکالت فاسدہ کی طرف راجع ہو ضمان خسران اسواسطے باطل ہو کہ ضمان نہیں ہوتا مگر مضمون کا اور نقصان کسی پر مضمون نہیں ہو اگر بائع بازار میں کہے مشتری سے کہ جو نقصان تجکو لاحق ہو وہ مجھپر ہو یا غلام کے خریدنے سے کہے کہ اگر یہ غلام بھاگ گیا تو وہ مجھپر ہو تو جائز نہیں وکالت فاسدہ کی وجہ یہ ہو کہ مقدار مبیع اور ثمن کو بیان نہیں کیا

کفل عن رجل بما ذاب لہ او بما قضی لہ علیہ او بما لزمہ بیاعۃ الدرک لزم بلا ضمیر فی البدایۃ وہذا ماض ارید بہ المستقبل کقولہ اطال اللہ بقاءک ضامن ہوا ایک مرد کی طرف سے اس مال کا جو مکفول لہ کیواسطے ثابت اور واجب ہوا اسپر یعنی

یعنی ملامس وغیرہ کو بیچا
کی ضرورت رفع کرے
ربعہ پندرہ روپیہ
مال کا کہ پھر بیچا دس
سے مجرا [illegible]
نقد دینے والا روپیہ طلب
[illegible] مقدار کو [illegible] مال
[illegible]

یعنی اصیل پر یا اُس مال کا ضامن ہو جسکا قاضی اُسپر حکم کرے یا جو مال کہ اُسکو لازم ہو درر کی عبارت مین لفظ لزم بدون ضمیر کے ہی اور ہدایہ مین ہے کہ یعنی لفظ ذاب اور
قضی ماضی ہی لیکن مراد اُسے مستقبل ہے چنانچہ الطال بعد بقلیل مین ہے فغاب الاصیل فبرهن المدعی علی الکفیل ان له علی الاصیل کذا لم یقبل برهانه حتی یحضر
الغائب فیقضی علیه فیلزمه تبعا للاصیل پھر ضمانت مذکورہ کے بعد اصیل غائب ہوا سو مدعی نے ضامن پر گواہی ثابت کیا کہ مدعی کا اصیل پر اتنا مال ہے
تو گواہی اُسکی مقبول نہوگی جب تک کہ اصیل غائب حاضر نہو پھر جب وہ آویگا تو اسپر مال مذکور کا حکم دیا جائیگا پھر ضامن پر مال دینا لازم آویگا باتباع اصیل ہم وجہ اسکی یہ ہے
کہ کفیل نے اُس مال کا التزام کیا جو اُسپر قاضی زمان مستقبل مین حکم کرے یا جو اصیل پر واجب ہو وے اور ثابت ہو زمان آیندہ مین تو یہ ضمانت ہے اس مال کی جو اصیل پر ثابت ہو بعد
عقد کفالت کے نہ قبل کفالت کے اور مدعی کا دعوی مطلق ہے یعنی اُسنے وجوب مال بعد کفالت کا تعرض نہین کیا بلکہ محتمل ہے کہ قبل کفالت کے واجب تھا اور وجوب قبل
کفالت تحت کفالت داخل نہین تو دعوی فاسد ہے لہذا گواہی مسموع نہین کذا فی الطحطاوی عن الاتقانی وان برهن ان له علی زید الغائب کذا من المال وهو
ای الحاضر کفیل قضی بالمال علی الکفیل فقط اور اگر مدعی نے بگواہی ثابت کیا کہ اسکا زید غائب پر اتنا مال ہے اور وہ یعنی شخص حاضر ضامن ہے غائب کا تو فقط
ضامن پر مال کا حکم کیا جائیگا فلو زاد بامره قضی علیهما فللکفیل الرجوع لان المکفول به هنا مال مطلق فامکن اثباته بخلاف ما تقدم اور اگر
مدعی نے قول مذکور مین اتنا زیادہ کہا کہ شخص حاضر ضامن ہے غائب کا اُسکے امر سے تو ضامن اور زید غائب دونون پر مال کا حکم کیا جائیگا تو ضامن کو مال کا پھر لینا اصیل غائب سے
جائز ہی اسواسطے گواہی مسموع ہوئی کہ مکفول بہ یہان یعنی مسئلہ ثانیہ مین مال مطلق ہی تو اسکا اثبات ممکن ہی بخلاف ما تقدم کے ہم گواہی یہان مقبول ہوئی مسئلہ متقدم مین
اسواسطے کہ وہان مکفول بہ مال مقید ہی یعنی جو مال کہ ضامن پر بعد کفالت کے ثابت ہوا اور دعوی مدعی کا مطلق تھا تو دعوی فاسد ہوا لہذا گواہی مقبول نہوئی اور یہان
مکفول بہ مال مطلق ہی اور مال کا دعوی بھی مطلق ہی تو دعوی صحیح ہوا لہذا گواہی مقبول ہوئی کیونکہ وہ صحت پر دعوی پر مبنی ہی حموی نے کہا کہ اگرچہ یہ قضا علی الغائب ہو مگر یہ
حکم ضمنی ہی اور اکثر شی ضمناً ثابت ہوتی ہی اور قصداً ثابت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وهذه حیلة اثبات الدین علی الغائب اور یہ یعنی مسئلہ ثانیہ حیلہ ہی اثبات دین کا
غائب پر یعنی بضمن کفالت غائب پر دین ثابت ہو جاتا ہی ولو خاف الطالب موت الشاهد یتواضع مع رجل ویدعی علیه مثل هذه الکفالة فیقر الرجل بالکفالة
وینکر الدین فیبرهن المدعی علی الدین فیقضی به علی الکفیل والاصیل ثم یبرأ الکفیل فیبقی المال علی الغائب کذا الحوالة وتمامه فی الفتح
اور اگر طالب یعنی صاحب دین شاہد کے مر جانے سے ڈرے تو موافقت کرے کسی مرد کے ساتھ اور اسپر اسیطرح کی کفالت یعنی کفالت بالامر کا دعوی کرے پھر وہ مرد کفالت کا
اقرار کرے اور دین کا منکر ہو جاوے پھر مدعی گواہی سے دین ثابت کرے تو دار القضا مین ضامن اور اصیل پر ثبوت دین کا حکم کیا جائیگا پھر مدعی ضامن کو بری الذمہ کر دے تو
غائب پر مال باقی رہیگا اور اسیطرح کفالہ کے مانند حوالہ ہی اور پورا بیان اسکا فتح القدیر اور بحر الرائق مین ہی وکفالته بالدرک تسلیم منه لمبیع کفالت بالدرک تسلیم ہی واسطے
مبیع کے جانب کفیل سے ہم یعنی جیسے ثمن کی ضمانت کی درصورت استحقاق مبیع تو اُسنے تصدیق اور اقرار کیا کہ مبیع بائع کی ملک ہی تو اگر بعد اسکے یہ دعوی کریگا کہ مبیع مذکور میری
ملک ہی تو دعوی اُسکا مسموع نہوگا کیونکہ اقدام علی الکفالة تملیک بائع کا اقرار ہی اسکے بیع کے وقت تو بعد اسکے اپنے ملک کا دعوی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی کشفعة فلا
دعوی له مانند شفعہ کے پھر اُسکا دعوی نہین یعنی کفالت بالدرک تسلیم ہی شفعہ کی تو اگر ایک شخص شفیع ہوا ایک حویلی کا اور حویلی کا مالک اُسکو بیچے اور شفیع درصورت استحقاق
مبیع ثمن کا ضامن ہو تو اب شفعہ کا دعوی کرنا بعد ضمانت مذکورہ کے صحیح نہین ککتب شهادته فی صک کتب فیه باع ملکه او باع بیعا نافذا باتا فانه تسلیم
ایضا چنانچہ اپنی گواہی لکھنا اُس کاغذ مین جسمین یہ لکھا ہی کہ بائع نے اپنے ملک بیچی یا بیع نافذ لازم کی تو یہ شہادت بھی تسلیم اور تصدیق ہی ملک بائع کی کما لو شهد
بالبیع عند الحاکم قضی بها او لا چنانچہ یہ بھی ملک بائع کی تصدیق ہی اگر گواہی دی بیع کی حاکم کے نزدیک خواہ حاکم نے گواہی کے بموجب حکم دیا ہو یا نہ دیا ہو حموی
نے نقل کیا کہ گواہی دینا نفاذ بیع کا اقرار ہی باتفاق روایات لا یکون تسلیما کتب شهادته فی صک بیع مطلق عما ذکر تسلیم نہوگا اپنی گواہی کا لکھنا اُس بیع کے کاغذ
مین جو مطلق ہی قیود مذکورہ سے ہم قیود مذکورہ سے وہ مراد ہی جو اعتراف ملکیت بائع کے مقید ہو چنانچہ قید ملکیت بائع اور بیع کا نافذ اور لازم ہونا تو اگر ایسی قیود سے [illegible]

لکھنے سے تسلیم اور تصدیق ثابت نہو گی بلکہ دعوی ملکیت شاہد بعد اسکے مسموع ہو گا کیونکہ اسمین وہ بات نہین جو ملک بائع کے اقرار پر دلالت کرے ہو اسواسطے کہ بیع کا ہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھے ہو تا واقعہ یاد رہے بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کرے یا تامل کرنے کے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اسمین مصلحت معلوم ہو تو اسکو جائز رکھے کذا فی الطحطاوی أو کتب شہادتہ علی اقرار العاقدین لانہ مجرد اخبار فلا تناقض یا اپنی گواہی لکھے عاقدین کے اقرار پر تو بھی تسلیم اور تصدیق ملک بائع نہین کیونکہ یہ مجرد اخبار ہے تو کچھ تناقض نہین یعنی دعوی ملک شاہد مسموع ہو گا کیونکہ شہادت بیع مین مشروط نہین اور نہ گواہی ملک کا اقرار ہے اسواسطے کہ بیع کا ہے مالک سے صادر ہوتی ہے تو گاہے غیر مالک سے کذا فی النہر ولم یذکر الختم لانہ وقع اتفاقا باعتبار عادتہم اور مصنف نے کتابت شہادت کے ساتھ مہر کا ذکر نہ کیا چنانچہ کنز وغیرہ مین مذکور ہے اسواسطے کہ مہر کا ذکر اتفاقی ہے باعتبار عادت قدیمہ اہل زمانہ کے یعنی اہل زمان سابق کی عادت یہ تھی کہ بعد کتابت اپنے نامون کے مہر بھی کر دیتے تھے تا تغیر اور تبدیل سے محفوظ رہے لیکن حکم ہر صورت ایک ہی ہے مہر ہو یا نہو قال الکفیل ضمنتہ لک الی شہر وقال الطالب ھو حال فالقول للضامن لانہ ینکر المطالبۃ ضامن نے کہا کہ مین اسکا تجھسے ضامن ہوا ہون ایک مہینے تک اور طالب نے کہا کہ وہ یعنی دین حال ہے نہ موجل تو ضامن ہی کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ مطالبہ حالیہ کا منکر ہے وعکسہ ای الحکم المذکور فی قولہ لک علی مائۃ الی شہر مثلا وقال الآخر وھو المقر لہ حالۃ لان المقر یدعی الاجل وحکم مذکور کے بالعکس حکم ہے اس قول مین کہ تیرے مجھپر سو ہین ایک مہینے کی مدت تک مثلا جبکہ دوسرے شخص یعنی مقر لہ نے کہا کہ سو حال ہین نہ موجل اسواسطے کہ مقر مدت کا منکر ہے والحیلۃ ان علیہ دین موجل وخاف الکذب وحلولہ باقرارہ ان یقول ھو حال او موجل فان قال حال تکون ولا حرج علیہ زیلعی اور جبکہ دین موجل ہو اور وہ کذب یا حلول دین سے بسبب اپنے اقرار کے ڈرے تو اسکا حیلہ یہ ہے کہ کہے صاحب دین سے کہ تیرا دین مجھپر حال ہے یا موجل پھر اگر دائن کہے کہ دین حال ہے تو مدیون اسکا انکار کرے اور اس انکار مین اسپر کچھ حرج نہین کذا فی الزیلعی ہم خوف کذب در صورت انکار دین ہے اور حلول کا خوف یعنی مواخذہ حلول دین کا الخ جبکہ اقرار دین موجل کے ہے انکار حلول مین اسواسطے حرج نہین ہے کہ وہ اسمین صادق ہے ولا یؤاخذ ضامن الدرک اذا استحق المبیع قبل القضاء علی البائع بالثمن اذ بمجرد الاستحقاق لا ینتقض البیع علی الظاہر کما مر اور ماخوذ نہین ہوتا ضامن درک کا جبکہ مبیع حق غیر نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے ضامن ماخوذ نہین ہوتا کہ بمجرد استحقاق کے بیع منتقض نہین ہوتی بنابر ظاہر مذہب کے چنانچہ کتاب البیوع مین مذکور ہو چکا وصح ضمان الخراج ای الموظف فی کل سنۃ وھو ما یجب علیہ فی الذمۃ لقرینۃ قولہ والرھن بہ اذ الرھن بخراج المقاسمۃ باطل نہر وعلی ھذا کما اطلقہ فی البحر اور صحیح ہے ضمانت خراج کی یعنی خراج موظف کی جو ہر سال ایکبار ہوتا ہے خراج موظف وہ ہے جو کاشتکار کے ذمہ پر واجب ہوتا ہے قید موظف کی مصنف کے اس قول کے قرینے سے لگائی اور صحیح ہے بواسطہ خراج کے رہن لینا اسواسطے کہ رہن لینا بذریعہ خراج مقاسمہ[1] باطل ہے کذا فی النہر برخلاف اطلاق بحرالرائق کے ہم خراج موظف کی تخصیص ضمانت کی یہ وجہ ہے کہ موظف دین ہے جسکا مطالبہ من جہۃ العباد ہے تو موظف باقی دیون کے مانند ہو گیا مضمون ہونے مین بخلاف خراج مقاسمہ کہ وہ غیر مضمون ہے یہان تک کہ اگر کھیتی تلف ہو جائے تو کاشتکار پر کچھ واجب نہین اور کفالت اعیان غیر مضمونہ کی جائز نہین اور صاحب بحر نے اطلاق اور تقیید دونون نقل کیے ہین تو اسپر کچھ اعتراض وارد نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا وتجویز الزیلعی الرھن فی کل ما تجوز بہ الکفالۃ بجامع التوثق منقوض بالدرک لجواز الکفالۃ بہ دون الرھن اور جائز ہے رہن زیلعی کا ہر ایک اس چیز مین جس کی کفالت جائز ہے بواسطے جامع توثق کے منقوض ہے درک سے بوجہ جائز ہونے کفالت بالدرک کے نہ رہن بالدرک کے ہم جامع توثق یعنی حصول وثوق کفالت اور رہن مین یکسان ہے طحطاوی نے کہا انقض کو صاحب بحر نے بھی اور شارح نے نقض اسکا تابع ہی جمہوری نے کہا جواب دیا ہے کہ فقہا کے قضایا اغلبیہ ہین نہ کلیہ اور انکو کلیہ جو کہتے ہین تو یعنی کر دو حل تحت قبو نہین ہین یعنی کہ ہر فرد پر منطبق ہین وکذا النوائب اور اسیطرح نوائب کی ضمانت صحیح ہے ہم نوائب جمع ہے نائبہ کی یعنی مصیبت وحادثہ سوا مراد وہ مال ہے جسکو حاکم لوگون پر مقرر کرے شرح الفائق مین ہے کہ نوائب دو قسم مین ہے واجبی اور غیر واجبی نوائب واجبی جیسے نہر مشترکہ کا حق ادا کرنا اجرت سب خلق کو فائدہ ہو اور

[1] یعنی باقی دین کے مانند مضمون ہو گیا اس صورت میں جبکہ مضمون ہو ۱۲

چونکہ بدائے غلہ کی دیت اور جو مال کہ بادشاہ اسلام لشکر اسلام کے سامان کے واسطے اور سپاہیان قیدیون کے چھڑانے کے واسطے معین کرے اور جو تنخواہ بیت المال خالی ہو تو اپنے کی کفالت بالاتفاق جائز ہے کیونکہ امور مذکورہ ہر مسلم مالدار پر واجب ہین اسواسطے کہ اطاعت بادشاہ اسلام کی اُس امر مین جسمین مصلحت ہو مسلمین کی واجب ہے جبکہ بیت المال مین کچھ مال نہو دوسری قسم نوائب غیر واجبی جیسا کہ جبایات یعنی مظالم سلطانی جیسا ہمارے زمانے مین لوگون پر ناحق مقرر ہوگئے ہین انکی صحت کفالت مین اختلاف ہے لیکن ایضاح الاصلاح مین صحت کفالت پر فتوی ہے انتہی ملخصاً وینبغی صحتہا بجبایات زماننا فانہا فی المطالبۃ کالدیون بل فوقہا حتی لو اخذت من الاکار فلہ الرجوع علی مالک الارض وعلیہ الفتوی صدر الشریعۃ واقرہ المصنف وابن الکمال کفالت نوائب کی صحیح ہے اگرچہ نوائب غیر واجبی اور ناحق ہون جیسا کہ مظالم سلطانی ہمارے زمانے کے کیونکہ وہ مظالم سلطانیہ مین دیون کے مانند ہین بلکہ انسے بھی فوق ہین یہانتک کہ اکار یعنی زارع سے اگر ناحق مال حاکم لے تو زارع کو مالک زمین سے اسکا پھیر لینا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوقایۃ اور مصنف نے اپنی شرح اور ابن کمال نے ایضاح الاصلاح مین اسکو مسلم رکھا ہے اور منتقی مین ہے کہ اسکو معلوم کرنا چاہیے اسپر فتوی دینا چاہیے فتح القدیر مین ہے کہ جبایات موظفہ لوگون پر ہمارے زمانے مین بلاد فارس کے اندر درزی اور رنگریز وغیرہم پر بطور ماہانہ یا سہ ماہی سلطان کے واسطے مقرر ہوا کی ہین یہ کہ مصیبت کبری مکس ہے یعنی مصادرہ سلطانی وہ قطعاً حرام ہے اور اسکی کفالت جائز نہین کذا فی الطحطاوی وقید شمس الائمۃ بما اذا امرہ بہ طائعا فلو مکرھا فی الامر لم یعتبر امرہ بالرجوع وکذا لا کفیل اور شمس الائمہ نے رجوع مین قید لگائی ہے جب اسکو اسکا امر کرے بخوشی سو اگر اسپر زبردستی ہوگی امر کرنے مین تو اسکا امر الرجوع معتبر نہوگا ذکر کیا ہے اسکو اکمل نے عنایہ مین اور یہ کلام مرتبط ہے محذوف سے جسکے حذف کرنے سے مطلب مین خلل ہوگیا مفہوم عبارت مصنف شرح النقایہ مین یہ ہے کہ جو غیر کے نائب کو اسکے امر سے ادا کرے تو اس سے پھیرلے اگرچہ رجوع شرط نہ کیا ہو یہی صحیح ہے چنانچہ خانیہ مین ہے جیسے کہ ایک شخص نے غیر شخص کا دین اسکے امر سے ادا کیا اور خانیہ مین ذکر ہے شمس الائمہ نے کہا کہ یہ اسوقت ہے جبکہ اسکا یعنی ادائے دین کا امر اکراہ سے نکیا ہو اور اگر زبردستی سے امر کیا ہو تو اسکا امر بالرجوع معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وقالوا من قام بتوزیعہا بالعدل اجر وعلیہ فلا یفسق حیث عدل وھو نادر اور علما نے کہا ہے کہ جو شخص تقسیم جبایات مین قائم بانصاف ہو یعنی متولی قسمت بین المسلمین بروی انصاف کے ہو وہ ماجور ہے یعنی ثواب پاویگا اور اس قول کے بموجب متولی قسمت فاسق نہ ٹھیریگا جبکہ وہ عدل کرے اور ایسا شخص نادر الوجود ہے کذا فی النہر وفی وکالۃ البزازیۃ قال لرجل خلصنی من مصادرۃ الوالی او قال الاسیر ذلک فخلصہ رجع بلا شرط علی الصحیح قلت وھذہ تقع فی دیارنا کثیرا وھو ان الصوباشی یمسک رجلا ویحبسہ فیقول لآخر خلصنی فیخلصہ بمبلغ فحینئذ یرجع بغیر شرط الرجوع بل بمجرد الامر فتدبر کذا بخط المصنف علی حاشیتہا فلیحفظ اور بزازیہ کی کتاب الوکالۃ مین ہے کہ کسی شخص نے کہا کہ مجکو چھڑا مصادرہ حاکم سے یا قیدی نے اسیطرح کہا سو اسنے چھڑایا تو مال تخلیص مین جو خرچ کیا ہو وہ اس شخص سے پھیر لے بلا شرط رجوع بنا بر صحیح مذہب کے مین کہتا ہون اور ایسا حادثہ ہمارے ملک مین بکثرت ہوا کرتا ہے کہ صوباشی پکڑ رکھتا ہے کسی مرد کو اور اسکو قید کرتا ہے تو وہ محبوس دوسرے شخص سے کہتا ہے کہ مجکو چھڑا لے سو وہ اسکو چھڑا لیتا ہے کچھ مبلغ دیکر تو ایسے وقت مین مبلغ مذکور پھیر لیتا ہے بلا شرط رجوع بلکہ مجرد اسکے امر کرنے کے سو یاد کر ایسا کچھ مذکور ہے حاشیہ بزازیہ مین مصنف کے خط سے تو یاد رکھنا چاہیے والقسمۃ ای النصیب من النائبۃ وقیل ھی النائبۃ الموظفۃ وقیل غیر ذلک وایاما کان فالکفالۃ صحیحۃ صدر الشریعۃ اور ضمانت قسمت یعنی نائبہ کے حصے کی صحیح ہے اور بعضون نے کہا کہ قسمت عبارت ہے نائبہ موظفہ معینہ سے اور بعضون نے سوا اسکے تفسیر کی ہے اور جو کچھ کہ قسمت سے مراد ہو سو اسکی ضمانت صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ ھم قسمت تفسیر کو بعید ہے یعنی مقسوم نائبہ موظفہ سے اسم ہے یہ اور جو ہر ماہ یا سال ہی مین مقرر ہو اور بعضون نے تفسیر قسمت یون کی ہے کہ پہلے دونون شریک قسمت کرلین پھر ایک شریک دوسرے کو دخل دے سو اسکا کوئی ضامن ہو اور بعضون نے یون تفسیر کی کہ ایک شریک قسمت کی درخواست کرے اور دوسرا شریک نامنظور کرے تو اسکا کوئی ضامن ہو تو صحیح ہے کیونکہ تقسیم واجب ہے کذا فی الطحطاوی قال رجل لآخر اسلک ھذا الطریق فانہ امن فسلک واخذ مالہ لم یضمن ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ یہ راہ چل اسواسطے کہ اس راہ مین خوف نہین یہ امن ہے سو وہ شخص اس راہ مین چلا اور اسکا مال چھین لیا گیا تو وہ شخص

ضامن نہیں ولو قال ان کان مخوفا واخذ مالک فانا ضامن والمسئلة بحالها صح اور اگر یوں بولا کہ اگر یہ راہ خوفناک ہو اور تیرا مال چھین لیا جاوے تو مین ضامن ہوں اور مسئلہ بدستور سابق ہی یعنی جب اُسکے کہنے سے وہ شخص اُس راہ مین گیا اور اسکا مال چھین گیا تو وہ شخص ضمان لیگا هذا وارد على ما قدمه بقوله لا تصح بجهالة المكفول عنه كما فى الشرنبلالية یہ اعتراض وارد ہی مصنف کے اس قول متقدم پر کہ ضمانت صحیح نہیں مکفول عنہ کی جہالت سے کذا فی الشرنبلالیہ ہم یہاں صحت ضمان صحت کفالت کی جہت سے نہیں تا اعتراض مذکور وارد ہو بلکہ ضمان اسوجہ سے ہی کہ قائل نے دھوکھا دیا اور فریب رجوع کا موجب ہی اگر بشرط ہو چنانچہ اشباہ کی آئندہ عبارت میں ہی وکذا فی الطحطاوی عن ابی السعود والاصل ان المغرور انما يرجع على الغار اذا حصل الغرور فى ضمن المعاوضة او ضمن الغار صفة السلامة للمغرور نصا درر وتمامه فى الاشباه من الوكالة اور قاعدہ کلیہ ہی کہ فریب کھانیوالا فریب دینے والے سے اُسی صورت میں رجوع کرتا ہی جبکہ فریب ضمن عقد معاوضہ ہو یا فریب دینے والا سلامتی کی صفت کا فریب کھانیوالے سے بصراحت ضمانت کرے کذا فی الدرر اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہی اور باب المرابحہ میں گزر چکا ہی ہم مثال معاوضہ اجارہ ہی اور عقد تبرع سے جیسے ہبہ اور صدقہ اور ضمانت سلامتی کی مثال متن مین مذکور ہی اسواسطے کہ تعلیق مذکور کا حاصل یہ ہی کہ وہ اُسکے مال کے سلامت رہنے کا ضامن ہوا

فروع مسائل متفرقہ شارح کے ضمان المغرور فى الحقيقة هو ضمان الكفالة فریب کا ضمان فی الحقیقہ وہ ضمان کفالت کا ہی یعنی کفالت کے مانند ہی ضمان امانت کے مانند للكفيل منع الاصيل من السفر لو كفالة بحالة ليخلصه منها باداء او ابراء مال ضامن کو روکنا اصیل کا سفر سے جائز ہی اگر اُسکی کفالت فی الحال کی ہو نہ موجل تا اصیل ضامن کو ضمانت سے خلاص کرے بسبب ادا کرنے دین کے یا معاف کرنے طالب کے ہم تو معلوم ہوا کہ ضمانت موجل میں روکنا اسکو جائز نہیں اگرچہ چاہے اسکے ساتھ جا چمٹنا حلوانیہ وفى الكفيل بالنفس يرده اليه كما فى الصغرى اور کفیل بالنفس میں تو یہ حکم ہی کہ حاضر ضامن اصیل کو پھیر لاوے اسکے پاس کما فی الصغری یعنی اگر حاضر ضامن اصیل کے امر سے ہو من قام عن غيره بواجب بامره رجع بما دفع وان لم يشترطه كالامر بالانفاق وبقضاء دينه الا فى مسائل امره بتعويض عن هبته وباطعام عن كفارته وباداء زكوة ماله وبان يهب فلانا عنى الفا جو شخص غیر کی طرف سے مال واجب اُسکے کہنے سے ادا کرے تو جو مال دیا ہو اسکو اُس غیر سے پھیر لے اگرچہ رجوع مال شرط نہ کیا ہو چنانچہ انفاق زوجہ اور اُسکے ادائے دین کے امر میں مگر چار مسئلوں میں رجوع مال نہیں ۱ پہلا مسئلہ کہ غیر شخص نے امر کیا اپنے ہبہ کے عوض دینے کا ۲ امر کیا اپنے کفارہ سے کھانا دینے کا ۳ امر کیا اپنے مال کی زکوٰۃ دینے کا ۴ امر کیا کہ فلانے شخص کو میری طرف سے ہزار ہبہ کرے ہم فتاوی عالمگیری میں ہی کہ اگر ایک مرد نے اجنبی کو مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے دوسرے شخص سے کہا کہ واہب کو اپنے مال سے اُسکے ہبہ کا عوض دے سو اُسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہی اور یہ شخص امر سے رجوع مال نکرے مگر بشرط رجوع انتہی اور استثنا نظر اس مسئلے کے منقطع ہی کیونکہ عوض دینا موہوب لہ پر واجب نہیں فى كل موضع يملك المدفوع اليه المال المدفوع اليه مقابلا بملك مال فان المامور يرجع بلا شرط والا فلا وتمامه فى وكالة السراج والكل فى الاشباه جہان کہیں کہ وہ شخص جسکو مال دیا گیا وہ اُس مال کا مالک ہو جاوے مقابلہ ملک مال کے تو مامور امر سے اپنا مال پھیر لیگا بدون شرط کے اور اگر ایسا نہیں تو رجوع نہیں اور پورا بیان اسکا سراج کی کتاب الوکالہ میں ہی اور یہ سب فروع مذکور اشباہ میں منقول ہیں ہم مالکیت مال بمقابلہ ملک مال جیسے بائع ثمن کا مالک ہی بمقابلہ مملوک ہونے مبیع کے واسطے مشتری کے تو اگر مشتری کسی مرد سے کہے کہ میری طرف سے ثمن ادا کر تو صحیح ہوگا اور مامور اپنا مال پھیرے گا مشتری سے اور اسیطرح اگر غاصب اپنی طرف سے غصب کا بدلہ کسی سے دلا دے تو صحیح ہی کیونکہ مغصوب منہ مالک ہی بدل کا بمقابلہ ملک مغصوب اور اگر ملک بمقابلہ ملک نہیں جیسے کسی سے اپنے کفارہ دینے کا امر کیا یا اپنی طرف سے حج کرا دینے کا امر کیا تو یہاں مدفوع الیہ طعام یا مال مملوک بمقابلہ ملک مال نہیں تو مامور کو یہاں اپنا مال پھیر لینا آمر سے جائز نہیں الا بشرط رجوع کذا فی الطحطاوی وفى الملتقط الكفيل للمختلعة بمالها على الزوج من الدين يبرأ بتجدد النكاح بينهما اور ملتقط میں ہی کہ جو ضامن ہے مختلعہ کے اس مال کا جو اسکے زوج پر دین ہی وہ بری الذمہ نہیں ہوتا ضمانت سے دونوں میں نیا نکاح ہو جانے سے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ زوجہ نے اپنے زوج سے خلع کیا اور بدل خلع ادا کر دیا اور زوج پر اسکا دین ہی جو اس نکاح کے متعلقات سے نہیں ہی اُس دین کا کوئی شخص

ضامن ہوا زوج کیطرف سے پھر عورت اور مرد مین عقد جدید ہوا تو ضمانت علی حالہا باقی ہے کیونکہ تجدید نکاح متخالعین سے سقوط کفالت مذکورہ نہین ثوب غاب عن دلال لا ضمان علیه کپڑا غائب ہوگیا دلال سے تو اُسپر تاوان نہین ہے اسواسطے کہ دلال وکیل اجرت گیر ہے تو وہ امین ٹھہرا اور امین پر ضمان نہین مگر تعدی سے ولو غاب عن صاحب الحانوت وقد ساوم واتفقا علی ثمن فعلیه قیمة الثوب اور اگر کپڑا غائب ہوگیا دوکاندار سے اور حالانکہ اُسنے خریداری کی خواہش کی تھی اور مالک ثوب اور دوکاندار ثمن پر متفق ہوگئے تھے تو دوکاندار پر قیمت کپڑے کی واجب ہوگی ولو طاف به الدلال فوضعه فی حانوت فهلک ضمن بالاتفاق ولا ضمان علی صاحب الحانوت عند الامام لانه مودع المودع اور اگر دلال کپڑے کو لیکے پھرا پھر اسکو دوکان مین رکھدیا سو کپڑا ضائع ہو گیا تو دلال ضمان دیگا بالاتفاق اور دوکاندار پر تاوان نہین امام اعظم کے نزدیک کیونکہ وہ امانت دار کا امانت دار ہے دلال پر اسواسطے ضمان ہوا کہ اُسنے بلا اذن مالک کیون دوکان پر کپڑا رکھدیا تو تعدی اسکی ثابت ہوئی دلال معروف فی یده ثوب تبین انه مسروق فقال رددت علی الذی اخذت منه بری مشہور دلال ہے جسکے ہاتھ مین کپڑا ہے جسکا مسروق ہونا کھل گیا سو دلال نے کہا کپڑا پھیر دیا جس سے لیا تھا تو وہ بری المواخذہ ہے ولو قال طالب غریمی فی مصر لنا فاذا اخذت مالی فلک عشرة منه یجب اجر المثل لا یزاد علی عشرة لملتقط اور اگر صاحب دین نے کہا کہ میرا مدیون فلانے شہر مین چھپا ہوا ہے کہ تو میرا مال اُس سے لیگا تو تیرے واسطے دس درم یا دینا ہون اُس مال سے تو اجرت مثل واجب ہوگی جو دس سے زیادہ نہو کذا فی الملتقط وافتیت بان ضمان الدلال والسمسار الثمن للبائع باطل لانه وکیل بالاجر وذکر ان الوکیل لا یصح ضمانه لانه یصیر عاملا لنفسه فلیحرر شارح کہتا ہے اور مین نے اسکا فتوے دیا ہے کہ دلال اور سمسار کا ضامن ہونا ثمن کا بایع سے باطل ہے کیونکہ وہ اجرت دار وکیل ہے اور فقہا نے ذکر کیا ہے کہ وکیل کی ضمانت صحیح نہین کیونکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہوجاتا ہے تو اسکی تحریر کرنا چاہیے هم عامل لنفسه اسواسطے کہتا ہے کہ قبض ثمن کی ولایت اُسکے واسطے ہے اور ضامن غیر کے واسطے عامل ہوتا ہے دلال وہ ہے جسکے پاس قماش اور متاع ہو غیر کی اور سمسار وہ ہے کہ جو متاع اور اُسکے مالک کو بتادے چنانچہ کتاب البیع مین گذر چکا

فائدة ذکر الطرسوسی فی مؤلف له ان مصادرة السلطان لارباب الاموال لا تجوز الا لعمال بیت المال مستدلا بان عمر رضی الله عنه صادر ابا هریرة انتهی وذلک حین استعمله علی البحرین ثم عزله واخذ منه اثنی عشر الفا ثم دعاه للعمل فابی رواه الحاکم وغیره یہ فائدہ ہے جسکو طرسوسی نے اپنی کتاب مین ذکر کیا سلطان کو ڈانڈ لینا مالداروں سے جائز نہین مگر بیت المال کے عاملوں سے باین استدلال کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ڈانڈ لیا انتہی کلامہ اور یہ اُسوقت ہوا تھا جبکہ فاروق اعظم نے انکو بحرین کا عامل کیا تھا پھر انکو معزول کیا اور بارہ ہزار اُنسے لیے پھر انکو عاملی کے واسطے بلایا سو اُنھون نے نہ مانا حاکم وغیرہ نے یہ روایت کی ہے ف سیوطی نے تفسیر در منثور مین سورۂ یوسف کے اندر اجعلنی علی خزائن الارض کی تفسیر مین بسند حاکم و ابن ابی حاتم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمرؓ نے مجکو بحرین کا عامل کیا پھر مجکو معزول کیا اور دس ہزار مجسے ڈانڈ لیے پھر عاملی کے واسطے مجکو بلایا مین نے انکار کیا سو فاروق نے کہا کیون انکار کرتے ہو اور حالانکہ یوسف علیہ السلام نے عاملی کی درخواست کی اور حالانکہ وہ بہتر تھے تجسے تو مین نے کہا کہ یوسف علیہ السلام خود نبی اور فرزند نبی کے اور پوتے نبی کے اور پڑپوتے نبی کے اور مین تو امیہ کا بیٹا ہون ڈرتا ہون کہ بے علمی سے کچھ کلام کرون اور بے علمی سے کچھ فتوی دون اور میری پیٹھ پر مار پڑے اور میری بے عزتی ہو اور میرا مال چھینا جاوے کذا فی الطحاوی واراد بعمال بیت المال خدمته الذین یجبون امواله ومن ذلک کتبته اذا توسعوا فی الاموال لان ذلک دلیل علی خیانتهم ویلحق بهم کتبة الاوقاف ونظارها اذا توسعوا وتعاطوا انواع اللهو وبناء الاماکن فللحاکم اخذها منهم وعزلهم فان عرف خیانتهم فی وقف معین ردّ المال الیه والا وضعه فی بیت المال تمّ اور طرسوسی نے عمال بیت المال سے خادم مراد لیے ہین جو بیت المال کے اموال کی تحصیل کرتے ہین اور منجملہ اُنکے منشی اور متصدی ہین بیت المال کے جبکہ وہ لوگ کشائش اور بہتایت مال مین ظاہر کرین اسواسطے کہ توسع انکی خیانت کی دلیل ہے اور انھین کے ساتھ متصدیان اوقاف کے ناظر ملحق ہین جبکہ وہ کشائش اور فضول خرچی کرین اور انواع لہو و لعب مین مشغول ہون اور

قوله ولو قال طالب [illegible] قائل [illegible] مستحق [illegible] قرار دیا جائے [illegible] ١٢

[illegible] زیادہ بیان [illegible] اور معنی یہ ہے [illegible] فلانے شہر مین [illegible]

[illegible] مصادرة السلطان ١٢

عمارت بناوین تو حاکم کو اُنکے مال اُنسے چھین لینا اور اُنکا مال معزول کرنا جائز ہی سو اگر اُنکی خیانت کسی وقت مخصوص مین معلوم ہو جاوے تو اُس مال کو اُسی وقت مین داخل کرے اور نہین تو بیت المال مین رکھے کذا فی النہر والبحر سید حموی نے کہا کہ یہ مسئلہ اُس قسم کا ہی جسکو دریافت کیجیے اور چھپا ڈالیے اور اسکا فتوی دینا جائز نہین کیونکہ یہ فتوی ارتکاب ممنوع کا ذریعہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ہمارے زمانے کے حاکمون کو اسکا فتوی دیا جاوے تو وہ عمال مذکورین کے اموال کو چھین لین اور اوقات مین اُن اموال کو داخل کرین نہ بیت المال مین بلکہ اُنکو لائق امور مین صرف کرین یعنی اپنی خواہش نفسانی مین تو اسکو خوب یاد رکھنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وَفِي التَّلْخِيصِ لَوْ كَفَلَ الْحَالَّ مُؤَجَّلًا تَأَخَّرَ عَنِ الْأَصِيلِ وَلَوْ قَرْضًا لِأَنَّ الدَّيْنَ وَاحِدٌ قُلْتُ وَقَدَّمْنَا أَنَّهَا حِيلَةُ تَأْجِيلِ الْقَرْضِ اور تلخیص مین ہی کہ اگر دین فی الحال کی ضمانت کرے کوئی مدت مقرر کر کے تو مطالبہ مؤخر ہو جائیگا اصیل سے اگرچہ دین قرض ہو اسواسطے کہ دین تو ایک ہی ہی مین کہتا ہون اور ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کہ کفالت مؤجلہ تاجیل قرض کا حیلہ ہی وَسَيَجِيءُ أَنَّ لِلْمَدْيُونِ السَّفَرَ قَبْلَ حُلُولِ الدَّيْنِ وَلَيْسَ لِلدَّائِنِ مَنْعُهُ وَلَكِنْ يُسَافِرُ مَعَهُ فَإِذَا حَلَّ مَنَعَهُ لِيُوفِيَهُ اور آویگا کہ مدیون کو سفر کرنا قبل حلول دین جائز ہی اور صاحب دین کو اُسکا روکنا درست نہین لیکن صاحب دین اُسکے ساتھ سفر کرے پھر جب دین کی مدت پہنچے تو اُسکو سفر سے روکے تاکہ وہ ادائے دین کرے ہم منتقی مین ہی کہ در صورت ارادہ سفر مدیون صاحب دین کو ضامن لینا جائز ہی اگرچہ دین موجل ہو اور بعضون نے کہا کہ اگر مدیون ادائے دین مین ٹال بال کرتا ہو تو ضامن لے اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی وَاسْتَحْسَنَ أَبُو يُوسُفَ أَخْذَ كَفِيلٍ بِنَفَقَةِ شَهْرٍ إِذَا طَلَبَتْ كَفِيلًا بِالنَّفَقَةِ لِسَفَرِ الزَّوْجِ وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى اور ابو یوسف نے بطریق استحسان جائز رکھا ہی ایک مہینے کا ضامن دینا اُس عورت کے واسطے جسنے اپنے نان نفقہ کا ضامن مانگا بسبب سفر کرنے زوج کے اور اسی قول پر فتوی ہی ہم جواز کفالت نفقہ بطور استحسان ہی اور بطور قیاس اسکی کفالت صحیح نہین کیونکہ نفقہ دین صحیح نہین وَقَاسَ عَلَيْهِ فِي الْمُحِيطِ بَقِيَّةَ الدُّيُونِ لَكِنَّهُ مَعَ الْفَارِقِ كَمَا فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ لِلشُّرُنْبُلَالِيِّ اور محیط مین کفالت نفقہ پر بقیہ دین کا قیاس کیا ہی لیکن وہ قیاس مع الفارق ہی چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی ہم یعنی صاحب محیط نے بقیہ دین مؤجلہ کو قیاس کیا ہی کہ کفالت اُسکی لیجاوے بسبب سفر کرنے مدیون کے تاکہ عبد البر نے کہا کہ یہ ترجیح قول بر صاحب محیط سے قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ یہ ہی کہ دیون قوی تر ہین نفقہ سے کیونکہ وہ مدت گذر جانے اور موت مدیون سے ساقط نہین ہوتے بخلاف نفقہ کے علاوہ برین منتقی مین تجویز تکفیل مدیون مسافر مصرح ہی اگرچہ دین موجل ہو اور بلاشک صاحب محیط کی ترجیح مین لوگون کو آسانی ہی کذا فی الطحطاوی لَكِنْ فِي الْمَنْظُومَةِ الْمُحِبِّيَّةِ أَنَّهَا لَوْ قَالَ مَدْيُونٌ مُرَادُهُ السَّفَرُ وَأَجَلُ الدَّيْنِ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَرَّ وَطَلَبَ التَّكْفِيلَ قَالُوا يَلْزَمُ عَلَيْهِ إِعْطَاءُ كَفِيلٍ يُعْلَمُ لیکن منظومہ محبیہ مین ہی کہ اگر صاحب دین نے کہا کہ میرے مدیون کی مراد سفر ہی اور دین کی مدت اُسپر ہنوز مستقر نہین اور اُسنے تکفیل کی طلب کی تو فقہا نے کہا کہ اُسکو ضامن کا دینا لازم ہی وہ کفیل جو معلوم اور مشہور ہو یعنی اسواسطے کہ کفیل مجہول لائق اعتماد نہین اشعار لَوْ حُبِسَ الْكَفِيلُ قَالُوا جَازَ لَهُ إِذَا أَرَادَ حَبْسَ مَنْ قَدْ كَفَلَهُ لِأَنَّهُ قَدْ كَانَ لِأَجْلِهِ حُبِسَ فَلْيُجَازِهِ بِفِعْلِهِ اگر ضامن محبوس ہو تو علما نے کہا کہ جب وہ حبس اصیل کا ارادہ کرے تو اُسکو جائز ہی کیونکہ ضامن کی محبوسی اُسیکے واسطے ہوئی ہی تو چاہیے کہ وہ اُسکو بدلا دے اپنے فعل سے اشعار ثُمَّ الْكَفِيلُ إِنْ يَمُتْ قَبْلَ الْأَجَلِ فَلَا شَكَّ أَنَّ الدَّيْنَ فِي الْحَالِ حَلَّ عَلَيْهِ فَالْوَارِثُ إِنْ أَدَّاهُ لَمْ يَرْجِعْ بِهِ مِنْ قَبْلِ مَا التَّأْجِيلُ تَمَّ پھر اگر ضامن مرجاوے قبل مدت کے تو بیشک اس حالت مین دین فی الحال اُسپر واجب الادا ہو گیا تو اگر ضامن کا وارث اُسکو ادا کرے تو اصیل سے نہ پھیر لے قبل تمام ہونے مدت کے مصرعہ مین یون تھا کلام یرجع من قبل ما تم الاجل ما مصدریہ ہی اور فاعل فعل مقدم ہو گیا اپنے فعل پر اور یہ بعضون کے نزدیک جائز ہی یا مبتدا و خبر ہی کذا فی الطحطاوی

باب کفالۃ الرجلین

باب كفالة الرجلين

یہ باب ہی دو مردون کے ضامن ہونے کا ہی چونکہ کفالت رجلین مرکب کے مانند ہے تو بعد فراغت مفرد اُسکو شروع کیا دَيْنٌ عَلَيْهِمَا لِآخَرَ بِأَنِ اشْتَرَيَا مِنْهُ کما

غیبنا یا انہ وتکفل کل عن صاحبہ بامرہ جاز ولم یرجع علی شریکہ الا بما اداہ زائدا علی النصف لرجحان جہۃ الاصالۃ علی النیابۃ یہ دو شخصوں پر دوسرے آدمی کا اس طرح پر کہ دونوں نے اتنے ایک غلام سو روپے کو خریدا اور ضامن ہوا ہر ایک اپنے ساتھی کا اسکے امر سے تو جائز ہے اور نہ پھیرا اپنے شریک پر مگر اتنا جتنا زیادہ ادا کیا نصف سے بسبب غالب ہونے جہت اصالت کے نیابت کی جہت پر یعنی ضمانت کی جہت پر کیونکہ پہلی جہت دین ہے اور دوسری مطالبہ ہے یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ دونوں دین نوعیت اور صفت میں برابر ہوں اور اگر صفت مختلف ہو اس طرح پر کہ ایک شخص پر دین موجل ہو اور دوسرے پر حال تو اگر صاحب اجل ادا کریگا تو اسکو اختیار ہے اپنے شریک کی جانب سے صحیح ہے اور اس سے پھیر لیگا اور اسکے بالعکس میں رجوع نہیں اور اگر سبب مختلف ہو اس طرح پر کہ ایک پر قرض ہو اور دوسرے پر ثمن مبیع تو تعیین ہو دی اپنے شریک کی جانب صحیح ہے اسواسطے کہ وہ جنس مختلف میں نیت معتبر ہے نہ جنس واحد میں اور وہ دونوں کی کفالت ہو اسواسطے شرط کی کہ اگر ایک اپنے شریک کا ضامن ہوگا نہ دوسرا اور بیان اسکا ادا کریگا اور اپنے شریک کی جانب سے ہو تو اسکی تصدیق ہوگی اور نصف سے مراد وہ ہے جو اسکے حصے سے زیادہ ہو اگرچہ نصف سے کم یا زیادہ ہو کذا فی الطحطاوی کما لو کفل بنصفہ کما دین الی الآخر رحمہ اسواسطے کہ رجوع نصف دین کریگا تو دور کا سبب ہوگا کذا فی الدرر اسواسطے دور ہوگا کہ اگر نصف شریک کی جانب سے ہو بسبب کفالت کے تو اسکو شریک سے پھیر لینا جائز ہوگا اور اگر شریک کو بھی رجوع کرنا جائز ہوگا اسواسطے کہ ادا نائب یعنی ادا کفیل بامر اصیل بمنزلہ ادا کرنے اصیل کے ہے اور اگر اصیل ادا کرتا تو رجوع کرتا اسیطرح نائب کے ادا کرنے سے رجوع کریگا دریافت کرنا چاہیے کہ یہاں حقیقت دور مراد نہیں کیونکہ وہ عبارت ہے توقف الشئ علی نفسہ سے اور فی الحقیقۃ یہاں تسلسل فی الرجوعات لازم ہے وان کفلا عن رجل بشئ بالتعاقب بان کفل عنہ رجلان کل واحد منہما بجمیعہ منفردا ثم کفل کل من الکفیلین عن صاحبہ بامرہ بالجمیع وھذہ القیود خالفت الاولی اور اگر دو شخص ضامن ہوئے ایک مرد کی جانب سے بطریق تعاقب اس طرح پر کہ ایک مرد پر دین تھا اسکے دو مرد ضامن ہوئے ان میں سے ہر شخص جمیع دین کا علیحدہ علیحدہ ضامن ہوا پھر دونوں کفیلوں میں سے ہر کفیل اپنے ساتھی کا ضامن ہوا اسکے امر سے سب دین کا اور ان قیود مذکورہ سے یہ مسئلہ پہلے مسئلے سے جدا ہو گیا ہے تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونوں شخص جانب اصیل سے جمیع دین کے ساتھ ہی ضامن ہوں پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا کیونکہ دونوں پر دین انصافا نصف منقسم ہوگا تو اصیل کی طرف سے ہر ایک جمیع دین کا ضامن نہ ہوگا اور جمیع دین کی کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر ہر شخص نصف نصف کا ضامن ہوگا پھر ہر ایک اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جائیگا اور اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص اصیل کے جمیع دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر ایک اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو پہلا مسئلہ ہو جائیگا فما اداہ احدھما رجع بنصفہ علی شریکہ لکون الکل کفالۃ ھنا سو دونوں شخصوں میں سے جو شخص مثلا مال قلیل یا کثیر ادا کریگا اسکے نصف کو اپنے شریک سے پھیر لیگا کیونکہ یہاں بالکل کفالت ہے جب بالکل کفالت ہوئی بلا شائبہ اصالت تو جہاں یہاں ثابت ہوا بخلاف مسئلہ اول کے کہ وہاں اصالت راجح ہے کفالت پر اور رجع ان شاء بالکل علی الاصیل لکونہ کفل بالکل بامرہ یا اگر چاہے اصیل سے سب مال موجودہ پھیر لے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اصیل کے امر سے وان ابرأ الطالب احدھما اخذ الطالب الکفیل الآخر بکلہ بحکم کفالتہ اور اگر طالب بری الذمہ کردے ایک ضامن کو تو طالب دوسرے ضامن سے مواخذہ کرے تمام دین کا بسبب اسکی کفالت کے ھم چونکہ صورت مفروضہ یہ ہے کہ ہر واحد کل دین اصیل کا ضامن ہے پھر ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہے پھر جب طالب نے ایک کو معاف کردیا تو دوسرے شخص کی کفالت جمیع دین کی باقی ہے لہذا کل دین کا مطالبہ اس سے صحیح ہے ولو افترق المتفاوضان فعلیھما دین اخذ الغریم ایھما شاء منہما بکل الدین لتضمنھا الکفالۃ کما مر اور اگر دو شریک مفاوض میں افتراق ہو یعنی شرکت مفاوضہ باقی نہ رہے اور دونوں پر دین ہو تو صاحب دین ان دونوں میں سے جس سے چاہے اپنے دین کا مواخذہ اور مطالبہ کرے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کے کفالت کو یعنی ہر شخص اپنے شریک کا ضامن ہوتا ہے چنانچہ کتاب الشرکۃ میں مذکور ہو چکا ہم دستور میں مذکور ہے کہ غریم وہ ہے جسکا دین ہو اور جسپر دین ہو کذا فی الطحطاوی یعنی دائن اور مدیون دونوں کو غریم کہتے ہیں ولا رجوع لاحدھما علی صاحبہ حتی یؤدی

اَکْثَرَ مِنَ النِّصْفِ لِمَا مَرَّ اور رجوع نہین اپنے ساتھی سے تا وقتیکہ اکثر نصف دین سے ادا نہ کرے چنانچہ مسئلہ اولی کی تعلیل مین مذکور ہو چکا کہ وہ اصیل ہی نصف مین
اور کفیل ہی نصف باقی مین تو جو ادا کریگا وہ اُسکے دین مین شمار ہوگا بجہت اصالت پھر اگر نصف سے زیادہ ہوگا تو زائد کفالت مین داخل ہوگا تو اُسیقدر مین رجوع ہی
کَاتَبَ عَبْدَیْہِ کِتَابَۃً وَاحِدَۃً وَکَفَلَ کُلٌّ مِنَ الْعَبْدَیْنِ عَنْ صَاحِبِہٖ صَحَّ اِسْتِحْسَانًا مولی نے مکاتب کیا اپنے دو غلامون کو ایکبار کی کتابت سے یعنی یون کہا مثلاً
کہ مین نے تمکو مکاتب کیا ایک ہزار درم پر ایک سال تک اور ہر غلام اپنے ساتھی دوسرے غلام کا ضامن ہوا تو صحیح ہی بطریق استحسان کہ بطریق قیاس کفالت صحیح نہین
کیونکہ کفالت مکاتب کی اور بدل کتابت کی کفالت علیحدہ علیحدہ صحیح نہین تو بصورت اجتماع بطریق اولی صحیح نہوگی وجہ استحسان یہ ہی کہ تصرف انسان کا حتی الامکان واجب التصحیح ہی
اور شارع کی رضامندی عتق مین ثابت ہی کذا فی الطحطاوی اَیْضًا وَحِیْنَئِذٍ فَمَا اَدّٰی اَحَدُھُمَا رَجَعَ عَلٰی صَاحِبِہٖ بِنِصْفِہٖ لِاِسْتِوَائِھِمَا اور اُسوقت مین
جو کچھ کہ ایک مکاتب ادا کریگا اپنے ساتھی سے اُسکا نصف مال بھر لیگا بسبب برابر ہونے دونون کے یعنی اصالت اور کفالت مین وَلَوْ اَعْتَقَ الْمَوْلٰی اَحَدَھُمَا فَالْمَسْئَلَۃُ
بِحَالِھَا صَحَّ وَاَخَذَ اَیًّا شَاءَ مِنْھُمَا بِحِصَّۃِ مَنْ لَمْ یُعْتِقْہُ الْمُعْتَقُ بِالْکَفَالَۃِ وَالْاٰخَرُ بِالْاَصَالَۃِ اور اگر مولی نے ایک مکاتب کو آزاد کر دیا اور مسئلہ بدستور
سابق ہی تو صحیح ہی اور مواخذہ کرے مولی دونون مین سے جس سے چاہے اُس غلام کا حصہ جسکو اُسنے آزاد نہین کیا غلام آزاد سے مطالبہ کرے بسبب کفالت کے اور دوسرے
غلام غیر آزاد سے بباعث اصالت کے فَاِنْ اَخَذَ الْمُعْتَقَ رَجَعَ عَلٰی صَاحِبِہٖ لِکَفَالَتِہٖ وَاِنْ اَخَذَ الْاٰخَرَ لَا لِاَصَالَتِہٖ پھر اگر مولی مواخذہ اور مطالبہ کرے آزاد
غلام سے تو وہ اپنے ساتھی سے بھر لے بسبب اُسکی ضمانت کے اور اگر دوسرے غلام سے مطالبہ کرے تو وہ رجوع نہین کر سکتا بسبب اپنی اصالت کے وَاِذَا کَفَلَ شَخْصٌ
عَنْ عَبْدٍ مَالًا مَوْصُوْفًا بِکَوْنِہٖ لَمْ یَظْھَرْ فِیْ حَقِّ مَوْلَاہُ بَلْ فِیْ حَقِّہٖ بَعْدَ عِتْقِہٖ کَمَالٍ لَزِمَہٗ بِاِقْرَارٍ وَاسْتِقْرَاضٍ اَوِ اسْتِھْلَاکِ وَدِیْعَۃٍ فَھُوَ
اَیِ الْمَالُ الْمَذْکُوْرُ حَالٌّ وَاِنْ لَمْ یُسَمِّہٖ اَیِ الْحُلُوْلَ لِحُلُوْلِہٖ عَلَی الْعَبْدِ وَعَدَمِ مُطَالَبَتِہٖ لِعُسْرَتِہٖ وَالْکَفِیْلُ غَیْرُ مُعْسِرٍ یَرْجِعُ بَعْدَ عِتْقِہٖ لَوْ بِاَمْرِہٖ وَلَوْ کَفَلَ
مُؤَجَّلًا تَاَجَّلَ کَمَا مَرَّ اور جبکہ ضامن ہوا ایک شخص غلام کی طرف سے اُس مال کا جسکا دین ہونا حق مولی مین ظاہر نہین بلکہ غلام کے حق مین ظاہر ہی بعد
آزاد ہونے کے چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے تو وہ یعنے مال مذکور حال ہی نہ مؤجل اگرچہ اُسنے حلول کا نام نہ لیا ہو بسبب
حلال ہونے مال کے غلام پر اور عدم مطالبہ مال غلام سے بسبب اُسکی فقیری اور تنگدستی کے ہی اور کفیل اُسکا فقیر اور تنگدست نہین اور ضامن غلام سے مال مذکور بھر لیگا
اگر کفالت غلام کے امر سے ہوئی ہو اور اگر ضامن نے مال کی ضمانت مؤجل کی ہو تو اُس صورت مین مال مؤجل ہوگا نہ حال چنانچہ مذکور ہو چکا اِدَّعٰی شَخْصٌ رَقَبَۃَ عَبْدٍ فَکَفَلَ
رَجُلٌ فَمَاتَ الْعَبْدُ الْمَکْفُوْلُ بِہٖ قَبْلَ تَسْلِیْمِہٖ فَبَرْھَنَ الْمُدَّعِیْ اَنَّہٗ کَانَ لَہٗ ضَمِنَ الْکَفِیْلُ قِیْمَتَہٗ لِجَوَازِھَا بِالْاَعْیَانِ الْمَضْمُوْنَۃِ کَمَا مَرَّ دعوی کیا ایک شخص نے
غلام کی گردن کا سو اُسکا ایک مرد ضامن ہوا پھر غلام مکفول بہ مر گیا قبل اُسکی تسلیم کے سو مدعی نے بشہادت ثابت کیا کہ وہ غلام اُسکا مملوک تھا تو ضامن ضامن ہی
اُسکی قیمت کا بسبب جائز ہونے اعیان مضمونہ کی ضمانت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم اعیان مضمونہ سے اعیان مضمونہ بنفسہا مراد ہین اور راہین قابض پر عین واجب ہی اور بعد
ہلاکی عین پر قیمت واجب ہی اسیطرح ضامن پر شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ملک مدعی قابض کے اقرار سے یا بعد تحلیف قسم کے انکار سے ثابت ہو تو قیمت عبد
مدعی علیہ پر لازم ہی نہ کفیل پر کذا فی الطحطاوی وَلَوِ ادَّعٰی عَلٰی عَبْدٍ مَالًا فَکَفَلَ بِنَفْسِہٖ رَجُلٌ فَمَاتَ الْعَبْدُ بَرِئَ الْکَفِیْلُ کَمَا مَرَّ فِی الْحُرِّ
اور اگر غلام پر مال کا دعوی کیا سو ایک مرد غلام کا حاضر ضامن ہوا پھر غلام مر گیا تو ضامن بری الذمہ ہو گیا چنانچہ آزاد کی حاضر ضامنی مین مذکور ہو چکا یعنی سو اسواسطے
کہ مکفول بہ کی موت سے ضمانت باطل ہو جاتی ہی بسبب تعذر تسلیم کے وَلَوْ کَفَلَ عَبْدٌ غَیْرُ مَدْیُوْنٍ مُسْتَغْرِقٍ عَنْ سَیِّدِہٖ بِاَمْرِہٖ جَازَ لِاَنَّ الْحَقَّ لَہٗ اور اگر
وہ غلام جو مدیون مستغرق بالدین نہین ضامن ہوا اپنے مولی کی طرف سے اُسکے امر سے تو جائز ہی اسواسطے کہ حق ملکیت غلام مولی کے واسطے ثابت ہی ہم ظاہر اغلام مین لیاقت
کفالت نہین کیونکہ اہل تبرع نہین مانند صغیر کے مگر مولی کے امر سے اُسکی عدم التصرفی زائل ہو گئی پھر جبکہ غلام بے دین ہوا تو اُسکی مالیت مین مولی کا حق ہی لہذا مولی کا اذن
اُسکے ضامن ہونے مین کافی ہو گیا اور اگر غلام مستغرق بالدین ہوگا تو اُسکی کفالت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی فَاِذَا عَتَقَ فَاَدَّاھَا اَوْ کَفَلَ سَیِّدُہٗ عَنْہُ بِاَمْرِہٖ فَاَدَّاہُ وَلَوْ بَعْدَ

عتق فلا یرجع واحد منھما علی الآخر لانعقادھا غیر موجبۃ للرجوع کان کلا منھما لا یستوجب دینا علی الآخر فلا تنقلب موجبۃ لہ بعد ذلک پھر جبکہ غلام کفیل آزاد ہوا پھر اسنے مولی کا دین ادا کیا یا مولی غلام کا ضامن ہوا غلام کیطرف سے اسکے امر سے پھر اسکا دین ادا کیا اگرچہ بعد عتق غلام دین ادا کیا ہو نہ رجوع کرے کوئی غلام اور مولی میں سے دوسرے پر بسبب منعقد ہونے کفالت کے غیر موجب واسطے رجوع کے اسواسطے کہ ہر واحد غلام اور مولی سے مستوجب دین نہیں دوسرے پر تو کفالت منقلب بایجاب دین نہو گی بعد اسکے یعنی بعد انعقاد غیر موجب کے کما لو کفل رجل عن رجل بغیر امرہ فبلغہ فاجاز الکفالۃ لم تکن الکفالۃ موجبۃ للرجوع لما قلنا چنانچہ اگر ضامن ہوا ایک مرد دوسرے مرد کی جانب سے بغیر مکفول عنہ کو کفالت مذکورہ کی خبر پہونچی ہو اسنے کفالت جائز رکھی تو یہ کفالت رجوع دین کی موجب نہو گی اس دلیل سے جسکو ہم کہہ چکے یعنی انعقاد غیر موجب منقلب بایجاب رجوع نہیں ہوتا وقالوا فائدۃ کفالۃ المولی عن عبدہ وجوب مطالبتہ بایفاء الدین من سائر اموالہ اور علما نے کہا کہ مولی کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے غلام سے موجب مطالبہ مولی ہے ادا ے دین کا کیواسطے اسکے باقی اموال سے یعنی غلام کے سوا اور جو کچھ مولی کا مملوک مال ہے اس سے ادا ے دین غلام کرے نہ غلام کو بیچکر وفائدۃ کفالۃ العبد عن مولاہ تعلقہ ای الدین برقبتہ وھذہ الفریدۃ اثبتھا المصنف متنا فی شرحہ اور غلام کے ضامن ہونے کا فائدہ اپنے مولی کی جانب سے متعلق ہونا دین کا ہے اسکی گردن اور یہ یعنی فائدہ کفالت مولی و کفالت غلام کو مصنف نے اپنی شرح منح میں متن کے ثابت نہیں کیا یعنی بطور شرح اسکو داخل کیا ہے نہ بطور متن واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحوالہ

یہ کتاب ہے حوالہ کے احکام میں ہم مناسبت حوالہ کی کفالت سے یہ ہے کہ دونوں عقد میں التزام ہے اس دین کا جو کسی پر ہے واسطے وثوق اور اعتماد کے مگر کہ حوالہ میں اصیل کی بریت ہوتی ہے چنانچہ معلوم ہوگا بخلاف کفالت کے تو حوالہ مرکب کے مانند ہے اور کفالت مانند مفرد کے اور مفرد مقدم ہوتا ہے مرکب سے لہذا حوالہ متاخر ہوا کفالت سے کذا فی النہر لغۃ النقل حوالہ لغت میں بمعنی نقل اور زوال ہے وشرعا نقل الدین من ذمۃ المحیل الی ذمۃ المحتال علیہ اور اصطلاح شرع میں حوالہ عبارت ہے دین کے نقل کرنے سے محیل کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کیطرف وھل توجب البراءۃ من الدین المصحح نعم اور کیا حوالہ براءت دین کا موجب ہے قول صحیح یہ ہے کہ ہاں یعنی محیل بری الذمہ ہو جاتا ہے دین سے کذا فی الفتح ہمیں قول صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اس دلیل سے کہ اگر محتال محیل کو دین ہبہ کرے یا اسکو بری الذمہ کرے بعد حوالہ تو صحیح نہیں اور اگر دین اسکے ذمہ پر باقی رہتا تو ہبہ و ابرا صحیح ہوتا کذا فی النہر فالمدیون محیل والدائن محتال ومحتال لہ ومحال ومحال لہ ویزاد خامس وھو حویل کذا فی الفتح مدیون محیل ہے یعنی حوالہ کرنے والا اور دائن یعنی جسکا دین ہے وہ محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور ان چار الفاظ پر پانچواں مزید لفظ حویل ہے کذا فی الفتح ومن یقبلھا محتال علیہ ومحال علیہ فالفرق بالصلۃ وقد تحذف من الاول والمال محال بہ اور جو شخص کہ حوالہ قبول کرے وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو صاحب دین اور قبول کرنے والے میں فرق بواسطہ صلہ کے ہے یعنی دائن میں لہ کا لفظ صلہ ہے چنانچہ محتال لہ اور محال لہ اور قبول کرنے والے میں لفظ علیہ صلہ ہے چنانچہ محتال علیہ اور محال علیہ اور کبھی اول یعنی دائن سے صلہ محذوف ہوتا ہے اور مال محال بہ ہے وھم لفظ محتال بصیغہ اسم فاعل مجہول بکسر واو ہے اور محتال بصیغہ اسم مفعول مجہول بفتح واو ہے اور دونوں لیکن صلہ کی محتال اسم فاعل کے ساتھ کچھ حاجت نہیں بلکہ محتال علیہ کے ساتھ صلہ ہے تو وہ محتال علیہ اور محال علیہ ہے تو دونوں میں فرق بصلہ و عدم صلہ ہے کذا فی الفتح تصویر الفاظ مذکورہ بطریق تمثیل یوں ہے کہ مثلا زید کے ہزار درم خالد پر قرض ہیں سو خالد نے اپنے قرض کا محمود پر حوالہ کیا یعنی ہزار درم اسپر اوتارا اور اس سے دلایا اور محمود نے قبول کیا تو اس صورت میں خالد محیل ہے اور زید محتال اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور حویل ہے اور محمود محتال علیہ اور محال علیہ اور ہزار درم محال بہ **فائدہ جلیلہ**

رکنھا الایجاب والقبول رکن حوالہ کا ایجاب و قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ میں نے ہزار حوالہ فلاں شخص پر کیا تیرے درم کا اور محتال علیہ اور محتال سے قبول اسطرح کہ ہر واحد کہے میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اسکے جو کہ قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا اسیطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل میں عقل و بلوغ شرط ہے اور یہ شرط انعقاد ہے تو صبی عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہیں

تو حوالہ عبد ماذون اور بچہ کا صحیح ہے اور رضائے محیل بھی شرط ہو تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہ ہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال میں بھی عقل اور بلوغ شرط انعقاد ہے تو مجنون یا عاقل کا احتیال ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ تر مالدار ہو اور منجملہ شرائط رضا ہے تو احتیال مکرہ غیر صحیح ہے اور ہونا اسکا مجلس حوالہ میں شرط ہے تو اگر محتال غائب ہے مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں اور محتال علیہ میں عقل و بلوغ شرط ہے تو حوالہ قبول کرنا صغیر کا صحیح نہیں اگرچہ بامر محیل ہو اور گو اسکا ولی اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ بامر رضا ہے اور منجملہ شرائط رضا ہے اور ہونا محتال علیہ کا مجلس حوالہ میں دربہ شرط انعقاد ہے اور محال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم معلوم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ صحیح نہیں جیسی کی کفالت صحیح نہیں اسکا حوالہ بھی صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر والحوالۃ شرط لصحتہا رضی الکل بلا خلاف الا فی الاول وهو المحیل فلا یشترط علی المختار شرنبلالیۃ عن المواہب اور صحت حوالہ کیواسطے رضامندی سب کی بلا اختلاف مشروط ہے مگر اول یعنی محیل میں سو اسکی رضامندی بنابر قول مختار شرط نہیں کذا فی الشرنبلالیۃ عن المواہب ہم زیادات میں رضائے محیل شرط نہیں مگر قدوری میں شرط ہے رضامندی محتال کی اسواسطے شرط ہے کہ دین منتقل بحوالہ محتال کا حق ہے اور لوگ حسن ادا اور مطل یعنی ٹال بال میں متفاوت ہوتے ہیں تو اسکی رضامندی ضرور ہے کہ اسکا ضرر لازم نہ آوے محتال علیہ کی نا رضامندی سے اور رضامندی محتال علیہ کی اسواسطے شرط ہوئی کہ اسپر دین کا ادا کرنا لازم ہوتا ہے اور لزوم دین نہیں ہوتا مگر اسکے التزام سے اگرچہ محتال علیہ محیل کا مدیون ہو کیونکہ لوگ تقاضا کرنے میں متفاوت ہوتے ہیں کوئی آسانی سے مانگتا ہے اور کوئی سختی سے اور رضائے محیل اسواسطے شرط نہوئی بقول مختار کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہے محتال علیہ کا اپنی ذات کے حق میں اور محیل کا اسمیں کچھ ضرر نہیں بلکہ اسمیں اسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اسپر رجوع نہیں کر سکتا جبکہ حوالہ بامر محیل نہو کذا فی النہر امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطل الغنی ظلم اذا احیل احدکم علی ملی فلیحتل یعنی مالدار کا ٹالنا اور ادا سے دیر کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسیکو حوالہ کیا جاوے مالدار پر تو چاہیے کہ حوالہ قبول کرے اکثر اہل علم کے نزدیک تو استحباب کا امر ہے اور امام احمد کے نزدیک امر وجوب ہے اور حق ظاہر یہ ہے کہ یہ امر اباحت کا ہے یعنی دلیل ہے جواز نقل دین کی یا نقل مطالبہ کی شرنبلالیۃ کذا فی الفتح ملخصًا بل قال ابن الکمال انما شرطہ القدوری للرجوع علیہ فلا اختلاف فی الروایۃ بلکہ ابن کمال نے کہا کہ قدوری نے رضائے محیل اسواسطے شرط کی ہے کہ اسپر رجوع درست ہو تو کچھ اختلاف نہیں روایت میں ہم یہ توفیق بین القولین ہے یعنی اشتراط رضا کا قول اسپر محمول ہے کہ محتال علیہ محیل پر رجوع نہیں کر سکتا مگر جبکہ ہوا ہو اسکی رضا سے اور عدم اشتراط کا قول صحت حوالہ پر فی حد ذاتہا محمول ہے لکن استظہر الاکمل ان ابتداءہا ان کان من المحیل شرط ضرورۃ والا لا اور اکمل نے غایہ میں قول ظاہر اسکو کہا ہے کہ ابتدا حوالہ اگر محیل کی طرف سے ہو تو رضائے محیل ضرور شرط ہے اور نہیں تو شرط نہیں ہم یعنی اگر محیل کیجانب سے ہو تو احالہ ہے اور یہ فعل اختیاری ہے کہ بدون ارادہ اور رضا کے متصور نہیں اور یہ روایت قدوری کا محمل ہے اور اگر ابتدا اسکی محتال علیہ کیجانب سے ہو تو احتیال ہے کہ فقط رضائے محتال علیہ سے تمام ہو جاتا ہے بدون رضائے محیل اور یہ روایت زیادات کا محمل ہے انتہی خلاصۃ الغایۃ والحاصل ان القدوری کے کلام میں معنی احالہ ہے اور زیادات کے کلام میں معنی احتیال ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وارادہ بالرضی القبول فان قبولہا فی مجلس الایجاب شرط الانعقاد بخلاف الدائنین اور رضا سے قبول کا ارادہ کیا یعنی عدم صحت دفع قبول مراد نہیں اسواسطے کہ حوالہ قبول کرنا ایجاب کی مجلس میں انعقاد حوالہ کی شرط ہے کذا فی البحر عن البدائع ہم اور بعضے نسخہ میں قبولہا ہے یعنی قبول المحتال او المحتال علیہ شرط الانعقاد ہے یہ مذہب ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک قبول نفاذ حوالہ کی شرط ہے تو اگر محتال علیہ غائب ہو مجلس سے پھر اسکو خبر پہنچی اور وہ جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہوگا طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف اور صحیح طرفین کا قول ہے کذا فی البحر لکن فی الدرر جعلہا الشرط قبول المحتال فی الغائب وصحح الثانی لا حضور بقیتہما فافہم اور درر وغیرہا میں محتال لہ یا اسکے نائب کا قبول کرنا شرط ہے اور باقی شخصوں کی رضامندی شرط ہے نہ حاضر ہونا محیل و محتال علیہ کا اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ہم بزازیہ اور خانیہ میں بھی یہی مذکور ہے اور اگر ان کتب کے روایات کو ابو یوسف کے قول پر محمول کیجیے تو منافات باقی نہیں رہتی لیکن تم کو معلوم ہو چکا کہ طرفین کا قول صحیح ہے نہ ابو یوسف کا کذا فی الطحطاوی وتصح فی الدین المعلوم لا فی العین زاد فی الجوہرۃ ولا فی الحقوق انتہی اور حوالہ صحیح ہے دین معلوم غیر مجہول میں نہ عین میں جوہرہ میں زیادہ کیا اور نہ حوالہ صحیح ہے حقوق میں یعنی ہم عین میں اسواسطے حوالہ صحیح نہیں کہ وہ ثابت فی الذمہ نہیں تو اسکا نقل کرنا

انکی ذمہ سے دوسرے ذمہ کیطرف نہیں ہو سکتا اور یہ عدم صحت حوالہ مطلقہ میں ہے اور حوالہ مقیدہ میں تو حوالہ عین کا صحیح ہے کافی میں ہے کہ حوالہ دو قسم ہے مقیدہ اور مطلقہ مقیدہ وہ ہے کہ محتال علیہ پر محیل کا دین ہو یا اسکے پاس میں محیل کا بطریق غصب یا ودیعت یا اور طرح سے اور مطلقہ وہ ہے کہ محیل حوالہ کو مقید دین یا عین سے نہ کرے چنانچہ اس شخص پر حوالہ کرے کہ جسپر نہ اسکا دین ہے نہ اسکے پاس محیل کا عین ہے کذا فی الطحطاوی وبہ عُرف ان حوالۃ الغازی بحقہ من غنیمۃ محرزۃ لا تصح اور جوہرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ غازی کو حوالہ کرنا اپنے حق کا غنیمت محرزہ سے صحیح نہیں ہے تو غنیمت غیر محرزہ سے بطریق اولی حوالہ جائز نہ ہوگا وکذا حوالۃ المستحق بمعلومۃ فی الوقف علی الناظر نہر اور اسیطرح حوالہ مستحق کا ناظر پر اپنے وظیفہ معلومہ کا وقف صحیح نہیں کذا فی النہر ثم قال بعد ورقتین وھذا فی الحوالۃ المطلقۃ ظاھر اما المقیدۃ ففی البحران المال فی ید الناظر ینبغی ان تصح کالاحالۃ علی المودع والا لا لانہ لا مطالبۃ انتہی ومقتضاہ صحتہا بحق الغنیمۃ وعندی فیہ تردد؛ پھر صاحب نہر نے دو ورق کے بعد کہا اور یہ یعنی عدم صحت حوالہ وقف حوالہ مطلقہ میں ظاہر ہے یعنی اسواسطے کہ حوالہ مخصص بہ یون ہے اور اگر حوالہ مقیدہ ہے تو بحر الرائق میں ہے کہ اگر مال ناظر کے پاس ہو تو لائق یون ہے کہ حوالہ صحیح ہو جیسا کہ حوالہ کرنا ودیعت لینے والے پر صحیح ہے اور اگر مال ناظر کے پاس نہیں تو حوالہ صحیح نہیں کیونکہ وہ مطالبہ ہے اور مطالبہ ناظر پر نہیں ہے ورنہ اسکا اور مقتضاء اس بحث صاحب بحر صحت حوالہ ہے بحق غنیمت اور میرے نزدیک اسمین تردد ہے طحطاوی نے کہا کہ وجہ صحت ثبوت ارث ہے یعنی غنیمت محرزہ میں غازی کے ورثہ اسکا حصہ بطور ارث پاتے ہیں تو ملک اسکی غنیمت میں ثابت ہو گئی تو اب غنیمت ودیعت کے مانند ہو گئی صحت حوالہ میں ویبرأ المحیل من الدین والمطالبۃ جمیعا بالقبول من المحتال للحوالۃ اور بری الذمہ ہو جاتا ہے محیل دین اور مطالبہ سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو اور قبول سے مراد برات موقت بعدم ہلاک ہے اور فائدہ برات کا یہ ہے کہ اگر محیل مر جاوے تو محتال اپنا دین اسکے ترکہ سے نہیں لے سکتا لیکن محیل کے ورثہ اور اسکے ارباب دیون سے ضامن لیوے اس خوف سے کہ مبادا اسکا حق ضائع ہو کذا فی شرح المجمع اور جیسے قبول محتال شرط برات ہے اور اسیطرح قبول محتال علیہ بھی شرط ہے کذا فی البحر ولا یرجع المحتال علی المحیل الا بالتوی بالقصر ای بھلاک المال لان براءتہ مقیدۃ بسلامۃ حقہ تو محتال رجوع نہ کریگا محیل پر مگر مال کی ہلاکی سے اسواسطے کہ محیل کی برات بسلامتی حق محتال مقید ہے توی بالقصر مقصورہ عبارت ہے ہلاک ہونے مال سے اور بعضون نے اسکو بالمد ممدودہ بھی کہا ہے توی بروزن حصی لغت میں یعنی ہلاک مال ہے اور اسکے اصطلاحی معنی کو مصنف آگے ذکر کرینگے جب برات مقید بسلامت حق محتال ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ برات استیفا ہے نہ برات اسقاط پھر جب استیفا سے حق متعذر ہوا تو رجوع اصل یعنی دین کا واجب ہوا وقید فی البحر بکون المحیل لیس ھو المحتال علیہ ثانیا رجوع درصورت ہلاک کو بحر الرائق میں اسطرح مقید کیا ہے کہ محیل وہی محتال علیہ نہوا ہو دوسری بار صاحب بحر نے کہا کہ یہ قید اسواسطے لگائی کہ ذخیرہ میں ہے کہ ایک مرد نے لینے دین کا حوالہ کیا دوسرے مرد پر پھر محتال علیہ نے اسکا حوالہ کیا اسی پر جسپر اصل دین ہے تو محتال علیہ اول بری ہو گیا پھر اگر ہلاکی مال ہوگی تو محتال علیہ اول پر عود نہ ہوگا انتہی ایضاح اسکا یون ہے کہ حامد محمود کا مدیون ہے سو حامد نے دین محمود کا حوالہ کیا زید پر پھر زید نے حامد پر حوالہ کیا تو درصورت ہلاک پھر دین کا اعادہ زید پر نہ ہوگا کیونکہ زید بری ہو گیا حوالہ ثانیہ سے وھو احد امرین ان یجحد المحتال علیہ الحوالۃ ویحلف ولا بینۃ لہ ای للمحتال ولا للمحیل او یموت المحتال علیہ مفلسا بغیر عین ودین وکفیل وقالا بہما وبان فلسہ الحاکم اور وہ یعنی ہلاکی مال دو امرین سے ہوتی ہے یہ کہ محتال علیہ حوالہ کا انکار کرے اور قسم کھالے اور محتال اور محیل کیواسطے شہادت نہو یا محتال علیہ مفلس مر جائے بدون عین کے دین اور بلا کفیل اور صاحبین نے کہا ہلاکی ثابت ہوتی ہے دونون امر مذکورہ سے اور اس سے کہ محتال علیہ کو حاکم مفلس ٹھہراوے ولو اختلفا فیہ ای فی موتہ مفلسا کذا فی موتہ قبل الاداء وبعدہ فالقول للمحتال بیمینہ علی العلم لتمسکہ بالاصل وھو العسرۃ زیلعی وقیل القول للمحیل بیمینہ فتح اور اگر اختلاف کیا محیل اور محتال نے اسمین یعنی محتال علیہ کے مفلس ہو کر مرجانے میں اور اسیطرح انکی موت کے اختلاف میں قبل ادا کے اور بعد ادا کے تو محتال کا قول معتبر ہے اسکی قسم کے ساتھ علم پر یعنی نفی علم پر بسبب تمسک کرنے محتال کے اصل سے اور وہ عسرت وناداری ہی کذا فی الزیلعی اور بعضون کے نزدیک محیل کا قول معتبر ہے اسکی قسم کے ساتھ عدم عسرت کی ہی کذا فی الفتح [illegible] اور محیل نے کہا کہ [illegible] تو محتال کا قول معتبر ہے اسیطرح قسم کھا کر کہے واللہ مجھکو اسکا مالدار ہونا معلوم نہیں اور موت قبل ادا کا مسئلہ [illegible] صحیح نہیں کیونکہ اسمین

قسم تعین ہیں جو علم پر اور اعتبار قول محیل کی یہ وجہ ہے کہ وہ عود دین کا منکر ہے لطالب المحتال علیہ المحیل بما ای بمثل ما احال بہ مدعیا قضاء دینہ بامرہ فقال المحیل
انما احلت بدین ثابت لی علیک لم یقبل قولہ بل ضمن المحیل مثل الدین للمحتال علیہ لانکارہ مطالبہ کیا محتال علیہ نے محیل سے اس دین کی مثل کا جسکا
محیل نے حوالہ کیا تھا مطالبہ کیا یعنی یہ دعوی ہو کر اسکا دین ادا کیا اسکے امر سے سو محیل نے کہا کہ میں نے تو اسی دین کا حوالہ کیا جو میرا ثابت تھا تیرے اوپر تو اسکا قول مقبول نہوگا بلکہ
محیل مثل دین کا ضامن ہوگا محتال علیہ کو بسبب منکر ہونے محتال علیہ کے ہم یعنی محیل مدعی دین ہے اور محتال علیہ منکر ہے لہذا منکر کا قول معتبر ہوا اگر کوئی شبہ کرے کہ محتال علیہ
نے حوالہ قبول کیا تو معلوم ہوا کہ وہ محیل کا مدیون تھا اسکا جواب شارح نے آئندہ قول میں دیا وقبول الحوالۃ لیس اقرارا بالدین لصحتہا بدونہ اور حوالہ قبول کرنا دین کا
اقرار نہیں بسبب صحیح ہونے حوالہ کے بدون دین کے بھی وان قال المحیل للمحتال احلتک علی فلان بمعنی وکلتک لتقبضہ لی فقال المحتال بل احلتنی
بدین لی علیک فالقول للمحیل لانہ منکر ولفظ الحوالۃ یستعمل فی الوکالۃ اور اگر محیل نے محتال سے کہا کہ میں نے تجھے حوالہ کیا فلانے پر یعنی تجھکو وکیل کیا
تاکہ وہ میرے واسطے قبض کرے سو محتال نے کہا بلکہ تو نے میرے دین کا حوالہ کیا تھا جو تجھپر ثابت ہے تو محیل کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ منکر ہے یعنی محتال مدعی دین ہے اور وہ دین کا
منکر ہے اور لفظ حوالہ وکالت میں مستعمل ہے یعنی باعتبار مجاز کے ہم اگر کوئی کہے کہ حقیقت حوالہ نقل دین ہے تو حوالہ بمعنی وکالت خلاف حقیقت ہے بلا دلیل اسکا جواب یہ ہے کہ
وکالت بھی خالی نقل سے نہیں اسواسطے کہ حوالہ وکالت میں مستعمل ہو سکتا ہے کیونکہ وکالت میں نقل تصرف ہے مؤکل سے طرف وکیل کے تو اسکا ارادہ کرنا جائز ہوا تو محیل کی تصدیق ہوگی
اس مراد میں بسبب قسم کے ساتھ کیونکہ اسمیں کچھ مخالفت نہیں ظاہر کی کذا فی الطحطاوی احال بمالہ عند زید ودیعۃ بان اودع رجلا الفا ثم احال بہا غریمہ
صحت حوالہ کیا محیل نے اپنے اس مال کا جو زید کے پاس ہے درانحالیکہ وہ ودیعت ہے اسطرح کہ امانت رکھی ایک مرد کے پاس ہزار درہم انکا حوالہ کیا اپنے دائن کو تو حوالہ صحیح ہے
ہم ودیعت سے امانت مراد ہے تو عاریت اسمیں داخل ہوئی ورنہ وہ میں ساجر ہیں جسکی بابت عاریۃ منتفی ہو گئی فان ہلکت الودیعۃ برئ المودع وعاد الدین علی المحیل لان
الحوالۃ مقیدۃ بہا بخلاف المقیدۃ بالمغصوب فانہ لا یبرا لان مثلہ یخلفہ پھر اگر ودیعت ہلاک ہو تو مودع اور بری الذمہ ہو جائیگا حوالہ سے اور دین عود
کریگا محیل پر اسواسطے کہ حوالہ مقید تھا ودیعت کے وجود سے بخلاف اس حوالہ کے جو مقید بمغصوب ہے اسواسطے کہ مال مغصوب سے محتال علیہ یعنی غاصب بری الذمہ نہیں ہوتا
حوالہ سے کیونکہ مثل یعنی بدل مغصوب اسکے قائم مقام ہوتا ہے ہم تعلیل علی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مغصوب بلا بدل ہلاک ہو اسطرح کہ وہ مستحق ملک غیر ثابت ہو شہادت سے
تو مغصوب ودیعت کے مانند ہوگا برات میں کذا فی الطحطاوی عن شرح العینی وتصح ایضا بدین خاص فصارت الحوالۃ المقیدۃ ثلثۃ اقسام اور حوالہ صحیح ہوتا ہے
دین خاص سے بھی تو حوالہ مقیدہ تین قسم ہو گیا ہم یعنی ایک حوالہ مقیدہ بودیعت اور دوسرا مقیدہ بمغصوب اور تیسرا مقیدہ بدین خاص تقیید بدین خاص اسطرح ہے کہ حوالہ کو مقید
کیا ساتھ اسکے اور کسی دین کے ساتھ مقید کرے وحکمہا ان لا یملک المحیل مطالبۃ المحتال علیہ ولا المحتال علیہ دفعہا للمحیل فلو دفع ضمن لان المحتال
اسوۃ لغرماء المحیل بعد موتہ اور حوالہ مقیدہ کا حکم یہ ہے کہ محیل محتال علیہ سے مطالبہ کا مالک نہیں اور نہ محتال علیہ محیل کو اسکے دینے کا مالک ہے باوجودیکہ محتال محیل کے
دیناون کے ساتھ برابر اسکی موت کے بعد ہم یعنی اگر محیل مر گیا قبل قبض کرنے محتال کے تو عین یا دین بحالت محیل کے سبب ہے بابت ہونے دین جو کے موافق منقسم ہوگا کیونکہ وہ
محیل کا مال ہے کہ اسپر محتال کا قبض ثابت نہیں کیونکہ محتال کا نہیں وہ مملوک نہیں ہوا بسبب عدم قبض کے کذا فی الطحطاوی بخلاف الحوالۃ المطلقۃ کما بسطہ
خسرو وغیرہ بخلاف حوالہ مطلقہ کے چنانچہ ملا خسرو وغیرہ نے اسکو شرح بیان کیا ہے ہم یعنی حوالہ مطلقہ مخالف ہے حوالہ مقیدہ کے احکام مذکورہ میں یعنی محیل محتال علیہ
سے عین یا دین کا مطالبہ کر سکتا ہے اور محتال علیہ محیل کو دے سکتا ہے اور محتال علیہ محیل سے رجوع کر سکتا ہے بعد ادا کے اگر حوالہ اسکی رضا سے ہو کذا فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے
کہ حوالہ مطلقہ یہ ہے کہ محیل طالب سے کہے کہ میں نے تیرا حوالہ کیا اس مرد پر اور یہ نہ کہا کہ محتال علیہ اس مال سے ادا کرے جو میرا اسپر ہے تو اگر اسطرح حوالہ کرے اور محیل کا محتال علیہ کے پاس مغصوب
یا ودیعت یا دین ہو تو محیل اسکو طلب کر سکتا ہے کیونکہ اس عین یا دین سے محتال کا حق متعلق نہیں اسواسطے کہ حوالہ اس سے مطلق واقع ہوا ہے بلکہ حق محتال کا محتال علیہ کے ذمہ پر ہے اور ذمہ
میں گنجائش ہے یعنی وہ اپنے مال سے ادا کرے تو محیل محتال علیہ سے اپنا دین یا عین لیگا اور حوالہ باطل نہوگا اور منجملہ حوالہ مطلقہ یہ صورت ہے کہ اسپر حوالہ کرے جسپر

محیل کا دین ہو نہ کے پاس اسکا عین ہو انتہی باع بشرط ان یحیل علی المشتری بالثمن غریمًا لہ ای للبائع بطل ولو باع بشرط ان یحتال بالثمن صح لانہ شرط ملائم کشرط الجودۃ بخلاف الاول یعنی بائع نے بیع کی اس شرط سے کہ مشتری ثمن کا حوالہ کریگا بائع اپنے دین والے کو تو بیع باطل ہے اور اگر بیع کی اس شرط سے کہ بائع ثمن کا حوالہ قبول کریگا تو بیع صحیح ہے اسواسطے کہ احتیال شرط ملائم عقد ہے مانند شرط کرنے جودت ثمن کے بخلاف اول کے ہم وجہ بطلان بیع یہ ہے کہ اس شرط کو عقد بیع مقتضی نہیں اور اسمیں بائع کا فائدہ ہے پھر جب بیع باطل ہوئی تو حوالہ بھی باطل ہو گیا بخلاف مسئلہ ثانیہ کی شرط کے کہ وہ مناسب عقد ہے کیونکہ وہ تاکید عقد کی موجب ہے اسواسطے کہ حوالہ عادت میں اکثر اس شخص پر ہوتا ہے جو مالدار اور خوش معاملہ ہو تو یہ جودت ثمن کی شرط کے مانند ہوئی کذا فی الدرر ادّی المال فی الحوالۃ الفاسدۃ فہو بالخیار ان شاء رجع علی المحتال القابض وان شاء رجع علی المحیل وکذا فی کل موضع ورد فیہ استحقاق بزازیۃ اگر محتال علیہ نے مال ادا کیا حوالہ فاسدہ میں تو اسکو اختیار ہے چاہے اپنا مال محتال قابض سے پھیر لے اور چاہے محیل سے پھیر لے اور اسیطرح حکم ہے ہر ایک اس مکان میں جہاں استحقاق وارد ہو کذا فی البزازیہ ہم استحقاق وارد ہو یعنی محال علیہ کا استحقاق رجوع ثابت ہو جیسا کہ بائع نے کوئی چیز بیچی اور ثمن کا حوالہ کیا ایک شخص کو پھر مبیع مستحق غیر ثابت ہوئی بعد ادا کرنے کے تو محال علیہ کو اختیار ہے چاہے بائع سے چاہے قابض سے اپنا مال پھیر لے ومنہا ای من صور فساد الحوالۃ ما لو شرط فیہا الاعطاء من ثمن دار المحیل مثلا لعجزہ عن الوفاء بالالتزام نعم لو اجابہا جاز کما لو قبلہا المحتال علیہ بشرط الاعطاء من ثمن دارہ ولکن لا یجبر علی البیع ولو باع یجبر علی الاداء اور بزازیہ میں ہے کہ فساد حوالہ کی صورتوں میں سے وہ صورت ہے جسمیں مثلا محال ہو کہ دینا ثمن دار محیل سے شرط ہو بسبب عاجز ہونے محتال علیہ کے اسکے دینے سے جبکہ التزام کیا ہاں اگر محیل اپنے گھر بیچنا جائز رکھے تو حوالہ جائز ہو گا چنانچہ اسطرح سے جائز ہے اگر حوالہ کو محتال علیہ قبول کرے بشرطیکہ محیل اپنے گھر کے ثمن سے عطا کرے لیکن محال علیہ پر زبردستی نہ ہوگی بیع پر اور اگر بیع کریگا تو ادائے مال پر زبردستی ہوگی ہم یعنی اگر محیل نے اپنے گھر کی بیع کا امر کیا محال علیہ کو تو حوالہ جائز ہو گا کیونکہ اب اسکو بیع اور ادا پر قدرت حاصل ہے لیکن اسکے بیچ ڈالنے پر زبردستی نہ ہوگی کیونکہ ادا واجب نہیں قبل بیع کے ہاں اگر بیع کریگا تو ادا پر زبردستی ہوگی بسبب ثابت ہونے وجوب کے کذا فی الطحطاوی ملخصًا ولا یصح تاجیل عقدھا فلو قال ضمنت بما لک علی فلان علی ان احیلک بہ علی فلان الی شہر انصرف التاجیل الی الدین لانہ لا یصح تاجیل عقد الحوالۃ بحر عن المحیط اور عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ میں تیرے اس مال کا ضامن ہوا جو فلانے شخص پر ہے اس شرط سے کہ میں تیرے مال کا فلانے شخص پر حوالہ کرونگا بعد مہینے کے تو یہ تاجیل دین کی طرف مصروف ہوگی یعنی ضامن پر ادا اس دین کا بعد ایک مہینے کے لازم ہو گا اسواسطے کہ عقد حوالہ کی تاجیل صحیح نہیں کذا فی البحر عن المحیط وکرہت السفتجۃ بضم السین وتفتح وفتح التاء اور مکروہ ہے سفتجہ بضم سین و سکون فاء و فتح تاء اور سین کا فتحہ بھی جائز ہے ہم سفتجہ معرب ہے سفتہ کا جو معنی شی محکم ہے چونکہ اس قرض میں سقوط خطر طریق سے محکمی اور مضبوطی حاصل ہوتی لہذا مسمی بسفتجہ ہوا وہی اقراض لسقوط خطر الطریق اور سفتجہ یعنی ہنڈوی کرنا قرض دینا ہے خطر راہ کے ساقط ہو جانے کے واسطے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ اپنا مال کسی شخص کو کسی شہر میں ایک خطرناک طریق میں دیدے تاکہ وہ اسکے دوست یا وکیل کو مثلا دوسرے شہر میں دیدے تا اس طریقے سے خطر راہ سے محفوظ رہے تو مقرض کو اس قرض سے فائدہ حاصل ہوا یعنی خطر راہ کا ساقط ہو گیا وجہ کراہت وہ حدیث ہے جو حارث بن اسامہ کی مسند میں علی مرتضی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل قرض جر نفعا فہو ربوا یعنی جو قرض کہ فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کہ اسکی سند میں سوار بن مصعب ہے جسکو عبدالحق نے متروک کہا اور ابن عدی نے کامل میں جابر بن سمرہ سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا السفتجۃ حرام یعنی ہنڈوی حرام ہے اور یہ حدیث بواسطہ عمرو بن موسی ضعیف ہے کہ اسکی بخاری اور نسائی اور ابن معین نے تضعیف کی ہے اور ابن جوزی نے اسکو موضوعات میں ذکر کیا اور اس باب میں احسن روایت جو ہے اور سلف سے منقول ہے وہ اثر ہے جو ابن ابی شیبہ کے مصنف میں عن خالد الاحمر عن حجاج عن عطا سے منقول ہے کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے ہیں ہر ایک اس قرض کو جو منفعت کھینچ لاوے کذا فی الفتح ملخصا حموی نے کہا اور دوسری وجہ کراہت یہ ہے کہ یہ تملیک اس عین کی ہے بعوض دراہم کے پھر جب یہ شرط ہوئی کہ دوسرے شہر میں دے تو حکم تاجیل ہوا اور تاجیل اعیان میں صحیح نہیں فکانہ احال الخطر المتوقع علی المستقرض فکان فی معنی الحوالۃ تو گویا مقرض نے خطر متوقع کو قرض لینے والے پر ڈالا تو یہ معنی حوالہ ہو گیا ہم شارح نے یہ وجہ

مناسبت تفصیلی کتاب الحوالہ کے ساتھ بیان کی باتباع امام کے جو فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہے چہ مناسبت یوں مذکور ہے کہ سفتجہ معاملہ فی الدیون ہے مانند کفالت اور حوالہ کے طحطاوی نے علامہ دانی سے نقل کیا کہ ہنڈوی مشابہ حوالہ ہے اس جہت سے کہ مقرض قرض دیتا ہے تاجر کو پھر مقرض حوالہ کرتا ہے اُس مال کا جو مستقرض پر اپنے دائن یا دوست کے واسطے جو دوسرے شہر میں ہے قال اذا لم تکن المنفعۃ مشروطۃ و لا متعارفۃ فلا باس بہ اور فقہا نے کہا کہ جب ہنڈوی میں منفعت مذکورہ مشروط اور متعارف نہو تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہم ظاہر عبارت اسپر دلالت کرتی ہے کہ یہ قول متفق علیہ ہے اور حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک قول یہ ہے کہ کراہت اس فعل کی مطلق ہے چنانچہ اس متن میں اور کنز کے متن کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے شارح زیلعی نے کہا کہ مناط کراہت جر نفع ہے خواہ مشروط ہو یا نہو اور دوسرا قول یہ ہے کہ جب منفعت مشروط نہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اسی قول پر جزم کیا ہے فتوی صغری میں اور واقعات حسامیہ اور کفالہ شہید میں اور بزازیہ کے باب الصرف میں بھی اسیکو مذکور کیا ہے کذا فی النہر فتح القدیر اور شرح حموی میں واقعات سے شرط کی صورت اسطرح مذکور ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو مال قرض دیا اس شرط پر کہ مستقرض اُسکو لکھدے فلانے شہر کا خط اور اگر قرض دیا بغیر اس شرط کے اور مستقرض نے لکھدیا تو جائز ہے فتح القدیر اور نہر الفائق میں ہے کہ فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اسوقت حلال ہے جبکہ اسکا یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ یہ فعل اسواسطے ہوتا ہے یعنی یہ اغراض سقوط خطر کے واسطے مروج ہو تو حلال نہیں انتہی طحطاوی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ عدم اشتراط کے قول پر حلت ہونے کا محل وہ ہے جبکہ اسکا رواج نہو اسواسطے کہ متعارف مشروط کے مانند ہے انتہی

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی النہر والبحر عن صرف البزازیۃ ولو ان المستقرض وھب منہ الزائد لم یجز لانہ مشاع یحتمل القسمۃ نہر اور بحر میں بزازیہ کے باب الصرف سے منقول ہے اور اگر مستقرض اسمیں سے زائد کو ہبہ کر دے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع ہے محتمل القسمۃ ہم شارح نے اختصار کیا عبارتکا اور پوری عبارت بزازیہ کی یوں ہے کہ مدیون کے ہدیہ قبول کرنے اور اسکی دعوت قبول کرنے میں بلا شرط کچھ مضائقہ نہیں اور اسیطرح اگر عمدہ ادا کرے مقبوض سے تو حلال ہے بلا شرط ادا اگر ناقص ادا یا وزن میں راجح ادا کرے اگر وہ کثیر ہے تو جائز نہیں اور اگر قلیل ہے تو جائز ہے اور جو تفاوت موازین میں داخل ہو اور ملک میں جاری ہو تو وہ اسکو یعنی دائن کو مسلم نہیں بلکہ اسکو پھیر دے اور ایک درہم کو سو درہم میں بالاتفاق پھیر دے اور نصف درہم میں اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ کثیر ہے اور بعضون نے کہا قلیل ہے اور اگر مستقرض اسمیں سے زائد ہبہ کرے تو جائز نہیں کیونکہ وہ مشاع محتمل القسمۃ ہے انتہی اور اسکو تامل کرکے اگر نصف دینار قرض لے اور پورا دینار ادا کرے اور زائد کو ہبہ کر دے تو وہ ایسا مشاع ہے جو محتمل القسمۃ نہیں پھر میں نے عارف سنان آفندی کی تبیین المحارم میں دیکھا کہ اول تو انھون نے قاضی خان سے بزازیہ کے مانند نقل کیا پھر یہ کہا کہ اسمیں احتمال قسمت نہو تو جائز ہے یعنی ہبہ مشاع کذا فی الطحطاوی ولو توکل المحیل عن المحتال بالقبض دین الحوالۃ لم یصح اور اگر وکیل ہو محیل محتال کیطرف سے دین حوالہ کے قبض کرنیکا تو صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ محیل اپنے واسطے عمل کرتا ہے تا ابراء مقصود حاصل کرے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بعضے نسخے میں بجائے عن المحتال علی المحتال ہے تو وہاں علی بمعنی عن ہے ولو شرط المحتال الضمان علی المحیل صح ویطالب ایا شاء لان الحوالۃ بشرط عدم براءۃ المحیل کفالۃ نہر اور اگر محتال محیل پر تاوان شرط کرے تو صحیح ہے اور مطالبہ کرے جس سے چاہے خواہ محیل سے خواہ محال علیہ سے اسواسطے کہ حوالہ بشرط عدم براءت محیل کفالت ہے کذا فی الخانیہ چنانچہ کفالت بشرط براءت اصیل حوالہ ہے کذا فی العالمگیریۃ وفیہا عن الثانی لو غاب المحال علیہ ثم جاء المحتال وادعی جحودہ المال لم یصدق وان برھن لان المشھود علیہ غائب فلو حاضرا وجحد الحوالۃ ولا بینۃ کان القول لہ ویجعل جحودہ فسخا اور خانیہ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر محال علیہ غائب ہو پھر محتال آوے اور اُسکے انکار مال کا دعوی کرے تو اسکی تصدیق نہوگی اگرچہ اس دعوی کی شہادت ثابت کرے اسواسطے کہ مشہود علیہ یعنی محال علیہ غائب ہے سو اگر محال علیہ حاضر ہو اور وہ حوالہ کا انکار کرے اور گواہ نہوں عقد حوالہ کے تو محتال ہی کا قول معتبر ہے اور اسکا انکار فسخ حوالہ قرار دیا جائیگا ھم قواعد صحیحہ سے یہیں محیل پر دین عود کریگا کیونکہ براءت محیل مشروط بسلامتی حق محتال ہے اور یہ مسئلہ ہلاکت حق کا ہے جو سابق میں مذکور ہو چکا

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا الاب او الوصی اذا احتال بمال الیتیم فان کان خیرا للیتیم بان کان الثانی املا جاز و الا لا بحر کما فی صرف الجوھرۃ قلت ومفادہ عدم الجواز لو تساویا او تقاربا وبہ جزم فی الخانیۃ والوجہ لہ لانہ حینئذ اشتغال بما لا یفید والعقود انما شرعت للفائدۃ انتہی باپ یا وصی جبکہ

مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو اسطرح پر کہ دوسرا شخص یعنی محال علیہ زیادہ تر مالدار ہو محیل سے تو صحیح ہے کذا فی السراجیہ اور اگر زیادہ تر مالدار نہو تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں چنانچہ جوہرہ کی کتاب المضاربہ میں ہے میں کہتا ہوں کہ مفاد اشتراط اخیریت عدم جواز حوالہ ہے اگر دونوں شخص محیل و محال علیہ مساوی ہوں مالداری و ادائے دین میں یا دونوں متقارب ہوں اسیکا یقین کیا ہے خانیہ میں اور دلیل بھی اسی کی مقتضی ہے اسواسطے کہ در صورت تساوی یا تقارب حوالہ قبول کرنا اس چیز کا اشتغال ہے جو مفید نہیں اور تصرفات وصی [illegible] فائدہ کیواسطے واللہ تعالیٰ اعلم ہم مدیون نے وارث کا حوالہ کیا سو محال علیہ شہر سے اسطرح غائب ہو گیا کہ اسکا مکان معلوم نہیں بسبب اسکی غربت و مسافرت کے [illegible] یا حق محیل سے پھیر لے تو اسکو رجوع بالدین محیل پر جائز نہیں جبتک محال علیہ کی موت ثابت نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریہ واللہ سبحانہ اعلم و استغفر اللہ العظیم

کتاب القضاء

یہ کتاب ہے مسائل قضا یعنی جھگڑا فیصل کرنے میں لما کان اکثر المنازعات تقع فی الدیون والبیاعات اعقبہا بما یقطعہا ہر گاہ کہ اکثر جھگڑے دیون و بیاعات میں واقع ہوتے ہیں تو مصنف نے دیون و بیاعات کے متعاقب اسکو لایا ہے جو انکی قاطع اور رافع ہے یعنی قضا کہ رافع منازعات دیون و بیاعات ہے دیون سے مراد وہ دیون ہیں جن میں کفالہ اور حوالہ واقع ہوتا ہے ہی بالمد و یقصر لغۃ الحکم قضا بالمد ممدودہ ہے اور بالقصر مقصورہ بھی آیا ہے لغت میں بمعنی حکم ہے ہر چند کہ قضا لغت میں بمعنی حکم و فراغ و ہلاکت و ادا و انہا و مضی و صنع و تقدیر مستعمل ہے کذا فی البحر لیکن شارح نے فقط حکم پر انحصار کیا تا معنی لغوی اور اصطلاحی کی مناسبت ظاہر ہو جائے وشرعا فصل الخصومات وقطع المنازعات اور اصطلاح شرع میں قضا عبارت ہے فیصل کرنے خصومات اور قطع کرنے منازعات سے ہے یعنی وہ فیصلہ جو خصومات میں واقع ہو اسطرح کہ حقدار کا حق بیان ہو اور مبطل کا منع اور الزام ثابت ہو تو فیصل رائج یعنی منقطع ہو تو تعریف میں عطف تفسیری ہوا اور بہتر یہ تھا کہ مصنف علی وجہ مخصوص کی قید زیادہ کرتا تا امیر اور محکم کی فصل خصومات قضا سے نکل جاتی کذا فی الطحطاوی وقیل غیر ذلک کما بسط فی المطولات اور بعضوں نے تعریف قضا کی اسکے سوا اور طرح سے بھی کی ہے چنانچہ کتب مطولہ میں مصرح ہے مثلا بدائع میں تعریف یوں مذکور ہے کہ قضا عبارت ہے حکم بین الناس بالحق سے جو خدا کے نزدیک علم حادثات میں ثابت ہے خواہ حکم قطعی ہو اسطرح پر کہ اسپر دلیل قطعی ہو یعنی نص مفسر کتاب اللہ یا سنت متواترہ یا مشہورہ یا اجماع سے خواہ حکم ظاہر ہو اسطرح پر کہ دلیل ظاہر قائم ہو جو غلبہ ظن کے موجب ہے کتاب اللہ و سنت یا قیاس سے اور قیاس ان مسائل اجتہادیہ میں جن میں اختلاف فقہا ہے یا جمیع سلف سے روایت نہیں پس اگر قاضی وہ حکم کرے جو دلیل قطعی کے مخالف ہو تو وہ جائز نہیں کیونکہ وہ حکم بالیقین باطل ہے اور اسیطرح موضع اختلاف میں وہ حکم کرے جو اقاویل فقہا سے خارج ہے تو جائز نہیں کیونکہ حق ان سے متجاوز نہیں اور یہ تفصیل مذکور مجتہد قاضی کے حق میں ہے اور مقلد قاضی یعنی مثلا حنفی یا شافعی پر تو یہ واجب ہے کہ اپنے مذہب کے معتمد قول پر حکم کرے تو وہ بہ نسبت اپنے خلاف مذہب کے حکم کرنے میں معزول ہے اور اگر غیر مذہب کے موافق حکم کریگا جان کر تو اسکا حکم جاری نہ ہوگا اور اگر نادانستہ حکم کرے تو اسکو ابطال حکم مناسب ہے اور بعضی روایات میں اسکی قضا امام اعظم کے نزدیک جائز ہے بر خلاف صاحبین کذا فی الطحطاوی عن البحر وارکانہ ستۃ علی ما نظمہ ابن الغرس بقولہ **اشعار**

اطراف کل قضیۃ حکمیۃ * ست یلوح بعدہا التحقیق *
حکم ومحکوم بہ ولہ * ومحکوم علیہ وحاکم وطریق *

اور ارکان قضا کے چھ ہیں چنانچہ ابن الغرس نے اپنے اشعار میں نظم کیے ہیں یعنی اطراف ہر قضیہ حکمیہ کے چھ ہیں جنکے شمار کر لینے سے تحقیق ظاہر ہوتی ہے ۱ حکم ۲ محکوم بہ ۳ محکوم لہ ۴ محکوم علیہ ۵ حاکم ۶ طریق ابن الغرس بالغین المعجمہ [illegible] مراد ارکان ہیں اور قضیہ عبارت ہے حادثہ سے جسکو عرف میں مقدمہ کہتے ہیں حکم دو قسم ہے قولی و فعلی حکم قولی یہ کہ قاضی کہے کہ میں نے تجھپر حکم کیا یا لازم کیا یا تجھپر قضا میں نے جاری کی یا یہ نزدیک میرے صحیح ہوگیا یا میں جان گیا اور حکم فعلی اسطرح پر کہ قاضی نے مثلا یتیم کا مال آپ خرید کیا یا اپنا مال یتیم کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں کیونکہ قاضی کی بیع حکم ہے اسکا اور وہ اپنی ذات کا قاضی نہو سکتا اور محکوم بہ یعنی جس امر کا قاضی نے حکم دیا اسکی شرط یہ ہے کہ معلوم ہو اور محکوم لہ یعنی مدعی اسکی شرط یہ ہے کہ دعوی اسکا صحیح ہو اور مدعی [illegible] ہو جنکی شہادت قاضی کیواسطے مقبول ہے اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ میں یہ شرط ہے کہ حاضر ہو کیونکہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور حاکم یعنی قاضی کی [illegible] ہیں اول عقل ۲ بلوغ ۳ اسلام ۴ حریت ۵ سمع ۶ بصر ۷ نطق ۸ حد قذف سے سلامت رہنا ۹ حکم دینے کیواسطے مقرر ہونا فقط دعوی کی سماعت کیواسطے

اور مراد ہونا مجتہد ہونا شرط نہیں اور طریق عبارت یہ ہے بنیاد اقرار یا نکول سے کذا فی الطحطاوی ملخصًا وَاَهْلُهُ اَهْلُ الشَّهَادَةِ اَیْ اَدَائِهَا عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ کَذَا فِی الْحَوَاشِی السَّعْدِیَّةِ
اور لائق قضا کے وہ ہے جو گواہی کے لائق ہے یعنی جو ادائے شہادت علی المسلمین کے لائق ہے کذا فی الحواشی السعدیۃ ص ادائے شہادت کی قید سے تحمل شہادت خارج ہو گیا
کیونکہ تحمل شہادت کا اہلیت کفر کی حالت میں صحیح ہے اور ادائے شہادت و مراد ماتن یہ ہے کہ قضا اور شہادت دونوں کا مرجع ایک ہے جیسا کہ تعریف ہے یعنی حر مسلم بالغ عاقل عادل ہونا اندھا
نہ محدود فی القذف نہ بہرا گونگا ہونا اور چونکہ مسائل شہادت زیادہ تر مشہور تھے اوصاف قضا سے لہذا اوصاف قضا کو اوصاف شہادت سے بیان کر دیا اور ظاہر یہی ہے جو شمنی کی آواز
سے تو قول صحیح ہے کہ اسکا قاضی ہونا جائز ہے کذا فی النہر وَیَرِدُ عَلَیْهِ اَنَّ الْکَافِرَ یَجُوْزُ تَقْلِیْدُهُ الْقَضَاءَ لِیَحْکُمَ بَیْنَ اَهْلِ الذِّمَّةِ ذَکَرَهُ الزَّیْلَعِیُّ فِی التَّحْکِیْمِ اور کلیہ مذکورہ
یعنی جو اہل شہادت علی المسلمین ہے وہ قضا کا اہل ہے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کافر کو تقلید قضا جائز ہے تا وہ ذمیوں میں حکم کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو باب التحکیم میں ذکر کیا ہے
ص علامہ اعتراض ہے کہ کافر یا جو مکلیہ شہادت علی المسلمین کی اہلیت شرط نہیں کیونکہ اگر اسکا قاضی ہونا ذمیوں پر صحیح ہے تو کلیہ مذکورہ صادق نہ رہا یہ اعتراض ہے صاحب نہر کا جواب
اعتراض حق ہے کہ یہ قاضی مطلق کی تعریف ہے یعنی قاضی مسلم کی اور یہ ظاہر ہے کہ شاہد علی المسلمین شاہد علی الذمی ہوتا ہے تو یہی ہے اسکی قضا بھی جاری ہوگی کذا فی الطحطاوی
وَشَرْطُ اَهْلِیَّتِهَا شَرْطُ اَهْلِیَّتِهٖ فَاِنَّ کُلًّا مِنْهُمَا مِنْ بَابِ الْوِلَایَةِ وَالشَّهَادَةُ اَقْوٰی لِاَنَّهَا مُلْزِمَةٌ عَلَی الْقَاضِیْ وَالْقَضَاءُ مُلْزِمٌ عَلَی الْخَصْمِ فَلِذَا قِیْلَ حُکْمُ
الْقَضَاءِ یُسْتَقٰی مِنْ حُکْمِ الشَّهَادَةِ اِبْنُ کَمَالٍ اور اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا کی شرط ہے اسواسطے کہ شہادت اور قضا دونوں ولایت میں اور
شہادت قوی تر ہے قضا سے کیونکہ شہادت قاضی پر لازم ہے اور قضا خاصم پر لازم ہے اسواسطے کہا گیا ہے کہ حکم قضا حکم شہادت سے مترتب ہے کذا صرح ابن الکمال ص حلبی نے کہا کہ ماتن
کا یہ قول مکرر ہو گیا اسکے قول ہی سابق کے ساتھ طحطاوی نے کہا تکرار کا فائدہ یہ ہے کہ قول آئندہ یعنی والفاسق لہ اس پر مترتب ہو وَالْفَاسِقُ اَهْلُهَا فَیَکُوْنُ اَهْلُهُ لٰکِنَّهُ لَا یُقَلَّدُ
وُجُوْبًا وَیَاْثَمُ مُقَلِّدُهٗ کَقَابِلِ شَهَادَتِهٖ بِهٖ یُفْتٰی اور فاسق اہل ہے شہادت کا تو قضا کا بھی اہل ہوگا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ کیجئے اور اسکا قاضی کرنے والا
گنہگار ہوتا ہے جیسے اسکی گواہی قبول کرنے والا عاصی ہوتا ہے اسکا معنوی مفہوم مترتب ہے ہو کہ لغت میں فسق خروج عن الاستقامۃ کو کہتے ہیں اور شرع میں ارتکاب کبیرہ یا اصرار
علی الصغیرہ فسق ہے فاسق کو اسواسطے قاضی نہ کرنا چاہیے کہ قضا باب امانت سے ہے اور فاسق امور دین میں امانت داری کے لائق نہیں اسکی قلت مبالات کے سبب سے اور قول مفتی بہ
کے مقابل وہ قول ہے جو بعضوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ شہادت فاسق مقبول نہ ہو اور اگر قبول کرے تو جائز ہے اور وہ قول ہے کہ قضا فاسق صحیح نہیں اور یہی قول ہے
ائمہ ثلثہ کا اور یہی مختار ہے طحطاوی کا عینی نے کہا کہ اسی قول پر فتوی دینا لائق ہے خصوصا اس زمانے میں نہر الفائق میں کہا اگر اسکا اعتبار کیجئے تو قضا کا دروازہ بند ہو جائے
خاص کر ہمارے زمانے میں لہذا جو مصنف نے اختیار کیا وہی اصح ہے چنانچہ خلاصہ میں ہے اور یہی اصح الاقاویل ہے چنانچہ عمادیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی وَقَیَّدَهٗ فِی الْقَاعِدِیَّةِ
بِمَا اِذَا غَلَبَ عَلٰی ظَنِّهٖ صِدْقُهٗ فَلْیُحْفَظْ درر اور قاعدیہ میں قبول شہادت کو اسطرح مقید کیا ہے جبکہ قاضی کے گمان میں فاسق کی صداقت اور راستی غالب جانے تو
اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدر یعنی اگر ظن غالب صدق کا نہ ہو یا صدق اور کذب گمان میں دونوں برابر ہوں تو اسکو قبول نہ کرے یعنی اصلا قبول کرنا صحیح نہیں وَاسْتَثْنٰی
الثَّانِیْ الْفَاسِقَ ذَا الْجَاهِ وَالْمُرُوَّةِ فَاِنَّهٗ یَجِبُ قَبُوْلُ شَهَادَتِهٖ بَزَّازِیَّةٌ قَالَ فِی النَّهْرِ وَعَلَیْهِ فَلَا یَاْثَمُ اَیْضًا بِتَوْلِیَتِهِ الْقَضَاءَ حَیْثُ کَانَ کَذٰلِكَ
اِلَّا اَنْ یُّفَرَّقَ بَیْنَهُمَا اِنْتَهٰی قُلْتُ سَیَجِیْءُ تَضْعِیْفُهٗ فَلْیُحْفَظْ امام ابو یوسف نے فاسق صاحب جاہ اور مروت کو مستثنی کر لیا ہے کیونکہ اسکی شہادت قبول کرنا واجب ہے
کذا فی البزازیہ نہر الفائق میں کہا تو بموجب اس قول کے اسکے قاضی کرنے میں بھی گنہگار نہ ہوگا جبکہ فاسق صاحب جاہ اور مروت ہو مگر یہ کہ ابو یوسف قبول شہادت اور قضا کی تقلید
میں فرق کرتے ہوں انتہی مافی النہر میں کہتا ہوں تضعیف اس قول کی آگے آوے گی سو اسکی طرف رجوع کرو کتاب الشہادۃ میں فتح القدیر سے مذکور ہوگا
کہ فاسق صاحب مروت کی گواہی مقبول نہیں کیونکہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے وَفِیْ مَعْرُوْضَاتِ الْمُفْتِیْ اَبِی السُّعُوْدِ لَمَّا وَقَعَ التَّسَاوِیْ فِیْ قُضَاةِ زَمَانِنَا فِیْ وُجُوْدِ
الْعَدَالَةِ ظَاهِرًا وَرَدَ الْاَمْرُ بِتَقْدِیْمِ الْاَفْضَلِ فِی الْعِلْمِ وَالدِّیَانَةِ وَالْعَدَالَةِ اور مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے کہ ہر گاہ ظاہر التساوی واقع ہوئی ہمارے
زمانے کے قاضیوں میں بیچ وجود عدالت میں تو امر سلطانی وارد ہوا اسکی تقدیم کا جو افضل یعنی زیادہ تر ہو علم اور دیانت اور عدالت میں ص یعنی ممدوح کے زمانے میں امام ابو

عدم عدالت میں تساوی موجود ہے تو اب کسکو مقدم کیجیے بسبب فساد زمانہ کے مفتی سے وہ مسائل مراد ہیں جو مفتی ابو سعود کے زمانہ میں سلطان کے روبرو عرض ہو کر ممنوع السعادة تشخیص النہر ہوئی گئے کذا فی الطحطاوی علی الدر۔ ولا تقبل شهادته على عدوه إذا كانت دنيوية ولو قضى القاضي بها لا ينفذ ذكره يعقوب باشا وغيره قضاؤه عليه لما تقرر أن أهله أهل الشهادة قال المصنف وبه أفتى مفتي مصر شيخ الإسلام أمين الدين بن عبد العال اور دشمن کی دشمن پر گواہی قبول نہیں اسکے دشمن پر جبکہ دونوں میں دنیوی عداوت ہو اور اگر قاضی دشمن کی گواہی کے موجب حکم کرے تو اسکا حکم نافذ نہیں یعقوب باشا وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے تو دشمن کی قضا بھی دشمن پر صحیح نہیں اسواسطے کہ ثابت ہو چکا کہ اہل قضا وہی ہو جو اہل ہو شہادت کا مصنف نے اپنی شرح میں کہا اسیکا فتوی دیا مصر کے مفتی شیخ الاسلام امین الدین بن عبد العال نے قال وكذا سجل العدو لا يقبل على عدوه كما أفتى أمين الدين أيضا اور اسیطرح سجل عدو کا مقبول نہیں اسکے عدو پر یعنی سجل عدو سے جو قاضی کا مکتوب ہو دوسرے قاضی کی طرف متعلق کاتب دشمن کے مقدمے میں تو سجل سے وثیقہ موثق کا مراد نہیں کیونکہ خط پر عمل کرنا ہمارے مذہب میں نہیں مجکو اس عبارت کا مطلب یہی ظاہر ہوا اور پھر قال الاجہوری مفتی مذکور بطرف کیونکہ یہ عبارت مصنف کی شرح میں موجود نہیں کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن شرح الوهبانية أنه لم ير نقلها عندنا وينبغي النفاذ لو القاضي عدلا پھر مصنف نے اپنی شرح میں علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ سے یہ نقل کیا کہ دشمن پر قضا قاضی کے مسئلہ کی نقل نظر سے نہیں گذری ہمارے نزدیک نفاذ قضا لائق ہے اگر قاضی عادل ہو وقال ابن وهبان يعني إن بعلمه لم يجز وإن بشهادة العدول بمحضر من الناس جاز انتهى اور ابن وہبان صاحب وہبانیہ نے بطریق بحث کے کہا کہ اگر قضا بسبب دشمن پر قاضی کے علم سے ہو یعنی موجب اسکی دانست کے تو جائز نہیں اور اگر شہادت عدول سے ہو لوگوں کے سامنے تو جائز ہے انتہی کلامہ قلت واعتمده القاضي محب الدين في منظومته فقال شعرا

ولو على عدوه قاض حكم — إن كان عدلا صح ذاك وانبرم
وإن يكن بمحضر من الملا — وبشهادة العدول قبلا
واختار بعض العلماء وفصلا — إن كان بالعلم قضى لن يقبلا

میں کہتا ہوں اور اعتماد کیا قول مذکور پر قاضی محب الدین نے اپنی منظومہ میں یوں کہا اور اگر اپنے دشمن پر قاضی نے حکم کیا کہ اگر قاضی عادل ہے تو یہ حکم صحیح ہوا اور مبرم اور بعضے علما نے پسند کیا اور یوں تفصیل کی ہے کہ اگر قاضی نے اپنی دانست پر علم سے یا تو مقبول نہ ہوگا اور اگر گواہوں جماعت کے سامنے شہادت عدول سے ہے تو مقبول ہے قلت لكن نقل في البحر والعيني والزيلعي والمصنف وغيرهم عند مسئلة التقليد من الجائر عن الناصحي في تهذيب أدب القاضي للخصاف فإن من لا تجوز شهادته له لم يجز قضاؤه ومن لم يجز قضاؤه لا يعتمد على كتابه انتهى وهو صريح أو كالصريح في خلاف ما اعتمده المصنف كما لا يخفى فليعتمد وبه أفتى محقق الشافعية الرملي ومن خطه نقلت أنه لو قضى عليه ثم أثبت عداوة أو أنه يبطل قضاؤه فليحفظ میں کہتا ہوں بحر الرائق اور عینی نے اور زیلعی و مصنف وغیرہم نے سلطان ظالم کی تقلید قضا کے مسئلہ کے پاس خصاف کی تہذیب ادب القاضی میں ناصحی سے یہ نقل کیا ہے کہ جسکی شہادت جائز نہیں اسکی قضا جائز نہیں اور جسکی قضا جائز نہیں اسکے مکتوب پر اعتماد نہیں انتہی کلام الناصحی اور یہ قول صریح یا صریح کے مانند ہے اور اسکے خلاف ہے جسپر مصنف نے متن میں اعتماد کیا چنانچہ پوشیدہ نہیں تو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے اور اسیکا فتوی دیا ہے محقق شافعیہ رملی نے اور رملی کے قول سے میں نے نقل کیا کہ اگر ایک شخص پر قاضی نے حکم کیا پھر اسنے قاضی کی عداوت ثابت کردی تو اسکی قضا باطل ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے وفي شرح الوهبانية للشرنبلالي وإنما تثبت العداوة بنحو قذف وجرح وقتل ولي لا بمخاصمة نعم هي تمنع الشهادة فيما وقعت فيه المخاصمة كشهادة وكيل فيما وكل فيه ووصي وشريك اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ عداوت تو ثابت ہوتی ہے مانند قذف اور زخمی اور قتل کرنے ولی کے نہ صرف مخاصمت سے ہاں مخاصمت مانع شہادت ہے اس مقدمے میں جسمیں مخاصمت واقع ہوگی جیسے شہادت وکیل کی اس مقدمے میں جسمیں وہ وکیل ٹھہرا اور جیسے شہادت وصی و شریک کی یعنی وصی کی گواہی اس امر میں مقبول نہیں جسکی اسکو وصیت اور نہ شریک کی مال شرکت میں کذا فی الطحطاوی

والفاسق لا يصلح مفتيا لأن الفتوى من أمور الدين والفاسق لا يقبل قوله في الديانات ابن ملك زاد العيني واختاره كثير من المتأخرين وجزم به صاحب المجمع في متنه وله في شرحه عبارات بليغة وهو قول الأئمة الثلاثة أيضا اور فاسق صلاحیت نہیں رکھتا مفتی ہونے کی یعنی امام کو فاسق کا مفتی مقرر کرنا لائق نہیں اسواسطے کہ فتوی دین کے امور سے ہے اور فاسق کا قول دیانات میں مقبول نہیں ہوتا کذا صرح ابن ملک علامہ عینی نے

تنا زیادہ کہا اور اسکو بہت متاخرین فقہا نے اختیار کیا ہو اور اسی پر صاحب مجمع نے اپنے متن مین یقین کیا ہو اور عینی کی شرح مجمع مین عبارات بلیغہ ہین لیکن وہی ائمہ ثلثہ کا بھی قول
ہو وظاہرہ ما فی البحر وانہ لا یحل استفتاءہ اتفاقا کما بسطہ المصنف اور جو بحر مین ہو اسکا ظاہر مطلب یہ ہو کہ فاسق سے فتوی لینا اور مسئلہ پوچھنا بالاتفاق
حلال نہین چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین مشرح بیان کیا ہو وقیل نعم یصلح وبہ جزم فی الکنز لانہ یجتہد حذار نسبۃ الخطاء اور قول ضعیف یہ ہو کہ ہان
فاسق مفتی گری کی صلاحیت رکھتا ہو اور اسی قول پر کنز مین یقین کیا ہو اسواسطے کہ مفتی فاسق قول صواب کے بتانے مین کوشش کرتا ہو بسبب خطا کے خوف سے
یعنی اس خوف سے کہ کوئی اسکو خاطی نہ کہے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح حذر نسبۃ الخطا کہتا اسواسطے کہ حذار بمعنی احذر ہی یعنی بمعنی امر کذا فی القاموس ولا خلاف
فی اشتراط اسلامہ وعقلہ وشرط بعضہم تیقظہ لا حریتہ وذکورتہ ونطقہ فیصح افتاء الاخرس لا قضاؤہ اور علما مین خلاف نہین مفتی کے اسلام اور عقل
کے شرط ہونے مین اور بعضون نے مفتی کی ہوشیاری اور بیداری شرط کی ہو نہ مفتی کا آزاد ہونا اور نہ اسکا مرد ہونا اور نہ گویا ہونا تو گونگے کا فتوی دینا صحیح ہو نہ اسکی
قضا پس گونگے کا فتوی دینا اسوقت صحیح ہو جبکہ اسکا اشارہ مفہوم ہو بلکہ مفتی ناطق سے اگر کہا جائے کہ یہ چیز کیا جائز ہی پھر وہ سر ہلاوے یعنی ہان کہے تو اسکے ارشاد پر
عمل کرنا جائز ہو کذا فی النہر فائدہ جلیلہ فتاوی عالمگیری مین ہو سزاوار یہ ہو کہ مفتی خوارم مروت سے منزہ اور فقیہ النفس سلیم الذہن حسن التصرف ہو اور صحیح یہ ہو کہ فتوی دینا غیر
مکروہ ہو اس شخص کا جو اسکی لیاقت رکھتا ہو اور حاکم پر لازم ہو کہ تفحص اور تلاش کرے کہ کون عالم فتوی دینے کے لائق ہو اور منع کرے فتوی دینے سے اسکو جو لیاقت نہین رکھتا
اور شرائط فتوے سے یہ ہو کہ ترتیب مستفتیون کی یاد رکھے اغنیا اور اعوان سلطان اور امرا کیطرف میلان نہ کرے بلکہ پہلے اسکا جواب لکھے جسنے پہلے استفتا کیا خواہ وہ غنی ہو یا فقیر
اور آداب افتا سے یہ ہو کہ کاغذ استفتا کو سمجھ لے اور سوال کو ہوشیاری سے پڑھے بار بار تا آنکہ حقیقت سوال خوب ظاہر ہو جائے پھر جواب لکھے اور یہ شرط ہو کہ کاغذ کو پھینک
نہ دے جیسے کہ بعضے لوگون کی عادت ہو کیونکہ اسمین اللہ تعالی کا نام ہو اور تعظیم نام مقدس کی واجب ہو اور جب مفتی جواب تحریر کرے تو لائق یہ ہو کہ جواب کے بعد واللہ اعلم یا مانند
اسکے لکھے اور واجب ہو کہ مفتی حلیم رزین نرم زبان و خندان رو ہو اور لائق نہین کہ بدون سوال کے فتوے کیواسطے احتجاج کرے اور اگر فتوے دینے مین کچھ چاہے تو رجوع کرے اور
واقعہ شہر والے سے ننگ کرے اور یہ شرط ہی کہ اپنے امام کے مسائل یاد کر لے اور اسکے قواعد اور اسالیب کو معلوم کر لے اور واجب نہین افتا اس امر مین جو واقع نہین ہو اور فتوی مین
تساہل کرنا اور حیلون کی پیروی کرنا حرام ہو اگر اغراض مین فساد واقع ہو اور فتوی نہ دے اس حالت مین جبکہ جو اسکے متغیر ہونے کی ہو بہتر یہ ہو کہ فتوی دے اور اگر سبب الہام صحیح
کے جواب دیا جائز ہو یا وجہ کفایت کے اور مستفتیون سے اجرت نہ لے اور اگر اہل شہر اسکے واسطے کچھ روزی مقرر کر دین تو جائز ہو اور حاکم پر لازم ہو کہ مدرس اور مفتی کیواسطے بقدر کفایت
روزی مقرر کرے اور شہر کیواسطے اصطلاح ہوتی ہو تو حال مین مع متعلقات نقد سے اہل شہر کو فتوی دینا اس مفتی کو جائز نہین جو انکی اصطلاح لفظی سے واقف نہین اور حاکم اور مفتی کو قبول
ہدیہ اور اجابت دعوت خاصہ جائز ہو اور ابو یوسف سے منقول ہو کہ جب انسے کوئی مسئلہ پوچھا تو پوشاک پہن عمامہ باندھ کر بیٹھے اور فتوی دیتے تعظیم افتا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی ملخصا
اور جو پوچھنے والے سے سوال ہوا کفر کا فتوی دینا کسی حال مین جو فتوی دیا صواب اکثر ہو اسکی خطا سے انہی بعضون نے کہا کہ اگر مفتی سے مسائل اجماعیہ اہل سنت کا سوال ہو تو لائق یہ ہو کہ
مجیب جواب کے بعد واللہ الموفق یا باللہ التوفیق لکھے کذا فی الدرر ویکتفی بالاشارۃ منہ لا من القاضی للزوم صیغۃ مخصوصۃ کحکمت والزمت بعد دعوی
صحیحۃ [illegible] سے اشارہ کرنا کفایت کرتا ہو نہ قاضی سے بسبب لازم ہونے صیغہ مخصوص کے چنانچہ حکمت اور الزمت بعد دعوی صحیح کے یعنی قاضی مین تلفظ صیغہ حکم بعد دعوی
لازم ہو اور گونگے کے اشارہ کرنے سے یہ نہین ہو سکتا بخلاف مفتی کے چنانچہ مذکور ہو چکا واما الاطرش وہو من یسمع الصوت القوی فالاصح الصحۃ بخلاف
الاصم [illegible] اور اطرش یعنی جو شور کی آواز سنے تو صحت اصح قول ہو بخلاف اس بہرے کے جو مطلقا نہین سنتا ویفتی القاضی ولو فی مجلس القضاء وہو الصحیح
[illegible] ظہیریہ و [illegible] اور فتوی دے قاضی اسکو جو اسکے پاس فیصلہ کروانے نہین آیا کذا فی الظہیریہ اور آگے یہ مسئلہ واقع ہو گا فتوی دینا قاضی کا جائز
ہو اگرچہ مجلس قضا مین ہو اور یہی قول صحیح ہو کذا فی الدرر خواہ مسئلہ معاملات کا ہو خواہ دیانات کا کذا فی البحر ویاخذ القاضی کالمفتی بقول ابی حنیفۃ علی الاطلاق اور قاضی مفتی کے
مانند ابو حنیفہ کا قول لیوے مطلقا یعنی خواہ صاحبین اسکے ساتھ متفق ہون یا نہون ہم جامع الفصولین مین ہو اور اگر ایک مسئلہ مین کئی اصحاب مختلف ہون تو امام ابو حنیفہ کے

[illegible]

ساتھ صاحبین میں سے کوئی ہو تو دونوں کے قول کو لے اس سبب سے کہ ظاہر ہوتا ہے کہ صواب انھیں دونوں کے ساتھ ہے اور اگر صاحبین نے اختلاف کیا ابوحنیفہؒ سے تو اگر اختلاف اختلاف عصر و زمان ہو جیسے ظاہر عدالت پر حکم کرنا تو یہاں صاحبین کا قول لے بواسطہ تغیر احوال مردم اور مزارعت اور معاملت میں بھی صاحبین کے قول کو اختیار کرے کیونکہ اس پر متأخرین کا اجماع ہے اور اسکے سوا میں بعضوں نے کہا کہ مفتی کو تخییر ہے اپنے اجتہاد کے موافق عمل کرے اور بعضوں نے کہا کہ یہاں بھی ابوحنیفہؒ کے قول کو لے انتہی کذا فی الطحطاوی ثم یفتی بقول ابی یوسف ثم بقول محمد ثم بقول زفر والحسن بن زیاد و ھو الاصح منیہ و سراجیہ و عبارۃ النہر ثم بقول الحسن فتنبہ پھر ابوحنیفہؒ کے بعد ابو یوسفؒ کا قول لے پھر انکے بعد محمدؒ کا قول لے پھر انکے بعد زفرؒ و حسن بن زیاد کا قول لے اور یہی ترتیب کہ اصح قول ہے کذا فی المنیہ والسراجیہ اور عبارت نہر الفائق اسطرح ہے کہ پھر زفرؒ کے بعد حسن بن زیاد کا قول لے سو معتبر وہ ہے یعنی مرتبہ حسن کا بیچ کے ہے نہر الفائق میں اور منیہ و سراجیہ میں زفرؒ اور حسن بن زیاد ہمرتبہ ہیں حموی نے کہا کہ جب ایک مسئلہ میں دو قولوں کی تصحیح واقع ہوئی ہو تو مفتی مختار ہے جسکا چاہے فتویٰ دے اور یہ جائز نہیں کہ ایک مقدمہ میں دونوں قولوں کا فتویٰ دے چنانچہ ہمارے زمانے کے بعض مفتیوں سے ایسا ہی واقع ہوا و صحح فی الحاوی اعتبار قوۃ المدرک والاول اضبط نہر اور حاوی قدسی میں اعتبار کرنے قوۃ مدرک کی تصحیح کی ہے اور قول اول اضبط ہے کذا فی النہر ھ تصحیح حاوی اطلاق متن کے مقابل ہے اور یہ کہ [illegible] معنی ادراک یعنی دو مختلف قولوں میں قوت ادراک معتبر ہے اور قوت ادراک راجع ہے دلیل کی قوت کیطرف یا مدرک سے محل ادراک مراد ہے یعنی دلیل صاحب نہر نے قول اول یعنی منیہ و سراجیہ کے قول کو اسواسطے اضبط کہا کہ وہ خاص و عام کو شامل ہے عالم وہ جو تحقیق قوت مدرک کا ادراک نہیں کر سکتا علاوہ اسکے گاہے انسان کو بقدر اپنے ادراک کے قوت معلوم ہوتی ہے اور واقع اسکے برخلاف ہوتا ہے یا بسبب دلیل قوت معلوم ہوتی ہے اور صاحب مذہب کی دوسری دلیل ہے جس پر شخص مطلع نہیں بحر الرائق میں کہا کہ تصحیح حاوی قدسی اس صورت میں ہے جبکہ امام ایک جانب میں ہو اور صاحبین دوسری جانب میں صاحب بحر الرائق نے کہا کہ اگر تو کہے کہ مشائخ کو فتویٰ دینا بغیر قول امام کیونکر جائز ہوا باوجودیکہ وہ مقلد ہیں امام کے میں کہتا ہوں کہ یہ شبہ مجھ کو مدت دراز تک مشکل رہا اور اسکا جواب میں نے نہیں دیکھا مگر جواب میں سمجھا ہوں انکے کلام سے وہ یہ ہے کہ مشائخ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا کہ کسی کو فتویٰ دینا ہمارے قول کا حلال نہیں جب تک نہ جانے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے اور سراجیہ میں نقل کیا کہ عصام امام کی مخالفت کیا کرتے تھے کیونکہ انکو اسکا بھی [illegible] تھا اور وہ بخلاف قول امام اکثر فتویٰ دیا کرتے تھے کیونکہ امام کی دلیل انکو نہ معلوم ہوتی تھی اور انپر دوسری دلیل ظاہر ہوتی تو اسکے موافق فتویٰ دیتے تھے سو میں کہتا ہوں کہ یہ شرط مشائخ سابقین کے زمانے میں تھی یعنی اسواسطے کہ انکو رتبہ اجتہاد حاصل تھا اور ہمارے زمانے میں فقط یعنی حفظ اقوال امام کافی ہے چنانچہ قنیہ وغیرہ میں ہے تو اب ہمکو فتویٰ دینا بقول امام حلال ہے بلکہ واجب ہے اگرچہ معلوم نہو کہ امام نے کہاں سے کہا اور یہی سبب اس تقریر کے جو قبل ازیں کی حاوی نے تصحیح کی وہ اسی شرط مذکور پر مبنی ہے اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ فتویٰ دینا امام کے قول پر ہے پس نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ ہمپر یعنی مقلدین پر افتاء بقول امام واجب ہے اگرچہ مشائخ نے برخلاف اسکے فتویٰ دیا ہو کیونکہ انھوں نے برخلاف قول امام فتویٰ دیا بسبب فقدان شرط کے انکے حق میں یعنی واقف ہونا امام کی دلیل پر اور ہمپر تو افتاء بقول امام لازم ہے اگرچہ انکی دلیل نجانیں انتہی مضمون البحر کذا فی الطحطاوی ولا یخیر اذا لم یکن مجتہدا بل المقلد متی خالف معتمد مذھبہ لا ینفذ حکمہ و ینقض ھو المختار للفتوی کما بسطہ المصنف فی فتاواہ وغیرہ وقدمناہ فی اول الکتاب یعنی یہ صحیح ہے اور قاضی مختار نہیں اخذ مذاہب میں جبکہ وہ مجتہد نہو بلکہ قاضی مقلد جبکہ اپنے مذہب کے معتمد قول کے خلاف کریگا تو اسکا حکم جاری نہوگا بلکہ توڑ دیا جائیگا یہی قول مختار ہے فتویٰ کیواسطے انتہی مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اپنے فتاویٰ میں اور غیر مصنف نے بھی اور ہم اس کتاب کے اول میں قبل کتاب الطہارۃ اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں انتہی کذا فی القہستانی وغیرہ واعلم ان کل موضع قالوا الرأی فیہ للقاضی فالمراد قاض لہ ملکۃ الاجتہاد انتہی اور قہستانی وغیرہ میں ہے کہ معلوم کرنا چاہیے کہ تمام مواضع میں علماء نے کہا کہ اسمیں قاضی کی رائے ہے تو وہاں وہ قاضی مراد ہے جسکو قوت اجتہاد حاصل ہو انتہی وفی الخلاصۃ وانما ینفذ القضاء فی المجتہد فیہ اذا علم انہ مجتہد فیہ والا فلا اور خلاصہ میں ہے کہ مجتہد فیہ یعنی جسمیں اختلاف مجتہدین ہو اسمیں قضا اسوقت نافذ ہوگی جب قاضی جانتا ہو کہ یہ مجتہد فیہ ہے [illegible] اگر یہ معلوم نہو تو حکم اسکا نافذ نہیں ہوگا میں کہتا ہوں شاید قاضی مجتہد کا اسواسطے علم معلوم ہونا کہ قاضی مقلد پر اتباع معتمد مذہب واجب ہے بغیر مذہب کا اسکو [illegible] اور مجتہد کو علم مجتہد فیہ اسواسطے شرط ہوا کہ شاید صحابہ یا غیر صحابہ کے اجماع سے اسکا حکم مخالف نہو جاسکے کذا فی الطحطاوی و اذا اختلف [illegible]

حادثۃ فلیاخذ بقول افقہہما بعد ان یکون اورعہما اجیبہ اور جبکہ دو مفتی ایک مقدمہ کے جواب میں مختلف ہوں تو فقیہ تر کا قول لے بشرطیکہ متقی تر ہونے کے کذا فی الخلاصۃ یعنی جو دونوں میں زیادہ فقیہ اور زیادہ تر پرہیزگار ہو اسکے قول پر قاضی عمل کرے وفی الملتقط واذا اشکل علیہ امر ولم یکن لہ فیہ رأی شاور العلماء ونظر احسن اقاویلہم وقضی بما رآہ صوابا لا بغیرہ الا ان یکون غیرہ اقوی فی الفقہ ووجوہ الاجتہاد فیجوز ترک رأیہ برأیہ اور ملتقط میں ہے اور جبکہ قاضی پر کوئی امر مشکل ہو اور اسکی رائے اسمیں نہ ہو یعنی اسکا اجتہاد کسی شق پر واقع نہ ہو تو علما سے مشورہ لے اور انکے اقوال میں سے خوب تر قول کو تامل کرے اور جس قول کو ٹھیک اور حق جانے اسپر حکم کرے نہ اس قول پر کہ اسکے سوا ہے مگر اس صورت میں ہے جبکہ غیر قاضی فقہ اور وجوہ اجتہاد میں قوی تر ہو تو اب قاضی کو اپنا اجتہاد ترک کرنا بمقابلہ اجتہاد فقیہ اقوی کے جائز ہے ھم یہ مجتہد قاضی کے حق میں محمول ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اطراف جوانب کے علما سے مشورہ لینا خط لکھکر سنت قدیمہ ہے حوادث شرعیہ میں اور اگر قاضی مجتہد نہیں تو درصورت اختلاف جو اسکے نزدیک افقہ اور اورع ہو اسکا قول لے ہرچند ایک عالم سے مشورہ لینا کافی ہے لیکن چند علما سے مشورہ لینا احوط ہے فتو قال وان لم یکن مجتہدا فعلیہ تقلیدہم واتباع رأیہم فاذا قضی بخلافہ لا ینفذ حکمہ یہ صاحب ملتقط نے کہا اور اگر قاضی مجتہد نہ ہو تو اسپر تقلید اصحاب مذہب اور انکی رائے کا اتباع واجب ہے تو اگر بر خلاف اسکے حکم کریگا تو اسکا حکم نافذ نہ ہوگا مہ یعنی درصورت اتفاق اتباع جمیع اصحاب واجب ہے اور درصورت اختلاف قول معتمد کا اتباع لازم ہے کذا فی الطحطاوی والمصر شرط لنفاذ القضاء فی ظاہر الروایۃ وفی روایۃ النوادر لا ینفذ فی القری وفی عقار لا فی ولایتہ علی الصحیح خلاصہ وبہ یفتی بزازیہ شہر کا ہونا قاضی کے حکم جاری ہونے کی شرط ہے ظاہر الروایۃ میں اور روایت النوادر میں شہر کا ہونا شرط نہیں تو حکم جاری ہوگا دیہات میں اور اس میں بھی جو اس قاضی کی حکومت میں واقع نہیں بنابر قول صحیح کے کذا فی الخلاصۃ اور اسی قول غیر ظاہر الروایۃ پر فتوی ہے کذا فی البزازیۃ اخذ القضاء برشوۃ للسلطان او لقومہ وہو عالم بہا او بشفاعۃ جامع الفصولین وفتاوی ابن نجیم او ارتشی ہو او اعوانہ بعلمہ شرنبلالیۃ وحکم لا ینفذ حکمہ قاضی نے عہدہ قضا لیا بادشاہ یا اسکی قوم کو رشوت دیکر اور حالانکہ قاضی رشوت دینے سے واقف ہے یا سفارش کراکے قضا لی کذا فی جامع الفصولین فتاوی ابن نجیم یا قاضی نے خود رشوت لی یا اسکے مددگار نے قاضی کی دانست میں اور حکم کیا تو اسکا حکم نافذ نہیں ھم جب قاضی مذکور کا حکم نافذ نہوا تو اسکے عقود اور فسوخ سب باطل ہیں حدیث میں راشی اور مرتشی اور رائش پر لعنت ہے اور راشی وہ ہے جو رشوت دے اور مرتشی وہ جو رشوت لے اور رائش وہ جو دونوں میں متوسط ہو جسکے ہاتھ رشوت حاصل ہوتی ہو حموی نے کہا کہ اس زمانے کے قاضیوں کو اس لعنت کی بشارت سنانا چاہیے خصوصاً مصر کے قاضیوں کو طرفہ ماجرا ہے کہ بعضا قاضی جو رشوت دے کر قضا لیتا ہے اگر اسکو ملامت کیجیے تو کہتا ہے کہ ہم اسواسطے رشوت دیتے ہیں تا منصب قضا محفوظ رہے اور جاہلوں اور فاسقوں کے ہاتھ میں پڑے اور حق تعالی پر کوئی چیز مخفی نہیں سراج وہاج میں ینابیع سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر قاضی مدت تک لوگوں میں حکم کرے پھر معلوم ہو کہ وہ رشوت خوار ہے تو جس قاضی کے پاس اسکے مقدمات کا مرافعہ ہو اسکو لائق ہے کہ اسکے جمیع قضایا کو باطل کر دے بزازیہ میں ہے رشوت دیکر قضا لینا عام ہے کہ خود قاضی دے یا اور کوئی شخص قاضی کے علم میں بحر الرائق میں ہے کہ اگر قاضی کے عملے میں سے کوئی رشوت لیگا قاضی کی نادانستگی میں تو اس صورت میں قاضی کا حکم نافذ ہوگا اور یہ جو مصنف نے اختیار کیا کہ رشوت لینے سے قاضی کا حکم نافذ نہیں ہوتا یہ ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے جنکو بحر الرائق میں فصول عمادی سے نقل کیا اسطرح کہ ایک قول یہ ہے کہ جس مقدمے میں رشوت لی اسمیں حکم نافذ نہیں اور اسکے سوا اور مقدمات میں نافذ ہے اور یہ قول شمس الائمہ کا مختار ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں حکم نافذ نہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ دونوں میں نافذ ہے اور یہ بزدوی کا قول ہے اور فتح القدیر میں اسکی ترجیح دی ہے اس دلیل سے کہ حاصل امر رشوت یہ ہے کہ موجب فسق ہے اور حالانکہ فسق موجب عزل نہیں تو ولایت اسکی قائم ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی تتمہ رشوت بضم وفتح وکسر اول مرادف جعل ہے بعضوں نے کہا کہ رشوت وہ ہے جسکو بشرط اعانت دے اور ہدیہ وہ ہے جسمیں اعانت شرط نہو رشوت چار قسم ہے ایک قسم وہ ہے جو آخذ اور معطی یعنی دینے والے اور لینے والے دونوں پر حرام ہے مثلاً تقلید قضا اور امارت پر رشوت دینا اور لینا دوسری قسم وہ ہے جو قاضی کو دے حکم کے واسطے یہ بھی آخذ اور معطی دونوں پر حرام ہے خواہ حکم حق ہو یا ناحق تیسری قسم وہ ہے کہ رشوت دے اسواسطے کہ اسکا امر درست کر دے یعنی اسکا کام بنادے سلطان یا حاکم کے نزدیک تا دفع ضرر ہو یا جلب منفعت

لینے والے پر حرام ہو نہ دینے والے پر قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قرض معاف کر دیا اسواسطے کہ اُسکا کام سلطان کے پاس بنا دے تو معاف ہوگا کہ یہ رشوت ہے اور قسم ثالث کے حلال ہونے کا حیلہ لینے والے کیواسطے یہ ہے کہ آخذ کو ایک دن رات یا دو دن تک بقدر رشوت نوکر رکھ لے کیونکہ اجارہ صحیح ہے تو اسکے منافع مملوک ہو جاوینگے پھر اسکو سلطان کے پاس فلانے کام کیواسطے بھیجے اور جواہر الفتوی میں ہے کہ اولیں بادشاہ نے اپنی ذات کا اجارہ کیا تھا بعضے امرا سے اسواسطے کہ فلانے شہر میں اُسپر سے دفع ظلم کیا کریں پھر اولیں بادشاہ گیا تو یہ اجارہ کیا صحیح ہے اور مستاجر پر اجرت لازم ہے تو میں نے اس استفتا کا جواب لکھا یا کہ یہ اجارہ صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ اجارہ تھا اُس طاعت پر جو اسپر واجب متعین تھی یعنی وہ شخص ناظم ملک تھا اور ناظم پر حفاظت رعایا اور دفع ظلم واجب ہے اور دلیل اس جواب کی وہ ہے جو خلاصہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ ہدیہ تین قسم ہے ایک قسم وہ جو دونوں جانب سے حلال ہے صرف محبت کیواسطے دوسری قسم وہ جانبین کو حرام ہے یعنی ہدیہ لینا ظلم کی مددگاری کیواسطے تیسری قسم یہ ہے کہ لینے والے کیطرف سے حرام ہے نہ دینے والے کیطرف سے یعنی دفع ظلم کیواسطے تحفہ دینا اور حیلہ اسکا یہ ہے کہ اس سے اجارہ کر لے تین دن کا کام کرنے کیواسطے پھر وہ اس سے کام لے بشرطیکہ وہ کام کرنا اسپر جائز ہو انتہی اور بلاشک اس فعل کا اسکو یعنی اولیں بادشاہ کو اجارہ کرنا جائز نہیں چنانچہ تو معلوم کر چکا یعنی دفع ظلم ناظم پر واجب ہے نہ جائز کہ اسکا اجارہ جائز ہو چوتھی قسم رشوت کی وہ جو دفع خوف کیواسطے دے یعنی ظالم مدفوع الیہ کا خوف ہو خواہ خوف جان کا ہو یا مال کا تو یہ رشوت دینے والے پر حلال ہے اور لینے والے پر حرام ہے اور درایہ میں اسی قسم رابع سے اسکو ٹھہرایا ہے جسکو شاعر لیتا ہے کذا فی النہر فتاوی عالمگیری میں ہے اور رشوت کی ایک قسم یہ ہے کہ ایک یا دوسرے کو کچھ مال بطریق ہدیہ دے تا اُسکا مطلب سلطان سے درست کروا دے اور اُسکی حاجت کا معین ہو اور یہ دو وجہ پر ہے وجہ اول یہ کہ حاجت اسکی حرام ہو تو اس وجہ میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال نہیں وجہ ثانی یہ کہ حاجت اسکی مباح ہو اسکی بھی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ شرط کرے کہ ہدیہ اسواسطے دیتا ہے تا اسکی اعانت سلطان کے نزدیک کرے اس صورت میں لینا حلال نہیں اور آیا اس میں اختلاف ہے کہ دینا حلال ہے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں اور بعضوں نے کہا حلال ہے اور علت اعطا اور اخذ کا حیلہ یہ ہے کہ نزدیک ایک دن کی اجرت مقدار سے ایک دن کا اجارہ مقرر کرے تا وہ اسکا کام کرے جو شغل اُسکو دیا چاہتا تھا تو یہ اجارہ صحیح ہے اور اجیر مستحق اجر ہوگا پھر مستاجر کو اختیار ہے چاہے اس سے وہی کام لے چاہے دوسرا کام لے لیکن یہ حیلہ اسوقت صحیح ہے جبکہ وہ کام جسکے واسطے اسکو بطریق اجارہ لیا ایسا کام ہو جس پر استیجار صحیح ہو چنانچہ پیام رسانی اور مانند اسکے اور اگر مدت اجارہ بیان نہ ہوگی تو اجارہ صحیح نہیں اور آیا اعطا بدون اس حیلے کے حلال ہے یا نہیں اسمیں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک حلال نہیں اور بعضوں کے نزدیک حلال ہے اور یہی یعنی حلت اعطا کا قول صحیح ہے یہ اسوقت ہے جبکہ اسنے قبل درستی مقدمہ دیا اور اگر بعد درستی مقدمہ اور بعد نجات از ظلم دیا تو دینے والے کو دینا حلال ہے اور لینے والے کو لینا حلال ہے جیسے میں لکھا ہے یہی قول صحیح ہے دوسری صورت یہ ہے کہ درستی مقدمہ کو صریحاً شرط نہ کرے لیکن مطلب اسکا ہدیہ دینے سے یہی ہے کہ سلطان کے پاس اسکی اعانت کرے اس صورت میں اختلاف مشایخ ہے اکثر مشایخ کا یہ قول ہے کہ مکروہ نہیں یہ اسوقت ہے جبکہ قبل اس مقدمہ کے دونوں میں مہاداۃ نہ ہو یعنی باہم ہدیہ دینے لینے کی عادت نہ ہو اور اگر دونوں میں مہاداۃ کی عادت ہو قبل اسکے بسبب دوستی یا قرابت کے پھر وہ ہدیہ دے چنانچہ قبل اسکے دیتا تھا پھر وہ اُسکا مقدمہ درست کر دے تو یہ خوب بات ہے کیونکہ یہ عوض ہے احسان کا احسان سے اور کرم کا کرم سے انتہی فتح القدیر میں ہے کہ اگر یہ بلا شرط ہو لیکن بالیقین معلوم ہے کہ اسواسطے ہدیہ لایا ہے کہ اسکی اعانت کرے سلطان کے نزدیک تو مشایخ ہمارے اسپر ہیں کہ اسکا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اسکا کام بلا شرط اور بلا طمع کر دے پھر بعد اسکے وہ ہدیہ دے تو وہ حلال ہے اسمیں کچھ مضائقہ نہیں اور عبد اللہ بن مسعود سے جو اسمیں کراہت منقول ہے سو وہ ورع اور تقوی ہے انتہی ھذا ولو جعل لہ جعلاً مبلغاً فی کل شہر یاخذہ منہ ویفوض الیہ قضاء ناحیۃ فتاوی المصنف ولکن فی الفتح من قلد بواسطۃ الشفعاء کمن قلد احتساباً ومثلہ فی البزازیۃ بزیادۃ وان لم یحل الطلب بالشفعاء اھ اور اسی عدم نفاذ حکم سے ہے یہ صورت کہ آدمی عہدۂ قضا کیواسطے اسکو کچھ روپیہ مقرر کر دے ہر مہینے میں اس سے لیا کرے اور کسی پرگنہ کی قضا اسکے سپرد کرے کذا فی فتاوی المصنف لیکن فتح القدیر میں ہے کہ جو قاضی ہوا بواسطہ سفارشیوں کے وہ اسکے مانند ہے جو قاضی ہوا بطریق احتساب اور فتح القدیر کی مانند بزازیہ میں ہے اتنی زیادتی کے ساتھ اگرچہ طلب قضا سفارشیوں کیواسطے حلال نہیں ہے انتہی اسی جامع الفصولین کا جو قبل اس قول کے مذکور ہو چکا ولو کان عدلاً ففسق باخذھا او بغیرھا وخصہ بالا نہ المعظم استحق العزل وحبس یا

دخیل ینعزل وعلیہ الفتوی ابن الکمال وابن الملک۔ اور اگر قاضی عادل ہو پھر فاسق ہو جائے رشوت لینے سے یا بغیر رشوت کسی اور گناہ کبیرہ کرنے سے تو لائق معزولی کے ہوگا بنا بر وجوب کے یعنی سلطان پر اسکا معزول کرنا واجب ہے کذا فی البزازیہ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فسق سے قاضی خود معزول ہو جاتا ہے یعنی بدون معزول کرنے کے اور اسی پر فتوی ہے کذا صحح ابن الکمال اور ابن ملک شارح نے کہا کہ مصنف نے اخذ رشوت کو اسواسطے خاص کر کے ذکر کیا کہ قاضی کا فاسق ہونا اکثر رشوت لینے سے ہوتا ہے پس عادل وہ ہے جو احکام شرع بجا لاوے اور اسکی گواہی سنی جاوے اور فاسق وہ ہے کہ حکم الہی سے باہر ہو جاوے کبیرہ گناہ کر کے جیسا کہ استماع غنا و رقص و اخذ رشوت وغیرہ ذالک اور فسق قاضی کا رشوت سے ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی آپ رشوت لے یا اسکا بیٹا یا اور کوئی قرابت دار جسکی گواہی اسکے حق میں درست نہیں بشرطیکہ قاضی اسکی رشوت لینے کو جانتا ہو کذا فی الطحطاوی و فی الخلاصۃ عن النوادر لو فسق وارتد ثم صلح او اسلم فہو علی قضائہ وما قضی فی فسقہ وغیرہ باطل واعتمدہ فی البحر۔ اور خلاصہ میں نوادر سے منقول ہے کہ اگر قاضی فاسق یا مرتد یا اندھا ہو جائے پھر صالح اور متقی ہو جائے توبہ اور اسلام سے یا اسکو نظر آنے لگے تو وہ اپنی قضاء پر قائم ہے اور جو اسنے اپنے فسق وغیرہ میں حکم کیا وہ باطل ہے اور اسی قول پر بحر الرائق میں اعتماد کیا ہے یہ قول مبنی ہے اس قول پر کہ فسق سے قاضی مستحق عزل ہو جاتا ہے معزول نہیں ہوتا طرسوسی نے کہا کہ جو فسق سے استحقاق عزل کا قائل ہے وہ اسکے احکام کی صحت کا قائل ہے اور جو اسکی معزولی کا قائل ہے وہ بطلان احکام کا قائل ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی و فی الفتح اتفقوا فی الامارۃ والسلطنۃ علی عدم الانعزال بالفسق لانہا مبنیۃ علی القہر والغلبۃ۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ امارت اور سلطنت میں فقہا کا اتفاق ہے عدم انعزال پر بسبب فسق کے کیونکہ بناء امارت اور سلطنت قہر اور غلبہ پر ہے لکن فی اول دعوی الخانیۃ الوالی کالقاضی فلیحفظ لیکن خانیہ کی اول کتاب الدعوی میں ہے کہ والی قاضی کے مانند ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ حاکم جب فاسق ہو جائے تو وہ مثل قاضی مستحق عزل ہے معزول نہیں ہو جاتا تو یہ استدراک ہے عدم عزل والی کے اتفاق پر وینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ وعقلہ وصلاحہ وفہمہ وعلمہ بالسنۃ والآثار ووجوہ الفقہ۔ اور ضرور ہے کہ قاضی موثوق ہو اور معتمد علیہ ہو اپنے عفاف اور عقل اور صلاح اور فہم اور سنت اور آثار اور وجوہ فقہ کے علم میں عفاف یعنی پاکدامنی عما لا یحل [illegible] اور [illegible] مروت کے باب میں [illegible] اور عقل [illegible] عبارت ہے اس قوت سے جو مدرک کلیات ہے یعنی قاضی کامل العقل ہونا چاہیے اور احمق یا ناقص العقل لائق قضا نہیں جیسا فتح نے کہا کہ اہل صلاح وہ [illegible] تہمت سے مستقیم الطریقہ سلیم الناحیہ کامن الاذی قلیل السہو [illegible] نفس انسانی کا تدابیر اور مطالب کیواسطے مستعد ہو جاتا ہے اور سنت عبارت ہے حدیث قولی اور فعلی اور تقریری سے اور آثار سے صحابہ اور تابعین کے اقوال مقصود ہیں اور وجوہ فقہ سے طرق [illegible] جن سے مستنبط ہوتی ہے اور وہ اصول جن پر بنائے فقہ ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ اوصاف مذکورہ استحباب کی شرط ہیں والاجتہاد شرط الاولویۃ [illegible] اور اجتہاد اولویت کی شرط ہے بسبب [illegible] اجتہاد کے ہر زمانے میں متعذر ہے اور قضا کی طرف ہر زمانے میں حاجت ہے لہذا اجتہاد پر قضا موقوف نہیں [illegible] اجتہاد [illegible] بذل طاقت سے مشقت والی چیز کے حاصل کرنے کیواسطے اور اصطلاح میں اجتہاد [illegible] فقیہ کا بذل طاقت سے علم شرعی ظنی کی تحصیل کیواسطے تلویح میں کہا [illegible] ایسی کوشش کرے کہ اس سے زیادہ کوشش کرنے سے عاجز ہو جائے اور شروط اجتہاد اسلام اور عقل اور بلوغ اور فقیہ النفس [illegible] عالم ہونا اور لغت عربی کا عالم ہونا اور کتاب اللہ کا حاوی ہونا [illegible] اور حدیث کا عالم [illegible] الطرق [illegible] اور ناسخ و منسوخ [illegible] قیاس کا ماہر [illegible] احکام شرعیہ میں فتوی دیتا ہے [illegible] مجتہد [illegible] حکم [illegible] معرفت [illegible] مثلا علم متعلق بالصلوۃ کا اجتہاد [illegible] متعلقات نکاح کی معرفت پر موقوف نہیں [illegible] اجتہاد [illegible] اول مراد ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی خلافا لہ [illegible] عند الاکثر نص فتح تولیۃ الجاہل ابن کمال ویحکم بفتوی غیرہ علاوہ بر آن [illegible] ہمارے زمانے کا اجتہاد سے اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے کذا فی النہر تو اس صورت میں جاہل آدمی کا قاضی ہونا صحیح ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال اور حکم کرے

[illegible]

قاضی جاہل مجتہد کے فتوے سے حکم کرے اس واسطے کہ مقصود قضا یعنی حقدار کو حق کا پہنچانا حاصل ہو سکتا ہے غیر کے فتوے سے کذا فی البحر الرائق عن [illegible] صاحب فوائد بدیعیہ نے
کہا کہ قضا کی [illegible] سے [illegible] یہ ہے کہ [illegible] علم فقہ [illegible] اور [illegible] حوادث اور مسائل دقیقہ کو خوب جانتا ہو اور طریق تحقیق احکام شرعیہ کا کتب مذہب
اور صدور مشائخ سے جانتا ہو اور وقائع اور فتاوی اور [illegible] کیفیت [illegible] سے واقف ہو انتہی کذا فی شرح الحموی وغیرہ لکن فی ایمان البحر الرائق المفتی
بالدیانۃ والقاضی یقضی بالظاہر [illegible] القضاء [illegible] الافتاء [illegible] الحاکم فی المعاد والفرج علی الدین [illegible] الکبریت
الاحمر [illegible] لکن [illegible] کتاب الایمان میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر حکم کرتا ہے یہ قول [illegible] دلالت کرتا ہے کہ غیر
کے فتوے پر حکم دینا ممکن ہے [illegible] اور فروع میں قاضی کو عالم [illegible] اور دیندار ہونا ضرور ہے اور عالم دیندار ہونا کبریت احمر کے مانند ہے اور کہاں [illegible] اور کہاں علم [illegible] انتہی
البزازی [illegible] جب یہ ثابت ہوا کہ بنا فتوے دیانت پر ہے یعنی [illegible] اور بنا قضا ظاہر پر ہے اور [illegible] دلالت کرتی ہیں تو اب قاضی کو
غیر کے فتوے پر حکم کرنا [illegible] اس واسطے کہ [illegible] فتوی بالدیانت [illegible] اور فروع کو اس واسطے [illegible] کیا کہ دونوں [illegible]
اور اختلاف اسباب [illegible] کا افتا سے وہ مراد [illegible] جس پر قاضی عمل کرے [illegible] قاضی [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قضا کا سوال کریگا [illegible]
[illegible] قاضی کیا جائیگا [illegible] اسکی طرف فرشتہ نازل کیا جائیگا وہ اسکو [illegible]
[illegible] عبد الرحمن بن سمرہ امارت کا سوال [illegible] اس واسطے کہ اگر امارت سوال سے تجکو دیجائیگی
[illegible] کذا فی الفتح [illegible] سوال قضا کا [illegible] اس واسطے کہ [illegible]
[illegible]
[illegible] القاضی [illegible]
[illegible]
[illegible] کذا فی النہر الفائق [illegible] طالب [illegible]
[illegible] طلب [illegible]

درصورت دعوی بقصوری اگر قاضی جدید سے بحالی عہدۂ قدیمہ طلب کرے تو قاضی اُس سے کہے کہ تو اپنی اہلیت ثابت کر پھر اُسکو متولی کرے انتہی بحرالرائق میں ہو کہ اگر قاضی متعین ہو اسطرح کہ اُسکے سوا کوئی لیاقت قضا نہ رکھتا ہو تو اُسپر طلب قضا واجب ہے تا حقوق مسلمین محفوظ رہیں اور ظلم ظالمین دفع ہو قال واستحب الشافعیة والمالکیة طلب القضاء لخامل الذکر لنشر العلم اور صاحب خلاصہ نے کہا اور شافعیہ اور مالکیہ نے مستحب کہا ہے طلب القضا کو شخص گمنام کیواسطے تاکہ اُسکا علم ظاہر ہو پھیلتا المقلد الاقدر والاولی بہ اور سلطان قاضی کا معین کرنے والا اُس شخص کو اختیار کرے جو قادر تر اور اس عہدہ کیواسطے بہتر ہو اپنے غیر سے یعنی بتقلید قضا میں قادر تر ہو اور اپنے غیر سے بہتر ہو یعنی جو علم اور فہم اور جلا میں افضل ہو اُسکو یہ عہدہ جلیلہ عطا کرے ہم طبرانی میں ابن عباس سے مروی ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص متولی امر مسلمین ہو کسی شئ میں پھر وہ حاکم اور عامل کرے اور حالانکہ وہ جانتا ہو کہ امین یعنی مسلمین کوئی شخص اولی یا بہ عمل ہو اور اُس سے زیادہ تر عالم کتاب اللہ اور سنت رسول کا تو اُسنے اللہ کی اور اُسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی خیانت کی اور مانند اسکے مستدرک حاکم اور مسند ابویعلی موصلی میں مروی ہو اور سلطان کو لازم ہو کہ قاضی کا رزق بیت المال سے مقرر کرے اور قاضی کو بیت المال سے لینا جائز ہو اگرچہ وہ غنی و مقدور والا ہو اور اگر کچھ نہ لے اور للہ عمل قضا کرے تو افضل ہو اور اصل اسمیں قول ہے اللہ تعالی کا مال یتیم میں جسکو وہی اسکی کار زندگی کرے (فَمَنْ کَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ وَمَنْ کَانَ فَقِیْرًا فَلْیَاْکُلْ بِالْمَعْرُوْفِ) یعنی جو غنی ہو وہ عفت اختیار کرے اور جو فقیر ہو تو دستور کے موافق کھائے عمر فاروق رض سلیمان بن ربیعہ باہلی کو بعہدۂ قضا پانسو درہم کا مشاہرہ دیتے تھے بقدر کفایت انکی عیال کے اور شریح قاضی کو سو درہم مشاہرہ دیتے تھے اور علی مرتضی رض شریح کو پانسو درہم دیتے تھے اسواسطے کہ شریح کی عیال فاروق اعظم کے وقت میں کم تھے اور غلہ ارزان تھا اور خلافت مرتضوی میں انکی عیال بکثرت تھی اور غلہ گران تھا تو قاضی کی روزی میں کچھ تقدیر اور حد معین نہیں بقدر کفایت چاہیے کیونکہ یہ اجرت نہیں اسواسطے کہ قضا پر اجرت لینا حلال نہیں کذا فی الفتح فلو کان فظا غلیظا جبارا عنیدا لانہ خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاضی بدخلق سخت دل متکبر غضب آلود ناحق پسند معاند حق ہو کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یعنی احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں خلیفہ ہو ھ عینی نے کہا مقصود قضا سے رفع فساد ہو اور اخلاق مذکورہ تو آپ ہی فساد ہیں وفی اطلاق اسم خلیفة اللہ خلاف تتارخانیہ اور خلیفة اللہ کے نام بولنے میں خلاف ہو کذا فی التاتارخانیہ ہم بعضوں کے نزدیک جائز ہے قاضی کو خلیفة اللہ کہنا اسواسطے کہ خلیفة اللہ خلیفة الرسول کے معنی میں مستعمل ہو اور بعضوں کے نزدیک جائز نہیں ہے اسواسطے کہ یہ لفظ مخصوص ہے بانبیا علیہم السلام ہو مانند آدم اور داؤد علیہما السلام کے ویکرہ تحریما التقلد ای اخذ القضاء لمن خاف الحیف ای الظلم والعجز یکفی احدھما فی الکراھة ابن کمال اور مکروہ تحریمی ہو قضا کا قبول کرنا اُس شخص کو جو ظلم یا عاجزی سے ڈرے ظلم اور عجز میں سے ایک چیز کراہت کیواسطے کافی ہے کذا ذکرہ ابن کمال ہم اکثر نسخ درمختار میں کرہ التقلید ہے اور مصنف کی شرح میں کرہ التقلد ہے اور یہی مناسب ہو اور اسیطرح اکثر قول میں التقلید مخفف ہو اور بہتر والتقلید مخفف ہو کذا فی الطحطاوی وان تعین لہ او امنہ لا یکرہ فتح ثم ان انحصر فرض عینا والا کفایة بحر اور اگر باوجود خوف ظلم عہدہ قضا اُسکے واسطے متعین ہو یا وہ شخص ظلم یا عجز سے بے خوف ہو تو قبول قضا مکروہ نہیں کذا فی الفتح پھر اگر لیاقت قضا اُسی شخص میں منحصر ہو تو قبول کرنا فرض عین ہو ورنہ فرض کفایہ ہو ھ فتح القدیر میں ہو محل کراہت اسوقت ہو جبکہ قضا اُسپر متعین نہ ہو اور اگر اُسی پر انحصار ہو تو قبول قضا فرض عین ہو اور اُسپر واجب ہو کہ آپ کو ظلم وغیرہ سے بچائے رہے مگر یہ کہ سلطان سے فصل خصومات ممکن ہو انتہی والتقلد رخصة ای مباح والترک عزیمة عند العامة بزازیة فالاولی عدمہ اور قضا کا قبول کرنا رخصت ہو یعنی مباح ہے اور ترک قضا عزیمت ہے باعث ثواب ١٢ اکثر فقہا کے نزدیک کذا فی البزازیة تو عدم قبول قضا بہتر ہو ہم درصورت عدم خوف ظلم قبول قضا مکروہ نہیں اسواسطے کہ اکابر صحابہ اور تابعین نے قضا قبول کی ہے اور نہایہ میں ہے کہ بعضے فقہا کے نزدیک قضا میں داخل ہونا جائز نہیں مگر زبردستی سے اور ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے اور صحیح یہ ہے کہ دخول عزیمت ہے اور امتناع رخصت انتہی تو بموجب اسکے اولی عدم دخول ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ دخول فی القضا عزیمت ہے اور امتناع رخصت ہے بزازی نے کہا عامہ مشائخ قول اول پر ہیں اور فتح القدیر میں اسی پر یقین کیا ہے اس دلیل سے کہ اکثر خطا پڑتی ہے اُس شخص کے گمان میں جو اپنے نفس پر اعتدال کا گمان رکھتا ہے پھر اسی سے خلاف اُسکے ظاہر ہوتا ہے کذا فی النہر ویحرم علی غیر الاھل الدخول

فیہ قطعاً مِن غیر تردّدٍ فی الحرمۃ ففیہ الاحکام الخمسۃ اور حرام ہے نااہل پر داخل ہونا قضا میں یقیناً بلاتردد فی الحرمۃ تو اسمیں احکام خمسہ ہیں ہم خلاصہ ہے کہ قبول قضا کا ہے فرض عین ہوتا ہے اگر وہی شخص متعین ہو قضا کے واسطے اور فرض کفایہ ہے واسطے متاہل کے جبکہ اُسکے سوا اور لوگ بھی اہلیت قضا رکھتے ہوں اور مکروہ ہے جبکہ ظلم کا خوف ہو اور حرام ہے اگر ظلم کا ظن غالب ہو اور مباح ہے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی درصورت بیخوفی ظلم ونیت انصاف کذا فی النہر باب چند احادیث در باب تحذیر قضا نقل کرنا مناسب مقام ہے اصحاب سنن اربعہ نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جعل علی القضاء فقد ذبح بغیر سکین یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قاضی بنایا گیا وہ بے چھری ذبح ہو گیا ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ابن عدی نے کامل میں ابن عباس سے حدیث مرفوع روایت کی من استقضی فقد ذبح بغیر سکین یعنی جسنے قضا طلب کی وہ بے چھری ذبح ہو گیا ولہذا اکثر سلف نے قضا سے پرہیز کیا چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ضرب اور قید اختیار کی مگر قضا نہ قبول کی اور یہاں تک تکرار کیا کہ قیدخانے میں مر گئے اور محمد بن حسن اسیواسطے ایک مہینہ چند روز قید رہے ابوحنیفہ نے فرمایا کہ قضا عمیق سمندر ہے کیونکر اُسکے پار ہو سکوں تیر کر تو ابو یوسف نے کہا کہ بحر عمیق ہے اور سفینہ وثیق ہے اور ملاح عالم واقف کار ہے تو امام نے فرمایا کہ کانی بک قاضیاً یعنی شاید کہ تو قاضی ہوگا صحیح مسلم میں ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر میں تیرے واسطے وہ چیز محبوب رکھتا ہوں جو اپنی ذات کیواسطے محبوب رکھتا ہوں ہرگز نہ حاکم ہجیو دو شخصوں پر اور مال یتیم کا متولی نہ ہجیو اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین ہیں دو دوزخ میں ہیں اور ایک بہشت میں ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو دریافت کیا پھر اُسکے موافق حکم دیا تو وہ بہشت میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو دریافت کیا اور اُسپر حکم نہ دیا اور حکم میں جور کیا تو وہ دوزخ میں ہے اور ایک مرد وہ ہے جسنے حق کو نہ دریافت کیا اور لوگوں کا فیصلہ کیا نادانی اور جہل سے تو وہ دوزخ میں ہے اور صحیح ابن حبان میں عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ قاضی عادل بلایا جائیگا قیامت کے دن تو شدت حساب میں ایسا گرفتار ہوگا کہ آرزو کریگا کہ اپنی عمر میں دو شخصوں میں فیصلہ نہ کیا ہوتا اور نسائی میں روایت ہے کہ مکحول نے کہا کہ اگر مجھکو اختیار دیا جاوے میری گردن مارنے میں اور قضا قبول کرنے میں تو میں اپنی گردن کٹوانا اختیار کروں اور حاکم نے ابن عباس سے حدیث مرفوع نقل کی کہ جو دس شخصوں پر حاکم ہو پھر اُسنے انکی خوشی یا ناخوشی کے موافق حکم کیا تو وہ قیامت کے دن بلایا جائیگا اور اُسکا ہاتھ گردن میں بندھا ہوگا سو اگر اُسنے قرآن کے موافق حکم کیا اور رشوت نہ لی اپنے حکم میں اور ظلم نہ کیا تو حق تعالیٰ اُسکے غل و بندش کو چھوڑ دیگا اور اگر غیر قرآن سے حکم کیا اور اپنے حکم میں رشوت لی اور ظلم کیا تو اسمیں اُسکا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ کیساتھ باندھا جائیگا پھر وہ ڈالا جائیگا جہنم میں کذا فی فتح القدیر (ویجوز تقلّد القضاء مِن السلطان العادل والجائر ولو کافراً ذکرہ مسکین وغیرہ الا اذا کان یمنعہ عن القضاء بالحق فیحرم) اور جائز ہے قبول کرنا قضا کا بادشاہ عادل اور ظالم سے اگرچہ بادشاہ کافر ہو ذکر کیا ہے اسکو مسکین وغیرہ نے مگر جبکہ بادشاہ مذکور قاضی کو قضا بالحق سے منع کرے تو اب حرام ہے ہم عادل وہ ہے جو ہر شے کو اُسکے مقام پر رکھے اور بعضوں نے کہا جو توسط اختیار کرے افراط اور تفریط میں خواہ وہ توسط عقائد میں ہو یا اعمال میں یا اخلاق میں [illegible] ذلک اور حجاج بن یوسف کے ظلم میں کچھ شک نہیں اور باوجود اسکے علمائے سلف نے اُسکے زمانے میں قضا قبول کی تاتارخانیہ میں ہے کہ اسلام شرط نہیں ہے بادشاہ میں جو قاضیوں کو مقرر کرتا ہے اور جو بلاد اسلام کہ کافروں کے قبضے میں ہیں وہ بلاشک بلاد اسلام ہیں بلاد حرب نہیں واسطے کہ انہوں نے انمیں کفر کا حکم جاری نہیں کیا اور قاضی وہاں مسلمان ہیں اور ملوک جو انکی اطاعت بضرورت کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور اگر بلا ضرورت اطاعت کرتے ہیں تو فاسق ہیں اور جس شہر میں کفار کیطرف سے حاکم مسلم ہے تو اسمیں اقامت جمعہ اور عیدین اور اخذ خراج اور تقلید قضا اور تزویج ایامیٰ جائز ہے کیونکہ اُسپر مسلم مستولی ہے اور اطاعت کفر تو مخادعہ ہے اور وہ بلاد جنپر کفار حاکم ہیں مسلمانوں کو جائز ان میں اقامت جمعہ وعید جائز ہے اور قاضی تو قاضی ہو جاتا ہے تراضی مسلمین سے اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ کفار سے حاکم مسلم کی درخواست کریں انتہیٰ اور مسکین نے اسکو اپنی شرح میں اصل کیطرف نسبت کیا ہے اور مانند اسکے جامع الفصولین میں ہے کذا فی النہر (ولو فقد والٍ بغلبۃ کفار وجب علی المسلمین تعیین والٍ وامام الجمعۃ فتح) اور اگر حاکم مفقود ہو بسبب غلبہ کفار کے تو مسلمین پر واجب ہے معین کر لینا حاکم اور امام جمعہ کا کذا فی الفتح

[illegible]

فتح القدیر میں ہے کہ اگر بادشاہ نہو اور نہو وہ جو تقلید قضا جائز ہے چنانچہ بعضے بلاد مسلمین میں کہ کفار غالب ہو گئے ہیں جیسے قرطبہ میں تو مسلمین پر واجب ہے کہ منجملہ مسلمین
ایک شخص پر اتفاق کریں اور اسکو والی قرار دیں پھر وہ قاضی کو مقرر کرے تا وہ آپس میں فیصلہ کیا کرے اور اسیطرح ایک شخص کو امام ٹھہراویں جو انکو جمعہ پڑھایا کرے
انتہی اور یہ وہ قول ہے جسکے طرف نفس مطمئن ہوتا ہے تو اسی پر اعتماد کیا چاہیے کذا فی النهر وصح سلطان الخوارج واهل البغي واذا صحت التولية صح
العزل واذا رفع قضاء الباغي الى قاضي العدل نفذه وقيل لا ذكره في جوم الناصحي اور جائز ہے قضا قبول کرنا خارجیوں کے بادشاہ اور باغیوں سے اور
جبکہ اہل بغاوت کی تولیت قضا صحیح ہوئی تو انکا معزول کرنا بھی صحیح ہے یعنی اگر قاضی عادل کو معزول کرکے قاضی باغی مقرر کرے تو صحیح ہے اور جبکہ قاضی باغی کا حکم
ہو قاضی عادل کیطرف تو اسکو جاری رکھے اور بعضوں نے کہا کہ جاری نہ کرے اور اسی پر تصحیح کیا ہے ناصحی نے ہم بحر الرائق میں ہے کہ قاضی باغی کی قضا نافذ ہے جیسے
فساق اہل عدل کی قضا نافذ ہے اسواسطے کہ قول اصح میں فاسق صلاحیت قضا کی رکھتا ہے اور یہی قول معتمد ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ قول ناصحی خلاف معتمد ہے فاذا
تقلد القضاء طلب ديوان قاضٍ قبله يعني السجلات پھر جبکہ عہدہ قضا پر منصوب ہو تو قبل قاضی کے قاضی سے دیوان یعنی سجلات کو طلب کرے ہم دیوان
اصل میں بمعنی جریدہ حساب ہے پھر حساب پر اسکا اطلاق ہوا پھر موضع حساب پر اور یہاں مراد وہ تھیلیاں اور بستے ہیں جن میں سجلات و محضر وغیرہا ہوں جو مستور ہیں کہ قاضی
دو نسخے لکھتا ہے ایک اپنے پاس رکھتا ہے کہ شاید اسکی طرف کا ہے حاجت ہو اور دوسرا خصم کے ہاتھ میں دیتا ہے اور جو خصم کے ہاتھ میں ہے وہ اعتماد کے لائق نہیں تو قاضی
منصوب دو شخص یا ایک امین کو بھیجے تا قاضی معزول یا اسکے امین سے کاغذ مذکورہ لے اور ہر ایک کاغذ کا حال اس سے پوچھے اور ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ تھیلی میں رکھے
تا نکالنا آسان ہو پھر بعد قبض کے اسپر مہر کرے تغیر کے خوف سے سجل وہ جسمیں خصومت تھی یعنی ہر اقرار مدعی علیہ یا انکار اور حکم بشہادت یا نکول اسطرح پر مذکور ہو کہ اشتباہ
نہ رہے اور اسکو محضر بھی کہتے ہیں اور صکوک جن میں بیع یا رہن یا اقرار وغیرہ مکتوب ہو اور حجت اور وثیقہ جنہوں کو شامل ہے اور رجال کے عرف میں سجل وہ ہے جسکو شاہدوں نے
واقعہ میں لکھا اور قاضی کے پاس لایا اور اسپر قاضی کا خط نہیں اور حجت وہ جسمیں سجل سے واقعہ منقول ہوا اور اسکے اوپر قاضی کی علامت ہو اور نیچے اسکے شاہدوں
کا خط ہو اور خصم کو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی عن البحر ونظر في حال المحبوسين في سجن القاضي اور قاضی نظر کرے ان قیدیوں کے حال میں جو قاضی کے
قید خانہ میں ہیں ہم یعنی قاضی ایک معتمد کو قید خانہ میں بھیجے اور وہ قیدیوں کے نام اور انکی اخبار اور انکے مقید ہونے کا سبب لکھے اور دریافت کرے کہ
کسنے انکو مقید کیا واما المحبوس في سجن الوالي فعلى الامام النظر في احوالهم اور جو شخص حاکم کے قید خانے میں محبوس ہے تو امام یعنی بادشاہ پر انکے حال کا نظر کرنا لازم
ہے فمن لزمه ادب ادبه والا اطلقه یعنی جس قیدی کو ادب دینا لازم ہو تو اسکو ادب دے یعنی تعزیر دے اور نہیں تو اسکو چھوڑ دے ہم یوں کہنا مناسب تھا جیسا کہ بحر الرائق میں
شرح ادب سے ہے کہ اگر محبوس کا کوئی قضیہ نہو تو چھوڑ دے اسواسطے کہ جائز ہے کہ محبوس لائق تادیب نہو مگر اس سے قضیہ متعلق ہو ولا يبيت احدا في قيد الا رجل مطلوبا
لسدم اور کسیکو شب باش نہونے دے قید میں مگر اس مرد کو جو خونریزی میں ماخوذ ہو ونفقة من ليس له مال في بيت المال ہے اور اس قیدی کا خرچ جسکے پاس مال نہیں
بیت المال میں ہے کذا فی البحر یعنی مفلس محبوس کی خوراک روشنائی بیت المال میں ہے اور یہی حکم ہے مشرکین کے محبوسوں کا اور سزاوار یہ ہے کہ اس کام پر ایک مرد صالح کو
مقرر کرے جسکے پاس انکے نام لکھے ہوں اور ہر شخص کا خرچ ماہ بماہ دیتا رہے اور ہر شخص کو بلا کر اپنے ہاتھ سے دے کذا فی الطحطاوی فمن اقر منهم بحق او قامت
عليه بينة الزمه الحبس كره مسكين وقيل الحق سو محبوسین میں سے جو حق کا اقرار کرے یا اسپر گواہی قائم ہو تو اسکو حبس لازم رکھے اسکو مسکین نے شرح میں
ذکر کیا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اسپر حق لازم کرے یہ قول عینی و ابن ہمام کا ہے والا نادى عليه بقدر ما يرى ثم يطلقه بكفيل بنفسه فان ابى نادى عليه
شهرا ثم اطلقه اور اگر اقرار یا گواہی نہو تو اسپر منادی کراوے جسقدر کہ مدت قاضی کی رائے میں آوے پھر محبوس کو چھوڑ دے اس سے حاضر ضامن لیکر سو اگر وہ حاضر ضامن دینے سے
انکار کرے تو اسپر مہینہ بھر منادی کرا دے پھر اسکو چھوڑ دے ہم طریقہ ندا یوں ہے کہ قاضی اپنے جلوس کے وقت محلے میں منادی کو بھیجے کہ وہ پکار دے کہ جسکو فلان بن فلان محبوس پر کچھ دعوی ہو وہ
حاضر ہو تا اسکی روبکاری ہو ويعمل في الودائع وغلات الوقف ببينة او اقرار ذي اليد اور قاضی عمل کرے اموال ودیعت میں اور محاصل وقف میں گواہی

یا قابض کے اقرار سے ھ حموی نے کہا کہ شاید یہ حکم فقہائے سابقین کے عرف پر مبنی ہے کہ ودائع اور وقف قاضی کے امین کے پاس رہتے تھے اور ہمارے زمانے میں تو اموال وقف ناظرون کے تحت میں اور ودائع یتامی کے اوصیا کے قبضے میں ہیں اگر یہ فرض کیجیے کہ قاضی معزول نے غلہ وقف یا ودیعت یتیم کو کسی امین کے پاس رکھوا دیا تو اسکے موافق عمل کیے جیسا کہ کتاب میں مذکور ہے ولم یعمل المولی بقول المعزول لالتحاقہ بالرعایا وشہادۃ الفرد لا تقبل خصوصًا بفعل نفسہ درر ومفادہ ردھا ولو مع اخر نہر اور قاضی منصوب عمل نکرے معزول قاضی کے قول پر بسبب ملحق ہوجانے معزول کے رعایا کے ساتھ اور اگر اسکو شاہد قرار دیجیے تو گواہی ایک شخص کی مقبول نہیں خصوصًا اپنی ذات کے فعل کی گواہی کذا فی الدرر اور لفظ خصوصًا کا مفاد رد شہادت معزول ہے اگرچہ دوسرے گواہ کے ساتھ ہو کذا فی النہر یعنی جبکہ اپنے فعل نفس کی گواہی معزول کی مقبول نہوئی تو باقی رہگیا ایک گواہ تو نصاب شہادت پوری نہ رہی اسکی گواہی بھی مردود ہوگی قلت لکن افتی قاری الہدایۃ بقبولہا وتبعہ ابن نجیم فتنبہ میں کہتا ہوں لیکن قاری ہدایہ نے قبول شہادت مذکورہ کا فتوی دیا ہے اور ابن نجیم صاحب فتاوی اسکا تابع ہوا ہے تو خبردار رہو ھ طحطاوی نے کہا بحر الرائق میں تو نہر الفائق کے مانند عدم قبول شہادت مذکور کیا ہے شاید ابن نجیم کے فتاوے میں قبول شہادت کا فتوی مذکور ہوا الا ان یقر ذو الید انہ ای المعزول سلمہا ای الودائع والغلات الیہ فیقبل قولہ فیہما انہا لزید الا اذا بدأ ذو الید بالاقرار للغیر ثم اقر بتسلیم القاضی الیہ فاقر القاضی بانہا لاخر فیسلم للمقر لہ الاول ویضمن المقر قیمتہ او مثلہ للقاضی باقرارہ الثانی یسلمہ لمن اقر لہ القاضی قول معزول پر عمل نہیں مگر جبکہ قابض یہ اقرار کرے کہ قاضی معزول نے اسکو ودائع اور محاصل وقاف سپرد کیے ہیں تو ایسے ودائع اور محاصل میں معزول کا قول مقبول ہوگا کہ وہ زید کے ہیں مگر جبکہ قابض نے پہلے غیر کیواسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اسکو سپرد کیا ہے قاضی معزول نے دوسرے شخص کیواسطے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے مقر لہ کو تسلیم کیے جاینگے اور تاوان دے مقر قیمت کا اگر ودیعت قیمی ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل قاضی معزول کے مقر لہ کو تسلیم کرے ویقضی فی المسجد ویختار مسجدًا فی وسط البلد تیسیرًا للناس ویستدبر القبلۃ کخطیب ومدرس خانیہ اور قاضی مسجد میں بیٹھکر حکم کرے اور وہ مسجد اختیار کرے جو شہر کے درمیان ہو لوگوں کی آسانی کیواسطے اور پشت بقبلہ ہو کر بیٹھے مانند خطیب اور مدرس کے ھ چونکہ قضا عبادت ہے لہذا مسجد میں جائز ہے اور مشرک کو مسجد کے آنے سے منع نہ کرے اور اسکو جو نجس کہا ہے تو باعتبار نجاست اعتقادی کے حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق صحیح تھی اور ہمارے زمانے میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب قرار واقعی نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں واجرۃ المحضر علی المدعی ہو الاصح بحر عن البزازیۃ وفی الخانیۃ علی المتمرد وہو الصحیح اور اجرت حاضر کرنے والے کی مدعی پر ہے یہی قول صحیح ہے کذا فی البحر عن البزازیۃ اور خانیہ میں ہے کہ اجرت متمرد سرکش پر ہے اور یہ قول صحیح ہے ھ پہلا قول معتمد ہے کیونکہ اصح مقدم ہے صحیح پر طحطاوی نے کہا اور بعضوں نے کہا کہ اجرت حاضر کرنے والے کی بیت المال میں ہے بحر الرائق میں ہے کہ حاضر کرنے والے کی اجرت اسی شہر میں نصف درم سے ہے اور درم تک اور خارج شہر میں [illegible] تین درم سے چار درم تک اور بزازیہ میں ہے کہ حاکم کے اعوان سے اشخاص کی درخواست کرے ولکن السلطان والمفتی والفقیہ اور اسیطرح سلطان اور مفتی اور فقیہ یعنی مدرس فقہ کو مسجد میں جلوس جائز ہے او فی دارہ ویاذن عمومًا یا قاضی حکم کرے اپنے گھر میں اور لوگون کو آنے کی اجازت دے علی العموم ھ خلاصہ یہ ہے کہ قاضی مشہور مکان مجمع الناس میں جلوس کرے اور وہاں اور حاجت مقرر کرے یہی افضل ہے لیکن شرح ادب میں ہے کہ اگر دفع اژدحام خصوم کے واسطے وہاں مقرر کرے تو جائز ہے اور حکم نہ کرے شغل قلب کی حالت میں یعنی فرحت یا غضب یا شوق یا حاجت جماع یا نہایت سردی یا گرمی یا بول براز کی حاجت میں ھ جب جلوس کا ارادہ کرے نفل روزہ نہ رکھے اور یہی احسن ہے اعتدال احوال میں کذا فی الطحطاوی ویرد ھدیۃ التنکیر للتقلیل ابن کمال اور قاضی ہدیہ اور سوغات نہ لے پھیر دے ابن کمال نے کہا کہ لفظ ہدیہ کا نکرہ لانا تقلیل کیواسطے ہے یعنی تھوڑی سے تھوڑی چیز کا بھی ہدیہ لینا قاضی کو جائز نہیں پھیر دینے کے لفظ سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کو بیت المال میں نہ رکھے اور یہی قول ہے اکثر مشایخ کا اور بعضوں نے کہا بیت المال میں رکھے ہدیہ پھیر دینے کا حکم اسواسطے ہوا کہ وہ رشوت کے مشابہ ہے یہی طریقہ تھا صحابہ کرام کا رضی اللہ تعالی عنہم کذا فی الطحطاوی وھی ما یعطی بلا شرط اعانۃ بخلاف الرشوۃ ابن ملک اور ہدیہ وہ ہے جو دیا جائے بلا

[illegible]

اعانت بخلاف رشوت کذا ذکرہ ابن ملک یعنی ہدیہ اور رشوت میں یہ فرق ہے کہ ہدیہ میں اعانت مشروط نہیں ہوتی اور رشوت میں مددگاری درکار برآری مشروط ہوتی ہے ولو تاذی المہدی بالرد یعطیہ مثل قیمتہا خلاصۃ اور اگر ہدیہ لانے والے کو پھیر دینے سے رنج ہو تو قاضی اسکو بقدر اسکی قیمت کے عطا کرے کذا فی الخلاصۃ ولو تعذر الرد لعدم معرفتہ او بعد مکانہ وضعہا فی بیت المال اور اگر ہدیے کا پھیر دینا اسکی عدم معرفت یا اسکے مکان کی دوری سے متعذر ہو تو اسکو بیت المال میں بھیجے ومن خصوصیاتہ علیہ السلام ان ھدایاہ لہ تتارخانیہ اور مخصوصات رسول معصوم علیہ السلام سے یہ ہے کہ آپکے ہدایا آپکے مملوک تھے کذا فی التاتارخانیہ وہ یہ دفع وہم ہے یعنی اگر کوئی کہے کہ قاضی تو نائب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آنحضرت علیہ السلام تو ہدیہ قبول فرماتے تھے پھر کیا وجہ کہ قاضی قبول نہ کرے اسکا جواب دیا کہ یہ امر مخصوصات نبویہ سے ہے اور فعل مخصوص میں اتباع جائز نہیں اور وجہ خصوصیت شاید واللہ اعلم یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام معصوم تھے بہ نسبت خاطر ہدی خلاف شرع حضرت سے متصور نہ تھی بخلاف قاضی کہ وہ معصوم نہیں مفادہ انہ لیس للامام قبول الہدیۃ والا لم تکن خصوصیۃ وفیہا یجوز للامام والمفتی والواعظ قبول الہدیۃ لانہ انما یہدی الی العالم لعلمہ بخلاف القاضی تاتارخانیہ کا مفاد یہ ہے کہ امام یعنی سلطان کو ہدیہ قبول کرنا جائز نہیں ورنہ خصوصیت نہیں رہتی اور تاتارخانیہ میں ہے کہ امام اور مفتی اور واعظ کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اسواسطے کہ عالم کو تو ہدیہ دیا جاتا ہے اسکے علم کے سبب بخلاف قاضی کے یعنی اسکے ہدیہ دینے میں تو دنیا کی کاربرآری کا احتمال ہے ہم شارح نے اس تقریر سے تاتارخانیہ کے دونوں قولوں میں منافات ثابت کی یعنی پہلے قول سے ثابت ہوا کہ قبول ہدیہ مخصوصات نبویہ سے ہے تو سلطان کا ہدیہ قبول کرنا جائز نہ ہوا اور دوسرے قول سے سلطان کا ہدیہ قبول کرنا ثابت ہوتا ہے طحطاوی نے اسکا جواب یوں دیا ہے کہ اختصاص نبوی سے یہ لازم نہیں آتا کہ سلاطین ہدیہ قبول نہ کریں اسواسطے کہ اگر وہ ہدیہ قبول کریں تو بیت المال میں کچھ نفع جائز ہے چنانچہ فصل جزیہ میں گذر چکا کہ اہل حرب کا ہدیہ لینا امام کو جائز ہے اور اسکو مصالح مسلمین میں صرف کرے اور اگر امام سے امام مسجد مراد لیجئے تو منافات مطلق باقی نہیں رہتی الا من اربع السلطان والباشا اشباہ وبحر وقریب محرم او ممن جرت عادتہ بذلک بقدر عادتہ ولا خصومۃ لہما درر یعنی چار شخصوں کا ہدیہ قاضی نہ پھیرے سلطان کا اور باشا یعنی نائب سلطان کا کذا فی الاشباہ والبحر اور اپنے قرابتی محرم کا یا اس شخص کا جسکو ہدیہ دینے کی عادت ہو قبل از قضا بشرطیکہ ہدیہ بقدر عادت قدیم ہو اور خصومت نہ ہو دونوں کی کذا فی الدرر یعنی بشرطیکہ قریب اور معتاد کا مقدمہ دار القضا میں رجوع نہ ہو تو اگر عادت سے ہدیہ زیادہ دے تو پھیر دے اور اگر مقدمہ رجوع ہو تو قریب اور معتاد دونوں کا ہدیہ قبول نہ کرے اور واضح ہے کہ سلطان یا اسکے نائب کے ہدیہ قبول کرنے میں بھی عدم خصومت کی قید لگائی جائے سلطان یا نائب کے ہدیہ قبول کرنے کی یہ وجہ ہے کہ انکا ہدیہ بیت المال میں سے ہے اور قاضی بیت المال کے مصارف میں سے ہے اور ظاہر قبول ہدیہ اس صورت میں ہے جبکہ حلت غالب ہو اور اگر حرمت غالب ہو یا حلت اور حرمت دونوں برابر ہوں تو سلطان و نائب کا ہدیہ قبول کرے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ قاضی قرض نہ لے مگر اس سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرطیکہ عدم خصومت عدم تہمت امانت داری اسیطرح عاریت لینا کذا فی الطحطاوی ویرد اجابۃ دعوۃ خاصۃ وھی التی لا یتخذھا صاحبہا لولا حضور القاضی ولو من محرم او معتاد وقیل ھی کالہدیۃ اور قاضی دعوت خاصہ کے مان لینے کو قبول نہ کرے دعوت خاصہ وہ ہے جسکو صاحب دعوت نہ کرے اگر قاضی نہ آوے اگرچہ یہ دعوت خاصہ محرم اور معتاد کی ہو اور قول صحیح یہ ہے کہ دعوت خاصہ ہدیہ کے مانند ہے ہم بعضوں نے کہا دعوت نکاح اور ختنہ عامہ ہے اور انکے سوا دعوت خاصہ ہے اور بعضوں نے کہا دس شخصوں تک دعوت خاصہ ہے اور اس سے زیادہ دعوت عامہ اور مصنف کی تفسیر صحیح ہے چنانچہ سراج میں ہے اور یہی معتمد ہے چنانچہ بحر الرائق میں ہے اور عدم اجابت دعوت خاصہ محرم شیخین کا قول ہے اور محمد نے کہا کہ دعوت خاصہ محرم کی قبول کرے کہ اسمیں صلہ رحم ہے اور خصاف نے کہا کہ قبول کرے بلا خلاف چنانچہ اسی قول کو صاحب کافی نے اختیار کیا صاحب بحر نے کہا تو یوں کہنا بہتر ہے کہ ہدیہ اور دعوت خاصہ قبول نہ کرے مگر محرم اور معتاد سے تو معلوم ہوا کہ قول ثانی بھی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وفی السراج وشرح المجمع ولا یجیب دعوۃ خصم وغیر معتاد ولو عامۃ للتہمۃ اور سراج اور شرح مجمع میں ہے اور قاضی قبول نہ کرے دعوت خصم اور غیر معتاد کی اگرچہ دعوت عامہ ہو بسبب تہمت کے اگر ایک شخص کی عادت دعوت مہینے میں ایک بار تھی وہ ہر ہفتہ میں بعد قاضی ہونے کے دعوت کرے تو قبول نہ کرے اور اگر طعام اکثر ہو

عادت قدیمی سے تو نہ قبول کرے مگر اس صورت میں جبکہ شخص معتاد کا مال زیادہ ہوگیا ہو کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیہ ویشہد الجنازۃ ویعود المریض ان لم یکن لہما ولا علیہما دعوی شرنبلالیہ عن البرہان اور قاضی جنازہ پر حاضر ہو اور مریض کی عیادت کرے بشرطیکہ صاحب جنازہ اور مریض مدعی اور مدعی علیہ نہوں کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان ھم اگر مریض کے پاس زیادہ نہ بیٹھے کذا فی النہر ویسوی وجوبا بین الخصمین جلوسا واقبالا واشارۃ ونظرا ویمنع مسارۃ احدهما والاشارۃ الیہ ورفع صوتہ علیہ اور واجب ہے کہ قاضی مساوات اور برابری کرے بین الخصمین یعنی مدعی اور مدعی علیہ کو یکسان بٹھاوے باعتبار بٹھانے اور توجہ ہونے کے اور باعتبار اشارہ کرنے کے اور دیکھنے کے اور باز رہے ایک کی سرگوشی سے یعنی چپکے ایک کے کان میں بات نہ کرے اور باز رہے ایک شخص کی طرف اشارہ کرنے سے اور ایک پر آواز بلند کرنے سے یعنی دوسرے سے زیادہ ایک پر شور نہ کرے ھم اور مذکورہ میں مساوات بین الخصمین اسواسطے واجب ہوا کہ دوسرے کی دلشکنی نہو اور قاضی پر تہمت نہ لگے اور اسواسطے کہ اسحق بن راہویہ نے حضرت ام سلمہ رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مبتلا ہو القضاء بین المسلمین فلیعدل بینہم مساوات رکھے مجلس اور اشارہ اور نظر میں اور احد الخصمین پر آواز بلند کرے دوسرے سے زیادہ اور ابن عمر رض نے ابوموسی اشعری کو لکھا کہ مساوات بین الناس کر اپنے توجہ ہونے اور عدل اور مجلس میں تاکہ شریف تیرے ظلم میں طمع نہ کرے اور ضعیف تیرے عدل سے ناامید نہو اور احد الخصمین سے مخفی بات نہ کر اور نہ وہ تجھسے مخفی بات کرے اور اسکو تلقین حجت نہ کر بسبب تہمت کے تواز ان فتاوی کبری میں ہے کہ بادشاہ نے مخاصمت کی ایک مرد کے ساتھ سو بادشاہ قاضی کے پاس اُسکی نشست گاہ میں جا کر بیٹھا تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اوٹھے اور بادشاہ کا مخاصم وہاں بیٹھے اور قاضی زمین میں بیٹھکر دونوں میں فیصلہ کرے اور اسپر دلیل قاضی شریح کا قصہ ہے کہ انھوں نے امیر المؤمنین علی مرتضی رض کو اور اُنکے مخاصم کو اسیطرح بٹھلایا اور باتفاق اہل علم مستحب ہے کہ دونوں کو اپنے سامنے بٹھلاوے اور ایک کو اپنے داہنے اور دوسرے کو بائیں نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنا طرف افضل ہے اور خصمین کو لائق ہے کہ قاضی کے سامنے دو زانو بیٹھیں دو ہاتھ کے فاصلے سے جیسے شاگرد بیٹھتا ہے استاد کے روبرو اور چارزانو یا اکڑوں نہ بیٹھیں اور اگر اسطرح بیٹھیں تو بغرض تعظیم قضا کے سبب سے قاضی انکو منع کرے اور اعوان قاضی کے اُسکے سامنے کھڑے رہیں ہیبت قضا کیواسطے پھر جب خصمین حاضر ہوں تو قاضی مختار ہے چاہے اُنسے ابتداءً تکلم کرے کہ تمہارا کیا مطلب ہے اور چاہے سکوت کرے یہانتک کہ وہی کلام آغاز کریں پھر جب مدعی کلام شروع کرے تو دوسرے کو خاموش کیا جاوے تاوقتیکہ وہ اپنا کلام پورا کر چکے کیونکہ دونوں کے کلام ساتھ کرنے میں شور و شغب ہے کہ حشمت مجلس قضا کے لائق نہیں پھر مدعا علیہ سے کلام کروایا جاوے اگرچہ مدعی جواب اُسکا نہ طلب کرے یہی قول اصح ہے تاکہ علم بالمقصود حاصل ہو اور امام محمد کے نزدیک انفصال دعاوی میں ترتیب مختار ہے یعنی دعوی اول کا فیصلہ کرے پھر دوسرے کا پھر تیسرے کا وعلی ہذا القیاس اور اسپر ایک امین بخیر منشی مقرر کرے کہ وہ شخص سابق کی پہچان رکھے اور امین کو چاہیے کہ قاضی کے دروازہ پر علی الصباح حاضر ہوا اور اگر سابقین متعدد واقع ہوں تو قرعہ ڈالے اور خصوصیت سے شتابی نہ کرے بلکہ مہلت دے کیونکہ شتابی میں حجت منقطع ہو جاتی ہے اکثر امور کو آدمی بھول جاتا ہے اور معلوم ہو کہ قاضی [illegible] وغیرہ [illegible] امر معروف نتھا یعنی سلف صالح میں اسکا رواج نتھا تو یہ بھی اُن محدثات سے ہے جسکی طرف حاجت ہوئی کیونکہ لوگ مختلف الاحوال الادب ہیں پس قاضی عمل کرے مقتضاے حال [illegible] ارادہ کرے حشمت نفس میں تکبر کیطرف پہونچاتی ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ اور مستحب ہے کہ قاضی میں یبوست یعنی خشک مزاجی ہو بلا عنف اور تواضع اور انکسار ہو بلا ذلت و ضعف اور قاضی کو چاہیے کہ ایک کاتب امین صالح واقف کار مقرر کرے جو محاضر اور سجلات کو لکھے تاکہ فاسد نہو جاوے بعض شروط کے ترک کرنے سے چنانچہ وہ شروط کتاب السجلات والمحاضر میں مذکور ہیں کذا فی فتح القدیر ملخصا نہر الفائق میں ہے کہ اطلاق تسویہ بین الخصمین فی الجلوس عام ہے کبیر وصغیر یعنی بادشاہ اور رعیت اور رذیل اور شریف اور باپ بیٹے اور مسلم اور ذمی کو شامل ہے کہ اگر بادشاہ مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام سے اوٹھے اور بادشاہ اور اسکے مدعی کو وہاں بٹھلاوے اور آپ زمین پر بیٹھکر فیصلہ کرے انتہی وضحکہ فی وجہہ وکذا القیام لہ کالاولی اور قاضی باز رہے احد الخصمین کے سامنے ہنسنے سے اور اسیطرح ایک شخص کے واسطے اوٹھنے سے باز رہے بطریق اولی ھم اسواسطے کہ قاضی کی ضحکت سے وہ شخص اپنے خصم پر دلاور ہو جائیگا کذا فی النہر وضیافتہ اور قاضی ایک شخص کی دونوں میں سے ضیافت نہ کرے ھم اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند میں امام حسن رض سے روایت کی کہ ایک شخص علی مرتضی رض کے گھر مہمان ہوا تو آپ نے اُسکی ضیافت کی پھر جب اُسنے یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ فلانے شخص سے خصومت کروں تو علی مرتضی رض نے فرمایا کہ تو یہاں سے اوٹھ جا اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

[illegible]

انکو منع فرمایا اس سے کہ ہم کسی خصم کی ضیافت کرین مگر یہ کہ اسکے ساتھ اسکا خصم ہو اور اسیطرح عبد الرزاق اور دارقطنی نے روایت کی اور اسواسطے کہ اسمین تہمت میلان ہے کذا فی الفتح نعم لو فعل ذلک معہما معاً جاز بغیر ہان اگر اسکو دونون کے ساتھ کرے تو جائز ہے کذا فی النہر ہم نہر الفائق مین ہے کہ ضیافت مین احدہما کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون کی ساتھ ضیافت کرے تو جائز ہے اور قیاس اسکا یہ ہے کہ اگر دونون سے سرگوشی کرے یا دونون کیطرف ساتھ ہی اشارہ کرے تو جائز ہے انتہی ولا یمزح فی مجلس الحکم مطلقاً ولو بغیرہما لاذہابہ بمہابتہ اور قاضی خوش طبعی نہ کرے حکم کی مجلس مین مطلقاً اگرچہ خصمین کے سوا اور کسی سے کرے اسواسطے کہ خوش طبعی سے مہابت اور رعب نہین رہتا ولا یلقنہ حجتہ وعن الثانی لا بأس بہ عینی اور قاضی کسی مدعی یا مدعی علیہ کو حجت نہ سکھاوے اور ابو یوسف سے روایت ایک یہ بھی ہے کہ تلقین حجت مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی العینی ہم تلقین حجت اسواسطے جائز نہین کہ اسمین تہمت ہے اور دوسرے کی دل شکنی ہے ولا یلقن الشاہد شہادتہ واستحسنہ ابو یوسف فیما لا یستفید بہ زیادۃ علم اور قاضی شاہد کو تلقین شہادت نہ کرے اور تلقین شہادت کو ابو یوسف نے پسند کیا ہے جب تلقین مین شاہد کو زیادہ دانست حاصل نہو ہم ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت و ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہین کہ قاضی اسکی اسطرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو اسطرح جیسے کہ مدعی پندرہ سو کا دعوی کرے اور مدعی علیہ پانسو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کر دیے ہون اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو پہونچانے کے قول سے اپنی شہادت کو دعوی مدعی کے موافق کر لے اسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہین جیسے تلقین احد الخصمین جائز نہین ہم ذخیرہ و مبسوط مین ہے کہ طرفین کا قول عزیمت ہے اور قول ابو یوسف رخصت ہے اسواسطے کہ جب ابو یوسف مبتلا بالقضا ہوئے اور دیکھا کہ ہیبت مجلس قضا سے شاہد اداے شہادت سے عاجز ہو جاتا ہے تو کہا کہ اگر ہم اسکا تلقین کرین تو حق ضایع ہو جاوے کذا فی الفتح والفتوی علی قولہ فیما یتعلق بالقضاء لزیادۃ تجربتہ بزازیہ اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے متعلقات قضا مین ابو یوسف کے زیادہ تجربہ ہونے کے سبب سے ہم اور قنیہ مین بھی بزازیہ کے موافق فتوی بقول ابو یوسف لکہا ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ فتوی بقول ابو یوسف قضا مین اغلبی ہے یعنی اکثری ہے کلی نہین وفی الولوالجیۃ حکی ان ابا یوسف فی مرض موتہ قال اللہم انک تعلم انی لم امل الی احد الخصمین حتی بالقلب الا فی خصومۃ نصرانی مع الرشید لم اسو بینہما وقضیت علی الرشید ثم بکی انتہی قلت مفادہ ان القاضی یقضی فی مرض موتہ وفی الملتقط ویقضی لمن دونہ وعلیہ [illegible] اور ولوالجیہ مین حکایت ہے کہ ابو یوسف نے اپنی موت کے وقت کہا الہی تو جانتا ہے کہ مین نے میلان نہین کیا یعنی مین نے کبھی احد الخصمین کیطرف یہانتک کہ دل سے بھی مگر ایک نصرانی کی خصومت مین جو ہارون رشید کے ساتھ مین نے دونون کو برابر نہین کیا یعنی مجلس مین اور حکم کیا مین نے ہارون رشید پر یعنی اسکو ہرایا اور نصرانی کو جتایا پھر ابو یوسف رونے انتہی مین کہتا ہون اس حکایت کے مضمون سے معلوم ہوا کہ قاضی کا حکم جاری ہے اس بادشاہ پر جسنے اسکو قاضی مقرر کیا اور ملتقط اور بحر مین ہے اور قاضی کا حکم صحیح ہے اس سلطان کے نفع اور ضرر مین جسنے اسکو قاضی کیا اور اسکا ذکر آگے آویگا **فروع** مسائل متعلقہ شارح کے قال البدائع من جملۃ ادب القاضی انہ لا یکلم احد الخصمین بلسان لا یعرفہ الآخر بدائع مین ہے کہ منجملہ ادب قاضی یہ ہے کہ قاضی کلام نہ کرے احد الخصمین سے ایسی زبان مین جسکو دوسرا نہین جانتا یعنی اسواسطے کہ یہ منجر بکلام مخفی کے ہے وفی التاتارخانیۃ والاحوط ان یقول للخصمین احکم بینکما حتی اذا کان فی التقلید خلل یصیر حکما بتحکیمہما اور تاتارخانیہ مین ہے اور زیادہ تر احتیاط یہ ہے کہ قاضی مدعی اور مدعی علیہ سے کہے کہ تمہارے مابین مین حکم کرون تو اگر قاضی کی تقلید قضا مین کچھ خلل ہوگا تو قاضی حکم اور پنچ ہو جاویگا دونون کی تحکیم سے ہم یعنی قاضی حکم کرنیکی دونون سے اجازت چاہے جب وہ کہین کہ حکم کیجیے تب حکم کرے فائدہ اسکا یہ ہے کہ اگر تقلید قضا مین کچھ خلل ہو مثلاً رشوت دیکر عہدہ قضا لیا ہو تو بطور پنچایت کے فیصلہ صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وقضی بحق فامرہ السلطان بالاستیناف بمحضر من العلماء لم یلزمہ بزازیہ قاضی نے فیصلہ واجبی کیا پھر بادشاہ نے اسکو حکم کیا کہ پھر سرنو سے علما کے سامنے فیصلہ کرے یعنی دعوی اور گواہی سنکر تو قاضی پر استیناف لازم نہین کذا فی البزازیہ ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین بزازیہ سے یون منقول ہے کہ قاضی پر یہ فرض نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ استیناف جائز ہے طلب المقضی علیہ نسخۃ السجل من القاضی لیعرضہ علی العلماء

ھو صحیح کام لاقامتہ الزمہ القاضی بذلک جواہر الفتاوی ــــ جو بار اُسنے نسخہ سجل کا مانگا اُس سے جو چیتا تا سجل کو علماء کے سامنے کرے کہ وہ صحیح ہے یا نہیں سو نسخہ دیا تو قاضی اُسپر اسکا دینا لازم کردے یعنی دلادے کذا فی جواہر الفتاوی و فی الفتح حتی امکن اقامۃ الحق بلا ایغار صدور کان اولی اور فتح القدیر میں ہے کہ جب اقامت حق بلا کینہ اندازی قلوب ممکن ہو تو بہتر ہے ھ طریقہ اسکا مبسوط میں یون ذکر ہے کہ جو شخص بار ہا اُس سے قاضی عذر کرے اور وجہ حکم اُس سے بیان کرے اور کہے کہ تیری حجت مینے اسطرح دریافت کی لیکن حکم شرع اسیطرح تھا اسکے سوا نہیں ہو سکتا تھا یہ اعتذار اسواسطے ہے کہ وہ لوگون سے شکایت نہ کرے اور قاضی کو ظالم نہ بنانے اور لوگ اُسکی نسبت سنکر بدگمان نہوں کذا فی الطحطاوی فی المقضا وھل یقبل قصص الخصوم ان جلس للقضاء لا و لا اخذھا و لا یاخذ بما فیھا الا اذا اقر بلفظ صریح اور قاضی اہل مقدمات کی حکایات قبول کرے یا نہ کرے جواب اسکا یہ ہے کہ اگر قاضی فیصلہ کیواسطے بیٹھ چکا ہو تو قبول نہ کرے اور اگر ہنوز نہیں بیٹھا تو قبول کرے اور حکایات میں کوئی بات پکڑے مگر اُس بات کو البتہ پکڑے جسکو اُسنے بلفظ صریح اقرار کیا ہم حکایات سے وہ حکایات مراد ہیں جو دعوی سے متعلق ہیں چنانچہ مضارب یون لکھا کہ میں مال مضاربت کو شہر لے گیا اور فلانے شہر میں اُسکو بیچا اور اُس سے اجناس کو خرید کیا اور مانند اسکے اور وہ حکایات مراد نہیں جو متعلقات دعوی سے نہیں مجلس حکم میں سماع حکایات اسواسطے نہیں کہ مجلس سماع دعوی اور بینات اور اقرار اور حکم کیواسطے ہے اسطرح پر کہ مدعی کہے کہ اسکے پاس میرا مال مضاربت تھا سو یہ سفر میں لے گیا اور اُسنے وہان نگہبانی نہ کی سو مال ضائع ہو گیا اب میں اس سے تاوان چاہتا ہون تو مدعی علیہ جواب میں کہے کہ ہان یا اُسکا انکار کرے اور اقرار بلفظ صریح اسطرح کہ مضارب کہے کہ مینے مال مضاربت سمندر کے کنارے پر لا رکھا تھا چھوڑا اور میں شہر میں حمال لانے کیواسطے گیا پھر جو کنارے پر آیا تو مال نہ پایا کذا فی الخلاصہ

فصل فی الحبس یہ فصل ہے حبس کے احکام میں ہے چونکہ حبس منجملہ احکام قضا تھا اور مختص باحکام کثیرہ تھا لہٰذا مصنف نے اُسکو علیحدہ فصل کرکے ذکر کیا حبس مصدر ہے بمعنی منع یعنی روکنا اور بند کرنا پھر موضع الحبس پر اُسکا اطلاق ہوا کذا فی الحموی اہل ہند حبس کو قید خانہ اور بندی خانہ اور جیل خانہ بولتے ہیں وھو مشروع بقولہ تعالی او ینفوا من الارض حبس مشروع ہے حق تعالی کے اس قول سے یا نکالے جاویں زمین سے یعنی قطاع الطریق ہم نفی سے نفی من جمیع الارض مراد نہیں کیونکہ متصور نہیں تو نفی سے حبس مراد ہے وحبس علیہ الصلوۃ والسلام رجلا بالتہمۃ فی المسجد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرد متہم کو مسجد میں محبوس کیا ہے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے زمانے میں اور صدیق و فاروق و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں حبس مسجد میں تھا یا ڈیوڑھی میں یا مانند اسکے قول یہ ہے کہ فاروق نے ایک گھر مکہ معظمہ میں چار ہزار درہم کو خرید کیا اور اُسکو محبس ٹھہرایا واحدث السجن علی رضی اللہ عنہ بناہ من قصب فسماہ نافعا فنقبہ اللصوص فخرجوا منہ ثم بنی غیرہ من مدر وسماہ مخیسا بفتح الیاء وکسرہا موضع التخییس وھو التذلیل اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے قید خانہ ایجاد کیا اور اُسکو بانس سے بنایا اور اُسکا نام نافع رکھا سو اُسمیں [illegible] چوروں نے [illegible] قیدیوں کو نکال لے گئے پھر حضرت مرتضی نے اُسکے سوا اور بنایا مٹی کے ڈھیلوں سے اور اُسکا نام مخیس بفتح یا رکھا اور کسرہ یا بھی جائز ہے مخیس موضع تخییس یعنی ذلیل کرنے کا مکان ہم مخیس بضم میم و فتح خا و فتح یا مع التشدید اسم ظرف ہے یعنی محل تذلیل اور بکسر یا اسم فاعل ہے یعنی ذلیل کرنے والا وفیہ یقول علی رضی اللہ عنہ **شعر** الا ترانی کیسا مکیسا بنیت بعد نافع مخیسا حصنا حصینا و امینا کیسا اور اسی میں علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا تو مجھکو نہیں جانتا عاقل خبر کا عاقل بنانے والا میں نے بعد نافع کے مخیس بنایا مکان مضبوط و اسیر دار و خانہ امانت دار عاقل ٹھہرایا ہم خلاصہ یہ ہے کہ حبس کتاب اور سنت اور خلفاء راشدین کے فعل سے ثابت ہے اور اُسکے جواز پر اجماع امت قائم ہے کذا فی العینی صفتہ ان یکون بموضع لیس فیہ فراش ولا وطاء ولا یدخل فیہ صفت قید خانہ یہ ہے کہ ایسا مکان ہے جہان فرش اور سو رہنے کا بچھونا نہو تا محبوس کو تکلیف ہو تو دین ادا کرے ہم بہتر یہ تھا کہ مصنف ان یکون موضع کہتا بجہت بار جارہ اور وطاء بوزن کتاب و سحاب بخلاف غطا ہے چنانچہ قاموس میں ہے تو معلوم ہوا کہ فراش اور وطاء ایک ہی چیز ہے اور بعضون نے لکھا کہ وطاء وہ فرش ہے جو سونے کیواسطے مہیا ہو تو اب عطف خاص کا عام پر ہوگا کذا فی الطحطاوی و مفادہ انہ لو جعل بہ منع منہ اور مفاد تعلیل یہ ہے کہ اگر محبوس کیواسطے بچھونا لایا جاوے تو منع کیا جاوے [illegible] یدخل علیہ للاستیناس الا اقاربہ و جیرانہ لاحتیاجہ للمشاورۃ اور کوئی قادر نہ کیا جاوے اُسکے پاس جانے پر جی لگانے کیواسطے مگر اُسکے قرابتی اور

اور نہ دی جانے پاوے بشرے کی انتہا ہے کے سبب سے مرعی سواسطے کہ اُنکے شور سے حصول مقصود متصور ہے یعنی ادائے دین ولا یمکنون عندہ طویلا ومفادہ ان الزوجۃ لا تحبس معہ وہو الی الحبس دکھو او الاقالیہ بہت سے اُسکے نزدیک زیادہ منظور ہیں وزعما وعدم طول المکث اقرب ہی ہے کہ محبوس کی زوجہ اُسکے ساتھ قید نہیں کیجاوے اگر قید کیا جانے والی وہی ہو اور یہ قول ظاہر ہو مضر وجاقر ایسے جیران بین باخوان نہیں تو افادہ مذکور کیمان جاضحل ہوا اور یہ خلل پیدا ہو النہر الفائق کی صدر عبارت کے خلاف کرنے نہر الفائق میں مذکور ہے کہ جب محبوس جماع کا محتاج ہو تو اسکی زوجہ یا لونڈی اُسکے پاس جانے اگر وہاں اُسکا امکان ہو اور اسمین دلیل یہ ہے کہ زوجہ اُسکی قید نہ کی جاوے اُسکے ساتھ اگرچہ وہ حابسہ ہو اُسکی اور یہ ظاہر ہو انتہی لیکن اسمین بھی یہ خلل ہے کہ حابسہ ہونے کی تقیید ما تقدم سے مستفاد نہیں بلکہ عدم حبس زوجہ مطلقاً ثابت ہوتا ہے بحر الرائق میں ہے کہ اگر زوجہ پر احتمال فساد ہو تو متاخرین کے نزدیک زوجہ کے ساتھ قید کیجائے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقی یمکن من وطی جاریتہ لو فیہ خلوۃ اور ملتقی میں ہے کہ محبوس کو قدرت دیجاوے اُسکی لونڈی کی قربت پر اگر محبس میں خلوت ہو ولا یخرج لجمعۃ ولا لجماعۃ ولا لحج فرض فغیرہ اولی اور محبوس نہ نکلے نماز جمعہ اور نہ جماعت پنجگانہ اور نہ فرض حج کیواسطے تو غیر فرض یعنی حج واجب و حج نفل کیواسطے بطریق اولی نہ نکلے ولا لحضور جنازۃ ولو کان بکفیل زیلعی وفی الخلاصۃ یخرج بکفیل لجنازۃ اصولہ وفروعہ لا غیرہم وعلیہ الفتوی اور نہ نکلے جنازہ پر حاضر ہونے کیواسطے اگرچہ بطریق ضامن نکلے کذا فی شرح الزیلعی اور خلاصہ میں ہو کہ ضامن دیکر نکلے اپنے اصول و فروع کے جنازے کیواسطے نہ سوائے انکے اور اسی پر فتوی ہے ولو مرض مرضا اضناہ ولم یجد من یخدمہ یخرج بکفیل والا لا بہ یفتی اور اگر بیماری اُسکی سخت ہو اور قریب الہلاک کے دیا اور نہیں پاتا کسیکو جو اُسکی خدمت کرے تو ضامن دیکر نکلے اور اگر ایسا نہ ہو یعنی سخت بیمار نہو یا وہاں کوئی خدمت کرنے والا ہو یا ضامن نہ دے تو نہ نکلے اسی پر فتوی ہے ولا یخرج لمعالجۃ وکسب بل لا یکتسب فیہ ولو لہ دیون خرج لیخاصم ثم یحبس خانیہ اور نہ نکلے علاج اور کمائی کیواسطے بلکہ حبس میں بھی کسب کیے اور اگر محبوس کے لوگون پر دیون ہون تو خصومت کیواسطے قاضی کے پاس جاوے پھر قید کیا جاوے کذا فی الخانیہ ولا یضرب المحبوس الا فی ثلث اذا امتنع عن کفارۃ الظہار والانفاق علی قریبہ والقسم بین نسائہ بعد وعظہ والضابط ما یفوت بالتاخیر لا الی خلف اشباہ اور محبوس مارا نہ جاوے مگر تین صورت میں ایک یہ کہ کفارہ ظہار ادا نہ کرے یعنی باوجود قدرت دوسرے یہ کہ اپنے قرابتدار محتاج پر مال خرچ نہ کرے تیسرے یہ کہ اپنی زوجات کے درمیان باری کرنے سے نصیحت کرنے اور سمجھانے کے بعد اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو حق کہ فوت ہو جاوے تاخیر سے اور کوئی چیز اُسکے قائم مقام نہو سکے اُسکے ترک میں ضرب ہے کذا فی الاشباہ مصنف ضرب ہوا سطے ہوئی کہ تاخیر کفارہ میں ضرر کا ضرر ہو اور زیادتی حبس میں جواب ارکان ضرر ہے کیونکہ اُسکا نفقہ ساقط ہو گا مدت گذر جانے سے اور اسیطرح فرمایا حبس میں نوع جماعت کا فوت حق ہے قلت وزاد فی الوہبانیۃ ستعود وان فر یضرب بدون قید شاذ بابہ ولطین باب الحبس فی الحنت نذکرہ میں کہتا ہوں اور مسائل ثلاثہ مذکورہ پر وہبانیہ میں زیادہ کیا جاوے جو وہبانیہ میں ہے یعنی اور اگر محبوس بھاگے تو اُسکے پیٹنے کیواسطے مارا جاوے بدون بیڑی ڈالنے کے اور دروازہ محبس کو مٹی سے بند کرنا شرح میں کو پہر ضرر یعنی اگر محبوس کش ہو اور اداکرنا ہو تو دروازہ چھوڑ دیا جاوے اور ایک سوراخ اسمین رکھا جاوے جس سے روٹی پانی اُسکو دیا جاوے اور دوسرا قول ہے کہ اسمین قاضی کی رائے او وغل ہو جیسا مناسب سمجھے کرے کذا فی الطحطاوی ولا یغل الا اذا خاف فرارہ فیقید ویحول الی سجن اللصوص ہل یطین الباب الرای فیہ للقاضی بزازیہ اور محبوس کے گلے میں طوق ڈالا جاوے مگر جبکہ اُسکے بھاگ جانے کا خوف ہو تو بیڑیاں ڈالی جاویں اور اُس محبس میں بدل دیا جاوے تو چورون کیواسطے مخصوص ہو اور کیا دروازہ مٹی سے بند کیا جاوے اسمین قاضی کا اختیار ہے جیسا مناسب سمجھے کرے کذا فی البزازیہ ولا یجرد اور نہ محبوس ننگا کیا جاوے کپڑے اتار کر ولا یؤاجر وعن الثانی یؤجر لقضاء دینہ اور نہ محبوس سے محنت مزدوری کرائی جاوے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مزدوری کرائی جاوے اُسکے ادائے دین کیواسطے ولا یقام بین یدی صاحب الحق اہانۃ اور محبوس صاحب حق کے آگے کھڑا کیا جاوے اُسکی ذلت کیواسطے ولو کان ببلدۃ لا قاضی فیہا لازمہ لیلا ونہارا حتی یاخذ حقہ جواہر الفتاوی اور اگر صاحب حق اُس شہر میں ہو جہان قاضی نہیں تو مدیون کے ساتھ رہے رات اور دن یہان تک کہ اپنا حق پاجاوے کذا فی جواہر الفتاوی ہم صاحب حق کو ملازمت میں اختیار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ مدیون کو کسب کرنے دے یا گھر میں جانے دے اور اسیکی طرف اشارہ حدیث شریف میں ہے کہ لصاحب الحق الید واللسان یعنی ید سے ملازمت

مراد ہے اور زبان سے سخت تقاضا کرنا اور منع کسب اور دخول بیت حکومت سے متعلق ہے بخلاف قاضی کے اسکو منع اور حبس کی ولایت ثابت ہے کذا فی الفتح وتعیین مکانہ
ای مکان الحبس عند عدم ارادة صاحب الحق للقاضی اور تعیین مکان حبس قاضی کے اختیار میں ہے جبکہ صاحب حق نے تعیین مکان کا ارادہ نہ کیا ہو الا اذا طلب المدعی مکانا
آخر فیجیبه لذلك قنیه مگر جبکہ مدعی دوسرے مکان کی درخواست کرے تو قاضی اسکو مان لے فی القنیه و افتی المصنف تبعا للقاری الہدایة بان العبرة
فیه لصاحب الحق لا للقاضی انتہی اور مصنف نے فتوی دیا قاری ہدایہ کے تابع ہو کر اسمیں یعنی تعیین مکان میں صاحب حق کا اعتبار ہے نہ قاضی کا انتہی و فی النہر ینبغی ان لا یجاب لو طلب حبسه
فی مکان اللصوص ونحوه اور نہر الفائق میں ہے لائق یہ ہے کہ قبول نہ کیا جائے اگر مدعی نے محبوس کرنا مدعی علیہ کا چوروں کے مکان یا مانند اسکے اور سخت مکان میں طلب کیا
ہو **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح فی البحر عن المحیط ویجعل للنساء سجن علی حدة نفیا للفتنة بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے اور عورتوں کیواسطے علیحدہ مردوں سے
محبس بنایا جائے فتنہ دفع کرنے کیواسطے واذا ثبت الحق للمدعی ولو دانقا وهو سدس درهم ببینة حبسه بطلب المدعی لظهور مطله بانکاره اور جبکہ
مدعی کا حق ثابت ہو گیا گواہی سے اگرچہ اسکا حق بقدر ایک دانگ کے ہو اور دانگ چھٹا حصہ ہے درم کا تو قاضی اسکو جلد قید کرے مدعی کی درخواست سے بسبب
ظاہر ہو جانے نادہندگی کے مدعی علیہ کی انکار سے هم درم ہوتا ہے سترہ رتی اور خمس رتی چاندی کا تو دانگ کچھ کم تین رتی چاندی کی ٹھہری طحطاوی نے کہا ہے
مدعی کی قید اسواسطے لگائی کہ بدون اسکی طلب کے قاضی کو حبس کرنا جائز نہیں یہ تصریح کے قول پر ہے لا ان ثبت ببینة بل باقراره لم یعجل حبسه بل یامره بالاداء فان
ابی حبسه اور اگر مدعی کا حق گواہی سے نہ ثابت ہو بلکہ مدعی علیہ کے اقرار سے ثابت ہو تو قاضی اسکے حبس میں جلدی نہ کرے بلکہ اسکو ادا کرنے کا حکم کرے سو اگر وہ نہ مانے
تو اسکو قید کرے هم جبکہ اقرار سے ثابت ہو تو اسکی نادہندگی ظاہر نہوئی لہذا اسکے حبس میں شتابی نہ کرے اور ادائے دین کا اسوقت امر کرے جبکہ اسکے ادائے دین پر قادر
ہو اسطرح پر کہ مدعی علیہ نے دوسرے پر دعوی کیا اور اس دعوی کو گواہی سے ثابت کیا اور روپیہ اسکے پاس نکلا تو قاضی اسکو لے اور ادائے دین کرے کذا فی
النہر وعکس السرخسی اور اسکے بالعکس کہا سرخسی نے اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو حبس میں شتابی نہ کرے اور اقرار میں جلد حبس کرے اسواسطے کہ مدعی علیہ کہہ سکتا ہے کہ قبل
گواہی کے مجھکو اسکا دین معلوم نہ تھا مگر اب معلوم ہوا سو میں ادا کرونگا اور یہ احتمال اقرار میں نہیں ہو سکتا کذا فی الحلبی وسوی بینهما فی الکنز والدرر والملتقی اور کنز
و درر میں ثبوت گواہی اور اقرار میں برابری کی ہے اور ملتقی نے اسکو پسند کیا ہے هم یعنی گواہی و اقرار دونوں میں حبس کی تعجیل کرے اسواسطے کہ ایفاء دین میں اصل ہے تو حبس میں
شتابی نہ کرے تا وقتیکہ اسکی نادہندگی بعد امر اور مطالبہ کے نہ ظاہر ہو کذا فی الحلبی والاول اختاره الهدایة والوقایة والمجمع قال فی البحر وهو المذهب عندنا انتہی
اور قول اول یعنی متن کا قول ہدایہ اور وقایہ اور مجمع کا مختار ہے بحر الرائق میں کہا کہ یہی مذہب قوی ہے ہمارے نزدیک انتہی کلامہ قلت وفی المنیة لو ثبت ببینة حبس
فی اول مرة بلا خلاف وبالاقرار فی الثانیة والثالثة دون الاولی فلیکن التوفیق میں کہتا ہوں وفی منیة المفتی میں ہے کہ اگر حق گواہی سے ثابت ہو تو اول بار کے انکار پر
محبوس کیا جائے اور اگر حق ثابت ہو اقرار سے تو دوسری بار یا تیسری بار کے انکار میں قید کرے نہ اول بار کے انکار میں تو اقوال ثلثہ مذکورہ میں اتفاق ہو جانا چاہیے
هم یہ توفیق منیہ کے قول میں ظاہر نہیں ہے اور سرخسی کے قول میں سو اسواسطے کہ اسکے نزدیک حبس مقر میں شتابی ہے اور منکر میں نہیں کہہ سکتے کہ حبس مقر میں تعجیل ہے
دوسری یا تیسری مرتبہ پر یا حبس منکر میں تعجیل ہے اول بار اور ظاہر یہ قول رابع ہے اور ماتن اور شارح نے منکر کا حکم مذکور نہ کیا بحر الرائق میں مفلسی مذکور ہے کہ جب حق ثابت ہو چکے
اور مطلوب تسلیم میں تاخیر کرے اور طالب اسکے حق کا طالب ہو تو قاضی اسکے حبس کا حکم دے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحبس المدیون فی کل دین هو بدل
مال او ملتزم بعقد کثمن مبیع ومنفعة مثل الثمن لو منفعة کالاجرة والقرض ولو ذمیا والمهر المعجل وما لزمه بکفالة ولو بالدرک او کفیل
الکفیل وان کثروا لانه التزمه بعقد کالمهر وهذا هو المعتمد خلافا لفتاوی قاضیخان [illegible] والشرح علی انه لا یحبس
فلیحفظ اور حبس کیا جائے مدیون ہر ایک اسی دین میں جو عوض ہے مال کا یا لازم کیا ہے عقد سے کذا فی الدرر والبحر والملتقی مانند ثمن مبیع کے اگرچہ ثمن مبیع
منفعت ہو جیسے اجرت اور مانند قرض کے اگرچہ ذمی کا قرض ہو مسلم پر اور مانند مہر معجل کے اور جو دین اسکو لازم ہے کفالت سے اگرچہ کفالت بالدرک یا اسکا کفیل

ضامن ہو اگرچہ ضامن کثیرت ہوں کذا فی البزازیۃ اسواسطے کہ ضامن نے دین کو اپنے اوپر لازم کر لیا بسبب عقد کفالت کے مانند مہر کے اور یعنی ثمن اور قرض اور مہر معجل اور دین کفالت میں محبوس ہونا بلا تصدیق دعوی محتاجی قول معتمد ہے برخلاف فتوی قاضی خان کے بسبب مقدم ہونے متون اور شروح کے فتاوی پر کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم قاضی خان نے کہا کہ بصورت دعوی افلاس محبوس نہیں مگر ثمن اور قرض میں اور مہر معجل اور دین کفالت میں حبس نہیں اظہار مفلسی میں لیکن یہ فتوی متون اور شروح مذہب کے مخالف ہے لہذا معتمد نہیں اشیاء مذکورہ میں حبس کرنے کی وجہ باوجود دعوی افلاس یہ ہے کہ جب مال اسکے ہاتھ میں آیا یعنی مبیع اور قرض تو ادا سے دین پر قدرت ثابت ہوئی اور جو دین کہ بعقد التزام کیا مانند مہر اور کفالت کے انمیں بھی قدرت ایفا ثابت ہے کیونکہ قبول مہر اور کفالت پیش قدمی کرنا دلیل ہے قدرت ایفا پر تو محبوس ہوگا اور اسکا یہ قول کہ میں محتاج ہوں صحیح نہوگا کیونکہ یہ قول مناقض کے مانند ہے بسبب وجود دلیل کشادہ دستی الحاصل اس علت میں حال غالب کو معتبر رکھا والا اشیاء مذکورہ کو باوجود افلاس بھی کرتے ہیں کیونکہ مناط احکام غالب پر ہے نادر پر کذا فی الطحطاوی وعد فی الاختیار بدل الخلع ہنا خطأ فتنبہ یعنی اختیار شرح میں مختار بدل خلع کو یہاں شمار کرنا خطا ہے سو آگاہ رہنا ہم بدل خلع کو یہاں شمار کرنا یعنی جہاں حبس لازم ہے باوجود دعوی محتاجی وزاد القلانسی انہ یحبس ایضا فی کل عین یقدر علی تسلیمہا کالعین المغصوبۃ اور قلانسی نے اشیاء اربعہ مذکورہ پر یہ بھی زیادہ کیا ہے کہ مدعی علیہ حبس کیا جاوے ہر ایک اس عین میں جسکی تسلیم پر وہ قدرت رکھتا ہے چنانچہ غصب کی ہوئی چیز لا یحبس فی غیرہ ای غیر ما ذکر وہو تسع صور بدل خلع ومغصوب ومتلف ودم عمد وعتق حظ شریک وارش جنایۃ ونفقۃ قریب ونفقۃ زوجۃ ومہر مؤجل حبس کیا جاوے اسکے غیر میں یعنی اشیاء اربعہ مذکورہ کے غیر میں اور اسکی نو صورتیں ہیں ۱ بدل خلع ۲ بدل مغصوب ۳ متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اسکا بدل ۴ دم عمد کا بدل ۵ شریک کا حصہ آزاد کر دینا ۶ جنایت کی دیت ۷ نفقہ قرابت ۸ نفقہ زوجہ ۹ مہر مؤجل قلت ظاہرہ ولو بعد طلاق میں کہتا ہوں و ظاہر الطلاق مہر مؤجل کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسمیں حبس نہیں طلاق کے بعد بھی یعنی اگرچہ مہر مؤجل طلاق سے معجل ہو گیا تو بھی حبس نہیں وفی نفقات البزازیۃ یثبت الیسار بالاخبار ہنا بخلاف سائر الدیون اور بزازیہ کے نفقات میں ہے کہ کشادہ دستی خبر دینے سے ثابت ہوتی ہے یہاں یعنی نفقات میں بخلاف باقی دیون کے کہ وہاں فقط اخبار سے ثابت نہیں ہوتی لکن افتی ابن نجیم بان القول لہ بیمینہ مالم یثبت غناہ فراجعہ لیکن ابن نجیم نے فتوی دیا ہے کہ تنگدستی میں منفق کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے تا وقتیکہ اسکی تونگری ثابت نہو تو اسکی طرف مراجعت کرو ہم مدار استدراک اسپر ہے کہ تعبیر ثبوت سے متبادر یہ ہے کہ کشادہ دستی شہادت سے ثابت ہونا اخبار سے اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ دین نفقہ میں ثبوت اخبار سے ہوتا ہے اور اسکے غیر میں شہادت سے کیونکہ اسکی عبارت میں تعیین نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فقال المدیون لیس لی مال او قال الدائن انہ ثمن متاع فالقول للمدیون مالم یبرہن رب الدین طرسوسی بحثا واقرہ فی النہر اور اگر دونوں میں اختلاف ہوا اور مدیون کہتا ہو کہ مجھکو دین کا مال نہیں ہے اور دائن کہتا ہو کہ وہ ثمن ہے متاع کا تو قول مدیون کا معتبر ہے تاوقتیکہ صاحب دین گواہی سے ثابت نہ کرے چنانچہ اسکو طرسوسی نے بطریق بحث کے بیان کیا ہے اور نہر الفائق میں اسکو ثابت رکھا ہے ہم مدیون محبوس نہوگا اگر مدعی فقیر ہو فرع مسئلہ مستقلہ لا یحبس فی دین مؤجل وکذا لا یمنع من سفر قبل حلول الاجل وان بعد ولہ السفر معہ فاذا حل منعہ منہ حتی یوفیہ بدائع وقدمناہ فی الکفالۃ مدیون محبوس نہوگا دین مؤجل میں اور اسیطرح سفر جانے سے ممنوع نہیں ہو سکتا قبل آنے مدت دین کے اگرچہ سفر بعید ہو اور صاحب دین کو اختیار ہے کہ اسکے ساتھ سفر کرے پھر جب مدت دین ہو چکے تو اسکو سفر سے روکے تا ایفاء دین کذا فی البدائع اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہیں کتاب الکفالۃ میں ان ادعی المدیون الفقر اذ الاصل العسرۃ اشیاء اربعہ کے غیر میں محبوس نہوگا اگر مدعی اپنے افلاس اور فقر کا دعوی کرے اس لیے کہ اصل تنگدستی ہے ہم یعنی تنخیص ہے کہ حق میں عسرت اصل ہے اسواسطے کہ ہر آدمی معدوم المال پیدا ہوا کذا فی الفتح اور مدعی امر عارض کا دعوی کرتا ہے یعنی مالداری کا تو بدون شہادت اسکا دعوی مقبول نہوگا کذا فی البحر الا ان یبرہن غریمہ علی غناہ ای قدرتہ علی الوفاء ولو باقتراض وبتقاضا غریمہ مگر یہ کہ اسکا صاحب دین اسکی مالداری اور تونگری گواہی سے ثابت کرے یعنی مدیون کا قادر ہونا ادائے دین پر ثابت کرے اگرچہ قدرت قرض لینے یا اپنے مدیون سے تقاضا کرنے سے

حاصل یہ ہے م شارح نے غنا کو بقدرت علی الوفاء سواسطے تعبیر کیا تا معلوم ہو کہ غنا سے غنائی زکوۃ مراد نہیں ہے اگر مدیون کو قرض دینے والا ملے اور وہ قرض دے تو وہ ظالم ہوگا کیونکہ حدیث مطل الغنی ظلم ہی اور اسکا ظلم ثابت ہو چکا جو غرض ہے اور اگر قاضی مدیون کی عسرت جانے لیکن اسکا مال دوسرے پر ہو تو اس سے تقاضا کرے تو اگر مدیون کا مدیون وعدہ سے محبوس ہو تو مدیون محبوس نہ ہوگا اور اگر مدیون اپنے مدیون سے تقاضا نہ کرے تو محبوس ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی فیحبس حینئذ بما رأی ولو یوما هو الصحیح تو قاضی حبس کرے اسوقت میں جسقدر مدت کہ اسکی راے میں آوے اگرچہ ایک ہی دن حبس کرے یہی قول صحیح ہے م یعنی جب گواہی سے کشادہ دستی ثابت ہو تو مدت حبس قاضی کی راے پر مفوض ہے سو اگر قاضی کا گمان غالب ہے کہ اگر اسکا مال ہوتا تو اتنی مدت کی حبس میں آپ کو خلاص کرواتا تو محبوس سے سوال کرکے چھوڑ دے محمد کی روایت میں حبس دو یا تین مہینے ہیں اور حسن کی روایت میں چار مہینے سے چھ مہینے تک ہے ابن کمال نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تقدیر لازم نہیں اور قاضی کی راے پر مفوض ہے کیونکہ لوگوں کے حال متفاوت ہیں کذا فی النہر بل فی شہادات الملتقط قال ابو حنیفة اذا کان المعسر معروفا بالعسرة لم احبسه وفی الخانیة ولو فقره ظاهرا سأل عنه عاجلا وقبل بینته علی افلاسه وخلی سبیله نہر بلکہ ملتقط کی شہادات میں ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا کہ جب مفلس مشہور بافلاس ہے تو میں اسکو محبوس نہ کروں یعنی اسکے حبس کا حکم نہ کروں گا۔ خانیہ میں ہے کہ اگر اسکی محتاجی ظاہر ہو تو اسکا حال جلد لوگوں سے دریافت کرے اور اسکے افلاس پر گواہی قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی النہر وفی البزازیة قال المدیون تحلفه انه ما یعلمنی معسرا اجابه القاضی فان حلف حبسه بطلبه وان نکل خلاه واقره المصنف وغیرہ اور بزازیہ میں ہے کہ مدیون نے قاضی کہا کہ مدعی کو قسم دیجیے کہ وہ مجکو مفلس نہیں جانتا تو قاضی اسکو قبول کرے پھر اگر مدعی قسم کھائے تو اسکو حبس کرے مدعی کی درخواست سے اور اگر قسم نہ کھائے تو اسکو چھوڑ دے اور اس قول کو مصنف وغیرہ نے ثابت رکھا ہے قلت قدمنا ان الرأی لمن له ملکة الاجتهاد فتنبه میں کہتا ہوں ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اس قاضی کی راے کا اعتبار ہے جسکو قدرت اجتہاد حاصل ہے سو خبردار رہنا یعنی قاضی غیر مجتہد کی راے کا کچھ اعتبار نہیں م حلبی نے کہا کہ شارح اسمین قہستانی کا تابع ہوا ہے میں کہتا ہوں کہ ایسا امر یعنی تقدیر مدت حبس قاضی کے مجتہد ہونے پر موقوف نہیں انتہی ثم بعد حبسه بما یراه لو حاله مشکلا عند القاضی والا عمل بما ظهر کما افاده المصنف پھر مدیون کے حبس کرنے کے بعد بقدر اس مدت کے جو اسکی راے میں آوے اگر اسکا حال مشکل ہو قاضی کے نزدیک یعنی تنگدستی و کشادہ دستی اسکو نہ معلوم ہو سکتی ہو تو لوگوں سے اسکا حال دریافت کرے وہ اگر ظاہر ہو تو موجب ظاہر کے عمل کرے کذا فی البحر و مصنف نے اپنی شرح میں اسپر اعتماد کیا ہے سأل عنه احتیاطا لا وجوبا من جیرانه ویکفی عدل بغیبة الدائن پھر بعد حبس اسکا حال اسکے پڑوسیوں سے پوچھے بنا بر احتیاط کے نہ بنا بر وجوب کے اور کفایت کرتا ہے ایک مرد عادل سے پوچھنا صاحب دین کی غیبت میں یعنی اسکا حضور شرط نہیں م جو اخبار کے لائق امر ہو اسمیں ایک شخص عادل کا قول کافی ہے چنانچہ توکیل و عزل کی خبر میں دو شخصوں سے دریافت کرنا احوط ہے اور کیفیت اخبار یہ ہے کہ مخبر کہے کہ مدیون محبوس کا حال محتاجوں کا سا حال ہے خوراک اور لباس میں اور حال اسکا تنگ ہے اور میں نے اسکا حال ظاہر اور مخفی دریافت کیا ہے کذا فی الطحطاوی واما المستور فان وافق قوله رأی القاضی عمل به والا لا نفع المسائل بحثا اور اگر عدالت یا فسق مخبر مستور اور مخفی ہو تو اگر اسکا قول قاضی کی راے کے موافق ہو تو اسپر عمل کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی نفع المسائل بحثا م بحر الرائق میں ہے کہ فاسق کی خبر تو مقبول نہیں ولا یشترط حضرة الخصم ولا لفظ الشهادة الا اذا تنازعا فی الیسار والاعسار قهستانی اور شرط نہیں اخبار میں حاضر ہونا مدعی کا اور نہ لفظ شہادت مگر جبکہ مدعی و مدعی علیہ تنگدستی و کشادہ دستی میں تنازع کریں کذا فی القہستانی م یعنی اگر مدعی کہتا ہو کہ یہ کشادہ دست ہے اور مدعی علیہ کہتا ہو کہ میں تنگدست ہوں تو اخبار کافی نہیں لفظ شہادت ضرور ہے اور اسیطرح خبر واحد درصورت تنازع مقبول نہیں بلکہ بینہ ضرور ہے قلت لکنها بالاعسار للنفی وهی لیست بحجة فلذا لم یجب السؤال نفع الوسائل فتنبه میں کہتا ہوں لیکن تنگدستی کی گواہی نفی غنا کی گواہی ہے اور نفی کی گواہی حجت نہیں ہے لہذا اسکے حال کا سوال کرنا واجب نہیں کذا فی نفع الوسائل سو خبردار ہو جاؤ م بحر الرائق میں سمعانی سے منقول ہے کہ شہادت نفی پر نہیں کیونکہ اعسار بعد یسار کے امر حادث ہے تو یہ شہادت امر حادث پر ہوئی نہ نفی پر انتہی اور علامہ دوانی نے کہا کہ شہود کہتے ہیں کہ مدعی علیہ ضعیف الحال کثیر العیال ہے اور یہ نفی نہیں یعنی اثبات ہے کذا فی الطحطاوی فان لم یظهر له مال خلاه بلا کفیل الا فی ثلاث مال یتیم و وقف واذا کان الدائن غائبا

پھر اگر محبوس کا مال ظاہر ہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے یہ ضامن لیکر یعنی ضامن لیکر چھوڑ دے تیمیم کے مال میں یا وقف کے مال میں اور جبکہ صاحب دین غائب ہوں مفلس کے چھوڑ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عسرت اسکی قاضی کے نزدیک ظاہر ہو گئی تو وہ مہلت دینے کے لائق ہو گیا بموجب آیت قرآنی کے تو بعد اسکے اسکو قید کرنا ظلم ہے اور رملی وقت کو صاحب بحر نے قیاس کیا ہے تا تیمم اور علماے متاخرین اسکے تابع ہو گئے ہیں اور قیاس میں نظر ہے کذا فی الطحطاوی ثم لا یحبسه ثانیا للاول ولا لغیره حتی یثبت غریمه غناه بزازیه پھر جب یوں افلاس کے سبب حبس سے چھوٹا تو قاضی اسکو دوبارہ قید نہ کرے اول مدعی کے واسطے اور نہ اسکے غیر کے واسطے تا وقتیکہ اسکا صاحب دین اسکی مالداری ثابت نہ کرے کذا فی البزازیہ وفی القنیة برهن المحبوس علی افلاسه فاراد الدین اطلاقه قبل تفلیسه فعلی القاضی القضاء بعجزه لا یعید الدین ثانیا اور قنیہ میں ہے کہ محبوس نے اپنے افلاس پر گواہی گذرانی سو پس قبل اسکے چھوڑا دینا چاہا قبل اسکے کہ قاضی اسکی مفلسی پر حکم کرے تو قاضی پر لازم ہے اسکی مفلسی پر حکم کر دینا تا صاحب دین اسکو دوسری بار قید نہ کرا دے هم شارح نے یہاں ایک جملہ فقہیہ کا حذف کر دیا اور حالانکہ وہ ضرور ہے یعنی صاحب دین قبل تفلیس اسکا اطلاق چاہے اور محبوس نکلے بدون افلاس کے حکم کے تب قاضی پر حکم با افلاس لازم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر ونحوه

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا احضر المحبوس لدینه غائب بیریه لطول حبسه ان علمه وقدره اخذه او کفیلا وخلاه خانیه محبوس نے دین حاضر کیا اور صاحب دین غائب تھے پس مطلوب حبس کا ارادہ کرے اگر قاضی دین کو اور دین کی مقدار کو جانتا ہو تو اسکو لے یا مدیون سے ضامن لے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی الخانیہ هم ضامن لے یعنی بال ضامن یا حاضر ضامن لے کذا فی البحر عن الخانیه وفی الاشباه لا یجوز اطلاق المحبوس الا برضی خصمه الا اذا ثبت اعساره او احضر الدین للقاضی فی غیبة خصمه اور اشباہ میں ہے کہ چھوڑنا محبوس کا جائز نہیں مگر اسکے مدعی کی رضامندی سے مگر جبکہ اسکا افلاس ثابت ہو یا مدیون دین حاضر کرے تو قاضی کو اسکا چھوڑ دینا مدعی کی غیبت میں جائز ہے هم شارح نے ایک قاضی کی قید مقدار دین جانتا ہو اگرچہ مدعی اپنی غیبت سے تطویل حبس کا قاصد ہو اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا فائدہ تعمیم ہے چنانچہ مصنف نے اسکی طرف اشارہ کر دیا کذا فی الطحطاوی ولو قال ابیع عرضی واقضی دینی اجله القاضی یومین او ثلثة ایام ولا یحبسه لان الثلثة مدة ضربت لابلاء الاعذار اور اگر اسکے محبوس کرنے کا ارادہ ہوا کہ میں اپنا اسباب بیچتا ہوں اور دین ادا کرتا ہوں تو قاضی اسکے واسطے دو یا تین دن کی مدت ٹھہرا دے اور اسکو قید نہ کرے اسواسطے کہ تین دن آزمائش عذرات کیواسطے مدت مقرر ہو گئے ہیں یعنی اتنے عرصے میں ارباب عذرات کا حال معلوم ہو جاتا ہے ولو له عقار یحبسه لیبیعه ویقضی الدین الذی علیه ولو بثمن قلیل بزازیه وسیجیء تمامه فی الحجر اور اگر شخص کو کے زمین یا باغ ہو تو اسکو حبس کرے یعنی اسواسطے کہ تا اسکو بیچے اور وہ دین ادا کرے جو اسپر ہو اگرچہ بیچے ثمن قلیل سے کذا فی البزازیہ اور پورا بیان اسکا آگے آویگا کتاب الحجر میں ولم یمنع غرماءه عنه علی الظاهر اور نہ روکے قرضخواہوں کو اسکے دین والے بنا بر ظاہر روایة هم یہ جملہ متعلق ہے اس قول سے فان لم یظهر له مال خلاه مرتبط ہے یعنی اگر محبوس کا مال ظاہر نہ ہو تو قاضی اسکو چھوڑ دے اور اگر ارباب دیون اسکے ساتھ رہنے کا قصد کریں تو قاضی انکو نہ روکے یہی ظاہر الروایت ہے امام سے خلاف قول صاحبین امام کی دلیل یہ ہے کہ محبوس مفلس کو فرصت ہی تا حصول قدرت ایفا اور حصول قدرت ہر وقت ممکن ہے تو وہ اسکے ساتھ رہیں تاکہ وہ مخفی نہ کر ڈالے کذا فی الطحطاوی فیلازمونه نهارا لا لیلا الا ان یکتسب فیه قوت دین لینے والے مفلس کے ساتھ لگے رہیں دن کو نہ رات کو مگر یہ کہ وہ رات کو کسب کرتا ہو تو رات کو بھی ساتھ رہیں هم اور ملازمت میں بہتر قول وہ ہے جو محمد سے مروی ہے کہ قیام اور قعود میں ملازمت کرے اور اسکو جورو لڑکوں کے پاس جانے سے نہ روکے اور نہ اسکو دونوں وقت کے کھانے سے روکے اور نہ وضو سے اور نہ جائے ضرور کے جانے سے خواہ وہ آپ اسکے ساتھ رہے یا کسی اور کو ملازمت کیواسطے مقرر کرے اور یہ جائز نہیں کہ اسکو دھوپ میں کھڑے یا برف پر یا ایسے مکان میں کہ اسکو اذیت ہو کذا فی الطحطاوی ویستاجر المرأة امرأة تلازمها قنیه اور عورت مدیونہ کیواسطے دوسری عورت نوکر رکھے جو اسکے ساتھ رہے کذا فی القنیہ

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو اختار المطلوب الحبس والطالب الملازمة فهی حجر الهدایة یخیر الطالب الا بضرر اور اگر مطلوب حبس اختیار کرے اور طالب ملازمت تو ہدایہ کی کتاب الحجر میں ہے کہ طالب کو اختیار دیا جاوے مگر ضرر سے یعنی اگر ملازمت میں ضرر ظاہر ہو اسطرح کہ طالب مطلوب کو اسکے گھر میں جانے دے نہ اپنی ضرورت کیواسطے جس تو حبس اچھا ہے کذا فی النهر فلکفله فی البزازیه بکفیل النفس اور بزازیہ میں حاضر ضامن دینے سے اسکو مکلف کیا ہے هم بزازیہ میں ہے کہ اگر اسکی ملازمت میں اسکی

روزی جاتی رہے تو ہمارے زمانہ میں لیکر اسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی ۔ وللطالب ملازمتہ بلا امر قاض ومعنا یجعلہ اور طالب کو اسکی ملازمت کا اختیار رہیگا بدون قاضی کے
حکم کے اگر مطلوب اسکے حق کا مقر ہو ۔ ولا یقبل برہانہ علی افلاسہ قبل حبسہ لقیامہا علی النفی وصححہ عزمی اور مقبول نہیں ہوتے گواہ لانا اپنے
افلاس پر محبوس ہونے سے پہلے بسبب قائم ہونے گواہی کے نفی پر یعنی نفی غنا پر اور عزمی زادہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ہم بتلا دیتے ہیں کہ گواہی نفی پر مقبول نہیں اسواسطے کہ جب
چند مدت تک محبوس رہا تو ظاہر ہو گیا کہ اگر اسکے پاس مال ہوتا تو حبس کی سختی نہ اوٹھاتا اور اس قول کی صاحب بحر نے اور اکثر مشائخ نے بھی تصحیح کی ہے کذا فی الطحطاوی عن
الہدایۃ وصحح غیرہ قبولہا اور غیر عزمی زادہ اور علماء نے قبول شہادت افلاس قبل الحبس کی تصحیح کی ہے اور اسیکا فتوی دیا امام محمد بن الفضل و اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ
و نصیر بن یحیی نے اور یہی قول ہے شافعی و احمد کا کذا فی الطحطاوی ۔ والمعول علیہ رأی القاضی فان علم اعسارہ قبلہا والا فلا نہر فلیحفظ اور اعتماد علیہ
قاضی کی رائے پر ہے سو اگر قاضی اسکا افلاس معلوم کرے تو گواہی قبول کرے ورنہ نہیں کذا فی النہر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وبینۃ یسارہ احق من بینۃ اعسارہ
بالقبول لان الیسار عارض والبینات للاثبات ۔ اور گواہی مالداری مدیون کی احق بالقبول ہے اسکے افلاس کی گواہی سے اسواسطے کہ مالدار ہونا امر عارضی ہے
اور گواہیاں تو اثبات کیواسطے ہیں نہ نفی کیواسطے ہیں یعنی اگر طالب گواہ لاوے مطلوب کی مالداری پر اور مطلوب گواہ لاوے اپنے افلاس پر تو اس صورت میں مالداری کی گواہی
احق بالقبول ہے ۔ فلیحفظ ۔ نعم لو بین سبب اعسارہ و شہدوا بہ فتقدم لاثباتہا امرا عارضا بحر واعتمدہ فی النہر ۔ ہاں اگر مدیون اپنے مفلس
ہو جانے کا سبب بیان کرے اور گواہ اسکی گواہی دیں تو اب افلاس کی گواہی مقدم ہوگی بسبب ثابت کرنے شہادت مذکورہ کے امر عارض کو یعنی یہ گواہی اثبات کی ہوئی
نفی کی کذا فی البحر اور اسی پر نہر الفائق نے اعتماد کیا ۔ وفی القنیۃ ان لم یبینوا مقدار ما ملک قبلت الا لم یمکن فینبغی لا لانہا قامت للمحبوس وہو منکر
والبینۃ متی قامت للمنکر لا تقبل ۔ اور قنیہ میں ہے کہ اگر شہود مالداری کے تعارض کے وقت بیان کریں اوس مقدار کو جسکا مدیون مالک ہے تو گواہی مقبول
ہو گی اور اگر مقدار بیان کریں تو اسکا قبول کرنا ممکن نہیں اسواسطے کہ محبوس کیواسطے گواہی قائم ہوئی ہے اور وہ منکر ہے اور گواہی جب منکر کیواسطے قائم ہو تو مقبول نہیں

وابد حبس الموسر لانہ جزاء الظلم ۔ قلت ویجیء فی الحجر انہ یبیع مالہ لدینہ عندہما وبہ یفتی وحینئذ فلا یتأبد حبسہ فتنبہ ۔ اور محبوس
مالدار کی دائمی کیجائے اسواسطے کہ حبس ہی ظلم کا عوض ہے میں کہتا ہوں کہ کتاب الحجر میں آئیگا کہ مدیون کا مال اسکے دین کیواسطے بیچ لیا جاتا ہے صاحبین کے نزدیک اور اسی کا
فتوی ہے اور اسوقت میں تو اسکا حبس دائمی نہیں ہوتا تو خبردار ہو جاؤ یعنی بموجب قول مفتی بہ مال بیچ کر دین ادا کرکے وہ چھوڑ دیا جائیگا پھر دوام حبس کہاں باقی رہا

ولا یحبس لما مضی من نفقۃ زوجتہ وولدہ اذا ادعی الفقر وان قضی بہا لانہا لیست بدل مال ولا لزمتہ بعقد علی ما مر ولو برہنت
علی یسارہ حبس بطلبہا ۔ اور قید نہ کیا جائیگا زوجہ اور بیٹے کے نفقہ گذشتہ کیواسطے جبکہ وہ اپنی محتاجی کا دعوی کرے اگرچہ قاضی نے نفقہ دینے کا حکم بھی کر دیا ہے
اسواسطے محبوس نہ ہوگا کہ نفقہ بدل مال نہیں اور نہ اسکو لازم ہوا ہے بسبب عقد کے چنانچہ مذکور ہو چکا یہاں تک کہ اگر زوجہ زوج کی مالداری شہادت سے ثابت کر چکی تو اسکی
درخواست سے حبس ہوگا ۔ ھ ملخصا ۔ یہ کہ نفقہ واجبہ مجموعہ میں حبس نہیں ہے بصورت ادعاء فقر مگر اس صورت میں جبکہ زوجہ اسکی مالداری ثابت کرے کذا فی المنح ۔ بل یحبس اذا
برہنت علی یسارہ بطلبہا کما لو ابی ان ینفق علیہما او علی اصولہ وفروعہ فیحبس احیاء لہم بحر ۔ بلکہ زوج محبوس ہوگا جبکہ اسکی مالداری گواہی سے
ثابت کرے عورت کی درخواست سے چنانچہ اگر مرد انکار کرے زوجہ اور ولد پر خرچ کرنے سے یا اپنے اصول و فروع پر خرچ کرنے سے تو حبس کیا جائے ان لوگوں کے جلانے
کیواسطے ۔ قلت وہل یحبس لمحرمہ لو ابی الامر ہو ظاہر تقییدہم لا لکن مر من الاشباہ لا یحبس المحبوس الا فی ثلاث نفقۃ فتامل عند الفتوی
میں کہتا ہوں اور کیا آدمی محبوس ہوتا ہے اپنے محرم کے سبب اگر نفقہ دینے سے انکار کرے میں نے اسکا صریح حکم نہیں دیکھا اور بظاہر تقیید فقہا ہے کہ محبوس نہو یعنی تقیید زوجہ و اولاد
اصول و فروع اسکی مقتضی ہے کہ محرم کے نفقہ نہ دینے سے محبوس نہو لیکن جو روایت اشباہ سے مذکور ہو چکا کہ نہ مارا جائے محبوس کو تین صورتوں میں مقید حبس ہو تو تامل
کیجیو فتوی دینے کیوقت منجملہ صور ثلثہ ایک صورت یہ ہے جبکہ انفاق نہ کرے اپنے قریب پر اور مراد قریب سے غیر اصول و فروع ہیں کیونکہ اصول و فروع اقارب میں

داخل نہیں یا اور اقارب میں کہ جنکا نفقہ واجب نہیں مگر قرابت دار ہیں مرکا طحطاوی نے کہا میں کہتا ہون کہ عدول جائز نہیں قول صریح سے اُس تقیید کیطرف جو ذکر کیے عدد سے بالغ ہو وسیحبس الولی لو بدین الصغیر اور آگے آویگا محبوس ہوگا ولی کا صغیر کے دین سے یعنی جو دین کہ ذمہ صغیر پر مترتب ہو اُسکے ادا کرنے سے ولی سکا سرتابی کرے تو ولی محبوس ہوگا کذا فی المنح عن السراج لا یحبس اصل وان علا فی دین فرعہ بل یقضی القاضی دینہ من عین مالہ او قیمتہ والصحیح عندہما بیع عقارہ کنقولہ بحر فلیحفظ محبوس ہو اصل اگرچہ اونچا ہو یعنی دادا پردادا سردادا اپنے فروع کے دین مین بلکہ قاضی فروع کا دین اصل کے عین مال سے یا اُسکی قیمت سے ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک صحیح بیع اُسکی اراضی کی ہے مانند اُسکے مال منقول کے کذا فی البحر تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حبس اصول اسواسطے جائز نہیں کہ حبس عقوبت ہے اور والد اپنے والد کے سبب سے مستحق عقوبت نہیں ہوتا اسواسطے کہ جب اصل کو اُف کہنا حرام ہوا ہو جب نص قرآنی کے تو حبس اُس سے فوق ہے اور اصل سے مراد وہ ہے جو ماں کو بھی شامل ہو اور اصل کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد محبوس ہوگا اپنے اصل کے دین میں یا ایک قرابت دار دوسرے قرابت دار کے دین مین محبوس ہوگا عین مال اصل سے اُسوقت قضاء دین کرے جبکہ موجود حق ابن کی جنس سے ہو اور قیمت سے اسوقت جبکہ مال موجود اُسکے حق کی جنس سے نہو کذا فی الطحطاوی ولا یستخلف قاضی نائبہ الا اذا فوض الیہ صریحا کول من شئت او دلالۃ کجعلتک قاضی القضاۃ والدلالۃ ہنا اقوی لان فی الصریح المذکور یملک الاستخلاف لا العزل وفی الدلالۃ یملکہما کقولہ ول من شئت واستبدل واستخلف من شئت فان قاضی القضاۃ ہو الذی یتصرف فیہم مطلقا تقلیدا وعزلا اور نہ خلیفہ مقرر کرے قاضی کسی نائب کو مگر اسوقت جبکہ بادشاہ کیطرف سے اُسکو نائب کرنا مفوض ہو گیا ہو صریح چنانچہ سلطان کا یون کہنا قاضی سے کہ ولی کر جسکو تو چاہے یا تفویض باعتبار دلالت کے ہو چنانچہ یون کہنا سلطان کا کہ مین نے تجکو قاضی القضاۃ کیا اور دلالت یہان قوی تر ہے صراحت سے اسواسطے کہ تفویض صریح مذکور مین قاضی نائب کرنیکا مالک ہے نہ معزول کرنے کا اور دلالت مین نائب کرنے اور معزول کرنے دونوں کا مالک ہے چنانچہ سلطان کے اس قول میں کہ ولی کر جسکو تو چاہے اور بدل ڈال اور خلیفہ کر جسکو تو چاہے اسواسطے کہ قاضی القضاۃ وہ شخص ہے جو تصرف کرے قاضیون مین ہر طرح منصوب یا معزول کرنے مین ہم غیر مفوض کو استخلاف مین اختیار نہیں اگرچہ استخلاف بعذر ہو مصنف نے استخلاف کی قید اسواسطے لگائی کہ قاضی کو توکیل و ایصا جائز ہے بلا اذن سلطان بخلاف استخلاف اسواسطے کہ نائب قاضی وہ کرتا ہے جو وکیل و وصی نہیں کر سکتا تو توقع فساد نیابت قضا مین زیادہ ہے اور اگر قاضی نائب کو سماع قضیہ اور شہادت کا امر کرے اور کتاب اقرار کی اجازت نہ دے اور نہ حکم دینے کی تو اُسکے امر کے موافق کرے اور اُسکو حکم دینا جائز نہیں اور بزازیہ مین ہے کہ نائب حکم کرے اُس گواہی پر جو قاضی کے روبرو ہوئی اور قاضی حکم کرے جو نائب کے روبرو گواہی ہوئی کذا فی الطحطاوی بخلاف المامور باقامۃ الجمعۃ فانہ یستخلف بلا تفویض للاذن دلالۃ ابن ملک وغیرہ بخلاف اُس شخص کے جو مامور ہو سلطان کیطرف سے جمعہ کی نماز پڑھانے کیواسطے اسواسطے کہ وہ خلیفہ کر سکتا ہے بدون تفویض کے بسبب اذن کے بنا بر دلالت حال کے کذا فی ابن ملک وغیرہ ہم اسواسطے کہ جمعہ کا ایک وقت معین ہے تو اگر اُسوقت کوئی عارضہ امام جمعہ کو عارض ہو تو جمعہ فوت ہو جائے اور یہ ظاہر ہے کہ انسان نشانہ ہے آفات و بیماری کا تو گویا سلطان نے اُسکو نائب کرنے میں اذن دیا باعتبار دلالت کے اور یہ ممکن نہیں کہ سلطان کا انتظار کیا جائے اسواسطے کہ جمعہ تاخیر عن الوقت کا تحمل نہیں بخلاف تاخیر سماع خصومت تا اذن سلطان کے وہ ممکن ہے اور ظاہر تعلیل جواز استخلاف بلا سبق حدث کو بھی مقتضی ہے چنانچہ خطیب اگر بیمار ہو جائے یا اُسکو کوئی مانع عارض ہو پھر وہ اپنی جگہ دوسرے خطیب کو بلا کر لے سے تو جائز ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے امام جمعہ کو استخلاف اُسوقت جائز ہے جبکہ نائب نے خطبہ سنا ہو اور اگر خطبہ نہ سنا ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ سماع خطبہ شرط افتتاح جمعہ سے ہے بخلاف اُس امام کے جسکا وضو ٹوٹا اور اُسنے اُسکو نائب کیا جو وقت خطبہ حاضر نہ تھا تو وہ جائز ہے اسواسطے کہ مامور یہان بانی ہے نہ مفتتح اور خطبہ شرط افتتاح ہے سو وہ درحق اصل موجود ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح وما ذکرہ منلا خسرو قال فی البحر لا اصل لہ انما ہو فہم فہمہ من بعض العبارات وقدمنا فی الجمعۃ اور جو ملا خسرو نے درر مین ذکر کیا بحر الرائق مین کہا کہ اُسکی کچھ اصل نہیں ہے تو اسکا فہم ہے جو بعض عبارات سے سمجھا ہے اور البتہ گفتگو جمعہ مین مذکور ہو چکی ہے ملا خسرو نے کہا کہ خطیب کو استخلاف ابتداء جائز نہیں بلا اذن انتہی یعنی بلا سبق حدث اور درصورت حدث جائز ہے تو استخلاف فی الصلوۃ کو اُسنے بضرورت جائز کہا اپنی شرح مین

كذا في الطحطاوي ونائب القاضي المفوض اليه الاستنابة فقط لا العزل نائب عن الاصل وهو السلطان وحينئذ فلا يملك القاضي عزله الا بتخيير
تفويض منه للعزل ايضا كوكيل وكل وكذا لا ينعزل ايضا بعزله فلا بموته ولا بموت السلطان بل بعزله له زيلعي وعيني وابن ملك وغيرهم في
الوكالة واعتمده في الدرر والملتقى وفي البزازية وعليه الفتوى وتمامه في الاشباه وفي فتاوى المصنف وهذا هو المعتمد في المذهب لا
ما ذكره ابن الغرس لمخالفته للمذهب۔ اس قاضی کا نائب جسکو فقط نائب کرنا مفوض ہے نہ معزول کرنا وہ نائب ہے اصل سے یعنی سلطان کیطرف سے اور اسوقت میں
تو قاضی اسکے معزول کرنے کا مالک نہیں بغیر تفویض کئے سلطان کے معزولی کو بھی مانند اس وکیل کے جسنے وکیل کیا دوسرے کو یعنی باذن موکل وہ معزول نہیں ہوتا اسکے عزل سے
اور اسیطرح نائب قاضی بھی معزول نہیں ہوتا قاضی کے معزول کرنے سے اور نہ اسکی موت سے اور نہ سلطان کی موت سے بلکہ نائب کو سلطان کے معزول کرنے سے معزول ہوتا ہے
چنانچہ زیلعی و عینی و ابن ملک نے کتاب الوکالت میں ذکر کیا ہے اور درر و ملتقی میں اسپر اعتماد کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے اور مصنف کے فتاوی میں ہے
اور یہی قول معتمد فی المذہب ہے نہ وہ قول جو ابن غرس نے ذکر کیا بسبب مخالف ہونے اس قول کے واسطے مذہب کے [illegible] الکبیر میں ذکر کیا کہ نائب قاضی ہمارے زمانے میں معزول ہو جاتا ہے
کی معزولی اور موت سے کذا فی الطحطاوی عن النہر۔ ونائب غيره اي غير المفوض له ان قضى عنده او في غيبته واجازه القاضي صح قضاؤه لو اهلا والا ففضولي
وهو في غيره نائب واجازه لان المقصود حصول رأيه بحر قال وبه علم دخول الفضولي في القضاء۔ اور غیر قاضی مذکور کا نائب یعنی جس قاضی کو نائب کرنا
سلطان کیطرف سے مفوض نہیں اسکا نائب اگر فیصلہ کرے قاضی کے روبرو یا قاضی کی غیبت میں فیصلہ کرے اور قاضی اسکو جائز رکھے تو نائب کا فیصلہ صحیح ہے اگر نائب اہل قضا کا
یعنی اگر رقیق یا محدود فی القذف یا کافر ہو تو صحیح نہیں بلکہ اگر شخص اجنبی یا خود قاضی اگر بغیر نوبت قضا میں فیصلہ کرے اور بعد قاضی ہونے کے اسکو جائز رکھے تو جائز ہے اسواسطے
کہ مطلب تو اسکی رائے حاصل ہوتا ہے اور وہ ان صورتوں میں حاصل ہے کذا فی البحر صاحب بحر نے کہا اور اس سے معلوم ہو گیا فضولی کا داخل ہونا قضا میں۔ **فرع** مسئلہ
ملحقہ شارح کا فی الاشباہ وهو المنظومة المحبية لو فوض لعبد ففوض لغيره صح ولو حكم بنفسه لم يصح ولو عتق فقضى صح بخلاف صبي بلغ
اشباہ اور منظومہ محبیہ میں ہے کہ اگر سلطان نے غلام کو عہدہ قضا مفوض کیا اور اسنے غیر شخص کو جو لیاقت قضا رکھتا ہے قضا تفویض کی تو صحیح ہے اور اگر غلام نے خود حکم کیا
تو صحیح نہیں ہے اگر غلام مذکور آزاد ہوا اور اسنے حکم کیا تو صحیح ہے بخلاف صغیر کے جو بالغ ہوا صاحب اشباہ نے احکام صبیان میں بزازیہ سے نقل کیا کہ سلطان لڑکے کو والی بنایا
ہو پھر جبکہ وہ بالغ ہو تو تقلید جدید کی حاجت ہے انتہی اور اسنے قاضی کا ذکر نہیں کیا مگر عموم والی میں قاضی بھی داخل ہے کذا فی الطحطاوی۔ واذا رفع اليه حكم
قاض خرج المحكم ودخل الميت والمعزول والمخالف لرأيه لانه نكرة في سياق الشرط فيعم فاقحام قيد آخر اتفاقي اذ حكم نفسه قبل ذلك كذلك ابن كمال
نفذه اي الزم الحكم والعمل بمقتضاه۔ اور جبکہ مرافعہ ہو قاضی کیطرف دوسرے قاضی کے حکم کا تو اسکو نافذ کرے یعنی اسکے حکم کو اور عمل بمقتضائے حکم کو یعنی اپنے
حکم سے اسکے حکم کو نافذ اور لازم کر دے شارح نے کہا قاضی کی قید سے محکم نکل گیا اور قاضی میت اور قاضی معزول اور وہ قاضی جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا داخل
ہو گیا اسواسطے کہ لفظ قاضی نکرہ ہے سیاق شرط میں تو عام ہو گا جمیع انواع مذکورہ کو سو اسکو سمجھ لے اور دوسرے قاضی کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ خود اسی قاضی کا
حکم قبل اسکے یعنی قبل مرافعہ ایسا ہی ہے یعنی اپنے حکم کو بھی بعد مرافعہ جاری کیا چاہیے کذا ذکرہ ابن کمال ہم محکم کو اسواسطے نکالا کہ اگر اسکے حکم کا مرافعہ ہو قاضی کے پاس تو اگر
قاضی کے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے اور اگر موافق نہو تو باطل کرے اسواسطے کہ محکم کا حکم رافع خلاف نہیں جیسا کہ باب التحکیم میں آویگا اور عموم قاضی میں اہل
بغی کا قاضی بھی داخل ہے اسواسطے کہ قاضی اہل عدل اسکے حکم کو نافذ کرے بشرطیکہ اہل عدل کے موافق ہو قہستانی میں مفتی سے منقول ہے کہ قاضی ثانی پر قاضی اول کا
حکم جاری کرنا واجب ہے تو وہ اسکو رد نہیں کر سکتا اور اگر رد کرے تو قاضی ثالث قاضی اول کے حکم کو جاری کرے اور ثانی کے رد کو رد کرے کذا فی الطحطاوی
لو مجتهدا فيه عالما باختلاف الفقهاء فيه فلو لم يعلم لم يجز قضاؤه ولا يمضيه الثاني في ظاهر المذهب زيلعي وعيني وابن كمال
قاضی ثانی قاضی اول کا حکم نافذ کرے بشرطیکہ حکم مجتہد فیہ ہو یعنی جس امر میں مجتہدوں کا اختلاف ہو اور ہر قول مستند بدلیل ہو اور قاضی جانتا ہو اسمیں [illegible]

یعنی مجتہدون کا اختلاف ہو یا اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اسکی قضا جائز نہین اور نہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے ظاہر مذہب مین کذا ذکرہ الزیلعی والعینی وابن کمال هم خلاصہ مقام یہ ہو کہ جب قاضی نے امر مجتہد فیہ مین اسکو مختلف فیہ جانکر حکم کر دیا تو وہ مجمع علیہ ہوگیا تو دوسرے قاضی کو اسکی تنفیذ واجب ہو یہ اس صورت مین ہو جبکہ قاضی نے اپنے مذہب کے موافق حکم کیا اور اگر اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا تو اگر نسیان مذہب سے حکم کیا تو امام کے نزدیک قاضی ثانی اسکو جاری کرے اور اگر عمدا حکم کیا تو اسمین دو روایتین ہین یعنی تنفیذ اور عدم تنفیذ اور صاحبین کے نزدیک نسیان اور عمد دونون صورتون مین اسکا حکم نافذ نہ کرے اسواسطے کہ اسنے اسکا حکم کیا جو خود اسکے نزدیک خطا ہو اور فتوی صاحبین کے قول پر ہو کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا مجتہد قاضی کے حق مین محمول ہو قنیہ مین ہو کہ قاضی مقلد جب اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ نہوگا اور فتح القدیر مین ہو کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہو اسواسطے کہ مجتہد فیہ مین اپنے مذہب کے مخالف سہوا یا عمدا قضا نافذ نہین اسواسطے کہ جو اپنا مذہب عمدا چھوڑتا ہو تو خواہش باطل ہی سے چھوڑتا ہو نہ قصد جمیل سے اور باطل کی قضا اسواسطے نافذ نہین کہ مقلد نے اسکی تقلید نہین کی مگر اسکے مذہب کی جہت سے نہ اسکے غیر کے مذہب کی اور یہ سب مجتہد قاضی کے حق مین ہو اور قاضی مقلد کو تو سلطان نے اسی واسطے قاضی کیا ہو تا وہ ابو حنیفہ کے مذہب پر مثلا حکم کرے اور وہ خلاف نہین کر سکتا تو وہ بہ نسبت حکم مخالف معزول ہوگا انتہی اور بحر الرائق مین دعوی کیا کہ مقلد قاضی جب غیر کے مذہب پر حکم کرے یا روایت ضعیفہ یا قول ضعیف پر حکم کرے تو نافذ ہو اور اسکی قوی تر دلیل وہ ہو جو بزازیہ مین ہو کہ اگر قاضی مجتہد نہو اور فتوی لیکر اپنے مذہب کے مخالف حکم کرے تو نافذ ہوگا اور دوسرے قاضی کو نقض حکم جائز نہین محمد کے نزدیک خود اس قاضی کو اپنا حکم توڑنا جائز ہو اور ابو یوسف کے نزدیک جائز نہین انتہی ما فی البزازیہ اور جو فتح القدیر مین ہو وہی قول معتمد علیہ ہو مذہب مین اور بزازیہ کا قول صاحبین کی ایک روایت پر محمول ہو اسواسطے کہ نہایت کار یہ ہو کہ قاضی مقلد جسنے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا بمنزلہ اس قاضی مجتہد کے ہو جسنے نسیان سے اپنے مذہب کے مخالف حکم کیا اور مجتہد مین صاحبین سے روایت قوی مذکور ہو چکی کہ حکم اسکا نافذ نہین تو مقلد کی قضا بطریق اولی نافذ نہوگی کذا فی النہر والحموی شرنبلالی نے کہا اور برہان مین بھی فتح القدیر سے یہی منقول ہو پھر شرنبلالی نے کہا کہ یہ حق صحیح ہو جسکو دانتون سے پکڑ لینا چاہیے انتہی کلام الطحطاوی لکن فی الخلاصۃ ویفتی بخلافہ وکانہ تیسیرا فلیحفظ لیکن خلاصہ مین ہو کہ خلاف اسکے فتوی دیا گیا اور گویا کہ یہ فتوی آسانی کر دینے کیواسطے ہو لہذا اسکو یاد رکھنا چاہیے هم خلاف اسکے فتوی دیا گیا ہو یعنی قضا علی المخالف نافذ ہو خواہ قاضی اس مسئلے مین اختلاف مجتہدین کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ابن الغرس نے کہا فوائد بدریہ مین ہو کہ مین کہتا ہون لائق یہ ہو کہ علم بالاختلاف کو شرط نفاذ نہ کیجیے خصوصا ہمارے زمانے مین اسواسطے کہ ہمارے زمانے کے قاضیون کو اپنے مذاہب کی معرفت حاصل نہین چہ جائے علم مذاہب بقیہ مجتہدین پھر اسنے خلاصہ سے روایت مذکورہ کو نقل کیا انتہی طحطاوی نے کہا مذکور ہو چکا کہ یہ یعنی اشتراط علم مذاہب مجتہدین قاضی مجتہد کے حق مین ہو یعنی جب ثابت ہوا کہ علم مذاہب مجتہدین مجتہد قاضی کو لازم ہو نہ مقلد کو تو اب قضاۃ زمانہ کے عدم علم کا ذکر کرنا بے محل ہو اسواسطے کہ قضاۃ زمانہ مقلد محض ہین نہ مجتہد بعد دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر بعد دعوی صحیح کے ایک خصم سے دوسرے خصم حاضر پر هم حلبی نے کہا بعد دعوی ظرف ہو الزمہ کا یعنی قاضی حکم کو لازم کر دے بعد دعوی صحیح کے جو صادر ہوا اسکے سامنے یعنی قاضی ثانی کے روبرو انتہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ ہو کہ ظرف مذکور کو ماتن کے قول یعنی حکم قاضی کی طرف راجع کیجیے یعنی قاضی ثانی قاضی اول کا حکم اسوقت نافذ کرے جبکہ قاضی اول کا حکم دعوی صحیح کے بعد واقع ہوا ہو اور احضار شہود و اصل شرط نہین بلکہ اثبات قضا قاضی کافی ہو بزازیہ مین ہو کہ ایک شہر کے قاضی نے ایک مرد پر مال کا حکم کیا اور سجل لکھدی پھر قاضی مر گیا اور مدعی نے اپنے خصم محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور قضا اول کو ثابت کیا تو قاضی ثانی زبردستی اس سے مال لا دے بشرطیکہ پہلا حکم صحیح ہوا اور ضرور ہو نام لینا قاضی کا اور بیان اسکے نسب کا انتہی ولو کان افتاء فیحکم بمذہبہ لا بغیرہ اور اگر ایسا نہین یعنی یہ افتا ہو تو اپنے مذہب پر حکم کرے نہ غیر اسکے کذا فی البحر هم حلبی نے کہا کہ حکم سے مراد افتا ہو بقرینہ قولہ کان افتاء اور اسواسطے کہ بدون دعوی حکم نہین ہوتا انتہی طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہو کہ کان افتاء حکم اول کی طرف راجع ہو جو بدون دعوی صحیح صادر ہوا انتہی خلاصہ مطلب حلبی یہ ہوا کہ اگر قاضی ثانی کے روبرو دعوی صحیح واقع نہوا تو یہ افتا ہو یعنی طلب فتوی ہو نہ طلب قضا تو قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق فتوی دے اور قاضی اول کے حکم کو جاری نہ کرے اور حاصل

نسیان ورالا ۱۲

مضمون طحطاوی یہ ہے کہ جب قاضی اول کا حکم صادر ہوا بلا دعوی صحیح تو وہ اتفاقاً تھا نہ قضاءً تو اب قاضی ثانی اپنے مذہب کے موافق حکم کرے وسیجیٔ اخر الکتاب فی انہ اذا ارتاب
فی حکم الاول له طلب شهود الاصل اور آخر کتاب یعنی مسائل شتی میں قبیل کتاب الفرائض کے مسئلہ مذکورہ آویگا اور یہ آویگا کہ جب قاضی ثانی کو تردد اور شبہ پڑے قاضی اول کے
حکم میں تو اسکو اختیار ہے کہ شہود اصل کو طلب کرے ہم ارتیاب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکو شک نہ پڑے تو اس سے متعرض نہو کذا فی الحلبی قال وبه عرفت ان
تنافيذ زماننا لا تعتبر لترک ما ذکر صاحب بحر نے کہا اور اس سے یعنی اشتراط صدور دعوی سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے کی تنفیذات معتبر نہیں بسبب ترک کرنے امر
مذکورہ کے جو مذکور ہو چکی ہم یعنی قاضی ثانی کا جاری کردینا اسواسطے معتبر نہیں کہ بلا دعوی اور بلا حادثہ وہ جاری کردیتا ہے اسطرح پر کہ صاحب واقعہ گواہ گذرانتا ہے فلانے قاضی کے
حکم پر تو قاضی ثانی اسکو لکھدے کہ قاضی اول کا حکم اسکو ملا اور اسنے اسکو نافذ کردیا چنانچہ بحر الرائق میں ہے میں کہتا ہوں اور کاہی یہ لکھدیا جاتا ہے کہ قاضی اول کے ثبت یعنی
بدون اثبات قضاء اول کذا فی الطحطاوی وقد تعارفوا فی زماننا القضاء بالموجب اور البتہ الخ ہو گیا ہے ہمارے زمانے کے قاضیوں میں قضا بالموجب یعنی حکم بموجب
حکم کرنا ہم شارح نے قضا بالموجب کا مسئلہ نہر الفائق سے نقل کیا اور صاحب نہر نے ابن غرس سے مزید توضیح کیواسطے اصل سے نقل کرنا چاہیے ابن غرس نے فواکہ
میں کہا قضا بالموجب کا ذکر سلف میں معروف نہیں سلف میں تو صریح فیصلے ہوتے تھے مثلاً یوں کہتے تھے کہ فلانے کیواسطے گھر کا فیصلہ ہوا یا گھوڑے کا یا تسلیم مبیعہ کا حکم
یا قبضہ دین کا حکم ہوا کرتا تھا وغیر ذلک اور یہ اصطلاح حکم صریح ہونا اصل ہے اس باب میں پھر قضا بالموجب متعارف ہو گئی توسع اور آسانی کیواسطے پھر تو بیہودگی کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ
جو قاضی کہ موجب کے مدلول اور معنی سے ناواقف ہے وہ بھی کہتا ہے کہ میں نے حکم بالموجب کیا انتہی ملخصاً موجب لغت میں اسکو کہتے ہیں جسکو کوئی شئ واجب کردے اور اسکو مقتضی ہو اور حسبنہ
کی اصطلاح شرعی شارح بیان کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وهو عبارة عن الحيز المتعلق بما اضيف اليه فی ظن القاضی شرعا من حيث انه يقتضيه وهو موجب
ہر معنی متعلق بالعقد سے جو کہ عقد کیطرف شرعاً مضاف اور منسوب ہو موجب کیطرف قاضی کے ظن میں جس حیثیت سے کہ قاضی اسکا حکم کرتا ہے ہم مثال اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے بیع
صحیح کی اور قاضی نے اسکے موجب کا حکم کیا تو اس بیع کا موجب اس صورت میں مقتضائے بیع ہے یعنی خارج ہونا مبیع کا بائع کی ملک سے اور داخل ہونا اسکا مشتری کی ملک میں
وتسلیم او تسلم الثمن او المثمن میں الی غیر ذلک من مقتضیات البيع ولوازمه تو یہ معنی محکوم بہ جو مضاف اور منسوب ہے بیع کیطرف اور متعلق بالبیع ہے قاضی کے ظن میں شرعاً ہی
موجب ہے یہاں اور اسی کو عقد بیع مقتضی ہے اور حیثیت قضائی قید سے دو صورت نکل گئی کہ مثلاً قاضی حنفی المذہب نے بیع ارض کی صحت اور اسکے موجب کا حکم کیا تو اس
حکم سے شفعہ ہمسایہ کا ثابت نہوگا اگرچہ شفعہ موجب بیع سے ہے اسواسطے کہ دعوی شفعہ حکم کیوقت موجود نہیں اور قاضی کو اسکا دھیان بھی نہیں تو یہ موجب متعلق
بالحکم نہوا اسی وجہ سے کہ قاضی نے اسکا بھی حکم کردیا فقال کذا فی الطحطاوی فاذا حکم حنفی بموجب بیع المدبر کان معناه الحکم ببطلان البیع سو جبکہ قاضی
حنفی نے بیع مدبر کے موجب کا حکم کیا تو مطلب اسکا حکم ہے بطلان بیع کا ہم یعنی ایک شخص نے اپنے غلام مدبر کو بیچا پھر اس بیع میں تنازع واقع ہوا اور مقدمہ حنفی قاضی
کے پاس رجوع ہوا اور قاضی نے اس کے موجب کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح ہوگا اور مطلب اسکا یہ ہوگا کہ یہ بیع باطل ہے موجب اس صورت میں وہ معنی ہے جو اس بیع محکوم بہ
کیطرف مضاف ہے شرعاً قاضی کے ظن میں یعنی اس بیع کا باطل ہونا کذا فی الطحطاوی ولو قال الموثق وحکم بمقتضاه لا يصح لان الشئ لا يقتضی بطلان
نفسه اور اگر موثق یا قاضی نے کہا کذا فی الطحطاوی اور بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ شئ اپنی ذات کے باطل ہونے کو مقتضی نہیں
ہوتی ہم یعنی اگر قاضی یا موثق یوں کہے کہ میں نے بیع مدبر کی مقتضا کا حکم کیا تو یہ حکم صحیح نہوگا اسواسطے کہ بیع مدبر کا کوئی مقتضا نہیں حنفی کے نزدیک تو یہ حکم باطل ہے یعنی
ہوا تو قاضی شافعی اسکی صحت کا حکم دے سکتا ہے اور جو حنفی قاضی نے کیا وہ فعل شافعی کو مانع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ مدبر کی بیع حنفی کے نزدیک باطل ہے تو مقتضائے
بیع مدبر حکم متوجہ نہوا اسواسطے کہ اس بیع کا کچھ مقتضا ہی نہیں اسواسطے کہ بیع اپنی ذات کے بطلان کو مقتضی نہیں کذا فی الطحطاوی عن الفواکہ وبه ظهر ان الحكم بالموجب اعم
منه اور تقریر گذشتہ سے ظاہر ہو گیا کہ حکم بالموجب عام ہے حکم بالمقتضی سے کذا فی النهر ہم نہر الفائق کی عبارت مختصر ہے جیسا ظاہر ہوتا ہے اور عموم تو ابن الغرس کی عبارت
سے ظاہر ہوتا ہے ابن الغرس نے فواکہ میں کہا کہ لازم یہ آتا ہے کہ بیان حکم میں موجب اعم ہے مقتضا سے تو موجب صادق آتا ہے بدون مقتضا کی قضا کے بعضی صورتوں میں چنانچہ بیع المدبر کی

صورت میں انتفی اور موجب اور مقتضا جمع ہو جاتے ہیں پس صحیح کی قضا بالموجبین چنانچہ اول مذکور ہو چکا فوائد مدنیہ میں کہا حاصل یہ ہو کہ موجب یہاں مقتضا کے ساتھ صادق آتا ہو اور بدون مقتضا بھی اور صورت صدق اکثر اور غالب الاستعمال ہو فلہذا اعتبار در ہوتا ہو کہ موجب اور مقتضا میں تساوی کی نسبت ہو الی آخر ما قال کذا فی الطحطاوی

الا ماتری عن دلیل مجمع . درصورت مرافعہ قاضی اول کے حکم کو قاضی ثانی نافذ کرے مگر جو کہ معرا ہو دلیل سے اسکو جاری نہ کرے کذا فی المجمع ہم صاحب مجمع نے اسکو بعد کتاب اور سنت اور اجماع کے ذکر کیا ۔ معرا عن الدلیل کی یہ صورت ہو کہ قاضی سقوط دین کا حکم کرے جبکہ چند سال صاحب دین مطالبہ نہ کرے کذا فی الطحطاوی او خالف کتابا لم یختلف فی تاویلہ السلف کمتروک التسمیہ عمدا یا قاضی اول کا حکم مخالف قرآن مجید ہو جسکی تاویل میں سلف نے اختلاف نہیں کیا چنانچہ متروک التسمیہ یعنی قضا علیہم حل متروک التسمیہ عمدا سلف سے مراد وہ علما ہیں جو امام شافعی سے سابق تھے دریافت کرنا چاہیے کہ امام شافعی کے نزدیک ذبح متروک التسمیہ عمدا حلال ہو اسکا کھانا اور بیع اسکی صحیح ہو اور ہمارے نزدیک متروک التسمیہ عمدا حلال نہیں ہو نہ اسکی بیع صحیح ہو بدلیل آیت قرآنی (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) اور نہ کھاؤ اس جانور کو جسپر اللہ کا نام نہیں لیا گیا کذا فی الطحطاوی چونکہ مذہب شافعی متروک التسمیہ میں ظاہر آیت مذکورہ کے موافق نہیں لہذا اگر شافعی قاضی اسکی صحت بیع کا حکم کریگا تو قاضی حنفی اسکو باطل کریگا جاری نہ کریگا او سنۃ مشہورۃ کتحلیل بلا وطی لمخالفتہ حدیث العسیلۃ المشہور یا قضا سنت مشہورہ کے مخالف ہو چنانچہ مطلقہ ثلثہ کی تحلیل بدون وطی کرنے زوج ثانی کے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے حدیث عسیلہ سے جو مشہور ہو ہم سعید بن مسیب کا یہ مذہب ہو کہ مطلقہ ثلثہ بمجرد نکاح محلل حلال ہو جاتی ہو بدون اسکی وطی کے تو اگر کوئی اس مذہب پر حکم دے تو قاضی ثانی اسکو نافذ نہ کرے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہو اور یہی حکم ہو حدیث متواتر کے مخالف کا یعنی نے کہا مشہور کی قید سے حدیث غریب سے احتراز واقع ہوا او اجماعا کحل المتعۃ لاجماع الصحابۃ علی فسادہ کبیع ام الولد علی الاظہر وقیل ینفذ علی الاصح یا قضا مخالف اجماع ہو چنانچہ حلت متعہ کا حکم دیا بسبب اجماع ہونے صحابہ کرام کے اسکے فساد پر اور جیسے ام ولد کی بیع بنا بر قول اظہر اور بعضوں نے کہا کہ ام ولد کی بیع کا حکم نافذ ہو بر قول اصح ہم داؤد ظاہری کا یہ مذہب ہو کہ ام ولد کی بیع صحیح ہو تو اگر قاضی صحت بیع کا حکم کرے تو بقول اظہر نافذ نہ ہوگا اور اسی پر فتوی ہو اور یہی قول ہو محمد کا اسواسطے کہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع ہو اور شیخین کا یہ مذہب ہو کہ قضا مذکور نافذ ہو کیونکہ اجماع متاخر خلاف متقدم کا رافع نہیں تا بعض صحابہ کی تضلیل لازم نہ آوے اور فتح القدیر میں ہو کہ قضا مذکورہ دوسرے قاضی کے جاری کرنے یا باطل کرنے پر موقوف ہو بدائع میں ہو کہ اگر قاضی ثانی اسکو مجتہد فیہ جانتا ہو تو اسکو جاری کرے اور اگر اسکا معتقد ہو کہ یہ اجتہاد کی حد سے نکل گیا اور متفق علیہ ہو گیا تو جاری نہ کرے بلکہ رد کرے کذا فی الطحطاوی ومن ذلک مالو قضی بشاھد ویمین المدعی لمخالفتہ الحدیث المشہور البینۃ علی من ادعی والیمین علی من انکر اور منجملہ احکام غیر نافذہ کے یہ صورت ہو کہ قاضی ایک گواہ اور مدعی کی قسم سے فیصلہ کرے بسبب مخالف ہونے اس قضا کے اس حدیث مشہور سے کہ گواہ اسپر ہیں جو دعوی کرے اور قسم اسپر ہو جو منکر ہو او بقصاص بتحلیف الولی واحد من اہل المحلۃ یا قصاص کا حکم دیا بسبب قسم کر دینے ولی مقتول کے ایک شخص کو اہل محلہ سے ہم بعضے علما نے کہا کہ یہ مالک او شافعی کا قول قدیم ہو کہ جب مدعی علیہ میں اور مقتول میں عداوت ظاہر ہو اور اسکی عداوت غیر مدعی علیہ سے معلوم نہو نیز یہ کہ مدعی علیہ محلے میں موجود ہو اور مدت قتل قریب ہو تو قاضی قسم لے ولی مقتول سے اسکے دعوی پر پچاس قسم کھالے تو اسپر قصاص کا حکم دے اور ہمارے نزدیک اسمیں دیت اور قسامہ ہو تو جب قاضی قصاص کا حکم دے اور اسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی کے پاس تو اسکو باطل کرے کیونکہ یہ قضا مخالف اجماع ہو کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ او بصحۃ النکاح للمتعۃ او المؤقت یا قاضی نکاح متعہ یا نکاح موقت کی صحت کا حکم دے تو قاضی ثانی نافذ نہ کریگا او بصحۃ بیع عبد معتق البعض یا غلام معتق البعض کی صحت بیع کا حکم دے ہم خصاف نے ذکر کیا کہ قاضی ثانی اسکو جاری نہ کرے شمس الائمہ حلوانی نے مشایخ سے نقل کیا کہ جو خصاف نے ذکر کیا اسمیں ہمارے اصحاب سے کچھ منقول نہیں اور اگر خصاف کا قول نہوتا تو ہم کہتے کہ قاضی ثانی اسکو جاری کرے کیونکہ یہ قضا ہو فصل مجتہد فیہ میں کذا فی الطحطاوی او بسقوط الدین بمضی سنین یا حکم دے سقوط دین کا چند سال کے گذر جانے سے او بصحۃ الطلاق الدور وبقاء النکاح کما مر فی بابہ یا قاضی صحت طلاق دور کا اور بقا سے نکاح کا حکم دے چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق دور کا مسئلہ کتاب الطلاق کے باب میں و بقضاء لعبد وصبی مطلقا

[illegible]

اور قضا غلام اور صغیر کی مطلقا نافذ نہیں یعنی خواہ حر پر حکم کریں یا غلام بالغ پر یا صغیر مسلم پر یا کافر پر کذا فی الحلبی وقضاء الکافر علی مسلم ابتداء وبعد ذلک کالتفریق بین الزوجین بشہادۃ المرضعۃ لا ینفذ فی الکل اور قضا کافر کی مسلمان پر ہمیشہ اور مانند اسکے چنانچہ تفریق بین الزوجین کا حکم دینا دائی کی گواہی سے نافذ نہیں ہے قضا کے جمیع مسائل ہم کو رہیں وعدمنہا فی الاشباہ نیفا واربعین اور مجملا احکام غیر نافذ کے اشباہ میں چالیس اور چند مسائل شمار کیے ہیں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ مسائل ہم کو اشباہ میں بطریق حصر کے مذکور نہیں حموی نے کہا اور جن مسائل میں قضاء قاضی منقوض ہوتی ہے انکا ذکر بحر الرائق اور بزازیہ اور جامع الفصولین اور خانیہ اور صیرفیہ اور فتح القدیر میں ہے جسکا جی چاہے وہ کتب مذکورہ کیطرف مراجعت کرے وذکر فی الدرر لما ینفذ سبع صور منہا لما لو قضت المرأۃ بحد وقود ویجیء متنا خلافا لما ذکرہ المصنف شرحا اور درر میں قضاء نافذ کی سات صورتیں ذکر کیں انہیں سے ایک صورت ہے کہ اگر عورت حد اور قصاص کا حکم کرے اور یہ مسئلہ متن میں آویگا کتاب القاضی الی القاضی میں اسکے برخلاف جسکو مصنف نے شرح میں ذکر کیا ہم اسمیں یہ قول ہے خانیہ میں نفاذ مذکور ہے اور بزازیہ نے قضاء جامع کے مقدمہ میں عدم نفاذ ذکر کیا کذا فی الطحطاوی والاصل ان القضاء یصح فی موضع الاختلاف لا الخلاف والفرق ان للاول دلیلا لا الثانی اور نفاذ قضا اور عدم نفاذ کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ قضا صحیح ہے موضع اختلاف میں نہ موضع خلاف میں اور اختلاف اور خلاف میں فرق یہ ہے کہ اختلاف کیواسطے دلیل ثابت ہے نہ خلاف کیواسطے ہم یہ تفرقہ غیر فقیہ ہے والاظہر قال تعالی ردا ما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ وما اختلف الذین اوتوا الکتاب اور حالانکہ اہل کتاب کیواسطے کچھ دلیل نہیں اور مراد شارح یہ ہے کہ موضع خلاف میں کوئی دلیل صحیح نہیں مخالف کی نظر میں الا اسکے قائل نے تو دلیل پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وهل اختلاف الشافعی معتبر الاصح نعم صدر الشریعۃ اور کیا اختلاف شافعی کا معتبر ہے قول اصح یہ ہے کہ ہاں معتبر ہے کذا فی شرح الوقایۃ للصدر الشریعۃ ہم شرح وقایہ میں ہے ہدایہ میں کہا کہ معتبر اختلاف صدر اول کا ہے یعنی صحابہ کرام کا لیکن اصح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں تو شافعی کا بھی اختلاف معتبر ہے یوم الموت لا یدخل تحت القضاء بخلاف یوم القتل موت کا دن تحت قضا داخل نہیں یعنی اس سے کوئی حکم متعلق نہیں بخلاف قتل کے دن کے کہ وہ داخل تحت قضا ہے اور اسکی تاریخ معتبر ہے اور قتل کے مانند نکاح ہے اعتبار تاریخ میں کذا فی الطحطاوی فلو برهن علی موت ابیہ یوم کذا ثم برهنت هی ان المیت نکحها بعد ذلک قضی بالنکاح تو اگر ایک شخص گواہ لایا اپنے باپ کی موت پر فلانے دن پھر کوئی عورت گواہی لائی کہ میت مذکور نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو ثبوت نکاح کا حکم دیا جاویگا ہم جیسے ثبوت نکاح کا حکم ہوا تو مہر اور میراث ان کے ساتھ ثابت ہوگی اسواسطے کہ یوم موت تحت حکم داخل نہیں لیکن استحقاق میراث بسبب سابق علی الموت سے ہوا تو تاریخ موت اور عدم موت برابر ہو گئی لہذا دونوں کے گواہ مقبول ہونگے اور ہر ایک کے حق کا حکم دیا جاویگا کیونکہ دونوں گواہیوں پر عمل ممکن ہے ولو برهن علی قتله فیه فبرهنت ان المقتول نکحها بعدہ لا تقبل اور اگر گواہ لایا اپنے باپ کے قتل پر فلانے دن پھر عورت گواہ لائی کہ مقتول نے اس سے نکاح کیا بعد اس دن کے تو عورت کے گواہ مقبول نہونگے ہم اسواسطے کہ یوم القتل تحت قضا داخل ہے تو اسکی تاریخ معتبر ہوگی وکذا جمیع العقود والمداینات اور اسیطرح قتل کے مانند جمیع عقود اور مداینات میں ہم عقود جیسے بیع اور ہبہ اور وصیت اور صلح وغیرہا اور مداینات جیسے قرض اور ودیعت مستہلکہ یعنی جمیع عقود اور مداینات کا حکم قتل کے مانند ہے تعلق قضا میں کذا فی الطحطاوی الا فی مسئلۃ الزوجۃ التی صحبہا ولد فانہ تقبل بینتہا بتاریخ متناقض لما قضی القاضی بہ من یوم القتل اشباہ مگر اس زوجہ کے مسئلے میں جسکے ساتھ لڑکا ہے اسواسطے کہ زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے اس تاریخ کے ساتھ جو متناقض ہے یوم القتل کی قضا سے کذا فی الاشباہ ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک مرد نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے اسکے باپ کو عمدا تلوار سے قتل کیا بیس برس کی مدت سے اور میں اسکا وارث ہوں کوئی اسکا وارث نہیں سوا میرے اور اسنے دعوی کو گواہوں سے ثابت کیا پھر ایک عورت آئی اور اسکے ساتھ ایک لڑکا ہے سو اسنے گواہی قائم کی اسپر کہ پندرہ برس گذرے کہ اس مدعی کے باپ نے مجھسے نکاح کیا اور یہ لڑکا اسکا ہے اور اسکا وارث ہے اس مدعی کے ساتھ امام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ استحسان چاہتا ہوں کہ عورت کے گواہوں کو جائز رکھوں اور لڑکے کو ثابت النسب کہوں اور قتل کے گواہوں کو باطل کردوں اور یہ حکم نسب کی حقیقت کے سبب ہے سو اس دلیل سے کہ اگر عورت عقد نکاح کا دعوی کرے اور لڑکا ساتھ نہ لاوے تو ابن مدعی کے

[illegible]

گواہ مقبول ہونگے عورت کے اور صاحبین کا بھی یہی قول ہے انتہی کذا فی الطحطاوی فاستثنی محشوها من الاول مسائل منها ادعیاه میراثا فلا یسبق تاریخا اور اشباہ کے محشیون نے مستثنے کیا ہے چند مسائل کو اول سے یعنی یوم موت سے جو داخل قضا نہین ازانجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دو شخصون نے ایک چیز مین میراث کا دعوی کیا تو سبقت اسکے واسطے ہے جسکی تاریخ سابق ہے مثلا ہر شخص کہتا ہے کہ یہ چیز میری ہے مین نے اسکو اپنے باپ سے میراث مین پایا ہے اور وہ چیز تیسرے شخص کے قبضے مین ہے تو یہان تاریخ مقدم کا اعتبار ہوگا اور اگر دونون نے تاریخ مذکور نکی یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو وہ چیز دونون مین نصفا نصف ہوگی کذا فی الطحطاوی برهن الوکیل علی وکالته وحکم بها فادعی المطلوب موت الطالب عند الدفع قبض دین کے وکیل نے اپنی وکالت گواہی سے ثابت کی اور ثبوت وکالت کا حکم ہوگیا پھر مدیون مطلوب نے دائن طالب کی موت کا دعوی کیا یعنی طالب مرگیا لہذا توکیل کے توڑ دفع صحیح ہے یعنی وکیل اب مطالبہ نہین کرسکتا اسواسطے کہ موکل کی موت کے بعد وکیل کیواسطے حق قبض باقی نہین رہتا طحطاوی نے کہا یہان حکم کہان ہے جو کہیے کہ یوم الموت تحت الحکم داخل نہین یہ تو فقط دفع ہے دعوے کا برهن انه شراه من ابیه منذ سنة وبرهن ذوالید علی موته منذ سنتین فقیل تسمع مدعی گواہ لایا کہ اسنے فلانی چیز کو ذوالید کے باپ سے خرید کیا ایک سال سے اور ذوالید گواہ لایا اسکے باپ کی موت پر دو سال سے تو موت کی گواہی مسموع نہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ مسموع ہوگی هم استثنا نظر قول ثانی ہے اور عدم سماع [illegible] کا قول ہے قنیہ مین ہے کہ یہی قول صواب ہے کذا فی الطحطاوی وسره ان القضاء بالبینة عبارة عن رفع النزاع والموت من حیث انه موت لیس محلا للنزاع لیرتفع باثباته بخلاف القتل فانه من حیث هو محل للنزاع کما لا یخفی اور بھید اسکا یعنی موت اور قتل کے تفرقہ کی حکمت کا یہ ہے کہ قضا بالبینہ عبارت ہے رفع نزاع سے اور موت اسواسطے سے کہ موت ہے محل نزاع نہین کہ نزاع مرتفع ہو اثبات موت سے یعنی موت سے کوئی حکم متعلق نہین اور میراث کا سبب منعقد ہی موت سے پہلے تو جسوقت کہ موت ہوگی مال اسکا وارث پاینگے بلا خصوصیت انہ موت بخلاف قتل کہ وہ من حیث القتل محل ہے نزاع کا جیسا کہ مخفی نہین هم اشباہ مین ذکر ہے کہ دونون مین فرق بیان کیا ہے اسطرح کہ قتل سے حق لازم متعلق ہوتا ہے اور موت مین کوئی لازم نہین توضیح اس اجمال کی یہ ہے کہ قتل ظلم خالی نہین قصاص یا دیت سے اور عورت کے گواہ مقبول کرنا نکاح پر زبان متاخرین ہین چنانچہ مسئلہ سابقہ مین ذکر ہوچکا اسقاط ہے اسکا جو قتل سے لازم ہوا کیونکہ نہین ہوسکتا کہ آدمی مقتول ہو اور زمانہ سابق مین پھر زندہ باقی رہے اور نکاح کرے خلاصہ یہ ہے کہ ثبوت قتل چونکہ حق لازم کا متضمن ہے تو عورت کے گواہ لائق اعتبار کے نہونگے بواسطہ تضمن اسقاط حق لازم اور ابن کے گواہ باپ کی موت پر ایسے نہین اسواسطے کہ یہان عورت کے گواہ متضمن اسقاط حق ابن نہین اسلیے کہ ابن وارث ہے جو تاہی زوجہ کے ساتھ اسیطرح حالت انفراد مین وارث ہوتا ہے تو دونون گواہیون مین باب ثالث تعارض نہوا اسکے اسقاط اور اثبات مین لہذا عورت کے گواہ یہان مقبول ہونگے کذا فی الطحطاوی

وینفذ القضاء بشهادة الزور ظاهرا وباطنا اور نافذ ہے قاضی کا حکم کذب کی گواہی سے ظاہر اور باطن مین ہمارے امام کے نزدیک اگر مدعی بواسطہ سبب معین دعوی کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور قاضی تحلیل یا تحریم کا حکم کرے تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن مین کذا فی الفتح نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلا مدعی نے ایک عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ اپنی ذات اسکو تسلیم کر کہ وہ تیرا زوج ہے اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو تمکین عند اللہ حلال ہے اسواسطے کہ رجال غلام ہین اللہ تعالی کے اور نساء لونڈیان ہین اور رسول کو ولایت اجبار ثابت ہے اپنے مملوکون کی نکاح مین اور ولایت اللہ تعالی کی کامل تر ہے زوجین کی ولایت سے اپنی ذاتون پر کذا فی الطحطاوی یعنی قاضی نائب ہے شارع کا اور مامور ہے شہادت کے سماع کا تو قضا بالنکاح گویا عقد جدید کا انشا ہے شارع کی جانب سے حیث کان المحل قابلا والقاضی غیر عالم بزورهم قضا نافذ ہے بشرطیکہ محل قابل حکم کے ہو اور قاضی گواہون کے کذب کو نجانتا ہو هم محل قابل کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی کیونکہ محل قابل انشاء نکاح نہین بحر الرائق مین فتح القدیر سے ہے کہ اگر قاضی کذب شہود کا عالم ہو تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی فی العقود کبیع ونکاح والفسوخ کاقالة وطلاق لقول علی رضی اللہ عنه شاهداك زوجاك یعنی قضا بشہادت زور نافذ ہو عقود مین مانند بیع اور نکاح کے اور فسوخ مین مانند اقالہ

[illegible]

اور طلاق کے۔ بدلیل قول علی رضی اللہ عنہ کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کردیا اسی امر کی دلیل ہے جو مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اور دو گواہ اسنے قائم کیے تو آپ نے دونوں میں ثبوت نکاح کا حکم کیا تو عورت نے کہا یا امیر المومنین اگر یہی ہونا چاہیے ہو تو میرا نکاح اس سے کردیجیے تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کردیا تو اگر دونوں میں نکاح منعقد نہو جاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ فرماتے اور جو عورت طلب نکاح کرچکی تھی اور مرد راغب تھا اور نیز اسمیں دونوں کی محفوظ رہنا تھا زنا سے اور شہود پر شبہہ کاذب تھے بدلیل تصدیق کو [illegible] الدر [illegible] عورت [illegible] کہ مشتری نے غیر پر دعویٰ کیا کہ اسنے اس لونڈی کو اتنی ثمن سے بیچا اور بائع نے انکار کیا سو مدعی نے شہود زور قائم کیے سو قاضی نے لونڈی کا حکم کیا مشتری کیواسطے تو یہ حکم نافذ ہو باطن میں بھی امام کے نزدیک اور اسکو اسکی وطی حلال ہے اور طلاق کی یہ صورت ہے کہ عورت نے اپنے زوج پر طلاق ثلثہ کا دعویٰ کیا اور شہود زور قائم کیے اور قاضی نے فرقت بین الزوجین کا حکم کیا اور عورت نے بعد عدت دوسرے زوج سے نکاح کیا تو امام کے قول پر زوج ثانی کو اسکی وطی حلال ہے [illegible] بعض کہتے ہیں زوج ثانی کو ظاہرًا [illegible] وطی حلال ہے [illegible] حقیقت الحال جانتا ہو کہ زوج اول نے اسکو طلاق نہیں دی [illegible] جاتا [illegible] کذا فی العالمگیریہ اگر یہ کہیں کہ امام کا مذہب سخت مشکل ہے اسواسطے [illegible] کہ تو اسکا جواب یہ ہے کہ [illegible] حرام [illegible] سبب جہالت کا [illegible] قاضی نے [illegible] شہود [illegible] صورت میں حکم نکاح اور قاضی کا حکم [illegible] واجب ہے اسواسطے کہ قاضی کو شہود سے واقفیت نہیں اور قضا مرتب ہے شہادت پر [illegible] نزدیک شہادت [illegible] بعد ظہور قادح شہادت تو علت [illegible] قاضی کی جانب ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] دلیل تحریم بالقضاء ہے [illegible] اگر تفریق بین الزوجین واقع ہو زوج کی طرف سے تو نافذ ہو ظاہر اور باطن میں [illegible] کی جانب سے کذا فی الفتح وقالا ونفذ والثلثة ظاهرا فقط وعليه الفتوى شرنبلالية عن البرجندي اور صاحبین [illegible] اور ائمہ ثلثہ نے [illegible] کہ قضا بشہادت زور سے فقط ظاہر میں نافذ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الشرنبلالیہ عن البرہان [illegible] یعنی قضا بشہادت زور ظاہر میں نافذ ہے باطن میں نہیں اسواسطے کہ شہادت زور [illegible] ہو نہ باطن میں بقیہ قضائی اسیطرح فقط ظاہر میں نافذ ہوگی نہ باطن میں اسواسطے کہ قضا نافذ ہوتی ہے بقدر حجت کے [illegible] فتویٰ ہے بحر الرائق میں فتح القدیر سے ہے کہ قول ابو حنیفہ ہو الوجہ یعنی قوی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف الاملاك المرسلة اى المطلقة عن ذكر سبب الملك فانها فقط اجماعا للتزاحم بالاسباب [illegible] املاک مرسلہ یعنی وہ املاک جنکا ذکر سبب ملک سے مطلق ہو [illegible] مراد عقود اور فسوخ کے [illegible] قضا نافذ ہوجاسکی ہے کہ مثلا [illegible] میں نکاح مقدم ہوجاتا [illegible] قضا بطریق [illegible] تیرا نکاح اس سے کردیا [illegible] دونوں میں نکاح کا حکم کیا قطع منازعت کیواسطے اور املاک مطلقہ میں ایسا نہیں [illegible] اسواسطے کہ [illegible] کیواسطے کوئی سبب [illegible] اولی نہیں ہے بسبب تزاحم اسباب ملک کے یہاں ثبات سبب سابق [illegible] القضاء ممکن نہیں بطریق اقتضاء [illegible] باطن میں قضا نافذ ہوگی تو مقتضی لہ کو وطی [illegible] غیرہ حلال [illegible] اور مقضی علیہ کو حلال ہے لیکن [illegible] کیونکہ اگر [illegible] تو لوگ اسکی نسبت [illegible] فسق کرینگے یا تعزیر دینگے کذا فی الطحطاوی وعن الولوالجية حتى لو ذكر سببا معينا فعلى الخلاف فان كان سببا يمكن انشاؤه تو اگر املاک میں سبب معین کو ذکر کرے تو خلاف سابق پر محمول ہوگا بشرطیکہ وہ سبب ایسا ہو جسکا انشا اور پیدا کرنا ممکن ہو قاضی کی قضا سے چنانچہ بیع [illegible] اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ فلانی چیز میری مملوک ہے بسبب خرید کے اور شہادت کاذبہ قائم کی [illegible] قضا نافذ ہوگی ظاہرًا اور باطنًا اور صاحبین [illegible] نافذ ہوگی نہ باطن میں والا لا ینفذ اتفاقا [illegible] تو قضا باطن میں کذا فی الطحطاوی [illegible] نافذ ہوگی باتفاق امام اور صاحبین [illegible] امام کے نزدیک [illegible] سبب [illegible] جو قاضی کے حکم سے پیدا ہوسکے طحطاوی [illegible]

محرّمۃ بیقین عدّۃً او ردّۃ وکما لو علم القاضی بکذب الشہود حیث لا ینفذ اصلا کالقضاء بالیمین الکاذبۃ زیلعی وکمال الفتح اور جیسا کہ اگر عورت محرم یعنی کسی پر حرام ہو بسبب عدت یا ارتداد وغیرہ کے اور جیسا کہ اگر قاضی کو گواہوں کی دروغ گوئی سے واقفیت ہو جاوے کہ وہاں اصلا قضا نافذ نہوگی جیسے قسم کی قضا کہ نافذ نہیں کذا فی الزیلعی و کمال فتح القدیر میں بشرح ہے کہ صورت محرمہ اور علم قاضی کے مسئلے کو شارح نے علحدہ ذکر کیا ارث کے ساتھ تمثیل دینا کیونکہ دونوں صورتوں میں اصلا قضا نافذ نہیں قضا ظاہر باطن میں بخلاف ارث کے کہ اسمیں قضا باطن میں نافذ نہیں ہوتی یعنی یہ صورت ہے کہ اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ زوج نے اسکو مطلقہ کیا بطلقات ثلاث زوج اسکا منکر ہے تو قاضی نے اسکو قسم دی اور اسنے قسم کھائی انکار پر اور عورت جانتی ہے کہ بلا شبہہ طلاق واقع ہوئی تو اسکو زوج کے پاس رہنا جائز نہیں لو رثہ اسکی میراث لینی اسکو درست ہے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اسکی وطی حلال نہیں اجماعا کذا فی الطحطاوی وطی اسواسطے حلال نہیں کی امام کے نزدیک شہادت کاذبہ سے قضا نافذ ہوتی ہے لیکن کاذبہ سے قضی فی مجتہد فیہ بخلاف رایہ ای مذہبہ مجمع وابن کمال لا ینفذ مطلقا ناسیا او عامدا عندہما والائمۃ الثلثۃ وبہ یفتی مجمع ووقایۃ وملتقی او قیل بالنفاذ یفتی قاضی نے حکم دیا مسئلہ مجتہد فیہا میں برخلاف اپنی رائے کے یعنی اپنے مذہب کے مخالف کذا فی المجمع و ابن کمال تو نافذ نہوگا مطلقا نہ بھول کر نہ عمدا صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی المجمع والوقایہ والملتقی اور قول ضعیف یہ ہے کہ نفاذ پر فتوی ہے جیسا کہ صغری میں کافی سے فتوی منقول ہے کذا فی الطحطاوی ہو مسئلہ غیر مشرح مذکور ہو چکا وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی قضی من لیس مجتہدا کحنفیۃ زماننا بخلاف مذہبہ عامدا لا ینفذ اتفاقا وکذا ناسیا عندہما اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو قاضی کہ مجتہد نہیں جیسے ہمارے زمانے کے قاضی حنفی المذہب اسنے حکم دیا اپنے مذہب کے مخالف جان بوجھکر تو حکم مذکور نافذ نہوگا باتفاق امام و صاحبین کے اور اسیطرح اپنا مذہب بھول کر حکم کیا نافذ نہ ہوگا صاحبین کے نزدیک یہ حکم خلاف مذہب جیسا کہ حنفی مذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر حنفی ابو یوسف یا محمد وغیرہما امام کے شاگردوں کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم خلاف مذہب نہیں ہے جیسا کہ درر میں ہے یہ اس صورت میں ہے کہ قاضی کو حکم مذہب الامام کی تقیید واقع ہوئی ہو والا وہ معزول ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی ولو قیّدہ السلطان بصحیح مذہبہ کزماننا تقیّد بلا خلاف لکونہ معزولا عنہ انتہی اور اگر سلطان نے قضا کو اپنے صحیح مذہب کے ساتھ مقید کیا جیسا کہ ہمارے زمانے میں تقیید صحیح مذہب امام واقع ہوئی ہے تو قضا بلا اختلاف مقید ہوگی بسبب ہونے قاضی کے معزول حکم مخالف سے انتہی کلام الشرنبلالی وقد غیرت بیت الوہبانیۃ فقلت شعر ولو حکم القاضی بحکم مخالف لمذہبہ ما صح اصلا یسطر اور شارح نے متغیر کردیا وہبانیہ کی بیت کو سو یوں کہا اور اگر قاضی حکم کرے اپنے مذہب کے مخالف اصلا صحیح نہیں ہمارا ساہیا اسکو لکھنا چاہیے قلت واما امر الامیر فمتی صادف فصلا مجتہدا فیہ نفذ امرہ کما قدمناہ عن سیر التتارخانیۃ وغیرہا فلیحفظ میں کہتا ہوں امیر کا حکم تو جب کسی فصل مجتہد فیہ سے ملیگا تو امر اسکا نافذ ہوگا جیسا کہ شارح نے اسکو مقدم ذکر کیا ہے کتاب السیر تاتارخانیہ وغیرہ سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا یقضی علی غائب ولا لہ ای لا یصح بل ولا ینفذ علی المفتی بہ بحر نہ حکم دیا جاوے شخص غائب پر غیر حاضر پر اور نہ اسکے واسطے یعنی غائب کی مضرت اور منفعت کے واسطے حکم درست صحیح نہیں بلکہ حکم نافذ ہی نہیں یعنی قول مفتی بہ کذا فی البحر اور امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل عموم البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط نہیں اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل یہ حدیث صحیح ہے جو ابو داود میں مروی ہے کہ جب علی مرتضی کو یمن کا قاضی کرکے بھیجا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تیرے سامنے دونوں خصم بیٹھیں تو حکم نہ کیجیو جب تک دوسرے سے نہ سن لینا چاہیے اول سے سنا اور اسکو احمد اور اسحق اور طیالسی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا حکم کا مانع ہے اور یہ ثابت ہے خصم کے غائب ہونے سے یا اسکے نائب کے غائب ہونے سے اور اسیواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اسپر موقوف ہے کہ منکر حاضر ہو دفع اور طعن فی الشہادت سے اور اسکا حاضر ہونا بدون حاضر ہونے کے معلوم نہیں ہو سکتا کذا فی فتح القدیر الا بحضور نائبہ ای من یقوم مقام الغائب حقیقۃ کوکیلہ ووصیہ ومتولی الوقف غائب پر قضا نہیں مگر اسکے نائب کے حضور میں نائب سے مراد وہ شخص ہے جو قائم مقام ہو غائب کے حقیقۃ جیسا کہ غائب کا وکیل اور اسکا وصی اور متولی وقف کا خواہ وکیل خصومت اور دعوی کا ہو خواہ حکم کے واسطے

اسیطرح اگر مدعا علیہ پر اقامت بینہ ہوئی سو اسنے کسیکو وکیل مقرر کیا اسپر حکم ہنوز نہیں ہوا کہ اقامت بینہ کی تعدیل ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور موکل اسکا حاضر ہوا یا بالعکس یا مورث پر اقامت ثابت ہوئی سو وہ مرگیا اور اسکا وارث حاضر ہوا یا ایک وارث پر اقامت ہوئی سو وہ غائب ہوگیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا اسی بینہ مذکورہ سے اسپر حکم ہوگا جو حاضر ہو نہی اور وصی سے وہ وصی مراد ہے جو میت کی طرف سے ہو نہ قاضی کیطرف سے اور متولی وقف پر قضا جائز ہے اگرچہ وہ اصیل نہو کذا فی الطحطاوی افاد بالاستثناء ان القاضی انما یحکم علی الغائب والمیت لا علی الوکیل والوصی فیکتب فی السجل انه حکم علی المیت وعلی الغائب بحضرة وکیله وبحضرة وصیه جامع الفصولین مصنف نے وکیل اور وصی کے استثنا کرنے سے یہ فائدہ نکالا کہ قاضی نے فقط غائب و میت پر حکم کیا ہے نہ وکیل و وصی پر تو قاضی سجل میں یون لکھے کہ مین نے میت اور غائب پر حکم کیا وکیل کے سامنے اور میت کے وصی کے روبرو وکذا فی جامع الفصولین وافاد بالکاف عدم الحصر فان احد الورثة کذلک ینتصب خصما عن الباقین وکذا احد شریکی الدین واجنبی بیده مال یتیم وبعض الموقوف علیهم ای لو الوقف ثابتا کما مر فی بابه اور مصنف نے کاف تمثیلی سے فائدہ ظاہر کیا عدم حصر کا یعنی نیابت حقیقی وکیل اور وصی اور متولی وقف مین منحصر نہین ہے اسواسطے کہ ایک شخص وارثون مین سے اسیطرح خصم قائم ہوتا ہے باقی وارثون کیطرف سے اور اسیطرح دین کے دو شریکون مین سے ایک شریک خصم ہو جاتا ہے دوسرے شریک کیطرف سے اور اسیطرح وہ اجنبی جسکے ہاتھ مین یتیم کا مال ہے خصم ہو جاتا ہے یتیم کی جانب سے اور جنپر وقف ہوا ہے انہین سے ایک دوسرے کا نائب ہو جاتا ہے یعنی اگر وقف ثابت ہو چنانچہ باب الوقف مین گذر چکا او نائبه شرعا کوصی نصبه القاضی خرج المسخر کما سیجیء یا قضا جائز ہے غائب پر اسکے شرعی نائب کے سامنے جیسے غائب کا وہ وصی جسکو قاضی نے مقرر کیا قاضی کے وصی کی قید سے مسخر نکل گیا چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا مسخر وہ ہے کہ قاضی ایک وکیل مقرر کرے غائب کیطرف سے تا وہ مدعی کا دعوی سنے کذا فی الطحطاوی عن البحر او حکما بان یکون ما یدعی علی الغائب سببا لا محالة فلو اشتری امة ثم ادعی ان مولاها زوجها من فلان الغائب واراد ردها بعیب لم یقبل لاحتمال انه طلقها وزال العیب لما یدعی علی الحاضر یا قضا جائز ہے غائب پر اسکے حکمی نائب کے سامنے اسطرح پر کہ جو دعوی کیا جاوے غائب پر وہی لا محالہ بلا احتمال سبب ہو اس دعوی کا جو شخص حاضر پر دعوی کیا جاوے تو اگر ایک شخص نے لونڈی خرید کی پھر لونڈی کے مالک پر دعوی کیا کہ اسنے اسکا نکاح فلانے شخص غائب سے کر دیا اور مدعی نے ارادہ کیا کہ لونڈی کو پھیر دے منکوحہ ہونے کے عیب سے تو دعوی اسکا مقبول نہوگا اس احتمال سے کہ شاید غائب نے اسکو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو کذا صرح ابن کمال ہم شارح نے یہ تصریح کی لا محالہ کی قید زیادہ کرنے سے تو طلاق کے احتمال سے ادعا علی الغائب بالتعیین سبب نہوا ادعا علی الحاضر کا یعنی تزوج غائب دعا علی المولی کا سبب قطعی نہ ٹھہرا انفکاک کے احتمال سے مثاله کما اذا ادعی دارا فی ید رجل وبرهن المدعی علی ذی الید انه اشتری الدار من فلان الغائب فحکم الحاکم علی ذی الید الحاضر کان ذلک حکما علی الغائب ایضا حتی لو حضر وانکر لم یعتبر انکاره لان الشراء من المالک سبب الملکیة لا محالة مثال سبب ملک کی یہ ہے کہ دعوی کیا اس گھر کا جو ایک مرد کے قبضے مین ہے اور مدعی قابض پر اسبات کے گواہ لایا کہ مدعی نے اس گھر کو فلانے شخص غائب سے خرید کیا پھر حاکم نے قابض حاضر پر حکم کیا تو یہی حکم شخص غائب پر بھی ہو جائیگا تو اگر غائب حاضر ہو بعد اس حکم کے بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا اسواسطے کہ خرید کرنا مالک سے سبب ہے ملکیت کا لا محالہ تو خلاصہ اس صورت مین ادعا علی الغائب یعنی شراء وہ سبب ہے ثبوت ادعا علی الحاضر یعنی مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ یعنی بلا احتمال انفکاک سببیت کذا فی الطحطاوی وله صور کثیرة ذکر منها فی المجتبی تسعة عشر اور غائب کی نیابت حکمی کی بہت صورتین ہین انمین سے مجتبی مین انیس صورتین مذکور ہین منجملہ یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اسپر کہ اسکا فلانے غائب پر اتنا دین ہے اور یہ شخص حاضر اسکا ضامن ہے اسکے امر سے تو غائب اور حاضر دونوں پر حکم ہوگا اور اگر ضمانت بامر غائب نہ تھی تو غائب پر حکم نہوگا اور منجملہ یہ ہے کہ مدعی نے دعوی کیا حاضر پر کہ تونے خرید کیا یہ گھر فلانے غائب سے اور مین اسکا شفیع ہوں اور حاضر منکر ہے اور مدعی گواہ لایا اسکی خرید مذکور پر تو غائب پر حکم ہوگا اس سے خرید کرنیکا اور حاضر پر لزوم شفعہ کا اور منجملہ مسئلہ متن ہے اور منجملہ اثبات عتق علی الغائب کا مسئلہ ہے جسکو شارح آگے ذکر کریگا

كذا في الطحطاوي عن المنح عن المجتبى ولو كان ما يدعي على الغائب شرطا لما يدعيه على الحاضر كما إذا ادعى عبد على مولاه أنه علق عتقه بتطليق زوجة زيد وبرهن على التطليق بغيبة زيد لا يقبل في الأصح إذا كان فيه إبطال حق الغائب فلو لم يكن كما إذا علق طلاقها أو عتقه بدخول زيد الدار يقبل لعدم ضرر الغائب اور جو دعوی کیا جائے غائب پر اگر وہ شرط ہو اُس دعوی کی جو حاضر پر ادعا ہوا ہے چنانچہ اگر غلام نے [illegible] پر اسکا دعوی کیا کہ اُسنے معلق کیا ہے عتق کو زوجہ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے طلاق واقع ہونے پر زید کی غیبت میں تو گواہ مقبول نہ ہونگے قول اصح میں جبکہ اسمیں حق غائب کا ابطال ہو چنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا صورت مذکورہ میں تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ اگر زوج نے اپنی زوجہ کی طلاق زید کے دخول دار پر معلق کی ہو یعنی یوں کہا کہ اگر زید گھر میں داخل ہو تو اُسکی زوجہ مطلقہ ہے تو ثبوت دخول دار کے گواہ مقبول ہونگے بسبب عدم ضرر غائب کے یعنی زید کا کچھ ضرر نہیں دخول دار کے ثابت ہونے میں ھ قضا فی الشرط میں اختلاف مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مقبول نہیں ہے اور شرط میں فرق یہ ہے کہ [illegible] سبب تو حاضر [illegible] سبب کا یعنی غائب کا مانند کفیل کے اور ایسا نہیں ہے شرط ہو یعنی شرط اصلا نہیں ہے [illegible] نسبت شرط [illegible] حاضر [illegible] نہیں ہو سکتا [illegible] ومن حيل إثبات العتق على الغائب أن يدعي المشهود عليه أن الشاهد عبد فلان فيقيم الشاهد بينة أن مالكه الغائب أعتقه فتقبل اور اثبات عتق علی الغائب کے حیلوں میں سے ایک حیلہ یہ ہے کہ مشہود علیہ یہ دعوی کرے کہ شاہد مدعی کا فلانے شخص کا غلام ہے سو گواہ لاوے مدعی کہ اُسکے مالک غائب نے اسکو آزاد کر دیا ہے تو گواہی حق کی مقبول ہوگی ومن حيل الطلاق حيلة الكفالة بمهرها معلقة بطلاقها اور حیل طلاق سے ایک یہ صورت ہے کہ مہر کی کفالت کا معلق بالطلاق ہونا عورت ہم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت ایک مرد پر دعوی کرے کہ تو نے کہا تھا کہ اگر میرا زوج طلاق دے تو میں [illegible] مہر کا ضامن ہوں سو اُسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا اُسنے الطلاق پر گواہ قائم کئے تو [illegible] اور [illegible] کا حکم [illegible] نے کہا [illegible] مسائل [illegible] قول ضعیف [illegible] اسکی تصریح ہے [illegible] شرح منظومہ [illegible] واسطے [illegible] اگر قاضی [illegible] حکم کریگا تو حکم نافذ ہوگا اختلاف مشائخ کے سبب سے ودعوى كفالته بنفقة العدة معلقة بالطلاق اور نفقہ عدت کی معلق بالطلاق کا دعوی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ تو نے کہا ہے کہ اگر زوج مجھکو طلاق دے تو میں نفقہ عدت کا ضامن ہوں سو اُسنے کفالت کا اقرار کیا اور طلاق کا انکار کیا سو عورت نے طلاق پر گواہ قائم کئے تو طلاق و کفالت کا حکم ہوگا بر قول ضعیف [illegible] لا أرى في حيلة [illegible] ما في دعوى البزازية [illegible] ادعت أن زوجها الغائب طلقها وانقضت عدتها وتزوجها فأقرت بزوجية الغائب وأنكرت طلاقه فبرهن عليها بالطلاق يقبل [illegible] لأنها خصم ولا يحتاج إلى إعادة البينة إذا حضر الغائب اور جو شخص ارادہ کرے کہ زنا کرے تو اسکا حیلہ وہ ہے جو بزازیہ [illegible] ہے [illegible] ایک عورت پر اسکا کہ اسکے زوج غائب نے اسکو طلاق دی اور اسکی عدت منقضی ہو گئی اور مدعی نے اس سے نکاح کیا [illegible] عورت نے غائب کی زوجیت کا اقرار کیا اور اسکے طلاق دینے کا انکار کیا تو مدعی نے عورت پر گواہی طلاق ثابت کر دی تو عورت پر حکم ہوگا کہ وہ زوجہ ہے حاضر کی [illegible] حاجت نہوگی جبکہ شخص غائب حاضر ہوگا ھ طحطاوی نے کہا اگرچہ دعوی راست ہے تو اسکو حیلہ کہنا بالوجہ ہے اور ذکر عدم ارادہ زنا بے موقع ہے اور [illegible] بیان [illegible] دعوی [illegible] میں یہ حیلہ جاری ہے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ایسا فعل کبائر میں سے ہے اور ظاہر کلام [illegible] یہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہ بیان طلاق و ثبوت زوجیت ہے حالانکہ دونوں میں تلازم نہیں [illegible] اگرچہ مراد یہ ہے کہ گواہی طلاق و نکاح دونوں پر قائم ہوئی تو اب ظاہر ہوا انتہی ولو قضى على غائب بلا نائب ينفذ في أظهر الروايتين عن أصحابنا ذكره ملا خسرو في باب خيار العيب اور اگر قاضی نے حکم کر دیا غائب پر بدون نائب کے تو قضا نافذ ہوگی حنفیہ کی اظہر روایت میں جیسا کہ بیان کیا ہے اسکو ملا خسرو نے درر کے خیار العیب کے باب میں ھ طحطاوی نے کہا کہ یہ محمول ہے اُس صورت پر جبکہ مفقود کی منفعت کے واسطے حکم ہوا ہو [illegible] مطلق غائب میں بحر الرائق میں ہے کہ اس قول سے لقضاء على الغائب [illegible] بہت لوگوں نے دھوکا کھایا ہے یعنی وہ عالم سمجھے ہیں کہ خواہ قاضی شافعی ہو جسکے مذہب میں [illegible]

قضا علی الغائب جائز ہو اور حنفی جسکے نزدیک قضا علی الغائب نہیں اور ظاہراً یہی فتوی ہو شافعی کے حق میں ہو جسکے نزدیک قضا علی الغائب جائز ہو اسواسطے کہ حنفیہ کا اجماع ہو کہ قضا علی الغائب جائز نہین جیسا کہ صدر شہید کی شرح آداب القاضی مین ذکر کیا ہو اور اگر عاصم ہو تو ہمارے اصحاب کا یہ مذہب لازم نہ آوے یہ فتوی نفاذ کا مفقود کے حق میں محمول ہو نہ مطلق غائب مین وقیل لا ینفذ ورجحہ غیر واحد وفی المنیۃ والبزازیۃ وجمع الفتاوی وعلیہ الفتوی اور دوسرا قول یہ ہو کہ قضا علی الغائب بلا نائب نافذ نہیں اور اسی قول کو راجح کہا ہو اکثر علما نے اور منیہ اور بزازیہ اور مجمع الفتاوی مین کہا اور اسی قول پر فتوی ہو وصحح فی الفتح توقفہ علی امضاء قاض آخر اور فتح القدیر مین قضا علی الغائب کے موقوف ہونے کو ترجیح دی دوسرے قاضی کے جاری کر دینے پر یعنی قضا علی الغائب اسوقت نافذ ہوگی جب دوسرا قاضی اسکو جاری کر دے ہم طحطاوی نے کہا بیان شرح اسکا مقتضی ہو کہ توقف کا قول تیسرا قول ہو حالانکہ بعینہ وہی قول ہو عدم نفاذ کا وفی البحر والمعتمد ان القضاء علی المسخر لا یجوز الا لضرورۃ وہی فی خمس مسائل اور البحر الرائق میں ہو اور قول معتمد وہ ہو کہ ظاہر کرنا مسخر کا جائز نہیں مگر ضرورت کے سبب سے اور یہ ضرورت پانچ مسئلون مین ہو مسخر کی تفسیر عنقریب گذری یعنی جسکو قاضی مدعی علیہ [illegible] غائب کی طرف سے اشتری بالخیار فتواری پہلا مسئلہ یہ ہو کہ کوئی چیز مشتری نے خیار شرط سے خریدی پھر بایع چھپ رہا یعنی مشتری نے مدت خیار مین رد مبیع کا قصد کیا اور بایع غائب ہو تو مشتری قاضی سے درخواست کرے کہ بایع کی طرف سے وکیل قائم کرے تا اسکو مبیع پھیر دے [illegible] دوسرا مسئلہ [illegible] اسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص کا حاضر [illegible] غائب ہوگیا اور کفیل نے اسکو پایا [illegible] قاضی سے [illegible] اسکو کفیل کے سپرد کیا تو کفیل بری الذمہ ہو جائیگا [illegible] ظاہر الروایہ کے خلاف ہو تو یہ ابو یوسف کی بعض روایات سے [illegible] حلف لیوفینہ الیوم فتغیب الدائن تیسرا مسئلہ یہ ہو کہ [illegible] حالت حنث سے [illegible] قاضی غائب کی طرف سے وکیل قائم کرے اور اسکو دیدے [illegible] اسی قول پر فتوی ہو [illegible] قصد وکیل کی کچھ حاجت نہیں اگر قاضی کو دیدیگا تو حانث نہ ہوگا [illegible] وہان قاضی ہو اور حانث ہو [illegible] مفتی بہ کذا فی الطحطاوی وجعل امرھا بیدھا ان لم تصل نفقتها فتغیبت چوتھا مسئلہ یہ ہو کہ [illegible] طلاق کا اختیار دیا اگر اسکو نفقہ نہ پہنچے سو عورت چھپ رہی یعنی بقصد ایقاع طلاق تو قاضی وکیل قائم کرے نفقہ قبض کرنے کے [illegible] الکل فهو قول الثانی خانیۃ پانچوان مسئلہ یہ ہو کہ جب مدعا علیہ چھپ رہے دار القضا مین حاضر ہو تو متاخرین نے کہا کہ قاضی وکیل قائم کرے سب کے نزدیک یہ قول ہو ابو یوسف کا کذا فی الخانیہ قلت ونقل شراح الوهبانیۃ عن شرح ادب القاضی انہ قول الکل وان القاضی یختم بیتہ مرۃ بعد اخرى ثم ینصب الوکیل اور وہبانیہ کے شارحین نے شرح آداب القاضی سے نقل کیا کہ یعنی نصب وکیل امام اور صاحبین سب کا قول ہو اور یہ کہ قاضی غیر حاضر کے گھر پر مہر کرے جسقدر مدت کہ اسکو مناسب معلوم ہو پھر وکیل قائم کرے وولایۃ بیع الترکۃ المستغرقۃ بالدین للقاضی لا للورثۃ لعدم ملکہم حیث کان الدین محیطاً [illegible] ترکہ مستغرق بالدین کے بیچنے کا قاضی کو اختیار ہو نہ وارثون کو بسبب ملک نہ ہونے وارثون کے جبکہ دین وارثون کے سوا اوروں کا ہو مثلاً ترکہ پانسو کا ہو اور میت پر دین ہزار یا زیادہ ہو تو قاضی اسکو بیچ کر دام دین میں لگاوے اسکے وارث کو جبکہ ارباب دین بیع پر راضی ہون وارثون کو استخلاص ترکہ کا حق ہو اگر وارث استخلاص کا قصد کرے اور مال نقد ادا کرے تو ارباب دین سے یہی قبول کرنا ہوگا اور اگر وارث قصد بیع [illegible] اور مال نقد حاضر کرینگے قاضی کو بیع ترکہ کا اختیار ہو [illegible] ویقرض القاضی مال الوقف والغائب واللقطۃ والیتیم من ملی مؤتمن حیث لا وصی ولا من یقبله مضاربۃ ولا مستغلاً یشتریہ قاضی قرض دے مال وقف اور مال غائب اور مال لقطہ اور مال یتیم مالدار امانتدار کو جبکہ یتیم کا کوئی وصی نہ ہو اور نہ وہ شخص ہو جو مال کو بطریق عقد مضاربت قبول کرے اور نہ مستغل ہو جسکو قاضی خرید کرے

ھر قاضی بسبب کثرت اشتغال کے بذات خود اموال مذکورہ کی حفاظت نہیں کر سکتا لہذا مستحب ہے کہ بطریق قرض کے دے کیونکہ قرض میں تاوان ہو نہ ودیعت میں اور قاضی کو مناسب ہے کہ قرض لینے والوں کا حال دریافت کرے تا اگر کسیکا حال پریشان دیکھے تو اُس سے مال کو لے لے اسواسطے کہ قاضی اگرچہ استخلاص پر قادر ہے مگر غنی سے محتاج سے ولہذا محتاج کو قرض دینا جائز نہیں اور قاضی کو یہ جائز نہیں کہ اپنی ذات کیواسطے مال مذکور قرض لے اور اگر یتیم کا کوئی وصی ہو تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے کذا فی الطحطاوی مستغل وہ چیز ہے جسمیں آمدنی ہو جیسا کہ زمین زراعت کی یا مکان کرایہ کا یا غلام کاسب وَلَہٗ اَخْذُ الْمَالِ مِنْ اَبٍ مُبَذِّرٍ وَ وَضْعُہٗ عِنْدَ عَدْلٍ قنیہ اور قاضی کو جائز ہے فضول خرچ باپ سے مال کا چھین لینا اور اسکو رکھوا چھوڑنا مرد عادل کے پاس کذا فی القنیہ یعنی اسواسطے کہ تا طفل صغیر کا مال برباد نہ جاوے وَیَکْتُبُ الصَّکَّ نَدْبًا لِلْحِفْظِ اور دستک لکھوایا جاوے اموال مذکورہ کے قرض لینے والے سے بطریق استحباب کے تا قرض یاد رہے حموی نے کہا صک عبارت ہے مال وغیرہ کے اقرارنامہ سے وہ فارسی معرب ہے لَا یُقْرِضُ الْاَبُ وَلَوْ قَاضِیًا لِاَنَّہٗ لَا یَقْضِیْ لِوَلَدِہٖ نہ قرض دے باپ اپنے فرزند صغیر کا مال اگرچہ باپ قاضی ہو اسواسطے کہ باپ قضا نہیں کر سکتا اپنے فرزند کیواسطے ہم کہتے ہیں اگر مستقرض قرض کا منکر ہو تو گواہی کی حاجت ہوگی اور اسکی سماعت اور حکم دینا قاضی سے متعلق ہے اور قاضی کو اپنے فرزند کیواسطے حکم دینا جائز نہیں تھی جواز اقراض کی علت منتفی ہوگئی کذا فی الطحطاوی وَلَا الْوَصِیُّ وَلَا الْمُلْتَقِطُ فَاِنْ اَقْرَضُوْا ضَمِنُوْا لِعَجْزِہِمْ عَنِ التَّحْصِیْلِ بِخِلَافِ الْقَاضِیْ اور نہ قرض دے وصی یتیم کا مال اور نہ ملتقط لقطہ کسیکو قرض دے سو اگر باپ اور وصی اور ملتقط قرض دینگے تو تاوان دینا انپر لازم ہوگا بسبب انکے عاجز ہونے کے تحصیل قرض سے بخلاف قاضی کے کہ وہ تحصیل پر قادر ہے شارح نے قدرت تحصیل قاضی سے جواب دیا اس دوسری روایت کا کہ باپ کو طفل صغیر کا مال قرض دینا جائز ہے کیونکہ ولایت اسکی قاضی کی ولایت سے عام تر ہے اسواسطے کہ دونوں یعنی باپ اور قاضی کی ولایت یکسان ہے مگر مزید شفقت باپ میں زیادہ ہے قاضی سے تو ظاہر ہے اسکو قرض دینا چاہیئے لیکن ہم کہتے ہیں جواب کا خلاصہ جواب یہ ہے کہ جواز قرض اور عدم قرض میں قرب قرابت اور زیادتی ولایت کو دخل نہیں بلکہ تمام قدرت علی الاستخراج کا اعتبار ہے بعد وجود اصل ولایت کے اور باپ کو ایسی قدرت نہیں بخلاف قاضی کے اسواسطے کہ اگر قاضی گواہوں کو نہ پاوے بسبب موت یا غیبت کے تو اپنے علم اور روایت سے حکم کریگا یا مال نکال لیگا کذا فی الطحطاوی عن الکمال وَیُسْتَثْنٰی اِقْرَاضُہُمْ لِلضَّرُوْرَۃِ کَحَرْقٍ وَنَہْبٍ فَیَجُوْزُ اِتِّفَاقًا اور عدم جواز اقراض سے اشخاص مذکورہ کا قرض دینا مستثنیٰ ہے بسبب ضرورت کے جیسا کہ آتشزنی یا غارتگری کا خوف ہو ایسی ضرورت میں بالاتفاق جائز ہے کذا فی البحر وَمَتٰی جَازَ لِلْمُلْتَقِطِ التَّصَدُّقُ فَالْاِقْرَاضُ اَوْلٰی اور جس وقت کہ ملتقط کو تصدق لقطہ جائز ہے تو اس وقت میں قرض دینا بالطریق اولی جائز ہوگا یعنی جبکہ بعد تعریف کے ملتقط کو ظن غالب عدم طلب کا ہو تو اسوقت اسکا خیرات کرنا جائز ہے تو اس حالت میں قرض دینا بھی جائز ہے وَلَوْ قَضٰی بِالْجَوْرِ فَالْغُرْمُ عَلَیْہِ فِیْ مَالِہٖ اِنْ مُتَعَمِّدًا وَاَقَرَّ بِہٖ اَیِ الْعَمْدِ وَلَوْ خَطَأً فَالْغُرْمُ عَلَی الْمَقْضِیِّ لَہٗ اور اگر قاضی نے غیر واجبی ہونے کا حکم دیا تو تاوان قاضی پر ہے اسکے ذاتی مال میں اگر بالقصد حکم کیا اور اقرار بھی کیا تعمد جور کا اور اگر خطا سے حکم دیا تو تاوان مقضی لہ پر ہے یعنی جسکے واسطے حکم دیا کذا فی الدرر ہم کہتے ہیں کہ قاضی کا حکم جبکہ خطا سے واقع ہو تو دو وجہ سے خالی نہیں بطریق خطا یا بطریق عمد خطا کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ حق اللہ میں ہو دوسری صورت یہ کہ حق العباد میں ہو تو اگر حق العباد میں ہو تو تدارک و درستی ممکن ہو اسطرح پر کہ مال یا صدقہ یا طلاق یا عتاق کا حکم دیا پھر خطا ثابت ہوئی اسطرح کہ شہود غلام یا کفار یا محدود فی القذف نکلے تو قاضی اپنا حکم باطل کرے غلام مالک کو دے اور عورت اسکے زوج کو اور مال صاحب مال کو اور اگر خطا ایسی ہوئی جسکا تدارک ممکن نہیں اسطرح پر کہ قصاص کا حکم دیا اور استیفاء قصاص ہو چکا تو مقضی لہ کے قصاص کا حکم نہ دے کیونکہ شبہ قضا مانع ہے قصاص سے لیکن مقضی لہ کے مال میں خون بہا واجب ہوگا یہ سب کچھ اس صورت میں ہے جبکہ قاضی کی خطا بینہ یا مقضی لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خطا قاضی کے اقرار سے ظاہر ہو تو مقضی لہ کے حق میں ظاہر نہ ہوگا جب تک اپنے حکم کو مقضی لہ کے حق میں باطل نہ کرے اور اگر قاضی نے حق اللہ میں خطا کی اسطرح پر کہ حد زنا یا حد سرقہ یا حد شرب خمر کا حکم دیا اور رجم اور قطع اور حد کا استیفا ہوا پھر ظاہر ہوا کہ شہود عبید یا کفار یا محدود فی القذف ہیں تو تاوان اسکا بیت المال میں ہے اور اگر قاضی نے عمدًا ظلم کیا حکم میں اور اسکا اقرار کیا تو اسکے مال میں تاوان ہوگا سب وجوہ مذکورہ میں اور قاضی پر تعزیر ہوگی بسبب اپنے ارتکاب جریمہ عظیمہ اور معزول ہوگا قضا سے کذا فی الطحطاوی عن الہندیہ ملخصًا وفی النہر معزیًا للسراج قَالَ مُحَمَّدٌ لَوْ قَالَ

قاضی کی خطا

تنفذ احکامہ اذا تعدی عن القضاء وفیہ عن ابی یوسف اذا غلب جورہ ورشوتہ ردت قضایاہ وشہادتہ اور منح الغفار میں ہے سراج کیطرف نسبت کرکے کہ محمد نے کہا کہ اگر قاضی کہے کہ میں نے عمداً ظلم کیا تو معزول ہو جائیگا قضا سے اور امام ابو یوسف سے ہے کہ جب قاضی کا ظلم اور رشوت غالب ہو تو اسکے فیصلے اور گواہی رد ہو جائیگی مطلب مسائل متعلقہ شتی کے القضاء مظہر لا مثبت قضا ظاہر کرنے والی ہے حق کی نہ ثابت کرنے والی ہے یعنی حکم قاضی مظہر ہے خصم کے حق کا اسواسطے کہ حق ثابت ہے عند اللہ قبل حکم کے اور اسکا مثبت نہیں جو قبل حکم ثابت نہیں یہ اس صورت میں ہے جبکہ حکم واقع کے مطابق ہو اور اگر مخالف واقع ہو تو حکم اب مثبت ہوگا چنانچہ حکم بشہادۃ الزور کذا فی الطحطاوی و یتخصص بزمان و مکان و خصومۃ حتی لو امر السلطان بعدم سماع الدعوی بعد خمسۃ عشر سنۃ فسمعہا لم ینفذ اور قضا خصوصیت قبول کرتی ہے زمان و مکان و خصومت کی تو اگر سلطان امر کرے عدم سماعت دعوی کا پندرہ برس کے بعد سو قاضی نے دعوی سنا تو حکم نافذ نہ ہوگا ظہیریہ مختصر میں ہے کہ اگر امام ایک مسئلہ کو ایکدن یا ایک مجلس کیساتھ خاص کرکے قاضی مقرر کرے تو جائز ہے اور خلاصہ میں ہے کہ اگر سلطان قضا میں خصوصیت استثنا کرے یعنی یوں کہے کہ فلاں مقدمہ فیصل نہ کر تو صحیح ہے کذا فی الطحطاوی قلت فلا تسمع الآن بعدہا الا بامرہ الا فی الوقف والارث و وجود عذر شرعی وبہ افتی المفتی ابو السعود فلیحفظ میں کہتا ہوں کہ اب بعد امر سلطان کے دعوی نسنا جائے پندرہ برس کے بعد مگر سلطان کے امر سے لیکن وقف و میراث و موجود ہونے عذر شرعی میں بعد پندرہ برس کے بلا امر سلطان بھی سماعت ہوگی اسیکا فتوی دیا ہے مفتی ابو السعود نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے حموی نے اپنے استاذ یحیی منقاری سے نقل کیا کہ سلاطین یعنی سلاطین بنی عثمان اپنے قاضیوں کو حکم کرتے ہیں اپنی سب ولایت میں کہ دعوی نہ سنیں پندرہ برس کے بعد سوا وقف و ارث کے انتہی اور یہ بھی قطع حیل و دفع تزویر کیواسطے ہے اور یہ جو روایت ہے کہ حق نہیں باطل ہوتا ہے تینتیس برس کی خلاصہ اور مبسوط اور فتاوی عتابی میں ہے در باب عدم سماع سو یہ روایت قبل ورود نہی سلطانی ہے عذر شرعی چنانچہ طفل ہونا یا دیوانگی و غیبت کذا فی الطحطاوی امر السلطان انما ینفذ اذا وافق الشرع والا فلا اشباہ من القاعدۃ الخامسۃ وفوائد شتی فلو امر قضاتہ بتحلیف الشہود وجب علی العلماء ان ینصحوہ ویقولوا لہ لا تکلف قضاتک الی امر یلزم منہ سخطک و سخط الخالق تعالی حکم بادشاہ کا اسوقت نافذ ہوتا ہے جب کہ شرع کے موافق ہو اور نہیں تو نافذ نہیں چنانچہ اشباہ کے پانچویں قاعدے اور فوائد شتی میں لکھا ہے تو اگر بادشاہ نے اپنے قاضیوں کو شاہدوں کے قسم دلانے کا حکم کیا تو عالموں پر واجب ہے کہ بادشاہ کو نصیحت کریں اور اس سے کہیں کہ اپنے قاضیوں سے وہ امر نکروائے جس سے آپکا غضب لازم آوے یا خالق برتر کا غضب یعنی اگر تیری اطاعت کی تو خدا کا غضب ہے اور اگر تیری نافرمانی کریں تو تیرا غضب ہو صاحب بحر نے المحیط سے نقل کیا کہ اطاعت امام غیر معصیت میں واجب ہے تو اگر سلطان ایکدن کے روزہ رکھنے کا حکم کرے تو روزہ واجب ہوگا صہر میں ہے جواز تحلیف منقول ہے یعنی شاہدوں سے قسم لینا جائز ہے مفتی ابو السعود نے کہا کہ یہ مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ جب قاضی قسم لینے کو درست جانے اسطرح کہ وہ صاحب رائے ہو یعنی مجتہد ہو اور اگر صاحب رائے نہ ہو تو تحلیف جائز نہیں ہے کذا فی الطحطاوی قضاء الباشا وکتابہ الی القاضی جائز ان لم یکن قاضی مولی من السلطان قضا باشا کی اور مکتوب اسکا قاضی کی طرف جائز ہے اگر سلطان کیطرف سے قاضی معین نہ ہو باشا امیر کو کہتے ہیں ہم میں باشا کی قید اسواسطے لگائی کہ قضا سلطان کی بقول صحیح مطلقاً نافذ ہے چنانچہ ادب الخصاف میں ہے کذا فی الطحطاوی والمحکم کالقاضی الا فی اربعۃ عشر مسئلۃ ذکرناہا فی شرح الکنز یعنی البحر اور محکم یعنی پنچ قاضی کے مانند ہے مگر چودہ مسئلوں میں جنکو ہم نے ذکر کیا ہے شرح کنز میں یعنی بحر الرائق میں ہم بحر الرائق سے وہ مسئلے ذکر کرتے ہیں اسطرح کہ محکم جب فیصلہ کرے فصل مجتہد فیہ میں پھر اسکا مرافعہ ہو قاضی یا محکم کیطرف تو اگر اسکے مذہب کے موافق ہو تو جاری کرے نہیں تو باطل کرے اور محکم پر [illegible] اور تحکیم کی تعلیق اور اضافت ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں اور تحکیم حد اور قصاص اور دیت میں بقول صحیح جائز نہیں اور فسخ یمین مضافہ میں جواز تحکیم کا فتوی نہ دیا جائے اگرچہ قول صحیح میں وہ نافذ ہے اور محکم کا حکم غائب کیطرف متعدی نہیں ہوتا اگر ادعا علی الغائب سبب ہو ادعا علی الحاضر کا مگر ایک مسئلے میں اور جائز نہیں مکتوب محکم قاضی کیطرف جیسے قاضی کا مکتوب اسکی طرف جائز نہیں اور محکم حکم نہ کرے قاضی کے مکتوب پر مگر جبکہ دونوں خصم راضی ہوں اور اگر محکم مرتد ہو جائے تو معزول ہوگا پنچایت سے سو اگر بعد ارتداد پھر اسلام قبول کریگا تو تحکیم جدید کی حاجت ہوگی اور اگر محکم گواہی کو بسبب تہمت کے قبول نہ کرے تو قاضی

اور دوسرے بیع کو اسکا قبول کرنا درست ہے اور بیع کا حکم ایک طرف سے باقی وارثوں کی طرف نہیں پہنچتا اور حکم کا حکم نصیب بالغ کے بالغ کی طرف نہیں پہنچتا ہے چنانچہ
تحکیم سے راضی ہو اور اگر حکم نے وکیل پر عیب مبیع کا حکم کیا تو اسکا حکم موکل کی طرف نہیں متعدی ہوتا اور حکم اسکا صغیر کے وصی پر نافذ نہیں جسمین صغیر کا ضرر ہو اور حکم حکم کا
تحکیم کے ساتھ مقید نہیں بلکہ اُسکا حکم جائز ہے صحیح ملا دینی یعنی بعد رضا کے تحکیم صحیح اور اگر حکم میں اختلاف ہو گواہی کے اختلاف کے سبب سے سو اگر یا کہا
ہو کہ اسکو خصومت میں وکیل کیا ہے فلانے نے قضیہ کی طرف اور دوسرا شاہد کہتا ہے کہ دوسرے قضیہ کی طرف تو ایک قضیہ کو حکم کرنا جائز نہیں اور حکم کا حکم رافع خلاف نہیں بخلاف
قاضی کے جمیع مسائل مذکورہ میں چلپی نے کہا محل ان مسائل کا باب التحکیم میں انتہی ملخصًا اور منجملہ مسائل مذکورہ یہ ہے کہ لعان میں زوجین میں حکم کا حکم جائز نہیں چنانچہ
برجندی میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی الفصل الاول من جامع الفصولین القاضی بتاخیر الحکم یاثم ویعزل ویعزر اور جامع الفصولین کی فصل اول میں
ہے کہ قاضی حکم کی تاخیر سے گنہگار ہوتا ہے اور معزول کیا جائے اسکو اور تعزیر دیجائے وفی الاشباہ لا یجوز للقاضی تاخیر الحکم بعد وجود شرائطه الا فی
ثلث لریبة ولرجاء صلح اقارب واذا استمهل المدعی اور اشباہ میں ہے کہ جائز نہیں قاضی کو تاخیر کرنا حکم دینے میں شرائط حکم کے پائے جانے کے بعد مگر تین
وجہ سے تاخیر جائز ہے شک و اشتباہ کے سبب سے اور امید صلح اقارب کے اور جبکہ مدعی مہلت چاہے ہم اشتباہ یہ ہے کہ قاضی کو گواہوں میں شبہ پڑے جیسا کہ [illegible]
نے قاضی کے پاس ایک مقدمہ میں گواہی دی اور [illegible] انکی گواہی کے [illegible] حکم نہیں ہوا کہ ایک گواہ انمیں سے بولا استغفر اللہ [illegible] گواہی دی اور قاضی
[illegible] کلام سنا مگر [illegible] قاضی نے اسکو [illegible] پوچھا سو [illegible] کہا ہم اپنی گواہی پر قائم ہیں [illegible] اسکی گواہی [illegible]
اور لسان الحکام میں ہے کہ جب قاضی کے پاس بھائی یا چچیرے بھائی جھگڑا لاویں تو قاضی کو لائق ہے کہ [illegible] حکم [illegible]
کہ حکم اگرچہ حق ہے مگر اکثر عداوت کا سبب ہو جاتا ہے [illegible] بعض علما مشایخ نے کہا کہ تاخیر حکم بامید صلح اقارب میں مخصوص نہیں بلکہ اجانب میں بھی
ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ حکم قاضی کینے کا موجب ہے تو حتی الامکان اس سے احتراز کرنا چاہیے اور مخالف نہیں قضا فی الفور [illegible] کہ قضا فی الفور
صورت پر محمول ہے جبکہ قاضی کو حصول صلح کی توقع نہ ہو اور اسکا مؤید وہ ہے جو اختیار اور خزانۃ الاکمل میں ہے کہ جب قاضی کو رضائے خصمین کی توقع ہو تو
رد کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں اور دونوں میں حکم جاری نہ کرے شاید صلح کر لیں اور انکو دو بار سے زیادہ رد نہ کرے اور اگر توقع صلح نہ ہو تو حکم جاری کر دے انتہی
اور جیسے استمہال مدعی سے تاخیر حکم جائز ہے ویسے ہی استمہال مدعی علیہ سے جبکہ وہ دفع دعوے کا مدعی ہو بشرطیکہ دفع صحیح کا مدعی ہو نہ دفع فاسد کا
اور ایک صورت اور باقی رہ گئی جسمین تاخیر قضا جائز ہے یعنی جبکہ قاضی اہل شہر کے فتوے پر اعتماد نہ کرے اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرے
تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا چنانچہ حلبی میں ہے کذا فی الطحطاوی ولا یعتبر رجوعه عن قضائه الا فی ثلث لو بعلمه او ظهر خطاؤه او حکم بخلاف مذهبه اور
قاضی کو اپنے حکم سے پھر جانا یعنی اسپر عمل نہ کرنا اور اسکو باطل کر دینا معتبر نہیں مگر تین صورتوں میں اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست سے یا حکم کی خطا ظاہر ہو گئی یا اپنے مذہب کے خلاف
حکم دیا ہو اپنے علم پر حکم کیا ہو اسکی صورت یہ ہے کہ اسکا علم [illegible] قاضی کے نزدیک ایک شخص نے دوسرے شخص کیواسطے مبلغ کا اقرار کیا اور دونوں انمیں سے غائب ہو گئے پھر
وہ شخص دعوی لیکر قاضی کے پاس آیا [illegible] بدون اسکے کہ [illegible] معلوم ہوا کہ اسکے سوا کوئی اور ہے تو قاضی کو حکم توڑنا جائز ہے بلکہ واجب ہے اور
ظہور خطا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً حنفی المذہب نے مسائل مختلف فیہا [illegible] کا حکم کیا پھر اسکو اپنی خطا ظاہر ہو گئی اور خلاف مذہب کا حکم دینا عمداً یا سہواً سابق بتفصیل مذکور ہو چکا
فتح القدیر میں ہے کہ امام کے نزدیک قاضی کو اپنے علم پر حکم کرنا جائز ہے اس شرط سے کہ جانتا ہو اپنے عہدہ قضا کے وقت اس شہر میں جہاں کا وہ قاضی ہے اس حق کا علم جیسے خالص اللہ کے حقوق نہیں جیسے قرض یا
بیع یا غصب یا طلاق یا قتل عمد یا حد قذف اور اگر قبل عہدہ قضا جانتا ہو حقوق العباد میں پھر وہ قاضی ہوا اور وہ مقدمہ اسکے سامنے آوے یا حالت اپنی قضا میں جان چکا
غیر شہر میں پھر اس شہر میں داخل ہوا اور مقدمہ اسکے پاس رجوع ہوا یا ایک مدت معلوم ہوا اور وہ اسی شہر میں قاضی ہے پھر وہ معزول ہو گیا پھر بحال سابق منصوب
ہوا تو امام کے نزدیک حکم نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک حکم کرے اور حد شرب یا زنا میں تو قضا بعلم قاضی بالاتفاق نافذ نہیں انتہی مختصرًا فصل

القاضی حکم فلو زوج الیتیمة من نفسه او ابنه لم یجز قاضی کا فعل حکم ہے تو اگر قاضی یتیم لڑکی کا نکاح اپنی ذات سے یا اپنے بیٹے سے کرے تو جائز نہیں ہے فعل سے مراد وہ ہے جو قاضی سے صادر ہو بلا لفظ صیغہ کے کا نکاح نہ کرے سو واسطے جائز نہیں قاضی کا فعل حکم کو جبکہ حکم ٹھہرا تو جائز نہ ہوا کیونکہ قاضی کو اپنی ذات کیواسطے یا اپنے فرزند کیواسطے حکم کرنا صحیح نہیں الا فی المسئلتین مگر قاضی کا فعل دو صورتوں میں حکم نہیں ہے استثنا ہے فعل القاضی حکم سے لیکن ہے کذا فی الطحطاوی اذا اذن او ولی القاضی بتزویجها کان وکیلا ایک صورت یہ ہے کہ جب ولی قاضی کو تزویج صغیرہ کا اذن دے تو قاضی وکیل ہوگا اور قاضی جب وکیل ٹھہرا تو فعل تزویج حکم نہ ہوگا تو اگر عقد کا مرافعہ ہو دوسرے قاضی مخالف مذہب کیطرف تو اسکو نقض نکاح جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ ۔ واذا اعطی فقیرا من وقف الفقراء کان له ابطاله نفسیرہ دوسری صورت یہ ہے کہ قاضی نے ایک فقیر کو دیا فقیر اسکے وقت سے تو دوسرے قاضی کو اسکے غیر اور فقیر کو دینا جائز ہے اس مسئلے میں قید یہ ہے کہ قاضی نے فقیر کیواسطے راتبہ نہ مقرر کر دیا ہو اور فقیر و راتبہ اگر کیا اسکے حکم نہ کیا ہو والا قاضی ثانی کو نقض [illegible] جائز ہے کذا فی الطحطاوی امر القاضی حکم الا فی مسئلة الوقف المذکورة فامره فتوی فلو صرف لغیره صح امر قاضی کا حکم ہے مگر اس مسئلہ وقف میں جو مذکور ہو چکا امر اسکا فتوی ہے تو اگر اسکے سوا اور کیطرف صرف کرے تو صحیح ہے مثلا قاضی کا یوں کہنا مدعی سے اقامت برہان کے بعد کہ اسکو تسلیم کر [illegible] یہ حکم ہے [illegible] کہ وقت کیا [illegible] واقف کے احتیاج ہو گئے سو قاضی نے امر کیا کچھ وقت میں سے انکو دیا جاوے [illegible] یہاں تک کہ اگر واقف یہ ارادہ کرے کہ اسکو دوسرے فقیر کو دیوے تو صحیح ہے القاضی یحلف غریم المیت ولو اقر بالدین قاضی قسم دے میت کے قرضدار کو اگرچہ قرضدار نے اسکا اقرار کیا ہو یعنی میت نے قرضدار پر دین کا اقرار کیا ہو تو بھی قسم دینا چاہیے اور اگر وارث قسم طلب کرے کذا فی الطحطاوی لا یقبل قول امین القاضی انه حلف المخدرة الا بشاهدین قاضی کے امین کا یوں کہنا کہ اسنے عورت پردہ نشین کو قسم دی [illegible] قبول نہیں [illegible] محارم نے دیکھیں کنواری ہو یا بیاہی اور جو عورت [illegible] اور اسکو رجال [illegible] استبدل علی امر القاضی الذی لیس بذی علم [illegible] قاضی کے امر [illegible] ہوگا [illegible] کلام الاشباہ مثال اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے وصیت کی کہ [illegible] فقیروں کو [illegible] اور وصی کا اس شہر میں ایک [illegible] قاضی نے [illegible] دوسرے [illegible] تطوع ٹھہرے گا اور وصیت میت کی بحال سابق قائم ہے کذا فی الطحطاوی وفی مسئلة الوقف من المنظومة المحبية [illegible] السلطان مخالفة شرط الواقف لو غالبه قری و مزارع وانه یعمل بامره [illegible] مخالفت کرنا شرط واقف کا جائز ہے اگر اکثر وقف [illegible] واقف کی شرط کا [illegible] فتوی [illegible] بیت المال [illegible] ہو کہ واقف انکا [illegible] بیت المال کا [illegible] مخالفت صحیح ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] صنعی افندی بانه حتی کان فی الوقف [illegible] فتنبه [illegible] سلطان [illegible] ممنوع [illegible] وقف واقف [illegible] اعتماد [illegible] کذا فی الطحطاوی وفی [illegible] تحبس الولی بدین الصغیر حتی یؤدیه او یظهر فقر الصغیر قلت [illegible] قاضی خان [illegible] الحبس [illegible]

ضمناً قالہ الشرنبلالی اور وہبانیہ میں ہے کہ محبوس ہو ولی الطفل غیر کے ورثہ میں بیان کیا اسکو اور کہے یا صغیر کی محتاجی ظاہر کرے میں کہتا ہوں لیکن وہبانیہ کے شارح یعنی عبد البر نے صراحت کی ہے قاضی خان سے کہ آزاد اور غلام اور بالغ اور صغیر محجور سب اسمیں برابر ہیں تو غور کرنا چاہیے ولی کی قید میں کہ یہاں یہ قول ہے شرنبلالی کا یعنی جب حبس صغیر جائز ہوا تو ولی اسکا بطریق اولی محبوس ہوگا ماسبق میں ہے کہ صغیر محجور علیہ محبوس نہیں کیا جاتا اور یہ مشکل ہے ولیکن اسکا باپ یا وصی حبس کیا جائے انتہی اور ظاہر وجہ توفیق میں القولین یہ ہے کہ قاضی خان کا کلام صغیر ماذون میں ہے اور خلاصہ اور وہبانیہ کا کلام صغیر محجور علیہ میں ہے چنانچہ خلاصہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی قال فلیس للقاضی البیع مع وجود اب ووصی ہی فائدۃ حسنۃ قلت وہی فی القنیۃ ومتی باعہ القاضی نقضہ لو اصلح کما نظم الشارح فضمنتہ للکن مغیرا لبعضہ فقلت شرنبلالی نے کہا اور قاضی کو بیع جائز نہیں باوجود باپ یا وصی کے اور یہ خوب فائدہ ہے میں کہتا ہوں اور یہ مسئلہ قنیہ میں ہے اور جبکہ باپ اور وصی نے بیع کی تو قاضی کو اسکا توڑ دینا جائز ہے اگر نقض اصلح ہو چنانچہ وہبانیہ کے شارح نے اسکو نظم کیا ہے تو میں نے اسکو نتیجہ سے ملا دیا بعض الفاظ کو بدل کر سو یوں کہا ہے ویُنقض بیع من اب ووصیۃ ولو مسلطا للاصلح النقض یطلب اور توڑا جاتا ہے بیع باپ اور اسکے وصی کی اگرچہ باپ ہی مصلح ہو مقصد اور حالانکہ نقض اصلح ہو یہ حکم مسطور ہے کتب مذہب میں ویحبس فی دین علی الطفل الذی وصی والا ادیب بیع مخبوثا اور حبس کیا جاتا ہے طفل صغیر کے دین میں باپ اسکے اور وصی اور تادیب کیواسطے بعضے علما حبس صغیر کی بھی صورت بتاتے ہیں یعنی بعضوں کے نزدیک حبس صغیر تادیب کیواسطے جائز ہے اگرچہ وہ خبیث نہو اسکے وفی الدین لم یحبس اب ومکاتب ویعتق مولاہ لعلیق ومعسر اور صغیر کے دین میں محبوس نہیں ہوتا یعنی اگر صغیر کا دین باپ پر ہو تو وہ محبوس نہوگا اور نہ مکاتب مولی کے دین کتابت وغیرہ میں اور نہ غلام مولی کے دین میں اور نہ مولی غلام کے دین کے ہو بشرطیکہ مدیون نہو مفلس محجور تو محبوس ہوگا وہ اور العبد من دیونا یحبس السید لاجلہ لانہ للغرماء ان اگر غلام مدیون ہو تو قبض کا تو مولی محبوس ہوگا اسکے دین میں اسواسطے کہ کسب غلام کا اسکے اصحاب دیون کا حق ہے یعنی حبس مولی اسواسطے ہے تاکہ انکو وہ دیون حاصل ہوجاویں جو غلام پر ہیں کذا فی الطحطاوی وکذا یحبس بدین مکاتبہ لا فیما کان من جنس الکتابۃ اور اسیطرح مولی محبوس ہوتا ہے اپنے مکاتب کے دین میں مگر اس دین میں محبوس نہیں ہوتا جو دین کتابت کی جنس سے ہو یعنی اگر دین مکاتب پر مثلا دس من گیہوں ہیں اور کتابت بھی مثلا دس روپیہ پر تو اس صورت میں بدل کتابت مغایر دین کے ہے تو مولی محبوس ہوگا اور اگر کتابت بھی دس من گیہوں پر ہوئی ہو تو اب دین جنس کتابت سے ٹھہرا تو محبوس نہوگا کما فی عتاق الوہبانیۃ ہ وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا مکاتبہ والعبد فیہا یخیر ۞ سو وہبانیہ کی کتاب العتاق میں ہے اور غیر جنس حق میں محبوس کرے مولی کو مکاتب اسکا اور غلام کتابت میں مختار ہے یعنی چاہے تو کتابت کو غلام فسخ کر دے بدون رضامندی مولی کے کذا فی الطحطاوی وفی حجرہا ویحبس والکتب المصاحف الحجر للمدیون بالکتب اور وہبانیہ کی کتاب الحجر میں ہے اور صحیح کتابوں والا کاتب محبوس ہوگا دین پر اس واسطے کہ بسبب کتابوں کے وہ مفلس نہیں ہے ہو کہ فقیہ پڑھا ہے اور اسکے پاس کتابیں ہیں تو وہ درحق قضاء دین مقدور والا ہے تو وہ محبوس ہوگا اگرچہ وہ فقیر ہے درحق صدقہ وجوب کو ہو کذا فی الطحطاوی

باب التحکیم

باب التحکیم

یہ باب تحکیم میں ہے یعنی پنچ مقرر کرنے میں تحکیم بھی قضا کے فروع سے ہے اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر ہو قاضی سے حکم رانی میں اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اسکو مخصوص ہے جنہنے اسکو پنچ ٹھہرایا اور تحکیم حدیث سے ثابت ہے اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہے کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ میری قوم میں جب اختلاف ہوتا ہے کسی چیز تو میرے پاس آتے ہیں پھر میں ان میں حکم کر دیتا ہوں تو مجھسے فریقین راضی ہو جاتے ہیں پس حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا یہ کیا خوب ہے رواہ النسائی کذا فی الفتح ھو لغۃ جعل الحکم فیما لک لغیرک تحکیم لغت میں یہ ہے کہ اپنے مال میں غیر شخص کو اسکے حکم کرنا مقرر کرے وعرفا تولیۃ الخصمین حاکما یحکم بینہما اور تحکیم عرف میں عبارت ہے متولی اور مقرر کرنے خصمین سے ایک حاکم کو کہ وہ دونوں میں حکم کر دے ورکنہ لفظہ الدال علیہ مع قبول الآخر ذلک اور رکن تحکیم لفظ تحکیم ہے یا خاصم کا وہ لفظ جو تحکیم پر دلالت کرے ساتھ قبول پنچ کے یعنی تحکیم کا رکن یہی ہے کہ دونوں فریق کسی کو کہیں کہ ہم نے تجھکو حکم مقرر کیا تو ہم میں حکم کرے اور وہ اسکو قبول کرے اور مانند اسکے ہے حکم کہنا کہ تم دونوں

حکم کیا ہو اور متخاصمین اسکو قبول کریں یعنی چاہئے یہ ہے کہ اگر متخاصمین ایک مرد کو حکم مقرر کریں پس وہ قبول نہ کرے تو اسکا حکم کرنا بعد اسکے بغیر تجدید تحکیم کے کذا فی الطحطاوی وشرطه من جهة المحكِّم بالكسر العقل لا الحرية والإسلام فصح تحكيم ذمي ذميا اور شرط تحکیم کی محکِّم بالکسر یعنی پنچ مقرر کرنے والے کی طرف سے عقل ہے نہ آزاد ہونا اور مسلمان ہونا تو صحیح ہے تحکیم ذمی کا ذمی کو یعنی پنچ بنانا ذمی کا مسلمین میں باطل ہے اور ذمیوں میں ذمی کا پنچ ہونا صحیح ہے کذا فی النہایۃ وشرطه من جهة المحكَّم بالفتح صلاحيته للقضاء كما مر اور شرط تحکیم کی محکَّم بالفتح یعنی پنچ کی طرف سے لیاقت رکھنا اسکا ہے قضا کی واسطے یعنی اسکا ایسا ہونا کہ قاضی بن سکے یعنی مسلم بالغ عاقل عادل ہو اندھا نہ ہو اور گونگا نہ ہو فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر فاسق حکم کرے تو واجب ہے کہ جائز ہو انتہی فاسق کو پنچ مقرر کرنا معصیت ہوگا جیسے کہ فاسق کو قاضی بنانا گناہ ہے واللہ اعلم وتشترط الأهلية المذكورة في المحكم وقت التحكيم ووقت الحكم جميعا فلو حكما عبدا فعتق او صبيا فبلغ او ذميا فاسلم ثم حكم لا ينفذ كما هو الحكم في مقلد بفتح اللام يشترط فيه الاهلية وقت الشهادة اور اہلیت مذکورہ شرط ہے پنچ مقرر کرنے کے وقت اور حکم کے وقت دونوں حالتوں میں اگر متخاصمین پنچ مقرر کریں غلام کو پھر وہ آزاد ہو جائے یا لڑکے کو پھر وہ بالغ ہو جائے یا ذمی کو پھر وہ مسلمان ہو جائے پھر وہ حکم کرے تو حکم نافذ نہ ہوگا جیسا کہ یہی حکم ہے قاضی میں بخلاف شہادت کے یعنی شہادت میں فقط ادا کے وقت اہلیت شرط ہے نہ تحمل شہادت کے وقت وفی منية المفتى لو استقضى العبد ثم عتق فقضى صح وعزاه في المبتغى اور منیۃ المفتی میں اسکو ذکر کیا ہے کہ اگر غلام قاضی مقرر کیا جائے پھر وہ آزاد ہو جائے پھر وہ حکم کرے تو صحیح ہے اور سعدی آفندی نے اس قول کو مبتغی کی طرف نسبت کیا ہے اور طحطاوی نے کہا یہ قول مخالف ہے متن کے اور ظاہر یہ ہے کہ حکم اجازہ معلق تھا اذن کا اول من يدخل المسجد لم يجز اجماعا فحكم بينهما ببينة او اقرار او نكول ورضيا بحكمه صح لو في غير حد وقود ودية على عاقلة متخاصمین نے پنچ مقرر کیا ایک مرد کو پس اس نے دونوں میں حکم کیا گواہی یا اقرار یا انکار قسم سے اور وہ دونوں اسکے حکم سے راضی ہو گئے تو حکم صحیح ہے اگر حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ کے غیر میں حکم کیا ہو مرد معین کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متخاصمین پنچ مقرر کریں اسکو جو اول مسجد میں داخل ہو تو بالاجماع جائز نہیں بسبب اسکے مجہول ہونے کے اور شارح نے جو رضا متخاصمین کی قید زیادہ کی وہ اسکے متن کے مخالف ہے اور فتاوی عالمگیری میں صاف مذکور ہے کہ رضا متخاصمین وقت تحکیم شرط ہے نہ حکم کے وقت اگر شارح رضیا بتحکیمه کہتا بجائے رضیا بحکمہ کے تو خوب تھا کہ تحکیم شرط ہے جیسا فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تحکیم اس امر میں صحیح ہے جسکے فعل کا متخاصمین کو اختیار ہے یعنی حقوق العباد میں صحیح ہے حقوق اللہ میں نہیں تو تحکیم اموال اور طلاق اور عتاق اور نکاح اور ضمان سرقہ میں جائز ہے نہ حد زنا اور سرقہ اور قذف میں انتہی اور قہستانی میں ہے کہ طلاق و عتاق اور کتابت اور کفالت اور شفعہ اور نفقہ اور دیون اور بیع کو تحکیم شامل ہے انتہی اور دیت علی العاقلہ میں اسواسطے صحیح نہیں کہ عاقلہ راضی نہیں ہیں اسکے حکم سے اور پنچ کا حکم غیر پر نافذ نہیں ہوتا انتہی کذا فی الطحطاوی لان الاصل ان حكم المحكم بمنزلة الصلح وهذه لا تجوز بالصلح فلا تجوز بالتحكيم قاعدہ کلیہ ہے کہ حکم پنچ کا بمنزلہ صلح کے ہے اور یہ یعنی حد اور قصاص اور دیت علی العاقلہ بذریعہ صلح کے نہیں ہیں تو تحکیم سے بھی جائز نہ ہوگی وينفرد احدهما بنقضه اي التحكيم بعد وقوعه كما ينفرد احد العاقدين في مضاربة وشركة ووكالة بلا التماس طالب اور متخاصمین میں سے ایک شخص مختار ہے تحکیم کے توڑ دینے کا بعد وقوع تحکیم قبل از حکم کے جیسے احد العاقدین مختار ہے فسخ عقد مضاربت اور شرکت اور وکالت بلا التماس طالب کے یعنی موکل کو اختیار ہے کہ وکیل کو معزول کرے جب چاہے خواہ وکیل طالب ہو یا نہ ہو فان حكم لزمهما ولا يبطل حكمه بعزلهما لصدوره عن ولاية شرعية اور اگر پنچ نے حکم کیا تو متخاصمین پر اسکا ماننا لازم ہوگا اور اسکا حکم باطل نہیں ہوتا دونوں کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے ولا يتعدى حكمه الى غيرهما الا في مسئلة ما لو حكم احد الشريكين غريما له مع الشريك فحكم بينهما والزم الشريك تعدى للشريك الغائب لان حكمه كالصلح اور متعدی نہیں ہوتا حکم حکم کا متخاصمین کے غیر کی طرف مگر اس مسئلہ میں کہ اگر احد الشریکین اور اسکے مدیون نے ایک مرد کو حکم ٹھہرایا سو اسنے دونوں میں حکم کیا اور شریک کو کچھ مال شرکت سے لازم کر دیا تو دوسرے شریک غائب کو حکم مذکور متعدی ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم بمنزلہ صلح کے ہے کذا فی البحر یعنی اور صلح طریقہ ہے کہ شریک صلح سے راضی ہوگا كذا في الطحطاوي عن البحر فلو حكماه في عيب مبيع فقضى برده ليس للبائع رده على بائعه الا برضى البائع الاول والثاني والمشتري بتحكيمه

تو اگر بائع و مشتری نے اسکو حکم مقرر کیا ہو کہ عیب بیچ میں ہوا ہے [illegible] تو اسکا حکم [illegible] پھیر دینا اپنے بائع پر مگر بائع اول و بائع ثانی اور مشتری کے راضی ہو جانے سے اس شخص کا حکم [illegible] کذا فی الفتح ثم استثناء الثلثۃ یفید صحتہ فی سائر المجتہدات کحکمہ بکون الکنایات رواجع وفسخ الیمین المضافۃ الی الملک وغیر ذلک پھر دریافت کرنا چاہیے لیکن تینی حد اور قصاص اور دیت [illegible] کے استثنا کرنے سے [illegible] تحکیم کا تمام مسائل مجتہد فیہا میں جیسا کہ کنایات کے رجعی ہونے کا حکم کرنا اور یمین مضاف الی الملک کا فسخ کر دینا وغیرہ [illegible] سے ساقط ہوا اور انتشار حاصل ہوا [illegible] نے ایک شافعی مذہب حکم مقرر کیا اور دونوں [illegible] یہ قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن النہر لکن ھذا یعلم ویکتم ظاہر الہدایۃ انہ [illegible] جواب [illegible] یعنی اگر مفتی سے کوئی [illegible] کا سوال کرے [illegible] جواب [illegible] سکوت کرے اور کچھ جواب نہ دے کذا فی الحلبی [illegible] ہو سکے واجب ہوتا عوام الناس [illegible] وصح اخبارہ باقرار احد الخصمین وبعدالۃ الشاہد حال ولایتہ ای بقاء تحکیمہما اور صحیح ہے خبر دینا حکم کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہد کی عدالت [illegible] یعنی اگر مدعی علیہ [illegible] اور حکم [illegible] کا اسکے قول کی خبر دے [illegible] کیونکہ اسکا اخبار اس حال [illegible] قائم مقام [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] ولایت کے یعنی حاکم کے بعد اسکے ولایت باقی نہ رہی [illegible] تو اسکا اخبار [illegible] ولا یصح حکمہ لابویہ وولدہ وزوجتہ کحکم القاضی اور صحیح نہیں حکم المحکم کا اپنے والدین اور دادا [illegible] کے واسطے جیسے قاضی کا حکم [illegible] معلوم ہوا کہ بھائیوں اور چچوں اور انکی اولاد اور [illegible] واسطے اسکا حکم صحیح ہے جیسے انکے واسطے شہادت صحیح ہے کذا فی النہر [illegible] ای القاضی والمحکم علیہم حیث یصح کالشہادۃ بخلاف [illegible] کا حکم [illegible] صحیح ہے [illegible] ولو حکما رجلین لا بد من اجتماعہما علی الحکم [illegible] مدعی اور مدعی علیہ نے دو شخصوں کو حکم مقرر کیا تو دونوں کا [illegible] دونوں متفق الرائے ہوں ویمضی القاضی حکمہ ان وافق مذہبہ [illegible] اور اگر اسکے مذہب کے مخالف ہو تو حکم کو باطل کرے [illegible] ولایت قاضی کم [illegible] خلاف [illegible] متخاصمین غیر کے حکم سے راضی نہیں [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] الخلاف علی الصحیح اور [illegible] کے حکم سے خلاف مرتفع ہو [illegible] مذہب کے موافق ہو تو وہ سرنو سے لزوم و نفاذ کا حکم کرے [illegible] اپنے محل میں کذا فی الطحطاوی [illegible] القاضی [illegible] مقام یہی [illegible] تو معزول ہوگا [illegible] رد الشہادۃ للتہمۃ [illegible] اور [illegible] ردّ شہادت [illegible] الحبس [illegible] اور لائق یہ ہے کہ محکم متولی حبس نہ ہو

[illegible] ہے کہ حکم کو جس کا اعتبار ہو ولہذا [illegible] قبول الهدیة [illegible]
[illegible] اگر متخاصم نے اسکو ہدیہ دیا ہو تو حکم کیوقت

باب کتاب القاضی الی القاضی وغیرہ

[illegible] مصنف نے لفظ وغیرہ سے اپنے اس قول کا [illegible] اور غیرہ [illegible] الفہمیہ کی خلاصہ [illegible] کتاب القاضی الی القاضی فی کل حق به یفتی [illegible] مکتوب [illegible] اور شفعہ اور وکالت اور وصیت اور ایصا [illegible] اور اعیان منقولہ و غیر منقولہ [illegible] جائز ہے اور یہی مروی ہے [illegible] قاضی خط لکھے [illegible] شبہ کے یعنی [illegible] اثبات کی کوشش ہو کذا فی الدرر [illegible] اور اپنے حکم کو لکھے یا محفوظ رہے [illegible] بالذات [illegible] سے یا اسکے [illegible] اور قاضی کا حکم نافذ ہے کذا فی الزیلعی وکتاب الملک [illegible] الکتاب فی الحجة التی [illegible] الناس اور [illegible] سجل [illegible] قاضی کا [illegible] لکھے جاوین [illegible] قاضی کے سامنے [illegible] اور اسامی شہود اور [illegible] قاضی نے حکم کیا تو وہ سجل ہے کذا فی [illegible]

[illegible] القاضی المکتوب الیه [illegible] اور اگر خصم حاضر ہو تو قاضی حکم [illegible] اگر اسکا مذہب مخالف [illegible] اور قاضی کا [illegible] الکتاب [illegible]

[illegible]

نام اور کنیت مین لوگ شریک ہوجاتے مین اور حموی نے کہا یہ شرط ہو کہ تاریخ لکھے اور اگر تاریخ نہوگی تو مقبول نہین انتہی اور یہ شرط ہو کہ مدعی اور مدعی علیہ کا نام جد و امتیاز لکھے اور حق معین ذکر کرے اور چاہیے تو شہود کا ذکر بھی مندرج ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان العنوان علی ظاہرہ لم یقبل قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا یکون علی الظاہر فیعمل بہ سوا عنوان یعنی سرنامہ خط کے اوپر ہو یعنی لفافہ پر تو مقبول نہوگا العیون نے کہا کہ یہ سابقین کے عرف مین تھا اور ہمارے عرف مین عنوان ظاہر خط پر ہوتا ہے تو اسی پر عمل کیا جاویگا والکتب الثانی بان یشہدہم انہ کتابہ وعلیہ الفتوی کما فی القہستانی عن الکفایۃ وفی الملتقی ولیس الخبر کالعیان اور ابو یوسف نے کفایت کی ہو اسپر کہ قاضی کاتب شاہدون کو اسپر گواہ کرے کہ وہ اسکا خط ہو یعنی خط کا پڑھنا شہود طریق کے سامنے اور تسلیم کرنا جیسا کہ طرفین کا مذہب ہے ضروری نہین اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ عزمیہ مین ہو کہ یہ کافی ہے اور ملتقی مین ہو کہ خبر دیکھنے کے برابر نہین ہے یعنی ابو یوسف قاضی ہوے تھے اور انہون نے وقائع کو دیکھا اور جن مین مصلحت تھی اسکو معاینہ اور معلوم کیا اور طرفین کو مصالح قضا کا معاینہ نہین ہوا تو معاینہ تجربہ کا انکا قول لائق فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فاذا وصل الی المکتوب الیہ نظر الی ختمہ اولا ولا یقبلہ ای لا یقرأہ الا بحضرۃ الخصم وشہودہ پھر جب یہ خط پہونچے مکتوب الیہ کو تو اسکے مہر کو پہلے دیکھے اور اسکو قبول کرے یعنی اسکو نہ پڑھے مگر خصم اور اسکے شہود طریق کے سامنے ہو اگر مدعی علیہ حق کا اقرار کرے تو خط کی کچھ حاجت نہین اور اگر منکر ہوا اور مدعی کہے کہ میرے ساتھ قاضی کا خط ہے تو اُسی سے ثبوت کے گواہ طلب کیے یہی طلب ہو مصنف کا کہ شہود کے سامنے خط پڑھے یعنی شہود خط اور شہود طریق کے سامنے اور شہود طریق یا دو مرد ہین یا ایک مرد اور دو عورتین ہو اسکی گواہی دین کہ یہ فلانے قاضی کا خط ہو کذا فی الطحطاوی ولا یشترط اسلام شہودہ لو کان لذمی علی ذمی لشہادتہم علی فعل المسلم اور ضرور ہے شہود طریق کے اسلام اگرچہ قاضی کا خط ذمی کیواسطے ہو دوسرے ذمی پر بسبب انکے گواہ ہونے کے مسلم کے فعل پر یعنی اگرچہ مدعی اور مدعا علیہ کافر ہون تبھی اسلام شہود ضرور ہے کیونکہ وہ مسلمان کے فعل کے گواہ ہین یعنی قاضی نے انکو اپنے خط کا گواہ قرار دیا ہے الا اذا اقر الخصم فلا حاجۃ الی الشہود لیکن اگر مدعا علیہ نے دعوی کا اقرار کیا تو شہود کی کچھ حاجت نہین بخلاف کتاب الامان فی دار الحرب حیث لا یحتاج الی بینۃ لانہ لیس بملزم بخلاف کتاب الامان کے دار الحرب مین کہ اسمین شہود کی کچھ حاجت نہین کیونکہ وہ ملزم نہین یعنی سلطان علیہ سے امان دے چاہے نہ دے منح الغفار مین عینیہ سے منقول ہے کہ جب خط آوے کفار کے بادشاہ کا طلب امان کیواسطے انتہی تو اب اسکی حقیت نہین کہ شہود گواہی دین کہ یہ خط دار الحرب کے بادشاہ کا ہے کیونکہ وہ خط ہے تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجای فی دار الحرب کے من دار الحرب کہتے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ لا یعمل بالخط الا فی مسئلۃ کتاب الامان ویلحق بہ البراءات اور اشباہ مین ہو کہ خط معمول بہ اور لائق عمل کے نہین مگر کتاب الامان کے مسئلے مین اور کتاب الامان سے ملحق ہین فرامین سلاطین دربار وظائف ہم براءات سے مراد فرمانات سلاطین ہین کسی انسان کی نظارت یا وظیفہ تدریس وغیرہ وظائف کے مقرر کرنے کیواسطے اور یہ الحاق صاحب اشباہ کیطرف سے ہو نہ منصوص مذہب کذا فی الطحطاوی ودفتر بیاع وصراف وسمسار اور خط پر عمل نہین مگر بیاع اور صراف اور متوسط بین البائع والمشتری کے دفتر یعنی تنکے بہی کھاتے سو ہم دفتر بیاع عطف ہو کتاب الامان پر کیونکہ وہ منصوص علیہ مذہب ہے نہ ملحق ابو سعود نے خزانۃ الاکمل سے نقل کیا کہ بیاع وہ شخص ہو کہ اہل دانش اسکے قول پر خرید و فروخت مین اعتماد کرین اور بیاع سے دلال مراد نہین کیونکہ اسکے قول پر اعتماد نہین شہادت مین لیکن کتابت مین کیونکہ اعتماد ہوگا انتہی علامہ عبد البر نے شرح منظومہ مین بزازیہ سے نقل کیا کہ علماء بلخ نے کہا کہ یادگار بیاع کا بخط بیاع حجت لازمہ ہے اسپر تو اگر بیاع کہے کہ مین نے اپنا نوشتہ پایا میرے اوپر فلانے کے اتنے درم ہین تو اسپر دین لازم ہوگیا سرخسی نے کہا اور اسیطرح صراف و سمسار کا خط ہے انتہی تو یہ مسئلہ اس صورت مین ہے کہ جب کاتب مدیون ہو نہ کاتب کا دائن خزانۃ الاکمل مین ہو کہ صراف نے اپنی ذات پر کچھ مال معین لکھا یعنی مجھپر فلانے کا اتنا دین ہے اور خط اسکا اہل شہر اور سوداگرون مین معلوم ہے پھر وہ مرگیا اور اسکا صاحب دین آگیا اور اسکی وارثون سے دین کا مطالبہ کیا اور میت کا خط لوگ پہچانتے ہین تو اسکے دین کا حکم ہوگا اسکے ترکہ مین انتہی طرسوسی نے ان مسائل پر اعتراض کیا کہ فقہا نے کہا ہے کہ خط مشابہ ہوتا ہے دوسرے خط کے اور یہان اسکا اعتبار نہین کیا اسکی وجہ نہین کھلتی اشباہ مین کہا ابن وہبان نے اسکا جواب دیا کہ وہ اپنے دفتر مین نہین لکھتا مگر وہ دین جو اسکا ہو اور اسپر ہو انتہی [illegible] دائرہ بہت وسیع کر دیا

حالانکہ مسائل کتاب کے اصل وضع اُس دین میں ہی جو کاتب پر ہی چنانچہ خصوص مستفد البیاسے معلوم ہوگا تو اگر اُسنے یہ لکھا کہ میرا دین فلانے پر اتنا ہی تو اُسپر ہرگز عمل ہوگا اسواسطے اسکو کسی نے نہیں کہا بلکہ بعضے نادانوں نے ابن وہبان کی تعمیم سے اسکو سمجھا ہی اور علامہ حموی نے ابن وہبان کا قول اسطرح رد کیا ہی کہ کہان سے ہمکو معلوم ہو سواے مال اور مدعا علیہ کے وہ کچھ نہیں لکھتا اسواسطے کہ گاہے میراث وغیرہ اسکے سوا بہی لکھتا ہی انتہی علی الحموی جبکہ تاجر معتمد علیہ مسلم ہو چنانچہ اکثر ایسا ہی ہی اس زمانے میں ہی کیونکر عمل کیا جائیگا اُسکے خط پر اُسکے دین کی ثبوت میں اگر رجوا اسکا فتوی دے وہ جاہل ہی اصل نفع انہ اکمل ہے اور شاید غلط لتقلیل کا ابن وہبان ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا وجوّزہ محمد لراوٍ وقاضٍ وشاھدٍ ان تیقّن بہ قبلہ وبہ یفتی اور محمد نے خط پر عمل کرنا جائز کہا ہی راوی اور قاضی اور شاہد کیواسطے اگر اُسکا یقین ہو بعضوں نے کہا اور اسیکا فتوی ہی ھ خزانۃ الاکمل میں ہی کہ ابو یوسف اور محمد نے خط پر عمل کرنا شاہد اور قاضی اور راوی میں جائز رکھا ہی جبکہ وہ اپنا لکھا دیکھے اور حادثہ یاد نہو انتہی عینی میں کہا اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی در صورت تیقن خط اگرچہ نوشتہ شاہد کے ہاتھ میں نہو اسواسطے کہ غلط نادر ہی اور تغیر اور تبدل کے اثر پر اطلاع ممکن ہی اور کمتر مشتبہ ہوتا ہی ظاہر وجہ سے توجب یقین ہوجاے تو اُسپر اعتماد جائز ہوگا تاکہ لوگونپر وسعت ہوجاے نقل یہیں باقی نہ رہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی تتمہ فرع تتمہ خانیہ میں ہی کہ ایک شخص کے پاس زمین ہی ہو ایک مرد آیا اور اُسنے دعوی کیا کہ وہ زمین وقف ہی اور آتے صک ظاہر کی جسمین خطوط ہیں عدول اور قضاۃ ماضیہ کے اور قاضی سے اُسنے حکم طلب کیا ابو حنیفہ کا علما نے کہا ہی کہ قاضی کو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ قاضی تو فقط حجت سے حکم کرتا ہی اور حجت شہادت ہی اقرار یا نکول اور صک یعنی نوشتہ حجت ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہی دوسرے خط کے اور اُسی خانیہ میں ہی کہ ایک مرد پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی نے مدعا علیہ کے خط سے اُسکا اقرار ظاہر کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا کہ یہ میرا خط نہیں ہی اس سے کچھ لکھوایا گیا اور دونوں کے خط میں مشابہت ظاہر نکلی تو اسمیں علما کا اختلاف ہی بعضوں نے کہا کہ اُسپر حکم ہوگا اور بعضوں نے کہا حکم نہوگا اور یہی قول صحیح ہی انتہی اور یہ جو حاوی زاہدی میں ہی کہ اگر صک یعنی وثیقہ قدیم ہو اور کوئی شخص اُسوقت کا باقی نہو اور اسمیں حکم نہو شہادت یا اقرار سے اور حاکم نے آخر سند میں لکھا ہو کہ میں نے وقت حاجت کے واسطے لکھا تو یہ وثیقہ قائم مقام دو شاہدوں کے ہی تو جائز ہی اُسکے موافق حکم دینا بشرطیکہ مدعا علیہ تغیر اور تزویر کی تہمت اُسمیں کرے اور اگر تہمت کرے اور صاحب وثیقہ عدم تزویر کی قسم کھالے تو بھی اُسکے موافق حکم ہوگا کہ وہ شاہدوں کے قائم مقام ہی اور اگر قسم نہ کھاے تو اُسکا حجت ہونا باطل ہی انتہی سو یہ قول حاوی کا مخالف قاضی خان کے خانیہ کا ہی جو اصل مذہب کے موافق ہی کذا فی الطحطاوی وکذا

بُدّ من مسافۃ ثلثۃ ایام بین القاضیین کالشہادۃ علی الشہادۃ علی الظاہر وجوّزہا الثانی بحیث لا یعود فی یومہ علیہ الفتوی شرنبلالیہ وسراجیہ اور ضرور ہی مسافت یعنی ان کی دونوں قاضیوں کے مابین جیسے شہادت کی شہادت میں مسافت مذکورہ ضرور ہی ظاہر الروایۃ میں اور ابو یوسف نے کتاب القاضی الی القاضی کو اور شہادت علی الشہادت کو جائز رکھا ہی اوتنی مسافت میں جسمیں آدمی عود نہ کرسکے اُسی دن اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الشرنبلالیہ والسراجیہ ویبطل الکتاب بموت الکاتب وعزلہ وقبل وصول الکتاب الی الثانی او بعد وصولہ قبل القراءۃ واجازہ الثانی اور باطل ہوجاتا ہی خط قاضی کاتب کی موت اور اُسکی معزولی سے قبل پہونچنے خط کے دوسرے قاضی کیطرف یا بعد وصول خط قبل اُسکے پڑھنے کے اور ابو یوسف نے اُسکو جائز رکھا ہی واما بعدہا فلا یبطل اور بعد وصول کتاب اور بعد قراءت کے اگر کاتب مرگیا یا معزول ہو گیا تو خط باطل نہیں یعنی اُسپر عمل ہوگا ویبطل بجنون الکاتب وردتہ وحدّہ بقذف وعماہ وفسقہ بعد عدالتہ لخروجہ عن الاہلیۃ واجازہ الثانی اور باطل ہوجاتا ہی خط کاتب کے مجنون اور مرتد ہوجانے سے اور اُسکے محدود فی القذف اور اندھا ہونے اور فاسق ہوجانے سے بعد اُسکے عادل ہونے کے بسبب نکلجانے کاتب کے بجہت اوصاف مذکورہ اہلیت قضا سے اور ابو یوسف نے اُسکو جائز رکھا ہی وکذا بموت المکتوب الیہ وخروجہ عن الاہلیۃ اور اسیطرح خط باطل ہوجاتا ہی مکتوب الیہ قاضی کی موت سے اور خارج ہوجانے لیاقت قضا سے الا اذا عمّم بعد تخصیص اسم المکتوب الیہ مگر اُسوقت مکتوب الیہ کی موت سے خط باطل نہیں ہوتا جبکہ قاضی کاتب بعد تخصیص اسم مکتوب الیہ کے تعمیم کرے یعنی یوں لکھے کہ یہ خط ہی فلانے قاضی کیطرف یا جو وہاں کا قاضی ہو تو اب قاضی منصوب کو عمل کرنا جائز ہی بخلاف ما لو عمّم ابتداء وجوّزہ الثانی وعلیہ الفتوی خلاصہ بخلاف اسکے اگر ابتدا سے

تقسیم کرے تو جائز نہیں اور ابو یوسف نے تقسیم ابتدائی کو جائز رکھا ہے اور اسی پر عمل ہے کذا فی الحمادیہ ولا یبطل بموت الخصم [illegible]
خط باطل نہیں ہوتا متخاصم کی موت سے کوئی ہو خواہ مدعی ہو یا مدعا علیہ بسبب قائم ہونے اسکے وارث یا وصی کے [illegible] وکذا لا یبطل بموت شاہد
الاصل کما سیاتی متنا فی بابہ خلافا لما وقع فی الخانیۃ ھنا فانہ مخالف لما ذکرہ بنفسہ ثمۃ فتنبہ اور اسیطرح خط باطل نہیں ہوتا شاہد اصل کی موت سے
چنانچہ شہادت علی الشہادت کے باب میں متن میں آویگا بخلاف اسکے جو خانیہ میں یہاں واقع ہوا ہے کہ وہ مخالف ہوا اوس قول کے جو خود صاحب خانیہ نے وہاں یعنی
شہادت علی الشہادت کے باب میں ذکر کیا ہے سو خبردار رہنا اس مخالفت سے اور خانیہ میں اس مقام پر یہ کہا ہے کہ شاہد فرع اصل کی موت سے باطل ہو کذا فی الحلبی واعلم

ان الکتابۃ لعلمہ کالقضاء بعلمہ فی الاصح [illegible] ومن لا فلا الا ان المعتمد عدم حکمہ بعلمہ فی زماننا اشباہ اور معلوم کر کہ کتاب لکھنا قاضی کا اپنے علم کے
واسطے [illegible] مانند حکم کرنے کے ہے [illegible] صحیح قول [illegible] کذا فی البحر سو جسنے قضا بالعلم قاضی کو جائز رکھی ہے [illegible] اسنے کتاب بھی جائز رکھی اور جسنے قضا بالعلم
کو منع کیا اسنے کتاب بھی جائز نہیں رکھی مگر یہ کہ حکم کرنا قاضی کا اپنے علم سے ہمارے زمانہ میں غیر معتمد ہے کذا فی الاشباہ [illegible] قضا بالعلم معتمد نہوئی تو کتابت بالعلم کیونکر معتمد ہوگی [illegible] للامام
یقضی بعلمہ فی حد قذف وقود وتعزیر اور اشباہ میں ہے کہ سلطان نے حکم کیا ہے اپنی [illegible] قلت فی الامام قید کما قدمناہ فی
الحدود وما اراہ لکن فی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی والمختار الآن عدم عملہ بعلمہ مطلقا [illegible] سلطان [illegible]
پہلے ذکر کیا ہے حدود میں [illegible] اسکو صحیح نہیں دیکھا لیکن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے اور مختار [illegible] قاضی [illegible] مطلقا [illegible]
کا قصد کیا ہے یعنی ذکر امام قید ہے کیونکہ قاضی حکم نہیں کرتا بقول معتمد مطلقا خواہ حقوق العباد ہوں [illegible] حد قذف [illegible] یا تعزیر ہو کذا فی الطحطاوی کما
لا یقضی بعلمہ فی الحد الخالص للہ تعالی کزنا وخمر مطلقا یعنی جیسے قاضی حکم نہیں کرتا اپنے علم سے حد خالص اللہ تعالی میں جیسے زنا اور شراب میں مطلقا یعنی خواہ
حالت قضا میں اسکو علم حاصل ہوا یا قبل قضا کے اور وہ قاضی ہوا ہو خواہ شراب پینے سے مست ہوا ہو [illegible] دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی
غیر انہ یعزر من اتی بالسکر للتہمۃ مگر یہ کہ قاضی تعزیر دیتا ہے اس شخص کو جسمیں نشہ مستی کا سبب تہمت کے [illegible] تعزیر [illegible]
ان علم القاضی بطلاق وعتاق وغصب یثبت الحیلولۃ علی وجہ الحسبۃ لا القضاء اور [illegible] کہ علم قاضی کا طلاق اور عتاق اور غصب میں [illegible]
کرتا ہے بطریق احتساب کے نہ بطریق قضا کے ہم یعنی اگر قاضی طلاق و عتاق و غصب سے واقف ہوا اور گواہ نہوں [illegible] زوجہ کی عدت [illegible]
ازواج اور رجوع کو عدم تخاصم [illegible] اور عدم وطی کا امر کرے اور غاصب کو امر کرے دفع غصب [illegible] بطریق احتساب اور [illegible]
ہوگا یعنی بطور فتوی نہ بطور حکم کذا فی الطحطاوی ولا یقبل کتاب القاضی من محکم بل من قاض مولی من قبل الامام ملک اقامۃ الجمعۃ وقیل یقبل من قاضی رستاق الی قاضی
مصر او رستاق واعتمدہ المصنف والکمال اور مقبول نہیں کیا جاتا قاضی کا خط محکم کیطرف سے [illegible]
جمعہ کا مالک ہو اور بعضوں نے کہا کہ دیہات کے قاضی کا خط شہر کے قاضی یا دیہات کے قاضی کیطرف مقبول ہوگا [illegible]

کما لو کتب کتابا الی من یصل الیہ من قضاۃ المسلمین فوصل الی قاض [illegible] لا یقبل لعدم ولایتہ وقت الخطاب
جواہر الفتاوی قاضی نے خط لکھا اس شخص کیطرف جسکو پہنچے اہل اسلام کے قاضیوں میں سے [illegible]
[illegible] مقبول نہوگا بسبب ولایت نہونے اس قاضی کے خطاب کے وقت کذا فی جواہر الفتاوی [illegible]
[illegible] التقسیم ابتداء مذہب ابو یوسف [illegible] وفیہا ولو جعل الخطاب للمکتوب الیہ [illegible] جواہر الفتاوی
میں ہے کہ اگر خطاب مکتوب الیہ کیطرف معین ہوگیا تو اسکے نائب کو اسکا قبول جائز نہیں ہے اور اسیطرح اگر نائب کیطرف [illegible] ہو تو منوب کو
قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنح والمرأۃ تقضی فی غیر حد وقود وان اثم المولی لہا لخبر البخاری لن یفلح قوم ولوا امرہم امرأۃ اور عورت قاضی

ہو سکتی ہو سواے حد اور قصاص کے اگرچہ عورت کا قاضی کرنیوالا گنہگار ہوگا بسبب بخاری کی اس حدیث کے کہ بھلا نہوا اس قوم کا جسنے اپنا کار بار عورت کو دیا کذا فی البحر الرائق
مین لن یفلح قوم ہو یعنی ہرگز بھلا نہوگا اس قوم کا جنہون نے عورت کو حکومت دی وجہ عدم فلاح یہ ہو کہ انھون نے اپنا رئیس ناقص العقل بنایا تو تدبیر لائق اُن سے نہو سکیگی
ویصلح ناظراً لوقفٍ ووصیّاً لیتیمٍ وشاہداً فیہ فتصحّ تقریرھا فی النظر والشہادۃ فی الاوقاف ولو بلا شرط واقفٍ بحر اور عورت لیاقت رکھتی ہو وقف کے ناظر ہونے
کی اور یتیم کے وصی ہونے کی اور شاہد ہونے کی کذا فی الفتح تو صحیح ہو مقرر کرنا اسکا نظارت اور اوقات کی شہادت مین اگرچہ بلا شرط واقف کے ہو کذا فی البحر قال المصنف
یعنی شرط الشہادۃ فی وقفہ لفلان ثم لولدہ فمات وترک بنتاً فانّھا تستحق وظیفۃ الشہادۃ صاحب بحر نے کہا اور شیخ نے فتوی دیا اس شخص کے بارہ مین جسنے
شہادت شرط کی اپنے وقف مین فلانے شخص کیواسطے پھر اسکے ولد کیواسطے سو وہ شخص مرگیا اور اسنے ایک لڑکی چھوڑی کہ وہ لڑکی روزینہ شہادت کی مستحق ہوگی
ھ یعنی فتوی فتح القدیر کے قول پر مبنی ہو اور صاحب نہر نے اس فتوی پر اعتراض کیا ہو کہ عرف واقفین و حیلہ لڑکا ہی ہو اور تا حال کسی وقت اسکا اتفاق نہین ہوا کہ عورت وقف
کی شاہد ہوئی ہو تو واسطے کسی کے الفاظ کا صرف کرنا انکے عرف پر ہو واقف کی مراد شاہد کامل ہو تو اسکی غیر مراد کیطرف کیونکر اسکی لفظ کا صرف ہوگا کذا فی الطحطاوی و حموی
وفی الاشباہ من احکام الانثی اختار فی المسایرۃ جواز کونھا نبیۃً لا رسولۃً لبناء حالھن علی الستر اور اشباہ مین منجملہ احکام عورت کے مذکور
ہو کہ مسایرہ مین عورت کے نبی ہونے کو اختیار کیا ہو اسکے رسول ہونے کو نہین کیونکہ عورتون کا حال ستر اور اختفا پر مبنی ہو اور رسول کو اختلاط رجال کا ضرور ہو تبلیغ اور
اقامت دلائل کیواسطے اور یہ نہین ہو سکتا مگر مرد سے اور جواز نبوت مقتضی وقوع نہین ہو اس لئے کہ عورت کا نبی نہین ہوئی مسایرہ رسالہ ہو علم کلام مین صاحب فتح القدیر
کا اسمین عقیدہ امام غزالی کی شرح کی ہو کذا فی الطحطاوی ولو قضت فی حدٍ وقودٍ فرفع الی قاضٍ آخر یری جوازہ فامضاہ لیس لغیرہ ابطالہ کذا فی شرح عینی اور اگر عورت نے
حکم کیا حد اور قصاص مین پھر اسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کیطرف جسکے مذہب مین عورت کا حکم کرنا حد اور قصاص مین جائز ہو اُس قاضی نے عورت کا حکم جاری اور نافذ کیا
تو اسکے غیر کو اسکا ابطال جائز نہین بسبب قطعیات متفرع کے کذا فی العینی فیض ملتقی مین ذکر کیا کہ شرح کنز مین ہو کہ بعض عورتون کی شہادت مرد کے ساتھ حدود اور قصاص مین
جائز ہو انتہی یعنی جب انکی شہادت جائز ہوئی تو انمین قضا بھی عورت کی جائز ہوگی تو مسئلہ مجتہد فیہ ہوا تو قاضی ثانی کے نفاذ سے رفع اختلاف ہوگا کلام والخنثی کالانثی بحر اور
خنثی عورت کے مانند ہو کذا فی البحر یعنی تو اسکا حکم غیر حد اور قصاص مین صحیح ہوگا واعلم انہ اذا تعیّن للقاضی حادثۃ او لولدہ فاناب غیرہ فقضی نائب القاضی لہ
او لولدہ جاز قضاءہ کما لو قضی للامام الذی قلّدہ القضاء او لولدہ لامام بحر اور دریافت کر کہ جب قاضی یا اسکے والد کا کوئی واقعہ حادثہ ہو پھر وہ غیر شخص کو نائب بنا
کرے سو قاضی کا نائب اسکے یا اسکے والد کے واسطے حکم کرے تو اسکی قضا جائز ہو چنانچہ اگر قاضی اُس سلطان کے واسطے حکم کرے جسنے اسکو عہدہ قضا سپرد کیا
امام کے ولد کیواسطے حکم کرے تو جائز ہو اور اسیطرح سلطان کے والد اور زوجہ کیواسطے حکم قاضی جائز ہو کذا فی العالمگیریہ وفی البزازیۃ کل من تقبل شہادتہ لہ
وعلیہ یصح قضاءہ لہ وعلیہ انتہی بلا ذاقال الجواہر والملتقط فلیحفظ اور بزازیہ مین ہو کہ جس شخص کے نفع اور نقصان مین قاضی کی گواہی مقبول
ہو تو اسکے نفع اور نقصان مین اسکی قضا بھی صحیح ہو انتہی برخلاف جواہر اور ملتقط کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھ خلاف جواہر اور ملتقط سلطان اور اسکے ولد کی قضا کیطرف
راجع ہو جیسا کہ منح الغفار کی عبارت اسپر دلالت کرتی ہو کذا فی الطحطاوی ویقضی النائب بما شھدوا بہ عند الاصل وبعکسہ وھو قضاء الاصل بما شھدوا
عند النائب فیقضی القاضی بتلک الشہادۃ باخبار النائب علی الصحیح خلاصہ اور حکم کرے نائب اسکا جسکی گواہی دی گواہون نے اصل کے پاس اور بالعکس اسکے یعنی
اصل کا حکم کرنا اُس گواہی سے جو نائب کے سامنے ہوئی تو قاضی کو جائز ہو کہ حکم دے اُس گواہی سے نائب کے خبر دینے سے اور بالعکس اسکے یعنی نائب حکم کرے قاضی کے
خبر دینے سے کذا فی الخلاصۃ وفی مسائل الجمعۃ شرح کے لا یقضی القاضی لمن لا تقبل شہادتہ لہ الا اذا ورد علیہ کتاب قاضٍ آخر لمن لا تقبل شہادتہ
لہ فیجوز قضاؤہ بہ استحسانا حکم نہ کرے قاضی اُس شخص کیواسطے جسکے واسطے قاضی کی گواہی مقبول نہین جیسا کہ اصول و فروع مگر جبکہ قاضی کے پاس دوسرے
قاضی کا خط آوے اُس شخص کے واسطے جسکے واسطے اسکی گواہی مقبول نہین تو اب قاضی کا حکم کرنا اسکا مکتوب جائز ہو کذا فی الاشباہ عن معین الاحکام مین ہو

و قضا کے مانند افتا ہی تو مفتی کو مناسب ہی کہ اس سے کنارہ کرے جبکہ قادر ہو انتہی یعنی جس صورت مین کہ دوسرا مفتی موجود ہو تو خود فتوی نہ دے کذا فی الحموی وفیہا لا یقضی لنفسہ ولا لولدہ الا فی الوصیۃ اور اشباہ مین ہی کہ حکم نہ کرے اپنی ذات کیواسطے اور نہ اپنے ولد کیواسطے مگر وصیت مین ہم یون مناسب سمجھا کہ ایسا مین صورت اسکی یہ ہی کہ ایک مرد کا قاضی پر دین ہی یا قاضی کے بعضے اقارب پر جنکے حق مین قاضی کی گواہی مقبول نہین پھر صاحب دین مر گیا پھر دوسرے مرد نے دعوی کیا کہ مین میت کا وصی ہون اور اسپر گواہی قائم کی قاضی مدیون کے سامنے سو قاضی نے ثبوت وصایت کا حکم کیا تو بطریق استحسان کے جائز ہی کیونکہ اس حالت مین قاضی شاہد ہو سکتا ہی تو قاضی بھی ہو سکیگا سو اگر وصی کو دین قاضی دیگا حکم وصایت کے بعد تو دینا صحیح ہوگا اور قاضی بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر قاضی دین دیگا اس مرد کو جو اپنکو بھی میت کا کہتا ہی پھر دینے کے بعد اسکی وصایت کی گواہی قائم ہوئی سو قاضی نے اسکی وصایت کا حکم کیا اس گواہی سے تو قضا اسکی نافذ نہوگی اور قاضی قرض سے بری الذمہ نہوگا اسواسطے کہ بعد ادا دین قاضی اس کا شاہد نہین ہو سکتا کیونکہ اس گواہی مین قاضی کی منفعت ہی یعنی براءت ذمہ اور گواہی انسان کی اپنی منفعت کیواسطے صحیح نہین اسیطرح قضا بھی صحیح نہین پھر اگر قاضی مذکور مر جاوے یا معزول ہو جاوے تو قاضی ثانی اسکے حکم کو باطل کریگا اور مدفوع الیہ کو وصی قرار نہ دیگا اور قاضی اور اسکے وارث قرضدار کو بری الذمہ ٹھہراویگا کذا فی الطحطاوی وحرر الشرنبلالی فی شرحہ للوہبانیۃ صحۃ قضاء القاضی لام امرأتہ ولامرأۃ ابیہ ولو فی حیوۃ امرأتہ وابیہ اور شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح مین صحت قضاے قاضی اپنی خوشدامن اور اپنی سوتیلی ماں کیواسطے تحریر کیا ہی اگرچہ حکم اپنی زوجہ و اپنے باپ کی زندگی مین کیا ہو وانہ تقضے فیما ہو تحت نظرہ من الاوقاف وزاد بیتین فقال اور یہ کہ قاضی حکم کرتا ہی ان اوقاف مین جو اسکے تحت نظر ہین اور شرنبلالی نے مضمون کو دو بیتین باندھ کر یون کہا ہے ویقضی لام الزوج حال حیوتہا وعرس ابیہ ذو حجی ثم ذا اور حکم کرتا ہی قاضی اپنی زوجہ کی ماں کیواسطے زوجہ کی حالت حیات مین اور حکم کرتا ہی اپنے باپ کی زوجہ کیواسطے اور حالانکہ باپ زندہ ہی حکم مجرد ہے وبعد وفاۃ ان خلا من نصیبہ بمیراث مقضی بہ فتبصر اور بعد وفات باپ و زوجہ کے حکم کرتا ہی بشرطیکہ جسکا اسنے حکم دیا وہ خالی ہو نصیبہ میراث سے یعنی اسمین حکم کرے جسمین قاضی کیواسطے میراث نہو چنانچہ اس وقت مین دعوی ہو خوشدامن اور سوتیلی ماں کیواسطے مخصوص ہو قولہ مقضی بہ فاعل ہو خلا کا کذا فی الطحطاوی قولہ فتبصر وامر ای ہی یعنی بصیرت حاصل کرو اس حکم کو دریافت کرکے ویقضی بوقف مستحق لربعہ بوصف القضاء والعلم اذ کان ینظر اور حکم کرتا ہی قاضی اس وقف مین کہ اسکا وصف قضا و علم مستحق ہی یا وقف قاضی کے تحت نظر ہو یعنی اگر واقف نے وقف کیا فلانے شہر کے قاضی پر یا علما پر اور قاضی اسکو جانتا ہی تو اسمین قاضی کا حکم کرنا جائز ہی اگرچہ قاضی مستحق وقف ہو قضا یا علم کے وصف سے کذا فی الطحطاوی **ہذہ مسائل شتی** ای متفرقۃ یہ کتاب القضا کے چند مسائل متفرقہ ہین شتی جمع شتیت کی ہی بمعنی متفرق و مختلف قال تعالی ان سعیکم لشتی یعنی مختلف الجزاء وجاؤا اشتاتا ای متفرقین عرب بولتے ہین جاؤا اشتاتا یعنی متفرق آئے یمنع صاحب سفل علیہ علو ای طبقۃ لاخر من ان یتد ای یدق الوتد فی سفلہ وہو البیت التحتانی منع کیا جاوے نیچے مکان والا جسپر دوسرے شخص کا بالاخانہ ہی اس سے کہ میخ ٹھونکے بیت تحتانی مین یعنی ایک مکان دو منزلہ ہی نیچے کے مکان کا ایک شخص مالک ہی اور اوپر کے مکان کا دوسرا شخص مالک ہی تو نیچے مکان والا اگر میخ یا کھونٹی دیوار مین گاڑے تو حاکم منع کریگا طحطاوی نے کہا تصرف دیوار کی قید سے معلوم ہوا کہ زمین مین تصرف جائز ہی خانیہ مین ہی کہ اگر صاحب تحتانی زمین مین کنواں وغیرہ کھودے تو امام کے نزدیک جائز ہی اگرچہ بالاخانہ والے کا ضرر ہو اور صاحبین کے نزدیک بعلت ضرر جائز نہین او ینقب کوۃ بفتح او ضم الطاقۃ وکذا بالعکس دعوی المجمع یا صاحب تحتانی روزن کھودے تو منع کیا جاوے اور اسیطرح بالعکس کذا فی دعوی المجمع یعنی اگر صاحب بالاخانہ چاہے کہ اوپر کچھ بناوے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بناوے تو منع کیا جاوے کذا فی العینی کوۃ بفتح وضم کاف و تشدید واو عبارت ہی طاق سے بلا رضی الاخر وہذا عندہ وہو القیاس بحر یعنی صاحب تحتانی میخ گاڑنے اور روزن کھودنے سے بدون رضامندی دوسرے کے روکا جائیگا اور یہ حکم امام کے نزدیک ہی اور یہی قیاس ہی کذا فی البحر وقالا لکل فعل ما لا یضر اور صاحبین نے کہا دونون مین سے ہر ایک وہ فعل کرسکتا ہی جو دوسرے کو ضرر نہ کرے ہم ظاہر قول شارح اسپر دلالت کرتا ہی کہ صاحبین کا قول معتمد ہی کیونکہ وہ استحسان ہی اور استحسان مقدم ہوتا ہی قیاس پر بحر مین تصحیح سے منقول ہی

کہی قول فتوی کیواسطے مختار ہے ولو انہدم السفل بلا صنع ربہ لم یجبر علی البناء لعدم التعدی اور اگر نیچے کا مکان گر گیا اُسکے مالک کے بدون کرتب کے تو اُسپر اسکے بنانے مین زبردستی نہوگی بسبب عدم تعدی کے ولذی العلو ان یبنی ثم یرجع بما انفق ان بنی باذنہ او اذن قاض والا فبقیمۃ البناء یوم بنی وتمامہ فی العینی اور صاحب بالاخانہ کو جائز ہے کہ بناوے یعنی نیچے کے مکان کو در صورت انہدام پھر جو اُسکا خرچ ہوا وہ نیچے کے مکان والے سے بھر لے اگر اُس کے اذن یا قاضی کے اذن سے بنایا ہو اور نہین تو جو اُسکی قیمت ہو بنانے کے دن اُسکو بھر لے اور پورا بیان اُسکا عینی مین ہے ھم خلاصہ مین ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر گرایا سو اُسکے پڑوسی کا گھر گر گیا تو اُسپر تاوان نہین کذا فی الطحطاوی زائغۃ مستطیلۃ ای سکۃ طویلۃ تتشعب عنہا سکۃ مثلہا لکن غیر نافذۃ الی محل آخر منع اھل الاولی عن فتح باب للمرور لا للاستضاءۃ والریح عینی فی القصوی الغیر نافذۃ علی الصحیح اذ لا حق لہم فی المرور بخلاف النافذۃ زائغۃ مستطیلۃ یعنی لمبا کوچہ ہے جس سے دوسرا کوچہ پھوٹا ہے مانند پہلے کوچے کے لمبا لیکن وہ کوچہ نافذ نہین دوسرے مکان کیطرف یعنی بند ہے دوسرے جانب سے تو روکے جاوینگے پہلے کوچہ والے چلنے کیواسطے دروازہ پھوڑنے سے کوچہ غیر نافذہ مین بقول صحیح اسواسطے کہ اُنکے واسطے چلنے کا حق ثابت نہین بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اُسمین دروازہ پھوڑنا جائز ہے عینی نے کہا روشنی کیواسطے اور ہوا آنے کیواسطے کوچہ غیر نافذہ مین دروازہ لگانا پہلے کوچہ والون کو جائز ہے ھم یعنی اگر اہل کوچہ مستطیلہ کی دیوار کوچہ غیر نافذہ مین اسطرح کہ اُسکا گھر کوچہ غیر نافذہ کے کونے پر واقع ہو تو وہ اپنی دیوار مین دروازہ نہین پھوڑ سکتا کہ کوچہ غیر نافذہ مین نکل جایا کرے اسواسطے کہ دروازہ لگانا مرور کیواسطے ہے اور اُسکے واسطے حق مرور نہین کوچہ غیر نافذہ مین بلکہ اُسکا حق مرور کوچہ غیر نافذہ کے لوگون کیواسطے ہے و لہذا اگر کوئی گھر بکتا ہو غیر نافذہ مین تو پہلے کوچہ والون کا شفعہ اُسمین ثابت نہین بخلاف اہل کوچہ ثانیہ کہ اُنکو پہلے کوچے مین دروازہ لگانا درست ہے کیونکہ اُسمین اُنکا حق مرور ثابت ہے بخلاف کوچہ نافذہ کے کہ اُسمین سبکا حق مرور ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ کوچہ غیر نافذہ مین فتح باب ممنوع نہین بلکہ مرور ممنوع ہے اور اصح یہ ہے کہ فتح باب ممنوع ہے چنانچہ جامع مین امام محمد نے تصریح کی ہے اور اسواسطے کہ منع مرور بعد فتح باب کے ممکن نہین کیونکہ رات اور دن اُسکی نگہبانی ممکن نہین اور شاید کہ بعد ترکیب باب اور طول زمان حق مرور کا دعوی ہو تو ترکیب باب ادعائے حق مرور کی تمہید ہے کذا فی فتح القدیر پس معلوم ہوا کہ عینی کا قول کو غیر اصح ہے اور مثال کوچہ مستطیلہ اور کوچہ غیر نافذہ کے حاشیہ پر ہے وفی زائغۃ مستدیرۃ لزق ای اتصل طرفاھا ای نہایۃ سعۃ اعوجاجہا بالمستطیلۃ لا یمنع لان الساحۃ مشترکۃ فی ذلک گول کوچے مین جسکے دونون کنارے کوچہ مستطیلہ سے متصل ہین دروازہ پھوڑنا ممنوع نہین کوچہ مستطیلہ والون کو اسواسطے کہ گول کوچہ مانند اُس صحن کے ہے جو گھر مین مشترک ہے دونون کنارون سے مراد گول کوچے کی نہایت کشادگی ہے ھم فتح باب اسواسطے جائز ہوا کہ کوچہ مستطیلہ والون کا مستدیرہ مین حق مرور ثابت ہے اسواسطے کہ وہ صحن مشترک ہے غایت امر یہ ہو کہ وہ کج ہو و لہذا وہ لوگ شفعہ مین مشترک ہین اگر کوئی گھر مستدیرہ کا بیچے ہو کذا فی الفتح فتح باب اسوقت ہے جبکہ مستدیرہ نصف دائرہ کے برابر ہو یا نصف سے کم تو اگر کوچہ مستدیرہ نصف سے زیادہ ہو تو اُس مین فتح باب جائز نہین پس یہان دو صورتین تصور کرنا چاہیے پہلی صورت مین فتح باب جائز ہے نہ دوسری صورت مین وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اولی مین مستدیرہ صحن مشترک ٹھہریگا بخلاف صورت ثانیہ کے اسواسطے کہ جب اُسکا داخل کشادہ تر ہوا مدخل سے تو وہ دوسرا منفصل گھر مستطیلہ کا تابع ہوا کذا فی شرح الوقایہ ھم تو مستدیرہ مین تین صورتین ہین ایک یہ کہ استدارہ بقدر نصف دائرہ ہو دوسری یہ کہ کم نصف سے تیسری یہ کہ زیادہ نصف سے چنانچہ مثال اسکی حاشیہ سے واضح ہوگی بخلاف ما لو کانت مربعۃ فانہا کسکۃ فی سکۃ ولذا یملکون نصب البوابۃ انتہی ابن کمال بہذہ الصورۃ

کوچہ مستطیلہ اولی — کوچہ مستطیلہ — کوچہ مستطیلہ — کوچہ مستطیلہ

مستدیرہ — مربعہ

بخلاف کوچہ منشعبہ مربعہ کے کہ وہ مانند اُس کوچے کے ہے جو کوچے مین واقع ہو و لہذا اگر کوچہ مربعہ والون کو نصب بوابہ ممکن ہے کذا ذکرہ ابن کمال بالصورۃ مرقومۃ شارح ھم یعنی کوچہ مستطیلہ والے کو جائز نہین کہ کوچہ مربعہ مین دروازہ لگاوین اور اس محل کی صورتین نسخون مین مختلف الرقم ہین لیکن یہ مقام سے قریب الفہم ہین کذا فی الطحطاوی چنانچہ مترجم نے سہولت فہم کیواسطے حاشیہ پر مفصل مرقوم کردین ہین ثمرہ فتح القدیر مین ہے کہ کوچہ غیر نافذہ ہے اور وہان کے لوگون مین سے

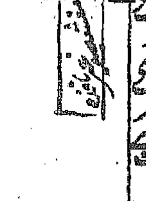

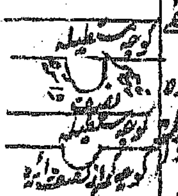

ایک شخص نے گارا بنانے کا ارادہ کیا تو اگر یہ بقدر ضرورت لوگوں کے چھوڑی اور مٹی جلد اٹھالی اور یہ فعل کبھی کبھی کرتا ہو تو منع نہ کیا جائیگا اور اگر ایک شخص کی دیوار دوسرے شخص کے گھر میں ہی سو اُسنے اپنی دیوار میں مٹی لیسنے کا ارادہ کیا اور کوئی راہ نہیں وہان جانے کی بدون داخل ہونے پڑوسی کے گھر کے یا دیوار منہدم ہوگئی اور اینٹ اور مٹی ہمسایہ کے گھر میں پڑی ہو سو اُسنے اینٹ اور مٹی نکالنے کا ارادہ کیا تو صاحب مکان مانع ہوتا ہی یا اُسکا نابدان ہی دوسرے کے گھر میں اُسنے اُسکے صاف کرنے کا ارادہ کیا اور ممکن نہیں ہی وہاں اُسکے گھر کے داخل ہوئے اور وہ منع کرتا ہی تو اُسکے ہمسایہ سے کہا جائیگا کہ یا تو اُسکو داخل ہونے سے منع نہ کر یا وہ درست کرلے یا تو اپنا مال خرچ کرکے اُسکا مطلب پورا کردے یہی مروی ہی محمد ابن حسن سے اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے لیا ہی اگر ایک شخص نے اپنی ملک میں کنوان یا نجاست ڈالنے کا گڑھا کھودا اسواسطے ہمسایہ کی دیوار ضعیف اور کمزور ہوگئی تو اُسپر زبردستی نہیں پھر اگر دیوار منہدم ہوگئی تو اُسپر تاوان نہیں یہی قول ظاہر مذہب ہی **حکایت** ہی کہ ایک شخص نے امام اعظم سے شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں کنوان کھودا ہی یعنی میری دیوار کے پاس اُس سے ضرر ہی امام نے کہا تو اپنے گھر میں اُسکے قریب ہی پاخانہ یعنی نجاست ڈالنے کا کنوان کھود سو اُسنے ایسا ہی کیا تو اُسکے پڑوسی کا کنوان نجس ہوگیا اُسنے ناچار ہوکر کنوان بند کردیا الا امام نے منع کا فتوی نہ دیا بلکہ اُسکو وہ تدبیر بتائی جس سے مطلب حاصل ہوگیا کذا فی الفتح ولا یمنع الشخص من تصرفه فی ملکه الا اذا کان الضرر بجاره ضررا بینا فیمنع من ذلک وعلیه الفتوی بزازیة واختاره فی العمادیة وافتی به قاری الهدایة حتی یمنع الجار من فتح الطاق وهذا جواب المشائخ استحسانا اور منع کیا جائے شخص اپنی ملک میں تصرف کرنے سے مگر جبکہ اُسکے پڑوسی کو ضرر ہو ضرر صریح تو اب اُس تصرف سے روکا جائیگا اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی البزازیہ اور اسیکو پسند کیا ہی عمادیہ میں اور اسیکا فتوی دیا ہی قاری ہدایہ نے تو منع کیا جائیگا پڑوسی طاق یعنی کھڑکی اور روزن کھولنے سے اور یہ جواب ہی مشائخ کا بطریق استحسان کے ضرر بین یعنی ضرر صریح وہ ہی جو سبب ہدم ہو اور جو عمارت کو کمزور اور سست کردے یا منفعت سے بالکل خارج کردے اور جو حاجات اصلیہ کا مانع ہو چنانچہ روشنی کا بالکل بند کرنا اور اسیکو علما نے فتوی کیواسطے پسند کیا اور اگر اندک ضرر بھی واقع ہو اپنی ملک سے فائدہ لینے کا باب بالکل مسدود ہوجائے رازی نے کتاب الاستحسان میں ذکر کیا کہ ایک گھر اگر متصل چند گھروں کے ہی اور اُس گھر کا مالک ارادہ کرے کہ اُسمین تنور بنا دے جسمیں ہمیشہ روٹیان پکا کرینگے کام کے مانند یا پیسنے کی چکی یا دھوبیون کی کُندی کرنے کی چکی بنا دے تو جائز نہیں کیونکہ اسمیں پڑوسیوں کا ضرر فاحش ہی جس سے بچاو نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ تنور کی وجہ سے بکثرت شدت دھوان پھیلیگا اور چکی و کُندی کی چکی سے دیوار میں دراڑ پڑ جائیگی بخلاف حمام کے وہ ضرر نہیں ہی بسبب ٹپکنے کے اور اُس سے بچاو ممکن ہی درمیان میں دیوار اٹھا کر اور بخلاف تنور مسافر کے جو گھر میں ہوتا ہی حموی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا کہ میں نے تہذیب قلانسی میں یہ قول پایا ہی روزن بنانے کیواسطے اس عمارت میں جو مشرف ہی کسی کی گھر پر لائق اعتبار ہی وہ یہ ہی کہ اگر یہ روزن دھوپ یا شمیم کیواسطے ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر روشنی کیواسطے ہو تو روکا نہ جائیگا یعنی اگر اسفل عمارت میں روزن ہو تو پہلی ہی اور اگر اعالی عمارت میں ہی یا اُسپر مشابک یعنی جالی ہی تو وہ دوسری صورت ہی کہ ظاہر روشنی کیواسطے ہی کذا فی الطحطاوی وجواب ظاهر الروایة عدم المنع مطلقا وبه افتی طائفة کالامام ظهیر الدین وابن الشحنة ووالده ورجحه فی الفتح فی قسمة المجتبی وبه یفتی واعتمده المصنف ثم قال وقد اختلف الافتاء ینبغی ان یعول علی ظاهر الروایة انتهی قلت وحیث تعارض متنه وشرحه فالعمل علی المتون کما تقرر مرارا انتهی اور جواب ظاہر الروایہ کا عدم منع ہر طرح سے خواہ پڑوسیکا ضرر صریح ہو یا نہو اور اُسیکا فتوی دیا ہی چند علما نے چنانچہ امام ظہیر الدین و ابن شحنہ اور اُنکے والد نے اور فتح القدیر میں اُسکو ترجیح دی ہی اور مجتبی کی کتاب القسمہ میں ہی کہ اسیکا فتوی ہی اور مصنف نے اپنی شرح متن میں یعنی کتاب القسمہ میں اُسی پر اعتماد کیا ہی سو یون کہا اور البتہ فتوی دینے میں جہاں اختلاف واقع ہوا ہو اور لائق یہی ہی کہ بصورت اختلاف فتوی ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا جائے انتہی میں کہتا ہوں اور جبکہ مصنف کے متن اور شرح میں تعارض ہوا تو عمل متون پر لازم ہی چنانچہ یہ قاعدہ ثابت ہوچکا ہی بارہا سو تامل کرو جواب ظاہر الروایۃ یہی قیاس ہی کہ انسان اپنے ملک کے تصرف میں مختار ہی کسیکا ضرر ہو یا نہو اور تجکو معلوم ہوچکا کہ اکثر متاخرین جواب استحسان پر ہیں یعنی درصورت ضرر صریح ہمسایہ منع تصرف ہی نہ ہر ضرر میں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی قلت وبقی ما اذا اشکل هل یقدم او لا

وقد حرّر محشی الاشباہ المنع قیاسا علی مسئلۃ السفل والعلو انه لایتدا اذا اضرّ وکذا اذا اشکل علی المختار للفتوی کما فی الخانیۃ قال المحشی فکذا تصرفه فی ملکه ان اضرّ او اشکل یمنع وان لم یضر لم یمنع قال ولم ار من نبّه علیه فلیغتنم فانه من خواص کتابی انتھی میں کہتا ہون اور باقی رہی یہ بات کہ اگر اشکال ور تردد واقع ہو کہ تصرف مالک پڑوسی کو مضر ہی یا نہیں اور البتہ اسکے جواب میں محشی اشباہ نے منع تصرف کی تحریر کی ہی مسئلہ سفل اور علو پر قیاس کرکے کہ صاحب سفل یا صاحب علو میخ دیوار میں ٹھونکنے جب کہ دوسرے کو ضرر دیوے اور اسیطرح حکم ہی کہ جب تردد واقع ہو ضرر اور عدم ضرر میں بنا بر اُس قول کے جو فتوی کیواسطے مختار ہی چنانچہ خانیہ میں ہی محشی نے کہا تو اسیطرح انسان کا تصرف اپنے ملک میں اگر دوسرے کو مضر ہو یا ضرر اور عدم ضرر میں تردد واقع ہو تو منع کیا جائیگا اور اگر مضر نہیں تو منع نہ کیا جاویگا محشی نے کہا میں نے نہیں دیکھا اُس شخص کو جسنے اس تفصیل پر آگاہ کر دیا ہو تو اسکو غنیمت جاننا چاہیے کہ تحقیق میری کتاب کے خواص سے ہی انتہی کلام محشی ھ طحطاوی نے کہا کہ محشی اشباہ سے شیخ صالح مراد ہی اور محشی کے قول ثانی کی حاجت نتھی سواسطے کہ پہلا قول محشی کا ادائے مطلب میں کافی تھا

ادعی علی آخر ہبۃ شیٔ فی وقت فسئل المدعی بینۃ فقال قد جحدنیھا ای الھبۃ فاشتریتھا منه اولم یقل ذلک ای جحدنیھا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا ہبہ مع القبض کا ایک وقت میں مثلا یہ دعوی کیا کہ اُسنے فلانی چیز مجکو رمضان میں دی سو مدعی سے گواہی طلب کی اثبات ہبہ پر سو اُسنے کہا کہ مدعا علیہ ہبہ کرکے منکر ہو گیا ہبہ سے تو میں نے اُس سے وہ چیز خرید کرلی یا مدعی نے یہ نہ کہا یعنی انکار ہبہ مدعا علیہ کا ذکر نہ کیا بلکہ اول ہبہ کا دعوی کیا پھر اُسکے بعد خرید کا فمفادہ الاکتفاء بامکان التوفیق وھو مختار شیخ الاسلام من اقوال اربعۃ وھذا و عدم قول بانکار ہبہ اکتفا ہی بامکان توفیق اور یہ قول شیخ الاسلام کا مختار ہی منجملہ چار قولوں کے ھ جس موضع میں تناقض واقع ہو مدعی سے یا شہود سے یا مدعا علیہ سے تو اسکی توفیق یعنی رفع تناقض میں فقہا کے چار قول ہیں پہلا قول یہ ہی کہ دونوں کلاموں میں بالفعل توفیق ضرور ہی اور امکان توفیق کافی نہیں دوسرا قول یہ ہی کہ امکان توفیق کافی ہی مطلقا خواہ مدعی کی جانب سے یا مدعا علیہ کیطرف سے وجہ توفیق متعدد ہو یا متحد تیسرا قول وہ ہی جو خجندی کا مختار ہی جسکو شارح ذکر کریگا چوتھا قول یہ ہی کہ امکان توفیق کافی ہی بشرطیکہ وجہ توفیق متحد ہو نہ متعدد وکذا فی الطحطاوی عن البحر جب یہ معلوم ہوا تو دریافت کرنا چاہیے کہ جب مدعی نے ہبہ کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ کا انکار ہبہ بیان کرکے خرید کا دعوی کیا تو مدعی کے کلام سے قول اول کے مطابق بالفعل توفیق حاصل ہو گئی اب تناقض باقی نہ رہا اور اگر ہبہ کا دعوی کیا پھر بلا ذکر انکار ہبہ خرید کا دعوی کیا تو یہاں توفیق بالفعل مدعی کے کلام سے نہیں بلکہ قول ثانی کے موافق جو شیخ الاسلام کا مختار ہی امکان توفیق ہی واختار الخجندی انه یکفی من المدعی علیه لامن المدعی لانه مستحق وذلک دافع والظاھر یکفی للدفع لا لاثبات الاستحقاق بزازیه اور خجندی نے یہ قول پسند کیا ہی کہ امکان توفیق مدعا علیہ کیطرف سے کافی ہی نہ مدعی کیجانب سے اسواسطے کہ مدعی طالب حق ہی اور وہ یعنی مدعا علیہ دافع استحقاق ہی اور ظاہر دفع کیواسطے کفایت کرتا ہی نہ استحقاق کیواسطے کذا فی البزازیہ یعنی امکان توفیق کے نزدیک وجود اور وقوع اسکا ظاہر ہی اور ظاہر دفع میں حجت ہی نہ استحقاق میں کذا فی البحر فاقام بینۃ علی الشراء بعد وقتھا ای وقت الھبۃ یعنی فی الصورتین پھر مدعی مذکور نے بعد وقت ہبہ کے خرید پر گواہ قائم کئے یعنی مثلا شوال کی خرید پر تو گواہی مقبول ہوگی دونوں صورتوں میں یعنی ایک صورت یہ کہ مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے ہبہ کا مجسے انکار کیا دوسری صورت یہ کہ نہ کہا ہو بعد وقتھا ظرف ہی شراء کا نا قام کا کذا فی الحلبی وقبلہ لا لوضوح التوفیق فی الوجہ الاول وظہور التناقض فی الثانی اور قبل وقت ہبہ کے خرید پر مثلا شعبان کی خرید پر گواہ قائم کئے تو گواہی مقبول نہ ہوگی بسبب واضح ہونے توفیق کے وجہ اول میں اور ظاہر ہونے تناقض کے وجہ ثانی میں ھ حاصل مسئلہ یہ ہی کہ مدعی نے ہبہ رمضان کا مثلا دعوی کیا جب گواہ طلب کئے تو اُسنے خرید کا دعوی کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی نے وہ چیز مثلا شوال میں خریدی تو گواہی مقبول ہی کیونکہ توفیق بین القولین واضح ہی اسواسطے کہ بعد وقت ہبہ کے خرید میں تناقض نہیں کہ اُسکی ملک بعد ہبہ ثابت ہوئی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعی نے اُسکو شعبان میں خرید کیا تو اسمیں قول مدعی اور شہادت شہود میں تناقض ہی اسواسطے کہ دعوی ہبہ میں اسکا اقرار ہی کہ موہوب واہب کا مملوک ہی قبل وقت ہبہ کے اور گواہی اس اقرار کی مناقض لہذا مقبول نہیں ولو ابہما ای لم یبینا تاریخا اوذکر لاحدھما فقط قبل لامکان التوفیق بتاخیر الشراء اور اگر مدعی نے ہبہ اور خریداری کی تاریخ مذکور نہ کی یا فقط ہبہ یا فقط خرید کی تاریخ مذکور کی

تو دعویٰ مقبول ہی بواسطہ امکان توفیق کے بسبب تاخیر خریداری یعنی جب ہبہ اور خرید کی تاریخ مذکور نہوئی تو احتمال ہی کہ خریداری بعد ہبہ واقع ہوئی ہو وشرط
کون الکلامین عند القاضی والثانی فقط حاوی وینبغی ترجیح الثانی بحر لان بہ التناقض اور کیا شرط ہی کہ دونون کلام متناقض قاضی کے سامنے ہو یا دونون
یا فقط کلام ثانی کا صادر ہونا قاضی کے پاس شرط ہی اسمین خلاف ہی اور قول ثانی کی ترجیح سزاوار ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ کلام ثانی ہی کے سبب سے تو تناقض ثابت
ہوتا ہی اور علامہ مقدسی نے کہا کہ یہ خلاف لفظی ہی اسواسطے کہ جو کلام مجلس قاضی سے پیشتر ہوا جب تک وہ قاضی کے نزدیک ثابت نکیا جائیگا تب تک تناقض متحقق نہوگا
تو گویا دونون مجلس قاضی مین ہوۓ در مختار کذا فی الطحطاوی والتناقض یرتفع بتصدیق الخصم وبقول المتناقض ترکت الاول وادعی بکذا وبتکذیب الحاکم وتمامہ
فی البحر واقرہ المصنف اور تناقض دفع ہوجاتا ہی خصم کی تصدیق سے اور متناقض کے یون کہنے سے کہ مین نے کلام اول کو چھوڑا اور اب یہ دعویٰ کرتا ہون اور حاکم کی تکذیب
سے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق مین ہی اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین مسلم رکھا ہی اور تکذیب حاکم کی یہ صورت ہی کہ زید نے دعویٰ کیا کہ محمود اسکے مدیون کا ضامن ہی سو محمود
نے ضمانت کا انکار کیا اور زید گواہ لایا اسکے ضامن ہونے پر اور حاکم نے ثبوت ضمانت کا اور مکفول لہ کو ضامن سے مال لینے کا حکم کیا پھر ضامن نے مدیون مذکور پر
دعویٰ کیا کہ مین اسکا ضامن ہوا تھا اسکی اجازت سے اور اسپر گواہ لایا تو ہمارے نزدیک قبول ہی اور مدیون سے مال ضمانت پھیر لیا جائیگا یعنی پس یون نہین کہہ
سکتا کہ کفیل ضمانت کا اول منکر تھا اور اب مدعی ضمانت ہی یہ صریح تناقض ہی اسواسطے کہ کفیل کے انکار کی شرعًا تکذیب ہوگئی بسبب قضا کے کذا فی البحر عینی ولو ادعی
اولًا انہا ای الدار منہ او وقف علیہ ثم ادعاہا لنفسہ او ادعاہا لغیرہ ثم ادعاہا لنفسہ لم تقبل للتناقض چنانچہ اگر دعویٰ کیا اول کہ وہ یعنی
مثلا گھر وقف ہی مجھپر پھر اسکی ملکیت کا دعویٰ کیا اپنی ذات کیواسطے یا دعویٰ کیا کہ وہ گھر فلانے شخص کا ہی پھر اسکی ملکیت کا اپنے واسطے دعویٰ کیا تو مقبول نہین بسبب
تناقض کے اور تنبیہ ہی نفی قبول مین جیسے وقف کا پھر ملکیت کا دعویٰ کیا تو اسمین توفیق بین الکلامین ممکن نہین اسواسطے کہ وقف مملوک نہین ہوتا وقیل یقبل ان وفق بان
قال کان لفلان ثم اشتریتہ درر وفی اواخر الدعوی اور بعضون نے کہا کہ اگر مسئلہ ثانیہ مین توفیق دے مدعی اسطرح پر کہ کہے گھر اول فلانے شخص کا تھا پھر مین نے اسکو
خرید کیا تو مقبول ہی چنانچہ درر کی کتاب الدعوی کے اواخر مین ہی قال ولو ادعی الملک لنفسہ او لغیرہ ثم ادعی الوقف علیہ تقبل صاحب درر نے کہا اور اگر اول
دعویٰ ملکیت کا اپنی ذات کیواسطے کیا پھر دعویٰ کیا کہ وہ مجھپر وقف ہی تو مقبول ہی اور منح الغفار مین اسیطرح ہی اور بحر الرائق اور دعوی مین تقیید لفظ علیہ نہین تو بھی
بدون تقیید مذکور کے توفیق ممکن ہی اسطرح پر کہ اول مدعی کا وہ مملوک ہی پھر مدعی اسکو وقف کردے اور بصورت تقیید مذکور توفیق ظاہر نہین کیونکہ تناقض ظاہر ہی جیسے
توفیق نہین مگر بقول ابو یوسف توفیق ہوسکتی ہی کہ انکے نزدیک اپنی ذات پر وقف کرنا صحیح ہی کذا فی الطحطاوی کما لو ادعاہا لنفسہ ثم لغیرہ فانہ یقبل چنانچہ اگر
دعویٰ کیا اپنی ذات کیواسطے پھر اپنے غیر کیواسطے تو وہ مقبول ہی اس احتمال سے کہ غیر نے مدعی سے خرید کر لیا ہو ومن قال لآخر اشتریت منی ہذہ الجاریۃ
وانکر الآخر الشراء جاز للبائع ان یطأہا ان ترک البائع الخصومۃ واقترن ترکہ بفعل یدل علی الرضی بالفسخ کامساکہا ونقلہا الی منزلہ لما تقرر ان
جحود جمیع العقود ما عدا النکاح فسخ اور جس شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھسے یہ لونڈی خرید کی اور دوسرے شخص نے خرید کا
انکار کیا تو بائع کو اس لونڈی سے جماع کرنا جائز ہی اگر بائع نے جھگڑا کرنا چھوڑدیا ہو اور ترک خصومت اس فعل سے مقارن ہو جو فسخ بیع کی رضامندی
پر دلالت کرے جیسے لونڈی کو رکھ لینا اور اسکو اپنے مکان مین لیجانا جماع اسواسطے جائز ہی کہ ثابت ہوچکا ہی کہ جمیع عقود کا انکار سواے نکاح کے فسخ ہی
یعنی جب بیع فسخ ہوگئی مشتری کے انکار سے تو لونڈی بائع کی ملک مین داخل ہوگئی تو وطی حلال ہوئی فلیس للبائع ردہا بعیب قدیم لتمام الفسخ بالتراضی عینی
تو بائع کو لونڈی کا پھیر دینا بسبب عیب قدیم کے جائز نہین باعث تمام ہوجانے فسخ بیع کے تراضی سے کذا فی العینی ہم اس عیب قدیم سے رد جائز ہی جبکہ
اسکو اطلاع نہوئی تھی قبل بیع کے والا رد جائز نہین کیونکہ بیع پر اقدام کرنا بعد اطلاع عیب کے رضا بالعیب کی علامت ہی عینی نے شرح کنز مین ذکر کیا
کہ جب مشتری نے خریداری کا انکار کیا تو بیع فسخ ہوئی مشتری کی جانب سے پھر جبکہ بائع نے اسکی مساعدت کی ترک خصومت سے تو فسخ بیع پورا ہوگیا
(شامی)

كذا في الطحطاوي اما النكاح فلا يقبل الفسخ اصلا فلذا لو جحد انه تزوجها ثم ادعاه وبرهن على النكاح يقبل ہوتا اور نکاح تو اصلاً فسخ قبول نہیں کرتا تو اسی واسطے
اگر زوج زوجہ کے نکاح کرنے سے منکر ہو پھر بعد اسکے نکاح کا دعوی کرے اور نکاح پر گواہ لاوے تو دلیل اسکی مقبول ہے ہم نکاح محتمل فسخ نہیں کسی سبب سے تو اگر
عورت دعوی کرے ایک مرد پر نکاح کا اور مرد منکر ہو تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح جائز نہیں کیونکہ انکار زوج فسخ نکاح نہیں تو قاضی کو حاجت ہے کہ اسکے بعد یا وہ
کہے کہ میں نے تم دونوں میں تفریق کردی یا مرد یوں کہے کہ میری زوجہ نہیں سو میں نے اسکو طلاق بائن دی اور اگر مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور عورت نکاح کی منکر
ہو پھر مر گیا اور عورت نے میراث کا دعوی کیا تو اسکو میراث ملیگی كذا في الطحطاوي بخلاف البيع فانه اذا انكره ثم ادعاه لا يقبل لانفساخه بالانكار بخلاف
النكاح بخلاف بیع کے اسواسطے کہ جب بیع کا منکر ہوگا اور پھر بیع کا دعوی کریگا تو مقبول نہیں بسبب فسخ ہو جانے بیع کے انکار سے بخلاف نکاح کے ہم بہتر تھا
کہ شارح لفظ بخلاف النكاح کو حذف کرتا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں اور ان مسائل کا ذکر کتاب الدعوی میں مناسب تھا مگر یہاں انکا ذکر اسواسطے ہوا تا حکم قضا ان میں ظاہر ہو

اقر بقبض عشرة دراهم ثم ادعى انها زيوف او نبهرجة صدق بيمينه لان اسم الدراهم يعمها بخلاف الستوقة لغلبة غشها اقرار کیا دس درم کے قبضہ کرنے کا
پھر دعوی کیا کہ وہ درہم مذکورہ زیوف تھے یا نبہرجہ تو اسکی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ درہم کا نام زیوف اور نبہرجہ کو شامل ہے بخلاف ستوقہ کے
کہ انکو اسم دراہم شامل نہیں بسبب غالب ہونے انکے غش کے ہم زیوف جمع ہے زیف کی زیف وہ درہم ہے جو خزانہ سلطانی میں نہ لیا جاوے اور سوداگر لیں انکا
لینا دینا رائج ہو اسواسطے کہ خزانہ سلطانی میں کھرا مال لیا جاتا ہے اور ستوقہ وہ درہم ہے جسکے اندر تانبا یا سیسہ ہو اور دونوں طرف چاندی ہووے ابو سعود
سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ نبہرجہ کے لفظ میں بہ ضم ہے نون پر پیش ہونا کچھ نہیں معلوم ہوتا ہے كذا في الطحطاوي ولو ادعى انها ستوقة لا يصدق ان كان البيان
مفصولا وصدق لو بين موصولا نهاية فالتفصيل انما هو في المفصول لا الموصول ہم اور چونکہ درم کا نام ستوقہ کو شامل نہیں اگر پھر مقر دعوی کرے کہ دراہم مقبوضہ ستوقہ
ہیں تو اسکی تصدیق نہ ہوگی اگر یہ بیان جدا ہوا اقرار قبض سے اور تصدیق ہوگی اگر بیان کیا اسی اقرار قبض سے ملا کر كذا في النهاية تو تفصیل کو مفصول میں ہے نہ موصول
میں یعنی تفصیل زیوف و نبہرجہ میں و ستوقہ میں درصورت انفصال بیان ہے یعنی اگر دراہم مقبوضہ کو زیوف یا نبہرجہ کہا بطریق انفصال تو تصدیق ہوگی
اور اگر ستوقہ کہا تو بطریق انفصال تصدیق نہ ہوگی اور اگر اقرار کے ساتھ بیان متصل واقع ہوا تو بلا تفصیل تصدیق ہوگی خواہ زیوف کہا خواہ نبہرجہ خواہ ستوقہ ولو اقر بقبض
الجياد لم يصدق مطلقا ولو موصولا للتناقض اور اگر کھرے درمون کے قبضہ کرنے کا اقرار کیا اور پھر دعوی کیا کہ دراہم زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ تھے تو تصدیق
نہوگی مطلقاً اگرچہ یہ بیان موصول واقع ہوا ہو بسبب تناقض کے یعنی جید درمون کا اقرار کیا تو اسکے خلاف دعوی کرنا صریح تناقض ہے ولو اقر انه قبض حقه او قبض
الثمن او استوفى حقه صدق في دعوى الزيافة ونحوها لو موصولا والا لا اور اگر اقرار کیا کہ اسنے اپنے حق پر قبضہ کیا یا ثمن پر قبضہ کیا یا اسنے اپنا حق پورا لیا تو اسکی
تصدیق ہوگی دعوی زیافت میں یعنی اگر یوں کہا کہ وہ دراہم زیوف تھے تو تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکو موصول بیان کیا ہو اور اگر اسکو موصول بیان نہیں کیا تو تصدیق
نہوگی ہم نبہرجہ اور ستوقہ ہونے کا دعوی مانند دعوی زیافت کے ہے کیونکہ سب کا حکم ایک ہی ہے نہایہ میں ہے کہ اگر اپنے قبض حق کا دعوی کیا پھر بولا کہ وہ ستوقہ ہیں یا دراہم رصاص ہیں
تو موصولاً تصدیق ہوگی نہ مفصولاً كذا في الطحطاوي ولان قوله جياد مفسر فلا يحتمل التاويل بخلاف غيره لانه ظاهر او نص فيحتمل التاويل ابن كمال
اسواسطے کہ مقر کا جیاد یعنی کھرے درم کہنا مفسر ہے تو محتمل تاویل نہیں بخلاف غیر جیاد کہنے کے کیونکہ وہ ظاہر ہے یا نص ہے تو اسمیں تاویل کا احتمال ہے كذا ذكره ابن كمال
مفسر بسبب مشہور وہ ہے جو نص سے زیادہ تر واضح ہو اسطرح کہ اسکے ساتھ احتمال تاویل باقی نہ رہے اور ظاہر وہ ہے جسمیں غیر مراد کا احتمال بعید ہو اور نص وہ ہے جسمیں
غیر مراد کا احتمال بعید نہو كذا في الطحطاوي تو جب جید بولا تو غیر جید کا احتمال باقی نہ رہا کیونکہ وہ مفسر ہے بخلاف قبض حق یا قبض ثمن یا استیفاء حق کے اقرار کے کہ وہ ظاہر ہے
یا نص تو اسمیں زیافت وغیرہ کا احتمال ہے اگرچہ احتمال بعید ہی ہو اقر بدين ثم ادعى ان بعضه قرض وبعضه ربا وبرهن عليه قبل برهانه قنية عن علاء الائمة
وينبغي في الاقرار اه اقرار کیا دین کا پھر دعوی کیا کہ بعض دین قرض ہے اور بعض بیاج ہے اور اسپر گواہ لایا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی چنانچہ قنیہ میں ہے علاء الائمہ سے اور لکھا کہ لائق ہے

ہیں وکما لو قال لآخر لك علیّ الف درهم فرده المقر له ثم صدقه فی مجلسه فلا شیء علیه للمقر له الا بحجة او اقرار ثانیا وكذا الحكم فی كل ما فیه الحق لواحد ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درہم ہیں جسکے واسطے اقرار کیا اُسنے اُسکا اقرار رد کیا یعنی یوں کہا کہ میرا تجھ پر کچھ نہیں یا وہ درہم تیرے ہیں یا فلانے شخص کے ہیں کذا فی الفتح پھر مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی اُسی مجلس میں تو مقرلہ کا کچھ ثابت ہوگا مگر شہادت سے یا مقر کے دوسرے اقرار سے اور اسیطرح کا حکم ہر ایک اُس اقرار میں ہے جس میں ایک شخص کا حق ہو مقرلہ مذکور کا دین اسواسطے ثابت نہوا کہ مقر کا اقرار دین مردود ہو گیا مقرلہ کے رد کر دینے سے اور بعد انکار کے تصدیق کرنا دعوی ہے تو اسکے ثبوت کے واسطے گواہی یا تصدیق خصم ضرور ہے مصنف نے اقرار مال کی قید اسواسطے لگائی کہ رقیت اور طلاق اور عتاق اور نسب اور ولا کا اقرار رد کرنے سے مردود نہیں ہوتا اور تصدیق بعد الرد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اول اقرار قبول کر لیگا پھر رد کریگا تو مردود ہوگا اسیطرح ابرا عن الدین اور ہبہ دین قبول کرنے سے تمام ہو جاتا ہے پھر رد کرنے سے رد نہیں ہوتا اور اسیطرح اگر وقف کیا ایک شخص پر سو اُسنے قبول کیا پھر رد کیا تو رد نہوگا اور اگر قبول نہ کیا اول رد کریگا تو رد ہوگا تصدیق مجلس کی قید اسواسطے لگائی تا معلوم ہو کہ تصدیق بعد مجلس سے بطریق اولی کچھ دین ثابت نہوگا ایک شخص کے حق کی مثال بھی مسئلہ مذکورہ ہے تو یہاں مقرلہ منفرد ہوا اقرار ہے بخلاف اسکے اگر یوں کہا کہ تو نے خریدا اور دوسرے نے انکار کیا تو اسکو جائز ہے کہ بعد انکار کے مدعی شراء کی تصدیق کرے اسواسطے کہ احد العاقدین فسخ بیع میں منفرد نہیں جیسے عقد میں منفرد نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز میں دو شخصوں کا حق ہے اگر اُسمیں منکر رجوع کرے تصدیق کیطرف قبل اسکے کہ شخص آخر اُسکے انکار کی تصدیق کرے تو جائز ہے جیسا کہ بیع اور نکاح اور جس چیز میں ایک شخص کا حق ہو جیسا کہ ہبہ اور صدقہ اور اقرار تو اُسکی تصدیق بعد الانکار نافع نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا

ومن ادعی علی آخر مالا فقال المدعی علیه ما كان لك علیّ شیء قط فبرهن المدعی علی انه له علیه الف وبرهن المدعی علیه علی القضاء ای الایفاء او الابراء ولو بعد القضاء ای الحكم بالمال اذ الدفع بعد قضاء القاضی صحیح الا فی المسألة الخمسة كما سیجیء قبل برهانه لامكان التوفیق لان غیر الحق قد یقضی ویبرأ منه دفعا للخصومة اور جسنے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا تو مجھ پر کچھ نہ تھا پھر سو مدعی اسپر گواہ لایا کہ مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار ہیں اور مدعا علیہ ایفاء دین یا ابراء مدعی پر گواہ لایا اگرچہ گواہی ایفا یا ابرا کی بعد قضاء قاضی کے ہو یعنی اگرچہ قاضی نے مدعی کی برہان سے مال دینے کا حکم کیا ہو اسواسطے کہ دفع کرنا دعوی مدعی کا بعد حکم قاضی کے صحیح ہے مگر مسئلہ مخمسہ میں دفع صحیح نہیں چنانچہ مسئلہ مذکورہ کا ذکر کتاب الدعوی کی فصل دعاوی میں آویگا تو مدعا علیہ کی برہان مقبول ہوگی بسبب ممکن ہونے توفیق کے انکار اور ایفا یا ابرا میں اسواسطے کہ جھگڑا مٹانے کے واسطے کبھی غیر حق کا بھی حکم دیا جاتا ہے اور حق سے ادا کیا جاتا ہے یعنی جب مدعا علیہ نے مال کا اول انکار کیا اور پھر کہا کہ میں ادا کر چکا ہوں یا مدعی نے معاف کر دیا ہے اور اسکو گواہی سے ثابت کیا تو اگرچہ بظاہر یہ تناقض ہے لیکن گواہی مقبول ہے کیونکہ رفع تناقض یہاں متصور ہے اس احتمال سے کہ واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر نہ تھا مگر مدعا علیہ نے جھگڑا مٹانے کے واسطے ادا کر دیا ہو یا واقع میں مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت تھا لیکن مدعی نے دفع خصومت کے واسطے معاف کر دیا ہو مسئلہ مخمسہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسمیں علما کے پانچ قول ہیں وسیجیء فی الاقرار انه لو برهن علی قول المدعی انا مبطل فی الدعوی او شهودی كذبة او لیس لی علیه شیء صح الدفع الی آخره وذكره فی الدرر قبیل الاقرار فی فصل الاستثناء اور کتاب الاقرار میں آویگا کہ اگر مدعا علیہ مدعی کے اس قول پر گواہ لایا کہ میں دعوی میں جھوٹا ہوں یا میرے گواہ جھوٹے ہیں یا میرا اُسپر کچھ نہیں تو دفع دعوی مدعی صحیح ہو الخ اور درر میں اسکو کتاب الاقرار سے پہلے فصل استثنا میں ذکر کیا ہے استثنا یعنی خواہش خریداری کما یقبل لو ادعی القصاص علی آخر فانكر المدعی علیه فبرهن المدعی علی القصاص ثم برهن المدعی علیه علی العفو او علی الصلح عنه علی مال چنانچہ برہان مدعا علیہ مقبول ہے اگر مدعی نے دوسرے پر قصاص کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اسکا انکار کیا تو مدعی گواہ لایا قصاص پر پھر مدعا علیہ گواہ لایا عفو قصاص پر یا گواہ لایا صلح کر لینے پر قصاص سے بعوض مال کے ہم یہاں بھی کلام مدعی میں رفع تناقض اس احتمال سے ممکن ہے کہ واقع میں اُسپر قصاص نہ تھا اور اُسنے جھگڑا مٹانے کے واسطے مال کی صلح کر لی ہو یا قصاص تھا مگر معاف کر دیا ہو وکذا فی دعوی الرق بان ادعی عبودیة شخص فانكر فبرهن المدعی ثم برهن العبد ان المدعی اعتقه یقبل ان لم یصالحه

اور ایسا ہی اگر دعوی برقرار رہیں اسطرح پر کہ دعوی کیا ایک شخص کے غلام ہونے پر سو اُسنے غلامی سے انکار کیا تو مدعی گواہ لایا اسکی غلامی پر پھر غلام گواہ لایا کہ مدعی نے اسکو آزاد کردیا ہے تو برہان مدعا علیہ مقبول ہوا اگر اُسنے صلح نہ کرلی ہو مدعی سے الحاصل یعنی برہان درصورت عدم صلح مقبول ہو اور اگر اول انکار کیا پھر کچھ مال پر صلح کرلی پھر گواہ لایا ایفا یا ابرا پر تو اُسکی برہان مسموع نہوگی لیکن ایبا ہی کذا فی المنیۃ ولو ادعی الایفاء ثم صالحہ قبل برھانہ علی الایفاء یجوز اور اگر مدعا علیہ نے ایفائے دین مدعی کا دعوی کیا پھر مدعی سے کسی چیز پر صلح کرلی تو اسکا برہان ایفا پر مقبول ہو کذا فی البحر ھم یعنی صلح دعوی ایفا کی مبطل نہیں اسواسطے کہ موقع خصومت کیواسطے کاٹنے غرض ہی دیا جاتا ہی کذا فی الطحاوی وفیہ برھن ان لہ اربعمائۃ ثم اقر ان علیہ للمنکر ثلث مائۃ تسقط عن المنکر ثلثمائۃ وقیل لا وعلیہ الفتوی ملتقط وکانہ لانہ لما کان المدعی علیہ جاحدا ان منہ غیر مشغولۃ فی زعمہ فاین تقع المقاصۃ واللہ اعلم اور بحر الرائق میں ہی کہ مدعی گواہ لایا کہ اُسکے چار سو ہیں پھر مدعی نے اقرار کیا کہ مدعا علیہ منکر کے مجھ پر تین سو ہیں تو چار سو سے تین سو ساقط ہوگئے اور بعضوں نے کہا کہ تین سو ساقط نہیں اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الملتقط اور شاید کہ عدم سقوط کی وجہ یہ ہو کہ جبکہ مدعا علیہ منکر ہوا تو اُسکا ذمہ مشغول نہیں اُسکے گمان میں پھر مقاصہ یعنی باہم مجرا ہونا کہاں واقع ہوتا ہی واللہ اعلم وان قال لا دفع لی ولا اعرفک وکذا الملک لا یقبل لتعذر التوفیق اور اگر منکر یا نے یہ لفظ زیادہ کیا اور میں تجھکو نہیں پہچانتا ہوں اور مانند اسکے چنانچہ یوں کہا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا تو برہان ادا یا ابرا مقبول ہی بسبب متعذر ہونے توفیق کے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا ہرگز اور میں تجھکو نہیں پہچانتا یا یوں کہا کہ میں نے تجھکو نہیں دیکھا یا درمیان میرے اور تیرے مخالطت اور خلطہ نہیں یا ہم نے دینا اور لینا یا میں ہوں تو ایک مکان میں مجتمع نہیں ہوے اور مانند اسکے پھر مدعا علیہ نے ایفاء دین یا ابراء دین پر گواہ قائم کئے تو مقبول نہیں کذا فی فتح القدیر شرح وقایہ میں ہی کہ عدم قبول بسبب تعذر توفیق کے ہی اسواسطے کہ دو شخصوں کے درمیان لینا اور دینا اور معاملہ اور ابراء بدون معرفت کے نہیں ہوتا انتہی وقیل یقبل لان المحتجب او المخدرۃ قد یتاذی بالشغب علی بابہ فیامر بارضاء الخصم ولا یعرفہ ثم یعرفہ حتی لو کان ممن یتولی بنفسہ لا یقبل اور بعضوں نے یعنی قدوری نے کہا کہ ایفاء دین کی برہان باوجود عدم معرفت مقبول ہی اسواسطے کہ مرد محتجب یا عورت پردہ نشین کو کبھی اذیت ہوتی ہی اپنے دروازے کے غل شور کرنے سے تو اپنے وکیل وغیرہ سے وہ امر کرتا ہی مخاصم کے راضی کردینے کا اور حالانکہ مخاصم کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہی پھر اُسکو معلوم کرتا ہی تو اگر مدعا علیہ اُن لوگوں میں سے ہو جو اپنا کام بذات خود کرتے ہیں بلا واسطہ وکیل تو اُسکی برہان ایفا مع قول عدم معرفت مقبول نہوگی ھم یہ تفریع ہی قاضی خان کی محتجب وہی ہی جو متولی اعمال بذات خود نہو اور بعضوں نے کہا کہ محتجب وہ شخص عظیم الشان ہی جسکو ہر شخص نہ دیکھے کذا فی الطحطاوی نعم لو ادعی اقرار المدعی علیہ بالوصول او الایصال صح درر فی اخر الدعوی لان التناقض لا یمنع صحۃ الاقرار ہاں اگر مدعا علیہ اس شخص کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے جسپر دفع یا ایفا کا دعوی کیا گیا تو صحیح ہی کذا فی الدرر فی آخر الدعوی اسواسطے کہ تناقض مدیون صحت اقرار دائن کا مانع نہیں ھم طحطاوی نے کہا یہ قول مرتبط ہی اس کلام مذکور سے جو مفہوم ہوتا ہی مقام سے لتقدیر محذوف یہ ہی کہ بسبب تعذر توفیق ممکن نہیں تو تناقض مندفع نہوگا چنانچہ اُسنے کہا کہ میں نے اسکو کچھ نہیں دیا پھر اُسنے دینے کا دعوی کیا تو مسموع نہوگا کیونکہ محال ہو کہ شیء واحد میں دافع و غیر دافع ہو ہاں اگر مدعی کے اقرار وصول یا ایصال کا دعوی کرے یعنی جسپر دفع دین یا قضاء دین کا دعوی ہو چکا اُسکے اقرار کا دعوی کرے اسطرح کہ اُس نے یہ اقرار کیا کہ دین اُسکو پہونچ گیا ہی مدیون سے یا مدیون نے اسکو پہونچا دیا ہی اور گواہی سے اسکو ثابت کرے تو مسموع اور مقبول ہی کذا فی الطحطاوی ۔ بمعرفۃ اقر ببیعہ

عبدا من فلان ثم جحدہ صح لان الاقرار بالبیع بلا ثمن باطل اقرار کیا اپنے غلام کے بیع کا فلانے شخص سے پھر اسکا انکار کیا تو اُسکا انکار صحیح ہی اسواسطے کہ بیع کا اقرار بدون ثمن کے باطل ہی چنانچہ بزازیہ کی کتاب الاقرار میں ہی ھم صحت انکار کا مطلب یہ ہی کہ گویا دونوں میں تناقض نہیں اور اقرار سابق کی گواہی مسموع نہیں

ادعی علی آخر انہ باعہ امۃ منہ فقال الآخر ما بعتہا منک قط فبرھن المدعی علی الشراء منہ فوجد المدعی بہا عیبا واراد ردھا فبرھن البائع انہ ای المشتری بری الیہ من کل عیب لم تقبل بینۃ البائع للتناقض دعوی کیا دوسرے پر کہ اُسنے اپنی لونڈی اُسکے

اُسکے ہاتھ بیچی تو دوسرے نے کہا کہ میں نے اسکو تیرے ہاتھ نہیں بیچا ہر گز سو گواہ لایا مدعی بائع سے خرید کرنے پر پھر مدعی نے لونڈی میں عیب پایا اسکے پھیر دینے کا ارادہ کیا سو گواہ لایا بائع اسپر کہ مشتری بائع سے برأت کر چکا ہے اسکے ہر عیب سے تو گواہی بائع کی مقبول نہ ہوگی بسبب تناقض کے ہم وجہ تناقض یہ ہے کہ اول بیع کا منکر ہوا پھر بیع کا مدعی ہوا اسواسطے کہ برأت عیوب سے بدون بیع متصور نہیں وعن الثانی تقبل لامکان التوفیق بتبیع وکیله وابرائه عن العیب اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ بائع کی گواہی مقبول ہے بسبب ممکن ہونے توفیق بائع کے وکیل کی بیع سے اور ابراء وکیل کے عیب سے ہم جب اسکے وکیل نے بیع کی تو یہ کہنا درست ہوا کہ میں نے بیع نہیں کی یعنی بذات خود مباشر بیع نہیں ہوا اور برأت عیب کی نسبت اپنی طرف اسواسطے کی کہ فعل وکیل بمنزلہ فعل موکل کے ہے ومنہ واقعۃ سمرقند واوزجند مسئلہ میں واقعہ ہے سمرقند کا جسمیں تناقض واقع ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح واقعہ سمرقند کو صریح بیان کرتا تو واضح تر ہوتا ادعت انه تزوجها بکذا وطالبته بالمهر فانکر فبرهنت فادعی انه خلعها علی کذا تقبل لاحتمال انه زوجها ابوه وهو صغیر ولم یعلم خلاصہ یہ ہے کہ زوجہ نے دعوی کیا کہ اس نے مجھسے نکاح کیا اتنے مہر پر اور اس سے مہر کا مطالبہ کیا سو اس نے نکاح کا انکار کیا تو عورت گواہ لائی نکاح اور مہر پر سو مرد نے دعوی کیا کہ اسنے عورت سے خلع کیا بعوض مہر کے تو مرد کا دعوی مقبول ہے یعنی مرد سے اس دعوی پر گواہ طلب ہونگے مقبولیت دعوی اس احتمال سے ہے کہ مرد کا نکاح اسکے باپ نے کر دیا ہو اور وہ صغیر ہو اور اسکو معلوم نہو کذا فی الخلاصہ ہم یعنی اسکا انکار نکاح اسپر محمول ہے کہ وہ خود مباشر نکاح نہیں ہوا اور نفی مباشرت وقوع نکاح اجباری کی منافی نہیں پھر جب بالغ ہوا تو بعد اسکے دعوی خلع بعوض مہر میں تناقض نہیں کذا فی الطحطاوی یبطل جمیع الصک ای مکتوب کتب ان شاء الله فی اخره باطل یعنی یہ تمام مضمون اس چک یعنی کاغذ مرقوم کا جسکے آخر میں ان شاء اللہ لکھا ہے ہم شارح نے بلفظ جمیع اشارہ کیا کہ نوشتہ باطل ہو جاتا ہے خواہ اسمیں ایک شی مذکور ہو یا چند اشیاء اور صاحبین کا خلاف ثانی میں ہے وقالا اخره فقط وهو استحسان رجح علی قوله فتح اور صاحبین نے کہا کہ فقط پچھلا مضمون کاغذ مذکور کا باطل ہوتا ہے جو انشاء اللہ تعالی سے متصل ہے اور قول صاحبین استحسان ہے جو راجح ہے امام کے قول پر کذا فی الفتح ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ جمل میں اصل استقلال ہے یعنی ہر جملہ دوسرے سے متعلق نہیں اور وثیقہ لکھا جاتا ہے اعتماد اور وثوق کیواسطے تو اگر استثنا کل کیطرف راجع ہو تو کل کا بطلان لازم آوے اور یہ مقصود تحریر کے مخالف ہے تو استثنا اسی کیطرف راجع ہوگا جو اس سے متصل ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی والفجوات الفرجة کفاصل السکوت اور امام اور صاحبین متفق ہیں اسپر کہ فرجہ خط میں فاصل سکوت کے مانند ہے ہم فرجہ یعنی اثنا تحریر میں کاغذ سادہ چھوڑنا ایسا ہے جیسے نطق میں سکوت کرنا تو انشاء اللہ تعالی مابعد فرجہ کیطرف راجع ہوگا جیسے سکوت میں مابعد سکوت کیطرف راجع ہوتا ہے وعلی الانصراف للکل فی جمل عطفت بواو واعقبت بشرط اور علماء ثلثہ متفق ہیں انشاء اللہ تعالی کے راجع ہونے پر کل کیطرف ان جمل معطوفہ میں جنمیں عطف بحرف واو واقع ہوا ہے اور انکے اخیر میں شرط ہے ہم چنانچہ ایک شخص نے یوں کہا کہ اسکی عورت مطلقہ ہے اور اسکا غلام آزاد ہے اور اسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا ہے انشاء اللہ تعالی تو شرط تینوں جملوں کی طرف راجع ہے یعنی طلاق و عتاق اور مشی کچھ لازم نہیں جمل معطوفہ کی قید ترجمہ میں اسواسطے لگائی کہ جمل مکتوبہ میں امام اور صاحبین کا اتفاق نہیں چنانچہ مسئلہ میں گذر چکا واما الاستثناء بالا واخواتها فللاخیر الا لقرینة کمائة درهم وخمسون دینارا الا درهما فللاول استحسانا اور استثنا بلفظ الا اور اسکے امثال سے اخیر کیطرف راجع ہوتا ہے مگر بقرینہ اول کیطرف راجع ہو جاتا ہے چنانچہ اس قول میں کہ سو درم اور پچاس دینار الا ایک درم تو یہ استثنا اول یعنی درہموں کیطرف راجع ہے نہ اخیر کیطرف بطریق استحسان کے ہم قرینہ یہاں اتحاد جنسیت مستثنی منہ اور مستثنی ہے واما الاستثناء بانشاء الله بعد جملتین فالیهما اتفاقا اور استثنا بلفظ انشاء اللہ بعد دو جملوں کے دونوں کیطرف بالاتفاق راجع ہے ہم جملہ القاعدہ سے جملہ منجزہ مراد ہے جسمیں تعلیق واقع نہیں بقرینہ مقابلہ چنانچہ یوں کہنا کہ انت طالق وعبدہ حر انشاء اللہ کذا فی الحلبی وفی تعلیقین کطلاقین معلقین وطلاق معلق وعتق معلق فالیهما عند الثالث للاخیر عند الثانی اور استثنا واقع ہوتا بعد دو تعلیق کے یا طلاق معلق اور عتق معلق کے تو دونوں کیطرف راجع ہوتا ہے محمد کے نزدیک اور اخیر کیطرف راجع ہوتا ہے ابو یوسف

[illegible]

کے نزدیک ہے وہ طلاق معلق کی مثال ان شاء اللہ دخلت الدار فانت طالق وفلانۃ انشاء اللہ اور طلاق معلق اور عتق معلق کی مثال ان دخلت الدار فانت طالق وعبدی حر اور یہ خلاف مطلق میں ہے اور عکس میں تو دونون کا اتفاق ہے ولو بلا عطف وبعد سکوت ولذا حنیذ اتفاقا اور اگر شرط واقع ہو دو جملہ غیر متعاطفہ کے بیچ میں عطف ہو لیکن مابین میں سکوت واقع ہوا ہو لفظ میں یا فرجہ واقع ہوا خط میں تو استثنا اخیر کی طرف راجع ہے بالاتفاق اخیر سے مراد مابعد سکوت ہے کذا فی الطحطاوی وعطفہ بعد سکوتہ لغو الا فیما فیہ تشدید علی نفسہ وتمامہ فی البحر اور عطف کرنا متکلم کا بعد اپنے سکوت کے لغو ہے مگر اسمین نہیں جسمین سختگیری ہو اسکی ذات پر اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ھم یعنی جسمین متکلم کی ذات پر سختی ہے تو وہان عطف بعد سکوت لغو ہے چنانچہ یون بولا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے پھر چپ رہا پھر بولا اور اس دوسرے گھر میں اور یہ ارادہ کیا کہ طلاق واقع ہو مگر دونون گھرون کے داخل ہونے سے اور جسمین سختگیری ہو اپنی ذات پر چنانچہ یون بولا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھکو طلاق ہے اور چپ ہو گیا پھر بولا اور اس مع میری زوجہ کو تو زوجہ بھی میں داخل ہوگی کذا فی الطحطاوی مات ذمی فقالت عرسہ اسلمت بعد موتہ وقالت ورثتہ قبلہ صدقوا تحکیما للحال ذمی مر گیا سو اسکی زوجہ نے کہا کہ میں مسلمان ہوئی زوج کی موت کے بعد اور ذمی کے وارثون نے کہا کہ قبل اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثون کی تصدیق ہوگی باعتبار تحکیم حال کے یعنی بدلیل استصحاب حال اسواسطے کہ سبب حرمان ارث یعنی اسلام زوجہ فی الحال ثابت ہے تو زمان گذشتہ میں بھی ثابت رہیگا تحریر میں ہے کہ استصحاب عبارت ہے اس امر محقق کے بقاء حکم سے جسکا عدم مظنون نہیں کما یحکم الحال فی مسئلۃ جریان ماء الطاحونۃ جیسے حال حاکم ہے پن چکی کے پانی جاری ہونے کے مسئلے میں ھم یعنی پن چکی کو ایک شخص نے اجارہ لیا سو مستاجر نے کہا کہ میں انتفاع پر قادر نہ ہوا اسکے پانی جاری نہونے سے اور مالک نے کہا کہ تو قادر ہوا تھا تو اب فی الحال پانی کو دیکھنا چاہیے اور اسکے موافق زمان گذشتہ میں حکم کرنا چاہیے یعنی اگر فی الحال پانی جاری ہے تو سابق میں جاری تھا اور اگر بالفعل جاری نہیں تو سابق میں بھی جاری نہ تھا والحال انما تصلح حجۃ للدفع لا للاستحقاق پھر دریافت کرنا چاہیے کہ استصحاب حال لیاقت رکھتا ہے حجت ہونے کی فقط دفع دعوی کیواسطے چنانچہ مسئلہ سابقہ میں استحقاق کیواسطے کما فی مسلم مات فقالت عرسہ الذمیۃ اسلمت قبل موتہ فارثہ وقالوا بعدہ فالقول لھم لان الحادث یضاف لاقرب اوقاتہ چنانچہ حکم ہے اس مسلمان کے باب میں جو مر گیا سو اسکی ذمیہ زوجہ نے کہا کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں قبل موت زوج کے تو میں اسکی وارث ہوں اور میت کے وارثون نے کہا کہ بعد اسکی موت کے تو مسلمان ہوئی ہے تو وارثون کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ نئی چیز اپنے اقرب اوقات کیطرف منسوب ہوتی ہے یعنی مابعد موت اقرب ہے ماقبل موت سے لہذا اسلام حادث مابعد موت کیطرف منسوب ہوگا اور اگر عورت کا قول معتبر ہوتا تو تحکیم حال عورت کے استحقاق ارث کی موجب ہوتی ھم طحطاوی نے کہا ظاہر تمثیل اسپر دلالت کرتا ہے کہ یہ مثال ہے استحقاق ارث کا بسبب تحکیم حال کے درحالیکہ ایسا نہیں بعد خلل ہے کہ مسئلہ طاحونہ اصل متن میں تھا تو مسئلہ ذمی کے بعد مسئلہ مسلم تھا اور دونون میں جو شبہہ اختیار قول ورثہ تھی مسئلہ طاحونہ کے درمیان میں آنے سے یہ خلل پیدا ہو گیا تو اگر شارح متن کو بلا زیادت مسئلہ طاحونہ باقی رکھتا تو بہتر ہوتا انتہی بتصرف **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا وقع الاختلاف فی کفر المیت و اسلامہ فالقول للمدعی الاسلام بحر واقع ہوا اختلاف میت کے کفر اور اسلام میں تو مدعی اسلام کا قول معتبر ہے کذا فی البحر ھم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسکے والدین ذمی ہیں اور بیٹا مسلم والدین نے کہا کہ میت کافر تھا اور بیٹے نے کہا کہ مسلمان ہو کر مر گیا تو میراث بیٹے کو ملیگی نہ والدین کو قال المودَع بالفتح ھذا ابنُ مودِعی بالکسر المیت لا وارث لہ غیرہ دفعھا الیہ وجوبا کقولہ ھذا ابن دائنی کہا مودع بالفتح نے یعنی جسکے پاس غیر کی ودیعت ہے اسنے کہا کہ یہ شخص میرے مودع بالکسر یعنی جس میت نے میرے پاس ودیعت رکھوائی ہے اسکا بیٹا ہے کوئی اسکا وارث نہیں سوائے اسکے تو واجب ہے کہ ودیعت اس شخص کو تفویض اور تسلیم کرے چنانچہ اس قول میں تسلیم دین واجب ہے کہ یہ شخص میرے صاحب دین کا بیٹا ہے یعنی بعد موت وابن قید بالوارث لانہ لو اقر انہ وصیہ او وکیلہ او المشتری منہ لم یدفع فلعہا مصنف نے وارث کی قید لگائی اسواسطے کہ امانت دار یہ اقرار کرے کہ وہ شخص میت مذکور کا وصی یا وکیل یا مشتری

[illegible]

میت سے تو اسکو ودیعت دے فان اقر ثانیا بابن آخر له لم یصدق اقراره اذا کذبه الابن الاول لانه اقر علی الغیر پھر اگر امانت دار دوسری بار میت مذکور کے دوسرے بیٹے کا اقرار کرے تو اسکا اقرار مفید نہوگا جبکہ پہلا بیٹا اسکی تکذیب کرے کیونکہ یہ اقرار بر غیر کی مضرت کا ہے اور اقرار علی الغیر ثابت نہیں اسواسطے کہ اقرار اول صحیح ہو چکا اسکا کوئی مکذب نہیں بخلاف اقرار ثانی اور اگر ولد اول اقرار ثانی کی تصدیق کرے تو وہ بھی وارث ہوگا میت کا ولم یضمن للثانی خطاء ان دفع للاول بلا قضاء ولیلیہ اور بصورت تکذیب ولد ثانی کو بقدر اسکے حصے کے امانت دار تاوان دے اگر ولد اول کو ودیعت دے چکا ہو بدون حکم قاضی کذا فی الزیلعی هم قول بالضمان بھی صواب ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور مقابل اسکے غایۃ البیان کا قول ہے عدم ضمان کا کذا فی الطحطاوی ترکہ قسمت بین الورثۃ او الغرماء بشہود لم یقولوا لا نعلم لکن فی نسخ المتون والشروح وعبارۃ الدرر وغیرها لا نعلم له وارثا غیرہم لم یکفلوا خلافا لہما کالکفیل له ترکہ مقسوم ہو گیا درمیان وارثون کے یا درمیان قرضخواہون کے ان گواہون کی گواہی سے جنھون نے یہ نہیں کہا کہ ہم جانتے ہیں میت کا کوئی وارث یا صاحب دین اسطرح ہے لفظ نقل کا بلا حرف نفی متن و شرح کے نسخون میں اور عبارت درر وغیرہ کی یون ہے کہ ان شہود کی شہادت سے ترکہ مقسوم ہوا جنھون نے یہ نہیں کہا کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین نہیں جانتے ہیں تو ضامنی نہ لیجائیگی وارثون اور قرضخواہون سے بسبب مجہول ہونے مکفول لہ کے بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک حاکم ضامنی لیجائیگی هم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح کے نسخہ متن اور شرح میں نعلم ہوگا باسقاط لا اور جو یہ ہے یا صحیح متن و شرح کا نسخہ ہے اسمین لا نعلم مذکور ہے اور لم یکفلوا مبنی للمجہول مصنف الیکفل نہا ہے اور ضمیر ورثہ و غرما کیطرف راجع ہے انتہی خلاصہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص متروکہ چھوڑ کر مر گیا اور شاہدون نے قاضی سے کہا کہ یہ کہ فلانے فلانے وارث یا صاحب دین ہیں لیکن انھون نے حصر ورثہ کی گواہی نہیں دی تو قاضی ترکہ تقسیم کر دے ان میں اور ان سے ضامن طلب نہ کرے ویتلوم القاضی مدۃ ثم یقضی اور قاضی کچھ مدت قسمت ترکہ میں تاخیر کرے پھر قسمت کا حکم کرے هم تاخیر احتیاطا کیواسطے ہے کہ شاید کوئی اور وارث یا صاحب دین ہو پھر جب گمان غالب ہو جائے کہ اگر کوئی شریک ہوتا تو ظاہر ہوتا تب قسمت کا حکم دے اور مراد تاخیر حکم سے یہ نہ تاخیر بعد القضاء اور مقدار مدت قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور طحطاوی نے ایکسال کی مدت مذکور کی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو ثبت بالاقرار تکفلوا اتفاقا اور اگر ورثہ یا اصحاب دیون اقرار سے ثابت ہون نہ شہادت سے تو ضمانت دینگے باتفاق امام اور صاحبین کے ولو قال الشہود ذلک لا اتفاقا اور اگر شہود وہ کہیں یعنی یون کہیں کہ ہم میت کا کوئی وارث یا صاحب دین سوائے انکے نہیں جانتے ہیں تو نہ ضمانت بالاتفاق کذا فی الطحطاوی ادعی علی آخر دار النفسہ

ولاخیہ الغائب ارثا وبرھن علیه علی ما ادعاہ اخذ المدعی نصف المدعی مشاعا وترک باقیہ مع ذی الید بلا کفیل جحد ذو الید دعواہ او لم یجحد خلافا لہما وقولہما استحسان نہایۃ ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعوی کیا اپنے واسطے اور اپنے غائب بھائی کیواسطے بطریق ارث اور گواہ لایا اپنے دعوی پر تو مدعی نصف گھر لے لیگا بطور شائع اور چھوڑیگا باقی کو قابض کے پاس بدون ضامن لینے کے خواہ قابض نے دعوی مدعی کا انکار کیا ہو یا انکار نہ کیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک بصورت انکار دعوی باقی کو اسکے پاس رکھے اور صاحبین کا قول استحسان ہے کذا فی النہایۃ هم امام کی دلیل یہ ہے کہ قائم مقام خصم نہین غائب کیطرف سے استیفاء وارث میں اور قاضی کو تعرض جائز نہیں بدون خصم کے صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جب اس نے دعوی ارث کا انکار کیا تو اسکی خیانت ثابت ہوئی تو اسکے پاس رکھنا مضرت سے خالی نہیں ولا تعاد البینۃ ولا القضاء اذا حضر الغائب فی الاصح لانتصاب احد الورثۃ خصما للبقیۃ تقضی منہا دیونہ اور گواہی کا اعادہ ہوگا اور نہ قضا کا جبکہ مدعی کا غائب بھائی سفر سے آوے قول اصح میں بسبب قائم ہو جانے ایک وارث کے بقیہ کا خصم ہو کر میت کیطرف سے یہانتک کہ ادا کیجاوینگے متروکہ سے میت کے دیون ثم انما یکون خصما بشروط تسعۃ مبسوطۃ فی البحر پھر معلوم کرنا چاہیئے کہ وارث حاضر تو خصم ہوتا ہے باقی وارثون کیطرف سے اسمین جو میت پر دعوی کیا جاوے نو شرطون سے جو مشرح مذکور ہیں بحر الرائق میں هم سید حموی نے کہا کہ بہتر تھا کہ شارح شروط ثلثہ کہتا ایک شرط یہ کہ عین بالکل وارث کے ہاتھ میں ہو دوسرے یہ کہ اسمین قسمت نہوگئی ہو تیسرے یہ کہ وارث غائب اسکی تصدیق نہ کرے کہ عین مذکور میراث ہو میت سے انتہی اسواسطے کہ جمیع امور جو بحر الرائق میں مذکور ہیں وہ شروط نہیں بلکہ بعضے شروط ہیں اور بعضے احکام اور [illegible] گی انتہی [illegible]

[illegible]

لہ کذا فی الطحطاوی مختصرا والحق الفرق بین الدین والعین اور حق یہ ہے کہ دین و عین میں فرق ہے هم یعنی احد الورثہ خصم نہیں باقی وارثوں کیطرف سے اُس عین کے دعوے میں جو میت پر ہے مگر جبکہ عین اُسکے ہاتھ میں ہو اور اگر میت پر دین کا دعوی ہے تو احد الورثہ خصم ہوگا باقی وارثوں کی جانب سے اگرچہ اُسکے ہاتھ میں عین ترکہ نہو اسواسطے کہ دائن کا حق جمیع متروکہ میں شائع ہے بخلاف عین مدعا بہا اور ہدایہ اور نہایہ اور عنایہ کا ظاہر یہ ہے کہ دعوی دین میں بھی عین ترکہ کا اُسکے ہاتھ میں ہونا ضرور ہے بحر الرائق میں کہا کہ جو فتح القدیر میں ہے یعنی فرق مذکور وہی حق ہے باقی سہو ہے اور یہ اُس صورت میں ہے جبکہ وارث مدعا علیہ ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور اگر وارث میراث عین کا مدعی ہو تو بعض پر تو اگر اپنا دعوی ثابت کرے تو اُسکے اور باقی وارثوں کے واسطے ارث کا حکم ہوگا اگر اپنے اور اُنکے واسطے ارث کا دعوی کیا ہو اور اگر دعوی ثابت نہ کر سکا ہو اور مدعا علیہ نے اُسکا دفع کر دیا ہو اسطرح پر کہ میں نے اُسکو تیرے مورث سے خرید کیا ہے اور خرید کو ثابت کر چکا ہو تو دعوی ارث کا حاضر اور غائب سبکے حق میں مندفع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ومثلہ او مثل العقار المنقول فیما ذکر فی الاصح درر اور مانند اسکے یعنی غیر منقول کے مانند منقول بھی ہے امر مذکور میں بقول اصح کذا فی الدرر هم یعنی اگر مال منقول میں دعوی ارث مدعی ثابت کرے تو وہ اپنا حصہ لے اور غائب کا حصہ ذی الید کے پاس چھوڑے لکن اعتمد فی الملتقی انہ یؤخذ منہ اتفاقا ومثلہ فی البحر لیکن ملتقی الابحر میں اس قول پر اعتماد کیا ہے کہ منقول لے لیا جاوے ذی الید سے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکے مانند بحر الرائق میں ہے هم اسواسطے کہ منقول میں حفاظت کی حاجت ہے اور اُسکے لے لینے میں زیادہ تر حفاظت ہے اور زمین تو خود محفوظ ہے قال واجمعوا انہ لا یؤخذ لو مقرا صاحب بحر نے کہا اور امام اور صاحبین نے اجماع کیا ہے اسپر کہ غائب کا حصہ نہ لیا جاوے یعنی منقول میں اگر ذی الید مقر ہو هم طحطاوی نے کہا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر منقول میں اجماع نہیں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ در حالت اقرار عقار اور منقول کا ایک ہی حکم ہے اوصی لہ بثلث مالہ یقع ذلک علی کل شیء کالمیراث ایک شخص نے وصیت کی اپنے ثلث مال کی دوسرے کیواسطے تو یہ وصیت ہر چیز پر واقع ہوگی یعنی جمیع مساوی کو یہ اسواسطے کہ وصیت میراث کی بہن ہے یعنی ہمجنس میراث ہے تو جیسے میراث ہر چیز میں جاری ہے ویسے ہی وصیت بھی ولو قال مالی او ما املکہ صدقۃ فہو علی جنس مال الزکوۃ استحسانا اور اگر کہا کہ میرا مال یا جس چیز کا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو وہ مال زکوۃ کی جنس پر واقع ہوگا بطریق استحسان کے هم وجہ استحسان یہ ہے کہ ایجاب عبد معتبر ہے حق تعالی کے ایجاب سے یعنی جس چیز میں حق تعالی نے صدقہ واجب کیا ہے اُسمیں ایجاب عبد بھی واقع ہوگا مال زکوۃ میں سائمہ اور نقدین اور اسباب تجارت داخل ہے خواہ بقدر نصاب ہو یا نہو خواہ اشیاء مذکورہ مستغرق بدین ہوں یا نہوں اسواسطے کہ جس چیز میں زکوۃ واجب ہوتی ہے اُسکی جنس معتبر ہے قطع نظر اُسکی مقدار اور شرط وجوب کے کذا فی الطحطاوی وان لم یجد غیرہ امسک منہ قدر قوتہ فاذا ملک غیرہ تصدق بقدرہ اور اگر شخص مذکور نہ پاوے سواے مال زکوۃ کے یعنی اُسکے پاس سواے سائمہ اور نقدین اور اسباب تجارت کے اور مال نہو تو اُسمیں سے بقدر اپنی قوت کے رکھ لے اور باقی خیرات کرے پھر سواے اُسکے جبکہ مالک ہو تو بقدر اُسکے تصدق کرے هم علماے متاخرین نے مقدار قوت کی یوں ٹھہرائی ہے کہ پیشہ ور اپنی ذات اور عیال کیواسطے ایک دن کا قوت رکھ لے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان وغیرہ کا کرایہ حاصل ہوتا ہو وہ ایک مہینے کا قوت رکھ لے اور آراضی کا مالک ایک سال کا قوت اور سوداگر اوتنا رکھ لے جو اُسکو کفایت کرے یہانتک کہ اُسکو نیا مال حاصل ہو کذا فی الطحطاوی فی البحر قال ان فعلت کذا فما املکہ صدقۃ فحیلتہ ان یبیع ملکہ من رجل بثوب فی مندیل ویقبضہ ولم یرہ ثم یفعل ذلک ثم یردہ بخیار الرؤیۃ فلا یلزمہ شیء بحر الرائق میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلا اگر زید سے کلام کروں تو جسکا میں مالک ہوں وہ صدقہ ہے تو اُسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی ملک کو ایک مرد کے ہاتھ بیع کرے بعوض اس کپڑے کے جو رومال میں لپٹا ہوا ہے اور اُسپر قبضہ کرے بدون اُسکے دیکھنے کے پھر وہ فعل کرے یعنی زید سے کلام کرے پھر اُس کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو اُسپر کچھ صدقہ لازم نہ آویگا هم اسواسطے صدقہ لازم نہوگا کہ وقت حنث یعنی مثلا کلام زید کے وقت کوئی چیز اُسکی ملک میں نہ تھی بسبب بیع ڈالنے کے اسواسطے کہ ملک کا اعتبار حنث کے وقت ہے نہ حلف کے وقت ولو قال الف درہم من مالی صدقۃ ان فعلت کذا ففعلہ وہو یملک اقل لزمہ بقدر ما یملک

وَلَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ لَا يَجِبُ شَيْءٌ اور اگر بولا کہ ہزار درم میرے مال سے صدقہ ہین اگر مین ایسا کرون پھر وہ فعل کیا اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہو تو اُسپر اُوتنا صدقہ لازم ہوگا جتنے کا وہ مالک ہے اور اگر اُسکی مملوک کوئی چیز نہین تو کچھ واجب نہین وَصَحَّ الْإِيصَاءُ بِلَا عِلْمِ الْوَصِيِّ حَتَّى لَوْ تَصَرَّفَ نَفَذَ اور صحیح ہے وصیت کرنا موصی کا بدون علم وصی کے تو صحیح ہے تصرف وصی کا یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے طفل صغیر یا متروکہ پر وصی کیا اور وصی کو معلوم نہین پھر وصی نے کوئی تصرف کیا مثلاً کوئی چیز اُسکی بیچڈالی تو صحیح ہے وَلَا يَصِحُّ التَّوْكِيلُ بِلَا عِلْمِ الْوَكِيلِ نہین صحیح ہے وکیل مقرر کرنا بدون علم وکیل کے یعنی اُسکا تصرف بھی بدون علم توکیل صحیح نہین وَالْفَرْقُ أَنَّ تَصَرُّفَ الْوَصِيِّ خِلَافَةٌ وَالْوَكِيلِ نِيَابَةٌ ابْتِدَاءً اور توکیل مین فرق یہ ہے کہ تصرف وصی کا بطور خلافت ہے اور تصرف وکیل کا بطور نیابت ہے ہم جب تصرف وصی کا بطریق خلافت کے ہوا تو علم ضرور نہوا جیسے تصرف وارث بطریق ملک اور ولایت کے ہے تو اگر دادا یا پوتے کا مال بعد موت ابن بلا علم موت ابن بیچڈالے تو جائز ہے اور وکیل کا تصرف بطریق نیابت موکل ہے نہ بطریق خلافت کیونکہ موکل کا تصرف ہنوز باقی ہے تو یہان علم ضرور ہے تو اگر ایک شخص نے ہزار درم امانت رکھے ایک مرد کے پاس پھر مالک نے کہا کہ مین نے مثلاً زید کو اُسکے قبض کا امر کیا اور زید کو اپنے مامور بالقبض ہونے کا علم نہین پھر زید نے دراہم مذکورہ پر قبض کیا اور وہ تلف ہوگئے تو مالک کو اختیار ہے چاہے امانت دار سے تاوان لے چاہے زید سے اور اگر امانت دار کو علم توکیل ہوا اور وہ مامور بالقبض کو قبضہ کرادے اور پھر تلف ہو تو کسی پر تاوان نہین کذا فی الطحطاوی فَلَوْ عَلِمَ الْوَكِيلُ بِالتَّوْكِيلِ وَلَوْ مِنْ مُمَيِّزٍ أَوْ فَاسِقٍ صَحَّ تَصَرُّفُهُ سو اگر وکیل کو وکیل کرنے کا علم حاصل ہوا اگرچہ صغیر ممیز یا فاسق سے معلوم ہوا تو اُسکا تصرف صحیح ہے وَلَا يَثْبُتُ عَزْلُهُ إِلَّا بِإِخْبَارِ عَدْلٍ أَوْ فَاسِقٍ إِنْ صَدَّقَهُ أَوْ مَسْتُورَيْنِ أَوْ فَاسِقَيْنِ بلا تصدیق اور ثابت نہین ہوتی وکیل کی معزولی مگر ایک شخص عادل کے خبر دینے سے یا فاسق کے اخبار سے بشرطیکہ وکیل فاسق کی تصدیق کرے خبر مین کذا فی الشامیہ یا معزولی ثابت ہوتی ہو دو شخص مستور العدالت سے یا دو فاسقون کی خبر سے قول صحیح ہے كَإِخْبَارِ السَّيِّدِ بِجِنَايَةِ عَبْدِهِ فَلَوْ بَاعَهُ كَانَ مُخْتَارًا لِلْفِدَاءِ یا مانند خبر دینے مولی کے اپنے غلام کی جنایت سے تو اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسقین جنایت عبد کی مولی کو خبر ہوئی پھر اُسنے اُسکو بیچڈالا تو وہ فدیہ کا اختیار کرنیوالا ہے یعنی اُسکو فدیہ جنایت دینا پڑیگا وَالشَّفِيعِ بِالْبَيْعِ اور جیسے شفیع کو بیع کی خبر پہنچنا یعنی اگر باخبار عادل یا مستورین یا فاسق شفیع کو بیع کی خبر پہنچی اور وہ ساکت رہا تو حق شفعہ باطل ہوگیا وَالْبِكْرِ بِالنِّكَاحِ اور جیسے بکر کو نکاح کی خبر پہونچنا یعنی سکوت بکر رضا نہین مگر جبکہ اُسکو عادل یا مستورین یا فاسقین نکاح ولی کی خبر دین یا دو مستور یا فاسق نے خبر دی نکاح ولی اور وہ ساکت رہی تو یہ سکوت رضا ہے وَالْمُسْلِمِ الَّذِي لَمْ يُهَاجِرْ إِلَيْنَا بِالشَّرَائِعِ اور جیسے مسلمان کہ جسنے دار الاسلام کیطرف ہجرت نہین کی احکام شرعیہ کی خبر پہنچانا یعنی ایک مستور یا فاسق کی خبر سے اُسپر عمل احکام شرعی کا لازم نہین تا اگر عادل یا دو مستور خبر دین تو عمل لازم ہو یہان تک کہ اگر وہ بعض ترک کریگا تو قضا اُسپر لازم ہوگی حموی نے مفتاح سے نقل کی کہ قول صحیح یہ کہ فاسق کی خبر اسمین کافی ہے وَكَذَا الْإِخْبَارُ بِعَيْبٍ لِمُرِيدِ شِرَاءٍ وَحَجْرِ مَأْذُونٍ وَفَسْخِ شَرِكَةٍ وَعَزْلِ قَاضٍ وَمُتَوَلِّي وَقْفٍ فَفِي كُلِّهَا يُشْتَرَطُ فِيهَا أَحَدُ شَطْرَيِ الشَّهَادَةِ لَا لَفْظُهَا اور اسیطرح عیب مبیع کی خبر دینا خریدنے کے ارادہ کرنے والے کو اور منع تصرف کی خبر عبد ماذون کو اور فسخ شرکت کی خبر اپنے شریکون کو اور قاضی و متولی وقف کو معزولی کی خبر تو ان سب خبرون مین شہادت کے دو جزون سے ایک جز شرط ہے نہ لفظ شہادت ہم شہادت کے دو جز ہین ایک عدد یعنی دو شاہد ہونا دوسرا عدالت تو بعبارت دیگر مذکورہ کی اخبار مین ایک جز شرط ہے یا عدد بلا شرط عدالت یا عدالت بلا شرط عدد خبر عزل قاضی و متولی وقف بحث ہو جیسا بحر کی نفس مذہب کذا فی الطحطاوی وَتُشْتَرَطُ سَائِرُ الشُّرُوطِ فِي الشَّاهِدِ اور مخبر مذکور مین باقی شروط شاہد کی شرط ہین یعنی آزاد اور بالغ ہونا اور یہ کہ اندھا اور محدود فی القذف نہو ماسوا عدد یا عدالت خلاصہ یہ کہ مخبر مین وہ شرط ہے جو شاہد مین شرط ہے بجز لفظ شہادت و حضور مجلس قضا اور یہ سب مذکور امام کا مذہب ہے اور صاحبین کے نزدیک مطلقاً مخبر مین شرط ہے کذا فی الطحطاوی وَتَمَامُهُ فِي الْبَحْرِ وَقَيَّدَ بِالْعَزْلِ الْقَصْدِيِّ وَبِمَا إِذَا لَمْ يُصَدِّقْهُ وَلَمْ يَكُنِ الْمُخْبِرُ غَيْرَ الرَّسُولِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّهُ يُعْمَلُ بِخَبَرِهِ مُطْلَقًا كَمَا سَيَجِيءُ فِي بَابِهِ اور تمام اسکی بحر الرائق مین قصدی معزولی کی اور اسکی کہ جبکہ وکیل مخبر کی تصدیق نکرے اور اسکی کہ مخبر غیر مرسل ہو اور موکل کا پیام رسان نہو اور اسیطرح پیام رسان کی خبر پر مطلقاً عمل ہے جیسا کہ عزل وکیل کے باب مین آویگا ہم یعنی عزل قصدی مین عدد یا عدالت شرط ہے اور عزل حکمی مین تو قبل علم

معزول کے معزول ہو جاتا ہے یعنی عزل حکمی یہ کہ موکل مر جاوے یا اسکو جنون مطبق ہو جاوے غیر رسل غلط ہے بلکہ صواب غیر خصم ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے یعنی اگر خصم خبر دیوے تو
عدد یا عدالت مخبر شرط ہے اور اگر شفیع کو خود مشتری بیع کی خبر دے تو بالاجماع طلب واجب ہے اگر تاخیر کریگا تو حق ساقط ہوگا یا پیام رسان کی خبر پر مطلقاً عمل لازم ہے خواہ وہ فاسق
ہو یا صغیر یا اسکی تکذیب کرے کذا فی الطحطاوی باع قاض او امینہ وان لم یقل جعلتک امینا فی بیعہ علی الصحیح لوالجیۃ عبدا للدین للغرماء واخذ المال فضاع عندہ
عند القاضی واستحق العبد او ضاع قبل تسلیمہ لم یضمن لان امین القاضی کالقاضی والقاضی کالامام وکل منہم لا یضمن بل ولا یحلف
بخلاف نائب الناظر قاضی یا اسکے امین نے اگرچہ قاضی نے یہ نہ کہا ہو کہ مین نے تجکو امین مقرر کیا اسکی بیع مین یقول صحیح کذا فی الولوالجیہ غلام کو بیچا قرضخواہون
کے ادائے دین کیواسطے اور مال لیا سو اسکا ثمن جاتا رہا ہو گیا قاضی کے پاس اور غلام ملک غیر نکلا یا غلام مر گیا قبل اسکی تسلیم کے تو قاضی اور امین ضامن نہین
اسواسطے کہ قاضی کا امین قاضی کے مانند ہے اور قاضی سلطان کے مانند ہے اور ہر ایک ان مین سے تاوان نہین دیتا بلکہ ان سے قسم بھی نہین لیجاتی بخلاف ناظر وقف کے
نائب کے کہ اسکا قول بدون قسم کے معتبر نہین ہے قاضی اور سلطان پر اسواسطے تاوان نہین کہ اگر ان پر تاوان ہو تو اس امانت کے قبول کرنے سے وہ پرہیز کرینگے تو خلق
کی مصالح معطل ہو جاوینگے کذا فی العینی ویرجع المشتری علی الغرماء لتعذر الرجوع علی العاقد مشتری نے ثمن جو قرضخواہون کو دیا ہے عاقد کے سبب متعذر ہونے رجوع کے
عاقد یعنی قاضی یا امین پر ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب تعلق حقوق کا عاقد سے متعذر ہو تو اس شخص سے متعلق ہوگا جو اقرب الناس الی العقد ہے اور عقد کیطرف اقرب الناس
وہ ہے جسکو عقد سے فائدہ حاصل ہو سو یہان اصحاب دیون ہین جنکے واسطے بیع واقع ہوئی کیا تو نہین جانتا کہ قاضی بیع کا حکم نہین دیتا جب تک صاحب دین طلب نہ کرے
کذا فی الحموی بخلاف [illegible] ولو باعہ الوصی لہم ای لاجل الغرماء بامر القاضی او بلا امرہ ثم استحق العبد او مات قبل القبض والعبد من الوصی وضاع الثمن
رجع المشتری علی الوصی لانہ وان نصبہ القاضی عاقد نیابۃ عن المیت فترجع الحقوق الیہ وہو ای الوصی یرجع علی الغرماء لانہ
عامل لہم اور اگر غلام کو وصی نے دین والون کیواسطے بیچا قاضی کے حکم سے یا بدون [illegible] کے [illegible] نکلا یا اگر [illegible] غلام مر گیا وصی کے پاس
اور ثمن ضائع ہو گیا تو مشتری وصی سے ثمن پھیر لے اسواسطے کہ وصی کو اگرچہ قاضی نے مقرر کیا [illegible] حقوق [illegible] کیطرف راجع ہونگے اور وصی دین والون
پر رجوع کریگا کیونکہ وہ عامل ہے انھین کی منفعت کے واسطے [illegible] کے واسطے کام کرے اور [illegible] تو وہ تاوان [illegible] پھیر سکیگا
کام کرتا تھا طحطاوی نے کہا ظاہر یہ تھا کہ شارح ترجیح کہتا بجائے فرجع کے ولو ظہر بعد ذلک للمیت مال رجع الغریم فیہ بلا خلاف اور اگر بعد اسکے میت کا مال ظاہر
ہووے دین والا اپنا دین اس مال مین سے پھیر لے یہی قول صحیح ہے اخرج القاضی الثلث للفقراء ولم یعطہم ای الفقراء حتی ہلک کان الہالک من مال الفقراء والباقی
للورثۃ کما مر قاضی نے متروکہ میت سے تہائی نکالی فقیرون کیواسطے اور انکو ابھی نہین دیا تھا کہ وہ تلف ہو گئی تو فقیرون کا مال ضائع ہو گیا اور باقی دو
تہائیان وارثون کا حق ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی قاضی فقیرون کیواسطے عامل تھا تو قاضی پر ضمان نہین [illegible] قال قاض عدل [illegible] قضیت برجم او قطع [illegible]
حد قضی بہ بما ذکر وسعک فعلہ لوجوب طاعتہ ولی الامر [illegible] قاضی عادل نے امر کیا کسی شخص کی سنگساری کا یا ہاتھ کاٹنے کا [illegible]
اسکا [illegible] جسکا وہ حکم کر چکا ہے یعنی ثبوت رجم یا قطع یا ضرب کا حکم دے چکا تو تجھکو اسکے فعل کی گنجائش ہوگی یعنی سبب واجب ہونے طاعت امر کے یعنی طاعت
اولی الامر قرآن مجید سے ثابت ہے اور تحلیل طاعت حاکم کی تصدیق ہے وعنہ محمد لا حتی تعاین الحجۃ استحسنہ [illegible] فی زماننا [illegible] المنیۃ [illegible]
کو محمد نے تا وقتیکہ حجت ثبوت کی معاینہ کرے اور علماء نے اسکو مستحسن کہا ہے [illegible] ہمارے زمانے [illegible] عیون المذاہب مین ہے کہ اسی قول کا فتوی ہے [illegible]
[illegible] قضا [illegible] اسواسطے کہ اکثر قاضی رشوت وغیرہ [illegible] حاصل کرتے ہین [illegible] احکام [illegible] باطل ہین اور تدارک قطع وغیرہ کا غیر ممکن
ہے بحر الرائق مین کہا لیکن مین نے بعد اسکے صدر شہید کی شرح آداب القاضی مین یہ لکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کیطرف رجوع کیا ہے چنانچہ ہشام نے محمد
سے رجوع کی روایت کی ہے انتہی خلاصہ یہ ہے کہ محمد اول شیخین کے موافق تھے پھر قائل منع مذکور کے ہوئے پھر انھون نے رجوع کیا شیخین کے قول کیطرف صحیح ہے کذا فی الطحطاوی

الا فی کتاب القاضی للضرورۃ تاکہ قاضی کے خط میں اُسکے موافق عمل کرنا بلا معاینہ حجت جائز ہو بسبب ضرورت کے یعنی بضرورت احیاء حقوق اسواسطے کہ خیانت اسمیں کم واقع ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وقیل یقبل لو عدلا عالما اور بعضون نے کہا رجم یا قطع یا ضرب کا قول مقبول ہے اگر قاضی عادل اور عالم ہو ھم یہ قول ہے ابو منصور کا اسواسطے کہ عدم اشتباہ بعلت فساد اور غلط کے ہے اور یہ امر عالم عادل میں متحقق ہے اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ امام کے نزدیک قاضی کے بموجب قول کے عمل کرنا اُس صورت میں ہے جبکہ قاضی عالم عادل ہو اسواسطے کہ قاضی جاہل ظالم لائق قضا کے نہیں اور اُسکا امر بالاتفاق لائق التفات کے نہیں تو ابو منصور کا قول کشف مذہب امام سے کذا فی الطحطاوی وان عدلا جاهلا ان استفسر فاحسن تفسیر الشرائط صدق والا اور اگر قاضی عادل جاہل ہو اگر اُس سے استفسار کیا جاوے تو بیان شرائط کا خوب کرے تو اُسکی تصدیق ہوگی اور نہیں تو تصدیق نہوگی ھم مثال اُسکی زنا میں یہ ہو کہ قاضی کہے کہ میں نے زنا کے مقر سے استفسار کیا اور زنا کا اور جس عورت سے اُسنے زنا کیا اُسکا سوال مقر سے کیا تو اُسنے اقرار کیا چنانچہ اسمیں معروف ہے اور اُسپر میں نے سنگساری کا حکم کیا اور حد سرقہ میں کہے کہ میرے نزدیک حجت ثابت ہوا کہ اُسنے بقدر نصاب مکان محفوظ سے لیا جسمیں کچھ شبہہ نہیں اور قصاص میں کہے کہ اُسنے عمداً بلا شبہہ قتل کیا تو اب اُسکی تصدیق اور قبول قول واجب ہے کذا فی المنح ولکنہ لا یقبل قوله لو كان فاسقا عالما كان او جاهلا للتهمة فالاقسام اربعۃ اوراسیطرح قاضی کا قول مقبول نہیں اگر قاضی فاسق ہو عالم ہو یا جاہل بسبب تہمت کے تو قاضی چار قسم پر ہیں ھم قاضی عالم عادل ہو یا جاہل عادل یا عالم غیر عادل ہو یا جاہل غیر عادل ہو تو قاضی اول کے قول پر قطع ید جائز ہے اور قاضی ثانی اگر سوال سبب میں خوب بیان کرے تو تصدیق اُسکی واجب ہے اور قطع جائز ہے اور ثالث و رابع کا قول مقبول نہیں کذا فی صدر الشریعۃ الا ان یعاین الحجۃ ای سببا شرعیا اگر حجت یعنی سبب شرع کا معاینہ کرے تو اب قاضی جاہل اور فاسق کا قول مقبول ہے ھم اسواسطے کہ بعد معاینہ حجت تہمت باقی نہ رہیگی شارح نے حجت کو ماؤل بسبب اسواسطے کیا تا اقرار کو بھی شامل ہو جاوے صب دهنا لانسان عند الشهود فادعی مالكه ضمانه وقال الصاب كانت الدهن نجسة وانكره المالك فالقول للصاب لانكاره الضمان والشهود يشهدون على الصب لا على عدم النجاسة ڈھلکا یا کسی نے تیل کسی کا گواہوں کے سامنے سو اُسکے مالک نے اُسکے تاوان کا دعوی کیا اور ڈھلکانے والے نے کہا کہ تیل ناپاک تھا اور مالک اُسکا انکار کرتا ہے تو ڈھلکانے والے کا قول معتبر ہوگا بسبب منکر ہونے ضمان کے اور گواہ گواہی دیتے ہیں ڈھلکانے پر نہ کہ تیل کی عدم نجاست پر ھم ظاہر جواب میں ضمان مطلق پر دلالت کرتا ہے حالانکہ تیل اگر ناپاک ہو جاوے تو اُسکی تطہیر ممکن ہے اور تیل ناپاک کا بیچنا بیع میں جلانا درست ہے غیر مسجد میں اور اگر اُسکو اسپر حمل کیجیے کہ اسپر پاک تیل کا ضمان نہیں بلکہ ناپاک کا ضمان ہے تو یہ جواب ظاہر ہو یعنی بلا ترجیح صحیح ہے کذا فی الطحطاوی ولو قتل رجلا وقال قتلته لردته او لقتله ابی الیسیر قوله لئلا یؤدی الی فتح باب العدوان فانه یقتل ویقول کان القتل لذلك وامر الدم عظیم فلا یهمل بخلاف المال الا لو اقر بردته اور اگر ایک شخص نے قتل کیا ایک مرد کو اور بولا کہ میں نے اُسکو قتل کیا بسبب اُسکے ارتداد کے یا بسبب اُسکے مار ڈالنے کے میرے باپ کو تو قاتل کا قول معتبر نہوگا تا کہ سرکشی اور شورش کا دروازہ نہ کھلجاوے یعنی اگر اُسکا قول بلا شبہہ مقبول ہو تو فساد عظیم برپا ہو جو شخص چاہے دوسرے کو ناحق مار ڈالے اور اُسکے ارتداد وغیرہ کا دعوی کرے لہذا وہ قاتل قتل کیا جاویگا اور قاضی کہے کہ قتل اُسکے واسطے تھا اور خون کا امر عظیم ہے سو وہ مہمل چھوڑا نہیں جا سکتا بخلاف مال کے کذا فی الرمزیہ سے کتاب الاقرار ھم خون کا امر عظیم ہے لہذا مال میں ایک قسم کفایت کرتی ہے اور خون میں پچاس قسمیں صدق قاضٍ معزول بلا یمین قال لزید اخذت منك الفا قضيت به ای بالالف لبكر ودفعت اليه الی قال قضيت بقطع يدك فی حق وادعی زيد اخذ الالف وقطعه اليد ظلما واقر بكونهما ای الاخذ والقطع فی وقت قضائه وكذا لو زعم فعله قبل التقليد او بعد العزل فی الاصح لانه اسند فعله الی حالة معهودة منافية للضمان فيصدق الا ان يبرهن زيد على كونهما فی غير قضائه فالقاضی يكون مبطلا صدر الشريعة تصدیق کیا جاویگا اُس قاضی معزول کی بدون قسم کے جسنے زید سے کہا کہ میں نے تجھسے وہ ہزار درم لیئے جنکا میں نے حکم کیا تھا بکر کے واسطے اور میں نے اُسکو دیئے یا قاضی نے کہا کہ میں نے حکم دیا تھا تیرے ہاتھ کاٹنے کا حق میں

اسند فعلہ یقول کان قاتل [illegible] فانہ یقبل [illegible]

اور زید نے اُسکے ہزار درم لینے اور ہاتھ کاٹنے کا از راہ ظلم کے دعوی کیا اور اقرار کیا کہ دونوں امر یعنی اخذ اور قطع اُس قاضی کی قضا کی حالت میں واقع ہوئی اور اسیطرح قاضی کی تصدیق ہوگی اگر اُسکے فعل مذکور کو گمان کیا قبل تقلید قضا یا بعد معزول ہونے کے قول صحیح میں اسواسطے کہ زید نے قاضی کے فعل کی اُس حالت معینہ یعنی قضا کیطرف نسبت کی جو تاوان کے منافی ہے تو قاضی کی تصدیق ہوگی مگر یہ کہ زید گواہ لاوے اسپر کہ اخذ اور قطع حالت قضا میں نہیں واقع ہوئی تو اب قاضی مبطل ہوگا اس فصل میں کذافی صدر الشریعہ ھ حالت قضا اسواسطے منافی ضمان ہے کہ ظاہر اُسکا شاہد ہے اسلیے کہ ظاہراً قاضی ظلم کا حکم نہیں کرتا اور قاضی پر قسم نہیں کیونکہ اُسکا فعل قضا میں باقرار مدعی ثابت ہوا کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا نقل فی الاشباہ عن بعض الشافعیۃ اذا لم یکن للقاضی شئ فی بیت المال فلہ اخذ عشر ما یتولاہ من اموال الیتامی والاوقاف اشباہ میں نقل کیا کسی شافعی المذہب سے کہ جب قاضی کا بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر ہو تو اُسکو دسواں حصہ اموال یتامی اور اوقاف سے جنکا وہ کارپرداز ہے لینا درست ہے ھ صاحب اشباہ نے اس قول کو صاحب انوار سے نقل کیا پھر اُسکے انکار میں مبالغہ کیا وفی الخانیۃ للمتولی العشر فی مسئلۃ الطاحونۃ ھ اور خانیہ میں ہے کہ متولی کو دسواں حصہ لینا جائز ہے مسئلہ طاحونہ میں ھ اس مسئلہ کا بیان آگے کہیں ہے علاوہ بریں یہ قول بحر اور منح میں بھی منقول اشباہ میں خانیہ سے یوں منقول ہے کہ ایک شخص نے اراضی اپنے موالی پر وقف کی پھر واقف مرگیا اور قاضی نے وقف ایک متولی کو سپرد کیا اور حاصلات وقف کا دسواں حصہ متولی کیواسطے مقرر کر دیا اور وقف میں ایک طاحونہ یعنی ایک پنچکی ہے ایک شخص کے ہاتھ میں بطور مقاطعہ ہے متولی کی کچھ حاجت نہیں یعنی اس پنچکی والے لوگ اسکا غلہ محصولہ لیکے دیتے ہیں تو متولی کا دسواں حصہ اسمیں واجب نہوگا اسواسطے کہ متولی نہیں لیتا مگر بطریق اجر کے تو مستوجب اجر نہوگا بدون عمل کے انتہی علامہ بیری نے کہا صواب یہ ہے کہ عشر جو متولی کیواسطے اس وقت میں مقرر ہوا تو مراد اُس سے اجرت مثل ہے تو اگر عشر زیادہ ہو اجرت مثل سے تو قدر زائد کو پھیر دے اور تخصیص کرے اور خزانہ اکمل اور حاوی القدسی میں بطریق اجمال یوں ہے کہ متولی کو اجر مثل سے زیادہ لینا جائز نہیں کذافی الطحطاوی ملخصا قلت لکن فی البزازیۃ کل ما یجب علی القاضی والمفتی لا یحل لہما اخذ الاجرۃ بہ کانکاح صغیر لانہ واجب علیہ وکجواب المفتی بالقول واما بالکتابۃ فیجوز لہما علی قدر کتبہما لان الکتابۃ لا تلزمہما وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ ھ میں کہتا ہوں لیکن بزازیہ میں ہے کہ جو فعل کہ قاضی اور مفتی پر واجب ہے تو وہ دونوں کو اُسکی مزدوری لینا جائز نہیں جیسے صغیر کا نکاح کر دینا اسواسطے کہ وہ قاضی پر واجب ہے اور جیسے مفتی کا زبانی جواب دینا کہ وہ مفتی پر واجب ہے اور تحریر کی اجرت لینا سو قاضی اور مفتی دونوں کو جائز ہے بقدر انکی کتابت کیواسطے کہ کتابت قاضی و مفتی پر لازم نہیں ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے ھ خلاصہ میں ہے کہ قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل جائز ہے یہی قول مختار ہے اور نکاح صغار پر کچھ لینا جائز نہیں ہے اور اُسکے سوائے حلال ہے اور مال یتیم کے بیچ کی اجازت پر اجرت حلال نہیں ہے اور اگر اجرت لیگا تو بیع نافذ نہوگی انتہی شرح وہبانیہ میں کہا اور واضح یہ ہے کہ تقدیر اجرت کی بقدر مشقت کے ہے اور ایک ایک سو کے وثیقے کی مشقت جیسے اجناس مختلفہ میں زیادہ ہوتی ہے دس لاکھ نقد کی مشقت پر میں کہتا ہوں اور عمادیہ میں ملتقط سے ہے اور یہ جو بعضوں نے کہا کہ ہزار ہزار میں پانچ درم اجرت ہے سو معتمد نہیں ہے ہمارے اصحاب رحمہم اللہ کی فقہ سے مناسب اور لائق نہیں ہے کیونکہ مشقت ہی کاتب کو کثرت ثمن کی تحریر میں اسکو تو اجرت مثل ہے بقدر اُسکی محنت کے اور بقدر اسکی صنعت اور عمل کے مانند اجرت حکاک و ثقاب کے مشقت قلیلہ میں ہے اور شرح تمرتاشی میں اصحاب سے منقول ہے کہ کاتب پر واجب ہے بقدر رنج اور تعب کے اور یہ قول ہمارے اصحاب کے اصول سے اشبہ ہے اور کتاب السجلات میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وثیقہ نوشتہ کے طول و قصر اور اُسکی صعوبت اور سہولت کی مقدار کی طرف مرجع ہے اجرت کا انتہی کذافی الطحطاوی وضیاء ﴿ولیس لہ اجر وان کان قاسما﴾ + وان لم یکن بیت مال مقرر ہو اور شرح وہبانیہ میں ہے اور قاضی کیواسطے اجرت نہیں اگرچہ وہ قاسم ترکات ہو اور گو اُسکے واسطے بیت المال سے کچھ مقرر نہو ﴿ورخص بعض لانعدام مقرر﴾ + وفی عصرنا فالقول الاول یفتی اور بعضوں نے بسبب انعدام مقرر کے اجرت جائز رکھی ہے اور ہمارے زمانے میں پہلا قول معمول اور مختار ہے ﴿وجوز للمفتی علی کتب خطہ + علی قدرہ اذ لیس فی الکتب یحصرہ﴾ اور مفتی کو اجرت جائز ہے اُسکے لکھنے پر بقدر اسکی کتابت کے اسواسطے کہ مفتی کتابت میں منحصر نہیں یعنی اُسپر کتابت واجب

اور لازم نہیں ہے شرح وہبانیہ میں جلال الدین ابو المحامد سے منقول ہے کہ فقہا نے کہا کہ مفتی کو کچھ مضائقہ نہیں جواب فتوے کی کتابت کی اجرت لینے میں اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب دینا واجب ہے نہ ہاتھ سے لکھدینا اور باوجود اسکے نہ لینا بہتر ہے یعنی تاکہ قیل و قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم و استغفر اللہ الحلیم

کتاب الشہادات

یہ کتاب ہے شہادات کے احکام میں ہم شہادات جمع ہے شہادت کی اگرچہ شہادت اصل میں مصدر ہے لیکن مصنف نے اسکو بصیغہ جمع لایا باعتبار اسکے انواع کے آخرھا عن القضاء لانہا کالوسیلۃ وھو المقصود مصنف نے شہادت کو موخر کیا قضا سے اسواسطے کہ شہادت بمنزلہ وسیلہ کے ہے اور قضا مقصود ہے اور مقصود مقدم ہے وسیلہ پر ھی لغۃ خبر قاطع شہادت لغت میں عبارت ہے خبر قاطع سے یعنی قطعی و یقینی خبر جس میں شک اور تردد نہیں وشرعًا اخبار صدق لاثبات حق فتح قلت فاطلاقہا علی الزور مجاز کاطلاق الیمین علی الغموس اور شرع میں شہادت عبارت ہے اخبار صدق سے حق ثابت کرنیکے واسطے کذا فی الفتح میں کہتا ہوں جب شہادت اخبار صدق ہوئی تو جھوٹی گواہی کو شہادت بولنا مجاز ہے نہ حقیقت جیسے قسم غموس کو قسم بولنا مجاز ہے ہم اخبار کی قید سے انشا نکلے اور صدق کی قید سے اخبار کاذبہ حد شہادت سے نکل گئیں اور اثبات حق کی قید سے وہ قول نکل گیا جو بطور خبر فرضیات کے کوئی شخص مجلس قضا میں کہتا ہے بلفظ اشہد فی مجلس القاضی بلفظ الشہادۃ فی اخبار صدق بلفظ شہادت ہو یعنی شہادت میں بالخصوص لفظ شہادت شرط ہے یہ تفسیر ہے بلفظ شہادت لفظ الیمین کافی نہیں فی مجلس القاضی ولو بلا دعوی کما فی عتق الامۃ اخبار صدق ہے لفظ شہادت مجلس قاضی میں اگرچہ بلادعوی مدعی کے چنانچہ لونڈی کی آزادی میں ہم مجلس القضاء کی قید سے شاہد کی وہ خبر خارج ہو گئی جو غیر مجلس قضا میں واقع ہوئی کہ وہ معتبر نہیں عتق امہ اور طلاق کی دعوی میں بغیر دعوے شہادت ہو اسواسطے وہ شرط نہیں بلکہ جمیع شہادات جسپر گواہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی وسببہا وجوبہا طلب ذی الحق او خوف فوت حقہ بان لم یعلم بہا ذو الحق وخاف فوتہ لزمہ ان یشہد بلا طلب فتح اور وجوب شہادت کا سبب طلب صاحب حق ہے یعنی جبکہ صاحب حق شاہد سے شہادت کی درخواست کرے یا صاحب حق کا فوت ہونے کا خوف ہو اسطرح پر کہ صاحب حق نہ جانتا ہو شاہد کی شہادت کو اور شاہد ڈرے کہ فوت ہوجائیگا حق تو اسکو گواہی دینا لازم ہے بلا طلب صاحب حق کذا فی الفتح یعنی اسکے حق میں شاہد پر واجب ہے بلا طلب مگر حقوق العباد میں اور حقوق اللہ کی ادائے شہادت میں شاہد پر طالب ہے شرطہا احدی وعشرون شہادت کی شرطیں اکیس ہیں شرائط مکانہا واحد مکان شہادت کی شرط ایک ہے یعنی ایک شرط ہے کہ مجلس قضا میں شہادت واقع ہو طحطاوی نے کہا شرط ہے قال الشارح لیکن کہا شارح نے شرط مکان ایک ہے وشرائط التحمل ثلثۃ العقل الکامل وقت التحمل والبصر ومعاینۃ المشہود بہ الا فیما یثبت بالتسامع اور تحمل شہادت یعنی شاہد ہونے کی شرطیں تین ہیں عقل کامل ہو شاہد ہونے کیوقت اور بصارت اور معاینہ کرنا اس چیز کا جسکی گواہی دیجائے مگر اسکا معاینہ شرط نہیں جسمیں تسامع سے گواہی ثابت ہو ہم جب عقل کامل شرط ہوئی تو مجنون اور صغیر لا یعقل کا گواہ ہونا صحیح نہیں اور اسیطرح اندھے کی گواہی صحیح نہیں بسبب عدم بصارت کے لیکن تحمل شہادت کیواسطے بلوغ اور حریت اور اسلام اور عدالت شرط نہیں تو اگر گواہ ہونیکے وقت صغیر عاقل تھا یا کافر یا فاسق پھر بعد تغیر بالغ ہو جاوے اور غلام آزاد اور کافر مسلمان اور فاسق توبہ کرکے عادل ہو اور قاضی کے سامنے گواہی دیں تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر وشرائط الاداء سبعۃ عشر عشرۃ عامۃ وسبعۃ خاصۃ اور ادائے شہادت کی سترہ شرطیں ہیں دس شرطیں عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور سات شرطیں بعض انواع شہادت میں خاص ہیں منہا الضبط اذ التحمل ضبط ہی یعنی یہ شرط ہے کہ شاہد کو واقعہ خوب یاد ہو بلاشک وتردد تو امام کے نزدیک شاہد کو اپنے خط پر اعتماد کرنا جائز نہیں بدون مقدمہ یاد ہونے کے خلافا للصاحبین والولایۃ فیشترط الاسلام لو المدعی علیہ مسلما اور منجملہ شرائط ولایت ہے یعنی شاہد کو ولایت حاصل ہو مشہود علیہ پر اسطرح کہ دونوں کا دین ایک ہو یا شاہد دین حق ہو اور شاہد حر بالغ ہو کذا فی الطحطاوی تو اسلام شاہد کا شرط ہے اگر مدعا علیہ مسلمان ہو ہم اور اگر مدعا علیہ کافر ہو تو اسپر مسلم اور کافر کی گواہی مقبول ہے والقدرۃ علی التمییز بالسمع والبصر بین المدعی والمدعی علیہ اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ شاہد کو قدرت ہو مدعی اور مدعا علیہ کے مابین امتیاز کرنے کی بسبب سماعت اور بصارت کے یعنی آواز سنکر اور صورت دیکھکر دونوں میں فرق کرسکتا ہو ومن الشرائط عدم قرابۃ ولاد او زوجیۃ اور منجملہ شرائط

کتاب الشہادات

عدم قرابت ہی باعتبار ولادت اور زوجیت کے ہم تو گواہی اصل کی فرع کیواسطے اور اسکے بالعکس جائز نہیں اور اسیطرح زوجین کی گواہی وَعَدَاوَةٍ دُنْیَوِیَّةٍ اور منجملہ شرائط عدم عداوت دنیوی ہی تو دینی عداوت مانع شہادت نہیں اَوْ دَفْعِ مَغْرَمٍ اَوْ جَرِّ مَغْنَمٍ کَمَا سَیَجِیْئُ یا منجملہ شرائط دفع تاوان یا حصول منفعت کا نہونا ہی چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا یعنی یہ شرط ہی کہ شاہد کو شہادت سے فائدہ نہ حاصل ہوا اور نہ اپنی ذات سے دفع مضرت کرے ہم ماتن اور شارح نے شہادت کے شرائط کو بالاستیعاب ذکر نہ کیا اور تفصیل شرائط اسطرح ہی کہ بعض شرائط شاہد کی طرف راجع ہیں ان میں سے پانچ وجوب و قبول کی شرطیں بلوغ اور حریت اور بصارت اور نطق اور عدالت اور یہ کہ شاہد محدود فی القذف نہو اپنی ذات کیواسطے منفعت نہ کرے اور نہ اپنی ذات سے تاوان کو ہٹا وے اور یہ کہ شاہد خصم نہو تو شہادت وصی کی یتیم کیواسطے اور وکیل کی موکل کیواسطے مقبول نہیں اور یہ کہ مشہود بہ کو تحمل یاد ہو اور بعضے شرائط شہادت کیطرف راجع ہیں وہ یہ ہیں کہ دونوں شاہدوں کا اتفاق ہو گواہی میں اور یہ شروط عام ہیں جمیع انواع شہادت میں اور بعض انواع میں مخصوص ہیں بعض ان میں سے اسلام ہی اگر مشہود علیہ مسلم ہو اور ذکورت یعنی مرد ہونا حد اور قصاص کی گواہی میں اور تقدیم دعوی حقوق عباد میں اور موافقت شہادت کی دعوی سے جسمیں توافق شرط ہی اور قیام رائحہ شرب خمر کی شہادت میں بغیر مسافت سے اور اصالت حدود اور قصاص کی شہادت میں اور حضور اصل کا متعذر ہونا شہادۃ علی الشہادۃ میں اور اداے شہادت کی شرطیں ہیں اور مکان شہادت مجلس قضا اور عقل اور بصارت یہ دونوں تحمل اور ادا دونوں میں شرط ہیں اور معاینہ مشہود بہ وقت تحمل کی شرط ہی نہ ادا کی تو یہ سب بیس شرطیں ہیں اور اختیار کرنا سماعت سے یہ شرط اسسے زائد ہی جسکو شارح نے اعتبار کیا ہو تو باعتبار سماع کے شرطیں ہوتی ہیں کذا فی الطحطاوی وَرُکْنُهَا لَفْظُ اَشْهَدُ لَا غَیْرُ لِتَضَمُّنِهٖ مَعْنٰی مُشَاهَدَةٍ وَقَسَمٍ وَاِخْبَارٍ لِلْحَالِ فَکَاَنَّهٗ یَقُوْلُ اُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ اِطَّلَعْتُ عَلٰی ذٰلِكَ وَاَنَا اُخْبِرُ بِهٖ وَهٰذِهِ الْمَعَانِیْ مَفْقُوْدَةٌ فِیْ غَیْرِهٖ فَتَعَیَّنَ حَتّٰی لَوْ زَادَ فِیْهِ اَعْلَمُ بَطَلَ لِلشَّكِّ اور شہادت کا رکن لفظ اشہد ہی بصیغہ مضارع متکلم کوئی اور لفظ سواے اسکے بسبب متضمن ہونے اس لفظ کے معنی شہادت اور قسم اور اخبار حالی کو تو شاہد نے لفظ اشہد بولا کہ گویا یوں کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مقرر میں مطلع ہوا اسپر اور میں اسکی خبر دیتا ہوں اور یہ معانی ثلاثہ حاصل نہیں لفظ اشہد کے غیر میں تو اسیواسطے لفظ اشہد کا تعین ہو گیا یہانتک کہ اگر شاہد فیما اعلم زیادہ کریگا یعنی یوں کہے کہ اشہد فیما اعلم یعنی میں گواہی دیتا ہوں اپنے علم کے موافق تو شہادت باطل ہوگی بسبب شک کے اور لفظ اشہد بصیغہ مضارع ہی جبکہ رکن شہادت کا تو شہدت کے لفظ سے گواہی جائز نہیں ہوا اسواسطے کہ صیغہ ماضی زمان گذشتہ کی اخبار کیواسطے موضوع ہی تو اگر شہدت کہے تو اخبار ماضی کی اسمیں محتمل ہوگی تو شاہد فی الحال کا مخبر نہوگا بخلاف لفظ اشہد کے کہ متیقن ہو گیا شہادت میں تو علم اور یقین کا لفظ کافی نہوگا یعنی اگر شاہد یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا فلانی چیز میرے نزدیک متیقن ہی تو شہادت مقبول نہیں اسیطرح یہ شرط ہی کہ بعد لفظ شہادت وہ لفظ نہ بولے جو شک کی دلالت کرے چنانچہ لفظ فیما اعلم یا فی ظنی کذا فی الطحطاوی وَحُکْمُهَا وُجُوْبُ الْحُکْمِ عَلَی الْقَاضِیْ بِمُوْجِبِهَا بَعْدَ التَّزْکِیَةِ بِمَعْنٰی اِفْتِرَاضِهٖ فَوْرًا اِلَّا فِیْ ثَلٰثٍ قَدَّمْنَاهَا اور حکم شہادت واجب ہونا حکم کا ہی قاضی پر بمقتضاے شہادت کے تزکیہ شہود کے بعد وجوب حکم یعنی قاضی پر حکم فرض ہو فوراً مگر تین صورتوں میں جنکو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں یعنی جب تزکیہ شہود ہو گیا تو اب قاضی پر بمقتضاے شہادت کے فی الفور حکم کرنا فرض ہو گیا مگر جبکہ صلح اقارب کی توقع ہو یا مدعی مہلت طلب کرے یا قاضی کو شک واقع ہو تو فی الفور حکم کرنا فرض نہیں ان شرطوں کیساتھ صاحبین کا قول مفتی بہ ہی کذا فی الشرنبلالیہ فَلَوِ امْتَنَعَ بَعْدَ وُجُوْدِ شَرَائِطِهَا اَثِمَ لِتَرْکِهِ الْفَرْضَ وَاسْتَحَقَّ الْعَزْلَ لِفِسْقِهٖ وَعُزِّرَ لِارْتِکَابِهٖ مَا لَا یَجُوْزُ شَرْعًا زَیْلَعِیٌّ سو اگر قاضی بمقتضاے شہادت حکم نہ دے شرائط متقدمہ کے پائے جانے کے بعد تو گنہگار ہوگا بسبب ترک کرنے فرض کے اور معزول کرنے کے لائق ہوگا بسبب اسکے فاسق ہو جانے کے اور اسکو تعزیر دیجائیگی بسبب اسکے مرتکب ہونے اس چیز کے جو شرعاً جائز نہیں کذا فی الزیلعی وَکَفَرَ اِنْ لَمْ یَرَ الْوُجُوْبَ اَیْ اِنْ لَمْ یَعْتَقِدْ اِفْتِرَاضَهٗ عَلَیْهِ ابْنُ مَلَكٍ وَاَطْلَقَ الْکَافِیْ کُفْرَهٗ وَاسْتَظْهَرَ الْمُصَنِّفُ الْاَوَّلَ ق ل اور قاضی کافر ہو جائیگا اگر اسکا وجوب نہ جانے یعنی اگر حکم فرض ہونے کا اپنے اوپر معتقد نہو تب کافر ہوگا

[illegible] ۱۲

کذا ذکرہ ابن ملک فی شرح المجمع اور کافیجی نے قاضی کا کفر امتناع حکم سے مطلق کہا بلا قید عدم اعتقاد فرضیت اور مصنف نے اپنی شرح میں قول اول یعنی در صورت عدم اعتقاد فرضیت کے تقویت کی ہے اور کافیجی ایک عالم ہے جسکا رسالہ ہے مسمی بسیف القضاۃ علی البغاۃ کذا فی المنح (وَیَجِبُ اَدَاؤُهَا بِالطَّلَبِ) لو حکما کما مرّ اور واجب ہے ادا کرنا گواہی کا مدعی کی طلب پر چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جبکہ صاحب حق شاہد کی شہادت کو جانتا نہو اور خوف ہو فوت حق کا تو شاہد پر بلا طلب ادائے شہادت واجب ہے ھم افتراض ادائے شہادت مجمع علیہ ہے حق تعالیٰ نے فرمایا لَا تَکْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ یَکْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اسکو چھپاوے تو اسکا دل گنہگار ہے تو معلوم ہوا کہ کتمان قاضی سے حرام ہے تو قاضی سے اظہار فرض ہوا شاہدون پر جیسے کتمان محرم کی تاکید فرمائی کہ جو چھپاوے اسکا دل گنہگار ہے تو یہ تاکید پر تاکید ہے اسواسطے کہ گناہ کی نسبت ہے دل کیطرف جو اشرف الاعضا ہے اور بدن کا رئیس ہے کیونکہ دل محل کتمان ہے تو وہی بالکل معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاء ظاہری سے ہے کذا فی الفتح امام رازی نے احکام قرآن میں حق تعالیٰ کے اس قول میں کہا (وَلَا یَأْبَ الشُّهَدَاءُ اِذَا مَا دُعُوْا) یعنی انکار نہ کریں شاہد جبکہ وہ بلائے جاویں کہ یہ بھی عام ہے تحمل اور ادائے شہادت میں لیکن تحمل میں متعاقدین کو شاہد کرنے کیواسطے شاہدون کے پاس جانا چاہیے شاہدون کو انکے پاس حاضر ہونا لازم نہیں اور ادائے شہادت میں شاہدون کو قاضی کے پاس حاضر ہونا چاہیے نہ کہ قاضی انکے پاس سماعت شہادت کے واسطے آوے پھر رازی نے کہا کہ شہادت فرض کفایہ ہے کہ بعض کی گواہی سے باقیون سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر دو شاہدون کے سوا تحمل وادا کیواسطے کوئی نہوئے تو شہادت فرض عین اور گواہ کرنا مبایعات اور مداینات میں مستحب ہے مگر قدر یسیر میں چنانچہ روٹی اور پانی اور ساگ انتہی اور کافی میں ہے کہ اشہاد عقود میں مستحب ہے مگر نکاح میں ہمارے نزدیک واجب ہے اور اسیطرح رجعت میں شافعی اور احمد کے نزدیک انتہی اور بزازیہ میں ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں کہ احتراز کرے آدمی تحمل وادائے شہادت سے باوجود طلب کے جبکہ اور شخص موجود ہون تحمل وادا کیواسطے اور اگر اور لوگ نہون تو امتناع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی (وَلٰکِنْ وُجُوْبُهٗ بِشُرُوْطٍ سَبْعَةٍ مَبْسُوْطَةٍ فِی الْبَحْرِ وَغَیْرِهٖ مِنْهَا عَدَالَةُ قَاضٍ وَقُرْبُ مَکَانِهٖ وَعِلْمُهٗ بِقَبُوْلِهٖ اَوْ بِکَوْنِهٖ اَسْرَعَ قَبُوْلًا وَطَلَبُ الْمُدَّعِیْ لَوْ فِیْ حَقِّ الْعِبَادِ لِیُوْجَدَ بَدَلٌ لَهٗ اَیْ بَدَلَ الشَّاهِدِ لِاَنَّهَا فَرْضُ کِفَایَةٍ تَتَعَیَّنُ لَوْ لَمْ یَکُنْ اِلَّا شَاهِدَانِ لِتَحَمُّلٍ اَوْ اَدَاءٍ) لیکن ادائے شہادت کا وجوب سات شرطون سے ہے جو بحر الرائق وغیرہ میں مشرح ہیں از انجملہ عدالت قاضی اور اسکا مکان قریب ہے یا تو شاہد کو قاضی کا قبول کرنا معلوم ہونا یا اسکے شتاب تر قبول ہونیکا علم اور مدعی کا طلب کرنا اگر گواہی حق العبد میں ہے بشرطیکہ اسکا بدل یعنی شاہد کا عوض کوئی موجود نہو اسواسطے کہ شہادت فرض کفایہ ہے فرض عین ہو جاتی ہے اگر تحمل وادا کیواسطے سوائے دو شاہدون کے اور کوئی نہو ھم شارح نے شروط سبعہ سے پانچ شرطین ذکر کین ایک عدالت قاضی تو اگر قاضی غیر عادل ہے تو گواہی نہ دینا جائز ہے کیونکہ غیر عادل اکثر حق کو قبول نہیں کرتا اور اگر ظن غالب ہو قبول کا تو صاحب بحر نے کہا سزاوار یہ ہے کہ ادا اور شہادت اسپر متعین ہو ۲ قرب مکان تو اگر قاضی کا مکان اتنا بعید ہو کہ قاضی تک جانا اور اسی دن اپنے گھر پلٹ آنا ممکن نہو تو فقہا نے کہا کہ امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا کیونکہ اسکو اسمین ضرر لاحق ہوتا ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا وَلَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَهِیْدٌ یعنی ضرر نہ پہنچایا جاوے کاتب اور شاہد کو ۳ علم قبول تو اگر شاہد جانے کہ قاضی گواہی قبول نہ کریگا تو اسپر گواہی دینا لازم نہیں ۴ علم سرعت قبول یعنی اگر شاہد جانے کہ میری گواہی جلد تر قبول ہوگی بہ نسبت اور شاہدون کے تو اسپر ادائے شہادت واجب ہے اگرچہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت ہون چنانچہ فتح القدیر میں ہے علامہ مقدسی نے کہا اسمین تامل ہے وجہ تامل شاہد یہ ہے کہ جب وہان شخص موجود ہیں جس سے حق ثابت ہو سکتا ہے تو وجہ وجوب کی ظاہر نہیں ھم طلب بھی تو بلا طلب ادائے شہادت واجب نہین مگر درصورت خوف فوت حق و عدم علم مدعی بشہادت شاہد ۵ شاہد پر ادائے شہادت کا متعین ہونا تو اگر متعین نہو اس طرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادت موجود ہون اور انھون نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے میں گناہ ہوگا شرط سادسہ یہ ہے کہ شاہد کو دو عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اسکو عادلین نے اسطرح خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین قبض کر چکا ہے یا زوج نے تین بار طلاق دی ہے یا مشتری نے

غلام کو آزاد کر دیا ہو یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہو تو اب اسکو بیع اور نکاح اور بیع اور قتل کی گواہی دینا جائز نہیں اور اگر مخبر عدول نہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے چاہیں گواہی دیں اور قاضی سے مخبرین کا خبر بیان کر دیں اور چاہیں گواہی نہ دیں اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں اختیار نہیں شرط اسکی یہ ہے کہ شاہد کو یہ معلوم ہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے لیکن اگر یہ جانتا ہو کہ اسنے خوف سے اقرار کیا ہو تو اسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی ملخصاً مترجم وکذا المکاتب اذا اعتق لان الاداء افضی الی الاجرة لا للشاهد حتی لو رکبه بلا عذر لم تقبل وبعذر کشیخوخة اور سبطی کا حکم یہی ہے کتابت سے مراد ہے جبکہ کاتب معین ہو جاسکے یعنی جب اسکا کوئی بدل نہو لیکن کاتب کو اجرت لینا کتابت پر جائز ہے نہ شاہد کو یہانتک کہ اگر مدعی شاہد کو بلا عذر سوار کریگا تو اسکی گواہی مقبول نہوگی اور عذر سے سواری دینے سے گواہی مقبول ہے دلیل اسکی حدیث ہے کہ اکرموا الشهود وهم عذر ہے کہ شاہد ایسا پیر مرد ہو کہ چلنے پر قادر نہو اور جانور کے کرایہ دینے کا مقدور نہو اور تفصیل صاحب نوازل کی ہے اور یہی حدیث خطیب نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ اکرموا الشهود فان اللہ تعالی یستخرج بهم الحقوق ویدفع بهم الظلم یعنی عزت کرو شاہدوں کی اسواسطے کہ اللہ تعالی انکے سبب سے حقوق کو نکالتا ہے اور انکی جہت سے ظلم دفع کرتا ہے کذا فی الطحطاوی وفی تعبیر ہو شاہد کو سواری دینا جائز ہو تو شہر میں بھی ہے وجوز الثانی الاکل مطلقا وبه یفتی بحر واقره المصنف اور ابو یوسف نے شاہدوں کے کھانا مطلقاً جائز رکھا ہے اور اسیکا فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ہم کہتے ہیں یعنی مطلقاً ہو خواہ طعام مہیا ہو چکا ہو شاہدوں کے اُسکے لئے یا اُنھیں کیواسطے طیار کیا ہو اور محمد نے مطلقاً منع کیا ہے اور بعض مشائخ نے تفصیل کی ہے ویجب الاداء بلا طلب لو الشهادة فی حقوق اللہ تعالی اور ادائے شہادت واجب ہے بدون طلب کے اگر شہادت اللہ تعالی کے حقوق میں ہو ہم واجب کہتے اور وہ فرض ہے خواہ فرض کفایہ ہو خواہ فرض عین حق اللہ میں قبول شہادت بلا طلب کی وجہ یہ ہے کہ حق تعالی کے حق کو ثابت کرنا ہر شخص پر واجب ہے تو شاہد بھی مثل اسکے ہے خصم پر واجب ہے تو شاہد مدعی ٹھہرا من جهة الوجوب اور شاہد ٹھہرا من جهة تحمل الشهادة اور مدعی کی کچھ حاجت نہوئی اور بعضوں نے حق اللہ میں قاضی کو مدعی کہا ہے وعلیه عدتها فی الاشباه اربعة عشر اور حقوق اللہ تعالی کے بہت ہیں ان میں سے اشباہ میں چودہ شمار کئے ہیں ہم حقوق مذکورہ کی تفصیل یہ ہے طلاق عورت عتق جاریہ تدبیر جاریہ وقف ہلال رمضان حدود سوائے حد قذف کے نسب خلع ایلاء ظہار مصاہرت حرمت اصلیہ صاحبین کے نزدیک نکاح عتق عبد صاحبین کے نزدیک لیکن قاضی خان نے کہا ہے کہ وقف میں جواب علی التفصیل ہے کہ جب وقف ہو قوم پر یا عام پر تو گواہی بدون دعوی عند الکل مقبول ہے اور اگر فقیروں اور مسجد پر وقف ہو تو امام کے نزدیک بدون دعوی مقبول نہیں اور صاحبین کے نزدیک بدون دعوی قبول ہے اسیکا فتوی دیا ابو الفضل کرمانی نے اور یہی مختار عمادیہ ہے اور ہلال رمضان کی گواہی قاضی خان کے نزدیک بلا دعوی مقبول ہے اور عمادیہ میں فتاوی رشید الدین سے عدم قبول کو بیان کیا ہے یعنی اس میں اختلاف ہے بعضوں نے اسکو ہلال رمضان پر قیاس کیا اور بعضوں نے ہلال فطر پر اور اسمیں خلاف ہے صاحب محیط نے قبول بلا دعوی نقل کیا ہے اور بعضوں کے نزدیک بلا دعوی مقبول نہیں ایلاء اور ظہار اور مصاہرت میں شرط یہ ہے کہ مشہود علیہ حاضر ہو اور نکاح بلا دعوی ثابت ہو جاتا ہے اسواسطے کہ حلت اور حرمت شرمگاہ حق اللہ ہے اور عتق عبد میں صاحبین کے نزدیک حق اللہ تعالی ہے اسواسطے کہ حریت سے حقوق اللہ متعلق ہوتے ہیں یعنی وجوب زکوۃ اور جمعہ اور عید اور حج اور حدود اور امام کے نزدیک حق العبد غالب ہے اسواسطے کہ حریت کا نفع عبد کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی قال ومتی اخر شاهد الحسبة شهادته بلا عذر فسق فترد شہادتہ صاحب بحر نے کہا کہ جب شاہد حسبہ اپنی شہادت میں تاخیر کرے بدون عذر کے تو فاسق ہو جائیگا پس گواہی اسکی مردود ہوگی ہم بحر الرائق میں قنیہ سے منقول ہے کہ بعضے مشائخ نے ان گواہوں میں جواب دیا جنھوں نے حرمت غلیظہ کی گواہی دی پانچ دن کی تاخیر کے بعد بلا عذر کہ انکی گواہی مقبول نہیں کمال نے کہا حسبة وہ ہے جسمیں ثواب آخرت کی توقع ہو کذا فی الطحطاوی کطلاق امرأة ای بائنا وعتق امة وتدبیرها حقوق اللہ چنانچہ عورت کی طلاق بائن اور لونڈی کی آزادی اور اسکا مدبر ہونا اگر عورت عالم ہو خواہ جاہل ہو یا لونڈی بائن کی قید اسواسطے لگائی کہ طلاق رجعی میں جمعیت کا پاس رہنا بطور ازدواج مخالف شرع

[illegible]

ہیں اسواسطے کہ اسطرح کا زنا حسبت حق اللہ ہوگا لونڈی کی آزادی اسواسطے حق اللہ ہوئی کہ مولی پر اُسکی شرمگاہ اب حرام ہوگئی اور اسیطرح تدبیر سے اُسکی شرمگاہ وارثوں پر حرام ہو مولی کی موت کے بعد اور حرمت حق اللہ ہے وكذا عتق عبد وتدبيره شرح وهبانية اور اسیطرح ہو غلام کی آزادی اور اُسکا مدبر کرنا كذا في شرح الوهبانية ہم ابن وہبان نے کہا کہ غلام کے عتق اور تدبیر میں خلاف ہے اور لونڈی کا عتق اور تدبیر بالاتفاق حق اللہ ہو كذا في الطحطاوي وكذا الرضاع كما مر في بابه اور اسیطرح رضاع حق اللہ ہو جیسا کہ باب الرضاع میں گذر چکا وهل يقبل جرح الشاهد حسبة الظاهر نعم لكونه حقا لله تعالى اشباه اور کیا طعن کیے تا شاہد میں بارادہ ثواب مقبول ہو یا نہیں جواب ظاہر یہ ہو کہ ہاں مقبول ہو کیونکہ وہ حق اللہ ہو كذا في الاشباه ہم یہ حال ہو جرح سے یعنی اگر کوئی شخص شاہد میں بقصد ثواب طعن کیے تو ظاہر مقبول ہو اور یہ بھی احتمال ہو کہ حسبۃ شاہد سے حال واقع ہو جیسا کہ بعض نے ذکر کیا ہو كذا في الطحطاوي فبلغت ثمانية عشر تو حقوق اللہ اٹھارہ تک پہونچ گئے یعنی جو حقوق وہ جو بحر الرائق سے مذکور ہوئے اور چار حق شارح نے زیادہ کیے یعنی عتق عبد اور اُسکی تدبیر اور رضاع اور طعن شاہد اور یہ جو مصنف نے طلاق عورت اور عتق امۃ اور اُسکی تدبیر کو ذکر کیا سو وہ اُنمیں داخل ہیں بالجملہ حقوق اللہ حقوق مذکورہ میں منحصر نہیں چنانچہ شارح نے بہ لفظ کثرت اُسکی طرف اشارہ کردیا وليس لنا مدعى حسبة الا في الوقف على المرجوح فليحفظ اور نہیں ہو ہمارے واسطے مدعی حسبۃ مگر وقف میں بنا بر قول ضعیف کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر موقوف علیہ اصل وقف میں دعوی کرے تو وہ بعض کے نزدیک مسموع ہو اور فتوی اسپر ہے کہ دعوی مسموع نہیں مگر متولی سے ہاں جب موقوف علیہ کا دعوی مسموع نہوا تو اجنبی کا بطریق اولی مسموع نہوگا كذا في الاشباه وسترها في الحدود احب لحديث من ستر ستره الله فالأولى الكتمان إلا لمتهتك بحر اور شہادت کا چھپا رکھنا حدود میں نیک تر ہو بدلیل اس حدیث کے کہ جو چھپاویگا وہ چھپایا جاویگا تو حدود میں کتمان شہادت بہتر ہو مگر جو بے پردہ ہو اُسکے واسطے کتمان بہتر نہیں بلکہ گواہی دینا بہتر ہو كذا في البحر ہم ہر چند قرآن مجید میں نہی عن الکتمان عام ہو لیکن اسکی تخصیص حدود کی شہادت میں احادیث مشہورہ سے ثابت ہو اسواسطے کہ اُنمیں پردہ پوشی ہو ازانجملہ وہ حدیث ہو جو ابو ہریرہ سے بخاری و مسلم میں مروی ہو من ستر على مسلم ستره الله في الدنيا والآخرة یعنی جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اُسکی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کریگا وتمامه في فتح القدير والأولى أن يقول الشاهد في السرقة أخذ احياء للحق لا سرق رعاية للستر اور بہتر یہ ہو کہ شاہد چوری میں یوں کہے کہ اُسنے لیا تا احیاء مال کا حق ثابت ہو اور یوں نہ کہے کہ اُسنے چوری کی پردہ پوشی کی رعایت کیواسطے ہم یہ قول بمنزلہ استدراک کے ہو یعنی جب حدود میں پردہ پوشی بہتر ہوئی تو اس سے لازم آتا ہو کہ چوری کی گواہی مطلقا نہ دے کہ وہ مستلزم حد ہو اسکا جواب یہ ہو کہ اس طرح کی گواہی دے کہ موجب قطع ید نہو اور مالک کی حق تلفی نہو اسواسطے کہ لفظ اخذ عام ہو خواہ بطریق غصب کے ہو یا بطریق ادعاء ملک وغیر ذلک تو شہادت اخذ مطلق کی مستلزم حد نہیں ہو سوا اسکے اسمیں مسروق منہ کی بھی مصلحت ہو اسواسطے کہ اگر چوری کی گواہی دیگا تو قطع واجب ہوگا اور تاوان کا منتفی ہوگا درصورت تلاف كذا في الفتح لطیفہ امام رازی نے تفسیر میں حکایت کی کہ ہارون رشید کے پاس فقہا جمع تھے اور اُنمیں قاضی ابو یوسف بھی تھے سو ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اُسنے اسکا مال اُسکے گھر سے لیا سو مدعا علیہ نے اخذ مال کا اقرار کیا بادشاہ نے فقہا سے سوال کیا اُنہوں نے قطع ید کا فتوی دیا تو ابو یوسف نے کہا کہ قطع نہیں اسواسطے کہ اُسنے چوری کا اقرار نہیں کیا بلکہ اخذ کا اقرار کیا ہو پھر مدعی نے دعوی کیا کہ اُسنے چوری کی سو مدعا علیہ نے چوری کا اقرار کیا تو فقہا نے قطع کا فتوی دیا اور ابو یوسف نے اُنکے خلاف کہا فقہا نے ابو یوسف سے کہا کہ عدم قطع کی کیا وجہ ہو ابو یوسف نے جواب دیا کہ جب اُسنے اول اخذ مال کا اقرار کیا تو ضمان اسپر ثابت ہوا اور قطع ید ساقط ہوگیا تو اب اسکے بعد مدعا علیہ کا وہ اقرار چوری نہوگا جو مسقط ضمان ہو تو فقہا اس جواب سے متعجب ہوگئے ونصابها للزنا اربعة رجال ليس منهم ابن زوجها اور شہادت زنا کی نصاب وہ چار مرد ہیں جنمیں کوئی مرد عورت کے زوج کا بیٹا نہو ہم ثبوت زنا کیواسطے چار مرد گواہ ہونا چاہیے چنانچہ قرآن مجید میں مصرح ہو اس کثرت پردہ پوشی کیطرف مشیر ہے اسواسطے کہ چار مردوں کا بصفت خاص گواہی دینا کمتر واقع ہوتا ہو اور ابن زوج کی نفی مقید ہو اس قید کے ساتھ کہ جب باپ

مدعی ہو یا ابن زوج کی ماں نہ ہو اور اگر ایسا ہو تو بیٹوں کی گواہی جائز ہے بحر الرائق میں کہا کہ محیط سرخسی کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دو عورتیں ہوں اور ایک عورت کے پانچ بیٹے ہوں ان میں سے چار بیٹوں نے اپنے بھائی پر یہ گواہی دی کہ اُس نے زنا کیا اُنکی سوتیلی ماں سے تو گواہی مقبول ہے مگر جبکہ باپ مدعی زنا ہو یا اُنکی ماں زندہ ہو تو گواہی اُنکی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی ولو علق عتقه بالزناء وشهد رجلين لا حد اور اگر مولی نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا سے معلق کی یعنی یوں بولا کہ اگر میں زنا کروں تو یہ غلام آزاد ہے تو آزادی واقع ہوگی دو مردوں کی گواہی سے اور حد نہ ہوگی مولی پر یعنی اگر دو شاہد مولی کے زنا کی گواہی دیں تو عتق ہوگا مولی پر حد نہیں کیونکہ چار گواہ نہیں لیکن عتق غلام ثابت ہوگا ولو شهد العتقة ثم اربعة بزناه محصنا فرجمه القاضي ثم رجع الكل ضمن الاولان قيمته للمولى والاربعة ديته لمن له ايضا لو ارثه اور اگر دو شاہدوں نے عتاق مولی کی گواہی دی پھر چار گواہوں نے غلام کے زنا درحالت احصان کی گواہی دی سو قاضی نے غلام کو آزاد کردیا یعنی اسکی آزادی کا حکم کیا پھر غلام کو سنگسار کیا پھر سب گواہوں نے شہادت سے رجوع کیا یعنی کذب شہادت کے قائل ہوئے تو دو پہلے گواہ غلام کی قیمت کا ضمان دیں اسکے مولی کو اور زنا کے چار گواہ مولی کو غلام کی دیت کا تاوان دیں اگر مولی غلام کا وارث ہو ولا تقبل في الحدود والقصاص ومنه اسلام كافر ذكر كتابيا او غيره بخلاف الانثى ومثله ردة مسلم رجلان اور باقی حدود اور قصاص کی نصاب شہادت دو مرد ہیں اور منجملہ قصاص کے قرار دیکے اسلام کی گواہی ہے کیونکہ انجام کار شہادت کا اُسکا قتل ہے بخلاف اسلام عورت کذا فی البحر اور اسلام کافر کے مانند ارتداد مسلم ہے مرد کافر کے اسلام کی گواہی میں دو مرد اسواسطے شرط ہیں کہ اگر وہ اپنے کفر پر اصرار کریگا تو قتل کیا جائیگا بخلاف اسلام عورت کافرہ کہ اسکے اسلام پر عورتوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ اسکا مآل قتل نہیں گو وہ کفر پر اصرار کرے اسیطرح ارتداد مسلم کی گواہی میں دو مرد شرط ہیں اسواسطے کہ درصورت اصرار اسکا بھی مآل قتل ہے بخلاف ارتداد عورت مسلمہ فتح القدیر میں ہے کہ زنا کے سوا باقی حدود و قصاص میں دو مردوں کی گواہی مقبول ہے نہ عورتوں کی اسواسطے کہ ابن ابی شیبہ نے زہری سے روایت کی قال مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين بعده ان لا يجوز شهادة النساء في الحدود والدماء یعنی زہری نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے بعد دونوں خلیفوں سے یہ سنت جاری ہوئی کہ عورتوں کی گواہی حدود اور دماء میں یعنی قصاص میں جائز نہیں اور تخصیص خلیفتین یعنی صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما اسواسطے ہے کہ معظم تقریر شریعت اور ظہور احکام انہیں کے زمانہ میں ہوا اور انکے بعد اور خلفا میں بھی تھا مگر انکا اتباع انہی کا الا المعلق فيقع ولا يحد كما مر یعنی مگر مثلاً عتق معلق واقع ہوگا اور حد نہ ماری جائیگی جیسا کہ ابھی مذکور ہو چکا ہے یعنی اگر تعلیق شہود عورات ہوں تو عتق معلق واقع ہوگا بدون حد کے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو میرا غلام آزاد ہے پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اسکے شراب پینے کی گواہی دی تو غلام آزاد ہوگا لیکن مولی پر حد قائم نہ ہوگی کیونکہ حدود میں شہادت عورات کی مجال نہیں

کذا فی الطحطاوی وللولادة واستهلال الصبي للصلاة عليه وللارث عندهما والشافعي واحمد وهو ارجح فتح والبكارة وعيوب النساء فيما لا يطلع عليه الرجال امرأة حرة مسلمة والثنتان احوط اور ولادت اور آواز طفل اسپر نماز پڑھنے کیواسطے اور بکارت اور عیوب نساء کی گواہی جن عضو میں مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت مسلمان آزاد ہے اور دو عورتوں میں زیادہ تر احتیاط ہے اور گواہی ایک عورت مسلمہ کی آواز طفل پر میراث کیواسطے صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک ہے اور یہی قول راجح ہے کذا فی الفتح ھم یعنی امور مذکورہ میں نجاست کی شہادت کافی ہے قاضی خان نے کہا ایک عورت کی گواہی ولادت ثابت ہوتی ہے یعنی بچہ کی ثبوت نسبت بھی میراث اس کی گواہی سے طفل کے رونے پر تو صاحبین کے نزدیک میراث ثابت ہوگی اور امام کے نزدیک میراث ثابت نہ ہوگی لیکن اسکی یہ گواہی طفل پر نماز جنازہ پڑھنے کیواسطے کافی ہے عورات کے عیوب [illegible] لونڈی خرید کرنے میں اسکے واپس کرنے کی حاجت [illegible] عورت [illegible] اللہ تعالی کی قیود زیادہ مذکور ہیں [illegible] فی الطحطاوی فتح القدیر میں ہے کہ [illegible] کیا عن ابی یوسف عن غالب بن عبید اللہ عن مجاہد وسعید بن المسیب وعطاء بن ابی رباح وطاوس قالوا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شهادة النساء جائزة فيما لا يستطيع الرجال النظر اليه

یعنی بچہ پیدا ہونا اور بکارت اور عیب کہ نہیں دیکھتے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتوں کی جائز ہے ان چیزوں میں جسکی طرف مرد نہیں نظر کر سکتے یعنی دیکھ سکیں اور واجب العمل ہے بوجہ استدلال یہ ہے کہ لفظ نساء جمع محلی بالف ولام ہے اور مراد اس سے جنس ہے تو قلیل اور کثیر کو لازم ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور دو ہونا احسن ہے اور ضیاء الدین نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتوں کی گواہی اس امر میں ہے جسپر کہ سوا انکے کوئی مطلع نہیں ہوسکتا اور ایسی ولادت النساء وعیوبہا التی لا یطلع علیہا الرجال مثلہ جمع اور ایک عورت کی گواہی مقبول ہے کذا فی الہدایہ ملخصا ہم بحر الرائق میں ہے جیسا ایک مرد ولادت کی گواہی دے اور کہے کہ میں عورت کے پاس اتفاقا تھا اور ولادت کے وقت میری نظر اسپر پڑگئی تو گواہی مقبول ہے اگر وہ عادل ہو اور اگر کہا کہ میں نے بالقصد اسکی طرف نظر کی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یعنی سوا اسکے کہ وہ نظر کرنے سے فاسق ہوگیا البرجندی عن الملتقط الا المعلم اذا شہد منفردا فی حوادث الصبیان فانہ تقبل اور برجندی میں ملتقط سے منقول ہے کہ معلم تنہا گواہی دے وقائع اطفال میں تو اسکی گواہی مقبول ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حموی نے حاوی قدسی سے ذکر کیا کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل کے حکم دیت میں مقبول ہوتا خون ضائع ہو

ونصابہا لغیرہا من الحقوق سواء کان الحق مالا او غیرہ کنکاح وطلاق ووکالۃ ووصیۃ واستہلال صبی ولو للارث رجلان اور امور مذکورہ کے سوا اور حقوق کی نصاب شہادت دو مرد ہیں خواہ وہ حق مال ہو یا غیر مال جیسا کہ نکاح اور طلاق اور وکالت اور وصیت اور آواز طفل اگرچہ گواہی میراث کے واسطے ہو لکن فی حوادث صبیان المکتب فانہ یقبل فیہا شہادۃ المعلم منفردا قہستانی عن التجنیس صبیان مکتب کے حوادث کے واسطے لکن ہے تو تنہا معلم کی گواہی مقبول ہے چنانچہ قہستانی میں ہے تجنیس سے ہم ابو السعود نے کہا ملتقط میں صبیان مکتب کی قید نہیں تو صبیان اہل حرفہ کو بھی شامل ہے تو ظاہر ایسا ہے صبیان مکتب کی قید اتفاقی ہے او رجل وامراتان یا ایک مرد اور دو عورتیں یعنی زنا اور حدود اور قصاص کے سوا اور حقوق میں نصاب شہادت دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں قال اللہ تعالی فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان یعنی اگر دو مرد نہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں الحاصل شہادت چار قسم ہے زنا میں چار مرد اور باقی حدود اور قصاص میں دو مرد اور انکے سوا اور معاملات مالیہ اور غیر مالیہ میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اور ان امور میں جنپر مرد مطلع نہیں ہو سکتے مانند ولادت وعیوب نساء ایک عورت عادلہ کی گواہی ہے ولا یفرق بینہما لقولہ تعالی فتذکر احدیہما الاخری اور جدائی کرنا نہ چاہیے دو گواہ عورتوں میں بدلیل قول حق تعالی تو یاد دلاوے ایک عورت دوسری کو ہم جب تذکیر کا علم ہوا تو بدون اجتماع کے نہیں ہو سکتا ولم تقبل شہادۃ اربع بلا رجل لئلا یکثر خروجہن اور مقبول نہیں چار عورتوں کی گواہی بدون مرد کے تاکہ عورتوں کا نکلنا کثرت سے نہو یعنی اگر تنہا عورتوں کی گواہی مقبول ہو تو ہمیشہ گواہی کیواسطے انکو دار الحکومت میں آنا پڑے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عورات کی گواہی شرع سے ثابت نہیں وخصہن الائمۃ الثلاثۃ بالاموال وتوابعہا اور ائمہ ثلثہ نے عورتوں کی گواہی مرد کے ساتھ مخصوص کی ہے اموال اور انکے توابع کے ساتھ یعنی حقوق غیر مالیہ میں انکی گواہی مرد کے ساتھ امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک جائز نہیں تابع اموال جیسا کہ شرط خیار اور شفعہ اور اجارہ اور قتل خطا اور جو زخم کہ مال واجب ہو اور اسیطرح فسخ عقود اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک روایت شافعی کے مذہب کے موافق ہے اور دوسری روایت ہمارے مذہب کے موافق ہے کذا فی الفتح ولزم فی الکل من المراتب الاربع لفظ اشہد بلفظ المضارع بالاجماع لقبولہا اور لازم ہے شہادت قبول ہونے کے واسطے جمیع مراتب اربعہ مذکورہ میں لفظ اشہد کا بلفظ مضارع بالاتفاق ہم یعنی شہادت میں یہ ضرور ہے کہ گواہ یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں اسکی کہ مدعی کے دس درہم مثلا مدعا علیہ پر ہیں اگر یوں کہے کہ میں جانتا ہوں یا یقین کرتا ہوں اسکا تو مقبول نہیں کیونکہ یہ اخبار ہے شہادت نہیں فتح القدیر میں ہے کہ لفظ شہادت اسواسطے شرط ہوا کہ نصوص اس امر کے لفظ سے ناطق ہیں قال تعالی واشہدوا ذوی عدل منکم واشہدوا اذا تبایعتم واستشہدوا شہیدین من رجالکم فاستشہدوا علیہن اربعۃ منکم واقیموا الشہادۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام اذا رایت مثل الشمس فاشہد الحاصل کہ ان نصوص میں امر شہادت بلفظ شہادت وارد ہے اسواسطے کہ لفظ شہادت قوی ہے

[illegible]

اور یقین سے کیونکہ یعنی مشاہدہ اور قسم اور اخبار سے کہ ہی بخلاف تکبیر افتتاح اسواسطے کہ اللہ اجل اور اعظم تعظیم میں برابر ہے اللہ اکبر کے لہذا تعظیم فقط اللہ اکبر کی لفظ میں منحصر
نہیں ہے (وکذا لا یشترط فیہ هذا اللفظ کالاخبار بطہارة الماء ورؤیة هلال هو اخبار لا شہادة) اور جیسے لفظ اشہد کی شرط نہیں جیسے طہارت پانی کی یا
رویت ہلال رمضان کی کہ وہ اخبار ہے شہادت نہیں (والعدالة لوجوبه) اور مراتب ہیں عدالت شاہد کی لازم ہے وجوب قبول کیواسطے یعنی قاضی پر قبول
شہادت واجب نہیں بدون عدالت شاہد کے عدالت شرط ہوئی بدلیل آیت قرآنی واشہدوا ذوی عدل منکم یعنی شاہد کرو دو شخص عدالت والوں کو اپنوں سے یعنی
اہل اسلام میں سے اور اسواسطے کہ عدالت ہی سے صدق کی جہت متعین ہوتی ہے اسواسطے کہ شہادت خبر ہے جسمیں صدق اور کذب دونوں کا احتمال برابر ہے بنظر نفس مفہوم
خبر کے اسکا راستہ [illegible] یہاں تک کہ اسپر عمل کیا جاوے کذا فی الفتح وفی الینابیع العدل من لم یطعن علیه فی بطن ولا فرج ومنه الکذب
[illegible] عادل وہ شخص ہے جسپر طعن نہ ہو پیٹ اور شرمگاہ میں اور انجملہ کذب ہے بسبب [illegible] کذب گئے ہیں [illegible] علامہ عبد البر نے لکھا ہے
عدالت [illegible] ہو کہ عادل وہ [illegible] جو کبیرہ سے [illegible] صغائر پر مصر نہ ہو صلاح اور صواب اسکا اکثر ہو اسکے فساد اور خطا سے صدق اسکا [illegible]
ہو اور کذب سے کنارہ کرتا ہو [illegible] اور مروت کی راہ سے اور [illegible] بیان ہوئی کہ ابو یوسف سے دریافت کیا جائے کہ لفظ شہادت اور عدالت کے ساتھ
تیسری شرط بھی ضروری ہے یعنی لفظ شہادت تو اگر شاہد یہی کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اسکی شہادت کے تو مقبول نہیں اور اگر کہے کہ گواہی دیتا ہوں مثل
گواہی اپنے ساتھی کے [illegible] مقبول ہوا [illegible] کہ میں گواہی دیتا ہوں مثل اپنے ساتھی کی گواہی کے
جو [illegible] اسپر فتوی ہے کذا فی الحاوی (لا لصحته خلافا للشافعی فلو قضی بشہادة فاسق
نفذ واثم فتح) عدالت وجوب قبول کی شرط ہے نہ صحت قبول کی بخلاف امام شافعی کے تو اگر قاضی حکم کرے فاسق کی شہادت سے تو حکم نافذ ہوگا اور قاضی گنہگار
ہوگا کذا فی الفتح (الا ان یمنع منه) ای من القضاء بشہادة الفاسق (الامام فلا ینفذ) لما مر انه یتأقت ویتقید بزمان ومکان
وحادثة وقول معتمد حتی لا ینفذ قضاؤه باقوال ضعیفة مگر یہ کہ امام منع کردے اس سے یعنی قضا بشہادت فاسق سے تو اب قضا نافذ نہ ہوگی
اسواسطے کہ ذکر ہو چکا کہ قضا موقت و مقید ہو سکتی ہے زمان اور مکان و حادثہ اور قول معتمد سے تو قاضی کی قضا نافذ نہ ہوگی اقوال ضعیفہ سے وما فی القنیة
والمجتبی من قبول ذی المروة الصادق فقول الثانی بحر وضعفه الکمال بانه تعلیل فی مقابلة النص فلا یقبل واقره المصنف اور جو
قنیہ اور مجتبی میں ہے کہ صاحب مروت صادق کی شہادت قبول ہونے سے سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کہا ہے کمال الدین نے فتح القدیر
میں اسطرح کہ تعلیل ہے نص کے مقابلے میں تو مقبول نہیں اور اسکو مصنف نے اپنی شرح میں برقرار رکھا ہے فتح القدیر میں ہے کہ ابو یوسف سے روایت ہے کہ فاسق
جبکہ لوگوں میں صاحب وجاہت ہو اور جیسے سلاطین کے مصاحب تو اسکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ بسبب اسکی [illegible] کے جھوٹی گواہی کیواسطے
کوئی اسکے واسطے اجرت مقرر نہیں کرسکتا اور وہ کذب سے باز رہتا ہے بسبب اپنی مروت کے اور قول اول صحیح ہے کیونکہ تعلیل ہے نص کے مقابل میں تو مقبول
نہیں انتہی لیکن [illegible] نص قرآنی ہے یعنی واشہدوا ذوی عدل منکم [illegible] طحطاوی نے کہا مروت عبارت ہے [illegible] اخلاق اور [illegible] عادات پر ثابت
ہوں (ویحتاج الشاهد الی الاشارة الی ثلاثة مواضع یعنی الخصمین والمشهود به لو عینا لا دینا) اور گواہی اگر حاضر
شخص پر ہو تو شاہد کو تین مواضع کیطرف اشارہ کرنے کی حاجت ہے یعنی مدعی اور مدعا علیہ اور مشہود بہ کی [illegible] گواہی دیتا ہو تو مشہود بہ عین
ہو دین نہ ہو مثلا [illegible] کے شاہد کہیں گواہی دیتا ہوں کہ [illegible] واسطے فلاں کے اس [illegible] کا ہے اس مدعا علیہ کے پاس (ولو علی غائب کما فی نقل الشهادة او میت فلا بد
لقبولها من نسبته الی الجد فلا بد من ذکر اسمه واسم ابیه وجده الا اذا کان یعرف بها ای بالصناعة لا محالة بان
لا یشارکه فی المصر غیره) اور اگر گواہی غائب پر ہو جیسا کہ نقل شہادت میں یا میت پر گواہی ہو تو اسکے مقبول ہونے کے واسطے ضروری ہے نسبت مشہود علیہ کے

اسکے واو اجلکہ ذکر کیا اسکے نام اور اسکے باپ کے نام اور اسکے حرفے اور پیشے کا کافی نہیں ہے جبکہ وہ اس پیشے کے ساتھ مشہور ہو بلا تردد اسطرح پر کہ شہر میں دوسرا شخص اس حرفہ میں اسکا شریک نہو فلو قضی بلا ذکر الجد نفذ فالمعتبر التعریف لا تکثیر الحروف حتی لو عرف باسمہ فقط او بلقبہ وحدہ کفی جامع الفصولین وملتقطا یعنی اگر قاضی بلا ذکر جد حکم کرے تو حکم نافذ ہوگا کیونکہ معتبر مشہود علیہ کی تعیین ہے نہ تکثیر حروف یہاں تک کہ اگر وہ فقط اپنے نام سے یا صرف اپنے لقب سے مشہور ہو تو فقط نام یا صرف لقب کر دینا کافی ہے کذا فی جامع الفصولین والملتقط ولا یسئال عن شاہد بلا طعن من الخصم الا فی حد وقود اور قاضی شاہد کی عدالت و فسق لوگوں سے نہ پوچھے بدون طعن مدعا علیہ کے مگر حد اور قصاص میں البتہ سوال کرے وعندہما یسئال فی الکل ان جہل بحالہم سرا وعلانیۃ یفتی وہو اختلاف زمان لانہما کانا فی القرن الرابع اور صاحبین کے نزدیک سب دعووں میں شاہد کا حال دریافت کرے اگر قاضی انکا حال جانتا ہو کذا فی البحر سوال کرے مخفی اور علانیہ اسی قول کا فتوی ہے اور یہ اختلاف امام و صاحبین کا باعتبار اختلاف زمانہ کے ہے کیونکہ صاحبین چوتھے قرن میں تھے مجروحی تھی کیا صاحبین کے نزدیک الاصح یہ ہو تو قاضی گنہگار ہوگا ترک سوال سے اگرچہ حکم باطل نہوگا انتہی مخفی سوال کا یہ طریقہ ہو کہ قاضی ایک رقعہ جسکو مستورہ کہتے ہیں مزکی کے پاس بھیجے اور اس رقعہ میں شہود کے نام اور نسب اور حلیہ اور جس محلہ میں رہتے ہیں اور جس مسجد میں نماز پڑھتے ہوں مرقوم ہو سو مزکی شاہد کی عدالت اسمیں لکھے اسطرح کہ وہ عادل جائز الشہادۃ ہے اور جسکی عدالت یا فسق اسکو معلوم نہ ہو تو یوں لکھے کہ وہ مستور ہے اور جسکا فسق مزکی کو معلوم ہو تو اسکی تصریح نہ کرے بلکہ سکوت کرے تاکہ مسلمان کی پردہ دری نہو اور یہ لکھے کہ واللہ اعلم مگر جبکہ اس شاہد کو کسی نے عادل کہا ہو اور مزکی ڈرے کہ اگر میں تصریح نہ کرونگا تو اسکی شہادت پر حکم ہو جائیگا تو تصریح فسق کرے شامی جاننا چاہئے اور مخفی سوال کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مزکی شاہد کو مجروح کرے تو قاضی مدعی سے کہے کہ دوسرا گواہ لا اور قاضی یہ نہ کہے کہ مجروح ہے اور مطعون ہو تا مسلم کی آبرو محفوظ رہے اور مزکی سے دھوکہ کا اندیشہ رہے اور علانیہ سوال کا یہ طریقہ ہو کہ مزکی اور شاہد کو قاضی یکجا جمع کرے اور پوچھے کہ یہی شخص تو ہے جسکو تو نے عادل کہا ہے اور خصاف میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ مقبول نہیں مگر بعد تزکیہ سر یعنی مخفی کے کیا قرن رابع میں لوگوں کے احوال مستور ہو گئے تھے اور فساد شیوع پا گیا اور کذب ظاہر ہو گیا تھا لہذا صاحبین نے تزکیہ شہود کو مقدم جانا بخلاف امام ابو حنیفہ کے کہ وہ قرن ثالث میں تھے جنکی خیریت کی گواہی حدیث مرفوع صحیح میں ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین قرون میرا قرن ہے پھر جو ان سے ملیں پھر جو ان سے ملیں پھر کذب پھیل جائیگا یہاں تک کہ مرد قسم کھائیگا درخواست قسم سے پہلے اور گواہی دیگا گواہی طلب کئے سے پہلے انتہی اور بیان اسکا ... شرح مسلم میں کیا ہے اور ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں کہا کہ قرن عبارت ہے مدت زمانہ سے اور اسکی مقدار میں اختلاف ہے ... اتفاق علماء سے تبع التابعین کو ہے کہ امام کا انتقال ہوا ... اور ابو یوسف کا انتقال ... اور شامی میں ہے الذی فی الطحاوی ... بالقرن اصحابہ ... یعنی صاحبہ اور اگر قاضی سوال مخفی پر اکتفا کرے ... کذا فی البحر اور اسی قول کا فتوی ہے کذا فی السراجیہ ... علانیہ ... اور محمد سے مروی ہے کہ علانیہ اور مخفی دونوں ... وکفی فی التزکیۃ قول المزکی ہو عدل فی الاصح لثبوت الحریۃ بالدار وہو الاصل فیمن کان فی دار الاسلام الحریۃ خصوصا فی زماننا ثم النقص بالحد نادر لا تثبت ... الا ... بالحجۃ ... کمال اور تزکیہ میں مزکی کا یوں کہنا کافی ہے کہ وہ عادل ہے قول اصح میں بسبب ثابت ہونے حریت کے بسبب دار الاسلام ہونے کے کذا فی الدرر یعنی جو شخص دار الاسلام میں رہتا ہو اسمیں اصل حریت ہے تو وہ بمعنی لفظ عادل میں ... دلالت سے ہوا ہے پر محدود فی القذف کے نقص سے کہ وہ ذکر کیا ابن کمال نے ... یعنی مطلق لفظ عادل بلا قید ... کافی ہو تزکیہ میں اسواسطے کہ اسکا نقص نادر ہے اور محدود فی القذف ہونا اس لفظ سے ثابت ہوتا تو ناقص ہو کی غیبت یا بعض ... محدود فی القذف ... کہا ... اس وقت مسلم ہے جبکہ حریت لفظ عدل سے بطریق ...

مفہوم ہوا اور غلام ہے عدل پایا جاتا ہو اور محدود فی القذف عدل ہوتا ہو حالانکہ ایسا نہیں ولہذا سرخسی کا اشارہ ہے کہ فقط عدل کہنا کافی نہیں اسواسطے کہ محدود فی القذف بعد توبہ کے عدل غیر جائز الشہادت ہے اور اسی طرح باپ جبکہ اپنے فرزند کیواسطے گواہی دے تو ضرور ہو زیادہ کرنا جائز الشہادہ کا چنانچہ ظہیریہ میں بحر الرائق میں کہا کہ یہ قول ترجیح کے لائق ہے اسی خصاف کی شرح ادب القاضی میں ہے کہ تزکیہ کی اکثر تفصیل یہ ہے کہ گواہی قاضی عادل عالم کے پاس ہو وہ مدعی کے شاہد کو آزمایا چاہے شرکت یا معاملہ یا سفر سے سوم عمر کی [illegible] معلوم ہو کہ شاہد عاجز اخیانت کا الزام [illegible] دیا اور دوسری [illegible] ملکی میں معروف ہے چہارم یہ کہ ادائی امانت میں [illegible] ہو پنجم یہ کہ راست گو ہو ششم یہ کہ کبائر سے مجتنب ہو ہفتم یہ کہ صغائر پر مصر نہ ہو کذا فی الطحطاوی والتعدیل من الخصم

الذی لا یرجع الیہ فی التعدیل لم یصح اور تعدیل یعنی عادل کہنا اس مدعا علیہ سے جسکی طرف تعدیل میں رجوع نہیں کیا گیا صحیح نہیں ہے جبکہ مدعا علیہ کی تعدیل صحیح نہوئی تو اسکی تعدیل بطریق اولی صحیح نہیں ہوگی سے کہا تعدیل خصم اسواسطے صحیح نہیں کیونکہ مدعی اور اسکے شہود کے گمان میں مدعا علیہ کاذب ہو انکار دعوی میں مبطل ہے اپنے اصرار میں لہذا وہ عدل ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا فلو کان ممن یرجع الیہ فی التعدیل صح بان قال هؤلاء تو اگر مدعا علیہ ان لوگوں میں ہے جنکی طرف تعدیل میں رجوع ہوتی ہے تو اب تعدیل اسکی صحیح ہے کذا فی البزازیہ والمراد بقوله لم یعدل قوله هم عدول لکنهم اخطاؤا او نسوا ولم یزد اور مدعا علیہ کی تعدیل سے مراد اسکا تزکیہ یوں کہنے سے کہ شاہد عادل ہیں خواہ اسنے یہ قول بلا وکیا ہو لیکن شاہدوں نے خطا کی یا بھول گئے یا نہ زیادہ کیا ہو جب مدعا علیہ مرجع الیہ فی التعدیل ہو تو اسکی تعدیل صحیح ہوگی اور خطا یا نسیان کا قول باطل ہوگا

واما قوله صدقوا او هم عدول صدقة فانه اعتراف بالحق فیقضی باقراره لا بالبینة عند الجحود اصلا اور مدعا علیہ کا یوں کہنا کہ شاہد سچے ہیں یا وہ عدول ہیں سچے ہیں یہ تو حق مدعی کا اعتراف وہ اقرار ہے تو قاضی اسکے اقرار پر حکم کریگا نہ گواہوں پر انکار کے وقت کذا فی الاختیار یعنی اگر مدعا علیہ دعوی مدعی کا انکار کرے اور شاہدوں کو سچا کہے تو یہ درحقیقت اقبال دعوی ہے تو اب یہاں مدعا علیہ کے اقرار پر حکم ہوگا گواہوں کی کچھ حاجت نہیں اور اسکا انکار بسبب تناقض کے لائق التفات کے نہیں واللہ اعلم وفی البحر عن التہذیب یحلف الشهود فی زماننا لتعذر التزکیة اذ المجهول لا یعرف المجهول واقره المصنف ثم نقل عن الصیرفیة تفویضه للقاضی بحر الرائق میں ہے تہذیب قلانسی سے کہ قسم دلائی جاوے گواہوں کو ہمارے زمانے میں بسبب متعذر ہونے تزکیہ کے اسواسطے کہ مجہول نہیں پہچانتا مجہول کو اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے پھر اپنے صیرفیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ معاملہ قاضی کو یعنی اگر قاضی مناسب سمجھے تو شاہدوں سے قسم لے ہم تزکیہ کو متعذر کہا بسبب غلبہ فسق کے اور مجہول وہ ہے کہ مزکی اور مجہول ان سے شاہد بھی مزکی کی عدالت اس زمانے میں [illegible] مجہول ہے تو وہ شاہد مجہول کو کیا جانے گا ولا یخفی ما فی الاشباہ میں کہتا ہوں یہ بحول وہ قول جو اشباہ سے مذکور ہوچکا ہے کتاب القضاء میں قول کلیہ اشباہ [illegible] کہ اگر سلطان اپنے قاضیوں سے تحلیف شہود کا امر کرے تو علما پر اسکا نصیحت کرنا واجب ہے اسطرح کہ یہیں کہ تحلیف شہود سے اپنے قاضیوں کو اس امر کے سبب سے تیری ناخوشی لازم آوے اگر وہ تیری مخالفت کریں یا خالق کی ناخوشی اگر وہ تیری موافقت کریں انتہی علامہ مقدسی نے بعد ذکر کرنے قول کو تہذیب کے کہا کہ یہ امر مخفی نہیں کہ تحلیف شہود کا قول کتب معتمدہ مانند خلاصہ و بزازیہ کے مخالف ہے کہ شاہد پر قسم نہیں اور یوں نہیں کوئی کہہ سکتا کہ تحلیف شہود پر عمل واجب ہے اسواسطے کہ شاہد مجہول ہے مزکی کے مانند عادل یا اور مجہول نہ پا سکیں تا مجہول کیونکہ ہم یوں کہتے ہیں کہ فی الواقع حال اسی طرح ہے لیکن فتح میں کہا کہ اگر ایسا استقصا کیا جاوے یعنی تفتیش حال الشاہد و التعدیل میں نہایت کد و کاوش کیا جاوے تو دائرہ تنگ ہو جاوے اور کوئی مزکی عادل نہ ملے جیسا کہ قائل نے کہا ہے [illegible] کذا فی الطحطاوی [illegible] ایسا کون ہے جسکے سب

خصال پسندیدہ ہوں مرد کی خوبی کیواسطے اتنا کافی ہے کہ اسکی برائیاں گنی جاویں وللشاهد ان یشهد بما سمع او رأی فی مثل البیع ولو بالتعاطی فیکون من المبادی [illegible] ولو بالکتاب [illegible] فیکون [illegible] اور شاہد کو جائز ہے کہ گواہی دے اسکی جسکو سنے یا دیکھے جیسے

اگرچہ بطریق تعاطی کے ہو خواہ بیع بالتعاطی منجملہ مرئیات اور مبصرات کے ہوئی اور مانند اقرار کے اگرچہ ادا بطریق کتابت کے ہو تو یہ اقرار منجملہ مبصرات ہوگا حاصل یعنی اگر مشہود بہ مسموعات سے ہو تو اسکو سنکر اور اگر مرئیات سے ہو تو دیکھکر گواہی دینا جائز ہے اور گاہے شئ مسموع اور مرئی دونوں ہوتی ہے دو اعتبار سے اور بیع انعقاد اگر ایجاب قبول سے ہو تو وہ مسموعات سے ہے اور اگر تعاطی سے ہو تو مرئیات سے ہے اور تعاطی میں گواہ لینے دینے کی گواہی دیں اور اگر بیع کی گواہی دینگے تو بھی جائز ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے اور خریداری کی شہادت میں بیان ثمن ضرور ہے اسواسطے کہ ثمن مجہول کی خریداری پر حکم کرنا صحیح نہیں اور افعال انسانی مسموعات سے ہے اور اقرار بالکلیہ مرئیات سے لیکن محل کیا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے اپنا اقرار شاہدین کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں ہے اور گواہی دینا اس طرح کہ اسنے اقرار کیا حلال نہیں کیونکہ لکھنا گاہے واسطے آزمانے قلم یا سیاہی کے واسطے ہوتا ہے اور اگر کتابت مصدر اور مرسوم ہو اسطرح کہ [illegible] اور بیاض پر لکھے [illegible] بعد حمد یا سلام [illegible] اسکے اقرار کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ کاتب نے [illegible] نہ کہا ہو کیونکہ گواہ [illegible] مثل اقرار کے اور اگر شاہدین سے کہا کہ یہ لکھا اور کہا اسکے گواہ رہو [illegible] معلوم ہو تو یہ اقرار ہے اور نہیں تو اقرار نہیں اور گونگے کی کتابت تو بالضرور مصدر اور عنوان چاہیے اگرچہ غائب کے واسطے اقرار ہو کذا فی الطحطاوی وحکم الحاکم والغصب والقتل وإن لم یشہد علیہ ولو مختفیا یری وجہ المقر ویفہمہ اور جائز ہے گواہی دینا حاکم کے حکم اور غصب اور قتل کی اگرچہ شاہد کو اسپر گواہ نہ کیا ہو گو کہ شاہد اسوقت چھپا لگا ہو اسطرح پر کہ مقر کا منہ دیکھتا ہو اور اسکا اقرار سمجھتا ہو ہم خلاصہ میں ہے کہ اگر مدیون نے کہا کہ [illegible] اقرار کی ہو تو سنا گواہی نہ دینا تو بھی گواہی دینا جائز ہے انتہی درصورت سکوت مقر بطریق اولی گواہی جائز ہے اور اگر شاہد مقر کو نہ دیکھتے ہوں اور اسکا کلام سنتے ہوں تو انکو گواہی اسکے اقرار کی دینا حلال نہیں مگر درصورت آئندہ ہے کذا فی الطحطاوی ولا یشہد علی محجب بسماعہ منہ إلا إذا تبین القائل بأن لم یکن فی البیت غیرہ لکن لو فسر لا تقبل اور جو شخص پردہ وغیرہ کی آڑ میں ہو اسپر گواہی نہ دے اس سے بات سنکر مگر جبکہ ظاہر ہو جاوے قائل اسطرح کہ نہ کوئی کوٹھری میں سوائے اسکے لیکن اگر شاہد آنکی سماعت کو بیان کریگا تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الدر [illegible] صورت یہ ہے کہ کوٹھری میں [illegible] ہوا اور وہاں ایک مرد کو دیکھا پھر شاہد نکل کر اسکے دروازے پر بیٹھا اور اسکی کوٹھری میں کوئی راہ نہیں سوائے دروازے کے تو اس کے اقرار کی گواہی جائز ہے کذا فی الطحطاوی [illegible] أو یری شخصہا أی القائلة مع شہادة اثنین بأنہا فلانة بنت فلان بن فلان ویکفی ہذا للشہادة علی الاسم والنسب وعلیہ الفتوی جامع الفصولین یا شاہد عورت کلام کرنیوالی کا جسم دیکھے دو مردوں کی یوں گواہی دینے کے ساتھ کہ وہ عورت فلانی ہے فلاں بن فلاں کی بیٹی اور یہ یعنی دو شخصوں کی خبر عورت کے اسم اور نسب پر گواہی کیواسطے کافی ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی جامع الفصولین [illegible] مصنف نے رؤیت شخص کی قید اسواسطے لگائی کہ نقاب دار عورت کی صحت پر اسکا چہرہ دیکھنا شرط نہیں بعض مشائخ کے نزدیک چنانچہ [illegible] اور اگر عورت کا جسم نظر آوے اور دو مرد شاہد سے کہیں یہ فلانی عورت ہے تو اسکو گواہی دینا جائز نہیں [illegible] جامع الفصولین [illegible] مذکورہ کا اعتبار [illegible] کو لائق ہے کہ فرع کو اپنی شہادت پر شاہد کریں تا شاہد عورت پر نام اور نسب اور حق کی گواہی [illegible] کذا فی الطحطاوی

فروع مسئلہ مصنف شارح کا فی الجواہر عن محمد لا ینبغی للفقہاء کتب الشہادة لأن عند الأداء یبغضہم المدعی علیہ فیضرہ جواہر میں ہے محمد بن حسن سے کہ اہل فقہ اور اہل علم کو لائق نہیں گواہی لکھنا یعنی وثائق پر اسواسطے کہ ادائے شہادت کے وقت مدعا علیہ بغض پیدا کریگا ان سے تو بغض اسکو ضرر کریگا ہم وجہ ضرر یہ ہے کہ ناحق بغض ہے اور لوگوں سے جو شرعا محبوب ہے یعنی اہل علم کی تہمت [illegible] اور انکی شہادت آخرکار موجب بغض ہوگا تو اہل علم کو گواہی لکھنا خوب ہے اس صورت میں کیونکہ اہل علم میں تحمل یا ادائے شہادت متعین ہو وإن کان بین الخطین بأن أخرج المدعی خط إقرار المدعی علیہ فأنکر کونہ خطہ فاستکتب فکتب وبین الخطین مشابہة ظاہرة علی أنہما خط کاتب

وَاحِدٍ لَا يُحْكَمُ عَلَيْهِ بِالْمَالِ هُوَ الصَّحِيحُ خَانِيَّةٌ وَاِنْ اَفْتٰى قَارِي الْهِدَايَةِ بِخِلَافِهِ فَلَا يُعَوَّلُ عَلَيْهِ وَاِنَّمَا يُعَوَّلُ عَلٰى هٰذَا التَّصْحِيحِ لِاَنَّ قَاضِي خَانٍ مِنْ اَجَلِّ مَنْ يَعْتَمِدُ عَلٰى تَصْحِيحَاتِهِ كَذَا ذَكَرَهُ الْمُصَنِّفُ هُنَا وَفِي كِتَابِ الْاِقْرَارِ وَاعْتَمَدَهُ فِي الْاَشْبَاهِ اور اگر دونون خطون مین تشابہ ہو اسطرح کہ مدعی اقرارنامہ نکالے مدعی علیہ کے خط سے سو مدعی علیہ نے اپنے خط ہونیکا انکار کیا سو مدعی علیہ سے آزمایش کیواسطے کچھ لکھوایا گیا سو اُسنے لکھا اور حالانکہ دونون خطون مین ایسی مشابہت ظاہر ہو کہ دونون خط ایک ہی کاتب کے ہین تو مدعی علیہ پر ثبوت مال کا حکم نہوگا یہی قول صحیح ہی کذا فی الخانیہ اگرچہ قاری ہدایہ نے اسکے مخالف فتوی دیا ہی یعنی ثبوت مال کا تو اسپر اعتماد نہ کیا جاویگا اعتماد تو فقط اُس خانیہ کی تصحیح پر ہوگا اسواسطے کہ جن لوگون کے تصحیحات پر اعتماد ہوتا ہی انمین سے قاضی خان زیادہ تر جلیل القدر ہی ایسا ہی کچھ مصنف نے اپنی شرح مین یہان اور کتاب الاقرار مین ذکر کیا ہی اور اسی قول پر اشباہ مین اعتماد کیا ہی م مشابہت خطین سے عدم حکم ثبوت مال کی وجہ یہ ہی کہ تشابہ خط اس سے زیادہ تر نہین کہ مدعی علیہ اقرار کرے کہ یہ میرا خط ہی اور مین نے اسکو لکھا ہی لیکن مجھ پر مال نہین ہی تو اس اقرار سے مال واجب نہین ہوتا تو اسیطرح تشابہ خطین سے بھی واجب نہوگا کذا فی المنح لٰكِنْ فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ لَوْ قَالَ هٰذَا خَطِّي لٰكِنْ لَيْسَ عَلَيَّ هٰذَا الْمَالُ اِنْ كَانَ الْخَطُّ عَلٰى وَجْهِ الرِّسَالَةِ مُصَدَّرًا مُعَنْوَنًا لَا يُصَدَّقُ وَيَلْزَمُهُ الْمَالُ وَنَحْوُهُ فِي الْمُلْتَقَطِ وَفَتَاوٰى قَارِي الْهِدَايَةِ فَرَاجِعْهُمَا لیکن شرح وہبانیہ مین ہی اگر مدعی علیہ کہے کہ یہ میرا خط ہی لیکن مجھ پر یہ مال نہین ہی اگر خط بطریق پیام کے مصدر اور معنون ہو تو انکار مدعی علیہ کی تصدیق نہوگی اور مال اسپر لازم کیا جاویگا اور مانند اسکے ملتقط اور قاری ہدایہ کے فتاوی مین ہی تو اُسکی طرف مراجعت کر م یہ قول ہی قاضی نسفی کا کہ اگر غائب کو بطریق رسالت یون لکھے اما بعد فلک علی کذا تو یہ مال کا اقرار ہی اسواسطے کہ مکتوب غائب سے ایسا ہی جیسے خطاب حاضر سے تو کاتب متکلم قرار دیا جاویگا انتہی لیکن جمہور علما اسکے خلاف ہین اسواسطے کہ لکھنا کبھی تجربہ کیواسطے بھی ہوتا ہی کذا فی البحر ملخصا وَلَا يَشْهَدُ عَلٰى شَهَادَةِ غَيْرِهِ مَا لَمْ يُشْهِدْهُ عَلَيْهِ وَقَيَّدَهُ فِي النِّهَايَةِ بِمَا اِذَا سَمِعَهُ فِي غَيْرِ مَجْلِسِ الْقَاضِي فَلَوْ فِيهِ جَازَ وَاِنْ لَمْ يُشْهِدْهُ شُرُنْبُلَالِيَّةٌ عَنِ الْجَوْهَرَةِ اور گواہی دے اپنے غیر شخص کی گواہی پر جبتک کہ شخص غیر اپنی شہادت پر گواہ نہ کرے اور نہایہ مین اس مسئلہ کی یہ قید لگائی ہی کہ جب غیر کی شہادت قاضی کی مجلس کے سوا اور کہین سنے تو گواہی دینا جائز نہین بدون اُسکے گواہ کرنیکے تو اگر مجلس قضا مین اُسکو سنے تو گواہی دینا درست ہی اگرچہ غیر شخص نے اسکو گواہ نہ قرار دیا ہو کذا فی الشرنبلالیہ عن الجوہرہ م وجہ جواز یہ ہی کہ شہادت سبب لزوم ہی اور تکمیل اسکی مفید ہی کہ قاضی نے اُس شہادت پر حکم کر دیا کذا فی الحموی اسواسطے کہ شہادت بدون قضا ملزم نہین وَيُخَالِفُهُ تَصْوِيرُ صَدْرِ الشَّرِيعَةِ وَغَيْرِهِ اور نہایہ کی قید مذکور کے مخالف ہی صدر الشریعہ وغیرہ کی تصویر م صدر الشریعہ نے اس مسئلہ کی صورت یون بیان کی ہی کہ ایک مرد نے قاضی پاس ادائے شہادت کو سنا تو اسکو اُسکی گواہی پر گواہی دینا جائز نہین تھی تو اگر اسکو قبل قضا پر محمول کیجیے تو منافات مرتفع ہو جاے کذا فی الطحطاوی وَقَوْلُهُمْ لَا بُدَّ مِنَ التَّحْمِيلِ وَقَبُولِ التَّحَمُّلِ وَعَدَمِ النَّهْيِ بَعْدَ التَّحْمِيلِ عَلَى الْاَظْهَرِ اور نہایہ کی قید کے مخالف ہی فقہا کا یہ قول کہ ضرور ہی تحمیل سے یعنی گواہ کر دینے سے اور ضرور ہی قبول تحمیل اور عدم نہی سے بعد تحمیل کے بقول اظہر م قولہم عطف ہی تصویر پر اور مواضع ثلثہ مین تحمیل مصدر ہی باب تفعیل کا وجہ مخالفت یہ ہی کہ تحمیل اور قبول تحمیل یہان حاصل نہین اسواسطے کہ شاہد عند القاضی نے اسکو گواہ نہین کیا اور سامع نے اسکو قبول نہین کیا اور جواب یون ممکن ہی کہ شہادت بعد از قضا بمنزلہ قضا کی شہادت کے ہی کذا فی الطحطاوی نَعَمْ الشَّهَادَةُ بِقَضَاءِ الْقَاضِي صَحِيحَةٌ وَاِنْ لَمْ يُشْهِدْهُمَا الْقَاضِي عَلَيْهِ وَقَيَّدَهُ اَبُو يُوسُفَ بِمَجْلِسِ الْقَضَاءِ وَهُوَ الْاَحْوَطُ ذَكَرَهُ فِي الْخُلَاصَةِ ہان حکم قاضی کی گواہی دینا صحیح ہی اگرچہ قاضی نے شاہدین کو اسپر گواہ نہ کیا ہو اور ابو یوسف نے شہادت قضا کو مجلس قضا کے ساتھ مقید کیا ہی یعنی شہادت حکم کی بلا اشہاد اُسوقت صحیح ہی جبکہ شاہدین نے قاضی کا حکم مجلس قضا مین سنا ہو اور اسمین زیادہ تر احتیاط ہی کذا فی الخلاصہ كَفٰى عَدْلٌ وَاحِدٌ فِي اِثْنَا عَشَرَ مَسْئَلَةً عَلٰى مَا فِي الْاَشْبَاهِ مِنْهَا اِخْبَارُ الْقَاضِي بِاِفْلَاسِ الْمَحْبُوسِ بَعْدَ الْمُدَّةِ کفایت کرتی ہی ایک عادل کی خبر بارہ مسئلون مین جنانچہ اشباہ مین ہی ازانجملہ

قاضی کا خبر دینا ہی محبوس کے افلاس میں بعد مدت حبس کے صرف عادل کی خبر اسواسطے لگائی کہ عقود اور عدالت کی خبر اور اسیطرح مسعود میں کی خبر ایسی خبروں میں قبول نہیں مخبر عاقل کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے ایک شخص کو محبوس کیا پھر اس کے حبس کو ایسی مدت گذر گئی جو معتبر ہے اور مدعی علیہ نے اپنے افلاس کا دعوی کیا تو اسکی تصدیق کرے اور جیسا حال ہے تک اسکو قید رکھے پھر جب اسی مدت کے بعد ایک عادل اسکے افلاس کی خبر دے تو اسکی خبر کو قبول کرے اور اسکو چھوڑ دے کذا فی الطحطاوی والمزکیة ای تزکیة السر وَاَمّا تزکیة العلانیة فیشترط لہا ما یشترط للشہادة اجماعا اور عادل واحد کافی ہے تزکیہ میں یعنی تزکیہ سری میں اور تزکیہ علانیہ تو گواہی ہے بالاجماع پس تو تزکیہ علانیہ میں وہ شرط ہے جو شہادت میں شرط ہے سوائے لفظ شہادت اور ظاہر تزکیہ علانیہ میں دو عادل یا ایک عادل اور دو عادل کی [illegible] ہیں تنبیہ قاضی کو چاہیے کہ ایسے شخص کو مزکی مقرر کرے جو لوگوں کے احوال خوب جانتا ہو اور لوگوں سے اختلاط رکھتا ہو اور خود عادل ہو اور جانتا ہو کہ کون جھوٹا ہے اور کون سچا ہے اور کون مفلس ہے تو مال پاکر وہ کا نکالا دے اور اگر شاہد کے پڑوس میں یا اہل بازار میں کوئی شخص لائق اعتماد کے ہو تو اسکے تواتر اخبار معتبر ہوگا یعنی عدالت شہود میں کذا فی الطحطاوی وَتَرجمة الشاهد والخصم اور شاہد اور خصم کے ترجمے میں ایک عادل کافی ہے مترجم سراج میں ہے ترجمان کلام معرب بولتے ہیں جبکہ متکلم اپنے کلام کو ظاہر اور واضح کرے و ترجمہ کلام غیر کو بولتے ہیں جبکہ کسی کے کلام کو دوسری بولی میں تفسیر کرے اور اسم فاعل ترجمان ہے بفتح تا وضم جیم لغت فصیح ہیں اور ضمہ تا بھی جائز ہے اور گاہے جیم اور تا دونوں کو مفتوح بولتے ہیں انتہی اور امام اعظم کے نزدیک شرط ہے کہ شاہد اور خصم کا مترجم اندھا نہو اور اگر قاضی شاہد اور خصم کی زبان جانتا ہو تو مترجم کی کچھ حاجت نہیں اور مترجم کو مقرر کرنا جاہلیت اور اسلام دونوں میں واقع ہوا ہے چنانچہ زید بن ثابت بحکم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم لغت عبرانی سیکھکر عربی میں ترجمہ کیا کرتے تھے کذا فی الطحطاوی والرسالة من القاضی الی المزکی والاثنان احوط اور کافی ہے عادل واحد پیام رسانی میں قاضی سے مزکی کیطرف اور دو شخصوں کے ہونے میں زیادہ احتیاط ہے اور اسیطرح مزکی کی پیام رسانی میں قاضی کیطرف عادل واحد کافی ہے وجاز تزکیة عبدٍ وصبیٍ لوالدہ اور جائز ہے تزکیہ غلام کا اپنے مولی کے واسطے اور بچے کا تزکیہ اپنے والد کے واسطے وکذا بالعکس کذا فی الطحطاوی وقد نظم ابن وهبان منها احد عشر فقال اور البتہ ابن وہبان نے وہبانیہ میں بارہ مسائل مذکورہ سے گیارہ مسئلے نظم میں بیان کیے ہیں سو یوں کہا ہے وَيُقْبَلُ عَدْلٌ وَاحِدٌ فِي تَقَوُّمٍ * وجرحٍ وتعديلٍ وارشٍ يقدّر * اور قبول ہے عادل واحد کا کلام قیمت ٹھہرانے میں اور جرح اور تعدیل شاہد میں اور دیت مقدر میں یعنی جسکا مرتبہ کی قید ٹھہرانے میں اور تلف کی ہوئی شے کی قیمت میں اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کی کوئی چیز تلف کر ڈالی سو مدعی نے دعوی کیا کہ اسکی قیمت اتنی تھی اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ اتنی قیمت اسکی نہ تھی تو اسکے اثبات قیمت میں عادل واحد کا قول کافی ہے لیکن نصاب سرقہ اس کلام سے مستثنے ہے کہ اسمیں دو شخصوں کی تقویم ضرور ہے چنانچہ عنایہ میں ہے اور ہونے زخموں کی دیت ٹھہرانے میں مثلاً ایک عادل کافی ہے وترجمةٍ والسّلم هل هو جيّدٌ * وافلاسه الارسال والعيب يظهر * اور مقبول ہے عادل واحد کا کلام ترجمہ میں اور مسلم فیہ میں کہ وہ عمدہ ہے یا ناقص اور افلاس محبوس میں اور قاضی کی پیام رسانی میں اور عادل عیب کو ظاہر کرتا ہے جسم مسلم کے مسلم فیہ میں یعنی جب مسلم فیہ حاضر ہو اور رب السلم اور مسلم الیہ میں اختلاف ہوا کہ عمدہ یا ناقص ہے تو اسمیں عادل واحد کا قول اسمیں کافی ہے اسیطرح بائع اور مشتری میں اختلاف ہو عیب مبیع کے اثبات میں تو عادل واحد کا قول اسمیں کافی ہے کذا فی الطحطاوی * وصوم علی ما مرّ وعند تعلّقٍ * وموتٍ اذا الشاهدين يخبّر * اور صوم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یا حالت ہونے کے وقت اور موت میں جبکہ دو شاہدوں کو ایک عادل موت کی خبر دے جیسا مذکور ہو چکا کہ ہلال رمضان میں عادل واحد کی خبر کافی ہے اگرچہ آسمان پر علت ہو مانند ابر اور غبار کے یہ روایت ہے حسن کی اور ظاہر الروایہ یہ ہے کہ دو شہادت مذکورہ عادل واحد کافی ہے اور اگر عادل موت ان دونوں کی خبر دے تو شاہدوں کو اسکی موت کی گواہی دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی والتزکیة للذمّی بالامانة فی دینه ولسانه ویده وانه صاحب یقظة فان لم یعرفه المسلمون سألوا عنه عدول المشرکین احتیاطا اور تزکیہ ذمی کا یوں ہے کہ امانت دار ہے

اُسکے دین اور زبان اور ہاتھوں میں اور یہ کہ وہ ہوشیار ہو بیہوش نہیں ہو پھر اگر ذمی کو مسلمان نہ پہچانتے ہوں تو اسکا حال عدول مسلمین سے دریافت کرین کذا فی الفتح ہم دین ذمی کی امانت داری یہ کہ اپنے معتقدات شریعت پر محافظ ہو اور زبان کی امانت داری یہ کہ جھوٹ نہ بولتا ہو اور ہاتھ کی امانتداری شاید یہ کہ سارق نہو اور بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ اگر نہ جانتے ہوں تو قاضی عدول کفار سے اسکا حال دریافت کرے چنانچہ بعید اور اختیار میں ہے کذا فی الطحطاوی وفی الملتقط عدل نصرانی ثم اسلم بطلت شہادتہ ولو عکس الذمی لا تقبل اور ملتقط میں ہے کہ ایک نصرانی کی عدالت بیان کی گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول ہے یعنی وہ گواہی جو قبل اسلام دیچکا ہے اور اگر ذمی نصرانی مست ہو تو گواہی اسکی مقبول نہیں ہے طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ فسق اور مستی انکے دین میں حرام ہے تو وہ فاسق ٹھہرا انکے دین میں ولا یشہد من رای خطہ ولم یذکرہا ای الحادثۃ اور وہ شخص گواہی نہ دے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور یاد نہ اسکو یاد نہیں کذا القاضی والراوی لمشابہۃ الخط للخط اسی طرح قاضی اور راوی حکم نہ دے اور روایت نہ کرے اپنا خط دیکھ کر بدون یادداشت کے بسبب مشابہ ہونے ایک خط کے دوسرے خط سے ہم خلاصہ میں ہے کہ ابو حنیفہ نے جمیع امور میں تنگ روی اختیار کی لہذا ان سے روایت احادیث میں قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بہت مردوں سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماعت کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال و صفت مال یاد رکھنا ضرور ہے تو اگر انمیں سے کوئی چیز یاد نہو اور اسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری مہر ہے تو اسکو گواہی دینا لائق نہیں اور اگر باوجود اسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی المنح اور فقط تذکر تحلیل شہادت کافی نہیں وجوزاہ ای اداءہ وبہ ناخذ کما فی الملتقی اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر کاغذ تو مرا اسکے قبضے اور حفاظت میں ہو اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر عن المبتغی ہم خلاصہ میں ہے شرط یہ ہے کہ صک محفوظ ہو دست بدست نہ گیا ہو اور مدعی کے ہاتھ میں نہو جب سے کہ اسنے اپنا نام اور اپنی مہر لگائی سو اگر ایسا نہو تو اسکو گواہی دینا جائز نہیں انتہی بحر الرائق میں ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک قاضی اور راوی کیواسطے جائز کہا ہے نہ شاہد کیواسطے اور محمد نے کل میں جائز کہا ہے اعتماد کرنا کتاب پر جبکہ اسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگوں پر آسان کرنے کیواسطے انتہی اور ظاہر کلام شارح مانند کلام مسکین کے ہے کہ صاحبین اسمین متفق ہیں اور جو بحر الرائق میں ہے وہ معلوم ہو چکا اور اسیطرح عینی اور زیلعی میں ہے ابو السعود نے کہا دفع منافی یوں ممکن ہے کہ ابو یوسف سے دو روایتیں ہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا یشہد احد بما لم یعاینہ بالاجماع الا فی عشرۃ علی مافی شرح الوہبانیۃ اور گواہی نہ دے کوئی اس چیز کی جسکو اسنے معاینہ نہیں کیا بالاجماع مگر دس مسئلوں میں بلا معاینہ گواہی درست ہے چنانچہ وہبانیہ کی شرح میں ہے اور عدم معاینہ سے مراد عدم یقین ہے یعنی جس چیز کا یقین حاصل نہیں آنکھ کے معاینہ یا سماع سے اسکی گواہی نہ دے اور سماع کی مثال عقود میں کذا فی الطحطاوی منہا العتق والولاء عند الثانی والمہر علی الاصح بزازیہ منجملہ مسائل عشرہ ایک عتق ہے ۲ ولاء ابو یوسف کے نزدیک سوم مہر بقول اصح کذا فی البزازیہ شمس الائمہ سرخسی نے کہا کہ شہادت سماعت سے عتق میں بالاجماع مقبول ہے اور سرخسی کے استاد حلوانی نے ذکر کیا کہ اسمین خلاف ثابت ہے سو ابو یوسف سے جو منقول ہے تو معتمد عدم قبول ہے عتق میں جیسے ولاء میں عدم قبول معتمد ہے اور علامہ عبد البر کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ شہادت عتق میں یعنی بسماعت ہمارے نزدیک بلا خلاف ہے خلافا للشافعی پھر اسنے حلوانی کا قول عدم مذکور کیا اور ولاء میں محمد کا کلام مضطرب ہے اور ظاہر الامر کا قول معتمد ہے کیونکہ ابو یوسف کے قول کی تصحیح ثابت نہیں اور مہر میں محمد سے دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ مہر تابع ہے نکاح کا یعنی قبول شہادت بالسماع میں چنانچہ علامہ عبد البر نے اسکو مذکور کیا ہے اور اسی کے مانند بحر الرائق میں ظہیریہ اور منتقی سے اور شرح وہبانیہ میں ہے خلاصہ سے کذا فی الطحطاوی والنسب چہارم نسب یعنی جب ایک جماعت سے سنا امام کے نزدیک یا دو عادلوں سے سنا صاحبین کے نزدیک کہ یہ شخص فلان بن فلان ہے تو اسکو اسکی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اسنے اسکی ولادت اسکے فراش پر نہیں دیکھی یا دو نقوی صاحبین کے قول پر ہے کذا فی الطحطاوی والموت پنجم موت یعنی جب لوگوں سے سنا کہ فلانا شخص مر گیا تو اسکو موت کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اسنے موت کا معاینہ نہ کیا ہو بزازیہ میں ہے کہ ایک مرد نے خبر موت کی اگر تیسرا شخص ہو

تو اسکو نکاح کر لینا درست ہے اگر مخبر عادل ہو انتہی محیط مین ہے کہ اگر انسان کی موت کی خبر آئی سوا اسکے انہون نے وہ سامان کیا جو میت پر ہوتا ہے تو بھی اسکو جائز نہین اسکی موت کی خبر دے جبتک کہ شخص معتمد اسکو یہ خبر نہ دے کہ مین نے اسکی موت کا معاینہ کیا اسواسطے کہ مصائب کا ہے موت پر مقدم ہو جاسکتے ہین جیسے عورت کی رہائی سے یا مال کے بانٹ لینے کے حیلے کیواسطے کذا فی الطحطاوی وَالنِّكَاحِ یعنی نکاح ہم نے اگرچہ علت سے سنے امام کے نزدیک اور دو عادلون سے سنے صاحبین کے نزدیک تو نکاح کی گواہی دینا جائز ہے عمادیہ مین ہے کہ شہادت بشہرت اور تسامع نکاح مین جائز ہے تو اگر ایک مرد کو ایک عورت پاس آنے جانے دیکھے اور لوگون سے سنے کہ فلانی عورت فلانے مرد کی جورو ہے تو اسکو اسکی زوجیت کی گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اسنے عقد نکاح کا معاینہ نہین کیا اور درر مین ہے کہ اگر ایک شخص نے مرد اور عورت مین اختلاط اور انبساط دیکھا جیسے جورو خاوند مین ہوتا ہے تو گواہی دے کہ وہ اسکی جورو ہے کذا فی الطحطاوی وَالدُّخُولِ بِزَوْجَتِهِ دخول بزوجہ یعنی یہ بھی بالسماع ہے اور قبول شہادت پر احکام مترتب ہین چنانچہ عدت اور مہر اور نسب وَوِلَايَةِ الْقَاضِي ولایت قاضی ہم یعنی جب سنا کہ فلانا شخص قاضی ہے فلانے شہر کا تو اسکو اسکی قضا کی گواہی دینا درست ہے اگرچہ اسنے تقلید سلطان کا معاینہ نہین کیا بحر الرائق مین معراج سے ہے کہ امیر قاضی کے مانند ہے تو امارت کی شہادت کو بھی زیادہ کرنا چاہیے وَاَصْلِ الْوَقْفِ واصل وقف ہم یون گواہی دی کہ یہ وقف ہے فلانی موضع یا فلانی جماعت پر اور کیا ذکر مصرف کا شرط ہے یا نہین کافی مین ہے شیبانی سے مروی ہے کہ ہان شرط ہے اور خزانہ مین ہے کہ شرط نہین بقول مختار اگر وقف قائم ہے تو فقیرون کی طرف مصرف ہوگا قِيلَ وَشَرَائِطُهُ عَلَى الْمُخْتَارِ كَمَا مَرَّ فِي بَابِهِ اور قول ضعیف مین شرائط وقف کی بھی گواہی اسماع درست ہے بقول مختار چنانچہ مذکور ہو چکا وقف کے باب مین ہم طحطاوی نے کہا اسکو بصیغہ تمریض ذکر کرنا بے وجہ ہے کیونکہ دونون قول کی تصحیح ثابت ہے بحر الرائق مین منقول عمادیہ سے ہے کہ قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر گواہی دینا شہرت سے مقبول نہین انتہی مجتبی مین ہے قول مختار یہ ہے کہ شرائط وقف پر شہادت بشہرت مقبول ہے انتہی اور اسپر اعتماد کیا ہے معراج اور فتح القدیر مین وَاَصْلُهُ هُوَ كُلُّ مَا تَعَلَّقَ بِهِ صِحَّتُهُ وَتَوَقَّفَ عَلَيْهِ وَاِلَّا فَمِنْ شَرَائِطِهِ اور اصل وقف ہر ایک وہ چیز ہے جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور جسپر صحت موقوف ہو اور اگر ایسا نہین تو وہ شرائط وقف سے ہے ہم تعلق صحت وقف شرط صحت وقف سے ہے چنانچہ وقف کا منجز ہونا معلق و مسلم ہونا اور انجام کار کو اس جہت کیواسطے مقرر کر دینا جو منقطع نہو وغیر ذلک اور جسپر صحت موقوف نہین جیسے جہات صرف کا ذکر کرنا چنانچہ امام اور موذن کا فَلَهُ الشَّهَادَةُ بِذٰلِكَ اِذَا اَخْبَرَهُ بِهَا اَيْ بِالْاَشْيَاءِ مَنْ يَثِقُ الشَّاهِدُ بِهِ مِنْ خَبَرِ جَمَاعَةٍ لَا يُتَصَوَّرُ تَوَاطُؤُهُمْ عَلَى الْكَذِبِ بِلَا شَرْطِ عَدَالَةٍ اَوْ شَهَادَةِ عَدْلَيْنِ اِلَّا فِي الْمَوْتِ فَيَكْفِي الْعَدْلُ وَلَوْ اُنْثٰى وَهُوَ الْمُخْتَارُ مُلْتَقٰى فتح تو شاہد کو بسبب تسامع کے گواہی دینا جائز ہے جبکہ ان اشیاء مذکورہ کی وہ شخص خبر دے جسپر شاہد اعتماد رکھتا ہے اس جماعت کی خبر دینے سے جنکا متفق ہونا کذب پر متصور نہین بلا شرط عدالت یعنی بدون عادل کی شہادت سے سواے موت کے کہ اسمین ایک عادل کی خبر کافی ہے اگرچہ مخبر عورت ہو یہی قول مختار ہے کذا فی الملتقی والفتح ہم فتاوی عمادیہ مین مذکور ہے کہ شہرت کی دو صورتین ہین ایک شہرت حقیقی چنانچہ تواتر دوسری شہرت حکمی اسطرح کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتین بلفظ شہادت خبر دین تو عین ایک عادل کی خبر کافی ہے بلا لفظ شہادت انتہی مواضع مذکورہ مین باوجود عدم معاینہ بمجرد خبر اہل اعتماد شہادت بطریق استحسان کے جائز ہے دفع حرج کیواسطے اور اگر تعطیل احکام لازم آتی ہے اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مین ہر شخص حاضر نہین ہوتا سواے خواص کے کیونکہ نکاح مین ہر شخص موجود نہین ہوتا اور دخول زوجہ مین کوئی واقف نہین ہوتا اور اسیطرح موت کو ہر شخص معاینہ نہین کرتا اور نسب کا سبب ولادت ہے سو وہان کوئی موجود نہین ہوتا سواے دائی جنائی کے اور سبب قضا تقلید سلطان ہے سو اسکو کوئی معاینہ نہین کرتا سواے وزیر یا مخبر خاص کے اور اسیطرح وقف سے وہ احکام متعلق ہوتے ہین جو علی مر الدہور باقی رہتے ہین تو اگر ان امور مین تسامع مقبول نہو تو حرج لازم آوے اور احکام بالکل معطل ہو جاوین کذا فی الجوہری اور ایک عادل کی خبر موت کی شہادت مین کافی ہے نہ قضا کیواسطے کیونکہ قاضی بدون دو شخص کی گواہی کے حکم نہ دیگا اور اگر موت کے وقت یا ایک ہی شخص موجود ہو تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ وہ دوسرے کو خبر دے تو نقل

پھر دونوں مل کر قاضی کے روبرو گواہی دیں تو قاضی انکی شہادت پر حکم کرے کذا فی ابو السعود وقیدہ شارح الوہبانیۃ بان لا یکون المخبر منھما الوارث وموصی لہ اور شارح
وہبانیہ نے خبر موت میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ متہم نہو چنانچہ وارث میت کا اور جسکے واسطے میت نے وصیت کی ہو وجہ تہمت یہ ہے کہ وارث شاید اسواسطے مورث
کی موت بیان کرتا ہو کہ اسکا مال بطریق وراثت کے حاصل کرے ولو من فی یدہ شئی سوی رقیق علم رقہ ویعبر عن نفسہ والا فہو کمتاع فلہ
ان تشہد بہ انہ لہ ان وقع فی قلبک ذلک ای انہ ملکہ اور جس شخص کے قبضہ و ثبوت تصرف میں کوئی چیز ہو سواے اس رقیق کے جسکی رقیت معلوم ہو اور وہ
اپنا حال بیان کرسکتا ہو اور اگر رقیق صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہیں کرسکتا تو وہ متاع اور اسباب کے مانند ہو تو تجکو اس متاع مقبوض کی یوں گواہی دینا درست ہے
کہ وہ قابض کی مملوک ہے بشرطیکہ تیرے دل میں یہ بات واقع ہو کہ مقبوض قابض کی ملک ہے خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز لونڈی غلام کے سوا النقد ہو یا اسباب زمین کسی شخص کے
قبضہ و تصرف میں ہو اور شاہد کا دل گواہی دے کہ یہ چیز قابض کی مملوک ہے تو اسکی ملکیت کی گواہی دینا درست ہے اسواسطے کہ قبضہ و تصرف ملک کی بڑے سبب کی دلیل
ہے کیونکہ تمام اسباب میں مرجع دلالت قبضہ ہے تو اسی پر اکتفا ہوگی اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک چیز ایک آدمی کے قبضہ و تصرف میں دیکھے پھر وہی چیز دوسرے شخص کے
ہاتھ میں دیکھے اور پہلا آدمی اسکی ملک کا مدعی ہو تو دیکھنے والے کو یہ گواہی دینا جائز ہے کہ وہ چیز مدعی کی مملوک ہے اور اگر مقبوض رقیق کبیر ہو کہ اپنی رقیت یا حریت کو بیان
کرسکتا ہے تو مجرد معاینہ قبض اسکی مملوکیت کی گواہی جائز نہیں اور اگر رقیق ایسا صغیر ہو کہ اپنا حال بیان نہیں کرسکتا تو اب وہ متاع کے مانند ہے تو اسکی مملوکیت کی گواہی
معاینہ قبض سے درست ہے طحطاوی نے کہا جو شارح نے جملہ زیادہ کیا کہ علم رقہ سو بلا وجہ ہے اور شارح کو دھوکا پڑا شرنبلالیہ کی عبارت سے مضمون عبارت مذکورہ
کا یہ ہے رقیق صغیر کے سوا یعنی جبتک نہ جانے کہ وہ رقیق ہے تو معاینہ قبض سے اسکی رقیت کی گواہی نہ دے اور غیر صغیر میں اسکی رقیت کی گواہی دے انتہی یعنی معاینہ
قبض سے مراد اسکی یہ ہے کہ جو غلام اپنے حال کو بیان کرسکتا ہو تو اسکی مملوکیت کی گواہی نہ دے معاینہ قبض سے مگر جبکہ اسکی رقیت معلوم ہو اور یہ مطلب شارح کے کلام سے نہیں
نکلتا تو اگر شارح یوں کہتا سوی رقیق یعبر عن نفسہ ولم یعلم رقہ والا فہو متاع تو کلام ٹھیک ہوتا انتہی شرنبلالیہ میں ہے شہادت قلب بالاتفاق شرط ہے اسواسطے کہ حالت شہادت
میں یقین ہونا اصل ہے تو تعذر یقین کے وقت شہادت قلبی کی طرف حاجت ہوگی اسواسطے کہ قبض دلیل ہوتا ہے بسبب حاصل ہونے گمان ملک کے پھر جب اسنے گواہی
نہ دی تو ظن حاصل ہوا تو پھر قبض صحیح ہوا لہذا علما نے کہا ہے کہ جب انسان گرانقیمت موتی خاکروب کے ہاتھ میں دیکھے یا کتاب جاہل کے پاس دیکھے جسکے آبا و اجداد میں کوئی
اہل علم نہیں ہوا تو اسکی ملک کی گواہی قابض کیواسطے جائز نہیں تو معلوم ہوا کہ فقط قبضہ کافی نہیں انتہی اور یہ شرط کہ شاہد کو دو عادل اسکی خبر نہ دیں کہ چیز مقبوض غیر
قابض کی ہے تو اگر خبر دیں یا ملک قابض کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہے اور ایک عادل کی گواہی شہادت قلبی کی طرح نہیں مگر جبکہ تیرے دل میں
یہ جم جاوے کہ یہ شخص سچا اور قیم ہے تو اب تجکو اول قابض کیواسطے ملک کی گواہی دینا حلال نہیں چنانچہ شلبی کے حاشیہ میں ہے خانیہ سے والا اور نہیں
تو نہیں یعنی اگر تیرا دل ملک قابض کی گواہی نہ دے تو تجکو اسکی ملکیت کی گواہی دینا جائز نہیں چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ولو عاین القاضی ذلک
جاز لہ القضاء بہ بزازیہ ای اذا ادعاہ المالک والا لا اور اگر قاضی اسکو یعنی قبضہ و تصرف کو معاینہ کرے تو اسکو حکم دینا قابض کی
ملکیت کا جائز ہے کذا فی البزازیہ یعنی اسوقت حکم جائز ہے کہ جبکہ مالک اسکا دعوی کرے اور اگر دعوی نہ کرے تو جائز نہیں ہم دعوی ملک کی قید میں شارح صاحب بحر
کا تابع ہوا ہے اور صاحب بحر نے اس قید سے دفع منافی کی ہے زیلعی کے کلام میں اور بزازیہ اور خلاصہ کے کلام میں زیلعی نے کہا کہ قاضی کو حکم دینا معاینہ قبض سے جائز نہیں
خلافا للخلاصۃ والبزازیہ تو صاحب بحر نے خلاصہ اور بزازیہ کا کلام حصول دعوی پر محمول کیا اور زیلعی کا کلام عدم حصول دعوی پر شیخ ابو السعود نے کہا کہ ایسی تکلفات
کی کچھ حاجت نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے متقدمین اور متاخرین میں متقدمین کے نزدیک قاضی کو حکم دینا اپنے علم پر جائز ہو اور متاخرین کے نزدیک
جائز نہیں تو خلاصہ اور بزازیہ کا کلام متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے اور زیلعی کا کلام متاخرین کے مذہب پر کذا فی الطحطاوی وان فسر الشاہد للقاضی
ان شہادتہ بالتسامع او بمعاینۃ الید ردت علی الصحیح الا فی الوقف والموت اذا فسرا وقالا اخبرنا بہ من

[illegible]

تیق بہ یقبل علی الاصح خلاصہ و حموی اور اگر شاہد بالتسامع قاضی سے بیان کرے کہ اُسکی گواہی تسامع سے ہے یا معائنہ قبض سے تو گواہی بقول صحیح مردود ہوگی مگر وقف اور موت میں جبکہ دونوں شاہد بیان کریں اور یوں کہیں کہ ہمکو وقف یا موت کی خبر دی ہے اُسنے جسپر ہمکو اعتماد ہے تو بقول اصح گواہی مقبول ہوگی کذا فی الخلاصۃ ھم حموی نے کہا علما نے فرمایا ہے کہ شاہد کو مناسب ہے کہ مطلق گواہی دے اور اُسکی تفسیر نہ کرے یعنی تسامع یا معائنہ قبض کو نہ کہے بل فی الفرمسیلۃ عن الخانیۃ معنی التفسیر ان یقول شہدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قال لم نعاین ذلک ولکنہ اشتہر عندنا جازت فی الکل وصححہ شارح الوہبانیۃ وغیرہ بلکہ درر کے حاشیہ عزمی زادہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ معنی تفسیر شہادت بالتسامع یہ ہے کہ شاہدین کہیں کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ نکاح وغیرہ لوگوں سے سنا اور اگر یوں کہیں کہ ہمنے اسکو معائنہ نہیں کیا ولیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جمیع امور میں شہادت بالتسامع جائز ہے اور شارح وہبانیہ وغیرہ نے اس قول کو صحیح کہا ہے ھم شہرت اور سماع من الناس میں فرق ہے کہ شہرت وہ ہے جو سب لوگوں میں مشہور ہو یا اکثر میں اور سماع من الناس میں یہ بات حاصل نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم

باب القبول وعدمہ

ای من یجب علی القاضی قبول شہادتہ ومن لم یجب لا من یصح قبولہا او لا یصح لصحۃ شہادۃ الفاسق منہ کما حققہ المصنف تبعا لیعقوب باشا وغیرہ یہ باب ہے قبول شہادت اور عدم قبول میں یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کسکی واجب نہیں نہ یہ کہ کسکی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کسکی نہیں بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلا اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں باتباع یعقوب باشا وغیرہ کے ذکر کیا ہے تقبل من اہل الاہواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبیہ وتعطیل وکل منہم اثنا عشرۃ فرقۃ فصاروا اثنین وسبعین مقبول ہے گواہی اہل ہوی کی یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہیں جیسے جبر اور قدر اور رفض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھ مذہبوں سے بارہ فرقے ہیں تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہوگئے ھم ہوی عبارت ہے خواہش مذموم سے اور اہل ہوی اہل قبلہ سے ہیں بلکہ جو خلاف سنت کے ہے بتاویل فاسد وہ اہل ہوی ہے تم مغرب میں ہے کہ اہل اہوا وہ لوگ ہیں جو طریقہ اہل سنت اور جماعت سے پھر گئے اور اہل قبلہ ہوں یعنی اپ کو مسلمان کہتے ہوں انکی گواہی اسواسطے مقبول ہوتی ہے کہ انکا فسق اعتقادی ہے اور بدعت میں اُسکو نہیں ڈالا مگر اُسکے دین نے یعنی اپنے نزدیک حق جانکر اُسنے بدعت نکالی بخلاف فسق من حیث التعاطی کے انتہی یعنی فاسق اعتقادی متہم بکذب نہیں بخلاف فاسق فعلی کے کہ وہ متہم بکذب ہے لہذا اُسکی گواہی مقبول نہیں جبر وہ فرقہ ہے جو قدرت عبد کی نفی کرے اور قدریہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالی کی قضا اور قدر کی نفی کرے اور کہے کہ عبد اپنے افعال کا خالق ہے اور رافضی فرقہ مشہور ہے اور خارجی وہ لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ اور زبیر اور معاویہ کو کافر کہیں معاذ اللہ اور اہل تشبیہ وہ ہیں جو خالق میں مخلوق کے صفات ثابت کریں اور قہستانی میں عوض انکے مرجیہ کا ذکر ہے جو وہ فرقہ ہے جو کہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضر نہیں کہ بلا اور اہل تعطیل و معطلہ وہ فرقہ ہے جو حق تعالی کی ذات پاک کو صفات سے خالی اعتقاد کرے قہستانی نے کہا کہ اہل ہوی میں سے جنکی تکفیر ثابت ہو جیسے مجسمہ اور خوارج اور غلاۃ روافض اور جو خلق قرآن کے قائل ہیں انکی شہادت مسلمین پر مقبول نہیں انتہی تو شارح نے ان فرقوں کو اہل ہوی کے بیان میں شمار کیا ہے نہ یہ کہ ان سب فرقوں کی گواہی مقبول ہے چنانچہ کلام بحر الرائق اسپر دلالت کرتا ہے کہ اصول ہوی چھ ہیں پھر شارح کے مانند فرق ستہ کو ذکر کیا کذا فی الطحطاوی سوی الخطابیۃ صنف من الروافض یرون الشہادۃ لشیعتہم ولکل من حلف انہ محق فردہم لا لبدعتہم بل لتہمۃ الکذب ولم یبق لہم ذکر مگر اہل ہوی کی گواہی مقبول ہے سوا خطابیہ کی وہ ایک قسم ہیں رافضیوں سے جائز جانتے ہیں گواہی اپنے شیعوں کے واسطے اور اس شخص کے واسطے جو قسم کھالے کہ میں حق پر ہوں تو انکی شہادت کا مردود ہونا انکی بدعت کے سبب سے نہیں بلکہ کذب کی تہمت کے سبب سے ہے اور انکے مذہب کا کوئی باقی نہیں کذا فی البحر یعنی اُس مذہب کا اب کوئی باقی نہیں رہا ھم خطابیہ منسوب ہیں ابو الخطاب کیطرف جو فی علاج باجدع محمد بن ابی زینب اسدی اجدع کیطرف ابو الخطاب نے کوفہ میں خروج کیا اور عیسی بن موسی بن علی بن عبد اللہ بن عباس سے لڑا اور امام جعفر صادق کی اطاعت کی

باب القبول وعدمہ

اور یہ دعوی کیا کہ علی مرتضی خداے اکبر ہیں اور جعفر صادق خداے اصغر سو کوفہ میں سولی دیا گیا خطابیہ کی رد شہادت فقط بدعت سے اسواسطے نہیں کہ بعض بدعت اُنکی تکفیر کو نہیں پہنچتی بلکہ اسی سبب کے مانند اعتقاد نہ رکھتے ہوں کذا فی الطحطاوی وَمِنَ الذِّمِّیِّ لَو عَدلًا فِی دِینِہٖ جَوہَرَۃٌ عَلٰی مِثلِہٖ اِلَّا فِی خَمسِ مَسَائِلَ عَلٰی مَا فِی الاَشبَاہِ اور ذمی کی گواہی اُسکے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے اگر ذمی عادل ہو اپنے دین میں کذا فی الجوہرہ مگر پانچ صورتوں میں ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں چنانچہ اشباہ میں ہے منجملہ مسائل خمسہ ایک یہ ہے کہ دو نصرانی ایک نصرانی کے مسلمان ہوجانے کی گواہی دیں اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور نصرانیہ کے اسلام پر گواہی مقبول ہوگی اور اسکے اسلام لانے پر زبردستی کیجائیگی دوم جبکہ دو ذمی نصرانی میت پر گواہی دیں اور وہ مسلم کا مدیون ہو اور ترکہ ادا میں کفایت نہ کرتا ہو سوم جبکہ ذمی کی خرید پر مسلم سے گواہی دیں اور مسلم منکر بیع ہو چہارم جبکہ چار شخص گواہی دیں نصرانی پر کہ اُسنے عورت مسلمان سے زنا کیا مگر عورت منکرہ مسلمہ ۵ مسلمان نے ایک غلام کا دعوی کیا جو کافر کے پاس ہے اور دو کافروں نے گواہی دی کہ وہ اسکا غلام ہے اور فلانے مسلم قاضی نے اُسکا حکم دیا ہے وَتَبطُلُ بِاِسلَامِہٖ قَبلَ القَضَاءِ وَکَذَا بَعدَہٗ لَو بِعُقُوبَۃٍ کَقَوَدٍ بحر اور باطل ہوجاتی ہے ذمی کی گواہی اُسکے مسلمان ہوجانے سے قبل قضا کے اور اسیطرح بعد قضا بھی باطل ہوجاتی ہے اگر عقوبت کی گواہی ہو جیسے قصاص کذا فی البحر ہم اگر ذمی مشہود علیہ مسلمان ہوجاے تو گواہی باطل ہوجاویگی کیونکہ اگر اسکی گواہی پر حکم دے تو لازم آتا ہے مسلمان پر حکم کرنا کافر کی گواہی سے اور یہ جائز نہیں وَاِن اختَلَفَا مِلَّۃً کَالیَہُودِ وَالنَّصَارٰی ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو چنانچہ یہود اور نصاری ہیں اسواسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے وَالذِّمِّیِّ عَلَی المُستَامَنِ لَا عَکسُہٗ اور مقبول ہے ذمی کی گواہی مستامن پر نہ بالعکس یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے اسواسطے دار الاسلام میں رہتا ہے وَکَالمُرتَدِّ عَلٰی مِثلِہٖ فِی الاَصَحِّ اور نہ مرتد کی گواہی مقبول ہے ویسے دوسرے مرتد پر بقول اصح وَتُقبَلُ مِنہُ عَلٰی مُستَامَنٍ مِثلِہٖ مَعَ اتِّحَادِ الدَّارِ لَا اِن اختَلَفَت دَارُہُمَا لِقَطعِ الوِلَایَۃِ کَمَا تَمنَعُ التَّوَارُثَ اور مقبول ہے مستامن کی گواہی ویسے دوسرے مستامن پر ایک ملک میں رہنے کے ساتھ یعنی جبکہ دونوں ایک ہی ملک کے رہنے والے ہوں اسواسطے کہ دونوں کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے جیسے توارث کا مانع ہے مثلاً ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونوں دار الاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں اور اسیطرح ایک دوسرے کا وارث بھی نہوگا اور ملک مختلف ہونا ہے باعتبار اختلاف سلطنت و حکومت کذا فی البحر وَتُقبَلُ مِن عَدُوٍّ بِسَبَبِ الدِّینِ لِاَنَّہَا مِنَ التَّدَیُّنِ بِخِلَافِ الدُّنیَوِیَّۃِ فَاِنَّہٗ لَا یَاْمَنُ مِنَ التَّقَوُّلِ عَلَیہِ کَمَا سَیَجِیءُ اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اسواسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اسمیں اطمینان نہیں جھوٹ کہنے سے چنانچہ آگے آویگا اسکا بیان ہے یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب کمال دینداری اور عدالت کے اسواسطے کہ عداوت گاہے واجب ہوتی ہے اسطرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اُسکے منع کرنے سے وہ باز نہ رہے و لہذا شہادت مسلم کی کافر پر مقبول ہے باوجودیکہ دونوں میں عداوت دینی ہے کذا فی الحموی وَاَمَّا الصَّدِیقُ لِصَدِیقِہٖ فَتُقبَلُ اِلَّا اِذَا کَانَتِ الصَّدَاقَۃُ مُتَنَاہِیَۃً بِحَیثُ یَتَصَرَّفُ کُلٌّ فِی مَالِ الاٰخَرِ فَتَاوَی المُصَنِّفِ مَعزِیًّا لِمُعِینِ الحُکَّامِ اور دوست کی گواہی دوست کیواسطے مقبول ہے مگر جبکہ دوستی نہایت مرتبہ ہو اسطرح پر کہ تصرف کرتا ہو ہر دوست دوسرے دوست کے مال میں تو گواہی مقبول نہیں چنانچہ مصنف کے فتاوی میں ہے معین الحکام کی طرف منسوب وَمِن مُرتَکِبِ صَغِیرَۃٍ بِلَا اِصرَارٍ اِن اجتَنَبَ الکَبَائِرَ کُلَّہَا وَغَلَبَ صَوَابُہٗ عَلٰی صَغَائِرِہٖ دُرَرٌ وَغَیرُہَا قَالَ وَہُوَ مَعنَی العَدَالَۃِ اور مقبول ہے گواہی اُسکی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار بشرطیکہ جمیع کبائر سے پرہیز کرتا ہو یا صواب اُسکا غالب ہو اُسکے صغائر پر یعنی خطا پر کذا فی الدرر و غیرہا صاحب درر نے کہا اور یہی مذکور معنی عدالت ہے پس اگر گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا اُسکے کرنے سے خوش ہو یا اسکو ہلکا جانے یا عالم ہو اور لوگ اُسکی پیروی کرتے ہوں تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہو گیا فتح القدیر میں کہا بہتر قول وہ ہے جو ابو یوسف سے تفسیر عادل میں یوں منقول ہے کہ کبیرہ گناہ نہ کرے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور پردہ پوشی اکثر ہو پردہ دری سے اور صواب اُسکا اکثر ہو خطا سے اور مروت اُسکی ظاہر ہو اور مستعمل صدق و مجتنب کذب ہو باعتبار دیانت اور مروت کے قہستانی نے کہا کہ جو مجتنب ہو کبائر سے اور سو نیکیاں کرین اور ننانوے صغیرہ تو وہ عادل ہے اور اگر ایک نیکی کرے اور دو گناہ صغیرہ تو وہ عادل نہیں کذا فی الطحطاوی وَفِی الخُلَاصَۃِ کُلُّ فِعلٍ یَرفُضُ المُرُوَّۃَ وَالکَرَمَ

دائرہ ابن کمال اور خلاصہ میں ہے کہ جو فعل کہ مروت اور کرم کو چھوڑا دے وہ کبیرہ گناہ ہے اور ثابت رکھا ہے اس قول کو ابن کمال نے ھ فتح القدیر میں اسپر اعتراض کیا
ہے کہ یہ قول منضبط اور صحیح نہیں لہذا محشی نے کہا کہ ترک مروت وکرم کبیرہ نہیں ہو سکتا مگر من حیث منع شہادت کذا فی الطحطاوی قال وفی اجتناب
کبیرۃ سقطت عدالتہ ابن کمال نے کہا اور جبکہ مسلم مرتکب کبیرہ کا ہو تو اسکی عدالت ساقط ہو گئی ھ حموی نے کہا مگر زوال عدالت کا اسوقت
حکم ہوگا جبکہ کبیرہ مرتبہ ظہور میں ہو چکے ولہذا اشتراط [illegible] ادمان شرط ہے اور قہستانی میں خلاصہ سے ہے کہ مختار یہ ہے کہ کبائر کے اصرار سے مجتنب ہو تو اگر ایکبار مرتکب
کبیرہ ہو تو اسکی شہادت مقبول ہے ومن اقلف لو من عذر والا لا ناقذ مجاہد غیر ختنوں کی گواہی مقبول ہے اگر ترک ختنہ عذر سے ہو اور اگر بلا عذر ہو تو
گواہی مقبول نہیں اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں کذا فی البحر ھ عذر یہ کہ ختنہ ترک کرے اپنی جان کے تلف ہو جانے سے اور جیسے اسکی شہادت مقبول
ہے ویسے ہی اسکی امامت بھی صحیح ہے اور ختنہ کے وقت میں اختلاف ہے خلاصہ میں کہا مختار یہ ہے کہ ابتداء وقت ختنہ سات برس ہیں اور آخر وقت بارہ برس ہیں
کذا فی المنح ولا مستہزئ بشیء من الشرائع کذا ابن کمال اور خوش طبعی اور ہنسی کرنا ساتھ کسی چیز کے احکام شرعی سے کفر ہے ذکرہ ابن کمال وخصی واقطع
اور گواہی مقبول ہے خوجہ اور دست بریدہ کی ھ اسواسطے کہ خوجے کا عضو ظلم سے کاٹا گیا جیسے کسیکا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے اور جسکا ہاتھ چوری میں کاٹا گیا ہے
گواہی اسوقت مقبول ہے جبکہ وہ عدل ہو کذا فی الطحطاوی وولد الزنا لو عدلا خلافا لمالک اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی
دے بخلاف امام مالک کے نزدیک ھ اسواسطے کہ فسق والدین فسق ولد کا موجب نہیں جیسے کفر والدین کذا فی المنح وخنثی کانثی لو مشکلا والا فلا اشکال
اور خنثی عورت کے مانند ہے اگر خنثی مشکل ہو اور اگر خنثی مشکل نہو تو کچھ اشکال نہیں ھ شرنبلالیہ میں ہے کہ خنثی مشکل جمیع احکام میں عورت کے مانند ہے انتہی تو اسکی گواہی
دوسری عورت کے ساتھ برابر ایک مرد کے ہوگی اور اگر خنثی مشکل نہو یعنی اگر علامت مردی غالب ہے تو اسکا مرد کا حکم ہے اور یہی عورت کا وعتیق لمعتقہ وعکسہ
لا التہمۃ لما فی الخزانۃ منہ شہدا بعد عتقہما ان الثمن کذا عند اختلاف بائع ومشتریہما لا تقبل بجر النفع باثبات العتق اور غلام آزاد
کی گواہی آزاد کرنے والے کیواسطے اور آزاد کرنے والے کی گواہی غلام آزاد کیواسطے مقبول ہے مگر بسبب تہمت کے مقبول نہیں اسواسطے کہ خلاصہ میں ہے کہ بائع اور مشتری کے
اختلاف ثمن کے وقت دو غلاموں نے اپنے آزاد ہونے کے بعد یہ گواہی دی کہ ثمن اتنا تھا تو گواہی مقبول نہوگی بسبب کھینچنے منفعت کے اثبات عتق سے ھ جر منفعت کی
وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں کی شہادت نہوتی تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاتے اور بیع فسخ ہو جاتی تو عتق باطل ہوتا عتیق کی گواہی معتق کیواسطے اسواسطے
مقبول ہے کہ شریح نے قنبر کی گواہی علی مرتضیٰ کیواسطے قبول کی تھی اور قنبر انکے غلام آزاد تھے کذا فی الطحطاوی ولاخیہ وعمہ ومن محرم رضاعا او مصاہرۃ
الا اذا اشتدت الخصومۃ وخاصم معہ علی ما فی القنیۃ اور مقبول ہے گواہی بھائی کی اپنے بھائی کیواسطے اور بھتیجے کی اپنے چچا کیواسطے اور محرم
رضاعی یا سسرالی رشتے کے محرم سے گواہی مقبول ہے مگر جبکہ نہایت جھگڑا ہو اور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہیں جیسا قنیہ میں ہے ھ محرم رضاعی جیسے
رضاعی بیٹا اور سسرالی رشتے کے محرم جیسے خوشدامن اور زوجہ کی بیٹی دوسرے زوج سے اور داماد اور سوتیلی ماں اور بہو اشخاص مذکورین کی گواہی اسواسطے درست ہے کہ
املاک ہر ایک کی جدا جدا ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کے مال میں تصرف نہیں کرتا تو تہمت نہیں ہے بخلاف شہادت قرابت ولاد لیکن جبکہ شاہد مدعی کے ہمراہ
خصومت کا ہمسر ہے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ وہ اب مدعی علیہ کا گویا مخاصم ہو گیا وفی الخزانۃ تخاصم الشہود والمدعی علیہ تقبل لو عدولا
اور خزانہ میں ہے کہ تخاصم شہود اور مدعا علیہ میں گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہوں ھ یہ قول قنیہ کے ظاہرا مخالف ہے صاحب بحر نے توفیق بین القولین کے
واسطے اسکو عدم مسموعیت دعوی پر محمول کیا ہے بعد کثرت سماعت [illegible] واللہ تعالی اعلم ومن کافر علی عبد کافر مولاہ مسلم او علی وکیل
حربی کافر موکلہ مسلم لا یجوز عکسہ لقیامہا علی مسلم قصدا وفی الاول ضمنا اور مقبول ہے گواہی کافر کی اس غلام کافر پر جسکا مولی مسلم ہے
یا اس وکیل پر جو کافر ہے جسکا موکل مسلمان ہے نہیں جائز ہے اسکے بالعکس بسبب قائم ہونے شہادت کافر کے مسلم پر قصدا اور اول میں قیام شہادت

خنثی مشکل [illegible]

ضمنا ہو قصدا اور ضمنا جائز ہو قصدا ہو بالعکس یعنی گواہی دے کافر پر مسلمان غلام پر جسکا مولی کافر ہو کذا فی الطحطاوی (وتقبل علی ذمی میت وصیہ مسلم ان لم یکن علیہ دین لمسلم) اور مقبول ہو گواہی کافر کی اس ذمی میت پر جسکا وصی مسلمان ہو بشرطیکہ میت پر کسی مسلمان کا دین نہو کذا فی البحر (وفی الاشباہ لا تقبل شہادۃ کافر علی مسلم الا تبعا کما او ضرورۃ فی مسئلتین فی الایضاح شہد کافران علی کافر انہ اوصی الی کافر واحضر مسلما علیہ حق للمیت وفی النسب شہدا ان النصرانی ابن المیت فادعی علی مسلم بحق وہذا استحسان ووجہہا فی الدرر) اور اشباہ میں ہے کہ کافر کی گواہی مسلم پر مقبول نہیں مگر کافر کے ساتھ ہوکر جیسا کہ مذکور ہو چکا مسلم کی گواہی عبد کافر میں یا کافر کی گواہی مسلم پر بضرورت مقبول ہے دو مسئلوں میں وصیت اگر ایضاح میں ہے جیسا کہ دو کافروں نے ایک کافر پر یہ گواہی دی کہ اسنے دوسرے کافر کو وصی کیا ہے اور وصی نے اس مسلم کو حاضر کیا جسپر میت کافر کا حق ہے اور نسب میں بضرورت مقبول ہے جیسا کہ دو کافروں نے گواہی دی کہ نصرانی میت کا بیٹا ہے سو اسنے مسلم پر میت کا دعوی کیا اور یہ استحسان ہے اور وجہ استحسان درر میں مذکور ہے وجہ استحسان یوں مذکور ہے کہ مسلمان پر [illegible] اور وصیت کا ثبوت ضمنی ہے جیسے ثبوت نسب کا بسبب نکاح ہے اور اہل اسلام کفار کے نکاح میں نہیں ہوتے تو اگر نصاری کی شہادت سے اثبات مسلم پر ہوتا ایسا ہے جیسے موت ضمنی ہے اور نسب میں بھی یا نکاح ہے بھی قبول نہو تو حقوق ضائع ہوجاویں جو ایسا سے متعلق ہیں گواہی بضرورت مقبول ہے جیسے دایہ کی گواہی بضرورت مقبول ہے اور بحر میں جو کہا کہ ظاہر قبول شہادت اس صورت میں ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور وصیت کا منکر ہو تو ذمیوں کی گواہی مقبول ہوگی کیونکہ نصرانی میت پر گواہی ہے اور اگر مسلم منکر ہو دین کا تو ذمیوں کی گواہی مقبول نہوگی اور صورت نسب میں بھی یہی حکم ہے جبکہ مسلم دین کا مقر اور نسب کا منکر ہو کذا فی الطحطاوی (والعمال للسلطان) اور عمال سلطان کی گواہی مقبول ہے عمال عامل کی جمع ہے عمال سے مراد وہ لوگ ہیں جو حقوق واجبہ مانند خراج وغیرہ کے رعایا سے لیتے ہیں یہی قول ہے جمہور کا اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں کہ بعض اصحاب کبار عامل تھے کذا فی الطحطاوی (الا اذا کانوا اعوانا علی الظلم فلا تقبل شہادتہم لغلبۃ ظلمہم کرئیس القریۃ والجابی والصراف والمعرفین فی المراکب والعرفاء فی جمیع الاصناف ومحضر قضاۃ العصر والوکلاء المفتعلۃ والصکاک وضمان الجہات کمقاطعۃ سوق النخاسین حتی حل لعن الشاہد لشغلہ وقتہ فی الباطل فتح وبحر) مگر جو عمال سلطانی ظالم اور ظلم کے مددگار ہوں تو انکی گواہی مقبول نہیں بسبب غلبہ ظلم کے جیسے رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اسکی ستمگاری کے اور خراج جمع کرنیوالے کی یعنی جو ظلم سے خراج جمع کرے اور صراف کی اور جہازوں کے معرف کی یعنی جو جہاز اہل جہاز کو شہر والوں سے شناسائی کرواتے ہیں اور جمیع اقسام اہل حرفہ کے چودھری وشہروں کی اور اسکی گواہی جو قاضیان زمانہ کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور دستاویز کے لکھنے والوں کی اور [illegible] کی اور جہات کے ضمانت داروں کی گواہی مقبول نہیں مانند اسکے جو شہروں کی بازار کو [illegible] کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہیں یہاں تک کہ شاہد پر لعنت کرنا حلال ہے بسبب اسکی گواہی دینے کے باطل پر کذا فی الفتح والبحر صراف سے وہ صراف مراد ہے جسکے پاس لوگ اپنا مال رکھا دیا اور وہ خوشی سے رکھے اور [illegible] ہو محضر قضاۃ عصر کی گواہی بسبب رشوت خواری اور عدم مروت کے مقبول نہیں اور وکلاء مفتعلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو دعاوی اور خصومات میں [illegible] ہیں تو انکی گواہی بسبب قلت مبالات اور رشوت خواری کے مقبول نہیں اور انکو مفتعلہ اسواسطے کہا کہ لوگ انکی حیلہ سازی اور حیلہ بازی سے اپنی غرض میں اعانت چاہتے ہیں اور توکیل حقیقی کا قصد نہیں کرتے اور صکاک بضم صاد جمع ہے صکاک بفتح صاد کی یعنی کاتب وثائق و قبالہ نویس انکی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ وہ لکھتے ہیں کہ فلانے نے خرید کیا اور بیچا اور فلانا مرد عاقل ہوا اور بیع پر قبضہ کیا اگرچہ امور مذکور واقع نہوں اور [illegible] لیکن اگر کاتب غالب الصلاح اور تحقیق کرکے لکھتا ہو تو مقبول الشہادت ہوگا ضمان الجہات [illegible] مثل اسکی فتح القدیر میں ہے اور گواہی مقبول نہیں [illegible] باطل پر گواہی دے مانند اسکے جو سوق نخاسین کو بطور مقاطعہ کے

لیا ہے یا اُسکے بیٹے نے گواہی لکھتا ہے مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی دین تو اُنپر لعنت کرنا حلال ہے کیونکہ وہ باطل پر شہادت ہے سو کیا حال ہے اون لوگون کا جیسا
سلطان سے جو عمال جبایات اور اجارات وغیرہ پر گواہی دیتے ہین اُنکو نخاسین کہتے ہین نخاسین بجائے مہملہ ہے اور بعضے کتب مین بجائے معجمہ جمع نخاس یعنی بائع دواب و رقیق
کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ امیر کبیر ادعی فشہد لہ عمالہ ونوابہ ورعایاہم لا تقبل کشہادۃ المزارع لرب الارض اور وہبانیہ میں ہے
امیر کبیر نے دعوی کیا سو اُسکے عمال و نوابوں نے اور عمال کی رعایا نے اُسکے واسطے گواہی دی تو مقبول نہین جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے حق مین
مقبول نہین ہے عمال اور رعایا کی گواہی بسبب جہالت کے اور بسبب ستمگاری کے امیر کے خوف سے مقبول نہین وقیل اراد بالعمال المحترفین ای بحرفۃ
لائقۃ بہ وہی حرفۃ ابائہ واجدادہ والا فلا مروۃ لہ لو دنیئۃ فلا شہادۃ لہ لما عرف فی حد العدالۃ فتح واقرہ المصنف
اور بعضون نے کہا کہ عمال مقبول الشہادۃ سے پیشہ ور مراد ہین یعنی وہ پیشہ جو اُسکے لائق ہے یعنی جو پیشہ ور کہے باپ دادون کا پیشہ ہے اور اگر اُسکا پیشہ نالائق ہے
باپ دادا کے مخالف تو اُس پیشہ ور مین مروت اور جوانمردی نہین اگر اُسکا پیشہ رذیل و رذلیل ہے تو اُسکی گواہی بھی جائز نہین اسواسطے کہ مروت کا داخل ہونا
حد عدالت مین معلوم ہوچکا کذا فی الفتح اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ہم فتح القدیر مین ہے کہ ترک مروت مسقط عدالت ہے مروت کی تعریف مین بعضون نے
بیان کیا کہ انسان ایسا فعل کرے جس سے اُسکا مرتبہ اہل فضل کے نزدیک گھٹ جائے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان اور رسائی عقل کے
اقتضا سے اور خلق وغیرہ کے ارتفاع سے انتہی لا تقبل من اعمی ای لا یقضی بہا ولو قضی صح وعم قولہ مطلقا ما لو عمی بعد الاداء قبل القضاء
وما جاز بالسماع خلافا للثانی علاوہ ثانی کے نے مقبول نہین گواہی اندھے کی مطلقاً یعنی اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دیگا تو صحیح ہے اور مصنف کا
مطلقاً کہنا عام ہے اُس صورت کو کہ شاہد اندھا ہوگیا بعد ادا سے شہادت قبل قضا کے اور اس صورت کو جسمین شہادت بالتسامع جائز ہے بخلاف ابو یوسف کے یعنی اُنکے
نزدیک تسامع کی شہادت جائز ہے ہم عدم سماع شہادت اعمی کی علت یہ ہے کہ ادا سے شہادت مین اشارے سے تمیز کی حاجت ہے مشہود لہ اور مشہود علیہ کے درمیان
اور اندھا امتیاز نہین کر سکتا مگر آواز سے تو خوف ہے کہ اسکو کچھ شبہ ملتبس کر دے اسواسطے کہ ایک آواز دوسری آواز سے مشابہ ہوجاتی ہے وافاد عدم قبول
الاخرس مطلقا بالاولی اور مصنف نے عدم قبول شہادت اخرس کا مطلقاً افادہ کیا بطریق اولی ہم گونگے کی گواہی مطلقاً مقبول نہین خواہ اُسمین شہادت
جسمین تسامع کافی ہے یا اُسکے غیر مین خواہ باشارہ ہو خواہ بکتابت اولویت افادہ کی وجہ یہ ہے کہ اخرس کو اصلا بیان کی طاقت نہین بخلاف اعمی کے کذا فی الطحطاوی
ومرتد ومملوک ولو مکاتبا او مبعضا اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہین اگرچہ غلام مکاتب یا اُسکا نصف یا ثلث آزاد ہو وصبی ومغفل ومجنون الا
فی حال صحتہ اور صغیر اور غافل اور دیوانے کی گواہی مقبول نہین مگر دیوانے کی حالت صحت مین گواہی مقبول ہے ہم محیط مین ہے کہ جو ایک ساعت مجنون
ہوجاتا ہو اور دوسری ساعت ہوشیار رہتا ہو سو حالت صحت مین گواہی دے تو مقبول ہے کہ بمنزلہ بیہوشی کے ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ استثنا مجنون سے
ہے کذا فی الطحطاوی الا ان یتحملا فی الرق والتمییز وادیا بعد الحریۃ ولو لمعتقہ کما مر وبعد البلوغ مگر یہ کہ غلام اور صغیر ملک اور تمیز کی
حالت مین تحمل شہادت کرین اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادائے شہادت کرین تو گواہی مقبول ہے اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنے والے کے حق مین گواہی دے
چنانچہ مذکور ہوچکا وکذا بعد بصارۃ واسلام وتوبۃ فسق وطلاق زوجۃ لان المعتبر حال الاداء شرح تکملہ اور اسیطرح گواہی اندھے کی
مقبول ہے بعد بینائی کے اور کافر کی بعد اسلام کے اور فاسق کی بعد توبہ کے اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے اسواسطے کہ معتبر ادائے شہادت کا حال ہے
کذا فی شرح التکملہ ہم عطف اسکا مقتضی ہے کہ اگر تحمل کے وقت اعمی ہو اور ادا کے وقت بصیر تو گواہی مقبول ہے حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا
کہ بصارت شرط تحمل ہے اور باقی مسائل ثلثہ مین حکم صحیح ہے کذا فی الحلبی وفی البحر متی حکم بردہ لعلۃ ثم زالت فشہد فیہا لم یقبل الا اربعۃ
عبد وصبی واعمی وکافر علی مسلم اور بحر الرائق مین ہے جبکہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے پھر وہ علت زائل ہوجائے پھر

شاہد اسی مقدمہ میں گواہی دے تو مقبول نہو گی مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول ہی بعد رد کے غلام اور صغیر اور اعمی اور کافر کی مسلم پر ہم حادثہ اولی کی قید اسواسطے
لگائی کہ حادثہ ثانیہ میں اسکی گواہی مقبول ہی بعد رد شہادت کے عدم قبول کو مطلق اسواسطے کہا کہ اگر ایک حاکم شاہد کی گواہی ایک حادثہ میں رد کرے تو
دوسرے حاکم کو اسکی گواہی اس حادثہ میں قبول کرنا جائز نہیں اگرچہ اسکے نزدیک شاہد عادل ہو منح الغفار وغیرہ میں ہی چار شخصوں کے استثنا سے معلوم ہوا
کہ شہادت زوج کی اور اجیر اور مغفل اور متہم اور فاسق کی بعد رد شہادت مقبول نہیں انتہی اور قبول شہادت اعمی بعد رد اسپر محمول ہی کہ تحمل اور ادا اسے
شہادت حال بصارت میں ہوا اور تحمل اور ادا کے درمیان نابینائی واقع ہو گئی اور اسی پر شارح کا قول سابق محمول ہی یعنی وکذا العبد الصار والاسلام
کذا فی الطحطاوی وادخال الکمال احد الزوجین ثم الاربعۃ سہو اور داخل کرنا کمال الدین بن ہمام کا احد الزوجین کو اشخاص اربعہ مذکورین کیساتھ
سہو ہی منح چنانچہ منح الغفار سے عنقریب گذرا ومحدود فی قذف تمام الحد وقبل بالاکثر وان تاب بتکذیبہ نفسہ فتح ثم ان الوہمی تمام الحد لانفی
اور اسکی گواہی مقبول نہیں جسپر پوری حد قذف ماری گئی اور بعضوں کے نزدیک اکثر حد اگرچہ محدود فی القذف نے توبہ کی ہو اپنی دروغگوئی ظاہر کرکے کذا فی
الفتح اسواسطے کہ رد شہادت منجملہ کمال حد قذف کے ہی نص قرانی سے ہم قاذف کے حق میں قران مجید میں ارشاد ہوا وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ
یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی جو حرامکاری کا عیب لگادیں محصنات کو پھر چار گواہ نہ لاویں تو انکو اسی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول
نکرو اور وہ لوگ فاسق ہیں مگر جن لوگوں نے توبہ کی بعد اسکے نیکوکاری کی تو البتہ اللہ غفور رحیم ہے انتہی تو ظاہر عطف ولا تقبلوا الی فاجلدوا پر دلالت کرتا ہی کہ عدم قبول
شہادت حد کے اندر داخل ہی اسواسطے کہ عدم قبول شہادت دلکی اور دردناک ہی کوڑے مارنے کے برابر اور قید ابدا اسکی موید ہی واللہ تعالی اعلم والاستثناء
منصرف لما یلیہ وھو واولئک ھم الفسقون اور استثناء راجع ہی اپنے متصل جملہ سے وہ جملہ ہی واولئک ہم الفاسقون ہم استثنا یعنی الا الذین تابوا
راجع ہی واولئک ہم الفاسقون کیطرف نہ لا تقبلوا لہم شہادۃ ابدا کیطرف اسواسطے کہ علم اصول میں ثابت ہو چکا ہی کہ استثنا جب کئی جمل متعاطفہ کے بعد واقع ہو تو آخر کیطرف راجع ہوتا ہی
مگر جبکہ دلیل قائم ہو رجوع الی الکل کی تو سبکی طرف راجع ہوگا چنانچہ آیت محاربین میں رجوع ہی امام شافعی اور مالک اور احمد کے نزدیک محدود فی القذف کی گواہی بعد توبہ کے
مقبول ہی و تمامہ فی الفتح الا ان یحد کافر فی القذف فیسلم فتقبل وان ضرب اکثرہ بعد اسلامہ علی الظاہر بخلاف عبد حد فعتق
لم تقبل مگر یہ کہ کافر پر حد قذف ماری جاوے پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اسکی گواہی مقبول ہوگی اگرچہ اکثر حد قذف بعد اسکے مسلمان ہونے کے ماری جاوے بموجب
ظاہر الروایت بخلاف اس غلام کے جسپر حد قذف ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہو گی ہم کافر اور غلام میں وجہ فرق یہ ہی کہ کافر کی اہلیت شہادت ہی تو انکی
رد شہادت منجملہ تمامی حد ہوئی اور اسلام سے دوسری قسم کی اہلیت شہادت پیدا ہوئی لہذا اسکی گواہی مسلم اور ذمی پر مقبول ہی بخلاف غلام مذکور کے اسواسطے کہ غلام میں
رقیت کی حالت میں مطلق شہادت کی اہلیت نتھی تو رد شہادت حدوث شہادت پر موقوف رہا پھر جب اسمیں اہلیت شہادت کی بعد عتق کے پیدا ہوئی تو اب رد
شہادت منجملہ اسکی تمامی حد کے ہوئی او یقیم المحدود بینۃ علی صدقہ اما اربعۃ علی زناہ او اثنین علی اقرارہ بہ کما لو ھو قبل الحد بحر
محدود فی القذف گواہ قائم کرے اپنی راست گوئی پر اسطرح پر کہ یا چار گواہ لاوے مدعی علیہ کے زنا پر یا دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کذا فی المنح اسکے زنا
کے اقرار پر لاوے چنانچہ اگر قبل حد کے گواہ لاویگا کذا فی البحر خلاصہ یہ ہی کہ اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو گواہی اسکی اب مقبول ہو گی
کیونکہ افترا کی تہمت اس سے اب مندفع ہو گئی جو مانع شہادت تھی وفیہ الفاسق اذا تاب تقبل شہادتہ الا المحدود بقذف والمعروف بالکذب
اور بحر الرائق میں ہی کہ فاسق جبکہ توبہ کرے تو اسکی گواہی مقبول ہی مگر محدود فی القذف اور مشہور بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہیں ہم مشہور بالکذب
کی اسواسطے گواہی مقبول نہیں کہ اسکا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہیں ہو سکتا بخلاف سائر انواع فسق وشاھد الزور لو عدلا لا تقبل

ابدا ملتقط لکن سیجیء ترجیح قبولها اور شاہد زور اگر عادل ہو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں کذا فی الملتقط لیکن ترجیح قبول شہادت مذکورہ آگے آویگی ہم عادل کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر عادل اگر جھوٹی گواہی دے کر توبہ کریگا تو گواہی اسکی مقبول ہوگی اور صحیح موجود ہم کہ فقیہ ابو جعفر نے روایت کی کہ شاہد زور عادل کی گواہی بعد توبہ مقبول ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی الفتح ومسجونین فی حادثة تقع فی السجن وکذا لا تقبل شہادة الصبیان فیما یقع فی الملاعب ولا شہادة النساء فی ما یقع فی الحمامات وان مست الحاجات لمنع الشرع عما یستحق به السجن وملاعب الصبیان وحمامات النساء فکان التقصیر مضافا الیہم لا الی الشرع بزازیة وصغری وشرنبلالیة لکن فی الحاوی تقبل شہادة النساء وحدهن فی القتل فی الحمام بحکم الدیة کیلا یہدر الدم انتہی فلیتنبه عند الفتوی وقدمنا قبول شہادة المعلم فی حوادث الصبیان اور مقبول نہیں گواہی محبوس کی اس حادثہ میں جو واقع ہو حبس اور جیلخانے میں اور اسیطرح لڑکوں کی گواہی قبول نہیں ان حوادث میں جو انواع لہو ولعب میں واقع ہوں اور نہ عورتوں کی گواہی اس واقعہ میں جو حماموں کے اندر واقع ہو اگرچہ اس میں حاجات ہو بسبب منع کرنے شرع کے اس فعل سے جسکے سبب محبوس مستحق حبس کا ہوا اور بسبب ممنوع ہونے ملاعب اطفال اور حمامات نساء کے تو عدم قبول شہادت میں تقصیر انہیں کی طرف منسوب ہوگی نہ شرع کی طرف کذا فی البزازیہ والصغری والشرنبلالیہ لیکن حاوی میں ہے کہ فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں مقبول ہے بحکم ثبوت دیت تاکہ خون ضائع اور باطل نہ ہوجائے انتہی تو مفتی کو چاہیے فتوی دینے کے وقت خبردار رہے اور ہم نے پہلے ذکر کیا قبول شہادت معلم کو حوادث صبیان میں ہم عبارت صغری ظاہرا اسپر دلالت کرتی ہے کہ اگر بالغ ملاعب اطفال میں حاضر ہو تو اسکی بھی گواہی مقبول نہیں کیونکہ وہ وہاں جانے سے فاسق ہوگیا اور بحر میں کہ فسق میں گفتگو ہے اسواسطے کہ ایسے انسان کا آنا کبھی قید ہوجاتا ہے اور منع شرعی حق محبوسین اور نساء میں ایسا ہی ہونا اطفال میں کیونکہ وہ شرعا مکلف نہیں ہیں کذا فی الطحطاوی والزوج لزوجته وهی له وجازت علیها اور مقبول نہیں زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی زوجہ کے حق میں اور جائز ہے گواہی زوج کی زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی زوج پر کذا فی الطحطاوی [illegible] اور ابن ابی لیلی نے شریح سے ایک قول روایت کیا کہ جائز نہیں گواہی بیٹے کی باپ کے حق میں اور نہ عورت کی اپنے زوج کے حق میں اور نہ زوج کی اپنی زوجہ کیواسطے اور نہ شریک کی اپنے شریک کے واسطے اس چیز میں جو دونوں میں مشترک ہے لیکن غیر مشترک میں جائز ہے اور نہ اجیر کی مستاجر کے حق میں اور نہ غلام کی اپنے مولی کیواسطے انتہی لیکن خصاف یعنی ابو بکر رازی نے اپنی سند طویل سے روایت کی عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجوز شہادة الوالد لولده ولا الولد لوالده ولا المراة لزوجها ولا الزوج لامراته ولا العبد لسیده ولا السید لعبده ولا الشریک لشریکه ولا الاجیر لمن استاجره انتہی کذا فی الفتح آگے مستثنیات میں الاشباہ کے مگر اشباہ کے دو مسئلوں میں زوج کی گواہی زوجہ کی مضرت پر جائز نہیں ہے پہلا مسئلہ جبکہ زوج نے زوجہ کو عیب لگایا یعنی تہمت زنا دی ساتھ زوجہ کے زنا کی گواہی دی دوسرا مسئلہ یہ کہ زوج نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ زوجہ نے اقرار کیا کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہوں اور وہ شخص اسکا مدعی ہے کذا فی الطحطاوی ولو فی عدة من ثلث لما فی القنیة طلقها ثلثا ثم شہد لها لا تقبل شہادته لها ولو شہد لها ثم تزوجها بطلت خانیة فعلم منع الزوجیة عند القضاء لا الاداء اور احد الزوجین کی گواہی دوسرے کے حق میں جائز نہیں اگرچہ طلقات ثلثہ کی عدت میں گواہی واقع ہو اسلئے کہ قنیہ میں ہے کہ زوج نے عورت کو تین طلاق دی اور وہ عدت میں ہے تو جائز نہیں شہادت زوج زوجہ کیواسطے اور نہ شہادت زوجہ کی زوج کیواسطے اور اگر گواہی دی پھر اس سے نکاح کیا پہلے قضا کے تو گواہی باطل ہے کذا فی الخانیہ تو منع زوجیت معلوم ہوا قضا کے وقت نہ ادا کے وقت شہادت کے وقت ہم شارح کو چاہیے تھا کہ دوسرا مسئلہ بھی خانیہ سے نقل کرتا تاکہ تفریع زیادہ تر واضح ہوجاتی وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر شخص عادل نے اپنی زوجہ کیواسطے گواہی دی اور حاکم نے اسکی گواہی رد نہ کی یہانتک کہ اسنے زوجہ کو طلاق بائن دی اور عدت گذر گئی تو اسکی گواہی نافذ ہے انتہی سبب زوجیت عند القضا منع ہوئی تو اگر شخص گواہ ہوا حالت زوجیت میں اور بعد انقضاے عدت اسنے گواہی ادا کی تو جائز ہے اور عدم ممنوعیت زوجیت حالت ادا میں مسئلہ خانیہ میں جو مذکور ہوگی

کذا فی الطحطاوی والفرع لاصلہ وان علا اور مقبول نہین گواہی شاخ کی اپنی جڑ کے واسطے یعنی اولاد کے آبا اور اجداد کیواسطے اگرچہ اصل اجنبیہ ہو یعنی دادا پردادا نانا پرنانا ہم دلیل اسکی قول شریح کا اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا جو مذکور ہو چکی اور اسواسطے کہ منافع اولاد اور آبا مین متصل ہین تو یہ مثل اپنی ذات کیواسطے گواہی ہوگی ولہذا انکو زکوٰۃ دینا جائز نہین اور یہی مذہب تھا شریح قاضی کا یہان تک کہ حسن رضی اللہ عنہ بیٹے کی گواہی جو انھون نے قنبر کے ساتھ علی مرتضیٰ کے حق مین دی تھی شریح نے قبول نکی تو علی مرتضیٰ نے کہا کہ تو نے وہ حدیث نہین سنی جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ حسن اور حسین دو سردار ہین جوانان اہل بہشت کے شریح نے کہا کہ ہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صادق ہین لیکن آپ دوسرا شاہد لائیے بعضی روایت مین آیا ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انکو غصہ سے معزول کیا پھر انکو بحال کیا اور روزینہ انکا زیادہ کردیا اور بعضون نے کہا کہ علی مرتضیٰ نے شریح کے قول کیطرف رجوع کیا کذا فی الفتح الا اذا شہد الجد لابن ابنہ علی ابیہ یعنی جبکہ دادا اپنے پوتے کے حق مین گواہی دے اپنے بیٹے پر تو گواہی مقبول ہے کذا فی الاشباہ ہم صاحب تحفہ نے اس گواہی کو صورت مخصوصہ مین ٹھہرایا ہے وہ صورت یہ ہے کہ ایک عورت لڑکا جنی اور اسنے دعوی کیا کہ یہ لڑکا اسی زوج سے ہے اور زوج منکر ہے تو زوج کے باپ اور اسکے ولد نے زوج کے اقرار پر گواہی دی کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت سے تو دونو کی گواہی مقبول ہے اور منح الغفار مین وہبانیہ کی شرح عبد البر سے مذکور ہے کہ خانیہ مین قبول مطلقا منقول ہے بلا تقیید اور شاید کہ وجہ قبول یہ ہو کہ بیٹا غیر پر ہوتا ہے تو بیٹے کے مخالف شہادت پر اقدام کرنا دلیل ہے اسکی صداقت کی اور تہمت کا مقام باقی نہ رہا اس مسئلہ کا محل ذکر بعد عکس کے تھا کیونکہ یہ شہادت اصل کی ہے فرع کیواسطے کذا فی الطحطاوی قال ویجاز علی اصلہ الا اذا شہد علی ابیہ لامہ ولو بالطلاق ضرتہا والام فی نکاحہ صاحب اشباہ نے کہا اور جائز ہے گواہی فرع کی اپنی اصل پر مگر جبکہ اپنے باپ پر گواہی دے اپنی مان کیواسطے اگرچہ اسکی سوت کے طلاق کی گواہی ہو اور حالانکہ مان اسکے باپ کے نکاح مین ہے ہم اصل کی مضرت پر اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ محل تہمت نہین لیکن صورت مستثنیٰ مین اسواسطے مقبول نہوئی کہ اسمین جر منفعت ہے مان کیواسطے کذا فی الحموی وفیہا بعد ثمان ورق لاتقبل شہادۃ الانسان لنفسہ الا فی مسئلۃ القاتل اذا شہد بعفو ولی المقتول فراجعہا اور اشباہ مین آٹھ ورق کے بعد ہے کہ انسان کی گواہی اپنی ذات کے نفع کیواسطے مقبول نہین مگر مسئلہ قاتل مین جبکہ وہ ولی مقتول کے عفو کی گواہی دے تو مراجعت کر اسکی طرف ہم القاتل کا الف لام جنس کا ہے جو متعدد پر صادق آتا ہے صورت اسکی اشباہ مین یون مذکور ہے کہ تین شخصون نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا پھر انھون نے توبہ کے بعد گواہی دی کہ ولی نے ہمکو معاف کردیا حسن نے کہا کہ گواہی مقبول نہین مگر اسطرح کہ ان مین سے دو شخص کہین کہ ہمکو معاف کیا اور اس ایک شخص کو تو اس صورت مین ابو یوسف نے کہا کہ شخص واحد کے حق مین گواہی مقبول ہے اور حسن نے کہا کہ اسکے حق مین مقبول ہے انتہی تلخیص کبری مین ہے کہ فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے لیکن ابو یوسف کے قول پر انسان کی گواہی اپنی ذات کیواسطے نہوئی بلکہ دو کی گواہی ہوئی تیسرے شخص کے حق مین ہان مگر حسن کے قول پر گواہی انسان کی اپنی ذات کیواسطے مقبول ہوئی بنظر شاہدین کے کذا فی الطحطاوی ملخصا وبالعکس للتہمۃ اور بالعکس یعنی اصل کی گواہی فرع کے حق مین مقبول نہین بسبب تہمت کے ہم وجہ تہمت اتصال منافع اصول و فروع ہے تو گویا اپنے حق مین گواہی دی وسیدہ لعبدہ ومکاتبہ والشریک لشریکہ فیما ہو من شرکتہما لانہا لنفسہ من وجہ اور مقبول نہین مولی کی گواہی اپنے غلام اور مکاتب کے حق مین اور شریک کی گواہی اپنے شریک کے حق مین اس مال مین جو دونو کی شرکت مین ہے اسواسطے کہ یہ گواہی اپنی ذات کی منفعت کیواسطے ہے ایک راہ سے فی الاشباہ المقضی علیہ اذا طعن بثلثۃ برق وحد قذف وشرکۃ اشباہ مین ہے کہ مقضی علیہ اگر شاہدین مین طعن کرے تین طرح سے رقیت سے اور حد قذف سے اور شرکت سے ہم جب یہ طعن کیے کہ شاہد غلام ہے تو مدعی کو گواہ قائم کرنا چاہئیے انکی حریت پر اور اگر کہے کہ محدود فی القذف ہے تو طاعن پر اقامت بینہ لازم ہے اور اگر کہے کہ شاہد شریک ہے مدعی کا اور اسپر گواہ قائم کرے تو گواہی مقبول ہے اور مدعی سے گواہ کا عدم شرکت پر قبول نہین کیا جائیگا کیونکہ یہ شہادت علی النفی ہے کذا فی الطحطاوی وفی فتاوی النسفی لو شہد بعض اہل القریۃ علی بعض منہم بزیادۃ الخراج لاتقبل ما لم یکن خراج کل ارض معینا او لاخراج للشاہد اور فتاوی نسفی مین ہے کہ اگر گواہی دی بعض اہل قریہ

نے بعض اہل قریہ پر زیادتی خراج کی تو مقبول نہیں جب تک ہر زمین کا خراج معین نہو یا شاہد کیواسطے خراج میں منفعت نہو ھم اور اگر خراج ہر زمین کا معین ہے تو گواہی بعض کی بعض پر مقبول ہے کیونکہ اسمیں جر منفعت اور دفع مضرت نہیں اور اسیطرح جبکہ شاہد کو خراج میں دخل نہو وکذا اھل قریۃ شھدوا علی قیعۃ انہا من قریتھم لا تقبل وکذا اھل سکۃ یشھدون بشیء من مصالحھا لو غیر نافذۃ وفی النافذۃ ان طلب حقا لنفسہ لا تقبل وان قال لا اخذ شیئا تقبل وکذا فی وقف المدرسۃ انتھی فلیحفظ اور اسیطرح اہل قریہ نے گواہی دی قطعہ زمین پر کہ وہ انکے گانوں میں سے ہے تو مقبول نہیں اور اسیطرح اہل کوچہ کسی چیز کی گواہی دیں منجملہ مصالح اور منافع کے مثلا قطعہ زمین کو کہیں کہ ہمارے سکنے میں سے ہے کذا فی العالمگیریۃ تو مقبول نہیں بسبب جر منفعت کے اگر کوچہ غیر نافذہ ہو اور کوچہ نافذہ اگر اپنے واسطے حق طلب کرتا ہو اسیطرح پر کہ شاہد اس قطعہ زمین میں جو دروازہ چھوڑا جاتا ہو تو گواہی مقبول نہیں اور اگر کہے کہ میں کچھ نہ لونگا تو گواہی مقبول ہے اور اسیطرح وقف مدرسہ میں گواہی مقبول ہے انتہی ما فی فتاوی النسفی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم وقف مدرسہ کی شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ شہادت مستحق کی غلہ وقف میں مقبول نہیں کیونکہ شاہد کا حق ہے مشہود بہ میں تو وہ متہم ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر مسائل مذکورہ میں عدم قبول شہادت کی وجہ یہ ہے کہ شاہد کا اسمیں فائدہ ہے تو محل تہمت ہے ولا الاجیر الخاص لمستاجرہ مسانھۃ او مشاھرۃ او الخادم او التابع او التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذہ ضرر نفسہ ونفعہ نفع نفسہ درر وھو معنی قولہ علیہ السلام لا شہادۃ للقانع باھل البیت ای الطالب معاشہ منھم من القنوع لا من القناعۃ اور مقبول نہیں گواہی اجیر خاص یعنی مزدور اور چاکر کی اپنے مستاجر کیواسطے خواہ اجرت بطور سالانہ ہو یا ماہانہ یا یومیہ کذا فی الخلاصۃ یا اجیر خاص سے خادم یا تابع یا شاگرد خاص مراد ہے جو استاد کے ضرر کو اپنی ذات کا ضرر اور اسکے نفع کو اپنی ذات کا نفع سمجھے کذا فی الدرر اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ گواہی نہیں قانع اہل بیت کی یعنی جو اپنی معاش انسے یعنی گھر والوں سے طلب کرے قانع مشتق ہے قنوع بالضم یعنی سوال و تذلل نہ قناعت سے ھم اجیر خاص کی مراد میں اختلاف ہے بقول اکثر علما اجیر خاص سے تلمیذ خاص مراد ہے جو استاد کے نفع اور ضرر کو اپنا نفع اور ضرر جانے اور استاد کے ساتھ کھائے اور یہی مراد ہے قانع سے جو حدیث میں مذکور ہے اور بعضوں نے کہا کہ سالانہ یا ماہانہ یا یومیہ دار سے اجیر مراد ہے اور حدیث مذکور ٹکڑا ہے اس حدیث کا جو ابو داؤد میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد شہادۃ الخائن والخائنۃ وذی الغمرۃ علی اخیہ وشہادۃ القانع لاہل البیت واجازہا لغیرہم یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کیواسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کیواسطے شہادت جائز رکھی کذا فی فتح القدیر طحطاوی نے کہا خادم اور تابع اور شاگرد میں بعضوں نے یوں فرق بیان کیا ہے کہ خادم سے وہ شخص مراد ہے جو بلا اجرت خدمت کرے اور تابع وہ ہے جو مشہود علیہ کے گھر میں زندگانی بسر کرے بلا خدمت مانند ملازم ہمراہی و شاگرد سے اہل صناعت مراد ہیں جو اپنے رئیس اور کبیر کے تابع ہوں اجیر خاص کی قید اسواسطے لگائی کہ اجیر مشترک کی گواہی جیسا چھیپا اور رنگداد اور نجار اور نانبائی اور دھوبی کی گواہی کیواسطے مقبول ہے اسواسطے کہ وہ مستوجب اجرت کا نہیں مگر اپنے عمل کے تو جب وہ اعمال سے کسی چیز کا مستوجب نہوا تو تہمت باقی نہ رہی بخلاف اجیر خاص کہ اسکے منافع مستاجر کے مستحق ہیں لہذا وہ دوسرے کی مزدوری اور چاکری نہیں کر سکتا مدت اجارہ میں تو اگر اسکی گواہی جائز ہو تو شہادت بالاجر لازم آوے کیونکہ اسکی شہادت بھی منجملہ اسکے منافع کے ہے تو مستاجر کی تجارت وغیرہ میں مقبول نہیں انتہی ومفادہ قبول شہادۃ المستاجر والاستاذ لھما اور مفاد حدیث مذکور کا یہ ہے کہ مستاجر اور استاد کی گواہی اجیر خاص اور شاگرد کیواسطے قبول ہے یعنی اسواسطے کہ وہ اسکا محتاج نہیں بخلاف اجیر خاص کے ھم یہ مسئلہ فتح القدیر میں صریح مذکور ہے ومخنث بالفتح یفعل الردی ویؤتی اور مخنث کی گواہی مقبول نہیں مخنث بفتح نون وہ ہے جو بالاتی فعل کرے اور لواطت کراوے ھم بالاتی فعل کرے یعنی عورتوں کے افعال کرے یعنی عورتوں کا سا سنگار کرے اور قول اور فعل میں انکے ساتھ مشابہت کرے فعلی مشابہت یہ کہ فعل لواطت ہو اور قولی مشابہت یہ کہ عورت کیطرح نرم کلامی اختیار کرے بناوٹ سے کذا فی المغرب اور بعضوں کے نزدیک فقط قولی یا فقط فعلی مشابہت کافی ہے سنن ابو داؤد میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء یعنی لعنت کرے اللہ مردوں میں سے مخنث پر

اور عورتون مین سے اُن عورتون پر جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہین وَاَمَّا بِالْکَسْرِ فَالْمُتَکَسِّرُ الْمُتَلَیِّنُ فِیْ اَعْضَائِہٖ وَکَلَامُہٗ خِلْقَۃً فَیُقْبَلُ بحر اور بحالت کسر نون وہ شخص ہے جو پیدائشی بے صریح بنا ہوا ہے اعضا اور گفتگو مین تو اسکی گواہی مقبول ہے کذا فی البحر ہم اسواسطے کہ یہ امر اختیاری نہین پیدائشی ہے کیونکہ لعنت ملعون کے وَمُغَنِّیَۃٍ وَلَوْ لِنَفْسِہَا لِحُرْمَۃِ رَفْعِ صَوْتِہَا اور گانے والی عورت کی گواہی مقبول نہین اگرچہ اپنی دفع وحشت کیواسطے گاتی ہو اور لوگون کو سناتی نہو بسبب حرام ہونے عورت کی آواز بلند کرنے کے کذا فی الدرر ہم قہستانی نے کہا اگرچہ حکمت کا شعر گاتی ہو اسواسطے کہ نہی صلی اللہ علیہ وسلم عن الصوتین الاحمقین المغنیۃ والنائحۃ دریافت کرنا چاہیے کہ تغنی یعنی گانا لہو اور جمع مال کیواسطے بالاتفاق حرام ہے اور اسیطرح نوحہ گری خصوصاً جبکہ عورت سے ہو اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا بالاعلان حرام ہے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی وَیَنْبَغِیْ تَقْیِیْدُہٗ بِمُدَاوَمَتِہَا عَلَیْہِ لِیَظْہَرَ عِنْدَ الْقَاضِیْ کَمَا فِیْ مُدْمِنِ الشُّرْبِ عَلَی اللَّہْوِ ذَکَرَہُ الْوَانِیْ اور لائق ہے راگ مین مداومت کی قید لگانا یعنی عورت ہمیشہ گایا کرتی ہو تاکہ قاضی کے نزدیک اسکا گانا ظاہر ہو جیسے دائم الشرب علی اللہو مین مداومت شرط ہے کذا ذکرہ الوانی ہم اسیطرح جمیع ابواب کبائر مین مداومت کی تقیید ہے کذا فی الفتح یعنی بلا مداومت قاضی کے نزدیک ثبوت نہین ہو سکتا کہ وہ گواہی رد کرے اور یہ مطلب نہین کہ اگر عورت ہمیشہ گایا نہ کرے تو حرام نہین ہے وَنَائِحَۃٍ فِیْ مُصِیْبَۃِ غَیْرِہَا بِاَجْرٍ دُرَرٌ وَفَتْحٌ زَادَ الْعَیْنِیُّ فَلَوْ فِیْ مُصِیْبَتِہَا تُقْبَلُ وَعَلَّلَہُ الْوَانِیْ بِزِیَادَۃِ اضْطِرَارِہَا وَانْسِلَابِ صَبْرِہَا وَاخْتِیَارِہَا فَکَانَ کَالشُّرْبِ لِلتَّدَاوِیْ اور اس عورت نوحہ گر کی گواہی مقبول نہین جو غیر کی مصیبت مین نوحہ کرے اجرت لیکر کذا فی الدرر والفتح عینی نے اتنا زیادہ کہا کہ اگر اپنی مصیبت مین نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہے اور علامہ وانی نے وجہ بیان کی کہ گواہی مقبول ہے بسبب زیادہ ہونے اسکے اضطرار کے اور سلب ہونے اسکے صبر اور اختیار کے تو اسکا نوحہ اپنی مصیبت مین مانند شرب مسکر کے ہوا علاج کیواسطے وَعَدُوٍّ بِسَبَبِ الدُّنْیَا اور مقبول نہین اُس دشمن کی گواہی جسکی عداوت بسبب دنیا کے ہو نہ بسبب دین کے ہم عداوت دنیاوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور جسکا اسباب راہ مین لٹا اسکی گواہی رہزن غارتگر پر اور یہ مطلب نہین ہے کہ جو شخص کسی شخص سے حق مین خصومت اور نزاع کرے وہ اسکا دشمن دنیاوی ہے جیسا کہ بعض متفقہین نے توہم کیا ہے کذا فی البحر جَعَلَہُ ابْنُ کَمَالٍ عَکْسَ الْفَرْعِ لِلْاَصْلِ فَتُقْبَلُ لَہٗ لَا عَلَیْہِ اور ابن کمال نے دشمن دنیاوی کی شہادت کو مسئلہ شہادت فرع لاصلہ بالعکس قرار دیا ہے تو اسکی گواہی اپنے دشمن کے نفع مین مقبول ہے نہ اسکے ضرر پر وَاعْتَمَدَ فِی الْوَہْبَانِیَّۃِ وَالْمُحِبِّیَّۃِ قَبُوْلَہَا مَا لَمْ یَفْسُقْ بِسَبَبِہَا قَالُوْا الْحِقْدُ فِسْقٌ لِلنَّہْیِ عَنْہُ اور وہبانیہ اور محبیہ منظومہ مین قبول شہادت دشمن دنیاوی پر اعتماد کیا ہے تا وقتیکہ دشمن بسبب عداوت کے فاسق ہو گیا ہو فقہا نے کہا ہے کہ دل مین کینہ رکھنا فسق ہے اسواسطے کہ شرع مین کینہ رکھنے سے نہی وارد ہے ہم یہ روایت منصوص ہے اور اطلاق اعتبار متاخرین ہے قہستانی مین ہے کہ قول متاخرین صحیح ہے انکے زمانے اور ہمارے زمانے مین کذا فی الطحطاوی وَفِی الْاَشْبَاہِ فِیْ تَتِمَّۃِ قَاعِدَۃِ اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَلَوِ الْعَدَاوَۃُ لِلدُّنْیَا لَا تُقْبَلُ سَوَاءٌ شَہِدَ عَلٰی عَدُوِّہٖ اَوْ غَیْرِہٖ لِاَنَّہَا فِسْقٌ وَہُوَ لَا یَتَجَزَّأُ اور اشباہ مین اجتماع حلال و حرام کے قاعدے کے تتمہ مین ہے اور اگر دنیا کیواسطے عداوت ہو تو گواہی مقبول نہین خواہ وہ شخص اپنے دشمن پر گواہی دے یا اسکے غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیوی رکھنا فسق ہے اور فسق قسمت پذیر نہین وَفِیْ فَتَاوَی الْمُصَنِّفِ لَا تُقْبَلُ شَہَادَۃُ الْجَاہِلِ عَلَی الْعَالِمِ لِفِسْقِہٖ بِتَرْکِ مَا یَجِبُ تَعَلُّمُہٗ شَرْعًا فَحِیْنَئِذٍ لَا تُقْبَلُ شَہَادَتُہٗ عَلٰی مِثْلِہٖ وَغَیْرِہٖ وَلِلْحَاکِمِ تَعْزِیْرُہٗ عَلٰی تَرْکِہٖ ذٰلِکَ ثُمَّ قَالَ وَالْعَالِمُ مَنْ یَسْتَخْرِجُ الْمَعْنٰی مِنَ التَّرْکِیْبِ کَمَا یَحِقُّ وَیَنْبَغِیْ اور مصنف کے فتاوے مین ہے کہ مقبول نہین گواہی جاہل کی عالم پر بسبب فاسق ہونے جاہل کے اس چیز کے ترک کرنے سے جسکا سیکھنا اسپر واجب ہے شرعاً یعنی احکام شرعیہ پھر جبکہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اسکی گواہی مقبول نہین جیسے دوسرے جاہل پر نہ غیر جاہل پر اور حاکم کو جائز ہے کہ جاہل کو تعزیر دے ترک تعلم پر پھر مصنف نے کہا کہ عالم وہ ہے کہ جو معنی کو استخراج کرے ترکیب الفاظ سے جیسا کہ واقع مین ثابت اور لائق ہے ہم عالم کی تفسیر اسواسطے کی کہ تا کوئی نہ سمجھے کہ عالم سے مدرس مراد ہے اور اخراج معنی سے مراد فہم ہے اور ظاہر امر و تفسیر مذکور سے یہ ہے کہ عالم وہ ہے کہ جو علوم شرعیہ اور بعض آلات

ف حرمت سرود

له یعنی منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو احمق آوازون سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے ۱۲

سله [illegible] ۱۲

ف عداوت دنیاوی

علوم شرعیہ کو جانتا ہو یعنی صرف نحو بلاغت کذا فی الطحطاوی وبمجازفۃ فی کلامہ اور اسکی گواہی مقبول نہین جو ایسا کثیر الکلام ہو کہ راست گوئی کی پروا نہ رکھتا ہو جیسکو باتونی اور بکی کہتے ہین اسواسطے کہ کثرت کلام فضول گوئی اور بیہودگی سے خالی نہین کذا فی الطحطاوی ہم فتح القدیر مین حکایت ہے کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید نے قاضی ابو یوسف کے سامنے گواہی دی ابو یوسف نے گواہی اسکی رد کی وزیر نے خلیفہ سے شکایت کی خلیفہ نے کہا کہ ہمارا وزیر مرد دیندار ہے جھوٹی گواہی نہین دیتا سو تمنے اسکی گواہی کیون نہ قبول کی ابو یوسف نے کہا کہ مین نے اس سے سنا کہ خلیفہ سے کہتا تھا کہ مین آپکا غلام ہون تو اگر وہ اس کلام مین صادق ہے تو غلام کی گواہی جائز نہین اور اگر کاذب ہے تو کاذب کی بھی گواہی مقبول نہین خلیفہ نے عذر قبول کیا اور میرے نزدیک رد شہادت بسبب کذب کے نہین کیونکہ عرفاً یون کہنا کہ مین تیرا غلام ہون باعتبار مجاز کے ہے یعنی خادم مخدمت ہون اور مطیع اور مجاز کلام مین شائع ہے یہان تک کہ قرآن مجید مین بھی وارد ہے بلکہ رد شہادت اس سبب سے ہے کہ اس مجاز مخصوص مین آپکو ذلیل کرنا اور دنیا کیواسطے خواری کرنا پایا گیا جو مخل مروت مسقط عدالت ہے انتہی مختصراً او یحلف فیہ کثیرا او اعتاد شتم اولادہ او غیرہم لانہ معصیۃ کبیرۃ یا گواہی مقبول نہین اسکی جو اپنی گفتگو مین بہت قسم کھاتا ہو یا اپنی اولاد یا غیر کو گالیان دیا کرتا ہو اسواسطے کہ اعتیاد شتم یعنی گالیان دینے کی عادت کبیرہ گناہ ہے ہم کثرت حلف اگرچہ راستی مین ہو مگر امور دین کی قلت مبالات پر دلالت کرتی ہے اور شدہ شدہ کذب کی بھی نوبت پہونچتی ہے اور گالی دینا اسکے سامنے ہو یا پیچھے اگر سامنے ہو تو شوخ چشمی اور بیہودہ پن اور کمینون کی عادت ہے جنمین مروت اور حیا نہین اور اگر پیچھے ہے تو غیبت ہے اور وہ موجب فسق ہے اور مسقط عدالت ہے اور اگر اسیطرح دشنام بلفظ لعنت ہے جیسا بچھ بازاریان بے نصیب کی عادت ہے کذا فی الطحطاوی عن ابن وہبان او ترک زکوۃ او حج علی روایۃ فوریتہ جیسے ترک زکوۃ یا حج کبیرہ گناہ ہے بموجب روایت وجوب علی الفور کے ہم یعنی تاخیر ادائے زکوۃ بلا عذر فسق ہے یعنی مختار ہے فقیہ ابو اللیث کا او ترک جماعۃ او جمعۃ واکل فوق شبع بلا عذر یا ترک جماعت پنجگانہ یا ترک نماز جمعہ یا کھانا آسودگی سے زیادہ بلا عذر گناہ مسقط عدالت ہے ہم بلا عذر ترک جماعت اور ترک جمعہ اور اکل تینون کی قید ہے یعنی اگر جماعت استخفاف اور فسق سے ترک نہ کرے بلکہ تاویل سے ترک کرے اسطرح کہ امام فاسق ہو یا تارک جماعت اول وقت نماز پڑھتا ہو اور امام تاخیر کرتا ہو تو وہ ساقط العدالت نہین اور اگر جمعہ عذر مرض یا بعد مصر یا تاویل فسق ترک کرے تو فسق نہین بعضون کے نزدیک ایکبار ترک جمعہ فسق ہے اور بعضون کے نزدیک تین بار چنانچہ سرخسی کا قول ہے اور اگر بقصد قوت طاعت یا مہمان یا بنیت روزہ زیادہ کھائے تو ساقط العدالہ نہین کذا فی الطحطاوی وخروج لفرجۃ قدوم امیر یا نکلنا قدوم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے ہم ظہیریہ مین فتوی اسپر ہے کہ اگر مستحق التعظیم کی تعظیم کیواسطے یا عبرت کیواسطے نکلے نہین بلکہ تماشے کیواسطے تو ساقط العدالہ ہے کذا فی الطحطاوی ورکوب بحر ہند یعنی ہند کے سمندر کی سواری فسق ہے ہم اسواسطے کہ جب بحر ہند مین سوار ہوا تو مال کیواسطے اپنی جان اور دین کو محل خطر مین ڈالا تا مالدار ہوکر اپنے گھر مین پلٹ آوے تو ایسے شخص سے کیا بعید ہے کہ کچھ مال لیکر جھوٹی گواہی دے ظہیر الدین نے کہا کہ سیر بحر منع نہین علامہ عبد البر نے کہا کہ ظاہراً رکوب بحر علی الاطلاق بلکہ اقران تحصیل دنیا سے اور یہ حکم اسوقت تھا جبکہ ہندوستان تمام کفرستان تھا چنانچہ تفسیر سے معلوم ہوتا ہے اور کیونکر رکوب بحر منع ہو کہ نص قطعی سے مطلقاً اباحت ثابت ہے مگر جبکہ گمان غالب ہو ہلاکی کا اور بہت سے سلف سمندر مین سوار ہوئے ہین بلا انکار اور نص قرآنی اعظم دلیل ہے جواز کی انتہی کذا فی الطحطاوی ولبس حریر وبول فی سوق او الی قبلۃ او شمس وقمر وطفیلی ومسخرۃ ورقاص وشتام للدابۃ وفی بلادنا یشتمون بائع الدابۃ فتح وغیرہ اور ریشمی کپڑا پہننا اور بازار مین پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کیطرف پیشاب مسقط عدالت ہے اور طفیلی اور مسخرہ اور ناچنے والے اور جانور کے گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہین اور ہمارے ملک مین جانور کے بیچنے والے کو گالی دیتے ہین کذا فی الفتح وفی شرح الوہبانیۃ لاتقبل شہادۃ البخیل لانہ لبخلہ یستقصی فیما یتقاضاہ من الناس فیاخذ زیادۃ علی حقہ فلا یکون عدلاً اور شرح وہبانیہ مین ہے کہ مقبول نہین شہادت بخیل کی اسواسطے کہ وہ اپنے بخل سے مبالغہ کرتا ہے اپنے قرض کے تقاضے مین لوگون سے تو اپنے حق سے زیادہ لیتا تو صاحب العدالت نہ رہا ہم اکثر کتب مین بخیل سے تعرض کیے اسیطرح خلاصہ مین ہے اور وہبانیہ کی شرح عبد البر اور شرنبلالی مین تعرض ہے بابت بخیل کے وقاف کذا فی الحلبی

ولا شہادۃ الاشراف من اہل العراق لتعصبہم اور مقبول نہیں گواہی اہل عراق کے اشراف کی بسبب انکے تعصب کے ہم اہل عراق کی عادت ہے کہ جب کسیکو مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اپنے سردار قوم کے پاس جاتا ہے تو سید قوم اسکے واسطے گواہی دیتا ہے اور اسکی سفارش کرتا ہے تو عجب نہیں کہ جھوٹی گواہی دے یعنی بپاسداری قوم کے کذا فی الطحطاوی عن شرح عبدالبر ونقل المصنف عن جواہر الفتاوی ولا من انتقل من مذہب ابی حنیفۃ الی مذہب الشافعی اور نقل کیا مصنف نے جواہر الفتاوی سے اور نہ اسکی گواہی مقبول ہے جو امام ابوحنیفہ کا مذہب چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرے ہم مصنف نے آخر باب میں جواہر الفتاوی سے نقل کیا کہ اگر حنفی مذہب شافعی اختیار کرے بسبب قلت مبالات فی الاعتقاد کے اور اسکو جرات ہوا یکمذہب سے انتقال کرنے کی دوسرے مذہب کیطرف بسبب اپنی خواہش نفسانی کی کوئی غرض حاصل ہونے کیواسطے تو اسکی گواہی مقبول نہیں انتہی ملخصًا تو مذہب ابوحنیفہ کی کچھ قید نہیں بلکہ ہر مذہب حق سے منتقل ہونیکا یہی حکم ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے کما تقدم کذا فی الطحطاوی تمرتاشی قال وکذا بائع الاکفان والحنوط لتمنیہ الموت مصنف نے کہا العینی فی شرح ہدایہ اور اسیطرح کفن اور حنوط کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہیں بسبب تمنا رکھنے اس شخص کے موت کو ہم جو فقط کفن فروشی کرتا ہے اسکی گواہی مردود ہے نہ ہر کپڑا بیچنے والے کی کذا فی العالمگیریہ وکذا الدلال اور اسیطرح دلال کی گواہی مقبول نہیں ہم طحطاوی نے کہا کہ شاید مراد یہ ہے کہ دلال کی گواہی بیع پر مقبول نہیں اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ بیع کی دو وکیل اور دو دلال گواہی دیں اور کہیں کہ بیچنے الک چیز کو بیچا ہم فلانے کے ہاتھ تو گواہی مقبول نہیں فتح القدیر میں ہے کہ اہل صناعات دنیہ یعنی ذلیل پیشے والے جیسے حلال خور اور جولاہہ اور حجام اصح یہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ قوم صالحین نے ان پیشوں کو اختیار کیا ہے تو جب تک قادح شہادت معلوم نہو رد شہادت کی بنا ظاہر صناعت پر نہیں ہوسکتی اور یہی حکم ہے نخاسین و دلالین کا انتہی والوکیل لو باثبات النکاح اما لو شہد انہما امرأتہ تقبل والحیلۃ انہ یشہد بالنکاح ولا یذکر الوکالۃ بزازیۃ وتسہیل اور اسیطرح نکاح کے وکیل کی گواہی مقبول نہیں اگر اثبات نکاح کی گواہی دے اور اگر یوں گواہی دے کہ یہ عورت اس مرد کی زوجہ ہے تو گواہی مقبول ہے اور حیلہ قبول شہادت کا یہ ہے کہ نکاح کی گواہی دے اور وکالت کا ذکر نہ کرے یعنی یوں نہ کہے کہ میں وکیل تھا نکاح کا کذا فی البزازیہ والتسہیل ہم اسواسطے گواہی مقبول ہے کہ قیام نکاح کی گواہی ہے نہ عقد نکاح کی اور عقد نکاح کی گواہی اسواسطے مقبول نہیں کہ اپنے فعل کی گواہی ہے واعتمدہ قدری افندی فی واقعاتہ وذکرہ المصنف فی اجارۃ معینۃ معزیًا للبزازیۃ وملخصہ انہ لا تقبل شہادۃ الدلالین والصکاکین والمحضرین والوکلاء المفتعلۃ علی ابوابہم ونحوہ فی فتاوی مؤیدزادہ اور قول سابق پر اعتماد کیا ہے قدری افندی نے اپنے واقعات میں اور مصنف نے اسکو ذکر کیا ہے اپنی کتاب مسمی بمعین کی کتاب الاجارہ میں بزازیہ کیطرف نسبت کرکے اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ مقبول نہیں گواہی دلالوں کی اور قبالہ نویسوں کی اور انکی جو مدعی اور مدعی علیہ کو قاضی کے پاس حاضر کر دیتے ہیں اور ایسے وکیلان متفتعل کی جو قاضیوں کے دروازوں پر حاضر رہتے ہیں اور اسیکے مانند مؤیدزادہ کے فتاوی میں ہے ہم فتاوی عالمگیری میں ذخیرہ اور غیاثیہ اور فتح القدیر سے ہے کہ اگر قبالہ نویس غالب الصلاح ہوں تو صحیح قول یہ ہے کہ انکی گواہی مقبول ہے انتہی فخر الدین نے کہا کہ اعوان حاکم اور وکیل قاضیوں کے دروازوں پر رہتے ہیں انکی گواہی مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ حق مستحقین کے ابطال میں کوشش کرتے ہیں اور وہ فسق ہے کذا فی الطحطاوی ووصیًا اخرج من الوصایۃ بعد قبولہا لم تجز شہادتہ للمیت ابدًا وکذا الوکیل بعد ما اخرج من الوکالۃ ان خاصم اتفاقًا والا فکذلک عند ابی یوسف اور فتاوی مؤیدزادہ میں ہے کہ ایک وصی خارج کیا گیا وصایت سے بعد قبول کرنے وصایت کے تو اسکی گواہی میت کے حق میں جائز نہیں کبھی اور اسیطرح وکیل کی بعد اخراج وکالت اگر خصومت کی ہو تو بالاتفاق گواہی مقبول نہیں اور اگر خصومت نہ کی ہو تو ابویوسف کے نزدیک مقبول نہیں ہم اس مسئلہ کا ذکر دو ایک ورق کے بعد متن میں آویگا ومدمن الشرب لغیر الخمر لان قطرۃ منہا کبیرۃ فترد شہادتہ وما ذکرہ ابن الکمال غلط کما حررہ فی البحر قال وفی غیر الخمر یشترط الادمان لان شربہ صغیرۃ اور گواہی مقبول نہیں ہمیشہ نشہ پینے والے کی سوائے شراب کے اسواسطے کہ شراب کے ایک قطرہ پینے سے کبیرہ ہوتا ہے تو گواہی اسکی مردود ہوگی

[illegible]

اور جو ابن کمال نے ذکر کیا ہی سو غلط ہی چنانچہ بحرالرائق مین اُسکی تحریر کی ہی اور سواے شراب کے اور مسکرات مین ادمان یعنی دوام شرب شرط ہی اسواسطے کہ غیر خمر کا شرب صغیرہ گناہ ہی ہم شارح نے باتباع صاحب بحر ذکر کیا کہ رد شہادت مین غیر خمر مین ادمان شرط ہی نہ خمر مین لائق اعتماد کے نہین کہ صریح نقول مذہب کے مخالف ہی کافی مین ہی کہ ادمان اسواسطے شرط ہوا تاکہ یہ فعل اُسکا ظاہر ہو کیونکہ جو خمر پیتا ہی پوشیدہ اور اُسکا یہ فعل ظاہر نہین ہی تو عدالت سے خارج نہین ہی تا اگرچہ بکثرت پیتا ہو عدالت اُسیوقت ساقط ہوگی جبکہ شرب ظاہر ہو اُس سے مست ہو کر نکلے اور اطفال اُس سے کھیلین تو ایسے شخص مین مروت نرہی اور ایسا شخص کذب سے پرہیز نہین کرتا عادۃً اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ مدمن خمر اور مدمن سکر کی گواہی مقبول نہین اور ذخیرہ مین ہی کہ مدمن خمر کی شہادت جائز نہین چنانچہ زیلعی اور عینی مین ہی اور نہایہ مین ہی کہ ادمان شرط ہی خمر مین بھی سقوط عدالت کے حق مین انتہی تو یہ نقول صریح ہین کہ خمر اور غیر خمر دونون مین ادمان شرط ہی بلا فرق اور سابق مذکور ہو چکا کہ ہر کبیرہ گناہ مین اشتہار شرط ہی یعنی سقوط شہادت کیواسطے ابن کمال نے کہا کہ شرب خمر کبیرہ گناہ نہین تو عدالت ساقط نہوگی مگر اصرار سے صاحب بحر نے کہا کہ یہ غلط ہی اسواسطے کہ مشایخ نے تصریح کی ہی کہ شرب خمر کبیرہ ہی اور حدیث مشہور مین شرب خمر کو کبائر سبعہ مین شمار کیا ہی انتہی تو خمر مین ادمان اشتہار کیواسطے شرط ہوا ہی نہ اسواسطے کہ وہ صغیرہ ہی دریافت کرنا چاہیے کہ ادمان اور اصرار مین دو قول ہین ایک قول یہ ہی کہ ادمان فعل سے ہوتا ہی اور دوسرا قول یہ ہی کہ نیت سے ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی وانما قال علی اللہو لیخرج الشرب للتداوی فذلک لا یسقط العدالۃ لشبہۃ الاختلاف قالہ الشارح کما وابن کمال اور مصنف نے ادمان شرب مین لہو یعنی کھیل کی قید اسواسطے لگائی تا دوا کیواسطے نشہ پینا نکل جاوے تو عدالت ساقط نہوگی بسبب شبہ اختلاف کے کذا ذکرہ صدر الشریعہ وابن کمال ہم لہو عبارت ہی دل خوش کرنے سے بواسطہ اُس قول و فعل کے جو مقتضاے حکمت نہین اور مراد کھیل سے وہ ہی جو دوا کیواسطے نہو تو عادت کا پینا بھی کھیل مین داخل ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ دوا کیواسطے بھی پینا حرام ہی ومن یلعب بالصبیان لعدم مروتہ وکذبہ غالبا کافی اور اُسکی گواہی مقبول نہین جو لڑکون کے ساتھ کھیلے اُسکی عدم مروت اور کذب کے سبب سے غالبا کذا فی الکافی ہم لڑکون سے مراد نوجوان ہین نہ اطفال صغار چنانچہ عدم مروت کی تعلیل اُسپر دلالت کرتی ہی غایۃ البیان مین حسن سے مروی ہی کہ اگر بڈھا نوجوان سے کشتی کرے مجامع مین تو اُسکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین کرخی سے منقول ہی کہ اگر شیخ لونڈون سے مجامع مین کشتی کرے تو گواہی اُسکی مقبول نہین کیونکہ وہ خفیف ہی والطیور الا اذا امسکہا للاستیناس فیباح الا ان یجر حمام غیرہ فلا لاکلہ الحرام عینی وعنایۃ اور اُسکی گواہی مقبول نہین جو چڑیون سے کھیلے مگر جبکہ طیور کو دفع وحشت کیواسطے رکھے تو مباح ہی مگر جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا اور پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب اُسکی حرام خوری کے کذا فی العینی والعنایہ ہم کبوتر بازی وغیرہ سے اسواسطے گواہی مردود ہوتی کہ موجب غفلت ہی اور وہ محمول ہی اُس صورت پر جبکہ کبوتر اڑانے کے واسطے کوٹھے پر چڑھتا ہو اور عورات کا ستر مطلع ہوتا ہو کذا فی البحر والطنبور وکل لہو شنیع بین الناس کالطنابیر والمزامیر وان لم یکن شنیعا نحو الحداء وضرب القصب فلا الا اذا فحش بان یرقصوا بہ خانیۃ لدخولہ فی حد الکبائر بحر اور اُسکی گواہی مقبول نہین جو طنبورہ اور ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب ہی لوگون مین چنانچہ طنبورہ اور مزامیر اور اگر معیوب نہو لوگون مین چنانچہ اونٹون کے تیز قدم کرنے کیواسطے حُدی گانا اور ضرب قصب تو یہ مانع شہادت نہین مگر جبکہ اُسمین مبالغہ اور زیادتی کرے اسطرح کہ اُسپر لوگ رقص کرین تو مانع شہادت ہی کذا فی الخانیہ بسبب اُسکے داخل ہونے کے کبائر مین کذا فی البحر ہم محیط مین بھی یہی تفصیل مذکور ہی جو خانیہ سے مذکور ہو چکی اور معراج الدرایہ مین ہی کہ ملاہی دو قسم ہی ایک قسم حرام ہی وہ آلات مطربہ ہین بدون راگ کے یعنی طرب انگیز باجے چنانچہ مزمار خواہ وہ چشتہ کی ہو یا قصب کی چنانچہ شبابہ یا طنبور یا بربط حدیث ابوامامہ ان اللہ تعالی بعثنی رحمۃ للعالمین وامرنی بمحق المعازف والمزامیر یعنی حق تعالی نے مجکو بھیجا سارے عالم کی رحمت کیواسطے اور مجکو حکم کیا معازف اور مزامیر کے مٹانے کیواسطے اور دوسری قسم ملاہی کی مباح ہی وہ دف ہی نکاح مین اور نکاح کے مانند ہی ہر سرور حادث اور اُسکے غیر مین دف بھی مکروہ ہی اور اُسکو فتح القدیر مین بھی نقل کیا ہی بلا اعتراض کذا فی الطحطاوی عن البحر

مشکوٰۃ میں مسند احمد بن حنبل سے منقول ہی معازف آلات سرود اور قاموس میں ہی کہ معازف ملاہی ہیں مانند عود اور طنبور کے اور مزامیر جمع مزمار آلۂ غنا اور جیسے قصبہ یعنی نے اور بانسری بیں گا دین اُسکو زمارہ اور زمار کہتے ہیں امام نووی نے اسکی حرمت کی تصریح کی ہی فقہا کہتے ہیں کہ گانا آلات مطربہ سے حرام ہی اور فقط آواز سے مکروہ ہی اور اجنبی عورت سے سخت تر کذافی ترجمہ المشکوٰۃ للشیخ عبد الحق الدہلوی ومن یغنی للناس لانہ یجمعہم علی کبیرۃ ہدایہ وغیرہا اور اُسکی گواہی مقبول نہیں جو راگ گاتا ہو لوگون کیواسطے اسواسطے کہ وہ لوگون کو کبیرہ گناہ پر جمع کرتا ہی چنانچہ ہدایہ وغیرہ میں ہی وکلام سعدی افندی یفید تقییدہ بالاجرۃ فتأمل اور سعدی افندی کا کلام مغنی میں اجرت لینے کی قید لگانے کا مفید ہی یعنی اُس مغنی کی گواہی مقبول نہیں جو لوگون سے اجرت لیکر گاتا ہو سو تامل کر اسکو ہم طحطاوی نے کہا قید مذکور غیر ظاہر ہی بلکہ فقہا کا کلام مطلق ہی بلا قید اجرت واما المغنی لنفسہ لدفع الوحشۃ فلا باس بہ عند العامۃ عنایۃ وصححہ العینی وغیرہ قال ولو فیہ وعظ وحکمۃ فجائز اتفاقا اور جو شخص کہ اپنی ذات کیواسطے گاوے دفع وحشت کے لیے تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں جمہور فقہا کے نزدیک کذا فی العنایۃ اور اسکو صحیح کہا ہی عینی وغیرہ نے عینی نے کہا اور اگر سرود میں وعظ اور حکمت ہو تو بالاتفاق جائز ہی محل اباحت سرود وہ ہی کہ باجا نہو اُسکے ساتھ اسواسطے کہ بزازی نے مناقب میں اجماع نقل کیا ہی حرمت سرود پر جبکہ سرود باجے پر ہو چنانچہ عود اور نہایہ اور عنایہ میں ہی کہ لہو اور لعب کیواسطے گانا معصیت ہی جمیع ادیان میں ومنہم من اجازہ فی العرس کما جاز ضرب الدف فیہ ومنہم من اباحہ مطلقا ومنہم من کرہہ مطلقا انتہی وفی البحر والمذہب حرمتہ مطلقا فانقطع الاختلاف بل ظاہر الہدایۃ انہ کبیرۃ ولو لنفسہ واقرہ المصنف اور بعض فقہا نے جائز کہا ہی سرود کو نکاح میں جیسے دف بجانا اسمیں جائز ہی اور بعضون نے اسکو مباح کہا ہی مطلقا نکاح اور غیر نکاح میں اور بعضون نے اُسکو مکروہ کہا ہی مطلقا باجا ہو یا نہو نکاح ہو یا غیر نکاح انتہی کلام العینی اور بحر الرائق میں ہی اور مذہب یہ ہی کہ سرود مطلقا حرام ہی تو اختلاف علما کا منقطع ہو گیا بلکہ ظاہر ہدایہ یہ ہی کہ سرود کبیرہ گناہ ہی اگرچہ اپنی ذات کیواسطے ہو اور ثابت رکھا اس قول کو مصنف نے اپنی شرح میں ہم بحر الرائق میں ہی کہ شارحین نے تصریح نہیں کی کہ سرود میں مذہب کیا ہی اور نہایہ اور عنایہ میں ہی کہ تغنی لہو کیواسطے معصیت ہی جمیع ادیان میں اور زیادات میں کہا کہ اگر اسنے غیر کی وصیت کرے تو معصیت ہی ہمارے نزدیک اور اہل کتاب کے نزدیک اور منجملہ اسکے وہ وصیت ذکر کی جو مغنیین و مغنیات کیواسطے ہی انتہی تو ثابت ہو گئی نص مذہب کی گانے کی حرمت پر تو اختلاف منقطع ہو گیا انتہی ما فی البحر اور تو خود جانتا ہی کہ جو صاحب بحر نے نصوص ذکر کین وہ اطلاق حرمت کی موید نہیں کیونکہ نہایہ اور عنایہ کی عبارت مقید بلہو ہی اور زیادات کی عبارت تقیید شہرت کی مفید ہی اور شہرت اُس وقت ہو گی جب لوگون کے سامنے گاوے وما افادہ تقیید شہرت یہ ہی کہ وصیت مصروف ہوتی ہی متعارف کیطرف اور عرف میں مغنیہ یا مغنی نہیں کہتے مگر اُسکو جو راگ گانے کے ساتھ معروف ہو اور شائع اطلاق حرمت تغنی میں مصنف کا تابع ہوا ہی اور صحیح قول وہ ہی جو فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہی کہ مقبول نہیں گواہی اُسکی جو لوگون کیواسطے گاوے اور انکو سناوے اور اگر تغنی اپنی ذات کے سنانے کیواسطے ہو یا وحشت دفع کرے اپنی ذات سے بدون ابیات کے کہ دوسرا شخص سنے تو اُسکا مضائقہ نہیں اور عدالت اُسکی ساقط نہیں ہوتی یہی قول صحیح ہی انتہی کذافی الطحطاوی فتح القدیر میں ہی کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ لہو ولعب اور جمع مال کیواسطے تغنی حرام ہی بلا خلاف اگرچہ کہ صاحب ہدایہ کی تعلیل کہ مغنی لوگون کو کبیرہ پر جمع کرتا ہی اسکی مقتضی ہی کہ تغنی مطلقا حرام ہی اور علاوہ اسکے ایسا نہیں ہی کیونکہ اگر اسطرح تغنی کرے کہ آپ سنے اور غیر نہ سنے تا اپنی ذات سے وحشت دفع کرے مکروہ نہیں اور بعضون نے کہا کہ استفادہ نظم قوافی اور فصیح اللسان ہونے کیواسطے تغنی مکروہ نہیں اور بعضون نے کہا کہ اگر لوگون کو سنانا کیواسطے نکاح اور ولیمہ میں تغنی کرے مکروہ نہیں تو جواب اسکا یہ ہی کہ اپنے سنانے اور دفع وحشت کیواسطے تغنی میں فقہا کا اختلاف ہی اور بعضون نے کہا کہ مکروہ نہیں مکروہ وہ تغنی ہی جو علی سبیل اللہو ہو دلیل روایت انس بن مالک کہ وہ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس گئے اور وہ زاہد صحابہ میں تھے اور وہ تغنی کرتے تھے اور اسی قول کو شمس الائمہ سرخسی نے لیا ہی اور بعضے مشائخ نے اسکو بھی مکروہ کہا ہی اور اس قول کو شیخ الاسلام نے لیا ہی اور حدیث براء بن مالک کا

ہو کہ وہ اشعار مباحہ کو خوش آوازی سے پڑھتے تھے نہیں ہوا عظ اور حکم تغنی اسواسطے کہ لفظ غناء جیسے غناء معروف کو بولتے ہیں ویسے ہی غیر معروف سنانے کو بھی ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے من لم یتغن بالقرآن فلیس منا اور اشعار مباحہ کی شعر خوانی جائز ہے پھر جبکہ اختلاف تغنی کا حال معلوم ہوا تو جاننا چاہیے کہ صاحب ہدایہ نہیں منع تغنی کا قائل ہو شیخ الاسلام کے مانند مگر ہمکو معلوم ہو چکا ہے کہ تغنی محرم وہ ہے جسکے الفاظ ایسے ہوں جو حلال نہیں جیسے مرد معین اور عورت معینہ زندہ کا وصف یا شراب کی ایسی تعریف جو شوق انگیز ہو اسکی طرف یا ہجو ہو مسلم یا ذمی کی بشرط قصد ہجو نہ بقصد استشہاد یا تعلم فصاحت و بلاغت اور اگر اشعار غیر معین عورت کے وصف میں ہوں تو مباح ہیں بدلیل قصیدہ بانت سعاد کہ خود صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھا گیا اور حضرت نے اسپر انکار نہیں فرمایا ہاں اگر بطریق ملاہی کے ہو تو ممنوع ہے اگرچہ مواعظ اور حکم ہوں مغنی میں ہے کہ ملاہی دو قسم ہیں ایک محرم چنانچہ آلات مطربہ غنا جیسے مزمار اور طنبور وغیرہ اور دوسرے مباح وہ دف ہے نکاح اور اسکے مانند اور سرور حادث میں اور اسکے غیر میں مکروہ ہے عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ جب آواز دف کی سنتے تو خبر منگواتے اگر ولیمہ ہوتا تو سکوت کرتے اور اگر اسکے سوا اور کچھ ہوتا تو درہ لیتے اور اجناس میں ہے کہ محمد بن شجاع سے اس شخص کے حال کا سوال ہوا جو اپنے نفس کے ساتھ ترنم کرتا ہے جواب دیا کہ یہ اسکی شہادت کا قادح نہیں اور قرآن خوانی الحان سے بعضوں کے نزدیک مباح ہے اور بعضوں کے نزدیک منع ہے اور تحتانیہ ہے کہ اگر الحان سے حروف اپنی نظم اور حقیقت سے خارج نہیں ہوتے ہوں تو مباح ہے اور نہیں تو غیر مباح ہے ایسا کچھ علما نے ذکر کیا ہے اور ہم باب الاذان میں مذکور کر چکے ہیں کہ تلحین بدون تغیر مقتضیات حروف کے نہیں ہوتی تو تفصیل بیمعنی ہے انتہی الی الفتح ملخصاً نہر ف قال ولا تقبل شہادۃ من سمع الغناء او یجلس مجلس الغناء زاد العینی او مجلس الفجور والشرب وان لم یسکر لان اختلاطہ بہم وترکہ الامر بالمعروف یسقط عدالتہ اھ مصنف نے کہا اور مقبول نہیں گواہی اس شخص کی جو راگ سنتا ہے یا راگ کی مجلس میں بیٹھتا ہے عینی نے اسقدر زیادہ کیا یا فسق و فجور یا شراب کی مجلس میں بیٹھتا ہے اگرچہ وہ نشا نہ پیتا ہو اسواسطے کہ اسکا اختلاط ہونا انکے ساتھ اور امر بالمعروف کا ترک کرنا اسکی عدالت کا مسقط ہے مجلس غنا میں بیٹھنا مسقط عدالت ہے اگرچہ وہ راگ نہ سنے بلکہ ذکر الہی میں مشغول رہے اور اسیطرح جو راگ سنے اگرچہ راگ کی مجلس میں نہ بیٹھا ہو کذا فی الطحطاوی او یرتکب ما یحد بہ للفسق ومرادہ من یرتکب کبیرۃ قال ح المصنف علیہ یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو مرتکب ہے ایسی چیز کا جسکے سبب سے اسکو حد ماری جاوے بواسطہ فسق کے اور مطلب مصنف کا یہ ہے کہ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا اسکی گواہی مقبول نہیں ایسا کچھ کہا ہے مصنف وغیرہ نے حصر کبیرہ کی حد میں اقوال مختلف ہیں اور قول محقق وہ ہے جو شاہ ولی اللہ دہلوی نے قول الجمیل میں اختیار کیا ہے یعنی حق یہ ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے کہ جسپر دوزخ یا عذاب شدید کی وعید وارد ہے قرآن مجید میں یا حدیث صحیح میں جو اہل حدیث کے نزدیک مشہور ہے یا اسکے مرتکب کو کافر کہا ہو جیسا کہ تارک صلوۃ متعمد کو یا اسکے مرتکب پر شرع میں حد مشروع ہو چنانچہ زنا اور سرقہ اور قطع طریق اور شرب خمر یا امور مذکورہ کے برابر یا اسسے زیادہ شر اور برائی میں حکم رکھے باعتبار عقل اور صغیرہ وہ گناہ ہے جو شرع میں منہی عنہ ہو یا مخالف مشروع ہو یا دین کے طریقہ ماثورہ کا رافع ہو انتہی شیخ ابو طالب مکی نے قوت القلوب میں کہا ہے کہ میں نے احادیث کو جمع کیا جنمیں کبیرہ کی تصریح وارد ہے تو سترہ الکبائر پائے چار دل میں شرک اور نیت اصرار علی المعصیۃ اور ناامیدی رحمت الہی سے اور بیخوفی مکر الہی اور چار زبان میں شہادت زور اور قذف محصن اور یمین غموس اور سحر اور تین پیٹ میں شرب خمر اور اکل مال یتیم اور اکل ربوا اور دو شرمگاہ میں زنا اور لواطت اور دو ہاتھ میں قتل ناحق اور چوری اور ایک پاؤں میں یعنی فرار صف کفار سے اور ایک گناہ سارے بدن سے یعنی عقوق الوالدین انتہی حق تعالی اپنے کرم سے ہمکو انسے بچاوے آمین او یدخل الحمام بغیر ازار لانہ حرام یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو حمام میں غسل کیواسطے بلا ازار پہنے جاوے اسواسطے کہ برہنگی حرام ہے او یلعب بنرد او طاب مطلقاً قامر او لا یا اسکی گواہی مقبول نہیں جو کھیلے نرد یا طاب سے مطلقاً خواہ بازی بدے یا نہ بدے مصنف فتح القدیر میں ہے کہ طاب کھیل ہے ہمارے بلاد یعنی مصر وغیرہ میں نرد کے مانند اسکو بلا حساب اور بلا فکر پھینکتے ہیں جو کھیل البتہ جسکی شیطان نے سہو کیا اور اہل غفلت اسکو کرتے ہیں وہ مطلقاً حرام ہے انتہی معلوم ہوا کہ طاب ایک کھیل ہے جو سرکنڈے بانسوں کی طرح اسکو پھینکتے ہیں [illegible] السلطان [illegible] اور شطرنج میں تو بسبب شبہ اختلاف کے مسقوط عدالت کو

چھ چیزون سے کوئی ایک چیز مشہور ہو تو اسی واسطے مصنف نے کہا یا جوا بدے شطرنج سے تو اسکی گواہی مقبول نہین ہم امام مالک اور شافعی کے نزدیک شطرنج حلال ہے لہذا مصنف نے شطرنج کھیلنے کو مطلقاً مسقط عدالت نہ کہا او یترک به الصلوة حتی یفوت وقتها یا شطرنج کی بازی سے نماز ترک کرے یہان تک کہ نماز کا وقت فوت ہوجاوے ہم ترک صلوۃ سے عدم فعل مطلقاً نہین بلکہ نماز قضا کرنا مراد ہے او یحلف علیه کثیرا یا شطرنج کھیلنے مین قسم بہت کھاتا ہو ہم زیلعی نے اور اتقانی نے اسمین حلف کاذب کی قید لگائی ہے تو اسسے معلوم ہوا کہ کثرت حلف بلا کذب یا کذب بلا کثرت سے شہادت مردود نہین کیونکہ شہرت بدون کثرت نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او یلعب به علی الطریق او یذکر علیه فسقا اشباہ یا شطرنج رستے پر کھیلے یا اسپر فسق کو ذکر کرے کذا فی الاشباہ ہم یعنی وہ چیز ذکر کرے جس سے فاسق ٹھہرے چنانچہ شتم اور قذف او غنا او یداوم علیه ذکرہ سعدی افندی معزیا للکافی والمعراج یا ہمیشہ شطرنج کھیلا کرتا ہو اسکی گواہی مقبول نہین اسکو سعدی افندی نے کافی اور معراج سے نقل کیا ہم اسواسطے کہ مداومت تلہی کی دلیل ہے اور غالباً بعض ضروریات مین خلل پڑتا ہے یہان تک کہ بعضے شطرنج بازون کا اکرام کیا اور اسکی تجہیز و تکفین کے واسطے انھون نے بازی موقوف نکی نعوذ باللہ من انہماک المعاصی او یاکل الربوا قیدہ بالشہرة ولا یخفی ان الفسق یمنعہا شرعا الا ان القاضی لا یثبتہا ذلک الا بعد ظهورہ له فالکل سواء بحر فلیحفظ یا اسکی گواہی مقبول نہین جو بیاج کھاوے بیاج کھانے مین علما نے شہرت کی قید لگائی ہے اور یہ امر مخفی نہین کہ فسق مانع ہے شہادت کا شرعاً مگر یہ کہ قاضی فسق کو ثابت نہین کرتا مگر بعد ظاہر ہونے فسق کے قاضی کے نزدیک تو سب گناہ اسمین برابر ہین کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم بعضون نے اکل مال یتیم اور اکل ربوا مین اسطرح فرق کیا ہے کہ اگر یتیم کا مال کھاوے ایکبار تو گواہی اسکی مقبول نہین اور بیاج خواری مین شہرت شرط ہے صاحب بحر نے اسکو رد کیا کہ دونون مین کچھ فرق نہین فسق ہونے مین دونون برابر ہین اور اشتراط شہرت مین دونون یکسان ہین شہرت تو اسکے واسطے شرط ہے کہ قاضی اسکو ثابت کرے تو اسمین سب گناہ برابر ہین تخصیص بلا دلیل ہے او یبول او یاکل علی الطریق وکذا کل ما یخل بالمروة ومنه کشف عورته لیستنجی من جانب البرکة والناس حضور وقد کثر فی زماننا فتح یا اسکی گواہی مقبول نہین جو پیشاب کرے یا کھاوے راہ مین اور اسی طرح ہر ایک وہ فعل جو مخل مروت ہے از انجملہ اپنی شرمگاہ کھولنا تالاب کے کنارے استنجا کرنے کے واسطے اور حالانکہ لوگ سامنے ہین اور ہمارے زمانے مین یہ فعل بکثرت ہو گیا کذا فی الفتح ہم فتح القدیر مین ہے اسکی گواہی مقبول نہین جو افعال مستخفہ نالائق کرے اگرچہ فی نفسہا وہ حرام نہین جیسے لوگون کے روبرو راہ مین کھانا اور فقط سراویل یعنی پاجامہ پہنکر چلنا پھرنا اور لوگون کے روبرو پاؤن پھیلانا اور وہان سر کھولنا جہان خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اسکو شمار کرین اسواسطے کہ جو شخص ایسا ہو اس سے بعید نہین کہ جھوٹی گواہی دے اور حدیث مرفوع مین وارد ہے کہ لوگون نے جو پہلے نبوت سے کلام پایا ہے وہ یہ ہے کہ جب تجھکو حیا نہو تو جو تیرے دل مین آوے سو کر انتہی طحطاوی منجملہ افعال خلاف مروت لقمہ کے چوری کرنا اور حد سے زیادہ خوش طبعی اور دل لگی کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون کی صحبت مین بیٹھنا اور لوگون کو ذلیل کرنا اور بازار مین غل و شور کرنا مروت عبارت ہے دین اور اصلاح سے اور بعضون نے کہا کہ مروت عبارت ہے روش نیک اور حفظ لسان سے اور سبکی عقل سے کنارہ گیری اور ارتفاع ہر خلق دنی سے انتہی او یظہر سب السلف لظہور فسقه بخلاف من یخفیه لانه فاسق مستور عینی قال المصنف وانما قیدنا بالسلف تبعا لکلامہم والا فالاولی ان یقال سب المسلم لسقوط العدالة بسب المسلم وان لم یکن من السلف کما فی السراج والنهایة یا اسکی گواہی مقبول نہین جو سلف کی بدگوئی ظاہر کرے بسبب ظاہر ہوجانے اسکے فسق کے بخلاف اس شخص کے جو سب کو مخفی رکھتا ہے اسواسطے کہ وہ فاسق مستور ہے یعنے وہ مقبول الشہادت ہے کذا فی العینی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ ہمنے سلف کی قید لگائی باتباع کلام فقہائے مصنفین اور نہین تو یون کہنا بہتر تھا کہ جو مسلمان کی بدگوئی کو ظاہر کرے وہ مقبول الشہادت نہین بسبب ساقط ہونے عدالت کے مسلمان کی بدگوئی سے اگرچہ وہ سلف مین سے نہو چنانچہ سراج اور نہایہ مین ہے ہم سب یعنے دشنام اور گالی یہ ہے کہ انسان کی آبرو مین ایسی گفتگو کرنا جو اسکے حق مین معیوب ہو حدیث مین وارد ہے کہ سباب المسلم فسق وقتاله کفر وفیہا الفرق بین السلف والخلف ان السلف الصالح الصدر الاول من التابعین

۲۷ [illegible]

۳۴ [illegible]

۴۵ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے ۱۲

منتھی ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ والخلف بالفتح من بعدھم فی الخیر وبالسکون فی الشر اور شامی میں ہے کہ درمیان سلف اور خلف کے فرق یہ ہے کہ سلف صالح سے مراد تابعین کا صدر اول ہے انہیں سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں اور خلف بفتح لام وہ لوگ ہیں جو تابعین کے بعد نیک گذرے ہیں اور خلف بسکون لام بدکار لوگ ہیں جنکو عرف میں ناخلف کہتے ہیں کذا فی البحر ھم صدر الشریعۃ نے کہا کہ سلف سے مراد صحابہ اور علماے مجتہدین ماضیین ہیں رضوان اللہ علیہم اجمعین وفیہ عن العنایۃ عن ابی یوسف لا اقبل شہادۃ من سب الصحابۃ واقبلہا ممن تبرأ منہم لانہ یعتقد دینا وان کان علی باطل فلم یظہر فسقہ بخلاف الساب اور بحر الرائق میں عنایہ سے ہے کہ ابو یوسف سے مروی ہے کہ میں قبول نہیں کرتا گواہی اسکی جو صحابہ کرام کی بدگوئی کرے اور اسکی گواہی قبول کرتا ہوں جو صحابہ سے بیزار اور ناراض ہے اسواسطے کہ وہ ایک دین کا معتقد ہے کالخوارج والروافض اگرچہ وہ باطل ہے پس تو متبری نے اپنا فسق ظاہر نکیا ولیکن رکھا بخلاف بدگو کہ اسنے اپنا فسق ظاہر کردیا ھم ظاہر اینمسئلہ متفق علیہا ہے اور ابو یوسف کی طرف اسواسطے منسوب ہوا کہ وہ مخرج ہیں اسکے شہدا ان اباھما اوصی الیہ فان ادعاہ صحت شہادتہما استحسانا کشہادۃ دائنی المیت ومدیونیہ والموصی لہما ووصییہ لثالث علی الادعاء دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے فلانے شخص کو وصی کیا ہے تو اگر شخص مذکور اسکا دعوے کرے تو دونوں کی گواہی صحیح ہوگی بطور استحسان کے جیسے میت کے دو دائنوں کی گواہی ایک شخص کے وصی ہونے میں اور میت کے دو مدیونوں کی گواہی کسی شخص کے وصی ہونے میں اور جن دو شخصوں کے واسطے میت نے وصیت کی انکی گواہی کسیکے وصی ہونے میں اور میت کے دو وصیوں کی گواہی تیسرے شخص کے وصی ہونے میں صحیح ہے کذا فی الطحطاوی وان انکر لان القاضی لا یملک اجبار احد علی قبول الوصیۃ عینی اور اگر وہ شخص قبول وصایت سے انکار کرے تو گواہی اشخاص مذکورین کی صحیح نہیں اسواسطے کہ قاضی مالک نہیں کسیکو زبردستی وصیت قبول کروانے کا کذا فی شرح العینی کما لا تقبل لو شہدا ان اباھما الغائب وکلہ بقبض دیونہ وادعی الوکیل او انکر والفرق ان القاضی لا یملک نصب الوکیل عن الغائب بخلاف الوصی جیسے قبول نہیں گواہی اگر دو بیٹے گواہی دیں کہ ہمارے غائب باپ نے فلانے کو وکیل کیا ہے اپنے دیون کے قبض کرنے کا خواہ وکیل وکالت کا دعوے کرے یا انکار کرے اور فرق وصی اور وکیل کے مسئلہ میں یہ ہے کہ قاضی مالک نہیں غائب کی طرف سے وکیل مقرر کرنیکا بخلاف نصب وصی کہ اسمیں قاضی کو اختیار ہے شہد الوصی ای وصی المیت بحق المیت بعد ما عزلہ القاضی عن الوصایۃ ونصب غیرہ او بعد ما ادرک الورثۃ لا تقبل شہادتہ للمیت فی مالہ او غیرہ خاصم اولا لحلول الوصی محل المیت ولذلک لا یملک عزل نفسہ بلا عزل قاض فکان کالمیت نفسہ فاستوی خصامہ وعدمہ گواہی دی وصی نے لیے میت کے وصی نے میت کے حق میں بعد اسکے کہ قاضی نے اسکو معزول کردیا وصایت سے اور قائم کیا غیر کو یا گواہی دی بعد بالغ ہونے ورثہ میت کے تو اسکی گواہی میت کے حق میں اسکے مال اور غیر مال میں مقبول نہیں خواہ وصی نے خصومت کی ہو یا نکی ہو بسبب ہوجانے وصی کے بجاے میت کے اور اسی واسطے وصی اپنی ذات کے معزول کرنے کا مالک نہیں بدون معزول کرنے قاضی کے تو وصی مثل ذات میت کے ہو گیا تو اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر ہوگئے ھم درصورت بقاے وصایت وصی کا بجاے میت کے ہونا ظاہر ہے اور درصورت معزولی ظاہر نہیں مگر باعتبار ما کان پھر جب بجاے میت کے ہوا تو گویا اسنے اپنی ذات کے واسطے گواہی دی لہذا مقبول نہیں بخلاف الوکیل فلذا قال ولو شہد الوکیل بعد عزلہ للموکل ان خاصم فی مجلس القاضی ثم شہد بعد عزلہ لا تقبل اتفاقا للتہمۃ بخلاف وکیل کے کہ اسکی خصومت اور عدم خصومت برابر نہیں تو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر گواہی دے وکیل اپنے معزول ہونے کے بعد موکل کے حق میں اگر اسنے خصومت کی ہے مجلس قاضی میں پھر گواہی دی بعد اپنے معزول ہونے کے تو گواہی بالاتفاق مقبول نہیں بسبب [illegible] وکیل جسمیں خصومت کر چکا ہے اسمیں اپنی صداقت ظاہر کرتا ہے گواہی دیکر والا قبلت لعدمہا خلافا للثانی فی جعلہ کالوصی سراج اور اگر خصومت نہیں کی تو گواہی وکیل کی موکل کے حق میں بعد معزولی کے مقبول ہے بسبب نہونے تہمت مذکورہ کے بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک درصورت عدم خصومت بھی مقبول نہیں تو ابو یوسف نے وکیل کو وصی کے مانند ٹھہرایا کذا فی السراج وفی قضاء الزیلعی کل من صار خصما فی حادثۃ لا تقبل شہادتہ فیہا ومن کان

بعد حنیفۃ ان یصیر خصما ولینتصب خصما لغیرہ بعد عزلہ وهذان الاصلان متفق علیهما قاله فیه اور شرح زیلعی کی کتاب القسامۃ مین ہے کہ جو شخص کہ مخاصم ہو گیا کسی مقدمے مین تو اس مقدمے مین گواہی اسکی مقبول نہین اور جسکا مخاصم ہونا درپیش ہے اور حالانکہ ہنوز وہ مخاصم نہین ہوا تو اسکی گواہی مقبول ہے اور یہ دونون قاعدے بالاتفاق ہین اور پورا بیان اسکا اسی شرح مین ہے ہم زیلعی نے اپنی شرح مین کہا تو اصل اول کی جنس سے وکیل بالخصومۃ جبکہ اسنے حاکم کے پاس خصومت کی پھر وہ معزول ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہین اور شفیع نے جب شفعہ طلب کیا یعنے قاضی کے پاس اور مشتری سے خصومت کی پھر اسکو ترک کیا تو اسکی گواہی بیع مین مقبول نہین اور اصل ثانی کی جنس سے وکیل ہے جبکہ اسنے خصومت نکی اور شفیع ہے جبکہ اسنے شفعہ طلب نکیا بعد گواہی دی تو دونون کی گواہی مقبول ہے کذا فی الطحطاوی

قید بمجلس القاضی لانہ لو خاصم فی غیرہ ثم عزل قبلت عندهما کما لو شهد فی غیرها وکل فیه او علیه جامع الفتاوی

قید لگائی یعنے مجلس قاضی کی اسواسطے کہ اگر وکیل نے غیر مجلس قاضی مین حکومت کی ہو پھر موکل نے اسکو وکالت سے معزول کیا ہو تو طرفین کے نزدیک گواہی مقبول ہے چنانچہ اگر وکیل نے گواہی دی اس مقدمے کے سوا مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا یا موکل کی منفعت کی گواہی دی تو مقبول ہے کذا فی جامع الفصولین وفی البزازیۃ

وکله بالخصومة عند القاضی فخاصم المطلوب بالف درهم عند القاضی ثم عزله فشهد ان لموکله علی المطلوب مائة دینار تقبل بخلاف ما لو وکله عند غیر القاضی فخاصم ثم عزله فیها

اور بزازیہ مین ہے کہ ایک شخص کو خصومت کے واسطے وکیل کیا قاضی کے نزدیک سو اسنے جھگڑا کیا مدعاعلیہ سے ہزار درہم کا پھر موکل نے وکیل کو معزول کیا سو وکیل نے گواہی دی کہ اسکے موکل کے مدعاعلیہ پر سو دینار ہین تو گواہی مقبول ہے یعنے اسواسطے کہ یہ دوسرا مقدمہ ہے غیر متعلق بوکالت بخلاف اس صورت کے کہ اسکو غیر قاضی کے نزدیک وکیل کیا اور اسنے خصومت کی تو گواہی مقبول نہین اور پورا بیان انکا اسی کتاب مین ہے ہم باقی بیان بزازیہ اور کافی مین یون ہے کہ اگر قاضی کو وکالت معلوم نہوا اور مدعاعلیہ وکالت کا منکر ہوا اور وکیل اپنی وکالت گواہون سے ثابت کرے پھر موکل اسکو معزول کرے اور وکیل موکل کے واسطے گواہی دے تو گواہی اسکی مردود ہے ہر ایک اس حق مین جو وقت توکیل کے قائم ہے مگر جبکہ اس حق کی گواہی دی جو بعد پیدا ہوا تاریخ وکالت کے بعد تو اب گواہی مقبول ہوگی کذا فی الطحطاوی

کما قبلت عندهما خلافا للثانی شهادة اثنین بدین علی المیت لرجلین ثم شهد المشهود لهما للشاهدین بدین علی المیت لان کل فریق یشهد بالدین فی الذمة وهی تقبل حقوقا شتی فلم تقع الشرکة له فی ذلک بخلاف الوصیة بغیر عین کما فی وصایا المجمع وشرحه سیجیء

ثم جیسے طرفین کے نزدیک بخلاف ابو یوسف کے گواہی مقبول ہے دو شخصون کی گواہی دو مردون کے دین کی میت پر پھر مشہود لهما نے گواہی دی کہ شاہدین کا دین میت مذکور پر ہے اسواسطے کہ ہر فریق گواہی دیتا ہے کہ دین ثابت ہے ذمی پر اور ذمہ حقوق متفرقہ کو قبول کر سکتا ہے تو شاہد کی شرکت نہ واقع ہوئی اسمین بخلاف اس وصیت کے جو غیر عین مین ہو چنانچہ مجمع اور اسکی شرح مین ہے اور اسکا ذکر کتاب الوصایا مین آویگا دینون کی شہادت شاہد کی شرکت ثابت فی الذمہ مین ثابت نہین بلکہ شرکت مقبوض مین بعد قبض ثابت ہے اور وہ مانع شہادت نہین بخلاف وصیت غیر معین یعنے اگر ہر فریق دوسرے فریق کی گواہی دے کہ میت نے اسکے واسطے ثلث مین وصیت کی ہے تو بالاتفاق گواہی مقبول نہین اسواسطے کہ انکا حق ترکہ مین ہے یعنے ثلث مین اور وہ دونون فریق مین مقسوم ہے تو یہ گواہی ہوئی اسمین جو دونون مین مشترک ہے اور اگر دونون شخصون نے گواہی دی کہ میت نے ان دو شخصون کے واسطے اس چیز معین کی وصیت کی پھر مشہود لهما نے شاہدین کے واسطے دوسری چیز معین کی گواہی دی تو مقبول ہے کیونکہ اسمین شرکت نہین

کشهادة وصیین لوارث کبیر علی اجنبی فی غیر مال المیت فانها مقبولة فی ظاهر الروایة کما لو شهد الوصیان علی اقرار المیت بشیء معین لوارث بالغ فتقبل بزازیہ

اور جیسے گواہی دو وصیون کی وارث کبیر کے واسطے شخص اجنبی پر مال میت کے سوا مین کہ وہ مقبول ہے ظاہر الروایۃ مین چنانچہ اگر دو وصیون نے اقرار میت پر گواہی دی کسی معین چیز کی وارث بالغ کے واسطے تو وہ مقبول ہے کذا فی البزازیہ ہم وارث بالغ کی قید اسواسطے لگائی کہ صغیر کے واسطے گواہی مقبول نہین بسبب تہمت کے کذا فی الطحطاوی

ولو شهد فی ماله

ای المیت لاختلافہما ولو لصغیر لم یجز اتفاقا وسیجئ فی الوصایا اور اگر دو وصیون نے میت کے مال مین گواہی دی تو مقبول نہین بخلاف صاحبین کے اور اگر صغیر کے واسطے گواہی دی تو باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہین اور یہ مسئلہ کتاب الوصایا مین آویگا کما لا تقبل الشہادۃ علی جرح بالفتح ای فسق مجرد عن اثبات حق لله تعالی او للعبد جیسے مقبول نہین گواہی جرح مجرد پر یعنے اس فسق کے اظہار پر جو خالی ہو اثبات حق الله یا اثبات حق العبد سے جرح بالفتح اصطلاح شرع مین عبارت ہی اظہار فسق شاہد سے کذا فی البحر حق الله جیسا نچہ حد اور حق العبد جیسا نچہ قذف یا قتل قہستانی نے کہا جرح مجرد وہ ہی جسپر دفع خصومت مشہود علیہ سے مترتب ہو فتح القدیر مین ہی کہ جرح مجرد کی گواہی دو وجہ سے مقبول نہین ایک یہ کہ گواہی مقبول ہوتی ہی حکم کے واسطے تو ضرور ہی کہ مشہود بہ تحت حکم داخل ہو اور فسق تحت حکم داخل نہین اسواسطے کہ حکم الزام ہی اور قاضی کے اختیار مین نہین الزام فسق کا کسی شخص پر کیونکہ فاسق اسکے دفع پر فی الحال قادر ہی توبہ کرنے سے دوسری وجہ یہ ہی کہ بمجرد اس گواہی کے شاہد فاسق ہوجاتا ہی کیونکہ اشاعت فاحشہ بنص قرآن سے ممنوع ہی اگر کوئی کہے کہ شہادت سے اشاعت فاحشہ مقصود نہین بلکہ مشہود علیہ سے دفع ضرر مطلوب ہی اسکا جواب یہ ہی کہ دفع ضرر اشاعت مین منحصر نہین اسطرح سے کہ بر ملا قاضی کی مجلس مین گواہی دے بلکہ اگر پوشیدہ قاضی کو خبر کردے تو بھی مطلب حاصل ہی انتہی وان تضمنت قبلت وکذا لا تقبل سو اگر گواہی اثبات حق الله یا اثبات حق العبد کی متضمن ہو تو مقبول ہی اور نہین تو مقبول نہین بعد التعدیل ولو قبلہ قبلت ای الشہادۃ بل الاخبار ولو من واحد علی الجرح المجرد کما اعتمدہ المصنف تبعا لما قررہ صدر الشریعۃ واقرہ منلا خسرو وادخلہ تحت قولہم الدفع اسہل من الرفع وذکر وجہہ واطلق ابن الکمال ردہا تبعا لاطلاق الکتب وذکر وجہہ جرح مجرد پر گواہی مقبول نہین بعد ثبوت عدالت شہود مدعی کے اور اگر قبل ثبوت عدالت کے جرح مجرد پر گواہی ہو تو مقبول ہی بلکہ اخبار مقبول ہی اگرچہ اخبار ایک ہی شخص سے ہو جرح مجرد پر اسی قول پر اعتماد کیا ہی مصنف نے صدر الشریعۃ کے قرار داد کی پیروی کرکے اور اسیکو ثابت رکھا ہی ملا خسرو نے درر غرر مین اور داخل کیا ہی اسکو فقہا کے اس قول کے نیچے کہ دفع سہل تر ہی رفع سے یعنے قبل ثبوت کے ہٹانا آسان تر ہی بعد ثبوت کے اوٹھانے سے اور اسکی وجہ بیان کی ہی اور ابن کمال نے جرح مجرد کی شہادت کو مطلقا مردود کہا ہی باتباع عام کتب فقہ اور اسکی وجہ مذکور کی ہی ملا خسرو نے وجہ یون بیان کی ہی کہ اگر کوئی کہے کہ جرح مجرد کی شہادت کیون مقبول ہی قبل التعدیل شہود کے اور بعد تعدیل مقبول نہین مگر نصاب شہادت در صورتیکہ غیر مجرد ہو اسکا جواب تحقیقی یہ ہی کہ جرح شاہد قبل التعدیل دفع ہی شہادت کا قبل ثابت ہونے شہادت کے اور یہ دیانت کے باب سے ہی ولہذا اسمین خبر واحد مقبول ہی اور بعد تعدیل کے رفع ہی شہادت کا بعد ثابت ہوجانے شہادت کے یہان تک کہ قاضی پر عمل بشہادت واجب ہی جب تک جرح معتبر موجود نہو اور قواعد مقررہ سے یہ قاعدہ ہی کہ دفع اسہل ہی رفع سے اور یہی بھید ہی جرح مجرد کے مقبول ہونے مین قبل تعدیل کے اگرچہ ایک شخص سے ہو اور غیر مقبول ہی بعد تعدیل کے بلکہ نصاب شہادت اور اثبات حق شرع یا حق عبد کی احتیاج ہی انتہی اور ابن کمال نے یون وجہ بیان کی ہی کہ جرح مجرد پر اسواسطے گواہی مقبول نہین کہ تحت حکم داخل نہین اور گواہی اسمین مقبول ہوتی ہی جو تحت حکم داخل ہو اور قاضی کے اختیار مین اسکا الزام ہو خواہ قبل تعدیل کے یہ ہو یا بعد تعدیل کے انتہی اب معلوم کرنا چاہیے کہ ابن کمال اور ملا خسرو کے کلام مین لفظی خلاف ہی نہ معنوی اسواسطے کہ ابن کمال نے یہ جو کہا ہی کہ شہادت فسق مجرد کی مقبول نہین اگرچہ قبل تعدیل ہو تو مراد اسکی یہ ہی کہ وہ معتبر نہین باین معنی کہ وہ ایسی شہادت نہین کہ مطعون کو حیز قبول سے خارج کردے اور بعد اسکے تعدیل مقبول نہو چنانچہ ابن کمال نے اسکو خود بطریق سوال اور جواب کے اسطرح بیان کیا ہی کہ اگر تو کہے کہ کیا یہ بات نہین ہی کہ فسق شاہد کی خبر قبل ثبوت عدالت قاضی کو مانع ہی قبول شہادت سے اور اس شہادت کے موافق حکم دینے سے تو مین جواب دون کہ ہان مانع ہی لیکن یہ منع اس سبب سے ہی کہ خبر فسق طعن ہی انکی عدالت مین نہ اس سبب سے کہ کوئی امر ایسا ثابت ہو گیا جسنے شاہدون کو حیز قبول سے ساقط کر دیا ولہذا اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد اسکے تو انکی گواہی مقبول ہی اور اگر شہادت فسق کی مقبول ہوتی تو شاہد حیز شہادت سے ساقط ہوجاتی اور مجال تعدیل باقی نہ رہتی انتہی تو یہ قول ملا خسرو کے اس کلام کا منافی نہین فسق مجرد کی گواہی قبل تعدیل کے مقبول ہی اسواسطے کہ ہر چند انہون نے یہ کہا لیکن انہون نے یہ بھی کہا ہی کہ اگر شاہدون کی عدالت ثابت ہو بعد جرح مجرد کے تو مدعی کے شہود کی گواہی

مقبول

مقبول ہوگی تو خلاف لفظی ٹھہرا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وظاہر کلام الوانی وعزمی زادہ المیل الیہ اور علامہ وانی اور عزمی زادہ کے ظاہر کلام سے ابن کمال کے
کلام کی طرف میلان ثابت ہوتا ہے ہم علامہ وانی نے جو ابن کمال کی طرف سے جواب دیا ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ابن کمال کی مراد یہ ہے کہ فسق مجرد کی شہادت درحقیقت شہادت نہیں ہے
خواہ قبل تعدیل یا بعد تعدیل ہو بلکہ وہ خبر محض ہے بدلیل قبول خبر واحد قبل التعدیل پھر جب وہ شہادت نہ ٹھہری تو اس باب سے اسکا تعلق نہوا اسواسطے کہ اسباب میں انکا
ذکر ہے جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی مقبول نہیں تو ابن کمال کا یہ قول کہ گواہی معتبر نہیں مطلب اسکا یہ ہے کہ وہ شہادت کے شمار میں نہیں اگرچہ قبل تعدیل ہوا تھی
اسواسطے کہ اگر وہ شہادت کے شمار میں ہوتی تو مطعون کی شہادت بعد ثبوت عدالت مقبول نہوتی تو اس قول کا بھی حاصل خلاف لفظی کی طرف راجع ہوا کذا فی
الطحطاوی وکذا القہستانی حیث قال وفیہ ان القاضی لم یلتفت لہذہ الشہادۃ ولکن یزکی الشہود سرًا وعلناً فان عدلوا قبلہا کذا فی
المضمرات اور اسی طرح قہستانی کا بھی میلان ابن کمال کے کلام کی طرف ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ قہستانی نے کہا اور اسمیں یعنے نقایہ کے کلام میں اسکا اشارہ ہے کہ قاضی
نہ التفات کرے اس شہادت کی طرف یعنے فسق مجرد کی شہادت کی طرف ولیکن شہود مدعی کا تزکیہ کرے پوشیدہ اور علانیہ سو اگر انکی عدالت ثابت ہو تو گواہی انکی قبول
کرے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے ہم نقایہ کا کلام یہ ہے کہ تفسیق مجرد شاہد معدل میں مقبول نہیں انتہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر معدل میں
مقبول ہے قولہ لم یلتفت الاولی لا یلتفت کذا فی الطحطاوی ولہذا مترجم نے لم یلتفت کی طرف التفات نکیا بلکہ لا یلتفت کا ترجمہ کیا وجعلہ البرجندی علی قولہما
فتنبہ اور برجندی نے قبول شہادت کو درصورت تعدیل صاحبین کا قول ٹھہرایا ہے نہ امام کا سو خبردار ہو جا ہم طحطاوی نے کہا کہ تجھکو معلوم ہو چکا کہ اسکی کچھ حاجت نہیں
اسواسطے کہ خلاف لفظی ہے نہ معنوی مثل ان یشہدوا علی شہود المدعی علی الجرح المجرد بانہم فسقۃ او زناۃ او اکلۃ الربوا او شربۃ الخمر چنانچہ مدعی
کے شہود پر جرح مجرد کی یوں گواہی دیں کہ شہود مدعی فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں ہم جرح مرکب کی بھی مثالوں میں زنا اور اکل ربوا اور شرب خمر
مذکور ہے تو مطلب یہ ہے کہ جرح مجرد میں بسبب تقادم مجہول ہے اور جرح مرکب میں غیر متقادم مجہول ہے علامہ مقدسی نے کہا کہ ظاہر تر وجہ فرق یہ ہے کہ جرح مجرد میں تفسیق بصیغہ اسم
فاعل ہے اور اسم فاعل کا ہے معنی استقبال ہوتا ہے تو یقین نہوا کہ شاہد بالفعل متصف بفسق ہیں بخلاف جرح مرکب کے کہ وہاں بصیغہ ماضی تفسیق ہے او علی اقرارہم انہم
شہدوا بزور او انہم اجراء فی ہذہ الشہادۃ او ان المدعی مبطل فی ہذہ الدعوی او انہ لا شہادۃ لہم علی المدعی علیہ فی ہذہ الحادثۃ
فلا تقبل بعد التعدیل بل قبلہ درر واعتمدہ المصنف یا جرح کے گواہ شہود مدعی کے اس اقرار کی گواہی دیں کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی یا شہود اجرت
گیر ہیں اس شہادت میں یا اس اقرار کی کہ مدعی ناحق پر ہے اس دعوی میں یا اس اقرار پر کہ شہود کی شہادت ثابت نہیں مدعا علیہ پر اس حادثہ میں تو یہ گواہی مقبول
نہیں بعد تعدیل کے بلکہ قبل تعدیل قبول ہے چنانچہ درر میں ہے اور اسپر اعتماد کیا ہے مصنف نے ہم طحطاوی نے کہا کہ عدم قبول بعد تعدیل اور قبول قبل تعدیل تکرار
محض ہے وتقبل لو شہدوا علی الجرح المرکب کاقرار المدعی بفسقہم او اقرارہ بشہادتہم بزور او بانہ استاجرہم علی ہذہ الشہادۃ اور گواہی مقبول
ہے اگر گواہوں نے جرح مرکب پر گواہی دی جیسے مدعی کے اقرار کی بفسق شہود یا مدعی کے اس اقرار کی کہ شاہدوں کی گواہی جھوٹی ہے یا اس اقرار کی کہ مدعی نے انکی اجرت مقرر
کی اس گواہی پر ہم جرح مرکب اسواسطے کہا کہ اس جرح پر شہادت مترتب ہے تو گویا جرح اور جو اسپر مترتب ہوا اور وہ دو چیزیں ہیں اور فسق شہود کی گواہی باقرار
مدعی اسواسطے مقبول ہوئی کہ شاہدوں نے اظہار فاحشہ کی گواہی نہیں دی بلکہ اظہار فاحشہ کی حکایت کی غیر شخص سے تو وہ اس گواہی سے فاسق نہ ٹھہرے
اور اقرار ایسی چیز ہے جو تحت حکم داخل ہے اور قاضی بسبب انکے الزام پر قادر ہے کیونکہ اقرار توبہ کرنے سے مرتفع نہیں ہوتا خزانۃ الاکمل میں ہے کہ اثبات اقرار مدعی
بفسق شہود یا مبطل شہادت مقبول ہے اور یہ جرح اور طعن نہیں بلکہ اس باب سے ہے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے کذا فی الطحطاوی او علی اقرارہم انہم لم یحضروا
المجلس الذی کان فیہ الحق عینی یا گواہی دی شہود کے اس اقرار پر کہ وہ حاضر نہ تھے اس مجلس میں جسمیں مدعی کا حق تھا کذا فی العینی او انہم عبید او محدودون فی
قذف او انہ ابن المدعی او ابوہ عنایہ او قاذف والمقذوف یدعیہ یا جرح مرکب کی یوں گواہی دی کہ شہود مدعی غلام ہیں یا محدود فی القذف

ہین یا گواہ مدعی کا بیٹا ہی یا اسکا باپ ہی کذا فی العنایۃ یا کہ شاہد قاذف ہو اور حالانکہ مقذوف اسکا مدعی ہی وانھم زنوا وصنعوا او سرقوا منی کذا او بیّنتہ او شربوا الخمر ولم یتقادم العہد کما مرّ فی بابہ یا گواہی دی کہ شہود مدعی نے زنا کیا اور زنا کی حقیقت کو انھون نے بیان کیا یا شہود نے میرا فلانا مال چورایا اور مال مسروق کی اُسنے تصریح کی یا شہود نے شراب پی اور حالانکہ زمانہ شرب متقادم نہین ہوا چنانچہ مذکور ہو چکا حد شرب کے باب مین ہم حد شرب مین مذکور ہو چکا کہ شرب کا تقادم ذہاب ریح یعنی بو جانے سے ہوتا ہی اور غیر شرب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے او قتلوا النفس عمداً عینی یا گواہی دی کہ شاہدون نے آدمی کو مار ڈالا جان بوجھکر کذا فی العینی او شرکاء المدعی والمدعی مال یا گواہی دی کہ شہود شریک ہین مدعی کے اور حالانکہ جسمین دعوی ہی وہ مال ہی ہم مراد یہ ہی کہ شاہد شریک مفاوض ہی مدعی کا تو جو اس دعوی باطل سے مدعی کو حاصل ہوگا تو شاہد کو اسمین فائدہ ہوگا اور یہ مراد نہین کہ شاہد مدعی کا شریک ہی مدعی بہ مین والا اسکا اقرار ہوگا کہ مدعی بہ مدعی اور شاہد کا مملوک ہی کذا فی فتح القدیر او انہ استاجرہم بکذا لیؤدوا الشہادۃ واعطاہم ذلک مما کان لہ عندہ من المال ولو لم یقل لہ لم تقبل لدعواہ الاستیجار لغیرہ فلا ولایۃ لہ علیہ یا گواہی دی مدعی علیہ نے اس قول پر کہ مدعی نے شاہدون کی اتنی اجرت مقرر کی گواہی کے واسطے اور انکو اجرت دی اس مال مین سے جو میرا تھا مدعی کے پاس اور اگر یہ نہ کہیگا تو گواہی مقبول نہو گی بسبب دعوی کرنے استیجار کے غیر شخص کے واسطے اور حالانکہ اسکی ولایت نہین غیر شخص پر یعنی تو وہ مخاصم نہ ٹھرا ہم یعنی جب کہیگا کہ اجرت میرے مال سے دی اسوقت شہود مدعی کی گواہی مردود ہو گی اور شہود جرح کی گواہی مقبول ہو گی اور فقط دعوی استیجار بلا قید مذکور جرح مجرد ہی جو مقبول نہین او انی صالحتہم علی کذا ودفعتہ الیہم رشوۃ والا فلا صلح بالمعنی الشرعی ولو قال لم ادفعہ لم یقبل علی ان لا یشہدوا علیّ زوراً وقد شہدوا زوراً وانا اطلب ما اعطیتہم یا گواہی دی مدعی علیہ نے اس قول پر کہ شہود مدعی سے مین نے صلح کی تھی بعوض اتنے مال کے اور وہ مال انکو بطور رشوت کے مین نے دیا تھا اس شرط پر کہ مجھپر جھوٹ گواہی نہ دین ساتھ اسکے انھون نے جھوٹ گواہی دی اور مین انسے طلب کرتا ہون وہ مال جو انکو مین نے دیا شارح نے کہا کہ اگر دینا مال کا بطور رشوت کے ظاہر نکریگا تو صلح بمعنی شرعی ثابت نہو گی اور اگر کہے کہ صلح کرکے مین نے مال نہین دیا تو گواہی مقبول نہین وانما قبلت فی ہذہ الصور لانہا حق اللہ والعبد فمست الحاجۃ لاحیاءہا اور ان صورتون مین تو گواہی اسی واسطے مقبول ہی کہ امور مذکورہ یا حق اللہ یا حق العبد ہین تو دونون حقوق کے زندہ کرنے کے واسطے حاجت واقع ہوئی شہد عدل فلم یبرح من مجلس القاضی ولم یطل المجلس ولم یکذبہ المشہود لہ حتی قال اوہمت اخطأت بعض شہادتی ولا مناقضۃ قبلت شہادتہ بجمیع ما شہد بہ لو عدلا ولو بعد القضاء وعلیہ الفتوی خانیہ یعنی گواہی دی شاہد عادل نے سو ہنوز وہ مجلس قاضی سے جدا نہین ہوا اور مجلس بھی دراز

مخالفت ۱۲

نہین ہوئی اور مدعی نے اسکی تکذیب نہین کی یہان تک کہ شاہد نے کہا کہ مین نے خطا کی بعض شہادت مین اور حالانکہ دونون قولون مین مناقضہ نہین تو اسکی گواہی مقبول ہی سب چیز مین جسکی اُسنے شہادت دی یعنی بشرطیکہ شاہد عادل ہو اگرچہ اظہار خطا بعد حکم قاضی کے ہو اور اسی پر یعنی قبول بعد قضا پر فتوی ہی کذا فی الخانیۃ والبحر خطا بعض شہادت خواہ بزیادت ہو خواہ بنقصان زیادت اسطرح کہ ہزار درم کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا حقیقت مین پانسو درم ہین اور کمی کی یہ مثال ہی کہ پانسو کی گواہی دی پھر بولا کہ مین بھول گیا وہ تو ہزار درم ہین تو گواہی بشرط عدالت شاہد دونون صورتون مین مقبول ہی اسواسطے کہ ہیبت مجلس قضا سے کاہے ایسا ہو جاتا ہی کذا فی الفتح عدم مناقضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ درصورت تناقض شہادت چنانچہ اول یون گواہی دی کہ وہ چیز زید کی ہی پھر بولا کہ مین نے خطا کی بلکہ وہ خالد کی ہی تو گواہی مقبول نہو گی قلت لکن عبارۃ الملتقی تقتضی قبول قولہ اوہمت وانہ یقضی بما بقی وہو مختار السرخسی وغیرہ وظاہر کلام الکمال وسعدی ترجیحہ فتنبہ وتبصر مین کہتا ہون لیکن عبارت ملتقی الابحر اسکی مقتضی ہی کہ شاہد کا یون کہنا کہ مین نے خطا کی مقبول ہی اور اسکی کہ ما بقی کا حکم ہوگا اور یہ قول سرخسی وغیرہ کے نزدیک مختار ہی اور اکمل اور سعدی کا ظاہر کلام اس قول کی ترجیح پر دلالت کرتا ہی تو خبردار اور ہوشیار ہو جا ہم شارح کا یہ تدارک بے معنی ہی کیونکہ اس قول مین صریح اختلاف ہی یا بین اہل مذہب کذا فی الطحطاوی فتح القدیر مین ہی کہ دعوی کیا پندرہ سو کا تو شاہد نے ہزار کی گواہی دی پھر بولا کہ مین چوک گیا اسکا حق تو پندرہ سو ہی تو اسمین اختلاف ہی

کہا کہ سبکا حکم ہوگا یعنے پندرہ سو کا اور بعضون نے کہا فقط باقی کا حکم ہوگا یعنے ہزار کا یہان تک کہ اگر ہزار کی گواہی دے پھر کہے مین نے غلط کہا وہ پانسو ہین تو فقط پانسو کا حکم ہوگا اسواسطے کہ جو حادث ہو بعد شہادت کے وہ اسکے مانند ہی جو شہادت کے وقت حادث ہوا اور اسیکی طرف شمس الائمہ سرخسی کا میلان ہی انتہی مختصرا (ولو قال الشاهدان بعد قيام عن المجلس لا يقبل على الظاهر احتياطا) اور اگر شاہد نے بعض شہادت کی خطا ظاہر کی اپنے اٹھ جانے کے بعد مجلس سے تو گواہی مقبول نہین بنا بر ظاہر الروایۃ کے بنظر احتیاط ھ وجہ احتیاط یہ ہی کہ زیادت مین شاہد مدعی نے اور کمی مین مدعی علیہ نے اسکو ورغلانا ہو طمع دینا دیکر صدر الشریعہ نے کہا کہ عدم قبول اس صورت مین ہی جبکہ محل شبہہ ہو یعنے جیسا کہ زیادت یا نقصان مین اور اگر شبہہ کا مقام نہو تو باوجود تغایر مجلس گواہی مقبول ہی چنانچہ لفظ شہادت کو اسنے ذکر نکیا پھر دوسری مجلس مین اسنے لفظ شہادت کو زیادہ کیا انتہی اور اسی طرح اگر شاہد نے مدعی یا مدعا علیہ کی طرف اشارہ ترک کیا یا ایک کسیکا نام لیا تو مقبول ہی اسواسطے کہ قضا مقصود نہین بدون امور مذکورہ کذا فی الفتح (وكذا لو وقع الغلط في بعض الحدود او النسب هداية) اور اسی طرح گواہی مقبول ہی اگر غلطی واقع ہو گئی بعض حدود یا نسب مین کذا فی الہدایہ ھ مثلا حد غربی کے مکان مین شرقی ذکر کیا یا بعض نسب مین خطا کر گیا چنانچہ بجائے محمد بن علی بن عمران کے محمد بن احمد بن عمر بول گیا پھر اسی مجلس مین تدارک کیا تو مقبول ہی اور بعد مجلس مقبول نہین کذا فی الفتح ط اور منح مین بزازیہ سے نقل کیا کہ اگر شاہد دو حدین یا ایک حد یا دو حدین غلطی کی پھر اسکا تدارک کیا اسی مجلس مین یا غیر مجلس مین تو در صورت امکان توفیق مقبول ہی چنانچہ شاہد یون کہے کہ اسکا نام فلانا تھا پھر اسکا نام فلانا ہوگیا (بينة انه اي المجروح مات من الجرح اولى من بينة الموت بعد البرء) اسکی گواہی کہ زخمی مرگیا زخم سے اولے بالقبول ہی اس گواہی سے کہ بعد صحت کے مرگیا ھ یعنے زید نے خالد کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو اسکے اولیا نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور زید کے مددگار نے گواہی قائم کی کہ وہ زخم چنگا ہوکر دس دن کے بعد مرگیا تو اولیاء مقتول کی گواہی اولے ہی کذا فی الدرر (ولو اقام اولياء المقتول بينة على ان زيدا جرحه وقتله واقام زيد بينة على ان المقتول قال ان زيدا لم يجرحني ولم يقتلني فبينة زيد اولى من بينة اولياء المقتول مجمع الفتاوى) اور اگر اولیاء مقتول نے اسپر گواہی قائم کی کہ زید نے اسکو زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہی قائم کی کہ خود مقتول نے کہا تھا کہ زید نے مجھکو زخمی نہین کیا اور نہ قتل کیا تو زید کی گواہی اولی اور اقدم ہی اولیاء مقتول کی گواہی سے کذا فی مجمع الفتاوے ھ ایسا کوئی نہ سمجھے کہ زید کی گواہی نفی پر ہی بلکہ قیام شہادت مقتول کے قول پر ہی (وبينة الغبن من يتيم بلغ اولى من بينة كون القيمة وقت الشراء من وصيه في ذلك الوقت مثل الثمن لانها تثبت امرا زائدا فكانت بينة الفساد ارجح من بينة الصحة درر خلافا لما في الوهبانية) اور ثبوت نقصان کی گواہی اس یتیم کیجانب سے جو بالغ ہوگیا اولے ہی اس گواہی سے کہ قیمت ثمن کی مثل تھی یعنے جس قیمت سے مشتری نے مبیع کو یتیم کے وصی سے خرید کیا اس وقت مین یعنے وقت عقد اسواسطے کہ گواہی غبن کی امر زائد کو ثابت کرتی ہی اور اسواسطے کہ فساد کی گواہی راجح تر ہی صحت کی گواہی سے برخلاف اسکے وہ ہی جو وہبانیہ مین ہی یعنے اسمین بینہ صحت کی تقدیم بینہ فساد پر مذکور ہی ھ درر مین صورت مسئلہ کی مذکور ہی کہ یتیم کے وصی نے انگور کا باغ جو یتیم کا مملوک تھا بیچا پھر یتیم بالغ ہوا اور اسنے دعوی کیا کہ بیع مین غبن ہوا تو مشتری نے گواہ قائم کیے کہ اس باغ کی قیمت اسوقت مین مثل ثمن کے تھی تو غبن کے گواہ اولے بالقبول ہین انتہی (اما بدون البينة فالقول لمدعي الصحة منية) اور بدون گواہی کے تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی کذا فی المنیہ ھ شرح وہبانیہ مین ہی کہ جب بائع اور مشتری مین اختلاف ہوا ایک صحت بیع کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا فساد کا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہی اور در صورت گواہی تو فساد کی گواہی مقدم ہی باتفاق روایات کذا فی الطحطاوی (وبينة كون المتصرف في نحو تدبير او خلع او هبة او صدقة ذا عقل اولى من بينة الورثة مثلا لكونه مختلطا لعقله او مجنونا) اور اسکی گواہی کہ متصرف مانند تدبیر یا خلع یا خصوصیت تصرفات مین صاحب عقل تھا مقدم ہی وارثون کی مثلا اس گواہی سے کہ مورث متصرف مختلط العقل یا مجنون تھا ھ یعنے لونڈی نے گواہی قائم کی کہ اسکے مولے نے اسکو اپنے مرض الموت مین مدبر کیا اور حالانکہ وہ عاقل صاحب ہوش تھا اور وارثون نے گواہی قائم کی کہ وہ مختلط العقل تھا تو لونڈی کی گواہی مقدم ہی اور اسی طرح اگر زوجہ نے خلع کیا پھر زوج نے گواہی

قائم کی کہ وہ مجنون تھا خلع کے وقت اور زوجہ نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا یا ولی متصرف نے گواہی قائم کی کہ وہ مجنون تھا خصومت کے وقت اور عورت نے گواہی قائم کی کہ وہ عاقل تھا تو دونوں صورتون مین عورت کی گواہی مقدم ہے کذا فی الدرر و لو قال الشہود لا ندری کان فی صحتہ او مرض فہو علی المرض اور اگر گواہون نے کہا کہ ہمکو معلوم نہین کہ طلاق یا عتاق صحت مین تھا یا مرض مین تو وہ مرض پر محمول ہوگا یعنے جبکہ مدعی صحت کا دعوی کرتا اور مدعی علیہ مرض کا کذا فی الطحطاوی و لو قال الوارث کان یہذی یصدق حتی یشہدا انہ کان صحیح العقل بزازیہ اور اگر وارث نے کہا کہ مورث بدحواس ہذیان کو تھا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی یہان تک کہ دو شاہد گواہی دین کہ وہ صحیح العقل تھا کذا فی البزازیہ و بینۃ الاکراہ فی اقرارہ اولی من بینۃ الطوع ان ارخا و اتحد تاریخہما فان اختلفا او لم یوقتا فبینۃ الطوع اولی ملتقط و غیرہ و اعتمدہ المصنف و ابنہ و عزمی زادہ اور اقرار مقرین اکراہ کی گواہی مقدم ہے طوع اور رضامندی کی گواہی سے اگر شاہدین نے تاریخ مذکور کی اور دونون کی تاریخ متحد ہوئی اور اگر دونون کی تاریخ مختلف ہوئی یا دونون نے تاریخ مذکور نکی تو رضامندی کی گواہی مقدم ہے کذا فی الملتقط وغیرہ اور اسی قول پر مصنف نے اور اسکے فرزند شیخ صالح اور عزمی زادہ نے اعتماد کیا ہے **فروع** مسائل لمتفرقۃ کے بینۃ الفساد اولی من بینۃ الصحۃ شرح وہبانیۃ فساد عقد کی گواہی مقدم ہے صحت عقد کی گواہی سے کذا فی شرح الوہبانیہ طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا مسئلہ غبن کے ساتھ وفیہا اختلف المتبایعان فی الصحۃ و البطلان فالقول لمدعی البطلان و فی الصحۃ و الفساد لمدعی الصحۃ الا فی مسئلۃ الاقالۃ اور اشباہ مین ہے کہ بائع اور مشتری نے اختلاف کیا صحت اور بطلان بیع مین تو مدعی کا بطلان کا قول معتبر ہے اور اگر صحت اور فساد بیع مین اختلاف کیا تو مدعی صحت کا قول معتبر ہے مگر مسئلہ اقالہ مین مدعی فساد کا قول معتبر ہے مسئلہ اقالہ کی یہ صورت ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ مین نے بیع کی بیع کی بائع کے ہاتھ کمتر ثمن سے قبل ادا کرنے ثمن کے اور بائع نے اقالہ بیع کا دعوی کیا تو مشتری کا قول معتبر ہے باوجودیکہ وہ فساد عقد کا مدعی ہے اور اگر اسکے بالعکس ہوتا تو دونون قسم کھاتے کذا فی الطحطاوی و فی الملتقط اختلفا فی البیع و الرہن فالبیع اولی اور ملتقط مین ہے کہ دو شخصون نے اختلاف کیا بیع اور رہن مین تو بیع کا قول مقدم ہے اختلفا فی البتات و الوفاء فالوفاء اولی استحسانا دو شخصون نے اختلاف کیا بیع کے لازم ہونے مین اور بیع الوفا مین تو بیع الوفا کا قول اولے اور اقدم ہے باعتبار استحسان کے شہادۃ قاصرۃ یتمہا غیرہم تقبل کان شہدا بالملک بلا ذکر انہ فی ید الخصم فشہد بہ آخران شہادت قاصرہ کو پورا کردیا اور شاہدون نے تو مقبول ہوگی چنانچہ دو شاہدون نے گھر کی گواہی دی کہ مدعی کا ہے بدون اسکے بیان کئے کہ وہ گھر مدعی علیہ کے قبضے مین ہے سو دو اور شاہدون نے اسکی گواہی دی ہے دونون گواہیان ملکر مقبول ہین اسواسطے کہ اثبات قبض مدعی علیہ کی حاجت ہے کہ مدعی علیہ مخاصم ٹھہرے ملک مدعی کے اثبات مین کذا فی الدرر او شہد بالملک فی المحدود آخران بالحد یا دو شخصون نے ملک محدود کی گواہی دی یعنے بلا ذکر حدود اور انکے سوا اور دو شاہدون نے حدود کی گواہی دی تو مقبول ہے او شہدا علی الاسم و النسب لم یعرفا الرجل بعینہ فشہد آخران انہ المسمی بہ [illegible] یا دو شاہدون نے نام اور نسب کی گواہی دی اور حالانکہ دونون شاہد اس مرد کو بعینہ نہین جانتے ہین تو دو اور شاہدون نے گواہی دی کہ فلانا شخص مسمے باسم و نسب مذکور ہے کذا فی الدرر یعنے یہ نام اور یہ نسب فلانے شخص کا ہے تو گواہی مقبول ہے شہد واحد فقال الباقون نحن نشہد کشہادتہ لم تقبل حتی یتکلم کل شاہد بشہادتہ و علیہ الفتوی ایک گواہ نے گواہی دی تو باقی شاہدون نے کہا کہ ہم بھی گواہی دیتے ہین اس شاہد کی گواہی کے مانند تو مقبول نہوگی تا وقتیکہ ہر شاہد اسکی سی گواہی کو نہ بولے اور اسی قول پر فتوی ہے شہادۃ النفی المتواتر مقبولۃ نفی متواتر کی گواہی مقبول ہے یعنے اگر نفی متواتر ہو لوگون کے نزدیک اسطرح پر کہ سب جانتے ہون کہ مدعی علیہ اس مکان اور زمان مین نہ تھا تو اس شخص پر کوئی دعوی متعلق بمکان یا زمان مذکور مسموع نہوگا اور اسکے فراغ ذمہ کا حکم ہوگا تا اسکی تکذیب نہ لازم آوے جو ضروری الثبوت ہے کیونکہ ضروریات مین شک داخل نہین ہوتا اور اگر نفی متواتر نہو تو مقبول نہین مگر دس مسائل مین جو اشباہ کی کتاب القضا مین مذکور ہین اور نوادر مین ابو یوسف سے مروی ہے کہ دو شخصون نے قول یا فعل کی گواہی دی تو اس گواہی سے مدعی علیہ پر لعان یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص زمان اور مکان اور صفات مین لازم ہوگا اور اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے کہ وہ شخص اس دن

موجود نہ تھا تو مقبول نہیں مگر جبکہ نفی متواتر ہو اور شہادت علی النفی کی وجہ عدم قبول یہ ہے کہ شہادت متضمن ہے مشاہدہ کو اور مشاہدہ اور علم حاصل نہیں ہوتا نفی سے اور پورا بیان اسکا حواشی اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی والشہادۃ اذا بطلت فی البعض بطلت فی الکل الا فی عبد بین مسلم ونصرانی فشہد نصرانیان علیہما بالعتق قبلت فی حق النصرانی فقط اشباہ جبکہ گواہی باطل ہوئی بعض میں تو کل میں باطل ہوجاتی ہے مگر اس غلام میں جو مشترک ہے مسلم اور نصرانی میں سو دو نصرانیوں نے دونوں مالکوں پر آزاد کرنے کی گواہی دی تو فقط نصرانی کے حق میں مقبول ہوگی کذا فی الاشباہ ہم بطلان بعض سے بطلان کل کی مثال یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہنوئی بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہوگی اور یہ قول معتمد محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ بعض میں شہادت باطل ہو اور بعض میں باقی رہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ قلت وزاد محشیہا خمسۃ اخری معزیۃ للبزازیۃ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے محشیوں نے پانچ صورتیں اور زیادہ کی ہیں بزازیہ سے نقل کر کے ہم ازانجملہ یہ ہے کہ لقطہ ہے کافر اور مسلم کے قبضہ میں سو صاحب لقطہ نے دو شاہد کافر اسپر قائم کیے تو فقط کافر کے حق میں شہادت مسموع ہوگی اور ازانجملہ یہ ہے کہ کافر مر گیا اور اسکے دو بیٹوں نے اسکا ترکہ بانٹ لیا پھر ایک بیٹا مسلمان ہوگیا پھر دو کافروں نے باپ پر دین کی گواہی دی تو فقط کافر کے حق میں مسموع ہوگی اور ازانجملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو درحق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب الاختلاف فی الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت کے اختلاف کا ہم اختلاف شہادت دو طرح ہے یا شہادت دعوے کے مخالف ہو یا شاہدین میں اختلاف ہو بنی الباب علی اصول مقررۃ اس باب کے مسائل کی بنا احکام چند قواعد مقررہ پر ہے ہم مبنی مصدر میمی ہے نہ اسم مکان اسواسطے کہ مکان تو خود باب ہے منہا ان الشہادۃ علی حقوق العباد لا تقبل بلا دعوی بخلاف حقوقہ تعالی منجملہ قواعد مذکورہ یہ قاعدہ ہے کہ حقوق العباد پر شہادت مقبول نہیں بدون دعوے کے بخلاف اللہ تعالے کے حقوق کے کہ وہ دعوی پر موقوف نہیں ہم یہ قاعدہ اس باب سے نہیں کیونکہ یہ باب ہے اختلاف شہادت کا نہ قبول شہادت اور عدم قبول کا کذا فی الطحطاوی ومنہا ان الشہادۃ باکثر من المدعی باطلۃ بخلاف الاقل للاتفاق فیہ اور ازانجملہ یہ قاعدہ ہے کہ شہادت مدعا سے زیادہ باطل ہے بخلاف اس شہادت کے کہ جو مدعا سے کمتر ہے کہ وہ مقبول ہے بسبب ثابت ہونے اتفاق کے کمتر میں ہم جب شہادت زیادہ ہوئی مدعا سے تو مدعا اسکا مکذب ٹھہرا لہذا شہادت باطل ہے بخلاف اقل کے اسمیں شہادت اور مدعا کا اتفاق ہے ومنہا ان الملک المطلق ازید من المقید لثبوتہ من الاصل والملک بالسبب مقتصر علی وقتہ اور ازانجملہ یہ ہے کہ ملک مطلق یعنے جسمیں ملک کا سبب مانند خرید یا ہبہ مذکور نہو وہ زیادہ تر ہے ملک مقید سے بسبب ثابت ہونے مطلق کے اصل سے اور ملک بواسطہ سبب وقت سبب پر مقصور ہے ہم ملک مطلق اسواسطے اکثر اور ازید ہے ملک مقید سببی سے کہ مطلق اولیت کے مفید ہے اور ملک سببی مفید حدوث ہے کذا فی الفتح یعنے اب پیدا ہوئی اول سے نہ تھی بخلاف مطلق طحطاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ اصل مستقل نہیں بلکہ قاعدہ سابقہ کی فروع میں سے ہے ومنہا موافقۃ الشہادتین لفظا ومعنی وموافقۃ الشہادۃ الدعوی معنی فقط سیتضح اور ازانجملہ موافقت شہادتین ہے یعنے ایک شاہد کی گواہی دوسرے شاہد کی گواہی کے ساتھ مطابق ہو لفظ میں اور معنی میں اور مطابق ہونا شہادت کا دعوی سے فقط معنی میں ضرور ہے اور یہ آگے واضح ہوگا ہم شہادت اور دعوی کی مطابقت میں فقط معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا بخلاف تطابق شہادتین کہ اسمیں تطابق لفظی اور معنوی دونوں ضرور ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وقایہ کی عبارت کما ینبغی نہیں کہ اسمیں موافقت شہادت کی دعوی کے ساتھ اتفاق شاہدین کے مانند لفظا اور معنی شرط ہے کذا فی الدرر تقدم الدعوی فی حقوق العباد شرط قبولہا لتوقفہا علی مطالبتہم ولو بالتوکیل بخلاف حقوق اللہ تعالی لوجوب اقامتہا علی کل احد فکل احد خصم فکان الدعوی موجودۃ مقدم ہونا دعوی کا حقوق عباد میں قبول شہادت کی شرط ہے بسبب موقوف ہونے حقوق کے عباد کے مطالبہ پر اگرچہ مطالبہ اصالۃ نہو بلکہ وکالۃ ہو بخلاف حقوق اللہ کے کہ اسمیں تقدم دعوی شرط نہیں بسبب واجب ہونے اقامت حقوق مذکورہ کے ہر شخص پر تو ہر مسلمان صاحب خصومت ہے تو گویا دعوے موجود ہے ہم جب اقامت حق شرع ہر مسلم پر واجب ہوا تو شاہد بھی اسمیں داخل ہے تو شاہد گویا مدعی ٹھہرا

باعتبار وجوب اقامت کے اور شاہد ہوا باعتبار تحمل شہادت کے فاذا وافقتها ای وافقت الشهادة الدعوی قبلت والا توافقها لا تقبل وهذا اصل لكل المتفرعة
جبکہ شہادت دعوی کے مطابق ہو گئی تو مقبول ہے اور اگر مطابق دعوی نہوئی تو مقبول نہین اور یہ ایک قاعدہ ہے قواعد مقدمہ سے ہم شارح نے تقدیم دعوی کو بیان قاعدہ لکھا
حالانکہ اول اسکو قاعدہ اعتبار کر چکا ہے باتباع صاحب درر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ تقدیم دعوی کو اس باب مین دخل نہین فلو ادعی ملکا مطلقا فشهدا به بسبب
کشراء او ارث قبلت لكونها باقل مما ادعی فتطابقا معنی کما مر تو اگر مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا سو شاہدون نے ملک بالسبب کی گواہی دی جیسے
خرید یا ارث یعنے مثلا مدعی نے دعوی کیا کہ مین اس گھر کا مالک ہون اور سبب ملک کا بیان نکیا اور شاہد نے گواہی دی کہ مدعی نے اسکو خرید کیا ہے یا ارث مین پایا ہے تو گواہی
مقبول ہے بسبب ہونے شہادت کے کمتر دعوی مدعی سے تو دعوے اور شہادت مطابق ہو گئی باعتبار معنی کے چنانچہ مذکور ہو چکا قواعد مقدمہ مین ہم شارح نے ارث کو ملک مقید
کی مثال مین مذکور کیا باتباع صاحب کنز اور حالانکہ قول مشہور یہ ہے کہ ارث ملک مطلق کے مانند ہے چنانچہ بحر الرائق مین ہے فتح القدیر سے اور خود شارح اسکو عنقریب ذکر
کریگا تو اگر بجای ارث کے ذکر کرتا تو خوب ہوتا کذا فی الحلبی وعکسه بان ادعی بسبب فشهدا بمطلق لا تقبل لكونها باكثر مما مر اور بالعکس اسکے اسطرح
کہ دعوی کیا ملک مقید کا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو گواہی مقبول نہین بسبب ہونے شہادت کے اکثر دعوی سے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ جب شہادت اکثر ہو
دعوی سے تو مقبول نہین قلت وهذا فی غیر دعوی ارث ونتاج وشراء من مجهول کما بسطه الکمال مین کہتا ہون اور یہ یعنے ملک سببی کے دعوے
مین ملک مطلق کی شہادت کا مقبول نہونا دعوے ارث اور نتاج اور بائع مجہول سے خرید کرنے کے سواے مین ہے چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے کمال الدین نے فتح القدیر
مین ہم اگر دعوی کیا ملک بالارث کا اور شاہد نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ ارث ملک مطلق کے مساوی ہے بقول مشہور مذکور اور اگر نتاج کا دعوی
کیا یعنے یون دعوے کیا کہ یہ غلام میرا مملوک ہے کہ میری لونڈی سے پیدا ہوا اور گواہ نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے اسواسطے کہ مطلق اقل ہے نتاج سے
اسواسطے کہ مطلق مفید اولیت ہے بطریق احتمال اور نتاج بطریق یقین مفید اولیت ہے اور اگر دعوی کیا کہ مین نے اسکو خرید کیا اور بائع کا ذکر نکیا یا یون کہا کہ مین نے
اسکو ایک مرد سے خرید کیا اور شاہدون نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہے مگر اسمین اختلاف ہے کما فی الفتح والحلبی بتصرف واستثنی فی البحر ثلثة
وعشرین اور بحر الرائق مین تیئیس صورتون کو استثنا کیا ہے ہم یعنے اس قاعدے سے کہ شہادت مقبول ہے اگر دعوی سے موافق ہو اور اگر موافق نہو تو
مقبول نہین بحر الرائق مین تیئیس صورتین مستثنے کی ہین طحطاوی نے کہا حق عبارت یہ تھا کہ شارح اسکو متن کے اس قول کے بعد فاذا وافقتها قبلت والا لا
مذکور کرتا چنانچہ صاحب بحر نے ذکر کیا ہے منجملہ صور مذکورہ چار صورتین وہ ہین جو شارح فی کل قول جمع مع فعل کے تحت مین مذکور کریگا اور بائیسوین صورت شراء
من المجهول ہے جو مذکور ہو چکی انتهی مختصرا وکذا یجب مطابقة الشهادتین لفظا ومعنی اور اسی طرح مطابقت شہادتین کی لفظا اور معنی واجب ہے ہم امام اعظم
کے نزدیک تطابق شہادتین لفظا اور معنی شرط ہے اور تطابق لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونون شاہد دونون کے لفظ افادہ معنی مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو یعنے یا اس
لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے کذا فی الفتح الا فی اثنین واربعین مسئلة مبسوطة فی حاشیة
ابن المصنف فی حاشیته علی الاشباه تركتها خشیة التطویل مگر بیالیس مسئلون مین جو بحر الرائق مین مشرح مذکور ہین مطابقت شرط
نہین اور مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اپنے حاشیے مین جو اشباہ پر ہے تیرہ مسئلے اور بڑھائے ہین مین نے ان مسائل کو بخوف تطویل ترک کیا ہم یعنے اس مقام مین بخوف
تطویل مسائل مذکورہ کو ذکر نہین کیا والا مسائل مذکورہ کو کتاب الوقف کے اخیر مین شارح ذکر کر چکا ہے بطریق الوضع لا التضمن فاکتفیا بالموافقة المعنویة
وبه قالت الثلثة اور تطابق مذکور بطریق وضع واجب ہے نہ بطریق تضمن اور صاحبین نے موافقت معنوی پر بلا موافقت لفظی کے کفایت کی ہے اور یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ
باقیہ کا ہم وضع کی قید سے دو صورت نکل گئی کہ ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو کہا کہ تو خلیہ ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ بریہ کہا تو یہ گواہی
مقبول نہین اسواسطے کہ دونون لفظ متباین ہین اگرچہ لازم واحد یعنے بینونت مین مشترک ہین اسواسطے کہ لغت مین خلیہ کے معنی غیر معنی بریہ ہین کذا فی البحر

ولو شہد احدہما بالنکاح والآخر بالتزویج قبلت لاتحاد معناہما اور اگر ایک شاہد نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے تزویج کی تو مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں لفظوں کے ایک معنی ہیں ھم مصنف نے اس قول سے اشارہ کیا کہ امام کے نزدیک موافقت میں یہ شرط نہیں کہ لفظ بعینہ ہو بلکہ بعینہ وہی لفظ ہو یا اسکا مرادف یعنے ہم معنی ت کذا الہبۃ والعطیۃ ونحوہما اور اسی طرح ہبہ اور عطیہ اور انکے مانند کی گواہی مقبول ہے ھم مانند ہبہ اور عطیہ کی یہ صورت ہے کہ مدیون نے ابراء دین کا دعوی کیا تو ایک گواہ نے ابراء کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا التصدق یا تملیک کی کذا فی الطحطاوی ولو شہد احدہما بالف والآخر بالفین او مائۃ ومائتین او طلقۃ وطلقتین او ثلث ردت لاختلاف المعنیین اور اگر شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی گواہی دی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایکبار طلاق دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو بار یا تین بار طلاق دینے کی تو مقبول نہیں مردود ہے بسبب مختلف ہونے دونوں معنوں کے ھم صاحبین کے نزدیک یہ گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ دونوں شاہد ایک ہزار اور ایک طلاق اور ایک سو پر متفق ہیں کیونکہ دو ہزار ایک ہزار کو متضمن ہیں اور ایک شاہد منفرد بزیادت ہے تو متفق علیہ ثابت ہے نہ منفرد بہ اور امام کی یہ دلیل ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ مختلف ہیں اور اختلاف لفظی اختلاف معنوی پر دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ ہزار کو دو ہزار نہیں بولتے کما لو ادعی غصبا او قتلا فشہد احدہما بہ والآخر بالاقرار بہ لم تقبل چنانچہ اگر دعوی کیا غصب کا یا قتل کا تو ایک شاہد نے غصب یا قتل کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب یا قتل کی تو مقبول نہیں ھم اسواسطے کہ شاہدین کا اختلاف واقع ہوا انشا اور اقرار میں فعل کے اندر لہذا قبول شہادت ممنوع ہوا ولو شہدا بالاقرار بہ قبلت اور اگر دونوں شاہدوں نے اقرار غصب یا قتل کی گواہی دی تو مقبول ہے ھم اسواسطے کہ یہاں اختلاف واقع ہوا شہادت اور دعوے میں بخلاف سابق کہ وہاں اختلاف تھا شاہدین میں اور شہادت اور دعوے میں تطابق ویسا شرط نہیں جو شاہدین میں شرط ہے کذا فی الطحطاوی نہر ف وکذا لا تقبل فی کل قول جمع مع فعل بان ادعی الفا فشہد احدہما بالدفع والآخر بالاقرار بہ لا تسمع الجمع یعنی قول و فعل تثبت ت اور اسی طرح گواہی مقبول نہیں ہر قول میں جو جمع کیا گیا فعل کے ساتھ اسطرح کہ دعوی کیا ہزار کا تو ایک شاہد نے ہزار کے دینے کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کے لینے کے اقرار کی گواہی دی تو مسموع نہیں بسبب جمع کرنے کے مابین قول اور فعل کے کذا فی القنیۃ ھم جمع قول اور فعل سے مراد یہ ہے کہ ایک شاہد کے لفظ میں قول مذکور ہوا اور دوسرے کے لفظ میں فعل الا اذا اتحد لفظہما کالشہادۃ احدہما ببیع او قرض او طلاق وعتاق والآخر بالاقرار بہ فتقبل لاتحاد صیغۃ الانشاء والاقرار فانہ یقول فی الانشاء بعت واقرضت وفی الاقرار کنت بعت واقرضت فلم یمنع القبول مگر جبکہ اقرار اور انشا متحد ہو جاویں باعتبار لفظ یعنے دونوں کی تعبیر ایک ہی لفظ سے ہوتی ہو جیسے ایک شاہد کی گواہی بیع کی یا قرض یا طلاق کی یا عتاق کی اور دوسرے کی گواہی اقرار بیع یا اقرار قرض یا اقرار طلاق یا اقرار عتاق کی تو یہ گواہی جامع بین القول والفعل مقبول ہے بسبب متحد ہونے صیغۂ انشا اور اقرار کے یعنے تفرقات مذکورہ میں انشا اور اقرار کا ایک ہی لفظ ہے اسواسطے کہ انشاء بیع اور قرض میں عاقد کہتا ہے بعت اور اقرضت اور اقرار بیع اور قرض میں مقر کہتا ہے کنت بعت واقرضت تو قبول شہادت کا مانع نہوا ھم اتحاد صیغۂ انشا اور اقرار باعتبار آخر صیغۂ اقرار کے ہے والا اقرار میں تو کنت کا لفظ زیادہ ہے اور اثبات لفظ کنت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ اقرار میں بھی بعت اور مانند اسکے بولتے ہیں بقصد اخبار کذا فی الطحطاوی بخلاف شہادۃ احدہما بقتلہ بالسیف والآخر بہ بسکین لا تقبل لعدم تکرار الفعل بتکرار الآلۃ محیط وشرنبلالیۃ بخلاف اس گواہی کے کہ ایک شاہد نے گواہی دی قاتل کے قتل کی عمداً تلوار سے اور دوسرے نے قتل عمد کی گواہی چھری سے تو مقبول نہیں بسبب نہ مکرر ہونے فعل کے آلۂ قتل کی تکرار سے کذا فی المحیط والشرنبلالیہ ھم فعل واحد یعنے قتل کا مکرر ہونا ممکن نہیں کہ ایکبار تلوار سے آدمی کی روح بدن سے نکلے اور دوسری بار چھری سے طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ شارح لکھتا شرنبلالیہ عن المحیط اسواسطے کہ شرنبلالیہ میں یہ مسئلہ محیط سے منقول ہے وتقبل علی الالف فی شہادۃ احدہما بالف والآخر بالف ومائۃ ان ادعی المدعی الاکثر لا الاقل لانہ یوفق باستیفاء او ابراء ابن کمال اور گواہی مقبول ہے ہزار پر اس شہادت میں کہ ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی اگر مدعی اکثر کا دعوے کرتا ہو یعنے گیارہ سو کا نہ اقل کا یعنے ہزار کا مگر اس صورت میں جب کہ

مدعی توفیق کرے استیفا یا ابراء دین سے کذا ذکرہ ابن کمال ھم یعنے اگر مدعی نے گیارہ سو کا دعوی کیا اور ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے گیارہ سو کی تو ہزار ثابت ہونگے اسواسطے کہ ہزار مین دونون کا اتفاق ہے اور باقی ایک شاہد سو مین منفرد ہے اور اگر مدعی فقط ہزار کا دعوے کرتا ہو تو مقبول نہین اسواسطے کہ مدعی مکذب ہے اس شاہد کا جسنے گیارہ سو کی گواہی دی کذا فی الدرر ہان اگر مدعی اسطرح توفیق بیان کرے کہ واقع مین میرے گیارہ سو تھے سو مین سو درم لیچکا یا مین نے انکو معاف کر دیے تو دعوے اقل مین بھی گواہی مقبول ہے وھذا فی الدین اور یہ یعنے اشتراط موافقت بین لفظی الشاہدین لفظا بسبب وضع دین کے دعوے مین ہے تو اسم اشارہ اسکے طرف راجع ہے جو اصول سابقہ سے معلوم ہے کذا فی الطحطاوی و فی العین تقبل علی الواحد کما لو شهد واحد ان هذین العبدین له و آخر ان هذا له قبلت علی العبد الواحد المتفق علیه اتفاقا درر اور دعوی عین مین گواہی مقبول ہے ایک پر چنانچہ اگر گواہی دی ایک شاہد نے کہ یہ دونون غلام مدعی کے ہین اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ یہ ایک غلام مدعی کا ہے تو گواہی مقبول ہے اس ایک غلام پر جسپر دونون شاہدون کا اتفاق ہوا باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر عن الخیر الرملی و فی العقد لا تقبل مطلقا سواء کان المدعی اقل المالین او اکثرهما علی ما فی زاده اور اثبات عقد مین کمی زیادتی کی گواہی مقبول نہین خواہ دعوے اقل المالین ہو یا اکثر المالین ہو کذا ذکرہ عزمی زادہ اور خواہ مدعی عقد بائع ہو یا مشتری کذا فی الدر ثم فرع علی هذا الاصل بقوله فلو شهد واحد بشراء عبد او کتابته علی الف والآخر بالف و خمسمائة ردت لان المقصود اثبات العقد وهو مختلف باختلاف البدل فلم یتم العدد علی کل واحد ثم مصنف نے اس اصل پر تفریع کی اپنے اس قول سے ہو اگر ایک شاہد نے گواہی دی غلام کی خرید یا اسکے مکاتب ہونے کی ہزار درم پر اور دوسرے شاہد نے پندرہ سو کی گواہی دی تو مقبول نہین اسواسطے کہ یہان مقصود اثبات ہے عقد بیع یا کتابت کا اور عقد مختلف ہو جاتا ہے بسبب مختلف ہونے بدل کے تو عدد تمام نہوا یعنے نصاب شہادت تمام نہوئی ہر واحد پر ھم عقد مختلف ہوتا ہے اختلاف بدل سے اسواسطے کہ بیع بعوض ہزار مغائر ہے اس بیع کے جو بعوض پندرہ سو کے ہے تو مشہود بہ مختلف ہو گیا ثمن کے اختلاف سے اور اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ہے کذا فی الدرر ومثله العتق بمال والصلح عن قود والرهن والخلع ان ادعی العبد والقاتل والراهن والمرأة لف ونشر مرتب اذ مقصودهم اثبات العقد کما مر اور بیع کے مانند عتق بعوض مال اور صلح قصاص سے اور رہن اور خلع ہے اگر غلام مدعی ہو عتق مین اور قاتل مدعی ہو صلح مین اور راہن رہن مین اور خلع مین مدعی ہو شارح نے کہا عبارت متن مین لف ونشر مرتب ہے عتق وغیرہ مانند بیع اسواسطے ہو کہ مدعیون کا مطلب اثبات عقد ہے نہ اثبات مال چنانچہ مذکور ہو چکا یعنے اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو ہر واحد پر نصاب شہادت پوری نہوئی وان ادعی الآخر کالمولی مثلا فکدعوی الدین لان مقصودهم المال فتقبل علی الاقل ان ادعی الاکثر کما مر اور اگر دوسرا شخص مدعی ہو مثلا مولے مدعی ہو تو دعوے دین کے مانند ہے اسواسطے کہ مدعیون کا مقصود مال ہے نہ اثبات عقد تو اقل المالین پر گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی اکثر المالین کا دعوے کرتا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا ھم توضیح دعاوی مذکورہ اسطرح ہے کہ غلام کے مولے نے کہا کہ مین نے تجھکو پندرہ سو درم پر آزاد کیا اور غلام دعوی کرتا ہے کہ ہزار درم پر یا ولی قصاص کہتا ہے کہ مین نے تجھسے پندرہ سو پر صلح کی اور قاتل ہزار کا دعوے کرتا ہے اسی طرح باقی دو صورتین کذا فی الدرر والاجارة کالبیع لو فی اول المدة للحاجة لاثبات العقد اور اجارہ مانند بیع کے ہے اگر اول مدت مین ہو بسبب حاجت اثبات عقد کے ھم یعنے اگر مستاجر یا موجر نے دعوی کیا کہ اس گھر کی اجرت ایک سال کی پندرہ سو مین سو ایک شاہد نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ہزار کی گواہی دی تو اجارہ ثابت نہوگا مانند بیع کے اسواسطے کہ قبل استیفاے منفعت کے اجرت کا استحقاق نہین تو مقصود اثبات عقد ہوا اور عقد مختلف ہوتا ہے باختلاف بدل تو اجارہ ثابت نہوگا کذا فی الفتح وکالدین بعدها لو ادعی المؤجر ولو المستاجر فدعوی عقد اتفاقا اور اجارہ دین کے مانند ہے مدت گذر جانے کے بعد اگر موجر مدعی ہو اور اگر مستاجر مدعی ہو تو عقد کا دعوے ہے بالاتفاق ھم دعوی موجر مین بعد تسلیم عین موجرہ اثبات عقد کی حاجت نہین خواہ مستاجر نے منفعت حاصل کی

نہو

ہو یا نہ حاصل کی ہو تو یہ دعوی اجرت کا ہے تو اگر گواہ ہزار کی گواہی دے اور دوسرا پندرہ سو کی اور مدعی ہو اکثر کا تو ہزار کا حکم ہوگا اسواسطے کہ موجر کا کچھ مقصود نہیں بعد مدت کے سوائے اجرت کے اور اگر مستاجر مدعی ہو تو بالاجماع عقد کا دعوے ہے کیونکہ وہ مال اجارہ کا مقر ہے تو مستاجر پر حکم ہوگا بقدر اسکے اعتراف کے خواہ شاہدین کا اتفاق ہو یا اختلاف اور عقد ثابت نہ ہوگا بسبب اختلاف کے کذا فی الفتح وصح النکاح بالاقل ای بالف مطلقا استحسانا خلافا لہما وصحح رد النکاح اقل مال سے یعنے ہزار سے مطلقا خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ خواہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا بطور استحسان کے بخلاف صاحبین کے انکے نزدیک نکاح باطل ہے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ مال تابع ہے نکاح میں اور مقصود اصلی نکاح میں حلت اور ملک ہے اور اسمیں اختلاف نہیں بلکہ تابع میں ہے پھر جب تابع میں یعنے مال میں اختلاف ہوا تو اقل مالین پر حکم ہوگا کیونکہ اقل پر اتفاق ہے شاہدین کا تو اب ہزار پر بالضرورۃ قضا بالنکاح لازم ہوگی کذا فی الفتح ولزم فی صحۃ الشہادۃ الجر بان یشہدا انہ کان لمورثہ مات وترکہ میراثا للمدعی اور میراث کی گواہی کی صحت میں جر میراث کا بیان کرنا لازم ہے اسطرح کہ شاہدین کہیں کہ مورث مر گیا اور چھوڑ گیا اسکو اس مدعی کے واسطے میراث چھوڑ گیا ہم جر میراث یعنے ملک مورث کو وارث کی ملک کے طرف نقل کرنا طرفین کے نزدیک لازم ہے کیونکہ وارث کی ملک جدید پیدا ہوتی ہے [illegible] ولہذا موروثہ لونڈی میں وارث پر استبرا واجب ہے اور وہ وارث غنی کو حلال ہے جو مورث فقیر پر صدقہ تھا اور متجدد و محتاج ہے نقل کا تا استصحاب حال ثابت نہ ہو اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جر میراث لازم نہیں اسواسطے کہ وارث مالک ہوتا ہے بطور خلافت کے مورث سے ولہذا رد بیع بسبب عیب کے کرسکتا ہے تو ملک مورث کی گواہی یعینہ ملک وارث کی گواہی ہے الا ان یشہدا بملکہ عند موتہ او بیدہ او ید من یقوم مقامہ کمستاجر ومستعیر وغاصب ومودع فیغنی ذلک عن الجر لان الید عند الموت تنقلب ید ملک بواسطۃ الضمان فاذا ثبت الملک ثبت الجر ضرورۃ جر میراث لازم ہے مگر یہ کہ شاہدین گواہی دیں مورث کے ملک کی اسکے مرنے کے وقت یعنے یوں کہیں کہ مورث تا مرگ اسکا مالک رہا یا اسکے ہاتھ کی یعنے اسکے قبضہ اور تصرف کی گواہی دیں یا اس شخص کے قبضہ اور تصرف کی گواہی دیں جو مورث کے قائم مقام ہے چنانچہ مستاجر یا عاریت لینے والا یا امانت دار یا غاصب تو یہ شہادت ملک یا قبضہ مستغنی ہے بیان جر میراث سے اسواسطے کہ قبضہ اور تصرفات موت کے قریب منقلب بقبض ملک ہوجاتے ہیں بواسطہ ضمان کے پھر جب مورث کی ملک ثابت ہوئی تو جر میراث ضمنا ثابت ہوگئی ہم تا وقت موت قبضہ ثابت ہونا مثبت ملک ہے اسواسطے کہ قبضہ اگرچہ چند قسم ہوتا ہے یعنے قبضہ غصب اور قبضہ امانت اور قبضہ مالکی لیکن موت کے قریب بغیر بیان قبضہ ملک کا ہوجاتا ہے اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ غاصب اور امانت دار اگر بلا بیان غصب و امانت کے مرجاوے تو مغصوب اور ودیعت انکی ملک ہوجاتی ہے اسپر ضمان واجب ہے شرعا کذا فی الفتح ملا خسرو نے درر میں کہا تا موت قیام تصرف دلیل ملک میت ہے بواسطہ ضمان کے اسواسطے کہ ظاہر حال مسلم اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر مغصوب اور امانت اسکے پاس ہوتی تو ایسے وقت نازک میں بیان کردیتا پھر جب اسنے بیان نکیا تو معلوم ہوا کہ جو اسکے تصرف میں تھا سو اسکا مملوک تھا انتہی ملخصا

ولا بد مع الجر المذکور من بیان سبب الوراثۃ وبیان انہ اخوہ لابیہ وامہ او لاحدہما ونحو ذلک خلاصۃ اور شہادت میراث میں جر مذکور کے ساتھ بیان کرنا سبب وراثت کا ضرور ہے یعنے سبب خاص کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی ہے یا چچا اور یہ بیان ضرور ہے کہ مدعی میت کا سگا بھائی یا فقط پدری بھائی ہے یا مادری اور مانند اسکے کذا فی الظہیریہ ہم اور مولے کی شہادت میں یوں کہنا ضرور ہے کہ مدعی مولے ہے میت کا جسنے اسکو آزاد کردیا اور کوئی اسکا وارث نہیں سوا اسکے اسواسطے کہ لفظ مولے مشترک ہے چند معانی میں کذا فی الطحطاوی ویبقی شرط ثالث وہو قولہما لا وارث لہ او لا نعلم لہ وارثا غیرہ اور شہادت ارث میں تیسری شرط باقی رہی وہ یہ قول ہے شاہد کا کہ میت کا کوئی وارث نہیں سوا مدعی کے یا ہم کسی وارث کو نہیں جانتا سوا اسکے ورابع وہو ان یدرک الشاہد المیت الا احتیاطا لعدم معاینۃ السبب ذکرہما البزازی اور باقی رہی چوتھی شرط وہ یہ ہے کہ شاہد نے میت کو پایا ہو یعنے دیکھا ہو اور نہیں تو شہادت باطل ہے بسبب عدم معاینہ سبب ملک کی شرط ثالث اور رابع کو بزازی نے ذکر کیا وذکر اسم المیت لیس بشرط اہ اور میت کا نام ذکر کرنا شہادت میں شرط نہیں وان شہدا بید حی منذ شہر [illegible] الصحیح [illegible]

اور اگر شاہدین نے شخص زندہ کے قبضہ اور تصرف کی گواہی دی خواہ شاہدین نے یون کہا کہ ایک مہینے یا ایک سال سے قبضہ تھا یا یون نکہا تو گواہی مقبول نہین بسبب قائم ہونے گواہی با امر مجہول سبب چند قسم ہونے قبضہ زندہ کے ہم نے پہنچے مثلا ایک گھر ایک مرد کے قبضے مین ہے سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ میرا ہے اور گواہون نے گواہی دی کہ وہ سابق مین مدعی کے قبضے مین تھا تو مقبول نہین بسبب جہالت مشہود بہ کے اسواسطے کہ محتمل ہے کہ اسکا قبضہ بطریق ملک تھا یا بطریق ودیعت یا اجارہ یا غصب تو قاضی بسبب شک کے حکم نکرے گا کہ مدعی کو اسکو دیا جاوے کذا فی الدرر بخلاف ما لو شہدا انہا کانت ملکہ او اقر المدعی علیہ بذلک او شہد شاہدان انہ اقر انہ کان فی ید المدعی دفع للمدعی لمعلومیۃ الاقرار وجہالۃ المقر بہ لا تبطل الاقرار بخلاف اس صورت کے کہ اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ مثلا گھر مدعی کا ملک تھا یا مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا کہ وہ مدعی کی ملک تھا یا دو شاہدون نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ وہ مدعی کے قبضے مین تھا تو وہ چیز مدعی کو دلائی جائیگی بسبب معلوم ہونے اقرار کے اور جہالت مقر بہ باطل اقرار نہین ہم پہلی صورت مین دلانے کی وجہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ ہر چیز کو بطور سابق باقی رکھے تا عدم ثبوت انتقال اور دوسرے یعنی جبکہ مدعا علیہ نے اقرار کیا یعنی قبضہ مدعی کا اقرار مجہول ہے معلوم نہین کہ اسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب تھا یا بطور ملک کے تو جہالت سے باطل اقرار مدعا علیہ والے کے حق مین نہین خلاصہ یہ ہے کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مثلا گھر سابق مین مدعی کے قبضے مین تھا تو قاضی حکم کریگا کہ مدعی کو تسلیم کرے اسواسطے کہ انسان کا اقرار اسکی ذات پر حجت ہے بعد اسکے اگر مدعا علیہ دعوی کرے کہ اسکے قبضے مین بطور امانت یا غصب کے تھا تو اسکو گواہی سے ثابت کرے کذا فی الطحطاوی معترف والاصل ان الشہادۃ بالملک المنقضی مقبولۃ لا بالید المنقضیۃ لتنوع الید بزازیہ اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ملک منقضی کی گواہی مقبول ہے نہ قبضہ منقضی کی بسبب چند قسم ہونے قبضہ کے نہ چند قسم ہونے ملک کے کذا فی البزازیہ ہم قبضہ منقضی سے زندہ کا قبضہ مراد ہے نہ قبضہ میت کا اسواسطے کہ قبضہ میت کی گواہی مقبول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو اقر انہ کان بید المدعی بغیر حق ہل یکون اقرارا لہ بالید المختار نعم جامع الفصولین اور اگر مدعا علیہ اسکا اقرار کرے کہ وہ چیز مدعی کی قبضے مین ناحق تھی تو یہ مدعی کے قبضہ کا اقرار ہوگا یا نہین قول مفتی یہ ہے کہ ہان یہی قبضہ کا اقرار ہوگا کذا فی جامع الفصولین یعنی اگر بعد اسکے گواہی غصب پر قائم ہوگی تو مسموع ہوگی **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے شہدا بالف وقال احدہما قضی خمسمائۃ قبلت بالالف الا اذا شہد معہ آخر دو شاہدون نے ہزار کی گواہی دی اور ایک اور گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے پانسو ادا کیے ہین تو ہزار مین گواہی مقبول ہوگی مگر جبکہ اسکے شاہد کے ساتھ دوسرا شاہد بھی پانسو کے ادا کرنے کی گواہی دے تو اب پانسو مین مقبول ہوگی ہم اور رد کرنا مدعی کا تکذیب شاہد نہوگی ہزار کی شہادت مین بلکہ تکذیب اس شہادت مین ہے جو اسکی حضرت مین واقع ہوئی اور ایسی تکذیب مانع شہادت نہین وینبغی ان لا یشہد من علم بہ حتی یقر المدعی بہ اور نہ گواہی دے اپنی دانست سے یہان تک کہ مدعی اسکا اقرار کرے ہم تبیین اور کافی مین ہے کہ پورے ہزار کی گواہی نہ دے جب اسکو معلوم ہو کہ مدیون نے اسمین سے پانسو ادا کیے ہین تاوقتیکہ مدعی پانسو قبض کرنے کا اقرار نکرے تاکہ شاہد مددگار ظلم کا نہو کذا فی العالمگیریہ شہدا بسرقۃ بقرۃ واختلفا فی لونہا قطع خلافا لہما واستظہر صدر الشریعۃ قولہما دو شاہدون نے بیل کی چوری کی گواہی دی اور اختلاف کیا اسکے رنگ مین تو سارق کا قطع ید ہوگا بخلاف صاحبین کے اور صدر الشریعہ نے صاحبین کے قول کو ظاہر کہا ہے ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ چوری بیشتر رات کو ہوتی ہے تو رنگ مین دھوکا پڑ سکتا ہے لہذا اسکا اختلاف مانع شہادت نہین وہذا اذا لم یذکر المدعی لونہا کذا ذکرہ الزیلعی اور یہ یعنی عدم اعتبار رنگ اسوقت ہے جبکہ مدعی نے اسکی رنگت مذکور نکی کذا فی الزیلعی یعنی اگر مدعی رنگ ذکر کریگا تو بالاتفاق گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی ایک شاہد کا مکذب ٹھیریگا ادعی المدیون الایصال متفرقا وشہدا بہ مطلقا او جملۃ لم تقبل وہبانیۃ مدعی نے ایصال دین کا دعوی کیا بطریق ادا متفرق اور شاہدین نے ایصال مطلق یا ایصال یکبارہ کی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی الوہبانیۃ شہدا فی دین الحی بانہ کان علیہ کذا تقبل الا اذا سألہما الخصم عن بقائہ الآن فقالا لا ندری وفی دین المیت لا تقبل مطلقا حتی یقولا مات وہو علیہ شاہدون نے گواہی دی زندہ کے دین مین اس طرح کہ اسپر اسقدر دین تھا تو مقبول ہے مگر جبکہ مدعا علیہ نے شاہدون سے ابتک بقاے دین کا سوال کیا تو شاہدون نے

لہا کہ ہمکو معلوم نہیں تو گواہی مقبول نہیں اور بیٹے دین میں مطلقاً مقبول نہیں جب تک کہ شاہدین یون نکہیں کہ وہ مرگیا اور دین اسپر موجود ہے کذا فی البحر قلت ویخالفہ ما فی معین الحکام من ثبوتہ بمجرد بیان سببہ وان لم یقولا مات وعلیہ دین لشی والاحتیاط لایخفی مین کہتا ہون بحر الرائق کے مخالف ہے وہ قول جو معین الحکام مین ہے کہ ثابت ہوجاتا دین سبب مجرد بیان سبب دین اگرچہ شاہدین یہ نکہا ہو کہ وہ مرگیا اور دین اسپر موجود ہے انتہی اور احتیاط مخفی نہیں ہم یعنے بحر الرائق کے قول مین احتیاط ہے تامل ہے تو قریب ہے وارثون کے واسطے علامہ مقدسی نے کہا کہ اول یعنے بحر الرائق کا قول ضعیف ہے اور احتیاط امر میت مین اسقدر کافی ہے کہ خصم سے قسم لیجاوے بعد شہادت کے کذا فی الطحطاوی ادعی ملکا فی الماضی وشہد بہ فی الحال لم تقبل فی الاصح کما لو شہدا بالماضی ایضا جامع الفصولین مدعی نے ملک زمان گذشتہ کا دعوی کیا اور شاہدین نے ملک فی الحال کی گواہی دی تو مقبول نہین قول صحیح مین چنانچہ اگر شاہدین نے ملک ماضی کی بھی گواہی دی تو مقبول نہین کذا فی جامع الفصولین ہم ادعای ملک ماضی قرینہ ہے نفی ملک فی الحال کا اسواسطے کہ مدعی کا کچھ فائدہ نہین اسناد ماضی مین باوجود قیام ملک فی الحال کذا فی الطحطاوی عن جامع الفصولین

باب الشہادۃ علی الشہادۃ

یہ باب ہے گواہی پر گواہی دینے کا ہم شہادت علی الشہادۃ کو قیاس مقتضی نہین کیونکہ وہ عبادت بدنی ہے اور نیابت جاری نہین عبادت بدنیہ مین لیکن فقہانے بدلیل استحسان اسکو جائز کہا ہے بسبب شدت حاجت کے اسواسطے کہ اصل شاہد بسبب موت یا سفر وغیرہ کے ادائے شہادت سے عاجز ہوتا ہے تو اگر اصل کی گواہی پر فرع کی گواہی جائز نہوتی تو اکثر حقوق ضائع ہوجاتے ولہذا شہادۃ علی الشہادۃ جائز ہے اگرچہ بکثرت ہو یعنے فروع کی شہادت پر شہادت پھر انکی فروع کی شہادت پر شہادت وعلی ہذا القیاس کذا فی الدرر لطفا ھی مقبولۃ وان کثرت استحسانا فی کل حق علی الصحیح الا فی حد وقود لسقوطہما بالشبہۃ شہادت پر شہادت مقبول ہے اگرچہ طبقات فروع مین کثرت اور تعدد ہو مقبول ہے بطریق استحسان کے ہر حق مین بقول صحیح مگر حد اور قصاص مین مقبول نہین بسبب ساقط ہوجانے دونون کے شبہ سے وجاز الاشہاد مطلقا اور جائز ہے شاہد کرنا ہر طرح یعنے بعذر وبلاعذر ہم خزانۃ المفتین مین ہے کہ اپنی ذات کی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگرچہ اصول کو کچھ عذر نہوتا ہو اگر اصول کو بیماری یا سفر یا موت کے عذر پیش آوے تو فروع گواہی دین لکن لاتقبل الا بشرط تعذر حضور الاصل بموت ای موت الاصل لیکن فرع کی گواہی مقبول نہین مگر بشرط تعذر حاضر ہونے اصل کے موت سے یعنے اصل شاہد کے مرجانے سے وما نقلہ القہستانی عن قضاء النہایۃ فیہ کلام فانہ نقلہ عن الخانیۃ عنہا وھو خطاء والصواب ھنا اور جو قہستانی نے نہایہ کی کتاب القضا سے نقل کیا ہے اسمین کلام ہے سو قہستانی نے اسکو نہایہ سے نقل کیا اور نہایہ مین خانیہ سے اور جو خانیہ کی کتاب القضا مین ہے وہ خطا ہے اور ٹھیک وہ قول ہے جو خانیہ کے باب الشہادۃ علی الشہادۃ مین ہے ہم قہستانی نے کہا لیکن نہایہ وغیرہ کی کتاب القضا مین ہے کہ اصل جب مرجاوے تو اسکی فرع کی شہادت مقبول نہین تو حیات اصل کی شرط ہے انتہی حلبی نے کہا کہ تو نے عبارت خانیہ کی دیکھی اسمین نقل نہایہ خانیہ سے نہین طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا فانہ نقلہ عنہا عن الخانیۃ چنانچہ خود شارح نے اسکی تصحیح کی ہے نسخہ منقی مین انتہی لہذا مترجم نے اسی طرح ترجمہ کیا او مرض او سفر واکتفی الثانی بغیبتہ بحیث یتعذر ان یبیت باھلہ واستحسنہ غیر واحد وفی القہستانی والسراجیۃ وعلیہ الفتوی ولفظ المصنف یا حضور اصل متعذر ہو بسبب بیماری یا سفر کے اور ابو یوسف نے اصل کی غیبت پر کفایت کی اسطرح کہ متعذر ہو اسکو اپنے لوگون مین رات کا پہونچنا اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت علمانے اور قہستانی اور سراجیہ مین ہے اور اس قول پر فتوی ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی فتح مین ہم بیماری سے وہ بیماری مراد ہے کہ مجلس قضا مین حاضر نہوسکے اور سفر سے تین رات دن کی راہ کی غیبت مراد ہے اور یہی قول ظاہر الروایۃ ہے تاتارخانیہ مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر صبح سے ادائے شہادت کے واسطے جاوے اور اپنے گھر مین رات تک نہ آسکے تو اشہاد جائز ہے اور یہ قول ہے فقیہ ابو اللیث کا سراجیہ مین ہے کہ اس قول پر فتوی ہے کذا فی العالمگیریہ او کون المرأۃ مخدرۃ لا تخالط الرجال وان خرجت لحاجۃ وحمام قنیۃ یا حضور اصل متعذر ہو بسبب ہونے عورت کے مستورہ پردہ نشین جو مردون سے مخالطت نکرتی ہو اگرچہ حاجت اور حمام کے واسطے نکلتی ہو کذا فی القنیۃ وفیہا لا ھو الا انثی او السلطان فی بحر اور قنیہ مین ہے

کہ سلطان اور امیر کو گواہ کرنا جائز نہین ھم یعنے جبکہ سلطان اور امیر شہود ہون تو انکو اپنی شہادت پر دوسری کو گواہ کرنا جائز نہین مگر محمد کے نزدیک کذا فی الطحطاوی سے
و هل یجوز للمحبوس ان یشهد علی شهادته من غیر حاکم الخصومة لم یذکره المصنف فی الوکالة اور کیا محبوس کو اپنی شہادت پر گواہ کرنا جائز ہے اگر اسکو غیر حاکم خصومت نے حبس کیا ہو تو
ہان جائز ہے مصنف نے اسکو کتاب الوکالة مین ذکر کیا ہے ھم مصنف نے اپنی شرح مین قنیہ سے نقل کیا کہ اسمین جواب مشائخ کے مختلف ہین بعض نے کہا کہ اگر اسی قاضی کے پاس
وہ شخص محبوس ہو تو جائز نہین کیونکہ قاضی اسکو حبس سے نکال کر گواہی سنکر پھر قید کر سکتا ہے اور اگر والی کے محبس مین ہو اور اسکا نکالنا ممکن نہو تو جائز ہے انتہی کذا فی
الطحطاوی وفی لو عند الشهادة عند القاضی قید للکل لا لاطلاق جواز الشهادة الا عند الامام ابو یوسف کا یہ قول کہ قاضی کے روبرو ادائے شہادت کے وقت
حضور اصل متعذر ہو قید ہو سب عذرات مذکورہ یعنے موت اور مرض اور سفر اور پردہ نشینی عورت کی بسبب مطلق ہونے جواز اشہاد کے نہ ادائے شہادت کے چنانچہ مذکور
ہو چکا اس قول مین کہ جاز الاشهاد مطلقا ویشترط لشهادة عدد نصاب ولو رجلا وامراتین اور گواہی پر گواہی مقبول ہے بشرط شہادت عدد یعنے بشرط نصاب
شہادت اگرچہ ایک مرد اور دو عورتین ہون وما فی الحاوی غلط بحر اور جو قول حاوی مین ہے غلط ہے کذا فی البحر ھم حاوی مین ہے کہ اصل کی شہادت پر عورتون
کی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی تکفی عن کل اصل ولو امراة اثنان شہادت فرعین ہر اصل کی شہادت سے اگرچہ اصل شاہد عورت ہو لا تغایر فرعی هذا وذاك
خلافا للشافعی نہ مغایر ہونا اس اصل کی دو فرع کا اور اس اصل کی دو فرع کا شرط ہے بخلاف شافعی ھم یعنے یہ واجب نہین کہ ہر شاہد کے دو شاہد متغائر ہون
بلکہ دو شاہدون کی شہادت ہر اصل شاہد سے کافی ہے کذا فی الدرر یعنے ہر اصل کی دو فرع لازم ہین خواہ ہر ایک کے دو شاہد جدا جدا ہون یا دو ہی شاہد دونون کے
ہون اور امام شافعی کے نزدیک یہ شرط ہے کہ چار شاہد ہون دو اسکے اور دو اسکے جدا جدا وکیفیتها ان یقول الاصل مخاطبا للفرع ولو ابنه اشهد
علی شهادتی انی اشهد بکذا اور شہادت علی الشہادة کی کیفیت یعنے طریقہ اسکا یہ ہے کہ اصل کہے فرع سے خطاب کرکے اگرچہ فرع بیٹا ہو اصل کا کذا فی البحر کہ تو شاہد
ہو میری اس شہادت پر کہ مین ایسی شہادت دیتا ہون ھم یہ مقصود ہے کہ اصل فرع کو گواہ کرے اسواسطے کہ فرع کو اصل کی گواہی پر گواہی دینا جائز نہین اگرچہ فرع
اصل سے گواہی سنی ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی ویکفی سکوت الفرع ولو رده ارتد قنیه اور کافی ہے سکوت فرع کا اور اگر فرع اسکو رد کرے یعنے گواہ ہونا قبول
نکرے تو شاہد رد ہوگا کذا فی القنیہ یعنے بعد رد کرنے کے اگر گواہی دیگا تو مقبول نہوگی ولا ینبغی ان یشهد علی شهادة من لیس بعدل عنده حاوی اور
لائق نہین فرع کو گواہی دینا اس اصل کی گواہی پر جو اسکے نزدیک عادل نہین کذا فی الحاوی ھم بحر الرائق مین خزانہ سے منقول ہے کہ فرع جبکہ اصل کی عدالت اور عدم
عدالت نجانے تو وہ شہادت علی الشہادة مین وصی یعنے بیکار ہے بسبب ترک کرنے احتیاط کے ویقول الفرع اشهد ان فلانا اشهدنی علی شهادته بکذا وقال
لی اشهد علی شهادتی بذلك هذا اوسط العبارات وفیه خمس شینات والاقصر منه ان یقول الاصل اشهد علی شهادتی بکذا ویقول الفرع اشهد
علی شهادته بکذا وعلیه فتوی السرخسی وغیره ابن کمال وهو الاصح کما فی القهستانی عن الزاهدی اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اسکی کہ
فلانے شخص نے مجھکو شاہد کیا ہے اپنی اس شہادت پر اور اسنے مجھسے کہا کہ تو شاہد ہو میری اس شہادت پر شارح نے کہا یہ سب عبارتون مین سے اوسط عبارت ہے
اور اسمین پانچ شین ہین اور اس سے مختصر زیادہ یہ عبارت ہے کہ اصل کہے کہ شاہد ہو میری اس شہادت پر اور فرع کہے کہ مین شہادت دیتا ہون اسکی اس شہادت پر
اور عبارت مختصر پر سرخسی وغیرہ کا فتوی ہے چنانچہ ابن کمال نے ذکر کیا ہے اور یہی قول اصح ہے چنانچہ قہستانی مین زاہدی سے منقول ہے ھم اوسط عبارت
اسواسطے اختیار کی کہ شہادت فرع اور ذکر شہادت اصل اور ذکر تحمیل ضرور ہے اور عبارت مذکورہ اسکے واسطے کافی ہے اور اوسط سے اطول یہ عبارت
ہے کہ فرع قاضی کے نزدیک کہے اشهد ان فلانا شهد عندی ان لفلان علی فلان کذا من المال واشهدنی علی شهادته وامرنی ان اشهد علی شهادته وانا
اشهد علی شهادته بذلك اس عبارت مین آٹھ شین ہین اور اوسط عبارت مین پانچ شین ہین اور اقصر مین دو شین ہین غایة البیان مین ہے کہ اقصر عبارت فقیہ ابو اللیث
اور انکے استاد ابو جعفر کے نزدیک مختار ہے کذا فی الدرر ویکفی تعدیل الفرع لاصله ان عرف الفرع بالعدالة والا لزم تعدیل الکل اور کافی ہے [illegible] کرنی

علیہ [illegible] گواہی دیتا ہون [illegible] فلان شخص کا [illegible]

ہو تعدیل فرع کی اپنی اصل کے واسطے اگر فرع مشہور بعدالت ہون اور نہین تو اصول اور فروع سبکی تعدیل لازم ہوگی کما یکفی تعدیل احد الشاہدین صاحبہ فی الاصح لان العدل لا یتہم بمثلہ جیسے کفایت کرتی ہے ایک شاہد کی تعدیل دوسرے شاہد ساتھی کو قول اصح مین اسواسطے کہ عادل متہم نہین ہوتا اپنے مانند دوسرے عادل کی تعدیل سے ھم یعنی بعضون کے نزدیک یہ جائز نہین کیونکہ وہ متہم ہے اسواسطے کہ احد الشاہدین اپنے رفیق کی تعدیل سے یہ چاہتا ہے کہ میری شہادت مقبول ہو اور قاضی اسپر حکم دے لیکن بقول اصح جائز ہے اسواسطے کہ عادل بتعدیل مثل سے متہم نہین جیسے اپنی ذات کی شہادت مین متہم نہین یعنی اسکی ذاتی شہادت بھی اپنی منفعت کی متضمن ہے کہ وہ مقبول القول ہو اور قاضی اسکی شہادت پر حکم کرے تو جیسے شرع نے بسبب اسکی عدالت کے اس منفعت کو مانع شہادت معتبر نہین کیا ویسے ہی تعدیل مثل مین بھی کذا فی الفتح وان سکت الفرع عنہ نظر القاضی فی حالہ وکذا لو قال لا اعرف حالہ علی الصحیح شرنبلالیۃ و شرح المجمع وکذا لو قال لیس بعدل کما فی القہستانی عن المحیط فتنبہ اور اگر فرع تعدیل اصل سے سکوت کرے تو نظر کرے قاضی اصل کے حال مین یعنی فرع کی گواہی جائز ہے پھر اگر غیر فرع اصل کی عدالت بیان کرے تو حکم دے اور نہین تو نہین کذا فی الفتح اور اسی طرح حکم ہے بقول صحیح اگر فرع کہے کہ مین اسکے حال کو نہین جانتا کذا فی الشرنبلالیہ اور شرح المجمع اور اسی طرح اگر فرع کہے کہ اصل عادل نہین چنانچہ قہستانی مین محیط سے ہے سو آگاہ رہنا وتبطل شہادۃ الفرع بامور منہا نہیہم عن الشہادۃ علی الاظہر خ ومنہا مخالفتہما اور باطل ہوجاتی ہے فرع کی گواہی چند امور سے بسبب روک دینے فروع کے شہادت سے یعنی اصول نے فروع سے کہا کہ تم ہماری شہادت کی گواہی نہ دیجیو تو شہادت فروع باطل ہے بقول اظہر کذا فی الخلاصہ اور آویگا متن مین مخالفت اسکے ومنہا خروج اصلہ عن اہلیتہا کفسق وخرس وعمی اور باطل ہوتی ہے شہادت فرع کی بسبب نکل جانے اصل کے شہادت کی اہلیت سے مانند فسق اور گنگی اور نابینائی کے یعنی اگر اصل شاہد فاسق یا گونگا یا اندھا ہوگیا تو فرع کی شہادت باطل ہے اسی طرح جنون اور ارتداد و بانکار اصلہ الشہادۃ کقولہم مالنا شہادۃ او لم نشہدہم او انہم غلطوا اور فرع کی شہادت باطل ہے بسبب انکار کرنے اصل کے شہادت کے چنانچہ اصول کا یون کہنا کہ ہم گواہ نہین یا ہمنے انکو گواہ نہین کیا یا ہمنے انکو گواہ کیا اور ہمنے غلط کہا کافی مین ہے صورت مسئلہ یہ ہے کہ اصول نے کہا کہ ہم اس حادثہ کے گواہ نہین پھر وہ مرگئے یا غائب ہوگئے پھر فروع آئے اور انکی شہادت پر شہادت دی اس حادثے مین اور اگر اصول موجود ہین تو فروع کی شہادت کی طرف التفات نہین اگرچہ اصول منکر نہون کذا فی الدرر ولو سئلوا فسکتوا قبلت خلاصۃ اور اگر اصول سے فروع کی شہادت کا سوال ہوا اور انھون نے سکوت کیا یعنی نہ اقرار کیا نہ انکار تو فروع کی گواہی مقبول ہے کذا فی الخلاصہ ھم اس مسئلہ مین سکوت مانند نطق کے ہے شہدا علی شہادۃ اثنین علی فلانۃ بنت فلان الفلانیۃ وقالا اخبرانا بمعرفتہا وجاء المدعی بامرأۃ لم یعرفا انہا ہی قیل لہ ہات شاہدین انہا ہی فلانۃ ولو مقرۃ دو شاہدون نے گواہی دی دو شخصون کی شہادت پر فلانی عورت بنت فلان فلانی قوم والی پر اور فریقین نے کہا کہ ہمکو اصلین نے خبر دی اسکی معرفت کی یعنی شاہد اصل اس عورت کو جانتے تھے اور مدعی ایک عورت کو لایا جسکو شاہد فرع نہین پہچانتے کہ یہ عورت وہی ہے تو مدعی سے کہا جائیگا کہ تو دو شاہد لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے اگرچہ عورت حاضرہ اقرار کرتی ہو کہ مین وہی عورت ہون ھم صدر الشریعۃ نے کہا کہ اس قول سے غرض یہ ہے کہ یہ شرط نہین کہ فرع مشہود علیہ کو جانتے ہون اور یہ غرض نہین کہ یہ نسبت پوری ہے اور گواہی مقبول ہے اسواسطے کہ شاہدین نے جبکہ اسکے دادا کا ذکر نکیا تو سکہ صغیرہ یا قبیلہ مخصوصہ کے طرف نسبت کرنا طرفین کے نزدیک ضرور ہے تاکہ نسبت پوری ہو انتہی ملا خسرو نے درر مین کہا مدعی سے اسواسطے گواہ طلب ہوئے کہ تعریف بالنسبۃ ثابت ہوچکی دونون کی شہادت سے اور مدعی دعوے کرتا ہے کہ نسبت مذکورہ عورت حاضرہ مین ثابت ہے مگر یہ احتمال ہے کہ شاید وہ عورت ہو غیر اسکی تو ضرور ہوا اسکا اثبات حاضرہ کے واسطے تو یہ گواہی شہادت قاصرہ کے مانند ہے جو اور شاہدون سے پوری ہوتی ہے انتہی ومثلہ الکتاب الحکمی وہو کتاب القاضی الی القاضی لانہ کالشہادۃ علی الشہادۃ فلو جاء المدعی برجل لم یعرفاہ کلفہ اثبات انہ ہو ولو مقرا لاحتمال التزویر بحر اور مسئلہ مذکورہ کے مانند کتاب حکمی ہے یعنی ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کو اسواسطے کہ وہ مانند شہادت علی الشہادۃ کے ہے تو اگر مدعی لایا ایک مرد کو جسکو قاضی کے خط کے دو شاہد نہین پہچانتے تو قاضی

مکتوب الیہ مدعی کو تکلیف دے اسبات کے اثبات کی کہ یہ مرد وہی مدعا علیہ ہے جو قاضی کاتب کی مراد ہے اگرچہ مرد حاضر اقرار کرتا ہو بسبب محتمل ہونے تزویر اور بناوٹ کے کذا فی البحر ویلزم مدعی الاشتراک البیان کما بسطہ القاضی اور اشتراک مدعی کو بیان کرنا لازم ہے چنانچہ اسکو شیخ بیان کیا ہے قاضی خان نے مع قاضی خان نے کہا کہ جب قاضی نے دوسرے قاضی کو خط لکھا اور اسمیں مدعا علیہ کا نام اور نسب علی وجہ الکمال لکھا تو مدعا علیہ نے کہا کہ فلان بن فلان فلانی نسبت والا نہیں ہوں اور قاضی مکتوب الیہ اسکو نہیں جانتا تو مدعی سے کہیگا کہ تو گواہوں سے ثابت کر کہ یہ فلان بن فلان ہے پھر اگر مدعا علیہ کہے کہ میں فلان بن فلان ہوں اور اس محلہ یا اس قبیلہ خاصہ یا اس شہر میں میرے سوا ایک شخص ہے اسی نام کا تو قاضی کہے کہ ثابت کر اگر وہ ثابت کرے تو خصومت اس سے منقطع ہوگی انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی

ولو قال فیہا التمیمیۃ لم یجز حتی ینسبہا الی فخذہا الخاصۃ اور اگر شاہد نے مسئلہ مذکورہ میں عورت مدعا علیہا کو تمیمیہ کہا تو جائز نہیں یہاں تک کہ اسکو قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت کریں چنانچہ اسکی دادا کی طرف ہم بنو تمیم میں بکثرت قبائل ہیں لہذا انکی معرفت حاصل نہیں ہوتی جبتک قبیلہ خاصہ کی طرف نسبت نہو اور یہ فخذ بکسر خا کی تفسیر قبیلہ خاصہ کی ہے اور زیلعی نے جدا علی کی ہے خلاصہ میں ہے الحاصل اعتبار تحصیل معرفت کا ہے اور رفع اشتراک کا ایضاح میں ہے کہ عجم یعنی غیر عرب میں ذکر پیشہ بمنزلہ قبیلہ خاصہ کے ہے اسواسطے کہ عجم میں انساب ضائع ہیں انتہی زمخشری نے ذکر کیا کہ عرب کے چھ طبقات ہیں شعب بالفتح اور قبیلہ اور عمارہ اور بطن اور فخذ اور فصیلہ تو مضر اور ربیعہ اور حمیر اور مذحج شعب ہیں اسواسطے کہ قبائل ان سے منشعب ہوئے ہیں اور کنانہ قبیلہ ہے اور قریش عمارہ ہے اور قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے اور عباس فصیلہ کذا فی الطحطاوی ویکفی نسبتہا لزوجہا والمقصود الاعلام اور کفایت کرتی ہے عورت کی نسبت اسکے زوج کی طرف اور مقصود اعلام ہے یعنی جسطرح سے کہ حاصل ہو سکے

اشہد علی شہادتہ ثم نہاہ عنہا لم یصح ای نہیہ فلہ ان یشہد علی ذلک درر واقرہ المصنف ہنا لکنہ قدم ترجیح خلافہ عن الخلاصۃ اصل شاہد نے فرع کو شاہد کیا اپنی شہادت پر پھر اسکو منع کیا گواہی دینے سے تو صحیح نہیں یعنی منع کرنا صحیح نہیں تو فرع کو جائز ہے کہ اسپر گواہی دے کذا فی الدرر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں یہاں لیکن اسکے خلاف کی ترجیح پہلے ذکر کی ہے خلاصہ سے ہم چنانچہ شارح اسکو عنقریب ذکر کریگا

کافران شہدا علی شہادۃ مسلمین لکافر علی کافر لم تقبل کذا شہادتہما علی القضاء لکافر علی کافر دو کافروں نے گواہی دی دو مسلمانوں کی شہادت پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر تو مقبول نہیں اسی طرح دو کافروں کی گواہی قاضی کے حکم پر ایک کافر کے حق میں دوسرے کافر پر مقبول نہیں

وتقبل شہادۃ رجل علی شہادۃ رجل علی شہادۃ ابیہ علی قضاء ابیہ فی الصحیح درر بخلاف الملتقط اور مقبول ہے گواہی ایک مرد کی اپنے باپ کی گواہی پر اور اپنے باپ کی قضا پر قول صحیح میں کذا فی الدرر بخلاف ملتقط یعنی اسمیں عدم قبول مذکور ہے

ومن ظہر انہ شہد بزور بان اقر علی نفسہ ولم یدع سہوا ولا غلطا کما حررہ ابن الکمال جس شاہد کا حال ظاہر ہوا کہ اسنے جھوٹی گواہی دی اسطرح ظاہر ہوا کہ اسنے اپنی ذات پر جھوٹ گواہی دینے کا اقرار کیا اور سہو کا دعوی نکیا اور نہ غلط کا چنانچہ ابن کمال نے اسکی تحریر کی ہے ہم یا شہادت زور کے ظاہر ہونے کی یہ صورت ہے کہ شاہد نے قتل ہونے ایک مرد یا اسکی موت کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہوا یا رویت ہلال کی گواہی دی اور تیس دن گذر گئے اور آسمان پر کچھ ابر اور غبار کی علت نہیں اور چاند نہ دکھلائی دیا اور مانند اسکے کذا فی الدر فقہا کے نزدیک شہادت زور عبارت ہے شہادت باطلہ سے عمدا کذا فی الطحطاوی ولا حکمت اثباتہ بالبینۃ لانہ من باب النفی اور ممکن نہیں شہادت زور کا اثبات گواہوں سے اسواسطے کہ وہ من قبیل نفی ہے ہم اسواسطے کہ گواہ یہ کہینگے کہ شاہد نے ناحق گواہی دی اور اسکی طرف التفات نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الشلبی

عزر بالتشہیر وعلیہ الفتوی سراجیہ جسکی گواہی جھوٹ ظاہر ہو وہ تعزیر دیا جاوے تشہیر سے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی السراجیہ ہم تشہیر کا یہ طریقہ ہے کہ اگر شاہد شخص بازاری ہے تو قاضی اسکو بازار میں بھیجے اور اگر بازاری نہیں تو اسکی قوم کی طرف عصر کے بعد جسوقت لوگ خوب جمع ہوتے ہوں بھیجے اور قاضی کا آدمی کہے کہ ہم نے اسکو شاہد زور پایا تم اس سے بچو اور لوگوں کو اس سے بچاؤ تو قاضی شریح صحابہ کے وقت میں یہی کیا کرتے تھے لہذا امام اعظم نے اسکو پسند کیا اور صاحبین نے کہا ہم اور صاحبین نے اسکو مارنا اور قید کرنا بھی زیادہ کیا کذا فی المجمع ہم فتح القدیر میں اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی حق ہے واللہ اعلم

وفی البحر وظاہر کلامہم ان للقاضی ان یسخم وجہہم اذا رآہ سیاسۃ اور بحر الرائق میں ہے اور ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ قاضی کو جائز ہے کہ جھوٹے گواہ کا منہ کالا کرے بطور سیاست کے اگر اسکو مصلحت دیکھے وقیل ان رجع مصرًّا ضرب اجماعا وان تائبا لم یعزر اجماعا اور بعضوں نے کہا کہ اگر شاہد زور رجوع کرے مصر ہو کر تو بالاجماع امام اور صاحبین کے مارا جاوے اور اگر توبہ کرکے رجوع کرے تو بالاتفاق اسپر تعزیر نہیں ہے اصرار کی یہ صورت ہے کہ شاہد کہے کہ میں نے یہ جھوٹی گواہی دی اور میں ایسی گواہی سے رجوع کرتا ہوں کذا فی الفتح وتقدیر مدۃ التوبۃ مفوض الی رأی القاضی علی الصحیح لو فاسقا ولو مستورا لا تقبل شہادتہ ابدا اور شاہد زور کے توبہ کرنے کی مدت قاضی کی رائے پر مفوض ہے بقول صحیح اگر شاہد فاسق ہو اور اگر عادل ہو یا مستور الحال ہو تو اسکی گواہی کبھی مقبول نہیں ہے اسواسطے کہ اسکی توبہ معلوم نہیں ہو سکتی کذا فی الطحطاوی قلت وعن الثانی تقبل وبہ یفتی عینی ومثلہ فی مختار الفتاوی امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شاہد زور عادل یا مستور الحال کی بعد توبہ کے گواہی مقبول ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی العینی وغیرہ ہم اسواسطے کہ اسکی توبہ ظاہر ہو سکتی ہے شہادت زور پر ندامت اور استغفار کرنے سے وفیہا کذا فی الطحطاوی

باب الرجوع عن الشہادۃ

باب الرجوع عن الشہادۃ

یہ باب ہے شہادت سے رجوع کرنے کا رجوع عن الشہادۃ یعنی گواہی دیکر پلٹنا اور پھر جانا اور اصطلاح فقہ میں عبارت ہے نفی کرنی اس چیز سے جسکو ثابت کر چکا کذا فی الطحطاوی ہو ان یقول رجعت عما شہدت بہ ونحوہ رجوع عن الشہادۃ یہ ہے کہ شاہد کہے کہ میں پھرا اور پلٹا اس چیز سے جسکی میں نے گواہی دی اور مانند اس کلام کے ہے جیسا کہ یوں کہنا کہ میں نے جھوٹی گواہی دی یا میں جھوٹا ہوں اپنی گواہی میں کذا فی الطحطاوی یا میں باطل تھا شہادت میں یعنی ناحق پر تھا اسمیں کذا فی الدرر فلو انکرہا کان یقول ما شہدت لا یکون رجوعا اور اگر شاہد نے شہادت کا انکار کیا تو یہ انکار رجوع عن الشہادۃ نہیں والرجوع شرطہ مجلس القاضی ولو غیر الاول لانہ فسخ او توبۃ وہی بحسب الجنایۃ کما قال علیہ الصلوۃ والسلام السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ اور رجوع کی شرط قاضی کی مجلس ہے اگرچہ اول قاضی کے سوا دوسرے قاضی کے روبرو رجوع کرے مجلس قاضی اسواسطے شرط ہے کہ رجوع عبارت ہے فسخ شہادت یا توبہ سے اور توبہ گناہ کے موافق ہوتی ہے جیسا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مخفی گناہ کی مخفی توبہ ہے اور علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ یعنی شہادت دینا گناہ ہے مجلس قضا میں تو اسکی توبہ بھی مقید بمجلس قضا ہوگی فلو ادعی المشہود علیہ رجوعہما عند غیرہ وبرہن او اراد یمینہما لا تقبل لفساد الدعوی تو اگر دعوے کیا مشہود علیہ نے شاہدین کے رجوع عن الشہادۃ کا غیر قاضی کے روبرو اور اسکو گواہی سے ثابت کیا یا در صورت عدم گواہ شاہدین سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہیں بسبب فاسد ہونے دعوے کے ہم یعنی بینہ اور یمین دعوے صحیح پر قائم ہوتی ہیں اور یہ دعوے کہ شاہدین نے غیر مجلس قاضی میں رجوع کیا باطل ہے لہذا نہ بینہ مقبول ہے نہ تحلیف شاہد کذا فی الدرر بخلاف ما لو ادعی وقوعہ عند قاض وتضمینہ ایاہما ملتقی بخلاف اسکے اگر دعوے کیا واقع ہونے رجوع کا کسی قاضی کے پاس اور ضمان لینے قاضی کا شاہدین سے کذا فی الملتقی ہم یعنی اگر یہ دعوے کیا کہ شاہدین نے فلانے قاضی کے پاس رجوع عن الشہادۃ کیا اور قاضی نے شاہدین سے ضمان مال لیا یعنی ضمان کا ان پر حکم کیا اور اس دعوے پر گواہ قائم کئے تو مقبول ہے بسبب صحیح ہونے دعوے کے کذا فی الدرر ولو برہن انہما اقرا برجوعہما عند غیر القاضی قبل وجعل انشاء للحال ابن ملک اور اگر مدعا علیہ گواہ لایا اس پر کہ دونوں شاہدوں نے رجوع شہادت کا غیر قاضی کے روبرو اقرار کیا تو مقبول ہے اور اقرار مذکور فی الحال کا انشاء اقرار دیا جاویگا کذا ذکرہ ابن ملک یعنی گویا بالفعل رجوع واقع ہو فان رجعا قبل الحکم بہا سقطت سو اگر شاہدین نے رجوع شہادت سے کیا اس سے پہلے کہ قاضی موجب اس شہادت کے حکم کرے تو شہادت ساقط الاعتبار ہے قاضی اسپر حکم نہ کرے ولا ضمان وعزرا ولو عن بعضہا لانہ فسق نفسہ جامع الفصولین اور قبل حکم شاہدین پر ضمان نہیں اور اسکو تعزیر دیجاوے اگرچہ شاہد بعض شہادت سے رجوع کرے اسواسطے کہ شاہد نے اپنی ذات کو منسوب بفسق کیا رجوع کذا فی جامع الفصولین اور حالانکہ فاسق کی گواہی مقبول نہیں کذا فی الفتح ہم قبل حکم ضمان نہیں بسبب عدم اتلاف کے اور تعزیر سے دی تعزیر مراد ہے

جو شاہد زور مین مذکور ہو چکے یعنے تشہیر امام کے نزدیک اور ضرب اور حبس صاحبین کے نزدیک اور بعض شہادت سے رجوع چنانچہ زمین اور اسکی عمارت کے اور گھوڑی اور اسکے بچے کی گواہی دی پھر عمارت اور بچے مین رجوع کیا وبعدہ لم یفسخ الحکم مطلقا لترجحہ بالقضاء اور بعد قضا حکم فسخ نہوگا کسی طرح خواہ شاہد کا حال عدالت مین رجوع کے وقت برابر ہو اس حال کے جو شہادت کے وقت تھا یا ادنے یا اعلے ہو کذا فی المنح بسبب راجح ہو جانے خبر اول کے قضا سے ھ اگر شارح توضیح کرتا لترجح الخبر الاول من الشاہد بالقضاء تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ ترجحہ کی ظاہر ضمیر حکم کے طرف راجع ہے اور وہ خلاف مقصود ہے حکم اسواسطے فسخ نہوگا کہ شاہدون کی خبر ثانی مناقض ہے خبر اول کے تو حکم منقوض نہین ہو سکتا بسبب تناقض کے اور اسواسطے کہ خبر ثانی صدق پر دلالت کرنے مین خبر اول کے مانند ہے اور حالانکہ خبر اول مرجح اور غالب ہو چکی اتصال قضا سے بخلاف خبر ثانی کذا فی الطحاوی وبخلاف ظہور الشاہد عبدا او محدودا فی قذف فان القضاء یبطل ویرد ما اخذ وتلزم الدیۃ لو قصاصا ولا یضمن الشہود لما مر ان الحاکم اذا اخطأ فالغرم علی المقضی لہ شرح تکملہ بخلاف ظاہر ہونے شاہد کے غلام یا محدود فی القذف اسواسطے کہ قضا اس صورت مین باطل ہو جاتی ہے اور مقضی لہ پھیر دے جو اسنے لیا اور ولی مقتول کے واسطے دیت لازم ہے اگر قصاص کا حکم ہو گیا ہو اور شہود مذکورین پر ضمان نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ حاکم جب خطا کرے حکم مین تو تاوان مقضی لہ پر ہے کذا فی شرح التکملہ ھ صورت مذکورہ میں خطا ہے حاکم پر ہے کہ اپنے حال شہود کا تفحص نکیا تا معلوم ہوتا کہ وہ غلام ہین یا محدود فی القذف وضمنا ما اتلفاہ للمشہود علیہ لتسببہما تعدیا مع تعذر تضمین المباشر لانہ کالملجأ الی القضاء اور شاہدین راجعین تاوان دین مشہود علیہ کے اس مال کا جس مال کو انھون نے تلف کروایا اسواسطے کہ شاہدین تلف مال کے سبب واقع ہوئے تعدی کی راہ سے ساتھ متعذر ہونے تضمین مباشر یعنے قاضی کے اسواسطے کہ قاضی بمنزلہ مضطر کے ہے حکم دینے مین ھ امام شافعی کے نزدیک شہود پر ضمان نہین جبکہ وہ رجوع کرین اسواسطے کہ شہود سبب ہین تلف مال کے اور قاضی مباشر ہے اور سبب کا اعتبار نہین مباشر کے ہوتے اسکا جواب یہ ہے کہ شہود نے اپنی ذات پر سبب ضمان کا اقرار کیا یعنے شہادت باطلہ سے اور قاضی مباشر پر تضمین متعذر ہے اسواسطے کہ قاضی حکم دینے مین مضطر ہے کیونکہ قاضی پر حکم دینا واجب ہے جبکہ شہود کی عدالت ظاہر ہو تا انکہ اگر حکم ندے تو گنہگار اور مستحق عزل اور لائق تعزیر ہو قبض المدعی المال اولا بہ یفتی بحر وبزازیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتیین شاہدین ضمان دین مدعی نے مال کو قبض کیا یا نکیا ہو اسیکا فتوے ہے کذا فی البحر والبزازیہ والخلاصہ وخزانۃ المفتیین وقیدہ فی الوقایۃ والکنز والدرر والملتقی بما اذا قبض المال لعدم الاتلاف قبلہ اور مقید کیا ہے ضمان کو وقایہ اور کنز اور درر اور ملتقی الابحر مین ساتھ اس قید کے کہ جب مدعی مال کو قبض کرے اسواسطے کہ قبل قبض کے اتلاف نہین وقیل ان المال عینا فکالاول وان دینا فکالثانی واقرہ القہستانی اور بعضون نے کہا کہ اگر مال عین ہے یعنے غیر دین ہے تو اول قول کے مانند ہے یعنے قبض اور عدم قبض دونون صورتون مین ضمان ہے اور اگر مال دین ہے تو قول ثانی کے مانند ہے یعنے بشرط قبض ضمان ہے اور اس قول مفصل کو ثابت رکھا ہے قہستانی نے ھ وجہ تفصیل مذکور یہ ہے کہ ضمان مقید بمماثلت ہے سو عین مین تو مشہود علیہ کی ملک زائل ہو گئی قضا سے ولہذا مقضی علیہ کو اسمین تصرف جائز نہین اور مقضی لہ کو جائز ہے اور دین مین ملک اسکی زائل نہین ہوتی جب تک مقضی لہ قبض نکرے تو اگر شاہد پر ضمان ہو قبض سے پہلے تو مماثلت متحقق نہو کذا فی الحلبی والعبرۃ فیہ لمن بقی من الشہود لا لمن رجع اور ضمان مین اسکا اعتبار ہے جو شاہد کہ باقی رہا نہ اس شاہد کا جسنے شہادت سے رجوع کیا ھ یہ قاعدہ کلیہ ہے ضمان کے حساب کا فان رجع احدہما ضمن النصف اور اگر شاہد پھر گیا شہادت سے تو نصف مال کا تاوان دے ھ اسواسطے کہ دو مردون کی شہادت مین ہر شاہد کی شہادت سے نصف حجت قائم ہے تو جب ایک شاہد اپنی شہادت پر باقی رہا تو نصف مال مین حجت باقی رہی تو راجع پر اسکا ضمان واجب ہے جسمین حجت باقی نرہی وہ نصف ہے کذا فی الدرر وان رجع احد ثلثۃ لم یضمن اور اگر تین شاہدون مین سے ایک شاہد راجع ہوا تو وہ ضمان ندیگا ھ اسواسطے کہ دو شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے وان رجع آخر ضمنا النصف اور اگر تین شاہدون مین دوسرا ابھی پھر گیا تو دونون شاہدین راجعین نصف مال کا ضمان دین ھ اسواسطے کہ شہادت پر وہ شخص باقی ہے جس سے نصف مال باقی ہے یعنے ایک شاہد وان رجعت امرأۃ ۹

من رجل وامرأتين ضمنتا الربع اور اگر ایک عورت پھر جا ایک مرد اور دو عورتون سے تو وہ چوتھائی مال کا ضامن ہے ھم اسواسطے کہ شہادت پر جتنے شخص باقی ہین جن سے تین چوتھائیان باقی ہین وان رجعتا فالنصف اور اگر ایک مرد اور دو عورتون سے دونون عورتین شہادت سے پھر گئین تو دونون نصف مال ضمان دین ھم اسواسطے کہ وہ شخص شہادت پر قائم ہے جس سے نصف مال باقی ہے وان رجع ثمان نسوة من رجل وعشر نسوة لم تغرما اور اگر آٹھ عورتین پھر گئین ایک مرد اور دس عورتون سے تو کوئی تاوان نہ دے ھم اسواسطے کہ اسقدر شاہد باقی ہین جنکی شہادت سے کل حق باقی ہے کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین ہین فان رجعت اخرى ضمن الربع لبقاء ثلثة ارباع النصاب اور اگر ایک اور پھر گئی تو نو عورتین چوتھائی مال کا ضمان دین بسبب باقی رہنے نصاب کی تین چوتھائی کے ھم اسواسطے کہ نصف حق مرد سے باقی رہا اور ربع حق ایک باقی عورت سے قائم ہے کذا فی الدرر تو نو عورتون کے رجوع سے تلف ہوا اگر ربع فان رجعوا فالغرم بالاسداس سو اگر ایک مرد اور دس عورتین سب مل کر شہادت سے پھر گئے تو امام کے نزدیک تاوان مشتمل حصون کے حساب سے ہے یعنی چھٹا حصہ مرد پر ہے اور باقی عورتون پر ھم امام کی دلیل یہ ہے کہ دو عورتین بجائے ایک مرد کے ہین تو دس عورتین قائم مقام پانچ مردون کی ہوئین تو ایسا ہو گیا کہ گویا چھ مرد گواہی دیکر پھر گئے تو انپر ضمان بالاسداس ہو گا کذا فی الدرر یعنی ہر ہر مرد پر چھٹا حصہ تاوان ہو گا وقالا علیه النصف کما لو رجعن فقط اور صاحبین نے کہا کہ مرد پر نصف مال کا ضمان ہے جیسا کہ اگر فقط دسون عورتین پھر جائین تو ان پر نصف تاوان ہے ھم صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ عورتین اگرچہ بکثرت ہون مگر شہادت مین قائم مقام ایک مرد کی ہین ولہذا انکی گواہی بدون ملنے ایک مرد کے مقبول نہین اور ایک مرد کی شہادت سے نصف مال ثابت تھا تو نصف باقی انکی شہادت سے کذا فی الدرر ولا یضمن راجع فی النکاح شهد بمهر المثل او باقل اذ الاتلاف بعوض کلا اتلاف اور ضمان نہین دیتا شاہد راجع نکاح مین جسنے مہر مثل یا کمتر مہر مثل کی گواہی دی یعنی مہر مسمی کی گواہی دی جو بقدر مہر مثل ہے یا کمتر اسواسطے کہ اتلاف بمقابلہ عوض بمنزلہ عدم اتلاف کے ہے ھم شارح نے جو اقل مہر مثل کی قید زیادہ کی اسکی حاجت نتھی اسواسطے کہ ماتن خود اسکی تصریح کریگا صورت اسکی یہ ہے کہ مرد نے عورت پر دعوے کیا نکاح کا اور اسپر گواہ قائم کئے اور عورت منکر نکاح ہے سو قاضی نے عورت پر نکاح کا حکم کیا پھر گواہ شہادت سے پھر گئے تو گواہ عورت کو ضمان کچھ نہ دینگے خواہ مہر مسمی مہر مثل کے برابر ہو یا اکثر یا اقل کذا فی العالمگیریہ عن الذخیرة وان زاد علیها ضمناها لو هی المدعیة وهو المنکر عینی فتأمل اور اگر مہر مسمی زیادہ ہو مہر مثل پر تو دونون شاہد بقدر زیادت تاوان دین زوج کو اگر عورت مدعی نکاح ہو اور مرد منکر ہو کذا ذکرہ عینی نادم صورت اسکی یہ ہے کہ عورت نے اپنے نکاح کا مرد پر دعوی کیا اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا پھر شاہدین نے شہادت سے رجوع کیا تو اگر اس عورت کا مہر مثل مہر مسمی کے برابر ہو یا زیادہ تو شاہدون پر کچھ ضمان نہین اور اگر اسکا مہر مثل کمتر ہو مسمی سے یعنی مہر مسمی اکثر ہو مہر مثل سے تو زوج کو زیادت کا ضمان دین کذا فی العالمگیریہ عن الکافی اسواسطے کہ شاہدون نے زوج پر قدر زیادت کو تلف کیا بلا عوض کذا فی الدرر خلاصہ یہ ہے کہ راجع فی النکاح پر مطلقا ضمان نہین خواہ مرد مدعی ہو یا عورت مگر جبکہ عورت مدعی ہو اور مہر مسمی مہر مثل سے زیادہ ہو تب بقدر زیادت ضمان ہے ولو شهدا باصل النکاح باقل من مهر مثلها فلا ضمان علی المعتمد لتعذر المماثلة بین البضع والمال اور اگر شاہدین نے اصل نکاح کی گواہی دی عورت کے کمتر مہر مثل سے تو شاہدون پر ضمان نہین بقول معتمد بسبب متعذر ہونے مماثلت کے درمیان شرمگاہ عورت کے اور مال کے ھم یہ ترکیب موہم ہے کہ مسئلہ اولی مین شہادت اصل نکاح پر نہ تھی حالانکہ وہان بھی اصل نکاح پر شہادت ہے تو اگر ماتن یون لکھتا ولو باقل فلا ضمان تو مختصر اور واضح تر ہوتا اور یہ جو شارح نے کہا کہ مماثلت متعذر ہے یعنی منافع شرمگاہ کے عند الاتلاف غیر متقوم ہین تو تقوم سے ضمان نہین ہو سکتا اسواسطے کہ تضمین مماثلت کی مستدعی ہے اور حالانکہ شرمگاہ اور مال مین مماثلت نہین اور زوج کے تملک سے جو ضمان اور تقوم ہوتا ہے تو اسکا اظہار تعظیم کے واسطے کیونکہ اس سے نسل حاصل ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما لو شهدا علیها بقبض المهر او بعضه ثم رجعا ضمنا لها لاتلافهما المهر بخلاف اس عورت کے کہ اگر شاہدین نے عورت پر قبض مہر یا بعض مہر کی گواہی دی پھر دونون شہادت سے پھر گئے تو عورت کو دونون شاہد ضمان دینگے بسبب تلف کردینے مہر کے وضمنا فی البیع والشراء

ما انتقص من قیمۃ المبیع لو الشہادۃ علی البائع او زاد لو الشہادۃ علی المشتری للاتلاف بلا عوض اور دونوں شاہد ضامن ہونگے بیع اور شرا میں اسقدر کا جو کم ہوگیا ہو قیمت سے اگر گواہی بائع پر ہو یا ضامن ہونگے اسقدر کا جو زیادہ ہوگیا ہو قیمت سے اگر شہادت مشتری پر ہو بسبب اتلاف بلا عوض کے ہم اتلاف بلا عوض نقصان اور زیادت دونوں کی تحلیل ہے پہلی صورت یہ ہے کہ مشتری نے کہا کہ بیچا اس غلام کو اس مرد نے بعوض ہزار درہم کے لیا اور وہ دو ہزار کا ہے تو شاہدوں نے گواہی دی پھر گواہی سے پھر گئے تو شاہد بائع کو ہزار درہم ضمان دیں کیونکہ انہوں نے اسکے ہزار درہم تلف کیے اور دوسری صورت یہ ہے کہ بائع نے دعوی کیا کہ مشتری نے یہ غلام دو ہزار کو لیا اور اسی پر ثمن ہے اور مشتری اسکا منکر ہے سو شاہدوں نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام دو ہزار کو لیا اور حالانکہ وہ ایک ہزار کا ہے پھر شہادت سے پھر گئے تو شاہد مشتری کو ایک ہزار کا ضمان دیں اسواسطے کہ انہوں نے مشتری کے ایک ہزار تلف کیے کذا فی الدرر ولو شہدا بالبیع وبنقد الثمن فلو فی شہادۃ واحدۃ ضمنا القیمۃ ولو فی شہادتین ضمنا الثمن عینی اور اگر دو شاہدوں نے بیع اور نقد ثمن کی گواہی دی تو اگر بیع اور نقد ثمن کے ساتھ ایک ہی بار گواہی دی تو شاہد قیمت کا ضمان دیں اور اگر دو شہادت میں گواہی دی یعنے ایکبار بیع کی گواہی دی اور دوسری بار ثمن کی تو ثمن کا ضمان دیں کذا فی العینی ہم اسواسطے کہ پہلی صورت میں مقتضی بیع ہے ثمن اور دوسری صورت میں ثمن بالاستقلال مقتضی ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو شہدا علی البائع بالبیع بالفین الی سنۃ وقیمتہ الف فان شاء ضمن الشہود قیمتہ حالا وان شاء اخذ المشتری الی سنۃ وایہما اختار بری الآخر کما فی خزانۃ المفتیین اور اگر شاہدوں نے بائع پر دو ہزار کی بیع کی گواہی دی بمدت یکسال اور حالانکہ قیمت بیع کی ایک ہزار ہے تو بائع چاہے شہود سے فی الحال کی قیمت کا تاوان لے یعنے ہزار کا اور چاہے مشتری سے دو ہزار کا مواخذہ کرے تا یکسال اور دونوں میں سے جسکو بائع اختیار کرے گا دوسرا شخص بری الذمہ ہوگا بائع کے مواخذہ سے اور پورا بیان اسکا خزانۃ المفتیین میں ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے دعوی کیا کہ بیچا اسکا غلام دو ہزار کو لیا بمدت یکسال اور قیمت اسکی ایک ہزار ہے سو شاہدوں نے بھی گواہی دی پھر شہادت سے پھر گئے تو بائع کو اختیار ہے دونوں سے ایک کے مواخذہ کا اگر شہود سے فی الحال ہزار درم لے تو شہود مشتری سے مدت آنے کے وقت دو ہزار درم پھر لیں انکو ایک ہزار حلال ہیں اور دوسرے ہزار کو وہ خیرات کر دیں سو اگر مشتری غلام میں کوئی عیب پاوے اور اسکو پھیر دے سو اگر اسنے بغیر حکم قاضی کے پھیر دیا تو یہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے تو بائع سے وہ دو ہزار درم لے اور اسکا کچھ مواخذہ نہیں شاہدوں پر اور اگر قاضی کے حکم سے بائع کو غلام پھیر دیا تو جو دو ہزار اسنے شاہدوں کو دیے ہیں انکو پھیر لے اور جو شاہدوں نے ایک ہزار درم بائع کو دئے تھے وہ بائع سے پھیر لیں کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ وشیخ الطحطاوی چونکہ بیان عالمگیری کا واضح تر تھا خزانۃ المفتیین سے لہذا مترجم نے اسی کا ترجمہ مناسب تر دیکھا وفی الطلاق قبل وطی وخلوۃ ضمنا نصف المال المسمی او المتعۃ لو لم یسم اور طلاق قبل وطی اور قبل خلوت کے شہادت اور رجوع میں شاہدین نصف مال مسمے کا تاوان دیں یا متعہ کا ضمان دیں اگر مہر مسمے نہو ولو شہدا انہ طلقہا ثلاثا واخران انہ طلقہا واحدۃ قبل الدخول ثم رجعوا فضمان نصف المہر علی شہود الثلث لا غیر للحرمۃ الغلیظۃ اور اگر شاہدوں نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی زوجہ کو تین بار طلاق قبل دخول کے دی اور دو اور شاہدوں نے گواہی دی کہ اسنے اسکو ایکبار طلاق دی قبل دخول کے پھر چاروں شاہد شہادت سے پلٹ گئے تو نصف مہر کا ضمان تین طلاق کے گواہوں پر ہے انکے غیر پر نہیں بسبب حرمت غلیظہ کے ہم اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کی شہادت پر قاضی حکم نہ دے گا کیونکہ وہ مفید نہیں اسواسطے کہ طلقہ واحدہ کا حکم حرمت خفیفہ ہے اور طلقات ثلثہ کا حکم حرمت غلیظہ ہے کذا فی المنح حلبی نے کہا قبل دخول دونوں گواہیوں کی قید ہے ولو بعد وطی او خلوۃ فلا ضمان اور اگر گواہی دی طلاق بعد وطی یا بعد خلوت کی پھر شہادت سے پھر گئے تو شہود پر ضمان نہیں ہم اسیطرح قدوری اور ہدایہ میں ہے اور تحفہ میں ہے کہ ضمان نہیں مگر اوسکا جو مہر مثل پر زیادہ ہے کذا فی الفتح ولو شہدا بالطلاق قبل الدخول وآخران بالدخول ثم رجعوا ضمنت شہود الدخول ثلاثۃ ارباع المہر وشہود الطلاق ربعہ قہستانی اور اگر دو گواہوں نے طلاق قبل دخول کی گواہی دی اور دو اور شاہدوں نے دخول کی گواہی دی پھر چاروں شاہد گواہی سے پھر گئے تو دخول کے گواہ مہر کے تین ربع یعنے پون مہر کا ضمان دیں اور طلاق کے شہود چوتھائی مہر کا ضمان دیں کذا فی الاختیار ولو شہدا بعتق فرجعا ضمنا القیمۃ

لمولاہ مطلقا ولو معسرین لانہ ضمان اتلاف اور اگر شاہدین نے غلام کو آزاد کرنے کی گواہی دی پھر دونوں گواہی سے پھر گئے تو غلام کے مولے کو اسکی قیمت کا ضمان دیں مطلقا اگرچہ شاہدین مفلس ہوں اسواسطے کہ وہ اتلاف کا تاوان ہے والولاء للمعتق لعدم تحول العتق الیہما بالضمان فلا یتحول الولاء ہدایہ اور ولا یعنے حق آزاد کرنے کا مالک آزاد کرنے والے کے واسطے ہے بسبب نہ پھر جانے عتق کے ضمان دینے سے شاہدوں کی طرف تو حق ولا انکی طرف منتقل نہوگا کذا فی الہدایہ وفی التدبیر ضمنا ما نقصتہ وھو ثلث قیمتہ اور تدبیر میں شاہدین ضمان دیں اسقدر کا جسکو تدبیر نے کم کردیا یعنے اسکی تہائی قیمت ہم یعنے شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو مدبر کیا سو قاضی نے اسکے مدبر ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہد اسکے مولے کو تہائی قیمت کا ضمان دیں اسواسطے کہ مدبر غلام کی تہائی قیمت کم ہوجاتی ہے فن سے ولو مات المولی عتق من الثلث وان معہا بقیۃ قیمتہ وتمامہ فی البحر اور اگر مولے مرگیا تو آزاد ہوگا مدبر اسکی ثلث متروکہ سے اور شاہدین کو اسکی بقیہ قیمت لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ہم یعنے اگر مولے مرگیا اور غلام ثلث متروکہ سے نکل سکتا ہے تو وہ آزاد ہوجائیگا اور قیمت مدبر کا ضمان لازم ہوگا شاہدوں پر وارثوں کے واسطے کذا فی البحر وفی الکتابۃ یضمنان قیمتہ کلہا وان شاء اتبع المکاتب اور کتابت میں ہے ضمان دیں اسکی پوری قیمت اور اگر مولے چاہے تو مکاتب کے پیچھے پڑے یعنے بدل کتابت کا تقاضا کرے ہم یعنے شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام کو ہزار درم پر مکاتب کیا بمدت ایکسال اور قیمت غلام کی پانسو ہے اور قاضی نے کتابت کا حکم کیا پھر شاہدوں نے شہادت سے رجوع کیا تو قاضی مولی کو اختیار دیگا سو اگر وہ ضمان شاہدین اختیار کرے تو اسکو مکاتب سے بدل کتابت لینے کا اختیار نرہیگا ہے اور مکاتب ہزار درم کتابت کے شاہدین کو دیگا اور اگر مولے اتباع مکاتب اختیار کرے تو شاہدوں سے ضمان نہ لیگا کا ہے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط مختصرا ولا یعتق حتی یؤدی ما علیہ لہما وتصدقا بالفضل اور مکاتب آزاد نہوگا یہانتک کہ شاہدوں کو ادا کرے جو اسپر بدل کتابت ہے اور شاہدین خیرات کریں زائد قیمت کو یعنے اگر بدل کتابت جو شاہدوں نے مکاتب سے لیا ہے اگر زیادہ ہو اس قیمت سے جسکا وہ ضمان دیچکے ہیں مولے کو تو زائد کو خیرات کریں چنانچہ صورت مذکورہ میں پانسو انکو حلال طیب ہیں اور پانسو کو خیرات کریں یہ مذہب ہے طرفین کا والولاء لہ ولو عجز عاد لمولاہ ورد قیمتہ علی الشہود اور ولا مکاتب کی اسکے مولے کے واسطے ہے اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا ادا سے بدل کتابت سے بعد ضمان دینے شاہدوں کے تو پھر آوے گا اپنے مولے کی طرف اور مولے اسکی قیمت جو شاہدوں سے لیچکا ہے وہ شاہدوں کو پھیر دے وفی الاستیلاد یضمنان نقصان قیمتہا بان تقوم قنۃ وام ولد لو جاز بیعہا فیضمنان ما بینہما اور استیلاد میں شاہدین ضمان دیں ام ولد کے نقصان قیمت کا اسطرح پر کہ قیمت ٹھہرائی جائے خالص لونڈی کی اور ام ولد کی اگر اسکی بیع جائز ہوتی تو ضمان دیں شاہد اسقدر کا جو دونوں قیمتوں کے مابین میں ہے ہم صورت استیلاد یہ ہے کہ شاہدوں نے گواہی دی کہ مولے نے اقرار کیا کہ میری لونڈی میری ام ولد ہے اور مولی منکر ہے سو قاضی نے اسکے ام ولد ہونے کا حکم دیا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو اگر لونڈی کے ساتھ لڑکا نہو اور مولی زندہ ہو تو نقصان قیمت کا ضمان دیں کذا فی الطحطاوی عن العینی وہکذا فی العالمگیریہ عن المحیط نقصان قیمت کی مثال مثلا خالص لونڈی کی قیمت تین سو درم ہے اور ام ولد کی در صورت جواز بیع دو سو قیمت ہے تو شاہدوں پر سو درم کا ضمان لازم ہوگا فان مات المولی عتقت وضمنا بقیۃ قیمتہا امۃ للورثۃ وتمامہ فی العینی اور اگر مولے مرگیا تو ام ولد آزاد ہوگی اور شاہد وارثوں کو ضمان دیں اسکی باقی قیمت کا یعنے خالص لونڈی کی بقیہ قیمت کا اور پورا بیان اسکا عینی میں ہے وفی القصاص الدیۃ فی مال الشاہد وورثاہ اور قصاص میں دیت ہے شاہدین کے مال میں اور شاہدین مشہود علیہ کے وارث ہوں گے ہم یعنے شاہدوں نے گواہی دی کہ مثلا خالد نے محمود کو عمدا قتل کیا سو قاضی نے اسکے قتل کا حکم دیا سو خالد مقتول ہوا پھر شاہد گواہی سے پھر گئے تو شاہدوں پر دیت لازم ہوگی بحر الرائق میں سراج سے منقول ہے کہ شاہدوں کے مال سے تین سال میں دیت لیجائیگی اور شاہدوں پر کفارہ نہیں اور میراث سے وہ محروم نہیں یعنے اگر شاہدین خالد مشہود علیہ کے بیٹے ہوں تو دونوں اسکے وارث ہونگے کذا فی الطحطاوی ولم یقتصا لعدم المباشرۃ اور شاہدین سے قصاص نہ لیا جائیگا بسبب عدم مباشرت کے یعنے شاہدوں نے اپنے ہاتھ سے اسکو قتل نہیں کیا جو قصاص انپر آتا ولو شہدا بالعفو لم یضمنا لان القصاص لیس بمال اختیار اور اگر شاہدین نے قصاص معاف کردینے کی گواہی دی تو ان پر ضمان

نہوگا اسواسطے کہ قصاص مال نہین جو انپر ضمان لازم ہوتا کذا فی الاختیار وضمن شهود الفرع برجوعهم لاضافة التلف اليهم اور ضمان لازم ہوگا شہود فرع پر بسبب انکے رجوع کے بسبب مضاف ہونے تلف کے انکی طرف ہم اسواسطے کہ مجلس قاضی مین شہادت فروع سے صادر ہوئی نہ اصول سے اور قاضی کا حکم انھین کی شہادت پر مبنی ہوا کذا فی الطحطاوی لا شهود الاصل بقولهم بعد القضاء لم نشهد الفروع على شهادتنا او اشهدناهم وغلطنا نہ ضمان دین شہود اصل اس قول سے بعد قضا کے کہ ہمنے شہود فروع کو اپنی شہادت پر شاہد نہین کیا یا اس قول سے کہ ہمنے انکو شاہد کیا اور ہمنے غلط کہا ہم بعد قضا کے قید اسواسطے لگائی کہ اگر قبل قضا انکار اشہاد اصول کرینگے تو حکم نہوگا اسواسطے کہ انھون نے تحمیل شہادت کا انکار کیا اور حالانکہ وہ ضرور ہی کذا فی الدرر وكذا لو قالوا رجعنا عنها لعدم اتلافهم ولا الفروع لعدم رجوعهم اور اسی طرح اگر اصول کہین کہ ہمنے شہادت سے رجوع کیا تو انپر ضمان نہوگا بسبب عدم اتلاف کے اصول کی جانب سے اور نہ فروع پر ضمان ہوگا بسبب عدم رجوع فروع کے ولا اعتبار بقول الفروع بعد الحكم كذب الاصول او غلطوا فلا ضمان اور اعتبار نہین فروع کے اس قول کا بعد حکم کے کہ اصول جھوٹ بولے یا انھون نے غلط کہا تو فروع پر ضمان نہین اسواسطے کہ جو حکم قاضی کا ہوگیا وہ نہین لوٹتا انکے قول سے اور فروع اپنی گواہی سے بھی نہین پھرے بلکہ انھون نے غیر پر رجوع کی گواہی دی کذا فی الطحطاوی ولو رجع الكل ضمن الفروع فقط اور اگر اصول اور فروع سب گواہی سے پھر گئے تو فقط فروع ضمان دینگے ہم یہ قول ہی شیخین کا اسواسطے کہ سبب اتلاف وہ شہادت ہی جو مجلس قضا مین قائم ہوئی سو وہ فروع سے پائی گئی اور محمد کے نزدیک شہود علیہ مختار ہی چاہے اصول سے ضمان لے چاہے فروع سے اسواسطے کہ قضا فروع کی شہادت سے واقع ہوئی اس راہ سے کہ قاضی نے انھین کی شہادت معاینہ کی اور اصول کی بھی شہادت سے واقع ہوئی اسواسطے کہ فروع نائب ہین اصول کے نقل شہادت مین انکے امر سے کذا فی الدرر وضمن المزكون ولو للدية بالرجوع عن التزكية مع علمهم بكونهم عبيدا خلافا لهما اور ضمان دین مزکی یعنے شہود کی عدالت ظاہر کرنیوالے اگرچہ ضمان دیت کا ہو بسبب پھر جانے کے تعدیل سے باوجود انکی واقفیت کے کہ شہود غلام ہین بخلاف صاحبین کے ہم امام کی یہ دلیل ہی کہ حکم مضاف ہی شہادت کے طرف اور شہادت حجت نہین ہوتی مگر عدالت سے اور عدالت ثابت ہوتی ہی تزکیہ سے تو تزکیہ حکم کی علت کا علت ہوا اور صاحبین کی یہ دلیل ہی کہ مزکیون نے تو خوبی شہود کی بیان کی پھر اس سے پھر گئے یعنے اس سے ضمان لازم نہین آتا کذا فی الدرر ضمان دیت کی یہ صورت ہی کہ مزکیون نے شہود زنا کا تزکیہ کیا سو زانی سنگسار ہوا پھر ثابت ہوا کہ شہود غلام یا محبوس ہین اور مزکیون نے تزکیہ سے رجوع کیا تو ضمان مزکیون پر ہوگا اور اگر تزکیہ سے رجوع نکرین اور یہ زعم کرین کہ وہ آزاد ہین تو انپر ضمان نہین اور نہ شہود پر کذا فی الطحطاوی اما مع الخطاء فلا اجماعا بحر اور خطا کے ساتھ تو مزکیون پر ضمان نہین بالاتفاق امام اور صاحبین کے ہم خطا کی یہ صورت ہی کہ مزکی کہے کہ مینے خطا کی تزکیہ شہود مین کذا فی الطحطاوی وضمن شهود التعليق قيمة القن ونصف المهر قبل الدخول وضمان دین شہود تعلیق کی قیمت غلام اور نصف مہر کی قبل دخول زوج ہم صورت اسکی یہ ہی کہ شاہدین نے گواہی دی کہ مولے نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہی یا زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو مطلقہ ہی اور حالانکہ عورت سے قربت نہین ہوئی پھر اور شاہدون نے وجود شرط یعنے دخول دار کی گواہی دی پھر فریقین نے بعد حکم قاضی شہادت سے رجوع کیا تو ضمان شہود یمین پر ہوگا نہ شہود شرط پر کیونکہ شہود یمین شہود علت حکم ہین اسواسطے کہ تلف حاصل نہین ہوا مگر اعتاق اور تطلیق سے اور یمین کے شاہدون نے یہ کلمہ ثابت کیا اور تعلیق بالشرط مانع تھی تو شرط پائی جانے کے نزدیک تلف مضاف ہوا اپنی علت کی طرف بسبب زائل ہونے مانع کے کذا فی الدرر اور بعد دخول اگر رجوع ہوگا تو شہود تعلیق پر ضمان لازم نہوگا بسبب استیفاء منافع نکاح کذا فی الطحطاوی لا شهود الاحصان لانه شرط بخلاف التزكية لانها علة نہ ضمان لازم ہوگا شہود احصان کو اسواسطے کہ احصان شرط ہی بخلاف تزکیہ کے کہ وہ علت ہی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ چار گواہون نے زنا کی گواہی دی اور دو گواہون نے کہا کہ زانی محصن ہی پھر سب گواہ شہادت سے پھر گئے تو ضمان شہود زنا پر ہوگا کیونکہ زنا علت ہی اور شہود احصان پر ضمان نہوگا کیونکہ احصان علامت ہی شرط حقیقی نہین بہتر یہ تھا کہ شارح کہتا کہ تزکیہ علۃ العلۃ ہی کیونکہ علت تو شہادت ہی کذا فی الطحطاوی والشرط اور نہ ضمان لازم ہوگا شہود شرط پر یعنے وجود شرط کے شہود پر چنانچہ انکا بیان شہود تعلیق مین ہوچکا ولو وحده على الصحيح

عینی اگرچہ فقط شہود شرط کی شہادت سے پھر جائیں بالرجوع شہود تعلیق تو بھی بقول صحیح انپر ضمان نہیں کذا فی العینی ھ شمس الائمہ نے کہا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ شہود شرط کسی حال میں ضمان نہ دین چنانچہ زیادات میں منصوص ہے کذا فی فتح القدیر قال و ضمن شاھد الایقاع لا التفویض لانہ علۃ و التفویض سبب عینی نے کہا اور ضمان دینگے شاہد الایقاع کا نہ تفویض کا اسواسطے کہ ایقاع علت ہے اور تفویض سبب ھ بحر الرائق میں ہے شاہدین نے گواہی دی کہ زوج نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طلاق دیدے اپنی ذات کو اور دو اور گواہوں نے کہا کہ عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی اور یہ ماجرا قبل دخول تھا پھر سب شاہد گواہی سے پھر گئے تو ضمان شہود طلاق پر ہوگا نہ تفویض کے شاہدوں پر اور علت و سبب و علامت میں فرق دریافت کرنا چاہیے اہل اصول کے نزدیک شرط وہ ہے جو وجود کی موقوف علیہ ہو اور حکم میں نہ موثر ہو نہ اسکی طرف مفضی ہو اور علت وہ ہے جو حکم میں موثر ہو اور سبب وہ ہے جو حکم کی طرف مفضی ہو بلا تاثیر اور علامت وہ ہے جو حکم پر دلالت کرے اور وجود کی موقوف علیہ نہو کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوکالۃ

یہ کتاب ہے وکالت کے احکام میں ھ وکالت بفتح و کسر واو لغت میں اسم ہے توکیل سے اور توکیل یہ کہ تو اپنا کام وکیل کو سپرد کرے اسپر اعتماد کرکے اپنی آسانی یا عاجزی کی سبب سے اور وکیل وہ شخص ہے جو قائم بامر متوفض الیہ ہو تو وہ فعیل ہے بمعنی مفعول یعنی جسکی طرف امر موکول ہو کذا فی فتح القدیر بحر الرائق میں ہے کہ وکیل بمعنی فاعل بھی ہوتا ہے جیسے بمعنی حافظ ہو چنانچہ اس آیت میں حسبنا اللہ و نعم الوکیل طحطاوی نے کہا اور یہ بھی صحیح ہے کہ آیت میں وکیل بمعنی مفوض الیہ ہو مناسبتہ ان کلا من الشاھد والوکیل ساع فی تحصیل مراد غیرہ مناسبت کتاب الوکالۃ کی کتاب الشہادۃ سے یہ ہے کہ شاہد اور وکیل ہر ایک کوشش کرنے والا ہے اپنے غیر کی تحصیل مراد میں یعنی شاہد مدعی کی مراد اور وکیل موکل کی مراد میں ساعی ہے التوکیل صحیح بالکتاب والسنۃ قال اللہ تعالی فابعثوا احدکم بورقکم ھ غیر کو اپنا وکیل کرنا صحیح ہے قرآن اور حدیث سے حق تعالی نے فرمایا اصحاب کہف کی حکایت میں سو بھیجو ایک شخص کو اپنے درہم لیکر ھ وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ بھیجنا بطریق توکیل تھا اور شرائع سابقہ ہمارے واسطے حجت ہیں جبکہ اللہ اور اسکا رسول بیان کرے بلا انکار اور اسکا قبح ظاہر نہو کذا فی منح و وکل علیہ الصلوۃ والسلام حکیم بن حزام بشراء ضحیۃ اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو وکیل کیا قربانی کی خرید میں ھ ابو داؤد نے اس سند سے روایت کی جسمین ایک راوی مجہول ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے حکیم بن حزام کو ایک دینار دیکر بھیجا کہ انکے واسطے قربانی خرید کرے سو حکیم نے بعوض ایک دینار کے قربانی خریدی اور اسکو بعوض دو دیناروں کے بیچا پھر ایک دینار سے دوسری قربانی خریدی اور ایک دینار اور قربانی رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس لائے تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے دینار کو تصدق کیا اور انکی تجارت کے واسطے برکت کی دعا کی اور مانند اسکے ترمذی میں ہے بالجملہ توکیل نبوی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کذا فی فتح القدیر و علیہ الاجماع ھ اور اسکی صحت پر اجماع اور اتفاق ہے و ھو خاص و عام کانت وکیلی فی کل شیء عم الکل حتی الطلاق قال الشہید وبہ یفتی و خصہ ابو اللیث بغیر طلاق و عتاق و وقف واعتمدہ فی الاشباہ و خصہ قاضیخان بالمعاوضات فلا یلی العتق والتبرعات وھو المذھب کما فی تنویر البصائر و زواھر الجواھر و صحح ان بہ یفتی واعتمدہ فی الملتقط فقال واما الھبات والعتاق فلا یکون وکیلا عند ابی حنیفۃ خلافا لمحمد ھ اور توکیل خاص ہے اور عام ہے چنانچہ موکل کا یہ قول کہ تو میرا وکیل ہے ہر چیز میں یہ توکیل عام اور شامل ہے سب تصرفات کو یہانتک کہ طلاق کو بھی شہید نے کہا اور اسی عموم کا فتوی ہے اور فقیہ ابو اللیث نے اسکو بغیر طلاق اور عتاق اور وقف کے مخصوص کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ میں اور قول مذکور کو قاضی خان نے معاوضات کے ساتھ مخصوص کیا ہے تو عتق اور تبرعات میں وکیل تصرف نکر سکیگا اور یہی مذہب قوی ہے چنانچہ تنویر البصائر اور زواہر الجواہر میں ہے اور آگے آویگا کہ اسی قول کا فتوی ہے اور اسی پر ملتقط میں اعتماد کیا ہے سو کہا کہ ہبات اور عتاق میں تو وہ شخص وکیل نہوگا ابو حنیفہ کے نزدیک بخلاف محمد ھ توکیل عام کی یہ بھی مثال ہے کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہے اور تیرا امر جائز ہے ہر چیز میں اور توکیل خاص کی مثال یہ ہے کہ تو میرا وکیل ہے اس گھر کی خرید میں ھ کذا فی الطحطاوی و فی الشرنبلالیۃ ولو لم یکن للموکل صناعۃ معروفۃ فالوکالۃ باطلۃ و غیر ملایم

مین ہو کہ اگر موکل کا کوئی پیشہ مشہور نہو تو وکالت باطل ہے ھ یہ قول کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنے جمیع امور مین اور قائم کیا تجھکو بجا اپنی ذات کے توکیل عام نہین ہے یا اگر موکل کا کوئی پیشہ معینہ ہو چنانچہ تجارت مثلاً تو وہ تجارت کا وکیل ہوگا اور اگر اسکا کوئی پیشہ مقرری نہین اور معاملات اسکے مختلف مین تو وکالت باطل ہے کذا فی فتح القدیر وهو اقامة الغير مقام نفسه ترفها او عجزا في تصرف جائز معلوم اور اصطلاح شرع مین توکیل قائم کرنا ہے غیر شخص کو اپنی ذات کے مقام پر آسائش یا عاجزی کی جہت سے اس تصرف مین جو جائز اور معلوم ہے ھ جائز کی قید سے یہ خارج ہوگیا کہ صغیر غیر شخص کو اپنی زوجہ کی طلاق یا اپنے غلام کے عتق یا اپنے مال کے ہبہ کرنے مین وکیل کرے اور معلوم کی قید سے تصرف مجہول کی توکیل خارج ہوگئی اگر کوئی کہے کہ توکیل عام جائز ہے اسمین تصرف معلوم نہین اسکا جواب یہ ہے کہ توکیل عام فی الجملہ معلوم ہے تو اگر اصلاً معلوم نہو چنانچہ وہ شخص جسکے معاملات بکثرت ہین تو توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی فلو جهل ثبت الادنى وهو الحفظ تو اگر تصرف مجہول ہے تو ادنے ثابت ہوگا اور وہ نگہبانی ہے ھ تصرف مجہول جیسا کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ مین نے تجھکو وکیل کیا اپنے مال کا کذا فی المنح فتح القدیر مین ہے کہ اگر تصرف معلوم نہو تو ادنے تصرفات وکیل ثابت ہوگا وہ فقط حفظ ہے امام محبوبی نے کہا کہ جبکہ کسی سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے ہر شی مین تو فقط حفظ کا وکیل ہوگا انتہے در مین ہے کہ قول مذکور مین فقط حفظ اسواسطے مراد ہوا کہ نص مین وکالت بمعنی حفظ کے ہے ممن يملكه اي التصرف نظرا الى اصل التصرف وان امتنع في بعض الاشياء بعارض النهي ابن كمال توکیل غیر کو قائم کرنا ہے اپنے مقام پر اس شخص کی جانب سے جو تصرف کا مالک ہے بنظر اصل تصرف کے اگرچہ تصرف موکل کو ممتنع ہو بعض اشیا مین بسبب عارضہ نہی شارع کے کذا ذکرہ ابن کمال ھ اصل تصرف کی ملک سے مراد یہ ہے کہ متصرف کا کوئی شخص مانع اور معارض ہو تصرف مین قطع نظر حکم شرعی کے تو اسمین داخل ہوگیا وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو خمر اور خنزیر کی بیع مین اور محرم کا غیر محرم کو شکار کی بیع مین اور یہ قول مبنی ہے اسپر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے ملک تصرف موکل اسواسطے شرط ہوئی کہ وکیل تو ولایت تصرف کی موکل سے حاصل کرتا ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً فلا يصح توكيل مجنون وصبي لا يعقل مطلقا وصبي يعقل بتصرف ضار نحو طلاق وعتاق وهبة وصدقة تو صحیح نہین وکیل کرنا مجنون اور صغیر غیر عاقل کا مطلقاً خواہ تصرف ضار ہو یا نافع یا نفع اور ضرر دونون کا محتمل ہو اور صحیح نہین وکیل کرنا صغیر عاقل کا تصرف ضار مین چنانچہ طلاق اور عتاق اور ہبہ اور صدقہ مین ھ توکیل مجنون اور صغیر اسواسطے صحیح نہین کہ وہ تصرف کی مالک نہین اور معلوم ہو چکا کہ توکیل مین موکل کا متصرف ہونا شرط ہے وصح بما ينفعه بلا اذن وليه كقبول هبة اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا بدون اذن اسکے ولی کے اس تصرف مین جو صغیر کو نافع ہے چنانچہ ہبہ قبول کرنا وصح بما تردد بين ضرر ونفع كبيع واجارة ان ماذونا والا توقف على اجازة وليه كما لو باشره بنفسه اور صحیح ہے صغیر عاقل کا وکیل کرنا اس تصرف مین جو ضرر اور نفع کا محتمل ہے چنانچہ بیع اور اجارہ بشرطیکہ صغیر مذکور ماذون ہو تصرف مسطور مین اور اگر اسکو اسکے ولی نے اذن نہ دیا ہو تصرف کا تو وکالت موقوف رہیگی اسکے ولی کی اجازت پر چنانچہ اگر صغیر عاقل بذات خود بیع یا اجارہ کا مباشر ہو بلا اذن تو وہ تصرف بھی ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا ولا يصح توكيل عبد محجور اور صحیح نہین وکیل کرنا غلام ممنوع التصرف کا وصح لو ماذونا او مكاتبا اور صحیح ہے وکیل کرنا غلام ماذون یا مکاتب کا وتوقف توكيل مرتد فان اسلم نفذ وان مات او لحق او قتل لا خلافا لهما اور موقوف رہیگا وکیل کرنا مرتد کا سو اگر وہ مسلمان ہوگیا تو توکیل نافذ ہے اور اگر حالت ارتداد مین مرگیا معاذ اللہ یا دار الحرب مین جا ملا یا مقتول ہوا تو توکیل نافذ نہین بخلاف صاحبین کے وصح توكيل مسلم ذميا ببيع خمر وخنزير وشرائهما كما مر في البيع الفاسد ومحرم حلالا ببيع صيد وان امتنع هذه الموكل لعارض النهي كما قدمنا فتنبه اور صحیح ہے وکیل کرنا مسلم کا ذمی کو شراب اور سور کے بیچنے اور انکے خرید کرنے مین چنانچہ مذکور ہو چکا بیع فاسد مین اور صحیح ہے وکیل کرنا محرم کا غیر محرم کو شکار کے بیع مین اگرچہ فعل مذکور سے موکل ممتنع ہے بسبب عارضہ نہی شارع کے چنانچہ ہمنے مقدم ذکر کردیا توکیل کی تعریف مین سو آگاہ ہو جا ثم ذكر شرط الوكيل فقال اذا كان الوكيل يعقل العقد پھر مصنف نے موکل کی شرط کے بعد وکیل کی شرط کو ذکر کیا سو یون کہا کہ جب وکیل عقد کو سمجھتا بوجھتا ہو ھ یعنی وکیل مین اتنی عقل شرط ہے کہ جانتا ہو کہ خرید کرنا جالب مبیع اور سالب ثمن ہے اور بیچنا جالب ثمن اور سالب مبیع ہے اور غبن فاحش کو غبن یسیر سے تفرقہ کرتا ہو اور ظاہراً صغیر عاقل مین بھی عقل کی یہی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی ولو صبيا او عبدا محجورا اگرچہ وکیل صغیر ہو

غیر ماذون یا غلام غیر ماذون ہو ھم محجور صبی اور عبد دونون کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ وکیل مین تعقل شرط ہے بلوغ اور حریت شرط نہین لا یخفی ان الکلام الان فی صحۃ الوکالۃ لا فی صحۃ بیع الوکیل فلذا لم یقل ویقصدہ تبعا للکنز یہ بات پوشیدہ نہین کہ اب سیاق مین صحت وکالت مین گفتگو ہے نہ بیع وکیل کی صحت مین تو اسی واسطے مصنف نے یہان یون نکہا کہ وکیل عقد کا قصد کرے باتباع صاحب کنز درعدم ذکر ھم ہدایہ اور وقایہ اور درر وغیرہا مین وکیل کی شرط مین یون مذکور ہے کہ یعقل العقد ولقصدہ یعنے وکیل مین شرط یہ ہے کہ عقد کا تعقل کرے اور اسکا ارادہ کرے وقصد کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وکیل بطریق ہزل یا اکراہ کے بیع کریگا تو موکل کی طرف سے واقع نہوگی شارح نے کہا کہ درصورت عدم قصد اگرچہ بیع صحیح نہین لیکن یہان گفتگو صحت وکالت مین ہے نہ صحت بیع مین تو اس لفظ کے زیادہ کرنے کی کچھ حاجت نہین ثم ذکر ضابطہ الموکل فیہ فقال بکل ما یباشرہ الموکل بنفسہ لنفسہ پھر مصنف نے قاعدہ موکل کا توکیل مین ذکر کیا یعنے صحیح ہے وکیل کرنا ہر ایک امر مین جسکو موکل بذات خود کرتا ہے اپنی ذات کے واسطے ھم لنفسہ کی قید اسواسطے لگائی تا وکیل سے احتراز ہوجاوے اسواسطے کہ وکیل کو جائز نہین دوسرے کو وکیل کرنا اس کام مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا کیونکہ وکیل غیر کے واسطے تصرف کرتا ہے نہ اپنے واسطے اگر کوئی کہے کہ کلیہ توکیل کا صحیح نہین اسواسطے کہ موکل استقراض کا مباشر ہوتا ہے بذات خود اپنے واسطے اور استقراض کے توکیل کا مالک نہین ہے اسکا جواب یہ ہے کہ درصورت اضافت الی الموکل توکیل صحیح ہے اسواسطے کہ خانیہ مین صریح ہے کہ اگر استقراض کا وکیل ہوا تو اگر وکیل نے استقراض کو موکل کی طرف مضاف اور منسوب کیا تو استقراض موکل کے واسطے ہوگا اور نہین تو وکیل کے واسطے کذا فی الطحطاوی فشمل الخصومۃ تو توکیل شامل ہوئی خصومت کو ھم مصنف کا یہ قول بکل ما یباشرہ بہتر ہے کنز وغیرہ کے اس قول سے بکل ما یعقدہ اسواسطے کہ مصنف کا قول عقد اور غیر عقد یعنے خصومت وغیرہا کو شامل ہے خصومت لغت مین بمعنی جدل ہے اور شرع مین ہان یا نہین کا جواب ہے یعنے مدعی نے کوئی دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اسکے جواب مین اقبال لیا یا انکار یہ حقیقت شرعی ہے خصومت کی اور جوہرہ مین ہے کہ خصومت عبارت ہے دعوے صحیح اور جواب صریح سے کذا فی الطحطاوی فلذا قال فصح بخصومۃ فی حقوق العباد برضی الخصم تو اسی واسطے مصنف نے کہا کہ صحیح ہے وکیل کرنا اس خصومت مین جو حقوق العباد مین ہے مخاصم کی رضامندی سے وجوازہ بلا رضاہ وبہ قالت الثلثۃ اور صاحبین نے توکیل کو بدون رضامندی مخاصم کے تجویز کیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ھم امام اور صاحبین کا خلاف لزوم توکیل مین ہے نہ جواز مین یعنے امام کے نزدیک اگرچہ بدون رضاے مخاصم جائز ہے لیکن بدون اسکے راضی ہونے کے لازم نہین بخلاف صاحبین کے سبب صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ خصومت مین وکیل کرنا اپنے خالص حق مین تصرف کرنا ہے تو موقوف نہوگا غیر کی رضامندی پر اور امام کی دلیل یہ ہے کہ جواب حق ہے مخاصم پر اور لوگون کی عادت خصومت مین متفاوت ہوتی ہے تو اگر لزوم توکیل کے ہم قائل ہوے تو مخاصم کا ضرر ہوگا لہذا اسکی رضا پر موقوف ہے کذا فی الطحطاوی وعلیہ فتوی ابی اللیث وغیرہ واختارہ العتابی وصححہ فی النہایۃ والمختار للفتوی تفویضہ للحاکم درر اور صاحبین کے قول پر فقیہ ابو اللیث کا فتوی ہے اور پسند کیا ہے اسکو عتابی نے اور صحیح کیا ہے اسکو نہایہ مین اور فتوے کے واسطے یہ ہے کہ اسکو حاکم کی راے پر مفوض کرنا چاہیے کذا فی الدرر ھم درر مین ہے کہ اگر قاضی کو تعنت اور سرکشی مخاصم کی عدم قبول وکالت مین معلوم ہو تو مخاصم کو دخل ندے اور وکیل کو قبول کرے اور اگر معلوم ہو کہ موکل کو وکیل کرنے سے ضرر رسانی مخاصم کی مراد ہے تو توکیل قبول نکرے بدون رضاے خصم اور یہ مختار سرخسی کا ہے چنانچہ کافی مین ہے انتہی طحطاوی نے بزازیہ سے نقل کیا کہ تفویض الی الحاکم بنظر سابق تھا جبکہ قاضی اہل دین اور صلاح تھے اور اس زمانہ کے قاضیون کے اختیار دینے مین تو فساد ہے انتہے واللہ تعالی اعلم الا ان یکون الموکل مریضا لا یمکنہ حضور مجلس الحکم بقدمیہ ابن کمال توکیل بدون رضاے مخاصم لازم نہین مگر یہ کہ موکل ایسا بیمار ہو کہ اسکو حاضر ہونا مجلس حکم مین اپنے قدمون سے ممکن نہو تو اسکی توکیل لازم ہوگی بدون رضامندی مخاصم کے ھم خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ او غائبا مدۃ سفر یا موکل غائب بقدر مدت سفر ہو یعنے اگر تین منزل غائب ہو تو توکیل بلا رضاے خصم لازم ہے ھم یہ اس صورت مین ہے جبکہ مخاصم انتظار نکرے ولہذا محیط مین ہے کہ اگر موکل مریض یا مسافر ہو تو توکیل [illegible] لازم نہین بدون رضاے خصم بلکہ مدعی سے کہنا چاہیے کہ اگر تو اپنے مخاصم کا جواب چاہتا ہے تو صبر کر تا ارتفاع عذر اور [illegible] جبکہ وہ راضی ہوجاے تو توکیل لازم ہوگی [illegible] لگائی کہ [illegible] سفر سے کم غیبت [illegible] تو

بمنزلہ حضور کے ہے کذا فی الطحطاوی او مریدا للسفر ویکفی قولہ انا ارید السفر ابن کمال یا موکل سفر کا ارادہ رکھتا ہو تب توکیل لازم ہے اور کفایت کرتا ہے موکل کا اتنا کہنا کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں کذا ذکرہ ابن کمال ھم یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ مخاصم موکل کے قول کی تصدیق کرے مثلاً بحر الرائق میں ہے کہ ارادہ سفر امر باطنی ہے تو اسپر دلیل چاہیے اور وہ یا خصم کی تصدیق ہے یا قرینہ ظاہرہ سفر کا اور یہ قول اسکا مقبول نہیں کہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں لیکن قاضی اسکے حال کو ملاحظہ کرے اور اسکے میلان میں اسواسطے کہ مسافر کا سامان مخفی نہیں رہتا کذا فی الطحطاوی او مخدرۃ لم تخالط الرجال کما مر یا عورت پردہ نشین ہو جو مردوں سے مخالطت نہیں رکھتی ہے چنانچہ باب الشہادۃ میں مذکور ہو چکا کہ مخدرہ کی شہادت پر شہادت مسموع ہے ھم پردہ نشینی عذر ہے متاخرین کے نزدیک بدلیل استحسان اسواسطے کہ اگر پردہ نشین کچہری میں جاوے پھر بھی ہو تو اپنے حق کی گفتگو نکر سکے گی حیا کے سبب سے تو اسکو توکیل لازم ہے اگرچہ مخاصم راضی نہو کذا فی الطحطاوی او حائضا او نفساء والحاکم بالمسجد ولم یرض الخصم بالتاخیر بحر یا حیض یا نفاس والی عورت ہو اور حاکم مسجد میں ہو تو توکیل لازم ہے جبکہ مخاصم تاخیر پر راضی نہو کذا فی البحر ھم اور اگر تاخیر سے راضی ہو تو حیض و نفاس عذر نہو گا لزوم توکیل میں کذا فی البحر ایضا او محبوسا من غیر حاکم ھذہ الخصومۃ فلو منہ فلا بزازیہ بحثا یا موکل محبوس ہو اس حاکم کی جانب سے جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع نہیں تو اگر حبس اس حاکم کی طرف سے ہو جسکے پاس یہ مقدمہ رجوع ہے تو حبس عذر نہیں کذا فی البزازیہ بحثا ھم اسواسطے عذر نہیں کہ محبوس اس حاکم کے اختیار میں ہے اسکو مجلس میں نکالے اور دعوی کا جواب لے پھر محبوس کرے اور اگر محبوس مدعی ہو تو دعوی کرے اگر تاخیر دعوی سے راضی نہو پھر اسکو قید کرے کذا فی البحر او لا یحسن الدعوی خانیہ یا موکل دعوی خوب نکر سکتا ہو تب توکیل لازم ہے کذا فی الخانیہ یعنی اگر قاضی معلوم کرے کہ موکل عاجز ہے بیان خصومت سے بذات خود تو وکالت اسکی قبول کرے اگرچہ خصم راضی نہو لا یکون عذرا ان کان الموکل شریفا خاصمہ دونہ بل الشریف وغیرہ سواء بحر لزوم توکیل میں عذر نہیں اگر موکل شریف ہو اور مخاصم اسکا کم درجہ ہو بلکہ شریف اور غیر شریف برابر ہے کذا فی البحر ولہ الرجوع عن الرضی قبل سماع الحاکم الدعوی لا بعدہ قنیہ اور مخاصم کو جائز ہے پلٹ جانا وکالت کی رضامندی سے حاکم کے دعوی سننے سے پہلے اور پلٹ جانا جائز نہیں سماعت دعوی کے بعد کذا فی القنیہ ھم رجوع جائز ہے اگرچہ ابتدا سے رضا ہو اور قنیہ میں ابتدا کی قید اتفاقی ہے کذا فی البحر ولو اختلفا فی کونہا مخدرۃ ان من بنات الاشراف فالقول لہا مطلقا ولو ثیبا غیر مستعمل لثیابہا عرفا شرح وہبانیہ واقرہ المصنف اور اگر مخاصمین اختلاف کریں عورت کے پردہ نشین ہونے میں تو اگر عورت مدعا علیہا اشراف کی بیٹیوں میں سے ہو تو عورت ہی کا قول معتبر ہے مطلقاً اگرچہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ہو تو قاضی اپنا امین دو شاہد عورتوں کے ساتھ اسکے پاس بھیجے تاکہ اسکو قسم دے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ھم اپنے ساتھ دو شاہد اسواسطے لیجاویں تاکہ امین کو اطلاع کریں کہ ان پر وہی عورت ہے دوسری عورت نہیں طحطاوی کما اور دو اور شاہد گواہی دیں اسکے حلف یا نکول پر وان من الاوساط فالقول لہا لو بکرا وان من الاسافل فلا فی الوجہین عملا بالظاہر بزازیہ اور اگر عورت متوسط لوگوں کی بیٹیوں سے ہے تو عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ باکرہ ہے اور اگر عورت کمینوں اور اراذل میں سے ہے تو اسکا قول پردہ نشینی میں معتبر نہیں دونوں صورتوں میں خواہ باکرہ ہو خواہ ثیبہ ظاہر پر عمل کرنے سے کذا فی البزازیہ ھم عمل بالظاہر مسائل مذکورہ میں اسواسطے ہے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ اشراف کی بیٹیاں مطلقاً پردہ نشین ہوتی ہیں اور اوساط کی بیٹیاں درصورت بکارت البتہ پردہ نشین ہوتی ہیں اور کمینوں میں مطلقاً پردہ نہیں طحطاوی کی ظاہر اشراف سے عرفی اشراف مراد ہیں تو اغنیاء دنیاوی اسمیں داخل ہیں کہ انکی بیٹیاں نہیں نکلتی ہیں اگرچہ علماء اور سادات کی بنات سے نہوں وصح بایفائہا وکذا باستیفائہا الا فی حد وقود بغیبۃ موکلہ عن المجلس ملتقی اور صحیح ہے وکیل کرنا حقوق کے لینے دینے میں اور اسی طرح حقوق کے لینے میں مگر حد اور قصاص کے دینے لینے میں وکالت صحیح نہیں درصورت غائب ہونے موکل کے مجلس ایفا و استیفا سے کذا فی الملتقی ھم ایفا سے مراد یہاں دینا ان حقوق کا ہے جو موکل پر واجب الادا ہیں اور استیفا سے قبض یعنی لینا حقوق موکل کا مراد ہے اور حد اور قصاص میں ایفا کی وکالت اسواسطے صحیح نہیں کہ حد اور قصاص گنہگار پر جاری ہوتا ہے سو وہ موکل ہے نہ اسکا وکیل اور استیفاء حد اور قصاص موکل کی غیبت میں اسواسطے صحیح نہیں کہ حدود دفع ہو جاتے ہیں شبہات سے اور شبہہ معاف کر دینے کا موکل کی غیبت میں موجود ہے یعنی اگر شاید موکل حاضر ہوتا تو معاف کر دیتا کذا فی الطحطاوی وحقوق عقد لابد من اضافتہ ای ذلک العقد الی الوکیل کبیع واجارۃ

وصلح عن اقرار يتعلق به ما دام حيا ولو غائبا ابن ملك اور جس عقد کی نسبت وکیل کی طرف ضرور ہو جیسا کہ بیع اور اجارہ اور صلح اقرار کی تو اسکے حقوق وکیل سے متعلق ہین جبتک وہ زندہ ہے اگرچہ وہ غائب ہو کذا صححه ابن ملك هم اضافته الى الوكيل سے اسناد فی الصیغہ مراد ہے چنانچہ وکیل کا یون کہنا کہ مینے اس گھر کو بیچا یا موکل کا فلانا گھر مین نے بیچا یا اجارہ دیا اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا بطور پیام رسانی کے کہ یہ گھر موکل نے بیچا تو وکیل نرہیگا فضولی ہو جائیگا محیط مین ہے کہ اگر وکیل مرگیا امام فضلی نے کہا تو عقد کے حقوق اسکے وصی کی طرف منتقل ہونگے نہ موکل کی طرف اور اگر وصی نہو تو حاکم وصی قائم کرے اور یہی قول معقول ہے اور بعضون نے کہا کہ بعد ارث وکیل قبض کی ولایت موکل کی طرف منتقل ہونگی تو فتوے کے نزدیک احتیاط کرنا چاہیے انتہی کذا فی الطحطاوی وان لم يكن محجورا بشرطیکہ وکیل محجور یعنے ممنوع التصرف نہو هم یہ احتراز ہے صغیر محجور اور غلام محجور سے اسواسطے کہ انکی وکالت جائز ہے لیکن دونون کے حقوق عقد موکل کی طرف راجع ہونگے کذا فی الدرر كتسليم مبيع وقبضه وقبض ثمن ورجوع به عند استحقاق وخصومة في عيب بلا فصل بين حضور موكله وغيبته لانه العاقد حقيقة وحكما حقوق عقد کے جیسے مبیع کا تسلیم کرنا اور مبیع کا قبض کرنا اور ثمن کا قبضہ کرنا اور ثمن کا پھیر لینا یا پھیر دینا استحقاق مبیع کے وقت اور خصومت کرنا عیب مبیع مین بدون فرق کے درمیان حاضر ہونے اپنے موکل کے اور اسکے غائب ہونے کے یعنے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب لیکن حقوق فقط وکیل ہی سے متعلق ہین اسواسطے کہ وکیل ہی تو عاقد ہے حقیقۃً وحکماً هم عقد قائم ہوتا ہے کلام سے اور کلام صادر ہوتا ہے وکیل سے تو وہی حقیقت مین عاقد ٹھہرا اور احکام عقد کے وکیل ہی کی طرف راجع ہوتے ہین تو وہی حکما عاقد ہوا لكن في الجوهرة لو حضرا فالعهدة على اخذ الثمن لا العاقد في اصح الاقاويل لیکن جوہرہ مین ہے کہ اگر موکل اور وکیل دونون حاضر ہون تو عہدہ حقوق عقد کا ثمن کے لینے والے پر ہے نہ عاقد پر اصح الاقاویل مین ولو اضاف العقد الى الموكل تتعلق الحقوق بالموكل اتفاقا ابن ملك فليحفظ فقد لايلين فيه ما فيه ولذا قال ابن كمال يكتفي بالاضافة الى نفسه فافهم اور اگر وکیل نے عقد کی نسبت موکل کی طرف کی تو حقوق عقد کے موکل سے متعلق ہونگے بالاتفاق کذا صححه ابن ملک سو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو مصنف کے اس قول مین کہ نسبت عقد کی وکیل کی طرف ضرور ہو وہ خلل ہے جو اسمین ہے اور اسی واسطے ابن کمال نے کہا کہ وکیل کفایت کرے اپنی ذات کی نسبت پر یعنے اسوقت حقوق عقد متعلق بوکیل ہونگے سو اسکو بوجھ لے هم خلاصہ اعتراض شارح یہ ہے کہ وکالت مین نسبت کرنا عقد کا وکیل ہی کی ذات کی طرف ضرور نہین چنانچہ ابن ملک کی تصحیح سے معلوم ہوا تو مصنف کا لابد کہنا بے محل ہے طحطاوی نے کہا بزازیہ اور خلاصہ مین ابن ملک کے مخالف ہے یعنے خرید عبد کا وکیل مالک عبد کے پاس گیا سو غلام کے مالک نے کہا کہ یہ غلام مینے موکل کے ہاتھ بیچا اور وکیل نے کہا کہ مینے قبول کیا تو بیع موکل کو لازم نہین اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کے خلاف کیا اسواسطے کہ اسکا امر یہ تھا کہ عہدہ اسکے طرف راجع نہو سو راجع کر دیا اور ابو القاسم صفار نے کہا صحیح قول یہ ہے کہ وکیل وکیل شرعا فضولی ہوگیا اور عقد موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر انتہے تو معلوم ہوا کہ وہ وکیل نرہیگا مگر جبکہ عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے اور اگر موکل کی طرف نسبت کریگا تو اسمین اختلاف مذکور ہے اور منح الغفار مین ہے کہ وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ رسول کی طرف حقوق عقد راجع نہین ہوتے اور رسول کی شرط یہ ہے کہ اپنے بھیجنے والے کی طرف عقد کو نسبت کرے انتہی ما فی الطحطاوی مختصرا تو معلوم ہوا کہ مصنف کا لابد کہنا لابد تھا وشرط الموكل عدم تعلق الحقوق به اى بالوكيل لغو باطل جوهرة اور شرط کرنا موکل کا نہ متعلق ہونا حقوق کا وکیل سے لغو اور باطل ہے کذا فی الجوہرہ والملك يثبت للموكل ابتداء في الاصح اور ملک کے عقد سے موکل کی ملک ثابت ہوتی ہے سر سے قول اصح مین هم یہ قول ابو طاہر کا ہے اور کرخی کا یہ قول ہے کہ پہلے ملک وکیل کی ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے فلا يعتق قريب الوكيل بشرائه ولا يفسد النكاح زوجته به تو آزاد نہوگا قرابت دار وکیل کا اسکے خریدنے سے اور نہ فاسد ہوگا نکاح وکیل کی زوجہ کا وکیل کے خرید کرنے سے هم یعنے اگر وکیل نے اپنے بھائی کو خرید کیا یا وکیل کی زوجہ کسیکی لونڈی تھی اور اسنے زوجہ کو موکل کے واسطے خرید کیا تو نہ بھائی آزاد ہوگا نہ زوجہ کا نکاح فاسد ہوگا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح ملک سے ثابت ہوتا ہے سو ملک یہان ابتدا سے موکل کی ثابت ہے نہ وکیل کی یہ وجہ بقول ابو طاہر ہے اور کرخی کے قول پر بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ عتق اور فساد نکاح ملک ثابت اور مستقر سے ہوتا ہے نہ ملک منتقل سے اور اگر

موکل غلام کو آزاد کرے قبل قبضہ تو اعتاق نافذ ہے اسواسطے کہ اسنے اپنی ذاتی ملک کو آزاد کیا بحر الرائق مین کہا کہ ابو طاہر اور کرخی کے قول کے خلاف کا کچھ ثمرہ نہین ہے سواے ان
احکام مذکورہ مین دونون کا اتفاق ہے ولکن ہما ثابتان علی الموکل لو اشتری وکیلہ قریب موکلہ و زوجتہ لان الموجب للعتق و الفساد الملک المستقر
ولیکن دونون یعنے عتق اور فساد نکاح موکل پر ثابت ہین اگر موکل کے وکیل نے موکل قرابت دار اور اسکی زوجہ کو خرید کیا اسواسطے کہ عتق قریب اور فساد نکاح کا موجب
ملک مستقر ہی ہم یہ تعلیل کرخی کے قول کے مناسب ہے نہ ابو طاہر کے قول کے چنانچہ شرح مذکور ہو چکا وفی کل عقد لا بد من اضافتہ الی موکلہ یعنے لا یستغنی عن
الاضافۃ الی موکلہ حتی لو اضافہ الی نفسہ لا یصح ابن کمال اور جس عقد مین کہ نسبت کرنا اسکا وکیل کے موکل کی طرف ضرور ہے یعنے موکل
کی طرف نسبت کرنے سے استغنا حاصل نہین تو اگر وکیل اس عقد کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرے گا تو صحیح نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم عدم صحت عقد سے مراد یہ ہے
کہ باعتبار وکالت صحیح نہین نہ باعتبار اصالت یعنے اگر وکیل نکاح کو اپنے طرف نسبت کریگا تو موکل کا نکاح صحیح نہوگا بلکہ خود وکیل کا نکاح واقع ہو جائیگا تو اسپر تفریع
آئندہ سے منافاۃ باقی نرہی یعنے قولہ حتی لو اضافہ لنفسہ وقع النکاح لہ کنکاح وخلع وصلح عن دم عمد او انکار وعتق علی مال وکتابۃ وھبۃ
وتصدق واعارۃ وایداع ورھن واقراض وشرکۃ ومضاربۃ یعنے تتعلق بموکلہ لا بہ لکونہ فیہا سفیرا محضا حتی لو اضافہ لنفسہ وقع
النکاح لہ فکان کالرسول اور جس عقد کی نسبت موکل کی طرف ضرور ہے چنانچہ نکاح اور خلع اور صلح قتل عمد اسے اور صلح انکار سے اور عتق بعوض مال اور کتابت
اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور ودیعت رکھوانا اور رہن اور قرض دینا اور شرکت اور مضاربت کذا فی العینی تو اس عقد کے حقوق وکیل کے موکل سے متعلق
ہوتے ہین نہ وکیل سے بسبب اسکے وکیل کا عقود مذکورہ مین محض پیامرسان تو اگر وکیل نکاح کو اپنی طرف نسبت کرے گا تو وکیل ہی کا نکاح واقع ہوگا تو وکیل رسول کے مانند
ہو گیا فلا مطالبۃ علیہ فی النکاح بمہر وتسلیم للزوجۃ تو مطالبہ نہین وکیل پر نکاح مین مہر اور تسلیم زوجہ کا ہم یعنے جب حقوق عقد موکل سے متعلق ہوے
تو وکیل سے مطالبہ نہین اگر وکیل زوج کی طرف سے ہے تو اسسے مہر کا مطالبہ نہین اور اگر زوجہ کی طرف سے ہے تو تسلیم زوجہ کا مطالبہ نہین وللمشتری الاباء عن دفع الثمن
للموکل اور مشتری کو انکار کرنا جائز ہے موکل کو ثمن دینے سے ہم چونکہ بیع مین حقوق عقد وکیل سے متعلق ہین نہ موکل سے تو اگر ایک شخص نے وکیل سے کوئی چیز خرید
کی اور موکل اس چیز کا ثمن مانگے اور مشتری کہے کہ مین تجھکو ثمن نہین دیتا تو جائز ہے طحطاوی نے عزمی زادہ سے نقل کیا کہ اگر وکیل موکل کو قبض ثمن کا وکیل کردے
تو اب مشتری منع ثمن پر قادر نہین وان دفعہ لہ صح ولو مع نہی الوکیل استحسانا ولا یطالبہ الوکیل ثانیا لعدم الفائدۃ اور اگر مشتری موکل کو ثمن دے
تو صحیح ہے اگرچہ دینا وکیل کے روک دینے کے ساتھ ہو بدلیل استحسان اور وکیل دوبارہ ثمن کا مطالبہ نکرے بواسطے عدم فائدہ کے ہم وجہ استحسان یہ ہے کہ ثمن مقبوض موکل کا
حق ہے سو اسکو پہنچ گیا اور اسمین کچھ فائدہ نہین کہ اسسے لیا جاوے پھر اسکو دیا جاوے کذا فی الطحطاوی نعم تقع المقاصۃ بدین الوکیل لو وحدہ ویضمنہ لموکلہ
ہان واقع ہوتا ہے باہم مجرا کر لینا ثمن کا وکیل کے دین سے مگر فقط وکیل مدیون ہو مشتری کا اور ضمان دے وکیل ثمن کا اپنے موکل کو ہم یعنے اگر فقط وکیل بیع کا مدیون ہو مشتری
کا تو ثمن کا مقاصہ دین کے ساتھ واقع ہوگا دونون برابر سرابر ہو گئے ایک دوسرے پر مطالبہ نہین کرسکتا لیکن وکیل پر ضمان ثمن لازم ہوگا اسواسطے کہ وکیل نے اپنا دین
موکل کے مال سے ادا کیا اور اگر فقط مدیون مشتری کا ہو یا موکل اور وکیل دونون مدیون ہون مشتری کے تو دونون صورتون مین موکل سے مقاصہ واقع ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن الذخیرہ بخلاف وکیل یتیم وصرف عینی بخلاف وکیل یتیم اور وکیل صرف کے کذا فی العینی ہم متعلق ہے ماتن کے اس قول سے وان دفعہ لہ صح یعنے اگر مشتری
موکل کو ثمن دے تو صحیح ہے مگر ان دو صورتون مین موکل کو دینا صحیح نہین عینی مین بجاے وکیل یتیم وصی یتیم ہے صورت اسکی یہ ہے کہ وصی نے مال یتیم کا بیچا اور مشتری
نے یتیم کو اسکا ثمن دیا تو مشتری عہدہ سے خارج نہوگا بلکہ اسکو واجب ہے کہ دوسرے بار وصی کو ثمن دے اسواسطے کہ یتیم کو اپنے مال کے قبضہ کرنے مین
اختیار نہین تو اسکا دینا تضییع ہے اور وکیل فی الصرف نے جبکہ عقد صرف کو منعقد کیا اور موکل نے بدل صرف پر قبضہ کیا تو عقد صرف باطل ہو گیا
بسبب افتراق احد العاقدین کے بلا قبض کذا فی الطحطاوی ومثلہ ای مثل الوکیل عبد ماذون لا دین علیہ مع مولاہ فلا یملک قبض

ف
اسکی کہ اگر
اپنے
کی طرف
کریگا
صحیح
ہوگا

ھو استحسانا مالم یکن علیہ دین لانہ للغرماء بزازیہ اور مثل اسکی یعنی وکیل کے مانند عبد ماذون فی التجارۃ ہے جسپر دین نہین اپنے مولے کے ساتھ تو مولی مالک دیون عبد کے قبض کرنیکا نہین اور اگر قبض کریگا تو صحیح ہوگا بدلیل استحسان مذکور جبتک کہ غلام پر دین نہو اسواسطے کہ غلام کے دین مین اسکے دائنون کا حق ہے کذا فی البزازیہ یعنے اگر غلام ماذون مدیون ہوگا تو اسکے دیون پر قبض مولے کا صحیح نہین کیونکہ اسمین ماذون کے دائنون کا حق ہے **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا التوکیل بالاستقراض باطل لا الرسالۃ درر قرض لینے کے واسطے وکیل کرنا باطل ہے نہ رسالت کذا فی الدرر درر مین ہے توکیل بالاستقراض اسواسطے باطل ہے کہ مالک غیر مین تصرف کو تفویض کرنا جائز نہین اور استقراض کی رسالت باطل نہین کیونکہ اسمین تفویض تصرف نہین اسواسطے کہ رسول سفیر محض ہے اور مذکور ہوچکا کہ توکیل بالاقراض یعنے قرض دینے مین وکیل کرنا صحیح ہے اسواسطے کہ اسمین تفویض تصرف ہے اپنی ملک مین انتہے مختصر الطحطاوی مین خانیہ سے مذکور ہے کہ مامور بالاستقراض اگر مقرض سے یون کہے کہ مجھکو دس درم قرض دے تو یہ استقراض اپنے واسطے ہوگا نہ امر کے واسطے تو اسکو جائز ہے کہ درم امر کو نہ دے اور اگر یون کہے کہ فلانا شخص تجھسے دس درم قرض مانگتا ہے سو اسکے قرض دینا قبول کیا تو دس درم امر کے ہونگے لیکن مامور اس صورت مین رسول ہوگا نہ وکیل اور باطل ہے وکالت فی الاستقراض نہ رسالت انتہے والتوکیل بقبض القرض صحیح فتنبہ اور وکیل کرنا قرض کے قبض مین صحیح ہے سو آگاہ رہنا صورت اسکی یہ ہے کہ موکل کسی شخص سے کہے کہ مجھکو اتنا قرض دے اور وہ اقبال کرے پھر وہ اسکے قبض کرنیکا کسیکو وکیل کرے

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

باب الوکالۃ بالبیع والشراء

یہ باب ہے بیع اور شرا کی وکالت مین اصل انہا ان عمت او علمت او جہلت جہالۃ یسیرۃ وھی جہالۃ النوع المحض کفرس صحت قاعدہ کلیہ اس باب مین یہ ہے کہ اگر وکالت عام ہو یا معلوم یا مجہول بالجہالۃ یسیرہ ہو اور جہالت یسیرہ نوع خالص کی جہالت ہے چنانچہ فرس تو وکالت صحیح ہے عم وکالت عام یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ خرید کر جو تجھکو بہتر معلوم ہو کیونکہ اسنے تفویض امر اسکی رائے پر کی سو جو چیز کہ وہ خرید کریگا امتثال امر ہو جائیگا یا معلوم اور متعین ہو اسطرح کہ موکل نے وکیل سے تصریح کردی ہو حموی نے کہا کہ جو چیز معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسمین کسی چیز کی حاجت نہین یا غیر معین کی خرید پر وکیل ہوا تو اسکی جنس اور نوع کا ذکر کرنا ضرور ہے چنانچہ غلام حبشی یا ہندی یا اسکی جنس اور مقدار ثمن کا ذکر ضرور ہے تا جسکے واسطے وکیل ہوا ہے وہ معلوم ہوجاوے تا امتثال امر ممکن ہو انتہے نوع خالص کی قید اسواسطے دی تا اس نوع سے احتراز ہو جو متردد بین الجنس والنوع ہے چنانچہ عبد اور دار کہ اسمین تفصیل ہے وان فاحشۃ وھی جہالۃ الجنس کدابۃ بطلت اور اگر جہالت فاحشہ کثیرہ ہو اور وہ جنس کی جہالت ہے چنانچہ دابۃ تو وکالت باطل ہے عم دابہ لغت عرب مین ہر جاندار کا اسم ہے جو زمین پر چلے اور عرف مین گھوڑے اور خچر اور گدھے کو کہتے ہین تو اسمین چند اجناس جمع ہوگئین اور اسی طرح کپڑا ملبوس کو شامل ہے اطلس اور کمخواب سے تا گزی اور گاڑھا وان متوسطۃ کعبد فان بین الثمن او الصفۃ کترکی صحت والا لا اور اگر جہالت متوسط ہو مابین جنس اور نوع کے چنانچہ غلام سو اگر موکل اسکا ثمن بیان کردے یا اسکی صفت مذکور کرے چنانچہ ترکی تو وکالت صحیح ہے اور اگر ثمن یا صفت مذکور نہو تو وکالت باطل ہے عم اگر دو شی حقیقت اور مقاصد مین متحد ہون تو دونون ایک جنس ہین اور اگر حقیقت مختلف ہو یا مقاصد تو وہ دو جنس ہین پھر اگر جہالت جنس کی بکثرت ہو اسطرح پر کہ ایسی جنس مذکور ہو جسکے تحت مین چند اجناس ہون چنانچہ رقیق کہ وہ منقسم ہے مرد اور عورت کی طرف اور مرد اور عورت بنی آدم مین دو جنس ہین بواسطہ اختلاف مقاصد پھر ایک نوع کی اور غلام سے کا ہے خوبصورتی مقصود ہوتی ہے چنانچہ ترکی غلام مین اور کا ہے خدمت مقصود ہوتی ہے چنانچہ ہندی غلام مین اور اسی طرح ثوب اور دابہ کذا فی شرح الوقایہ وکلہ بشراء ثوب ھروی او فرس او بغل صح بما یتحمل حال الآمر لیاتی فراجعہ وان لم یسم ثمنا لانہ ملحق بالاول وکیل کیا اسکو ہرات کے کپڑے یا گھوڑے یا خچر کی خرید کا تو صحیح ہے بقدر احتمال حال آمر کذا فی الزیلعی تو اس کتاب کی طرف مراجعت کر توکیل مذکور صحیح ہے اگرچہ موکل نے ثمن مذکور نکیا ہو اسواسطے کہ وہ پہلی قسم سے ہے یعنے جہالت یسیر کہ عبارت ہے نوع خالص کی جہالت سے عم الفاقی نے کہا کہ جہالت نوع کی عفو ہے اسواسطے کہ تفاوت مابین نوع قلیل ہے تو مانع امتثال امر کی نہین ہے لیکن وکالت منصرف ہوگی اسکی طرف جو موکل کے حال کے لائق ہو

انتہے زیلعی نے کہا حال آمر کے احتمال کی قید اسواسطے لگائی کہ وکیل قادر ہوگا مقصود موکل کی تحصیل پر اسواسطے کہ موکل کے حال کو دیکھ لے یعنے اسکے مقدور اور حوصلے کے موافق خرید کرے کذا فی الطحطاوی وبشراء دار او عبد جاز ان سمی الموکل ثمنا یخصص نوعا او لا بحر او نوعا کحبشی زاد فی البزازیۃ او قدرا ککذا قفیزا وکیل کیا گھر یا غلام کی خرید کا تو جائز ہے اگر موکل نے ثمن معین کر دیا خواہ اس ثمن سے خصوصیت ایک نوع کی معلوم ہو یا نہو کذا فی البحر یا موکل نے ایک نوع کو معین کر دیا جیسا کہ غلام حبشی بزازیہ میں اتنا زیادہ کیا یا وکیل نے مقدار کو معین کر دیا چنانچہ اتنے قفیز گیہون یا جو ہم یہ جہالت متوسطہ کی مثال ہے کہ ثمن یا نوع کی بیان سے وکالت صحیح ہوجاتی ہے صاحب ہدایہ نے دار یعنے گھر کو جہالت فاحشہ میں شمار کیا ہے اسواسطے کہ گھر میں اختلاف فاحش ہوتا ہے باعتبار اختلاف اغراض اور پڑوسیون اور مرافق اور محلات اور بلاد کے تو امتثال متعذر ہے اور مصنف مانند صاحب کنز قاضی خان کا تابع ہے اور صاحب بحر نے ہدایہ کا قول اس ملک پر محمول کیا ہے جہان گھرون میں اختلاف فاحش ہوتا ہو اور غیر ہدایہ کا کلام عدم اختلاف فاحش پر محمول کیا ہے منح الغفار میں ہے کہ بیان مقدار مانند بیان ثمن کے ہے چنانچہ بزازیہ میں ہے کہ موکل نے وکیل سے کہا کہ میرے واسطے گیہون خرید کر تو صحیح نہین جب تک گیہون کی مقدار نہ بیان کرے کذا فی الطحطاوی والا یسم ذلک لا یصح ولحق بجہالۃ الجنس وہی ما لو وکلہ بشراء ثوب او دابۃ لا یصح وان سمی ثمنا للجہالۃ الفاحشۃ اور اگر اسکو معین نکرے یعنے ثمن یا نوع یا مقدار کو تو وکیل صحیح نہوگی اور ملحق بجہالت جنس ہوگی اور جہالت جنس وہ ہے کہ وکیل کرے کپڑے یا جانور کی خرید کا تو صحیح نہین اگرچہ موکل نے اسکا ثمن معین کر دیا ہو بسبب جہالت فاحشہ کے ہم یہ قسم ثانی ہے اقسام ثلثہ مذکورہ سے خلاصہ یہ ہے کہ جبکہ خرید کے واسطے وکالت ہوی اگر اسکی جنس اور نوع اور صفت بیان کر دے تو قطعاً وکالت صحیح ہے اور اگر سب ترک کیا اسطرح کہ ایسا لفظ ذکر کیا جو اجناس مختلفہ پر دلالت کرتا ہے تو وکالت صحیح نہین بسبب کمال نادانستگی کے اور اگر ایسا لفظ ذکر کیا جو انواع مختلفہ پر دلالت کرے تو اگر اسکے ساتھ نوع یا ثمن کے بیان کو ملایا تو صحیح ہے اور نہین تو صحیح نہین اور اسی طرح اگر نوع بیان کرے بلا صفت چنانچہ جودت کذا فی الطحطاوی عن الحموی وبشراء طعام وبین قدرہ او دفع ثمنہ وقع فی عرفنا علی المعتاد المہیا للاکل من کل مطعوم یمکن اکلہ بلا ادام کلحم مطبوخ او مشوی وبہ قالت الثلثۃ وبہ یفتی عینی وغیرہ باعتبار العرف کما فی الیمین وکیل کیا طعام کی خرید کا اور اسکی مقدار بیان کر دی یا اسکا ثمن وکیل کو دیا تو توکیل واقع ہوگی ہمارے عرف یعنے صاحب بزازیہ کے عرف میں اس طعام پر جو مہیا ہے کھانے کے واسطے ہر ایک اس مطعوم سے جسکا کھانا بدون سالن کے ممکن ہے جیسے پختہ گوشت یا بھنا گوشت اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی کا فتوے ہے کذا فی العینی وغیرہ باعتبار عرف کے جیسے قسم میں عرف اور رواج معتبر ہے ہم اور کوفہ کے عرف میں طعام عبارت ہے گیہون اور اسکے آٹے سے اور مصر کے عرف میں طعام کہتے ہین پختہ گوشت شوربا دار کو کذا فی البحر بالجملہ موکل اور وکیل کا عرف معتبر ہے اگرچہ قیاس یہ ہے کہ شراء طعام کی وکالت باطل ہو اسواسطے کہ طعام ہر مطعوم پر واقع ہے تو اسکی جنس میں جہالت فاحشہ ہے وفی الوصیۃ لہ ای لشخص بطعام یدخل کل مطعوم ولو دواء بہ حلاوۃ کسکنجبین بزازیہ ہم اور کسی شخص کے واسطے طعام کی وصیت میں داخل ہے ہر مطعوم اگرچہ وہ دوا ہو جسمین شیرینی ہے چنانچہ سکنجبین کذا فی البزازیہ ہم بزازی نے سکنجبین کو کتاب الیمین میں ذکر کیا ہے نہ وصیت میں اور شاید کہ شارح نے یہ ارادہ کیا کہ آگاہ کر دے اسپر کہ وصیت بحکم یمین ہے کذا فی الطحطاوی وللوکیل الرد بالعیب ما دام المبیع فی یدہ لتعلق الحقوق بہ ولوارثہ او وصیہ ذلک بعد موتہ موت الوکیل فان لم یکونا فللموکل ذلک ای رد المبیع بالعیب وکذا الوکیل بالبیع اور وکیل کو جائز ہے پھیر دینا مبیع کا بسبب عیب کے جب تک کہ مبیع اسکے ہاتھ میں ہے بسبب تعلق ہونے حقوق کے وکیل سے اور اسکے وارث اور وصی کو وہ جائز ہے بعد مرنے وکیل کے سو اگر وکیل کا وارث اور وصی نہو تو اسکے موکل کو وہ درست ہے یعنے بسبب عیب کے پھیر دینا اور اسی طرح بیع کے وکیل کا حکم ہے ہم یعنے وکیل نے کوئی چیز بیع کی اور مبیع میں عیب نکلا تو مبیع اسکو پھیر دی جائیگی جب تک وہ زندہ اور عاقل اور لزوم عہدہ کے لائق ہے اور اگر محجور ہوگا تو موکل پر پھیر دی جائیگی اور

موکل ہی پر ضمونت بالعیب ہن کذا فی الطحاوی عن البحر عن البزازیہ وھذا اذا لم یسلمہ فلو سلمہ الی موکلہ امتنع ردہ الا بامرہ لانتہاء الوکالۃ بالتسلیم اور یہ یعنے رد بالعیب یا ثبوت ہے جبکہ وکیل نے موکل کو مبیع تسلیم نہیں کر دی اور اگر اُسنے مبیع اپنے موکل کو سپرد کر دی تو اب اُسکو پھیرنا ممتنع ہو مگر موکل کے امر سے بسبب آخر ہو جانے وکالت کے تسلیم موکل سے بخلاف وکیل بائع تا اسکا فلہ الفسخ مطلقا لحق الشرع قنیہ بخلاف اُس وکیل کے جسنے کوئی شے بطریق بیع فاسد کے بیچی تو وکیل کو فسخ بیع جائز ہے مطلقا بسبب حق شرع کے کذا فی القنیہ صہ مطلقا یعنی اگرچہ مبیع مشتری کو دے چکا ہو اور اگرچہ ثمن اپنے موکل کو دے چکا ہو تو بھی اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے بلا اذن موکل اور ثمن اس سے پھیر لے بدون اسکی رضامندی کے کذا فی الطحاوی وللوکیل حبس المبیع بثمنہ لو نقد الوکیل من مالہ اولا لانہ کالبائع منہ اور وکیل کو جائز ہے روک رکھنا مبیع کا موکل سے قبض ثمن کے واسطے خواہ وکیل نے ثمن اپنے مال سے دیا ہو یا نہ دیا ہو اگر نہ دیا ہو تو بطریق اولے حبس جائز ہے اسواسطے کہ وکیل بائع کے مانند ہے مطالبہ ثمن میں ولو اشتراہ الوکیل بنقد ثم اجلہ البائع کان للوکیل المطالبۃ بہ حالا وھی الحیلۃ خلاصہ اور اگر وکیل نے اسکو بثمن حال خرید کیا پھر بائع نے ثمن دینے کی کچھ مدت مقرر کی تو وکیل کو مطالبہ ثمن کا موکل سے فی الحال جائز ہے اور یہی حیلہ ہے کذا فی الخلاصۃ صہ یعنے تاجیل ثمن کا وکیل پر اور حلول ثمن کا موکل پر یہی حیلہ ہے کہ وکیل بثمن حال خرید کرے پھر بائع ثمن کی مدت ٹھہرا دے کذا فی الطحاوی ولو وھبہ کل الثمن یرجع بکلہ ولو بعضہ رجع بالباقی لانہ حط بحر اور اگر بائع نے وکیل کو سب ثمن ہبہ کر دیا تو وکیل اپنے موکل سے تمام ثمن پھیر لے اور اگر بائع نے بعض ثمن ہبہ کر دیا تو باقی ثمن پھیر لے اسواسطے کہ بعض ثمن کا ہبہ کم کر دینا ہے اصل ثمن کا کذا فی البحر فلو ھلک المبیع من یدہ قبل حبسہ ھلک من مال موکلہ ولم یسقط الثمن لان یدہ کیدہ پس اگر مبیع ہلاک ہو گئی وکیل کے ہاتھ سے قبل حبس مبیع تو موکل کے مال سے ہلاک ہو گئی اور ثمن ساقط نہوگا موکل کے ذمے سے اسواسطے کہ قبضہ وکیل کا مانند قبضہ موکل کے ہے صہ اور اگر ثمن ہلاک ہوا وکیل کے ہاتھ میں تو بھی موکل کا مال ہلاک ہوا اور اگر وکیل خرید کر چکا پھر موکل نے دیا سو ہلاک ہو گیا بائع کو دینے سے پہلے وکیل کے پاس تو وکیل کا مال ہلاک ہوا کذا فی الطحاوی ولو ھلک بعد حبسہ فھو کمبیع فیھلک بالثمن وعند ابی یوسف کرھن اور اگر مبیع ہلاک ہوئی بعد اسکے حبس کے تو وہ مبیع کے مانند ہے تو ہلاکی مبیع کی ثمن سے ہو یعنے اسکا ثمن ساقط ہو گیا موکل کے ذمے سے اور ابو یوسف کے نزدیک رہن کے مانند ہے صہ مبیع کے مانند ہے یعنے اس مبیع کے مانند ہے جو بائع کے پاس ہلاک ہو گئی اور بائع جبکہ حبس مبیع کرے گا استیفاء ثمن کے واسطے تو اسکے ہلاک ہونے سے ثمن ساقط ہوگا اسی طرح وکیل کے پاس ہلاک ہونے سے موکل سے ثمن ساقط ہوگا اب وکیل موکل سے نہیں لے سکتا اور ابو یوسف کے نزدیک جبکہ وہ مثل رہن کے ہوا تو اگر ثمن اکثر ہوگا قیمت سے تو وکیل بقدر فضل موکل سے پھیرے گا کذا فی الطحاوی ولا اعتبار بمفارقۃ الموکل ولو حاضرا کما افادہ المصنف تبعا للبحر خلافا للعینی وابن ملک اور صرف اور سلم میں اعتبار نہیں موکل کی مفارقت کا اگرچہ موکل حاضر ہو چنانچہ اسی اشارہ کیا ہے مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے برخلاف عینی اور ابن ملک کے صہ عینی نے کہا کہ وکیل نائب ہے پھر جب اصیل حاضر ہوا تو نائب کا کچھ اعتبار نہیں محشی نے اسکا جواب دیا کہ وکیل نائب ہے اصل عقد میں اور حقوق عقد میں وہ اصیل ہے تو اب کچھ اعتبار نہیں حضور موکل کا کذا فی الطحاوی بل بمفارقۃ الوکیل لو صبیا فی صرف وسلم فیبطل العقد بمفارقۃ صاحبہ قبل القبض لانہ العاقد بلکہ صرف اور سلم میں مفارقت وکیل کا اعتبار ہے اگرچہ وکیل صغیر ہو تو عقد باطل ہوگا صاحب عقد کی مفارقت قبل القبض سے اسواسطے کہ وکیل عاقد ہے یعنے چونکہ عاقد وکیل ہے اگر صاحب عقد وکیل سے جدا ہوگا قبل قبض تو عقد باطل ہوگا اسواسطے کہ احد العاقدین کا افتراق قبل قبض مبطل عقد صرف ہے والمراد بالسلم الاسلام لا قبول السلم لانہ لا یجوز [illegible] اسلام [illegible] اسواسطے کہ قبول سلم کی توکیل جائز نہیں کذا ذکرہ ابن کمال صہ اسلام کی یہ صورت ہے کہ رب السلم کسی شخص کو وکیل کرے تا وکیل راس المال مسلم الیہ کو دے اور قبول سلم کی یہ صورت ہے کہ مسلم الیہ کسی کو وکیل کرے راس المال کے قبضہ کرنے کا کذا فی الطحاوی والرسول فیھما ای الصرف والسلم لا تعتبر مفارقتہ بل مفارقۃ مرسلہ لان الرسالۃ فی العقد لا القبض اور صرف اور سلم میں مفارقت رسول کی معتبر نہیں بلکہ اسکے بھیجنے والے کی مفارقت

معتبر ہی اسواسطے کہ پیام رسانی عقدین ہی نہ قبض مین واستفید صحۃ التوکیل بہما اور مستفاد اور معلوم ہوئی توکیل صرف اور سلم کی صحت لئے مسئلہ بعد مفارقت وکیل سے معلوم ہوا کہ صرف اور سلم مین وکیل کرنا صحیح ہی بہتر یہ تھا کہ شارح اسکو قبل مسئلہ رسول ذکر کرتا وکلہ بشراء عشرۃ ارطال لحم بدرہم فاشتری عشرین بدرہم مما یباع منہ عشرۃ بدرہم لزم الموکل منہ عشرۃ بنصف درہم خلافا لہما والثلاثۃ قلنا انہ مامور بارطال مقدرۃ فینفذ الزائد علی الوکیل وکیل کیا دس رطل گوشت کے خرید کرنے کا ایک درم سے سو وکیل نے دو چند گوشت اسکا خرید کیا یعنے بیس رطل ایک درم سے اس قسم کا گوشت جو دس رطل ایک درم کو بکتا ہی تو لازم ہوگا موکل کو بیس رطل سے دس رطل بعوض نصف درم کے بخلاف صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے یعنے انکے نزدیک بیس رطل موکل کو لازم ہی اسواسطے کہ وکیل نے اسکے حق مین بہتر کیا ہم کہتے ہین جواب مین امام کی طرف سے کہ وکیل مامور ہی ارطال معینہ کا یعنے دس رطل کا تو اس سے زائد کی بیع وکیل پر نافذ ہوگی ہم خلاصہ جواب یہ ہی کہ وہ دس رطل کی خرید کا مامور ہی نہ زیادہ کا تو زیادہ کی بیع وکیل کو لازم ہوگی نہ موکل کو ولو شری ما لا یساوی ذلک وقع للوکیل اجماعا کغیر موزون اور اگر وہ گوشت خرید کیا جو اسکے برابر نہین یعنے مثلا جو گوشت کہ بیس رطل ایک درم کو بکتا ہی اسکو دو درم سے خرید کیا تو یہ بیع وکیل کے واسطے واقع ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے جیسے غیر موزون کی بیع ہم غیر موزون کی یہ صورت ہی کہ موکل نے وکیل کیا ایک غلام کی خرید کا بعوض سو درم کے تو اسنے ایسے دو غلام خرید کیے سو درم کو موکل کے واسطے کہ ہر ایک غلام سو درم کا ہی تو یہ بیع موکل کو لازم نہوگی اسواسطے کہ ہر ایک کا ثمن مجہول ہی اسواسطے کہ ثمن معلوم نہین ہو سکتا مگر اٹکل سے بخلاف گوشت کے کہ وہ موزون مقدر ہی تو ثمن اسکے اجزا پر منقسم ہو جائیگا کذا فی الطحطاوی ش ولو وکلہ بشراء شیء بعینہ بخلاف الوکیل بالنکاح اذا تزوجہا لنفسہ صح منیہ والفرق فی الوانی غیر الموکل لا یشتریہ لنفسہ ولا لموکل آخر بالاولی عند غیبتہ حیث لم یکن مخالفا دفعا للغرر اور اگر اسکو وکیل کیا اس معین چیز کی خرید کا جو موکل کی غیر ہی تو وکیل اس چیز کو اپنے واسطے نہ خرید کرے اور نہ دوسرے موکل کے واسطے بطریق اولے خرید کرے موکل کی غیبت مین جبکہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت نکی ہو اپنے واسطے نہ خرید کرنا دفع فریب کی جہت سے ہی بخلاف وکیل نکاح کہ جب عورت معینہ سے وہ اپنا نکاح کرے گا تو صحیح ہوگا کذا فی المنیہ اور فرق خرید اور نکاح کی توکیل کا علامہ وانی کے حاشیہ درر مین مذکور ہی ہم غیر موکل کی قید اسواسطے لگائی تا وہ صورت نکل جاے جسمین چیز معین نفس موکل ہو چنانچہ ایک غلام نے کسی شخص کو اپنی خرید کرنے کا اپنے مالک سے وکیل کیا سو وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی چنانچہ آیندہ مذکور ہوگا اور غیبت موکل کی قید سے حضور موکل نکل گیا تو اگر شیء معین کو موکل کے سامنے وکیل اپنے واسطے خرید کرے گا تو صحیح ہی اسواسطے کہ وکیل کو جائز ہی کہ موکل کے حضور مین اپنی ذات کو وکالت سے معزول کرے اور خلاصہ فرق خرید اور نکاح کا یہ ہی کہ نکاح ان عقود سے ہی جنکی اضافت موکل کی طرف ضروری ہی اور اسکا ثبوت نہین ہوتا موکل کے واسطے مگر جبکہ اسی کے طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف خرید کے کہ وہ ہر صورت موکل کے واسطے ثابت ہی اگرچہ وکیل اسکی نسبت اپنی طرف کرے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی مختصرا فلو اشتراہ بغیر النقود او بخلاف ما سمی الموکل لہ من الثمن وقع الشراء للوکیل لمخالفتہ امرہ وینعزل فی ضمن المخالفۃ عینی تو اگر وکیل نے شیء معین کو خرید کیا بغیر نقود یا بخلاف اس ثمن کے جسکا موکل نے نام لیا وکیل سے تو یہ خرید وکیل ہی کے واسطے واقع ہوگی اسواسطے کہ وکیل نے امر موکل کی مخالفت کی اور وکیل معزول ہوگا وکالت سے در ضمن مخالفت امر کذا فی العینی ہم یہ تفریع ہی حیث لم یکن مخالفا پر واو لیشتری شیئا بغیر عینہ فالشراء للوکیل الا اذا نواہ للموکل وقت الشراء او شراہ بمالہ ای بمال الموکل اور اگر اسکو وکیل کیا غیر معین چیز کی خرید کا تو خرید وکیل کے واسطے ہی مگر جبکہ موکل کے واسطے اسکی نیت کرے گا خرید کرنے کے وقت یا اسکو موکل کے مال سے خرید کرے گا ولو تکاذبا فی النیۃ حکم النقد اجماعا اور اگر باہم وکیل اور موکل ایک نے دوسرے کو کاذب کہا نیت مین تو نقد پر حکم ہوگا بالاتفاق یعنے اگر نقد سے خرید کیا تو موکل کے واسطے ہی اور نہین تو وکیل کے واسطے ولو توافقا انہا لم تحضرہ فعلی اختلاف اور اگر دونون مین اتفاق ہو اس بات پر کہ خرید کے وقت نیت موجود نہ تھی تو اسمین دو روایتین ہین

مصم تفصیل اس مسئلہ کی تبیین اور بحر الرائق مین اسطرح ہو کہ اگر وکیل نے عقد کی اضافت اور نسبت ایک شخص کے مال کے طرف خواہ وکیل کے مال کی طرف یا موکل کے مال کی طرف تو وہ چیز اسی شخص کی ہوگی اور اگر مطلق مال کی طرف نسبت کی تو اگر وکیل اور موکل ایک شخص کی نیت پر متفق ہوئے تو وہ چیز اسیکی ہوگی اور اگر نیت مین اختلاف واقع ہوا تو نقد پر حکم ہوگا اور اگر عدم نیت پر دونون کا اتفاق ہوا تو محمدؒ کے نزدیک وہ چیز عاقد کی ہو اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ چیز حکم ہوگا تتمہ جب معلوم ہوا تو مصنف کے اس قول کو الا اذا نواہ للموکل واجب ہو کہ اس صورت پر محمول کیجیے جبکہ وکیل عقد کو اپنے مال کی طرف نسبت نکرے خواہ اسکو موکل کے مال کی طرف نسبت کرے یا مطلق مال کی طرف خواہ ثمن اپنے مال سے ادا کرے یا موکل کے مال سے اور یہ جو مصنف نے کہا کہ یا موکل کے مال سے خرید کرے مراد یہ ہو کہ موکل کے مال کی طرف اسکو نسبت کرے چنانچہ ہدایہ وغیرہا مین مصرح ہو خواہ وجود نیت اور عدم نیت پر اتفاق ہو یا اختلاف خواہ ادائے ثمن اپنے مال سے کیا ہو یا موکل کے مال سے اور نیت مین تکاذب اور توافق اسوقت کا مراد ہو جبکہ عقد مطلق مال کی طرف مضاف ہو اور دو روایتون سے صاحبین کا قول مراد ہو کذا فی الحلبی زعم انه اشتری عبدا لموکله فهلک وقال موکله بل شریته لنفسک فان کان العبد معینا وهو حیٌ قائم فالقول للمامور مطلقا نقد الثمن اولا لاخباره عن امر یملک استینافه وکیل نے کہا کہ ایسے غلام اپنے موکل کے واسطے خرید کیا سو ہلاک ہو گیا اور اسکے موکل نے کہا بلکہ تو نے وہ غلام اپنی ذات کے واسطے خرید کیا تو اگر غلام معین ہو اور وہ زندہ موجود بھی ہو تو بالاتفاق مامور کا قول معتبر ہو مطلقاً خواہ اسکے ثمن ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو اسواسطے کہ وکیل نے اسکی خبر دی جسکے استیناف کا وہ مالک ہو مصم استیناف عقد یعنی سر نو عقد خرید جدید کر سکتا ہو یعنی اگرچہ وکیل نے اسکو اپنے واسطے خرید کیا ہو لیکن اسکو اعادہ اور استیناف کا اختیار ہو اسطرح پر کہ اب بیع اسکو موکل کے واسطے خرید کیا اسواسطے کہ شی معین کی خرید مین وکیل کو اختیار نہین کہ اپنے واسطے خرید کرے وان میتا والحال ان الثمن منقود فکذلک الحکم اور اگر غلام میت اور حالانکہ ثمن نقد ہو تو اسی طرح حکم ہو یعنی مامور کا قول معتبر ہو ولا یکن منقودا فالقول للموکل لانه منکر الرجوع علیه اور اگر ثمن نقد نہو تو موکل کا قول معتبر ہو اسواسطے کہ وہ اپنے اوپر سے رجوع ثمن کا منکر ہو اور اعتبار کے لائق منکر کا قول ہو وان العبد غیر معین وهو حیٌ او میت فکذا ای یکون للمامور ان الثمن منقودا لانه امینٌ اور اگر غلام غیر معین ہو خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ تو ایسا ہی حکم ہو یعنی مامور کا قول معتبر ہوگا اگر ثمن نقد ہو اسواسطے کہ مامور امین ہو والا فللامر لانه متهم خلافا لهما اور اگر ثمن نقد نہو تو امر کا قول معتبر ہو بسبب تہمت کے بخلاف صاحبین کے مصم تہمت یہ ہو کہ شاید مامور نے اپنے واسطے خرید کیا ہو پھر جب اسمین نقصان دیکھا تو امر پر ڈالا قال بعنی هذا لعمرو فباعه ثم انکر الامر ای انکر المشتری ان یکون عمرو امره بالشراء اخذه عمرو ولو انکاره الامر لمناقضته لاقراره بتوکیله بقوله بعنی لعمرو ایک شخص نے کہا کہ اسکو بیچ مجھے عمرو کے واسطے پھر اسنے امر کرنے والے کا انکار کیا یعنی مشتری نے اسکا انکار کیا کہ عمرو نے اسکو خرید کرنے کا امر کیا تو عمرو اس مبیع کو لے گا اور اسکا انکار امر کے لیے لغو ہوگا بسبب متناقض ہونے اسکے انکار کے اسکی توکیل کے اقرار سے یون کہنے سے کہ مجھ سے بیچ عمرو کے واسطے یعنی جب اسنے اول یون کہا کہ فلانے کے واسطے بیچ تو یہ اقرار ہوا اسکا کہ مین اسکا وکیل ہون پھر اسنے وکالت کا انکار کیا تو اب یہ انکار لغو ہوگا کیونکہ یہ انکار اقرار توکیل کے مناقض اور مخالف ہو الا ان یقول عمرو لم امره به ای بالشراء فلا یاخذه عمرو لان اقرار المشتری ارتد برده مگر یہ کہ عمرو کہے کہ مین نے اسکو خرید کرنے کا امر نہین کیا تو اب اسکو عمرو نہ لیگا اسواسطے کہ مشتری کا اقرار رد ہو گیا اسکے رد کر دینے سے الا ان یسلمه المشتری الیه ای الی عمرو لان التسلیم علی وجه البیع بیع بالتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن مگر یہ کہ مشتری مبیع عمرو کو تسلیم کرے تو عمرو اسکو لے اسواسطے کہ دینا بطریق بیع کے بیع بالتعاطی ہو اگرچہ ادائے ثمن نہ پایا جاوے بسبب عرف اور رواج کے یعنی تراخی ثمن مروج ہو امره بشراء شیئین معینین او غیر معینین اذا نواه فللموکل پھر امر کیا موکل نے وکیل کو دو معین چیزون کے خریدنے کا یا غیر معین چیزون کی خرید کا جبکہ وکیل نے اسکی خرید کے وقت موکل کے واسطے نیت کی چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی البحر مصم مقرر یہ مذکور ہو چکا کہ اگر غیر معین چیز کی

خرید کا وکیل کیا تو وہ خرید وکیل کے واسطے ہے مگر جبکہ موکل کے واسطے نیت کرے گا تو خرید موکل کے واسطے ہوگی (والحال انه لم یسم ثمنا فاشتری له بمثلها بقدر قیمته
او بزیادة یسیرة یتغابن الناس فیها صح بمعنی الامر والا لا اذ لیس لوکیل الشراء الشراء بغبن فاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع کما سیجیء)
معین دو چیزون کی خرید کا امر کیا اور حال انکا یہ ہے کہ اُسکا ثمن مذکور نہ کیا سو وکیل نے موکل کے واسطے دو مین سے ایک چیز خرید کی بقدر اُسکی قیمت کے یا ایسی قلیل زیادتی کیساتھ جسقدر
مین لوگون کو خسارہ ہوجاتا ہے تو وہ خرید صحیح ہے موکل کی طرف سے اور اگر ایسا نہین یعنی کثیر زیادتی سے خرید کیا تو وہ خرید موکل کی طرف سے صحیح نہین اسواسطے کہ خرید
کے وکیل کو غبن فاحش کے ساتھ خرید کرنا بالاتفاق جائز نہین بخلاف وکیل بیع کے اُسکو غبن فاحش کے ساتھ بیچنا جائز ہے چنانچہ مذکور ہوگا (ولو) امر (بشرائهما بالف
وقیمتهما سواء فاشتری احدهما بنصفه او اقل صح) اور اسی طرح امر کیا دوسرے کو دو چیز کی خرید کرنے کا بعوض ہزار کے اور دونون کی قیمت برابر ہے
سو وکیل نے اُنھی دو مین سے ایک چیز خرید کی پانسو یا کمتر سے تو صحیح ہے کم کمتر قیمت کی خرید مین اگرچہ مخالفت امر ہے لیکن اسمین موکل کو فائدہ ہے لہذا صحیح ہے
(ولو بالاکثر ولو یسیرا لا یلزم الآمر الا ان یشتری الثانی من العبدین مثلا بما بقی من الالف قبل الخصومة لحصول المقصود) اور ایک چیز پانسو
سے زیادہ کو خرید کی اگرچہ زیادتی قلیل ہو تو موکل کو وہ لازم نہین مگر یہ کہ وکیل دوسری چیز کو مثلاً دونون معین چیزون سے ہزار کی باقی سے قبل خصومت
کے خرید کرے تو اب موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حاصل ہونے مطلب کے ہم مثلاً دو غلام کے خرید کرنے کا بعوض ہزار درم کے امر کیا سو اُسنے ایک غلام پانسو اور دو درم
کو خرید کیا تو یہ خرید موکل کو لازم نہین ہان اگر دوسرے غلام کو دو کم پانسو درم سے خرید کرے گا خصومت سے پہلے تو موکل کو خرید لازم ہوگی بسبب حصول مقصود
کے یعنی حاصل ہونا دونون غلامون کا ہزار درم سے (وجوازه ان بقی ما یشتری بمثله الآخر) اور صاحبین نے اسکو جائز کہا ہے اگر باقی رہی اُتنی
قیمت جتنی قیمت سے دوسرا غلام خرید ہوسکے (ولو امر رجل مدیونه بشراء شیء معین) یعنی بدین له علیه (عینه) (او عین البائع صح ویجعل البائع
وکیلا بالقبض دلالة فیبرأ الغریم بالتسلیم الیه) اور اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو چیز معین کی خرید کا امر کیا بعوض اُس دین کے جو اُسکا اُسپر
ہے اور مبیع کو اُسنے معین کردیا یا بائع کو معین کردیا تو خرید صحیح ہے اور بائع صاحب دین کا وکیل ٹھہرایا جاوے گا قبض دین مین باعتبار
دلالت حال کو تو مدیون بری الذمہ ہوجاوے گا بائع کو دینے سے (بخلاف غیر المعین) لان توکیل المجہول باطل ولذا قال (والا) یعین (فلا) یلزم
(الآمر ونفذ علی المأمور) فهلك علیه (خلافا لهما) بخلاف غیر معین مبیع یا بائع کے اسواسطے کہ وکیل کرنا شخص مجہول کا باطل ہے اور اسی واسطے
مصنف نے کہا اور اگر مبیع یا بائع کو وہ معین نہ کرے تو خرید موکل کو لازم نہوگی اور مامور پر نافذ ہوگی تو اُسکی ہلاکی کا نقصان مامور ہی پہ پڑے گا بخلاف صاحبین
کے کہ اُنکے نزدیک امر پر خرید لازم ہے مامور کے قبض کرنے سے کذا فی الطحطاوی (وکذا الخلاف لو امره ان یسلم ما علیه او یصرفه) بناء علی تعین النقود فی
الوکالات عنده وعدم تعینها فی المعاوضات عندهما اور اسی طرح امام اور صاحبین کا اختلاف ثابت ہے اگر صاحب دین نے اپنے مدیون کو یہ امر کیا کہ عقد
سلم یا عقد صرف کرے بعوض اُس دین کے جو اُسپر ہے بنا سے خلاف ہے نقود کے متعین ہونے پر وکالت مین امام کے نزدیک اور نہ متعین ہونے نقود کے معاوضات مین صاحبین
کے نزدیک ہم چونکہ صاحبین کے نزدیک دراہم اور دنانیر معاوضات مین متعین نہین خواہ دین ہون یا عین تو توکیل صحیح ہے اور امر کو لازم ہے اسواسطے کہ تصرف
مامور کا امر کے تصرف کے مانند ہے اور امام کے نزدیک چونکہ دراہم اور دنانیر وکالت مین متعین ہیں تو وکالت باطل ٹھہری تو درصورت تعین نقود غیر مدیون
کو یہ تملیک دین ٹھہری بدون اسباب کے کہ اُس غیر کو قبض دین کا وکیل قرار دیجئے اور یہ جائز نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً (ولو امره) ای امر رجل
مدیونه (بالتصدق بما علیه صح امره بجعل المال لله تعالی وهو معلوم) اور اگر اُسنے اُسکو امر کیا یعنی ایک مرد نے اپنے مدیون کو اُس دین کی خیرات کرنے کا
امر کیا جو اُسکے ذمہ پر ثابت ہے تو اُسکا امر صحیح ہے بسبب ٹھہرانے صاحب دین کے مال کو اللہ تعالے کے واسطے اور وہ معلوم ہے تو حاصل یہ کہ توکیل بقبض دین صحیح
نہ ہوا ہم یعنی جب مدیون سے کہا کہ دین کو تصدق کردے تو گویا اللہ تعالے کو قبض دین کا وکیل ٹھہرایا اور فقیر باب تصدق مین نائب ہو [illegible] کما مر

لو امر الاجر المستاجر بمرمۃ ما استاجرہ فما علیہ من الاجرۃ وکذا الوامرہ بشراء عبد یسوق الدابۃ وینفق علیہا صح اتفاقا للضرورۃ لانہ لا یجد
الاجر کل وقت فیجعل المستاجر کالموجر فی القبض جیسے صحیح ہی امر اُسکا اگر امر کرے اجارہ دینے والا مستاجر کو اُسکی مرمت کا جسکو اسنے اجارہ لیا اس اجرت سے
جو مستاجر پر ہی اور اسی طرح اگر موجر نے مستاجر کو امر کیا غلام کے خرید کرنے کا جو غلام کہ اجارہ کے جانور کو ہانکے اور اسپر خرچ کرے تو امر اسکا باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہی
بسبب ضرورت کے اسواسطے کہ مستاجر موجر کو ہر وقت نہین پاتا تو اجارہ والی چیز قبض اجرت مین اجارہ دینے والے کے مانند قرار دی گئی ھ موجر بفتح جیم عبارت ہی عین مستاجرہ
سے اور موجر بکسر جیم اجارہ دینے والا قلت وفی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان ان کان ذلک قبل وجوب الاجرۃ لا یجوز وبعد الوجوب جعل علی الخلاف
الاٰخر فراجعہ مین کہتا ہون اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر مین ہی کہ اگر موجر کا یہ امر قبل واجب ہونے اجرت کے ہی تو جائز نہین اور بعد وجوب کے بعضون
کے نزدیک بموجب خلاف امام اور صاحبین کے ہی الخ تو اسکے طرف مراجعت کر ھ بیان خلاف یہ ہی کہ امر موجر کا بعد وجوب اجرت امام کے نزدیک صحیح نہین بدون تعیین
مبیع یا بائع کے اور بلا تعیین بیع مامور بہا نافذ ہو گی اور صاحبین کے نزدیک بہر صورت امر بہا نافذ ہو گی کذا فی الطحطاوی ولو امرہ بشراۂ بالف ودفع الالف
فاشتری وقیمتہ کذلک فقال الآمر اشتریت بنصفہ وقال المامور بکلہ صدق لانہ امین اور اگر اسکو امر کیا اسکی خرید کا بعوض ہزار کے اور اسکے
ہزار دئے سو وکیل نے اسکو خرید کیا اور قیمت اسکی ہزار ہی ہی سو موکل نے کہا کہ تو نے پانسو سے خرید کیا اور وکیل نے کہا بلکہ پورے ہزار سے خرید کیا تو وکیل ہی کے قول کی
تصدیق ہو گی کیونکہ وہ امین ہی وان کان قیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین جرد ابن الکمال تبعا لصدر الشریعۃ حیث قال صدق فی الکل بلا حلف
وتبعہم المصنف لکن جزم الوانی بانہ تحریف صوابہ بعد الحلف اور اگر قیمت اسکی پانسو ہو تو موکل کا قول معتبر ہی بدون قسم کے جیسا کہ
صاحب درر اور ابن کمال نے ذکر کیا ہی صدر الشریعۃ کے تابع ہو کر صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا ہی کہ موکل کی تصدیق ہو گی درصورت دفع اور عدم قیمت
دونون صورتون مین بدون قسم کے اور مصنف تابع ہوا ہی افاضل ثلثہ مذکورہ کا لیکن وانی محشی درر نے یقین کیا ہی کہ قول بعدم حلف تحریف ہی اور ٹھیک
بات یہ ہی کہ بعد حلف کے موکل کی تصدیق ہو گی ھ طحطاوی نے کہا کہ محشی درر نے تحریف کی نسبت مین کوئی نص صریح بیان نہین کی تو ادعای تحریف در
حق افاضل بلا سند بدگمانی ہی اور تخطیہ بے محل ہی وان لم یدفع الالف وقیمتہ نصفہ فالقول للآمر بلا یمین قالہ المصنف تبعا للدرر وکذا قلت
لکن فی الاشباہ القول للوکیل بیمینہ الا فی اربع فبالبینۃ قنیۃ اگر موکل نے ہزار درم وکیل کو نہین دئے اور حالانکہ قیمت اسکی پانسو ہی تو موکل کا قول معتبر
ہی بدون قسم کے ایسا ہی کہا ہی مصنف نے درر کا تابع ہو کر جیسا کہ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون لیکن اشباہ مین ہی کہ وکیل کا قول معتبر ہی قسم کے ساتھ مگر چار صورتون
مین گواہی کے ساتھ قول اسکا معتبر ہی تو خبردار رہنا اس اختلاف سے ھ طحطاوی نے کہا یہ استدراک صحیح نہین ماقبل پر کیونکہ وہ موکل مین ہی اور یہ وکیل مین
تو اس عبارت کی کچھ حاجت نہ تھی علاوہ اسکے اشباہ مین تصدیق قول وکیل مذکور ہی تو نفی یمین اسکو لازم نہین انتہی طحطا وان کان قیمتہ الفا تحالفا
ثم یفسخ العقد بینہما فیلزم المبیع المامور اور اگر قیمت اسکی ہزار ہو تو موکل اور وکیل دونون قسم کھائین پھر دونون مین عقد فسخ کیا جاے تو مبیع وکیل کو
لازم ہو گی وکذا الوامرہ بشراء معین من غیر بیان ثمن فقال المامور اشتریتہ بکذا وان صدقہ بائعہ علی الاظہر وقال الآمر بنصفہ تحالفا لوقوع
الاختلاف فی الثمن وہو موجب للتحالف اور اسی طرح اگر اسکو امر کیا چیز معین کے خرید کرنے کا بدون بیان کرنے ثمن کے سو وکیل نے کہا کہ مین نے
اسکو اتنے ثمن کو خرید کیا اگرچہ بائع اسکا وکیل کی تصدیق کرے بقول اظہر اور کہا موکل نے کہ تو نے اسکو نصف ثمن سے خرید کیا تو دونون قسم کھائین بسبب
واقع ہونے اختلاف کے ثمن مین اور اختلاف ثمن کا موجب باہم قسم کھانا ہی ھ تصدیق بائع کی تصحیح مین اختلاف ہی قول اظہر مذکور ابو منصور کا قول ہی
اور قاضی خان نے باتباع فقیہ ابو جعفر اسکی تصحیح کی ہی کہ بائع کی تصدیق سے تحالف نہو گا کذا فی الطحطاوی ولو اختلفا فی مقدارہ ای الثمن فقال الآمر
امرتک بشرائہ بمائۃ وقال المامور بالف فالقول للآمر بیمینہ فان برھنا فتقدم برھان المامور لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونون نے

اختلاف کیا مقدار ثمن مین یعنے تسمیہ مقدار ثمن مین تو موکل نے کہا کہ مین نے تجھکو اُسکے خرید کرنے کا امر کیا سو درم سے اور وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم سے خرید کرنے کو کہا تو
موکل کا قول معتبر ہی اُسکی قسم کے ساتھ پھر اگر دونون گواہ لاوین تو وکیل کے گواہ مقدم ہین باعتبار کثرت اثبات کے ولو امرہ بشراء اخیہ فاشتری
الوکیل فقال الامر لیس ہذا المشتری باخی فالقول لہ بیمینہ ویکون الوکیل مشتریا لنفسہ والاصل ان الشراء متی لم ینفذ علی
الامر ینفذ علی المامور بخلاف البیع کما مر فی خیار الشرط اور اگر موکل نے اسکو امر کیا اپنے بھائی کے خرید کرنے کا سو وکیل نے خرید کیا تو موکل نے کہا کہ یہ جسکو خرید کیا میرا بھائی
نہین تو موکل کا قول اُسکی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور وکیل اُسکا مشتری ٹھہرے گا اپنی ذات کے واسطے اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ خریداری جبکہ موکل پر نافذ نہوئی تو وکیل
پر نافذ ہوتی ہی بخلاف بیع کے چنانچہ کتاب البیع خیار الشرط کے باب مین مذکور ہو چکا یعنے درصورت بطلان بیع ملک موکل باقی رہیگی وعتق العبد علیہ ای علی الوکیل
لو زعم عتقہ علی موکلہ فیواخذہ خانیہ اور غلام آزاد ہوگا وکیل پر بسبب گمان کرنے وکیل کے اُسکا آزاد ہونا اپنے موکل پر تو وہ ماخوذ ہوگا اُس گمان
پر کذا فی الخانیہ ولو امرہ عبد بشراء نفسہ لاجلہ من مولاہ بکذا ودفع المبلغ فقال الوکیل لسیدہ اشتریتہ لنفسہ فباعہ علی ہذا الوجہ
عتق علی المال وولاؤہ لسیدہ وکان الوکیل سفیرا اور اگر غلام نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی ذات کے خرید کرنے کا اپنے مالک سے بعوض اتنے مال کے اور مبلغ اُسکو دیا
سو وکیل نے اُسکے مالک سے کہا کہ مین نے اس غلام کو خرید کیا اسکی ذات کے واسطے سو مالک نے اسکو بیچا اسی طریق پر تو وہ آزاد ہوگا مال مذکور پر اور حق آزادی اُسکے مالک کا ہی
اور وکیل درمیانی ہی ہم جب وکیل سفیر محض ہوا تو حقوق عقد اُسکے طرف راجع نہونگے اور مطالبہ الف ثانی کا غلام پر ہی نہ وکیل پر یہی قول صحیح ہی آنا اسواسطے ہوا کہ غلام
کا بیچنا غلام سے اعتاق ہی اور غلام کا خرید کرنا قبول اعتاق بعوض مال ہی کذا فی الطحطاوی وان قال الوکیل اشتریتہ ولم یقل لنفسہ فالعبد ملک للمشتری
والالف للسید فیہما لانہ کسب عبدہ وعلی العبد الف اخری فی الصورۃ الاولی بدل الاعتاق کما علی المشتری الف مثلہا فی الثانیہ
لان الاول مال المولی فلا یصلح بدلا اور اگر وکیل نے کہا کہ مین نے اُس غلام کو خرید کیا اور یہ نہ کہا کہ غلام کو غلام کے واسطے خرید کیا
تو غلام مشتری کا مملوک ہوگا اور ہزار دونون صورتون مین مالک کا مال ہی اسواسطے کہ وہ اُسکے غلام کی کمائی ہی اور غلام پر دوسرا ہزار درم پہلی صورت
مین واجب ہین عوض اعتاق کے جیسے مشتری پر ہزار ہین مانند اُسکے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اول ہزار مال ہی مولے کا تو وہ لیاقت عوض ہونے کی
نہین رکھتا وشراء العبد من سیدہ اعتاق فتلغو احکام الشراء فلذا قال فلو شری العبد نفسہ الی العطاء صح الشراء بحر اور خرید کرنا
غلام کا اپنی ذات کو اپنے مالک سے اعتاق ہی نہ بیع تو احکام خریداری کے لغو ہو جائینگے تو اسی واسطے مصنف نے کہا سو اگر غلام نے اپنی ذات کو خرید کیا
عطا تک تو خرید صحیح ہی کذا فی البحر اور اگر خرید حقیقی ہوتی تو فاسد ہوتی بسبب مجہول ہونے مدت کے کذا فی الطحطاوی کما صح فی حصتہ اذا اشتری
نفسہ من مولاہ ومعہ رجل اخر وبطل شراء فی حصۃ شریکہ جیسے صحیح ہی خرید غلام کے حصہ مین جبکہ غلام نے اپنے ذات کو مول لیا
اپنے مولے سے اور حالانکہ غلام کے ساتھ دوسرا مرد مشتری ہی اور باطل ہوگی خریداری غلام کے ساتھی کے حصے مین ہم مراد یہ ہی کہ غلام اور اُسکے شریک
نے لفظ واحد خریداری کی چنانچہ تعلیل لاحق اسپر دال ہی بخلاف ما لو شری الاب ابنہ مع رجل اخر فانہ یصح فیہما بیوع الخانیہ من بحث
الاستحقاق والفرق انعقاد البیع فی الثانی لا الاول لان الشرع جعلہ اعتاقا ولذا بطل فی حصۃ شریکہ للزوم الجمع
بین الحقیقۃ والمجاز بخلاف اس صورت کے کہ اگر باپ نے اپنا بیٹا خرید کیا ایک اور مرد کے ساتھ شریک ہو کر کہ یہ خریداری دونون شریکون
کے حق مین صحیح ہی چنانچہ خانیہ کی کتاب البیوع مین ہی استحقاق کی بحث سے اور دونون صورتون مین وجہ فرق یہ ہی کہ بیع منعقد ہو جاتی ہی
دوسری صورت مین یعنے باپ کی شرکت مین نہ پہلی صورت مین یعنے غلام کی شرکت مین اسواسطے کہ شرع نے غلام کی خریداری کو اعتاق قرار دیا ہی
ولہذا بیع باطل ہی غلام کے شریک کے حصے مین بسبب لازم ہونے جمع بین الحقیقۃ والمجاز کے ہم یہ شارح نے جواب دیا سوال مقدر کا حاصل سوال یہ ہی

کیا وجہ ہی کہ بیع مذکور حق غلام مین اعتاق اور اسکے شریک حق مین مفید ملک ہوئی خلاصہ جواب یہ ہی کہ یہ نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اس سے لازم آتا ہی ایک لفظ کا استعمال کرنا معنی مجازی یعنی اعتاق مین اور معنی حقیقی یعنی ثبوت ملک اور حالانکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہین قال العبد اشتر لی نفسی من مولاک فقال لمولاہ بعنی نفسی لفلان ففعل ای باعہ علی ھذا الوجہ فھو للآمر فلو وجد بہ عیبا ان علم بہ العبد فلا رد لان علم الوکیل کعلم الموکل وان لم یعلم فالرد للعبد اختیار کہا ایک شخص نے غلام سے کہ میرے لیے اپنی ذات کو خرید کر اپنے مالک سے سو غلام نے اپنے مالک سے کہا کہ بیچ میری ذات فلانے شخص کے واسطے سو اسنے کیا یعنی اسکے مالک نے اسکو اسی طرح بیچا تو وہ غلام موکل کا مملوک ہی سو اگر موکل نے اسمین کوئی عیب پایا اگر اس عیب کو غلام جانتا تھا تو پھیر دینا جائز نہین اسواسطے کہ دانست وکیل کی موکل کی دانست کے مانند ہی اور اگر اسکو معلوم نہ تھا تو غلام کو اپنی رد بیع کا اختیار ہی کذا فی الاختیار شرح المختار ھ غلام کو رد بیع کا اسواسطے اختیار ہوا کہ غلام وکیل ہی اور حقوق بیع مین اصل وکیل ہی وان لم یقل لفلان عتق لانہ اتی بتصرف آخر فنفذ علیہ وعلیہ الثمن فیھما لزوال حجرہ بعقد باشرہ مقترنا باذن المولی اور اگر غلام نے یہ نکہا کہ بیچ مجھکو فلانے شخص کے واسطے بلکہ یون کہا کہ مجھکو بیچ میرے ہاتھ یا یون کہا کہ مجھکو بیچ ڈال کذا فی الطحطاوی تو غلام آزاد ہو گا اسواسطے کہ وکالت کے سوا اسنے دوسرا تصرف کیا تو اسپر نافذ ہو گیا اور غلام پر ثمن لازم ہی دونون صورتون مین یعنی درصورت وکالت اور عدم وکالت مین بسبب زائل ہونے منع تصرف غلام کے اس عقد کے سبب سے جسکا وہ مباشر اور فاعل ہوا اذن مالک کے ساتھ متصل ہو کر کذا فی الدرر ھ یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر اسکی یہ ہی کہ وکیل یہان غلام ہی اور غلام محجور التصرف ہی تو چاہیے کہ حقوق بیع اسکی طرف راجع ہون **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا الوکیل اذا خالف ان خلافا الی خیر فی الجنس کبع بالف درھم فباع بالف ومائۃ نفذ ولو بمائۃ دینار لا ولو خیرا خلاصۃ ودرر وکیل نے جبکہ امر موکل کی مخالفت کی اگر مخالفت موکل کی بہتری کی طرف ہو ایک ہی جنس کے اندر چنانچہ موکل نے کہا کہ بیچ بعوض ہزار درم کے سو وکیل نے گیارہ سو درم کو بیچا تو بیع نافذ ہی اور اگر بعوض سو دینار کے بیچا تو بیع نافذ نہین اگرچہ موکل کے حق مین سو دینار بہتر ہون ہزار درم سے کذا فی الخلاصہ والدرر ھ یہ مسئلہ درر مین خلاصہ سے منقول ہی تو بہتر یہ تھا کہ شارح فقط خلاصہ پر اختصار کرتا واللہ اعلم

فصل

یہ فصل ہی بیع اور شرا وغیرہما کی وکالت کے احکام مین لا یعقد وکیل البیع والشراء والاجارۃ والصرف والسلم ونحوھا مع من ترد شھادتہ لہ للتھمۃ وکیل بیع اور شرا اور اجارہ اور صرف اور سلم اور انکی مانند کا چنانچہ تزویج کا وکیل عقد نکرے اس شخص کے ساتھ جسکی گواہی وکیل کے حق مین مردود ہی بسبب تہمت کے مثلا اپنے اصول اور فروع کے ہاتھ وکیل بیع نکرے نہ اجارہ دے کہ محل تہمت ہی اور اسواسطے کہ منافع مابین اصول و فروع کے متصل ہین تو گویا اسنے اپنی ذات سے بیع کی من وجہ حق وکیل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر اسکے ہاتھ بیع کریگا جسکی گواہی موکل کے حق مین مقبول نہین چنانچہ موکل کے باپ یا بیٹے یا غلام مدیون یا مکاتب سے وکیل بیع کریگا تو جائز ہی اور اپنی ذات سے عدم جواز بیع کا حکم بطریق اولی معلوم ہو گیا کذا فی الطحطاوی وعن البحر وجوزاہ بمثل القیمۃ الا من عبدہ ومکاتبہ اور صاحبین نے عقد کو جائز کہا ہی قیمت کے مانند سے نہ اپنے غلام اور مکاتب سے الا اذا اطلق الموکل کبع ممن شئت فیجوز بیعہ لھم بمثل القیمۃ اتفاقا وکیل کو اشخاص مذکورین کے ہاتھ بیچنا جائز نہین مگر جبکہ موکل وکیل کو علی الاطلاق وکیل کرے چنانچہ یون کہے کہ بیچ جس شخص کے ہاتھ تیرا جی چاہے تو جائز ہو گا اسکا بیچنا ان لوگون کے ہاتھ بمثل قیمت باتفاق امام اور صاحبین کے کما یجوز عقدہ معھم باکثر من القیمۃ اتفاقا ای بیعہ لا شراءہ باکثر منھا اتفاقا جیسے جائز ہی عقد وکیل کا انکے ساتھ درصورت عدم اطلاق اکثر قیمت سے بالاتفاق یعنی بیع وکیل کی درصورت اکثر قیمت جائز ہی نہ خریداری اسکی اکثر قیمت دیکر بالاتفاق ھ شارح نے بیع کی قید لگا کر اشارہ کیا کہ مصنف مطلق بول گیا ہی محل تقیید مین کما لو باع باقل منھا بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا وکذا بیسیر عندہ خلافا لھما

ابن ملک وغیرہ چنانچہ اگر بیع کیے اشخاص مذکورین کے ساتھ کمتر قیمت سے بنقصان کثیر تو بالاتفاق جائز نہین اور اسی طرح بنقصان قلیل بیع جائز نہین امام کے نزدیک بخلاف صاحبینؒ کذا ذکرہ ابن ملک وغیرہ وفی السراجیۃ لو صرح بھم جاز اجماعا الا من نفسہ وطفلہ وعبدہ غیر المدیون اور سراجیہ مین ہے کہ اگر موکل نے تصریح کر دی ہو اشخاص مذکورین کے ساتھ بیع کرنے کی تو بیع بالاجماع جائز ہے مگر وکیل کو اپنی ذات اور اپنے طفل اور اپنے غلام غیر مدیون سے جائز نہین وصح بیعہ بما قل او کثر و بالعوض اور صحیح ہے بیع وکیل کی قلیل قیمت یا کثیر قیمت سے اور بعوض اسباب کے ھم یعنے امام کے نزدیک بیع بہر صورت صحیح ہے اگرچہ بغبن فاحش ہو اسواسطے کہ توکیل مطلق ہے تو بیع اپنے اطلاق پر جاری رہیگی اور گاہے انسان بیع سے عاجز ہو جاتا ہے تو نقصان قبول کرکے بیچتا ہے کذا فی الطحطاوی وخصاہ بالقیمۃ و بالنقود وبہ یفتی بزازیہ اور صاحبین نے صحت بیع وکیل کو قیمت اور نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البزازیہ ھم محل خلاف درصورت عدم تقیید موکل ہے سو موکل اگر قیمت یا نقد کی تعیین کر دیگا تو اسکا خلاف جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی ولا یجوز فی الصرف کدینار بدرھم بغبن فاحش اجماعا لانہ بیع من وجہ شراء من وجہ صیرفیہ اور جائز نہین عقد صرف مین جیسے ایک دینار کی بیع ایک درم سے بنقصان کثیر باجماع امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ عقد صرف بیع ہے ایک راہ سے خرید ہے دوسری وجہ سے کذا فی الصیرفیہ ھم اور معلوم ہو چکا کہ خرید بغبن فاحش جائز نہین وصح بالنسیئۃ ان التوکیل بالبیع للتجارۃ وان کان للحاجۃ لا یجوز کالمرأۃ اذا دفعت غزلا الی رجل لیبیعہ لھا ویتعین النقد بہ یفتی خلاصہ اور صحیح ہے بیع اودھار سے اگر بیع مین وکیل کرنا تجارت کے واسطے ہو اور اگر حاجت کے واسطے ہو تو اودھار سے بیچنا جائز نہین چنانچہ عورت نے جبکہ سوت دیا ایک مرد کو کہ اسے بیچ دے عورت کے واسطے اور اس صورت مین نقد ثمن سے بیچ دینا متعین ہوگا اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخلاصہ ھم اسواسطے کہ دفع حاجت نہین ہو سکتا مگر نقد سے بخلاف سوداگری کے وکذا فی کل موضع قامت الدلالۃ علی الحاجۃ کما افادہ المصنف اور اسی طرح نقد ثمن سے بیچنا متعین ہوگا ہر ایک اس مقام مین جسمین دلالت حال قائم ہے حاجت اور ضرورت پر چنانچہ اسکو بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین وھذا ایضا ان باع بما یبیع الناس نسیئۃ فان طول المدۃ لم یجز بہ یفتی ابن ملک اور یہ بھی یعنے تجارت مین اودھار سے بیچنا اس صورت مین جائز ہے اگر وکیل نے بیع کی اوتنی مدت کے ساتھ جتنی مدت تک لوگ اودھار بیچتے ہین سو اگر وکیل ثمن کی مدت دراز مقرر کریگا تو جائز نہوگا اسیکا فتوی ہے کذا صحح ابن ملک ومتی عین لہ شیئا تعین الا فی بعہ بالنسیئۃ بالف فباعہ بالنقد بالف جاز بحر اور جبکہ موکل کوئی چیز مقرر کر دیگا تو وہ متعین ہو جائیگی مگر اس صورت مین کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو ہزار درم اودھار سے سو وکیل نے اسکو ہزار درم نقد سے بیچا تو جائز ہے کذا فی البحر ھم اور اگر موکل نے کہا کہ بیچ مدت مقرر کرکے بلا تعیین ثمن سو اسنے نقد سے بیچا امام سرخسی نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ بالاجماع جائز نہین کذا فی الطحطاوی قلت وقدمنا انہ ان خالف الی خیر فی ذلک الجنس جاز والا لا مین کہتا ہون اور ہم پہلے ذکر کر چکے کہ اگر وکیل نے مخالفت امر موکل کی بہتری کے ساتھ اسی جنس مین تو جائز ہے اور نہین تو جائز نہین وتقید بزمان ومکان اور النہر وکالت مقید ہوتی ہے زمان اور مکان کے ساتھ قلت فی البزازیۃ الوکیل الی عشرۃ ایام وکیل فی العشرۃ وبعدھا فی الاصح وکذا الکفیل لکنہ لا یطالب الا بعد الاجل کما فی تنویر البصائر لیکن بزازیہ مین ہے کہ دس دن تک کا وکیل دس دن مین اور بعد اسکے بھی وکیل ہے اور اسی طرح دس دن کا ضامن لیکن ضامن سے مطالبہ نہوگا مگر مدت کے بعد کما فی تنویر البصائر وفی زواھر الجواھر قال بعہ بشھود او برای فلان او علمہ او معرفتہ ولم یبعہ بھم جاز بخلاف لا تبع الا بشھود او لا بحضرۃ فلان بہ یفتی قلت وبہ علم حکم واقعۃ الفتوی دفع لہ مالا وقال اشتر لی زیتا بمعرفۃ فلان فذھب واشتری بلا معرفتہ فھلک الزیت لم یضمن بخلاف لا تشتر الا بمعرفۃ فلان فلیحفظ اور زواھر الجواھر مین ہے کہ موکل نے کہا کہ بیچ اسکو گواہون کے روبرو یا بیچ اسکو فلانے شخص کی تجویز سے یا اسکی دانست اور معرفت سے اور وکیل نے اسکو بیچا بدون اشخاص مذکورین کے تو جائز ہے بخلاف اس قول کے کہ نہ بیچنا مگر گواہون کے سامنے یا نہ بیچنا مگر فلانے شخص کے

روپیہ کہ بدون انکے بیع جائز ہوگی اسی کا فتوے ہے مین کہتا ہون اور اس قول سے معلوم ہوگیا اس واقعہ کا حکم کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ میرے واسطے روغن زیتون خرید کر فلانے شخص کی معرفت سو وکیل لیا اور اسنے بدون معرفت اس شخص کے خرید کیا پھر روغن مذکور تلف ہوگیا تو وکیل پر تاوان نہین بخلاف اس قول کے کہ خرید نہ کرنا مگر فلانے شخص کی معرفت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوے عالمگیری مین ہے کہ اگر موکل نے ایسی شرط عقد مین کی جو اصلا مفید نہین بلکہ اسکا ضرر ہو تو وکیل پر اسکی مراعات واجب نہین خواہ اسکی تاکید نفی سے کرے یا نہ کرے چنانچہ اسنے کہا کہ بعوض ہزار درم کے ادھار بیچ یا یون کہا کہ نہ بیچنا مگر ادھار ہزار درم سے سو اسنے ہزار نقد سے بیچ کی تو بیع موکل پر جائز ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط کی کہ ایک راہ سے مفید اور دوسری راہ سے مفید نہین تو اگر اسکی تاکید نفی سے کریگا تو مراعات اسکی واجب ہے اور اگر نفی سے تاکید نہ کی ہو تو مراعات واجب نہین چنانچہ یون کہا کہ اسکو فلانی بازار مین بیچنا سو اسنے دوسرے بازار مین بیچا تو اگر اسنے تاکید بنفی نہ کی ہو تو موکل پر بیع نافذ ہے اور اگر تاکید بنفی کی ہو تو موکل پر نافذ نہوگی کما فی الذخیرۃ اور قسم ثالث چھوٹ رہی وہ یہ ہے کہ شرط مفید محض ہو اور ظاہر انکی تصریحات سے اس وقت مین تعین شرط معلوم ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی وصح اخذہ رھنا وکفیلا بالثمن فلا ضمان علیہ ان ضاع الرھن فی یدہ او توی المال علی الکفیل لان جواز الشرعی ینافی الضمان اور وکیل کو صحیح ہے ثمن مین رہن لینا اور ضامن لینا تو اسپر تاوان نہین اگر رہن ضائع ہوگیا اسکے ہاتھ مین یا مال ہلاک ہوگیا ضامن پر اسواسطے کہ جواز شرعی تاوان کی منافی ہے ہم ہلاکی مال کی صورت یہ ہے کہ مقدمہ رجوع کرے اس قاضی کے پاس جسکے مذہب مین اصیل بری الذمہ ہوجاتا ہے ضمانت سے پھر ضامن مفلس ہوکر مرجاے لہذا بعضون نے کہا کہ کفالت سے یہان حوالہ مراد ہے اور بعضون نے کہا کہ کفالت اپنے معنی حقیقی پر ہے تو ہلاکی کی صورت یہ ہوگی کہ کفیل اور مکفول عنہ مفلس ہوکر مرجاے کذا فی الطحطاوی عن الوانی عن شرح الہدایۃ ویتقید شراءہ بمثل القیمۃ وغبن یسیر وھو ما یقوم بہ مقوم اور وکیل کی خرید مقید بمثل قیمت ہے یا غبن قلیل کے ساتھ غبن قلیل وہ ہے کہ اسکے برابر کوئی قیمت کرنے والا واقف کا قیمت کرتا ہو کذا فی الدرر وغبن یسیر کا واو بمعنی او ہے اور غبن یسیر کی یہی تعریف مذکور اصح ہے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم یکن سعرہ معروفا وان کان سعرہ معروفا بین الناس کخبز ولحم وموز وجبن لا ینفذ علی الموکل وان قلت الزیادۃ ولو فلسا واحدا بہ یفتی بحر وبنایۃ اور یہ قید کہ وکیل کی خرید جائز ہونا غبن یسیر کے ساتھ اس وقت ہے جبکہ نرخ اسکا مشہور نہو اور اگر نرخ اسکا معروف اور مشہور ہو لوگون مین جیسے کہ روٹی اور گوشت اور کیلے اور پنیر کا نرخ تو غبن کے ساتھ بیع نافذ نہوگی موکل پر اگرچہ زیادتی قلیل ہو اگرچہ ایک ہی پیسا ہو اسی کا فتوے ہے کذا فی البحر والبنایۃ وکلہ ببیع عبد فباع نصفہ صح لاطلاق التوکیل وقالا ان باع الباقی قبل الخصومۃ جاز والا لا وھو استحسان ملتقی وھدایۃ وظاھرہ ترجیح قولھما والمفتی بہ خلافہ بحر وکیل کیا اسکو غلام کی بیع کا سو وکیل نے نصف غلام بیچا تو صحیح ہے بسبب مطلق ہونے توکیل کے اور صاحبین نے کہا اگر وکیل نے باقی غلام کو بیچ ڈالا قبل خصومت کے تو بیع جائز ہے اور نہین تو جائز نہین اور یہ استحسان ہے کذا فی الملتقی و الہدایۃ اور ظاہر ہدایہ مین قول صاحبین کی ترجیح ہے اور قول مفتی بہ اسکے مخالف ہے کذا فی البحر ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ توکیل مطلق ہے اجتماع اور افتراق سے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ شرکت ایسا عیب ہے کہ قیمت کو کم کرڈالتا ہے تو اطلاق مراد نہوگا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک توکیل بالبیع مین عموم اور اطلاق مراد ہے اور توکیل بالشراء مین وہ متعارف مراد ہے جسمین ضرر اور تہمت نہین اور صاحبین کے نزدیک دونون برابر ہین وقیدہ ابن الکمال الخلاف بما یتعیب بالشرکۃ والا جاز اتفاقا فلیراجع اور ابن کمال نے امام اور صاحبین کے خلاف مین اسکی قید لگائی کہ جو شرکت سے معیوب ہوجاے اور اگر شرکت سے معیوب نہو تو بالاتفاق جائز ہے تو اس تقیید کو تلاش کرنا چاہیے کتب فقہ مین ہم بحر الرائق مین ہے کہ غلام سے مراد وہ ہے جسکی تبعیض مین ضرر ہے تو احتراز واقع ہوا اس سے جسکی تبعیض مین ضرر نہین جیسے گیہون اور جو کہ وہ بالاتفاق جائز ہے چنانچہ معراج مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی الشراء یتوقف علی شراءہ باقیہ قبل الخصومۃ اتفاقا اور نصف غلام کی خرید مین خرید موقوف ہے اسکی نصف باقی کے خرید کرنے پر قبل خصومت کے بالاتفاق امام اور صاحبین کے لئے اگر قبل

خصومت کرنے موکل کے وکیل نے نصف باقی کو خرید کرلیا تو صحیح ہوا نہیں صحیح نہیں ولو رد مبیع بعیب علی وکیلہ بالبیع ببینۃ او نکولہ او اقرارہ فیما لا یحدث مثلہ فی ھذہ المدۃ ردہ الوکیل علی الآمر اور اگر مبیع پھیر دیا گیا بسبب عیب کے اسکی بیع کے وکیل پر بواسطہ گواہون کے یا قسم نکھانے وکیل کے یا اقرار سے وکیل کے اس عیب مین کہ ویسا عیب اتنی مدت مین پیدا نہین ہوتا تو وکیل اسکو پھیر دیگا موکل پر وبو باقرارہ فیما یحدث لا یردہ ولزم الوکیل اور اگر رد مبیع ہوا وکیل کے اقرار سے اس عیب مین کہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت مین تو موکل پر نہ پھیریگا اور وکیل کو وہ لازم ہے الاصل ان الوکالۃ الخصوص فی المضاربۃ العموم قاعدہ کلیہ وکالت مین خصوص ہے اور مضاربت مین عموم ہے ولذا وکالت بیان جنس سے صحیح نہین بلکہ بیان نوع یا ثمن ضرور ہے بخلاف مضاربت ولذا مضارب ابداع کا مالک ہے وفرع علیہ بقولہ فان باع الوکیل نسیئۃ فقال امرتک بنقد وقال اطلقت صدق الآمر اور مصنف نے قاعدہ مذکور پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر وکیل نے بیع کی ادھار اور موکل نے کہا کہ مین نے نقد کے ساتھ بیچنے کا امر کیا تھا اور وکیل نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو موکل کی تصدیق ہوگی یقینا سواسطے کہ وکالت مین خصوص اصل ہے وفی الاختلاف فی المضاربۃ صدق المضارب عملا بالاصل اور مضاربت کے اختلاف مین مضارب کی تصدیق ہوگی اصل پر عمل کرنے سے یعنے مضارب نے ادھار بیچا اور رب المال نے کہا کہ مین نے نقد سے بیچنے کو کہا تھا اور مضارب نے کہا کہ تو نے مطلق کہا تھا تو مضارب ہی کی تصدیق ہوگی کیونکہ اصل مضاربت مین عموم ہے لا ینفذ تصرف احد الوکیلین معا لو وکلھما بکلام واحد وحدہ ولو الآخر عبدا او صبیا او مات او جن نافذ نہین تصرف فقط ایک وکیل کا ان دو وکیلون مین سے جنکو موکل نے ساتھ ہی وکیل کیا چنانچہ یون کہا موکل نے کہ مین نے تم دونون کو وکیل کیا فلانے کام کا اگرچہ دوسرا وکیل غلام یا صغیر ہو یا مر گیا یا دیوانہ ہو گیا ہو اسواسطے ایک وکیل کا تصرف نافذ نہین کہ موکل دونون وکیلون کی راے سے راضی ہوا ہے نہ فقط ایک کی راے سے اور یہ ایسے تصرف مین ہے جسمین اجتماع سے کوئی مانع نہین اور اسمین راے کی حاجت ہے اور توکیل بلفظ واحد ہو کذا فی الدرر الا فیما اذا وکلھما علی التعاقب بخلاف الوصیین کما سیجئی فی بابہ مگر احد الوکیلین کا تصرف اس صورت مین نافذ ہے جبکہ موکل نے دو شخصون کو وکیل کیا علی التعاقب نہ ساتھ ہی بلفظ واحد بخلاف دو وصی کے کہ باوجود وصایت علی التعاقب ایک وصی کا تصرف بدون دوسرے کے نافذ ہوگا چنانچہ باب الوصایا مین آویگا وفی خصومۃ بشرط رای الآخر لا حضرتہ علی الصحیح تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر خصومت مین نافذ ہے بشرط شرکت راے وکیل ثانی کے نہ حاضر ہونا دوسرا وکیل کا بنا بر قول صحیح کے ہر خصومت مین تصرف ایک وکیل کا اسواسطے نافذ ہوا کہ وہان اجتماع متعذر ہے کہ شور وشغب کا موجب ہوگا مجلس قضا مین کذا فی الدرر منح الغفار مین عینی سے مذکور ہے کہ خصومت مین وکیل ثانی کی راے مشروط ہے تو اگر بدون راے ثانی وہ مباشر ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز نہین الا اذا انتھیا الی القبض فحینئذ یجتمعان جوہرہ خصومت مین احد الوکیلین کا تصرف نافذ ہے مگر جب دونون وکیل منتہی ہون قبض کی طرف یعنے جب خصومت منتہی بقبض ہو تو جائز نہین یہان تک کہ دونون وکیل مجتمع ہون کذا فی الجوہرہ وعتق معین وطلاق معینۃ لم یعوضا بخلاف معوض وغیر معین اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر غلام معین کے عتق اور زوجہ معینہ کی طلاق مین جو عتق اور طلاق کہ بلا بدل ہے بخلاف معوض اور غیر معین عتق اور طلاق معینہ بلا عوض مین راے کی حاجت نہین لہذا فقط ایک وکیل کا تصرف کافی ہے بخلاف معوض اور غیر معین کے کہ اسمین ایک وکیل کا تصرف بدون دوسرے کے کافی نہین وتعلیق بمشیتھما ای الوکیلین فانہ یلزم اجتماعھما بالتعلیق قالہ المصنف اور تعلیق بمشیت وکیلین اسواسطے کہ اجتماع وکیلین لازم ہے تعلیق پر عمل کرنے سے ایسا ہی کہا ہے مصنف نے چنانچہ موکل نے کہا دونون وکیلون سے کہ تم اسکو طلاق دو اگر تم چاہو تو وقوع طلاق مین دونون کا فعل شرط ہے اسواسطے کہ جو چیز دو شی کے ساتھ معلق ہوتی وہ متحقق نہین ہوتی ایک شی کے وجود کے ساتھ اور یہی حکم ہے عتق معلق کا قلت وظاہرہ عطفہ علی لم یعوضا کما یعلم من العینی والدرر فحق العبارۃ ولا علقا بمشیتھما فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہرا عطف تعلیق بمشیتھما کا لم یعوضا

پر ہی چنانچہ عینی اور درر سے معلوم ہوتا ہی تو حق عبارت یون تھا ولا علقا بمشیتہما سو تامل کرو ھم تو اب ترجمہ یون ہوگا کہ تصرف احد الوکیل نافذ نہین مگر عتق معین اور طلاق معینہ مین جسکا بدلا نہین لیا گیا اور نہ وکیلین کی مشیت پر دونون معلق کیے گیے و فی تدبیر و رد عین کودیعۃ و عاریۃ و مغصوب و مبیع فاسد خلاصۃ اور تصرف احد الوکیلین نافذ نہین مگر مدبر کرنے اور رد عین مین چنانچہ ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کے پھیر دینے مین کذا فی الخلاصۃ بخلاف استردادھا فلو قبض احدھا ضمن کلہ لعدم امرہ بقبض شیء منہ وحدہ سراج بخلاف استرداد عین کے تو اگر وکیل ودیعت اور عاریت اور مغصوب اور مبیع فاسد کو پھیر لے گا تو اسکے پورے کا تاوان دیگا یعنے درصورت ہلاکی شیء مسترد بسبب نہونے امر موکل کے اسمین سے کچھ قبضہ کرنے کا تنہا یعنے موکل نے یہ نکہا تھا کہ ایک وکیل تنہا بعض شیء پر قبضہ کرے کذا فی السراج ھم یہ جواب ہی سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہی کہ مسترد کے پورے تاوان ہونے کی کیا وجہ ہی لائق تو یون تھا کہ وکیل پر نصف ضمان ہوتا اسواسطے کہ ہر وکیل نصف شیء کے قبض پر مامور تھا خلاصہ جواب یہ ہی کہ اسکو نصف پر قبضہ کرنے کا تنہا امر نتھا بلکہ اجتماع وکیلین امر تھا پھر جب اسنے خلاف امر کیا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو پورا ضمان اسپر لازم آیا و فی تسلیم ہبۃ بخلاف قبضہا ولوالجیہ اور تسلیم ہبہ یعنے موہوب مین احد الوکیلین کافی ہی بخلاف قبض موہوب کے کہ اسمین اجتماع وکیلین ضرور ہی کذا فی الولوالجیہ و قضاء دین بخلاف اقتضائہ عینی اور دین کے ادا مین ایک وکیل کافی ہی بخلاف دین کے تقاضی کے کہ اسمین انفراد کافی نہین کذا فی العینی ھم واداء عین اور قبض ہبہ اور اقتضاے دین مین ایک وکیل کا تصرف اسواسطے کافی نہوا کہ اجتماع وکیلین ممکن ہی اور اسمین موکل کی غرض صحیح ہی اسواسطے کہ حفظ دو شخصون کا ایک شخص کا حفظ کی برابر نہین و بخلاف الوصایۃ لاثنین وکذا المضاربۃ والقضاء والتحکیم والتولیۃ علی الوقف فان ھذہ الستۃ کالوکالۃ فلیس لاحدھما الانفراد ھم اور بخلاف دو شخصون کے وصی ہونے کے اور اسی طرح دو شخصون کی مضاربت اور قضا اور تحکیم اور وقف پر متولی ہونے کے تو یہ چھ چیزین وکالت کے مانند ہین تو ایک شخص کو دو شخصون مین سے انفراد اور تنہائی جائز نہین کذا فی البحر ھم اشیاء مذکورہ پانچ ہین نہ چھ تو شاید کہ شارح نے وصایت مین دو صورتین ٹھہرائین ایک صورت یہ کہ دونون کو ساتھ وصی مقرر کیا اور دوسری صورت یہ کہ علی التعاقب کیا چونکہ اشیاء مذکورہ مین راے اور تجویز کی حاجت ہی لہذا انفراد کافی نہین مثلاً بادشاہ نے ایک محل یا ایک حادثہ مین دو قاضی مقرر کیے تو ایک قاضی کا فیصلہ کرنا کافی نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا ھم الا فی مسئلۃ ما اذا شرط الواقف النظر لہ او الاستبدال مع فلان فان للواقف الانفراد دون فلان اشباہ مگر اس مسئلہ مین جبکہ وقف کرنے والے نے وقف کی نظارت یا استبدال کو اپنے واسطے شرط کیا فلانے شخص کے ساتھ تو واقف کو نظارت یا استبدال مین انفراد جائز ہی نہ فلانے شخص کو کذا فی الاشباہ والوکیل بقضاء الدین من مالہ او من مال موکلہ لا یجبر علیہ اذا لم یکن للموکل علی الوکیل دین وھو واقعۃ الفتوی کما بسطہ العمادی واعتمدہ المصنف اور اداے دین کا وکیل خواہ اداے دین وکیل کے مال سے ہو یا موکل کے مال سے ہو اسپر زبردستی نکیجائیگی اداے دین مین بشرطیکہ موکل کا وکیل پر دین نہو اور یہ واقعہ کبھی فتوی طلب تھا چنانچہ اسکو عمادی نے مشرح بیان کیا ہی اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ھم اشباہ کی عبارت اس سے عام تر ہی چنانچہ اسمین یون ہی کہ وکیل پر جبر نہین اگر وہ باز رہے اس فعل سے جسمین وہ وکیل ہوا مگر تین مسئلون مین اور ملتقطات مین علت اسکی یہ مذکور ہی کہ اسکا کرنا اسپر واجب نہین لیکن تنویر البصائر مین ہی کہ وکیل پر جبر ہوگا دفع دین مین جبکہ اسکے پاس موکل کا مال ہو کذا فی الطحطاوی قال ومفادہ ان الوکیل ببیع عین من مال الموکل لوفاء دینہ لا یجبر علیہ کما لا یجبر الوکیل بنحو طلاق ولو بطلبہا علی المعتمد وعتق وھبۃ من فلان وبیع منہ لکونہ متبرعا مصنف نے کہا اور عدم جبر وکیل کا مفاد یہ ہی کہ موکل کے مال سے ایک چیز کے بیچنے کا ایک شخص وکیل ہی موکل کے اداے دین کے واسطے تو اسپر جبر نہوگا بیچنے پر چنانچہ وکیل پر جبر نہین بمثل طلاق اگرچہ توکیل طلاق عورت کی خواہش سے ہو بنا بر قول معتمد کے اور جبر نہین عتق پر اور فلانے شخص کے ہبہ کرنے پر اور اسکے ہاتھ بیچنے پر کیون کہ وکیل

افعال مذکورہ کے کرنے مین متبرع ہی یعنی افعال مذکورہ اسپر لازم الفعل نہین الا فی ثلث مسائل اذا وکلہ بدفع عین ثم غاب او ببیع رھن شرط فیہ او بعدہ فی الاصح او بخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ اشباہ خلافا لما افتی بہ قاری الھدایۃ مگر تین مسئلون مین وکیل پر جبر کیا جائیگا جبکہ موکل نے اسکو وکیل کیا دفع عین کا پھر موکل غائب ہوگیا یا اُس مرہون کی بیع کا وکیل کیا جسکے عقد رہن مین بیع مشروط ہی یا بعد رہن بیع کی شرط ہوئی قول اصح مین یا اسکو وکیل کیا خصومت مین مدعی کے طلب کرنے سے اور مدعا علیہ غائب ہوگیا کذا فی الاشباہ بخلاف فتوی قاری ہدایہ ہم بیان شارح ظاہر ادلالت کرتا ہی کہ قاری ہدایہ مسائل ثلثہ مین مخالف ہی حالانکہ مخالفت اسکی فقط متن کے مسئلے مین ہی کہ وہ جبر وکیل کا قائل ہی درصورت امر موکل بدفع دین و ثبوت مال موکل بدست وکیل چنانچہ منح الغفار مین متن مذکور ہی کذا فی الحلبی قلت وظاھر الاشباہ ان الوکیل بالاجر یجبر فتدبر مین کہتا ہون اور ظاہر اشباہ یہ ہی کہ وکیل بالاجر پر جبر ہی سو تامل کر اسکو ہم اشباہ مین ہی کہ وکیل پر جبر نہین بغیر اجرت کے ثمن کے تقاضے پر انتہے مختصرا اور ابن ضیا کی شرح مجمع مین ہی کہ جو اجرت لیکر بیچتا ہی جیسے بیاع اور سمسار اسپر جبر کیا جائیگا استیفاء ثمن پر اسواسطے کہ اسکو بیع گیا بدلا اسکے عمل کا مانند مضارب کے درصورت حصول نفع کذا فی الطحطاوی ولکن نسینا مسئلۃ واقعۃ الفتوی والحمد للہ بتوفیق البصائر فلعلہ او فی اور نہ بھولنا واقعۃ الفتوے کے مسئلے کو اور مراجعت کر تنویر البصائر حاشیہ اشباہ کی طرف کہ اسنے پورا اسکو بیان کیا ہی ہم واقعۃ الفتوے یہ ہی کہ جب وکیل ہوا اُس دین کی قضا کا جو موکل پر ہی تو اسپر جبر ہوگا تو مسائل اجبار وکیل ان دو مسئلون کے ساتھ ملا کر پانچ مسئلے ہوئے ملا عبارۃ تنویر البصائر یہ ہی کہ اگر وکیل مامور ہو قضاے دین پر اپنے مال سے تو اسپر جبر نہین اور اگر امر کے مال سے مامور ہو تو اُسپر جبر ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی فروق الاشباہ التوکیل بغیر رضی الخصم لا یجوز عند الامام الا ان یکون الموکل حاضرا بنفسہ او مسافرا او مریضا او مخدرۃ اور اشباہ کے فروق مین ہی وکیل کرنا بدون رضامندی مخاصم کے جائز نہین امام کے نزدیک مگر جبکہ موکل بذات خود حاضر ہو یا مسافر یا مریض یا پردہ نشین ہو ہم یہ مسئلہ مکرر ہوگیا کہ اول کتاب الوکالۃ مین مذکور ہو چکا الوکیل لا یوکل الا باذن آمرہ لوجود الرضی وکیل دوسرے شخص کو وکیل نہین کرسکتا مگر اپنے موکل کے اذن سے بسبب وجود رضامندی کے ہم وکیل کو دوسرا وکیل کرنا اسواسطے جائز نہوا کہ اسکو تصرف مفوض ہی نہ توکیل اور موکل تصرف مین وکیل کی رائے سے راضی ہوا اور لوگ رائے مین مختلف ہوتے ہین اور مراد یہ ہی کہ جس کام مین وہ وکیل ہوا اُسمین دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا تو حقوق عقد کی توکیل خارج ہوگئی مثلاً بیع کا وکیل دوسرے کو بیع مین وکیل نہین کرسکتا لیکن تقاضائے ثمن مین بلا اذن موکل کرسکتا ہی اسواسطے کہ حقوق عقد مین وکیل خود اصیل ہی الا اذا وکلہ فی دفع زکوۃ فوکل آخر ثم وثم فدفع الاخیر جاز ولا یتوقف بخلاف شراء الاضحیۃ خانیۃ وکیل دوسرے کو وکیل نہین کرسکتا مگر جبکہ وکیل کو دفع زکوۃ مین وکیل کیا سو اسنے دوسرے کو وکیل کیا اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وعلی ہذا القیاس سو وکیل اخیر نے زکوۃ فقیر کو دی تو جائز ہی اور یہ جواز موقوف نہ رہیگا وکیل اول کی اجازت پر بخلاف خرید قربانی کذا فی الاضحیۃ الخانیہ یعنی موکل نے زید کو قربانی خرید کرنے پر وکیل کیا اور زید نے خالد کو وکیل کیا سو خالد نے قربانی خرید کی تو یہ خرید زید کی اجازت پر موقوف ہی اگر اسنے جائز رکھی تو جائز ہی اور نہین تو نہین کذا فی الطحطاوی ولا الوکیل فی قبض الدین اذا وکل من فی عیالہ بحر ابن ملک اور وکیل کو وکیل کرنا جائز نہین مگر قبض دین کا وکیل جب کہ وکیل کرے اسکو جو اسکی عیال مین ہی تو صحیح ہی کذا ذکرہ ابن ملک ولا عند تقدیر الثمن من الموکل الاول لہ ای لوکیلہ فیجوز بلا اجازتہ لحصول المقصود درر اور وکیل کو توکیل جائز نہین مگر نزدیک ٹھہرا دینے ثمن کے موکل اول کی جانب سے اپنے وکیل کو تو جائز ہی بلا اجازت وکیل اول بسبب حاصل ہونے مقصود کے کذا فی الدرر اسواسطے کہ رائے کی طرف حاجت تقدیر ثمن کے واسطے ہوتی ہی سو یہان حاصل ہی بخلاف اس صورت کے جبکہ دو وکیل مقرر کیے اور ثمن ٹھہرا دیا اسواسطے کہ جب دو شخصون کی طرف تفویض ہوئی باوجود تقدیر ثمن تو ظاہر ہوگیا کہ

غرض موکل اجتماع راے وکیلین ہو زیادت ثمن اور اختیار مشتری مین کذا فی الہدایہ والتفویض الیہ کاعمل برأیک کالاذن فی التوکیل لا فی طلاق وعتاق لانهما مما یحلف به فلا یقوم هذا مقامه قنیه اور سپرد کرنا وکیل کی راے کی طرف چنانچہ موکل کا وکیل سے یون کہنا کہ عمل کر اپنی راے اور تجویز سے اذن کے مانند ہو وکیل کرنے مین مگر طلاق اور عتاق مین اذن کے مانند نہین اسواسطے کہ طلاق اور عتاق منجملہ ان امور کے ہے کہ انکے قسم کھائی جاتی ہے تو غیر وکیل بجاے وکیل نہین ہو سکتا کذا فی القنیہ ص یہ حکم بنظر تفویض کے ہے اور اگر وکیل کو صریحاً اذن ہو طلاق اور عتاق کی توکیل مین تو بلاشبہ صحیح ہے کذا فی الطحطاوی فان وکل الوکیل غیره بدونهما ای بدون اذن وتفویض ففعل الثانی بحضرته او غیبته فاجازه الوکیل الاول صح وتعلق حقوقه بالثانی علی الصحیح پھر اگر وکیل نے اپنے غیر کو وکیل کیا بدون اذن اور تفویض موکل کے پھر وکیل ثانی نے وکیل اول کے سامنے یا پیچھے وہ کام کیا سو وکیل اول نے اسکو جائز رکھا تو صحیح ہے اور حقوق عقد عاقد سے یعنے وکیل ثانی سے متعلق ہونگے بقول صحیح اسواسطے کہ مقصود حصول راے وکیل اول ہے سو یہان حاصل ہے الا فی ما یتعلق بنحو طلاق وعتاق لتعلقهما بالشرط فکان الموکل علقه بلفظ الاول دون الثانی مگر اس تصرف مین جو عقد نہین جیسے طلاق اور عتاق وکیل ثانی کا فعل باوجود اجازت وکیل اول صحیح نہین بسبب متعلق ہونے طلاق اور عتاق کی شرط سے یعنے دونون تعلیق بالشرط کی قابل ہین تو گویا موکل نے طلاق یا عتاق کو معلق کیا وکیل اول کی لفظ سے نہ وکیل ثانی کی لفظ سے وابراء عن الدین قنیه وخصومة وقضاء دین فلا تکفی الحضرة ابن ملک خلافاً للخانیه اور دین سے ابرا کرنے مین کذا فی القنیہ اور خصومت اور ادای دین مین تو کافی نہین حاضر ہونا وکیل اول کا کذا ذکرہ ابن ملک برخلاف خانیہ کے ص خلاف خانیہ فقط خصومت مین ہے انمین یون ہے کہ اگر وکیل ثانی نے خصومت کی اور موکل حاضر ہے تو جائز ہے اسواسطے کہ جب وکیل اول حاضر ہوا تو گویا اسنے خصومت کی بذات خود مانند وکیل بیع کذا فی الطحطاوی وان فعل اجنبی فاجازه الوکیل الاول جاز الا فی شراء فانه ینفذ علیه لا یتوقف متی وجد نفاذا اور اگر اجنبی شخص نے کام کیا سو اسکو وکیل اول نے جائز رکھا تو جائز ہے مگر خرید کرنے مین کہ وہ اجنبی پر نافذ ہوگا اور موقوف نرہیگا جبکہ وہ نفاذ پاوے وان وکل بہ ای بالامر او التفویض فهو ای الثانی وکیل الامر حتی فلا ینعزل بعزل موکله او موته وینعزلان بموت الاول کما مر فی القضاء اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا موکل اول کے امر یا تفویض سے تو وکیل ثانی امر یعنے موکل اول کا وکیل ہے اور اس وقت مین تو وہ معزول نہوگا اپنے موکل یعنے وکیل اول کے معزول کرنے اور مرجانے سے اور دونون وکیل معزول ہونگے موکل اول کی موت سے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب القضا مین وفی البحر عن الخلاصة والخانیة له عزله فی قوله اصنع ما شئت لرضاه بصنعه وعزله من صنعه بخلاف اعمل برأیک قال المصنف فعلیه لو قیل للقاضی اصنع ما شئت فله عزل نائبه بلا تفویض العزل صریحاً لان النائب کوکیل الوکیل اور بحر الرائق مین خلاصہ اور خانیہ سے مذکور ہے کہ وکیل اول کو وکیل ثانی کا معزول کرنا جائز ہے موکل کے اس قول مین کہ کر جو تیرا جی چاہے بسبب راضی ہونے موکل کے وکیل اول کی صنعت سے اور اسکا معزول کرنا بھی اسکی صنعت سے ہے بخلاف اس قول کے کہ عمل کر اپنی راے پر مصنف نے اپنی شرح مین کہا تو بموجب اس قول کے اگر قاضی سے کہا جاے کہ کر جو تیرا جی چاہے تو اسکو اپنے نائب کا معزول کرنا جائز ہے بدون اسبات کے کہ اسکو معزول کرنا صریحاً مفوض ہوا اسواسطے کہ نائب قاضی وکیل الوکیل کے مانند ہے واعلم ان الوکیل وکالة عامة مطلقة مفوضة انما یملک المعاوضات لا الطلاق والعتاق والتبرعات به یفتی زواهر الجواهر وتنویر البصائر اور دریافت کر کہ وکیل بوکالت عامہ مطلقہ مفوضہ مالک نہین مگر معاوضات کا نہ طلاق اور عتاق اور تبرعات کا اسیکا فتوے ہے کذا فی زواہر الجواہر

وتنویر البصائر قال لرجل فوضت الیک امر امرأتی صار وکیلا بالطلاق وتقید طلاقه بالمجلس بخلاف قوله وکلتک فی امر امرأتی فلا یتقید به ص کہا ایک مرد سے کہ مین نے تفویض کیا تیری طرف اپنی عورت کا امر تو وہ وکیل ہو گیا طلاق کا اور مقید ہوگا طلاق دینا اسکا مجلس مین

یعنے اگر اسی مجلس مین طلاق دے گا تو صحیح ہے نہین تو صحیح نہین بخلاف اس قول کے کہ یعنے تجھکو وکیل کیا اپنی عورت کے امر مین تو طلاق مقید ہوگی اسی مجلس کے ساتھ
کذا فی الدرر یعنے اگر بعد اس مجلس کے طلاق دیگا تو صحیح ہوگا ومن لا ولایة له علی غیره لم یجز تصرفه فی حقه وحینئذ فاذا باع عبد او مکاتب او ذمی
او حربی عینی مال صغیر الحر المسلم او شری او احد منهم به او زوج صغیرة کذلک ای حرة مسلمة لم یجز لعدم الولایة جبکہ شخص
کو ولایت ثابت نہین اپنے غیر پر تو اسکا تصرف جائز نہین اس غیر کے حق مین اور اسوقت تو اگر بیچے غلام یا مکاتب یا ذمی یا حربی کذا فی العینی اپنے طفل
صغیر آزاد مسلمان کا مال یا کوئی شخص انمین سے بعوض اس مال کے کچھ خرید کرے یا نکاح کردے اسی طرح کی صغیرہ کا یعنے آزاد مسلمان کا تو جائز نہوگا بسبب نہونے
ولایت کے یعنے غلام کی ولایت آزاد پر نہین اور ذمی اور حربی کی ولایت مسلمان پر ثابت نہین تو تصرفات مذکورہ بھی جائز نہین والولایة فی مال الصغیر
الی الاب ثم وصیه ثم وصی وصیه اذ الوصی یملک الایصاء ثم الی الجد اب الاب ثم الی وصیه ثم وصی وصیه ثم الی القاضی ثم الی من
نصبه القاضی ثم وصی وصیه اور صغیر کے مال مین اسکے باپ کی ولایت ہے پھر باپ کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی اسواسطے کہ وصی مالک ہے دوسرے
کو وصی کرنے کا پھر ولایت دادا کی ہے جو باپ کا باپ ہے یعنے جد فاسد مراد نہین پھر دادا کے وصی کی پھر اسکے وصی کے وصی کی پھر ولایت قاضی کی ہے پھر
اسکی جسکو قاضی نے وصی مقرر کیا پھر اسکے وصی کے وصی کی ولیس لوصی الام ووصی الاخ ولایة التصرف فی ترکة الام مع حضرة الاب او وصیه
او وصی وصیه او الجد اب الاب اور ماں کے وصی اور بھائی کے وصی کو ولایت تصرف کرنے کی نہین ماں کے متروکہ مین اور اسی طرح بھائی کے متروکہ مین
باوجود حاضر ہونے باپ کے یا اسکے وصی کے یا اسکے وصی کے وصی کی یا باوجود ہونے دادا کے جو باپ کا باپ ہے وان لم یکن واحد ممن ذکر فلهما ای لوصی الام الحفظ و
اگر کوئی نہو اشخاص اربعہ مذکورہ سے تو اسکو یعنے ماں کے وصی کو ماں کے متروکہ مین حفاظت کی ولایت ہے وبیع المنقول لا العقار اور ماں کے وصی کو بیع منقول
کی جائز ہے نہ زمین وغیرہ منقول کی ہم بیع منقول اسواسطے جائز ہے کہ وہ منجملہ حفاظت کے ہے ولا یشتریان الا الطعام والکسوة لانهما من جملة حفظ الصغیر خانیة
اور ماں کا وصی کوئی چیز خریدے سوائے طعام اور لباس صغیر کے اسواسطے کہ وہ دونون منجملہ حفظ صغیر کے ہین کذا فی الخانیة فروع مسائل ملحقہ شارح کے
وصی القاضی کوصی الاب الا اذا قید القاضی بنوع تقید به وفی الاب یعم الکل عمادیة قاضی کا وصی باپ کے وصی کے مانند ہے مگر جبکہ قاضی وصی کو
ایک قسم کے تصرف کے ساتھ مقید کرے تو اسکا وصی ہونا اسی قسم کے ساتھ مقید ہوگا اور باپ کے وصی مین جمیع انواع تصرفات کا عموم ہے کذا فی العمادیة یعنے اگرچہ باپ نے
ایک نوع مین وصی کیا ہو تو بھی وہ جمیع انواع مین وصی ہوگا وفی متفرقات البحر القاضی او امینه لا ترجع حقوق عقد باشره للیتیم الیهما
بخلاف وکیل ووصی واب فلو ضمن القاضی او امینه ثمن ما باعه للیتیم بطلبه صح بخلافهم اور بحر الرائق کی متفرقات مین ہے کہ قاضی یا
اسکے امین کی طرف اس عقد کے حقوق راجع نہین ہوتے جسکے وہ فاعل اور مباشر ہے بخلاف وکیل اور وصی اور باپ کے تو اگر قاضی یا اسکا امین تاوان دے بعد
بالغ ہونے یتیم کے اس چیز کے ثمن کا جسکو قاضی یا اسکے امین نے یتیم کے واسطے بیچا تو صحیح ہے بخلاف ان لوگون یعنے وکیل اور وصی اور باپ کے ہر قاضی اور
امین کا تاوان اسواسطے صحیح ہوا کہ دونون حقوق عقد سے اجنبی ہین بخلاف وکیل وغیرہ کے کہ انکے واسطے حق استیفا ثابت ہے تو انکا ضمان دینا اپنی
ذات کے واسطے صحیح نہوگا کذا فی الطحطاوی وفی الاشباه جاز التوکیل بکل ما یعقده الوکیل لنفسه الا الوصی فله ان یشتری مال الیتیم
لنفسه لا لغیره بوکالة اور اشباہ مین ہے کہ وکیل کرنا جائز ہے ہر ایک اس چیز مین جسکو وکیل عقد کر سکتا ہے اپنی ذات کے واسطے سوائے وصی کے کہ اسکو
مال یتیم کا خرید کرنا اپنے واسطے جائز ہے نہ اپنے غیر کے واسطے بطریق وکالت کے ہم طحطاوی نے کہا اشباہ کے جس نسخے پر مفتی ابو السعود نے حاشیہ لکھا ہے
اسمین بجائے وکیل کے موکل کا لفظ ہے اور یہی موافق ہے ما تقدم سے انتہی وجاز الوکیل بالتوکیل اور وکیل کرنے کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے ہم
تو جب ایک شخص کو وکیل کیا اس بات کا کہ وہ فلانے شخص کو خرید کرنے مین وکیل کرے سو اسنے اسکو وکیل اور کیا وکیل نے خرید کی تو وہ

ثمن مامور سے پھر لے اور مامور اپنے امر سے اور وکیل آخر اول سے نہ لے گا کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ

باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض

یہ باب ہے خصومت اور قبض کی وکالت کے احکام میں ہم مصنف نے زائد از ترجمہ وکیل ملازمت اور تقاضے وغیرہما کے بھی مسائل مذکور کیے ہیں خصومت عبارت ہے دعوی صحیح یا جواب صریح سے اسطرح کہ ہاں یا نہیں چنانچہ سابق مذکور ہو چکا وکیل الخصومۃ والتقاضی ای اخذ الدین لا یملک القبض عند زفر و بہ یفتی لفساد الزمان واعتمد فی البحر العرف ۔ وکیل خصومت اور تقاضی کا یعنی دین کے لینے کا مالک نہیں قبض دین کا زفر کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب فساد زمانہ کے کہ اکثر وکیل خیانت پیشہ ہیں اور بحر الرائق میں عرف پر اعتماد کیا ہے ہم تقاضا بمعنی اخذ دین باعتبار اصل لغت کے ہے لیکن عرف میں تقاضا بمعنی مطالبہ ہے نہ قبض اور عرف مقدم ہے لغت پر اور امام اور صاحبین کے نزدیک وکیل تقاضا قبض کا مالک ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے خواہ وہ چیز عین ہو یا دین صاحب بحر نے فتاوے صغرے سے نقل کیا کہ وکیل تقاضا میں عرف کا اعتماد ہے اگر ایسے شہر میں ہو جہاں سوداگروں میں رواج ہے کہ تقاضا کرنے والا ہی قبض دین ہوتا ہو تو وہ قبض دین کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں منح الغفار میں سراجیہ سے منقول ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی ولا الصلح اجماعا بحر اور نہ خصومت اور تقاضی کا وکیل صلح کرنے کا مالک ہے بالاتفاق کذا فی البحر اسواسطے کہ صلح مغائر ہے اسکی جسکے واسطے وہ وکیل ہے اور رسول التقاضی یملک القبض لا الخصومۃ اجماعا بحر اور تقاضا کرنے کا رسول مالک ہے قبض کا نہ خصومت کا بالاتفاق کذا فی البحر ارسلتک او کن رسولا عنی ارسال وامرتک بقبضہ توکیل خلافا للزیلعی یوں کہنا کہ ارسلتک یعنی میں نے تجھکو پیام رسان کیا یا یوں کہنا کہ کن رسولا عنی یعنی تو میرے طرف سے رسول یعنی پیام رسان ہو یہ رسول مقرر کرنا ہے اور یوں کہنا کہ میں نے تجھکو امر کیا اسکے قبضہ کرنے کا یہ توکیل ہے برخلاف زیلعی یعنی انہی نے امرتک بقبضہ کو ارسال کہا ہے نہ توکیل ولا یملکہما ای الخصومۃ والقبض وکیل الملازمۃ اور وکیل ملازمت مالک نہیں خصومت اور قبض کا ملازمت عبارت ہے ساتھ نہ چھوڑنے سے سو اسکو خصومت اور قبض لازم نہیں کذا فی المنح کما لا یملک الخصومۃ وکیل الصلح جیسے وکیل صلح مالک نہیں خصومت کرنے کا کذا فی البحر و وکیل قبض الدین یملکہا ای الخصومۃ خلافا لہما ولو وکیل الدائن ولو وکیل القاضی لا یملکہا اتفاقا اور قبض دین کا وکیل مالک ہے خصومت کا برخلاف صاحبین کے اگر وکیل صاحب دین کا ہو اور اگر قاضی کا وکیل ہو تو بالاتفاق امام اور صاحبین کے خصومت کا مالک نہیں کوکیل بقبض العین اتفاقا جیسے قبض عین کا وکیل بالاتفاق مالک خصومت نہیں ہے اسواسطے کہ وکیل مذکور امین محض ہے تو وہ بہ رسول کے ہوا تو اگر اپنے غلام کے قبض کا وکیل کیا ہو ذو الید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ موکل نے اسکو بیچ ڈالا ہے تو امر موقوف رہیگا تا حضور موکل غائب کے کذا فی الطحطاوی واما وکیل قسمۃ واخذ شفعۃ ورجوع ہبۃ ورد بعیب فیملکہا مع القبض اتفاقا ابن ملک اور قسمت کا وکیل اور شفعہ لینے اور ہبہ پھیرنے اور رد بالعیب کا وکیل تو مالک ہے خصومت کا قبض کے ساتھ بالاتفاق کذا ذکرہ ابن ملک اھ ط

بقبض دینہ وان لا یقبضہ الا جمیعا فقبضہ الا درہما لم یجز قبضہ المذکور علی الامر لمخالفتہ لہ فلم یصر وکیلا والامر لہ الرجوع علی الغریم بکلہ وکذا الا یقبضہ الا درہما دون درہم بحر موکل نے وکیل کو امر کیا اپنے دین کے قبض کا اور اسکا کہ نہ قبض کرے دین مگر تمام سو وکیل نے دین قبض کیا سوائے ایک درم کے انکا قبض مذکور جائز نہیں موکل پر بسبب موکل کی مخالفت کرنے کے تو وہ وکیل ہی نہ ہوا اور موکل کو جائز ہے اپنے دین کا پھر لینا مدیون سے پورا اور ایسا ہی ہے نہ قبض کرے سوا ایک درم سوائے ایک درہم کے کذا فی البحر فلو لم یکن للغریم بینۃ علی الایفاء فقضی علیہ بالدین فقبضہ الوکیل فقبضہ منہ لیرجع المطلوب علی الایفاء للموکل فلا سبیل لہ للمدیون علی الوکیل وانما یرجع علی الموکل لان یدہ کیدہ ط پھر نہیں لو اگر مدیون نے گواہ نہیں ادائے دین موکل پر پھر مدیون پر قاضی کا حکم ہوا ادائے دین کا اور وکیل نے اسپر قبضہ کیا سو اسکے پاس تلف ہو گیا پھر

مطلوب نے اسباب دین کے موکل پر گواہ قائم کیے تو مدیون کی کوئی سبیل نہین وکیل پر اور وہ تو موکل سے پھر لےگا جو اسنے وکیل کو دیا اسواسطے کہ وکیل کا قبض اور تصرف موکل کے قبض کے مانند ہے کذا فی الذخیرہ الوکیل بالخصومۃ اذا ابی الخصومۃ لایجبر علیہا الا اذا کان وکیلا بالخصومۃ بطلب المدعی وغاب المدعی علیہ وفی الاشباہ لایجبر الوکیل اذا امتنع عن فعل ما وکل فیہ لتبرعہ الا فی ثلث کما مر خصومت کا وکیل جبکہ خصومت کرنے سے انکار کرے تو خصومت کرنے پر زبردستی نہوگی مگر اس صورت مین کہ وکیل بالخصومۃ مدعی کی درخواست سے ہوا ہو اور مدعا علیہ روپوش ہو گیا ہو اشباہ مین ہے کہ وکیل پر جبر نہین جبکہ وہ باز رہے اس سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا بسبب متبرع ہونے وکیل کے مگر تین مسئلون مین جبر کیا جائیگا چنانچہ مذکور ہو چکا اس باب کے پہلے بخلاف الکفیل فانہ یجبر علیہا للالتزام بخلاف ضامن کے کہ اسپر جبر ہوگا خصومت پر بسبب التزام کے یعنی جو ضامن ہوا خصومت کا اسپر جبر ہوگا اور تصویر اسکی یون ممکن ہے کہ ضامن ہوئے شخص کا جو اسپر ثابت ہو سو مطلوب نے پانسو کا اقرار کیا اور طالب ہزار کا مدعی ہے تو ضامن سے خصومت کیجائیگی اس مال مین جو مدیون پر ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

وکلہ بخصوماتہ واخذ حقوقہ من الناس علی ان لایکون وکیلا فیما یدعی علی الموکل جاز هذا التوکیل فلو اثبت الوکیل المال لہ ای لموکلہ ثم اراد الخصم الدفع لایسمع علی الوکیل لانہ لیس بوکیل فیہ درر موکل نے ایک شخص کو وکیل کیا اپنی خصومات مین اور اپنے حقوق لینے مین لوگون سے اس شرط پر وکیل کیا کہ وہ وکیل نہوگا اسمین جو موکل پر دعوے کیا جاے تو یہ توکیل جائز ہے سو اگر وکیل نے موکل کا مال ثابت کیا پھر مخاصم نے دفع مال کا ارادہ کیا تو اسکا دعوی وکیل پر مسموع نہوگا اسواسطے کہ وہ اسمین وکیل نہین کذا فی الدرر تو مدعا علیہ پر مال کے دینے کا حکم ہوگا پھر مخاصم کو اختیار ہے کہ موکل سے دفع دین کا مواخذہ کرے وصح اقرار الوکیل بالخصومۃ لا بغیرها مطلقا بغیر الحدود والقصاص علی موکلہ عند القاضی دون غیرہ استحسانا اور صحیح ہے خصومت کے وکیل کا اقرار سواے حدود اور قصاص کے اپنے موکل پر قاضی کے نزدیک نہ غیر قاضی کے نزدیک استحسان کے رو سے نہ غیر خصومت کے وکیل کا اقرار مطلقا نہ قاضی نہ غیر قاضی کے نزدیک یعنے وکیل صلح یا وکیل قبض یا وکیل ملازمت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح نہین وان انعزل الوکیل بہ ای بهذا الاقرار حتی لایدفع الیہ المال وان برهن بعدہ علی الوکالۃ للتناقض درر وکیل خصومت کا اقرار اپنے موکل پر صحیح ہے اگرچہ وکیل معزول ہو جاتا اس اقرار کرنے سے تو وکیل کو مال نہ دیا جائیگا اگرچہ بعد اس اقرار کے گواہ لاوے وکالت پر بسبب تناقض کے کذا فی الدرر صورت اسکی یہ ہے کہ موکل نے اسکو وکیل کیا اسکا کہ خصومت کرے موکل کی جانب سے دعوی بیع سے سو وکیل نے اپنے موکل پر اقرار کیا کہ اسنے بیع کی ہے تو وہ اس اقرار سے معزول ہو گیا وکالت سے تو اب خرید کا ثمن مدعی سے نہین لیگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو استثنی الموکل اقرارہ بان قال وکلتک بالخصومۃ غیر جائز الاقرار صح التوکیل والاستثناء علی الظاهر بزازیہ اور اسی طرح جب کہ موکل نے اپنا اقرار مستثنے کر دیا اسطرح کہ مین نے تجھکو خصومت غیر جائز الاقرار مین وکیل کیا تو توکیل اور استثنا صحیح ہے قول ظاہر پر کذا فی البزازیہ بحر الرائق مین کہا خلاصہ یہ ہے کہ وکالت پانچ طرح ہے ایک یہ ہے کہ خصومت کا اقرار کرے تو وہ خصومت اور اقرار دونون کا وکیل ہوگا ۲ یہ کہ اقرار کو مستثنے کرے تو فقط انکار کا وکیل ہوگا نہ اقرار کا ۳ یہ کہ انکار کو مستثنے کرے تو فقط اقرار کا وکیل ہوگا ظاہر الروایہ مین ۴ یہ کہ خصومت جائز الاقرار مین وکیل کرے تو خصومت اور اقرار مین وکیل ہوگا ۵ یہ کہ خصومت غیر جائز الاقرار والانکار مین وکیل کرے اسمین متاخرین کا اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی فلو اقر عندہ ای عند القاضی لایصح وخرج بہ عن الوکالۃ فلا تسمع خصومتہ درر تو بعد استثناء اقرار اگر وکیل نے اقرار کیا قاضی کے نزدیک تو صحیح نہوگا اور اس اقرار سے وکالت سے نکل جائیگا تو اسکا خصومت کرنا مسموع نہوگا کذا فی الدرر وصح التوکیل بالاقرار ولا یصیر بہ ای بالتوکیل مقرا بحر اور صحیح ہے موکل کو اپنے اقرار کا وکیل کرنا اور موکل اس توکیل بالاقرار سے مقر نہ ہو جائیگا کذا فی البحر طحطاوی نے اسکی توجیہ یون مذکور کی ہے کہ ممکن ہے کہ موکل اقرار کے واسطے وکیل کرے شور اور شغب اور خصومت کے خوف سے اگرچہ اسپر کچھ حق واجب نہو اسواسطے کہ ہر شخص خصومت پر دلیر نہین سو اگر مخاصم اسپر اثبات مال کا ارادہ کرے بسبب توکیل بالاقرار کے تو قاضی اسپر حکم نکرے گا ویبطل توکیل الکفیل بالمال

الا لیصیر عاملا لنفسہ اور باطل ہے مال ضامن کو وکیل کرنا تاکہ وہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاوے ھ صورت اسکی یہ ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر دین ہو اور کوئی مرد اسکا ضامن ہو سو طالب ضامن کو اس دین کے قبض کرنے کا وکیل کرے مدعا علیہ اصلی سے تو توکیل صحیح نہو گی اسواسطے کہ وکیل وہ ہے جو غیر کے واسطے عمل کرے اور اگر یہ وکالت صحیح ہو تو وکیل اپنے واسطے عامل ٹھہرے یعنے وہ ساعی ہوگا اپنے بری الذمہ ہونے مین تو رکن وکالت منعدم ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی کذا فی العینی کما لا یصح لو وکلہ بقبضہ ای الدین من نفسہ او عبدہ لان الوکیل من عمل لنفسہ بطلت الا اذا وکل المدیون بابراء نفسہ فیصح و یصیر عزلہ قبل ابرائہ نفسہ اشباہ ء جیسے صحیح نہین توکیل اگر موکل وکیل کرے قبض دین کا وکیل کی ذات سے یا اسکے غلام ماذون مدیون سے اسواسطے کہ وکیل نے جبکہ عمل کیا اپنی ذات کے واسطے تو وکالت باطل ہو گئی مگر جبکہ دائن مدیون کو ابرای ذات مدیون کا وکیل کرے تو توکیل صحیح ہے اور صحیح ہے مدیون کا معزول کرنا وکالت سے قبل اسقاط کے کہ وہ اپنی ذات کو بری الذمہ کرے کذا فی الاشباہ ھ قولہ اذا وکل المدین ضمیر فاعل ہے راجع دائن کے طرف اور مدیون بالنصب مفعول ہے منیۃ المفتی مین ہے کہ اگر وکیل ابرای نفس مدیون کا وکیل کرے تو صحیح ہے اگرچہ وہ عامل ہوا اپنے کے واسطے بسبب اپنے فارغ الذمہ کرنے کے اسواسطے کہ وہ عمل کرتا ہے صاحب دین کے واسطے اسکے دین کے اسقاط سے اور وکالت کی شرط یہ ہے کہ غیر کے واسطے عامل ہو نہ یہ کہ اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا انتہے جب یہ معلوم ہوا تو شارح کا یون کہنا کہ وکیل جب اپنے واسطے عمل کرے تو وکالت باطل بلا وجہ ہے مگر یہ کہ اپنی ذات کے عمل کو خالص لنفسہ عمل پر محمول کیجیے کذا فی الطحطاوی او وکل المحتال المحیل بقبضہ من المحال علیہ او وکل المدیون وکیل الطالب بالقبض لم یصح لاستحالۃ کونہ قاضیا و مقتضیا قنیہ یا وکیل کرے محتال محیل کو قبض دین کا محال علیہ سے یا وکیل کرے مدیون طالب کے وکیل کو تو صحیح نہین اسواسطے کہ ایک شخص کا دینے والا ہونا اور تقاضا کرنے والا ہونا محال کذا فی القنیہ ھ اگر کوئی کہے کہ محیل کے ذمے سے دین منتقل ہو گیا بسبب حوالہ کے تو وہ اجنبی ہو گیا تو اسکی توکیل کیون صحیح نہین اسکا جواب یہ ہے کہ محیل ساعی ہے اپنی براءت نفس مین اسواسطے کہ اگر محال علیہ مفلس مر جاوے یا منکر حوالہ ہو بلا بیان تو دین محیل پر راجع ہوگا خلاصہ عبارت قنیہ یہ ہے کہ اگر دائن نے کسیکو اپنے مدیون سے دین لینے کا وکیل کیا سو مدیون نے اس وکیل کو اپنی طرف سے بھی وکیل کیا کہ یہ میرا اسباب بیچ کر صاحب دین کا دین ادا کر سو اسنے بیچا اور ثمن لیا اور وہ تلف ہو گیا تو مدیون کا مال تلف ہو گیا کیونکہ اسکا قاضی اور مقتضی ہونا محال ہے اور ایک شخص صلاحیت نہین رکھتا کہ مطلوب اور طالب کا وکیل ہو قضا اور اقتضا مین کذا فی الطحطاوی بخلاف الکفیل بالنفس والرسول و وکیل الامام ببیع الغنائم والوکیل بالتزویج حیث یصح ضمانہم لان کلا منہم سفیر بخلاف حاضر ضامن کے اور رسول القبض دین کے اور بادشاہ کے وکیل کے جو غنائم بیچنے کا وکیل ہے اور تزویج کے وکیل کے کہ ان کا تاوان دینا صحیح ہے اسواسطے کہ ہر شخص انمین سے سفیر اور معبر محض ہے یعنے حقوق عقود انکی طرف راجع نہین جو انکا ضمان صحیح ہو الوکیل بقبض الدین اذا کفل صح و تبطل الوکالۃ لان الکفالۃ اقوی للزومہا فصلحت ناسخۃ قبض دین کا وکیل جبکہ ضامن ہو جاوے مدیون کا تو صحیح ہے اور وکالت باطل ہوگی اسواسطے کہ ضمانت قوی تر ہے وکالت سے بسبب لازم ہونے ضمانت کے اور عدم لزوم وکالت کے تو ضمانت ناسخ ہو سکتی ہے وکالت کی بخلاف العکس بخلاف عکس یعنے جبکہ دین کا ضامن ہو پھر قبض دین کا وکیل ہو تو وکالت صحیح نہین اور ضمانت باطل نہو گی یہی مطلب ہے مصنف کے قول سابق کا کہ مال ضامن کی توکیل باطل ہے ولذا کما صحت کفالۃ الوکیل بالقبض بطلت وکالتہ تقدمت الکفالۃ او تاخرت لما قلنا اور اسی طرح جبکہ وکیل بقبض دین کی ضمانت صحیح ہوگی وکالت اسکی باطل ہو جاویگی خواہ ضمانت مقدم ہو وکالت پر یا موخر ہو بسبب اس دلیل کے جسکو ہم کہہ چکے یعنے ضمانت قوی تر ہے وکالت سے تو اسکی ناسخ ہوگی وکیل البیع اذا ضمن الثمن للبائع عن المشتری لم یجز کما مر انہ لیصیر عاملا لنفسہ بیع کا وکیل جبکہ بائع کے ثمن کا ضامن ہو مشتری کی جانب سے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وکیل اپنی ذات کے واسطے عامل ہو جاتا ہے یعنے اور شرط وکیل یہ ہے کہ عامل لغیرہ ہو نہ اپنی ذات کے واسطے فان ادی بحکم الضمان

ع
محتال دائن ہے
[illegible] اور محیل
مدیون ہوتا ہے
اور محال علیہ
جو حوالہ قبول
کرے ۱۲

رجع لبطلانه وبدونه لا لتبرعه پھر اگر وکیل نے ثمن ادا کیا بحکم ضمان تو مشتری سے پھیر لے بسبب باطل ہونے ضمان کے اور اگر بدون حکم ضمان ادا کیا تو
مشتری سے نہ پھیر لے بسبب اسکے تبرع اور احسان کے ادعی انه وکیل الغائب بقبض دینه فصدقه الغریم امر بدفعه الیه عملا باقراره ولا یصدق
لو ادعی الایفاء دعوے کیا کہ وہ شخص غائب کا وکیل ہے اسکے دین کے قبضہ کرنے میں سو مدیون نے مدعی وکالت کی تصدیق کی تو اسپر ادائے دین کا حکم کیا جاویگا
بنا بر عمل باقرار مدیون اور مدیون کی تصدیق نہوگی اگر وہ ایفائے دین کا دعوے کریگا یعنے بمجرد دعوی ایفائے دین ثابت نہوگا فان حضر الغائب فصدقه
فی التوکیل فیها ونعمت والا امر الغریم بدفعه الدین الیه ای الغائب ثانیا لفساد الاداء بانکاره مع یمینه پھر اگر غائب آیا سو اسنے اسکے
وکیل کرنے کی تصدیق کی تو بہتر اور خوب ہوا اور نہیں تو مدیون کو حکم کیا جائیگا کہ غائب کو دوبارہ دین ادا کرے بسبب فاسد ہوجانے ادائے اول کے اسکے
اول منکر ہونے سے قسم کے ساتھہ یعنے جب غائب نے قسم کھائی کہ یہ شخص میرا وکیل نہیں تو مدعی وکالت کو دین دینا فاسد ٹھہرا لہذا اسپر دوبارہ ادائے
دین لازم ہوگا ورجع الغریم به علی الوکیل ان باقیا فی یده ولو حکما بان استهلکه فانه یضمن مثله خلاصة اور مدیون وکیل سے دین
پھیر لے اگر دین اسکے ہاتھہ میں باقی ہو اگرچہ بقائے دین حکمی ہو بتحقیق اسطرح کہ وکیل نے دین کو ہلاک کر ڈالا ہو تو اسپر ضمان مثل لازم ہوگا کذا فی
الخلاصه وان ضاع لا عملا بتصدیقه اور اگر دین ضائع ہوگیا وکیل کے پاس تو مدیون اسکو نہیں لے سکتا اسکی تصدیق پر عمل کرنے سے یعنے جب
اسنے دین دیا اسکی وکالت کو تصدیق کرکے تو مدیون کا قصور ٹھہرا لہذا رجوع نہیں کر سکتا الا اذا کان قد ضمنه عند الدفع لقبض ما یاخذه
الدائن ثانیا لا انما اخذه الوکیل لانه امانة لا تجوز بها الکفالة زیلعی وغیره مگر مدیون اسوقت وکیل سے دین پھیرے جبکہ وکیل دفع دین کے وقت وہ
ضامن ہوا ہو مال کا بقدر اسکے جسکو دائن دوسرے بار لیگا نہ اس مال کا جسکو وکیل نے لیا کیونکہ وہ امانت ہے جسکی ضمانتی جائز نہیں کذا فی الزیلعی وغیرہ
حاصل ضمانتی کی صورت یہ کہ مدیون کہے وکیل سے کہ ہاں تو اسکا وکیل ہے لیکن میری خاطر جمع نہیں کہ موکل وکالت کا انکار کرے اور مجھ سے دوسری بار
اپنا دین لے تو وکیل ضامنی داخل کرے مال ماخوذ کی کذا فی الطحطاوی و قال له قبضت منك علی انی ابرأتك من الدین فهو کما لو قال الاب
للختن عند العقد مهر بنته اخذ منك علی انی ابرأتك من مهر بنتی فان اخذ ثم البنت ثانیا رجع الختن علی الاب فکذا هذا بزازیة یا وکیل نے
مدیون سے کہا کہ میں نے تجھ سے مال لیا اس شرط پر کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کردیا دین سے تو وہ ایسا ہی جیسا کہ باپ نے داماد سے کہا اپنی بیٹی کے مہر لینے
کے وقت کہ میں اس شرط پر تجھ سے لیتا ہوں کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کردیا اپنی بیٹی کے مہر سے سو اگر مہر کو بیٹی دوبارہ لیگی تو داماد باپ سے پھیر
لیگا سو اسی طرح یہ مسئلہ ہے کذا فی البزازیة وکذا یضمنه اذا لم یصدقه علی الوکالة یعم صورتی السکوت والتکذیب ودفعه له ذلك علی زعم
الوکالة فهذه اسباب للرجوع عند الهلاك اور اسی طرح وکیل نے مال ضامنی کی جبکہ موکل اسکی تصدیق نکرے وکالت پر اور مدیون نے اسکو دین
دیا وکالت کے گمان پر عدم تصدیق وکالت شامل ہے دو صورتوں میں سکوت اور تکذیب کو تو یہ اسباب ہیں رجوع دین کے جبکہ دین ہلاک
ہوجاوے وکیل کے پاس ہم رجوع کے تین سبب ہیں ایک یہ کہ عند الدفع وکیل مال کا ضامن ہوا دوسرا یہ کہ قبض کرے بشرط ابرای مدیون
تیسرا یہ کہ ضامن ہو درصورت عدم تصدیق موکل فان ادعی الوکیل هلاکه او دفعه لموکله صدق الوکیل بحلفه پھر اگر وکیل ہلاک دین کا
یا اپنے موکل کو دینے کا دعوے کرے تو اسکی تصدیق ہوگی وکیل کی قسم کے ساتھہ ہم تصدیق وکیل سوائے مسائل ثلثہ رجوع مذکورہ میں ہے کی
کذا فی الطحطاوی و فی الوجوه المذکورة کلها للغریم لیس له الاسترداد حتی یحضر الغائب اور سب وجوہ مذکورہ میں مدیون کو
پھیر لینا دین کا وکیل سے جائز نہیں تا حضور موکل غائب وان برهن انه لیس بوکیل او علی اقراره بذلك او اراد استحلافه لم یقبل
لسعیه فی نقض ما اوجبه للغائب اور اگر مدیون گواہ لایا اسپر کہ وہ شخص وکیل نہیں غائب کا یا گواہ لایا وکیل کے اسی اقرار پر

یعنے عدم وکالت کے اقرار پر یا اسنے وکیل سے قسم لینے کا ارادہ کیا تو مقبول نہین بسبب سعی کرنے مدیون کے اس چیز کے توڑنے مین جسکو اسنے واجب کیا غائب کے واسطے یعنے مال مدفوع حق ہی غائب کا اور دافع اسکا پھیر لینا چاہتا ہی کذا فی الطحطاوی نعم لو برھن ان الطالب جحد الوکالۃ واخذ منہ المال تقبل بحر ہان اگر مدیون گواہ لادے اس پر کہ موکل طالب وکالت کا انکار کر چکا ہی اور وکیل نے مجھسے مال لیا ہی تو برہان مقبول ہی کذا فی البحر یعنے اسواسطے مقبول ہی کہ نقض موکل کیجانب سے ہی کیونکہ ثابت بالبیان ثابت بالعیان کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی ولو مات الموکل وورثه عنه مدیونه او وھبه له اخذه قائما ولو ھالکا ضمنه الا اذا صدقه علی الوکالۃ اور اگر موکل مرگیا اور مدیون اسکا وارث ہوا یا موکل نے دین مدیون کو ہبہ کر دیا تو مدیون مال کو وکیل سے لیگا اگر مال قائم ہو اور اگر ہلاک ہو گیا ہو تو اس کا تاوان لے مگر جبکہ مدیون وکیل کی وکالت پر تصدیق کر چکا ہو تو قائم مال کو لے گا نہ ہالک کو ولو اقر بالدین وانکر الوکالۃ حلف ما علم ان الدائن وکله یعنی اور اگر مدیون نے دین کا اقرار کیا اور وکالت کا منکر ہوا تو یہ قسم کھائی کہ اسکو معلوم نہین کہ دائن نے اسکو وکیل کیا ہی کذا فی العینی قال انی وکیل بقبض الودیعۃ فصدقه المودع لم یؤمر بالدفع الیه علی المشہور خلافا لابن الشحنۃ کہا مین وکیل ہون قبض امانت کا سو امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکو وکیل کے دینے کا حکم نہوگا بنا بر قول مشہور بخلاف ابن شحنہ ثم حلبی نے کہا کہ ابن شحنہ نے امر بالدفع کی ابو یوسف سے روایت کی ہی اور یہان مذہب مذکور ہی تو کچھ معارضہ نہین ولو دفع لم یملک الاسترداد مطلقا اھ اور اگر امانت دار وکیل کو دیگا تو استرداد امانت کا مالک نہ ہوگا کسی طرح خواہ اسنے تصدیق کی ہو یا تکذیب یا سکوت بدلیل گذشتہ وکذا الحکم لو ادعی شراءھا من المالک وصدقه المودع لم یؤمر بالدفع لانه اقر له بملک الغیر اور اسی طرح حکم ہی اگر ودیعت کی خرید کا دعوی کیا اور امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکے دینے کا حکم نہوگا کیونکہ وہ اقرار ہی غیر شخص پر صرف یہ علت ہی دونون مسئلون کی ولو ادعی انتقالھا بالارث او الوصیۃ منه وصدقه امر بالدفع الیه اتفاقا علی ملک الوارث اذا لم یکن علی المیت دین مستغرق ولا یبعد التلوم فیه لاحتمال ظہور وارث اخر اور اگر دعوی کیا وکیل نے ودیعت کے انتقال کا صاحب ودیعت سے بسبب ارث یا وصیت کے اور امانت دار نے اسکی تصدیق کی تو اسکو اسکے دینے کا حکم ہوگا بسبب متفق ہونے وکیل مدعی اور امانت دار کے وارث کی ملک پر بشرطیکہ میت پر دین مستغرق نہو اور ضرور ہی انتظار سے دونون صورتون ارث اور وصیت مین دوسرے وارث کے ظاہر ہونے کے احتمال سے یا دوسرے موصی لہ کے احتمال سے ولو انکر موته او قال لا ادری لا یؤمر به ما لم یبرھن اور اگر امانت دار نے اسکی موت کا انکار کیا یا بولا کہ مین نہین جانتا تو ودیعت کے دینے کا حکم نہوگا جبتک وارث گواہ نہ لاوے موت پر ودعوی الایصاء کوکالۃ فلیس للمودع ومدیونه الدفع قبل ثبوت انه وصی اور دعوی ایصا کا وکالت کے دعوے کے مانند ہی تو میت کے امانت دار اور اسکے مدیون کو جائز نہین دینا ودیعت اور دین کا قبل اسکے ثابت ہونے کے کہ مدعی وصی ہی میت کا یا وکیل کو کلا ومن دفع الی بعض الورثۃ برئ من حصته فقط اور اگر وصی نہو سو مدیون نے بعضے وارثون کو دیا یعنے سب دین دیا تو مدیون فقط اسی وارث کے حصہ سے بری الذمہ ہو جائیگا یعنے باقی وارثون کا مواخذہ اسپر باقی رہیگا ولو وکله بقبض مال فادعی الغریم ما یسقط حق موکله کاداء او ابراء او اقراره بانه ملکی دفع الغریم المال واتبع الموکل الا الوکیل لا تحلیفه لتسلیم ما لم یبرھن اور اگر ایک شخص کو قبض مال کا وکیل کیا سو مدیون نے وہ دعوی کیا جو اسکے موکل کے حق کو ساقط کر دے چنانچہ اداء دین یا ابراء دین یا موکل کا یہ اقرار کہ وہ مال میری ملک ہی یعنے مدیون کی ملک ہی تو مدیون وکیل کو مال دے اگرچہ نہین ہوا کہ مدیون کا جواب قبول کر لیا ہی دین اور وکالت کا جبتک گواہ نلاوے اپنے دعوے پر یعنے جب مدیون نے ادائے دین کا دعوی کیا مثلا تو اسنے دین اور وکالت کا اقرار کیا لہذا اسپر دینا لازم ہی سید حموی نے کہا کہ یہ قول تعلیل ہونے کے لائق نہین تعلیل وہ ہی جسکو فقہا نے ذکر کیا ہی کہ دعوی مذکور سے وکالت ثابت ہوئی اور ادائے دین مجرد

دعوی ثابت نہوا تو اسکے حق مین تاخیر نہوگی ولا تحلیف الموکل لان النیابۃ لا تجری فی الیمین خلافا لزفر ۷ اور مدیون کو جائز ہے قسم لینا خلاف اداے دین کے انکار مین موکل سے نہ وکیل سے اسواسطے کہ نیابت جاری نہین ہوتی قسم مین بخلاف زفر کے ولو وکلہ بعیب فی امۃ وادعی البائع رضا المشتری رضی بالعیب لم یرد علیہ حتی یحلف المشتری والفرق ان القضاء ھنا فسخ لا یقبل النقض بخلاف ما مر خلافا لہما اور اگر ایک شخص کو خریدے لونڈی کے عیب مین وکیل کیا اور بائع نے دعوی کیا کہ مشتری لونڈی کے عیب سے راضی ہو گیا تھا تو وکیل بائع پر رد مبیع نکرے جبتک مشتری قسم کھاوے اور فرق اس کلام مین اور مسائل سابقہ مین یہ ہے کہ قضا یہان وہ فسخ ہے کہ نقض کو قبول نہین کرتا بخلاف اسکے جو مذکور ہو چکا بخلاف مذہب صاحبین کہ انکے نزدیک رد مبیع ہوگا مصنف لیجئے اگر رد بعیب کے ہم قائل ہون تو قضا فسخ ٹھہریگی کیونکہ رد عیب سے اور اسطرح کا رد فسخ عقد ہے اور قضا بالعقود والفسوخ جاری ہے صحت پا اگرچہ خطا ظاہر ہو کیونکہ امام کے نزدیک قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن دونون مین بخلاف مسئلہ دین کے کہ اسمین تدارک ممکن ہے مقبوضہ وکیل کے استرداد سے اگر خطا ظاہر ہو قسم نکھانے کے وقت اسواسطے کہ قضا یہان باطن مین نافذ نہین کیونکہ حکم نہین مگر بحجت تسلیم تو قضا عقود اور فسوخ مین نہ ٹھہری کذا فی الحلبی فلو ردھا الوکیل علی البائع بالعیب بحضر الموکل وصدق علی الرضی کانت لہ لا للبائع اتفاقا فی الاصح لان القضاء لا عن دلیل بل للجہل بالرضی ثم ظہر خلافہ فلا ینفذ باطنا نہایۃ پھر اگر وکیل نے لونڈی پھیر دی بائع کو بغیر حکم قاضی پھر موکل آیا اور اسنے بائع کی تصدیق کی اپنے راضی ہوجانے پر تو وہ لونڈی موکل مشتری کی ہوگی نہ بائع کی باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم دلیل سے نہین بلکہ ناواقفی رضامندی سے ہے پھر اسکے خلاف ظاہر ہوا تو حکم نافذ نہوگا باطن مین کذا فی النہایۃ والمامور بالانفاق علی اھلہ او بنائہ او قضاء الدین او الشراء او التصدق عن زکوۃ اذا امسک ما دفع الیہ ونقد من مالہ ناویا الرجوع کذا قید الخامسۃ فی الاشباہ حال قیامہ لم یکن متبرعا بل یقع التقاص استحسانا اذا لم یضف الی غیرہ اور جو شخص مامور ہو خرچ کرنے کا موکل کے اہل یا بناے عمارت پر یا مامور ہو اسکی اداے دین کا یا خریداری کا یا زکوۃ کے تصدق کرنے کا جبکہ وہ رکھ چھوڑے وہ مال جو اسکو موکل نے دیا اور دے اپنے مال سے موکل کے موجود ہونے کے وقت رجوع کی نیت کرکے اسی طرح نیت رجوع کی قید لگائی ہے مسئلہ خامسہ یعنی زکوۃ مین اشباہ کے اندر تو مامور متبرع نہوگا بلکہ مقاصہ واقع ہوگا یعنے مجرا ہو جائیگا بطریق استحسان کے جبکہ مامور نے اس مال کو غیر موکل کی طرف نسبت نکیا ہو یعنے صرف کے وقت یون نکہا ہو کہ یہ مین اپنے مال سے دیتا ہون بلکہ موکل کی طرف نسبت کیا ہو یا مطلق دیا ہو ھم رجوع کی نیت یون ہوگی کہ جو مال کہ موکل نے دیا اسکو عوض ٹھہرادے اس مال کا جو اسنے صدقہ دیا اپنے مال سے طحطاوی اور حلبی نے کہا کہ زکوۃ کی قید ظاہر اتفاقی ہے فلو کانت وقت انفاقہ مستہلکۃ او لو صرف فی الدین نفسہ او اضاف العقد الی دراھم نفسہ ضمن وصار مشتریا لنفسہ متبرعا بالانفاق لان الدراھم تتعین فی الوکالۃ نہایۃ وبزازیہ پھر اگر مامور کے خرچ کرنے کے وقت موکل کے دراہم مستہلک ہون اگرچہ انکا استہلاک مامور کے دین ذاتی کی طرف صرف کرنے سے ہو یا مامور نے عقد کو اپنے دراہم ذاتی کی طرف نسبت کیا ہو یعنے یون کہا ہو خریدنے کے وقت مثلا کہ مین اسکو اپنے دراہم سے مول لیتا ہو تو مامور پر تاوان لازم ہوگا اور مامور اپنے واسطے خریدار ٹھہر جائیگا اور اہل وعیال کے خرچ کرنے مین متبرع اور متطوع ہو جائیگا یعنے موکل کے مال سے پھر انکو نہ لیگا اسواسطے کہ یہ دراہم وکالت مین متعین ہوجاتے ہین کذا فی النہایۃ والبزازیہ ھم انفاق کے مانند شرا اور صدقہ ہے چنانچہ بحر الرائق مین صحیح ہے جبکہ وکالت مین دراہم معین ٹھہرے اور قبل انفاق یا قبل شرا ہلاک ہوگئی تو وکالت باطل ہوگئی پھر اگر مامور صرف کریگا اپنے مال سے تو متبرع ہوگا تو اسکو موکل سے نہین لے سکتا کذا فی الطحطاوی ثم فی الملتقی لو امرہ ان یقبض من مدیونہ الفا ویتصدق فتصدق بالف لیرجع علی المدیون جاز استحسانا اور ملتقی مین ہے کہ اگر موکل نے وکیل کو امر کیا کہ میرے مدیون سے ہزار درم لے اور صدقہ کرے سو اسنے ہزار صدقہ کئے اپنے مال سے تاکہ پھر لے اسکے مدیون سے تو جائز ہے بطریق استحسان کے ھم بحر الرائق مین یہ روایت

منتقے بالمتون کی طرف منسوب ہے اور اسی طرح در المختار کے بعضے نسخون مین ہے اور اسی طرح منح الغفار مین ہے بلا استدراک اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جو دراہم کہ مدیون پر دین ہین گویا قائم اور موجود ہین تو وکیل متبرع ہوگا کذا فی الطحطاوی وصی انفق من مالہ والحال ان مال الیتیم غائب فھو ای الوصی کالاب متطوع ان یشھد انہ قرض علیہ او انہ یرجع علیہ جامع الفصولین وغیرہ وعللہ فی الخلاصۃ بان قول الوصی وان اعتبر فی الانفاق لکن لا یقبل فی الرجوع فی مال الیتیم الا بالبینۃ ایک وصی نے خرچ کیا اپنے مال سے اور حالانکہ مال یتیم اسوقت موجود نہین تو وصی باپ کے مانند متطوع اور متبرع ہے مگر یہ کہ وصی صرف کیے وقت گواہ کرلے اسکے کہ وہ خرچ کرنا بطریق قرض کے ہے یا کہ وہ پھیر لیگا یتیم سے کذا فی جامع الفصولین وغیرہ اور علت اسکی خلاصہ مین یون بیان کی ہے کہ وصی کا قول اگرچہ خرچ کرنے مین معتبر ہے لیکن مال یتیم سے پھیر لینے مین مقبول نہین بلا شہادت ھ غائب ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر یتیم کا مال حاضر ہوگا تو بطریق اولے متبرع ٹھہرے گا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الوکالۃ المجردۃ لا تدخل تحت الحکم وبیانہ فی الدرر وکالت مجردہ یعنے جو وکالت حقوق العباد سے خالی ہے وہ تحت حکم حاکم داخل نہین اور بیان اسکا درر مین ہے ھ درر مین صغرے سے منقول ہے کہ قبض دین کے وکیل نے جبکہ مدعا علیہ کو حاضر کیا سو اسنے توکیل کا اقرار کیا اور دین کا منکر ہوا تو وکالت ثابت نہوگی تو اگر وکیل اثبات دین کے واسطے گواہ لانا چاہے تو مقبول نہین یعنے قاضی اسکی سماعت نکرے گا انتھی لقدر الضرورۃ وصح التوکیل بالسلم اور صحیح ہے توکیل بیع سلم کرنے مین ھ صورت اسکی یہ ہے کہ کچھ روپے کسی آدمی کو دے تاکہ وہ مثلاً گیہون پر عقد سلم کرے تو وکیل کرنا جائز ہے مانند بیع اور شرا کے کذا فی الطحطاوی لا بقبول عقد السلم صحیح نہین وکیل کرنا عقد سلم کے قبول کرنے مین ھ صورت اسکی یہ ہے کہ کسیکو وکیل کیا کہ روپے لے طعام سلم مین سو وکیل نے روپے لیے اور موکل کو دیے تو طعام وکیل پر ہے نہ موکل پر اور روپے وکیل کے موکل کے ذمہ پر قرض ٹھہرنے کے اسواسطے کہ توکیل باطل ہے کذا فی الطحطاوی پھر شارح نے قاعدہ مذکورہ پر تفریع کی فللناظر ان یسلم من ریع قریتہ حصیرۃ تو وقف کے ناظر کو جائز ہے کہ عقد سلم کرے وقف کے محاصل سے مسجد یا مدرسہ کے تیل اور چٹائیون مین ھ یعنے اگر وقف سے دراہم یا دنانیر حاصل ہوئے اور اسنے مسجد کے چراغ روشن کرنے کے واسطے عقد سلم کیا تیل مین یا فرش کے واسطے چٹائیون مین سلم کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ ناظر وکیل ہے واقف کا او توکیل بالسلم صحیح ہے ولیس لہ ان یوکل بہ من جعلہ یجعل امینا علی القریۃ فیامرہ بعقد السلم ویسلم منہ علی ما قرر لہ باطنا لانہ وکیل الواقف والوکالۃ امانۃ لا یصح بیعھا وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اور جائز نہین ناظر کو کہ وکیل کرے عقد سلم کا اس شخص کو جسکو اسنے امین مقرر کیا ہے قریہ وقف پر کچھ مال معین کرکے کہ ناظر امین کو عقد سلم کا امر کرے اس اناج مین جو وقف کی زمین مین پیدا ہوا اور راس المال سلم کا اس امین سے لے باطن مین بعوض اس وظیفے کے جو ناظر کے واسطے مال وقف سے مقرر ہوا ہے اسواسطے جائز نہین کہ ناظر وکیل ہے واقف کا اور وکالت امانت ہے جسکی بیع صحیح نہین اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ مین ہے ھ امین کو جو ارض وقف مین عقد سلم اسواسطے جائز نہین کہ توکیل بقبول عقد سلم صحیح نہین اور ناظر کو امین سے مال لینا اسواسطے جائز نہین کہ ناظر واقف کا وکیل ہے محاصل قریہ کے قبض کرنے کا تو جب ناظر نے امین سے کچھ مال لیا العوض اپنے وظیفہ معینہ کے تو اسنے وکالت کو بیچا حالانکہ بیع وکالت کی صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً

یعنی مثلاً زید نے عمرو کو [illegible] سلم مین [illegible] کیا اور عمرو نے [illegible]

قبول سلم کے لیے خالد کو وکیل کیا کہ طعام کے لیے روپیہ سلم کرے

باب عزل الوکیل

یہ باب ہے معزولی وکیل کے احکام مین الوکالۃ من العقود الغیر اللازمۃ کالعاریۃ فلا یدخلھا خیار الشرط وکالت ان عقود مین سے ہے جو لازم نہین جیسے عاریت تو وکالت مین خیار الشرط داخل نہین ہوتا ھ عقد لازم مین خیار شرط کی حاجت ہے تاکہ صاحب خیار فسخ عقد کر سکے اور وکالت خود عقد غیر لازم ہے تو اسمین خیار شرط کی کچھ حاجت نہین ولا یصح الحکم بہا مقصوداً وانما یصح فی ضمن دعوی صحیحۃ علی الغریم وبیانہ فی الدرر اور حاکم کو ثبوت وکالت پر مقصود بالذات حکم کرنا صحیح نہین ثبوت وکالت کا تو حکم صحیح نہین ہوتا مگر ضمن دعوی صحیح کے مدیون پر اور بیان اسکا درر مین ہے ھ قبل اسکے عنقریب گذرا درر مین کہ اگر مدعا علیہ وکالت کا مقر ہوا اور دین کا منکر تو

باب عزل الوکیل

وکالت ثابت نہین ہوتی عدم حکم کی وجہ یہ ہے کہ علم سے وکالت لازم ہوجاتی ہے اور حالانکہ وکالت شرعًا غیر لازم ہے سمجھ مصنف نے عدم لزوم وکالت پر تفریع کی آئندہ قول
مین فللموکل العزل متی شاء ما لم یتعلق بہ حق الغیر کوکیل خصومۃ بطلب الخصم کما سیجیٔ تو موکل کو اختیار ہے وکیل کے معزول کرنے کا جب چاہے تاوقتیکہ
اسمین حق غیر متعلق نہو جیسے خصومت کا وکیل مدعی کی طلب سے چنانچہ آگے آویگا ہم یعنے اگر مدعی کی خواہش سے مدعا علیہ غائب کا کوئی وکیل مقرر ہوا ہو تو مدعا علیہ اسکو معزول
نہین کرسکتا اسواسطے کہ اگر مدعا علیہ چھپ بیٹھے تو اسکا حق فوت ہوجائے اور اگر مدعا علیہ موجود ہو یا وکالت بلا طلب مدعی ہو تو وکالت لازم نہین موکل کو اُسکے
معزول کرنیکا اختیار ہے ولو الوکالۃ دوریۃ فی طلاق وعتاق علی ما صححہ البزازی وسیجیٔ عن العینی خلافہ فتنبہ معزول کرنا وکیل کا صحیح ہے
اگرچہ وکالت دوری ہو طلاق یا عتاق مین بنا بر اس قول کے جسکی تصحیح کی ہے بزازی نے اور عنقریب اسکے مخالف آویگا عینی سے تو خبردار رہنا ہم وکالت دوریہ
یہ کہ موکل کہے وکیل سے کہ مین نے تجھکو فلانے کام کا وکیل کیا جبکہ مین تجھکو معزول کرون تو تو میرا وکیل ہے کذا فی الدرر بشرط علم الوکیل ای فی القصدی اما
الحکمی فیثبت وینعزل قبل العلم کالرسول موکل کو معزولی کا اختیار ہے بشرط معلوم ہونے وکیل کے یعنے عزل قصدی مین علم وکیل شرط ہے اور عزل حکمی
چنانچہ موکل کی موت مین تو عزل ثابت ہوگا اور وکیل معزول ہوجائیگا قبل علم کے چنانچہ رسول معزول ہوجاتا ہے رسالت سے قبل علم کے ولو علق لہ قبل وجود
الشرط فی المعلق بہ ای بالشرط بہ یفتی شرح وہبانیہ اگرچہ اسکا معزول کرنا قبل وجود شرط کے ہو اس وکالت مین جو معلق بشرط ہے اسی
قول کا فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ویثبت ذلک ای العزل بمشافہتہ بہ وبکتابۃ مکتوب بعزلہ وارسالہ رسولا ممیزا عدلا او غیرہ اتفاقا
حرا او عبدا صغیرا او کبیرا اصدقہ او کذبہ ذکرہ المصنف فی متفرقات القضاء اور وہ یعنے معزول کرنا بالمشافہہ معزول کرنے سے ثابت ہوتا ہے اور معزولی
کے خط لکھنے سے اور رسول ممیز کی پیام رسانی سے خواہ رسول عادل ہو یا غیر عادل بالاتفاق آزاد ہو یا غلام صغیر ہو یا کبیر وکیل اسکی تصدیق کرے رسالت مین
یا تکذیب ذکر کیا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح مین متفرقات قضا کے مسائل مین ہم ممیز کی قید سے مجنون اور بیہوش اور صغیر غیر ممیز خارج ہوگیا اذا قال الرسول
الموکل ارسلنی الیک لابلغک عزلہ ایاک عن الوکالۃ عزل ثابت ہوتا ہے جبکہ پیام رسان یون کہے کہ موکل نے مجھکو تیرے پاس بھیجا ہے تاکہ مین
تجھکو تیرے معزول کردینے کی وکالت سے خبر پہونچاؤن ولو اخبرہ فضولی بالعزل فلا بد من احد شطری الشہادۃ عددا او عدالۃ کاخواتہا
المتقدمۃ فی المتفرقات و اگر وکیل کو فضولی معزولی کی خبر کرے تو ضرور ہے ثبوت عزل مین شہادت کے دو جزون مین سے ایک جز خواہ باعتبار شمار کیا عدالت
چنانچہ اسکے مانند اور مسائل مین جو اول مذکور ہوچکے ہین یعنے باب متفرقہ مین ایک جز شہادت کا شرط ہے ہم اخوات متقدمہ اخبار مولے بجنایت عبد اور شفیع
کو بیع کی خبر پہنچانا اور باکرہ کو نکاح کی اور مسلم غیر مہاجر کو احکام شرعیہ کی خبر اور عیب کی خبر قاصد مشتری کو اور حجر ماذون اور فسخ شرکت اور عزل قاضی اور
متولی وقف کی خبر ان سب امور مذکورہ کی اخبار مین یہ شرط ہے کہ یا دو شخص خبر کرین یا ایک عادل وقدمنا انہ متی صدقہ قبل ولو فاسقا اتفاقا
ابن ملک اور ہم نے مقدم ذکر کیا کہ جب وہ مخبر کی تصدیق کرے تو اسکی خبر مقبول ہے اگرچہ مخبر فاسق ہو بالاتفاق کذا صحح ابن ملک وفرع علی عدم
لزومہا من الجانبین بقولہ اور مصنف نے عدم لزوم وکالت پر دونون طرف موکل اور وکیل سے تفریع کی اپنے قول آئندہ سے فللوکیل الا بالخصومۃ
وبشراء المعین الا الوکیل بنکاح وطلاق وعتاق ونحوہ مالہ وبشراء شی بغیر عینہ کما فی الاشباہ عزل نفسہ بشرط علم موکلہ
خصومت کے وکیل اور شی معین کی خرید کے وکیل کو اپنا معزول کرنا جائز ہے بشرط دانست اپنے موکل کے نکاح اور طلاق اور عتاق اور دال موکل کی بیع
اور شی غیر معین کی خرید کے وکیل کو کذا فی الاشباہ یعنے نکاح وغیرہ کے وکیل کو اپنا معزول کرنا صحیح ہے اگرچہ اسکا موکل معزولی کو نجانے وکذا یشترط علم
السلطان بعزل قاض والامام نفسہما ولا لا کما بسطہ فی الاشباہ اور ایسا ہی شرط ہے دانست بادشاہ کی قاضی اور امام مسجد کے اپنی ذات کی
معزول کرنیکی شرط ہے اور بدون اسکے معزولی ثابت نہین چنانچہ جواہر الفتاوی مین اسکی مشرح بیان کیا ہے یعنے اگر قاضی نے آپ کو قضا سے معزول کیا اور

امام جمعہ یا عید نے آپکو امامت سے معزول کیا تو یہ صحیح نہیں بدون علم سلطان کے ووکلہ بقبض الدین ملک عزلہ ان بغیر حضرۃ المدیون وان وکلہ بحضرتہ لا لتعلق حقہ بہ کما مر وکیل کیا کسیکو قبض دین کا تو وکیل اپنے معزول کرنے کا مالک ہے اگر اسکو موکل نے بلا حضور مدیون وکیل کیا ہو اور اگر اسکو مدیون کے سامنے وکیل کیا تو وہ اپنے معزول کرنے کا مالک نہیں بسبب متعلق ہونے حق مدیون کے ساتھ اسکے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ در صورت تعلق حق غیر وکالت لازم ہوتی ہے ہم تعلق حق مدیون یوں ہے کہ اگر معزول بلا علم مدیون صحیح ہو تو مدیون مغرور یعنی فریب خوردہ ہو جائیگا در صورت ادائے دین بوکیل الا اذا علم بہ بالعزل المدیون فحینئذ ینعزل ثم فرع علیہ بقولہ مگر جبکہ مدیون معزولی کو معلوم کر جاے تو اب اسوقت میں وکیل معزول ہو جائیگا پھر مصنف نے اس قاعدہ پر قول آئندہ کو متفرع کیا فلو دفع المدیون دینہ الی الوکیل قبل علم المدیون بعزلہ برئ وبعدہ لا لدفعہ لغیر وکیل تو اگر مدیون نے موکل کا دین وکیل کو دیا قبل دانست مدیون بعزل وکیل تو وہ بری الذمہ ہو گیا اور بعد دریافت معزولی کے بری الذمہ نہوگا بسبب دینے مدیون کے غیر وکیل کو یعنی جب اسکو معلوم ہو گیا کہ وکیل نے آپ کو وکالت سے معزول کیا اور پھر اسکو دین دیا تو بری الذمہ نہوگا کیونکہ اسنے غیر وکیل کو دیا اور غیر وکیل کے دینے سے دین ادا نہیں ہوتا ولو عزل العدل الموکل ببیع الرہن نفسہ بحضرۃ المرتہن ان رضی بہ بالعزل صح والا لا لتعلق حقہ بہ وکذا الوکالۃ بالخصومۃ بطلب المدعی عند غیبتہ کما مر اور اگر اس عادل نے جو وکیل مقرر ہوا ہے راہن کا مرہون کی بیع کے واسطے اپنی ذات کو معزول کیا مرتہن کے سامنے اگر مرتہن راضی ہو گیا معزولی سے تو صحیح ہے ورنہ نہیں تو صحیح نہیں بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے ساتھ اسکے اور اسی طرح ہے خصومت کی وکالت مدعی کی طلب سے غیبت مدعا علیہ کے نزدیک چنانچہ مذکور ہو چکا عنقریب ہم طحطاوی نے کہا کہ ظاہرا قید عدالت وکیل کی بمقتضائے غالب عادت کے ہے والا توکیل بیع رہن کی عدالت پر موقوف نہیں ولیس منہ توکیلہ بطلاق زوجتہ بطلبہا علی الصحیح لانہ لا حق لہا فیہ ولا قولہ کلما عزلتک فانت وکیلی یعزلہ بکلما عزلتک فانت معزول صیق اور نہیں ہے اس قسم سے جس میں حق غیر متعلق ہو وکیل کرنا زوجہ کی طلاق کا زوجہ کی طلب سے بنا بر قول صحیح کے اسواسطے کہ زوجہ کا حق اسمیں کچھ نہیں اور نہیں ہے قسم مذکور سے موکل کا یوں کہنا کہ ہر بار کہ میں تجھکو معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے بسبب اسکے معزول ہونے کے اس قول سے کہ ہر بار کہ میں تجھکو وکیل کروں تو تو معزول ہے کذا فی العینی ہم طحطاوی نے کہا کلما عزلتک فانت وکیلی میں اسواسطے عزل ثابت ہوتا ہے کہ اسمیں حق وکیل متعلق نہیں وقول الوکیل بعد القبول بحضرۃ الموکل فسخت توکیلی او انا بری من الوکالۃ لیس بعزل وجحود الموکل بقولہ لم اوکلک لا یکون عزلا الا ان یکون عزلا الا ان یقول الموکل واللہ لا اوکلک بشیء فقد عرفت تہاونک فحینئذ اور وکیل کا یوں کہنا بعد قبول وکالت کے موکل کے سامنے کہ میں نے تیری توکیل کو لغو کر دیا یا کہ میں بری ہوں وکالت سے معزول کرنا نہیں ہے جیسے موکل کا یوں انکار کرنا کہ میں نے تجھکو وکیل نہیں کیا عزل نہوگا مگر یہ کہ موکل وکیل سے کہے کہ واللہ میں تجھکو کسی چیز کا وکیل نہیں کرتا سوا اسکے میں نے تیری سستی اور کاہلی معلوم کی تو عزل ثابت ہوگا کذا فی الزیلعی لکنہ ذکر فی الوصایا ان جحودہ عزل الا اذا اتفق الوکیل علی الترک لیکن زیلعی نے کتاب الوصایا میں ذکر کیا کہ موکل کا انکار عزل ہے اور مصنف نے اپنی بحر میں اسکو اسپر محمول کیا ہے جب وکیل موکل کے ساتھ موافقت کرے ترک وکالت پر یعنی انکار موکل اس صورت میں عزل ہے جب کہ وکیل بھی وکالت کو چھوڑ دے لکن جعلہ القہستانی اختلاف الروایۃ وقدم الثانی وعللہ بان جحود ما عدا النکاح فسخ ثم قال وفی الہدایۃ لم ینعزل بالجحود انتہی فلیحفظ لیکن قہستانی نے اختلاف روایت کا ثابت کیا ہے اور قول ثانی یعنی عزل ہونا انکار کا اسکو مقدم ذکر کیا ہے اور وجہ اسکی یوں بیان کی ہے کہ ماورائے نکاح کے انکار فسخ ہے پھر قہستانی نے کہا اور دوسری روایت میں وکیل معزول نہیں ہوتا انکار سے انتہی کلام القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح حموی نے اختلاف روایت ثابت کیا ہے چنانچہ ولوالجیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر وصیت سے انکار کیا تو وہ رجوع ہے اور جامع کبیر میں ہے کہ یہ رجوع نہیں تو اسمیں دو روایتیں ہیں اور اسی طرح جحود وکالت میں وکیل یا موکل سے اور جحود

شرکت اور تجود ودیعت اور تجود متبایعین یا متاجرین مین خلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ تجود رجوع ہے اسواسطے کہ تجود فسخ ہے انتہے علامہ مقدسی نے کہا محتمل ہے کہ تصحیح خاص وصیت مین ہے یا سب مین انتہے اور ظاہر اسمیں کی تصحیح متبادر ہے چنانچہ تعلیل قہستانی کی اسکی موید ہے کذا فی الطحطاوی وینعزل الوکیل بلا عزل بنہایۃ الشیء الموکل فیہ کان وکلہ بقبض دین فقبضہ بنفسہ او وکلہ بنکاح فتزوجہ الوکیل بزازیہ اور معزول ہوجاتا ہے وکیل بدون معزول کرنے کے اس چیز کے منتہی ہونے سے جسمین وہ وکیل مقرر ہوا چنانچہ اگر اسکو قبض دین کا وکیل کیا سو موکل نے اسپر بذات خود قبضہ کر لیا یا اسکو نکاح کا وکیل کیا سو موکل نے وکیل کے ساتھ نکاح کر دیا کذا فی البزازیہ ولو باع الموکل والوکیل معا ولم یعلم السابق فبیع الموکل اولی عند محمد وعند ابی یوسف یشترکان ویخیران کما فی الاختیار وغیرہ اور اگر موکل اور وکیل نے ساتھ بیع کی اور معلوم نہین کہ پہلی بیع کونسی ہے تو موکل کی بیع مقدم ہے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک دونون مشتری مبیع مین شریک اور مختار ہین چاہین بیع قائم رکھین چاہین فسخ کرین کذا فی الاختیار وغیرہ وینعزل بموت احدهما وجنونه مطبقا بالکسر ای مستوعبا سنۃ علی الصحیح درر وغیرها لکن فی الشرنبلالیۃ عن المضمرات شهرا وبه یفتی وکذا فی القهستانی والباقانی وجعلہ قاضی خان فی فصل فیما یقضی بالمجتہدات قول ابی حنیفۃ وان علیہ الفتوی فلیحفظ اور وکیل معزول ہوتا ہے وکیل اور موکل دونون مین سے ایک کے مرجانے سے اور اسکے سال بھر کے جنون سے بنا بر قول صحیح کذا فی الدرر وغیرہا لیکن شرنبلالیہ مین ہے مضمرات سے کہ مہینے بھر کے جنون سے معزول ہوتا ہے اسیکا فتوے ہے اور اسی طرح قہستانی اور باقانی مین ہے اور قاضی خان نے اس فصل مین جسمین قضا بالمجتہدات کا مذکور ہے جنون شہری کو ابو حنیفہ کا قول قرار دیا ہے اور یہ کہ اسی قول پر فتوے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ھم مطبق بالکسر بمعنی مستوعب ہے اور بعضون نے بمعنی دائم تفسیر کیا ہے بحر الرائق مین مصباح سے منقول ہے کہ عوام مطبق بفتح با بولتے ہین وبالحکم بلحوقہ مرتدا ثم لا تعود بعودہ مسلما علی المذہب ولا بافاقتہ بحر اور وکیل معزول ہوجاتا ہے وکیل یا موکل کے حکم لحوق دار الحرب سے مرتد ہو کر پھر وکالت عود نہین کرتی اسکی پھر آنے سے دار الاسلام میں مسلمان ہو کر اور نہ اسکے جنون جاتے رہنے سے بنا بر مذہب صحیح کذا فی البحر ھم یعنی جبکہ مرتد ہو گیا پھر وکیل ٹھہرا پھر دار الحرب مین جا کر مل گیا اور قاضی نے لحوق دار الحرب پر حکم کر دیا تو معزول ہوگا اسواسطے کہ مرتد کے تصرفات قبل حکم لحوق موقوف ہین امام کے نزدیک تو اسی طرح وکالت مرتد بھی موقوف ہے اگر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہے اگر مقتول ہوا یا دار الحرب مین جا ملا تو وکالت باطل ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع واعلم ان الوکالۃ اذا کانت لازمۃ لا تبطل بهذه العوارض فلذا قال الا الوکالۃ اللازمۃ اذا وکل الراهن العدل او المرتهن ببیع الرهن عند حلول الاجل فلا ینعزل بالعزل ولا بموت الموکل وجنونہ اور شرح مجمع مین ہے کہ جان لے کہ وکالت جب لازم ہوتی ہے تو ان عوارض سے باطل نہین ہوتی تو اسی وجہ سے مصنف نے کہا بجز وکالت لازمہ کے یعنی مثلا جب راہن نے شخص عادل یا مرتہن کو وکیل کیا بیع رہن کا مدت کے آنے وقت تو وہ معزول نہوگا معزول کرنے سے اور نہ موکل کی موت اور اسکے جنون سے ھم مرتہن عطف ہے عدل پر اور راہن پر اسکا عطف کرنا صحیح نہین اسواسطے کہ مرتہن بیع کا مالک نہین کذا فی الطحطاوی کالوکیل بالامر بالید والوکیل ببیع الوفاء لا ینعزلان بموت الموکل بخلاف الوکالۃ بالخصومۃ او الطلاق بزازیہ فی التجنیس امر بالید کا وکیل اور بیع الوفا کا وکیل معزول نہین ہوتے دونون موکل کی موت سے بخلاف خصومت یا طلاق کی وکالت کے کذا فی البزازیہ ھم یعنی وکالت بالخصومۃ اگرچہ لازم ہے لیکن وکیل اسمین موت اور جنون موکل سے معزول ہوجاتا ہے قلت والحاصل کما فی البحر ان الوکالۃ ببیع الرهن لا تبطل بالعزل حقیقیا او حکمیا ولا بالخروج عن الاهلیۃ بجنون وردة وفیما عداها من اللازمۃ لا تبطل بالحقیقی بل بالحکمی وبالخروج عن الاهلیۃ قلت فاطلاق الاول فیہ نظر مین کہتا ہون اور خلاصہ یہ ہے جیسا بحر الرائق مین ہے کہ بیع رہن کی وکالت باطل نہین ہوتی عزل سے خواہ عزل حقیقی ہو یا حکمی چنانچہ موت اور نہ خارج ہو جانے سے لیاقت توکیل سے بسبب جنون اور ارتداد کے اور اسکے سوا وکالت لازمہ باطل نہین ہوتی عزل حقیقی سے بلکہ باطل ہوتی ہے عزل حکمی سے اور اہلیت کے خارج ہوجانے سے

مین کہتا ہون تو درر کے اطلاق مین بحث ہے ہم درر مین یون کہا ہے کہ جب حق غیر متعلق ہو تو وکیل معزول نہین ہوتا انتہی اور تعلق حق غیر وکالت بالخصومۃ بالتماس طالب کو بھی شامل ہے اور حالانکہ اسمین ایسا حکم نہین کذا فی المنح وینعزل بافتراق احد الشریکین ولو بتوکیل ثالث بالتصرف وان لم یعلم الوکیل لانہ عزل حکمی اور وکیل معزول ہوتا ہے احد الشریکین کے افتراق سے اگرچہ وکالت بتوکیل ثالث ہو تصرف کے واسطے اور گو کہ وکیل کو عزل کا علم نہوا سواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے ہم اطلاق ماتن اسکو شامل ہے کہ دونون شریکون مین افتراق ہو شرکت کے بطلان سے چنانچہ دونون مال یا ایک مال ہلاک ہوجاے قبل خرید کے تو وکالت ضمنیہ بھی باطل ہوگی اور اسکو شامل ہے کہ دونون یا ایک شریک تیسرے شخص کو تصرف کا وکیل مقرر کرین تو بعد افتراق وہ معزول ہوگا وینعزل بعجز موکلہ لو مکاتبا وحجرہ ای موکلہ لو ماذونا لما مر انہ ای بلا علم افلا انہ عزل حکمی کما مر اور وکیل معزول ہوتا ہے اپنے موکل کے عاجز ہونے سے اداے بدل کتابت سے اگر موکل عبد مکاتب ہو اور اپنے موکل کے محجور ہونے سے اگر موکل عبد ماذون فی التجارۃ ہو اسی طرح معزول ہوجاتا ہے یعنے اسکو علم ہو عزل کا یا نہو اسواسطے کہ وہ عزل حکمی ہے چنانچہ مذکور ہوچکا وہذا اذا کان وکیلا فی العقود والخصومۃ اما اذا کان وکیلا فی تقاضی دین او اقتضائہ او قبض ودیعۃ فلا ینعزل بالعجز والحجر اور یہ یعنے عزل بسبب عجز اور حجر کے اسوقت ہے جبکہ وہ وکیل ہو عقود اور خصومت مین اور جب کہ وکیل ہو اداے دین اور طلب دین اور قبض ودیعت مین تو معزول نہین ہوتا عجز مکاتب اور حجر ماذون سے ولو عزل المولی وکیل عبدہ الماذون لم ینعزل اور اگر مولے نے اپنے غلام ماذون کے وکیل کو معزول کیا تو وہ معزول نہوگا وینعزل بتصرفہ ای الموکل بنفسہ فیما وکل فیہ تصرفا یعجز الوکیل عن التصرف معہ وکالوکالۃ لما لو طلقہا واحدۃ والعدۃ باقیۃ فللوکیل تطلیقہا اخری لبقاء المحل اور معزول ہوتا ہے وکیل موکل کے بذات خود تصرف کرنے سے اس فعل مین جسمین وہ وکیل مقرر ہوا موکل کے ایسے تصرف سے عزل ہوتا ہے کہ وکیل اسکے ساتھ تصرف کرنے سے عاجز ہوجاے اور اگر وکیل عاجز نہو تو وہ معزول نہین ہوتا چنانچہ اگر موکل نے اپنی زوجہ کو ایکبار طلاق دی اور حالانکہ عدت باقی ہے تو وکیل کو دوسری طلاق دینا جائز ہے بسبب باقی رہنے محل طلاق کے ہم موکل کے جس تصرف کے ساتھ وکیل تصرف نہین کرسکتا اسواسطے معزول ہوجاتا ہے کہ وکالت کی حاجت باقی نہین رہتی چنانچہ عتاق عبد یا کتابت کا وکیل کیا پھر اسکو موکل نے خود آزاد کردیا یا مکاتب کیا یا تزویج یا خرید کا وکیل کیا سو آپ نکاح کرلیا یا مول لیا یا طلاق کا وکیل کیا سو خود اسکو تین بار طلاق دی یا ایکبار طلاق دی اور عدت گذر گئی یا خلع کا وکیل کیا سو آپ خلع کرلیا ولو ارتد الزوج او لحق وقع طلاق وکیلہ ما بقیت العدۃ اور اگر زوج مرتد ہوگیا یا دار الحرب مین لاحق ہوا تو اسکے وکیل کی طلاق واقع ہوگی جب تک عدت باقی ہے ہم بحر الرائق وغیرہ مین یون ہے کہ اگر زوج مرتد ہوجاے تو وکیل کی طلاق عورت پر بابقاے عدت واقع ہوگی اور لحوق زوج بمنزلہ اسکی موت کے ہے انتہی تو شارح کے کلام مین لحوق اس لحوق پر محمول ہے جسپر قاضی کا حکم نہین ہوا اور صاحب بحر وغیرہ کا کلام اس لحوق پر جسپر حکم ہوگیا کیونکہ وہی بمنزلہ موت کے ہے کذا فی الطحطاوی ونحو ذا الوکالۃ اذا عاد الیہ ای الموکل قدیم ملکہ کان وکلہ ببیع فباعہ موکلہ ثم رد علیہ بما ھو فسخ بقی علی وکالتہ اور پھر آتی ہے وکالت جبکہ موکل کی طرف اسکی قدیم ملک پھر آوے چنانچہ ایک شخص کو بیع کا وکیل کیا سو اسکو بیچ ڈالا اسکے موکل نے پھر وہ چیز پھیر دی گئی موکل کو اس سبب سے کہ وہ فسخ ہے چنانچہ بحکم قاضی رد بالعیب واقع ہوا تو وکیل باقی رہیگا اپنی وکالت پر او بقی اثرہ ای اثر ملکہ کمسئلۃ العدۃ یا باقی رہے ملک موکل کا اثر مانند مسئلہ عدت کے یعنے زوج نے طلاق کا وکیل کیا پھر ایک طلاق خود موکل نے دی اور عدت ہنوز باقی ہے تو وکیل باقی طلاق دے سکتا ہے بخلاف ما لو تجدد الملک بخلاف اسکے اگر ملک جدید حاصل ہو ہم چنانچہ ایک چیز کی بیع کا وکیل کیا پھر آپ اسکو بیچ ڈالا پھر اسکو مشتری سے خرید لیا تو وکالت عود نکریگی اسواسطے کہ یہان قدیم ملک نے عود نہین کیا بلکہ وہ تازہ ملک حاصل ہوئی **فروع** مسائل الحقہ شارح کے فی الملتقط عزل وکیلہ ینعزل ما لم یصلہ الکتاب ملتقط مین ہے کہ معزول کیا اور معزولی لکھ بھیجی تو معزول نہوگا جب تک وکیل کو خط نہ پہونچیگا یعنے اسواسطے کہ یہ عزل قصدی ہے اسمین علم

وکیل شرط ہے اور علم خط بھیجنے سے ہے (وکل غائبا ثم عزلہ قبل قبولہ صح وبعدہ لا) وکیل کیا شخص غائب کو پھر اسکو معزول کیا قبل اسکے قبول کرنے کے تو صحیح ہے اور بعد قبول کے صحیح نہیں یعنی قبل قبول بلا علم وکیل عزل صحیح ہے اور بعد قبول صحیح نہیں بدون علم کے در صورت عزل قصدی کذا فی الطحطاوی (دفع الیہ قمقمۃ لیدفعہا الی انسان یصلحہا فدفعہا ونسیہ لا یضمن الوکیل بالدفع) دیا وکیل کو آفتابہ تا اس آدمی کو دے جو اسکو درست کردے سو وکیل نے اسکو دیا اور بھول گیا کہ کسکو دیا تو وکیل پر دینے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ اسنے موافق اسکے کہنے کے عمل کیا اور نسیان سے تعدی اسکی ثابت نہیں (ابرأہ عمالہ علیہ بری من الکل قضاء ولا فی الآخرۃ الا بقدر ما یتوہم انہ علیہ) صاحب دین نے مدیون کو بری کر دیا اس دین سے جو اسپر ہے تو وہ بری الذمہ ہو گا کل دین سے ظاہر حکم میں اور آخرت میں تو بری الذمہ نہو گا مگر اسقدر دین سے جتنا صاحب دین گمان رکھتا ہے کہ اسکا اتنا ہے اسپر ہے یعنی مجملاً اسنے دین معاف کر دیا لیکن اسکا گمان یہ ہے کہ میرے دس درہم ہیں پھر ظاہر ہوا کہ اسکے سو درہم ہیں تو باعتبار قضا سب سے بری ہو گیا بنظر اطلاق برائت اور عند اللہ فقط دس درہم سے بری ہو گا کذا فی الطحطاوی (وفی الاشباہ قال لمدیونہ من جاءک بعلامۃ کذا او من اخذ اصبعک او قال لک کذا فادفع الیہ لم یصح لانہ توکیل مجہول فلا یبرأ بالدفع الیہ) اور اشباہ میں ہے کہ اپنے مدیون سے کہا کہ جو میرے پاس آوے فلانی نشانی لیکر یا جو تیری انگلی پکڑے یا تجھ سے فلانی بات کہے تو اسکو دیجیو تو صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ توکیل مجہول ہے تو مدیون بری الذمہ نہو گا اسکے دینے سے (وفی الوہبانیۃ ومن قال اعط المال قابض خنصری فاعطاہ لم یبرأ وبالمال یخسر) اور وہبانیہ میں ہے اور جیسے دائن نے کہا کہ دے مال چھنگلی کے پکڑنے والے کو سو دیا اسکو مدیون بری الذمہ نہو گا اور مال میں اسکو خسارہ ہو گا یعنی دوبارہ اسکو دینا پڑے گا (وبعہ بیع بالنقد او بعہ لخالد فخالفہ قالوا یجوز التقیید) اور جس موکل نے کہا بیچ اسکو اور بیچیو نقد یا یوں کہا کہ بیچ اسکو اور بیچیو خالد کے ہاتھ سو وکیل نے اسکے خلاف کیا یعنی ادھار بیچا یا زید کے ہاتھ بیچا تو علما نے کہا کہ اتنا تغیر کرنا وکیل کو جائز ہے (ھو بعہ وبع بالنقد یہ ایک صورت ہے وبعہ وبع لخالد یہ دوسری صورت ہے) وکیل کو مخالفت مذکورہ اسواسطے جائز ہے کہ یہ کلام مشورہ پر محمول ہے چنانچہ مضارب سے کہا کہ یہ مال بطور مضاربت کے لیا اور اس سے گیہوں خرید کرنا تو اسکو جو خرید کرنا جائز ہے کیونکہ یہ کلام مشورہ ہے اسکا بخلاف اس قول کے کہ بعہ بالنقد یا یوں کہا کہ بعہ من فلان تو اب اسکو مخالفت کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ (وفی الدفع قل قول الوکیل مقدم وکذا قول رب الدین فی الخصم) یعنی اور مال کے دینے میں وکیل کا قول مقدم ہے اسی طرح صاحب دین کا قول مقدم ہے اور خصم یعنی موکل پر جبر کیا جائیگا (صورت اسکی یہ ہے کہ موکل نے وکیل کو مال دیا اور کہا کہ اسے میرا دین ادا کر سو وکیل نے کہا کہ میں نے ادا کیا اور صاحب دین نے کہا کچھ اسنے نہیں دیا تو وکیل کا قول معتبر ہے بری الذمہ ہونے میں یعنی وکیل پر تاوان دینا لازم نہو گا اور وکیل کا قول مقدم ہے موکل کے اس قول پر کہ اسنے صاحب دین کو نہیں دیا اور صاحب دین کے اس قول پر کہ میں نے کچھ نہیں پایا لیکن یہ فقط درحق برائت ہے نہ درحق سقوط حق دائن تو وہ اپنا دین موکل سے لے گا اور دائن کا قول موکل و وکیل کے قول پر مقدم ہو گا عدم سقوط حق میں اور موکل سے زبردستی حق اسکا دلایا جائیگا لیکن اسکے اگر موکل طالب کا مکذب اور وکیل کا مصدق ہو تو طالب سے قسم لیجاے سو اگر اسنے قسم کھائی تو قبض دین ثابت ہوا اور اگر قسم نکھائی تو حق اسکا ساقط ہو گیا اور اگر بالعکس ہو یعنی موکل طالب کا مصدق اور وکیل کا مکذب ہو تو وکیل سے قسم لیجاے کذا فی الطحطاوی (ولو قبض الدلال مال البیع کی یسلمہ فضاع ینتصف) اور اگر دلال نے مال مبیع یعنی ثمن لیا مشتری سے تا بائع کو تسلیم کرے اور ثمن ضائع ہو گیا تو دلال اور بائع میں نصفا نصف کیا جاوے یعنی مصالحہ بالنصف ہو گا درمیان دلال کے اور بائع کے ناظم نے کہا یوں تفصیل کرنا لائق ہے کہ اگر بائع نے دلال کو قبض ثمن کا اذن دیا ہو تو دلال پر تاوان لائق نہیں اور جو نہ دیا ہو تو بائع چاہے مشتری سے تاوان لے چاہے دلال سے اگر مشتری سے لے تو وہ دلال سے پھر لے تا وقتیکہ دلال اسکا فرستادہ نہو بائع کی طرف ثمن پہونچانے میں کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الدعوی

کتاب الدعویٰ

یہ کتاب ہے دعوے کے احکام میں (لا یخفی مناسبتہا للوکالۃ بالخصومۃ) مناسبت دعوی کی خصومت کی وکالت سے پوشیدہ نہیں

م مناسبت یہ ہو کہ خصومت کے وکیل کو دعوی کی طرف حاجت ہو بلکہ گاہے غیر خصومت کا وکیل بھی دعوی کی طرف حاجت مند ہوتا ہو ہی لغۃ قول یقصد بہ الانسان ایجاب حق علی غیرہ لغت مین دعوی وہ قول ہو جس سے آدمی اپنے غیر پر ایجاب حق کا ارادہ کرے یعنی بلا قید منازعت و مسالمت اور اسمین دفع عن حق نفسہ سے کچھ تعرض نہین والفہا للتانیث فلا تنون اور لفظ دعوی کا الف تانیث کے واسطے ہو تو اسپر تنوین داخل نہین کیجاتی ۱۲ صلح وجمعہا دعاوی بفتح الواو کفتوی وفتاوی شمنی اور جمع دعوے کی دعاوی ہو بفتح واو مانند فتوی اور فتاوے کے کذا فی الدرر لکن جزم فی المصباح بکسرھا ایضا فیہما محافظۃ علی الف التانیث لیکن مصباح العلوم مین واو کے کسرہ پر یقین کیا دونون مین یعنی دعاوی اور فتاوے مین الف تانیث کی محافظت کے واسطے ھم عبارت مختلف ہو مصباح مین یون ہو کہ جمع دعوی دعاوی بکسر واو ہو اسواسطے کہ وہی اصل ہو اور بفتح واو ہو الف تانیث کی محافظت کے واسطے کذا فی الطحطاوی ملخصاً وشرعاً قول مقبول عند القاضی یقصد بہ طلب حق قبل غیرہ خرج الشہادۃ والاقرار اور اصطلاح شرع مین دعوی عبارت ہو اس قول سے جو قاضی کے روبرو مقبول ہو اور اس سے طلب حق اپنے غیر شخص سے مقصود ہو نکل گئی شہادت اور اقرار ھم قول مقبول سے قول ملزم مراد ہو تو غیر ملزم خارج ہو گیا قاضی کی قید اسواسطے لگائی کہ غیر قاضی کے روبرو دعوی مسموع نہین اور طلب حق کی قید سے شہادت خارج ہو گئی دعوی کی تعریف سے اسواسطے کہ شہادت اگرچہ قول مقبول ہو مگر اس سے اثبات حق غیر مقصود ہو اور اسی طرح اقرار بھی ودفعہ ای دفع الخصم عن حق نفسہ دخل فی دعوی التعرض فتسمع بہ یفتی بزازیہ دعوی عبارت ہو دفع کرنے مدعی سے مخاصم کو اپنی ذات کے حق سے تو اسمین داخل ہوا التعرض کے دعوی کو دفع کرنا تو وہ مسموع ہوگا اسی قول کا فتوی ہو کذا فی البزازیہ ھم دفع تعرض کی صورت یہ ہو کہ قاضی کے سامنے کہے کہ فلانا شخص ناحق میرا متعرض ہوتا ہو اور مین اسکے دفع تعرض کا مطالب ہون تو یہ دعوی مسموع ہو قاضی اسکو ناحق تعرض سے باز رکھے تو جبتک اسکے پاس حجت نہین ہو تو وہ تعرض سے روکا جاے اور جب اسکو حجت ملے تو تعرض کرے کذا فی الطحطاوی بخلاف دعوی قطع النزاع فلا تسمع سراجیہ بخلاف دفع قطع نزاع کہ وہ مسموع نہین کذا فی السراجیہ ھم صورت اسکی یہ ہو کہ قاضی کے پاس جاے اور کہے کہ اگر فلانے شخص کا مجھپر کچھ ہو تو دعوے کرے اور نہین تو ابرا کرے تو اس شخص پر جبر نکیا جائیگا دعوی مین اسواسطے کہ وہ صاحب حق ہو کذا فی الطحطاوی وھذا اذا ارید بالحق فی التعریف الامر الوجودی اور یہ یعنی تعریف دعوی مین اور دفعہ عن نفسہ کا قول زیادہ کرنا اسوقت ہو جبکہ تعریف مذکور مین حق سے امر وجودی کا ارادہ کیجیے ھم جب امر وجودی مراد ہوا تو امر عدمی جیسا کہ دفع کو تعریف شامل نہوگی تو قول مذکور کے زیادہ کرنے کی حاجت ہوئی تا دفع بھی دعوی کی تعریف مین داخل رہے اور عدمی سے مراد وہ ہو جو امر اعتباری کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ دفع عدمی نہین کیونکہ دفع سے کف عن المنازعۃ مراد ہو فلو ارید ما یعم الوجودی والعدمی لم یحتج لہذا القید سو اگر حق سے وہ ارادہ کیجیے جو کہ وجودی اور عدمی دونون کو شامل ہو تو اس قید یعنی زیادت دفع کی حاجت نہین والمدعی من اذا ترک دعواہ ترک ای لا یجبر علیہا اور مدعی وہ شخص ہو کہ جبکہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو چھوڑا جاے یعنی حاکم اسکے زبردستی دعوے نکروائے والمدعی علیہ بخلافہ ای یجبر علیہا اور مدعا علیہ وہ شخص جو مدعی کے برخلاف ہو یعنی جو ترک خصومت سے چھوڑا نجاے بلکہ اسکے زبردستی خصومت کروائی جاے فلو فی البلدۃ قاضیان کل فی محلۃ فالخیار للمدعی علیہ عند محمد وبہ یفتی بزازیہ ولو القضاۃ فی المذاھب الاربعۃ علی الظاہر وبہ افتیت بحر تو اگر ایک شہر مین دو قاضی ہون ہر ایک قاضی ہو علیحدہ علیحدہ محلے کا تو مدعا علیہ کو اختیار ہو جس قاضی کے پاس چاہے حاضر ہو محمدؒ کے نزدیک اسی قول کا فتوی ہو کذا فی البزازیہ اگرچہ وہان چارون مذہب کے قاضی ہون بنا بر قول ظاہر کے اور اسیکا مین نے فتوی دیا ہو کذا فی البحر ھم علامہ مقدسی نے صاحب بحر کے قول پر اعتراض کیا کہ ابو یوسفؒ کے قول پر اعتماد کرنا مناسب ہو یعنی مدعی کو اختیار ہو اسواسطے کہ ابو یوسفؒ کا قول مدعی اور مدعا علیہ کی تعریف کے موافق ہو قال المصنف ولو الولایۃ لقاضیین فاکثر علی السواء فالعبرۃ للمدعی نعم لو امر السلطان باجابۃ المدعی علیہ لزم اعتبارہ لعزلہ بالنسبۃ الیہا ھم مراد کہا مصنف نے اپنی منح مین اور اگر دو قاضیون کی یا زیادہ کی ولایت برابر جمیع محلات شہر مین ہو تو مدعی کا

اعتبار ہے مان اگر سلطان نے اجابت مدعاعلیہ کا حکم دیا ہو تو اسکا معتبر رکھنا لازم ہوگا بسبب معزول ہونے اس قاضی کے جسکو مدعاعلیہ نے پسند نہیں کیا اس دعوے کی سمت کے اعتبار سے چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ قضا قید پذیر ہے کذا فی الطحطاوی قلت وھذا الخلاف فیما اذا کان کل قاض علی محلۃ علیٰ حدۃ امّا اذا کان فی المصر حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی فی مجلس واحد والولایۃ واحدۃ فلا ینبغی ان یقع الخلاف فی اجابۃ المدعی لانہ صاحب الحق کذا بخط المصنف علیٰ حاشیۃ البزازیۃ فلیحفظ میں یہ کہتا ہوں اور یہ خلاف محمدؒ و ابو یوسفؒ کا اس صورت میں ہے جبکہ ہر قاضی علیحدہ علیحدہ محلہ کا حاکم ہو اور جبکہ شہر میں حنفی اور شافعی اور مالکی اور حنبلی ایک مجلس میں ہوں اور ولایت ایک یعنے حکومت عامہ ہو تو لائق نہیں کہ اجابت مدعی میں خلاف واقع ہو اسواسطے کہ بلاشک مدعی ہی تو صاحب حق ہے اسی طرح لکھا ہے مصنف کے خط سے بزازیہ کے حاشیہ پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھم اتحاد مجلس قید نہیں بلکہ عموم ولایت پر مدار ہے چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر شارح عموم ولایت پر کفایت کرتا تو خوب ہوتا ورکنہا اضافۃ الحق الی نفسہ لو اصیلا کلی ملکی او اضافتہ الی من ناب المدعی منابہ کوکیل ووصی عند النزاع متعلق باضافۃ الحق اور دعوی کا رکن نسبت کرنا ہے حق کا اپنی ذات کی طرف نزاع کے وقت اگر مدعی اصیل ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میرا مال اسپر اتنا ہے یا نسبت کرنا حق کا اسکی طرف جسکے مدعی قائم مقام ہے مانند وکیل اور وصی کے شارح نے کہا کہ عند النزاع اضافت حق سے متعلق ہے واھلھا العاقل الممیز ولو صبیا لو ماذونا فی الخصومۃ والا لا اشباہ اور دعوے کا اہل وہ شخص ہے جو ہوشیار تمیز ہو اگرچہ لڑکا ہو بشرطیکہ اسکے ولی نے اسکو خصومت کی اجازت دی ہو اور اگر اسکو اجازت نہ دی ہو تو وہ اہل دعوے نہیں کذا فی الاشباہ وشرطھا ای شرط جواز الدعوی مجلس القضاء وحضور خصم فلا یقضی علی غائب اور دعوی کی شرط یعنے جواز دعوی کی شرط قاضی کی مجلس ہے اور موجود ہونا اسکے مخاصم کا تو حکم نکیا جاوے مدعاعلیہ غائب پر وھل یحضرہ بمجرد الدعوی ان بالمصر او بحیث یبیت بمنزلہ نعم والا فحتی یبرھن او یحلف منیہ اور کیا قاضی مدعاعلیہ کو مجرد دعوی کرنے مدعی کے حاضر کرے اگر مدعاعلیہ اسی شہر میں یا شہر سے باہر ہے اس طرح پر کہ جوابدہی کرکے اپنے گھر رات کو جا پہنچے تو ہاں مجرد دعوی حاضر کرے اور اگر ایسا نہو تو اسکو نہ بلاوے تاوقتیکہ مدعی گواہ لاوے یا قسم کھاوے کذا فی المنیہ ھم مدعاعلیہ بعید کے احضار میں دو قول ہیں بعضوں کے نزدیک احضار نہیں مگر بعد شہادت اور بعضوں کے نزدیک بعد قسم قاضی خان نے صحیح کہا ہے گواہی مدعاعلیہ کے بلانے کے واسطے ہے نہ حکم دینے کے واسطے شلبی نے کہا کہ ہمارے زمانہ کے قاضیوں کا عمل برخلاف ماتقدم ہے کہ مجرد دعوی مدعاعلیہ کو طلب کرتے ہیں اور دریافت نہیں کرتے کہ دعوی صحیح ہے یا فاسد اور یہ انکی غفلت ہے فقہا کے کلام سے یا جہالت کذا فی الطحطاوی ومعلومیۃ المال المدعی اذ لا یقضی بمجھول اور دعوی کی شرط معلوم ہونا اس مال کا ہے جسکا مدعی نے دعوی کیا اسواسطے کہ مال مجہول کا حکم نہیں دیا جاتا ولا یقال مدعی فیہ وبہ الا ان تضمن الاخبار اور مال مدعا کو مدعا فیہ اور مدعا بہ نہیں کہتے مگر جبکہ لفظ ادعا معنی اخبار کے متضمن ہو اب مدعا بہ بولنا درست ہے ھم مدعا فیہ اور مدعا بہ بولنا درست نہیں اگرچہ فقہا بولتے ہیں مگر یہ مشہور ہے تو وہ بہتر ہے صواب مہجور سے کذا فی الحموی وشرطھا ایضا کونھا ملزمۃ شیئا علی الخصم بعد ثبوتھا والا کان عبثا اور یہی دعوی کی شرط ہے ہونا دعوی کا لازم کرنیوالا کسی چیز کا مخاصم پر بعد ثابت ہونے دعوے کے اور اگر ملزم نہو تو فائدے کی ہو تا ھم جب ملزم ہونا دعوے کی شرط ٹھہرا تو وکیل کو اپنے موکل حاضر پر توکیل کا دعوی کرنا صحیح نہیں امکان عزل کے سبب سے کذا فی البحر وکون المدعی مما یحتمل الثبوت فدعوی ما یستحیل وجودہ عقلا او عادۃ باطلۃ لتیقن الکذب فی المستحیل العقلی کقولہ لمعروف النسب او لمن لا یولد مثلہ لمثلہ ھذا ابنی وظھورہ فی المستحیل العادی کدعوی معروف بالفقر اموالا عظیمۃ علی اخر انہ اقرضھا ایاہ دفعۃ واحدۃ او غصبھا منہ فظاھر عدم سماعھا بحر وبہ جزم ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ اور دعوی کی شرط ہے ہونا اس چیز کا جسکا دعوی کیا اس قسم سے جو محتمل الثبوت ہو تو اسکا دعوی جسکا وجود باعتبار عقل یا عادت کے محال ہے باطل ہے بسبب متیقن ہونے کذب کے محال عقلی میں چنانچہ یوں کہنا معروف النسب کو کہ یہ میرا بیٹا ہے یا اسکو اپنا بیٹا کہنا کہ ویسا آدمی اس جیسے آدمی سے پیدا نہیں ہوتا اور بسبب ظاہر ہونے کذب کے محال عادی میں چنانچہ

مفلس مشہور کا دعوے اموال علیہ کا دوسرے شخص پر اسطرح کہ اسنے اسکو مال قرض دیتے ہین ایک ہی دفعہ یا مدعا علیہ نے اموال مذکورہ کو اسسے غصب کر لیا تو ظاہرا یہ دعوی غیر مسموع ہی کذا فی البحر اور اسی پر یقین کیا ہی ابن الغرس نے فواکہ بدریہ مین وحکمہا وجوب الجواب علی الخصم وھو المدعی علیہ بلا او نعم حتی لو سکت کان انکارا فتسمع البینۃ الا ان یکون اخرس من اختیار وسنحققہ اور دعوی کا حکم واجب ہونا جواب کا ہی مدعا علیہ پر نہین یا ہان کر کے تو اگر وہ چپ رہا نہ نہین بولا نہ ہان تو یہ سکوت انکار ہوگا تو گواہی سنی جائیگی مگر یہ کہ مدعا علیہ گونگا ہو تو اسکا سکوت انکار نہوگا کذا فی الاختیار اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے یعنے قضی نکول کی شرح مین وسببہا تعلق البقاء المقدر بتعاطی المعاملات اور دعوی کا سبب متعلق ہونا بقاء مقدر کا ہی معاملات کے استعمال سے یعنے اور معاملات مین زیادت اور نقصان اور اقرار اور انکار اور توکیل وغیرذلک جاری ہی تو دعوے کرنا اسی قسم سے ٹھہرا جو بقاے عالم مکلفین کا مقتضی ہی اسواسطے کہ اگر دعوے نکیجے تو اکثر حقوق ضائع ہوجائین فلو کان ما یدعیہ منقولا فی ید الخصم ذکر المدعی انہ فی یدہ بغیر حق لاحتمال کونہ مرھونا فی یدہ او محبوسا بالثمن فی یدہ ۵ تو اگر وہ مال جسکا مدعی دعوی کرتا ہی مال منقول مدعا علیہ کے ہاتھ مین ہو تو مدعی یہ بیان کرے کہ وہ مال مدعا علیہ کے ہاتھ مین ناحق ہی بسبب احتمال ہونے اس مال کے مرہون مدعا علیہ کے ہاتھ مین یا اسکے محبوس بواسطہ ثمن کے ہوا اسکے پاس وطلب احضارہ ان امکن فعلی الغریم احضارہ لیشار الیہ فی الدعوی والشہادۃ والاستحلاف اور مطالبہ کرے مدعی اسکے حاضر کرنے کا اگر لانا اسکا ممکن ہو بلا مشقت تو مدیون پر احضار اسکا واجب ہی تا اسکی طرف اشارہ کیا جاے دعوے اور شہادت اور استحلاف مین وذکر المدعی قیمتہ ان تعذر احضار العین بان کان فی نقلہا مؤنۃ وان قلت ابن کمال معزیا للخزانۃ اور مدعی اسکی قیمت ذکر کرے اگر متعذر ہو احضار عین کا اسطرح کہ اسکے لے آنے مین مؤنت ہو اگرچہ مؤنت قلیل ہو ابن کمال نے اسکو ذکر کیا ہی بنسبت بخزانہ کرکے ھو کلام ابن کمال چلپی اور ڈھیر وغیرہ مین ہی نہ ہلاک عین مین تو شارح کا بیان اسکو ذکر کرنا سہو ہی کذا فی الطحطاوی بھلا کہا او غیبتہا لانہ مثلہ معنا قیمت بیان کرے اگر احضار اسکا متعذر ہو اسکے ہلاک ہوجانے سے یا اسکے غائب ہونے سے اسواسطے کہ قیمت اسکی مانند ہی اسکے باعتبار معنی کے یعنے قیمت اسکی مماثل معنوی ہی وان تعذر احضارھا مع بقائہا کرحی وصبرۃ طعام وقطیع غنم بعث القاضی امینہ لیشار الیہا اور اگر احضار اسکا متعذر ہو باوجود اسکے موجود ہونے کے جیسے چکی اور گیہون کا ڈھیر اور بھیڑ بکری کا گلہ تو قاضی اپنا امین بھیجے تا اسکی طرف اشارہ کیا جاوے ولا تکن باقیۃ اکتفی فی الدعوی بذکر القیمۃ اور اگر وہ چیز باقی نرہی ہو تو دعوی مین ذکر قیمت کفایت کرے وقالوا لو ادعی انہ غصب منہ عین کذا ولم یذکر قیمتہا تسمع فیحلف خصمہ او یجبر علی البیان درر وابن ملک ولہذا لو ادعی اعیانا مختلفۃ الجنس والنوع والصفۃ وذکر قیمۃ الکل جملۃ کفی ذلک الاجمال علی الصحیح وتقبل بینتہ او یحلف خصمہ علی الکل مرۃ ۵ اور فقہا نے کہا ہی کہ اگر دعوی کیا کہ مدعا علیہ نے مدعی سے فلانی چیز غصب کی ہی اور اسکی قیمت نہ بیان کی ہو تو دعوے مسموع ہوگا تو مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی درصورت انکار یا اسپر بیان قیمت پر زبردستی ہوگی درصورت اقرار کذا فی الدرر وابن ملک اور اسی واسطے یعنے بسبب سماع دعوی غصب اگرچہ مدعی اسکی قیمت نہ بیان کرے اگر مدعی نے اشیاء مختلفۃ الجنس والنوع والصفۃ کا دعوی کیا اور سب چیزون کی قیمت بلا تفصیل مجمل بیان کی تو یہ اجمال کافی ہی صحت دعوی مین بقول صحیح اور مدعی کے گواہ بیان قیمت مین مقبول ہونگے یا اسکے مدعا علیہ سے قسم لیجائیگی سب چیزون پر ایکبار مر اعیان مختلف الجنس جیسے ابلج اور مختلف النوع جیسے گیہون اور جوا اور مختلف الصفۃ جیسے عمدہ گیہون اور ناقص وان لم یذکر قیمۃ کل عین علی حدۃ لانہ لما صح دعوی الغصب بلا بیان فلان یصح ببیان قیمۃ الکل جملۃ بالاولی قیمت مجمل کا دعوی مسموع ہی اگرچہ قیمت ہر چیز کی علحدہ نہ بیان کرے اسواسطے کہ جب دعوی غصب کا بلا بیان قیمت صحیح ہوا تو اگر صحیح ہو جبکہ کل اشیا کی قیمت مجملا بیان کرے تو بطریق اولی وقیل فی دعوی السرقۃ یشترط ذکر القیمۃ لیعلم کونہا نصابا فاما فی غیرہا فلا یشترط عمادیۃ اور بعضون نے کہا کہ چوری کے دعوے مین قیمت کا ذکر کرنا شرط ہی تا اسکا نصاب ہونا معلوم ہوا اور چوری کے سوا اور مین بیان قیمت شرط نہین

ثنا المدعی

کذا فی العمادیۃ وھذا کلہ فی دعوی العین لا الدین فلو ادعی قیمۃ شئ مستھلک اشترط بیان جنسہ ونوعہ فی الدعوی والشھادۃ لیعلم
بماذا یقضی اور یہ سب یعنے اکتفا بذکر قیمت بیچ دعوے عین ہو نہ دین کے دعوے میں تو اگر مدعی نے شئ مستہلک کا دعوی کیا تو اسکی جنس اور نوع کا بیان شرط ہے دعوے
اور شہادت میں تا قاضی جانے کہ کیا حکم کرے وقد اختلف فی بیان الذکورۃ والانوثۃ فی الدابۃ فشرطہ ابو اللیث ایضا واختارہ فی الاختیار وشرط الشہید
بیان السن ایضا وتمامہ فی العمادیۃ اور فقہا کے اندر اختلاف ہے جانور کی نری اور مادگی کے بیان میں تو فقیہ ابو اللیث نے بیان قیمت کے ساتھ اسکو بھی شرط
کیا ہے اور اس قول کو اختیار شرح مختار میں پسند کیا ہے اور حاکم شہید نے نری اور مادگی کے ساتھ جانور کی عمر کا بیان بھی شرط کیا ہے اور پورا بیان اسکا عمادیہ میں ہے
وفی دعوی الایداع لابد من بیان مکانہ ای مکان الایداع سواء کان لہ حمل او لا اور ودیعت رکھنے کے دعوی میں مکان ایداع کا بیان کرنا
ضرور ہے خواہ وہ چیز بار برداری کے لائق ہو یا نہو ہم بیان مکان اسواسطے شرط ہے کہ ودیعت رکھنے والے پر تخلیہ لازم نہیں مگر اسی مکان میں جہاں ودیعت
رکھی گئی اور اسمیں بیان قیمت کا اعتبار نہیں کیونکہ مطلوب عین ودیعت ہے نہ اسکی قیمت وفی الغصب ان لہ حمل ومؤنۃ فلابد لصحۃ الدعوی من
بیان مکانہ والا لا اور غصب کے دعوے میں اگر مغصوب لائق بار برداری اور مشقت کے ہو تو ضرور ہے اسکے صحت دعوے کے واسطے بیان مکان غصب اور اگر
بار برداری کے لائق نہو تو بیان مکان ضرور نہیں وفی غصب غیر المثلی یبین قیمتہ یوم غصبہ علی الظاہر عمادیۃ اور غیر مثلی کے غصب میں
روز غصب کے اسکی قیمت بیان کرے بنا بر قول ظاہر کذا فی العمادیۃ ویشترط التحدید فی دعوی العقار کما یشترط فی الشھادۃ علیہ ولو کان العقار
مشہورا خلافا لھما اور گھر اور باغ وغیرہ غیر منقول کے دعوے میں حدود کا بیان کرنا شرط ہے جیسے اسکی گواہی میں تحدید شرط ہے اگرچہ غیر منقول مشہور
ہو بخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک درصورت شہرت تحدید شرط نہیں ہم عقار بروزن سلام لغت میں عبارت ہے ہر ملک ثابت الاصل سے چنانچہ گھر اور کھجور کا
درخت اور کاہے متاع کو بھی عقار بولتے ہیں انتہے اور مشائخ نے تصریح کی ہے کہ عمارت اور نخل منقولات سے ہے اور اسمیں شفعہ نہیں جبکہ اسکی بلا عرصہ بیع ہو کذا فی
الطحطاوی عن البحر الا اذا عرف الشھود الدار بعینھا فلا یحتاج الی ذکر حدودھا غیر منقول کی تحدید ضرور ہے مگر جبکہ شہود گھر کو بالخصوص جانتے
ہوں تو اسکے حدود کے بیان کی حاجت نہیں ہم اسمیں گفتگو ہے اسواسطے کہ تحدید سے مقصود اعلام قاضی ہے اور شہود کی معرفت سے یہ حاصل نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی
کما لو ادعی ثمن العقار لانہ دعوی الدین حقیقۃ بحر چنانچہ اگر زمین وغیرہ کے ثمن کا دعوے کیا تو تحدید شرط نہیں اسواسطے کہ وہ فی الحقیقۃ دین کا
دعوی ہے نہ زمین کا کذا فی البحر فلابد من ذکر بلدۃ فیھا الدار ثم المحلۃ ثم السکۃ فیبدأ بالاعم ثم الاخص فالاخص کما فی النسب اور ضرور ہے اس شہر
کے بیان سے جسمیں وہ گھر ہے پھر محلہ پھر کوچہ کے بیان سے تو پہلے عام تر کو بیان کرے پھر خاص تر بعدہ خاص تر کو چنانچہ نسب میں ہم یعنے یوں کہے کہ وہ گھر فلانے
شہر فلانے محلہ فلانے کوچہ میں ہے پھر حدود بیان کرے اور نسب کی یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص پر دعوی کیا جسکا نام مثلا جعفر ہے تو اگر معلوم اور مشہور ہو تو بہتر
اور نہیں تو خاص تر کی طرف ترقی کرے تو یوں کہے کہ جعفر بن محمد سو اگر معلوم ہو جاے تو بہتر نہیں تو دادا کی طرف ترقی کرے اسطرح کہ جعفر بن محمد بن عبداللہ
ویکتفی بذکر ثلثۃ فلو ترک الرابع صح وان ذکرہ وغلط فیہ لا ملتقے لان المدعی یختلف بہ ثم انما یثبت الغلط باقرار الشاھد فصولین
اور تین حدود کے ذکر میں کفایت ہے تو اگر چوتھی کو ترک کرے تو صحیح ہے اور اگر چوتھی حد بیان کرے اور اسمیں غلطی کرے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ مدعا اس
مختلف ہو جاتا ہے پھر غلطی کی تو شاہد کے اقرار سے ثابت ہوتی ہے کذا فی الفصولین ہم زفر کے نزدیک حدود اربعہ کا ذکر ضرور ہے اسواسطے کہ تعریف پوری
نہیں ہوتی مگر حدود اربعہ سے ولہذا حد رابع کی غلطی مقبول نہیں اور یہی قول ہے ایمہ ثلثہ کا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الحموی وذکر اسماء اصحابھا ای
الحدود واسماء ابائھم ولابد من ذکر الجد لکل منھم ان لم یکن الرجل مشہورا والا اکتفی باسمہ لحصول المقصود اور ضرور ہے اہل حدود کے نام ذکر کرنا
اور انکے باپوں کے نام ذکر کرنا اور ضرور ہے انمیں سے ہر ایک شخص کے دادا کا ذکر کرنا اگر مرد مذکور مشہور نہو اور اگر مشہور ہو تو فقط اسکا نام کافی ہے بسبب

حاصل ہونے مقصود کے ہم ملتقط میں ہے کہ اگر دار معروف نہو تو امتیاز نہ حاصل ہوگا مگر اسکے موالی کے ذکر سے یا اسکے پیشہ یا وطن یا اسکی دوکان یا اسکی حلیہ سے تو مقصود تمیز ہے خواہ اقل سے حاصل ہو یا اکثر سے وذکر انه ای العقار فی یده لیصیر خصما اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ گھر یا باغ مدعا علیہ کے قبضہ میں ہے تا کہ وہ مخاصم ٹھہرے ہم منقول اور غیر منقول ذکر قبض مدعا علیہ میں برابر ہیں اور تخصیص عقار اسواسطے کی کہ یہاں بیان تھا عقار کا کذا فی الطحطاوی ویزید علیه بغیر حق ان کان المدعی منقولا لما مر اور زیادہ کرے اسپر بغیر حق کی قید اگر منقول ہو جسکا دعوی کیا چنانچہ مذکور ہو چکا ہم مذکور یہ ہو چکا کہ تعریف ناحق اسواسطے ذکر کرے کہ شاید وہ چیز اسکے پاس مرہون ہو یا محبوس بثمن ہو ولا تثبت یده فی العقار بتصادقهما بل لا بد من بینة او علم قاض لاحتمال تزویرهما بخلاف المنقول لمعاینة یده اور ثابت نہیں ہوتا قبضہ اور تصرف مدعا علیہ کا زمین میں متخاصمین کے باہم تصدیق کرنے سے بلکہ ضرور ہے گواہی سے یا قاضی کے علم سے بسبب احتمال تزویر متخاصمین بخلاف منقول کے کہ اسمیں تصادق متخاصمین مثبت قبض ہے بسبب معاینہ ہونے قبض منقول کے ہم احتمال تزویر یہ ہے کہ شاید متخاصمین نے بیچ پرایا مال لینے کے واسطے اپنے آپکو مدعی اور مدعا علیہ بنایا ہو ثم هذا الشرط علی اطلاقه بل اذا ادعی العقار ملکا مطلقا پھر یہ یعنی اشتراط بینہ یا علم قاضی قبض مدعا علیہ پر علی الاطلاق نہیں بلکہ جبکہ زمین میں ملک مطلق کا دعوے کرے ہم ملک مطلق وہ ہے جسمیں ملک کا سبب مذکور نہو چنانچہ خرید یا میراث یا ہبہ اما فی دعوی الغصب و دعوی الشراء من ذی الید فلا یفتقر لبینة لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیره ایضا اور غصب کے دعوے اور قابض سے خرید کرنے کے دعوے میں تو حاجت نہیں گواہی کی اسواسطے کہ فعل کا دعوی جیسا قابض پر صحیح ہے ویسا غیر قابض پر بھی صحیح ہے کذا فی البزازیہ ہم شارح نے دلیل سے اشارہ کیا کہ ملک مطلق کے دعوی میں اور فعل کے دعوی میں فرق ہے فعل سے مراد غصب اور خرید ہے وذکر انه یطالبه به لتوقفه علی طلبه ولاحتمال رهنه او حبسه بالثمن وبه استغنی عن زیادة بغیر حق فافهمه اور اسکا ذکر ضرور ہے کہ مدعی اسکا مطالبہ کرتا ہے مدعا علیہ سے بسبب موقوف ہونے حق مدعی کے اسکی طلب پر اور اسکے مرہون ہونے یا محبوس بالثمن ہونے کے احتمال سے اور اشتراط مطالبہ سے بغیر حق کے زیادہ کرنیکی حاجت نرہی سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ عقار اور منقول میں بغیر حق کا ذکر لازم نہیں کیونکہ اشتراط مطالبہ ہی کافی ہے ولو کان ما یدعیه دینا مکیلا او موزونا نقدا او غیره ذکر وصفه لانه لا یعرف الا به اور جبکہ مدعی دعوے کرتا ہے اگر دین ہو خواہ مکیل ہو یا موزون نقد ہو یعنی چاندی سونا ہو یا سوائے اسکے تو اسکے وصف کو مذکور کرے اسواسطے کہ مکیل یا موزون دریافت نہیں ہوتا مگر وصف کے بیان سے ہم وصف یہ کہ گیہوں مثلا عمدہ یا ناقص چاندی کھری یا کھوٹی اور ذکر وصف کی اسوقت حاجت ہے جبکہ شہر میں کئی قسم کے روپے یا اشرفیاں رائج ہوں اور اگر ایک ہی قسم کا روپیہ یا اشرفی مروج ہو تو ذکر وصف لازم نہیں کذا فی الحموی ولا بد فی دعوی المثلیات من ذکر الجنس والنوع والصفة والقدر وسبب الوجوب فلو ادعی کر بر دینا علیه ولم یذکر سببا لم تسمع اور ضرور ہے مثلیات کے دعوے میں بیان کرنے جنس اور نوع اور صفت اور مقدار اور سبب وجوب سے تو اگر مدعا علیہ پر ایک کر گیہوں کے دین ہونیکا دعوی کیا اور اسکا سبب نہ ذکر کیا تو دعوے مسموع نہوگا ہم جنس جیسے گیہوں اور نوع جیسے سینچ گیہوں یا سفید اور صفت جیسے جید یا ردی اور مقدار جیسے دو من یا چار من اور سبب وجوب جیسے قرض یا ثمن یا غصب واذا ذکر ففی السلم انما له المطالبة فی مکان عینا اور جبکہ وجوب کا سبب ذکر کیا تو بیع سلم میں اسکو مطالبہ جائز نہیں مگر اسی مکان میں جسکو مدعی اور مدعا علیہ نے معین کیا وفی نحو قرض وغصب واستهلاک فی مکان القرض ونحوه بحر فلیحفظ اور مانند قرض اور غصب اور استہلاک مثلیات کے دعوے میں مطالبہ نہیں مگر قرض کے مکان میں اور مانند اسکے یعنی غصب اور استہلاک کے مکان میں کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ویسأل القاضی المدعی علیه عن الدعوی فیقول انه ادعی علیک کذا فماذا تقول بعد صحتها والا تصح لا یسأل لعدم وجوب جوابه اور قاضی مدعا علیہ سے دعوی کو پوچھے تو یوں کہے کہ فلانے مدعی نے تجھپر ایسا دعوی کیا ہے سو تو کیا کہتا ہے سوال کرے بعد صحیح ہونے دعوی کے اور اگر صحیح دعوے صادر نہیں ہوا

تو مدعا علیہ سے سوال نکرے بسبب نہ واجب ہونے اسکے جواب کے اور قاضی کا سوال مدعی کی طلب پر موقوف ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر مدعی جاہل ہو تو قاضی بدون اسکی طلب کے مدعا علیہ سے پوچھے کذا فی السراجیۃ فان اقر فیہا او انکر فبرھن المدعی قضی علیہ بلا طلب المدعی سو اگر مدعا علیہ دعوی کا اقرار کرے تو خوب ہے یا انکار کرے سو مدعی گواہ لاوے تو قاضی حکم کرے مدعا علیہ پر یعنے اسکو ہرادے اور مدعی کو جتادے بدون طلب مدعی کے اور اگر مدعا علیہ کہے کہ میں مدعی کے دعوے کو دفع کر سکتا ہوں تو قاضی اسکو تین دن کی مہلت دے اور بعد مدت اسپر حکم کرے اور قاضی کا مدعا علیہ کو خبردار کرنا کہ ہم تجھپر حکم کرتے ہیں مستحب ہے لازم نہیں کذا فی الطحاوی والا یبرھن حلفہ الحاکم بعد طلبہ اذ لا بد من طلبہ الیمین فی جمیع الدعاوی الا عند الثانی فی اربع علی ما فی البزازیہ اور اگر مدعی گواہوں سے اپنا دعوی ثابت نکرے تو مدعا علیہ کو حاکم قسم دے بعد مطالبہ مدعی اسواسطے کہ جمیع دعاوے میں مطالبہ قسم کا جانب مدعی سے ضرور ہے مگر ابو یوسفؒ کے نزدیک چار مواضع میں طلب مدعی ضرور نہیں کذا فی البزازیہ ھم مواضع اربعہ سے ایک رد بالعیب ہے کہ مشتری خدا کی قسم کھائے کہ میں راضی نہیں ہوا عیب سے دوسرے شفیع قسم کھائے کہ میں نے تیرا شفعہ باطل نہیں کیا تیسرے عورت جبکہ نفقہ طلب کرے اپنے زوج غائب سے تو یوں قسم کھائے کہ زوج نے اسکو نفقہ نہیں دیا اور نکچھ اسکے واسطے چھوڑ گیا تھا چوتھے مستحق قسم کھائے کہ میں نے نہیں بیچا کذا فی الحلبی عن البحر قال واجمعوا علی التحلیف بلا طلب فی دعوی الدین علی المیت اور بزازی نے کہا اور طرفین اور ابو یوسفؒ بلا طلب قسم دلانے پر اتفاق کیا میت پر دعوی دین میں اور صورت تحلیف یہاں یوں ہے کہ قاضی اسکو قسم دے اللہ کی کہ تو نے اپنا حق مدیون سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اسکی طرف سے تجھکو ادا کیا اور نہ تیری طرف سے کسی نے اسپر قبضہ کیا تیرے امر سے اور نہ تو نے اسکو معاف کر دیا نہ کل نہ بعض اور نہ کسی کا تو نے اسپر حوالہ کیا اور نہ تیرے پاس اسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر واذا قال المدعی علیہ لا اقر ولا انکر لا یستحلف بل یحبس لیقر او ینکر درر اور جبکہ مدعی علیہ نے کہا کہ دعوی مدعی کا میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار تو حاکم قسم نہ دلاوے بلکہ اسکو قید رکھے تاکہ وہ اقرار کرے یا انکار کذا فی الدرر یہ امامؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اسپر قسم لینا چاہیے وکذا لو لزم السکوت بلا آفۃ عند الثانی خلاصۃ قال فی البحر وبہ افتیت لما ان الفتوی علی قول الثانی فیما یتعلق بالقضاء انتہی ثم نقل عن البدائع ان الاشبہ انہ انکار فیستحلف اور اسی طرح مدعا علیہ قید کیا جاوے اگر سکوت لازم پکڑے بدون کسی آفت اور مرض کے ابو یوسفؒ کے نزدیک کذا فی الخلاصۃ بحر الرائق میں کہا اور اسی کا میں نے فتوی دیا اسواسطے کہ متعلقات قضا میں ابو یوسفؒ کے قول پر فتوی ہے انتہے ما فی البحر پھر صاحب بحر نے بدائع سے نقل کیا کہ مشابہ بصحیح یہ ہے کہ عدم اقرار اور عدم انکار ہے تو مدعا علیہ سے قسم لیجاویگی ھم متبادر یہ ہے کہ قول بدائع کی ضمیر مسئلہ سکوت کی طرف راجع ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ مسئلہ متن کی طرف راجع ہے اور وہ صاحبینؒ کے قول کی تصحیح ہے اسواسطے کہ لفظ اشبہ تصحیح کے الفاظ سے ہے کذا فی الحلبی ملخصاً قیدنا بتحلیف الحاکم لانھما لو اصطلحا علی ان یحلف عند غیر قاض ویکون بریئا فھو باطل لان الیمین عند القاضی مع طلب الخصم ولا عبرۃ لیمین ولا نکول عند غیر القاضی یعنے تحلیف حاکم کی قید لگائی اسواسطے کہ متخاصمین اگر آپس میں اسپر اتفاق کریں کہ مدعا علیہ قاضی کے سوا کہیں اور قسم کھاوے اور بری الذمہ ہو جائے تو وہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے ساتھ طلب کرنے مخاصم کے اور اعتبار نہیں قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس فلو برھن علیہ ای علی حقہ یقبل ولا یحلف ثانیا عند قاض بزازیہ الا اذا کان حلفہ الاول عندہ فیکتفی بہ درر سو اگر غیر حاکم کے پاس قسم کھائی پھر مدعی اپنے حق پر برہان لایا تو مقبول ہوگی اور اگر گواہ نلایا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لیجاوے قاضی کے پاس کذا فی البزازیہ مگر جبکہ پہلی قسم قاضی کے پاس لے گئی تو کافی ہے یعنے دوبارہ قسم کی حاجت نہیں کذا فی الدرر ونقل المصنف عن القنیۃ ان التحلیف حق القاضی فما لم یکن باستحلاف لم یعتبر اور مصنف نے اپنی شرح میں قنیہ سے نقل کیا کہ تحلیف حق قاضی ہے تو جب تک تحلیف قاضی کے قسم لینے سے نہوگی معتبر نہوگی ھم یہ مسئلہ مغایر ہے متن کے مسئلے کا اسواسطے کہ مسئلہ میں یہ ہے کہ غیر قاضی کے پاس قسم کھانا

باطل ہی اور بیان مطلب یہ ہی کہ قاضی کے پاس قسم کھانی مدعی کیا استحلاف سے نہ قاضی کے استحلاف سے کذا فی الحلبی وکذا لو اصطلحا ان المدعی لو حلف فالخصم ضامن للمال فحلف ای المدعی لم یضمن الخصم لان فیہ تغییر الشرع اور اسی طرح اگر متخاصمین نے اسپر اتفاق کیا کہ اگر مدعی قسم کھالے تو مدعا علیہ ضامن ہی مال کا اور مدعی نے قسم کھالی تو مدعا علیہ ضمان نہ دیگا اسواسطے کہ اسمین بگاڑنا ہی شرع کا اور وجہ تغییر شرع یہ ہی کہ قسم مدعا علیہ پر ہی نہ مدعی پر طحطاوی نے کہا کہ اگر مدعا علیہ اس شرط پر مال ادا کرے تو پھیر لیوے کیونکہ یہ شرط باطل ہی والیمین لا ترد علی مدع لحدیث البینۃ علی المدعی اور قسم پھیری نہین جاتی مدعی پر اس حدیث کی دلیل سے بینہ یعنے گواہ مدعی پر ہیں ہم لیوینگے حدیث بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی مین بروایت ابن عباس رض یون ہی البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر کذا فی التیسیر یعنے گواہی مدعی پر ہی اور قسم اسپر ہی جو انکار کرتا ہی طحطاوی نے کہا وجہ استدلال یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متخاصمین مین قسمت فرمائی اور قسمت منافی شرکت ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ یمین کا الف لام استغراق کا ہی اسواسطے کہ لام تعریف استغراق پر محمول ہوتا ہی اور تعریف حقیقت پر مقدم ہوتی ہی جبکہ وہان معہود نہو تو مطلب یہ ہوا کہ جمیع ایمان منکرین پر ہین تو اگر مدعی پر بھی یمین ہو تو اس نص کی مخالفت لازم آوے وحدیث الشاھد والیمین ضعیف بل ردہ ابن معین بل انکرہ الراوی عینی اور حدیث شاہد و یمین کی ضعیف ہی بلکہ اسکو یحیے بن معین نے رد کیا ہی بلکہ اس حدیث کے راوی نے اسکا انکار کیا ہی کذا فی العینی ہم مسلم اور ابو داؤد مین ابن عباس رض سے روایت ہی قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمین وشاہد کذا فی التیسیر یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اور ایک شاہد پر حکم دیا یعنے مدعی کی قسم اور ایک شاہد پر کفایت کی طحطاوی نے عینی سے نقل کیا کہ راوی اس حدیث کا ربیعہ ہی سہل بن صالح سے اور سہل اسکی روایت کا منکر ہی تو حدیث مذکور حجت باقی نرہی بعد منکر ہونے اسکے راوی کے تو اب احادیث صحاح مشاہیر کی معارض کیونکر ہوسکے گی انتہی برھنت المدعی علی دعواہ وطلب من القاضی ان یحلف المدعی انہ محق فی الدعوی او علی ان الشہود صادقون او محقون فی الشہادۃ لا یجیبہ القاضی الی طلبہ لان الخصم لا یحلف مرتین بتحلیف الشاھد لان لفظ اشہد عندنا یمین مع ذکر الیمین لانا امرنا باکرام الشہود ولذا لو علم الشاہد ان القاضی یحلف ویعمل بالمنسوخ لہ ان یمتنع عن اداء الشہادۃ لانہ لا یلزمہ بزازیہ گواہ لایا مدعی اپنے دعوے پر اور مدعا علیہ نے قاضی سے یہ خواہش کی کہ مدعی قسم لے اسپر کہ وہ اس دعوے مین حق پر ہی یا یہ خواہش کی کہ گواہ قسم کھا دین کہ وہ سچے ہین یا اس گواہی مین وہ حق پر ہین تو قاضی اسکی خواہش کو نمانے اسواسطے کہ مدعا علیہ مخاصم سے دوبار قسم نہین لیجاتی تو مشابہ ہے دوبار کیونکر قسم لی جائیگی اسواسطے کہ اشہد کا لفظ ہمارے نزدیک قسم ہی اور دوبار قسم نہین لیجاتی اسواسطے کہ ہم تعظیم اور تکریم شہود کے مامور ہین اور اسی واسطے اگر شاہد جانے کہ قاضی اسکو قسم دیگا اور منسوخ پر عمل کریگا تو اسکو ادا ے شہادت سے باز رہنا جائز ہی اسواسطے کہ ادا اسکو ادا ے شہادت لازم نہین کذا فی البزازیہ ہم اب ہندوستان مین نصاری کی کچہریون مین شاہدون پر حلف معمول ہی تو اگر شاہد بلحاظ حلف ادا ے شہادت مین ہیلو تہی کرین تو بموجب اس روایت کے عند اللہ گنہگار نہونگے واللہ اعلم وبینۃ الخارج فی الملک المطلق وھو الذی لم یذکر لہ سبب احق من بینۃ ذی الید لان المدعی والبینۃ لہ بالحدیث اور اگر گواہ شخص خارج غیر قابض کی ملک مطلق مین اولے بالقبول ہین قابض کے گواہون سے اسواسطے کہ خارج مدعی ہی اور گواہ اسیکے واسطے ہین موافق حدیث کے ملک مطلق وہ جسکا سبب مذکور نہو مانند خرید یا میراث ہم صورت اسکی یہ ہی کہ شخص غیر قابض نے ایک گھر یا مال منقول کی ملک مطلق کا دعوے کیا اور قابض نے اسی طرح ملک مطلق کا دعوی کیا اور دونون گواہ لائے بلا قید تاریخ یا دونون نے ایک ہی تاریخ بیان کی تو گواہ قابض کے مقبول نہونگے خارج کے واسطے حکم ہوگا اور اگر قابض کی تاریخ مقدم ہوگی تو قابض کے واسطے حکم ہوگا اور ظہیریہ مین ہی کہ اگر خارج نے ملک مورخ کا دعوے کیا اور قابض نے ملک مقید مورخ کا دعوے کیا اور تاریخ قابض مقدم ہی تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی ملخصا بخلاف المقید بسبب کنتاج ونکاح والبینۃ لذی الید اجماعا کما سیجیء بخلاف دعوے اس ملک کے جو مقید بسبب ہی چنانچہ

مسئلہ [illegible]

[illegible] یمین ہوتی ہی [illegible] استماع شہادت سے در صورت تحلیف ۱۲

صحیح اور اگلی صورت میں قابض کے گواہ اولیٰ بالقبول ہیں یا الاطلاق ہے یا نہیں اگر آدمی کا نام صورت میں صحیح ہے کہ ہر ایک نے گواہ قائم کیے کہ لونڈی اسکے پاس ہے تو قابض کے گواہ مقدم ہیں اس واسطے کہ [illegible] گواہ [illegible] اور [illegible] سے صحیح [illegible] کی اور اگلی کی صورت یہ ہے کہ دونوں نے گواہ [illegible] کیے [illegible] کیا اس صورت میں قابض کے گواہ اولیٰ ہیں [illegible] ملک حقیقی اور حکمی دونوں کو شامل ہے وقضی القاضی علیه بنکوله مرة لو نکل مرة [illegible] فی السراج [illegible] اگر انکار قسم قاضی کی [illegible] الحنفیة مدعا علیہ کے اون کہنے سے کہ میں نہیں قسم کھاتا یا انکار قسم کیا [illegible] اور یہ ہونے کے قول صحیح میں کذا فی السراج اور قسم کے واسطے [illegible] فانه قضاء [illegible] ویمینه [illegible] قال المصنف [illegible] انکار قسم کے بعد [illegible] علما کا کذا فی [illegible] خلاف [illegible] حکم دینا فورا فرض ہے مگر [illegible] قسم [illegible] کہ قاضی کو شک [illegible] طرح قضا [illegible] دن کی مہلت مانگے [illegible] ہوتا ہے میں کذا فی البزازی [illegible] والقضاء [illegible] حکم کیا مدعا علیہ پر انکار قسم سے [illegible] کیا [illegible] اور ثابت ہے کذا فی السراج طریقے قضا کے [illegible] ہو گئے [illegible] والسابع قرینة قاطعة [illegible] گواہ اور اقرار اور قسم اور انکار اور قسامت اور علم قاضی کا [illegible] خالی گھر سے ایک آدمی خوفناک خون آلودہ چھری لیے نکلا پھر اس گھر میں فورا لوگ داخل ہوئے تو اسی وقت کا ایک مذبوح آدمی دیکھا [illegible] ماخوذ ہوگا اسواسطے کہ اسکے قاتل ہونے میں کوئی شک اور تردد نہیں کرتا [illegible] اسواسطے اقرار کو [illegible] کیونکہ اقرار خود حجت [illegible] بلا حاجت قضا اور قسامہ [illegible] میں داخل ہے اور علم قاضی قول ضعیف ہے اور قرینہ قاطعہ [illegible] ابن غرس نے ذکر کیا ہے [illegible] کذا فی الطحطاوی

شک فیما یدعی علیه ینبغی ان یرضی خصمه ولا یحلف تحرزا عن الوقوع فی الحرام مدعی کو شک پڑا یعنی جسکا اسنے دعوے کیا مدعا علیہ پر تو لائق ہے اسے واجب ہے کہ اپنے خصم کو راضی کرے اور قسم نہ لے تاکہ حرام میں واقع ہونے سے بچے وان ابی خصمه الا حلفه ان اکبر رأیه ان المدعی مبطل حلف [illegible] ان المحق لا یحلف [illegible] اور اگر اسکا خصم مانے سوائے قسم کے اگر اسکا ظن غالب یہ ہے کہ مدعی باطل پر ہے تو مدعا علیہ قسم کھائے اور اگر ایسا نہ ہو اسطرح کہ اسکو ظن غالب ہو کہ مدعی حق پر ہے تو قسم نہ کھائے کذا فی البزازیہ [illegible] مسئلہ [illegible] شک سے [illegible] یہ ہے کہ مدعی کو اگر اپنے دعوے کا یقین ہو تو مدعا علیہ سے قسم لے اور اگر شک ہو تو قسم نہ لے اور مدعا علیہ کو اگر بطلان مدعی کا یقین یا ظن غالب ہو تو قسم کھائے اور نہیں تو قسم نہ کھائے وتقبل البینة لو اقامها المدعی وان قال قبل الیمین لا بینة لی سراج خلافا لما فی شرح المجمع عن المحیط اور گواہ مقبول ہونگے اگر مدعی نے انکو قائم کیا اگرچہ قسم سے پہلے مدعی کہہ چکا ہو کہ میرے گواہ نہیں کذا فی السراج برخلاف اس قول کے جو شرح مجمع میں ہے محیط سے [illegible] شرح مجمع میں محیط سے منقول کہ جب مدعی نے کہا کہ

سلہ [illegible] الحموی [illegible] الطرق الحکمیہ [illegible] [illegible]

میرے پاس گواہ نہیں اس دعوے پر پھر وہ گواہ لایا تو امام کے نزدیک مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ خود اپنے گواہوں کی تکذیب کرچکا اور محمد کے نزدیک مقبول ہیں اس احتمال سے کہ اسکے گواہ ہونگے پر وہ بھول گیا انتہی اسمیں خلاف جو مذکور ہے لیکن قسم کا اسمیں اثر نہیں مگر شرح مجمع کے حاشیہ میں سراجیہ سے قول محمد کی ترجیح مذکور ہے کذا فی الطحطاوی بعد یمین المدعی علیہ یعنی تقبل البینة بعد القضاء بالنکول خانیہ گواہ مقبول ہیں مدعا علیہ کی قسم کے بعد جیسے گواہ مقبول ہیں بعد قضا بالنکول کے کذا فی الخانیہ عند العامة وهو الصحیح نقل شرح الملتقی الیمین الفاجرة احق ان ترد من البینة العادلة ولان الیمین کالخلف عن البینة فاذا جاء الاصل انتهی حکم الخلف فکانه لم یوجد اصلا یعنی گواہ بعد الیمین اکثر علما کے نزدیک مقبول ہیں اور یہی قول صحیح ہے بدلیل قول شریح کہ جھوٹی قسم مردود کرنیکے لائق تر ہے عادل گواہوں سے اور اسواسطے کہ قسم گواہوں کے خلیفہ کے مانند ہے تو جب اصل کا حکم آیا خلیفہ کا حکم ہوچکا گویا کچھ نہ تھا کذا فی البحر ویظهر کذبه باقامتها ای البینة لو ادعی دینا ای المال بلا سبب فحلف ای المدعی علیہ ثم اقامها حتی یحنث فی یمینه وعلیه الفتوی طلاق الخانیة خلافا لاطلاق الدرر اور ظاہر ہوتا ہے کذب مدعا علیہ کا گواہوں کے قائم کرنے سے اگر مدعی نے مال کا دعوی بلا اظہار سبب کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ اپنی قسم میں حانث ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی کتاب الطلاق من الخانیہ برخلاف اطلاق درر کے درر میں کہا صواب یہ ہے کہ اسکا کذب ظاہر نہوگا تو وہ معاقب بعقوبت شاہد زور نہوگا انتہی تو صاحب درر کا کلام عام ہے خواہ دعوے سبب کے ساتھ ہو یا بلا سبب ہو وان ادعاه بسبب وحلف انه لا دین علیه ثم اقامها المدعی علی السبب لا یظهر کذبه لجواز انه وجد القرض ثم وجد الابراء او الایفاء وعلیه الفتوی عینی وسراجیہ وشمنی وغیرهم اور اگر مدعی نے سبب ظاہر کرکے دعوے کیا پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی کہ اسکا مجھ پر دین نہیں ہے پھر مدعی نے سبب یعنی قرض دینے پر گواہ قائم کیے تو مدعا علیہ کا کذب ظاہر نہوگا اسواسطے کہ جائز ہے کہ اول قرض پایا گیا پھر ابراء قرض یا ادائے قرض پایا گیا اور اسی قول پر عمل پر فتوی ہے کذا فی الفصولین والسراج والشمنی وغیرهم ولا تحلیف فی نکاح انکره هو او هی ورجعة جحدها هو او هی بعد عدة وفی ایلاء انکره احدهما بعد المدة واستیلاد تدعیه الامة ولا یتاتی عکسه لثبوته باقراره ورق ونسب بان ادعی علی مجهول انه قنه او ابنه وبالعکس عتاقة وولاء ادعاه الاعلی او الاسفل وحد ولعان اور منکر کو قسم دینا نہیں نکاح میں خواہ مرد منکر ہو نکاح کا یا عورت اور قسم نہیں رجعت میں خواہ مرد منکر ہو رجعت کا یا عورت بعد عدت کے اور ایلا میں جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت ایلا کے اور استیلاد میں جسکا دعوے لونڈی کرتی ہے اور اسکے بالعکس یعنی ادعای استیلاد دعوے حاصل نہیں ہوسکتا بسبب ثابت ہونے استیلاد کے مولے کے اقرار سے اور رقیت اور نسب میں قسم نہیں اسطرح کہ دعوے کیا شخص مجہول پر کہ وہ اسکا غلام ہے یا بیٹا یا اسکے بالعکس یعنی مجہول الحال ایک مرد پر یہ دعوے کرے کہ وہ میرا مولے ہے یا باپ اور وہ منکر ہو اور ولاے عتاقت یا ولاء موالات میں قسم نہیں ولا کا دعوے کیا شخص اعلے نے یا اسفل یعنی معروف نے مجہول پر دعوی کیا یا مجہول نے معروف پر اور حد اور لعان میں قسم نہیں ہر اشیای سبعہ میں امام کے نزدیک تحلیف نہیں خلافا للصاحبین رجعت میں بعد عدت کے اسواسطے قید لگائی کہ قبل عدت رجعت ثابت ہوجائیگی مرد کے قول سے اگرچہ عورت اسکی تکذیب کرے اور ایلا میں بعد مدت کے قید اسواسطے لگائی کہ ایلا کی مدت میں ایلا ثابت ہوگا زوج کے دعوے سے اور اگر عورت مدعی ہوگی رجعت اور ایلا میں تو وہ موانع خلاف ہے والفتوی علی انه یحلف المنکر فی الاشیاء السبعة ومن عدها ستة الحق امومیة الولد بالاستیلاد والرق والاصل ان الفتوی بالتحلیف فی الکل الا فی الحدود اور فتوے اسپر ہے کہ قسم لیجائیگی منکر سے اشیاء سبعہ مذکورہ میں اور جسنے انکو چھ شمار کیا ہے اسنے ام ولد ہونے کو نسب میں ملایا ہے یا رق میں خلاصہ یہ ہے کہ قول مفتی بہ تحلیف ہے کل امور مذکورہ میں سوائے حدود کے [illegible] قذف و لعان [illegible] الا اذا تضمن حقا

بان علق عتقہ بزنی نفسہ فالعبد یحلفہ فان نکل ثبت العتق لا الزنی اور من جملہ حدود قذف اور لعان کی حد ہو لیکن اسمین قسم نہین باجماع ائمہ اور صاحبین کے مگر جبکہ حد حق العبد کی متضمن ہو اسطرح پر کہ مولےٰ نے اپنے غلام کی آزادی اپنے زنا پر معلق کی ہو تو غلام کو قسم لینا مولے کا درصورت انکار جائز ہی سو اگر مولے قسم نکھاوے تو آزادی ثابت ہوگی نہ زنا مثلاً غلام یون کہے کہ مولے نے وہ فعل کیا جسپر میری آزادی معلق کی تھی اور یہ نکلے کہ اسنے زناکاری کی تا اپنے مولے کا قاذف نہ ٹھہرے کذا فی الطحطاوی وکذا یستحلف السارق لاجل المال فان نکل ضمن و لم یقطع وان اقر بہا قطع اور اسی طرح قسم لیجاوے سارق سے مال کے واسطے سو اگر وہ قسم نکھاوے تو تاوان دے مال کا اور اسکا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا نکول سے اور اگر چوری کا اقرار کرے تو کاٹا جائیگا وقالوا یستحلف فی التعزیر کما بسطہ فی الدرر اور علمانے کہا ہی قسم لیجائیگی تعزیر مین چنانچہ اسکو درر مین مشرح بیان کیا ہی ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ تعزیر حق العبد ہو ولہذا عبد اسکو ساقط کرسکتا ہی معاف کردینے سے کذا فی الدرر وفی الفصول ادعی نکاحہا فحیلۃ دفع یمینہا ان تتزوج فلا تحلف اور فصول مین ہی کہ مرد نے عورت کے نکاح کا دعوی کیا تو عورت کے دفع یمین کا حیلہ ہی کہ وہ نکاح کرلے تو اس سے اب قسم نلیجائیگی وفی الخانیۃ لا استحلاف فی احدے وثلثین مسئلۃ اور خانیہ مین ہی کہ قسم لینا اکتیس مسئلون مین نہین ہم یہ مسائل کتاب الوقف کے اخیر مین مفصل مذکور ہوچکے والنیابۃ تجری فی الاستحلاف لا الحلف وفرع علی الاول بقولہ فالوکیل والوصی والمتولی وابو الصغیر یملک الاستحلاف فلہ طلب یمین خصمہ نیابت جاری ہوتی ہی قسم لینے مین نہ قسم کھانے مین اور مصنف نے تفریع کی اول یعنے جواز استحلاف پر اپنے اس قول سے تو وکیل اور وصی اور متولی وقف اور طفل صغیر کا باپ مالک ہی قسم لینے کا تو اسکو مطالبہ اپنے مخاصم کی یمین کا جائز ہی ہم اسکا مخاصم کہا باعتبار ظاہر کے اور حقیقت مین تو وہ مخاصم ہی اصیل کا یعنے وکیل موکل کے مدعا علیہ اور وصی یتیم کے اور متولی واقف کے اور باپ اپنے طفل صغیر کے مدعا علیہ سے قسم لے ولا یحلف احد منہم الا اذا ادعی علیہ العقد او صح اقرارہ علی الاصیل فیستحلف حینئذ کالوکیل بالبیع فان اقرارہ صحیح علی الموکل فکذا نکولہ اور وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کے باپ سے قسم نلیجائیگی مگر جبکہ اسپر عقد کا دعوے کیا جاوے یا اسکا اقرار صحیح ہو اصیل پر تو اب اسوقت قسم لیجائیگی چنانچہ بیع کا وکیل کہ اسکا اقرار صحیح ہی اپنے موکل پر تو اسی طرح اسکا قسم نکھانا بھی صحیح ہی وفی الخلاصۃ کل موضع لو اقر لزم فاذا انکر یستحلف الا فی ثلث ذکرہا والصواب فی اربع وثلثین ذکرہا من الخانیۃ وزاد ستۃ اخری فی البحر وزاد اربعۃ عشر فی تنویر البصائر حاشیۃ الاشباہ والنظائر لابن المصنف ولولا خشیۃ التطویل لسردتہا کلہا اور خلاصہ مین ہی کہ جس مواضع مین کہ اگر آدمی اقرار کرے تو اسکو اقرار لازم آوے پھر جب اسکا منکر ہو تو اس سے قسم لیجائیگی سواے تین صورتون کے جسکو صاحب خلاصہ نے بیان کیا ہی اور ٹھیک بات تو یہ ہی کہ چونتیس صورتون مین حلف نہین چنانچہ خانیہ سے مذکور ہوچکا یعنے اکتیس صورتین خانیہ کی اور تین صورتین خلاصہ کی ملکر چونتیس ہوئین اور چھ صورتین اور بحر الرائق مین زیادہ کی ہین اور چودہ صورتین تنویر البصائر ابن مصنف کے حاشیہ اشباہ و نظائر مین زیادہ کی ہین اور اگر تطویل کا خوف نہوتا تو مین ان سب صورتون کو مفصل بیان کرتا ہم تو سب چونتیس صورتین ہوئین جنمین منکرین پر قسم نہین اور ان سبکو شارح کتاب الوقف مین مذکور کرچکا ہی ایسا بیان مکرر ذکر کرنے کی کیا حاجت ہی اور تنویر البصائر شیخ شرف الدین کا حاشیہ ہی نہ ابن مصنف کا ابن مصنف کے حاشیہ کا تو زواہر الجواہر نام ہی چنانچہ شارح بارہا ذکر کرچکا ہی تو یہ خطا اغلاط کاتب سے ہی واللہ اعلم التحلیف علی فعل نفسہ یکون علی البتات ای القطع بانہ لیس کذلک قسم لینا مدعا علیہ کے ذاتی فعل پر ہوتا ہی بتات یعنے یقین پر اسطرح کہ دعوے مدعی کا ایسا نہین ہم منکر اپنے ذاتی فعل پر یقینی قسم کھالے چنانچہ مدعی نے دعوے کیا کہ زید نے میری حویلی ناحق چھین لی اور اسکے گواہ نہین تو زید یون قسم کھاسکے کہ واللہ مین نے اسکی حویلی نہین چھینی اسواسطے کہ آدمی اپنے فعل کو بلاشبہ بالیقین جانتا ہی والتحلیف علی فعل غیرہ یکون علی العلم

ای انہ لایعلم انہ کذلک لعدم علمہ بما فعل غیرہ ظاھرا اور قسم لینا غیر کے فعل پر ہوتا ہو علم پر یعنے نفی علم پر یعنے یون قسم کہائے کہ وہ نہین جانتا ہو کہ جو کچھ مدعی کا ایسا ہو غیر کے فعل پر نفی علم کی اسواسطے قسم ہوتی کہ اسکو ظاہرا علم حاصل نہین کہ غیر شخص نے کیا فعل کیا اللھم الا اذا کان فعل الغیر شیئا یتصل بہ ای بالحالف وفرع علیہ بقولہ فان ادعی مشتری العبد سرقۃ العبد او اباقہ وثبت ذلک یحلف البائع علی البتات مع انہ فعل الغیر وانما صح باعتبار وجوب تسلیمہ سلیما فرجع الی فعل نفسہ فیحلف علی البتات لانہا آکد ولذا تعتبر مطلقا دہ یعنے البتہ غیر کے فعل مین نفی علم پر قسم ہوتا ہے مگر جبکہ غیر کا فعل ایسی چیز ہو جو حالف سے متصل و متعلق ہو اور مصنف نے اس پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو اگر غلام کے مشتری نے غلام کی چوری یا بھاگ گئے کا دعوے کیا اور یہ ثابت ہوگیا تو بائع یقین پر قسم کہائے باوجودیکہ سرقہ اور فرار غیر کا فعل ہے اور قطع اور یقین تو اس اعتبار سے صحیح ہوا کہ بائع پر تسلیم غلام کی بلا عیب واجب ہے تو غیر کا فعل اسکے ذاتی فعل کی طرف راجع ہوا تو یقین پر قسم کہائی اسواسطے کہ حلف علی القطع موکد تر ہے نفی علم کی قسم سے ولہذا وہ معتبر ہے مطلقا خواہ اپنے فعل پر ہو یا غیر کے فعل پر بخلاف اسکے عکس کے یعنے یمین علم کی اپنے فعل پر کافی نہین کذا فی الدرر عن الزیلعی ھ بحر الرائق مین ہے کہ جس مقام مین کہ یمین علی العلم واجب ہے پھر اسنے یقین پر قسم کہائی تو کافی ہے اور اس سے یمین ساقط ہوگئی اور بالعکس اسکے نہین ہے یعنے بجای حلف علی القطع حلف علی العلم کافی نہین اور جو حلف اسپر واجب نہین اسکے نکول سے قاضی حکم نہ دیگا انتہی وفی شرح المجمع عنہ اذا قال المنکر لا علم لی بذلک ولو ادعی العلم حلف علی البتات کمودع ادعی قبض ربہا اور شرح مجمع مین زیلعی سے منقول ہے یعنے یمین علی العلم اسوقت ہے جبکہ منکر کہے کہ مجھکو اس دعوے کا علم نہین ہے اور اگر اسکی دانست کا دعوے کرے تب تو یقین پر قسم کہائےگا جیسا نچہ امانت دار نے صاحب ودیعت کے قبض کرنے کا دعوے کیا ھ یعنے قبض صاحب ودیعت ہرچند فعل غیر ہے لیکن جب مودع نے اسکے علم کا دعوے کیا تو اب اسپر یمین علی القطع لازم ہوگی وفرع علے قولہ وفعل غیرہ علے العلم بقولہ واذا ادعی بکر سبق الشراء لہ علی شراء زید ولا بینۃ یحلف خصمہ وھو بکر علے العلم ای انہ لایعلم انہ اشتراہ قبلہ کما مر اور مصنف نے اپنے اس قول پر وفعل غیرہ علی العلم تفریع کی اس قول سے اور جبکہ بکر نے دعوے سبقت خرید کا کیا زید کی خرید پر اور گواہ نہین تو اسکا مخاصم یعنے بکر قسم کہائے علم پر یعنے وہ یون قسم کہائے کہ وہ نہین جانتا کہ مدعی نے اسکو خرید کیا قبل اسکے بدلیل گذشتہ یعنے غیر کے فعل مین علم پر قسم ہوتی ہے ھ اولے یہ تھا کہ شارح بجائے وہو بکر کے وہو زید کہتا اسواسطے کہ وہ خصم کی تفسیر ہے کذا فی الطحطاوی کذا اذا ادعی دینا او عینا علے وارث اذا علم القاضی کونہ میراثا او اقر بہ المدعی او برھن الخصم علیہ یحلف علی العلم اسی طرح جبکہ دعوے کیا دین کا یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اسکی میراث ہونے کو جانتا ہو یا مدعی نے اسکی میراث ہونے کا اقرار کیا ہو یا خصم یعنے مدعا علیہ اسکی میراث ہونے پر گواہ لایا ہو تو مدعا علیہ علم پر قسم کہائے ھ صورت اسکی یہ ہے کہ مدعی کہے کہ یہ غلام جسکا تو وارث ہوا ہے فلانے مورث سے وہ میرا مملوک ہے اور تیرے پاس ناحق ہے اور مدعی کے گواہ نہین تو وارث قسم کہائے کہ مین نہین جانتا کہ وہ تیرا مملوک ہے علم قاضی اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی کو میراث کا علم نہوگا تو یقین پر قسم لےگا نہ علم پر اور اقرار مدعی کی مثال تصویر مین مذکور ہو چکی اور برہان خصم کی اسطرح صورت ممکن ہے کہ ایک مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا کہ یہ چیز اسکی ہے اور مدعی اقامت برہان سے عاجز ہوا اور اسکی یمین علی القطع کا مطالب ہوا سو مدعا علیہ نے کہا کہ وہ میراث ہے اور اسنے یمین علی العلم کا ارادہ کیا سو مدعی نے اسکا انکار کیا تو وارث نے گواہ قائم کیے اپنے مدعا پر تو وہ علم پر قسم کہائےگا خلاصہ یہ ہے کہ دعوی عین مین تحلیف وارث علی العلم کی یہ شرط ہے کہ امور ثلثہ مین سے ایک امر ہو کذا فی الطحطاوی ولو ادعاھا ای الدین والعین الوارث علی غیرہ یحلف المدعی علیہ علی البتات کموھوب ومشراء درر اور دعوے کیا دونون کا یعنے دین اور عین کا وارث نے غیر شخص پر تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہائے کہ اسمین مورث کا حق نہین جیسا نچہ موہوب اور خرید کذا فی الدرر ھ ہبہ اور خرید کی صورت یہ ہے کہ اگر

ایک مرد نے دوسرے کو غلام ہبہ کیا اور اسنے اسپر قبضہ کیا یا ایک نے دوسرے سے غلام خرید کیا پھر ایک مرد آیا اور اسنے دعوی کیا کہ وہ اسکا غلام ہے اور اسکے پاس گواہ نہیں تو مدعا علیہ یقین پر قسم کہاے نہ علم پر طحاوی نے کہا کہ والعین کالدین و مجتبی اوہی کما لایخفی ویحلف جاحد القود اجماعا اور قسم کھائی قصاص کا منکر باتفاق ائمہ اور صاحبین کے ہم خانیہ مین ہے کہ قتل کی تحلیف کی کیفیت مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ حاصل پر قسم کھائے کہ واللہ مجھپر فلانے کا خون نہین اور نہ میرے اوپر کوئی حق ہے اس خون کا جسکا وہ مدعی ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ سبب پر قسم کھائے یعنی یون کہ واللہ فلان بن فلان کو عمدا قتل نہین کیا اور سوائے قتل کے قطع اور جراحات مین حاصل پر قسم کھائی یعنی نہ سبب پر انتہی فان نکل فان کان فی النفس حبس حتی یقر او یحلف سو اگر منکر قصاص قسم نکھائے تو اگر قتل نفس مین دعوی ہو تو قید کیا جاے یہان تک کہ اقرار کرے یا قسم کھائے وفیما دونہ یقتص لان الاطراف خلقت وقایۃ للنفس کالمال فیجری فیہا الابتذال خلافا لہما اور قتل نفس کے سوا یعنی قطع اور جراحات مین درصورت نکول قصاص لیا جاے اسواسطے کہ اطراف آدمی کے یعنی مثلا ہاتھ یا نون حفاظت نفس کے واسطے پیدا ہوئے ہین مال کے مانند تو اسمین ابتذال جاری ہے برخلاف صاحبین کے ہم ایک نسخہ مین بذل ہے بجاے ابتذال کے اور بذل اوضح ہے ابتذال سے صاحبین نے کہا ما دون نفس مین نکول سے قصاص لازم نہین اسواسطے کہ نکول وہ اقرار ہے جسمین شبہ ہے تو قصاص اس سے ثابت نہوگا اور مال واجب ہوگا کذا فی البحر قال المدعی لی بینۃ حاضرۃ فی المصر وطلب یمین خصمہ لم یحلف خلافا لہما مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین شہر مین اور اسنے اپنے مدعا علیہ سے قسم چاہے تو وہ قسم نکھائے برخلاف صاحبین کے ہم امام کی دلیل یہ ہے کہ ثبوت حق قسم مین مرتب ہے عاجز ہونے پر اقامت برہان سے تو تا امکان برہان کیونکر قسم لیجاے اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ یمین مدعی کا حق ہے تو جب اسکی وہ طلب کرے تو قبول ہوگی ولو حاضرۃ فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ولو غائبۃ عن المصر حلف اتفاقا ابن ملک وقدر المجتبی الغیبۃ بمدۃ السفر اور اگر گواہ مجلس حکم مین حاضر ہون تو قسم نکھائے بالاتفاق اور اگر غائب ہون شہر سے تو قسم کھائے بالاتفاق کذا صرح ابن ملک اور مجتبی مین غائب ہونیکو مدت سفر کے ساتھ معین کیا ہے یعنی اگر تین منزل پر گواہ دور ہون تو مدعا علیہ پر قسم ہے گواہون کا وہان سے بلانا ضرور نہین ویاخذ القاضی فی مسئلۃ المتن فیما لا یسقط بشبہۃ کفیلا ثقۃ یؤمن ھروبہ ویجب فیحفظ من حضرہ ولو وجیہا والمال حقیرا فی ظاہر المذہب عنہ بنفسہ ثلثۃ ایام فی الصحیح مسئلہ متن یعنی جبکہ مدعی کہے کہ میرے گواہ شہر مین حاضر ہین اس دعوی مین جو شبہہ سے ساقط نہین ہوتا یعنی غیر حدود مین قاضی معتمد ضامن لے کہ اسکے بھاگ جانے سے اطمینان حاصل ہو کذا فی البحر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضامن تین دن کا قول صحیح مین اگرچہ مدعا علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت ظاہر مذہب مین کذا فی العینی وعن الثانی الی المجلس الثانی وصحح اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ قاضی کی مجلس ثانی تک حاضر ضامن لے اور یہ قول بھی صحیح ہے فان امتنع من اعطاء ذلک الکفیل لازمہ بنفسہ او امینہ مقدار مدۃ التکفیل لئلا یغیب سو اگر مدعا علیہ ضامن دینے سے سرتابی کرے تو خود مدعی یا امین اسکا اسکے ساتھ بنا رہے بمقدار مدت تکفیل یعنی تین دن یا مجلس ثانی تک تاکہ مدعا علیہ غائب نہو جاے الا ان یکون الخصم غریبا ای مسافرا فیلازمہ او یکفل الی انتہاء مجلس القاضی دفعا للضرر حتی لو علم وقت سفرہ یکفلہ الیہ وینظر فی زیہ او یسئل رفقاءہ لو انکر المدعی سفرہ بزازیہ مگر یہ کہ مدعا علیہ غریب یعنی مسافر ہو تو مدعی اسکے ساتھ پھرے یا حاضر ضامن لے تا انتہای مجلس قاضی دفع ضرر کے واسطے یہان تک کہ اگر مدعا علیہ کا وقت سفر معلوم ہو تو اسوقت تک ضامنی لے اور مدعا علیہ کی ہیئت اور لباس کو دیکھے کہ مقیم ہے یا مسافر اور یا اسکے سفر کے رفیقون سے سفر کے وقت کو دریافت کرے اگر مدعی اسکی مسافری کا منکر ہو کذا فی البزازیہ ہم شارح نے غریب کی تفسیر مسافر اسواسطے کی تا معلوم ہو کہ مقیم مرید سفر کا بھی حکم غریب کے مانند ہے قال لا بینۃ لی وطلب یمینہ فحلفہ القاضی ثم برہن علی دعواہ بعد الیمین قبل ذلک البرہان عند الامام منہ مدعی نے کہا کہ میرے پاس گواہ نہین

لہ بدل ہے ادنے سے والی تا اور ابتذال سے فی نسخہ جا تا لزوم سبب

اور مدعا علیہ سے قسم چاہے سو قاضی نے اس سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا اپنے دعوے پر قسم کے بعد تو یہ بیان مدعی کے جانب سے امام کے نزدیک مقبول ہوگی وکذا لو قال المدعی کل بینۃ اٰتی بہا فہی شہود زور او قال اذا حلفت فانت بریٔ من المال فحلف ثم برہن علی الحق قبل خانیۃ وبہ جزم فی السراج کما مر اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا کہ جو گواہ میں لاؤں تو وہ کاذب گواہ ہیں یا یہ کہا کہ جب تو قسم کھائے تو تو بری الذمہ ہے مال سے پھر اسنے قسم کھائی پھر مدعی گواہ لایا اپنے حق پر تو مقبول ہے کذا فی الخانیہ اور اسی پر یقین کیا ہے سراج میں چنانچہ مذکور ہو چکا وتقبل البینۃ لو اقامہا بعد یمین کی شرح میں وقیل لا یقبل قائلہ محمد کما فی العمادیۃ وعکسہ ابن ملک اور قول ضعیف یہ ہے کہ گواہ بعد حلف کے مقبول نہیں قائل اس قول کے محمد بن حسن ہیں چنانچہ عمادیہ میں ہے اور اسکو بالعکس کہا ہے ابن ملک نے یعنی قبول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے اور عدم قبول کو امام کی طرف وکذا الخلاف لو قال لا دفع لی ثم اتی بدفع او قال الشاہد لا شہادۃ لی ثم شہد والاصح القبول لجواز النسیان ثم التذکر کما فی الدرر واقرہ المصنف اور اسی طرح اختلاف ہے اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس دفع دعوے کی وجہ نہیں پھر وہ دفع دعوے کی وجہ لایا یا شاہد نے کہا کہ میری گواہی نہیں پھر اسنے گواہی دی اور قول صحیح تر یہ ہے کہ مقبول ہے بسبب جائز ہونے نسیان کے اور پھر یاد پڑنے سے کذا فی الدرر اور مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے ادعی المدیون الایصال فانکر المدعی ذلک ولا بینۃ لہ علی مدعاہ فطلب یمینہ فقال المدعی اجعل حقی فی الختم ثم استحلفنی لہ ذلک قنیہ مدیون نے ایصال دین کا دعوے کیا سو مدعی اسکا منکر ہوا اور مدیون کے پاس گواہ نہیں اسکے مدعا پر سو مدیون نے اسکی قسم کی درخواست کی تو مدعی نے کہا کہ میرا حق ختم میں کر یعنی حاضر کر پھر مجھ سے قسم لے تو اسکو اسمیں اختیار ہے کذا فی القنیہ ھ طحطاوی نے کہا کہ فی الختم سے مراد واللہ اعلم منقد ہے اسواسطے کہ قاموس میں ہے کہ الختم بوزن منبر وہ آلہ ہے جس سے پرکھتے ہیں اور مقصود احضار حق ہے انتہے اور ممکن ہے کہ اجعل حقی کا یہ مطلب ہو کہ میرا حق تحصیلی میں سر بمہر کرکے حاضر کر پھر قسم لے واللہ اعلم والیمین باللہ تعالی لحدیث من کان حالفا فلیحلف باللہ تعالی او لیذر وہو قولہ واللہ خزانۃ وظاہرہ انہ لو حلفہ بغیرہ لم یکن یمینا ولم اراہ صریحا اور قسم ہوتی ہے اللہ تعالے کے نام پاک سے جل وعلے بدلیل اس حدیث کے کہ جو قسم کھانے والا ہو تو چاہیے کہ اللہ تعالے کی قسم کھائے یا نہ قسم کھائے اور یمین یا یہ قول ہے کہ واللہ کذا فی الخزانہ اور ظاہر اس کلام کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر غیر اس نام پاک کے قسم کھائے تو یمین نہوگی اور مینے اسکو صریحا نہیں دیکھا کذا فی البحر لا بطلاق وعتاق وان الح الخصم وعلیہ الفتوی تتارخانیہ لان التحلیف بہما حرام خانیہ قسم نہیں طلاق اور عتاق سے اگرچہ مدعی اسپر الحاح کرے اور اسی قول پر فتوے ہے کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ طلاق اور عتاق کی قسم دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ وقیل ان مست الضرورۃ فوض الی القاضی اتباعا للبعض اور بعضوں کا قول ضعیف یہ ہے کہ اگر طلاق اور عتاق کی قسم کی ضرورت آلگے تو یہ قسم قاضی کے اختیار میں ہے باتباع بعض فقہا فلو حلفہ القاضی بہ فنکل فقضی علیہ بالمال لم ینفذ قضاؤہ علی قول الاکثر کذا فی خزانۃ المفتین وظاہرہ انہ مفرع علی قول الاکثر اما علی القول بالتحلیف بہما فیعتبر نکولہ ویقضی بہ والا فلا فائدۃ تأمل واعتمدہ المصنف سو اگر قاضی نے اسکو طلاق یا عتاق کی قسم دی پھر اسنے قسم نکھائی تو اسپر مال کا حکم کیا تو حکم نافذ نہوگا اکثر علما کے قول پر کذا فی خزانۃ المفتین اور ظاہرا یہ کلام متفرع ہے اکثر کے قول پر اور طلاق اور عتاق کے جواز تحلیف پر تو نکول معتبر ہوگا اور اسی پر اعتماد کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ھ علامہ مقدسی نے کہا کہ بیہ فائدہ تحلیف یہ ہوتا ہے کہ خاطر مدعی مطمئن ہو جاوے جبکہ مدعی پر دعوی مشتبہ ہو بسبب نسیان وغیرہ کے پھر جب مدعا علیہ نے طلاق یا عتاق کی قسم کھائی تو مدعی اسکی تصدیق کرے گا انتہے تو تحلیف طلاق وعتاق باوجود عدم قضا نکول بے فائدہ نہوگی قلت ولو حلف بالطلاق انہ لا مال علیہ ثم برہن المدعی علی المال ان شہدوا علی السبب لا تفرق وان شہدوا علی قیام الدین یفرق لان السبب لا یستلزم قیام الدین میں کہتا ہوں اور اگر طلاق کی قسم کھائی

اسپر مال نہین پھر مدعی گواہ لایا مال پر اگر شاہدونے سبب مال پر گواہی دی چنانچہ اقراض پر تو فرق نکیا جائیگا اور اگر قیام دین پر گواہی دی تو فرق کیا جائیگا اسواسطے کہ سبب لازم نہین قیام دین کا ھم اسواسطے کہ شاید مدیون دین کو ادا کرچکا ہو یا مدعی نے اسکو معاف کردیا ہو یا ہبہ کردیا ہو اور یہی تفصیل مفتی بہ ہی کما فی الطحاوی عن شرح الوہبانیہ للعلامۃ عبد البر وقال محمد فی الشہادۃ علی قیام المال لا یحنث لاحتمال صدقہ خلافا لابی یوسف کذا فی شرح الوہبانیہ للشرنبلالی قد تقدم اور محمد نے کہا کہ قیام مال کی گواہی مین حانث نہوگا بسبب احتمال صدق مدعا علیہ بخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک حانث ہوگا چنانچہ شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی اور البتہ یہ مسئلہ مقدم مذکور ہوچکا ویغلظ بذکر اوصافہ تعالی اور سخت اور تشدید ہوجاتی ہی قسم حق تعالی کے اوصاف مقدسہ کے ذکر کرنے سے ھم اذا الجملہ ایک یہ مثال ہی کہ قاضی کہے مدعا علیہ سے کہ تجھکو قسم ہی اس اللہ پاک کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہین جو عالم ہی غیب اور شہادت کا کہ تیرے اوپر اس شخص کا مال نہین ہی وقید بعضہم بفاسق ومال خطیر اور بعضے فقہا نے تغلیظ اور تشدید کو مدعا علیہ فاسق اور مال کثیر کے ساتھ مقید کیا ہی یعنے تو معروف بالصلاح اور مال حقیر پر تغلیظ نہین والاختیار فیہ وفی صفتہ الی القاضی اور قسم مین اور قسم کی صفت یعنے تشدید مین قاضی کا اختیار ہی ھم یعنے تعیین قسم مین قاضی کو اختیار ہی جیسے اسکو مصلحت معلوم ہو وہ اختیار کرے چنانچہ یون کہے مدعا علیہ سے کہ کہو واللہ یا باللہ یا رحمن کی قسم یا قادر کی قسم ویجتنب العطف کیلا یتکرر الیمین اور پرہیز کرے عطف سے تاکہ قسم مکرر نہوجاوے ھم یعنے یون نکہے قاضی کہ باللہ والرحمن والقادر اسواسطے کہ مستحق تو ایک ہی قسم ہی اور عطف مین تکرار قسم ہوگی فلو حلفہ باللہ ونکل عن التغلیظ لا یقضی علیہ بہ ای بالنکول لان المقصود الحلف باللہ وقد حصل زیلعی سو اگر قاضی نے مدعا علیہ کو اللہ کی قسم دی اور اسنے تغلیظ یمین سے انکار کیا تو قاضی اسپر نکول سے حکم نکرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہی اور وہ تو حاصل ہوچکا کذا فی الزیلعی لا یستحب التغلیظ علی المسلم بزمان ولا بمکان کذا فی الحاوی فظاہرہ انہ مباح مستحب نہین مسلمان پر تشدید قسم کی زمان سے اور نہ مکان سے کذا فی الحاوی تو ظاہر اس کلام کا یہ ہی کہ تشدید زمانی اور مکانی مباح ہی یعنے اسواسطے کہ نفی استحباب نفی اباحت کو مستلزم نہین تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لیجاوے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم دے ویستحلف الیہودی باللہ الذی انزل التوراۃ علی موسی والنصرانی باللہ الذی انزل الانجیل علی عیسی والمجوسی باللہ الذی خلق النار فیغلظ علی کل بمعتقدہ فلو اکتفی باللہ کالمسلم کفی اختیار اور قسم لی یہودی سے اسطرح کہ قسم ہی اس اللہ کی جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اتاری اور نصرانی سے اسطرح کہ قسم ہی اس اللہ کی جسنے عیسی علیہ السلام پر انجیل اتاری اور مجوسی سے اسطرح کہ قسم ہی اس اللہ کی جسنے آگ پیدا کی تو قسم مین تشدید کرے ہر دین والے پر انکے اعتقاد کے موافق سو اگر کفار مذکورین سے فقط اللہ کی قسم پر اکتفا کرے تو کافی ہی کذا فی الاختیار ھم مجوسی سے آگ کی قسم نلے اسواسطے کہ غیر خدا کی قسم جائز نہین بلکہ آگ کے خالق کی قسم لے تو اسی طرح ہنود سے گنگا کی قسم نہ لے بلکہ اللہ کی جسنے گنگا پیدا کی والوثنی باللہ تعالی لانہ یقر بہ وان عبد غیرہ اور بت پرست سے قسم لے اللہ تعالی کے نام پاک کی اسواسطے کہ بت پرست خدا کا اقرار کرتا ہی اگرچہ غیر خدا کی عبادت اور پوجا کرتا ہی ھم مصباح العلوم مین ہی کہ وثن صنم ہی لکڑی سے ہو یا پتھر سے یا سوا اسکے وجزم ابن الکمال بان الدہریۃ لا یعتقدونہ تعالی قلت وعلیہ فبما ذا یحلفون اور یقین کیا ہی ابن کمال نے اسکا کہ دہریہ آدمی حق تعالی کا اعتقاد نہین رکھتے مین کہتا ہون اگر جو اسکے تو یہ لوگ کسکی قسم کھاوین وکیفیۃ تحلیف الاخرس ان یقول لہ القاضی علیک عہد اللہ ومیثاقہ ان کان کذا وکذا فاذا اومی برأسہ ان نعم صار حالفا اور باقی رہا گونگے کو قسم دینا اسکا طریقہ یہ ہی کہ قاضی اس سے کہے کہ تجھپر عہد ہی خدا کا اور اسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ حالف ہوجائیگا ھم اور اگر انکار کا اشارہ کریگا تو نکول ہوگا اور دعوی ثابت ہوگا کذا فی القنیہ اور قاضی گونگے سے یون نہ کہے کہ خدا کی قسم کھا کہ تیرے اوپر اسکا حق نہین کہ یہ قسم نہوگی اگرچہ وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان اسواسطے کہ اسکا

اشارہ گویا یون ہو جائیگا کہ مین قسم کھاتا ہون اور حالانکہ یہ قسم نہین کذا فی الطحطاوی عن آتاقانی ولو اصم ایضا کتب له لیجیب بخطه ان عرف الخط والا فباشارته اور گونگا بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اسکا جواب لکھے اپنے خط سے اگر وہ لکھنا جانتا ہو اور نہین تو اسکے اشارہ سے قسم لے ولو اعمی ایضا فابوہ او وصیہ او من نصبه القاضی شرح وہبانیہ اور اگر گونگا اور بہرا اندھا بھی ہو تو اسکا باپ قسم کھاے یا اسکا وصی یا جسکو قاضی نے منصوب کیا کذا فی شرح الوہبانیہ ھ شارح کو یون کہنا لازم تھا ثم من نصبه القاضی اسواسطے کہ قاضی اسکی طرف سے نائب کو اسوقت قائم کریگا جبکہ باپ یا اسکا وصی نہو چنانچہ شرح وہبانیہ مین ہے اور قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بغیر ہے بالقین ہے اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کر کہ قول ما تقدم کے مخالف ہے کہ نیابت استحلاف مین جاری ہوتی ہے نہ حلف مین کذا فی الطحطاوی ولا یحلفون فی بیوت عباداتہم لکراهة دخولها بحر اور یہود اور نصاریٰ اور بت پرستون سے قسم نہ لیجاے انکے عبادت خانون مین وہان کے جانیکی کراہت سے کذا فی البحر ھ یعنے قاضی وغیرہ کو کفار کے معابد مین جانا مکروہ ہے اسواسطے کہ وہ مجمع شیاطین ہین اور ظاہر کراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہے اور مینے فتوی دیا ہے اس مسلم کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ ہے یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق ویحلف القاضی فی دعوی سبب یرتفع علی الحاصل ای علی الصورة انکار المنکر اور اس سبب کے دعوے مین جو زائل اور اٹھ سکتا ہے قاضی قسم دے حاصل پر یعنے انکار منکر کی صورت پر ھ حاصل کی یہ تفسیر بمعنی اصطلاحی ہے اور معنی لغوی حاصل کا یہ ہے جو ہر چیز سے باقی رہے اور ثابت رہے اور ماسوا اسکے جاتا رہے چنانچہ قاموس مین ہے انکار منکر کی صورت پر اسواسطے قسم ہوی کہ منکر یون کہتا ہے کہ ہمارے مابین مین بیع اور طلاق اور غصب واقع نہین کذا فی الطحطاوی وفسرہ بقوله ای باللہ ما بینکما نکاح قائم وما بینکما بیع قائم وما یجب علیک ردہ لو قائما او بدله لو هالکا وما هی بائن منک وقوله الان متعلق بالجمیع مسکین فی دعوی نکاح وبیع وغصب وطلاق فیہ لف ونشر اور مصنف نے حاصل کی تفسیر کی اپنے اس قول سے کہ تجھکو اللہ کی قسم کہ تم دونون کے مابین مین نکاح قائم نہین اور تم دونون کے درمیان بیع قائم نہین اور تجھپر اسکا پھیر دینا واجب نہین اگر وہ قائم ہو یا اسکے عوض کا پھیر دینا اگر وہ ضائع ہو گیا ہو اور وہ عورت تجھ سے بائن نہین اسدم نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق کے دعوی مین اس کلام مین لف ونشر مرتب ہے علامہ مسکین نے کہا کہ الان کا لفظ سب سے متعلق ہے یعنے نکاح اور بیع اور غصب اور طلاق اسدم ثابت نہین لا علی السبب ای باللہ ما نکحت وما بعت خلافا للثانی نظرا للمدعی علیہ لاحتمال طلاق او اقالة اور قسم نہ دے سبب مرتفع پر اسطرح کہ تجھکو اللہ کی قسم کہ تو نے نکاح نہین کیا اور نہ تو نے بیع کی بخلاف ابو یوسف کے سبب پر قسم نہ دے بنظر مدعا علیہ کے بسبب اس احتمال سے کہ شاید اسنے بعد نکاح کے طلاق دی ہو اور بعد بیع کے اقالہ بیع کیا ہو ھ ابو یوسف کے نزدیک یمین تو استیفای حق مدعی کے واسطے ہے تو یمین کی مطابقت دعوی مدعی سے واجب ہے اور دعوے تو سبب کا ہے طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ نے بعد نکاح کے طلاق دی تو وہ اس قسم مین صادق ہوگا کہ واللہ ما نکحت اور اسی طرح بعد اقالۂ بیع واللہ ما بعت اور بعد رد غصب واللہ ما غصبت اور بعد ابانت تجدید نکاح سے واللہ ما طلقت کہنے مین صادق ہوگا ۱۲ الا اذا لزم من الحلف علی الحاصل ترک النظر للمدعی فیحلف بالاجماع علی السبب ای علی صورة دعوی المدعی کدعوی شفعة بالجوار ونفقة مبتوتة والخصم لا یراها لکونه شافعیا لصدقه فی حلفه علی الحاصل فی معتقده فیتضرر المدعی مگر جبکہ حاصل پر قسم کھانے سے مدعی کے جانب سے ترک نظر لازم آوے تو بالاتفاق سبب پر قسم کھاوے یعنے دعوی مدعی کی صورت پر چنانچہ شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ کے دعوی مین اور حالانکہ مدعا علیہ دونون کو واجب نہین دیکھتا بسبب شافعی مذہب ہونے کے بسبب صادق ہونے اسکی قسم کے حاصل پر اسکے اعتقاد مین تو مدعی کا ضرر ہوگا ھ شافعی مذہب مین شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ واجب نہین تو اگر مدعا علیہ شافعی مذہب یون قسم کھاوے کہ واللہ مجھپر شفعہ جوار اور نفقہ مبتوتہ نہین تو یمین صحیح مدعی کا ضرر ہے تو یہان سبب پر اسطرح قسم کھائے کہ واللہ مینے اس گھر کو نہین خریدا اور یہ عورت میری مطلقہ بطلاق بائن عدت مین نہین ہے

ف
یعنی نفقہ اس
وقت تک واجب
طلاق بائن قطعی
کی بابت ۱۲

شفعہ جوار اور حقیقت کی اسواسطے قید لگائی کہ شفعہ شرکت اور نفقہ رجعی مین حاصل پر قسم ہوگی نہ سبب پر قلت ومفادہ انہ لا اعتبار بمذہب المدعی علیہ واما مذہب المدعی ففیہ خلاف والاوجہ ان یسألہ القاضی هل تعتقد وجوب شفعۃ الجوار اولا واعتمدہ المصنف مین کہتا ہون اور قول سابق سے مستفاد ہوا کہ مدعا علیہ کے مذہب کا کچھ اعتبار نہین تحلیف مین اور مدعی کے مذہب مین اختلاف ہی علما کا اور قول موجہ تر یہ ہی کہ مدعی سے قاضی پوچھے کہ تو وجوب شفعہ جوار کا معتقد ہی یا نہین اور اسی پر اعتماد کیا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ھ تو اگر مدعی کہے کہ مین وجوب کا معتقد ہون تو حاصل پر قسم لے اور اگر معتقد نہو تو سبب پر قسم لے کذا فی الطحطاوی وکذا ای یحلف علی السبب اجماعا فی سبب لا یرتفع برافع بعد ثبوتہ کعبد مسلم یدعی علی مولاہ عتقہ لعدم تکرر رقہ اور اسی طرح یعنے سبب پر بالاجماع قسم لے اس سبب مین جو مرتفع نہین ہوتا کسی رافع سے بعد اپنے ثابت ہونے کے مانند اس غلام مسلمان کے جو اپنے مالک پر اپنے آزاد کرنے کا دعوے کرتا ہی بسبب نہ مکرر ہونے اسکی رقیت کے واما فی الامۃ ولو مسلمۃ والعبد الکافر فلتکرر رقہما باللحاق حلف مولاہما علی الحاصل اور لونڈی مین اگرچہ وہ مسلمان ہو اور کافر غلام مین تو بسبب مکرر ہونے انکی رقیت کے لحوق دار الحرب سے قاضی قسم دے دونون کے مالک کو حاصل پر ھ یعنے مولے کو یون قسم دے کہ تم دونون کے درمیان اب عتق قائم نہین نہ یون کہ مین نے اسکو آزاد نہین کیا اس احتمال سے کہ شاید اسنے آزاد کیا ہو پھر وہ دار الحرب مین جا ملا ہو پھر وہ دار السلام مین پھر آیا ہو پھر رقیت کی طرف اسنے عود کیا ہو تو اس یمین کی صورت سے اسکو ضرر ہوگا اور یہی حال ہی لونڈی کا کذا فی الطحطاوی والحاصل اعتبار الحاصل الا لضرر مدع وسبب غیر متکرر اور حاصل کلام یہ ہی کہ تحلیف مین حاصل کا اعتبار ہی مگر بسبب ضرر مدعی اور سبب غیر متکرر کے سبب کا اعتبار ہی وصح فداء الیمین والصلح منہ لحدیث ذبوا عن اعراضکم باموالکم اور بدلا دینا قسم کا اور صلح کرنا قسم سے صحیح ہی بدلیل اس حدیث کے کہ اپنے مال دیکر اپنی آبرو بچاؤ ھ قدر یمین ہوتا ہی بمقدار دعوی یا اقل سے اور صلح ہوتی ہی اقل سے حذیفہ رضی اللہ عنہ پر قسم آئی تھی تو انھون نے مال دیکر قسم نہ کھائی تھی اور اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ نے چالیس درم کے دعوی مین قسم کے عوض مال دیا اور قسم نہ کھائی لوگون نے کہا کہ آپ تو سچے ہین کیون نہین قسم کھاتے ہین جواب دیا کہ شاید میری قسم کو کوئی یمین کاذبہ گمان کرے انتہی اور اسواسطے کہ مال دینے اور قسم نہ کھانے مین حفظ آبرو ہی اور وہ مستحسن ہی عقلا وشرعا کذا فی الحموی ملخصا قال الشہید الاحتراز عن الیمین الصادقۃ واجب قال فی البحر ای ثابت بدلیل جواز الحلف صادقا اور کہا شہید نے کہ سچی قسم سے بچنا واجب ہی بحر الرائق مین کہا کہ واجب ہی یعنے ثابت ہی بدلیل درست ہونے سچی قسم کے ھ یعنے واجب سے واجب شرعی مراد نہین کہ سچی قسم کھانا جائز نہو بلکہ واجب بمعنی ثابت ہی ولا یحلف المنکر بعدہ ابدا لانہ اسقط حقہ اور منکر کو قسم نہ دیجائیگی کبھی بعد فدیہ دینے اور صلح کرنے کے اسواسطے کہ مدعی نے اپنا حق ساقط کردیا یا مال لیکر وقید بالفداء والصلح لان المدعی لو اسقط ای الیمین قصدا بان قال برئت من الحلف او ترکتہ علیہ او وھبتہ لا یصح ولہ التحلیف بخلاف البراءۃ عن المال لان التحلیف للحاکم بزازیہ اور مصنف نے سقوط یمین مین فدیہ اور صلح کی قید لگائی اسواسطے کہ مدعی اگر یمین کو بالقصد ساقط کردے اسطرح کہ کہے مدعا علیہ سے کہ تو بری الذمہ ہوگیا قسم سے یا مین نے اسکو چھوڑ دیا یا اسکو ہبہ کردیا تو صحیح نہین اور اسکو قسم لینا جائز ہی بخلاف برارت عن المال کے اسواسطے کہ تحلیف حاکم کے واسطے مخصوص ہی یعنے بطلب مدعی کذا فی البزازیہ ھ برارت عن المال یعنے مال کا معاف کردینا مدعی کے اختیار مین ہی بلا دخل حاکم ولذا لو اشتری یمینہ لم یجز لعدم رکن البیع در اور اسی طرح جبکہ مدعا علیہ اپنی قسم کو مول لے مدعی سے تو جائز نہین بسبب معدوم ہونے رکن بیع کے کذا فی الدرر ھ رکن بیع یہ ہی کہ مبیع مال ہو اور حالانکہ یمین مال نہین **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا استحلف خصمہ فقال حلفتنی مرۃ ان عند الحاکم او المحکم برهن قبل والا لا تحلیفہ در مدعی نے قسم چاہی اپنے مدعا علیہ سے سواسنے کہا کہ تو مجھکو قسم دے چکا ہی

ایکبار اگر تحلیف حاکم یا حکم کے پاس ہو چکی اور وہ اسپر گواہ لایا تو مدعا علیہ کا قول مقبول ہے اور نہیں تو مدعی کو اسکی تحلیف کا اختیار ہے کذا فی الدرر قلت ولم ارہا لو قال انی قد حلفت بالطلاق ان لا احلف یعنی میں کہتا ہوں اور میں نے نہیں دیکھا یہ مسئلہ کہ اگر مدعا علیہ نے کہا کہ مقرر میں اسپر طلاق کی قسم کھا چکا کہ البتہ میں قسم نہ کھاؤنگا تو اسکے حکم کی تنقیح کرنا چاہیئے کہ حاکم اسکو قسم دیگا یا نہ دیگا ھم ثابت ہو چکا ہے کہ استحلاف احد المتخاصمین کے الحاق ضرر سے قاضی ناچار ہے اور مراعات جانب مدعی اولی ہے تو بموجب اسکے حلف بالطلاق کے دعوے میں مدعا علیہ معذور ہوگا اور قسم نہ کھانے سے اسپر مال کا حکم کیا جائیگا کیونکہ اسنے خود اپنی ذات کو ضرر پہنچایا یا طلاق کی قسم کھا کر اور اگر اسکی قسم کو لحاظ کیجیے تو ابطال حکم شرع لازم آتا ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی

باب التحالف

باب التحالف

یہ باب ہے دو شخصوں کے باہم قسم کھانے میں لما قدم یمین الواحد ذکر یمین الاثنین جبکہ مصنف ایک شخص کی یمین اول ذکر کر چکا تو اسنے دو کی یمین کو ذکر کیا اختلفا ای المتبایعان فی قدر ثمن او وصف او جنسہ او فی قدر مبیع حکم لمن برہن لانہ نور دعواہ بالحجۃ قبل الیمین لئے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں یا اسکے وصف یا جنس میں یا مبیع کی مقدار میں تو اسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لایا اسواسطے کہ اسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کر دیا حجت اور برہان سے مقدار ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن دس درم تھا اور مشتری کہے پانچ تھا اور وصف ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع کہے کہ ثمن بدراہم مروجہ تھا اور مشتری کہے بدراہم کاسدہ تھا اور جنس ثمن کا اختلاف یہ کہ بائع دعوے کرے کہ ثمن بدنانیر تھا اور مشتری نے کہا بدراہم تھا وان برہنا فلمثبت الزیادۃ اذ البینات للاثبات اور اگر دونوں برہان لاویں اپنے دعوی پر تو مثبت زیادت کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ بینات اثبات کے واسطے ہیں ھم مثبت زیادت خواہ بائع ہو یا مشتری مثبت زیادت کے واسطے اسواسطے حکم ہوگا کہ زیادت میں معارضہ نہیں وان اختلفا فیہما ای الثمن والمبیع جمیعا قدم برہان البائع للاختلاف فی الثمن اور اگر متبایعین نے ثمن اور مبیع سب دونوں میں اختلاف کیا تو برہان بائع کی مقدم ہوگی اگر ثمن میں اختلاف ہو ھم صورت اختلاف یہ ہے کہ بائع کہتا ہے کہ میں نے یہ لونڈی تیرے ہاتھ سو دینار کو بیچی اور مشتری کہتا ہے کہ تو نے اسکو اور دوسری لونڈی کو اسکے ساتھ پچاس درم کو بیچا اور دونوں گواہ لائے تو بائع کے گواہ اوسکے ثمن میں اور مشتری کے گواہ اوسکے بیع میں بنظر اثبات زیادت تو دونوں لونڈیاں مشتری کو ملینگی سو درم کو کذا فی الطحطاوی وفی العینی

وبرہان المشتری لو فی المبیع نظرا لاثبات الزیادۃ اور برہان مشتری کی مقدم ہے اگر اختلاف بیع میں ہو بلحاظ اثبات زیادت وان عجزا فی الصور الثلث عن البینۃ فان رضی کل بمقالۃ الاخر فیہا اور اگر متبایعین تینوں صورتوں میں عاجز ہو گئے شہادت لانے سے تو اگر ہر شخص راضی ہو گیا دوسرے کے قول سے تو خوب بات ہے کہ جھگڑا انکا ختم ہو گیا صور ثلثہ میں ایک صورت یہ ہے کہ ثمن میں اختلاف ہو دوسری یہ کہ مبیع میں اختلاف ہو تیسری یہ کہ ثمن اور مبیع دونوں میں اختلاف ہو وان لم یرض واحد منہما بدعوی الاخر تحالفا ما لم یکن فیہ خیار فیفسخ من لہ الخیار اور اگر متبایعین میں سے کوئی راضی نہو دوسرے کے دعوے سے تو دونوں قسم کھاویں جبتک کہ بیع میں خیار نہو اور اگر خیار ہو تو فسخ بیع کرے جسکو خیار ہے ھم دونوں پر قسم اسواسطے آئی کہ ہر شخص دوسرے کے دعوی کا منکر ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر مشتری کو خیار رویت یا خیار عیب یا خیار شرط ہو تو دونوں پر قسم نہیں انتہی جموی نے کہا اور خیار میں بائع مشتری کے مانند ہے وبدی بیمین المشتری لانہ البادی بالانکار اور قاضی مشتری سے قسم لینا شروع کرے اسواسطے کہ وہی تو شروع کرنے والا ہے انکار کا ھم اسواسطے کہ مشتری اسے پہلے مطالبہ ہوتا ہے ثمن کا اور وہ ثمن کا منکر ہے وہذا لو کان بیع عین بدین اور یہ یعنی مشتری کی قسم سے شروع کرنا اسوقت ہے جبکہ عین کی بیع ہو دین سے یعنے اسباب کی بیع ہو چاندی سونے سے والا بان کان مقایضۃ او صرفا فہو مخیر وقیل یقرع اور اگر عین کی بیع نقدین سے نہو اسواسطے یہ کہ اسباب کی بیع ہو اسباب سے یا نقد کی بیع ہو نقد سے تو قاضی مختار ہے چاہے اول مشتری کی قسم لے چاہے بائع سے اور قول ضعیف

یہ ہے کہ قاضی قرعہ ڈالے کذا صرح ابن ملک ھم بیع مقایضہ اور صرف مین اسواسطے اختیار ہوا کہ ہر واحد متبایعین سے مشتری ہے من وجہ ویقتصر علی النفی فی الاصح اور فقط نفی پر اقتصار کرے بقول اصح ھم یہ بیان ہے کیفیت یمین کا ان مسائل مین تو بائع یون قسم کھائے کہ واللہ مین نے بعوض ہزار نہین بیچا اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ مین نے بعوض دو ہزار کے نہین خریدا اور قول غیر اصح وہ ہے جو زیادہ ہے یمین ہے کہ نفی کے ساتھ اثبات کو بھی ضم کرے تاکید کے واسطے وفسخ القاضی البیع بطلب احدھما وطلبھما اور قاضی فسخ بیع کرے ایک کی طلب سے یا دونون کی طلب سے ولا ینفسخ بالتحالف ولا بفسخ احدھما بل بفسخھما بحر. اور بیع فسخ نہین ہو جاتی دونون کے قسم کھانے سے اور نہ احد المتبایعین کے فسخ کرنے سے بلکہ بائع اور مشتری دونون کے فسخ کرنے سے فسخ ہوتی ہے کذا فی البحر یعنے در صورت فسخ متعاقدین کے قاضی کو فسخ کرنے کی حاجت نہین ومن نکل منھما لزمہ دعوی الاخر بالقضاء واصلہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اختلف المتبایعان والسلعۃ قائمۃ بعینھا تحالفا وترادا اور جو دونون مین سے قسم نہ کھائے اسکو دوسری قسم کھانے والے کا دعوی لازم ہو جائیگا قاضی کے حکم کر دینے سے اور تحالف متبایعین کے مسائل کی یہ حدیث اصل ہے کہ جب بائع اور مشتری اختلاف کرین اور عین مبیع جو ہو موجود ہو تو دونون قسم کھاوین اور باہم رد بیع کرین وھذا کلہ لو الاختلاف فی البدل مقصودا فلو فی ضمن شیء کاختلافھما فی الزق فالقول للمشتری فی انہ الزق ولا تحالف اور یہ سب یعنی تحالف اور فسخ اس شرط سے ہے جبکہ اختلاف بدل مین مقصود بالذات ہو تو اگر اختلاف کسی چیز کے ضمن مین ہو جیسے متبایعین کا اختلاف مشک مین تو مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اسمین کہ یہ وہی مشک ہے اور تحالف نہوگا ھم صورت اسکی یہ ہے کہ مشتری نے گھی خریدا مشک مین جسکا وزن سو رطل ہے مثلا سو مشتری مشک لایا پھیر دینے کو جسکی تول بیس رطل ہے تو بائع نے کہا کہ یہ میری مشک نہین اور اسنے کہا کہ میری مشک کی تول دس رطل تھی تو یہان مشتری ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے ضمن مین اختلاف ثمن لازم ہے تو بائع اسکو نوے ٹھہراتا ہے اور مشتری اسی کذا فی الحموی ولو اختلفا فی وصف المبیع کقولہ اشتریتہ علی انہ کاتب او خباز وقال البائع لم اشترط فالقول للبائع ولا تحالف ظھیریہ چنانچہ اگر دونون نے وصف مبیع مین اختلاف کیا چنانچہ مشتری کا یون کہنا کہ مین نے اس غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ کاتب یا نانبائی ہے اور بائع کہتا ہے کہ مین نے یہ شرطین نہین کین تو بائع ہی کا قول معتبر ہوگا اور قسم نہین دونون پر کذا فی الظہیریہ ھم خلاصہ یہ ہے کہ اگر وصف ثمن مین اختلاف ہو تو تحالف ہے چنانچہ عنقریب مذکور ہوگا اور اگر وصف مبیع مین اختلاف ہو تو بائع کا قول معتبر ہے اور تحالف نہین وقید باختلافھما فی ثمن ومبیع لانہ لا تحالف فی غیرھما لکونہ لا یختل بہ قوام العقد نحو اجل وشرط رھن وخیار وضمان وقبض بعض ثمن اور تحالف مقید ہوا ثمن اور مبیع کے اختلاف کے ساتھ اسواسطے کہ ان دونون کے سوا مین تحالف نہین اسواسطے کہ غیر ثمن اور مبیع کے اختلاف سے قوام عقد مختل نہین ہوتا چنانچہ اختلاف مدت اور شرط رہن یا شرط خیار یا شرط ضمان ثمن اور قبض بعض ثمن کے اختلاف سے ھم شرط رہن یعنے بائع کہے کہ مین نے مشتری سے یہ شرط کرلی ہے کہ وہ تا ادائے ثمن کوئی چیز میرے پاس گرو رکھے اور مشتری اسکا منکر ہو اور ضمان ثمن کی یہ صورت کہ بائع کہے کہ مین نے اس شرط سے بیع کی ہے کہ مشتری ثمن کا کسیکو ضامن دے اور قبض بعض ثمن کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ کل ثمن کے قبض کے اختلاف کا بھی یہی حکم ہے یعنے قبول قول بائع والقول للمنکر بیمینہ وقال زفر والشافعی یتحالفان اور اختلاف مدت وغیرہ مین منکر کا قول مقبول ہے اسکی قسم کے ساتھ اور زفر اور شافعی نے کہا ہے کہ دونون قسم کھاوین ولا تحالف اذا اختلفا بعد ھلاک المبیع او خروجہ عن ملکہ او تعیبہ بحال لا یرد بہ اور قسم دونون پر نہین جبکہ متعاقدین اختلاف کرین بعد تلف ہو جانے مبیع کے مشتری کے پاس یا اسکے خارج ہو جانے سے اسکی ملک سے یا عیب دار ہو جانے سے اس عیب کے ساتھ کہ اسکے سبب رد بیع نہین ہوتا چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا مشتری سے ھم ہلاک مبیع مین مشتری کے پاس ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ قبل قبض بائع کے پاس ہلاک ہو جانے سے بیع فسخ ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی

وحلف المشتری الا اذا استہلکہ فی ید البائع غیر المشتری اور قسم کھائیگا فقط مشتری مگر جبکہ مبیع کو بائع کے پاس غیر مشتری نے تلف کیا ہو تو بائع اور مشتری دونوں قسم کھاوینگے اور اگر مشتری مبیع کو تلف کرے بائع کے پاس تو وہ قابض ٹھہریگا اور تحالف نہیں جبکہ اختلاف ثمن ہو بعد قبض کے وقال محمد والشافعی یتحالفان و یفسخ علی قیمۃ الہالک اور محمد اور شافعی نے کہا کہ بعد ہلاک مبیع بائع اور مشتری دونوں قسم کھاوین اور فسخ بیع ہوگا مبیع ہالک کی قیمت پر وھذا لو الثمن دینا فلو مقایضۃ تحالفا اجماعا لان المبیع کل منہما و یرد مثل الہالک او قیمتہ اور یہ یعنی فقط مشتری پر قسم جب ہی ہے کہ ثمن دین یعنی درم یا دینار ہو اور اگر بیع مقایضہ ہو تو دونوں قسم کھاوین بالاتفاق اسواسطے کہ عوضین سے ہر ایک مبیع ہے اور مثل ہالک پھیر دیا جاوے اگر ہالک مثلی ہو یا اسکی قیمت پھیری جاوے اگر ہالک قیمت والی چیز ہو کما لو اختلفا فی جنس الثمن بعد ہلاک السلعۃ بان قال احدھما دراھم والآخر دنانیر تحالفا ولزم المشتری رد القیمۃ سراج چنانچہ اگر متعاقدین نے اختلاف کیا ثمن کی جنس میں بعد ہلاک ہونے مبیع کے اسطرح پر کہ ایک نے کہا کہ ثمن دراہم تھے اور دوسرے نے کہا دنانیر تھے تو دونوں قسم کھاوین اور مشتری کو رد قیمت لازم ہوگا کذا فی السراج ولا تحالف بعد ہلاک بعضہ او خروجہ عن ملکہ کعبدین مات احدھما عند المشتری بعد قبضہما ثم اختلفا فی قدر الثمن لم یتحالفا عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ اور تحالف نہیں بعد ہلاک ہونے بعض مبیع کے یا خارج ہونے کے ملک مشتری سے چنانچہ دو غلام کہ ایک انمیں سے مر گیا مشتری کے پاس بعد مقبوض ہونے دونوں کے پھر بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن کے مقدار میں تو دونوں پر قسم نہیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الا ان یرضی البائع بترک حصۃ الہالک اصلا فحینئذ یتحالفان ھذا علی تخریج الجمہور وصرف مشائخ بلخ الاستثناء الی یمین المشتری یعنی بعض مبیع کے ہلاک ہونے کے بعد تحالف نہیں مگر یہ کہ بائع راضی ہو جاوے ترک حصہ ہالک پر اصلا تو اب دونوں پر قسم آویگی یہ یعنی استثنا کو تحالف کی طرف پھیرنا اکثر علما کی تخریج ہے اور مشائخ بلخ نے استثنا کو یمین مشتری کی طرف پھیرا ہے اس استثنا میں علما مختلف ہیں اکثر علما کے نزدیک یہ استثنا تحالف کی طرف منصرف ہے اسواسطے کہ قدوری کے کلام میں یوں ہی مذکور ہے تو تقدیر کلام یہ ہے کہ لم یتحالفا بعد ہلاک بعض المبیع الا اذا ترک البائع حصۃ الہالک فیتحالفان اور بعضے علما کے نزدیک استثنا یمین مشتری کی طرف منصرف ہے جو مقدر ہے کلام میں کیونکہ تقدیر کلام یوں ہے کہ لا تحالف بعد ہلاک بعضہ بل الیمین علی المشتری الا ان یرضی البائع الخ تو اس صورت میں قسم ہوگی مشتری پر کذا فی الطحطاوی مختصرا وکذا فی قدر بدل کتابۃ لعدم لزومہا اور تحالف نہیں بدل کتابت کے مقدار کی اختلاف میں بسبب لازم نہونے کتابت کے وقدر راس مال بعد اقالۃ عقد السلم بل القول للعبد وللمسلم الیہ ولا یعود السلم اور تحالف نہیں اختلاف راس المال میں بعد اقالہ کر دینے عقد مسلم کے بلکہ غلام کا قول مقبول ہے بدل کتابت میں اور مسلم الیہ کا قول مقبول ہے راس المال میں اور عقد سلم کا عود نہوگا وان اختلفا ای المتعاقدان فی مقدار الثمن بعد الاقالۃ ولا بینۃ تحالفا وعاد البیع اور اگر متعاقدین نے اختلاف کیا مقدار ثمن میں بعد اقالہ بیع اور حالانکہ گواہ موجود نہیں تو دونوں قسم کھاوین اور بیع پھر ثابت ہو جاویگی ص جب بیع عود کریگی تو بائع کا حق ثمن میں ہوگا اور مشتری کا حق مبیع میں چنانچہ قبل اقالہ تھا بخلاف سلم اسواسطے کہ اقالہ عقد سلم میں نقض کا احتمال نہیں رکھتا اسواسطے کہ وہ عبارت ہے اسقاط سے تو عقد سلم کا عود نہوگا کذا فی الطحطاوی لو کان کل من المبیع والثمن مقبوضا ولم یردہ المشتری الی بائعہ بحکم الاقالۃ فان ردہ الیہ بحکم الاقالۃ لا تحالف خلافا لمحمد تحالف متعاقدین بعد اقالہ اس شرط پر ہے کہ ہر ایک مبیع اور ثمن مقبوض ہو اور مشتری نے اسکو بائع کی طرف پھیر نہ دیا ہو اقالہ کی وجہ سے سو اگر اسکو پھیر دیا ہو بوجہ اقالہ تو تحالف نہیں بخلاف قول محمد وان اختلفا ای الزوجان فی قدر المہر او جنسہ قضی لمن اقام البرھان وان برھنا فللمرأۃ اذا کان مہر المثل شاہدا للزوج بان کان کمقالتہ او اقل وان کان شاہدا لہا بان کان کمقالتہا او اکثر فبینتہ او لا تہاترا خلافا للخلاصۃ اور اگر زوجین نے اختلاف کیا مہر

سلمہ
[illegible] بعد ہلاک بعض مبیع [illegible]
کے دونوں قسم
[illegible]
فرماتے ہیں دونوں قسم
[illegible] ۱۲

بعد ہلاک بعض
پر یمین لازم مشتری
پر ہوگی اس صورت
میں البتہ قسم نہیں
کہ بائع راضی ہو جاوے
۱۲

مقدار مین یا اُسکی جنس مین تو اسکے واسطے حکم ہوگا جو گواہ لاوے اور اگر دونون گواہ لاوین تو عورت کے گواہ اولے ہین جبکہ اسکا مہر مثل زوج کا شاہد ہو اسطرح پر کہ مہر مثل زوج کے قول کے برابر ہو یا اس سے کمتر اور اگر مہر مثل زوجہ کے قول کا شاہد ہو اسطرح پر کہ اسکے دعوے کے برابر ہو یا زیادہ تر تو زوج کے گواہ اولے بالقبول ہین اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کے مثبت ہوتے ہین وان کان غیر شاهد لکل منهما بان کان بینهما فالتهاتر للاستواء ویجب مهر المثل علی الصحیح اور اگر مہر مثل زوجین مین سے کسیکا شاہد نہو اسطرح پر کہ قول زوجین کے مابین مین ہو تو دونون کے گواہ ساقط الاعتبار ہین بسبب برابر ہونے کے اثبات مین اور اس صورت مین مہر مثل واجب ہوگا القول صحیح ہم مابین قول زوجین ہونے سے یہ مراد نہین کہ مہر مثل دونون قولون کے درمیان متوسط ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ مہر مثل زوجہ کے دعوے سے کمتر ہو اور زوج کے دعوے سے اکثر ہو کذا فی الدرر والمنح هذا ان برهنا تحالفا ولم یفسخ النکاح لتبعیة المهر فیه بخلاف البیع اور اگر زوجین گواہ لانے سے عاجز ہون تو دونون قسم کھاوین اور نکاح فسخ نہوگا بسبب تابع ہونے مہر کے نکاح مین بخلاف بیع ہم یعنی ہر ایک کی قسم نے دوسرے کے دعوے کو توڑا تو عقد بلا تسمیہ مہر باقی رہا اور عدم تسمیہ مفسد نکاح نہین اسواسطے کہ مہر تابع ہے نکاح مین بخلاف بیع کہ اسمین عدم تسمیہ ثمن مفسد ہے کذا فی الدرر ویبدأ بیمینه لان اول التسلیمین علیه فیکون اول الیمینین علیه اور زوج کی قسم سے ابتدا کیجاوے اسواسطے کہ دو تسلیمون مین سے پہلی تسلیم زوج پر ہے تو دو قسمون سے پہلی قسم اسپر ہوگی کذا فی الطحطاوی ہم تسلیمین سے مراد تسلیم مہر اور تسلیم زوجہ ہے اور دونون مین تسلیم مہر معجل مقدم اور سابق ہے اور یہ یعنی تحالف عند العجز کرخی کی تخریج ہے خواہ مہر مثل زوج کے موافق ہو یا اقل یا زوجہ کے موافق ہو یا اکثر یا مابین قولین ہو اور رازی کی تخریج پر تحالف نہین مگر ایک مین وجوہ خمسہ مذکورہ سے وہ صورت یہ ہے کہ مہر مثل کسیکے قول کا شاہد نہو اور باقی صورتون مین زوج کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ اگر مہر مثل اسکے موافق ہو یا اقل اور زوجہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اگر مہر مثل اسکے موافق ہو یا اکثر اور شرح ہدایہ سے ترجیح قولین مین مختلف ہے کذا فی الطحطاوی ویحکم بالمتعدد ای یحکم مهر مثلها حکما لسقوط اعتبار التسمیة بالتحالف فیقضی بقوله لو کان کمقالته او اقل وبقولها لو کمقالتها او اکثر وبه لو بینهما ای بین ما تدعیه ویدعیه اور زوجہ کا مہر مثل حکم ٹھہرایا جاویگا بسبب ساقط ہوجانے تسمیہ مہر کے تحالف سے تو زوج کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر اسکے قول کے موافق ہو یا کمتر اور زوجہ کے قول پر حکم ہوگا اگر مہر مثل اسکے قول کے مانند ہو یا اکثر اور مہر مثل پر حکم ہوگا اگر مہر مثل مابین دعوے زوجہ اور دعوے زوج ہو ولو اختلفا ای الموجر والمستاجر فی بدل الاجارة او فی قدر المدة قبل الاستیفاء للمنفعة تحالفا وترادا وبدئ بیمین المستاجر لو اختلفا فی البدل والموجر لو فی المدة ولو برهنا فالبینة للموجر فی البدل وللمستاجر فی المدة اور اگر اختلاف کیا موجر اور مستاجر نے بدل اجارہ مین یا مدت اجارہ کی مقدار مین منفعت حاصل کرنے سے پہلے تو دونون قسم کھائین اور اجارے کو زائل کرین اور مستاجر کی قسم سے شروع کیجاوے اگر دونون بدل اجارہ مین مختلف ہون اور موجر کی قسم سے ابتدا کیجاوے اگر مدت مین مختلف ہون اور اگر دونون گواہ لاوین تو موجر کے گواہ بدل مین مقبول ہین اور مستاجر کے گواہ مدت مین مقبول ہین ہم استیفاے منفعت سے مراد یہ ہے کہ استیفاے منفعت پر قادر ہو مدت کے اندر اور عدم استیفا سے عدم قدرت استیفا مراد ہے اسواسطے کہ قدرت علی الاستیفا بجاے استیفا ہے وجوب اجرت مین یعنی درصورت صحت عقد کذا فی البحر وبعده لا والقول للمستاجر لانه منکر للزیادة ہم اور بعد استیفاے منفعت تحالف نہین اور مستاجر کا قول مقبول ہے اسواسطے کہ وہ زیادت اجرت کا منکر ہے ہم بعد استیفاے منفعت تحالف اسواسطے نہین کہ تحالف تو فسخ کے واسطے ہوتا ہے اور بعد استیفاے منافع فسخ عقد متصور نہین کذا فی الدرر اور اگر مدت مین اختلاف ہو تو موجر کا قول مقبول ہوگا علمانے یہ مسئلہ مذکور نہین کیا اسواسطے کہ ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولو اختلفا بعد التمکن من استیفاء البعض من المنفعة تحالفا وفسخ العقد فی الباقی والقول فی الماضی للمستاجر لانعقادها ساعة فساعة فکل جزء کعقد مثل البیع اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا استیفاے بعض منفعت کی تمکین کے بعد تو دونون قسم کھاوین اور عقد اجارہ فسخ کردیا جاوے باقی مین اور ماضی مین مستاجر کا قول مقبول ہے بسبب منعقد ہونے اجارے کے دم بدم تو ہر جزء اسکا مانند عقد ہے

یعنی بمنزلہ معقود علیہ کے بخلاف بیع کے ہم یعنی عقد اجارہ دمبدم منعقد ہوتا ہے بحسب حدوث منفعت تو ہر جز منفعت کا بمنزلہ معقود علیہ کے ہے بالاستقلال تو باقی گویا معقود بالعقد ہے لہذا اسمین تحالف ہوگا بخلاف ہلاک بعض مبیع اسواسطے کہ ہر جز مبیع کا معقود بعقد مستقل نہین بلکہ بالکل معقود بعقد واحد ہے تو جب فسخ متعذر ہوا بعض مبیع مین بسبب تلف ہونے کے تو بالضرور کل بیع مین متعذر ہوگا وان اختلف الزوجان ولو مملوکین او مکاتبین او صغیرین والصغیر یجامع او ذمیۃ مع مسلم قائم النکاح او لا فی بیت لہما او لاحدہما خزانۃ الاکمل لان العبرۃ للید لا للملک ۔ اور اگر زوجین نے اختلاف کیا اگرچہ زوجین مملوک یا مکاتب یا صغیر ہون اور حالانکہ صغیر لیاقت جماع رکھتا ہے یا زوجہ ذمیہ ہو زوج مسلم کے ساتھ خواہ اختلاف کے وقت قائم ہو یا نہ قائم ہو خواہ اختلاف اس گھر مین ہوا ہو جو دونون کا مملوک ہے یا ایک شخص کا انمین سے کذا فی خزانۃ الاکمل عموم بیت اسواسطے ہے کہ اعتبار تصرف کا ہے نہ ملک کا فی متاع ہو ھنا ما کان فی البیت ولو ذہبا او فضۃ فالقول لکل واحد منہما فیما صلح لہ مع یمینہ ۔ زوجین نے اختلاف کیا اس متاع مین متاع سے مراد یہان وہ چیز ہے جو گھر مین ہو اگرچہ سونا ہو یا چاندی تو زوجین مین سے ہر واحد کا قول مقبول ہوگا قسم کے ساتھ جو اسکے لائق ہے ہم زوج کے لائق اسباب پگڑی اور تاج اور قبا اور ہتھیار اور کمربند اور کتابین اور گھوڑا اور زرہ ہے اور زوجہ کے لائق اوڑھنی اور کرتی اور زیور اور مانند اسکے اور چیزین ہین لغت مین متاع عبارت ہے اس اسباب سے جس سے فائدہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ غلہ اور کپڑے اور اثاث البیت لیکن اس مقام مین متاع چاندی سونے کو بھی شامل ہے الا اذا کان کل منہما یفعل او یبیع ما یصلح للآخر فالقول لہ لتعارض الظاہرین بحر وغیرہما مگر جبکہ زوجین مین سے ہر شخص بناتا یا بیچتا ہو اس متاع کو جو دوسرے کے لائق ہے تو اب زوج ہی کا قول مقبول ہوگا بسبب تعارض ظاہر کے دونون ظاہر کے کذا فی الدرر وغیرہ مثلا زوج زرگر ہے کہ زیور عورتون کے بناتا ہے اور زیور مین اختلاف واقع ہوا زوج کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور زوجہ کہتی ہے کہ میرا ہے تو ظاہر صلاحیت زیور زوجہ کا شاہد ہے اور ظاہر صنعت زرگری زوج کا شاہد ہے تو دونون ظاہر عمل مین تعارض ہوا تو دونون ظاہر ساقط الاعتبار ہوگئے تو اب اعتبار قبضہ صحیح ٹھہر سکتا یعنی زوجہ اور جو زوجہ کے قبضہ مین ہے وہ زوج کے قبضہ و تصرف مین ہے لہذا اس صورت مین زوج ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الطحطاوی بتصرف والقول لہ فی الصالح لہما لانہا وما فی یدہا فی یدہ والقول لذی الید اور زوج کا قول مقبول ہے اس متاع مین جو دونون کے لائق ہے اسواسطے کہ زوجہ اور جو اسکے ہاتھ مین ہے وہ زوج کے ہاتھ یعنی تصرف مین ہے اور قول مقبول صاحب قبضہ کا ہے ہم اسباب لائق زوجین کے جیسا کہ فرش اور ظروف اور مواشی اور نقد اور لونڈی غلام اور حویلی اور زمین اور باغ بخلاف ما یختص بہا لان ظاہرہا اقوی من ظاہرہ بید الاستعمال بخلاف اس متاع کے جو زوجہ کے ساتھ مخصوص ہے اسواسطے کہ زوجہ کا ظاہر اظہر ہے زوج کے ظاہر سے اور وہ یعنی ظاہر زوجہ تصرف استعمالی ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا جو کلام سابق پر وارد ہوتا ہے یعنی جب دعاوی مین ذی الید کا قول مقبول ہوا اور زوجہ اور جو اسکے تصرف مین ہے وہ زوج کے تصرف مین ہے تو چاہیے کہ متاع مختص بزوجہ مین بھی زوج ہی کا قول مقبول ہو نہ زوجہ کا اسکا جواب یون دیا کہ ید استعمالی زوجہ اظہر اور اقوی ہے زوج کے ید سے ولو اقاما بینۃ یقضی ببینتہا لانہا خارجۃ خانیۃ والبیت للزوج الا ان یکون لہا بینۃ بحر ۔ اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے تو زوجہ کے گواہون پر حکم ہوگا اسواسطے کہ عورت خارج ہے یعنی ذی الید نہین کذا فی الخانیہ اور گھر زوج کا ہے مگر یہ کہ زوجہ کے گواہ ہون اسپر کہ گھر زوجہ کا ہے تو زوجہ کے گواہ مسموع ہونگے کذا فی البحر وہذا لو حیین فان مات احدہما واختلف وارثہ مع الحی فی المشکل الصالح لہما فالقول فیہ للحی ولو رقیقا وقال الشافعی و مالک الکل بینہما وقال ابن ابی لیلی الکل لہ وقال الحسن البصری الکل لہا ہذا وعد فی الخانیۃ تسعۃ اقوال ۔ اور یہ جو مذکور ہو چکا اس صورت مین تھا جبکہ زوج اور زوجہ دونون زندہ ہون اور اگر ایک انمین سے مرگیا اور میت کے وارث نے زندہ کے ساتھ مشکل مین یعنی اس متاع مین جو دونون کے لائق ہے اختلاف کیا تو اسمین زندہ کا قول مقبول ہے اگرچہ وہ مملوک ہو اور شافعیؒ اور مالکؒ نے کہا کل مال دونون کا برابر ہے اور ابن ابی لیلی نے کہا سب مال زوج کا ہے اور حسن بصری نے کہا تمام متاع زوجہ کی ہے اور اس مسئلے مین سات قول ہین سات مجتہدون کے اور خانیہ مین نو قول شمار کیے ہین ہم اقوال

تسعہ صحیح پہلا قول امام کا ہی جو متن مین مذکور ہو چکا یعنے متاع مشکل مین زندے کا قول مقبول ہی ۲ ابو یوسف کا قول کہ زوجہ کے واسطے بقدر جہیز مثل زوجہ ہی اور باقی زوج کا ہی ۳ ابن ابی لیلی کا قول کہ سب متاع زوج کی ہی ۴ قول ابن حسن اور شریک کا کہ دونون مین مال برابر ہی ۵ حسن بصری کا قول کہ سب مال زوجہ کا ہی ۶ قول شریح کا کہ گھر عورت کا ہی ۷ قول محمد کا کہ متاع مشکل طلاق اور موت مین زوج کی ہی ۸ قول زفر کا کہ متاع مشکل دونون مین برابر ہی ۹ قول مالک کا کہ کل مال دونون مین برابر ہی کذا فی البحر عن خزانۃ الاکمل ملخصاً ولو احدهما مملوکا ولو ماذونا او مکاتبا وقالا والشافعی هما کالحر فالقول للحر فی الحیوۃ وللحی فی الموت لان ید الحر اقوی ولا ید للمیت اور اگر احد الزوجین مملوک ہو اگرچہ وہ ماذون یا مکاتب ہو تو حر کا قول زندگی مین معتبر ہی اور زندہ کا قول خواہ وہ حر ہو یا مملوک موت مین مقبول ہی حر کا قول زندگی مین اسواسطے معتبر ہوا کہ تصرف حر کا قوی تر ہی مملوک کے تصرف سے اور زندے کا قول موت مین اسواسطے مقبول ہوا کہ میت کے واسطے تصرف نہین اور صاحبین اور شافعی نے کہا کہ زوجین مملوک اور حر حکم مین حر کے برابر ہین اعتقت الامۃ او المکاتبۃ او المدبرۃ واختارت نفسها فما فی البیت قبل العتق فهو للرجل وما بعده قبل ان تختار نفسها فهو علی ما مر فی الطلاق یعنے آزاد ہوگئی لونڈی یا مکاتبہ یا مدبرہ اور اسنے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنے زوجیت سابقہ سے راضی نہ ہی تو جو اسباب گھر مین ہی قبل آزاد ہونے کے سو وہ مرد کا ہی اور جو اسباب کہ بعد آزادی کے ہو اقبل اختیار کرنے اپنی ذات کے سو اسطرح پر ہی کہ جسکو ہمنے کتاب الطلاق مین مذکور کیا ہم یعنے دونون حر کے برابر ہین حکم مین کذا فی المنح ولو طلقها ومضت العدۃ فالمشکل للزوج ولورثته بعد موته لانها صارت اجنبیۃ لا ید لها اور بحر الرائق مین ہی کہ زوجہ کو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو متاع مشکل زوج کی ہی اور اسکے وارثون کی زوج کے بعد اسواسطے کہ زوجہ غیر شخص ہو گئی جسکا کچھ تصرف ثابت نہین ولما ذکر ان المشکل للزوج فی الطلاق کذا للوارثۃ اور جبکہ ہمنے متاع مشکل کا طلاق مین ذکر کیا کہ وہ زوج کی ہی تو اسی طرح زوج کے وارث کی ہی مصنف نے طلاق دی نہ کہا کما اشار الیہ اسکا جواب فلذا یکون للورثۃ ہی اور اس عبارت کے ذکر کرنے کا کچھ فائدہ نہین اور بحر الرائق کی عبارت اس سے خالی ہی اما لو مات وهی فی العدۃ فالمشکل لها کانه لم یطلقها بدلیل ارثها اور اگر زوج مر گیا اور زوجہ عدت مین ہی تو متاع مشکل زوجہ کی ہی گویا اسنے اسکو طلاق ہی نہین دی اسکے وارث ہونے کی دلیل سے ولو اختلف المؤجر والمستاجر فی متاع البیت فالقول للمستاجر بیمینه والبینۃ للمؤجر الا ما علیه من ثیاب بدنه اور اگر موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اجارہ والے گھر کے اسباب مین تو مستاجر ہی کا قول مقبول ہی اسکے قسم کھانے کے ساتھ اور موجر کا کچھ نہین مگر جو اسکے بدن پر کپڑے ہین ولو اختلف اسکاف وعطار فی آلات الاساکفۃ وآلات العطارین وهی فی ایدیهما فهی بینهما بلا نظر لما یصلح لکل منهما وتمامه فی السراج اور اگر کفشگر اور عطار نے جھگڑا کیا کفشگرون اور عطارون کے ہتھیارون مین اور حال انکا دونون طرح کے ہتھیار دونون شخصون کے قبضہ اور تصرف مین ہین تو وہ دونون کے ہین بلا نظر صلاحیت ہر ایک یعنے یہ رعایت نہوگی کہ کفشگرون کے ہتھیار کفشگر کے ٹھہرین اور عطارون کے آلات عطار کے ہون اور پورا بیان اسکا سراج مین ہی مصنف آلات مذکورہ دونون مین اسواسطے برابر ہوئے کہ گاہے ایک پیشہ اور دوسرے پیشے کے ہتھیار رکھتا ہی اپنی ذات کے واسطے یا بیچنے کے واسطے تو ترجیح نہین ہو سکتی رجل معروف بالفقر والحاجۃ صار بیده غلام وعلی عنقه بدرۃ وذلک بداره فادعاه رجل معروف بالیسار وادعاه صاحب الدار فهو للمعروف بالیسار ایک مرد مفلسی اور محتاجی مین مشہور ہی اسکے ہاتھ ایک غلام لگ گیا جسکی گردن مین روپے یا اشرفیون کی تھیلی معلق ہی اور وہ مفلس ایک مرد کے گھر مین ہی سو اس غلام کا اس مرد نے دعوے کیا جو مالداری اور تونگری مین مشہور ہی اور صاحب خانہ نے بھی اسکا دعوے کیا تو وہ غلام اس شخص کا ہی جو مالداری مین مشہور ہی مصنف بدرہ اس تھیلی کو کہتے ہین جسمین ہزار یا دس ہزار درم ہون یا سات ہزار دینار ہون کذا فی القاموس وکذا کناس فی منزل رجل وعلی عنقه قطیفۃ یقول الذی هی علی عنقه هی لی وادعاها صاحب منزل فهی لصاحب المنزل اور اسی طرح ایک جاروب کش ہی ایک مرد کے گھر مین اور اسکی گردن پر ایک کملا یا بالاپوش ہی جسکی گردن پر ہی وہ کہتا ہی کہ یہ میرا ہی اور صاحب خانہ کہتا ہی

لہ یعنے فتح اول ہندی مین اسکو [illegible] کہتے ہین [illegible]

کہ میرا ہی تو وہ صاحب خانہ کا ہی ھم اسمین اور مسئلہ سابقہ مین فقہا نے ظاہر حال پر عمل کیا کذا فی الطحطاوی رجلان فی سفینۃ بہا دقیق فادعی کل واحد السفینۃ وما فیہا فاحدہما یعرف ببیع الدقیق والآخر انہ ملاح فالدقیق للذی یعرف ببیعہ والسفینۃ لمن یعرف انہ ملاح عملا بالظاہر دو مرد ہین ایک ناؤ مین جسمین آٹا ہی سو ہر واحد ناؤ اور آٹے کا دعوے کرتا ہی اور ایک شخص ان مین سے آٹا بیچنے مین مشہور ہو اور دوسرا ملاحی مین تو آٹا اسکا ہی جو آٹا بیچنے مین مشہور ہی اور ناؤ اسکی ہی جو ملاح مشہور ہی بنا بر عمل بظاہر حال ولو فیہا راکب وآخر ممسک وآخر یجذبہا وآخر یمدہا کلہم یدعونہا فہی بین الثلثۃ اثلاثا ولا شیٔ للماد اور اگر ایک ناؤ مین ایک شخص سوار ہی اور دوسرا شخص اسکو پکڑے ہی اور تیسرا اسکو اپنی طرف کھینچتا ہی اور چوتھا اسکو بہاتا ہی اور سب اسکا دعوے کرتے ہین تو وہ کشتی تین شخصون مین تین تہائی ہی اور بہانے والے کا اسمین کچھ نہین ھم شاید کہ اسواسطے بہانے والے کا حصہ نہین کہ وہ مزدور ہی کذا فی الطحطاوی رجل یقود قطارا ابل وآخر راکب ان علی الکل متاع للراکب فکلہا لہ والقائد اجیرہ وان لا شیٔ علیہا فللراکب ما ہو راکبہ والباقی للقائد بخلاف البقر والغنم وتمامہ فی خزانۃ الاکمل ایک شخص اونٹون کی قطار کھینچتا ہی اور دوسرا شخص سوار ہی اگر ہر اونٹ پر سوار کا اسباب ہی تو سب اونٹ اسکے ہین اور قطار کھینچنے والا اسکا مزدور ہی اور اگر اونٹون پر اسباب نہین تو سوار کا وہ اونٹ ہی جسپر وہ سوار ہی اور باقی اونٹ قطار کھینچنے والے کے ہین بخلاف گائے بیل اور بھیڑ بکری کے اور پورا بیان اسکا خزانۃ الاکمل مین ہی ھم یعنے اگر گائے بیل یا بھیڑ بکری کو ایک شخص کھینچتا ہو اور دوسرا ہانکتا ہو تو وہ ہانکنے والے کے ہین کذا فی البحر

فصل فی دفع الدعاوی یہ فصل ہی دعوون کے دفع کرنے مین یعنے مدعی علیہ کے اپنے اوپر دعوی مدعی کا نہ آنے دینا ھم جیسے دفع دعوے قبل برہان مدعی صحیح ہی ویسے ہی بعد برہان بھی صحیح ہی اور اسی طرح قبل حکم صحیح ہی جیسے بعد حکم صحیح ہی اور دفع الدفع اور دفع الدفع کا دفع صحیح ہی اگرچہ کثیر ہو قول مختار مین اور غیر مدعا علیہ کا دفع مسموع نہین اور دفع احد الورثۃ کا مسموع ہی اگرچہ مدعی نے دوسرے وارث پر دعوی کیا ہو کذا فی البحر ملخصا لما قدم من یکون خصما ذکر من لا یکون خصما جبکہ مصنف نے پہلے اسکے ذکر کیا اسکو جو خصم ہوتا ہی اب ذکر شروع کیا اسکا جو خصم نہین ہوتا قال ذو الید ہذا الشیٔ المدعی منقولا کان او عقارا اودعنیہ او اعارنیہ او اجرنیہ او رہننیہ زید الغائب او غصبتہ منہ من الغائب برہن علیہ علی ما ذکر والعین قائمۃ لا ہالکۃ وقال الشہود نعرفہ باسمہ ونسبہ او بوجہہ او شرط محمد معرفتہ بوجہہ ایضا فلو حلف لا یعرف فلانا وہو لا یعرفہ الا بوجہہ لا یحنث ذکرہ الزیلعی وفی الشرنبلالیۃ عن خط العلامۃ المقدسی عن البزازیۃ ان تعویل الائمۃ علی قول محمد انتہی فلیحفظ کہا ذی الید نے کہ یہ شی جسکا مدعی دعوی کرتا ہی خواہ وہ منقول ہو یا غیر منقول میرے پاس ودیعت رکھی یا مجھکو عاریتا دی یا اجارہ رکھی یا وہ گرو رکھی ہی زید نے جو غائب ہی یہان سے یا مین نے اسکو شخص غائب سے غصب کیا ہی اور امور مذکورہ پر وہ گواہ لایا اور حالانکہ وہ شی متنازع فیہ قائم ہی نہ ہالک اور گواہون نے کہا کہ ہم شخص غائب کو اسکے نام اور نسب سے یا اسکی صورت سے پہچانتے ہین اور محمد نے اسم اور نسب کے ساتھ اسکی روشناسی بھی شرط کی ہی تو بموجب قول محمد اگر قسم کھائے کہ مین فلانے کو نہین پہچانتا اور حالانکہ وہ اسکو نہین پہچانتا مگر اسکی صورت سے تو حانث نہوگا ذکر کیا ہی اسکو زیلعی نے اور شرنبلالیہ مین علامۂ مقدسی کے خط سے بزازیہ سے مذکور ہی کہ ائمۂ فقہ کا اعتماد محمد کے قول پر ہی انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے دفعت خصومۃ المدعی للملک المطلق لان یدہم لیست ید خصومۃ ذی الید کے قول مع البرہان سے دفع ہو جائیگی خصومت اس مدعی کی جو ملک مطلق کا دعوی کرتا ہی اسواسطے کہ قبضہ ان لوگون کا یعنے مودع اور مستعیر اور مستاجر اور مرتہن اور غاصب کا قبضہ خصومت نہین ھم اور اگر ملک مقید کا دعوی ہو اسطرح کہ ذی الید نے اسکو خرید کیا پھر آزاد کردیا اور ذی الید نے اسکو بذکر ودیعت یا غصب یا رہن غائب دفع کیا تو خصومت دفع نہوگی اور ذی الید اسکے آزاد کردینے کا حکم ہوگا کذا فی الطحطاوی وقال ابو یوسف ان عرف ذو الید بالحیل لا تندفع وبہ یؤخذ ملتقی واختارہ فی المختار ھم اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر ذی الید حیلہ گری مین مشہور ہو تو خصومت اس سے دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہی کذا فی الملتقی اور اسی قول کو مختار مین پسند کیا ہی ھم حیلہ گری اسطرح پر کہ کوئی شخص کسی آدمی کا مال غصب کر لیتا ہو پھر مخفی کسی سفر کرنے والے کو دیتا ہو اور مسافر گواہون کے سامنے اس مغصوب کو غاصب کے

پاس ودیعت رکھتا ہو تاکہ جب مالک آوے اور اپنی ملک کے اثبات کا ارادہ کرے تو ذی الید اسپر گواہ قائم کرے کہ فلانے مسافر نے اسکو میرے پاس ودیعت رکھا ہو تو مالک کا حق باطل ہو جاوے زیلعی نے کہا تو حاکم پر واجب ہی کہ لوگوں کے حالات دیکھتا رہے اور انکے حال کے موافق عمل کرے ابو یوسف قائل اس قول کے ہوئے بعد قاضی ہونے اور لوگوں کی حیلہ گری دریافت کرنے کے ولیس الخبر کالمعاینۃ کذا فی الطحطاوی وھذہ مخمسۃ کتاب الدعوی لان فیھا اقوال خمسۃ علماء کما بسطہ فی الدرر او لان صورھا خمس عینی وغیرہ اور یہ یعنے مسئلہ دفع مخمسہ ہی کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ اسمین پانچ عالموں کے قول ہین چنانچہ درر مین مشرح ہی یا مخمسہ ہونیکی یہ وجہ ہی کہ اس مسئلے کی پانچ صورتین ہین یعنے ودیعت اور اعارہ اور اجارہ اور رہن اور غصب کذا فی العینی وغیرھم اقوال خمسہ مین سے پہلا قول وہ ہی جو متن مین مذکور ہی دوسرا قول ابو یوسف کا تیسرا قول محمد کا کہ معرفت اسم اور نسب کے ساتھ روشناسی بھی ضروری ہی چوتھا قول ابن شبرمہ کا کہ مدعا علیہ سے مطلق خصومت دفع نہین ہوتی پانچوان قول ابن ابی لیلی کا کہ بدون گواہوں کے خصومت دفع ہو جاتی ہی کہ اسنے غیر کی ملک کا اقرار کیا کذا فی الطحطاوی قلت وفیہ نظر اذ الحکم کذلک لو قال وکلنی صاحبہ بحفظہ او اسکننی فیھا زید الغائب او سرقتہ منہ او انتزعتہ منہ او ضل منہ فوجدتہ بحر او ھی فی یدی مزارعۃ بزازیہ فالصور احدی عشرۃ قلت لکن الحق فی البزازیہ المزارعۃ بالاجارۃ او لو دیعۃ فقال فلا یزاد علی الخمس کما حررتہ فی شرح الملتقی مین کہتا ہون اور عینی کے قول مین گفتگو ہی اسواسطے کہ حکم اسی طرح کا ہی اگر ذی الید نے کہا کہ اسکے مالک نے اسکی حفاظت کا مجھکو وکیل کیا یا اس گھر مین مجھکو زید غائب نے رکھا یا مین نے اسکو غائب سے بطور سرقہ لیا یا مین نے اسکو نکال لیا اسکے پاس سے وہ چیز گم ہو گئی تھی سو مین نے اسکو پایا کذا فی البحر یا کہ وہ زمین میرے پاس بطور مزارعت کے ہی تو اب گیارہ صورتین ہوئین مین کہتا ہون لیکن حق بات وہ ہی جو بزازیہ مین ہی کہ مزارعت اجارہ یا ودیعت کے ساتھ ملحق ہی بزازی نے کہا تو پانچ صورتوں سے زیادہ نہین اور البتہ مین نے اسکی شرح ملتقی مین تحریر کی ہی ولو کان ھالکا او قال الشھود اودعہ من لا نعرفہ او اقر ذو الید بید الخصومۃ کان قال ذو الید اشتریتہ او اتھبتہ من الغائب او لم یدع الملک المطلق بل ادعی علیہ الفعل بان قال المدعی غصبتہ منی او قال سرق منی وبناہ للمفعول للستر علیہ فکانہ قال سرقتہ منی بخلاف غصبہ منی او غصبہ منی فلان الغائب کما سیجیء حیث تندفع اور اگر مدعی بہ ہالک ہو یا گواہوں نے کہا کہ اسکو ودیعت رکھا ہی اسنے جسکو ہم نہین پہچانتے یا ذی الید نے قبضہ خصومت کا اقرار کیا چنانچہ ذی الید نے یون کہا کہ مین نے اسکو خرید کیا یا بطریق ہبہ کے لیا شخص غائب سے یا مدعی نے ملک مطلق کا دعوی نکیا بلکہ مدعا علیہ کے فعل کا دعوی کیا اسطرح پر کہ مدعی نے کہا کہ تو نے اسکو غصب کر لیا مجھسے یا یون کہا چوری لیا گیا مجھسے بصیغہ مجہول ذکر کیا مدعا علیہ کی پردہ پوشی کے واسطے تو گویا مدعی نے یون کہا کہ تو نے اسکو مجھسے چورالیا بخلاف اس قول کے کہ غصب کر لیا گیا مجھسے یا اسکو غصب کر لیا مجھسے فلانے غائب نے چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا کہ وہان خصومت مدعا علیہ سے دفع ہو جاویگی وھل یقبل برھانہ علی الملک الاصح لا بزازیہ اور کیا خصومت دفع ہوگی بصیغہ مجہول غصب قول صحیح یہ ہی کہ خصومت دفع نہوگی کذا فی البزازیہ ہم یعنے اگر مدعی نے یون کہا کہ یہ چیز میری ملک ہی اور مدعا علیہ کے پاس غصب ہی اور مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس غائب نے ودیعت رکھی ہی تو بقول صحیح دعوی مدعی کا نہ دفع ہوگا وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان وبرھن علیہ کما تندفع فی الکل لما قلنا اعنی دعوی المدعی دعوی غصب اور سرقہ کے دفع مین کہا کہ اسکو میرے پاس فلانے غائب نے ودیعت رکھا ہی اور اسپر گواہ لایا تو کل صورتہائے مذکورہ مین خصومت مندفع ہوگی اس دلیل سے جو ہم کہہ چکے ہین یعنے ہالک وغیرہ مین اسواسطے خصومت دفع ہوگی کہ دفع خصومت کے واسطے قیام مین اور معرفت شہود کو شرط کر چکا ہی اور دعوی خریداری اور ہبہ مین اقرار قبض ملک ہی اور غصب اور سرقہ مین مدعی کا دعوی ہی مدعا علیہ کے فعل کا

قال فی غیر مجلس الحکم انہ ملکی ثم قال فی مجلسہ اودعنیہ او رھن منی فلان تندفع مع البرھان علی ما ذکر کہا ذی الید نے غیر مجلس حکم کے سوا اور مکان مین کہ وہ میری ملک ہی پھر مجلس حکم مین بولا کہ وہ ودیعت ہی میرے پاس یا رہن ہی فلانے کی جانب سے تو خصومت دفع ہوگی

ط یعنے شنیدہ کے بود مانند دیدہ ۱۲ ط مترجم اول الحق بصیغہ ماضی الحق بہ تشدید

گواہی کے ساتھ اپنے دعوے مذکور پر یعنی اگر مدعا علیہ ودیعت یا رہن پر گواہ لایا تو دعوی مدعی کا دفع ہو جائیگا اور غیر مجلس حکم کا اقرار مقبول نہو گا مگر جبکہ مدعی اسکو گواہوں سے
ثابت کرے چنانچہ مصنف اسکی آگے تصریح کرتا ہے ولو برھن المدعی علی مقالتہ الاولی یجعلہ خصما ویحکم علیہ لسبق اقرارہ فیمنع الدفع بزازیہ
اور اگر مدعی گواہ لاوے ذی الید کے اول قول پر یعنے اسکے دعوے ملک پر تو قاضی اسکو خصم قرار دے اور اسپر حکم کرے بسبب سابق ہونے اس اقرار کے جو مانع ہے دفع
خصومت کا کذا فی البزازیہ وان قال المدعی اشتریتہ من فلان الغائب وقال ذو الید فی الدفع اودعنیہ فلان ذلک ای نفسہ فلو بوکیلہ
لم تندفع بلا بینۃ دفعت الخصومۃ وان لم یبرھن لتوافقہما ان اصل الملک للغائب ـــــ اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو فلانے
شخص غائب سے خرید کیا اور ذی الید نے اسکے دفع میں کہا میرے پاس اسے فلانے غائب نے ودیعت رکھا بذات خود تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی اگرچہ ذی الید
گواہ نلاوے بسبب موافق ہونے دونوں کے اسپر کہ اصل ملک شخص غائب کی ہے پھر اگر ذی الید یوں کہے کہ میرے پاس شخص غائب کے وکیل نے اسکو ودیعت رکھا ہے تو خصومت
مندفع نہوگی بدون گواہ لانے ذی الید کے الا اذا قال اشتریتہ ووکلنی بقبضہ وبرھن مگر جبکہ مدعی نے کہا کہ میں نے اسکو غائب سے خرید لیا اور
اسنے مجھکو وکیل کیا ہے اسکے قبضہ کرنے پر تیرے پاس سے لیکر اور اسپر گواہ لایا تو خصومت مندفع نہوگی یعنے ذی الید سے مدعی اسکو لیگا اسواسطے کہ مدعی
احق بالقبض ہے کذا فی العینی ولو صدقہ فی الشراء لم یؤمر بالتسلیم لئلا یکون قضاء علی الغائب باقرارہ وھی عجیبۃ ـــــ اور اگر ذی الید
نے مدعی کی تصدیق کی خرید کرنے میں تو اسکو دینے کا حکم نہوگا تاکہ قضا علی الغائب نہ لازم آوے ذی الید کے اقرار سے اور یہ مسئلہ عجیب ہے یعنے انکار میں تو تسلیم
ہو اور تصدیق میں تسلیم نہیں ھم طحطاوی نے کہا اسمیں ہرگز کچھ مقام تعجب نہیں اسواسطے کہ ذی الید کا اقرار حجت قاصرہ ہے وہ مالک غائب پر سرایت نہیں کرسکتا اور اسیطرح
علامہ ابو السعود نے کہا کہ کچھ عجب نہیں اسواسطے کہ اسکا اقرار غیر شخص پر مقبول نہیں ثم اقتصار الدرر وغیرھا علی دعوی الشراء فیہ اتفاقی فلذا قال ولو ادعی
انہ غصبہ منہ فلان الغائب وبرھن علیہ وزعم ذو الید ان ھذا الغائب اودعہ عندہ اندفعت لتوافقہما ان الید
لذلک الرجل پھر اختصار کرنا صاحب درر وغیرہا کا خرید کے دعوے پر قید اتفاقی ہے سو اسی واسطے مصنف نے کہا اور اگر مدعی نے دعوی کیا کہ وہ چیز اسکی ہے اس سے
فلانے غائب نے غصب کرلی اور اسپر گواہ لایا اور ذی الید نے زعم کیا کہ اس شخص غائب نے اسکے پاس اسکو ودیعت رکھا تو ذی الید سے خصومت مندفع ہوگی
بسبب موافق ہونے دونوں کے اسپر کہ قبضہ اسی مرد غائب کے واسطے ثابت ہے ولو کان مکان دعوی الغصب دعوی سرقۃ لا تندفع وان زعم ذو الید
ابداع ذلک الغائب استحسانا بزازیۃ اور اگر بجاے دعوی غصب دعوی سرقہ ہو تو خصومت مندفع نہوگی ذی الید کے یوں زعم کرنے سے
کہ اس غائب نے میرے پاس اسکو ودیعت رکھا ہے ازروے استحسان کے کذا فی البزازیہ وفی شرح الوھبانیہ للشرنبلالی لو اتفقا علی الملک لزید وکل
یدعی الاجارۃ منہ لم یکن الثانی خصما للاول علی الصحیح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ اگر دو شخص متفق ہوں زید کی ملک پر اور ہر شخص اس سے
اجارہ لینے کا مدعی ہے تو مدعی ثانی مدعی اول کا خصم نہوگا بقول صحیح ھم مالک کے آنے تک اسواسطے خصم نہوگا کہ دعوی اجارہ بمنزلہ دعوی استعارہ کے ہے کیونکہ ہر واحد
ملک عین کا مدعی نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ لاحقہ کی وکذا المدعی رھنا وشراء اور نہ مدعی ثانی رہن اور شرا کے مدعی کا خصم ہوگا اما المشتری فخصم للکل
اور مشتری تو سب کا خصم ہے یعنے جو خرید کا دعوی کرتا ہے وہ گواہ لانے کے بعد متاجر اور مدعی رہن اور مدعی خرید کا خصم ہوگا کذا فی الطحطاوی **فروع** مسائل
ملحقہ بشارح کے قال المدعی علیہ لی دفع یمہل الی المجلس الثانی صغری ـــــ اور مدعی علیہ نے کہا کہ میرے پاس دعوی مدعی کے دفع کرنیکی وجہ ہے
تو اسکو قاضی کے جلوس ثانی تک فرصت دیجاے کذا فی الصغری للمدعی تحلیف مدعیہ الایداع علی البتات درر مدعی کو قسم لینا مدعی ایداع سے
یقین پر جائز ہے کذا فی الدرر یعنے اگر مدعی کے گواہ نہوں تو ذی الید سے یقین پر نہ علم پر قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ ایداع اگرچہ غیر کا فعل ہے لیکن اسکا
تمام ہونا یعنے قبول ایداع اس سے متعلق ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ ذی الید پر قسم نہیں اسواسطے کہ وہ ایداع کا مدعی ہے اور حالانکہ مدعی پر قسم نہیں

انتہے تو یہ کلام وقوع خلاف پر محمول ہو کذا فی الطحطاوی ولا تحلیف للمدعی علی العلم و تمامہ فی البزازیۃ اور اسکو یعنے مدعا علیہ کو اختیار ہو کہ مدعی سے علم پر قسم لے اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہو ھ جبکہ مدعا علیہ ذی الید نے دعوی مدعی کا باظہار ایداع وغیرہ کے دفع کیا اور اثبات سے عاجز ہو گیا اور مدعی نے دفع میں اسکی تصدیق نہ کی اور ذی الید نے مدعی سے قسم چاہی تو مدعی علم پر قسم کھائے اسطرح کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ شخص غائب نے ذی الید کے پاس ودیعت رکھی ہو اسواسطے کہ ایداع غیر کا فعل ہو اور مدعی سے تعلق نہیں کذا فی البحر وکل بنقل امتہ فبرھنت انہ اعتقہا قبل الدفع لا للعتق مالم یحضر المولی ابن ملک مولی نے کسیکو اپنی لونڈی کے کہیں لیجانے کا وکیل کیا سو لونڈی گواہ لائی اسپر کہ مولے نے اسکو آزاد کر دیا تو دعوے نقل کے واسطے دفع مقبول ہوگا نہ آزاد ہو جانے پر جبتک مولے نہ آوے کذا ذکرہ ابن ملک

باب دعوی الرجلین

یہ باب ہو دو مردونکے دعوی کرنے میں یعنے تیسرے شخص پر دعوی کریں یا ایک شخص دوسرے پر دعوی کرے تقدم حجۃ خارج فی ملک مطلق ای لم یذکر لہ سبب ملکہ علی حجۃ ذی الید مقدم ہوگی شخص خارج کی حجت ملک مطلق میں ذی الید کی حجت پر ملک مطلق وہ ہو جسمیں سبب ملک کا مذکور نہو چنانچہ مذکور ہو چکا ھ خارج وہ شخص ہو جو ذی الید اور قابض نہو اور وجہ تقدیم یہ ہو کہ خارج ہی تو مدعی ہو اور حدیث میں برہان مقبول نہیں مگر مدعی کا برہان وان وقتا احدہما فقط حجت خارج مقدم ہو اگرچہ دونوں میں سے ایک ہی شخص وقت ملک بیان کرے ھ یعنے خواہ دونوں تاریخ ملک بیان نکریں یا دونوں ایک ہی تاریخ کو ذکر کریں یا فقط ایک ہی شخص تاریخ ذکر کرے بہر صورت حجت خارج مقدم ہو اور اگر دونوں تاریخ کو بیان کریں اور ایک کی تاریخ سابق ہو تو اب اسیکی حجت مقدم ہوگی کذا فی الحلبی وقال ابو یوسف ذو الوقت احق اور ابو یوسف نے کہا کہ صاحب وقت یعنے جسنے تاریخ اور وقت ملک بیان کیا وہ احق ہو تقدیم حجت میں وثمرتہ فیما لو قال فی دعواہ ہذا العبد لی غاب عنی منذ شہر وقال ذو الید لی منذ سنۃ فیقضی للمدعی لان ما ذکرہ تاریخ غیبۃ لا ملک فلم یوجد التاریخ من الطرفین فیقضی ببینۃ الخارج اور ثمرہ خلاف امام اور ابو یوسف اس صورت میں ہو کہ خارج نے کہا کہ یہ غلام میرا ہو میرے پاس سے غائب ہو گیا مہینہ بھر سے اور ذی الید نے کہا کہ میرا غلام ہو سال بھر سے تو مدعی خارج کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ جو تاریخ خارج نے ذکر کی وہ اسکے غائب ہونے کی تاریخ ہو نہ مالک ہونے کی تو طرفین سے تاریخ ملک کی نہ پائی گئی بلکہ ذی الید کی طرف سے تاریخ پائی گئی اور امام کے نزدیک تاریخ حالت انفراد کی معتبر نہیں تو اسی واسطے حجت خارج کا حکم ہوگا وقال ابو یوسف یقضی للمورخ ولو حالۃ الانفراد اور ابو یوسف نے کہا کہ تاریخ بیان کرنے والے کے واسطے حکم ہوگا اگرچہ ذکر تاریخ بحالت انفراد ہو ھ منح الغفار میں جامع الفتاوے سے یوں منقول ہو کہ ابو یوسف کے نزدیک مورخ کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ انکے نزدیک حالت انفراد میں مورخ کی ترجیح ہو انتہے تو شارح کو مناسب تھا کہ لفظ لو ساقط کرتا اسواسطے کہ کلام تو حالت انفراد میں ہو اور شارح کے کلام سے نکلتا ہو کہ قضا مورخ کے واسطے ہو خواہ دونوں سے تاریخ صادر ہو یا ایک سے اور حالانکہ درصورت صدور تاریخ طرفین قضا للمورخ کے کچھ معنے نہیں اسواسطے کہ تاریخ تو دونوں سے ثابت ہو بلکہ بیان قضا للسابق ہوگی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان یقضے بقولہ لانہ ادفق واظہر کذا فی جامع الفصولین واقرہ المصنف اور لائق یوں ہو کہ بقول ابو یوسف کے حکم کیا جاے اسواسطے کہ وہ قول بقواعد فقہ موافق تر اور ظاہر تر ہو چنانچہ جامع الفصولین میں ہو اور ثابت رکھا ہو اسکو مصنف نے اپنی شرح میں ھ منح الغفار میں بجاے یقضی یفتی ہو وہو الاظہر ولو برہن خارجان علی شیء قضی بہ لہما اور گواہ لاویں دو شخص خارج ایک چیز پر جو تیسرے شخص کے قبضہ میں ہو تو دونوں کے واسطے اس چیز کا حکم ہوگا ھ دلیل اسکی وہ حدیث ہو جو سنن ابو داؤد میں ابو موسی اشعری سے روایت ہو کہ دو شخصوں نے ایک اونٹ کا دعوی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں اور ہر شخص دو دو گواہ لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو دونوں میں نصفا نصف بانٹ دیا اور دوسری دلیل یہ ہو کہ بینات حجج شرعیہ ہیں تو حتی الامکان انپر عمل واجب ہو اور یہاں عمل ممکن ہو اسواسطے کہ تبدل اید شی واحد پر اوقات مختلفہ میں ہوا کرتا ہو

باب دعوی الرجلین

تو گواہی دینے کے واسطے ہر فریق اسپر اعتماد کرتا ہی جو اسنے سبب ملک کا مشاہدہ کیا کذا فی الزیلعی فان برهنا فی دعوی نکاح سقطا لتعذر الجمع لو حیة پھر اگر دو شخص گواہ لائے نکاح کے دعوے میں تو دونوں کی حجت ساقط الاعتبار ہوگی بسبب متعذر ہونے جمع کے اگر عورت زندہ ہو یعنے اگر عورت زندہ کے نکاح کا دو شخصوں نے ساتھی دعوی کیا اور ہر شخص گواہ لایا تو کسی کا دعوی ثابت نہوگا اسواسطے کہ محل قابل اشتراک کے نہیں معیت برہان کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک مدعی گواہ لایا ایک عورت کے نکاح پر اور اسکے واسطے حکم ہو گیا ثبوت نکاح کا پھر دوسرا شخص اسکے نکاح پر گواہ لایا تو گواہ اسکے مقبول نہونگے چنانچہ خریداری کے دعوی میں برہان اول کے بعد برہان ثانی مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی ولو میتة قضی بینهما وعلی کل نصف المهر ویرثان میراث زوج واحد ولو ولدت یثبت النسب منهما وتمامه فی الخلاصة اور اگر عورت میت ہو تو دونوں مدعیوں کے واسطے نکاح کا حکم ہوگا اور ہر شخص پر نصف نصف مہر لازم آویگا اور دونوں شخص ایک زوج کی میراث کے وارث ہونگے اور اگر عورت جنی یعنے بعد اسکے مرگئی تو ولد کا نسب دونوں شخصوں سے ثابت ہوگا اور پورا بیان اسکا خلاصہ میں ہے ہم خلاصہ میں باقی بیان یوں ہے کہ ولد مذکور دونوں شخصوں سے میراث ابن کامل کا وارث ہوگا اور دونوں ولد کے متروکہ سے اب واحد کی میراث پاوینگے کذا فی البحر وهی لمن صدقته اذا لم تکن فی ید من کذبته ولم یکن دخل من کذبته بها اور عورت اسکی زوجہ ہے جس مدعی کی عورت نے تصدیق کی بشرطیکہ عورت اسکے پاس نہو جس مدعی کی اسنے تکذیب کی اور جسکی اسنے تکذیب کی اسنے عورت کی وطی نہ کی ہو ہم خلاصہ یہ ہے کہ جب دو شخصوں نے ایک عورت میں تنازع کیا اور دونوں گواہ لائے تو اگر تاریخ بیان کی اور ایک کی تاریخ مقدم ہو تو وہ اولی ہے اور اگر تاریخ بیان نہ کی یا دونوں کی تاریخ برابر ہو تو اگر ایک کا قبض ثابت ہے چنانچہ وطی یا اپنے مکان کا رکھنا تو وہی شخص اولی ہے اور اگر یہ کچھ نہو تو عورت کی تصدیق کا اعتبار ہے الحاصل سبقت تاریخ راجح ہے سبقت پھر قبضہ پھر وطی پھر اقرار یعنے صاحب تاریخ مقدم ہے ظہیریہ میں ہے کہ اگر ایک کی وطی پائی گئی اور عورت دوسرے کے گھر میں ہے تو صاحب خانہ اولی ہے کذا فی الطحطاوی هذا اذا لم یورخا فان ارخا فالسابق احق بها اور یہ یعنے اعتبار تصدیق عورت اسوقت ہے جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نہ کی سو اگر تاریخ بیان کی تو صاحب تاریخ سابق اس عورت کا احق ہے یعنے سبقت تاریخ کے ساتھ قبض اور دخول کا کچھ اعتبار نہیں اسواسطے کہ صریح دلالت پر فائق ہے فلو ارخ احدهما فهی لمن صدقته او لذی الید بزازیة قلت وعلی ما مر عن الثانی ینبغی اعتبار تاریخ احدهما ولم ار من نبه علیه فتامل سو اگر ایک مدعی نے تاریخ بیان کی تو عورت اسکی زوجہ ہے جسکی اسنے تصدیق کی یا ذی الید کی کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں اور بموجب اس قول کے جو ابو یوسف سے منقول ہو چکا ایک شخص کی تاریخ کا اعتبار کرنا لائق ہے اور میں نے نہیں دیکھا اسکو جسنے اسپر آگاہ کر دیا ہو تو غور کر اسمیں ہم طحطاوی نے کہا صاحب بحر الرائق نے اسپر صریحا آگاہ کر دیا ہے کہ ایک شخص کی بھی تاریخ موجبات رجحان سے ہے وان اقرت لمن لا حجة له فهی له وان برهن الاخر قضی له اور اگر عورت نے اقرار کیا اس مدعی کے واسطے جسکے پاس گواہ نہیں تو وہ اسی مدعی کی زوجہ ہے اور اگر دوسرا مدعی برہان لایا یعنے جبکہ اول مدعی کے واسطے بموجب اقرار عورت کے حکم ہو گیا اسکے بعد دوسرا مدعی گواہ لایا تو صاحب برہان کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ برہان قوی تر ہے تصادق سے کذا فی المنح ولو برهن احدهما وقضی له ثم برهن الاخر لم یقض له الا اذا اثبت سبقه لان البرهان مع التاریخ اقوی منه بدونه اور اگر گواہ لایا ایک مدعی اور اسکے واسطے حکم ہو گیا پھر دوسرا مدعی گواہ لایا تو اسکے واسطے حکم نہوگا مگر اس صورت میں جبکہ مدعی ثانی کی سبقت تاریخ ثابت ہو اسواسطے کہ برہان مع التاریخ قوی تر ہے اس برہان سے کہ بدون تاریخ کے ہو ہم ہر چند بیان دونوں دعووں میں تاریخ ثابت ہے اسواسطے کہ سبقت نہیں ہو سکتی بدون تاریخ کے لیکن جبکہ مدعی ثانی کی تاریخ سابق ہووے مدعی اول کی تاریخ سے تو گویا اسنے اہمال تاریخ مذکور نہ کی یا مع التاریخ سے تاریخ سابق مراد ہے کذا فی الطحطاوی کما لم یقض ببرهان خارج علی ذی ید ظهر نکاحه الا اذا اثبت سبقه ای ان نکاحه اسبق جیسے حکم نہوگا شخص خارج کی برہان سے اس ذی الید کی برہان پر جسکا نکاح ظاہر ہو چکا مگر اس صورت میں برہان خارج سے حکم ہوگا جبکہ خارج کی سبقت ثابت ہو یعنے یہ ثابت ہو کہ خارج کا نکاح سابق تر ہے ذی الید کے نکاح سے وان ذکر سبب الملک بان برهنا علی شراء شیء من ذی الید فلکل نصفه بنصف الثمن ان شاء او ترکه انما خیر لتفریق الصفقة علیه

اور اگر دونون مدعیون نے سبب ملک کا مذکور کیا اسطرح پر کہ دونون گواہ لائے ایک چیز کی خرید پر ذی الید سے تو ہر مدعی کے واسطے نصف نصف شی کا حکم ہوگا بعوض نصف نصف ثمن کے اگر مدعی چاہے یا اسکو چھوڑ دے مدعی کو اسواسطے اختیار دیا گیا یعنے نہ لینے مین کہ اسپر صفقہ متفرق ہوگیا یعنے پوری چیز اسکے واسطے باقی نرہی اور شاید اسکی رغبت پوری چیز پر ہو نہ ادھوری پر وان ترک احدھما بعد ما قضی لھما لم یاخذ الآخر کلہ لانفساخہ بالقضاء فلو قبلہ فلہ اور اگر ایک مدعی نے نصف لینے کو چھوڑا دونون کے واسطے حکم ہوجانے کے بعد تو دوسرا مدعی اسکو پورا نہین لے سکتا بسبب فسخ ہوجانے بیع کے نصف باقی مین قاضی کے حکم سے سو اگر قبل حکم کے ایک مدعی ترک کرے اور دوسرا پورا لے تو اسکو جائز ہے وھو ای ما ادعیاہ شراءً للسابق تاریخًا فان ارخا فیرد البائع ما قبضہ من الآخر الیہ سراج اور وہ یعنے جسکی خرید کا دونون نے دعوے کیا اس مدعی کی ہے جسکی تاریخ سابق ہے اگر دونون نے تاریخ خرید بیان کی تو بائع پھیر دے جو ثمن اسنے دوسرے سے لیا کذا فی السراج ھم سبقت تاریخ کا اسوقت اعتبار ہے جبکہ بائع ایک ہو اور اگر دونون کے بائع مختلف ہون تو اسبق کے واسطے کچھ ترجیح نہین اور نہ فقط مورخ کے واسطے کذا فی الطحطاوی وھو لذی ید ان لم یورخا او ارخ احدھما او استوی تاریخھما اور وہ یعنے متنازع فیہ ذی الید کی ہے اگر دونون مدعیون نے تاریخ خرید کی بیان نہ کی یا ایک نے فقط تاریخ مذکور کی یا دونون کی تاریخ برابر ہے وھو للذی وقت ان وقت احدھما فقط والحال انہ لا ید لھما وان لم یوقتا فلمدعیان لکل نصفہ بنصفہ اور وہ چیز وقت بیان کرنے والے کی ہے اگر دونون مین سے ایک نے توقیت کی اور (وقت بیان کیا ۱۲) حالانکہ دونون کا اسپر قبضہ نہین اور اگر دونون نے وقت نہ کیا تو اسکا حکم مذکور ہوچکا کہ ہر مدعی نصف نصف پاویگا نصف نصف ثمن دیکر والشراء احق من ھبۃ وصدقۃ ورھن ولو مع قبض اور دعوی خرید احق ہے ہبہ اور صدقہ اور رہن کے دعوے سے اگرچہ رہن قبض کے ساتھ ہو ھم وجہ ترجیح خرید یہ ہے کہ معاوضہ ہے جانبین سے بخلاف ہبہ وصدقہ اور مراد ہبہ بلا عوض ہے اسواسطے کہ ہبہ بعوض در حکم بیع ہے اور رہن پہ خرید اسواسطے مقدم ہے کہ خرید مفید ملک بعوض فی الحال ہے بخلاف رہن وھذا ان لم یورخا فلو ارخا واتحد المملک فالاسبق احق لقوتہ اور یہ یعنے تقدیم خرید ہبہ اور صدقہ پہ اسوقت ہے جبکہ دونون مدعیون نے تاریخ مذکور نہ کی ہو سو اگر تاریخ بیان کرین اور مالک کر دینے والا ایک ہی شخص ہو تو صاحب تاریخ سابق احق ہے اسکے قوی ہونے کے سبب سے ولو ارخت احدھما فقط فالمورخ اولی اور اگر خرید اور ہبہ اور صدقہ کے دعوے مین فقط ایک کی تاریخ مذکور ہوئی تو تاریخ والی چیز مقدم ہے ولو اختلف المملک استویا اور اگر مالک کر دینے والا مختلف ہو تو دونون برابر ہین یعنے اس صورت مین خرید ہبہ اور صدقہ پر مقدم نہین وھذا فیما لا یقسم اتفاقا اور یہ یعنے برابر ہونا اُس چیز مین جو قابل قسمت نہین مانند چکی وغیرہ کے باتفاق روایات ہے واختلف التصحیح فیما یقسم کالدار والاصح ان الکل لمدعی الشراء لان الاستحقاق من قبیل الشیوع المقارن لا الطاری ھبۃ الکافی وتصحیح علما مختلف ہے اُس چیز مین جو قابل قسمت ہے جیسا کہ گھر اور صحیح تر قول یہ ہے کہ وہ چیز بالکل مدعی خرید کی ہے اسواسطے کہ استحقاق یعنے استحقاق نصف مدعی خرید کا من قبیل شیوع مقارن کے ہے نہ قبیل شیوع طاری کذا فی کتاب الہبۃ من الدرر ہم یہ رد ہے عمادی پہ کہ انھنے قابل قسمت اور غیر قابل قسمت کو یکسان قرار دیا ہے اور اس مسئلے مین شیوع طاری ٹھہرایا ہے جو مفسد ہبہ اور صدقہ نہین کذا فی الطحطاوی والشراء والمھر سواء فینصف ویرجع ھی بنصف القیمۃ وھو بنصف الثمن او یفسخ لما مر اور خرید اور مہر برابر ہین تو دونون مدعیون مین نصفا نصف ہوگا اور عورت مدعیہ نصف قیمت اُس چیز کی پھیر لے اور مدعی خرید نصف ثمن پھیر لے یا بیع کو فسخ کرے بدلیل گزشتہ ھم یعنے جبکہ ایک مدعی نے دعوی کیا کہ مین نے اس غلام کو ذی الید سے خرید کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ ذی الید نے میرے ساتھ نکاح کیا اور یہ غلام میرے مہر مین مقرر کیا یا دونون برابر ہین اسواسطے کہ دونون قوت مین یکسان ہین کیونکہ ہر ایک یعنے خرید اور مہر معاوضہ مثبت ملک ہے مشتری کو فسخ بیع مین اختیار ہے بسبب تفرق صفقہ کے کما مر ھذا اذا لم یورخا او ارخا واستوی تاریخھما فان سبق تاریخ احدھما کان احق یہ یعنے استوا ہے خرید اور مہر اسوقت ہے جبکہ دونون کی تاریخ مذکور نہو یا تاریخ مذکور ہو اور دونون کی تاریخ برابر ہو سو اگر ایک کی

تاریخ سابق ہو تو وہی احق ہے (قید بالشراء لان النکاح احق من هبة او رهن وصدقة عمادیة والمراد من النکاح المهر کما حرره فی البحر خلافا للجامع
مصنف نے خرید کی قید لگائی اسواسطے کہ نکاح احق ہے ہبہ اور رہن اور صدقہ سے کذا فی العمادیہ اور نکاح سے مراد اس مقام مین مہر ہے چنانچہ بحر الرائق مین اسکی تحریر کی ہے صاحب
جامع الفصولین کی طرف غلط گوئی کی نسبت کرکے (ھ صاحب جامع الفصولین نے کہا کہ نکاح اور ہبہ اور رہن اور صدقہ برابر ہین وجہ غلط کاری صاحب جامع الفصولین کی یہ ہے کہ وہ یون
سمجھا کہ دو شخصون نے ایک لونڈی مین تنازع کیا ایک کہتا ہے کہ مین اسکا مالک ہون بطریق ہبہ کے اور دوسرا کہتا ہے کہ مین نے اسسے نکاح کیا اور حالانکہ یہ فقہا کی مراد
نہین بلکہ جہان تقدیم نکاح کی ہبہ اور صدقہ پر بیان کی ہے وہان نکاح سے مہر مراد ہے یعنے نہ عقد چنانچہ لواحق کلام مجید اور عمادی اسپر دلالت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی
ثم یستوی النکاح والشراء لو تنازعا فی الامة من رجل واحد لا مرجح فتکون ملکا له منکوحة للآخر فتدبر) پھر برابر ہے نکاح اور خرید اگر
دو شخصون نے تنازع کیا ایک مرد کی لونڈی مین اور کوئی مرجح مانند سبقت تاریخ کے نہین تو لونڈی مدعی شرا کی مملوکہ ہوگی اور دوسرے شخص کی منکوحہ سو غور کرلے اسکو (ھ
وجہ استوا یہ ہے کہ خرید اور نکاح مین منافات نہین یہ بحث ہے صاحب جامع الفصولین کی کذا فی البحر (ورهن مع قبض احق من هبة بلا عوض معه استحسانا
اور رہن مع القبض احق ہے ہبہ بلا عوض مع القبض سے بطریق استحسان (ھ وجہ استحسان یہ ہے کہ مقبوض بحکم رہن مضمون ہے اور مقبوض بحکم ہبہ مضمون نہین حالانکہ
عقد ضمان اولے ہے اور قیاس یہ ہے کہ ہبہ اولے ہے رہن سے اسواسطے کہ ہبہ مثبت ملک ہے بخلاف رہن (ولو بعوض احق لانها بیع انتهاء والبیع ولو بوجه اقوی
من الرهن) اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اولے ہے وہ رہن سے اسواسطے کہ ہبہ بعوض آخر کار کو بیع ہے اور بیع اگرچہ کسی وجہ سے ہو قوی تر ہے رہن سے (ولو العین معهما
استویا مالم یؤرخا واحدهما اسبق) اور اگر شیء متنازع فیہ دونون مدعیون کے قبض مین ہو تو رہن اور ہبہ دونون برابر ہین تاوقتیکہ دعوون کی
تاریخ مذکور نہو اور ایک کی تاریخ سابق نہو یعنے درصورت ذکر تاریخ صاحب تاریخ اسبق اولی اور اقدم ہے (وان برهن خارجان علی ملک مؤرخ او شراء مؤرخ
من واحد غیر ذی ید او برهن خارج علی ملک مؤرخ وذو ید علی ملک مؤرخ اقدم فالسابق احق) اور اگر گواہ لائے دو شخص خارج ملک مطلق
مورخ پر یا خرید مورخ پر ایک ہی بائع سے جو ذی الید نہین یا گواہ لایا خارج ملک مطلق مورخ پر اور ذی الید گواہ لایا اس ملک مطلق مورخ پر جو اقدم ہے تاریخ خارج سے
تو سابق احق اور اولے ہے (ھ بائع مین غیر ذی الید کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ ذی الید سے خرید کرنا خارجین کا پہلے مذکور ہو چکا تو کچھ فائدہ نہ تھا تعمیم مین (وان
برهنا علی شراء متفق تاریخهما او مختلف او کل یدعی الشراء من رجل آخر ووقت احدهما فقط استویا لتعدد البائع وان اتحد
فذو الوقت احق ثم لا بد من ذکر المدعی وشهوده ما یفید ملک بائعه ان لم یکن المبیع فی ید البائع ولو شهدوا بیده فقولان بزازیه
اور اگر خارجین گواہ لائے اس خرید پر جسکی دونون تاریخین متفق ہین یا مختلف ہین کذا فی العینی اور ہر مدعی کا دعوے کرتا ہو دوسرے مرد سے یا فقط ایک ہی
مدعی نے خرید کا وقت بیان کیا تو دونون برابر ہین اگر بائع متعدد ہین اور اگر ایک ہی بائع ہے تو صاحب وقت احق اور اولی ہے پھر یہ ضرور ہے کہ مدعی اور
اسکے گواہ وہ چیز ذکر کرین جو مفید ملک ہو اسکے بائع کی درصورتیکہ مبیع بائع کے ہاتھ مین نہو اور اگر گواہون نے گواہی دی بائع کے قبض کی یعنے درصورتیکہ
بالفعل بائع کا قبض نہین قبض سابق کی گواہی دی بلا ذکر اسکی ملک کے تو اسمین دو قول ہین کذا فی البزازیہ (ھ بزازیہ مین ہے کہ گواہون نے اگر گواہی
دی خرید اور نقد بہا اور قبض کو ذکر کیا اور نہ تسلیم کو اور نہ ملک بائع کو اور نہ مشتری کی ملک کو تو دعوی اور شہادت مقبول نہین اور اگر تنصیص بائع کی
گواہی دی نہ اسکی ملک کی تو اسمین فقہا مختلف ہین کذا فی الطحطاوی (فان برهن خارج علی الملک وذو الید علی الشراء منه او برهنا علی
سبب ملک لا یتکرر کالنتاج وما فی معناه کنسج لا یعاد وغزل قطن وحلب لبن وجز صوف ونحوها ولو عند بائعه فذو الید
احق من الخارج اجماعا) سو اگر گواہ لایا خارج ملک پر اور ذی الید گواہ لایا خارج سے خرید کرنے پر یا خارج اور ذی الید گواہ لائے ایسے
سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے نہ مکرر جیسا کہ نتاج یعنے پیدائش بچہ حیوان اور جو چیز کہ نتاج کے مانند غیر مکرر ہو جیسا کہ نسج غیر معاد یعنے بنا ہوا

قطنیہ کی بناوٹ جو دوبارہ نہین ہوتی اور روئی کا کاتنا اور دودھ کا دوھنا اور صوف کا تراشنا اور مانند ان اسباب غیر مکرر کے اگرچہ اسباب مذکورہ اسکے بائع کے
روئی کے کپڑے ۱۲
پاس واقع ہوئے ہون تو ذی الید احق ہی خارج سے بالاتفاق هم نتاج سے مراد یہ ہی کہ مدعی کی ملک مین نتاج ہوا ہو یا اسکے بائع کی ملک مین یا اسکے مورث کی ملک مین
جامع الفصولین مین ہی کہ خارج گواہ لایا کہ مثلا یہ اونٹنی میری بائع کے پاس جنی اور ذی الید بھی اسی طرح گواہ لایا تو ذی الید کے واسطے حکم ہوگا اسواسطے کہ ہر مدعی
اپنے بائع کی طرف سے مخاصم ہی تو گویا دونون کے بائع حاضر ہوئے اور بواسطہ نتاج ملک کے مدعی ہوئے کذا فی الطحطاوی الا اذا ادعی الخارج علیہ فعلا کغصب
او ودیعۃ او اجارۃ ونحوها فی روایۃ درر وکان سببا یتکرر کبناء وغرس ونسج خز وزرع بر ونحوہ او اشکل علی اهل الخبرۃ
فهو للخارج لانہ الاصل وانما عدلنا عنہ بحدیث النتاج دعوی نتاج مین ذی الید احق ہی مگر جبکہ خارج ذی الید پر فعل کا مدعی ہو چنانچہ غصب
ذی الید کا یا ودیعت یا اجارہ کا اور مانند اسکے ذخیرہ کے روایت مین کذا فی الدرر یا ایسے سبب ملک کا دعوی ہو جو مکرر ہو سکتا ہی چنانچہ عمارت بنانا اور درخت
جمانا اور ریشم کی بناوٹ اور گیہون وغیرہ کا کھیت بونا یا سبب ملک کا مکرر معلوم ہونا مشکل ہو دانشمندون اور واقف کارون پر تو وہ خارج کے واسطے ہی نہ ذی الید
کی اسواسطے کہ مدعی خارج مین بین اصل ہی اور ہمنے جو بیان عدول کیا اصل مذکور سے سو نتاج کی حدیث کے سبب سے هم فی روایۃ اسواسطے کہا کہ عمادیہ مین بعد نقل کلام
ذخیرہ اسکے مخالف مبسوط سے نقل کیا کذا فی الدرر تکرر عمارت کی یہ صورت ہی کہ ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ میری اینٹ ہی مین نے اسسے دیوار بنائی اور خارج نے بھی اسی طرح
دعوی کیا تو دعوی خارج مقدم ہی بسبب امکان تکرار اور گیہون کا بونا بھی مکرر ہو سکتا ہی اسواسطے کہ انسان گاہے اسکو ایک زمین مین بوتا ہی پھر اسکو چلنی سے چھان
لیتا ہی اور دوسرے کھیت مین بوتا ہی تو اگر خارج اور ذی الید نے دعوی کیا کہ یہ گیہون مین نے بوئے ہین اور دونون گواہ لائے تو خارج مقدم ہی اور حدیث
نتاج یہ ہی جابر بن عبد اللہ سے مروی ہی کہ ایک مرد نے ایک اونٹنی کا دعوی کیا ایک شخص کے قبضہ مین اور گواہ لایا کہ یہ اونٹنی اسکی ہی اسکے پاس جنی ہی اور
قابض گواہ لایا کہ قابض کی ہی اور قابض کے پاس جنی ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹنی ذی الید کو دلادی اور یہ حدیث مشہور ہی
لہذا مسئلہ نتاج مخصوص ہوا چنانچہ محیط مین ہی کذا فی الطحطاوی وان برهن کل من الخارجین او ذوی الایدی او الخارج وذو الید علی
الشراء من الآخر بلا وقت سقطا وترک المال المدعی بہ فی ید من معہ اور اگر ہر شخص گواہ لاوے دو شخصون مین سے خواہ دونون شخص
خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید کذا فی العینی خرید کرنے پر دوسرے مدعی سے بلا ذکر وقت خرید تو دونون برہان
ساقط الاعتبار ہونگے اور جس مال کا دعوی ہو وہ اسکے قبضے مین چھوڑا جاویگا جسکے پاس وہ ہو هم وقت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر دونون مدعی
وقت کو ذکر کرینگے تو صاحب وقت اقدم کے واسطے حکم ہوگا کذا فی خزانۃ الاکمل وقال محمد یقضی للخارج قلنا الاقدام علی الشراء اقرار منہ بالملک لہ
اور کہا محمد نے کہ درصورت مذکورہ خارج کے واسطے حکم ہوگا هم جواب مین کہتے ہین شیخین کی طرف سے کہ خرید پر پیش قدمی کرنا اقرار ہی اسکی طرف سے دوسرے
کی ملک کا هم تو گویا ہر شخص کے گواہ دوسرے شخص کے اقرار پر قائم ہوئے اور اسمین بالاجماع تساقط ہی اسواسطے لعدم الترجیح ولو اثبتا قبضا تہاترتا اتفاقا ولا
اور اگر فریقین کے گواہ خرید کے ساتھ قبض بھی ثابت کرینگے تو باتفاق شیخین اور محمد کے ساقط الاعتبار ہونگے ولا یرجح بزیادۃ عدد الشهود
فان الترجیح عندنا بقوۃ الدلیل لا بکثرتہ اور ترجیح نہین دیجاتی عدد شہود کی زیادتی سے اسواسطے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک ترجیح ہوتی ہی
دلیل کی قوت سے نہ اسکی کثرت سے هم قوت دلیل کی یہ صورت ہی کہ ایک دلیل متواترہ ہو اور دوسری از قسم احاد یا ایک دلیل مفسر اور دوسری مجمل تو
مفسر کی ترجیح ہوگی مجمل پر اور متواتر کی احاد پر بواسطہ قوی ہونے مفسر کے مجمل سے اور متواتر کی احاد سے اور چونکہ کثرت دلیل کی موجبات ترجیح سے نہین لہذا ایک
آیت کی ترجیح دوسری آیت سے نہین ہوتی اور نہ ایک حدیث کی دوسری حدیث سے اور نہ ایک قیاس کی دوسرے قیاس سے کذا فی الطحطاوی ثم فرع
علی هذا الاصل بقولہ فلو اقام احد المدعیین شاهدین والآخر اربعۃ فهما سواء فی ذلک پھر مصنف نے اس قاعدہ

مذکورہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے سو اگر ایک مدعی نے دو گواہ قائم کیے اور دوسرے مدعی نے چار گواہ قائم کیے تو دونوں برابر ہین اسمین لیئے اقامت شہادت ماخوذہ مین اسواسطے کہ کثرت دلیل موجب ترجیح نہین وکذا لا ترجیح بزیادۃ العدالۃ لان للمعتبر اصل العدالۃ ولاحد للاعدلیۃ اور اسی طرح ترجیح نہین عدالت کے زیادہ ہونے سے اسواسطے کہ شہادت مین اصل عدالت معتبر ہی اور زیادہ تر عادل ہونے کی کچھ حد نہین ہم لیئے اگر ایک مدعی کے گواہ عادل ہون اور دوسرے مدعی کے گواہ اعدل ہون تو ترجیح واقع نہو گی زیادت عدالت سے بسبب اس احتمال کے کہ شاید کوئی شخص انسے بھی زیادہ تر عدالت رکھتا ہو تو حکم مستقر نہو سکے کا اکمال ہی کذا فی الطحطاوی دار فی ید اخر ادعی رجل نصفہا واخر کلہا وبرہنا فللاول ربعہا والباقی للاخر بطریق المنازعۃ وہو ان النصف سالم لمدعی الکل بلا منازعۃ ثم استوت منازعتہما فی النصف الاخر فینصف ایک گھر ایک شخص کے قبض مین ہو ایک مرد نے اسکے نصف کا دعوی کیا اور دوسرے مرد نے تمام گھر کا اور دونون مدعی خارج گواہ لائے تو اول مدعی کا چہارم گھر ثابت ہوگا اور باقی گھر یعنے تین چوتھائی دوسرے مدعی کی ہے بطریق منازعت کے اور منازعت کا طریقہ یہ ہی کہ نصف دار مدعی کل کے واسطے سالم ہی بلا منازعت اسواسطے کہ مدعی اول نصف کا دعوی کرتا ہی تو نصف باقی مدعی کل کا ہوچکا اسکے اقرار سے پھر دونون کی منازعت دوسرے نصف مین برابر قائم رہی تو وہ نصف دونون مین نصفا نصف ہوگا یعنے تو ایک ربع مدعی اول کا ہوا اور تین ربع مدعی ثانی کے قالا الثلث لہ والباقی للثانی بطریق العول لان فی المسئلۃ کلا ونصفا فالمسئلۃ من اثنین تعول الی ثلثۃ اور صاحبین نے کہا کہ تہائی گھر اول مدعی کا ہی اور باقی دو تہائیان مدعی ثانی کی ہین بطریق عول کے اسواسطے کہ مسئلہ مذکورہ مین کل اور نصف جمع ہوئے تو مسئلہ دو سے ہوگا یعنے اسواسطے کہ نصف کا مخرج دو ہین اور دو عول کرتے ہین تین کی طرف یعنے تو مدعی کل کے دو سہم ہوئے اور مدعی نصف کا ایک سہم باعتبار قسمت اثلاث ہم عول یہ کہ مخرج مین سہام کی گنجائش نہو بسبب کثرت کے تو سہم کم کر ڈالا جائے چنانچہ اسکا مشرح بیان کتاب الفرائض مین آویگا واعلم ان انواع القسمۃ اربعۃ ما بطریق العول اجماعا وہی ثمانیۃ میراث ودیون ووصیۃ ومحاباۃ ودراہم مرسلۃ وسعایۃ وجنایۃ رقیق اور معلوم کر کہ اقسام قسمت کی چار ہین ایک قسم وہ ہی جسمین بطریق عول قسمت ہوتی ہی باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسکی آٹھ صورتین ہین قسمت میراث اور دیون اور وصیت اور محابات اور دراہم مرسلہ اور سعایت اور جنایت رقیق ہم میراث کی یہ صورت ہی کہ جب فرائض کے سہام اتنے جمع ہون کہ متروکہ مین انکے پورے ہونے کی گنجائش نہو تو بطریق عول کے تقسیم ہوگی مثلاً ایک عورت مرگئی اور ایک زوج اور ایک سگی بہن اور ایک مادری بہن چھوڑ گئی تو مسئلہ چھ سے ہی اور بطریق عول کے سات سے (۵) اور دیون کی صورت یہ ہی کہ دیون مختلفہ جمع ہو گئے کہ متروکہ سے ادا نہین ہو سکتے تو ارباب دیون مین بطریق عول کے متروکہ تقسیم ہوگا مثلاً ایک شخص کی میت پر سو درم ہین اور دوسرے کے پچاس درم اور کل متروکہ سو درم ہی اور وصیت کی یہ صورت ہی کہ میت کے ایک شخص کے واسطے ثلث مال کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے ربع مال کی اور تیسرے کے واسطے سدس مال کی اور وارثون نے یہ وصیت جائز نہ رکھی تا اینکہ مرجع وصیت ثلث متروکہ ٹھہرا تو تینون شخصون پر ثلث مال بطریق عول تقسیم ہوگا اور محابات (۵۲) یعنے محابات کی وصیت کی یہ صورت ہی کہ میت نے وصیت کی کہ جس غلام کی تین ہزار قیمت ہی وہ اس مرد کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا جاے اور جس غلام کی قیمت دو ہزار درم ہی وہ دوسرے مرد کے ہاتھ ایک ہزار درم کو بیچا جاے سو دونون شخصون کے تین ہزار کی محابات ہوئی تو ثلث مال دونون مین بطریق عول کے تقسیم ہوگا اور دراہم مرسلہ کی قیمت کی یہ صورت ہی کہ مثلاً ایک مرد کے واسطے ہزار کی وصیت کی اور دوسرے کے واسطے دو ہزار کی تو دونون کے فیمابین ثلث بطریق عول کے ہوگا اور سعایت کے یہ صورت ہی کہ یہ وصیت کی کہ یہ غلام نصف آزاد کیا جا اور دوسرا غلام سب آزاد کیا جاے اور ثلث متروکہ اس وصیت کو کفایت نہین کرتا تو ثلث مال دونون کے مابین بطریق عول کے قسمت ہوگا اور ہر غلام سے بقدر اسکے حصے کے سعایت ساقط ہو جائیگی اور جنایت رقیق شارح نے اسمین دو صورتین داخل کردین ایک صورت جنایت کی عبد رقیق غیر مدبر کی دوسری صورت جنایت عبد رقیق مدبر کی پہلی صورت یہ ہی کہ ایک غلام نے ایک مرد کی آنکھ پھوڑ ڈالی اور دوسرے کو بطریق خطا کے مار ڈالا سو دونون جنایتون مین غلام دے ڈالا گیا تو عبد جانی کی دونون

(۵) اسلیے کہ زوج کے تین سہم ہین اور سگی بہن کے تین سہم اور ایک سہم اخیافی بہن کا کل سات سہم ہین

(۵۲) بشرطیکہ میت کا مال اور کچھ نہو اور ورثہ وصیت کو جائز نہ رکھین ۱۲

بطریق عول کے تقسیم ہوگی تو دو ثلث مقتول کے وارث کے اور ایک ثلث دوسرے شخص کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ غلام مدبر جنایت کی غلام غیر مدبر کی مانند اور قیمت اسکی اولیاے جنایت کو دی گئی تو دونوں میں قیمت بطریق عول کے قسمت ہوگی کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ عندہما عادھی مسئلۃ الفضولیین اور دوسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے باجماع امام اور صاحبین کے اور وہ دو فضولیوں کا مسئلہ ہے ھم مسئلہ فضولیین یہ ہے کہ ایک فضولی نے ایک مرد کے ہاتھ غلام بیچا ہزار درہم کو اور دوسرے فضولی نے نصف غلام مذکور کو بیچا دوسرے مرد کے ہاتھ پانسو درہم کے عوض اور مولے نے دونوں بیعوں کو جائز رکھا تو دونوں مشتریوں کو اختیار ہے اگر لینا اختیار کریں تو تین ربع مشتری کل لے اور ایک ربع مشتری نصف بالاتفاق کذا فی الطحطاوی وبطریق المنازعۃ عندہ والعول عندھما وھو ثلث مسائل مسئلۃ الکتاب فی اذا اوصی لرجل بکل مالہ او بعبد بعینہ وللآخر بنصف ذلک اور تیسری قسم قسمت کی بطریق منازعت کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق عول کے صاحبین کے نزدیک اور اسکے تین مسئلے ہیں ایک مسئلہ اس کتاب کا ہے یعنے مسئلہ دار جو متن میں مذکور ہو چکا اور جبکہ ایک شخص نے ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی وصیت کی یا ایک غلام معین کی وصیت کی اور دوسرے مرد کے واسطے نصف مال یا نصف عبد معین کی وصیت کی ھم کل اور نصف مال کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے اور کل اور نصف غلام کی وصیت یہ دوسرا مسئلہ ہے بحر الرائق میں ہے کہ کل اور نصف مال کی وصیت میں اگر ورثہ نے وصیت جائز رکھی تو تین ربع مال صاحب کل کو ملے گا اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کو اور ایک ثلث صاحب نصف کو اور عبد معین کی وصیت میں اگر ثلث مال اسکو کفایت نکرے یا کفایت کرے اور ورثہ جائز رکھیں تو غلام کے تین ربع صاحب کل کو ملینگے اور ایک ربع صاحب نصف کو امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث صاحب کل کے اور ایک ثلث صاحب نصف کا کذا فی الطحطاوی وبطریق العول عندہ والمنازعۃ عندھما وھی خمس کما بسطہ الزیلعی والعینی وتمامہ فی البحر اور چوتھی قسم قسمت کی بطریق عول کے ہے امام کے نزدیک اور بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک اور اسکے پانچ مسئلے ہیں چنانچہ اسکو زیلعی اور عینی نے مشرح بیان کیا ہے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ھم پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون مشترک ہے دو مالکوں میں ایک مولے نے اسکو سو درہم دئے یعنے کوئی چیز اسکے ہاتھ سو درہم کو بطریق نسیہ بیچی اور ایک اجنبی شخص نے اسکو سو درہم بطریق دین کے دیے پھر عبد ماذون بیچا گیا سو درہم کو تو امام کے نزدیک ثمن عبد مالک دائن اور اجنبی میں بطور اثلاث مقسوم ہوگا دو ثلث اجنبی کے اور ایک ثلث مالک دائن کا اسواسطے کہ ادائے مولے اسکے شریک کے نصیب میں صحیح ہے نہ خود اسکے نصیب میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عبد ماذون کو ایک اجنبی نے سو درہم دین "قرض دینا" دیے اور دوسرے اجنبی نے پچاس درہم اور غلام بیچا گیا تو دونوں میں ثمن کی تقسیم اثلاث سے ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ارباع ہوگی یعنے سو درہم والے کو تین ربع اور پچاس والے کو ایک ربع تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ غلام نے ایک مرد کو از راہ خطا قتل کیا اور دوسرے مرد کو عمداً قتل کیا اور مقتول عمداً کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے معاف کر دیا تو مالک عبد کو دفع عبد اور فداء عبد میں اختیار ہے سو اگر مالک غلام کا فدیہ دے تو پندرہ ہزار فدیہ دے پانچہزار معاف کرنے والے کے شریک کو اور دس ہزار مقتول خطا کے وارث کو اور اگر مالک اس جنایت میں خود غلام کو "عوض" دے تو دونوں شخصوں میں اثلاث تقسیم ہوگی امام کے نزدیک اور ارباع تقسیم ہوگی صاحبین کے نزدیک چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر غلام قاتل مدبر ہو مسئلہ مذکورہ میں اور مولے اسکی قیمت دے پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ام ولد نے اپنے مولے اور اجنبی کو عمداً قتل کیا اور ہر مقتول کے دو دو وارث ہیں سو ہر مقتول کے ایک ایک ولی نے علی التعاقب عفو کر دیا تو ام ولد اپنی قیمت کے تین ربع میں سعی کرے تو اجنبی کے وارث سکت کو چوتھائی قیمت کی ہے اور نصف قیمت دونوں میں تقسیم اثلاث بطریق عول کے ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تقسیم ارباع ہوگی بطریق منازعت کے کذا فی الطحطاوی عن البحر والاصل عندہ ان القسمۃ متی وجبت لحق ثابت فی عین او ذمۃ شائعا فعولیۃ او ممیزا او لاحدھما شائعا وللآخر فی الکل فمنازعۃ اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں امام کے نزدیک یہ ہے کہ جب قسمت واجب ہوگی بواسطہ اس حق کے جو ثابت ہے کسی عین یا ذمہ میں بطور شیوع کے یعنے بلا امتیاز تو اس مسئلہ میں قسمت بطریق عول کے ہے یا حق ثابت ہے بطریق تمیز کے یا ایک کا حق بعض میں شائع ہے اور دوسرے کا حق کل میں

۵۷ یعنے غلام کے دس ہزار کے خواہ اسکا عوض والا [illegible] ہے

تو وہان قسمت بطریق منازعت کے ہی ہم بہتر یون تھا کہ شارح یون کہتا فی ذمتہ او عین شائعا اسواسطے کہ ذمہ مین تبعیض معقول نہین اور یون کہنا بہتر تھا شائعا فی البعض
دون الکل چنانچہ بحر الرائق مین مصرح ہی کذا فی الطحطاوی فعندھما متی ثبتا معا علی الشیوع فعولیۃ والا فمنازعۃ فلیحفظ اور صاحبین کے جہان دو حق
ساتھی بطریق شیوع کے ثابت ہون تو قسمت بطریق عول کے ہی اور نہین تو بطریق منازعت کے یعنی اگر دونون حق دو وقت مختلف مین یا علی وجہ التمیز ثابت ہون تو قسمت
بطریق منازعت کے ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی دونون قاعدے موجب اتفاق اور اختلاف امام و صاحبین کے ہین مسائل مذکورہ مین ولو الدار فی ایدیھما فھی
للثانی نصف لا بالقضاء ونصف بہ لانہ خارج اور اگر گھر دو شخصون کے قبض مین ہو یعنی ایک شخص نصف کا مدعی ہو اور دوسرا کل کا تو وہ گھر مدعی
ثانی کا ہی نصف بلا قضا اور نصف باقی بواسطہ قضا اسواسطے کہ وہ خارج ہی ہم مدعی ثانی کو نصف بلا قضا اسواسطے ملا کہ مدعی اول کا دعوی فقط نصف مین ہی تو مدعی
ثانی کے واسطے نصف دار مسلم ہو چکا بلا منازعت تو اسکو نصف ملا بلا قضا اسواسطے کہ قاضی کا حکم نہین ہوتا بدون دعوے اور منازعت کے اور جو نصف کہ مدعی اول
کے قبض مین ہی اسمین خارج اور ذی الید کے گواہ مجتمع ہوئے تو خارج یعنی مدعی کل کے گواہون کی تقدیم ہوگی ذی الید یعنی مدعی نصف کے گواہون پر کذا فی الطحطاوی
ولو فی ید ثلثۃ وادعی احدھم کلھا واخر نصفھا واخر ثلثھا وبرھنوا قسمت عندہ بالمنازعۃ وعندھما بالعول وبیانہ فی الکافی
اور اگر گھر تین شخصون کے قبضے مین ہو اور ایک شخص انمین سے کل دار کا دعوی کرتا ہو اور دوسرا النصف کا اور تیسرا ثلث کا اور تینون گواہ قائم کرین تو وہ گھر
امام کے نزدیک بطریق منازعت کے قسمت ہوگا اور صاحبین کے نزدیک بطریق عول کے اور بیان اسکا کافی ہی ہم امام کے نزدیک قسمت اس مسئلے کی چوبیس سہم سے ہی
پندرہ سہم مدعی کل کے اور چھ سہم مدعی ثانی کے اور تین سہم مدعی ثالث کے اور صاحبین کے نزدیک ایک سو اناسی سہم سے قسمت ہی ایک سو تین سہم مدعی اول کے
اور مدعی ثانی کے پچاس سہم اور مدعی ثالث کے چھبیس سہم اور اسکا بیان منح و طحطاوی مین شرح مجمع سے منقول ہی خوف تطویل سے مترجم نے اسکو ترک کر دیا
ولو برھنا علی نتاج دابۃ فی ایدیھما او احدھما او غیرھما وارخا قضی لمن وافق سنھا تاریخہ بشھادۃ الظاھر اور اگر دو مدعی گواہ لائے
ایک جانور کے نتاج پر دونون کے قبضے مین یا ایک مدعی کے قبضے مین یا مدعیون کے سوا اور شخص کے قبضے مین اور دونون مدعیون نے نتاج یعنی جانور کی پیدائش
کی تاریخ بیان کی تو اس مدعی کے واسطے حکم ہوگا جسکی تاریخ اس جانور کی عمر کے موافق ہوگی بواسطہ شہادت ظاہر حال ہم یعنی جسکی تاریخ جانور کی عمر کے موافق
ہی اسکے صدق کی علامت ظاہر ہی اور دوسرے کے کذب کا نشان صریح ہی فلو لم یوقتا قضی للذی الید سو اگر دونون مدعیون نے تاریخ نتاج بیان نکی
تو اس جانور کا حکم ذی الید کے واسطے ہوگا ولھما ان فی ایدیھما او فی ید ثالث اور دونون مدعیون کے واسطے حکم ہوگا اگر جانور دونون کے
پاس ہو یا تیسرے شخص کے پاس ہو وان لم یوافقھما بان خالف او اشکل فلھما ان کانت فی ایدیھما او کانا خارجین فان فی ید احدھما
قضی بیدالہ ھو الاصح قلت وھذا اولی مما وقع فی الکنز والدرر والملتقی فتنبہ اور اگر تاریخ دونون مدعیون کے موافق نہو اسطرح پر
کہ جانور کی عمر کے ساتھ مخالف ہو یا موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہوتی ہو تو وہ جانور دونون مدعیون کا ہی اگر انکے قبضے مین ہو یا دونون خارج ہون سو اگر
ایک مدعی کے قبضے مین ہو تو فقط ذی الید کے واسطے حکم ہوگا یہی قول اصح ہی مین کہتا ہون اور یہ یعنی مصنف کی یہ تعبیر وان لم یوافقھما بہتر ہی اس تعبیر سے
جو کنز اور درر اور ملتقی مین واقع ہی کتب ثلثہ کی یون تعبیر ہی وان اشکل سو اسکو دیکھ لے ہم وجہ اولویت یہ ہی کہ مصنف کی تعبیر عام ہی مخالفت اور اشکال
دونون کو شامل ہی بخلاف تعبیر کتب ثلثہ کہ اسمین فقط اشکال مذکور ہی نہ مخالفت برھن احد الخارجین علی الغصب من زید والاخر علی الودیعۃ
منہ استویا لانھا بالجحد تصیر غصبا گواہ دلایا ایک خارج اس غصب پر جو زید سے صادر ہوا اور دوسرا خارج گواہ لایا ودیعت پر جو زید کے
پاس اسنے ودیعت رکھی تو دونون برابر ہین یعنی اس چیز کا دونون مدعیون مین نصفا نصف کا حکم ہوگا اسواسطے کہ ودیعت انکار کرنے سے
غصب ہو جاتی ہی ہم اسواسطے مین مدعا علیہ غصب اور ودیعت کا زید ہی ودیعت انکار مدعا علیہ سے غصب اسواسطے ہو جاتی ہی کہ اسپر ضمان واجب

ہوتا ہے اور ضمان ساقط نہین ہوتا اگر منکر ودیعت ہونے کا اقرار کرے اور بیان مدعا علیہ منکر ودیعت ہے تو گویا دونون مدعیون نے زید پر غصب کا دعوے کیا لہذا دونون
مساوی ہوے الناس احرار بلا بیان الا فی اربع الشہادۃ والحدود والقصاص والقتل کذا فی نسخۃ المصنف وفی نسخۃ العقل او
عبارۃ الاشباہ والدیۃ لوگ آزاد ہین بدون بیان آزادی کے مگر چار چیزون مین آزادی بلا اثبات معتبر نہین شہادت اور حدود اور قصاص اور
قتل مین اسی طرح ہے مصنف کے نسخے مین اور دوسرے نسخہ متن مین بجاے قتل کے عقل ہے اور عبارت اشباہ والدیۃ مین ہے ھ وجہ حریت مسلمین یہ ہے کہ دار الاسلام
دار الحریۃ ہے اور اسواسطے کہ لوگ آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد ہین اور وہ دونون حضرات آزاد تھے جب شہادت مین حریت اصل نہ ٹھہری تو قاضی
ظاہر حریت پر کفایت نکرے بلکہ اگر خصم شاہدون پر رقیت کی طعن کرے تو قاضی اسکو دریافت کرے لوگون سے اور بلا طعن تفتیش نکرے اور جبکہ ایک
شخص نے دوسرے کی قذف کی اور قاذف نے کہا کہ مقذوف غلام ہے تو اسپر حد قذف ماری نجاویگی جب تک مقذوف اپنی حریت حجت سے ثابت نکرے اور
اگر ایک شخص نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور قاطع نے کہا کہ مقطوع الید غلام ہے تو تا اثبات حریت قصاص کا حکم نہوگا اور جبکہ ایک شخص دوسرے آدمی کو از راہ خطا
قتل کرے اور اہل محلہ کہین کہ مقتول غلام ہے تو اہل محلہ پر دیت کا حکم نہوگا تا وقتیکہ مقتول کی حریت شہادت سے ثابت ہو اور نسخ ثلثہ یعنے قتل اور عقل اور دیۃ کا
ایک ہی مطلب ہے اسواسطے کہ قتل سے خطا مراد ہے جو موجب دیت ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا انتہی وحینئذ فلو ادعی علی مجہول الحال الحر ام لا انہ عبد فالقو
قال انا حر الاصل فالقول لہ لتمسکہ بالاصل اور اسوقت یعنے جبکہ حریت اصلی ٹھہری تو اگر شخص مجہول الحال پر جسکی حریت یا عدم حریت
معلوم نہین یہ دعوی ہوا کہ وہ غلام ہے سو وہ منکر ہوا اور بولا کہ مین حر اصلی ہون تو اسیکا قول قابل تصدیق کے ہے بسبب متمسک ہونے اس شخص کے اصل بات
سے یعنے حریت سے واللابس للثوب احق من اخذ الکم اور کپڑے کا پہننے والا احق ہے آستین کے پکڑنے والے سے ھ یہان سے وہ مسائل شروع
ہوئے جن مین واضع ید کی تصدیق بدون گواہون کے ثابت ہے بدائع مین کہا کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ متنازع فیہ اسکے
قبضے مین ہے تو اسپر قسم واجب ہوگی بشرط طلب جانب ثانی پھر اگر اسنے قسم کھائی تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا
شخص جیتے گا انتہی لابس ثوب اسواسطے احق بثوب ہوا کہ اسکا تصرف ظاہر تر ہے اخذ آستین سے کہ وہ مقتضی ملک ہے تو لابس ہی ذی الید ٹھہرا اور
آخذ خارج اور ذی الید اولے ہے خارج سے اور اگر اخذ آستین گواہ قائم کریگا تو اب وہی احق ثبوت ہوگا اور یہی علت جاری ہے مابعد کے مسائل مین کذا فی
الطحطاوی والراکب احق من اخذ اللجام اور جانور کا سوار احق ہے لگام کے پکڑنے والے سے یعنے جانور پر ایک شخص سوار ہے اور دوسرا لگام پکڑے ہے
اور دونون دعوے کرتے ہین کہ یہ جانور میرا ہے تو سوار احق ہے بسبب اظہریت تصرف ومن فی السرج اولی من ردیفہ اور جو شخص زین پر بیٹھا ہے وہ احق
ہے اس شخص سے جو اسکے پیچھے بیٹھا ہے یعنے اسواسطے کہ تمکن اسکا اس موضع مین تقدم کی دلیل ہے وذو حملہا ممن علق کوزۃ بہا لانہ اکثر تصرفا
جسکا بوجھ جانور پر لدا ہے اس شخص سے جسنے اپنا کوزہ اسپر لٹکا دیا ہے اسواسطے کہ اسکا تصرف یعنے لابس اور راکب اور بوجھ والے کا تصرف زیادہ تر ہے
دوسرے کے تصرف سے ھ حمل بکسر حا وسکون میم اس بوجھ کو کہتے ہین جو پیٹھ یا سر پر لادا جاوے کذا فی الحموی والجالس علی البساط والمتعلق بہ
سواء کجالسیہ وراکبی سرج اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو فرش کو پکڑے دونون تصرف مین برابر ہین مانند ان دو شخصون کے جو فرش
پر بیٹھے ہین اور مانند ان کے جو زین پر سوار ہین ھ تو فرش جالس اور متعلق مین نصفا نصف ہے اسواسطے کہ فرش پر بیٹھنا فرش کا قبضہ نہین بلکہ قبض اسوقت
ہوتا جب فرش اسکے گھر مین ہوتا یا کہ وہ فرش اٹھا لیجاتا کذا فی الدرر کمن معہ ثوب وطرفہ مع الآخر لا ھدبتہ ای طرفہ الغیر منسوج
لانہا لیست بثوب ھ جالس اور متعلق برابر ہین مانند ان شخصون کے کہ ایک کے پاس کپڑا ہے اور دوسرے کے پاس کپڑے کا
دوسرا طرف ہے نہ وہ شخص برابر ہے جسکے ہاتھ مین کپڑے کا ہدبہ یعنے جھبر ہے ھ ہدبہ یعنے کپڑے کا طرہ بے بُنا اسواسطے کہ طرہ غیر منسوج کپڑا نہین ہے

بخلاف جالسی دار تنازعا فیہا حیث لا یقضی لہما لاحتمال انہا فی ید غیرہما وہنا علم انہ لیس فی ید غیرہما عینی بخلاف ان
دو شخصون کے جو ایک گھر مین جالس ہین اور گھر مین جھگڑا کرتے ہین کہ یہان دونون کے واسطے گھر کا حکم انصافا نصف نہوگا کیونکہ جلوس دار ملک کی دلیل نہین
اس احتمال سے کہ شاید وہ گھر ان دو شخصون کے سوا کسی اور کے قبضے مین ہو اور یہان یعنی مسئلہ جلوس فرش مین معلوم ہوچکا ہے کہ فرش دونون شخص کے
سوا اور کسی کے قبضے مین نہین ہے کذا فی العینی والحائط لمن جذوعہ علیہ او متصل بہ اتصال تربیع بان تتداخل انصاف لبناتہ فی لبنات
الآخر ولو من خشب فبان تکون الخشبۃ مرکبۃ فی الاخری لدلالتہ علی انہما بنیا معا فلذا سمی بذلک لانہ حینئذ یبنی
مربعا دیوار اس شخص کی ہے جسکی کڑیان دیوار پر رکھی ہون یا کہ ایک دیوار متصل ہو دوسری دیوار سے بطریق اتصال تربیع اسطرح پر کہ ایک دیوار کی آدھی
آدھی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اگر دیوار چوبی ہو تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑیان دوسری دیوار مین مرکب اور
پچی ہون بسبب دلالت کرنے اتصال تربیع کے اسپر کہ دونون دیوارین ساتھ ہی بنی ہین اور اسی واسطے اسکا نام تربیع رکھا گیا کیونکہ اسوقت مین دیوار مربع
بنائی جاتی ہے ہم اتصال دو طرح ہے ایک اتصال ملازقت وہ یہ ہے کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم
ہوتا ہو اور دوسرا اتصال تربیع وہ یہ ہے کہ دیوار متنازع فیہ کی اینٹین آدھی آدھی دوسری دیوار غیر متنازع فیہ کی اینٹون مین متداخل ہون اور اگر
لکڑی کی دیوار ہو تو ایک دیوار کی لکڑیان دوسری مین مرکب ہون کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا اتصال تربیع کی حقیقت مین اختلاف ہے اور قول ظاہر کرخی کا
یہ قول ہے کہ اتصال تربیع یہ کہ متنازع فیہ دیوار متصل ہو احد المدعیین کی دو دیوارون سے دونون طرف سے اور دونون دیوارین متصل ہون اسکی دیوار سے
بمقابلہ دیوار متنازع فیہ تاکہ دیوار مربع ہو جاوے قبہ کے مانند تو اسوقت مین کل بنا کے واحد کے حکم مین ہونگے انتہی لا لمن لہ اتصال ملازقۃ ونقب وادخال
او ہرادی کقصب وطبق یوضع علی الجذوع اسکی دیوار نہین جسکی دیوار مین اتصال ملازقت ہے یعنی لگاؤ ہے بلا ادخال لبنات یا چوبی دیوار مین نقب اور ادخال
ہے یعنی سوراخ کرکے لکڑی اسمین داخل کرنا یا اسکی دیوار نہین جسکے نیچے ہین مانند بانس و طبق کے جو کڑیون پر رکھی جاوین ہم ہرادی جمع ہے ہردیہ کی بکسرا
منح الغفار اور درر مین ہے کہ ہرادی وہ لکڑیان ہین جو دھنیون پر رکھی جاوین اور انپر مٹی ڈالی جاوے انتہی اہل ہند انکو بنگا یا برگہ یا تختہ یا چھانپ بولتے ہین
خلاصہ یہ ہے کہ دھنیان رکھنا دیوار پر دلیل ملک ہے نہ نیچے رکھنا بل یکون بین الجارین لو تنازعا ولا یختص بہ صاحب الہرادی بل صاحب الجذع
الواحد احق منہ خانیہ بلکہ نیچے والی دیوار دونون پڑوسیون مین مشترک ہے اگر دونون اسمین جھگڑا کرین اور وہ دیوار نیچے والے کی مخصوص
نہوگی بلکہ ایک دھنی کا دیوار پر رکھنے والا اسسے زیادہ ترحق دار ہے دیوار کا کذا فی الخانیہ ولو لاحدہما جذوع وللآخر اتصال فلذی الاتصال
وللآخر حق الوضع وقیل لذی الجذوع ملتقی وقدمنا فی العینی اور ایک شخص کی دھنیان ہون دیوار پر اور دوسرے شخص کی دیوار کے ساتھ
اتصال ہو یعنی اتصال تربیع تو وہ دیوار صاحب اتصال کی ہے اور دوسرے شخص کو دھنی رکھ لینے کا حق ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ دیوار دھنیون والے کی ہے
کذا فی الملتقی اور پورا بیان اسکا عینی وغیرہ مین ہے ہم محیط مین ہے کہ دیوار کا قبضہ تین طرح ہے ہے اتصال تربیع اتصال ملازقت و مجاورت اور وضع جذوع
ومحاذات بنا تو سب سے احق صاحب تربیع ہے پھر اگر وہ نہو تو صاحب جذوع ہے پھر اگر وہ بھی نہو تو صاحب محاذات ہے کذا فی الطحطاوی واما حق المطالبۃ
برفع جذوع وضعت تعدیا فلا یسقط بابراء ولا صلح وعفو وبیع واجارۃ اشباہ من احکام الساقط لا یعود فلیحفظ اور جو دھنیان
ظلم سے رکھی گئین انکے اٹھا لینے کا حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا ابرا کر دینے سے اور نہ صلح اور عفو اور بیع اور اجارہ سے کذا فی الاشباہ من احکام الساقط
لا یعود تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی اگر دھنیون کا مالک انکار ڈالنے کے مطالبہ سے ابرا کرے تو حق مطالبہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ ابرا اعیان
مین نہین ہوتا بلکہ اس حق سے جو کسیکے ذمے پر ثابت ہے اور اگر دھنیان رکھنے والا یا جسکی دیوار پر دھنیان ہین وہ مکان کو بیچ ڈالے تو مشتری کو

لے
یعنی اشتباہ
میں قسم ثالث
میں جو حیوان
[illegible]
ہو کر ساقط
بالغیر نہیں
ہوتا ۱۲

مطالبہ رفع کا حق ثابت ہے اور اگر صاحب لیور دھنیان رکھنے والے کے پاس وہ مکان اجارہ رکھے تو حق مذکور ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی بیت من دار فیہا بیوت کثیرۃ لکن عالیبیت منہا فیحق ساحتہا فہی بینہما نصفین کالطریق اور ایک کوٹھری اور دالان والا جس گھر میں بہت کوٹھریاں اور دالان ہین اس شخص کے مانند ہے جسکی بہت کوٹھریاں اور دالان ہین اُس گھر میں اسکے صحن کے حق میں تو صحن گھر کا دونوں میں نصفا نصف ہوگا راہ کے مانند ہے یعنی صاحب بیت اور صاحب بیوت صحن کے استعمال میں برابر ہین چلنے پھرنے میں اور اسباب رکھنے میں اور لکڑیاں چیرنے میں وفی غیر ذلک جیسا کہ صاحب بیت اور صاحب منزل اور صاحب منزلہ اور صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ وغیرہ میں برابر ہین بخلاف الشرب اذا تنازعا فیہ فانہ یقدر بالارض بقدر سقیہا بخلاف پانی لینے کی باری کے جبکہ دو شخص اسمیں جھگڑا کریں تو اسکا اندازہ ہوگا زمین سے بقدر اسکے سینچنے کے ہم یعنی آب پاشی میں تھوڑی زمین والا بہت زمین والے کے برابر نہیں اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے واسطے ہی تو جتنی زمین زیادہ اتنی پانی لینے کی حاجت زیادہ تو اسکا اندازہ بقدر اراضی کے ہی بڑھتا ای الحاجات [illegible] لکل منہما فی ارض قضی بیدہما فتنصف دو شخص غیر قابض گواہ لائے اسپر کہ دونوں کا قبضہ زمین میں تھا تو دونوں کے ثبوت قبضہ کا حکم ہوگا تو وہ زمین دونوں میں نصفا نصف ہوگی ولو برہن علیہ ای علی الید احدہما او کان تصرف فیہا بان لبن او بنی قضی بیدہ لوجود تصرفہ اور اگر زمین کے قبضہ پر دو مدعیوں میں سے ایک شخص گواہ لایا یا وہ شخص اسمیں تصرف کرتا تھا اسطرح پر کہ اسنے اسمیں اینٹیں پاتھیں یا عمارت بنائی تو اسکے واسطے قبضہ کا حکم ہوگا بسبب پائے جانے اسکے تصرف کے ہم یعنی تمکن شئے مذکورہ اسکے قبضہ کی دلیل ہی ادعی الملک فی الحال وشہد الشہود ان ہذا العین کان ملکہ تقبل لان ما ثبت فی زمان یحکم ببقائہ ما لم یوجد المزیل درر ایک مدعی نے فی الحال ملک کا دعوے کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ چیز مدعی کی ملک تھی یعنی زمانہ ماضی میں تو گواہی مقبول ہے یعنی فی الحال کی ملک مدعی ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز ثابت ہوگئی ایک زمانے میں تو اسکے باقی رہنے کا حکم رہتا ہے جبتک وہ چیز پائی نجائے جو اسکے ثبوت کو دور کر دے کذا فی الدرر صبی یعبر عن نفسہ ای یعقل ما یقول قال انا حر فالقول لہ لانہ فی ید نفسہ کالبالغ ایک لڑکا کہ اپنا حال بیان کر سکتا ہے یعنی جو کہتا ہے اسکو سمجھتا ہے وہ بولا کہ میں آزاد ہوں تو اسکا قول مقبول ہے اسواسطے کہ صبی عاقل اپنی ذات کے تصرف میں بالغ کے مانند ہے یعنی اگر اسکی عبدیت کا کوئی دعوی کرے تو درصورت اسکے انکار کے بدون شہادت معتبر نہیں کذا فی الدرر فان قال انا عبد لفلان لغیر ذی الید قضی بہ لذی الید کمن لا یعبر عن نفسہ لاقرارہ بعدم یدہ سو اگر صغیر عاقل نے کہا کہ میں فلانے کا غلام ہوں یعنی اسکا جو ذی الید نہیں تو وہ ذی الید کو دلایا جاویگا جیسا کہ وہ صغیر ذی الید کو دلایا جاویگا جو عاقل نہیں کہ اپنا حال بیان کرے بسبب اقرار کرنے صغیر کے اپنے عدم تصرف پر ہم یعنی جبکہ اسنے کہا کہ میں فلانے کا غلام ہوں تو اپنے مملوک ہونے کا اقرار کیا اور اسکی مملوکیت ذی الید کے اُس دعوی سے ثابت ہوئی جو خالی ہے معارض سے نہ صغیر کے اقرار سے تو اب یہ کوئی نہیں کہسکتا کہ اقرار صغیر کے حق میں معتبر نہیں علی الخصوص کہ اسکا تدارک بدعوی حریت ممکن ہے کذا فی الطحطاوی فلو کبر وادعی الحریۃ تسمع مع البرہان لما قررنا ان التناقض فی دعوی الحریۃ لا یمنع صحۃ الدعوی پھر اگر صغیر مذکور بالغ ہوا اور اسنے آزادی کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ دعوی حریت میں تناقض صحت دعوی کا مانع نہیں ہم علی الخصوص کہ پہلا اقرار عدم تکلیف کی حالت میں ہوا ہو

باب دعوی النسب

یہ باب ہے نسب کے دعوی میں الدعوۃ نوعان دعوۃ استیلاد وہو ان یکون اصل العلوق فی ملک المدعی دعوت دو قسم ہے ایک استیلاد کی دعوت وہ یہ ہے کہ اصل علوق یعنی نطفہ رہنا مدعی کی ملک میں ہو ہم اکثر عرب طعام میں دعوت بفتح دال بولتے ہیں اور نسب میں بکسر دال کہتے ہیں ودعوۃ تحریر وہو بخلافہ دوسری قسم تحریر کی یعنی آزاد کرنے کی دعوت اور وہ دعوت استیلاد کے خلاف ہے یعنی مدعی کی ملک میں نطفہ نہ رہا ہو والاولی اقوی لسبقہا لاستنادہا

دعوت

لوقت العلوق ولاقتصار دعوة التحرير على الحال یعنے اور اول یعنے دعوت استیلاد قوی تر ہے اسکے سابق ہونیکے اور اسکے مستند ہونے کے وقت علوق سے اور مقصود ہونے دعوت تحریر کے بالفعل پر اور عنقریب یہ بیان واضح ہوگا مبيعة ولدت لاقل من ستة اشهر منذ بيعت فادعاه البائع ثبت نسبه منه استحسانا لان العلوق في ملكه ومبنى النسب على الخفاء فيعفى فيه التناقض بیچی لونڈی جنی چھ مہینے سے کم مدت میں اسوقت سے کہ اسکی بیع ہوئی پھر اس ولد کا بائع نے دعوی کیا تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا از روے استحسان کے بسبب اسکے علوق رہنے کے بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر ہے تو اسمین تناقض معاف ہوگا مصر بیان قیاس یہ تھا کہ بائع سے نسب ثابت نہو اور یہی قول ہے زفرؒ اور امام شافعیؒ کا اسواسطے کہ بائع کا بیچنا یہ اقرار ہے اسکی جانب سے کہ وہ لونڈی ہے ام ولد نہیں تو اب دعوی نسب کا صحیح تناقض ہے بیان استحسان یہ ہے کہ بنا نسب پوشیدگی پر ہے تو اسمین تناقض معاف ہے جبکہ متیقن ہوا ولادت سے کہ علوق رہا تھا بائع کی ملک مین اور نسب کی بنا پوشیدگی پر اسواسطے ہوئی کہ آدمی گاہے گمان کرتا ہے کہ میرا نطفہ نہیں رہا پھر ظاہر ہوتا ہے کہ نطفہ اسیکا ہے تو یہ عذر ہوسکتا ہے اعتبار تناقض کے اسقاط مین واذا صحت استندت فصارت ام ولد فيفسخ البيع ويرد الثمن اور جبکہ دعوی نسب کا صحیح ہوا تو علوق مستند ہوگا ملک بائع کے زمانے کی طرف تو لونڈی بائع کی ام ولد ہوگئی تو بیع لونڈی کی فسخ کیجائیگی اور ثمن اسکا مشتری کو پھیر دیا جائیگا ولكن لو ادعاه المشتري قبله ثبت نسبه منه لوجود ملكه وهي امه باقراره وقيل يحمل على انه نكحها ثم استولدها ثم اشتراها ولیکن جبکہ ولد کا دعوی کیا مشتری نے بائع کے دعوے سے پہلے تو ولد کا نسب مشتری سے ثابت ہوگا بسبب پائے جانے مشتری کی ملک کے اور لونڈی کا ام ولد ہونا اسکے اقرار سے ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا مشتری کا دعوی اسپر محمول ہوگا کہ مشتری نے اس لونڈی سے نکاح کرلیا تھا بائع کی ملک مین پھر استیلاد کیا پھر اسکو خرید کرلیا ولو ادعاه معه اي مع ادعاء البائع او بعده لا لان دعوته تحرير والبائع استيلاد فكان اقوى كما مر اور اگر مشتری نے بائع کے دعوے کے ساتھ دعوی کیا یا بعد اسکے دعوے کے دعوی کیا تو اسکا دعوی صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ دعوت تحریر ہے اور بائع کی دعوت استیلاد ہے تو دعوت استیلاد ہی قوی تر ٹھہرے گی چنانچہ مذکور ہوچکا شروع باب مین وكذا يثبت من البائع لو ادعاه بعد موت الام بخلاف موت الولد لفوات الاصل اور اسی طرح ثابت ہوگا نسب ولد کا بائع سے بعد مرجانے اسکی ماں کے بخلاف موت ولد کے بسبب فوت ہوجانے اصل کے ہم یعنے حریت مین اصل ولد ہے اور لونڈی کی آزادی تو ولد سے مستفاد ہوتی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ولد موت سے مستغنی ہوگیا نسب سے ويأخذه البائع بعد موت امه ويسترد المشتري كل الثمن في الاصح اور بائع ولد کو لے گا اسکی ماں کی موت کے بعد اور مشتری پورا ثمن پھیر لے اور صاحبین نے کہا بقدر حصہ ولد کے ثمن پھیر لے واعتاقهما اي اعتاق المشتري الام والولد كموتهما في الحكم اور دونوں کا اعتاق یعنے مشتری کا آزاد کرنا ماں یا ولد کو ایسا ہی دونوں کی موت کے مانند ہے حکم مین ہم قوله والولد واو بمعنى او يعني جمع بين المعطوف والمعطوف عليه جائز نہیں جب اعتاق فی موت کے مانند ہوا تو اگر مشتری نے ماں کو آزاد کیا نہ ولد کو پھر بائع نے دعوی کیا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو دعوی صحیح ہے اور اسکا نسب اس سے ثابت ہے اور اگر ولد کو آزاد کیا نہ ماں کو تو دعوی صحیح نہیں حق ولد مین اسواسطے کہ اگر صحیح ہو تو اعتاق باطل ہوا اور عتق بعد وقوع کے بطلان کا احتمال نہیں رکھتا اور نہ ماں کے حق مین دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ماں ولد کی تابع ہے کیونکہ اصل بیٹا ہے تھا تو تابع کے حق مین بالفرد صحیح نہوگا كذا في الغاية عن الفتح والتدبير كالاعتاق لانه لا يحتمل الابطال ويرد حصته اتفاقا [illegible] لا حصتها اتفاقا على الصحيح من مذهب الامام كما في القهستاني والبرهان اور مدبر کرنا مشتری کا اعتاق کے مانند ہے اسواسطے کہ تدبیر بھی اعتاق کے مانند محتمل ابطال نہیں ہے اور بائع ولد کا حصہ مشتری کو پھیر دے باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے یعنے جبکہ مشتری ماں کو فقط آزاد کرے یا مدبر کرے بدون ولد کے كذا في الملتقى وغیرہ اور اسی طرح ماں کا بھی حصہ پھیر دے بموجب قول صحیح کے امامؒ کے مذہب سے چنانچہ قہستانی اور برہان مین ہے ونقله في الدرر والمنح عن الهداية على خلاف ما في الكافي من انه يرد حصتها اور نقل کیا ہے اسکو درر اور منح الغفار مین ہدایہ سے برخلاف اس قول کے جو کافی مین ہے اسواسطے نقل ہے

پھر درر مین مواہب سے یہ منقول ہے کہ جب مشتری ماں کو آزاد کرے یا مدبر کرے تو بائع حصہ ثمن ولد مشتری کو پھیرے اور صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک بقول صحیح تمام ثمن پھیر دے چنانچہ موت مین ہے انتہی اور کافی مین جو مبسوط سے یہ منقول ہے کہ حصہ ولد پھیرے نہ اسکی ماں کا حصہ بالاتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر طحطاوی نے کہا الکافی نے ہدایہ مین اعتراض کیا ہے کہ محمد نے امام سے جامع صغیر اور اصل یعنے مبسوط مین تصریح کی ہے کہ حصہ ثمن ولد پھیرا جاویگا اور اسی طرح کرخی اور طحاوی نے اپنے مختصر مین لکھا اور اسی طرح شمس الائمہ بیہقی نے شامل اور کفایہ مین اور ابواللیث نے شرح جامع صغیر مین تو ظاہر ہوا کہ ہدایہ کا قول مرجوح ہے اگرچہ اسنے اسکی تصحیح کی ہے چنانچہ عزمی زادہ نے اسکو بیان کیا ہے انتہی وعبارۃ المواہب فان ادعاہ بعد عتقہا او موتہا ثبت منہ وعلیہ رد الثمن واکتفیا برد حصتہ وقیل یرد حصتہا فی الاعتاق بالاتفاق انتہی فلیحفظ اور مواہب الرحمن کی یہ روایت ہے اور اگر بائع نے ولد کا دعوی کیا بعد آزاد کر دینے اسکی ماں کے یا اسکی موت کے بعد تو ولد کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور اسپر ثمن پھیر دینا لازم آویگا اور صاحبین نے حصہ ولد کے پھیر دینے پر اکتفا کی اور قول ضعیف یہ ہے کہ ماں کا حصہ ثمن اعتاق مین بالاتفاق پھیر دیگا انتہی کلامہ تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے پھر جس قول کو مواہب مین ضعیف کہا ہے وہی قول معتمد ہے چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی ولو ولدت للمذکورۃ لاکثر من حولین من وقت البیع وصدقہ المشتری ثبت النسب بتصدیقہ وہی ام ولد لہ علی المعنی اللغوی نکاحا حملا لامرہ علی الصلاح اور اگر لونڈی مذکورہ جنی دو برس سے زیادہ مدت مین بیع کے وقت سے اور بائع نے اسکے ولد کا دعوی کیا اور مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو ولد کا نسب ثابت ہوگا بائع سے مشتری کی تصدیق سے اور لونڈی بائع کی ام ولد ہوگی بمعنے لغوی نکاح کی راہ سے بائع کا حال صلاح اور تقوی پر محمول کرکے پھر ثبوت نسب مین مشتری کی تصدیق کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ علوق ولد کا بائع کی ملک مین بالیقین واقع نہین ہوا اسواسطے کہ مدت حمل دو برس سے زیادہ نہین ہوتی بائع کی ام ولد بمعنی اصطلاحی اسواسطے وہ لونڈی نہوئی کہ استیلاد بائع کی ملک مین نہین ہوا بلکہ باعتبار حسن ظن نکاح سے ہوا یعنے مشتری نے لونڈی کا نکاح کر دیا ہوگا بائع سے بعد اپنے خرید کرنے کے تو ولد مشتری کا مملوک ٹھہریگا اور نسب اسکا بائع سے ثابت ہوگا اور اگر بعد بیع پورے دو سال مین لونڈی جنی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو ولدت فیما بین الاقل والاکثر فان صدقہ فکالاول لاحتمال العلوق قبل بیعہ والا لا باقی رہا یہ احتمال کہ لونڈی جنی اقل اور اکثر مدت حمل کے مابین مین یعنے سات مہینے سے تیئیس مہینے تک تو اگر مشتری نے بائع کی تصدیق کی تو اسکا حکم اول کے مانند ہے یعنے ولد کا نسب ثابت اور لونڈی بائع کی ام ولد بمعنے اصطلاحی ہوگی اس احتمال سے کہ علوق رہا ہوگا بائع کی بیع سے پہلے اور اگر مشتری نے بائع کی تصدیق نکی اسطرح پر کہ اسکی تکذیب کی خواہ ولد کا دعوے کیا یا نہ کیا یا سکوت کیا نہ تصدیق کی نہ تکذیب تو اول کا حکم ہوگا ولو تنازعا فالقول للمشتری اتفاقا وکذا البینۃ لہ عند الثانی خلافا للثالث شرنبلالیہ وشرح مجمع اور اگر بائع اور مشتری نے جھگڑا کیا مثلاً بائع نے کہا کہ مین نے اس لونڈی کو بیچا ایک مہینے سے اور ولد میرا ہے اور مشتری نے کہا چھ مہینے سے زیادہ مدت ہو چکی بیع کی اور ولد تیرا نہین ہے تو مشتری کا قول درصورت عدم بینہ مقبول ہوگا بالاتفاق اور اسی طرح گواہ بھی اسکے مقبول ہین ابو یوسف کے نزدیک برخلاف مذہب محمد کذا فی الشرنبلالیہ وشرح المجمع وفیہ لو ولدت عند المشتری ولدین احدہما لدون ستۃ اشہر والاخر لاکثر ثم ادعی البائع الاول ثبت نسبہما بلا تصدیق المشتری اور شرح مجمع مین ہے کہ اگر لونڈی جنی مشتری کے پاس دو لڑکے ایک لڑکا چھ مہینے سے کمتر مدت مین اور دوسرا لڑکا دو برس سے زیادہ مدت مین پھر بائع نے اول ولد کا دعوی کیا تو دونون لڑکون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا بدون تصدیق کرنے مشتری کے پھر اس صورت مین نسب دونون کا ثابت ہوگا جبکہ دونون کی ولادت مین چھ مہینے کی مدت نہ گذر گئی ہو اسواسطے کہ وہ دونون توامین ہین کہ ایک نطفے سے پیدا ہوئے پھر جب اول مین دعوے بائع کا بلا تصدیق متحقق ہو گیا تو دوسرے مین بھی مشتری کی تصدیق کی کچھ حاجت نہوگی اور بیع فسخ ہوگی اور ثمن پھیر دیا جائیگا باع من ولد عندہ وادعاہ بعد بیع مشتریہ ثبت نسبہ لکون العلوق فی ملکہ ورد بیعہ لان البیع یحتمل النقض بائع نے اس ولد کو بیچا جو اسکے پاس لونڈی سے پیدا ہوا اور مشتری نے

مشتری نے اسکو تیسرے شخص سے بیچا پھر بائع نے اسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اسکا نسب ثابت ہوگا بسبب نہ علوق کے بائع کی ملک مین اور بیع اسکی پھیر جائیگی اسواسطے کہ بیع توڑ دینے کا احتمال رکھتی ہے یعنے اور حق دعوت محتمل نقض نہین لہذا بیع بلحاظ حق دعوت منقوض ہوگی وکذا الحکم لو کاتب الولد او رھنہ او اجرہ او کاتب الام او رھنہا او اجرھا او زوجھا ثم ادعاہ فیثبت نسبہ وترد ھذہ التصرفات بخلاف الاعتاق کما مر اور اسی طرح بیع کے مانند حکم ہے اگر بائع نے ولد کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکی مان کو مکاتب کیا یا اسکو رہن رکھا یا اجارہ دیا یا اسکا کسی سے نکاح کر دیا پھر بائع نے اسکی فرزندی کا دعوی کیا تو اسکا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور یہ تصرفات مذکورہ یعنے کتابت اور رہن اور اجارہ اور نکاح پھیر ڈالے جاوینگے بخلاف اعتاق جیسا کہ مذکور ہو چکا یعنے اگر مشتری ولد کو آزاد کر دیگا تو رد نہوگا اسواسطے کہ اعتاق محتمل ابطال نہین باع احد التوامین المولودین عندہ ای علقا وولدا عندہ واعتقہ المشتری ثم ادعی البائع الولد الآخر ثبت نسبہما وبطل عتق المشتری لامر فوقہ وھو حریۃ الاصل لانہما علقا فی ملکہ حتی لو اشتراھا حبلی لم یبطل عتقہ لانہا دعوۃ تحریر فتقتصر عینی وغیرہ وجزم بہ المصنف۔ بیچا ایک توام کو توامین مولودین سے یعنے وہ توامین جنکا علوق اور تولد بائع کے پاس ہوا اور مشتری نے اسکو بیچ ڈالا پھر بائع نے دوسرے ولد کا جسکی بیع واقع نہین ہوئی دعوی کیا تو دونون کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور آزاد کرنا مشتری کا باطل ہو جائیگا اس امر کے سبب سے جو زیادہ اور بڑھکر ہے عتق سے وہ امر فائق حریت اصلی ہے یعنے اور عتق حریت عارضی ہے دونون کا نسب ایک کے دعوے سے اسواسطے ثابت ہوگیا کہ دونون کا علوق بائع کی ملک مین رہا تھا تو اگر لونڈی کو حاملہ خرید کیا اور بعد اسکے وہ دو توام جنی اور مشتری نے انمین سے ایک ولد کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی نے اسکو آزاد کر دیا پھر مشتری اول نے ولد ثانی کا دعوی کیا تو مشتری ثانی کا عتق باطل نہوگا اسواسطے کہ یہ دعوت تحریر ہے نہ دعوت استیلاد اسواسطے کہ علوق اسکی ملک مین نہ تھا تو دعوت تحریر فقط ولد ثانی پر مقصور ہوگی کذا فی العینی وغیرہ اور اسی پر جزم کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ثم قال وحیلۃ اسقاط دعوی البائع ان یقر البائع انہ ابن عبدہ فلان فلا تصح دعوتہ بعدہ مجتبی یعنے مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور دعوی بائع کے اسقاط کا حیلہ یہ ہے کہ بائع اقرار کرے کہ کنیز مبیعہ کا ولد میرے فلانے غلام کا بیٹا ہے تو بعد اس اقرار کے بائع کا دعوی صحیح نہوگا کبھی کذا فی المجتبی یعنے اسواسطے کہ غیر کے نسب کا اقرار محتمل نقض نہین وقد افادہ بقولہ قال لصبی معہ او مع غیرہ عینی ھو ابن زید الغائب ثم قال ھو ابنی لم یکن ابنہ ابدا وان وصلیۃ جحد زید بنوتہ خلافا لہما لان النسب لا یحتمل النقض بعد ثبوتہ حتی لو صدقہ زید بعد تکذیبہ صح وبالیتہ مصنف نے اشارہ کیا اسقاط مذکور پر یعنے اس قول سے کہ عمرو نے مثلاً کہا اس صغیر کو جو اسکے ساتھ ہے یا کسی اور شخص کے ساتھ ہے کہ وہ زید غائب کا بیٹا ہے پھر وہ بولا کہ وہ میرا بیٹا ہے تو اسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید مذکور اسکی فرزندی کا منکر ہو بخلاف صاحبین اسواسطے کہ نسب بعد اپنے ثابت ہونے کے محتمل نقض کا نہین یہان تک کہ اگر زید عمرو کی تصدیق کرے بعد اسکی تکذیب کے تو صحیح ہے ہم صاحبین کا یہ مذہب ہے کہ دعوت مقر بعد انکار مقر لہ صحیح نہین اسواسطے کہ جب اسکا اقرار باطل ہوگیا مقر لہ کے انکار سے تو گویا اسنے اقرار ہی نکیا تھا ولذا لو قال لصبی ھذا الولد منی ثم قال لیس منی لا یصح نفیہ لانہ بعد الاقرار بہ لا ینتفی بالنفی فلا حاجۃ الی الاقرار بہ ثانیا ولا سہو فی عبارۃ العمادی کما زعم ملا خسرو کما افادہ الشرنبلالی اور اسی واسطے یعنے چونکہ نسب محتمل نقض نہین اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہین ہے تو اسکی نفی صحیح نہین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے نفی نہین ہو سکتی نفی کرنے سے تو اب کچھ حاجت نہین دوسری بار نسب کے اقرار کرنے کی اور کچھ سہو نہین عمادی کی عبارت مین چنانچہ وقوع سہو کا گمان کیا ہے ملا خسرو نے جیسے کہ بیان کیا ہے اسکو یعنے عدم سہو کو شرنبلالی نے ہم ملا خسرو وصاحب درر نے کہا عمادیہ مین یون ہے کہ قال ہذا الولد منہ لیس منی ثم قال ہو منی صح ظاہرا یہ سہو ہے کاتب اول کا اسواسطے کہ تعلیل عمادی اسکو مقتضی ہے کہ یہان تین عبارتین ہون پہلی عبارت مفید اثبات فرزندی ہو اور دوسری عبارت اسکی نفی کی اور تیسری عبارت دوبارہ اثبات کی اور عمادیہ مین فقط دو ہی عبارتین ہین انتہی شرنبلالی نے کہا کہ لفظ ثالث یعنے اقرار ثانی کی ظاہرا

[illegible]

میرے نزدیک کچھ فائدہ مندی نہین ثبوت نسب مین اسواسطے کہ بعد اقرار نسب کے اسکی نفی کرنے سے نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی مختصراً وهذا اذا صدقه الابن واما بدونه فلا لان اعادة الابن الی التصدیق یبقی اقرار الاب اور یہ یعنی ثبوت نسب بغیر اس صورت مین ہو کہ جب باپ کی تصدیق بیٹا کرے اور بدون اسکے تصدیق کرنیکے نسب ثابت نہوگا مگر اس صورت مین جبکہ بیٹا دوبارہ اسکی تصدیق کرے بسبب باقی رہنے باپ کے اقرار کے ص یہ تفصیل وہان جاری ہو جہان صغیر اپنا حال بیان کر سکتا ہو ولو انکر الاب الاقرار فبرهن علیه الابن قبل اور اگر باپ اقرار نسب کا منکر ہو پھر گواہ لاوے بیٹا اسکے اقرار پر تو مقبول ہو واما الاقرار بانه اخوه فلا یقبل لانه اقرار علی الغیر اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہو سو مقبول نہین اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہو یعنی تو بلا تصدیق اسکے غیر کیونکر مقبول ہو **فروع** مسائل ملحقہ شتی کے لو قال لست وارثه ثم ادعی انه وارثه وبین جهة الارث صح اذ التناقض فی النسب عفو ع اگر ایک شخص نے کہا کہ مین اسکا وارث نہین ہون پھر اسنے دعوی کیا کہ مین اسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہو اسواسطے کہ نسب مین تناقض معاف ہو ص جامع الفصولین مین ہو کہ اثبات وراثت صحیح نہین جب تک جہت ارث بیان نکرے انتہی یعنی وہ شخص میت کا بیٹا ہو یا باپ ولو ادعی بنوة العم لم یصح ما لم یذکر اسم الجد اور چچا کی فرزندی کا دعوی کیا یعنی یون کہا کہ وہ میرا چچیرا بھائی ہو تو دعوی صحیح نہین جب تک دادا کا نام بیان نکرے ولو برهن انه اقر انه ابنه تقبل لثبوت النسب باقراره ولا تسمع الا علی خصم هو وارث او دائن او مدیون او موصی له اور اگر گواہ لایا اسپر کہ اسنے اقرار کیا ہو کہ مین اسکا بیٹا ہون تو مقبول ہو بسبب ثابت ہونے نسب کے اسکے اقرار سے اور گواہی میراث کی مسموع نہین مگر خصم پر یعنی وارث یا دائن یا مدیون یا موصی له پر یعنی جسکے واسطے میت نے وصیت کی ولو احضر رجلا لیدعی علیه حقا لابیه وهو مقر به او لا فله اثبات نسبه بالبینة عند القاضی بحضرة ذلك الرجل اور اگر لایا ایک مرد کو کہ اسپر اپنے باپ کے کسی حق کا دعوی کرے خواہ مدعا علیہ حق کا مقر ہو یا منکر تو اسکو چاہیے کہ اپنے نسب کا اثبات کرے گواہون سے قاضی کے نزدیک اس مرد کے سامنے ولو ادعی ارثا عن ابیه فلو اقر به امر بالدفع الیه ولا یکون قضاء علی الاب حتی لو جاء حیا یاخذه من الدافع والدافع علی الابن اور اگر میراث کا دعوی کیا اپنے باپ کی طرف سے تو اگر مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یعنی اسکی فرزندی کا تو اسکو امر کیا جائے مدعی کے دینے کا اور یہ امر قضا نہین اسکے باپ پر یہان تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو مال مدفوع کو دافع سے لے اور دافع بیٹے سے لے ولو انکر قیل للابن برهن علی موت ابیك وانك وارثه ولا یمین والصحیح تحلیفه علی العلم بانه ابن فلان وانه مات ثم یکلف الابن البینة بذلك وتمامه فی جامع الفصولین فی الفصل السابع والعشرین اور اگر مدعا علیہ مدعی کی فرزندی کا منکر ہو تو فرزند سے کہا جائے کہ گواہ قائم کر اپنے باپ کی میراث پر اور اسپر کہ تو اسکا بیٹا ہو اور درصورت عدم شہادت مدعا علیہ پر قسم نہین اور قول صحیح یہ ہو کہ اسکی تحلیف ہو علم پر اسطرح کہ وہ فلانے کا بیٹا ہو اور وہ مرگیا یعنی مدعا علیہ یون قسم کھائے کہ مین نہین جانتا کہ تو فلانے کا بیٹا ہو اور وہ مرگیا ہو پھر قسم کے بعد فرزند مکلف ہوگا اسپر گواہ لانے کے لیے یعنی جب فرزند مال لینے کا ارادہ کریگا تو اسپر اقامت بینہ اپنے دعوی پر لازم ہوگی اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین مین ہو ستائیسوین فصل سے ص جامع الفصولین مین باقی بیان یہ ہو کہ اگر مدعا علیہ قسم سے انکار کرے تو نسب اور موت کا مقر ٹھہریگا اور مال کا منکر تو اب مدعا علیہ سے مال پر یقینی قسم لیجاویگی نہ علم کی انتہی ملخصاً اور یہ بیان اٹھائیسوین فصل مین ہو نہ ستائیسوین مین کذا فی الطحطاوی ولو کان الصبی مع مسلم وکافر فقال المسلم هو عبدی وقال الکافر هو ابنی فهو حر ابن الکافر لنیله الحریة حالا والاسلام مآلا اور اگر ایک لڑکا ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہتا ہو کہ وہ میرا غلام ہو اور کافر کہتا ہو کہ وہ میرا بیٹا ہو تو وہ آزاد ہو کافر کا بیٹا بسبب اسکے حاصل کرنیکے آزادی کو بالفعل اور حصول اسلام انجام کار کو ص یعنی دلائل توحید ہر عاقل پر ظاہر ہین تو بعد بلوغ اسلام صغیر متوقع ہو اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام اسکو بالتبع حاصل ہوتا لیکن اسکو آزادی حاصل نہوتی بحر م ابن الکمال بانه یکون مسلمان حکما بحکم

دار الاسلام وعزاه للتحفة فليحفظ اور ابن کمال نے یقین کیا ہے اس پر کہ طفل مذکور مسلمان ہوگا اسواسطے کہ اسکا حکم دار الاسلام کا حکم ہے اور نسبت کیا ہے اس قول کو تحفہ کی طرف تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے قال زوج امرأة لصبي معهما هو ابني من غيرها فقالت هو ابني من غيره فهو ابنهما ان ادعيا معا والا ففيه تفصيل ابن الكمال عورت کے شوہر نے کہا اس لڑکے کو جو زوجین کے ساتھ ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اس عورت کے سوا اور عورت سے اور زوجہ کہتی ہے کہ وہ میرا بیٹا ہے اسکے سوا اور زوج سے تو وہ دونوں کا بیٹا ہے اگر دونوں نے ساتھی دعوی کیا اور اگر ساتھی دعوی نہیں کیا تو اسمیں تفصیل ہے کذا ذکرہ ابن الکمال اور تفصیل مذکور یہ ہے کہ اگر زوج نے اول دعوی کیا تو وہ اسکا بیٹا ٹھہریگا اور عورت سے تو اگر اسکی زوجہ بعد اسکے دعوی کرے تو اس سے نسب ثابت ہوگا اور اگر عورت نے اول دعوی کیا پھر زوج نے کہا کہ وہ میرا بیٹا ہے اور عورت سے تو اگر دونوں میں نکاح ظاہر ہے تو عورت کا قول مقبول نہیں اور وہ دونوں کا بیٹا ہے اور اگر دونوں کا نکاح ظاہر نہیں تو عورت کا قول معتبر ہے اور اسکا نسب عورت سے ثابت ہوگا بشرط تصدیق مرد یہ اس صورت میں ہے جبکہ لڑکا اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر بیان کرسکتا ہو اور وہاں رقیت ظاہر نہو تو لڑکے کا قول مقبول ہے مرد یا عورت جسکی وہ تصدیق کریگا اسی سے اسکا نسب ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی عن السراج ملخصا وهذا لو غير معبر فلو كان معبرا فهو لمن صدقه اور یہ یعنے دونوں کا ولد ہونا اسوقت ہے جبکہ طفل اپنا حال بیان نکرسکتا ہو اور اگر ایسا نہو یعنے بیان کرسکتا ہو تو وہ لڑکا اسکا ہے جسکو وہ سچا کہے لان قيام ايديهما وفراشهما يفيد انه منهما اسواسطے کہ زوجین کا تصرف طفل پر اور دونوں کا قیام فراش یعنے زوجیت اسکی مفید ہے کہ وہ لڑکا دونوں کا ہے ھ طحطاوی نے کہا یہ علت ہے مصنف کے اس قول کی کہ دونوں کا ہے اور بہتر یہ تھا کہ علت مذکورہ اس قول کے پاس مذکور ہوتی ولو ولدت امة اشتراها فاستحقت غرم الاب قيمة الولد يوم الخصومة لانه يوم المنع اور اگر وہ لونڈی جسکو مشتری نے خرید کیا مشتری سے جنی پھر وہ لونڈی مستحق ملک غیر بائع کی نکلی تو باپ یعنے مشتری ولد کی قیمت تاوان دے وہ قیمت جو اسکی خصومت کے دن ٹھہرے اسواسطے کہ یوم خصومت منع کا دن ہے یعنے مشتری بدعوی فرزندی وہ لڑکا لونڈی کے مالک کو نہ دیگا وهو حر لانه مغرور والمغرور من يطأ امرأة معتمدا على ملك يمين او نكاح فتلد منه ثم تستحق اور وہ لڑکا آزاد ہے اسواسطے کہ مشتری مغرور یعنے فریب خوردہ ہے مغرور وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اسکی ملک یمین یا ملک نکاح کے اعتماد پر پھر وہ عورت اس سے جنے پھر وہ مستحق غیر نکلے فلذا قال وكذا الحكم لو ملكها بسبب اخر اي سبب كان عقد كان او غيره اعطاه اياها حرة فولدت ثم استحقت غرم قيمة ولده سوا اسی واسطے مصنف نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے اگر عورت کا مالک ہو کسی اور سبب سے سوا خرید کے کوئی سبب ہو کذا فی العینی چنانچہ عورت سے نکاح کیا اس شرط پر کہ وہ آزاد ہے سو وہ اسکا لڑکا جنی پھر مستحق ملک غیر نکلی تو نکاح کرنیوالا اپنے ولد کی قیمت کا تاوان دے اس عورت کے مالک کو فان مات الولد قبل الخصومة فلا شيء على ابيه لعدم المنع كما مر وارثه له لانه حر الاصل في حقه فيرث سواگر مغرور کا لڑکا مر گیا قبل خصومت کے تو کوئی چیز اسکے باپ پر لازم نہیں بواسطہ عدم منع چنانچہ مذکور ہو چکا اور میراث ولد کی اسکے والد کو ہے اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے باپ کے حق میں تو وہ اسکا وارث ہوگا فان قتله ابوه او غيره فقبض الاب من ديته قدر قيمته غرم الاب قيمته للمستحق كما لو كان حيا سواگر ولد کو اسکے باپ نے قتل کیا یا اسکے سوا کسی اور نے قتل کیا اور باپ نے اسکا خون بہا بقدر اسکی قیمت کے لیا تو تاوان دے باپ اسکی قیمت کا مستحق کو چنانچہ تاوان لازم تھا درصورت حیات ولد ولو لم يقبض شيئا لا شيء عليه وان قبض اقل لزمه بقدره عيني اور اگر باپ نے قتل غیر میں کچھ خون بہا نلیا تو اسپر کچھ تاوان نہیں اور اگر اسکا خون بہا اسکی قیمت سے کمتر لیا تو اسپر تاوان اسکی مقدار کے موافق لازم آویگا کذا فی العینی ورجع بها اي بالقيمة في الصورتين كما يرجع بثمنها ولو هالكة على بائعها اور مشتری لونڈی کے بائع سے ولد کی قیمت پھیرے دونوں صورتوں میں یعنے ایک ملک اور تزویج میں جیسے لونڈی کا ثمن بائع سے پھیرے اگرچہ لونڈی مر گئی ہو یعنے اگر لونڈی مشتری کے پاس جنی پھر اسکے مستحق کو اسکی قیمت اور اسکے ولد کی قیمت کا تاوان دیا تو بائع سے اسکا ثمن اور ولد کی قیمت پھیرے وكذا لو استولدها المشتري الثاني لكن انما يرجع المشتري [illegible] الاول بالمهر فقط كما في المواهب

دفیردها اور اسی طرح مشتری ثانی مشتری اول سے ثمن لونڈی کا اور قیمت ولد کی پھیرے لیکن مشتری اول تو بائع اول سے فقط ثمن ہی پھیرے گا نہ قیمت ولد کی کذا فی المواہب وغیرہا لا بعقرها الذی اخذ منه المستحق للزومه باستیفاء منافعها کما مر فی باب المرابحة والاستحقاق مع مسائل التناقض فی غالبها مر فی متفرقات القضاء ویجئ فی الاقرار نہ پھیرے مشتری بائع سے لونڈی کا مہر مثل جو مستحق نے مشتری سے لیا بسبب لازم آنے مہر مثل کے لونڈی کے منافع جماع کے حاصل کر لینے سے چنانچہ مذکور ہو چکا باب المرابحة والاستحقاق مین تناقض کے مسائل کے ساتھ اور اکثر مسائل مذکورہ کتاب القضاء کی متفرقات مین گذر گئے اور کتاب الاقرار مین بھی انکا ذکر آویگا **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے التناقض فی موضع الخفاء عفو تناقض پوشیدگی کے مکان مین معاف ہے ہم منجملہ مواضع مخفیہ اقرار رضاع ہے تو اگر ایک شخص نے کہا کہ یہ میری رضیعہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اسکا دعوی خطا مین صحیح ہے اور بعد اسکے اسکا نکاح اس سے جائز ہے بشرطیکہ اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے یا اقرار گواہون سے ثابت نہوا ہو اور از انجملہ یہ کہ ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی اقرار زوجیت اور دفع میراث پر پھر اس عورت نے میراث کا دعوی کیا بحکم طلاق جو مانع ہے میراث کا تو دعوی مسموع ہے کہ انکا عذر بواسطہ استصحاب حال زوجیت اور بجہت خفا بینونت کے ظاہر ہے اور از انجملہ یہ کہ ایک کپڑا رومال مین لپٹا کر آیا ہے کو لیا پھر جب اسکو کھولا تو بولا یہ میرا ہے تو دعوی مسموع ہے با وجود تناقض اور اسپر شہادت مقبول ہے بقول راجح مفتی بہ کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباه ولا تسمع الدعوی علی غریم میت دعوی مسموع نہین میت کے غریم پر ہم غریم یعنے دائن اور مدیون ہے علامہ بیری کے کلام سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ غریم سے مراد یہان دائن میت ہے اور حموی نے اسکو قوی کہا ہے کہ مدیون میت مراد ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا وهب جمیع ماله لاجنبی وسلمه له فانها تسمع علیه لکونه ذائد غریم میت پر دعوی مسموع نہین مگر جبکہ میت اپنا سب مال اجنبی کو ہبہ کرے اور اسکے قبض مین کر دے تو اسپر دعوی مسموع ہوگا قابض مال پر زیادہ ہونے سے ہم یہ استثنا منقطع ہے بزازیہ مین ہے کہ جسکے واسطے جمیع مال یا زائد علی الثلث کی وصیت ہو وہ خصم ہو سکتا ہے کذا فی الطحطاوی ولا یحل للمدعی علیه الانکار مع علمه بالحق الا فی دعوی العیب ہو فیتمکن من الرد وفی الوصی اذا علم بالدین مدعا علیہ کو جائز نہین انکار کرنا با وجود دریافت ہونے حق مدعی کے مگر مبیع کے عیب مین انکار جائز ہے تا مدعی گواہون سے عیب ثابت کرے تا مدعا علیہ قادر ہوگا پھیر دینے پر یعنے مدعا علیہ اس مبیع کو اپنے بائع کو پھیر دے اور دعوی وصی مین انکار جائز ہے جبکہ وہ دین کو جانتا ہو علامہ ابو السعود نے کہا کہ دونون مسئلون مین ظاہر دو قول ہین یعنے جواز انکار اور عدم جواز والله اعلم کذا فی الطحطاوی ولا تحلیف مع البرهان الا فی ثلث دعوی دین علی میت واستحقاق مبیع ودعوی آبق قسم نہین برہان کے ساتھ مگر تین مسئلون مین دعوی دین مین میت پر اور استحقاق مبیع مین اور دعوی عبد آبق مین ہم تنویر الاذہان مین بزازیہ سے ہے کہ جسنے میت پر دین کا دعوی کیا اور گواہون سے ثابت کیا تو مدعی سے قاضی بلا خواہش وصی اور وارث کے یون قسم لے کہ والله مینے دین نہین پایا مدیون سے اور نہ کسی نے اسکی طرف سے ادا کیا اور نہ کوئی چیز اسکی میرے پاس گرو ہے اور نہ میری طرف سے کسی قابض نے کچھ قبض کیا میرے امر سے اور نہ مینے اسکو معاف کر دیا تو کل نہ بعض اور نہ مینے کسیکو اسپر حوالہ کیا انتہی اور جبکہ مبیع مشتری کے پاس مستحق ٹھیر نکلی گواہون سے تو مستحق علیہ یعنے مشتری کو مستحق سے یون قسم لینا جائز ہے کہ والله مینے اسکو نہین بیچا اور نہ ہبہ اور صدقہ کیا اور نہ یہ چیز میری ملک سے کسی وجہ سے نکلی اور دعوت آبق کی یہ صورت ہے کہ قاضی نے غلام گریختہ کو قید کیا پھر ایک شخص آیا اور اسنے اسکا دعوی کیا اور گواہون سے ثابت کیا کہ وہ اسکا غلام ہے تو اس شخص سے قسم لیجائیگی کہ وہ غلام ہنوز اسکی ملک مین باقی ہے یا ہبہ سے اسکی ملک سے خارج نہین ہوا پھر جب قسم کھائی تو اسکو دیا جاوے اور با وجود برہان قسم اسواسطے مدعی پر لازم آئی تاکہ حکم حاکم بطلان سے محفوظ رہے اور جو عاجز ہے اپنی بھلائی سے اسکی رعایت حال ہو کذا فی الطحطاوی الاقرار لا یجامع البینة الا فی اربع وکالة ووصایة واثبات دین علی میت واستحقاق عین من مشتری ودعوی الآبق اقرار مجتمع نہین ہوتا بینہ کے ساتھ یعنے جب مدعا علیہ نے دعوی کیا اقرار کیا تو اب گواہ لانے کی کچھ حاجت نہین ثبوت دعوی مین مگر

مگر چار صورتون مین اقرار مجتمع ہوتا ہو گواہون کے ساتھ وکالت مین اور وصایت مین اور دین کے اثبات مین میت پر استحقاق مین مشتری اور غلام کے دعوے مین ہم یہ چار صورتین نہین بلکہ پانچ ہین وکالت کی یہ صورت ہو کہ جب مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ یہ شخص اُس دین کے قبض کرنے کا وکیل ہو جو میرے اوسپر ہو تو وکیل گواہ لاوے اپنی وکالت پر اسواسطے کہ اگر بدون گواہون کے اسکو دین دے گا تو مدعا علیہ کو ضرر ہوگا اسواسطے کہ وہ بری الذمہ نہوگا اگر موکل قابض کی وکالت کا انکار کرے اور وصایت کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے قاضی سے کہ فلان بن فلان نے مجکو وصی کیا اور وہ مر گیا اور اسکا اسپر اتنا ہو پھر مدعا علیہ نے اسکی تصدیق کی تو قاضی اسکی وصایت کو ثابت نکرے اُسکے اقرار سے جبتک وصی گواہ نلاوے اسواسطے کہ اگر اسکو مال دے گا تو بری الذمہ نہوگا اگر میت کا وارث منکر وصایت ہو اور اثبات دین کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے بعض ورثہ پر دعوے کیا کہ میرا دین میت پر ہو سو وارث نے دین کا اقرار کیا تو مدعی وارث کے حصے سے اپنا دین لے بقدر اسکے حصے کے اور مدعی کو اختیار ہو کہ اپنے حق کے واسطے گواہ دلاوے تاکہ اسکا حق تمام ترکہ سے متعلق ہو جاوے اور اگر سب وارث اقرار کرین تو بھی گواہ اسکے مقبول ہین وارثون کے اور دوسرے دائن کے حق مین اور استحقاق مین کی یہ صورت ہو کہ مشتری نے جبکہ استحقاق کا اقرار کیا مستحق کے واسطے تو وہ ثمن پھیر نہین سکتا پھر جب مستحق گواہ گذرانے استحقاق پر تو اب ثمن پھیرے گا بائع سے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ انکار مع العلم جائز ہو تاکہ استرجاع پر قدرت حاصل ہو اور عبد آبق کے دعوے کی یہ صورت ہو کہ ایک شخص پر دعوے کیا کہ جو غلام اسکے پاس ہو وہ میرے پاس سے بھاگ آیا ہو اور اسنے اسکا اقرار بھی کیا تو مدعا علیہ کو طلب بیان جائز ہو اس احتمال سے کہ شاید کسی اور شخص کو ملک حاصل ہو گئی غلام کے مدعی کی جانب سے کذا فی الطحطاوی

لَا تَحْلِيفَ عَلَى حَقٍّ مَجْهُولٍ إِلَّا فِي سِتٍّ إِذَا اتَّهَمَ الْقَاضِي وَصِيَّ يَتِيمٍ وَمُتَوَلِّيَ وَقْفٍ وَفِي رَهْنٍ مَجْهُولٍ وَدَعْوَى سَرِقَةٍ وَغَصْبٍ وَخِيَانَةِ مُودَعٍ قسم لینا حق مجہول غیر معین پر نہین مگر چھ صورتون مین جبکہ قاضی یتیم کے وصی اور وقف کے متولی کو متہم جانے اور رہن مجہول مین اور سرقہ و غصب اور خیانت مودع کے دعوی مین ہم ایک شخص نے دعوے کیا کہ اسنے میرا مال کچھہ تلف کیا یا مدیون نے کہا کہ مین نے کچھہ دین ادا کیا مگر مجکو یاد نہین کہ کتنا تھا اور مدعا علیہ سے قسم چاہی تو قاضی اسکی طرف التفات نکرے تو جیسی جہالت قبول شہادت کی مانع ہو ویسی استحلاف کی مانع ہو لیکن اگر قاضی کو وصی یتیم یا متولی وقف مین کچھہ شبہہ پڑے تو باوجود عدم دعوے حق معلوم دونون سے قسم لے بہ بابت حال یتیم و وقف رہن مجہول کی یہ صورت ہو کہ راہن نے رہن مجہول کا دعوے کیا مثلاً ثوب غیر معین کا سو مرتہن نے اسکا انکار کیا تو مرتہن سے قسم لیجاے بعض علما نے کہا بشرطیکہ مدعی مقدار دین کو مذکور کرے بعض علما نے کہا کہ ان مسائل مین سماع دعوے مع الجہالة متفق علیہ ہو مگر ودیعت اور غصب اور سرقہ کے دعوے مین بیان قیمت بعض مشائخ کے نزدیک شرط ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ملخصًا

لَا تَحْلِيفَ الْمُدَّعِي إِذَا حَلَفَ الْمُدَّعَى عَلَيْهِ إِلَّا فِي مَسْئَلَةٍ فِي دَعْوَى الْبَحْرِ قَالَ وَهِيَ غَرِيبَةٌ يَجِبُ حِفْظُهَا أَشْبَاهٌ قُلْتُ وَهِيَ مَا لَوْ قَالَ الْمَغْصُوبُ مِنْهُ كَانَتْ قِيمَةُ ثَوْبِي مِائَةً وَقَالَ الْغَاصِبُ لَا أَدْرِي وَلَكِنَّهَا لَا تَبْلُغُ مِائَةً صُدِّقَ بِيَمِينِهِ وَأُلْزِمَ بِبَيَانِهِ فَلَوْ لَمْ يُبَيِّنْ يَحْلِفُ عَلَى الزِّيَادَةِ ثُمَّ يَحْلِفُ الْمَغْصُوبُ مِنْهُ أَيْضًا أَنَّ قِيمَتَهُ مِائَةٌ وَلَوْ ظَهَرَ خُيِّرَ الْغَاصِبُ بَيْنَ أَخْذِهِ أَوْ قِيمَتِهِ فَلْيُحْفَظْ مدعی قسم کہانے جبکہ مدعا علیہ قسم کہا چکے مگر ایک مسئلے مین جو بحر الرائق کی کتاب الدعوے مین مذکور ہو تو قسم ہی مدعی پر صاحب بحر نے کہا اور وہ مسئلہ عجیب ہو اسکا یاد رکھنا واجب ہو کذا فی الاشباہ مین کہتا ہون اور مسئلہ مذکورہ یہ ہو کہ اگر مغصوب منہ نے کہا کہ میرے کپڑے کی قیمت سو تھے اور غاصب نے کہا کہ مین تو نہین جانتا ولیکن اسکی قیمت سو تک نہ پہنچی تھی تو غاصب کی تصدیق ہوگی اسکی قسم کھانے کے ساتھ اور تفسیر بیان قیمت لازم کیا جاوے گا سو اگر وہ قیمت نہ بیان کرے تو زیادت پر قسم کھاوے یعنی یون کہے کہ واللہ اسکی قیمت سو درم نہ تھے پھر مغصوب منہ سے بھی قسم لیجاے کہ اسکی قیمت سو درم تھی اور اگر ثوب مغصوب بعد اسکے ظاہر ہو تو غاصب کو اختیار ہوگا چاہے وہ کپڑا لے یعنی بعوض دراہم مذکورہ چاہے اسکی قیمت دے تو اسکو اور یاد رکھنا چاہیے ہم اگر مدعی قسم کھاوے کہ یا سو اسکی قیمت سو درم تھے تو غاصب سے سو درم لے گا اور غاصب بعد قسم کھانے یا انکار کیے تو مغصوب منہ کا دعا ثابت ہوگا جبکہ مدعی مغصوب منہ قسم کھا لے کذا فی الطحطاوی

کتاب الاقرار

یہ کتاب ہے اقرار کے احکام میں م اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے قال اللہ تعالیٰ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ فرمایا حق تعالیٰ نے چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ثابت ہے تو اگر اقرار مقبول نہوتا تو اقرار کا کچھ فائدہ نہ تھا اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے کہ اقرار حجت ہے اپنی ذات کے حق میں مناسبتہ اِنَّ الْمُدَّعٰی عَلَیْهِ اِمَّا مُنْکِرٌ اَوْ مُقِرٌّ وَهُوَ اَقْرَبُ لِغَلَبَةِ الصِّدْقِ اور مناسبت کتاب الاقرار کی کتاب الدعوی سے یہ ہے کہ مدعا علیہ یا منکر دعوے مدعی ہے یا مقر اور وہ یعنی اقرار حق قریب تر بجانب مسلم ہے بواسطہ غلبہ صدق یعنی مدعی کا صدق اپنے دعوے میں اور مقر کا صدق اپنے اقرار میں اسواسطے کہ عاقل اپنی ذات پر کاذب اقرار نہیں کرتا جسمیں ضرر پاتا اسکے مال پر ضرر ہو تو جہت صدق فی حق نفسہ راجح ہے بسبب عدم تہمت کے اور کمال ولایت کے بخلاف اس اقرار کے جو غیر شخص کے حق میں کیے هُوَ لُغَةً الْاِثْبَاتُ یُقَالُ قَرَّ الشَّیْءُ اِذَا ثَبَتَ وہ یعنی اقرار لغت میں بمعنی اثبات ہے عرب بولتے ہیں قر الشی جبکہ شی ثابت اور مستقر ہو و شَرْعًا اِخْبَارٌ بِحَقٍّ عَلَیْهِ لِلْغَیْرِ مِنْ وَجْهٍ اِنْشَاءٌ مِنْ وَجْهٍ قَیَّدَ بِعَلَیْهِ لِاَنَّهُ لَوْ کَانَ لِنَفْسِهِ یَکُوْنُ دَعْوًی لَا اِقْرَارًا اور اصطلاح شرع میں اقرار عبارت ہے غیر شخص کے اس حق کی خبر دینے سے جو مقر پر ثابت اور لازم ہے اقرار اخبار ہے ایک راہ سے اور انشا ہے دوسری راہ سے مصنف نے اقرار کو بلفظ علیہ مفید ضرر مقر ہے مقید کیا اسواسطے کہ اپنی ذات کے حق کے واسطے اگر اخبار ہو تو وہ دعوے ہوگا نہ اقرار ہے اور اگر غیر کے حق کا اخبار ہو غیر شخص پر تو وہ شہادت ہے ثُمَّ فَرَّعَ عَلٰی کُلٍّ مِنَ الشَّبَهَیْنِ پھر مصنف نے تفریع کی دونوں شبہوں پر یعنی چونکہ اقرار اخبار اور انشا دونوں کے مشابہ تھا لہذا بعض جزئیات اقرار میں اخبار کا حکم دیا گیا بعض جزئیات میں انشا کا حکم دیا گیا فَلِلْوَجْهِ الْاَوَّلِ وَهُوَ الْاِخْبَارُ صَحَّ اِقْرَارُهُ بِمَالٍ مَمْلُوْکٍ لِلْغَیْرِ وَمَتٰی اَقَرَّ بِمِلْکِ الْغَیْرِ یَلْزَمُهُ تَسْلِیْمُهُ اِلَی الْمُقَرِّ لَهُ اِذَا مَلَکَهُ بُرْهَةً مِنَ الزَّمَانِ لِنَفَاذِهِ عَلٰی نَفْسِهِ وَلَوْ کَانَ اِنْشَاءً لَمَا صَحَّ لِعَدَمِ وُجُوْدِ الْمِلْکِ تو باعتبار وجہ اول یعنی اخبار صحیح ہے اقرار مقر کا غیر شخص کے مال مملوک کا اور جب کہ اقرار کیا تو اسکو تسلیم کرنا اس مال کا مقر لہ کو لازم ہوگا جبکہ مقر اس مال کا اک مدت تک بھی مالک ہو بسبب نافذ ہونے اقرار کے اپنی ذات پر اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح نہوتا بسبب موجود نہونے ملک کے یعنی اقرار کے وقت مقر اس مال کا مالک نہ تھا کہ اقرار صحیح ہوتا مثلاً زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام خالد کا ہے پھر زید اسکا مالک ہوا کسی وقت میں تو اسپر لازم ہوگا کہ غلام خالد کو تسلیم کرے مفتی ابو السعود نے کہا کہ اس مسئلے سے نکلتا ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک چیز کا دعوے کیا غیر کے قبضے میں پھر ایک شخص نے اسکی گواہی دی اور کسی وجہ سے مقبول نہوئی پھر شاہد اس چیز کا مالک ہوا تو اسکو تسلیم الی المدعی کا حکم ہوگا وَفِی الْاَشْبَاهِ اَقَرَّ بِحُرِّیَّةِ عَبْدٍ ثُمَّ شَرَاهُ عَتَقَ عَلَیْهِ وَلَا یَرْجِعُ بِالثَّمَنِ اَوْ بِوَقْفِیَّةِ دَارٍ ثُمَّ شَرَاهَا اَوْ وَرِثَهَا صَارَتْ وَقْفًا لِمُؤَاخَذَتِهِ بِزَعْمِهِ اور اشباہ میں ہے کہ ایک غلام کی آزادی کا اقرار کیا پھر اسکو خرید کیا تو وہ غلام اسپر آزاد ہو جائے گا اور اسکا ثمن بائع سے نہ پھیر سکے گا یا ایک گھر کے وقف ہونے کا اقرار کیا پھر اسکو خرید لیا یا اسکا وارث ہوا تو وہ گھر وقف ہو جائے گا اسکے زعم پر مواخذہ کر کے م رجوع ثمن اسواسطے نہوگا کہ اقرار فقط مقر پر حجت ہوتا ہے غیر پر وَلَا یَصِحُّ اِقْرَارُهُ بِطَلَاقٍ وَعَتَاقٍ مُکْرَهًا وَلَوْ کَانَ اِنْشَاءً لَصَحَّ لِعَدَمِ التَّخَلُّفِ اور صحیح نہیں اسکا اقرار طلاق اور عتاق کا زبردستی سے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہوتا بجہت عدم تخلف کے م طلاق اور عتاق کا اقرار از راہ زبردستی اسواسطے صحیح نہیں کہ دلیل کذب یعنی اکراہ موجود ہے اور اقرار اخبار ہے احتمال رکھتا ہے صدق اور کذب کا تو اسکے مدلول لفظی وضعی کا تخلف لفظ سے جائز ہے اور اگر انشا ہوتا تو تخلف صحیح نہوتا اسواسطے کہ انشا میں مدلول لفظی وضعی کا تخلف ممتنع ہے وَصَحَّ اِقْرَارُ الْعَبْدِ الْمَاْذُوْنِ بِعَیْنٍ فِیْ یَدِهِ وَالْمُسْلِمِ بِخَمْرٍ وَبِنِصْفِ دَارٍ مُشَاعًا وَالْمَرْاَةِ بِالزَّوْجِیَّةِ مِنْ غَیْرِ شُهُوْدٍ وَلَوْ کَانَ اِنْشَاءً لَمَا صَحَّ اور صحیح ہے اقرار عبد ماذون کا اس عین میں جو اسکے پاس ہے اور مسلم کا اقرار صحیح ہے شراب میں اور اپنے گھر میں نصف مشاع کا اقرار صحیح ہے اور زوجیت کا اقرار عورت کی جانب سے بلا شہود صحیح ہے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو مسائل مذکورہ میں صحیح نہوتا م درصورت انشا ہونے کے عبد ماذون کا اقرار اسواسطے صحیح نہوتا کہ اسکا اقرار تبرع ہوتا اسکی جانب سے اور عبد ماذون تبرع کے نہیں اور جب مسلم نے شراب کا اقرار کیا تو اسکو حکم ہوگا کہ مقر لہ کو تسلیم کرے اور اگر انشا ہوتا اقرار تو لازم آتی

[illegible]

تملیک شراب کی جانب سے اور حالانکہ مسلم نہ شراب کا مالک ہو سکتا ہے نہ غیر کو مالک کر سکتا ہے اور نصف دار مشاع کا اقرار صحیح ہوا بسبب اسکے اخبار ہونے کے اور اگر انشا ہوتا تو ہبہ مشاع ہوتا اور ہبہ مشاع قابل قسمت تمام نہیں ہوتا باوجود قبض کے بھی اور اسیطرح زوجیت کا اقرار اخبار ہونے کی جہت سے صحیح ہوا اور نہ بلا شہود صحیح نہوتا ولا تسمع دعواہ علیہ بانہ اقر لہ بشیء معین بناءً علی الاقرار لہ بذلک بہ یفتی لانہ اخبار یحتمل الکذب حتی لو اقر کاذبا لم یحل لہ لان الاقرار لیس سببا للملک نعم لو سلمہ برضاہ کان ابتداء ہبۃ وہو الاوجہ بزازیہ اور مسموع نہیں دعوی مقر اسیطرح کہ اسنے اسکے واسطے شیء معین کا اقرار کیا بنا بر اُس اقرار کے اسی قول کا فتوی ہے اسواسطے کہ اقرار محتمل کذب کا ہے یہانتک کہ اگر جھوٹا اقرار کرے تو مقر لہ کو وہ چیز حلال نہیں یعنے اسکو زبردستی لینا باعتبار دیانت کے جائز نہیں اسواسطے کہ اقرار مالک ہونے کا سبب نہیں ہاں اگر مقر اپنی خوشی مقر لہ کو وہ چیز تسلیم کرے تو اب یہ ابتداءً ہبہ ٹھہریگا اور یہی قول اوجہ اور مدلل تر ہے کذا فی البزازیہ الا ان یقول فی دعواہ ہو ملکی واقر لی بہ او یقول لی علیہ کذا وہکذا اقر بہ فتسمع اجماعا لانہ لم یجعل الاقرار سببا للوجوب مگر یہ کہ مدعی اپنے دعوے میں یون کہے وہ شیء میری ملک ہے اور مدعا علیہ نے اسکا اقرار بھی کیا ہے میرے واسطے یا یون کہے کہ میرا اُسپر اتنا ہے اور اسیطرح اسنے اقرار بھی کیا ہے تو اب دعوی مسموع ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار کو وجوب ملک کا سبب نہیں ٹھہرایا ثم لو انکر الاقرار ہل یحلف الفتوی انہ لا یحلف علی الاقرار بل علی المال پھر بعد دعوی مالک کے اقرار کے اگر مدعا علیہ اپنے اقرار کرنے کا منکر ہو تو کیا اُس سے قسم لیجائے گی یا نہیں فتوی یہ ہے کہ اُس سے اقرار پر قسم نلی جائیگی بلکہ مال مدعا پر قسم لیجاوے واما دعوی الاقرار فی الدفع فتسمع عند العامۃ اور اقرار کا دعوی دفع میں جمہور فقہا کے نزدیک مسموع ہے یعنی اگر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ اُسکا حق جانب مدعا علیہ کچھ نہیں یا یہ نہیں مدعا بہ مدعا علیہ کی ملک ہے تو دعوی مسموع اور گواہ مقبول ہیں وللوجہ الثانی وہو الانشاء لو رد المقر لہ اقرارہ ثم قبل لا یصح ولو کان اخبارا لصح اور باعتبار وجہ ثانی یعنی اقرار کے انشا ہونے کے اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا بعد اسکے قبول کیا تو صحیح نہیں اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو صحیح ہوتا حکم اقرار بعد رد کے وہان صحیح نہیں جہان اقرار رد ہو جاتا ہے رد کر دینے سے چنانچہ ہبہ وغیرہ اور جو چیز رد کر دینے سے رد نہیں ہوتی چنانچہ رق اور نسب تو انمین اگر اقرار کریگا اور بعد رد کرنے کے مقر لہ اسکا دعوی کریگا تو مقبول ہے اور عقود لازمہ مانند نکاح رد نہیں ہوتے رد کرنے سے تو اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے کل نکاح کیا عورت نے کہا کہ نہیں پھر بولی کہ ہان اور مرد بولا کہ نہیں تو مرد کو نکاح لازم ہوگا اسواسطے کہ مرد کا اقرار باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ نکاح عقد لازم ہے کہ بمجرد انکار احد الزوجین کے باطل نہیں ہوتا تو عورت کی تصدیق بعد تکذیب کے صحیح ہے تو نکاح ثابت ہوگا اور مرد کا انکار بعد اقرار کے معتبر نہوگا کذا فی الطحطاوی واما بعد القبول فلا یرتد بالرد اور بعد قبول کر لینے کے تو اقرار رد نہیں ہوتا رد کر دینے سے ولو اعاد المقر اقرارہ فصدقہ لزمہ لانہ اقرار اٰخر اور اگر مقر نے دوبارہ اقرار کیا بعد رد کرنے کے سو مقر لہ نے اسکی تصدیق کی تو اسکو لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ دوسرا اقرار ہے جسکی تصدیق ہوئی اور اقرار مردود اور تصادقہ لو انکر اقرارہ الثانی لا یحلف ولا تقبل علیہ بینۃ قال البزازی وفی الاشباہ قبولہا واعتمدہ ابن الشحنۃ واقرہ الشیخ علاء پھر اگر مقر نے اپنے اقرار ثانی کا انکار کیا تو اُس سے قسم نلیجائیگی اور مقر لہ کے گواہ اُسپر مقبول نہونگے قاضی بدیع اور استاد صاحب قنیہ نے کہا اور اشباہ بقواعد فقہ قبول بینہ ہے اور ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے اسپر اعتماد کیا ہے اور شیخ علا نے اس قول کو ثابت رکھا ہے والملک الثابت بہ بالاقرار لا یظہر فی حق الزوائد المستہلکۃ فلا یملکہا المقر لہ ولو اخبارا لملکہا اور جو ملک کہ اقرار سے ثابت ہو ظاہر نہیں ہوتی زوائد مستہلکہ کے حق میں تو زوائد مذکورہ کا مقر لہ مالک نہوگا اور اگر اقرار اخبار ہوتا تو انکا مالک ہوتا مثلاً زید نے کہا کہ یہ باغ خالد کا ہے اور پھل اُس باغ کے لیا تھے سو اسنے توڑے اور اپنے تصرف میں لایا تو زید پر اسکا ضمان لازم نہوگا کیونکہ اس صورت میں اقرار انشا ہے گویا اسنے فی الحال خالد کو مالک کیا اقر حر مکلف یقظان طائعا او عبد او صبی او معتوہ ماذون لہم ان اقر بتجارۃ

فائدہ اہم

کاقرار محجور بحد وقود والا فبعد عتقہ ونائم ومغمی علیہ کمجنون وسبق السکران ومر المکرہ بحق معلوم او مجہول صح حق معلوم یا مجہول کا اقرار کیا آزاد بالغ عاقل بیدار نے اپنی خوشی سے یا عبد ماذون یا صغیر ماذون یا معتوہ ماذون نے اقرار کیا بشرطیکہ ماذونین کا اقرار متعلق سوداگری ہو تو صحیح ہی جیسے عبد محجور غیر ماذون کا اقرار حد اور قصاص میں صحیح ہی اور اگر عبد محجور کا اقرار مال کا ہو نہ حد اور قصاص کا تو بعد عتق کے صحیح ہوگا یعنی اُسکا مواخذہ بعد اُسکے آزادی کے ہوگا اور سوتا آدمی اور مغمی علیہ مجنون کے مانند ہی جسکا اقرار صحیح نہیں اور مست کا اقرار آگے مذکور ہوگا اور مکرہ کا اقرار عنقریب مذکور ہوچکا کہ طلاق اور عتاق میں بھی زبردستی کا اقرار صحیح نہیں ہم عبد اور صغیر اور معتوہ ماذونین کا اقرار مال میں صحیح ہی اسواسطے کہ یہ ضروریات تجارت سے ہی اور اگر انکا اقرار صحیح نہو تو کوئی شخص اُنسے معاملہ نکرے تو جو امر متعلق تجارت ہو وہ اذن میں داخل ہی چنانچہ دیون اور عواری اور مضاربات اور غصوب اور جو امر متعلق تجارت نہیں چنانچہ مہر اور جنایات اور ضمانت ہیں اُنکا اقرار صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی لان جہالۃ المقر بہ لا تضر الا اذا بین سببا تضرہ الجہالۃ کبیع واجارۃ اقرار حق مجہول کا اسواسطے صحیح ہوا کہ جہالت مقربہ کی مضرت نہیں کرتی مگر جبکہ مقر ایسا سبب بیان کرے جسکو جہالت ضرر کرتی ہی چنانچہ بیع اور اجارہ ہم اقرار مجہول اسواسطے صحیح ہوا کہ گاہے مقر پر حق مجہول لازم آجاتا ہی اسطرح کہ اُسنے کچھ مال تلف کر ڈالا جسکی قیمت اُسکو معلوم نہیں ہاں بیع اور اجارہ کی جہالت البتہ مضر ہی مثلاً اقرار کیا کہ اُسنے فلانے سے کوئی چیز بیع کی یا اجارہ رکھی یا کوئی چیز خریدی کی تو اقرار صحیح نہیں اور مقر پر جبر نہوگا تسلیم کیلیے اما جہالۃ المقر فتضر کقولہ لی علی احدنا الف درہم لجہالۃ المقضی علیہ الا اذا جمع بین عبدہ ونفسہ فیصح اور اقرار کرنے والے کی جہالت تو مضر ہی چنانچہ مقر کا یوں کہنا کہ ہم لوگوں میں سے ایک شخص پر ہزار درم تیرے ہیں بسبب نہ معلوم ہونے اُس شخص کے جسپر ہزار درم کا حکم کیا جائے مگر جبکہ مقر اپنے غلام اور اپنی ذات کو جمع کرے تو ایسی جہالت مقر کی صحیح ہم مثلاً ایک شخص نے یوں اقرار کیا کہ تیرے پانچ درم ہیں مجھپر یا میرے غلام پر تو صحیح ہی اسواسطے کہ ہر صورت مولی پر مطالبہ متوجہ ہوگا نہ غلام پر وکذا تضر جہالۃ المقر لہ ان تفحشت کلواحد من الناس علی کذا اور اسیطرح مقر لہ کی جہالت ضرر کرتی ہی اگر جہالت فاحش اور کثیر ہو چنانچہ یوں اقرار کرنا کہ لوگوں میں سے ایک شخص کا مجھپر اتنا مال ہی وان لا کلاحد ہذین علی کذا فیصح ولا یجبر علی البیان جہالۃ المدعی بحر ونقلہ فی الدرر ولکن باختصار مخل کما بینہ عزمی زادہ اور اگر مقر لہ کی جہالت فاحش نہو تو ضرر نہیں کرتی چنانچہ یہ اقرار کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کا میرے اوپر اتنا ہی تو صحیح ہی اور مقر پر جبر نکیا جائیگا بیان کرنے پر بسبب مجہول ہونے مدعی کے کذا فی البحر اور اسکو درر میں نقل کیا ہی لیکن باختصار مخل چنانچہ عزمی زادہ نے بیان کیا ہی ہم مثال مذکور میں اسواسطے اقرار صحیح ہوا کہ صاحب حق باہر نہیں ان دو شخصوں سے اور ایسی صورت میں امر ہوگا یاد کرنے کا اسواسطے کہ صاحب حق کو گاہے مقر بھول بھی جاتا ہی صاحب درر کی نقل میں خلل یہ واقع ہوا کہ اُسنے جبر علی البیان ذکر کیا ہی اور عزمی زادے کا حاصل بیان یہ ہی کہ مقر پر جبر اُس صورت میں ہی جبکہ مقر بہ مجہول ہو نہ کہ مقر لہ کی جہالت میں اسواسطے کہ جبر ہوتا ہی صاحب حق کے واسطے اور وہ یہاں مجہول ہی کذا فی الطحطاوی ولزمہ بیان ما جہل کشئ وحق بذی قیمۃ کفلس وجوزۃ لا بما لا قیمۃ لہ کحبۃ حنطۃ وجلد میتۃ وصبی حر لانہ رجوع فلا یصح اور مقر کو لازم ہوگا اُس مقر بہ کا بیان کرنا جسکو اُسنے مجہول بیان کیا مانند شئ اور حق کے بیان چاہیے قیمت والی چیز سے چنانچہ پیسا اور اخروٹ نہ اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ ایک دانہ گیہوں کا اور مردار کی کھال اور صغیر آزاد اسواسطے کہ بلا قیمت چیز کا بیان کرنا رجوع ہی اقرار سے تو صحیح نہوگا ہم جبکہ مقر نے حق مجہول کا اقرار اسطرح کیا کہ زید کی مجھپر کچھ چیز ہی یا حق تو اُسپر بیان لازم ہی قیمت دار چیز سے نہ بلا قیمت سے زیلعی میں ہی کہ اگر مقر نے یوں بیان کیا کہ میں نے حق سے حق اسلام کا ارادہ کیا تو اُسکی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ اسکو عرف میں حق نہیں بولتے اور یہی حق لائق اعتماد کے ہی والقول للمقر مع حلفہ لانہ المنکر ان ادعی المقر لہ اکثر منہ ولا بینۃ اور مقر کا قول مقبول ہی اُسکی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ منکر ہی زیادت کا اگر مقر لہ اُسکے بیان کرنے سے زیادہ تر کا دعویٰ کرے اور

اُسکے گواہ ہون ولا یصدق فی اقل من درھم فی علی مال اور تصدیق نہوگی مقر کی ایک درم سے کمتر مین اس اقرار مین کہ میرے اوپر مال ہے یعنی ہو اسطے
کہ درم سے کمتر کو عرف مین مال شمار نہین کرتے ومن النصاب ای نصاب الزکوٰۃ فی الاصح اختیار وقیل ان المقر فقیرا فنصاب السرقۃ وصحح ف
مال عظیم لو بینه من الذهب والفضة اور اگر مقر نے اقرار کیا کہ مجھپر مال عظیم ہے سونے یا چاندی سے تو نصاب یعنی نصاب زکوٰۃ سے کمتر کے
بیان مین اسکی تصدیق نہوگی کذا فی الاختیار اور بعضون نے کہا کہ اگر مقر محتاج ہو تو نصاب سرقہ سے کمتر مین تصدیق نہوگی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے
ہم نصاب زکوٰۃ کو مال عظیم اسواسطے قرار دیا کہ نصاب عظیم ہے شرع نے اسی صاحب نصاب کو غنی قرار دیا اور مواسات فقرا اسپر واجب ہوگی اور عرف مین بھی
اسکو غنی کہتے ہین ومن خمس وعشرین من الابل لانها ادنی نصاب یؤخذ من جنسه اور پچیس اونٹ سے کمتر مین اسکی تصدیق نہوگی اگر یون
بولا کہ مجھپر مال عظیم ہے اونٹون سے اسواسطے کہ پچیس اونٹ کمتر نصاب ہے جو اونٹ کی جنس سے لیجاتی ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال کا کہ اونٹ کی کمتر
نصاب پانچ اونٹ ہین جسمین ایک بکری لیجاتی ہے حاصل جواب یہ ہے کہ پچیس سے کمتر مین زکوٰۃ ہم نصاب نہین لیجاتی ہان پچیس سے ایک اونٹ لیا جاتا
ہے تو باعتبار اخذ مجانس پچیس ہی ادنے نصاب ٹھہری ومن قدر النصاب قیمة فی غیر مال الزکوٰۃ اور مقدار نصاب کی قیمت سے کمتر مین
تصدیق نہوگی غیر مال زکوٰۃ مین ہم یعنی جس مال مین زکوٰۃ واجب نہین اسکو مال عظیم کے بیان مین ذکر کیا اسطرح کہ مجھپر مال عظیم ہے ثیاب اور کتب سے تو
یہان نصاب باعتبار قیمت کے معتبر ہوگی یعنی اگر اتنے ثیاب یا اتنی کتابین ذکر کین جنکی قیمت دو سو درم چاندی یا ساڑھے سات مثقال سونا نہین تو اسکی
تصدیق نہوگی ومن ثلثة نصب فی اموال عظام ولو فسره بغیر مال زکوٰۃ اعتبر قیمتها کما مر اور تین نصابون سے کمتر مین تصدیق
نہوگی اس قول مین کہ علی اموال عظام یعنی مجھپر بہت سے مال ہین اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنی ثیاب وغیرہ سے کریگا تو تین نصابون کی
قیمت معتبر ہوگی چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا ہم اموال عظام مین تین نصابین اسواسطے معتبر ہوئین کہ تین اقل جمع ہین وفی دراھم ثلثة اور
دراہم مین تین درم سے کمتر مین تصدیق نہوگی یعنی اگر یون اقرار کیا کہ مجھپر دراہم ہین تو تین دراہم سے کمتر مین تصدیق نہوگی بدلیل گذشتہ وفی دراھم
او دنانیر او ثیاب کثیرۃ عشرۃ لانها نهایة اسم الجمع اور اگر اقرار کیا کہ مجھپر دراہم کثیرہ یا دنانیر کثیرہ یا ثیاب کثیرہ ہین تو دس درم یا دس دینار یا دس
کپڑے لازم ہونگے اسواسطے کہ دس منتہاے اسم جمع ہے تو وہی اکثر ٹھہرا باعتبار لفظ اسکے ہم عشرہ نہایت جمع قلت کی ہے نہ جمع کثرت کی تو اگر
شارح یون کہتا لانها اقل مدلول جمع الکثرة تو بہتر ہوتا اور یہ مذہب ہے احد القولین پر کذا فی الطحطاوی وکذا درھم دراھم علی المعتمد اور
اس اقرار مین کہ علی کذا درھما ایک درم لازم ہوگا بقول معتمد ولو خفضه لزمه مائة درھم اور درہم کو بعد لفظ کذا کے کسور کہا اسطرح کہ علی کذا درھم تو سو
درم لازم ہونگے وفی دریھم درھم وعلیه درھم والمعتبر الوزن المعتاد الا بحجة زیلعی اور اس اقرار مین کہ علی دریھم بلفظ تصغیر یا بیان کیا
کہ علی درھم عظیم ایک درم لازم ہوگا اور درم کا وزن وہ معتبر ہے جو اس شہر مین رائج اور مستاد ہو مگر حجت کے ساتھ غیر معتاد معتبر ہوگا کذا فی الزیلعی
ہم یعنی تصغیر اور تعظیم مین پورا درم باعتبار وزن کے معتبر ہے نہ کم نہ زیادہ وکذا کذا درھما احد عشر اور اس اقرار مین کہ علی کذا کذا درھما گیارہ درم
لازم ہین ہم اسواسطے کہ دو عدد مبہم بغیر حرف عطف کے مقر نے ذکر کیے اور اسطرح کا اقل عدد مفسر عدد احد عشر ہے اور اکثر تسعة عشر اور اقل بلا بیان لازم ہے
اور زیادتی اسکی بیان پر موقوف ہے کذا فی البحر وکذا وکذا احد وعشرون لان نظیره بالواو واحد وعشرون اور اس اقرار مین کہ علی کذا وکذا
مقر پر اکیس درم لازم ہین اسواسطے کہ اس عدد مبہم کا مانند عدد مفسر ہے واو کے ساتھ احد وعشرون ہے ہم اگر شارح یون کہتا لانه اقل نظیره تو بہتر
ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو ثلث بلا واو فاحد عشر اذ لا نظیر له فحمل علی التکرار اور اگر لفظ کذا کو مقر تین بار بولا بدون واو کے اسطرح کہ علی کذا
کذا کذا تو احد عشر یعنی گیارہ لازم ہین ہم عدد مبہم کا مفسر کوئی مانند نہین تو تیسرا لفظ تکرار پر محمول ہوا ومعها فمائة وواحد وعشرون اور اگر

۴۲ ربع جزو سے ساڑھے سات مثقال [illegible]

سلہ یعنی مجھپر چھوٹا سا درم ہے ۱۲ منہ

کیونکہ اکیس اسکی ادنی سی نظیر ہے ۱۲

کذا کا لفظ تین بار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علی کذا وکذا وکذا تو مائۃ واحد وعشرون لازم ہین یعنی ایک سو اکیس اسواسطے کہ اقل تعبیر تین عدد کی واو کے ساتھ مائۃ واحد وعشرون ہی کذا فی الدرر وان ربع مع الواو زید الف اور کذا کا لفظ چار بولا واو کے ساتھ اسطرح کہ علی کذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر الف کا لفظ زیادہ کیا جاوے اسطرح کہ الف ومائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ سو اکیس لازم ہون گے اسواسطے کہ یہی اسکا نظیر ہی عدد مفسر سے کذا فی الدرر ولو خمس زید عشرۃ آلاف اور اگر پانچ بار کذا کا لفظ بولا اسطرح کہ علی کذا وکذا وکذا وکذا وکذا تو عدد سابق پر عشرۃ آلاف زیادہ ہون گے اسطرح کہ عشرۃ آلاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ ہزار ایک سو اکیس ولو سدس زید مائۃ الف اور اگر لفظ کذا چھ بار بولا تو عدد سابق پر مائۃ الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ مائۃ الف وعشرۃ آلاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنی ایک لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس لازم ہون گے ولو سبع زید الف الف اور اگر لفظ کذا کا سات بار بولا تو عدد سابق پر الف الف زیادہ ہوگا اسطرح کہ الف الف ومائۃ الف وعشرۃ آلاف والف ومائۃ واحد وعشرون یعنی گیارہ لاکھ گیارہ ہزار ایک سو اکیس وھکذا یعتبر نظیرہ ابدا اور اسطرح عدد مبہم کا نظیر عدد مفسر سے ہمیشہ غیر متناہی معتبر ہوگا ولو قال لہ علی او لہ قبلی فھو اقرار بدین لان علی للایجاب وقبلی للضمان غالبا اور بولا کہ لہ علی یعنی اسکا مجھپر یا یون بولا کہ لہ قبلی یعنی اسکا میری جانب تو یہ قول دین کا اقرار ہے اسواسطے کہ لفظ علی ایجاب کے واسطے ہے اور لفظ قبلی ضمان کیواسطے غالبا مستعمل ہے ہم قول اول اسواسطے دین کا اقرار ہوا کہ علی ایجاب مین مستعمل ہوتا ہے اور محل ایجاب ذمہ ہے اور ذمہ مین دین ثابت ہوتا ہے نہ عین اور قبلی کا لفظ اگرچہ ایجاب اور امانت دونون مین مستعمل ہوتا ہے لیکن ایجاب مین اسکا استعمال غالب ہے اور مطلق غالب الاستعمال کیطرف منصرف ہوتا ہے کذا فی الاتقانی وصدق ان وصل بہ ھو ودیعۃ لانہ یحتملہ مجازا اور اسکی تصدیق ہوگی اگر اسنے اس کلام سے ھو ودیعۃ کو ملایا اسواسطے کہ لفظ علی اور قبلی کا مجازا ودیعت کا بھی احتمال رکھتا ہے ہم اسواسطے کہ علی وقبلی سے وجوب پیدا ہوتا ہے اور وجوب ودیعت مین بھی متحقق ہے اسواسطے کہ ودیعت کا حفظ واجب ہے اور قبلی کا استعمال معلوم ہوچکا کہ امانت مین بھی ہوتا ہے وان فصل لا یصدق لتقررہ بالسکوت اور اگر ھو ودیعۃ کو علی یا لہ قبلی سے جدا کہا تو اسکی تصدیق نہو گی بسبب ثابت ہونے دین کے سکوت سے اور لکا مین سے عندی او معی او فی بیتی او فی کیسی او صندوقی اقرار بانہ امانۃ عملا بالعرف اور لفظ عندی یا معی یا فی بیتی یا فی کیسی یا فی صندوقی اسکا اقرار ہے کہ وہ چیز امانت ہے عرف پر عمل کرنے سے یعنی اسکی چیز میرے نزدیک ہے یا میرے ساتھ یا میرے گھر مین یا میری تھیلی مین یا میرے صندوق مین ہے جمیع مالی او ما املکہ لہ او لہ من مالی او من دراھمی کذا فھو ھبۃ لا اقرار اگر بولا کہ میرا سب مال اسکا ہے یا جسکا مین مالک ہون اسکا ہے اور میرے مال سے یا میرے دراہم سے اسکے اتنے ہین تو یہ قول ہبہ ہے نہ اقرار ولو عبر بفی مالی او بفی دراھمی کان اقرارا بالشرکۃ اور اگر ان تعبیر کی کہ میرے مال مین یا میرے درمون مین اسکا اتنا ہے تو یہ شرکت کا اقرار ہے فلابد لصحۃ الھبۃ من التسلیم بخلاف الاول تو ضرور ہے ہبہ صحیح ہونے کے واسطے تسلیم جمیع مال مین بخلاف اقرار کے کہ اسکی صحت کے لیے تسلیم ضرور نہین ہم بیکہ جمیع مالی لہ یا ما املکہ لہ ہبہ ٹھہرا نہ اقرار تو اگر بعد اس قول کے اسنے اپنا سب مال اسکو سپرد دیا تو ہبہ صحیح ہوگا والا فلا یصح والاصل انہ متی اضاف المقر بہ الی ملکہ کان ہبۃ اور قاعدہ کلیہ یہان یہ ہے کہ جب مقر نے مقر بہ کو اپنی ملک کیطرف مضاف اور منسوب کیا تو وہ ہبہ ہوگا ہم اسواسطے کہ اپنی ذات کیطرف نسبت کرنا اسکے منافی ہے کہ اسکو محمل سمجھے اقرار پر کہ وہ اخبار ہے نہ انشا بلکہ جب انشا ہوا تو قول مذکور ہبہ ہوگیا تو اسمین وہ شرط ہوگی جو ہبہ مین شرط ہے اگر اسکو اپنی ذات کیطرف مضاف نکیا مثلا یون کہا کہ ہذا المال لفلان یعنی یہ مال فلانے شخص کا ہے تو یہ اقرار ہے نہ ہبہ ولا یرد ما فی بیتی لانہا اضافۃ نسبۃ لا ملک اور قاعدہ مذکورہ پر یہ اعتراض وارد نہوگا ما فی بیتی کا اسواسطے کہ یہ نسبت اضافت ہے نہ ملک کی ہم حاصل اعتراض یہ ہے کہ ما فی بیتی مین اضافت بیت کی مقر کیطرف موجود ہے اور باوجود اسکے اقرار ہے نہ ہبہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ ملک مقر کی اضافت ملک نہین بلکہ نسبت کی اضافت ہے چنانچہ لکھنو کا مثلا رہنے والا کہے کہ لکھنو میرا شہر ہے تو یہ سکونت شہر کی اضافت ہے نہ ملک کی ولا الارض التی حدودہا کذا لطفلی فلان فانہ ھبۃ وان لم یقبضہ لانہ فی یدہ الا ان یکون

مما یحتمل القسمة فیشترط قبضه مفرزا انتہی للاضافة تقدیرا بدلیل قول المصنف اقر لآخر بعین ولم یضفه لکن من المعلوم لکثیر من الناس انه ملکه فهل یکون اقرارا او تملیکا ینبغی الثانی فیراعی فیه شرائط التملیک فراجعه ۔ اور یہ اعتراض وارد ہوگا قاعدہ مذکورہ پر اس قول کا کہ جس زمین کی ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلانے طفل کی ہے اسواسطے کہ یہ قول ہبہ ہے اگرچہ طفل نے اسپر قبضہ نکیا ہو اسواسطے کہ طفل صغیر باپ کے پاس ہے تو باپ کا قبضہ بعینہ صغیر کا قبضہ ہے مگر یہ کہ موہوب اس قسم سے ہو جسمیں قسمت کا احتمال ہو یعنی اور باپ نے غیر کو اسمین سے بعض ہبہ کیے نہ سب تو اسکا جداگانہ قبضہ شرط ہوگا انتہی الاعتراض اسواسطے زمین مذکورہ کا اعتراض وارد ہوگا کہ اضافت زمین کی متکلم کیطرف تقدیری ہے مصنف کے اس قول کی دلیل سے کہ دوسرے شخص کے واسطے شی معین کا اقرار کیا اس شی کو اپنی طرف مضاف نکیا لیکن اکثر لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ شی مقر کی ملک ہے تو کیا یہ قول اقرار ہوگا یا تملیک جواب مناسب یہ ہے کہ یہ قول تملیک ہوگا تو اسمین شرائط تملیک کی مرعی ہونگی سو اسکی طرف مراجعت کرو قاعدہ مذکورہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جب مقر بہ کو مقر اپنی طرف اضافت کرے تو وہ اقرار ہو نہ ہبہ تو چاہیے کہ مسئلہ ارض بسبب عدم ارض اضافت اقرار ہو اور حالانکہ وہ ہبہ ہے خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس مسئلہ میں اضافت صریح نہیں ہے لیکن اسمین اضافت تقدیری ہے گویا اسنے یوں کہا کہ میری وہ زمین جسکی ایسی حدیں ہیں وہ میرے فلانے طفل صغیر کی ہے اور اضافت تقدیری پر دلیل یہ ہے کہ مالک اس زمین کی لوگوں کو معلوم ہے الحاصل اضافت الی نفسه جو مقتضی تملیک ہے خواہ صریح ہو یا تقدیری کہ قرائن سے معلوم ہو چنانچہ لوگوں میں مشہور ہو تاکہ وہ متکلم کی ملک ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً قال لی علیک الف فقال اتزنه

او انتقدها او اجلنی بها او قضیتکها او ابرأتنی منه او تصدقت به علیّ او وهبته لی او احلتک به علی زید ونحو ذلک فهو اقرار له بها لرجوع الضمیر الیها فی کل ذلک عزمی زاده فکان جوابا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار ہیں سو مقر نے کہا کہ وزن کرلے یا انکو پرکھ لے یا انکی مجھکو مہلت دے یا میں تجھکو وہ دیچکا ہوں یا تونے مجھکو وہ معاف کردیے ہیں یا تونے مجھکو وہ خیرات میں دیے ہیں یا انکو تونے مجھکو ہبہ کردیا ہے یا میں نے تجھکو وہ زید سے دلائے ہیں اور مانند ایسے کلمات کے سو یہ اقرار ہے مقر لہ کے واسطے ہزار کا بسبب پھرنے ضمیر کے ہزار کی طرف ان سب مثالوں میں کذا ذکرہ عزمی زادہ تو یہ جواب ٹھہرا کلام اول کا یعنی اثبات اسکا نہ انکار اور نہ کلام جداگانہ وهذا اذا لم یکن علی سبیل الاستهزاء فان کان وشهد الشهود بذلک لم یلزمه شیء اور یہ یعنی اقرار اسوقت ہوگا جبکہ جواب مخاطب کا بطور خوش طبعی کے نہو اور اگر بطور خوش طبعی کے ہو اور گواہ خوش طبعی کے گواہی دیں تو اسپر کوئی چیز لازم نہوگی اما لو ادعی الاستهزاء لم یصدق اور اگر مخاطب نے خوش طبعی کا دعوی کیا بلا شہود تو اسکی تصدیق نہوگی وبلا ضمیر مثل اتزن الخ وکذا اتحاسب وما استقرضت من احد سواک او غیرک او قبلک او بعدک لا یکون اقرارا لعدم انصرافه الی المذکور فکان کلاما مبتدأ اور کلمات مذکورہ بدون ضمیر کے چنانچہ وزن کرلے یا پرکھ لے الخ اور جیسے حساب کیجیو تو یا میں نے کسی سے قرض نلیا سوا تیرے یا غیر تیرے یا قرض نلیا قبل تیرے یا بعد تیرے تو یہ اقرار نہوگا بسبب نہ پھیرنے ضمیر کے ہزار مذکور کیطرف تو یہ کلام جداگانہ ٹھہرا نہ جواب کلام اول والاصل ان کل ما یصلح جوابا لا ابتداء یجعل جوابا وما یصلح للابتداء لا للبناء او یصلح لهما یجعل ابتداء لئلا یلزمه المال بالشك اختیار اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ جو کلام کہ صلاحیت رکھتا ہے جواب ہونے کی نہ ابتداے کلام ہونیکی تو وہ جواب ٹھہرایا جاتا ہے اور جو لیاقت رکھتا ہے ابتداے کلام ہونیکی نہ کلام سابق پر بنا یعنی جواب ہونیکی یا ابتدا اور بنا دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ یہ قول کہ وزن کرلے تو وہ ابتدا یعنی کلام جداگانہ ٹھہرایا جاتا ہے تاکہ متکلم پر مال لازم نہ آوے شک سے کذا فی الاختیار وهذا اذا کان الجواب مستقلا فلو غیر مستقل کقوله نعم کان اقرارا مطلقا اور یہ یعنی تفصیل ذکر ضمیر اور عدم ضمیر کی اسوقت ہے جبکہ مخاطب کا جواب کلام مستقل ہو یعنی اپنے مطلب میں پورا ہو بلا حاجت انضمام غیر تو اگر جواب غیر مستقل ہو چنانچہ لفظ نعم یعنی ہاں تو اقرار ہوگا مطلقا یعنی ضمیر مذکور ہو

ایہام ضمیر کی مثال یہ کہ نعم ہو علی اور عدم ضمیر کی مثال فقط نعم اس قول کے بعد کہ لی علیک الف حتی لو قال اعطنی ثوب عبدی هذا او افتح لی

باب داری هذه او جصص لی داری هذه او اسرج فرسی هذه او اعطنی سرجها او لجامها فقال نعم کان اقرارا منه بالعبد والدار والدابة

اگر کہا کہ مجکو میرے اس غلام کا کپڑا دے یا میرے لیے اس گھر کا دروازہ کھولدے یا میرے لیے اس گھر کی چونہ کاری کردے یا زین باندہ دے میرے اس گھوڑے پر یا مجکو اس گھوڑے کا زین یا اسکی لگام دے پھر مخاطب نے کہا کہ ہان تو یہ اسکی طرف سے اقرار ہوگا غلام اور گھر اور جانور کا مقر لہ کے واسطے کذا فی الکافی یعنی غلام کا اقرار ہوگا کپڑے کے ساتھ اور جانور کا زین اور لگام کے ساتھ

قال الیس لی علیک الف فقال بلی فهو اقرار له بها وان قال نعم لا

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کیا میرے تجھ پر ہزار نہیں ہیں سو وہ بولا بلی یعنی کیوں نہیں تو یہ اقرار ہوگا اسکے واسطے ہزار کا اور اگر جواب میں کہا نعم یعنی ہان بولا تو اقرار نہ ہوگا اسواسطے کہ ثبوت اقرار میں

وقیل نعم لان الاقرار یحمل علی العرف لا علی دقائق العربیة کذا فی الجوهرة والفرق ان بلی جواب الاستفهام المنفی بالاثبات ونعم جواب بالنفی

اور بعضون نے کہا نعم یعنی ہان کہنے سے بھی اقرار ہوگا اسواسطے کہ اقرار عرف پر محمول ہو یعنی عرف میں بلی اور نعم دونون برابر ہیں نہ عربی کی باریکیون پر کذا فی الجوهرة اور فرق بلی اور نعم کا عربی میں یہ ہے کہ بلی استفہام منفی کا جواب ہے نفی کے ثابت کرنے سے اور نعم استفہام منفی کا جواب ہے اسکے نفی کردینے سے

والایماء بالرأس من الناطق لیس باقرار بمال وعتق وطلاق وبیع ونکاح واجارة وهبة

اور سر سے اشارہ کرنا بولتے آدمی کا اقرار نہیں مال اور عتق اور طلاق اور بیع اور نکاح اور اجارہ اور ہبہ کا ناطق کی قید شارح نے اسواسطے لگائی کہ صامت یعنی گونگے آدمی کا اشارہ کرنا امور مذکورہ میں مثل ناطق کے بولنے کے قبول ہوتا ہے اگرچہ وہ لکھنے پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی

بخلاف افتاء ونسب واسلام وکفر وامان کافر واشارة محرم لصید والشیخ براسه فی روایة الحدیث والطلاق فی انت طالق هکذا واشار بثلث اشارة الاشباه ویزاد الیمین کحلفه لا یستخدم فلانا او لا یظهر سره او لا یدل علیه واشار حنث عمادیة فحرر بطلان اشارة الناطق الا فی تسع فلیحفظ

بخلاف اشارہ ناطق کے نو چیزون میں فتوی دینے اور نسب اور اسلام اور کفر اور کافر کی امان دینے اور محرم کے اشارے میں شکار کی طرف اور شیخ اور عالم حدیث کا سر سے اشارہ کرنا حدیث کی روایت میں اور طلاق کا اشارہ اس قول میں کہ تو طالق ہے اسطرح اور تین بار اشارہ کیا کذا فی الاشباہ اور امور مذکورہ پر قسم زیادہ کی گئی چنانچہ کسی نے یون قسم کھائی کہ فلانے شخص سے خدمت نہ لے گا یا اسکا بھید ظاہر نہ کرے گا یا اسپر دلالت نہ کرے گا اور پھر اشارہ کیا تو حانث ہوگا کذا فی العمادیہ تو محقق ہوا اشارہ ناطق کا باطل ہونا مگر نو صورتون میں باطل نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے

وان اقر بدین مؤجل وادعی المقر له حلوله لزمه الدین حالا وعند الشافعی مؤجلا بیمینه کاقراره بعبد فی یده انه لرجل وانه استاجره منه فلا یصدق فی تاجیل واجارة لانه دعوی بلا حجة

اگر اقرار کیا دین مؤجل کا اور مقر لہ نے دعوی کیا کہ وہ فی الحال ہے تو اسپر دین فی الحال لازم آوے گا اور امام شافعی کے نزدیک دین مؤجل لازم ہوگا مقر کے قسم کھانے کے ساتھ جیسے اسکا اقرار اس غلام کا جو اسکے پاس ہو کہ وہ غلام ہی ایک مرد کا اور اسنے اسکو بطریق اجارہ کے اس سے لیا ہی تو مقر کی تصدیق نہ ہوگی تاجیل میں اور اجارہ غلام میں اسواسطے کہ وہ دعوی ہی بدون حجت کے ہم اسواسطے کہ مقر نے دوسرے کے حق میں اقرار کیا اپنی ذات پر اور ایک حق کا دعوی کیا مقر لہ پر تو اسکا اقرار حجت ہی اور اسکا دعوی بلا حجت مقبول نہیں کذا فی الحموی وحینئذ یستحلف المقر له فیهما اور اس صورت میں قسم لیجاویگی مقر لہ سے دونون میں یعنی تاجیل اور اجارہ میں

بخلاف ما لو اقر بالدراهم السود فکذبه فی صفتها حیث یلزمه ما اقر فقط لان السود نوع والاجل عارض لثبوته بالشرط والقول للمقر فی النوع وللمنکر فی العوارض

بخلاف اسکے کہ اگر اقرار کیا سیاہ درہمون کا اور مقر لہ نے اسکی تکذیب کی درہمون کی صفت میں یعنی انکے سیاہ ہونے میں اسواسطے کہ مقر کو وہی فقط لازم ہونگے جنکا اسنے اقرار کیا اسواسطے کہ سیاہ قسم ہی درہمون کی اور مدت دین میں عارض ہی بسبب ثابت ہونے مدت کے شرط کرنے سے اور حالانکہ مقر کا قول قسم میں مقبول ہی اور منکر کا

مطلب ہان کہنے میں
ہزار ہونے کا
مثال مذکورہ میں
سوال منفی کا
کیا میرے تجھ پر
ہزار نہیں تو
جواب میں بلی

عوارض میں مقبول ہی یعنی مدت عارض ہی کہ بغیر عقد ثابت نہیں ہوتی ہی بلکہ شرط کرنے سے ثابت ہوتی ہی اور عوارض میں منکر کا قول مقبول ہی کذا فی الحموی

کاقرار الکفیل بدین موجل فان القول له فی الاجل لثبوته فی کفالة الموجل بلا شرط یعنی ضامن کا اقرار دین موجل کا اسواسطے کہ مدت میں ضامن ہی کا قول مقبول ہی بسبب ثابت ہونے مدت کے ضمانت موجل میں بدون شرط کرنے کے اسواسطے کہ ضمانت میں مدت لازم ہی تو عارض کہ شرط پر اسکا ثبوت موقوف ہو کذا فی الحموی وشراء امة متنقبة اقرار بالملک للبائع کثوب فی جراب یعنی نقاب والی لونڈی کا خریدنا ملک بائع کا اقرار ہی جیسے گٹھری کے اندر کپڑے کا خرید کرنا ملک بائع کا اقرار ہی وکذا الاستیام والاستیداع وقبول الودیعة بحر والاعارة والاستیهاب والاستیجار ولو من وکیل فکل ذلک اقرار بملک ذی الید فیمنع دعواه لنفسه ولغیره بوکالة او وصایة للتناقض اور اسیطرح طلبگاری خرید و مول چکانا اور طلبگاری ودیعت رکھنے کی اور ودیعت کو قبول کرنا کذا فی البحر اور اعارہ اور طلبگاری ہبہ اور طلبگاری اجارہ اگرچہ ذی الید کے وکیل سے ہو تو یہ جمیع امور مذکورہ ملک ذی الید کے اقرار ہین تو اب طلبگار مذکور کو اسکا دعوی کرنا اپنی ذات کے واسطے یا غیر کے واسطے بذریعہ وکالت یا وصایت کے جائز نہوگا بسبب تناقض کے یعنی پہلے وہ فعل کرنا جو ملک ذی الید پر دلالت کرے پھر اپنی ملک یا غیر کی ملک کا اسمین دعوی کرنا صریح تناقض ہی بخلاف ابرائه عن جمیع الدعوی ثم الدعوی بها لعدم التناقض ذکره فی الدرر وقیل لا اقرار وصححه فی الجامع خلافا لتصحیح الهدایة بخلاف اسکا ابرا کرنے کے جمیع دعاوی سے پھر دعوی کرنے کے بواسطہ وکالت اور وصایت کے بسبب عدم تناقض کے اسواسطے کہ ابرا کرنا شخص کا اپنے مال کے جمیع دعاوی سے اسکا مقتضی نہیں کہ غیر کیطرف سے بھی اسپر دعوی نکرے ذکر کیا ہی اسکو درر میں اور بعض نے کہا کہ اقرار نہیں ہی اور صحیح کہا ہی اسکو جامع صغیر میں برخلاف تصحیح ہدایہ کے یعنی جامع صغیر مین اسکی تصحیح کی ہی کہ استیام اور استیداع وغیرہ [illegible] ملک کا اقرار نہیں [illegible] مین ہی کہ امور مذکورہ ملک ذی الید کا اقرار نہیں اسواسطے کہ مبیع مثلا شاید بائع کے ہاتھ مین بطور عاریت یا غصب کے ہو یا ذی الید وکیل یا فضولی ہو تو بائع کی ملک ثابت نہوگی اور یہ روایت زیادات کے موافق ہی کذا فی الطحطاوی ووفق شارحها الشرنبلالی بانه ان قال بعنی هذا کان اقرارا وان قال اتبیع هذا لا ویؤیده مسئلة الکتابة وختمه علی صک البیع فانه لیس اقرارا بعدم ملکه اور وہبانیہ کے شارح شرنبلالی نے جامع صغیر اور زیادات میں اسطرح توفیق کی ہی کہ اگر یون بولا کہ میرے ہاتھ بیچ اسکو تو یہ قول اقرار ہوگا یعنی اسواسطے کہ وہ بیچنا تمام ہوا اسکی ملک کا اور طالب خریدار ہوا اور اگر یون بولا کہ کیا اسکو بیچتا ہی تو اقرار نہوگا یعنی اس احتمال سے کہ اسکو فقط حال منظور ہو کہ اپنی ملک اور جواز بیع کا مدعی ہوتا ہی یا نہیں اور مؤید قول شرنبلالی ہی اسکی کتابت اور بیعنامے پر مہر کرنے کا مسئلہ اسواسطے کہ بیعنامہ لکھنا اور اسپر مہر کرنا اپنی عدم ملک کا اقرار نہیں ہی تو کاتب اور خاتم کو بعد اسکے اسکا دعوی کرنا اپنے واسطے یا غیر کے واسطے جائز ہی تو یون پوچھنا کہ تو اسکو بیچتا ہی بطریق اولے عدم ملک ذی الید کا اقرار ہوگا کذا فی الطحطاوی وله علی مائة ودرهم کلها دراهم وکذا المکیل والموزون استحسانا اور اس قول مین کہ اسکے میرے اوپر سو اور ایک درہم ہی وہ تمام درہم ہونا یعنی سو درہم اور ایک درہم اور اسیطرح مکیل اور موزون از روئے استحسان کے حکم قیاس ہی کہ مقر کو فقط معطوف یعنی ایک درہم لازم ہوا اور سو کی تفسیر اُس سے کرائی جاوے کہ سو درہم مراد ہی یا سو کپڑے اور اسی قیاس کو امام شافعیؒ نے لیا ہی وجہ استحسان یہ ہی کہ درہم بیان ہی مائة کا عادت مین اسواسطے کہ لوگ ثقیل جانتے ہین درہم کو دوبار بولنا اور کفایت کرتے ہین ایکبار کے بولنے پر اور یہ وہان ہی جو بکثرت مستعمل ہی مانند مکیل اور موزون کے کہ ذمے پر ثابت ہوتے ہین سلم اور قرض اور ثمن مین بخلاف ثیاب اور غیر مکیل اور غیر موزون کے کہ انکا وجوب ذمون پر اسطرح بکثرت نہین کذا فی الطحطاوی وفی مائة وثوب ومائة وثوبان یفسر المائة لانها مبهمة اور اس قول مین کہ اسکا مجھپر سو اور ایک کپڑا ہی اور سو اور دو کپڑے ہین سو کو دریافت کیا جائے گا مقر سے کہ کیا اسکی مراد ہی اسواسطے کہ وہ مبہم ہی غیر مفسر وفی مائة وثلثة اثواب کلها ثیاب خلافا للشافعی قلنا الاثواب لم تذکر بحرف فانصرف التفسیر

سلہ جیسے طلبگاری ہبہ جیسے اجارہ مانگنا ہی ۱۲ جیسے عاریت چاہتا ہی ۱۲م

الیھما لاستوائھما فی حاجۃ الیہ اور اس قول مین کہ مجھ پر ایک سو اور تین کپڑے ہین وہ سب کپڑے لازم ہون گے یعنی سو کپڑے اور تین کپڑے بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کہ آنکے نزدیک تین کپڑے لازم ہون گے اور سو کی تفسیر متکلم سے دریافت کیجائے ہم اسکا جواب دیتے ہین کہ اثواب بعد لفظ ثلثہ کے بحرف عطف مذکور نہین تو تفسیر مائۃ اور ثلثہ دونون کیطرف پھر گئی اسواسطے کہ تفسیر کیطرف محتاج ہونے مین معطوف اور معطوف علیہ دونون برابر ہین ولاقرار بدابۃ فی اصطبل تلزمہ الدابۃ فقط اور جانور کا اقرار اصطبل مین فقط جانور ہی متکلم کو لازم آئیگا نہ اصطبل ہم یعنی یون اقرار کیا کہ یہ جانور اصطبل مین ہے فلانے شخص کا ہے تو یہ جانور کا اقرار ہے نہ اصطبل کا اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب ثابت نہین ہوتا والاصل ان ما یصلح ظرفا ان امکن نقلہ لزماہ والا لزم المظروف فقط خلافا لمحمد وان لم یصلح لزم الاول فقط کقولہ درہم فی درہم درر اور قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل مین یہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونے کی لیاقت رکھتی ہے اگر اس چیز کا اوٹھالے جانا ممکن ہے تو مقر کو ظرف اور مظروف دونون لازم ہون گے اور اگر نقل اسکا متصور نہین جیسے اصطبل کا تو فقط مظروف لازم ہے مقر کو چنانچہ جانور بخلاف محمد رح کہ آنکے نزدیک ظرف اور مظروف دونون لازم ہین اور اگر وہ چیز ظرف ہونے کی صلاحیت نہین رکھتی تو فقط پہلی چیز لازم ہوگی چنانچہ یون کہنا کہ مجھ پر ایک درم ہے درم کے اندر کذا فی الدرر یعنی اس صورت مین درم اول لازم ہوگا نہ درم ثانی ہم اسلئے کہ اسمین ظرف ہونے کی لیاقت نہین اور نقل ظرف کی مثال چنانچہ کھجور ٹوکری مین اور طعام کشتی مین اور گیہون گون مین ہذا فی الدرر قلت ومفادہ انہ لو قال دابۃ فی خیمۃ لزماہ ولو قال ثوب فی درہم لزمہ الثوب فلیحرر ہم مین کہتا ہون اور اس قاعدے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر کہا مجھ پر جانور ہے خیمے مین تو جانور اور خیمہ دونون لازم ہون گے اسکو یعنی اسواسطے کہ نقل خیمہ ممکن ہے اور اگر یون کہا کپڑا درم مین مجھ پر ہے تو فقط کپڑا لازم ہوگا اور اسکو مین نے مصرح نہین دیکھا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اسکا جواب قاعدے سے ظاہر ہے انتہی یعنی تو اب تحریر کی کیا حاجت ہے وبخاتم تلزمہ حلقتہ وفصہ جمیعا اور انگوٹھی کے اقرار مین اسکو اسکا حلقہ اور اسکا نگین سب لازم ہوگا یعنی اسواسطے کہ خاتم عبارت ہے حلقہ اور نگین سے وبسیف جفنہ وحمائلہ ونصلہ اور تلوار کے اقرار مین اسکا میان اور پرتلا اور کوٹھی لازم ہے وبحجلۃ بحاء مہملۃ وجیم بیت مزین بستور وسود العیدان والکسوۃ اور حجلہ کے اقرار مین لکڑیان اور کپڑے لازم ہون گے حجلہ بحاے مہملہ پھر جیم عبارت ہے اس کوٹھری سے جو آراستہ پردون اور چارپائیون سے ہم طحطاوی نے کہا بموجب اس تفسیر کے کہ کوٹھری بھی لازم ہوگی اور حموی مین ہے کہ بعضون نے کہا کہ حجلہ وہ ہے جو لکڑی اور کپڑے سے بنایا جاے اور کتاب کے موافق یہی قول ظاہر ہے انتہی تو بموجب اس تفسیر کے حجلہ بالفتح کا ترجمہ چھپرکھٹ ہے اور اب غلط الفاظ ہی سے اسکو مسہری بھی کہتے ہین وبتمر فی قوصرۃ او بطعام فی جوالق او فی سفینۃ او ثوب فی مندیل او فی ثوب یلزمہ الظرف کالمظروف لما قدمناہ اور اس اقرار مین کہ مجھ پر کھجور ہے ٹوکری مین یا طعام ہے گون مین یا کشتی مین یا کپڑا ہے رومال مین یا کپڑے مین اسکو ظرف مظروف کے مانند لازم ہوگا اس دلیل سے جسکو پہلے ہمنے ذکر کیا یعنی ظرف منقول مین ظرف اور مظروف دونون لازم ہوجاتے ہین وبتمر من قوصرۃ مثلا لا تلزمہ القوصرۃ ونحوھا اور کھجور کے اقرار مین ٹوکری سے مقر پر ٹوکری اور مانند اسکے کوئی ظرف لازم نہوگا ہم اسواسطے کہ من انتزاع کے واسطے ہے تو منتزع کا اقرار ہوگا نہ منتزع منہ کا کذا فی الطحطاوی کثوب فی عشرۃ وطعام فی بیت فیلزمہ المظروف فقط لامتناع العشرۃ لا تکون ظرفا للواحد عادۃ جیسے کپڑے کا اقرار دس کپڑون مین اور طعام کا اقرار کوٹھری مین تو اسکو فقط مظروف لازم ہوگا بدلیل گذشتہ اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کا ظرف نہین ہوتے عادت مین وبخمسۃ فی خمسۃ وعنی معنی علی او الضرب خمسۃ لما مر والزمہ زفر بخمسۃ وعشرین اگر یون اقرار کیا کہ علی خمسۃ فی خمسۃ اور لفظ فی کو بمعنے علے قصد کیا یا ضرب عدد کا ارادہ کیا تو پانچ لازم ہون گے اسوجہ سے جو کتاب الطلاق مین مذکور ہو چکا۔ اور زفر نے مقر پر پچیس لازم کیے ہم چونکہ علی مقتضی انفصال اور تمیز ہے نہ مقتضی جمع لہذا فقط پانچ لازم ہوئے کتاب الطلاق مین یہ مذکور ہو چکا ہے کہ ضرب اجزا کو

زیادہ کرتی ہے نہ مال کو تو جب تو نے خمسۃ فی خمسۃ کہا تو اس سے تو نے یہ ارادہ کیا کہ ہر درم کے دراہم خمسہ سے مثلاً پانچ پانچ جزو ہیں اور ولوالجیہ میں ہے کہ جب کسی نے کہا لہ علی عشرۃ فی عشرۃ اور ضرب کا ارادہ کیا پھر اگر تکثیر اجزا کا قصد کیا تو اسپر لازم نہوں گے مگر دس اور اگر تکثیر عین کا ارادہ کیا تو سو لازم ہوں گے اور اگر ضرب کی نیت کی اور دوسری چیز کی نیت نکی یعنی تکثیر اجزا یا تکثیر عین کی نیت نکی تو اسکو دس لازم ہوں گے اجزا کی نیت پر محمول کیے جاتی اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں خلاف ہی نہیں تھا کذا فی الطحاوی وعشرۃ ان عنی مع کما مر فی الطلاق اور دس لازم ہوں گے اگر فی بمعنی مع مراد رکھے گا چنانچہ مذکور ہو چکا طلاق میں ومن درہم الی عشرۃ او ما بین درہم الی عشرۃ تسعۃ لدخول الغایۃ الاولی ضرورۃ اذ لا وجود لما فوق الواحد بدونہ بخلاف الثانیۃ وما بین الحائطین اور یوں اقرار کیا کہ مجھ پر ایک درم سے دس تک یا ما بین ایک درم کے دس تک تو نو درم لازم ہوں گے بسبب داخل ہونے پہلی حد یعنی ایک درم کے بطریق ضرورت کے اسواسطے کہ ما فوق الواحد یعنی دوسرے اور تیسرے درم کا وجود ہو نہیں سکتا بدون پہلے درم کے بخلاف دوسری حد کے یعنی دس کے اور بخلاف ما بین الحائطین کے کہ ان دونوں حدیں داخل محدود نہیں ہیں امام کے نزدیک محدود میں حدود داخل نہیں ہوتیں اسواسطے کہ حد مغایر محدود ہے لیکن یہاں پہلی حد کے داخل کرنے میں ضرورت واقع ہوئی اسواسطے کہ دوسری اور تیسری درم متحقق نہیں ہو سکتی بدون پہلی درم کے تو پہلی حد بھی ضرورت سے محدود میں داخل ہوئی اور دوسری حد کے داخل کرنے میں کوئی ضرورت داعی نہیں کذا فی الدرر فلذا قال وفی لہ کر حنطۃ الی کر شعیر لزماہ جمیعا الا قفیزا لانہ الغایۃ الثانیۃ سو اسی سبب سے یعنی مخالفت مذکورہ کے مصنف نے کہا اور اس اقرار میں کہ اس شخص کے میرے اوپر ایک کر گیہوں ہیں جو کے ایک کر تک تو اسپر دونوں کر لازم ہوں گے سوا ایک قفیز کے اسواسطے کہ قفیز دوسری حد ہے ہم گیہوں کا ظرف ایسا پیمانہ ہے جس میں [illegible] قفیز سماتے ہیں اور قفیز کہتے ہیں [illegible] نے قدوری سے نقل کیا کہ امام نے مثال مذکور میں تمام کر کو غایت قرار نہیں دیا اسواسطے کہ عادت میں غایت زیادہ نہیں ہوا کرتی شے سے اور نہ نصف اسکی لہذا قفیز کو غایت ٹھہرایا ولو قال لہ علی عشرۃ دراھم الی عشرۃ دنانیر یلزمہ الدراھم وتسعۃ دنانیر عند ابی حنیفۃ لما مر نہایۃ اور اگر کہا کہ اسکے مجھ پر دس درم ہیں دس دینار تک تو اسکو دس درہم اور نو دینار لازم ہوں گے ابوحنیفہ کے نزدیک بدلیل گذشتہ کذا فی النہایہ یعنی اسواسطے کہ غایت ثانیہ داخل نہیں ہوتی وفی لہ من داری ما بین ھذا الحائط الی ھذا الحائط لہ ما بینھما فقط لما مر اور اس قول میں کہ اسکا میرے گھر میں سے ما بین اس دیوار سے اس دیوار تک ہے تو مقر لہ کے واسطے دونوں دیواروں کا فقط ما بین لازم ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی من درہم الی عشرۃ میں پہلی حد بسبب ضرورت کے داخل ہوئی تھی اور یہاں کچھ ضرورت نہیں لہذا دونوں دیواریں محدود میں داخل نہ ہوں گی فقط ما بین الحائطین لازم ہوگا وصح الاقرار بالحمل المحتمل وجودہ وقتہ ای وقت الاقرار بان تلد لدون نصف حول لو مزوجۃ او لدون حولین لو معتدۃ لثبوت نسبہ اھ صحیح ہے اقرار اس حمل کا جسکا موجود ہونا محتمل ہو اقرار کے وقت اسطرح پر کہ لونڈی جنے نصف سال سے کم مدت میں اگر وہ منکوحہ ہو یا دو سال سے کم مدت میں اگر وہ عدت میں ہو بسبب ثابت ہونے اسکے نسب کے عدت تک اھ یعنی لونڈی یا جانور کے حمل کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے صحیح ہے اسطرح کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل یعنی بچہ اسکا فلانے شخص کا ہے اگرچہ اسکا سبب بیان نکرے اسواسطے کہ اسکی تصحیح کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ کسی شخص نے مقر لہ کے واسطے حمل کی وصیت کی ہوگی اور وہ مرگیا پھر اسکے وارث نے اسکا اقرار کیا کذا فی الدرر وشرح الطحاوی ولو الحمل غیر آدمی ویقدر بادنی مدۃ یتصور ذلک عند اھل الخبرۃ زیلعی لکن فی الجوھرۃ اقل مدۃ حمل الشاۃ اربعۃ اشھر واقلھا لبقیۃ الدواب ستۃ اشھر حمل کا اقرار صحیح ہے اگرچہ غیر انسان کا حمل ہو اور جانور کے حمل کا اندازہ ہوگا اس کم مدت سے جو اسکے واسطے متصور ہو تجربہ کاروں کے نزدیک کذا فی الزیلعی لیکن جوہرہ میں ہے کہ بکری کی اقل مدت حمل چار مہینے ہیں اور باقی جانوروں کی اقل مدت چھ مہینے ہیں وان لم یبین المقر سببا صالحا یتصور للحمل کالارث والوصیۃ کقولہ مات ابوہ فورثہ او اوصی لہ بہ فلان فیجوز الا فلا کما یاتی اور محتمل الوجود کے واسطے اقرار کرنا صحیح ہے

یعنی یون کہنا کہ یہ مال اس لڑکے کا ہے جو اس عورت کے پیٹ مین ہے صحیح ہے بشرطیکہ مقر اُسکے مالک ہونے کا ایسا سبب صالح بیان کرے کہ اُسکے واسطے
ممکن اور متصور ہو چنانچہ ارث اور وصیت جیسے مقر کا یون کہنا کہ اُس بچہ کا باپ مر گیا سو وہ اُسکا وارث ہوا یا اُس مال کی اُسکے واسطے فلانے شخص نے
وصیت کی ہے تو اقرار جائز ہوگا اور اگر سبب صالح بیان نکرے تو اقرار جائز نہین چنانچہ عنقریب اسکا ذکر آویگا فان ولدته حیا لاقل من نصف حول
مذ اقر فله ما اقر وان ولدت حیین فلهما نصفان ولو احدهما ذکرا والاخری انثی فکذلک فی الوصیة بخلاف المیراث ای فانه
یعطی للذکر مثل حظ الانثیین سو اگر عورت جنی اسکو زندہ نصف سال سے کم مین جس وقت کہ اقرار کیا تو وہ مال اُسکا ہے جسکا اُسنے اقرار کیا اگر دو زندہ
لڑکے جنی تو دونون کے واسطے نصف نصف مال ہوگا اور اگر ایک نر ہے اور دوسرا مادہ تو اسیطرح انصاف انصاف مال دونون کو ملیگا بخلاف میراث کے یعنی نر کو
مادہ کے دو حصے ملینگے ھ اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مدت مین جنیگی تو اُسکو کچھ نملیگا مگر درصورت معتدہ ہونے عورت کے دو سال سے کم مین کذا فی الحموی
وان ولدت میتا فیرد لورثة ذلک الموصی والمورث لعدم اهلیة الجنین اور اگر عورت مردہ بچہ جنی تو وہ مال اُس موصی یا مورث کے وارثون کو
پھیر دیا جاے بسبب عدم اہلیت جنین کے یعنی مردہ بچہ میراث اور وصیت کی لیاقت نہین رکھتا وان فسره بما لا یتصور کهبة او بیع او اقراض او ابهم
الاقرار ولم یبین سببا لغا وحمل محمد المبهم علی السبب الصالح وبه قالت الثلثة اور اگر مقر نے ایسا سبب بیان کیا جو ممکن و متصور
نہین چنانچہ ہبہ یا بیع یا قرض دینا یا اقرار کو مبہم رکھا اور اُسکا سبب بیان نکیا تو اقرار لغو ہوگا اور محمد نے سبب مبہم کو سبب صالح پر محمول کیا ہے اور یہی قول ہے آئمہ
ثلثہ کا ہے چونکہ ہبہ اور بیع اور قرض دینا جنین سے محال تھا اسواسطے کہ امور مذکورہ اُس سے متصور نہین نہ حقیقۃً اور یہ تو صحیح ہے اور نہ حکما اسلیے کہ اُسکی طرف سے
کوئی اُسکا ولی افعال مذکورہ صادر کرتا اسواسطے کہ اُسپر کسی کی ولایت نہین لہذا اقرار مذکور لغو ٹھہرا اور سبب مبہم کیا اقرار کی یہ صورت ہے کہ میرے اوپر فلانی عورت
حمل کی فلانی چیز ہے کذا فی الدر واما الاقرار للرضیع فانه صحیح وان بین المقر سببا غیر صالح منه حقیقة کالاقراض او ثمن مبیع لان هذا
المقر محل لثبوت الدین للصغیر فی الجملة اشباه اور شیرخوار بچہ کے واسطے تو اقرار کرنا صحیح ہے اگرچہ مقر شیرخوار کے جانب سے سبب غیر صالح فی الحقیقة
بیان کرے چنانچہ قرض دینا یا ثمن مبیع کا اسواسطے کہ یہ مقر ثبوت دین صغیر کا فی الجملہ محل ہو سکتا ہے کذا فی الاشباہ یعنی باعتبار تجارت کرنے اپنے ولی کے
فی الاقرار بالخیار
ومن اقر بشرط الخیار ثلثة ایام لزمه بلا خیار لان الاقرار اخبار فلا یقبل الخیار وان وصلیة صدقة المقر له فی الخیار [illegible]
تصدیقه اقرار کیا بشرط تین دن کے اختیار رکھنے کے تو اُسکو مقر بہ لازم ہوگا بلا خیار اسواسطے کہ اقرار اخبار ہے تو خیار کو نہ قبول کریگا اگرچہ مقر لہ اُسکی تصدیق کرے خیار مین یعنی
اُسکی تصدیق معتبر نہوگی م قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت کے اقرار مین تین دن کے خیار کی گنجایش اسواسطے نہین کہ شرط خیار سے مقصود فسخ ہے اور
جبکہ اقرار ہی اسوجہ سے کہ وہ صیغہ لازمہ ہے احتمال فسخ کا نہین لہذا اُسمین شرط خیار جائز نہین اور مال مقر بہ لازم ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا اقر بعقد بیع وقع
بالخیار له فیصح باعتبار العقد اذا صدقه او برهن فلذا قال الا ان یکذبه المقر له فلا یصح لانه منکر والقول له اقرار قابل خیار نہین مگر جبکہ
مقر نے اُس عقد بیع کا اقرار کیا جو بشرط اختیار مقر واقع ہوئی تو اقرار مع شرط الخیار صحیح ہے باعتبار عقد بیع کے بشرطیکہ مقر لہ اُسکی تصدیق کرے یا مقر اُسپر گواہ
لاوے سو اسواسطے مصنف نے کہا کہ اگر مقر لہ مقر کی تکذیب کرے تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ مقر لہ منکر ہے اور قول تو منکر کا مقبول ہے یعنی درصورت عدم
برہان ھم عقد بیع کا اقرار یعنی اُس دین کا اقرار کرے جو بسبب عقد بیع کے اُسپر لازم آیا یعنی یون کہے کہ میرے اوپر ہزار درم ثمن مبیع بالخیار کے ہین کاقراره
بدین بسبب کفالة علی انه بالخیار فی مدة ولو المدة طویلة او قصیرة فانه یصح اذا صدقه لان الکفالة عقد ایضا بخلاف [illegible]
افعال لا تقبل الخیار در یا جیسے دین کا اقرار ضامنی کے سبب سے اس شرط پر کہ اُسکو اختیار ہے مدت مین اگرچہ مدت طویل ہو یا قصیر کہ وہ صحیح ہے جبکہ
مقر لہ اُسکی تصدیق کرے اسواسطے کہ ضامنی بھی عقد ہے بخلاف اُسکے جو مذکور ہو چکا اسواسطے کہ وہ یعنی قرض یا غصب یا ودیعت یا عاریت افعال ہین

کہ شرط خیار کے قابل نہیں کذا فی الزیلعی الامر بکتابۃ الاقرار اقرار حکما فانہ کما یکون باللسان یکون بالبنان فلو کان للصکاک اکتب
خط اقراری بالف علی او اکتب بیع داری او طلاق امراتی صح کتب ام لم یکتب وحل للصکاک ان یشہد الا فی حد وقود خانیہ امر کرنا اقرار کے لکھنے کا
اقرار حکمی ہی اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہی ویسے ہی انگلیون کے پورون کے لکھنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے قبالہ نویس سے کہا کہ خط لکھہ میرے
اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہین یا لکھہ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہی خواہ قبالہ نویس اسکو لکھے یا نہ لکھے اور قبالہ نویس کو حلال
ہی اسکی گواہی دینا سوائے حد اور قصاص کے کذا فی الخانیہ امر کتابت اقرار کا اقرار حکمی ہی نہ اقرار حقیقی ہی اسواسطے کہ امر انشا ہی اور اقرار اخبار تو دونون باہم
حقیقت مین بلکہ مراد یہ ہی کہ امر کتابت اقرار سبب حاصل ہوا تو اقرار حاصل ہو گیا کذا فی الدرر وقدمنا فی الشہادۃ عدم اعتبار مشابہۃ الخطین اور
کتاب الشہادات مین بلکہ عدم اعتبار مشابہت خطین کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہین تو اگر مدعی نے ایک شخص پر دعوی کیا اور مدعا علیہ کے ہاتھ کا لکھا اقرار نامہ ظاہر کیا اور
مدعا علیہ منکر ہی اسکا سو اُس سے کچھہ لکھا یا گیا اور اُسنے لکھا تو یہ خط اقرار نامہ کے خط سے مشابہ نکلا تو اُسپر ثبوت دعوی کا بدون گواہون کے حکم نہو گا اور یہی قول صحیح
ہی اور بعضون کے نزدیک حکم ہو گا از انجملہ قاری ہدایہ ہی کذا فی الطحطاوی تبصرۃ احد الورثۃ اقر بالدین المدعی بہ علی مورثہ وجحد الباقون یلزمہ
الدین کلہ یعنی ان وفی ما ورثہ بہ برہان وشرح مجمع ایک وارث نے اُس دین کا اقرار کیا جسکا اُسکے مورث پر کسی مدعی نے دعوی کیا اور باقی وارثون
نے اُسکا انکار کیا تو وارث مقر پر وہ سب دین لازم آوے گا یعنی بشرطیکہ جو مال اُسنے وراثت مین پایا ہی وہ ادائے دین مین کفایت کرے کذا فی البرہان وشرح المجمع
مثلا سو درم کا دعوی ہی اور سو درم یا زیادہ وارث مقر کو میراث مین ملے تو وارث کو سو درم دینے پڑین گے اور لزوم کل دین کا یہ مطلب نہین کہ اگر وہ دس درم میراث مین
پاوے تو بھی اُسپر سو درم لازم ہون گے وقیل حصتہ واختارہ ابو اللیث دفعا للضرر در اور بعضون نے کہا کہ وارث پر بقدر اُسکے حصے کے دین لازم ہو گا
اس قول کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے مقر کے دفع ضرر کے واسطے یعنی اُسنے اُس دین کا اقرار کیا ہی جو کل ترکے سے متعلق ہی تو اُسپر لازم نہو گا مگر بقدر
اُسکے حصے کے ولو شہد ہذا المقر مع اخر ان الدین کان علی المیت قبلت وبہذا علم انہ لا یحل الدین فی نصیبہ بمجرد اقرارہ بل
بقضاء القاضی علیہ باقرارہ فلتحفظ ہذہ الزیادۃ درر اور اگر اس وارث مقر نے دوسرے گواہ کے ساتھ اُسکی گواہی دی کہ میت پر دین
تھا تو گواہی مقبول ہی اور اس سے یعنی قبول شہادت مقر سے دوسرے شاہد کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ وارث مقر کے حصے مین دین حلول نکرے گا بمجرد اُسکے
اقرار کرنے کے بلکہ قاضی کے حکم کرنے سے بموجب اُسکے اقرار کے دین لازم ہو گا تو اس زیادتی کو یعنی عدم لزوم اقرار الا بالقضا کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر
مجرد اقرار سے دین لازم نہ آیا اسواسطے کہ اگر اُسکے اقرار سے سب دین اُسپر لازم آتا پھر وہ دوسرے شاہد کے ساتھ گواہی دیتا اور گواہی مقبول ہوتی تو تمام
مقر پر بقدر اُسکے حصے کے لازم ہوتا تو اُسکی گواہی مین اُسپر سے دفع مضرت ثابت ہوئی اور جو ایسی گواہی ہو تو وہ مقبول نہین پھر اُسکی گواہی کا مقبول ہونا
دلیل ہی کہ اُسکا اول اقرار معتبر نہین اور پہلے اقرار سے دین لازم نہین مگر یہ مشکل ہی اسواسطے کہ آدمی کا اقرار حجت ہی اُسکی ذات کے حق مین اور قاضی کا اُسپر
حاکم کرنا مظہر حق ہی نہ مثبت اور اگر یہ مسئلہ فقیہ ابو اللیث کے قول پر متخرج ٹھہرے تو ظاہر ہی اسواسطے کہ مقر نے اس گواہی سے اپنی ذات پر سے دفع مضرت
نہین کی کذا فی الطحطاوی واشہد علی الف فی مجلس واشہد رجلین اخرین فی مجلس اخر بلا بیان السبب لزم المالان ان
کما لو اختلف السبب مقر نے دو گواہون کو گواہ کیا ہزار پر ایک مجلس مین اور دو اور مردون کو گواہ کیا دوسری مجلس مین بدون بیان کرنے سبب کے تو دونو
مجلسون کی دونون مال یعنی دو ہزار اُسپر لازم ہون گے چنانچہ اگر سبب بین مختلف ہو تو دو ہزار لازم ہون گے ہم یا بیان سبب کی یہ صورت ہی کہ اقرار کرے کہ مجھپر
زید کے مثلا ہزار درم دین ہین دونون مجلسون مین و اختلاف سبب کی یہ شکل ہی کہ ایک مجلس مین اقرار کرے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس لونڈی کا ہی اور دوسری مجلس مین
کہے کہ مجھپر ہزار درم ثمن اس غلام کا ہی بخلاف ما لو اتحد السبب والشہود او اشہد علی صک واحد او اقر عند الشہود ثم عند القا

اور بعکس ابن ملک کے بخلاف اسکے کہ اگر سبب دین کا ایک ہی ہو یا دونون مجلسون کے شہود متحد ہون یا چارون شاہدون کو ایک دستاویز پڑھا دیکے یا شاہدون کے روبرو اقرار کرے پھر وہی اقرار قاضی کے روبرو کرے یا بالعکس اسکے یعنی پہلے قاضی کے روبرو اقرار کرے پھر شاہدون کے سامنے تو ایک ہی ہزار لازم ہونگے کذا صحح ابن ملک اتحاد سبب کی یہ صورت ہی کہ دونون مجلسون مین غلام معین کے ثمن کا اقرار کرے اور اتحاد شہود کی یہ صورت ہی کہ جو اول مجلس کے شاہد ہین وہی دوسری مجلس کے بھی شاہد ہون والاصل ان المعرف والمنکر اذا اعید معرفا کان الثانی عین الاول او منکرا فغیرہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ معرفہ یا نکرہ جب معرفہ ہو کر دوسری بار مذکور ہو تو دوسرا عینیہ پہلا ہوگا اور اگر نکرہ ہو کر دوبارہ مذکور ہو تو ثانی اول کے مغایر ہوگا اول و ثانی کی معرفہ ہونیکی صورت یہ ہی کہ دین کا ایک ہی سبب معین دونون اقرارون مین مذکور کرے اسطرح کہ لہ علی الف ثمن ھذا العبد پھر اسی کو دوسری بار اقرار کرے اور اول کے نکرہ اور ثانی کے معرفہ ہونیکی یہ صورت ہی کہ اول ہزار کو مطلق کرے اسطرح کہ لہ علی الف پھر یہ کہا ہو لہ علی الالف ثمن ھذا العبد دوبارہ نکرہ کی صورت یہ ہی کہ یون کہے لہ علی الف پھر دوسرا اقرار کرے کہ لہ علی الف اور پہلا معرفہ ہوا اور دوسرا نکرہ اسکی صورت یہ ہی کہ اول یہ اقرار کرے کہ لہ علی الالف ثمن ھذا العبد پھر دوسری بار کہے لہ علی الف رتا منی الطحاوی ولو نسی الشہود فی موطن ام موطنین فہما مالان ما لم یعلم اتحادہ وقیل واحد وتمامہ فی الخانیۃ اور اگر گواہ بھول جاوین کہ اقرار ایک مجلس مین تھا یا دو مجلسون مین تو وہ دو مال لازم ہونگے جبتک کہ اتحاد مجلس یقین معلوم ہو اور قول ضعیف یہ ہی کہ ایک ہی مال لازم ہی اور پورا بیان اسکا خانیہ مین ہی اقر ثم ادعی المقر انہ کاذب فی الاقرار یحلف المقر لہ ان المقر لم یکن کاذبا فی اقرارہ عند الثانی وبہ یفتی اقرار کیا پھر مقر نے دعوی کیا کہ وہ جھوٹا ہی اپنے اقرار مین تو قسم لیجاوے مقر لہ سے کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا نہین ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الدرر اور طرفین کے نزدیک اسکے قول پر التفات نہوگا وکذا الحکم یجری لو ادعی وارث المقر فیحلف اور اسی طرح کا حکم جاری ہی اگر مقر کا وارث دعوی کرے یعنی مورث کے اقرار مین اسکے کذب کا مدعی ہو تو مقر لہ سے قسم لیجاوے اسکی کہ مورث کاذب نہ تھا اپنے اقرار مین ان کانت الدعوی علی ورثۃ المقر لہ فالیمین علیہم بالعلم انا لا نعلم انہ کان کاذبا صدر الشریعۃ اور اگر مقر لہ کے وارث کا دعوی مذکور مقر کے وارثون پر ہو تو وارثون پر علم کی قسم آوے گی اسطرح کہ وہ اسیطرح نہین جانتے ہین کہ مقر اپنے اقرار مین جھوٹا تھا کذا فی صدر الشریعۃ

باب الاستثناء

وما فی معناہ فی کونہ مغیرا کالشرط ونحوہ یہ باب ہی احکام استثنا مین اور جو استثنا کے ہم معنی ہی اقرار کے بدل ڈالنے مین چنانچہ شرط اور مانند اسکے جب مصنف نے اقرار بالتغییر کا ذکر کر لیا تو اب اقرار مع التغییر کا ذکر شروع کیا مانند شرط کے یہ مثال ہی کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اس غلام کا ثمن جو میرے قبضے مین نہین آیا ہو عندنا تکلم بالباقی بعد الثنیا باعتبار الحاصل من مجموع الترکیب ونفی واثبات باعتبار الاجزاء فالقائل لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ لہ عبارتان مطولۃ وھی ما ذکرناہ ومختصرۃ وھی ان یقول ابتداء لہ علی سبعۃ وھذا معنی قولہم تکلم بالباقی بعد الثنیا ای بعد الاستثناء وہ یعنی استثنا ہمارے حنفیہ کے نزدیک عبارت ہی باقی کے بولنے سے بعد استثنا کرنیکے مجموع ترکیب مستثنی منہ اور مستثنی کی حاصل کے اعتبار سے نفی اور اثبات ہی باعتبار اجزاء لفظیہ کے تو اس قائل کے کہ لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ یعنی سات درم کے اقرار کرنے والے کی دو عبارتین ہین ایک عبارت طویل وہ جسکو مصنف نے ذکر کیا یعنی لہ علی عشرۃ الا ثلثۃ اور دوسری عبارت مختصر وہ یہ ہی کہ ابتدا سے یون کہے کہ اسکے میرے اوپر سات درم ہین اور یہی مطلب اس قولکے کا کہ استثنا باقی کا تکلم ہی بعد استثنا کرنیکے وشرط فیہ الاتصال بالمستثنی منہ الا لضرورۃ کنفس او سعال او اخذ فم بہ یفتی اور صحت استثنا مین متصل ہونا مستثنی کا مستثنی منہ سے شرط ہی مگر عند الضرورۃ جیسے مقر کا دم لینا یا کھانسی آنا یا منہ بند کر لینا یعنی کوئی شخص مقر کا منہ بند کرلے اسی قول پر فتوی ہی والنداء بینہما لا یضر لانہ للتنبیہ والتاکید

اور پکارنا مقر کا مقر لہ کو یا بین مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کے ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ ندا منادی کے آگاہ کرنے کے واسطے ہی اور تاکید کے واسطے ہی [illegible] تعیین
مقر لہ ھم جوہرہ مین ہی کہ اگر منادی مقر لہ نہو غیر ہو تو مضر ہو کذا فی الطحطاوی کقولہ لک علی الف درہم یا فلان الا عشرۃ ندا کی مثال چنانچہ مقر کا یہ کہنا
کہ تیرے میرے اوپر ہزار درہم ہین اور فلانے مگر دس درہم بخلاف لک علی الف فاشہد الا کذا ونحوہ مما یعد فاصلا لان الاشہاد یکون
بعد تمام الاقرار فلم یصح الاستثناء بخلاف اس قول کہ تیرے میرے اوپر ہزار درہم ہین سو گواہ ہو مگر اتنے اور مانند اسکے اس تعریف سے جو فاصل شمار ہوا اسواسطے
کہ گواہ کرنا اقرار تمام ہونے کے بعد ہوتا ہی تو جیسا لت استثناء درست ہے استثناء صحیح نہوگا فیصح استثنی بعض ما اقر بہ صح استثناء ولو الا کل [illegible]
الا الف توصح [illegible] کہ استثنا کرے بعض مقر بہ کو یعنی جسکا اقرار کیا ہو انمین سے بعض کو نکال ڈالے تو اسکا استثنا کرنا صحیح ہو اگرچہ مستثنیٰ اکثر [illegible]
سے اکثر علما نحو کے نزدیک ھم فرا کے نزدیک استثنا اکثر جائز نہین اور جواز کی دلیل حق تعالی کا یہ قول ہو قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص
منہ قلیلا او زد علیہ) کذا فی الطحطاوی ولزمہ الباقی ولو مما لا یقسم کہذا العبد لفلان الا ثلثہ او ثلثیہ صح علی المذہب
اور مقر کو باقی بعد الاستثناء لازم ہوگا اگرچہ مقر بہ اس قسم کا ہو جو قسمت پذیر نہین ہوتا چنانچہ یہ قول کہ یہ غلام فلانے شخص کا ہی مگر اسکا سوم حصہ یا دو ثلث
اسکے صحیح ہی بنا بر مذہب قوی ولا استثناء المستغرق باطل ولو فیما یقبل الرجوع کوصیۃ لان استثناء الکل لیس برجوع بل ہو
استثناء فاسد ھو الصحیح جوہرہ اور وہ استثنا جو کل مقر بہ کو مستغرق کرے باطل ہی اگرچہ اس چیز مین ہو جو قابل رجوع ہی چنانچہ وصیت اسواسطے
کہ تمام کا استثنا کرنا رجوع نہین بلکہ وہ فاسد استثنا ہی یہی قول صحیح ہی کذا فی الجوہرہ ھم جوہرہ مین ہی کہ بعضون کے نزدیک استثناء کل رجوع ہی اور بعضون
نزدیک رجوع نہین استثنا فاسد ہی اسواسطے کہ اگر موصی تمام موصی بہ کو استثنا کرے تو استثنا باطل ہوگا اور وصیت صحیح اور اگر رجوع ہوتا تو وصیت باطل
ہوتی اسواسطے کہ وصیت مین رجوع کرنا جائز ہی کذا فی الطحطاوی وھذا ان کان الاستثناء بعین لفظ الصدر او مساویہ کما یاتی اور یہی استثنا
مستغرق کا باطل ہونا اس شرط سے ہی کہ صدر کی لفظ سے ہو بعینہ یا اسکے برابر سے ہو چنانچہ اسکا ذکر آوے گا ھم استثنا بلفظ صدر کے مثال نسائی طوالق الا
نسائی اور لفظ مساوی کی مثال نسائی طوالق الا زوجاتی یا عبیدی احرار الا ممالیکی وان بغیرھما کعبیدی احرار الا ھولاء او الا سالما وغانما
وراشدا ومثلہ نسائی طوالق الا ھولاء او الا زینب وعمرۃ وھند وھم الکل صح الاستثناء اور اگر استثنا مستغرق لفظ صدر
یا مساوی کے مغایر ہو چنانچہ یہ قول کہ میرے غلام آزاد ہین سوا ان غلامون کے یا سوا سالم اور غانم اور راشد کے اور مانند اسکے یہ مثال ہی کہ میری عورتین
مطلقہ ہین سوا ان عورتون کے یا سوا زینب و عمرہ اور ہند کے اور حالانکہ وہی مشار الیہم یا مسمیون اسکے سب غلام یا سب عورتین ہین تو استثنا صحیح ہی
وکذا ثلث مالی لزید الا الفا والثلث الف صح فلا یستحق شیئا اذ الشرط ایہام البقاء لا حقیقتہ حتی لو طلقہا ستا الا اربعا
صح ووقع ثنتان اور یہی صحیح یہ قول کہ میرا تہائی مال زید کا ہی سوا ہزار کے اور حالانکہ اسکا تہائی ہزار ہی تو باوجود استغراق استثنا صحیح ہی اور زید کسی
چیز کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ صحت استثنا کی شرط ایہام بقا بعض مستثنی منہ ہی نہ حقیقت بقا یہان تک کہ اگر زوج نے زوجہ کو طلاق دی بطلقات ستہ مگر
چار طلقات تو طلاق صحیح ہوگی اور طلقتین واقع ہونگی ھم ایہام بقا باعتبار صورت لفظ کے ہی اسواسطے کہ استثنا تصرف لفظی ہی تو معنی کا اہمال [illegible]
نہین خلاصہ یہ ہو کہ عبیدی احرار الا سالما وغانما مین تکلم بالباقی بعد الاستثنا ممکن ہو باعتبار لفظ کے اسواسطے کہ عبید کا لفظ غیر مذکورین کو بھی شامل ہی
لیکن سالم اور غانم اور راشد اسواسطے کل عبید ٹھہرے کہ انکے سوا مقر کسی اور غلام کا مالک نہین تو یہ کلیت باعتبار لفظ کے ہوئی تو لفظا ایہام بقا [illegible] ٹھہرا

کما صح استثناء الکیلی والوزنی والمعدود الذی لا تتفاوت آحادہ کالفلوس والجوز من الدراہم والدنانیر ویکون المستثنی
القیمۃ استحسانا لثبوتہا فی الذمۃ فکانت کالثمنین جیسے صحیح ہی استثنا کیلی اور وزنی اور اس معدود کا جسکے افراد متفاوت نہین ہوتے چنانچہ

عورتین جن متکلم کی طالق ہین بجز اسکی سب عورتون کے ۱۲

مسئلہ سب عورتین طالق ہین بسبب منکوحات متکلم کے یا میرے غلام آزاد ہین بجز [illegible] ۱۲

فلوس یا اخروٹ کا دراہم اور دنانیر سے اور اس صورت میں قیمت مستثنے ہوگی بطریق استحسان کے بسبب ثابت ہونے کیلی اور وزنی اور معدود مذکور کے ذمہ پر چاندی اور سونے کیطرح تو اشیاء مذکورہ دراہم اور دنانیر کے مانند ہوگئیں اس واسطے ہم کیلی اور وزنی اور معدود مذکور اور دراہم اور دنانیر مقدرات ہیں تو باعتبار معنی کے جنس واحد ٹھہرے اگرچہ صورت میں اجناس مختلفہ ہیں اسواسطے کہ یہ سب ثمن ہوکر ثابت فی الذمہ ہوتے ہیں تو انہیں استثنا کرنا باعتبار معنی کے تکلم بالباقی ہی نہ باعتبار صورت کے بخلاف استثنا ثوب کے درم سے اسطرح کہ له علی مائة درهم الا ثوبا کہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثوب کی مالیت معلوم نہیں کیونکہ متفاوت القیمۃ ہی فی نفسہ تو مجہول کا استثنا ٹھہرا معلوم سے پس قیاساً اور استحساناً دونوں صحیح نہیں کذا فی الاتقانی ملخصاً وان استغرقت القیمة جمیع ما اقر به لاستغراقه بغیر المساوی کیلی وغیرہ کا استثنا درم اور دنیار سے صحیح ہے اگرچہ اسکی قیمت تمام مقربہ کو مستغرق ہو اسواسطے کہ غیر مساوی کا استغراق ہے اور یہ جائز ہے کیونکہ موہم بقا ہے بخلاف له علی دینار الا مائة درهم لاستغراقه بالمساوی فیبطل لانه استثناء الکل بحر لکن فی الجوهرة وغیرها علی مائة درهم الا عشرة دنانیر وقیمتها مائة او اکثر لا یلزمه شیٔ مجمع بخلاف اس قول کے کہ اسکا میرے اوپر ایک دینار ہے مگر سو درم کہ یہ صحیح نہیں ہے بسبب استغراق استثنا کے مساوی سے تو استثنا باطل ہوگا کیونکہ یہ تمام مقربہ کا استثنا ہے کذا فی البحر یعنی تب تو مقر مذکور پر دینار لازم ہوگا اور استثنا لغو ٹھہرے گا لیکن جوہرہ وغیرہ میں ہے کہ یہ قول کہ مجھپر سو درم ہیں مگر دس دینار اور حالانکہ قیمت دس دیناروں کی سو درم ہے یا زیادہ تو مقر پر کچھ لازم نہوگا یعنی تو استثنا صحیح ٹھہرا باوجود استغراق بالمساوی تو اس تناقض کی تحریر و تنقیح کرنا چاہیئے ح حلبی نے کہا کہ ظاہر اس مسئلے میں دو قول ہیں یعنی دو روایتیں ہیں کہ دراہم اور دنانیر ایک جنس ہیں یا دو جنس ہیں واللہ تعالی اعلم واذا استثنی عددین بینهما حرف الشك كان الاقل مخرجا کقوله علی الف درهم الا مائة درهم او خمسین درهما فیلزمه تسعمائة وخمسون علی الاصح بحر اور اگر ان دو عدد کو استثنا کرے جنکے درمیان حرف شک اور تردد کا واقع ہے تو عدد کمتر مخرج ہوگا چنانچہ اس قول میں کہ میرے اوپر ہزار درم ہیں مگر سو درم یا پچاس درم تو اسکو نوسو اور پچاس درم لازم ہونگے بقول اصح کذا فی البحر اسواسطے کہ کلمہ شک استثنا میں کمتر کا مثبت ہے واذا کان المستثنی مجهولا ثبت الاکثر نحو قوله علی مائة درهم الا شیئا او الا قلیلا او الا بعضا لزمه احد وخمسون لوقوع الشك فی المخرج فیحکم بخروج الاقل اور جبکہ مستثنے مجہول یعنی عدد غیر معین ہو تو اکثر عدد مثبت ہوگا چنانچہ اس مثال میں کہ اسکے میرے اوپر سو درم ہیں مگر کچھ یا مگر قلیل یا مگر بعض تو مقر کو اکاون لازم ہونگے بسبب واقع ہونے شک کے مخرج میں تو کمتر کے خروج کا حکم ہوگا اور قلت ثابت ہوتی ہے اگرچہ نصف سے ایک ہی درم ناقص ہو تو جب کہ نصف یعنی پچاس سے ایکدرم گھٹایا تو اکاون باقی رہگئے ولو وصل اقراره بان شاء الله او فلان او علقه بشرط علی خطر لا بکائن کان مت فانه تنجیز بطل اقراره اور اگر مقر نے اپنا اقرار انشاء اللہ کے ساتھ ملایا یا فلانے شخص کی مشیت سے ملایا یا اقرار کو ایسی شرط سے معلق کیا جو یقینی نہیں محتمل الوجود ہے تو اقرار باطل ہے و تعلیق شرط متحقق یقینی کی چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میں مرجاؤں تو یہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنی فی الفور اقرار لازم ہوگا خواہ وہ مرجاوے یا زندہ رہے اسواسطے کہ موت بلا شک واقع ہونے والی ہے کذا فی البحر بقی لو ادعی المشیئة هل یصدق لم اره وقدمناه فی الطلاق انه المعتمد لا فلیکن الاقرار کذلك لتعلق حق العبد قاله المصنف باقی رہی یہ بات کہ درصورت تعلیق بالمشیت کے وہ مشیت کا مدعی ہو تو اسکی تصدیق ہوگی یا نہیں میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا اور ہمنے کتاب الطلاق میں پہلے ذکر کیا ہے کہ درصورت ادعاے مشیت قول معتمد یہ ہے کہ تصدیق مدعی کی نہوگی تو چاہیئے کہ اقرار بھی ایسا ہی ہو بسبب متعلق ہونے حق العبد کے یہ قول ہے مصنف کا اپنی شرح میں وصح استثناء البیت من الدار لا استثناء البناء منها لدخوله تبعا فکان وصفا واستثناء الوصف لا یجوز اور صحیح ہے استثنا کرنا کوٹھری کا گھر سے نہ استثنا کرنا عمارت کا دونوں سے یعنی کوٹھری اور گھر سے اسواسطے کہ عمارت بیت اور دار میں بالتبع داخل ہے تو عمارت وصف ٹھہری اور وصف کا استثنا کرنا صحیح نہیں

۱۲

ہم چنانچہ یہ قول صحیح نہیں کہ اسکا یہ غلام ہو اگر اسکی سیاہی مقر کی نہین ہو وان قال بناؤھا لی وعرصتھا لک فکما قال لان العرصۃ ھی البقعۃ لا البناء
حتے لو قال وارضھا لک کان لہ البناء ایضا لدخولہ تبعا الا اذا قال بناءھا لزید والارض لعمرو فکما قال اور اگر یون اقرار کیا کہ گھر کی
عمارت میری ہی اور اسکا عرصہ تیرا ہی تو ویسا ہوگا جیسا اُسنے کہا اسواسطے کہ عرصہ بقعہ ہی نہ عمارت یعنی عرصہ عبارت ہی بقعہ خالی از عمارت سے تو اگر یون
اقرار کریگا کہ گھر کی عمارت میری ہی اور اسکی زمین تیری ہی تو عمارت بھی مقرلہ کی ٹھہریگی اسواسطے کہ عمارت گھر مین بالتبع داخل ہی مگر جب یون کہے کہ گھر
کی عمارت زید کی ہی اور زمین عمرو کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اُسنے کہا ہو اسواسطے کہ جب اُسنے عمارت کا اقرار زید کے واسطے کیا تو عمارت اُسکی ملک ہو گئی تو اب یہ جو
کا اقرار عمرو کے واسطے کرنے سے زید کی عمارت اُسکی ملک سے خارج ہوگی اسواسطے کہ اقرار مقر کا غیر شخص کے حق مین حجت نہین بخلاف مسئلہ مقدم اسواسطے
کہ عمارت مقر کی مملوک ہی پھر جب اُسنے زمین کا اقرار غیر کے واسطے کیا تو عمارت اُسکی تابع ہو گئی کذا فی المنح واستثناء فص الخاتم ونخلۃ البستان و
طوق الجاریۃ کالبناء فیما مر اور استثنا کرنا انگوٹھی کے نگین کا اور کھجور کے درختون کا باغ سے اور طوق کا لونڈی سے عمارت کے مانند ہی امر مذکور مین ہم اسواسطے
کہ نگین انگوٹھی مین اور درخت باغ مین اور طوق جاریہ مین عمارت کے مانند بالتبع داخل ہی تو استثنا صحیح نہوگا بنا برین ہی درخت سے درخت بدون جڑ کے مراد ہی اور اگر ایسا
کا استثنا وصول کے ساتھ ہو تو استثنا صحیح ہی اسواسطے کہ اصل یعنی جڑ کا اقرار قصداً واجب ہی نہ تبعا فان قال لہ علی الف من ثمن عبد ما قبضتہ
الجملۃ صفۃ عبد وقولہ موصولا یا قرار حال منھا ذکرہ فی العمادی فلیحفظ وعینہ ای عین العبد وھو فی ید المقر لہ فان
سلمہ الی المقر لزمہ الالف والا لا عملا بالصفۃ اور اگر یون اقرار کیا بالغ عاقل نے کہ اُسکے میرے اوپر ہزار درم ہین اُس غلام کا ثمن جسپر مین نے ہنوز قبضہ نہین کیا
عدم قبض کو اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور غلام کو معین کر دیا اور حالانکہ وہ غلام مقر لہ کے پاس ہی تو اگر مقر لہ مقر کو غلام تسلیم کرے تو مقر پر ہزار درم لازم
ہونگے اور نہین تو لازم نہونگے صفت عدم قبض پر عمل کرنے سے شارح نے کہا ما قبضتہ کا جملہ صفت ہی غلام کی اور موصول کا لفظ حال واقع ہوا ہی جملہ
مذکورہ سے یہ مذکور ہی حاوی قدسی مین تو اسکو یاد رکھنا چاہئیے یعنی تا فہم مطلب مین خطا نہو وان لم یعین العبد لزمہ الالف مطلقا وصل ام فصل
وقولہ ما قبضتہ لغو لانہ رجوع اور اگر مقر مذکور نے غلام کو معین نکیا تو اُسکو ہزار لازم ہونگے ہر طرح سے خواہ عدم قبض کو ملا کر کہے یا اُسکو
جدا کرکے کہے اور اسکا یہ قول کہ مین نے اُسپر قبضہ نہین کیا لغو ہوگا اسواسطے کہ رجوع ہی اقرار سے بعد اقرار کر چکنے کے یعنی اور رجوع جائز نہین کقولہ من
ثمن خمر او خنزیر او مال قمار او حر او میتۃ او دم فیلزمہ مطلقا وان وصل لانہ رجوع الا اذا صدقہ او اقام بینۃ فلا یلزمہ
چنانچہ اس قول مین کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین شراب یا سور کا ثمن یا قمار کا مال یا آزاد مرد یا مردار یا خون کا ثمن تو اُسپر مطلقا لازم ہوگا اگرچہ اسکو اقرار کے
ساتھ ملا کر کہے اسواسطے کہ یہ اقرار کرکے پھر جانا ہی مگر جبکہ مقر لہ اُسکی تصدیق کرے امور مذکورہ مین یا مقر گواہ قائم کرے تو اب ہزار اسکو لازم نہونگے ولو
قال لہ علی الف درھم حرام او ربوا فھی لازمۃ مطلقا وصل ام فصل لاحتمال حلہ عند غیرہ اور اگر یون اقرار کیا کہ اُسکے میرے اوپر
ہزار درم حرام یا بیاج کے ہین تو درہم مذکورہ مقر پر لازم ہونگے ہر طرح خواہ ملا دے اقرار سے یا جدا کرکے اُسکے حلال ہونیکے احتمال سے غیر مقر کے نزدیک
ہم یعنی جسکو مقر حرام یا بیاج کہتا ہی شاید اور کے مذہب مین حلال ہو چنانچہ ایک چیز بائع سے خرید کی اور ہنوز اُسپر قبضہ نہین کیا اور پھر اُسکو بائع مذکور کے
ہاتھ بیچا اپنی خرید سے کمتر ثمن سے تو یہ زیادت ہمارے نزدیک حرام ہی اور شافعی کے نزدیک یہ بیع جائز ہی اور زیادت احد الثمنین اُنکے نزدیک حرام نہ
اور نہ بیاج ہو اور یہ تعلیل کا ظاہر اسکو مقتضی ہی کہ اگر مقر اور مقر لہ کا ایک ہی مذہب ہو تو مقر پر کچھ لازم نہ آوے کذا فی الطحطاوی ولو قال علی زور
او باطل لزمہ ان کذبہ المقر لہ والا بان صدقہ لا یلزمہ اور اگر یون اقرار کرے کہ میرے اوپر فلانے کے ہزار درم ہین بطریق زور یا بطلان تو اسپر لازم
ہونگے اگر مقر لہ اُسکی تکذیب کرے اور اگر تکذیب نکرے اسطرح کہ اُسکی تصدیق کرے تو اُسپر کچھ لازم نہین ولا قرار بالبیع تلجئۃ ھی ان یلجئہ ان

تاتی امراً باطنه علی خلاف ظاهره فانه علیٰ هذا التفصیل ان کذبه لزمه البیع والا لا اور بیع تلجیہ کا اقرار کرنا اسی تفصیل پر ہو کہ اگر مقر لہ اسکی
تکذیب کرے تو بیع لازم ہوا اور اگر تصدیق کرے تو لازم نہیں بیع تلجیہ یہ ہو کہ کوئی مضطر کرے کسی امر کے کرنے پر جسکا باطن اسکے ظاہر کے مخالف ہو جیسے
صورت اضطرار یہ ہو کہ دشمن کا خوف ہو کہ میری چیز چھین لے گا تو اس چیز کو کسی دوست معتمد سے اپنا حال بتا کر بیچ ڈالے مگر ظاہر میں بیع ہو باطن میں تو حقیقت
بیع نہیں ہزل کے مانند ہو ولو قال له علی الف درهم زیوف ولم یذکر السبب فکما قال علی الاصح اور اگر یوں کہا کہ اسکے مجھ پر ہزار
درم زیوف ہیں اور اسکا سبب مذکور نہ کیا کہ ثمن مبیع ہیں یا غصب یا ودیعت تو جیسا اسنے کہا زیوف ہی لازم ہوں گے بنا بر قول اصح ہم زیوف جمع ہے
زیف کی یعنی کھوٹے درم جو خزانہ سلطانی میں نہ چلیں ولو قال له علی الف من ثمن متاع او قرض وهی زیوف مثلاً لم یصدق مطلقاً
لانه رجوع اور اگر یوں کہا کہ اسکے مجھ پر ہزار درم ہیں متاع کے ثمن سے یا قرض سے اور حالانکہ دراہم مذکورہ زیوف ہیں مثلاً تو اسکی مطلقاً تصدیق نہ ہوگی
کیونکہ وہ اقرار سے پھرتا ہو ولو قال من غصب او ودیعة الا انها زیوف او نبهرجة صدق مطلقاً وصل او فصل اور اگر یوں کہا کہ میرے اوپر ہزار
درم ہیں غصب یا ودیعت سے مگر دراہم مذکورہ زیوف ہیں یا نبہرجہ تو اسکی مطلقاً تصدیق ہوگی خواہ ملا کر کہے خواہ جدا کر کے ہم اسواسطے کہ غصب اور ودیعت
مقتضی سلامت از عیب نہیں اسواسطے کہ غاصب غصب کرتا ہو جو پاتا ہو غصب اور اسیطرح مودع نبہرجہ وہ درم ہیں جنکو سوداگر نہ لیتے ہوں اور غیر تجار لیتے ہوں وان
قال ستوقة او رصاص فان وصل صدق وان فصل لا لانها دراهم مجازاً اور اگر یوں کہا کہ مجھ پر ہزار درم ہیں مگر درہم مذکورہ ستوقہ یا رانگے کے ہیں
تو اگر استثنا اقرار سے ملا کر بولا تو اسکی تصدیق ہوگی اور اگر اقرار سے جدا بولے گا تو تصدیق نہ ہوگی اسواسطے کہ وہ دراہم مجازی ہیں نہ حقیقی ہم ستوقہ وہ دراہم ہیں
جنکی دونوں طرف سفید چاندی کے ہوں اور بیچ میں تانبا یا سیسہ وصدق بیمینه فی غصبته او اودعتنی ثوباً اذا جاء بمعیب بلا بینة اور اسکی تصدیق
ہوگی قسم کے ساتھ اس قول میں کہ میں نے اس سے کپڑا غصب کیا یا اسنے میرے پاس کپڑا ودیعت رکھا جبکہ مقر کپڑا عیب دار لاوے اور حالانکہ مقر لہ کے پاس
گواہ نہیں یعنی اسواسطے کہ غصب اور ودیعت وصف سلامت کو مقتضی نہیں وصدق فی له علی الف ولو من ثمن متاع مثلاً الا انه ینقص
کذا ای الدراهم وزن خمسة لا وزن سبعة اور مقر کی تصدیق ہوگی اس قول میں کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں اگرچہ مثلاً متاع کے ثمن سے
ہوں مگر دراہم مذکورہ وزن میں اتنے کم ہیں یعنی وزن خمسہ کے دراہم ہیں نہ وزن سبعہ کے ہم یعنی ان ہزار درم سے ہر دس پانچ مثقال کے وزن کے برابر ہوں نہ
سات مثقال کے کذا فی الطحطاوی متصلاً وان فصل بلا ضرورة لا یصدق لصحة استثناء القدر لا الوصف فلا یا مقرر کو مقر کی تصدیق ہوگی
اگر استثنا اقرار کے ساتھ ملا کر بولا اور اگر جدا کر کے گا بدون ضرورت کے تو تصدیق نہ ہوگی بسبب صحیح ہونے مقدار کے استثنا کے نہ وصف کے استثنا کے چنانچہ
کھوٹا ہونا ولو قال لآخر اخذت منك الفاً ودیعة فهلكت فی یدی بلا تعد وقال الآخر بل اخذتها منی غصباً ضمن المقر لاقراره
بالاخذ وهو سبب الضمان اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھسے ہزار درم بطریق ودیعت رکھنے کے لیے سو وہ تلف ہو گئے بدون میری
تعدی کے اور دوسرے شخص نے کہا بلکہ تو نے مجھسے دراہم مذکورہ غصب کے طریق سے لیے تو مقر پر تاوان لازم ہوگا اسکے لینے کے اقرار سے اور وہ تاوان کا سبب
ہم جب لینے کا اقرار کیا تو تاوان لازم آیا پھر وہ موجب برات کا مدعی ہوا یعنی اذن بالاخذ کا اور دوسرا منکر ہو تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا فی
الطحطاوی وفی قوله انت اعطیتنیه ودیعة وقال الآخر بل غصبته منی لا یضمن بل القول له لانکاره الضمان اور اس قول میں کہ تو نے مجھکو
درم بطور ودیعت کے دیے اور دوسرے نے کہا بلکہ تو نے غصب کیے مجھسے تو مقر پر ضمان لازم نہ ہوگا بلکہ اسی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ تاوان کا منکر ہو ہم اسواسطے کہ
اسنے سبب ضمان کا اقرار نہیں کیا یعنی اپنے لینے کا بلکہ اسکے دینے کا اور دینا دوسرے کا فعل ہو یعنی مقر لہ کا اور وہ ضمان کا موجب نہیں تو وہ اپنی ذات پر سبب
ضمان کا مقر نہوا اور مقر لہ سبب ضمان کا مدعی ہو اور مقر اسکا منکر ہو اور قول تو منکر کا مقبول ہو کذا فی المنح وفی هذا کان ودیعة او قرضاً لی عندك

فاخذته منك فقال المقر له بل هو لی اخذه المقر له لو قائما والا فقیمته لاقراره بالید له ثم بالاخذ منه وهو سبب الضمان اور جس
قول میں کہ یہ چیز میری ودیعت تھی یا میرا قرض تھا تیرے پاس سو میں نے اسکو تجھ سے لیا سو مقر لہ نے کہا بلکہ وہ میرا مال تھا تو مقر لہ مقر سے لے اگر وہ چیز
موجود ہو اور اگر موجود نہ ہو تو اسکی قیمت لے اس واسطے کہ مقر نے مقر لہ کے قبض اور تصرف کا اول اقرار کیا پھر اس سے لینے کا اقرار کیا اور لینا سبب ہے تاوان کا یعنی جب
اسنے اسکے نزدیک ہونے کا اقرار کیا پھر اپنے استحقاق کا دعوی کیا تو بلا برہان اسکی تصدیق نہوگی وصدق فی من قال اجرت فلانا فرسی هذه او ثوبی
هذا فرکبها او لبسه او اعرته ثوبی او اسکنته بیتی فرده او خاط فلان ثوبی هذا بکذا فقبضته منه وقال فلان بل ذلك
لی فالقول للمقر استحسانا لان الید فی الاجارة ضرورة بخلاف ما مر اور اس مقر کی تصدیق ہوگی جیسے کہا کہ میں نے فلانے شخص کو اپنا یہ گھوڑا یا اپنا یہ کپڑا کرایہ دیا
سو وہ گھوڑے پر سوار ہوا یا کپڑے کو پہنا یا اسکو میں نے کپڑا بطور عاریت کے دیا یا اسکو میں نے اپنے گھر میں رکھا اور فلانے شخص نے اسباب کو سیا یا یوں اقرار کیا کہ فلانے
شخص نے میرا یہ کپڑا سیا اتنی مزدوری پر سو اس میں نے اس سے کپڑا لیا اور فلانے شخص نے کہا بلکہ وہ کپڑا میرا ہے تو مقر ہی کا قول مقبول ہوگا بطور استحسان کے اسواسطے
کہ قبض اور تصرف اجارے میں ضروری امر ہے بخلاف ودیعت کے کہ اجارے میں قبض استیفاء معقود علیہ کے واسطے ضروری ہے یعنی استعمال منافع کے
واسطے تو مستاجر کے قبض کا اقرار اسکی ملک کی دلیل نہیں ہوسکتی بخلاف ودیعت اور قرض کے هذا الالف ودیعة لفلان لا بل ودیعة لفلان فالالف
للاول وعلی المقر الف مثله للثانی بخلاف هی لفلان لا بل لفلان بلا ذکر ایداع حیث لا یجب علیه للثانی شیء لانه لم یقر بایداعه
یہ ہزار درم فلانے کی ودیعت ہے نہیں بلکہ فلانے کی ہے تو ہزار درم مشار الیہا اول مقر لہ کے ہیں اور مقر پر مانند اسکے اور ہزار درم ثانی مقر لہ کے لازم ہوں گے بخلاف
اس قول کے وہ ہزار درم فلانے کے ہیں نہیں بلکہ فلانے کے ہیں بلا ذکر ایداع کہ اس صورت میں مقر پر مقر لہ ثانی کے واسطے کچھ واجب نہوگا اسواسطے کہ اسکی
ودیعت رکھنے کا مقر نے ذکر نہیں کیا وهذا ان کانت معینة وان کانت غیر معینة لزمه ایضا اور یہ اسوقت ہے جبکہ دراہم معین ہوں
اور اگر غیر معین ہوں تو مقر لہ ثانی کے واسطے بھی ہزار درم مقر پر لازم ہوں گے کقوله غصبت فلانا مائة درهم ومائة دینار وکر حنطة
لا بل فلانا لزمه لکل واحد منهما کله وان کانت بعینها فهی للاول وعلیه للثانی مثلها مانند اس قول مقر کے کہ میں نے فلانے سے
سو درم اور سو دینار اور ایک کر گیہوں غصب کئے نہیں بلکہ فلانے سے چھینے تو مقر پر دونوں میں سے ہر شخص کے واسطے اشیاء مذکورہ کے برابر لازم
ہوں گے ولو کان المقر له واحدا یلزمه اکثرهما قدرا او افضلهما وصفا کقوله الف درهم لا بل الفان والف درهم جیاد لا بل
زیوف او عکسه اور اگر مقر لہ ایک ہی شخص ہو یعنی اور احد الاقرارین مقدار یا وصف زائد ہو تو مقر پر وہ لازم ہوگا جو دونوں اقراروں میں مقدار
میں اکثر اور وصف میں افضل ہو چنانچہ اس مثال میں کہ اسکے میرے اوپر ہزار درم ہیں نہیں بلکہ دو ہزار ہیں یا یوں اقرار کیا کہ اسکے ہزار کھرے درم ہیں نہیں
بلکہ کھوٹے درم ہیں یا بالعکس اسکے اقرار کیا یعنی اول دو ہزار کا پھر ایک ہزار کا یا اول کھوٹے درموں کا اقرار کیا پھر کھروں کا ولو قال الدین الذی لی علی
فلان لفلان او الودیعة التی عند فلان هی لفلان فهو اقرار له وحق القبض للمقر ولکن لو سلم الی المقر له برئ خلاصه اور اگر یوں کہا
کہ جو میرا دین فلانے شخص پر ہے وہ فلانے آدمی کا ہے یا جو ودیعت فلانے کے پاس ہے وہ فلانے شخص کی ہے تو یہ اقرار ہے مقر لہ کے واسطے اور قبض دین یا قبض ودیعت
کا حق مقر کے واسطے ثابت ہے ولیکن اگر مدیون یا مودع مقر لہ کو تسلیم کرے گا تو ادائے دین اور ودیعت سے بری الذمہ ہو جائے گا کذا فی الخلاصہ
لکنه مخالف لما سواه ان اضاف لنفسه کان هبة فیلزم التسلیم ولذا قال فی الحاوی القدسی ولو لم یسلطه علی القبض فان
قال واسمی فی کتاب الدین عاریة صح وان لم یقله لم یصح قال المصنف وهو المذکور فی عامة المعتبرات خلافا للخلاصة
فتامل عند الفتوی لیکن خلاصہ کا قول مخالف ہے اس قول کے جو کہ یہ مذکور ہو چکا کہ اگر مقر اپنی ذات کے واسطے نسبت کرے تو ایسا اقرار ہبہ ٹھہرے گا

تو جانب مقر سے تسلیم لازم ہوگی اور اسیواسطے حاوی قدسی مین کہا ہی اور اگر مقر مقر لہ کو قبض دین پر مسلط نکرے تو اگر یون کہے کہ میرا نام کتابِ دین مین عاریت ہی تو اقرار صحیح ہی اور اگر یہ نکہے تو صحیح نہین مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور حاوی قدسی کے موافق اکثر کتب معتبرہ مین ہی برخلاف خلاصہ کے تو تامل کیجیو اس مسئلے مین فتوی دینے کے وقت ہم شرح وہبانیہ مین تتمہ سے منقول ہی کہ جب یہ اقرار کرے کہ میرا دین فلانے کا دین ہی اور مقر لہ اسکی تصدیق کرے تو صحیح ہی اور حق قبض اول کے واسطے ہی نہ ثانی کے واسطے لیکن باوجود اسکے اگر مدیون ثانی کو دے گا بری الذمہ ہو جائیگا اور اول وکیل کے مانند ٹھہرے گا اور ثانی موکل کے مانند ہوگا انتہی تو ظاہر ہی بوجہ تصادق کے دین مقر لہ کا ہوگا اگرچہ مقر یون نکہے کہ میرا نام عاریت ہی اور اسکو قبض پر مسلط نکرے تو بھی تصادق ملک مقر لہ کا مفید ہی اور گر حاوی کا قول اسپر محمول کیجیے کہ مقر ساکت تھا اقرار کے وقت اور وہبانیہ کے مسئلے کو جو خلاصہ کے موافق ہی تصدیق مقر لہ پر محمول کیجیے تو توافق بین القولین حاصل ہو جاے اور تخالف اور اضطراب زائل ہو کذا فی الطحطاوی

باب اقرار المریض

یعنی مرض الموت وحدہ مرفی طلاق المریض وسیجئی فی الوصایا یہ باب ہی اقرار مریض کے احکام مین یعنی وہ مریض جو مرض الموت بیمار ہی اور تعریف مرض الموت کی مذکور ہو گئی طلاق مریض مین اور آگے آویگی کتاب الوصایا مین اقرارہ بدین لاجنبی نافذ من کل مالہ یعنی مریض کا اقرار دین اجنبی غیر وارث کے واسطے نافذ ہی اسکے تمام مال سے بدلیل قول عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ عمر فاروق سے مروی ہی اذا اقر المریض بدین جاز ذلک علیہ فی جمیع ترکتہ یعنی جب بیمار دین کا اقرار کرے تو اسپر جائز ہی اسکے تمام متروکہ مین اور ایسی صورت مین اثر بجاے حدیث ہی کیونکہ وہ مقدرات سے ہی جسمین قیاس کو گنجایش نہین تو سماع شارع علیہ الصلوۃ والسلام پر محمول ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو بعین فکذلک الا اذا علم تملیکہ لہا فی مرضہ فیتقید بالثلث ذکرہ المصنف فی معینہ فلیحفظ اور اگر عین کا اقرار ہو تو بھی اسیطرح کا حکم ہی یعنی جمیع متروکہ سے نافذ ہوگا مگر جبکہ تملیک مریض کی اسکے مرض مین معلوم ہو یعنی قرائن سے یہ معلوم ہو کہ مریض اجنبی کو عین کا مالک کرتا ہی اپنی بیماری مین تو تملیک مقید بثلث مال ہوگی یعنی ثلث متروکہ سے متعلق ہوگی نہ تمام متروکہ سے بیان کیا ہی اسکو مصنف نے اپنی کتاب المعین مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جو کہ مرض کی تملیک وصیت ہی لہذا مقید ہوگی ثلث مال سے حموی مین ہی کہ عین کا اقرار مریض اجنبی کے واسطے صحیح ہی اگر اقرار بطریق حکایت کے ہو اور اگر بطریق ابتدا کے ہو تو ثلث مال سے صحیح ہوگا کذا فی العمادیۃ اقرار ابتدائی سے مراد یہ ہی کہ اسکی صورت تو اقرار کی صورت ہو اور حقیقت مین ابتداءً تملیک ہو تاکہ وارثون کو حسد نہو اور اقرار حکایتی سے تحقیقی اقرار ہو کذا فی الطحطاوی ملخصاً

واخر الارث عنہ اور میراث پیچھے ڈالی جائیگی ادائے دین مذکور سے یعنی اسواسطے کہ قضائے دین مقدم ہی میراث پر تا اسپر آخرت کا مواخذہ باقی نرہے ودین الصحۃ مطلقا وما لزمہ فی مرضہ بسبب معروف ببینۃ او بمعاینۃ قاض قدم علی ما اقر بہ فی مرض موتہ اور حالت صحت کا دین مطلقا خواہ گواہون سے معلوم ہو خواہ اقرار سے وارث کا دین ہو یا اجنبی کا عین کا اقرار ہو یا دین کا اور جو دین کہ اسکو مرض لازم ہوا سبب معروف سے جو گواہون یا قاضی کے معاینہ سے معلوم ہو مقدم ہوگا اس دین پر جسکا مریض نے اپنے مرض الموت مین اقرار کیا ولو المقر بہ ودیعۃ دین صحت کا مرض کے اقرار پر مقدم ہی اگرچہ مرض کا مقر بہ ودیعت ہو وعند الشافعی الکل سواء اور شافعی کے نزدیک دین صحت اور اقرار مرض کا دین سب برابر ہین بلا تقدم والسبب المعروف ما لیس بتبرع کنکاح مشاہد ان بمہر المثل والزیادۃ باطلۃ وان جاز النکاح عنا اور دین کا سبب معروف وہ ہی جو تبرع نہو چنانچہ وہ نکاح جو شاہدون کے سامنے ہوا ہو بشرطیکہ نکاح مہر مثل سے ہوا ہو اور زیادتی مہر مثل سے تو مرض الموت کے نکاح مین باطل ہی اگرچہ نکاح جائز ہی کذا فی البنایہ مہر زیادت مہر مثل سے باطل ہی بشرط عدم اجازت ورثہ کذا فی الطحطاوی وبیع مشاہد واتلاف کذلک ای مشاہد اور چنانچہ بیع مشاہد اور اسیطرح اتلاف مشاہد یعنی کسی کا مال تلف کرنا شاہدون کے سامنے والمریض لیس لہ ان یقضی دین بعض الغرماء دون

بعض ولو کان ذلک اعطاء مہر و ایفاء اجرة اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض اہل دیون کا دین ادا کرے سواے بعض کے اگرچہ یہ دین مہر یا اجرت کا ادا کرنا ہو ہم اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والون کا حق متعلق ہی تو بعض کے دینے مین اورون کی حق تلفی ہو مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ جو غیر محجور ہو اُسکو اصلاح کی تخصیص ممنوع نہین فلا یسلم لہما الا فی مسئلتین تو مہر اور اجرت کے واسطے مریض کا دینا سلامت نرہیگا مگر دو مسئلون مین ادا سے بعض دین جائز ہی اذا قضی ما استقرض فی مرضہ او نقد ثمن ما اشتری فیہ لو بمثل القیمة کما فی البرہان وقد علم ذلک ای ثبت کل منہما بالبرہان لا باقرارہ للتہمة دونون مسئلے یہ ہین جبکہ مریض اُس قرض کو ادا کرے جو اُسنے اپنی بیماری مین لیا یا ادا کرے اُس چیز کا ثمن جو اُسنے مرض مین خرید کیا اگر ثمن قیمت کے برابر ہو چنانچہ برہان مین ہی اور حالانکہ یہ معلوم ہو چکا یعنی ثابت ہو چکا ہی قرض اور خرید گواہون سے نہ اُسکے اقرار سے بسبب تہمت کے ہم تہمت یہ ہی کہ شاید اُسکو اس اقرار سے وارثون کا حصہ گھٹانا منظور ہو بخلاف اعطاء المہر ونحوہ وما اذا اداہ حتی مات فان البائع اسوة للغرماء فی الثمن اذا لم تکن العین المبیعة فی یدہ ای ید البائع فان کانت کان اولی بخلاف اعطاء مہر وغیرہ کے اور بخلاف اشتراء مرض کے جبکہ مریض نے اُسکا ثمن ادا نکیا یہان تک کہ مر گیا تو اُسکا بائع اور دین والون کے برابر ہی ثمن پانے مین جبکہ شی مبیع بائع کے ہاتھ مین نہو اور اگر بائع کے ہاتھ مین ہو تو وہی مقدم ہی ہم تو مبیع مذکور بیچی جاوے اور اُسکے ثمن سے بائع کا دین ادا کیا جاوے اور اگر اُسکے دین سے ثمن کچھ زیادہ ہو تو زیادت متروکہ مین لائی جاوے اور اگر ثمن دین سے ناقص ہو تو بقدر نقصان بائع مذکور ارباب دیون کے برابر ہوگا کذا فی الطحطاوی واذا اقر المریض بدین ثم اقر بدین تحاصا وصلا وفصلا لاستوائہما اور جبکہ مریض نے ایک دین کا اقرار کیا پھر دوسرے دین کا اقرار کیا تو دونون قرضخواہ حصہ پاوینگے خواہ دونون اقرارون کو اُسنے ملایا ہو یا جدا کیا ہو بسبب برابر ہونے دونون اقرارون کے ولو اقر بدین ثم بودیعة تحاصا اور اگر مریض نے دین کا اقرار کیا پھر ودیعت کا اقرار کیا تو دونون مقر لہ حصہ رسد پاوین وبعکسہ الودیعة اولی اور اُسکے بالعکس مین ودیعت اولی اور مقدم ہی یعنی اگر اول ودیعت کا اقرار کیا پھر دین کا تو ودیعت کی تقدیم ہی اسواسطے کہ جب اُسنے پہلے ودیعت کا اقرار کیا تو مقر لہ اُسکا مالک ہو گیا پھر اب دین کا اقرار غیر کے مال مین جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی وابراؤہ مدیونہ وہو مدیون غیر جائز ای لا یجوز ان کان اجنبیا وان کان وارثا فلا یجوز مطلقا سواء کان المریض مدیونا او لا للتہمة اور مریض کو اپنے مدیون کا دین معاف کرنا اور حالانکہ مریض خود مدیون ہی غیر جائز ہی یعنی برا جائز نہوگا اگر اُسکا مدیون غیر شخص ہو اور اگر مدیون وارث مریض کا تو ابرا مطلقاً جائز نہین برابر ہی کہ مریض مدیون ہو یا نہو تہمت کے سبب سے وحیلة صحتہ ان یقول لا حق لی علیہ کما افادہ بقولہ وقولہ لم یکن لی علی ہذا المطلوب شی یشمل الوارث وغیرہ صحیح قضاء لا دیانة فلم تنفع بہ مطالبة الدنیا لا مطالبة الاخرة حاوی الا المہر فلا یصح علی الصحیح بزازیہ ای لظہور انہ علیہ غالبا اور صحت ابرا کا مدیون حیلہ یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرا اُسپر کچھ حق نہین چنانچہ اُسکو مصنف نے بیان کیا ہی اپنے اس قول سے اور مریض کا یون کہنا کہ میرا اس مطلوب پر وارث ہو یا غیر وارث کچھ نہین صحیح ہی قضا کی راہ سے نہ دیانت کی راہ سے تو مدیون مطلوب سے دنیا کا مطالبہ مرتفع ہوگا نہ آخرت کا مطالبہ کذا فی الحاوی سواے دین مہر کے کہ اُسکا ابرا حیلۂ مذکورہ سے صحیح نہوگا بقول صحیح کذا فی البزازیہ بسبب ظاہر ہونے اسبات کے کہ زوج پر مہر اکثر واجب الادا رہتا ہی ہم یعنی اگر زوجہ مرض الموت مین کہے کہ میرا مہر نہین زوج پر تو یہ ابرا صحیح نہوگا بخلاف اقرار البنت فی مرضہا بان الشئ الفلانی ملک ابی او امی لا حق لی فیہ او انہ کان عندی عاریة فانہ یصح ولا تسمع دعوی زوجہا فیہ کما بسطہ فی الاشباہ بخلاف بیٹی کے اس اقرار کے اپنے مرض الموت مین کہ فلانی چیز میرے باپ یا ماں کی ملک ہی میرا اُسمین کچھ حق نہین یا وہ چیز میرے پاس عاریت تھی تو یہ ابرا صحیح ہوگا اور اُسکے زوج کا دعوی اُسمین مسموع نہوگا چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہی اشباہ مین ہم کہکر غنیمت جان اس تحریر کو کہ یہ میری کتاب کی مخصوصات سے ہی ہم اس قول کو اشباہ کے محشیون مانند حموی و شیخ صالح وغیرہ جاننے

سلم نہین رکھا اسواسطے کہ یہ اقرار ہی عین کا وارث کے واسطے بصیغۂ نفی اور اسکی عدم صحت مین اختلاف نہین اور صاحب اشباہ جسکی سند لایا ہی وہ مفروض ہی دین مین نہ عین مین خلاصہ کہ ابرا بلفظ نفی البتہ جائز ہی دین مین اور عین کا اقرار وارث کے واسطے بالاتفاق غیر صحیح ہی وتمامہ فی الطحطاوی وان اقر المریض لوارثہ بمفردہ او مع اجنبی بعین او دین بطل خلافا للشافعی ولنا حدیث لا وصیۃ لوارث ولا اقرار لہ بدین اور اگر مریض نے اقرار کیا فقط اپنے وارث کے واسطے یا اجنبی کے ساتھ عین کا اقرار کیا یا دین کا باطل ہی برخلاف امام شافعی کے اور ہماری دلیل یہ حدیث ہی وصیت جائز نہین وارث کے واسطے دین کا اقرار ہم اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہی کذا فی الطحطاوی الا ان یصدقہ بقیۃ الورثۃ وارث کے واسطے اقرار باطل ہی مگر اس صورت مین باطل نہین جبکہ باقی وارث مریض کی تصدیق کرین فلو لم یکن وارث آخر او اوصی لزوجتہ او ھی لہ صحت الوصیۃ و اما غیرھما فیرث الکل فرضا وردا فلا یحتاج لوصیۃ شرنبلالیۃ تو اگر دوسرا وارث نہوا اور زوج مریض نے اپنی زوجہ کے واسطے وصیت کی یا زوجہ نے زوج کے واسطے وصیت کی تو وصیت صحیح ہوگی اور دو وارث غیر زوجین تو کل متروکہ کا وارث ہوگا بطریق فرض یا رد کے تو موروث کو وصیت کرنے کی کچھ حاجت نہین کذا فی الشرنبلالیہ وفی شرحہ للوہبانیہ اقر بوقف ولا وارث لہ فلو علی جہۃ عامۃ صح بتصدیق السلطان او نائبہ وکذا لو وقف خلافا لما زعمہ الطرسوسی فلیحفظ اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ مین ہی کہ مریض نے وقف کا اقرار کیا یعنی بطور حکایت کے اور حالانکہ اسکا کوئی وارث نہین تو اگر وقف بجہت عامہ ہو جیسا کہ آرام خلق کے واسطے پل بنوانا تو صحیح ہی بادشاہ یا اسکے نائب کی تصدیق اور اسیطرح اگر وقف بجہت عامہ کرے مرض مین تو صحیح ہی برخلاف زعم طرسوسی کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم جب کوئی وارث نہو تو اسکا وارث بیت المال ہی اور سلطان کو بیت المال سے پل وغیرہ بنوانا صحیح ہی لہذا تصدیق سلطان صحیح ٹھہری طرسوسی نے کہا کہ جب وارث نہوگا تو وقف ثلث مال مین صحیح ہوگا اور تصدیق سلطان کی معتبر نہوگی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین کہا کہ جو طرسوسی سمجھا ہی وہ معمول بہ نہین کذا فی الطحطاوی ملخصا ولو کان ذلک اقرارا بقبض دینہ او غصبہ او رہنہ ونحو ذلک علیہ ای علی وارثہ او عبدہ وارثہ او مکاتبہ لا یصح لوقوعہ لمولاہ اور اگر وہ اپنے قبض دین کا اقرار ہو یا غصب یا رہن وارث کے قبض کا اقرار ہو اور مانند اسکے اپنے وارث سے یا عبد وارث یا مکاتب وارث سے قبض کر لینے کا اقرار ہو تو صحیح نہوگا عبد اور مکاتب کا اقرار اسکے مولی کے واسطے واقع ہوگا ہم یعنی اگر مریض نے یون اقرار کیا کہ جو میرا دین وارث پر تھا اسکو مین نے اس سے پایا یا جو میرے وارث نے میری چیز غصب کی تھی یا اسکے پاس گرو تھی وہ مین نے پائی تو یہ اقرار صحیح نہوگا ولو فعلہ ثم برئ ثم مات جاز کل ذلک لعدم مرض الموت اختیار اور اگر مریض نے اقرار مذکور کیا پھر صحیح و سالم ہوگیا بعد اسکے مرگیا تو جمیع امور مذکورہ کا اقرار جائز ہوجائیگا بسبب عدم مرض الموت کذا فی الاختیار یعنی جب اقرار کے بعد چنگا ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اقرار مذکور مرض الموت مین واقع نہوا تھا لہذا صحیح ہوگا ولو مات المقر لہ ثم المریض وورثۃ المقر لہ من ورثۃ المریض جاز اقرارہ کاقرارہ لاجنبی بحر فی یحیی عن الصیرفیۃ اور اگر پہلے مقر لہ مرا پھر مریض مر گیا اور مقر لہ کے وارث مریض کے بھی وارثون سے ہین تو اس مریض کا اقرار جائز ہوگا جیسا اجنبی کے واسطے اقرار جائز ہی کذا فی البحر اور آگے آوے گا صیرفیہ ہم صورت اسکی یہ ہی کہ دادا نے اپنے پوتے کے واسطے اقرار کیا پھر پوتا اپنا باپ چھوڑ کر مر گیا پھر دادا اقرار کرنے والا اپنے اس فرزند کو جو مقر لہ کا باپ ہی چھوڑ کر مر گیا تو یہ اقرار جائز ہی صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ پوتا اپنے باپ کے ہوتے دادا کا وارث نہ تھا جو اقرار صحیح نہوتا کذا فی الطحطاوی بخلاف اقرارہ لہ ای لوارثہ بودیعۃ مستہلکۃ فانہ جائز وصورتہ ان یقول کانت عندی ودیعۃ لہذا الوارث فاستہلکتہا جوہرہ بخلاف ودیعت مستہلکہ کے اقرار کے یعنی مریض اپنے وارث کے واسطے ودیعت مستہلکہ کا اقرار کرے سو وہ جائز ہی اور صورت اسکی یہ ہی کہ مریض کہے کہ میرے پاس اس وارث کی ودیعت تھی سو وہ مین نے تلف کر ڈالی کذا فی الجوہرہ والحاصل ان الاقرار للوارث موقوف الا فی ثلث مذکورۃ فی الاشباہ منہا اقرارہ بالامانات کلہا ومنہا النفی کلا حق لی قبل ابی وامی وہذہ الحیلۃ فی ابراء المریض وارثہ ومنہا

ومنہا

هذا المتاع الفلانی ملک ابی وامی کان عندی عاریة وهذا حیث لا قرینة وتمامه فیها فلیحفظ فانه مهم اور خلاصہ یہ ہی کہ مریض کا اقرار وارث کے
واسطے باقی وارثون کی اجازت پر موقوف ہی مگر تین مسئلون میں جو اشباہ میں مذکور ہین از انجملہ اقرار مریض ہی تمام امانات کا یعنی قبض امانات کا وارث سے اور از انجملہ
نفی ہو جینا یعنی یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ اور ماں کی جانب و رہی نفی حیلہ ہی مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو اور منجملہ نفی حق مریض یہ قول ہی کہ یہ چیز
فلانی میرے باپ اور میری ماں کی ملک ہی میرے پاس عاریت تھی اور یہ وہان ہی جہان قرینہ نہو اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر ضروری ہی
ہم طحطاوی نے کہا کہ ملک پدری اور مادری کا اقرار کتب معتبرہ کے مخالف ہی چنانچہ مذکور ہو چکا اور جب یہ اقرار صحیح نہوا تو عدم قرینہ کی شرط کی بھی کچھ حاجت نہیں رہی

اقر فیه ای فی مرض موته لوارثه یؤمر فی الحال بتسلیمه الی الوارث فاذا مات یرده بزازیه وفی القنیة تصرفات المریض نافذة وانما
تنتقض بعد الموت مریض نے اقرار کیا اپنے مرض الموت میں اپنے وارث کے واسطے تو فی الحال وارث کو دینے کا حکم ہوگا پھر جب مریض مر جاوے تو وارث مقر
کو پھیر دے کذا فی البزازیہ اور قنیہ میں ہی کہ مریض کے تصرفات جاری اور نافذ ہین اور وہ تو موت کے بعد توڑ ڈالے جاتے ہین والعبرة لکونه وارثا وقت
الموت لا وقت الاقرار فلو اقر لاخیه مثلا ثم ولد له صح الاقرار لعدم ارثه اور اعتبار اسکے وارث ہونے کا موت کے وقت کا ہی نہ اقرار کے وقت کا تو اگر
مریض نے اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا پھر مریض کے بیٹا پیدا ہوا تو اقرار صحیح ہوگا بسبب وارث نہونے اسکے بھائی کے یعنی گو اقرار کے وقت بھائی وارث تھا
لیکن بعد تولد فرزند مریض سے موت کے وقت وہ وارث نہرا الا اذا صار وارثا وقت الموت بسبب جدید کالتزوج وعقد الموالاة فیجوز کما ذکره
بقوله مگر جبکہ مقر له وارث ہو گیا موت کے وقت سبب جدید سے چنانچہ تزویج اور عقد موالات تو وارث مذکور کے واسطے اقرار جائز ہی چنانچہ مصنف نے اسکو
اپنے اس قول میں ذکر کیا فلو اقر لها ای لاجنبیة ثم تزوجها صح بخلاف اقراره لاخیه المحجوب بکفر او ابن اذا زال حجبه باسلامه او بموت
الابن فلا یصح لان ارثه بسبب قائم لا حادث تو اگر مریض نے اجنبی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا تو اقرار صحیح ہی بخلاف اسکے
اقرار کے اپنے اس بھائی کے واسطے جو محجوب ہی بسبب کفر کے یا مقر کے فرزند کے موجود ہونے سے جبکہ اسکا محجوب ہونا زائل ہو بھائی کے اسلام لانے سے یا فرزند
کی موت تو اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ بھائی کی میراث تقدیم سبب سے ہی نہ جدید سبب سے وبخلاف الهبة لها ای فی مرضه والوصیة لها ثم تزوجها
فلا تصح لان الوصیة تملیک بعد الموت وهی حینئذ وارثة اور بخلاف اجنبی عورت کے ہبہ کرنے کے اپنے مرض الموت میں اور اسکے واسطے وصیت
کرنے کے پھر اسکے ساتھ نکاح کر لینے کے کہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ وصیت تملیک ہی بعد موت کے اور اسوقت تو عورت مذکورہ وارث ہی مقر کی اقر فیه انه کان
له علی ابنته المیتة عشرة دراهم قد استوفیتها وله ای المقر ابن ینکر ذلك صح اقراره لان المیت لیس بوارث مرض الموت میں اقرار کیا کہ اسکا
بیٹی مردہ پر اسکے دس درم تھے سو میں اسکو لے چکا اور اس مقر کا ایک بیٹا ہی جو اسکا انکار کرتا ہی تو اسکا اقرار صحیح ہی اسواسطے کہ میت وارث نہیں کما
لو اقر لامراته فی مرض موته بدین ثم ماتت قبله وترکت منه وارثا صح الاقرار وقیل لا قائله بدیع الدین صیرفیه چنانچہ اپنے
مرض الموت میں اپنی عورت کے واسطے اقرار کیا دین کا پھر زوجہ مر گئی قبل زوج مقر کے اور مقر سے ایک وارث چھوڑا عورت مذکورہ کے بیٹے کا تو اقرار
صحیح ہی اور قول ضعیف ہی کہ صحیح نہیں قائل اس قول کا بدیع الدین ہی کذا فی الصیرفیة ولو اقر فیه لوارثه ولاجنبی بدین لم یصح خلافا لمحمد عمادیه
اور اگر مرض الموت میں اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے اقرار کیا دین کا تو صحیح نہیں بر خلاف محمد بن حسن کے کذا فی العمادیة وان اقر لاجنبی مجهول نسبه
انه ابنه وصدقه وهو من اهل التصدیق ثبت نسبه مستندا لوقت العلوق واذا ثبت بطل اقراره لما مر اور اگر اس اجنبی کے
واسطے اقرار کیا جسکا نسب معلوم نہیں پھر مقر نے اسکی فرزندی کا اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور حال یہ کہ وہ تصدیق کی لیاقت رکھتا ہی
یعنی حال بیان کر سکتا ہی تو اسکا نسب ثابت ہوگا اسکی ابتدا سے پیدایش سے مستند ہوکر اور جب نسب ثابت ہوا تو اسکا اقرار باطل ہو گیا بدلیل گذشتہ

یعنی جو وارث ہو موت کے وقت قدیم سبب سے تو اُسکے واسطے اقرار صحیح نہیں ولم یثبت بان کذبه او عرف نسبه صح الاقرار لعدم ثبوت النسب
شرنبلالیه معزیا للینابیع اور اگر نسب نہ ثابت ہوا اس طرح پر کہ مجہول النسب مقر کی تکذیب کرے یا اُسکا نسب معروف ہو غیر شخص سے تو اقرار صحیح ہے بسبب
نہ ثابت ہونے نسب کے چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے ینابیع سے ولو اقر لمن طلقها ثلثا یعنی بائنا فیه ای فی مرض موته فلها الاقل من الارث والدَّین
ویدفع لها ذلك بحکم الاقرار لا بحکم الارث حتی لا تصیر شریکة فی اعیان الترکة شرنبلالیة اور اگر اُس عورت کے واسطے اقرار کیا کہ
تین بار طلاق بائن دی اپنے مرض الموت میں تو جو کمتر ہوگا میراث اور دین میں وہ اُسکو ملیگا اور کمتر اُسکو دیا جائیگا اقرار کی وجہ سے نہ میراث کی وجہ سے
تو وہ شریک نہ ٹھہرے گی متروکہ کی اشیا میں کذا فی الشرنبلالیہ ہم طلاق بائن کی اسواسطے شرط کی کہ طلاق رجعی میں وہ زوجہ ہوگی اور یہ بھی شرط ہے کہ
اثنائے عدت میں مقر مر جائے اور اگر بعد عدت مرےگا تو اقرار صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی وهذا اذا کانت فی العدة وطلقها بسؤالها فاذا مضت العدة
جاز لعدم التهمة عزمیه اور یہ حکم مذکور اُس وقت ہے جبکہ مطلقہ عدت میں ہو اور زوج نے اُسکو طلاق دی اُسکی طلب سے پھر جب عدت ہو چکی تو اقرار
جائز ہوگا بسبب عدم تہمت کے کذا فی العزمیه ہم تہمت یہ تھی کہ زوج نے شاید اسواسطے طلاق دی ہو تاکہ اُسکا اقرار صحیح ہو زوجیت کے واسطے تاکہ اُسکو میراث سے زیادہ ملے
پھر جب عدت گذر گئی تو یہ تہمت بھی باقی نہ رہی وان طلقها بلا سؤالها فلها المیراث بالغا ما بلغ ولا یصح الاقرار لها لانها وارثة اذ
هو فار واهمله اکثر المشائخ لظهوره من کتاب الطلاق اور اگر اُسکو طلاق دی بدون اُسکی طلب کے تو اُسکو میراث ملے گی جس مقدار کو وہ پہنچی
اور اُسکے واسطے اقرار صحیح نہ ہوگا کیونکہ وہ وارث ہے اسواسطے کہ زوج اُسکا فار ہے اور اس قول کو اکثر مشائخ نے یہاں مذکور نہیں کیا بسبب اُسکے ظاہر
ہونے کے کتاب الطلاق سے وان اقر لغلام مجهول النسب فی مولده او فی بلد هو فیهما وهما فی السن بحیث یولد مثله لمثله انه
ابنه وصدقه الغلام لو ممیزا والا لم یحتج لتصدیقه کما مر وحینئذ ثبت نسبه ولو المقر مریضا واذا ثبت شارك الغلام الورثة
اور اگر اُس صغیر نابالغ کے واسطے جسکا نسب معلوم نہیں اُسکے وطن میں یا اُس شہر میں جسمیں وہ وارد ہوا اور حالانکہ مقر اور مقر لہ اس عمر میں واقع ہیں کہ ایسی
عمر والے کا ویسا لڑکا پیدا ہو سکتا ہے یہ اقرار کیا کہ وہ لڑکا اُسکا بیٹا ہے اور لڑکے نے اُسکی تصدیق کی اگر وہ با تمیز ہو اور اگر صغیر بے تمیز ہو تو اُسکی تصدیق کی
کچھ حاجت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اُس وقت میں یعنی درصورت اجتماع شرائط مذکورہ اُسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ مقر مریض ہو اور جبکہ اُسکا نسب ثابت
ہوا تو لڑکا باقی وارثوں کا شریک ہوگا فان انتفت هذه الشروط یؤاخذ المقر من حیث استحقاق المال کما لو اقر باخوة غیره کما مر
عن الینابیع کذا فی الشرنبلالیة فلیحفظ عند الفتوی تو اگر یہ شروط مذکورہ نہ پائی جائیں تو مقر ماخوذ ہوگا باعتبار استحقاق مال کے چنانچہ اگر غیر کے
بھائی ہونے کا اقرار کرے جیسے کہ مذکور ہو چکا ینابیع سے کذا فی الشرنبلالی تو فتوی دینے کے وقت تحریر اور تنقیح چاہیے ہم اگر شروط ثلثہ سے یعنی جہالت نسب
اور پیدا ہونا مثل مقر لہ کا مثل مقر سے اور تصدیق ولد سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جاوے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور یہ جو شارح نے کہا
کہ من حیث استحقاق المال مقر ماخوذ ہوگا وہ اس صورت میں ظاہر نہیں اسواسطے کہ یہاں فقط نسب کا اقرار ہے نہ مال کا بلکہ وہ مسئلہ سابقہ میں ہے یعنی
جبکہ اجنبی کے واسطے اقرار کرے پھر اُسکی فرزندی کا دعوی کرے تو اگر شروط مذکورہ منتفی ہوں تو اُسکو مال لازم آویگا اگرچہ نسب ثابت نہ ہوگا اور شرنبلالیہ
میں ینابیع سے یہ عبارت منقول ہے ولو کذبه او کان معروف النسب من غیره لزمه ما اقر به ولا یثبت النسب کما فی الینابیع انتهی اور شارح کی عبارت رکیک ہے
تو اگر یوں کہتا فلو انتفی احدی هذه الشروط وقد اقر له بمال یؤاخذ به المقر لما ابتدء واضح تر ہوتا اسواسطے کہ مانع صحت اقرار سے ثبوت نسب کا ہے پھر جب
نسب ثابت نہ ہوا تو مقر پر لازم ہو گیا اور یہی تقریر تحریر ہے اس مقام کی کذا فی الطحطاوی مختصرا و الرجل صح اقراره ای المریض بالولد والوالدین قال
فی البرهان وان علیا قال المقدسی وفیه نظر لقول الزیلعی لو اقر بالجد وابن الابن لا یصح لان فیه حمل النسب علی الغیر بالشروط الثلثة

المتقدمة فی الابن اور بیمار مرد کا اقرار کرنا ولد اور والدین کا صحیح ہی اُن تینون شرطون سے جو پہلے مذکور ہو چکین اور رمز مین برہان مین کہا والدین کا اقرار صحیح ہی اگرچہ والدین اونچے ہون یعنی دادا پردادا مقدسی نے کہا اور اس قول مین اعتراض ہی بدلیل قول زیلعی کہ اگر دادا یا پوتے کا اقرار کیے تو صحیح نہین اسواسطے

کہ اس اقرار غیر شخص پر نسب کا ڈالنا ہی یعنی پہلی صورت مین باپ پر اور دوسری صورت مین بیٹے پر وصح بالزوجة بشرط خلوها عن زوج وعدة وخلوه ای المقر عن اختها مثلا واربع سواها اور یون اقرار کرنا کہ یہ عورت میری زوجہ ہی صحیح ہی بشرط خالی ہونے اُس عورت کے زوج اور اُسکی عدت سے اور بشرط خالی ہونے مقر کے اُس عورت کی بہن سے مثلا اور بشرط خالی ہونے مقر کے چار عورتون سے سوا اُس عورت کے یعنی زوجہ کہنے کا اقرار اُسوقت صحیح ہی جبکہ وہ عورت کسیکی زوجہ نہو اور نہ کسیکی عدت مین ہو اور جبکہ اُس عورت کی بہن یا خالہ یا عمہ مقر کی منکوحہ یا معتدہ نہو اور جبکہ سوائے اُس عورت کے چار عورتین اُسکے پاس نہون حموی نے کہا یہ شرط بھی مناسب ہی کہ عورت مجوسی اور بت پرست نہو اور حاشیہ زیلعی مین ہی بشرطیکہ وہ عورت رضاعت سے حرام نہو مقر پر وصح بالمولی من جهة العتاقة ان لم یکن ولاؤه ثابتا من جهة غیره ای غیر المقر اور صحیح ہی مولی کا اقرار یعنی یون کہنا کہ یہ شخص میرا مولی ہی آزاد کرنے کی راہ سے بشرطیکہ اُسکا ولا غیر مقر سے ثابت نہو والمرأة صح اقرارها بالوالدین والزوج والمولی اور صحیح ہی عورت کا یون اقرار کرنا کہ یہ میرے والدین ہین یا یہ میرا زوج اور مولی ہی والاصل ان اقرار الانسان علی نفسه حجة لا علی غیره اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہی کہ آدمی کا اقرار کرنا اپنی ذات پر حجت ہی نہ غیر پر قلت وما ذکره من صحة الاقرار بالام کالاب هو المشهور الذی علیه الجمهور وقد ذکر الامام العتابی فی فرائضه ان الاقرار بالام لا یصح وکذا فی ضوء السراج لان النسب للآباء لا للامهات وفیه حمل الزوجیة علی الغیر فلا یصح انتهی ولکن الحق صحته بجامع الاصالة فکانت کالاب فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ جو مصنف نے ما کے اقرار کی صحت مذکور کی ہی مانند باپ کے یہی قول مشہور ہی جسپر اکثر علما ہین اور امام عتابی نے اپنے فرائض مین ذکر کیا ہی کہ ما کا اقرار صحیح نہین اور اسیطرح ضوء السراج مین ہی اسواسطے کہ نسب باپون سے ہوتا ہی نہ ماؤن سے اور اسمین حمل زوجیت بھی ہی غیر شخص پر یعنی مقر کے باپ پر تو صحیح نہوگا انتہی ولیکن صحت اقرار مذکور حق ہی بسبب جامعیت اصالت کے یعنی اصل ہونے مین ما اور باپ دونون برابر ہین تو ما باپ کے مانند ہوئی پس اسے یاد رکھنا چاہیے وکذا صح بالولد ان شهدت امرأة ولو قابلة بتعیین الولد اما النسب فبالفراش شمنی اور اسیطرح عورت کا یہ اقرار صحیح ہی کہ یہ میرا لڑکا ہی اگر ایک عورت گواہی دے اگرچہ دائی جنائی تعیین ولد کی گواہی دے اور نسب تو فراش سے ثابت ہوتا ہی کذا فی الشمنی ام عورت کی گواہی اُسوقت شرط ہی جبکہ تجاحد ہو اور شہادت قابلہ تعیین ولد مین اُسوقت شرط ہی جبکہ ولادت پر تصادق ہو اور تعیین ولد مین اختلاف ہو والتوضیح فی الطحطاوی ولو معتدة جحدت ولادتها فحجة تامة کما مر فی باب ثبوت النسب اور اگر عورت معتدہ کی ولادت کا انکار ہو تو عورت کا اقرار پوری حجت سے صحیح اور ثابت ہوگا چنانچہ ثبوت نسب کے باب مین مذکور ہو چکا او صدقها الزوج ان کان لها زوج او کانت معتدة منه یا عورت کا اقرار ولد صحیح ہی اگر زوج اُسکی تصدیق کرے بشرطیکہ وہ شوہر دار ہو یا اُسکی معتدہ ہو وصح مطلقا ان لم تکن کذلک ای فزوجة ولا معتدة او کانت فزوجة وادعت انه من غیره فصار کما لو ادعاه منها لم یصدق فی حقها الا بتصدیقها اور صحیح ہی اقرار ولد مطلقا اگرچہ شہادت اور تصدیق زوج نپائی جائے اگر عورت ویسی نہو یعنی نہ شوہر والی نہ معتدہ یا اگر شوہر والی ہو اور یہ دعوی کرے کہ وہ لڑکا اُسکے سوا اور مرد کا ہی تو یہ اقرار ویسا ہو جیسا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہی اس عورت سے تو عورت کے حق مین اُسکی تصدیق نہوگی مگر عورت کی تصدیق کرنے سے قلت بقی لو لم یعلم لها زوج غیره لم اره فیما تراه مین کہتا ہون باقی رہگئی یہ صورت کہ اگر عورت کا کوئی اور زوج مشہور اور معلوم نہو سوائے ایک زوج کے اور وہ یہ دعوی کرے کہ یہ میرا بیٹا ہی اور مرد سے تو اسکی تحریر اور تنقیح چاہیے ام ان صورت مین ظاہر وہ لڑکا عورت ہی کا ٹھہرے گا کیونکہ شوہر معلوم پر تحمیل نسب

تو وہ لڑکا عورت ہی وارث ہوگا مفتی ابو السعود نے کہا غایت الامر یہ ہے کہ درصورت عدم معرفت زوج ثانی وہ لڑکا زنا کا ہوگا اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط ماں کا وارث ہوتا ہے تو اس میں توقف کی کچھ وجہ نہیں کذا فی الطحطاوی ولا بد من تصدیق ہؤلاء اور صحت اقرار میں اُن اشخاص مذکورین کی تصدیق ضروری ہے م یعنی جب مرد نے یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا والدین ہیں یا یہ میری زوجہ ہے اور عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرے والدین ہیں یا یہ زوج اور یہ میرا مولی ہے عتاقہ کے تو ان لوگوں کی تصدیق ضروری ہے اسواسطے کہ ہر شخص ان میں سے اپنی ذات کے تصرف میں ہے تو غیر کا اقرار انکو لازم نہیں الا فی الولد اذا کان لا یعبر عن نفسہ لما مر انہ حینئذ کالمتاع مگر ولد میں تصدیق شرط صحت اقرار نہیں جبکہ اقرار ایسا ہو کہ اپنا حال بیان نہ کرسکتا ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ لڑکا اس حالت میں متاع اور اسباب کے مانند ہے یعنی تو جسکے پاس ہوگا اُسیکا ٹھہریگا ولو کان المقر لہ عبد الغیر اشترط تصدیق مولاہ لان الحق لہ اور اگر مقر لہ غیر کا غلام ہو تو صحت اقرار میں اسکے مولی کی تصدیق ہوگی شرط اسواسطے کہ حق اسی کا ہے وصح التصدیق من المقر لہ بعد موت المقر لبقاء النسب والعدۃ بعد الموت اور صحیح ہے تصدیق مقر لہ کی بعد مرجانے مقر کے بسبب باقی رہنے نسب اور عدت کے بعد موت کے الا تصدیق الزوج بعد موتہا مقرۃ لانقطاع النکاح بموتہا ولہذا لیس لہ غسلہا بخلاف عکسہ مگر زوج کی تصدیق زوجہ مقرہ کے مرنے کے بعد صحیح نہیں بسبب منقطع ہونے نکاح کے زوجہ کی موت سے اور اسی وجہ سے زوج کو جائز نہیں غسل دینا بھی دینا زوجہ کا موت کے بعد برخلاف اسکے عکس کے یعنی اگر زوج مقر ہو تو زوجہ کی تصدیق بعد موت زوج کے صحیح ہے اور اسکو زوج کا غسل دینا بھی صحیح ہے اسواسطے کہ علائق نکاح کے بسبب باقی رہنے عدت کے ہنوز منقطع نہیں ولو اقر رجل بنسب فیہ تحمیل علی غیرہ لم یقبل من غیر ولاد کما فی الدرر لفسادہ بالجد لابن الابن کما قال کالاخ والعم والجد وابن الابن لا یصح الاقرار فی حق غیرہ الا ببرہان اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا ایسے نسب کا جس میں غیر پر نسب کا ڈالنا ہو جیسا کہ یوں کہتا کہ یہ میرا بھائی اور چچا اور دادا اور پوتا ہے تو اقرار صحیح نہیں غیر شخص کے حق میں مگر شہادت سے مصنف نے نسب میں غیر اولاد کی قید نہ لگائی جیسا کہ درر میں ہے بسبب فاسد ہونے اس قید کے جد اور ابن الابن سے ومنہ اقرار اثنین کما مر فی باب ثبوت النسب فلیحفظ اور از انجملہ ہے اقرار دو شخصوں کا جیسا کہ مذکور ہوچکا ثبوت النسب کے باب میں تو یاد رکھنا چاہیے ہم یعنی غیر کے حق میں ایسا اقرار نسب صحیح نہیں مگر برہان سے سوا اس قسم سے مقر علیہ کے وارثوں سے دو شخصوں کا اقرار کرنا ہے نسب کا تو باقی وارثوں پر ثبوت نسب کا حکم متعدی ہوگا اور اگر مقر ایک شخص ہوگا تو فقط اسی پر حکم اقرار مقصور رہیگا اور مقر لہ کے وارثوں کا اقرار مثبت نسب نہیں جیسے مقر لہ کی تصدیق مثبت نہیں کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقر علیہ والوارثۃ وہم من اہل التصدیق اور اسیطرح اقرار صحیح ہوگا اگر مقر علیہ مقر کی تصدیق کرے یا اسکے وارث اور حالانکہ وہ تصدیق کرنے کی لیاقت رکھتے ہوں ہم مقر علیہ سے وہ شخص مراد ہے جس پر مقر نسب کو محمول کرے ہرچند تصدیق ورثہ مقر علیہ قول سابق میں مندرج ہے لیکن دونوں میں یوں تفرقہ ہوسکتا ہے کہ پہلی صورت میں مقر علیہ کے دو وارثوں کا اقرار مثبت نسب ہے اور دوسری صورت میں اقرار مقر اور مقر علیہ کے دو وارثوں کی تصدیق مثبتہ ہے اور لیاقت تصدیق سے مراد یہ ہے کہ وارث عاقل بالغ ہوں اور نصاب شہادت کامل ہو کذا فی الطحطاوی ویصح فی حق نفسہ حتی یلزمہ ای المقر الاحکام من النفقۃ والحضانۃ والارث اذا تصادقا علیہ ای علی ذلک الاقرار لان اقرارہما حجۃ علیہما اور نسب کا اقرار مقر کی ذات کے حق میں صحیح ہے تو مقر کو لازم ہونگے نفقہ اور پرورش اور میراث کے احکام جب کہ مقر اور مقر لہ دونوں اُس اقرار پر باہم تصادق کریں اسواسطے کہ دونوں کا اقرار دونوں پر حجت ہے ہم نفقہ اسوقت ہے جبکہ مقر لہ محرمیت کی قرابت رکھتا ہو مقر سے لیکن پرورش مشکل ہے اسواسطے کہ پرورش نہیں مگر صغیر کی اور صغیر لائق تصدیق کے نہیں لیکن یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ حضانت سے مراد ضم ہے یعنی اپنے پاس رکھنا جبکہ بنت بالغہ ہو اور اسکی بے عزتی کا خوف ہو کذا فی الطحطاوی فان لم یکن لہ ای لہذا المقر وارث غیرہ مطلقا لا قریبا کذوی الارحام ولا بعیدا کمولی الموالاۃ علیہ وغیرہ ورثہ سوا اس مقر کا

سوا مقر لہ کے کوئی وارث مطلقاً نہو نہ وارث قریب جیسا کہ ذوی الارحام اور نہ بعید جیسا کہ مولاے محبت کذا فی العینی وغیرہ تو وہ اسکا وارث ہوگا مگر یہ وراثت
فقط مقر لہ کے نفس و رہیگی تو اسکی اصل و فرع کیطرف میراث منتقل نہوگی اسواسطے کہ یہ بمنزلہ وصیت کے ہی کذا فی الطحطاوی والا لان نسبه لم یثبت فلا
یزاحمه الوارث المعروف والمراد غیر الزوجین لان وجودهما غیر مانع قاله ابن الکمال اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقر کا کوئی وارث قریب یا بعید ہو تو مقر لہ کا
وارث نہوگا اسواسطے کہ اسکا نسب ثابت نہیں تو وہ مزاحمت نہیں کرسکتا وارث مشہور سے اور جس وارث سے جو مانع ارث مقر لہ ہو وہ وارث ہی جو زوجین کے سوا ہو اسواسطے کہ زوجین کا
وجود غیر مانع ہی مقر لہ کی ارث سے کذا ذکرہ ابن الکمال ثم للمقر ان یرجع عن اقرارہ لانه وصیة من وجه زیلعی ای وان صدقه المقر
کما فی البدائع لکن نقل المصنف عن شروح السراجیة ان بالتصدیق یثبت النسب فلا ینفع الرجوع فلیحرر عند الفتوی پھر یہ بات
کہ مقر کو اپنے اقرار سے پھر جانا جائز ہو اسواسطے کہ یہ اقرار ایک راہ سے وصیت ہی کذا فی الزیلعی یعنی رجوع اقرار سے جائز ہی اگرچہ مقر کی مقر لہ تصدیق بھی کرے کذا فی
البدائع لیکن مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ کی شروح سے نقل کیا کہ مقر لہ کی تصدیق سے نسب ثابت ہوجاتا ہی تو رجوع عن الاقرار فائدہ بخش نہیں تو اسکی تحریر اور
تنقیح چاہیے فتوی دینے کے وقت میں ظاہر زیلعی کا کلام حق ہی جیسا کہ اتقانی اور شرنبلالیہ سے ثابت ہوتا ہی اور اس تعلیل میں اتفاق ہی کہ نسب ثابت نہیں تو تحریر مقام
یہ ہی کہ نسب کے اقرار میں اگر غیر پر تحمیل نسب نہو اور تصدیق مقر لہ کی پائی جاوے تو اس میں رجوع جائز نہیں اور اگر تحمیل غیر پر ہو اور مقر لہ تصدیق کرے تو رجوع جائز ہی
غرضکہ یہاں کلام ہی دو مقاموں میں فتدبر کذا فی الطحطاوی ملخصا ومن مات ابوه فاقر باخ شارکه فی الارث فیستحق نصف نصیب المقر ولم یثبت
نسبه کما تقرر ان اقراره مقبول فی حق نفسه فقط اور جس شخص کا باپ مرگیا اسنے اقرار کیا کہ یہ شخص میرا بھائی ہی تو مقر لہ اسکا شریک ہوگا ارث میں
تو وہ نصف حصہ مقر کا مستحق ہوگا اور اسکا نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ اسکا اقرار فقط اسیکے حق میں مقبول ہی قلت بقی لو اقر الاخ
بابن هل یصح قال الشافعیة لا لان ما ادی وجوده الی نفیه انتفی من اصله ولم اره لائمتنا صریحا وظاهر کلامهم نعم فلیراجع
میں کہتا ہوں باقی رہی یہ صورت کہ اگر بھائی بیٹے کا اقرار کرے یعنی میت کا بھائی کہے کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہی تو یہ اقرار صحیح ہی یا نہیں علماے شافعیہ نے
کہا کہ یہ اقرار صحیح نہیں اسواسطے کہ جسکا وجود باعث ہو اسکی نفی کا یعنی صحت اقرار عدم صحت اقرار کا موجب ہو وہ خود اپنی اصل سے منتفی ہوجاتا ہی یعنی شافعیہ
کے نزدیک صحت اقرار کی یہ شرط ہی کہ مقر وارث ہو تو اگر بھائی کے اقرار کی اس راہ سے کہ وہ وارث ہی تصحیح کیجیے تو صحت اقرار کا بطلان لازم آتا ہے کیونکہ بھائی وارث
نہیں رہتا بیٹے کے ہوتے اور یہ مسئلہ میں نے اپنے اماموں کے کلام میں صریح نہیں دیکھا اور انکے ظاہر کلام سے یہ جواب معلوم ہوتا ہی کہ ہاں اقرار مذکور صحیح ہی تو اسکی تلاش
چاہیے کتب مذہب میں ہم وجہ صحت یہ ہی کہ مقتضاے کلام حنفیہ بیان یہ ہی کہ اگر مقرین نصاب شہادت موجود ہو تو نسب ثابت ہوگا اگرچہ نصاب وارثوں سے
ہو اور اگر نصاب نہو تو اقرار پر عمل کیا جائیگا فقط مقر کے حق میں اگرچہ نسب ثابت نہوگا کذا فی الطحطاوی وان ترك شخص ابنین وله علی اخر مائة فاقر
احدهما بقبض ابیه خمسین منها فلا شیء للمقر لان اقراره ینصرف الی نصیبه وللاخر خمسون بعد حلفه انه لا یعلم ان اباه
قبض شطر المائة قاله الاکمل قلت وکذا الحکم لو اقر ان اباه قبض کل الدین لکنه هنا یحلف لحق الغرماء زیلعی اور اگر ایک شخص
دو بیٹے چھوڑ کر مرگیا اور اسکے دوسرے شخص پر سو درم ہیں سو ایک بیٹے نے اقرار کیا کہ اسکا باپ پچاس درم ان میں سے لے چکا ہی تو فرزند مقر قبض کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے
کہ اسکا اقرار اسکے حصے کیطرف پھر جائیگا اور دوسرے فرزند کو پچاس درم ملینگے یوں قسم کھانے کے بعد کہ واللہ اسکو معلوم نہیں کہ اسکے باپ نے
سو درم سے نصف پائے یہ قول ہی اکمل کا میں کہتا ہوں اسیطرح کا حکم ہی اگر ایک فرزند نے اقرار کیا کہ اسکے باپ نے تمام دین قبض کر لیا لیکن یہاں
مدیون کے حق کے واسطے قسم لی جائیگی کذا فی الزیلعی اور پہلی صورت کی قسم بھائی کے حق کے واسطے ہی خصم کے واسطے اسواسطے اسپر اس سے
زیادہ مطالبہ نہیں جو اسپر واجب الادا ہی اور اگر بھائی قسم نہ کھائے تو مقر پچاس درم میں اسکا شریک ہوگا اور دوسری صورت میں اگر غیر مقر بھائی قسم کھاجا

تو یہ یون بری الذمہ ہوگا اور اگر قسم کھائے گا کہ میرے باپ نے کچھ نہین لیا تو اسکا حصہ دیا جائے گا یعنی پچاس درم کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل شتی

یہ فصل ہے چند مسائل کا ابتدا سے چند مسائل متفرقہ۔ ہین اقرت الحرة المکلفة بدین لآخر فکذبہا زوجہا صح اقرارہا فی حقہ ایضا عند ابی حنیفة فتحبس المقرة وتلازم وان تضرر الزوج وهذه احدی المسائل الست الخارجة من قاعدة الاقرار حجة قاصرة علی المقر ولا یتعدی الی غیرہ وهی فی الاشباہ عورت آزاد عاقلہ بالغہ نے دوسرے شخص کے دین کا اقرار کیا سو اسکے زوج نے اسکی تکذیب کی تو اسکا اقرار اسکے زوج کے حق مین بھی صحیح ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تو مقرہ دین کے بابت حبس کیجائے گی اور اسکا ساتھ نچھوڑا جائے گا اگرچہ حبس اور ملازمت مین زوج کو ضرر ہوا اور یہ ایک مسئلہ ہے ان مسائل ستہ سے جو اس قاعدہ سے خارج ہین کہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر پر اور غیر مقر کی طرف متعدی نہین ہوتا اور وہ مسائل اشباہ مین ہین ہم منجملہ مسائل ستہ کے ایک مسئلہ وہ ہے جو متن مین مذکور ہو چکا ۲ اگر موجر نے اس دین کا اقرار کیا جسکے ادا کا ٹھکانا نہین مگر عین موجرہ کے ثمن سے تو اس کو اسکی بیع جائز ہے اپنا دین لینے کے واسطے اگرچہ مستاجر کا نقصان ہو ۳ اگر مجہول النسب عورت نے اقرار کیا کہ وہ اپنے زوج کے باپ کی بیٹی ہے اور باپ نے اسکی تصدیق کی تو دونون مین نکاح فسخ ہوگا ۴ اپنی بچی لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور مدعی ایک بھائی ہے تو ولد کا نسب ثابت ہوگا اور ولد کے سبب بھائی میراث سے محروم ہوگا ۵ مکاتب نے جبکہ ولد حرہ کا دعوی کیا اپنے بھائی کی زندگی میں تو دعوی صحیح ہوگا اور میراث اسکے والد کو ملے گی نہ بھائی کو ۶ ایک چیز بیچ ڈالی پھر اقرار کیا کہ بیع تلجیہ تھی اور مشتری نے اسکی تصدیق کی تو مشتری کو رد بیع اسکے بائع پر بسبب عیب کے جائز ہے وینبغی ان یخرج ایضا من کان فی اجارة غیرہ فاقر لآخر بدین فان لہ حبسہ وان تضرر المستاجر وهی واقعة الفتوی ولم ارہا صریحة اور لائق یون ہے کہ یہ مسئلہ بھی قاعدہ مذکورہ سے خارج ہو کہ جو شخص غیر کی نوکری اور مزدوری میں ہو پھر وہ شخص دوسرے شخص کے دین کا اقرار کرے تو مقر لہ کو اسکا حبس کرنا جائز ہو اگرچہ مستاجر کو ضرر ہو اور یہ حادثہ فتوی طلب ہوا تھا اور مین نے اسکو صریح کسی کتاب فقہ مین نہین دیکھا وعندہما لا تصدق فی حق الزوج فلا تحبس ولا تلازم در قلت وینبغی ان یعول علی قولہما افتاء او قضاء لان الغالب ان الاب یعلمہا الاقرار لہ او لبعض اقاربہا لیتوصل بذلک الی منعہا بالحبس عند من زوجہا کما وقفت علیہ مرارا حین ابتلیت بالقضاء کذا ذکرہ المصنف۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک نہ وجہ سے اقرار دین کی تصدیق نہوگی زوج کے حق مین تو وہ محبوس اور ملازم نہوگی کذا فی الدر مین کہتا ہون اور لائق یون ہے کہ صاحبینؒ کے قول پر اعتماد کیا جائے فتوی دینے اور حکم کرنے مین اسواسطے کہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ زوجہ کا باپ اسکو تعلیم کرتا ہے کہ باپ کے دین کا اقرار کرے یا اپنے بعض اقارب کے دین کا تاکہ اس توصل سے اسکو روک رکھے اپنے پاس اسکے شوہر سے چنانچہ مین چند مرتبہ اس حیلہ گری پر واقف ہوا ہون جبکہ مین مبتلا بقضا ہوا تھا ایسا کچھ ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین ہم اس تعلیل مین اعتراض ہے اسواسطے کہ علت خاص ہے اور مدعا عام ہے اسواسطے کہ جب اجنبی کے واسطے دین کا اقرار ہوا تو علت مذکورہ ظاہر نہین علاوہ اسکے یہ حیلہ اپنے پاس رکھنے کا نہین ہو سکتا اسواسطے کہ حبس یون کا قاضی کے پاس ہوتا ہے نہ باپ کے پاس تو امام ہی کا قول معتمد ٹھہرا کیونکہ مصنف نے اس تصحیح مین ائمہ ترجیح سے کسیکی کی سند بیان نہین کی کذا فی الطحطاوی مجہولة النسب اقرت بالرق لانسان وصدقہا المقر لہ ولہا زوج واولاد منہ ای الزوج وکذبہا زوجہا صح فی حقہا خاصة فولد علق بعد الاقرار رقیق خلافا لمحمد عورت مجہول النسب نے اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکی تصدیق کی اور اس عورت کا ایک شوہر ہے اور اولاد ہے اس شوہر سے اور اسکے زوج نے اسکی تکذیب کی تو عورت کا اقرار فقط عورت ہی کے حق مین صحیح ہوگا تو جس لڑکے کا نطفہ رہیگا بعد اس اقرار کے وہ مملوک ہوگا مقر لہ کا برخلاف قول محمدؒ کے ولد مذکور بھی رقیق نہوگا لا فی حقہ یرد علیہ انتقاص طلاقہا کما حققہ فی الشرنبلالیہ شوہر کے حق مین اسکا اقرار صحیح نہوگا اس قول پر نقاص

طلاق مقرہ کا اعتراض وارد ہوتا ہی چنانچہ اسکی تحقیق شرنبلالیہ مین مذکور ہی ہم مبسوط مین ہی کہ اس عورت کی طلاق دو طلاقہ ہین اور عدت اسکی دو حیض ہین بالاجماع اسواسطے کہ یہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اسی عورت کو خاص ہی انتہی اور جواب اعتراض مذکور کا اسی قول مین نکلتا ہی کہ وہ لونڈی ہوگئی اور یہ حکم اسکا خاص ہی اسواسطے کہ طلاق مین ہمارے نزدیک عورتونکا اعتبار ہی اور اسیطرح حیض مین تو انتقاص طلاق عورت مذکورہ کے خصائص عنبر نخاوے سے کذا فی الطحطاوی وحق الاولاد اور نہ اولاد کے حق مین اسکا اقرار صحیح ہو وفرع علی حقہ بقولہ فلا یبطل النکاح وعلی حق الاولاد بقولہ واولاد حصلت قبل الاقرار بها وما فی بطنها وقته احرار لحصولهم قبل اقرارها بالرق اور مصنف نے حق زوج پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو نکاح باطل نہوگا اور اولاد کے اور حق اولاد پر تفریع کی اس قول سے اور جو اولاد کہ حاصل ہوئی قبل اقرار کے اور جو بچہ اس عورت کے پیٹ مین ہی اقرار کے وقت وہ سب آزاد ہین بسبب انکے حاصل ہونے کے مملوکیت کے اقرار سے پہلے مجهول النسب حرره عبده ثم اقر بالرق لانسان وصدقه المقر له صح اقراره فی حقه فقط دون ابطال العتق شخص مجہول النسب نے اپنے غلام کو آزاد کیا پھر اپنے مملوک ہونے کا ایک آدمی کے واسطے اقرار کیا اور مقر لہ نے اسکے اقرار کی تصدیق کی تو اسکا اقرار صحیح ہوگا فقط اسکے حق مین عتق کے باطل کرنے مین فان فات العتیق یرثه وارثه ان کان له وارث یستغرق الترکة والا فیرث الفضل والباقی کالافرش بلالیه المقر له پھر اگر غلام آزاد مر گیا تو اسکا وارث اسکی میراث پاوے گا اگر اسکا کوئی ایسا وارث ہو جو تمام متروکہ کو میراث مین لے سکے اور اگر ایسا نہو یعنی اسکا کوئی مطلقا وارث نہو یا وارث ہو مگر کل متروکہ نہ پاسکے جیسا چنانچہ احد الزوجین تو مقر لہ کل متروکہ کا یا باقی متروکہ کا وارث ہوگا فان مات المقر ثم العتیق فارثه لعصبة المقر سو اگر پہلے مقر مر گیا پھر غلام آزاد تو اسکی میراث مقر کا عصبہ پاویگا ولو جنی هذا العتیق سعی فی جنایته لانه لا عاقلة له اور اگر یہ غلام آزاد جنایت کرے تو اپنی جنایت مین سعی کرے یعنی محنت مزدوری کرکے دیت ادا کرے اسواسطے کہ اسکا کوئی کنبا اور قبیلہ نہین جس پر دیت لازم آوے ولو جنی علیه یجب ارش العبد وهو کالمملوک فی الشهادة لان حریته بالظاهر وهو یصلح للدفع لا للاستحقاق اور اگر اسپر جنایت کیجاوے یعنی کوئی اس غلام آزاد کو مار ڈالے تو قاتل پر غلام کی دیت دینا واجب ہوگا اور وہ مملوک کے مانند ہی گواہی دینے مین اسواسطے کہ اسکی آزادی ظاہر حال سے ثابت ہی اور ظاہر حال رفع کی لیاقت رکھتا ہی نہ استحقاق کی قال رجل لآخر لی علیک الف فقال فی جوابه الصدق او الحق او الیقین او نکر کقوله حقا ونحوه او کرر لفظ الحق او الصدق کقوله الحق الحق او حقا حقا ونحوه او قرنها بالبر کقوله البر حق او الحق بر الخ فاقرار ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار درہم ہین سو اسنے جواب مین کہا الصدق یا الحق یا الیقین یا الفاظ مذکورہ نکرہ کہے بدون الف لام کے چنانچہ یون بولا حقا اور مانند اسکے یا لفظ حق یا صدق کو کرر بولا چنانچہ الحق الحق یا حقا حقا اور مانند اسکے یا حق وغیرہ کے ساتھہ بر کا لفظ ملا کر بولا چنانچہ البر حق یا الحق بر الخ تو یہ اقرار ہی ہزار درہم کا مثلا ولو قال الحق حق او الصدق صدق او الیقین یقین لا یکون اقرارا لانه کلام تام بخلاف ما مر لانه لا یصلح للابتداء فجعل جوابا فکانه قال ادعیت الحق الخ اور مخاطب یون بولا الحق حق یا الصدق صدق یا الیقین یقین تو یہ اقرار نہوگا اسواسطے کہ یہ پورا کلام ہی بخلاف ان الفاظ کے جو اوپر مذکور ہوچکے کہ وہ کلام تام نہین اسواسطے کہ وہ الفاظ ابتداء کلام ہونے کی لیاقت نہین رکھتے تو وہ پہلے کلام کے جواب ٹھہر گئے تو گویا اسنے یون کہا کہ تو نے حق بات کا دعوی کیا الخ قال لامته یا سارقة یا زانیة یا مجنونة یا آبقة او قال هذه السارقة فعلت کذا وباعها فوجد بها واحد منها ای من هذه العیوب لا ترد به لانه نداء او شتم لا اخبار مولی نے اپنی لونڈی کو کہا او چوٹی او چھنال او دیوانی او بھگوڑی یا یون کہا کہ اس چوٹی نے ایسا کیا اور بعد اسکے اسکو بیچ ڈالا پھر اس لونڈی مین عیوب مذکورہ مین سے کوئی عیب پایا گیا تو مولی کے قول مذکور سے اسکی بیع نہو گی اسواسطے کہ وہ پکارنا یا گالی دینا ہی خبر دینا نہین ہی جو اقرار عیب کا ثابت ہو یعنی قول غیر کا گالی ہی اور ایک ندا ہی بخلاف هذه سارقة او هذه آبقة او هذه زانیة او هذه مجنونة حیث ترد باحدها لانه اخبار وهو للتحقیق الوصف بخلاف ان اقوال کے یہ ہی کہ یہ چوٹی ہی یا یہ بھگوڑی ہی

کلام ملفوظہ کے پیچھے یہ علت لکھی ہین کہ ابتداء کلام کی لیاقت نہین رکھتے [illegible] ۱۲

یا بیدا ہی ہو یا یہ دیوانی ہو کہ اس صورت میں اُسکی بیع رد ہو گی ایک عیب کے پائے جانے سے اسواسطے کہ یہ قول اخبار ہو اور اخبار وصف کے ثابت کرنے کے واسطے ہوتا ہو م یعنی جو شخص بلا علم اخبار مذکور لونڈی کو خرید لے پھر اخبار کا اُسکو علم ہو تو وہ بیع کو رد کر سکتا ہو وبخلاف یا طالق او ھذہ المطلقة فعلت کذا حیث تطلق امرأۃ لتمکنہ من انشائہ شرعا فجعل انشاء لیکون صادقا بخلاف ما ولدتہ اور برخلاف اس قول کے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا طالق یا یوں کہا کہ اس مطلقہ نے ایسا کیا کہ اُسکی عورت کو طلاق ہو جائے گی بسبب قادر ہونے زوج کے اثبات طلاق پر شرعاً تو زوج کا کلام مذکور ایجاب ٹھہر گیا تاکہ وہ سچا ٹھہرے بخلاف اول کے کذا فی الدرر م یعنی مولے قادر نہیں جنون وغیرہ اوصاف کے اثبات پر لونڈی میں اقرار السکران بطریق محظور ای ممنوع م م صحیح فی کل حق اُس مست کا اقرار جو حرام اور ممنوع نشہ پیکر مست ہوا ہو صحیح ہی ہر حق میں م حق تعالی نے فرمایا ولا تقربوا الصلوۃ وانتم سکاریٰ م یعنی نماز کے قریب نجاؤ اور حالانکہ تم مست ہو خطاب فرمایا مستون سے اور اُنکو عین مستی کی حالت میں کذا فی الاشباہ تو معلوم ہوا کہ مستی تکلیف شرعی کی مسقط نہیں فیحد بہ فلو اقر بقود اقید علیہ الحد فی سکرہ وفی السرقہ یضمن المسروق کما بسطہ سعدی افندی فی باب حد الشرب تو اگر مست نے قصاص کا اقرار کیا تو اُسپر حد قائم ہوگی اُسکی مستی کی حالت میں اور اگر اقرار کیا چوری میں تو اُسپر مسروق کا تاوان لازم ہوگا چنانچہ اسکو واضح بیان کیا ہی سعدی افندی نے حد شرب کے باب میں الا فی ما یقبل الرجوع کالردۃ وحد الزنی وشرب الخمر مگر مست مذکور کا اقرار صحیح نہیں اُن چیزوں میں جو رجوع عن الاقرار کے قابل ہیں جیسا کہ ارتداد اور زنا اور شرب خمر کی حد م یعنی اگر مستی میں اقرار کیا کہ اُسنے شراب پی ہی تو اُسکا اقرار صحیح نہیں تو اُسپر حد قائم نہ ہوگی بلکہ سب احکام گواہی پر مثلاً موقوف ہونگے کذا فی الطحطاوی وان سکر بطریق مباح کشرب مکرہ لا یعتبر بل ھو کالاغماء الا فی سقوط القضاء وتمامہ فی احکامات الاشباہ اور اگر مست ہو گیا مباح طریق سے چنانچہ نشے والی چیز کو جبر سے پلانا تو اُسکا اقرار معتبر نہوگا بلکہ وہ مستی ایسا ہی یعنی بیہوشی کے مانند ہوگی نادر قضا کے ساقط ہونے سے اغما کے مانند نہیں اور پورا بیان اسکا اشباہ کے احکامات میں ہی م یعنی اگر ایک رات اور دن سے بیہوشی زیادہ رہی تو نماز کا قضا کرنا اس سے ساقط ہی اور مستی سے قضا صلوۃ ساقط نہیں المقر لہ اذا کذب المقر بطل اقرارہ لما تقرر انہ یرتد بالرد م مقر لہ جبکہ مقر کی تکذیب کرے تو مقر کا اقرار باطل ہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ اقرار رد ہو جاتا ہی رد کرنے سے م یعنی جب مقر لہ مقر کی تکذیب کرے پھر اُسکی تصدیق کرے تو اُسکی تصدیق پر عمل نہوگا مگر مواضع آئندہ میں تصدیق بعد التکذیب پر عمل ہوگا کذا فی الطحطاوی ولا فی ست مسائل ھا نحن تبعنا الاشباہ تکذیب مقر لہ باطل اقرار ہی مگر چھ صورتون میں جیسا کہ اسکے سبب کو مصنف نے یہاں اشباہ کی پیروی سے ذکر کیا ہی الاقرار بالحریۃ والنسب والولاء والعتاقۃ والوقف م چھ مواضع یہ ہیں آزادگی کا اقرار ہو اور نسب اور ولاء عتاقت اور وقف کا اقرار ہی م اقرار حریت کی یہ صورت ہی کہ جسکے پاس غلام ہی اُسنے اقرار کیا کہ یہ آزاد ہی تو اُسکی حریت ثابت ہوگی اگرچہ غلام اُسکی تکذیب کرے دعوی نسب کے باب میں پہلے مذکور ہو چکا کہ تصدیق مقر لہم کی ضرور ہی صحت اقرار میں اور تصدیق مولاے عتاقت بھی شرط ہی اور یہاں اُسکے خلاف ہی مگر یہ کہ اسپر محمول کیجیے کہ جب مقر لہ تصدیق کیطرف عود کرے بعد تکذیب کے تو تصدیق مقبول ہوگی چنانچہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور اس حمل پر متفرقات بحر الرائق کی یہ عبارت دلالت کرتی ہی کہ بنایہ میں ہی کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا میں غلام ہوں سو مقر لہ نے اسکو رد کیا پھر اُسنے اسکی تصدیق کی تو وہ اُسکا غلام ٹھہرے گا اور رقیت کا اقرار رد کرنے سے باطل نہوگا جیسے مولے کے انکار سے باطل نہیں ہوتا بخلاف عین اور دین کے اقرار کے کہ وہ رد کرنے سے باطل ہوتا ہی اور طلاق اور عتاق رد کرنے سے باطل نہیں ہوتی اسواسطے کہ وہ اسقاط ہیں فقط اسقاطات ساقط ہو جاتے ہیں انتہی اشباہ میں وقف سے منقول ہی کہ جب مقر لہ وقف کو رد کرے پھر اُسکی تصدیق کرے تو صحیح ہوتی انتہی تو یہاں کے مسائل مذکورہ کی تعداد مثل تو سات ہوگی سواے طلاق اور عتاق کے اسقاط کی علت کے کذا فی الطحطاوی ثم رأیت فی الاسعاف لو وقف علی رجل فقبلہ ثم ردہ لم یرتد وان ردہ قبل القبول ارتد

اسعاف مین ہی کہ اگر وقف کیا ایک مرد پر سوا اسکے وقف کو قبول کیا پھر اسکو رد کیا تو وقف مردود ہوگا اور اگر قبول کرنے سے پہلے رد کریگا تو پھر جائیگا والطلاق والرق فلها لا یرتد اور طلاق اور رق کا اقرار تو سبع مسائل ستہ کا اقرار مردود نہین ہوتا مقرلہ رد کرنے سے وزاد المیراث بزازیہ اور مسائل ستہ مذکورہ پر میراث زیادہ کی گئی کذا فی البزازیہ یعنی اگر وارث اس میراث کو جو مورث سے حاصل ہی رد کرے تو مردود ہوگی والنکاح کما فی متفرقات قضاء البحر وتمامه ثمه اور نکاح زیادہ کیا گیا ہی چنانچہ بحرالرائق کی کتاب القضا کی متفرقات مین مذکور ہی اور پورا اسکا بیان وہین ہی یعنی اگر احد الزوجین نکاح رد کرے پھر تصدیق کرے تو صحیح ہی بحرالرائق کے متفرقات مین یہ عبارت ہی واما الاقرار بالنکاح فلم اره الآن انتهی یعنی نکاح کا اقرار تو مین نے ابتک نہین دیکھا تو معلوم ہوا کہ صاحب بحرالرائق کو نکاح مین توقف ہی کذا فی الطحطاوی تو شارح کو ذکر نکاح بصیغہ جزم مناسب تھا واستثنی مسئلتین من الابراء وهما ابراء الکفیل لا یرتد وابراء المدیون بعد قوله ابرئنی فابرأه لا یرتد فالمستثنی عشرة فلیحفظ اور صاحب بحر نے دو مسئلے ابراء سے مستثنی کیے ہین اور وہ دونون یہ ہین کہ ضامن کا ابراء کرنا مکفول لہ سے نہین پھرتا اور مدیون کا ابراء اسکے یون کہنے کے بعد کہ مجکو بری الذمہ کردے دین سو دائن نے اسکو بری الذمہ کر دیا نہین پھرتا تو مستثنی دس مسئلے ہین سو انکو یاد رکھنا چاہیے ہم نے جملہ مسائل عشرہ جیسے صورتین متن مین مذکور ہین اور چار صورتین شارح نے بڑھائی ہین لیکن چونکہ صاحب بحر کو نکاح مین توقف ہی تو درحقیقت نو صورتین مستثنی ٹھہرین کہ رد کرنے سے رد نہین ہوتی ہین وقف وکالة الوهبانیة ومتی صدقه فیها ثم رده لا یرتد بالرد اور وہبانیہ کی کتاب الوکالة مین ہی اور جب اسنے تصدیق کی وکالت وغیرہ مین پھر اسکو رد کیا تو اسکے رد کرنے سے رد نہین ہوتا ہم طحطاوی نے کہا فیہا کا مرجع ضمیر یا دین کا اقرار اور ابرا اور وکالت اور وقف معلوم ہوتا ہی عامر عبد البر کی شرح وہبانیہ سے اور حالانکہ وکالت عقد غیر لازم ہی تو رد کرنے سے کیونکر نہ پھرے گی اگر تصویر وکالت یون کیجیے کہ شراء معین کا وکیل کیا اور وکیل نے قبول کی پھر مثل ثمن معین خریدی پھر رد وکالت کا دعوی کیا تو یہ رد وکالت مقبول نہین انتهی وهل یشترط لصحة الرد مجلس الابراء خلاف اور کیا رد ابرا کے صحیح ہونے کے لیے مجلس ابرا شرط ہی یا نہین اسمین مشائخ کا اختلاف ہی بعضون کے نزدیک شرط ہی اور بعضون کے نزدیک شرط نہین والضابط ان ما فیه تملیک مال من وجه یقبل الرد والا فلا کابطال شفعة وطلاق وعتاق لا یقبل الرد وهذا ضابط جید فلیحفظ اور قاعدہ کلیہ صلاحیت رد اور عدم صلاحیت کا یہ ہی کہ جس عقد مین مال کی تملیک ہی کسیطرح سے ہو وہ قابل رد ہی اور اگر تملیک مال نہین ہو وہ قابل رد نہین چنانچہ شفعہ اور طلاق اور عتاق کا باطل کر دینا رد کو قبول نہین کرتا اور یہ قاعدہ جید ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صالح احد الورثة وابرأ ابراء عاما او قال لم یبق لی حق من ترکة ابی عند الوصی او قبضت الجمیع ونحو ذلک ثم ظهر فی ید الوصی من ترکة شیء لم یکن وقت الصلح وتحققه تسمع دعوی حصته منه علی الاصح صلح البزازیة ولا تناقض لحمل قولهم لم یبق لی حق ای مما قبضته علی ان الابراء عن الاعیان باطل وحینئذ فالوجه عدم صحة البراءة لما افاده ابن الشحنة واعتمده الشرنبلالی وسنحققه فی الصلح مصالحہ کیا ایک وارث نے مدعا علیہ سے اور اسکو ابراء عام کر دیا یا یون بولا کہ میرا کچھ حق باپ کے متروکہ سے وصی کے پاس باقی نہین رہا یا یون کہا کہ مین نے اپنا سب حصہ پا لیا اسکے کچھ اور لفظ بولا پھر اسکے باپ کے وصی پاس متروکہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جو صلح کے وقت نہ تھی یعنی اسکا ذکر نہ آیا تھا اور وارث نے اس چیز کو ثابت کر دیا برہان سے تو اسکے حصے کا دعوی اس چیز سے مسموع ہوگا بنا بر قول صحیح کذا فی صلح البزازیہ اور کچھ تناقض نہین ادعا بعد الابراء مین بسبب محمول کرنے اسکے اس قول کو کہ میرا کچھ حق باقی نہ رہا یعنی اس متروکہ سے حق باقی نہ رہا جسکو مین نے قبضے مین کیا ہاں وہ یہ ہی کہ اعیان سے ابرا کرنا یعنی وارث کا وصی سے باطل ہی بلکہ ابرا مخصوص دیون ہی اور اسوقت مین عدم صحت برات کی توجیہ ہی جو حق اور دعوی مسموع ہونے کی چنانچہ ابن شحنہ نے یہ فائدہ بیان کیا ہی اور شرنبلالی نے اسکو معتمد جانا ہی اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے کتاب الصلح مین ہم سب حصہ پا لینے کی

ہو کہ ما ترک میت اقرار کیا کہ جو کچھ والد کا متروکہ لوگون پر تھا اُسکو مین نے پا لیا پھر ایک مرد پر دین پدری کا دعوی کیا تو دعوی اُسکا مسموع ہوگا کذا فی المنح عن الخانیۃ
اور طحاوی نے لکھا کہ شارح نے جو وصی کی قید لگائی تو غیر وصی خارج ہوگیا اور حالانکہ حکم مسئلہ وصی اور غیر وصی دونونکو شامل ہی تو اگر شارح متن کو ذکر کرتا تو بہت اچھا
تھا پھر یون کہتا اذا اقر [illegible] قبضت ما للوالد [illegible] فقال [illegible] من ترکۃ والدی علی الرجل لم تسمع دعواه فیما ذکر تو مناسب ہوتا اقر رجل بمال فی صك و
اشهد علیه به شهودا علی ان بعض هذا المال المقر به قرض وبعضه ربوا علیه فان اقام علی ذلك بینة تقبل وان كان متناقضا
لانا نعلم انه مضطر الی هذا الاقرار شرح وهبانیة قلت وحرر شارحها الشرنبلالی انه لا یفتی بهذا الفرع لانه لا عذر لمن اقر غایته
ان یقال بانه یحلف المقر علی قول ابی یوسف المختار للفتوی فی هذه ونحوها الخ قلت وبه جزم المصنف فیما مر فتدبر اقرار کیا ایک مرد نے
اُس مال کا جو دستاویز مین مرقوم ہی اور اُسپر گواہ کر دیا پھر اُسنے دعوی کیا کہ بعض مال مقر بہ قرض ہی اور بعض بیاج ہی مجھپر پھر اگر گواہی قایم کرے گا اُسپر تو مقبول
ہوگی باوجود تناقض اسواسطے کہ ہم جانتے ہین کہ وہ شخص اس اقرار کرنے مین مضطر ہی کذا فی شرح الوہبانیہ مین کہتا ہون اور وہبانیہ کے دوسرے شارح شرنبلالی نے
تحریر کی ہی کہ اس مسئلے پر فتوی نہ دیا جاے اسواسطے کہ مقر مذکور کے واسطے کچھ عذر صحیح نہین بعد اقرار مذکور کے نہایت کار یہ ہی کہ کہا جاے یعنی اسکا فتوی دیا جاے
کہ مقر سے اسکی قسم لیجاے بموجب قول ابی یوسف کے جو فتوی دینے کے واسطے اس مسئلے مین اور مانند مین مختار ہی مین کہتا ہون اور اسی قول پر یقین کیا ہی مصنف نے
اسمین جو مذکور ہوچکا تو سوچ لے اقر بعد الدخول من هنا الی کتاب الصلح ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح انه طلقها قبل الدخول
لزمه مهر بالدخول ونصف بالاقرار بعد دخول زوجہ کے اقرار کیا اُسنے اُسکو طلاق دی قبل دخول کے تو اُسکو پورا مہر لازم ہوگا بسبب دخول کے
اور نصف مہر لازم ہوگا بسبب اقرار کے یہان سے کتاب الصلح تک متن کے نسخون مین ثابت ہی اور شرح مصنف کے نسخون سے ساقط ہی اقر المشروط له الریع او بعضه
انه ای الریع الوقف یستحقه فلان دونه صح وسقط حقه ولو کتاب الوقف بخلافه جسکے واسطے کل حاصلات وقف مشروط ہے
اُسنے اقرار کیا کہ ربع حاصلات یا بعض حاصلات وقف کا فلانا شخص مستحق ہی نہ مین تو اقرار صحیح ہی اور اُسکا حق ساقط ہوگا اور اگرچہ دستاویز وقف کی اس
اقرار کے مخالف ہو ولو جعله لغیره او اسقطه لا لاحد لم یصح اور اگر اُسنے حاصلات کو اپنے غیر کے واسطے مقرر کر دیا یا اُسکو ساقط کر دیا بالتعیین کسیکو
تو اقرار صحیح نہین ہم جعل سے مراد انشاء جعل ہی یا اسقاط تا مقابلہ اسقاط سے خوب بنے اور آگے معلوم ہوگا کہ جعل سے مراد انشاء ہی کذا فی الطحطاوی وکذا المشروط
له النظر علی هذا المار فی الوقف وذکره فی الاشباه ثمه وهنا فی الساقط لا یعود فراجعه اور اسیطرح جسکے واسطے وقف کی نظارت
مشروط ہی اُسکا حکم بھی علی ہذا القیاس ہی چنانچہ کتاب الوقف مین مذکور ہوچکا اور اشباہ مین وہان یعنی کتاب الوقف مین اور یہان یعنی کتاب الاقرار مین اس
قاعدے مین کہ ساقط چیز عود نہین کرتی اُسکو ذکر کیا ہی تو اشباہ کیطرف مراجعت کر القصص المرفوعة الی القاضی لا یؤاخذ رافعها بما کان فیها
من اقرار وتناقض لما قدمنا فی القضاء انه لا یؤاخذ بما فیها الا اذا اقر بلفظه صریحا جو حکایات کہ لکھکر قاضی کیطرف پیش ہون تو انکا پیش
کرنے والا ماخوذ نہوگا اُس مضمون سے جو اُنمین مندرج ہی اقرار اور تناقض سے اسواسطے کہ ہم کتاب القضا مین ذکر کرچکے ہین کہ اُنکے مضامین مندرجہ کا
مواخذہ نہین مگر جبکہ پیش کرنے والا بلفظ صریح اُسکا اقرار کرے تو ماخوذ ہوگا قال له علی الف فی علمی وفیما اعلم او احسب او اظن لا شیء علیه
خلافا للثانی فی الاول قلنا هی للشك عرفا نعم لو قال علمت لزمه اتفاقا کسی شخص نے کہا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین میری دانست مین
یا بجاے فی علمی کے فیما اعلم یا فیما احسب یا فیما اظن بولا تو اُسپر کچھ لازم نہوگا بخلاف ابو یوسف کے اول مین یعنی فی علمی کہنے مین ہزار درم لازم ہونگے ہم
جواب مین کہتے ہین طرفین کیطرف سے کہ فی علمی وغیرہ شک اور تردد کے واسطے مستعمل ہین عرف عرب مین ہان اگر علمت کا لفظ کہے یعنی مین معلوم
کرچکا کہ اُسکے مجھپر ہزار درم ہین تو اُسکو اقرار لازم ہوگا باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے قال غصبنا الفا من فلان ثم قال کنا عشرة انفس

مثلا وادعی الغاصب کذا فی نسخ المتن وقد علمت سقوط ذلک من نسخ الشرح وصوابہ وادعی الطالب کما عبر بہ فی المجمع وقال
شارحہ ای المغصوب منہ انہ هو وحدہ غصبها لزمه الالف کلها ایک شخص نے اقرار کیا کہ ہمنے ہزار درم فلانے شخص سے غصب کیے
پھر مقر بولا کہ دس شخص غاصب تھے مثلا اور جس سے غصب کیے وہ کہتا ہی کہ فقط مقر ہی نے ہزار درم غصب کیے ہیں تو سب ہزار درم مقر ہی کو لازم ہونگے شارح نے کہا
متن کے نسخون میں ادعی الغاصب ہی اور تو معلوم کر چکا ہی کہ مصنف کی شرح کے نسخون سے یہ عبارت ساقط ہی اور بجاے ادعی الغاصب ادعی الطالب صحیح ہی چنانچہ
مجمع کی تعبیر ہی اور مجمع کے شارحون نے طالب کی شرح مغصوب منہ کی ہی والزمہ زفر بعشرها اور زفر نے مقر مذکور پر ہزار کا دسوان حصہ لازم کیا ہی اسواسطے
کہ مقر نے ہزار درم کے غصب کی نسبت اپنی طرف اور غیر کیطرف کی ہی تو اسپر بقدر اسکے حصے کے لازم ہوگا قلنا هذا الضمیر یستعمل فی الواحد
والظاهر انه یخبر بفعله دون غیره فیکون قوله کنا عشرة رجوعا فلا یصح نعم لو قال غصبناه کلنا صح اتفاقا لانه لا یستعمل فی الواحد
ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ضمیر یعنی متکلم مع الغیر کی ایک متکلم میں بھی مستعمل ہوتی ہی کما قال تعالی انا ارسلنا اور ظاہر مقر اپنے فعل کی خبر دیتا ہی نہ
غیر کے فعل کی تو اسکا یہ قول کہ ہم دس غاصب تھے رجوع عن الاقرار ہی تو صحیح نہوگا ہان اگر مقر کہتا کہ ہم سب نے ہزار درم کو غصب کیا تو اقرار صحیح ہوتا بالاتفاق
اسواسطے کہ یہ لفظ واحد میں مستعمل نہیں قال رجل اوصی ابی بثلث ماله لزید بل لعمرو بل لبکر فالثلث للاول ولیس لغیره شیء وقال
زفر لکل ثلثه ولیس للابن شیء ایک مرد نے کہا میرے باپ نے اپنے ثلث مال زید کے واسطے وصیت کی بلکہ عمرو کیواسطے وصیت کی بلکہ بکر کیواسطے وصیت کی تو اول شخص کیواسطے ثلث
مال ہی اور اسکے سواے کسیکو کچھ نہیں اور زفر نے کہا تینون شخصونکو تہائی تہائی ملیگا اور فرزند کو کچھ نہیں ہم زفر نے وصیت کو مسئلہ دین پر قیاس کیا مسئلہ
دین یہ ہی کہ اسطرح تین شخصون کے واسطے دین کا اقرار کیا تو تینون کو تہائی تہائی ملے گا قلنا نفاذ الوصیة فی الثلث وقد اقر به للاول فاستحقه
فلم یصح رجوعه بعد ذلک للثانی بها بخلاف الدین لنفاذه من الکل من المجمع واللہ اعلم ہم زفر کے جواب میں کہتے ہیں کہ وصیت کا
جاری ہونا فقط ثلث مال میں ہوتا ہی اور حالانکہ ثلث مال کا اول شخص کے واسطے اقرار کر چکا ہی تو وہی شخص ثلث کا مستحق ہو گیا تو بعد اسکے رجوع اقرار دوسرے
شخص کے واسطے وصیت کرنے سے صحیح نہوا بخلاف مسئلہ دین کے بسبب نافذ ہونے دین کے کل ترکہ سے یہ سب مسائل مجمع سے منقول ہیں واللہ اعلم

فروع مسائل الحقہ شارح کے اقر بشیء ثم ادعی الخطأ لم یقبل الا اذا اقر بالطلاق بناء علی افتاء المفتی ثم تبین عدم الوقوع لم یقع دیانة
قنیة کسی چیز کا اقرار کیا پھر خطائی الاقرار کا دعوی کیا تو مقبول نہیں مگر جبکہ وقوع طلاق کا اقرار کسی مفتی کے فتوی دینے پر کیا پھر عدم وقوع طلاق ظاہر
ہوا یعنی بعد تحقیق معلوم ہوا کہ مفتی کا فتوی غلط تھا تو باعتبار دیانت کے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی القنیہ اور اگر قاضی کے روبرو طلاق کا اقرار کریگا
تو خطاے مذکور میں اسکی تصدیق نہوگی کذا فی حواشی الاشباہ اقرار المکرہ باطل الا اذا اقر السارق مکرها فافتی بعضهم بصحته ظهیریة
اقرار مکرہ کا باطل ہی مگر جبکہ سارق زبردستی سے چوری کا اقرار کرے تو بعضون نے صحت اقرار کا فتوی دیا ہی کذا فی الظہیریہ و تجنیس اور قہستانی میں ہی
کہ درصورت مذکورہ عقوبت سارق کا فتوی دیا جاویگا کہ جور اور ظلم ہی الاقرار بشیء محال و بالدین بعد الابراء منه باطل شی محال کا اقرار اور دین کا
بعد اسکے معاف کر دینے کے باطل ہی شی محال کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے اقرار کیا کہ مجکو زید نے فلانے مہینے میں قرض دیا اور حالانکہ زید اس سے پہلے مرچکا
اور از انجملہ یہ ہی کہ بیع عبد کا بلا ذکر ثمن اقرار کیا پھر بیع کا منکر ہو گیا تو انکار صحیح ہی اسواسطے کہ بیع بلا ثمن باطل ہی علی المعتمد لیس کذا فی الطحطاوی ولو
مہرا بعد هبتها له علی الاشبه اقرار دین بعد ابراء کے باطل ہی اگرچہ مہر کا اقرار ہو زوجہ کے بخش دینے کے بعد زوج کو بنا بر قول اشبہ صورت اسکی یہ ہی کہ زوجہ
نے اپنا مہر بخشدیا پھر زوج نے ہبہ کے بعد مہر کا اقرار کیا تو اسکا اقرار صحیح نہیں اور یہ اسکے مخالف نہیں جو عبد البر شارح وہبانیہ نے خلاصہ اور جنعری سے نقل کیا کہ ایک
مرد نے اپنی عورت کے ہزار درم کے مہر کا مرض الموت میں اقرار کیا اور مر گیا پھر وارثون نے گواہون سے ثابت کیا کہ عورت ہبہ مہر کر چکی تھی زوج کی حیات میں تو گواہی

مقبول نہین اسواسطے کہ شاید طلاق باین کے بعد دوسری بار نکاح کیا ہو مہر مذکور پر لیکن فصول عمادی سے معلوم ہوتا ہی کہ اقرار صحیح نہین مگر بقدر مہر مثل کے پہر شارح نے مصنف سے نقل کیا کہ مہر کا ہبہ ابرا کے مخالف ہی تو اگر زوجہ زوج کو مہر سے ابرا کردے پہر زوج مہر کا اقرار کرے تو صحیح نہین کذا فی الطحطاوی نعم لو ادعی دینا بسبب حادث بعد الابراء العام وانہ اقر بہ یلزمہ ذکرہ المصنف فی فتاواہ قلت ومفادہ انہ لو اقر ببقاء الدین ایضا فحکمہ کالاول وھی واقعۃ الفتوی فتامل ہان اگر دین کا دعوی کرے کسی نئے سبب کی جہت سے بعد ابراے عام کے اور یہ دعوی کرے کہ مدیون نے اسکا اقرار کیا ہی تو اسکو لازم ہوگا یہ مصنف نے اپنے فتاوے مین ذکر کیا ہی مین کہتا ہون اور مفاد اسکا یعنی سبب حادث کے تقیید کا یہ ہی کہ اگر مدیون باقی رہنے اس دین کا بھی جسکا ابرا ہو گیا اقرار کرے تو اسکا حکم مانند اول کے ہی یعنی وہ اقرار باطل ہی سو تامل کرو ہم اس عبارت اور عبارت سابقہ مین فرق یہ ہی کہ پہلی عبارت مین یون اقرار کیا کہ فلانے کا مجہپر اتنا ہی اور دوسری عبارت مین اقرار کیا کہ فلانے کا دین مجہپر باقی ہی اور دونون مین ایک ہی حکم ہی یعنی بطلان کذا فی الطحطاوی والفعل فی المرض احط من فعل الصحۃ مرض کا فعل کمتر ہی صحت کے فعل سے ہم چنانچہ دین کا اقرار اور نکاح کرنا اور عتق اور ہبہ مرض الموت مین کمتر ہی صحت کے افعال مذکورہ سے ہواسطے کہ مرض کا اقرار دین مؤخر ہی صحت کے دین سے اور مرض کے نکاح کا مہر مہر مثل سے زیادہ نافذ نہوگا بخلاف صحت کے اور عتق اور ہبہ ثلث مال مین نافذ ہوگا بخلاف صحت کہ کل مال مین نافذ ہی الا فی مسئلہ اسناد الناظر النظر لغیرہ بلا شرط فانہ صحیح فی المرض لا فی الصحۃ تتمہ وتمامہ فی الاشباہ مرض کمتر ہی فعل صحت سے مگر ناظر کی اسناد نظر کے مسئلے مین یعنی اگر ناظر وقف کا نظارت کو غیر شخص کے واسطے تفویض کرے بدون اسکے کہ وقف کے تفویض نظارت کی اسکے واسطے شرط کی ہو سو یہ تفویض مرض الموت مین صحیح ہی نہ صحت مین کذا فی التتمہ اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی وفی الوھبانیہ

شعر اقر بمہر المثل فی ضعف موتہ ✤ فبینۃ الایہاب من قبل تہدر ✤ اور وہبانیہ مین ہی کہ ایک شخص نے مہر مثل کا اقرار کیا اپنے مرض الموت کی ناتوانی مین تو قبل مرض کے ہبہ مہر کی گواہی باطل غیر مسموع ہی ہم اس مسئلے کا بیان شرح وہبانیہ سے قبل از چند مذکور ہو چکا **شعر** واسناد بیع فیہ للصحۃ اقبلن ✤ وفی القبض من ثلث التراث یقدر ✤ بیع صحت کی اسناد مرض الموت مین قبول کر اور قبض ثمن مین تو ثلث مال میراث سے اندازہ کیا جائے کام منتقی مین ہی کہ اگر مرض الموت مین اقرار کیا کہ اس غلام کی مین نے بیع کی فلانے سے حالت صحت مین اور اسکے ثمن پر مین نے قبضہ کیا اور مشتری بھی یہی کہتا ہی تو اسکی تصدیق ہوگی بیع مین اور قبض ثمن مین تصدیق نہوگی الا بقدر ثلث اور اگر قبض ثمن بمعاینہ شہود ہو گا تو اقرار صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ **شعر** ولیس بلا تشہد مقرا لعدۃ ✤ ولو قال لا تخبر فخلف یسطر ✤ اور یہ قول مین مقر نہوگا گواہی نہ دیجیو تم اسکو بحکم اقرار نہین شمار کرتے اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو تو اسمین اختلاف مسطور ہی ہم اگر یون بولا کہ اسکی گواہی نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو یہ اقرار نہوگا ہزار کا اسواسطے کہ یہ نہی ہی وجوب مال اور کی اثبات سبب سے یا کہ نہی بمعنی نفی ہی یعنی تم اسکے گواہ نہین ہو اور اگر یون کہا کہ خبر نہ دیجیو کہ فلانے کے میرے اوپر ہزار درم ہین تو اسمین اختلاف ہی کرخی اور مشائخ بلخ کا یہ مذہب ہی کہ یہ قول اقرار نہین اور مشائخ بخارا نے کہا حق یہ ہی کہ یہ اقرار ہی تنیہ مین کہا یہی قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی **شعر** ومن قال ملکی ذا لذا کان منشیا ✤ ومن قال ہذا ملک ذا فہو مظہر ✤ اور جسنے کہا کہ میری یہ ملک اس شخص کی مملوک ہی تو اس قول کا قائل موجد تملیک ہی یعنی اسنے بالفعل اسکو ہبہ کیا تو اسمین شرائط ہبہ معتبر ہونگی اور اگر یون بولا کہ یہ چیز اس شخص کی ملک ہی تو وہ مظہر ہی ملک کا یعنی مقر اور مخبر تو اسمین ہبہ کی شرائط معتبر نہین **شعر** ومن قال لا دعوی لی الیوم عند ذا ✤ فما یدعی من بعد منہا فینکر ✤ اور جسنے کہا کہ میرا کوئی دعوی نہین آج کے دن اس شخص سے پہر اسکے بعد دعوی کرے گا مدت دراز تقدم کے دعاوی سے سو جسپر شرع کا انکار ہی یعنی مقبول نہین ہم اور اگر دعوی کسی سبب حادث ہوگا تو مسموع ہوگا اور اگر یون کہا کہ مین نے فلانے پر دعوی کرنا چہوڑا اور آخرت پر اپنا معاملہ تفویض کیا تو بعد اس قول کے دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الصلح

یہ کتاب ہی صلح میں تنازعین کے احکام مین هم مصالح علیہ اُسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہوا اور مصالح عنہ وہ ہی جسسے صلح ہو مثلاً بدنے خالد سے ایک حویلی کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھسے سو درہم لے اور حویلی کا دعوی ترک کر تو یہان سو درہم مصالح علیہ ہی اور حویلی مصالح عنہ ہی مناسبته ان انكار المقر سبب للخصومة المستدعية للصلح مناسبت کتاب الصلح کی کتاب الاقرار سے یہ ہی کہ انکار کرنا مقر کا جھگڑے کا سبب ہی اور جھگڑا مستدعی ہی صلح کا هو لغة اسم من المصالحة وہ یعنی صلح اسم ہی مصالحت سے یعنی مصالحت کا اسم ہی وشرعا عقد يرفع النزاع ويقطع الخصومة اور شرع مین صلح عبارت ہی اس عقد سے جو رفع نزاع اور قطع خصومت کرے یعنی جو عقد کہ جھگڑے کو مٹاوے وہ صلح ہی ركنه الايجاب مطلقا رکن صلح کا ایجاب ہی مطلقا یعنی متعین اور غیر متعین دونون مین ایجاب طالب صلح کا ضروری ہی کیواسطے فالقبول فيما يتعين اما فيما لا يتعين كالدراهم فيتم بلا قبول عناية وبيجي اور رکن صلح کا قبول کرنا ہی مطلوب کا متعین اور غیر متعین مین چنانچہ دراہم مین تو صلح تمام ہو جاتی ہی بدون قبول کے بھی کذا فی العنایة اور آگے اسکا بیان آویگا صلح بلا قبول اسوقت تمام ہوگی جبکہ خود مطلوب بطلب صلح شروع کرے اسطرح کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے درہم وغیرہ کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے نصف دراہم پر صلح چاہی سو مدعی نے کہا کہ مین نے اسپر صلح کی تو اب مدعا علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں اسواسطے کہ یہ اسقاط ہی مدعی کی جانب سے اور وہ فقط مسقط سے تمام ہو جاتا ہی کذا فی الطحطاوی وشرطه العقل لا البلوغ والحرية اور صلح کی شرط عقل ہی نہ بالغ ہونا اور آزاد ہونا فصح من صبي ماذون ان عري صلحه عن ضرر بين تو صلح کرنا صحیح ہی صغیر ماذون کیجانب سے اگر اسکی صلح خالی ہو نقصان صریح سے هم عدم نقصان صریح تین طرح سے صادق آتا ہی ایک کہ محض نفع ہو دوسرے یہ کہ نفع ہو نہ اسمین ضرر تیسرے یہ کہ نقصان ہو مگر غیر صریح تو اگر صغیر ماذون نے ایک آدمی پر دین کا دعوی کیا اور اس سے بعض حق پر صلح کی اگر دعوی کے گواہ نہون تو صلح جائز ہی اسواسطے کہ درصورت عدم صلح سوائے خصومت اور قسم کھانے کے کچھ حاصل نہیں اور مال نافع تر ہی خصومت اور حلف سے اور اگر گواہ ہون تو صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اپنے حق کا گھٹانا تبرع ہی اور صغیر تبرع کا مالک نہین اور جسمین نہ ضرر ہو نہ نفع اسکی مثال یہ ہی کہ صلح کرے ایک چیز سے بقدر اسکی قیمت کے اور جسمین نقصان ہو مگر غیر صریح اسکی مثال یہ ہی کہ دین مین تاخیر کرے کہ یہ جائز ہی اسواسطے کہ اعمال تجارت سے ہی وصح من عبد ماذون ومكاتب لو فيه نفع اور صلح صحیح ہی عبد ماذون اور مکاتب کی جانب سے اگر صلح مین نفع ہو طحطاوی نے کہا اگر عدم نقصان صریح کو شرط کرتا تو بہتر ہوتا تا اسکو شامل رہتا جسمین نہ نفع ہی نہ ضرر یا جسمین ضرر ہی مگر غیر صریح وشرطه ايضا كون المصالح عليه معلوما ان كان يحتاج الى قبضه اور یہ بھی صلح کی شرط ہی کہ مصالح علیہ یعنی جس چیز پر صلح واقع ہوئی وہ معلوم ہو نہ مجہول اگر قبض مصالح علیہ کی حاجت ہو هم اور اگر قبض کی حاجت نہو تو معلومیت شرط نہیں چنانچہ ایک گھر مین اپنے حق ہونیکا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی کی دوکان مین اپنے حق کا دعوی کیا اور دونون نے اسپر صلح کی کہ ہر شخص اپنا دعوی ترک کرے تو صلح صحیح ہی اگرچہ ہر واحد اپنے حق کی مقدار نہ بیان کرے اسواسطے کہ ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں كذا في الدرر وكون المصالح عنه حقا يجوز الاعتياض عنه ولو كان غير مال كالقصاص والتعزير اور یہ شرط ہی کہ مصالح عنہ ایسا حق ہو جس سے عوض لینا اور اسکی بدلائی درست ہو اگرچہ وہ حق مال نہو چنانچہ قصاص اور تعزیر هم حق سے مراد یہ ہی کہ مصالح کا حق ہو ثابت فی المحل نہ خدا کا حق تو اگر مطلقہ اپنے زوج پر دعوی کرے کہ یہ لڑکا زوج یا زوجہ کے پاس ہی وہ اسکا ہی زوج مدعا علیہ سے سو زوج نے اسکو کچھ دیکر صلح کی کہ وہ اپنا دعوی ترک کرے تو یہ صلح باطل ہی اسواسطے کہ نسب حق صغیر ہی نہ حق زوجین تو عورت غیر کے حق سے عوض لینے کی مالک نہیں اور تعزیر سے مراد وہ ہی جو حق العبد ہو چنانچہ سوائے قذف کے اپنی سب و دشنام سے صلح کرنا اور جو تعزیر کہ حق اللہ ہی جیسے اجنبی عورت کا بوسہ لینا تو اسمین صلح جائز نہیں اور یہ مسئلہ بحر طلب ہی کذا فی الطحطاوی معلوما كان المصالح عنه او مجهولا خواہ مصالح عنہ معلوم ہو یا مجہول هم مجہول ہونے کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص پر کچھ مال غیر معین کا دعوی کیا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر صلح کی تو صحیح ہی لا يصح لو المصالح عنه مما لا يجوز الاعتياض عنه وبينه بقوله كحق شفعة وحد قذف وكفالة بنفس صلح صحیح نہیں اگر مصالح عنہ اس قسم سے ہو جسکا عوض لینا اور بدلائی جائز نہیں اور اسکو مصنف نے اپنے قول سے بیان کیا

چنانچہ حق شفعہ اور حد قذف اور حاضر ضامنی کہ اسکی بدلائی صحیح نہیں ہم اگر مشتری صلح کرلے شفیع سے بعوض اُس شفعہ کے جو شفیع کے واسطے واجب ہوا ہی
کسی شی پر اس شرط پر کہ گھر مشتری کو تسلیم کرے تو صلح باطل ہی اسواسطے کہ تشفیع کا حق نہیں محل مین بلکہ حق شفعہ عبارت ہی ولایت طلب سے اور تسلیم شفعہ کی
کچھ قیمت نہین تو بمقابلہ اُسکے مال لینا جائز نہوگا اور یہی وجہ ہی حاضر ضامنی کی بطلان صلح کی حاضر ضامنی کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مال ضامنی سے
صلح کرے تو جائز ہی اور یہ عبارت ہی بعض دین کے اسقاط سے اور وہ صحیح ہی اور صلح حد قذف کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے دوسرے کو قذف کیا تو قاذف نے کچھ مال
دیکر صلح کی کہ وہ معاف کردے تو یہ صلح بھی جائز نہیں اسواسطے کہ حد قذف اگرچہ اسمین حق العبد ہی لیکن حق اللہ اسمین غالب ہی اور ملحق بالمعدوم ہی اور اسیطرح
حد سرقہ سے صلح جائز نہین اسطرح کہ ایک شخص نے سارق کو گرفتار کیا سو اُسنے کچھ مال دیکر صلح کی کہ اُسکو حاکم کے پاس نہ لیجائے اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہی اور
اسیطرح زکوۃ اور شرب خمر سے صلح کرنا صحیح نہین کذا فی الطحطاوی ملخصًا ویبطل بہ الاول والثالث وکذا الثانی لو قبل الرفع للحاکم اور باطل ہوتا ہی
صلح سے اول و ثالث یعنی حق شفعہ اور حاضر ضامنی اور اسیطرح ثانی یعنی قذف بھی باطل ہوجاتی ہی صلح سے اگر حاکم پاس لیجانے سے پہلے ہو کلاحد زنی
وشرب مطلقا صلح صحیح نہین حد زنا اور شرب خواری سے مطلقًا خواہ حاکم کے پاس اُسکی نالش کی ہو یا نکی ہو ہم قاضی خان نے کہا ایک مرد نے دوسرے شخص کی
عورت سے زنا کیا اور اُسکے زوج کو علم ہوا اور باہم صلح ہوئی کچھ مال پر اگر وہ معاف کردے تو یہ باطل ہی اور عفو کرنا اُسکا باطل ہی اور حاکم شارب الخمر سے صلح کرے
کچھ مال لیکر اور معاف کردے تو صحیح نہین اور اُسکا پھیر دینا چاہیے قبل رفع ہو یا بعد رفع انتہی کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح کاف عن القبول من
المدعی علیہ ان کان المدعی بہ مما لا یتعین بالتعیین کالدراہم والدنانیر وطلب الصلح علی ذلک لانہ اسقاط للبعض وہو یتم بالمسقط
اور طلب کرنا صلح کا یعنی مدعا علیہ کی جانب سے کافی ہی مدعا علیہ کے قبول کرنے سے اگر جس چیز کا دعوی کیا اُس قسم سے ہو کہ تعیین سے متعین نہین ہوتی چنانچہ دراہم
اور دنانیر اسواسطے کہ وہ اسقاط بعض حق ہی مدعی کی جانب سے اور اسقاط فقط مسقط سے تمام ہوجاتا ہی ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کے اس قول کی کہ طلب
الصلح علی ذلک کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ خود متن مین موجود ہی انتہی لہذا مترجم نے تکرار بیفائدہ جان کر اُسکا ترجمہ نکیا وان کان مما یتعین بالتعیین
فلا بد من قبول المدعی علیہ لانہ کالبیع مجرا اور اگر مدعا بہ اُس قسم سے ہو کہ متعین ہوجاتا ہو تعیین کرنے سے تو مدعا علیہ کا قبول کرنا باوجود طلب صلح کے ضرور
ہی اسواسطے کہ وہ یعنی صلح اس صورت مین بیع کے مانند ہم اور بیع مین ایجاب اور قبول ضرور ہی اور اگر مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ بیچ اور بائع کہے کہ
مین نے بیچا تو قول مشتری کافی نہین قبول سے وحکمہ وقوع البرأۃ عن الدعوی ووقوع الملک فی مصالح علیہ وعنہ لو مقرا اور حکم
اُسکا یعنی اثر مترتب صلح کا واقع ہونا برات کا ہی دعوی سے اور واقع ہونا مدعی کی ملک کا ہی مصالح علیہ مین اور واقع ہونا مدعا علیہ کی ملک کا ہی مصالح عنہ مین اگر
مدعا علیہ مدعی کے دعوی کا مقر ہو ہم اقرار مصالح عنہ کی ملک کی قید ہی اور مصالح علیہ کی ملک اقرار اور انکار دونون مین برابر ہی وہو صحیح مع اقرار او سکوت
او انکار اور صلح صحیح ہی مدعا علیہ کے اقرار یا سکوت یا انکار کے ساتھ ہم صلح جائز ہی بدلیل قول حق تعالی والصلح خیر اور حدیث مین وارد ہی
کہ ہر صلح جائز ہی فیما بین المسلمین مگر وہ صلح جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام ٹھہرا دے انتہی اور دفع ظلم کے واسطے رشوت دینا جائز ہی اور دفع ظلم کی رشوت
وہ صلح نہین جو حرام کو حلال کرے کذا فی الطحطاوی فالاول حکمہ کبیع ان وقع عن مال بمال وحینئذ فتجری فیہ احکام البیع
کالشفعۃ والرد بعیب وخیار رؤیۃ وشرط سو اول یعنی صلح مع الاقرار بیع کے مانند ہی اگر صلح واقع ہوا ہے مال سے بمقابلہ مال کے اور اسوقت مین تو
صلح مین بیع کے احکام جاری ہونگے چنانچہ شفعہ اور رد بالعیب وخیار رویت اور خیار شرط ہم اگر صلح واقع ہوئی ایک گھر کی دوسرے گھر سے تو دونون گھر مین
شفعہ واجب ہوگا اور رد بالعیب اسطرح کہ اگر بدل صلح غلام ہو پھر اُسمین مدعی عیب پاوے تو اُسکو پھیر دینا جائز ہی اور اگر صلح کے وقت مصالح علیہ کو نہین دیکھا
تو دیکھنے کے بعد پھیر سکتا ہی اور یہی حکم ہی مصالح عنہ کا اور بیع کے مانند صلح مین اگر ایک شخص اپنے واسطے تین دن کا اختیار شرط کرے تو صحیح ہی

جواز رشوت [illegible] دفع ظلم

[illegible]

ویفسد بجہالۃ البدل المصالح علیہ لا بجہالۃ المصالح عنہ لانہ یسقط اور صلح کو فاسد کرتا ہی غیر معلوم ہونا بدل یعنی مصالح علیہ کا نہ مجہول ہونا مصالح عنہ کا اسواسطے کہ وہ ساقط ہوجاتا ہی یعنی مدعا علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث نزاع نہیں وتشترط القدرۃ علی تسلیم البدل اور شرط ہی کہ قادر ہو مدعا علیہ بدل کے تسلیم کرنے پر مع حاشیہ کہا یہ جملہ مستانفہ بجائے تعلیل واقع ہوا ہی اسکا عطف یسقط پر صحیح نہیں انتہی یعنی جہالت بدل اسواسطے مفسد ہی کہ تسلیم بدل کی قدرت شرط ہی اور قدرت درصورت جہالت متصور نہیں وما استحق من المدعی ای المصالح عنہ یرد المدعی حصتہ من العوض ای البدل ان کلا فکلا او بعضا فبعضا اور جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ سے مستحق یعنی ملک غیر نکلے بقدر اسکے حصے کے مدعی عوض سے یعنی بدل صلح سے پھیر دے مدعا علیہ کو اگر تمام بدل مستحق ہو تو تمام پھیر دے اور اگر بعض مستحق ہو تو بعض بدل پھیر دے وما استحق من البدل یرجع المدعی بحصتہ من المدعی کما ذکرنا لانہ معاوضۃ وہذا حکمہا اور جسقدر بدل یعنی مصالح علیہ سے مستحق یعنی ملک غیر نکلے بقدر اسکے مصالح عنہ یعنی مدعی پھیر لے جسطرح ہمنے ذکر کیا یعنی اگر کل مستحق نکلے تو کل پھیر لے اور اگر بعض نکلے تو بعض پھیر لے اسواسطے کہ صلح درحقیقت معاوضہ ہی اور معاوضہ کا یہی حکم ہی وحکمہ کالاجارۃ ان وقع الصلح عن مال بمنفعۃ کخدمۃ عبد وسکنی دار فیشترط التوقیت ان احتیج الیہ والا لا کصبغ ثوب اور صلح کا حکم اجارے کے مانند ہی اگر صلح واقع ہو مال سے بمقابلہ منفعت کے چنانچہ خدمت غلام اور سکونت دار تو منفعت کی مدت ٹھہرانا شرط ہوگا اگر توقیت کی حاجت ہو اور نہیں تو نہیں کپڑا رنگانے کے مانند ہم توقیت شرط ہی اجیر خاص میں چنانچہ خدمت عبد اور سکونت دار اور اجیر مشترک میں حاجت توقیت کی نہیں چنانچہ صبغ ثوب اور رکوب دابہ موضع معین تک اور حمل طعام مکان معلوم تک ویبطل بموت احدہما وبہلاک المحل فی المدۃ اور باطل ہوتی ہی صلح دونوں میں سے ایک کی موت سے اور محل منفعت کے ہلاک ہوجانے سے مدت کے اندر یعنی قبل استیفاء منفعت ہلاکی محل مبطل صلح ہی اور اگر بعض منفعت حاصل ہوئی تو باقی میں صلح باطل ہوگی اور یہ قول ہی محمد کا اصحاب متون نے اعتماد کیا ہی کذا فی الطحطاوی وکذا لو وقع عن منفعۃ بمال او بمنفعۃ عن جنس اخر ابن کمال لانہ حکم الاجارۃ اور اسیطرح کا حکم ہی اگر صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض مال کے یا صلح واقع ہو دعوی منفعت سے بعوض دوسری قسم کے نفع کے کذا ذکرہ ابن کمال فی الایضاح اسواسطے کہ یہی حکم ہی اجارے کا اور درصورت اختلاف جنس منفعت صلح جائز ہی جیسے صلح کرنا دعوی سکنی دار سے غلام کی خدمت پر اور درصورت اتحاد جنس منفعت صلح جائز نہیں اسواسطے کہ اجارہ منفعت کا متحد الجنس منفعت سے جائز نہیں اسیطرح صلح بھی جائز نہیں کذا فی الحلبی والاخیران ای الصلح بسکوت وانکار معاوضۃ فی حق المدعی وفداء یمین وقطع نزاع فی حق الاخر اور پچھلی دونوں قسمیں یعنی صلح ہونا مدعا علیہ کے سکوت اور انکار سے بدلائی ہو مدعی کے حق میں اور قسم کا بدلا اور قطع نزاع ہی دوسرے یعنی مدعا علیہ کے حق میں ہم مدعی کے حق میں معاوضہ اسواسطے ہوا کہ وہ اپنے گمان میں اپنے حق کا عوض لیتا ہی اور مدعا علیہ کے حق میں بدلا قسم اور قطع نزاع کا اسواسطے ہوا کہ اگر صلح نہوتی تو مدعا علیہ پر قسم لازم آتی اور جھگڑا رہتا وحینئذ فلا شفعۃ فی صلح عن دار مع احدہما ای مع سکوت او انکار اور اس وقت میں تو شفعہ نہیں اس صلح میں جو گھر سے ہوئی مدعا علیہ کے سکوت یا انکار کے ساتھ یعنی ایک شخص نے دوسرے پر اسکے گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ ساکت رہا یا منکر دعوی ہوا پھر مدعا علیہ نے کچھ دیکر اس سے صلح کرلی تو شفعہ واجب نہوگا اسواسطے کہ مدعا علیہ کا گمان یہ ہی کہ میں نے اپنے گھر کو اس صلح سے اپنی ذات پر باقی رکھا مدعی کا جھگڑا دور کرکے اور یہ اسکا گمان نہیں کہ میں نے گھر کو خریدا اور مدعی کا زعم اسکو لازم نہیں کذا فی الدرر لکن للشفیع ان یقوم مقام المدعی فیدلی بحجتہ فان کان للمدعی بینۃ اقامہا الشفیع علیہ واخذ الدار بالشفعۃ لان باقامۃ الحجۃ تبین ان الصلح کان فی معنی البیع وکذا لو لم یکن لہ بینۃ فحلف المدعی علیہ فنکل شرنبلالیۃ لیکن یہ صورت مذکورہ شفیع دار کو جائز ہی کہ مدعی کے قائم مقام ہوجاے اور اثبات دعوی میں اپنے مطلب کا وسیلہ لے مدعی کی حجت سے سو اگر مدعی کے ثبوت دعوی کے گواہ ہوں تو شفیع قائم کرے مدعا علیہ پر اور گھر کو بوجہ شفعہ لے لے اسواسطے کہ حجت قائم کرنے سے ظاہر اور ثابت ہوا کہ یہ صلح بمعنی بیع کے تھی اور اسمیں شفعہ ثابت ہوگا اگر مدعی کے گواہ نہوں

اور قسم لے شفیع مدعا علیہ سے سو وہ قسم کھائے کذا فی الشرنبلالیہ وتجب فی صلح وقع علیہا باحدھا او باقرار لان المدعی یاخذھا عوضا عن المال فیؤاخذ بزعمہ اور شفعہ واجب ہو اُس صلح مین واقع ہوئی ہو گھر پر سکوت یا انکار یا اقرار کے ساتھ اسواسطے کہ مدعی گھر لیتا ہو بعوض مال کے تو شفیع اُس سے مواخذہ کرے بموجب اُسکے گمان کے ہم یعنی اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے مدعی سے ایک گھر دیکر صلح کر لی تو اُس مین شفعہ واجب ہوگا بموجب زعم مدعی وما استحق من المدعی رد المدعی حصتہ من العوض ورجع بالخصومۃ فیہ فیخاصم المستحق لخلو العوض عن الغرض اور سکوت یا انکار کی صلح کی صورت مین جسقدر مدعا یعنی مصالح عنہ مستحق مالک غیر ثابت ہو تو بقدر اُسکے حصے کے مدعی عوض سے پھیرے مدعا علیہ کو اور بعض مستحق مین خصومت راجع کرے تو مالک مستحق سے جھگڑا شروع کرے بسبب خالی ہونے عوض کے غرض سے ہم یعنی مدعا علیہ نے عوض اسواسطے دیا تھا تا خصومت مدعی دفع ہو اور مصالح عنہ اُسکے ہاتھ مین باقی رہے لاخصومت احد سے پھر وہ جب غیر کا مملوک ٹھہرا تو مدعا علیہ کا مقصد حاصل نہوا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ مدعی کی خصومت بیجا تھی تو وہ مدعی سے عوض پھیریگا کذا فی الدرر وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کلہ او فی بعضہ اور جسقدر بدل صلح سے مستحق مالک غیر ہو تو مدعی دعوی کیطرف رجوع کرے کل مدعا مین یا بعض مین یعنی اگر تمام بدل مین استحقاق ہو تو کل مصالح عنہ کا دعوی کرے اور اگر بعض مین ہو تو بعض مین دعوی کرے ھذا اذا لم یقع الصلح بلفظ البیع فان وقع بہ رجع بالمدعی نفسہ لا بالدعوی لان اقدامہ علی المبایعۃ اقرار بالملکیۃ عینی وغیرہا یعنی رجوع الی الدعوی درصورت استحقاق بدل جبھی ثابت ہو جبکہ صلح بلفظ بیع نہ واقع ہوئی اور اگر صلح بلفظ بیع واقع ہوئی ہو تو خود مدعا یعنی مصالح عنہ کو پھیرے رجوع الی الدعوی کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ مدعا علیہ کا منکر کی بیع پر تقدیم مبایعت پر مالکیت مدعی کا اقرار ہے چنانچہ عینی وغیرہ مین ہے وھلاک البدل کلا او بعضا قبل التسلیم لہ ای للمدعی کاستحقاقہ کذلک فی الفصلین ای مع اقرار او مع سکوت وانکار اور ہلاکی بدل قبل تسلیم مدعی کے استحقاق بدل کے مانند ہے اسیطرح دونون فصلون مین یعنی صلح مع الاقرار مین یا صلح مع السکوت والانکار مین ہم یعنی اگر صلح مع الاقرار ہوا اور بدل ہلاک ہو قبل تسلیم تو مدعی مصالح عنہ کو پھیرے اور اگر صلح مع الانکار ہو تو دعوی کیطرف رجوع کرے اور بعض بدل کی ہلاکی استحقاق بعض کے مانند ہے تو بقدر ہلاکی کے صلح باطل ہوگی اور باقی مین رہیگی کذا فی المنح وھذا لو البدل مما یتعین والا لا یبطل بل یرجع بمثلہ عینی اور یہ یعنی ہلاکی بدل کا استحقاق کے مانند ہونا اسوقت ہے جبکہ بدل اُس قسم سے ہو جو متعین ہو جاتا ہو تعیین سے اور اگر متعین نہوتا ہو جیسا نقد کیلی یا وزنی تو صلح باطل نہوگی بلکہ بدل کے مثل کو مدعی پھیرلے مدعا علیہ سے کذا فی العینی صالح عن کذا فی نسخ المتن والشرح وصوابہ علی بعض ما یدعیہ ای عین یدعیہا لجوازہ فی الدین لما یجئ فلو ادعی علیہ دارا فصالحہ علی بیت معلوم منہا فلو من غیرہا صح قہستانی لم یصح لان ما قبضہ من عین حقہ صلح کی بعض عین مدعا بہا پر تو صحیح نہین اسواسطے کہ جسپر مدعی نے قبضہ کیا وہ بعینہ اُسکا حق ہے یعنی بعض حق ہے عین کی قید اسواسطے لگائی کہ دین کے دعوی مین بعض دین پر صلح کرنا جائز ہے چنانچہ آگے آویگا تو اگر ایک شخص نے دوسرے شخص پر گھر کا دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اُس سے صلح کی اُس گھر کی ایک معین مکان پر تو صلح صحیح نہین اور اگر اُس گھر کے سوا اور مکان پر صلح کی تو صحیح ہے کذا فی القہستانی شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخون مین صالح عن بعض ما یدعیہ ہے اور حق عبارت یون تھا کہ صالح علی بعض ما یدعیہ اور حیلۃ صحتہ ما ذکرہ بقولہ الا بزیادۃ شئ آخر کثوب ودرھم فی البدل فیصیر ذلک عوضا عن حقہ فیما بقی اور بعض عین مدعا بہا کی صحت کا وہ حیلہ ہے جسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا کہ صلح مذکور صحیح نہین مگر بدل مین کوئی دوسری چیز چنانچہ ثوب اور درم کے زیادہ کرنے سے تو وہ دوسری چیز عوض ہو جائیگی مدعی کے باقی حق سے ہم مثلاً گھر کا دعوی کیا اور مدعا علیہ نے اُس گھر کی ایک کوٹھری اور چار درم یا کپڑے پر صلح کی تو جائز ہے اسواسطے کہ کوٹھری کے سوا جو مدعی کا حق گھر مین باقی رہا اُسکے عوض مین درم یا کپڑا ہو گیا او یلحق بہ الابراء عن دعوی الباقی یا صلح بر بعض مدعا بہا سے ابراء حق کیا جاوے باقی کے دعوی سے ہم یعنی دوسرا حیلہ صلح مذکور کی صحت کا یہ ہے کہ گھر کے دعوی مین ایک کوٹھری پر صلح کرے اور باقی دار کے دعوی سے

ابرا کرے لکن ظاہر الروایۃ الصحۃ مطلقاً شرنبلالیۃ ومشی علیہ فی الاختیار وعزاہ فی العزمیۃ للبزازیۃ وفی الجلالیۃ لشیخ الاسلام وجعل ما فی المتن روایۃ ابن سماعۃ لیکن ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ بعض عین مدعا بہا سے صلح صحیح ہی مطلقاً خواہ حیلہ مذکور کرے یا نکرے کذا فی الشرنبلالیۃ اور اسی پر چلا ہی صاحب اختیار اور منسوب کیا ہی اس قول کو عزمیہ میں بزازیہ کیطرف اور جلالیہ میں شیخ الاسلام کیطرف اور مسئلہ متن کو ابن سماعہ کی روایت ٹھہرایا ہی ہم ظاہر الروایۃ پر یہ سوال وارد ہوتا ہی کہ بعض عین مدعا بہا پر کیونکر صلح صحیح ہوگی مطلقاً حالانکہ اس سے لازم آتی ہی برات باقی عین سے اور فقہا کا قول یہ ہی کہ ابرا اعیان سے باطل ہی تو یہ اسکو مقتضی ہی کہ صلح مذکور صحیح نہو اور اسیطرح در صورت ابرا ابن سماعہ کے بھی قول پر سوال مذکور وارد ہوتا ہی اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول میں دیا ف قولہم الابراء عن الاعیان باطل معناہ یبطل الابراء عن دعوی الاعیان ولم یصر ملکا للمدعی علیہ ولذا لو ظفر بتلک الاعیان حل لہ اخذہا لکن لا تسمع دعواہ فی الحکم اور فقہا کا یہ قول کہ ابرا کرنا اعیان سے باطل ہی مطلب اسکا یہ ہی کہ دعوی اعیان سے ابرا باطل ہی اور اعیان ملک ابرا سے مدعا علیہ کے مملوک نہیں ہو جاتے ہیں اور اسیواسطے اگر مدعی ان اعیان کو جن سے ابرا کر چکا ہی پا جاوے تو انکو انکا لینا جائز ہی لیکن اُسکا قاضی کے حکم میں دعوی مسموع نہوگا اور بہتر یہ تھا کہ شارح یوں کہتا بطل الابراء عن الاعیان اور دعوی الاعیان نکہتا اسواسطے کہ دعوی اعیان کا ابرا صحیح ہی چنانچہ مذکور ہوگا خلاصہ جواب یہ ہی کہ بطلان برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہی کہ بابرات اعیان مدعا علیہ کے ملک نہیں ہو جاتے ہیں تو مدعی کو انکا لینا حلال ہی اگر پا جاوے اور بطلان مذکور کا یہ مطلب نہیں ہی کہ مدعی کو اعیان کا دعوی کرنا بعد الابراء صحیح ہی کذا فی الطحطاوی واما الصلح علی بعض الدین فیصح ویبرأ عن دعوی الباقی: ای قضاء لا دیانۃ فلو ظفر بہ اخذہ قہستانی وتمامہ فی احکام الاشباہ من الدین وقد حققتہ فی شرحہا الملتقی اور بعض دین پر صلح کرنا صحیح ہو اور مدعا علیہ بری الذمہ ہو جائیگا باقی دین سے یعنی قضاءً بری ہوگا دیانۃً بری نہوگا اسواسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جائے تو اسکو لے لیگا اور پورا بیان اسکا اشباہ کے احکام دین میں ہی اور اسکو ہمنے شرح ملتقی میں تحقیق بیان کیا ہی ہم اشباہ کا حاصل مضمون یہ ہی کہ ابرا متعلق اعیان یا دعوی اعیان سے ہی اور وہ تو ابرا اقامت مطلقاً صحیح ہی اور متعلق نفس اعیان ہی تو اگر اعیان مغصوبہ ہالک ہوں تو بھی ابرا صحیح ہی دین کے مانند اور اگر اعیان مغصوبہ موجود ہوں تو برات عن الاعیان کا مطلب یہ ہی کہ انکا تاوان سے برات صحیح ہی اگر ہالک ہو جائیں تو اب اعیان مغصوبہ امانت کے مانند ہونگے کہ ان پر ضمان نہیں الا بالتعدی سے اور اگر اعیان امانت ہوں تو برات صحیح نہیں یا نہ پائیگی کہ سب ہالک ہو کیا جائے تو انکو لے مگر قضاءً برات صحیح ہی ہم تو قاضی مدعی کا دعوی بعد برات کے نہ سنیگا اور اسکے مانند خلاصہ تحقیق شرح ملتقی میں ہی کذا فی الطحطاوی وصح الصلح عن دعوی المال مطلقاً ولو باقرار او منفعۃ اور صحیح ہی صلح مال کے دعوی سے مطلقاً اگرچہ صلح باقرار مدعی ہوا منفعت کے عوض یعنی بعوض منفعت دعوی مال سے صلح صحیح ہی جیسے صلح مستاجر کی ہوتی ہی جبکہ اجارہ کا یا مدت یا اجرت کا منکر ہو وعن دعوی المنفعۃ ولو بمنفعۃ عن جنس آخر اور صلح صحیح ہی منفعت کے دعوی سے اگرچہ صلح بعوض دوسری قسم کی منفعت کے ہو کما مر وعن دعوی الرق اور صلح صحیح ہی دعوی رق سے ہم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا غلام ہی اور اُسنے کچھ مال دیکر صلح کی تو صحیح ہی وکان عتقا علی مال ویثبت الولاء لو باقرار والا لا الا ببینۃ حسب اور صلح کو آزادی بعوض مال ٹھہرے گی اور مدعی کا ولا ثابت ہوگا اگر صلح مدعا علیہ کے اقرار دعوی سے ہوئی ہو اور اگر اقرار سے نہو بلکہ سکوت یا انکار مدعا علیہ سے صلح ہوئی ہو تو ولا ثابت نہوگا مگر گواہ سے کذا فی الدر قلت ولا یعود بالبینۃ رقیقا وکذا فی کل موضع اقام بینۃ بعد الصلح لا یستحق المدعی لانہ باخذ البدل باختیارہ یزول باتہا فلیحفظ میں کہتا ہوں در بعد صلح کے گواہوں سے مدعا علیہ پھر کر غلام نہو جائیگا اور اسیطرح ہر جگہ کہ مدعی گواہ قائم کرے بعد صلح کے مدعا کا مستحق نہوگا اسواسطے کہ مدعی باختیار خود بدل صلح کے لینے سے ملک ٹھہرا لیا اسکو یاد رکھنا چاہیے وعن دعوی الزوج النکاح علی غیر مزوجۃ اور صلح صحیح ہی دعوی نکاح زوج سے غیر منکوحہ پر یعنی غیر منکوحہ عورت پر ایک مرد نے نکاح کا دعوی کیا اور اس عورت نے کچھ دیکر صلح کر لی تو صحیح ہی اور اگر اسکا زوج

ثابت ہوگا تو نکاح مدعی کا ثابت نہوگا تو خلع بھی صحیح نہوگا وکان خلعا فلا یطیب لو مبطلا اور مدعی نکاح کے حق مین بدل صلح بدل خلع ٹھہرے گا اور مدعی کو حلال نہوگا اگر وہ دعوی نکاح مین کاذب ہوگا مع عدم حلت بدل اس مسئلے مین مخصوص نہین بلکہ جمیع دعاوی کاذبہ کی صلح مین یہ حکم جاری ہو کذا فی الطحطاوی ویحل لہا التزوج لعدم الدخول اور عورت کو زوج حلال ہوگا بواسطہ عدم دخول کے ولو ادعتہ المرأۃ فصالحہا لم یجز وقایہ ونقایہ ودرر وملتقی وصححہ فی المجتبی والاختیار وصحح الصحۃ فی درر البحار اور اگر عورت نے ایک مرد پر نکاح کا دعوی کیا اور مرد نے کچھ مال دیکر صلح کرلی عورت سے تو صلح صحیح نہوگی کذا فی الوقایۃ والنقایۃ والدرر والملتقی اور صحیح کہا ہی عدم صحت کو مجتبی اور اختیار مین اور صحت صلح کی تصحیح کی ہی درر البحار مین

وان قتل العبد المأذون لہ رجلا عمدا لم یجز صلحہ عن نفسہ لانہ لیس من تجارتہ فلم یلزم المولی لکن یسقط بہ القود ویؤاخذ بالبدل بعد عتقہ اور اگر عبد ماذون فی التجارۃ نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا تو اسکا صلح کرنا اپنی ذات سے یعنی اپنی جان کے بچانے کے واسطے جائز نہین اسواسطے کہ صلح مذکور تجارت کے باب سے نہین تو صلح اسکے مولے پر لازم نہوگی لیکن صلح سے قصاص غلام پر سے ساقط ہوجاے گا اور بدل صلح کا مواخذہ اس سے ہوگا بعد اسکے آزاد ہونے کے وان قتل عبد لہ ای للماذون رجلا عمدا وصالحہ المأذون عنہ جاز لانہ من تجارتہ اور اگر عبد ماذون کے غلام نے ایک مرد کو عمدا مار ڈالا اور ماذون نے اپنے غلام کیطرف سے صلح کرلی اولیاے مقتول سے تو جائز ہی اسواسطے کہ وہ اسکے تجارت کے باب سے ہی یعنی اسواسطے کہ استخلاص اسکا اسکی خریداری کے مانند ہی تو جیسے ماذون کو غلام کا خرید کرنا جائز ہی ویسے ہی صلح کرکے اسکی جان بچانا بھی جائز ہی والمکاتب کالحر اور عبد مکاتب آزاد کے مانند ہی جواز صلح مین اپنی ذات سے اسواسطے کہ وہ مولے کے تصرف سے خارج ہی والصلح عن المغصوب الہالک علی اکثر من قیمتہ قبل القضاء بالقیمۃ جائز کصلحہ بعرض اور صلح کرنا مغصوب ہالک سے اکثر پر اسکی قیمت سے قیمت کے حکم ہونے سے پہلے جائز ہی جیسے مغصوب کی صلح بعوض اسباب کے صحیح ہی مثلا ایک شخص نے دوسرے کا غلام کا جسکی قیمت ہزار روپیہ غصب کیا اور وہ غلام مرگیا پھر ہنوز قاضی نے اسکی قیمت دینے کا حکم نہین دیا کہ غاصب نے دو ہزار روپیہ اسکے مالک سے صلح کرلی تو یہ جائز ہی امام کے نزدیک جیسے اسباب پر صلح جائز ہی خواہ اسکی قیمت کم ہو یا زیادہ فلا تقبل بینۃ الغاصب بعدہ ای الصلح علی ان قیمتہ اقل مما صالح علیہ جب مغصوب مالک کی قیمت سے زیادہ پر صلح جائز ہوئی تو بعد صلح کے غاصب کے گواہ اسپر کہ قیمت مغصوب کی کمتر ہی مصالح علیہ سے مقبول نہین ولا رجوع للغاصب علی المغصوب منہ بشیء کما لو تصادقا بعدہ انہا اقل ہے اور غاصب کو کوئی چیز پھیر لینا جائز نہین مغصوب منہ سے جیسے کہ رجوع نہین اگر دونون بعد صلح کے اتفاق کرین کہ قیمت کمتر ہی مصالح علیہ سے کذا فی البحر ولو اعتق موسر عبدا مشترکا فصالحہ الموسر الشریک علی اکثر من نصف قیمتہ لا یجوز لانہ مقدر شرعا فبطل الفضل اتفاقا اور اگر مالدار نے مشترک غلام آزاد کیا پھر مالدار نے اپنے شریک سے غلام کی قیمت نصف سے زیادہ پر صلح کی تو جائز نہی اسواسطے کہ حق مین قیمت ہی شرعا مقدار منصوص علیہ ہی تو قیمت پر زیادتی باتفاق امام اور صاحبین کے باطل ہی کما الصلح فی المسئلۃ الاولی علی اکثر من قیمۃ المغصوب بعد القضاء بالقیمۃ فانہ لا یجوز لان تقدیر القاضی کالشارع چنانچہ مسئلہ اولی مین مغصوب کی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا بعد از حکم قیمت جائز نہین اسواسطے قاضی کا قیمت کرنا شارع کے مقرر کرنے کے مانند ہی یعنی اسواسطے کہ قاضی اجراے احکام شرعیہ مین شارع کا نائب ہو واللہ تعالی اعلم ولذا لو صالحہ بعرض صح وان کانت القیمۃ اکثر من قیمۃ مغصوب تلف لعدم الربا اور صلح اگر کرے بعوض اسباب اور متاع کے تو صحیح ہو اگرچہ اسباب کی قیمت مغصوب مالک سے زیادہ ہو بسبب عدم ربا کے اسواسطے کہ ربا متحقق نہین ہوتا ہی درصورت اختلاف جنس والعمد فی الجنایۃ العمد مطلقا ولو فی نفس مع اقرار باکثر من الدیۃ والارش او باقل لعدم الربا اور صلح صحیح ہی جنایت عمد مین مطلقا اگرچہ صلح قتل نفس مین ہو اقرار کے ساتھ اکثر دیت اور ارش سے یا کمتر سے بواسطہ عدم ربا عمد مین مطلقا صلح درست ہی خواہ عمد نفس مین ہو خواہ مادون نفس مین خواہ صلح اقرار سے ہو یا انکار یا سکوت سے

اسمین قلت اور کثرت اسواسطے ربوا نہین کہ جنایت عمد مین قصاص واجب ہی اور قصاص مال نہین تو ربوا اسمین متحقق نہین وفی الخطأ کذالک لا تصح الزیادۃ
لان الدیۃ فی الخطاء مقدرۃ حتی لو صالح بغیر مقادیرھا صح کیف کان بشرط المجلس لئلا یکون دینا بدین اور جنایت خطا مین اسیطرح یعنی اگر خطا
نفس مین ہو اقرار کے ساتھ دیت سے زیادہ پر صلح صحیح نہین اسواسطے کہ خطا مین دیت شرعا معین و مقرر ہی تو اگر مقادیر دیت کی مغایر سے صلح کی تو صحیح ہی
اسیطرح سے کہ ہو خواہ کم خواہ زیادہ تا افتراق عن الدین بالدین نہو دین اول سے دیت مراد ہی اور ثانی سے مصالح علیہ مع خطا کی دیت شرع مین سو اونٹ یا ہزار
دینار یا دس ہزار درم مقرر ہی تو اسپر زیادہ کرنا بطریق صلح کے مثلا دو سو اونٹ یا دو ہزار دینار یا پندرہ ہزار درم پر جائز نہین جیسے دعوی دین مین جنس دین
اکثر پر صلح جائز نہین اور اگر مقادیر ثلثہ مذکورہ کے مغایر سے صلح ہو چنانچہ اونٹ کے سوا اور حیوانات پر یا اور اسباب پر بشرط اتحاد مجلس جائز ہی وتعیین
القاضی احدھا یصیر غیرہ کجنس اخر اور مقادیر ثلثہ مذکورہ سے ایک مقدار کو قاضی کے مقرر کر دینے سے اسکے سوا اور مقدار دوسری جنس کے اندر
ہو جاتی ہی یعنی اگر قاضی نے مثلا دیت خطا مین فقط اونٹ کا حکم دیا پھر مدعا علیہ نے مقادیر دیت سے اور جنس پر صلح کی زیادہ کرکے مثلا دو سو دینار پر
یا پندرہ سو درم پر صلح کی تو جائز ہی اسواسطے کہ اونٹ مین بحکم قاضی حق متعین ہو گیا تو دینار اور درم اسکے مغایر ٹھہرے دوسری جنس کے مانند تو حمل علی
المعاوضہ ممکن ہو گیا کذا فی البحر ولو صالح علی خمر فسد فتلزم الدیۃ فی الخطاء ویسقط القود لعدم ما یرجع الیہ اختیار اور اگر صلح کی شراب
پر تو صلح فاسد ہی تو اب اسپر خطا کی دیت لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا یعنی عمد مین بسبب نہ ہونے اس چیز کے جسکی طرف رجوع کیجاے کذا فی الاختیار وکل زیدا
عمروا بالصلح عن دم عمد او علی بعض دین یدعیہ علی اخر من مکیل و موزون لزم بدلہ الموکل لانہ اسقاط فکان الوکیل سفیرا
وکیل کیا زید نے عمرو کو قتل عمد کی صلح کرنے کا یا بعض دین کی صلح پر وکیل کیا جس دین کا وہ مدعی ہی دوسرے شخص پر مثل مکیل و موزون کے تو بدل صلح کا
موکل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ اسقاط ہی یعنی اسقاط قصاص ہی قاتل سے یا اسقاط بعض دین ہی مدعا علیہ سے تو وکیل سفیر ٹھہرا مانند [illegible] اس
صورت مین ہی جبکہ توکیل قاتل کیطرف سے ہو اور یہی [illegible] ولی مقتول کیطرف سے کیونکہ وہ اقرار ہی تو اسکو یون نہین کہ سکتے کہ بدل صلح اسکو دینا لازم ہی اور
اسیطرح مسئلہ دین مین مدعی کیطرف سے توکیل ظاہر نہین اسواسطے کہ مدعی موکل ہی تو بدل صلح اسکو کیونکر لازم ہوگا اور ان کو یون کہنا بہتر تھا او علی
بعض دین یدعیہ علیہ اخر کذا فی الطحطاوی الا ان یضمنہ الوکیل فیواخذ بضمانہ کما لو وقع الصلح من الوکیل عن مال بمال عن اقرار
فیلزم الوکیل لانہ حینئذ کبیع مگر یہ کہ وکیل بدل صلح کا ضامن ہو تو وہ ماخوذ ہوگا اپنے ضامن ہونے کے سبب سے نہ وکیل ہونے سے چنانچہ اگر صلح
واقع ہو وکیل کے دعوی مال سے بعوض مال کے موکل کے اقرار سے تو بدل صلح وکیل کو لازم ہوگا اسواسطے کہ صلح اسوقت مین بیع کے مانند ہی یعنی اور بیع مین
وکیل کیطرف حقوق راجع ہوتے ہین اما اذا کان عن انکار لا یلزم الوکیل مطلقا بحر و درر اور اگر صلح ہوا انکار مدعا علیہ سے تو بدل صلح وکیل کو
مطلقا لازم نہین کذا فی البحر والدرر مطلقا وکیل کو لازم نہین خواہ صلح دم عمد مین ہو خواہ دین خواہ اسکے غیر مین کذا فی الطحطاوی وصالح عنہ فضولی
بلا امر صح ان ضمن المال او اضاف الصلح الی مالہ او قال علی ھذا او لذا وسلم المال صح وصار متبرعا فی الکل الا اذا ضمن
یا مدعی سے زیادہ مصالحہ کیا فضولی نے مدعا علیہ کیجانب سے بدون اسکے امر کے تو صلح صحیح ہی اگر فضولی مال کا ضامن ہوا یا صلح یعنی بدل صلح کو اپنے مال کی
نسبت کرے یا یون کہے نقد یا جنس کیطرف اشارہ کرکے کہ صلح کرتا ہون اسپر یا یون بولا کہ اتنے پر مثلا ہزار پر اور مال کو تسلیم کرے تو صلح صحیح ہی اور فضولی
متبرع ہو جائیگا سب صورتون مین مگر جبکہ ضامن ہو مدعا علیہ کے امر سے تو رجوع کریگا کذا فی شرحی زادہ ثم اضافت المال کی صورت یہ کہ فضولی کہے
کہ مین نے صلح کی تجھسے ہزار درہم پر اپنے مال سے یا اپنے فلانے غلام پر اور تسلیم مال چوتھی صورت کی قید ہی والا یسلم فی الصورۃ الرابعۃ فھو موقوف
فان اجازہ المدعی علیہ جاز ولزمہ البدل والا بطل اور اگر مال تسلیم نکرے چوتھی صورت مین تو صلح موقوف ہی سو اگر مدعا علیہ نے اسکو جائز رکھے تو جائز ہو

بعض پر [illegible] وکیل پر دوسرا شخص دعوی کرتا ہی ۱۲

اور اسکو بدل صلح لازم ہو اور اگر جائز نہ رکھے تو صلح باطل ہو والخلع فی جمیع ما ذکرنا من الاحکام الخمسة کالصلح اور خلع جمیع مذکورات میں احکام خمسہ سے صلح کے مانند ہو یعنی جبکہ خلع صادر ہو فضولی سے عورت کیطرف سے بعوض بدل کے تو اگر فضولی بدل خلع کا ضامن ہو یا اسکو اپنے مال کیطرف نسبت کرے یا اشارہ کرے تو صحیح ہو اور فضولی کو بدل لازم ہو اور وہ متبرع ہو اور اگر بدل کو مطلق ذکر کرے تو اگر تسلیم کرے تو صحیح ہو اور نہیں تو عورت کی اجازت پر موقوف ہو ادعی وقفیة دار ولا بینة له فصالحه الآخر لقطع الخصومة جاز وطاب له البدل لو صادقا فی دعواه وقیل قائله صاحب الاجناس لا یطیب لانه بیع معنی وبیع الوقف لا یصح ایک شخص نے ایک گھر کے وقف ہونے کا دعوی کیا اور مدعی کے گواہ نہیں پھر مدعا علیہ منکر وقف نے قطع خصومت کے واسطے اس سے صلح کر لی تو جائز ہو اور مدعی کے واسطے بدل صلح کا لینا حلال ہو مگر وہ اپنے دعوی میں سچا ہو اور بعضوں نے کہا قائل اس قول کا صاحب اجناس ہو کہ بدل مذکور حلال نہیں اس واسطے کہ یہ صلح حقیقت میں بیع ہو اور بیع وقف کی صحیح نہیں کل صلح بعد صلح فالثانی باطل جو صلح کہ بعد صلح کے ہو تو دوسری صلح باطل ہو صلح ثانی اسوقت باطل ہو کہ علی سبیل الاسقاط ہو اور جبکہ عوض پر صلح ہو پھر دوسری عوض پر صلح ہو تو دوسری صلح جائز ہو اور اول صلح فسخ ہو جائیگی مانند بیع کے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وکذا النکاح بعد النکاح والحوالة بعد الحوالة والصلح بعد الشراء اور ایسے ہی نکاح بعد نکاح اور حوالہ بعد حوالہ کے اور صلح بعد خرید کے باطل ہو مسئلہ نکاح خلافی ہو جامع الفصولین میں ہو ایک عورت سے نکاح کیا مہر ہزار درم پھر اس سے نکاح دو ہزار کے مہر پر کیا تو دو ہزار کا مہر ثابت ہوگا اور بعضوں نے کہا ہزار کا مہر ثابت ہوگا انتہی اور قنیہ میں ہو کہ مہر معلوم پر نکاح کیا پھر دوسرے مہر معین پر نکاح کیا تو دونوں ثابت ہیں قول امام میں کذا فی حاشیة الاشباہ للحموی اور صلح بعد خرید کے یہ صورت ہو کہ ایک شخص نے گھر دوسرے سے مول لیا پھر مشتری نے بائع پر دعوی کیا کہ گھر میری ملک ہو پھر بائع نے اس سے صلح کی تو یہ صلح باطل ہو بسبب تناقض کے اس واسطے کہ اقدام مشتری کا خرید پر واسطے بائع کی دلیل ہو پھر دعوی اور صلح بعد اسکے صریح تناقض ہو جامع الفصولین میں ہو کہ اگر خریداری بعد صلح کے ہو تو خریداری صحیح ہو اور صلح باطل ہو کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل عقد اعید فالثانی باطل الا فی ثلث مذکورة فی بیوع الاشباہ الکفالة والشراء والاجارة فلتراجع اور قاعدہ کلیہ بطلان صلح ثانی وغیرہ کا یہ ہو کہ جو عقد دوسری بار منعقد ہو وہ عقد ثانی باطل ہو مگر تین عقدوں میں جو اشباہ کی کتاب البیوع میں مذکور ہیں عقد ثانی باطل نہیں یعنی عقد کفالت اور عقد شرا اور عقد اجارہ تو انکی طرف رجوع کرنا چاہیے پس اگر مدعا علیہ سے ایک ضامن لیا پھر دوسرا ضامن لیا تو صحیح ہو اور ضامن اول ضامن ثانی کی ضمانت سے بری الذمہ نہوگا جیسا کہ خانیہ میں ہو اور شرا بعد شرا جبکہ ثمن اول کے مغایر ہو صحیح ہو اس سے زیادہ ہو یا کم تو عقد اول فسخ ہوگا اور ثانی منعقد ہوگا اور اگر عقد ثانی ثمن اول کے برابر ہو تو اول فسخ نہوگا والاجارة علی ہذا القیاس کذا فی الطحطاوی اقام المدعی علیه بینة بعد الصلح عن انکار ان المدعی قال قبله قبل الصلح لیس لی قبل فلان حق فالصلح ماض علی الصحة مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے بعد اس صلح کے جو مدعا علیہ کے انکار سے ہوئی کہ مدعی نے کہا تھا قبل صلح کے کہ میرا کچھ حق نہیں فلانے کی جانب تو صلح جاری و نافذ ہو کیونکہ گواہ اس واسطے مقبول نہیں کہ شاید مدعی کا حق ثابت ہوا بعد اس اقرار کے بخلاف مسئلہ آئندہ کے کہ اس میں مدعی کا اقرار ہو کہ وہ مبطل ہو اپنے دعوی میں ولو قال المدعی بعده ما کان لی قبله حق بطل الصلح بحر قال المصنف وهو مفید لاطلاق العمادیة اور اگر مدعی نے صلح کے بعد کہا کہ میرا مدعا علیہ کی جانب کچھ حق نہیں تھا صلح باطل ہو گی کذا فی البحر مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ بحر الرائق کی روایت اطلاق عمادیہ میں قید کی لگانے والی ہو عمادیہ کی عبارت یہ ہو ادعی علیه فصالحه ثم ظهر بعده ان لا شئ علیه بطل الصلح انتہی یعنی کسی نے دعوی کیا سو مدعا علیہ نے اس سے مصالحہ کر لیا بعد اسکے ظاہر ہوا کہ اسپر کچھ حق نہیں تو صلح باطل ہو تو ظہور عدم حق بعد الصلح میں یہ قید ہو کہ ظہور عدم حق بعد صلح کے مصالح کے اقرار سے مراد ہو نہ مصالح کے اس اقرار کی گواہی سے جو اقرار کہ صلح پر مقدم ہو کذا فی الطحطاوی ثم نقل عن البزازیه انه لو ادعی الملک بجهة اخری لم یبطل فلیحرر پھر مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ کی کتاب الدعوی سے نقل کیا کہ اگر مدعی ملک کا

دعوی کرے دوسری جہت سے تو صلح مذکور باطل نہین ہی انتہی تناقض بطلان اور عدم بطلان کی تحریر کرنا چاہیے ہم خلاصہ مضمون بزازیہ کا یہ ہی کہ بطلان صلح اسوقت ہی جبکہ مالک کا اقرار متحد ہو چنانچہ اول بوجہ میراث دعوی کرے پھر کہے کہ میراث کی وجہ سے میرا حق نہین اور اگر کہے کہ میرا حق نہین بطریق میراث کے پھر دعوی کرے کہ میرا حق ہی بطریق خرید یا ہبہ کے تو صلح باطل نہین انتہی طحطاوی نے کہا تحریر کی کچھ حاجت نہین کہ بزازی نے اتحاد اقرار کی بطلان صلح مین قید لگائی ہی تو اسمین کچھ اشکال نہ رہا فالصلح عن الدعوی الفاسدۃ یصح وعن الباطلۃ لا والفاسدۃ ما یمکن تصحیحہا بحر اور صلح کرنا دعوی فاسدہ سے صحیح اور دعوی باطلہ سے صلح صحیح نہین دعوی فاسدہ وہ ہی جسکی تصحیح ممکن ہو کذا فی البحر دعوی فاسدہ وہ ہی جسمین تناقض واقع ہوا اور تصحیح دعوی برفع تناقض ہو مثلا اور دعوی باطلہ جیسے شراب اور سور کا دعوی مسلمان سے تو باطلہ وہ ٹھہرا جسکی تصحیح ممکن نہین اور منجملہ دعوی باطلہ صلح ہی دعوی حد سے اور دعوی اجرت نائحہ یا مغنیہ الصور بجمیعہ کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ان الصلح عن انکار بعد دعوی فاسدۃ فاسد الا فی دعوی مجہول فجائز فلیحفظ اور اشباہ مین تحریر کیا ہی کہ صلح انکار دعوی سے بعد دعوی فاسدہ کے فاسد ہی مگر مجہول کے دعوی کے بعد جائز ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا متن تحریر یہی ہی جو ماتن نے تفصیل ذکر کی کہ دعوی فاسدہ سے صلح صحیح اور باطل سے غیر صحیح اسواسطے کہ بزازیہ مین مذکور ہی کہ علماے خوارزم کا فتوی اسپر ٹھہر گیا ہی کہ جسمین دعوی فاسدہ کی تصحیح ممکن نہین اسپر صلح صحیح نہین اور جسکی تصحیح ممکن ہی چنانچہ حد مذکور نہوا یا کسی حد مین غلطی واقع ہو تو صلح صحیح ہی انتہی وقیل اشتراط صحۃ الدعوی لصحۃ الصلح غیر صحیح مطلقا فیصح الصلح مع بطلان الدعوی کما اعتمدہ صدر الشریعۃ آخر الباب واقرہ ابن کمال وغیرہ فی باب الاستحقاق کما مر فراجعہ اور بعضون نے کہا شرط کرنا صحت دعوی کا صلح کی صحت کے واسطے غیر صحیح ہی مطلقا خواہ اسکی تصحیح ممکن ہو یا نہو تو صلح صحیح ہی بطلان دعوی کے ساتھ چنانچہ صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ کے آخر باب صلح مین اسپر اعتماد کیا ہی اور ثابت رکھا ہی اسکو ابن کمال وغیرہ نے باب الاستحقاق مین چنانچہ مذکور ہو چکا تو اسکی طرف مراجعت کرو ہم طحطاوی نے کہا انجکو قول مفتی بہ معلوم ہو چکا اور صدر الشریعۃ نے جو اسکی دلیل پکڑی ہی کہ جب حق مجہول کا ایک گھر مین دعوی کرے پھر صلح ہو کسی چیز پر تو صلح صحیح ہی سو مفید اطلاق نہین بلکہ صلح فقط دعوی مجہول مین صحیح ہی اسواسطے کہ اس دعوی کی تصحیح حق مجہول کا معین کردینے سے صلح کے وقت ممکن ہی وصح الصلح عن دعوی حق الشرب وحق الشفعۃ وحق وضع الجذوع علی الاصح اور صحیح ہی صلح دعوی حق شرب سے اور حق شفعہ اور دیوار پر دھنیان رکھنے کے حق سے بقول اصح م شرب بکسر اول عبارت ہی پانی لینے کی باری سے سابق مذکور ہو چکا کہ حق شفعہ سے صلح جائز نہین تو وہان مراد یہ ہی کہ ثابت حق شفعہ سے جائز نہین اسواسطے کہ حق شفعہ مال نہین جسکا معاوضہ درست ہو اور یہان مراد یہ ہی کہ دعوی حق شفعہ سے صلح صحیح ہی بدفع یمین کے واسطے یعنی تا مدعا علیہ کو در صورت عدم بینہ مدعی قسم کھانی پڑے الاصل انہ متی توجہت الیمین نحو الشخص فی ای حق کان فافتدی الیمین بدراہم جاز الا فی دعوی التعزیر مجتبی بخلاف دعوی حد ونسب در اور حقوق مذکورہ کے دعاوی سے صحت صلح کا قاعدہ یہ ہی کہ جب قسم متوجہ ہوئی ایک شخص کی جانب کسی حق مین ہو سو اسنے یمین کے بدلے درہم دیے تو جائز ہی یہان تک کہ دعوی تعزیر مین فدیہ قسم جائز ہی کذا فی المجتبی بخلاف دعوی حد ونسب کے کذا فی الدرر م دعوی تعزیر کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اسنے میری تکفیر یا تفسیق کی یا مجکو عیب لگایا اور قسم مدعا علیہ پر عائد ہوئی سو اسنے قسم کے بدلے درہم دیے بقول اصح جائز ہوا اور دعوی نسب کی یہ صورت ہی کہ مثلا عورت نے دعوی کیا کہ یہ بیٹا اسی مرد کا میرے پیٹ سے ہی سو مرد نے ترک دعوی نسب سے مصالحہ کیا تو جائز نہین الصلح ان کان بمعنی المعاوضۃ بان کان دینا بعین ینفسخ بفسخہما ای بفسخ المتصالحین اور صلح اگر بمعنے معاوضہ ہو بایطور کہ دین کا معاوضہ عین سے ہو تو صلح ٹوٹ جاتی ہی دونون کے توڑنے سے یعنی متصالحین کے فسخ کرنے سے وان کان لا بمعناہا ای المعاوضۃ بل بمعنی استیفاء البعض واسقاط البعض فلا تعمل اقالتہ ولا نقضہ لان الساقط لا یعود قنیۃ وصیرفیۃ فلیحفظ اور اگر صلح بمعنی معاوضہ نہو

بلکہ یعنی استیفاے بعض حق اور اسقاط البعض حق کے ہو تو صلح کا اقالہ صحیح نہیں ورنہ اسکا توڑنا اسواسطے کہ ساقط چیز نہیں پھر آتی کذا فی القنیۃ والصیرفیۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو صالح عن دعوی دار علی سکنی بیت منها ابدا او صالح علی دراهم الی الحصاد او صالح مع المودع بعد دعوی الهلاك لم یجز الصلح فی الصور الثلاث سراجیة اور اگر گھر کے دعوی سے صلح کی اُسمیں سے ایک کوٹھری کے ہمیشہ رہنے پر یا صلح کی درموں کے دینے پر کھیتوں کے کاٹنے تک یا صلح کی مستودع نے مودع سے بلا دعوی ہلاک ودیعت تو صلح صحیح نہیں تینوں صورتوں میں کذا فی السراجیۃ قیل بعدم دعوی الهلاك لانه لو ادعاه وصالحه قبل الیمین صح به یفتی خانیة مصنف نے عدم دعوی ہلاک ودیعت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہلاک ودیعت کا مدعی ہوا اور مصالحہ کرے قبل قسم کھانے کے تو صلح صحیح ہے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الخانیہ ویصح الصلح بعد حلف المدعی علیه دفعا للنزاع باقامة البینة اور صلح مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد صحیح ہے تاکہ گواہ لانے کا جھگڑا دفع ہو جاوے یعنی صلح مذکور اسواسطے جائز ہے تاکہ مدعی گواہ لاکر پھر جھگڑا قائم نکرے ولو برهن المدعی بعده علی اصل الدعوی لم تقبل الا فی الوصی عن مال الیتیم علی انکار اذا صالح علی بعضه ثم وجد البینة فانها تقبل اور اگر گواہ لاوے مدعی بعد صلح کے اصل دعوی پر تو مقبول نہیں مگر وصی کے دعوی میں یتیم کے مال سے مدعا علیہ کے انکار پر کہ جبکہ وصی نے صلح کی ہو مدعا علیہ منکر سے بعض مال پر پھر وصی نے تمام مال یتیم کے گواہ پائے تو گواہ مقبول ہیں ولو بلغ الصبی فاقامها تقبل ولو طلب یمینه لا یحلف اشباه اور اگر یتیم لڑکا بالغ ہوا پھر اُسنے گواہ قائم کیے تو بعد صلح کے گواہ مقبول ہیں اور اگر مدعا علیہ سے قسم طلب کیجاے تو قسم نلی جائے گی کذا فی الاشباہ طلب بصیغہ مجہول ہے یعنی اگر وصی بعد صلح کے مدعا علیہ سے قسم چاہے یا یتیم قسم چاہے بعد بلوغ کے تو قسم نلی جائیگی کذا فی الطحطاوی عن حواشی الاشباہ وقیل لا جزم بالاول فی الاشباه وبالثانی فی السراجیة وحکاهما فی القنیة مقدما للاول اور دوسرا قول یہ ہے کہ صلح بعد حلف مدعا علیہ صحیح نہیں یقین کیا ہے اول قول پر یعنی صحت صلح پر اشباہ میں اور قول ثانی پر یعنی عدم صحت پر سراجیہ میں اور دونوں قولوں کو قنیہ میں ذکر کیا ہے پہلے قول کو پہلے بیان کرکے ثم قول ثانی یعنی عدم صحت صاحبین کا قول ہے چنانچہ جامع المفتی میں ہے اور قول اول امام محمد بن حسن کی روایت ہے امام سے کذا فی الطحطاوی وطلب الصلح والابراء عن الدعوی لا یکون اقرارا بالدعوی عند المتقدمین وخالفهم المتاخرون والاول اوجه بزازیة درخواست کرنا صلح کا دعوی سے اور درخواست کرنا ابرا کا دعوی سے دعوی یعنی مدعا کا اقرار نہیں متقدمین کے نزدیک اور علماے متاخرین اُنکے مخالف ہیں اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی البزازیہ بخلاف طلب الصلح عن المال والابراء عن المال فانه اقرار اشباه بخلاف درخواست صلح کے مال سے اور درخواست ابرا کے مال سے کہ وہ اقرار ہے مال کا کذا فی الاشباہ وجہ اسکی یہ ہے کہ صلح عن الدعوی یا ابراء عن الدعوی سے قطع نزاع مقصود ہوتی ہے تو ثبوت حق لازم نہیں بخلاف صلح عن الحق یا ابراء عن الحق کے کہ وہ ثبوت حق کا مقتضی ہے صالح عن عیب او دین وظهر عدمه او زال العیب بطل الصلح ویرد ما اخذه اشباه ودرر صلح کی بائع نے مبیع کے عیب سے یا مدیون نے دین سے اور عدم دین یا عدم عیب ظاہر ہوا یا عیب مبیع کا دور ہو گیا تو صلح باطل ہو گی اور اسکو پھیرے جسکو اُسنے لیا یعنی بدل صلح کذا فی الاشباہ والدرر

فصل فی دعوی الدین

یہ فصل ہے دعوی دین کے احکام میں الصلح الواقع علی بعض جنس ماله علیه من دین او غصب اخذ لبعض حقه وحط لباقیه لا معاوضة للربا وہ صلح کہ واقع ہو اُس مال کی بعض جنس پر جو مدعا علیہ پر ثابت ہے دین یا غصب سے وہ اپنے بعض حق کا لینا ہے اور باقی حق کا گھٹانا اور دور کرنا معاوضہ نہیں ہے بیاج کے سبب سے یعنی اسکو معاوضہ قرار نہ دینگے تاکہ اور زیادتی عوض میں بیاج نہ لازم آوے اور وہ صحیح نہیں اور عاقل کا تصرف بقدر امکان صحت پر محمول ہے وحینئذ فصح الصلح بلا اشتراط قبض بدله عن الف حال علی مائة حالة ہیں یعنی جبکہ صلح مذکور اخذ بعض حق اور اسقاط بعض حق ٹھہرے نہ معاوضہ تو بدون شرط ہونے قبض بدل صلح کے صلح صحیح ہے ہزار بلا مدت سے سو

بلا مدت پھر بدل صلح سے یہان بدل ظاہری مراد ہی جسقدر پر صلح واقع ہوا اور درحقیقت یہان بدل نہین بلکہ وہ بعض حق کا لینا ہی اور یہ مثال فقط اسقاط بعض حق کی ہی او علی الف مؤجل یا صلح صحیح ہی ہزار بلا مدت سے ہزار موجل پر پھر اس مثال مین وصف حلول کا اسقاط ہی او عن الف جیاد علی مائة زیوف اور صلح صحیح ہی ہزار کھرے درم سے کھوٹے سو درم پر ہم اس مثال مین مقدار اور وصف دونون کا اسقاط ہی ولا یصح عن دراہم علی دنانیر موجلة لعدم الجنس فکان صرفا فلم یجز نسیئة اور صلح صحیح نہین دراہم سے دنانیر موجلہ پر بسبب نہونے جنس کے تو یہ عقد صرف ٹھہرا تو بطور نسیئہ جائز نہوگا ہم یعنی دینار حق کی جنس نہین ہی کہ اخذ بعض حق ٹھہرکے صلح موجل جائز ہو بلکہ یہ معاوضہ ہی عقد صرف کا تو شرط صحیح نہوگی او عن الف موجل علی نصفه حالا الا فی صلح المولی مکاتبه فیجوز زیلعی یا صلح صحیح نہین ہزار درم موجل سے پانسو درم بلا مدت پر مگر مولے کی صلح مین اپنے مکاتب جائز ہی کذا فی الزیلعی ہم اجل یعنی مدت مدیون کا حق تھا بعقد مداینہ تو نصف معجل کا لینا عوض ہوا اجل سے اور اجل کا عوض لینا حرام ہی بخلاف صلح مولی اسواسطے کہ احسان مولی کا ظاہر تر ہی معاوضہ سے کذا فی الطحطاوی ملخصا او عن الف سود علی نصفه بیضاء والاصل ان الاحسان ان وجد من الدائن فاسقاط وان منهما فمعاوضة یا صلح صحیح نہین ہزار سیاہ درم سے پانسو سفید درم پر اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ احسان اگر دائن کیطرف سے پایا جاے تو اسقاط حق ہی اور اگر دائن اور مدیون دونون کیطرف سے پایا جاے تو وہ معاوضہ ہی ہم دائن کا احسان یہ کہ صلح کرے جو اُسکے حق سے کمتر ہی مقدار یا وصف یا وقت مین اور دائن اور مدیون کا احسان یہ کہ صلح مین وہ چیز داخل ہو جسکا دائن مستحق نہو سفید درم کا ہونا بدلے سیاہ کے یا تعجیل موجل کی یا ایک جنس کی صلح ہونی دوسری جنس سے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم اُسمین جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہین تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قال لغریمه اد الی خمس مائة غدا من الف لی علیک علی انك بری من النصف الباقی فقبل وادی فیه بری وان لم یؤده کذلك فی الغد عاد دینه کما کان لفوات التقیید بالشرط دائن نے اپنے مدیون سے کہا لے آ میرے پاس پانسو کل اُس ہزار سے جو میرے تجھپر ہین اس شرط پر کہ تو بری الذمہ ہوجائے گا نصف باقی سے سو مدیون نے قبول کیا اور اُسیدن پانسو ادا کیے تو بری الذمہ ہوگا اور اگر اُس پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو اُسکا دین پورا پھر آئے گا چنانچہ پہلی شرط کے تھا بسبب فوت ہونے شرط کی تقیید کے ہم قول مذکور مین شرط صریح نہین بلکہ شرط معنوی ہی بلفظ علی تو گویا دائن نے پانسو ادا کرنے کی کل قید لگائی برأت مین تو درصورت عدم ادا شرط ثابت نہوگی ووجوهها خمسة احدها هذا والثانی ان لم یوقت بالغد لم یعد لانه ابراء مطلق اور اس مسئلے کی پانچ صورتین ہین ایک اُنمین سے یہی صورت ہی جو مذکور ہوچکی ہم دوسری صورت یہ ہی کہ اگر دائن نے کل کی قید نہ لگائی تو عدم ادا سے دین اعادہ نکرے گا اسواسطے کہ وہ مطلق ابرا ہی ہم صورت مسئلہ یہ ہی کہ دائن نے مدیون سے کہا کہ مجکو پانسو دے ہزار سے کہ تو بری ہی باقی سے تو اگر مدیون ادا نکرے گا تو دین کا اعادہ نہوگا کیونکہ قول مذکور ابراے مطلق ہی یہ ابراے مطلق ہوا اسواسطے کہ جب ادا کا وقت مقرر نکیا تو ادا سے غرض صحیح نرہی کیونکہ مدیون پر تو ادا واجب ہی ہر وقت تو برات مقید یادا نرہی والثالث وکذا لو صالحه من دینه علی نصفه یدفعه الیه غدا وهو بری مما فضل علی انه ان لم یدفعه غدا فالکل علیه کان الامر کالوجه الاول کما قال لانه صرح بالتقیید اور تیسری صورت یہ ہی اور اسیطرح اگر دائن مصالحہ کرے اپنے دین سے نصف دین پر کہ مدیون اُسکو کل نصف دین ادا کرے اور مدیون زائد از نصف سے بری ہی اس شرط پر کہ اگر اُسکو کل نہ دے تو تمام اُسپر ثابت ہی تو حکم پہلی صورت کے مانند ہوگا جیسا کہ دائن نے کہا اسواسطے کہ اس قول مین برات کی صریحا تقیید ہی ہم تو اس صورت مین اگر مدیون قبول کرے یعنی ادا ابھی کرے تو باقی سے بری ہوگا اور اگر کل ادا نکرے گا تو سب دین اُسپر قائم ہی بالاجماع کذا فی شرح الوقایه والرابع فان ابراه عن نصفه علی ان یعطیه ما بقی غدا فهو بری ادی الباقی فی الغد

او لا البدایۃ بالابراء لا بالاداء اور چوتھی صورت یہ ہی سو اگر دائن نے مدیون کو بری کر دیا نصف دین سے اسپر کہ مدیون اسکو باقی از نصف کل دے تو وہ بری ہوگا باقی کو کل ادا کرے یا نکرے اسواسطے کہ دائن نے پہلے ابرا کو ذکر کیا نہ ادا کو بخلاف صورت ثانیہ والخامس لو علق بصریح الشرط کان ادیت الی کذا او اذا او متی لا یصح الابراء لما مر ان تعلیقہ بالشرط صریحا باطل لانہ تملیک من وجہ اور پانچویں صورت یہ کہ اگر دائن ابرا کو صریح شرط کے ساتھ معلق کرے چنانچہ یوں کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر ادا کرے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط کے ساتھ باطل ہی کیونکہ ابرا ایک راہ سے تملیک ہی ہم یعنی اگر یوں کہے کہ اگر تو مجکو اسقدر دے تو تو بری الذمہ ہی باقی سے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ ابرا میں تملیک اور اسقاط دونوں معنی ہیں سو اسقاط کی تعلیق شرط کے ساتھ منافی نہیں اور تملیک تعلیق کے منافی ہی تو ہمنے دونوں معنوں کی رعایت کی اور کہا کہ اگر تعلیق صریح ہو یعنی بحرف شرط تو ابرا صحیح نہیں اور اگر تعلیق صریح نہو چنانچہ بلفظ علی ہو جیسے اگلی چار صورتوں میں ہی تو ابرا صحیح ہی کذا فی شرح الوقایہ تصحیح و ان قال المدیون لاخر سرا لا اقر لک بمالک حتی تؤخرہ عنی او تحط عنی ففعل الدائن التاخیر او الحط صح لانہ لیس بمکرہ علیہ اور اگر مدیون نے دوسرے یعنی دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نکروں گا جبتک تو مجکو تاخیر دے مطالبہ دین سے یا میرے اوپر سے کچھ دین کم نکر ڈالے سو دائن نے تاخیر یا اسقاط بعض دین کیا تو صحیح ہی یہ صلح اسواسطے کہ مدیون دائن پر زبردستی کرنے والا نہیں ہی یہ صلح جائز ہو تو بعد تاخیر فی الحال مطالبہ نہیں کرسکتا اور بعد کم کر ڈالنے کے پورا دین نہیں لے سکتا کذا فی المنح ولو اعلن ما قالہ سرا اخذ منہ الکل للحال یہ اور اگر اعلان سے کہا وہ قول جو مخفی کہا تو دائن مدیون سے پورا دین فی الحال لیگا اعلان سے مراد یہ ہی کہ جو تاخیر اور اسقاط اول لوگوں کے سامنے کی اور یہ مراد نہیں کہ اول مخفی تاخیر اور اسقاط پر صلح کرکے پھر اعلان کیا اسواسطے کہ صلح کا توڑنا جائز نہیں بلکہ اعلان میں پورا دین اسیوقت فی الحال لیگا جبکہ دائن ساکت رہا اسواسطے کہ اگر کہہ کر دیگا علانیہ یا اقرار کریگا تو صحیح ہوگا بلکہ اعلان اولیٰ ہی اخفا سے ولو ادعی الفا وجحد فقال اقر لی بہا علی ان احط منہا مائۃ جاز بخلاف علی ان اعطیک مائۃ لانہ رشوۃ اور اگر دائن نے ہزار کا دعوی کیا اور مدیون اسکا منکر ہوا سو دائن نے کہا کہ میرے ہزار کا اقرار اس شرط پر کر کہ میں ہزار سے سو کم کر ڈالونگا تو کم کر ڈالنا صحیح ہی بخلاف اس قول کے کہ ہزار کا اقرار کر اس شرط پر کہ میں تجکو سو درم دونگا اسواسطے کہ یہ رشوت ہی ولو قال ان اقررت لی حططت لک منہا مائۃ فاقر صح الاقرار لا الحط مجتبی اور اگر دائن نے کہا کہ اگر میرے ہزار درم کا تو اقرار کرے تو میں تیرے اوپر سے منجملہ ہزار کے سو کم کر ڈالوں پھر مدیون نے ہزار کا اقرار کیا تو اقرار صحیح ہی کم ڈالنا کذا فی المجتبی یہ اسواسطے کہ ابرا بشرط صریح جائز نہیں بخلاف مسئلہ گذشتہ کہ اسمیں تعلیق معنوی ہی نہ صریح الدین المشترک بسبب متحد کثمن مبیع بیع صفقۃ واحدۃ او دین موروث او قیمۃ مستہلک مشترک اذا قبض احدہما شیئا منہ شارکہ الاخر فیہ ان شاء او اتبع الغریم یہ کہا یا تب جو دین کہ مشترک ہی دو شخصوں میں ایک ہی سبب سے چنانچہ ثمن اس مبیع کا جسکی بیع بصفقہ واحدہ ہوئی یا کہ دین دونوں کا موروث ہو یا مستہلک مشترک کی قیمت ہو جبکہ ایک شریک دین مشترک سے کچھ لیگا تو دوسرا شریک اسمیں شریک ہو جائیگا اگر وہ چاہے یا مدیون کا پیچھا کرے یعنی دین کا مطالبہ کرے چنانچہ ہمکا ذکر آویگا ثمن مبیع شامل ہی اس صورت کو جبکہ دونوں شریک بیع میں شریک ہوں اسطرح کہ مبیع ایک ہی چیز ہو یا شریک دونوں اسطرح پر کہ وہ چیزیں ہوں ہر شخص کی ایک چیز علیحدہ ہو لیکن دونوں کی بیع بصفقہ واحدہ ہو بلا تفصیل ثمن اور صفقہ واحدہ کی قید اس صورت کے نکالنے کے واسطے لگائی کہ جب ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہو سو ایک شخص نے اپنا حصہ ایک مرد کے ہاتھ پانسو کو بیچا اور دوسرے شخص نے اسی مرد کے ہاتھ اپنا حصہ بھی پانسو کو بیچا اور ایک بیعنامہ ہزار درم کا لکھا تو اس صورت میں ایک شخص دوسرے کے مقبوضہ میں شریک نہوگا اسواسطے کہ صفقہ مختلف ہوا اور مشارکت میں یہ ضرور ہی کہ دونوں مقدار ثمن اور صفقہ میں برابر ہوں اسواسطے کہ اگر دونوں شخص بیع بصفقہ واحدہ کریں اسپر کہ ثمن سے فلانا حصہ

سو درم ہی اور فلانے کا حصہ پانسو درم ہی پھر ایک شخص ثمن سے کچھ قبض کرے تو دوسرے کی اسمین مشارکت ہوگی اسواسطے کہ تفرق تسمیہ با تعیین کے حق میں
تفرق صفقہ کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً وحینئذ فلو صالح احدہما عن نصیبہ علی ثوب ای علی خلاف جنس الدین اخذ الشریک
الآخر نصفہ الا ان یضمن لہ ربع اصل الدین فلا حق لہ فی الثوب۔ اور اسصورت مین تو اگر صلح کی ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر یعنی خلاف
جنس دین پر تو دوسرا شریک اُس کپڑے کا آدھا لیگا مگر یہ کہ شریک مصالح دوسرے شریک کے واسطے اصل دین کی چوتھائی کی ضامنی کرے تو اب اسکا حق
نہ ہوگا کپڑے مین مثلاً اصل دین چار درم تھا دو درم ایک شریک کے اور دو درم دوسرے کے سو ایک شریک نے اپنے حصے سے ایک کپڑے پر صلح کی تو دوسرا شریک
نصف کپڑے لے گا اور اگر ایک شریک مصالح ایک درم کا ضامن ہو تو دوسرے شریک کا کپڑے مین حق باقی نہ رہیگا ولو لم یصالح بل اشتری بنصفہ شیئاً
ضمنہ الشریک الربع لقبضہ النصف بالمقاصۃ او اتبع غریمہ فی جمیع ما مر لبقاء حقہ فی ذمتہ اور اگر ایک شریک نے مصالحت نکیا
بلکہ بقدر نصف دین کے مدیون سے کچھ خرید کیا تو شریک مشتری دوسرے شریک کو ربع دین کا تاوان دیگا بسبب قبضہ کرنے شریک مشتری کے نصف دین
پر بسبب مقاصہ کے یعنی بسبب مجرا ہوجانے دین کے ثمن مین یا دوسرا شریک اپنے مدیون سے مطالبہ کرے جمیع مسائل مذکورہ مین یعنی مسئلہ صلح اور
مسئلہ بیع مین بسبب باقی رہنے اسکے حق کے مدیون کے ذمے پر واذا ابرأ احد الشریکین الغریم عن نصیبہ لا یرجع لانہ اتلاف لا قبض
اور جب ایک شریک نے مدیون کو ابرا کردیا اپنے حصے سے تو شریک ثانی اُس سے رجوع نکریگا اسواسطے کہ ابرا تلف کرنا ہی نہ قبض کرنا یعنی ابرا
مواخذہ شریک کا قبض مین ہی نہ اتلاف مین ولذا الحکم ان کان للمدیون علی احدہما دین قبل وجوب دینہما علیہ حتی وقعت
المقاصۃ بدینہ السابق لانہ قاض لا قابض اور اسیطرح عدم رجوع کا حکم ہی اگر مدیون کا ایک شریکین پر دین ثابت ہو قبل واجب ہونے دونون
شریکون کے دین کے مدیون پر کہ مقاصہ واقع ہوگیا ہو اُسکے اگلے دین سے اسواسطے کہ شریک مدیون دین سابق کا ادا کرنے والا ہی نہ قابض ہم
اور مشارکت مقبوض مین ثابت ہوتی ہی۔ اولے دین مین یہ سابق کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شریکین کے دین کے بعد مدیون کا دین ایک شریک پر
حادث ہو تو اب مقاصہ بمنزلہ قبض کے ہوگا اور اسمین شرکت ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو ابرأ الشریک المدیون عن البعض قسم الباقی علی
سہامہ اور اگر ایک شریک مدیون کو بری الذمہ کردے بعض دین سے تو باقی دین اُسکے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً اگر دونون شریکون کے مدیون پر بیس درم
ہون اور ایک شریک اپنے حصے سے نصف معاف کردے تو اُسکا مطالبہ مدیون سے پانچ درم کا باقی رہیگا اور شریک ساکت کو دس درم کا ومثلہ
المقاصۃ اور ابرا کے مانند مقاصہ ہی مثل مقاصہ اسطرح کہ ایک شریک پر مدیون کے پانچ درم دین تھے بیس درم دین مشترک سے پہلے اور پانچ درم مجرا
ہوگئے اُسکے دین مین تو قسمت دونون شریکون مین پندرہ درم سے ہوگی یعنی شریک مدیون پانچ درم کا پاویگا اور دوسرا شریک دس درم ولو اجل نصیبہ
صح عند الثانی اور اگر ایک شریک نے اپنے حصے مین دین کی میعاد مقرر کی تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہی اور امام کے نزدیک تاجیل احد الشریکین
اپنے حصے مین دوسرے شریک کی رضا پر موقوف ہی اور محمد سے دو روایتین ہین معلوم نہین کہ شارح نے امام کا قول کیون ترک کیا اور ابو یوسف کا قول
ذکر کیا باوجود عدم تصحیح کذا فی الطحطاوی والغصب والاستیجار بنصیبہ قبض کالتزوج والصلح عن جنایۃ عمد اور ایک شریک کا غصب
اور اجارہ لینا بقدر اپنے حصے کے قبض ہی دین مشترک کا نہ نکاح کرنا اور صلح کرنا جنایت عمد سے ہم یعنی اگر احد الشریکین کوئی چیز مدیون کی غصب کرے
اور وہ اُسکے پاس تلف ہوجائے تو وہ اپنے حصے کا قابض ٹھہریگا تو دوسرا شریک اسمین شریک ہوگا وعلی ہذا القیاس استیجار اور اگر مدیونہ سے ایک
شریک نے نکاح کیا اپنے حصے کے مہر پر تو یہ قبض نہ ٹھہریگا اسواسطے کہ ظاہر الروایت مین یہ اتلاف ہی تو شریک ثانی اسمین رجوع نہین کرسکتا
اور جنایت عمد کی صلح مین اسواسطے قبض ثابت نہوا کہ بمقابلہ صلح کے کسی چیز قابل شرکت کا شریک مالک نہوا بخلاف جنایت خطا کہ وہ حکم

اصل ہے تو جنایت خطا کی صلح مین قیاس ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی ملخصاً وحيلة اختصاصه بما قبض ان يهبه الغريم قدره ثم يبرئه اور مقبوضہ شریک کے اختصاص کا حیلہ یہ ہے کہ مدیون ایک شریک کو بقدر اُسکے دین کے ہبہ کرے پھر شریک یون کو اپنا حصہ معاف کرے مثلاً ایک شریک کا دین مدیون پر چالیس درم ہے تو اگر مدیون اُس شریک کو چالیس درم بطریق ہبہ کے دے اور وہ اپنا حصہ معاف کرے تو ان چالیس درم مین شریک ثانی کی شرکت نہوگی کیونکہ مقبوض ہبہ ہے نہ دین او يبيعه به كفا من تمر مثلاً ثم يبرئه ملتقط وغيره ومرت في الشركة یا کہ احد الشریکین مدیون کے ہاتھ مثلاً مٹھی بھر چھوہارے بیچے بقدر اپنے حصے کے دین سے یعنی جسقدر اُسکا حصہ اتنے چھوہارے کا ثمن ٹھہرا دے پھر مدیون کو دین معاف کرے کذا فی الملتقط وغیرہ اور یہ مذکور ہو چکا کتاب الشرکۃ مین یعنی اگر اُسکا حصہ دین سے دس درم ہو تو دس درم کو مٹھی بھر چھوہارے بیچے پھر اپنا دین معاف کرے تو اب جو مدیون دس درم اُسکو دیگا وہ ثمن مبیع ٹھہریگا نہ اُسکے دین کا حصہ کذا فی الطحطاوی صالح احد ربي السلم عن نصيبه على ما دفع من راس المال فان اجازه الشريك الآخر نفذ عليهما وان رده رد لان فيه قسمة الدين قبل قبضه وانه باطل اور رب السلم مین سے ایک رب السلم نے مسلم فیہ کے اپنے حصے سے صلح کی مسلم الیہ سے اُس مال پر جو اُسنے دیا تھا راس المال سے تو اگر دوسرا شریک صلح کو جائز رکھے تو صلح دونون شریکون پر نافذ ہوگی اور اگر شریک رد کریگا تو صلح مردود ہو جائیگی اسواسطے کہ اس صلح مین دین کی قسمت ہے قبل اُسکے مقبوض ہونے کے اور حالانکہ قسمت دین قبل قبض باطل ہے یعنی جبکہ دو شخصون نے بیع سلم منعقد کی بیس من گیہون مین اور راس المال بیس درم ہے اور ہر شخص نے دس دس درم تسلیم کیے پھر ایک شریک دس من گیہون سے دس درم پر صلح کی اور دس درم جو مسلم الیہ کو دیے تھے سو اُس سے لیے تو یہ صلح امام اور محمد کے نزدیک جائز نہین بلا اجازت شریک ثانی کے سو اگر اجازت دیگا تو صلح نافذ ہوگی اور دس درم مقبوض دونون مین شریک ہونگے اور جو سلم باقی رہیگی وہ بھی دونون مین شریک ہوگی اور اگر اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہوگی اسواسطے کہ دونون کے حصے مین بدون رضاے شریک ثانی صلح صحیح نہین ہو سکتی اور اگر فقط مصالح کے حصے مین جائز کہیے تو لازم آتی ہے قسمت دین کی قبل قبض کے کیونکہ خصوصیت اُسکے حصے کی بلا تمیز نہین ہو سکتی اور تمیز بلا قسمت متصور نہین کذا فی الدرر بتصرف و توضیح نعم لو كانا شريكي مفاوضة جاز مطلقا بحر ہان اگر دونون رب السلم شریک مفاوض ہون تو مطلقاً جائز ہے کذا فی البحر طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین یون ہے کہ جاز ولو في الجميع یعنی صلح جائز ہے اگرچہ جمیع مسلم فیہ مین ہو یعنی جواز مخصوص نصیب مصالح نہین ہے بلکہ سب مین فسخ کرے تو جائز ہے

فصل في التخارج

یہ فصل ہے تخارج کے احکام مین نام تخارج خروج سے ہے اصطلاح شرع مین تخارج اس سے عبارت ہے کہ وارث اسپر اتفاق کرین کہ مثلاً ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچھ مال معین دیکر کذا فی المنح اخرجت الورثة احدهم عن التركة وهي عرض او هي عقار بمال اعطوه له او اخرجوه عن تركة هي ذهب بفضة دفعوها له او على العكس او عن نقدين بهما صح في الكل صرفا للجنس بخلاف جنسه خارج کر دیا وارثون نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا وہ زمین اور باغ ہے بعوض اُس مال کے جو اُنھون نے اُسکو دیا یا وارثون نے اُسکو نکالا اُس ترکہ سے جو سونا ہے بعوض چاندی کے کہ اُنھون نے اُسکو دی یا بالعکس اسلیے کہ چاندی سے خارج کیا سونا دیکر یا چاندی سونے سے خارج کیا چاندی سونا دیکر تو یہ تخارج سب صورتون مین صحیح ہے جنس کو مخالف جنس کیطرف پھیر کر بصرف جنس بخلاف جنس یہ علت ہے تخارج عن النقدين بالنقدين کی قل ما اعطوه او كثر لكن بشرط التقابض فيما هو صرف جو مال کہ وارثون نے ایک وارث کو دیا قلیل ہو یا کثیر ہر صورت تخارج صحیح ہے لیکن تقابض البدلین اس تخارج مین جو منجملہ عقد صرف کے ہے یعنی اگر چاندی سونے کا تخارج ہو چاندی سونے سے تو طرفین کا قبض کرنا شرط صحت کی تا کہ سود لازم نہ آوے وفي اخراجه عن نقدين وغيرهما باحد النقدين لا يصح الا ان يكون ما اعطي له اكثر من حصته من ذلك الجنس تحرزا عن الربوا اور ایک وارث کے اخراج مین نقدین وغیرہما سے بمقابلہ احد النقدین کے تخارج

صحیح نہین کیونکہ جو سونا یا چاندی اُس وارث کو دیا گیا ہو وہ زیادہ ہو اُسکے حصے سے اُس جنس مین سے تاکہ سود سے بچاؤ ہو یعنی اگر ترکہ مین درم اور
اسباب ہوا اور ایک وارث کے حصے مین مثلاً دس درم ہوتے ہون تو عوض اُسکا دس درم سے زیادہ ہو چاہیے تاکہ دس درم عوض اُسکے حصے کے برابر ہو جاوین
اور باقی درم باقی متروکہ مغائر درم کے مقابلے مین پڑین اور اگر عوض کے دراہم فقط دس ہون یا کم یا وارث کا حصہ دراہم سے معلوم نہو تو صلح فاسد ہی سود
احتمال سے ولا بد من حضور النقدین عند الصلح وعلمه بقدر نصیبه شرنبلالية وجلالية اور ضرور ہی موجود ہونا نقدین کا صلح کیوقت
اور وارث کو اپنے حصے کی مقدار کا معلوم ہونا کذا فی الشرنبلالیہ والجلالیہ ولو بعرض جاز مطلقا لعدم الربوا اور اگر صلح بعوض اسباب کے ہو تو ہر طرح جائز
ہی سود کے نہونے سے وکذا لو انکروا ارثه لانه حینئذ لیس ببدل بل لقطع المنازعة اور ایسے ہی مطلقاً صلح جائز ہی اگر وارث منکر ہون
اُسکی میراث کے اسواسطے کہ اسوقت مین جو دیوے بدلا نہین بلکہ دینا قطع نزاع کے واسطے ہی وبطل الصلح ان اخرج احد الورثة وفی الترکة دیون
بشرط ان تکون الدیون لبقیتهم لان تملیک الدین من غیر من علیه الدین باطل اور صلح باطل ہی اگر ایک وارث ترکے سے خارج
کیا جاوے اور حالانکہ ترکہ مین دیون ہین اس شرط سے کہ دیون باقی وارثون کے واسطے ہین خارج کے واسطے اسواسطے کہ مدیون کے سوا اور شخص کو
دین کا مالک کرنا باطل ہی ہم جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون پر چھوڑا تو اُسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حالانکہ تملیک
دین کی باطل ہی مگر اُسکو مالک کرنا باطل نہین جسپر دین ہی ثم ذکر لصحته حیلا فقال وصح لو شرطوا ابراء الغرماء منه ای من حصته لانه
تملیک الدین ممن علیه الدین فیسقط قدر نصیبه عن الغرماء پھر مصنف نے صلح مذکور کی صحت کی حیل اور تدابیر ذکر کین سو مصنف نے کہا اور صلح
صحیح ہی اگر وارث شرط کرین صلح مین ابرا مدیون کا مصالح کے حصہ دین سے یعنی جتنا حصہ ہی مصالح کا دین مین اُسکو وہ معاف کرے تو صحیح ہی اسواسطے کہ ابرا مین مالک کرنا
ہی دین کا اُسکو جسپر دین ہی اور یہ صحیح ہی تو بقدر اُسکے حصے کے دین ساقط ہوگا مدیونون سے ہم اس حیلے مین باقی وارثون کا فائدہ یہ ہی کہ وارث مصالح کا حصہ
باقی نرہا مدیونون پر اور یہ نہین کہ اُسکا حصہ دین کا بقیہ ورثہ کا ہو گیا کذا فی الصدر الشریعة او قضوا نصیب المصالح منه ای الدین تبرعا منهم
واحالهم بحصته یا باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے اُسکی جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونون
پر یعنی وارثون کو اپنا حصہ دلادے مدیونون سے ہم اسوجہ مین بقیہ ورثہ کا ضرر ہی اسواسطے کہ نقد بہتر ہی نسیئہ سے کذا فی الصدر الشریعة او اقرضوه
قدر حصته منه وصالحوه عن غیره بما یصلح بدلا واحالهم بالقرض علی الغرماء وقبلوا الحوالة وهذا احسن الحیل ابن کمال
یا باقی وارث مصالح کو قرض دین بقدر اُسکے حصے کے دین سے اور صلح کرین مصالح سے دین کے سوا اور متروکہ سے بعوض اُس چیز کے جو بدل کی لیاقت
رکھتا ہی اور مصالح وارثون کو بدل قرض کا حوالہ کرے مدیونون پر اور بقیہ ورثہ اس حوالے کو قبول کر لین اور یہ حیلہ بہتر ہی اور حیلون سے
کذا ذکرہ ابن کمال ہم اسواسطے کہ حیلہ اولے مین مصالح کا ضرر ہی ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا ضرر ہی احسان کرنے سے کذا فی الطحطاوی
ولا وجه ان یبیعوا کفا من تمر او نحوه بقدر الدین ثم یحیلهم علی الغرماء ابن ملک اور وجہ حیلہ یعنی امکان تر اور خفیف تر بقیہ وارثون کے
واسطے یہ ہی کہ ورثہ مصالح کے ہاتھ مٹھی بھر کھجور یا مانند اسکے بیچین بقدر اُسکے دین کے پھر مصالح اپنے حصہ دین کا ورثہ کے واسطے مدیونون پر
حوالہ کرے کذا ذکرہ ابن ملک ہم اسوجہ مین بقیہ ورثہ کا سراسر فائدہ ہی لیکن مصالح کا نقصان ہی صریح وفی صحة صلح عن ترکة مجهولة اعیانها
ولا دین فیها علی مکیل او موزون متعلق بصلح اختلاف والصحیح الصحة زیلعی لعدم اعتبار شبهة الشبهة اور جس ترکے کے اعیان
معلوم نہون اور اُسمین دین نہین اُسکی صلح کے صحیح ہونے مین مکیل اور موزون پر اختلاف ہی اور قول صحیح صحت صلح کا ہی کذا فی الزیلعی بسبب نہ معتبر
ہونے شبہة الشبہہ کے شارح نے کہا علی مکیل او موزون صلح سے متعلق ہی ہم یعنی جب ترکہ مین دین نہو اور اعیان اُسکے معلوم نہون اور مکیل یا موزون

پر صلح کا ارادہ ہو تو اسکی صحت مین اختلاف ہی فقیہ ابوجعفر صحت صلح کا قائل ہی اور یہی قول صحیح ہی اور ظہیر الدین مرغینانی عدم صحت کا قائل ہی
بعلت شبہۂ ربوا وجہ صحت یہ ہی کہ یہ سود کا شبہۃ الشبہۃ ہی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ ترکے مین کیلی یا موزون ہو بر تقدیر اسکے ہونے کے پھر یہ احتمال ہی کہ بدل
صلح سے وہ زیادہ ہو تو احتمال الاحتمال شبہۃ الشبہہ ہی اور عدم صحت مین شبہہ سود کا معتبر ہی نہ شبہۃ الشبہۃ وقال ابن الکمال ان فی الترکۃ جنس
بدل الصلح لم یجز والا جاز وان لم یدر فعلی الاختلاف اور ابن کمال نے کہا کہ اگر ترکے مین بدل صلح کا ہم جنس ہو تو صلح جائز نہین اور اگر ہمجنس نہین
تو صلح جائز ہی اور ہمجنسیت یا عدم جنسیت معلوم نہو تو اس صورت مین اختلاف ہی ولو الترکۃ مجہولۃ وہی غیر مکیل او موزون فی ید البقیۃ من
الورثۃ صح فی الاصح لانہا لا تفضی الی المنازعۃ لبقائہا فی یدہم حتی لو کانت فی ید المصالح او بعضہا لم یجز ما لم یعلم
جمیع ما فی یدہ للحاجۃ الی التسلیم ابن ملک اور ترکہ غیر کیلی یا وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہو تو صلح صحیح ہی قول اصح مین اسواسطے
کہ جہالت اسکی موجب نزاع نہین بسبب موجود ہونے ترکے کے بقیہ ورثہ کے ہاتھ مین تو اگر تمام یا بعض ترکہ مجہولہ وارث مصالح کے پاس ہو تو صلح جائز نہین جبتک
کہ تمام مقبوضہ اسکا معلوم نہو بسبب حاجت تسلیم کے کذا ذکرہ ابن ملک خلاصہ یہ ہی کہ اگر ترکہ مجہولہ بقیہ ورثہ کے پاس ہی تو تسلیم کی حاجت
نہین تو جہالت موجب نزاع نہین لہذا صلح صحیح ہی اور اگر مصالح کے پاس تمام یا بعض ہی تو جبتک تمام مقبوضہ معلوم نہو تو صلح جائز نہین کیونکہ یہان
تسلیم کی حاجت ہی اور تسلیم درصورت جہالت موجب نزاع ہی وبطل الصلح والقسمۃ مع احاطۃ الدین بالترکۃ اور باطل ہی صلح ایک
وارث کسے اسکے نکالنے کے واسطے اور باطل ہی قسمت ترکے کی وارثون مین باوجود محیط ہونے دین کے ترکے سے یعنی جب دین محیط ترکہ ہو
تو ورثہ ترکے کے مالک نہین جو اسمین صلح یا قسمت جاری کرین اسواسطے کہ دین میراث پر مقدم ہی الا ان یضمن الورثۃ الدین بلا رجوع مگر اس صورت
مین صلح اور قسمت باطل نہین جبکہ ورثہ دین کے ضامن ہون بلا رجوع یعنی ضمانت اس شرط پر ہو کہ ترکے سے نہ لین اسواسطے کہ اگر رجوع ہوگا تو ترکہ مشغول
ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی او یضمن اجنبی بشرط براءۃ المیت یا دین کا اجنبی شخص ضامن ہو بشرط براءت ذمہ میت اور تقیید براءت مین شارح مصنف کا تابع
ہوگیا ہی اور زیلعی مین تو عدم رجوع فی الترکہ پر اشتراط کا مدار ہی کذا فی الطحطاوی او یوفی من مال آخر یا وارث دین میت کا ادا کرے اور مال سے سوائے
ترکے کے یعنی وارث خواہ اپنے مال سے ادا کرے یا میت کی کسی اور چیز سے جواب ظاہر ہو کذا فی الطحطاوی ولا ینبغی ان یصالح ولا یقسم قبل القضاء
للدین فی غیر دین محیط اور سزاوار نہین کہ صلح کیجائے اخراج وارث پر یا قسمت کیجائے دین ادا کرنے سے پہلے اس ترکے مین جسکو دین محیط نہین
ہم اسواسطے کہ میت کی گلو خلاصی اول بہتر ہی طحطاوی نے کہا یعنی صورت مذکورہ مین صلح اور قسمت مکروہ ہی ولو فعل الصلح والقسمۃ صح لان
الترکۃ لا تخلو عن قلیل دین فلو وقف الکل تضرر الورثۃ فیوقف قدر الدین استحسانا وقایۃ لئلا یحتاجوا الی نقض القسمۃ بحر
اور اگر صلح اور قسمت کیجائے ترکہ مذکورہ مین قبل ادا کرنے دین کے تو صحیح ہی اسواسطے کہ ترکہ قلیل دین سے خالی نہین ہوتا تو اگر کل ترکہ کی صلح یا قسمت موقوف
رہے تو وارثون کا ضرر ہی تو بقدر دین ترکہ موقوف رہے بوجہ استحسان کذا فی الوقایۃ تاکہ وارثون کو قسمت توڑنے کی حاجت نہ پڑے کذا فی البحر
ثم استحسان متعلق ہو صحت سے یعنی صلح اور قسمت صحیح ہی استحسان کی راہ سے نہ قیاس کی راہ سے اسواسطے کہ قیاس ہی کہ صحیح نہو اسواسطے کہ ترکے
کا ہر جز مشغول بدین ہی بعلت عدم ترجیح وجہ استحسان وہ ہی جو شارح نے ذکر کی کذا فی الطحطاوی ولو اخرجوا واحدا من الورثۃ فحصتہ تقسم
بین الباقی علی السواء ان کان ما اعطوہ من مالہم غیر المیراث اور اگر وارثون نے ایک وارث کو ورثہ سے نکال ڈالا از راہ صلح کے
تو اسکا حصہ باقی وارثون مین برابر قسمت ہوگا اگر وہ مال جو انھون نے وارث خارج کو دیا بقیہ ورثہ کے خاص مال سے جو میراث کے سوا وان کان
المعطی مما ورثوہ فعلی قدر میراثہم یقسم بینہم اور اگر دیا مال انھین سے ہو جسکو انھون نے میراث مین پایا تو بقدر انکی میراث کے

ان مین خارج کا حصہ قسمت ہوگا وقیده الخصاف بکونه عن انکار فلو عن اقرار فعلی السواء ع اور خصاف نے اس تفصیل مذکور مین صلح انکاری کی قید لگائی ہی یعنی جبکہ وارث ایک شخص کی میراث کے منکر ہون اور دفع نزاع کے واسطے کچھ مال دیکر صلح کرین تب یہ تفصیل ہی تو اگر صلح ورثہ کی اقرار میراث سے ہو تو قسمت برابر ہی مطلقاً خواہ ترکے سے مال صلح دیا ہو یا غیر ترکے سے سو واسطے کہ صلح بیع کے مانند ہی تو گویا وارثون نے اسکو خرید کیا اور تساوی ظاہر نہین مگر جبکہ مال مدفوع ورثہ مین برابر ہو فتامل کذا فی الطحطاوی وصلح احدهم عن بعض الاعیان صحیح اور صلح کرنا ایک وارث کا بعض اعیان ترکہ سے صحیح ہی یعنی صلح مین کل اور بعض دونون برابر ہین ولو لم یذکر فی صک التخارج ان فی الترکۃ دین ام لا فالصلح صحیح وکذا لو لم یذکر فی الفتوی فیفتی بالصحۃ ویحمل علی وجود شرائطها مجمع الفتاوی اور اگر تخارج کی دستاویز مین یہ مذکور نہو کہ ترکے مین دین تھا یا نہ تھا تو دستاویز صحیح ہی اور اسیطرح اگر یہ مذکور نہو فتوی مین یعنی استفتا اور سوال مین تو صحت صلح کا فتوی دیا جاے اور عدم ذکر وجود شرائط صحت صلح پر محمول ہوگا کذا فی مجمع الفتاوی یعنی مفتی پر اسکی بحث واجب نہین کذا فی الطحطاوی والموصی له بمبلغ من الترکۃ کوارث فیما قدمناه من مسئلۃ التخارج اور جس اجنبی کے واسطے کسیقدر ترکے سے وصیت کی گئی ہو وہ وارث کے مانند ہی اُن احکامون مین جنکو ہم مقدم ذکر کر چکے ہین تخارج کے مسئلے سے یعنی جس تفصیل سے وارث سے تخارج جائز ہی اسی تفصیل سے موصی لہ سے جائز ہی صالحوا ای الورثۃ احدهم وخرج من بینهم ثم ظهر للمیت دین او عین لم یعلموها هل یکون ذلک داخلا فی الصلح المذکورة قولان اشهرهما لا بل بین الکل والقولان حکاهما فی الخانیۃ مقدما لعدم الدخول وقد ذکر فی اول فتاواه انه یقدم ما هو الاشهر فکان هو المعتمد کذا فی البحر قلت وفی البزازیۃ انه الاصح ولا یبطل الصلح ورثہ نے صلح کی ایک وارث سے اور وہ وارث باقی وارثون سے خارج ہوگیا پھر میت کا دین یا عین ظاہر ہوا جو وارثون کو صلح کے وقت معلوم نہ تھا تو یہ دین یا عین صلح مذکور مین داخل ہوگا یا نہوگا اسمین دو قول ہین دخول اور عدم دخول کے دونون قولون مین مشہور تر قول عدم دخول کا ہی بلکہ وہ دین یا عین سب وارثون مین مشترک ہی اور دونون قولون کو خانیہ مین حکایت کیا ہی عدم دخول کو مقدم ذکر کرکے اور قاضی خان نے اپنے فتاوے کے اول مین ذکر یہ کیا ہی کہ جو قول مشہور تر ہی وہی مقدم ہی تو عدم دخول ہی معتمد ٹھہرا کذا فی البحر مین کہتا ہون اور بزازیہ مین ہی کہ یہی صحیح تر قول ہی اور صلح مذکور باطل نہوگی وفی الوهبانیۃ شعر وفی طفل بالشهود فلم یجز * وما یدعی خصم ولا یتنور * اور وہبانیہ مین ہی اور صلح طفل کے اُس مال مین جو گواہون سے ثابت ہی جائز نہین اور صلح جائز نہین اُس مین جسکا مدعی طفل پر دعوی کرے اور اپنا دعوی گواہون سے روشن نکرے م اور اگر طفل کا مال گواہون سے ثابت ہو تو صلح جائز ہی اور دوسری صورت مین اسواسطے صلح جائز نہین کہ مدعی مستحق نہین اگر قسم لینے کا اور قسم نہ طفل کے باپ پر عائد ہی نہ وصی پر نہ خود طفل پر اور اگر مدعی کے گواہ ہون تو صلح جائز ہی کذا فی الطحطاوی **مصع** وصح علی الابراء من کل غائب اور صحیح ہی صلح ابرا پر ہر عیب سے م یعنی مشتری اگر برائت عیوب مبیع پر کچھ لیکر بائع سے صلح کرے تو جائز ہی طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ ابراء عن العیب بلا بدل صحیح ہی تو اسیطرح بدل کے ساتھ بھی صحیح ہی کیونکہ یہ اسقاط حق ہی ع ولو زال عیب عنه صالحه یبطل * اور اگر عیب مبیع سے زائل ہوگیا تو صلح باطل ہی م یعنی اگر مثلاً غلام یا جانور کی آنکھ کے جالے یا ناخنے سے صلح کی اور جالا یا ناخنہ آنکھ سے دفع ہوگیا تو صلح باطل ہی تو بدل صلح پھیر دیا جائے اور اسیطرح ہر عیب زائل کا حکم ہی کذا فی الطحطاوی **مصع** ومن قال ان تحلف فتبرأ فلم یجز * اور جو مدعی کہ مدعا علیہ سے کہے کہ اگر تو قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگا تو وہ جائز نہین یعنی پھر مدعا علیہ نے قسم کھائی تو صلح باطل ہی اسواسطے کہ بری کی تعلیق شرط صحیح پر جائز نہین چنانچہ مذکور ہو چکا تو اگر مدعی گواہ لاوے گا بعد اس صلح کے تو سماعت ہوگی اور اگر اقامت شہادت سے عاجز ہوگا تو مدعا علیہ سے دوسری بار قسم لی جائے گی اسواسطے کہ پہلی قسم قاطع خصومت نہین اس سبب سے کہ حاکم کے سامنے نہین ہوئی کذا فی الطحطاوی **مصع**

ولیس مدعٰی کالاجنبی یعنی اگرچہ مدعی قسم کھائے تو صلح باطل ہے اور مدعی اور مدعا علیہ اجنبی کے مانند ہیں صورت مذکورہ میں مدعی کی قسم کی یہ صورت ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ اتفاق کریں کہ اگر مدعی قسم کھائے اپنے دعوی پر تو مدعا علیہ پر دعوی ثابت ہے تو اگر مدعی قسم کھائے تو مدعا علیہ پر مال واجب ہوگا اور اجنبی کی صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ نے کہا کہ اگر فلانا شخص یعنی غیر مدعی قسم کھائے تو مال مجھ پر ہے تو صلح باطل ہے اور مال لازم نہیں کذا فی الطحطاوی واللہ تعالیٰ اعلم واستغفرہ [illegible]

کتاب المضاربۃ

یہ کتاب ہے عقد مضاربت کے احکام میں ھی لغۃ مفاعلۃ من الضرب فی الارض وھو السیر فیھا مضاربت باعتبار لغت عرب مفاعلت ہے ضرب فی الارض سے اور ضرب فی الارض عبارت ہے زمین کے چلنے پھرنے سے ہم اس عقد کا مضاربت اسواسطے نام رکھا کہ مضارب بیشتر زمین پر چلتا پھرتا ہے نفع حاصل کرنے کے واسطے اور اہل حجاز اس عقد کو مقارضہ اور قراض بولتے ہیں اسواسطے کہ قرض معنی قطع ہے اور صاحب مال کچھ اپنا مال کاٹ کر مضارب کو دیتا ہے کذا فی النہر وشرعا عقد شرکۃ فی الربح بمال من جانب رب المال وعمل من جانب المضارب اور شرعاً مضاربت شرکت فی المنفعۃ کا عقد ہے جو عقد کہ منعقد ہو مال اور عمل سے مال تو رب المال کی جانب سے اور عمل مضارب کی جانب سے مثلاً حامد نے ہزار روپیہ محمود کو دیے کہ اسسے تجارت کرے اور نفع میں دونوں شریک ہیں اور محمود نے قبول کیا تو اس عقد کو شرع میں مضاربت کہتے ہیں اور حامد رب المال اور محمود مضارب ہے وركنها الایجاب والقبول اور رکن مضاربت ایجاب اور قبول ہے ہم ایجاب اسطرح کہ رب المال مضارب سے کہے کہ میں نے یہ مال تجھکو بطریق مضاربہ یا مقارضہ یا معاملہ کے دیا یا اس مال کو لے اور تجارت کر اس شرط پر کہ آدھی منفعت یا تہائی تیری یا یوں کہے کہ اس مال سے متاع خرید کر سو جو فائدہ حاصل ہو اسمیں تیرا اتنا حصہ ہے یا یوں کہے یہ مال لے آدھوں آدھ نفع پر اور مضارب کہے کہ میں نے قبول کیا یا جس لفظ میں یہ مضمون ادا ہو کذا فی الطحطاوی عن الحموی وحکمها انواع لانها ایداع ابتداء اور حکم مضاربت یعنی اسکا اثر مترتب چند نوع ہے لیکن باعتبار مختلفہ اسواسطے کہ مضاربت امانت لعنا ہے شروع میں ہم مضاربت ابتدا میں ایداع اسواسطے ہے کہ قبض کرنا مال کا ہے باذن مالک بر وجہ مبادلہ و وثیقہ بخلاف مقبوض علی سوم الشراء کہ وہ قبض ہے بروجہ مبادلہ اور بخلاف رہن کے کہ وہ قبض ہے بطریق وثیقہ کے کذا فی الدرر پس جب مضاربت ایداع ٹھہری تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں ومن حیل الضمان ان یقرضه المال الا درهما ثم یعقد شرکۃ عنان بالدرهم وبما اقرضه على ان یعملا والربح بینهما ثم یعمل المستقرض فقط فان هلک فالقرض علیہ اور ہلاک راس المال میں مضارب سے تاوان لینے کا ایک حیلہ ہے کہ مضارب کو مال قرض دے سوائے ایک درم کے پھر شرکت عنان منعقد کرے اس باقی درم سے اور اس مال سے جو مضارب کو قرض دیا اس شرط پر کہ رب المال اور مضارب دونوں تجارت کا کام کریں اور نفع دونوں میں برابر ہو پھر اسکے بعد فقط قرض لینے والا یعنی مضارب تجارت کرے تو اگر مال ہلاک ہوگا تو مضارب پر قرض ثابت رہیگا شرکت عنان کو اسواسطے خاص کیا کہ مفاوضہ میں برابری نفع و راس المال کے لازم ہیں اور دونوں کا عمل اسواسطے شرط کیا کہ اگر ایک کا عمل شرط ہوگا تو شرکت عنان فاسد ہو جاویگی اور مفسد شرط العمل و اسواسطے بھی کہ اطلاق طحطاوی نے کہا اس حیلے سے مضاربت باقی نہ رہی بلکہ اس مال میں شرکت ہو گئی وتوکیل مع العمل لتصرفه بامره اور مضاربت توکیل ہے عمل کے ساتھ بسبب تصرف کرنے مضارب کے رب المال کے امر سے ہم جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اسکو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے کذا فی الدرر وشرکۃ ان ربح اور مضاربت شرکت ہے اگر فائدہ حاصل ہو اسواسطے کہ مال اور عمل سے فائدہ حاصل ہو تو دونوں اسمیں شریک ہونگے وغصب ان خالف وان اجاز رب المال بعدہ لصیرورتہ غاصبا بالمخالفۃ اور مضاربت غصب ہے اگر مضارب نے رب المال کے خلاف کیا اگرچہ رب المال اسکے خلاف کرنے کو جائز بھی رکھے بسبب ہو جانے مضارب کے غاصب مخالفت سے مخالفت کی یہ صورت ہے کہ مضارب نے وہ چیز خرید کی اور بیچی جس سے رب المال نے منع کر دیا تھا غصب اسواسطے ہوا کہ تعدی کی غیر کے مال میں تو اب مضارب پر ضمان لازم ہوگا واجارۃ فاسدۃ

ان هلكت فلا رجوع للمضارب حينئذ بل له اجر مثل عمله مطلقا ربح او لا بلا يجاوز المشروط خلافا لمحمد والثلاثة ادر
مضاربت اجارہ فاسدہ ہی اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاسے تو اب ہر وقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اسکے واسطے اسکی محنت کی مزدوری ہی ہر طرح تجارت
مین نفع حاصل ہوا ہو یا نہو زیادہ نہ دیجاسے مزدوری مشروط سے بخلاف محمد اور ائمہ ثلثہ کے ہم اجارہ فاسدہ کا بھی حکم ہو کہ اسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ
نہین ہوتی الا فی وصی اخذ مال يتيمه مضاربة فاسدة كشرطه لنفسه عشرة دراهم فلا شئ له فی مال اليتيم اذا عمل
اشباه فهو استثناء من اجر عمله مضاربت فاسدہ مین اجرت عمل ہی مگر اس وصی مین جسنے یتیم کا مال بطریق مضاربت فاسدہ لیا جیسے وصی کا
اپنے واسطے دس درم کا شرط کر لینا تو اسکو کچھ اجرت نملے گی یتیم کے مال سے جبکہ وصی عمل کرے گا کذا فی الاشباہ شارح نے کہا الا فی وصی استثنا ہی اجرت
عمل سے بیان محل اشتباہ تھا کہ استثنا اجرت عمل سے ہی یا عدم زیادت علی المشروط سے ہی جب مصنف نے رفع ایہام کر دیا تھا اس قول فلا شئ له سے
لیکن شارح نے مزید توضیح کے واسطے کھول کر کہدیا والفاسدة لا ضمان فيها ايضا كصحيحة لانه امين اور مضاربت فاسدہ مین بھی
مالک مال سے تاوان نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین اسواسطے کہ مضارب امین ہی اور امین ضمین نہین ہوتا دفع المال الى آخر مع شرط الربح كله للمالك
بضاعة فيكون وكيلا متبرعا اور اپنا مال کا دوسرے شخص کو باوجود مشروط ہونے تمام نفع کے مالک کے واسطے بضاعت ہی یعنی یہ عقد مضاربت
نہین بلکہ عقد بضاعت ہی تو دوسرا شخص عمل کرنے سے محسن ہوگا مالک کا احسان یہ کہ اپنے واسطے عامل نے فائدہ شرط نہین کیا ومع شرطه للعامل
قرض لقلة ضرره اور تمام نفع عامل کیواسطے مشروط ہونے کے ساتھہ مال دینا قرض ہی بواسطہ قلت ضرر قرض ہم یعنی اگر مالک نے دوسرے کو مال [illegible]
دونون مین یہ ہوئی کہ تمام نفع محنت کرنے والے کا ہو نہ صاحب مال کا تو یہ مضاربت نہین ہی قرض ہی اسواسطے کہ عامل کل منفعت کا مستحق نہین ہو سکتا مگر
جبکہ راس المال کا مالک ہو اور یہ مالک ہونا متصور نہین مگر ہبہ یا قرض سے لیکن ہبہ مین مالک کا سراسر نقصان ہی اسواسطے کہ ہبہ قاطع حق ہی عین اور اسکے
بدل دونون سے بخلاف قرض کہ وہ فقط عین مین قاطع حق ہی نہ اسکے عوض مین تو بنظر قلت ضرر قرض ہی عقد کو قرض ٹھہرایا نہ ہبہ کذا فی الطحطاوی
[illegible] وشرطها امور سبعة اور صحت مضاربت کی سات شرطین ہین ایک شرط راس المال کا بطور اثمان کے ہونا دوم اسکا معلوم ہونا سوم راس
المال کا عین ہونا نہ دین چہارم مضارب کو راس المال تسلیم کرنا پنجم شیوع منفعت یا التعیین بمقدار حصہ مالک اور مضارب کا حصہ معلوم ہونا ششم مضارب کا حصہ
منفعت سے ہونا راس المال سے اور تفصیل شرطون کی متن اور شارح کے بیان سے معلوم ہوگی کون راس المال من الاثمان كما مر فی الشركة
شرط صحت مضاربت ہونا راس المال کا اثمان سے چنانچہ ذکر ہو چکا کتاب الشرکة مین تو مضاربت صحیح نہین مگر اس مال سے جس سے شرکت صحیح ہوتی
ہی اسواسطے کہ مضاربت شرکت ہی فائدہ حاصل ہونے کے وقت تو وہ مال جس سے شرکت صحیح ہوتی ہی یعنی دراہم اور دنانیر اور جائز ہی ہونا غیر مسکوک
اور فلوس مروجہ کذا فی الدرر وهو معلوم للعاقدين اور راس المال معلوم ہونا عاقدین کو یعنی اسطرح کہ عاقدین عقد مضاربت کرین مقدار معین راس المال
مثلا ہزار یا دو ہزار درم پر وكفت فيه الاشارة اور راس المال کے معلوم ہونے مین اشارہ کرنا کفایت کرتا ہی صورت اشارہ یہ ہی کہ بطریق
مضاربت ایک شخص کو دے اور انکی مقدار معلوم نہین اسکو تو جائز ہی کذا فی الدرر والقول فی قدره وصفته للمضارب بيمينه والبينة
للمالك اور درصورت اختلاف کے راس المال کی مقدار اور صفت مین مضارب کا قول معتبر ہو اسکی قسم کے ساتھ اور گواہ لانا مالک
کے واسطے ہو واما المضاربة بدين فان على المضارب لم يجز وان على ثالث جاز وكره اور عقد مضاربت دین سے کیا ہو اگر
مضارب پر دین ہو تو جائز نہین اور اگر تیسرے شخص پر ہو تو جائز ہی اور مکروہ ولو قال اشتر لی عبدا نسيئة ثم بعه وضارب بثمنه ففعل جاز
اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے لیے ایک غلام ادھار خرید کر پھر اسکو بیچ اور اسکے ثمن سے مضاربت کر سو اسنے ایسا ہی کیا

توجائز ہی ہم اسواسطے کہ مضاربت غلام کیطرف مضاف نہین جو جائز ہو بلکہ اُسکے ثمن کیطرف مضاف ہی اور ثمن سے مضاربت صحیح ہی کذا فی الدرر
اور یہ حیلہ ہی جواز مضاربت فی العروض کا یعنی متاع کے ثمن کیطرف مضاربت کو مضاف کرے کقولہ لغاصب و مستودع و مستبضع
جیسے اسی روایت ہی ۱۲
اعمل بما فی یدک مضاربۃ بالنصف جاز جیسے چنانچہ یون کہنا غاصب یا مستودع یا مستبضع سے کہ تجارت کر اس مال سے جو تیرے پاس ہی بطریق
مضاربت کے بنصف منفعت پر توجائز ہی کذا فی المجتبی ہم مستبضع وہ ہی جسکے پاس مال ہو بطریق بضاعت کے طحطاوی نے کہا مضاربت اُس
صورت مین جائز ہوگی جب غاصب وغیرہ کے پاس اُسی قسم کا مال ہو جسمین مضاربت جاری ہوتی ہو یعنی از قسم ثمن ہو نہ متاع وکون راس المال عینا لا دینا
کما بسط فی الدرر اور شرط صحت ہی ہونا راس المال کا عین یعنی معین ہونا شرط ہی نہ دین ہونا چنانچہ اسکو درر مین واضح بیان کیا ہی ہم درر مین ہی عین ہونا
شرط ہی نہ دین ہونا اسواسطے کہ مضارب امین ہی شرع مین اور جسپر دین ہی اُسکا امین ہونا متصور نہین تو اگر دائن نے مدیون سے کہا کہ عمل کر اس دین مین
جو تیرے ذمے ہی بطریق مضاربت فی النصف کے توجائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا عین سے عرض مراد نہین بلکہ مراد یہی مسلما الی المضارب
لیمکنہ التصرف درانحالیکہ رب المال تسلیم کرنے والا ہو راس المال کا مضارب کو تا اسکو تصرف اسکا ممکن ہو ہم اسواسطے کہ عمل مضارب کی
جانب سے ہی اور وہ ممکن نہین بدون تسلیم کے علی وجہ الکمال تو اگر صاحب مال یہ شرط کرے کہ سب مال میرے پاس رہے تو مضاربت فاسد ہوگی اور اگر صاحب
مال اور مضارب راس المال سے خرید و فروخت کرے تو نفع مین دونون شریک ہون گے بموجب شرط کے اسواسطے کہ یہ اعانت ہی عمل مین نہ نقض مضاربت ہم
بخلاف شرط عمل رب المال حین عقد مین کہ وہ مفسد ہی کذا فی الطحطاوی بخلاف الشرکۃ لان العمل فیہا من الجانبین بخلاف عقد شرکت کے اسواسطے
کہ اُسمین دونون جانب سے عمل ہی وکون الربح بینہما شائعا فلو عین قدرا فسدت اور شرط مضاربت ہی ہونا منفعت کا مابین دونون کے
شائع اور عام تو اگر کسی مقدار کو معین کرے تو مضاربت فاسد ہوگی ہم منفعت شائع ہو مثلا دونون مین نصفا نصف ہو یا تین تہائی اسواسطے کہ
اسمین منفعت کی شراکت ثابت ہی نفع قلیل ہو یا کثیر اور درہم معین کرنا چنانچہ سو درہم یا نصف منفعت کے ساتھ دس درم زیادہ تو یہ قاطع ہی شرکت کا اسواسطے
کہ شاید منفعت نہو مگر بقدر درہم معین کے پھر جب شرکت منفعت کی نرہی تو مضاربت باقی نرہی وکون نصیب کل منہما معلوما عند العقد
مضاربت ہی ہر واحد کے حصے کا معلوم ہونا عقد مضاربت کے نزدیک ہم حصہ ہر ایک کا معلوم ہونا مجہول صورت مجہول یہ ہی کہ مثلا مالک کہے مضارب سے
کہ تجکو بعض نفع خواہ ثلث خواہ ربع ہی معلوم ہونا اسواسطے شرط ہوا کہ عقد مضاربت ہی نفع کیواسطے تو اسکی جہالت موجب فساد عقد ہوگی ومن شروطہا
کون نصیب المضارب من الربح حتی لو شرط لہ من راس المال او منہ ومن الربح فسدت اور مضاربت کی شرطون سے ہی ہونا حصہ مضارب
کا نفع سے تو اگر مضارب کیواسطے راس المال سے یا راس المال اور نفع دونون سے حصہ شرط ہو تو مضاربت فاسد ہو اسواسطے کہ ان دونون شرطون کو
عقد مقتضی نہین کذا فی الطحطاوی فی الجلالیۃ کل شرط یوجب جہالۃ فی الربح او یقطع الشرکۃ فیہ یفسدہا والا بطل الشرط وصح
العقد اعتبارا بالوکالۃ جلالیہ مین ہی جو شرط کہ جہالت نفع کی موجب ہو یا قاطع ہو شرکت کی نفع مین تو شرط مفسد مضاربت ہی اور نہین تو شرط باطل
ہو جاتی ہی اور عقد صحیح ہوتا ہی بقیاس وکالت کے یعنی جسطرح وکالت شرط فاسد سے فاسد نہین ہوتا ہم جہالت نفع چنانچہ بنصف نفع یا ثلث بطریق تردید
کے اور قطع شرکت چنانچہ ایک شخص کیواسطے دراہم معینہ کا شرط کرنا ان دونون کے سوا اور شروط فاسدہ جو مفسد عقد نہین از انجملہ یہ ہی کہ مضارب پر خسران یعنی ٹوٹا
شرط کیا جاوے یا دونون پر کذا فی الطحطاوی ولو ادعی المضارب فسادہا فالقول لرب المال وبعکسہ فللمضارب اور اگر مضارب فساد مضاربت
دعوی کرے تو صاحب مال کا قول مقبول ہی اسواسطے بالعکس یعنی اگر صاحب مال فساد کا دعوی کرے تو مضارب کا قول مقبول ہی لان الاصل ان القول للمدعی الصحۃ فی
العقود الا اذا قال رب المال شرطت لک ثلث الربح الا عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول لرب المال ولو فیہ فسادہا لانہ منکر زیادۃ یدعیہا

سلہ نفی مالا نفع کا مالک [illegible]
یعنی [illegible]

المضاربۃ صحیحۃ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ عقود میں مدعی صحت عقد کا قول مقبول ہے مگر جبکہ صاحب مال کہے مضارب سے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث نفع شرط کیا ہے سوائے دس درم کے اور مضارب کہے کہ ثلث نفع شرط ہے تو صاحب مال کا قول مقبول ہے اگرچہ صاحب مال کے قول میں فساد ہے مضارب کا قول مقبول اسواسطے ہے کہ صاحب مال اس یعنی بیس درم ۱۲ زیادت کا منکر ہے جبکہ مضارب دعویٰ کرتا ہے کذا فی البحر وما فی الاشباہ فیہ اشتباہ فافہم اور جو قول اشباہ میں ہے اسمیں اشتباہ ہے سو اسکو سمجھ لے اشباہ کی عبارت یہ ہے القول قول مدعی الصحۃ الا اذا قال رب المال شرطت لک الثلث وزیادۃ عشرۃ وقال المضارب الثلث فالقول للمضارب یعنی مقبول قول مدعی صحت کا ہے مگر جبکہ صاحب مال کہے کہ میں نے تیرے واسطے ثلث اور دس درم کی زیادت شرط کی اور مضارب کہے کہ ثلث نفع مشروط ہے تو مضارب کا قول ہے انتہی الترجمۃ مصنف نے اپنی شرح منح میں اور محمد صالح ابن مصنف نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ حکم مذکور قاعدہ مذکورہ کے مطابق ہے اسواسطے کہ مضارب اس صورت میں مدعی صحت عقد ہے بخلاف صاحب مال کہ مدعی فساد ہے صاحب اشباہ کو اشتباہ واقع ہوا کہ انہوں نے یہ گمان کیا کہ مسئلہ مذکورہ قاعدے سے خارج ہے اور حالانکہ یہ نہیں ہے خارج کذا فی الطحطاوی ویملک المضارب فی المطلقۃ التی لم تتقید بمکان او زمان او نوع البیع ولو فاسدا بنقد ونسیئۃ متعارفۃ ہو مضارب مالک ہے مضاربت مطلقہ یعنی اس مضاربت میں جس میں مکان تجارت یا زمان تجارت یا نوع تجارت کی قید نہیں بیع کا اگرچہ بیع فاسد ہو نقد ثمن سے بیع کرے یا مدت متعارفہ کے ساتھ مراد یہ نہیں کہ مضارب کو بیع فاسد حلال ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ بیع فاسد سے مضارب مخالف نہ ہوگا کہ غاصب ٹھہرے اور مال اسکے ہاتھ میں امانت باقی رہے مدت میں متعارفہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اجل طویل سے احتراز واقع ہو والشراء والتوکیل بہما اور مضارب خرید کرنے کا مالک ہے اور خرید و فروخت کیواسطے دوسرے شخص کو وکیل کرنے کا مالک ہے والسفر برا وبحرا ولو دفع المال فی بلدہ علی الظاہر اور مالک ہے سفر کرنے کا خشکی و تری میں یعنی زمین اور دریا میں اگرچہ صاحب مال نے مضارب کو مال اپنے شہر میں دیا ہو مسافرت میں بنا بر قول ظاہر کے ہے اور قول غیر ظاہر ابو یوسف کی روایت ہے امام سے کہ اگر اپنے شہر میں مال دے تو مضارب کو سفر کا اختیار نہیں ہے اگر سفر میں دے تو اسکو سفر کرنا تا شہر صاحب مال جائز ہے قول ظاہر کی دلیل یہ ہے کہ مضارب مشتق ہے ضرب فی الارض سے تو بمقتضائے لفظ مسافرت مضارب مالک ہے والابضاع ای دفع المال بضاعۃ اور مالک ہے ابضاع کا یعنی مال کے دینے کا بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کے واسطے مشروط ہو ولو لرب المال ولا تفسد بہ المضاربۃ کما سیجیء اگرچہ مضارب نے صاحب مال کو مال دیا ہو بطریق بضاعت کے تو بھی اسکو اختیار ہے اور اس دینے سے مضاربت فاسد نہیں ہوتی چنانچہ بیان ہوگا آگے ویملک الایداع والرہن والارتہان والاجارۃ والاستیجار فلو استاجر ارضا بیضاء لیزرعہا او یغرسہا جاز ظہیریۃ اور مضارب مالک ہے کسیکے پاس ودیعت رکھنے اور دوسرے کے پاس گرو کرنے اور اپنے پاس گرو رکھنے اور اجارہ دینے اور اجارہ لینے کا تو اگر کرایہ لے سفید زمین یعنی خالی زمین کہ اسمیں کھیتی کرے یا درخت لگاوے تو جائز ہے کذا فی الظہیریۃ والاحتیال ای قبول الحوالۃ بالثمن مطلقا علی الایسر والاعسر لان کل ذلک من صنیع التجار اور مالک ہے احتیال کا یعنی ثمن کے حوالہ قبول کرنے کا مطلقا اور تنگدست پر اسواسطے کہ یہ سب امور مذکورہ یعنی بیع اور شرا اور توکیل در سفر اور ابضاع اور ایداع اور رہن اور ارتہان اور اجارہ اور استیجار اور احتیال سوداگروں کے کام سے ہے ولا یملک المضاربۃ والشرکۃ والخلط بمال نفسہ الا باذن او اعمل برأیک اذ الشیء لا یتضمن مثلہ مضارب مالک نہیں مضاربت کا یعنی وہ مال دوسرے شخص کو بطریق مضاربت کے نہیں دے سکتا اور مالک نہیں شرکت کا اور اس مال کو اپنے مال کے ساتھ ملانے کا مگر صاحب مال کے اذن یا اسکے یوں کہنے سے کہ عمل کر اپنی تجویز اور عقل کے موافق اسواسطے مالک نہیں کہ شئی اپنے مانند اور برابر کی چیز کو متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کو متضمن ہوتی ہے [illegible] مضاربت کی علت ہے نفی شرکت اور خلط مال کی تو اگر شارح یوں کہتا اذ الشیء لا یتضمن مثلہ والاعلی منہ تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ شرکت اور خلط مال اعلیٰ ہے مضاربت سے خلط مال اس صورت میں جائز نہیں جبکہ اس شہر میں اسکا رواج نہ ہو اور اگر ملانے کا رواج ہو تو مضارب پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی ولا الاقراض ولا الاستدانۃ وان قیل لہ ذلک ای اعمل برأیک لانہما لیسا من صنیع التجار فلم یدخلا فی التعمیم ما لم ینص المالک علیہما فیملکہما اور مضارب مالک نہیں قرض دینے کا اور نہ ادھار لینے کا اگرچہ قول مذکور اس سے کہا گیا ہو یعنی اگرچہ

صاحب مال نے مضارب سے کہا ہو کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق سو واسطے کہ وہ دونون تجارت کے مقدور مال سے نہیں ہیں تو وہ تعمیم قول مذکور میں داخل ہوگی جب تک کہ مالک ان دونون پر تصریح نکرے پھر قرض لینے کے بعد اسکا مالک ہوگا یعنی اگر صاحب مال نے مضارب سے کہدیا کہ تجکو قرض لینے اور ادھار لینے میں اختیار ہے تو البتہ اقراض اور استدانت کا مالک ہوگا اور نہیں تو نہیں اور یہ جو کہ استدانت ممنوعہ ہے یہی کہ مال مضاربت سے زیادہ قیمت پر خریدے کرے وان استدان کانت شرکۃ

وجوہ وحینئذ فلو اشتری بمال المضاربۃ ثوبا وقصر بالماء او حمل متاع المضاربۃ بمالہ وقد قیل لہ ذلک فھو متطوع لانہ لا یملک الاستدانۃ بھذہ المقالۃ اور اگر مضارب ادھار لیگا یعنی مالک کے اذن سے کذا فی الطحطاوی تو شرکت وجوہ[1] متحقق ہوگی اور اسوقت میں تو اگر مضارب نے مال کے کپڑا خریدا اور اسکو پانی سے دھولایا اپنے مال سے اسباب مضاربت کو لادا یا اپنے مال سے اور حالانکہ اس سے وہ قول کہا گیا تھا یعنی عمل کر اپنی تجویز کے موافق تو مضارب متطوع اور متبرع ہے یعنی مالک سے پھر نہیں لے سکتا سو واسطے کہ مضارب اس قول سے ادھار کرنیکا مالک نہیں ہے اور جیسے میں یہ صورت استدانت ہے کہ دراہم اور دنانیر خرچ کئے بعد خرید کر چکنے کے راس المال سے اور ہنوز چنانچہ کوئی چیز درہم یا دینار سے اور مضارب کے پاس مضاربت کا مال سے درہم یا دینار باقی نہیں تو اگر باقی ہوگا تو خرید مضارب پر ہوگی جو استدانت نہوگی در بدائع میں ہے کہ جیسے مضارب کو مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں اسیطرح اصلاح مال مضاربت پر استدانت جائز نہیں تو اگر تمام مال مضاربت سے خرید کیا پھر اسکی باربرداری یا شستہ یا چھبیدگی پر اجرت خرچ کی تو ان سب امور سے متبرع ہوگا سو واسطے کہ اسکے پاس مال مضاربت سے کچھ باقی نہیں رہا تو اگر بلاتصریح استدانت سے مضاربت پر ادھار کرنا ٹھہرا تو جائز نہوا تو یہ ٹھہرا کہ مضارب علی قدر نفسہ متبرع ہے کذا فی الطحطاوی وانما قال بالماء لانہ لو قصر بالنشا فحکمہ کصبغہ اور مصنف نے کپڑے کے دھونے میں فقط پانی کی قید سو واسطے لگائی کہ اگر مضارب کپڑے کو نشاستے سے دھولاویگا تو اسکا حکم رنگ دینے کے مانند ہوگا وان صبغہ احمر فشریک بما زاد الصبغ وحصتہ فی الاصل بربح المال کا خلط اور اگر مضارب کپڑے کو سرخ رنگ رنگا وے یگا تو صاحب مال کا شریک ہوگا اسقدر میں جتنی قیمت کپڑے کی رنگنے اور نشاستے کے لگنے سے زیادہ ہوگئی اور رنگین کرنا داخل ہوگا صاحب مال کے اس قول کی تعمیم میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق فلا یمال کے لانہ شرکۃ فحصۃ قیمۃ الصبغ لہ وحصۃ الثوب بیعض فی مالہا اور ہوگا مضارب کیواسطے اس رنگ کی قیمت کا حصہ نفع والی تقسیم کیا جاوے کا دو حصہ پر کرکے مضارب کے مال میں ہے مثلا اسباب تھان قیمتی پانچ روپیہ کو رأس المال ہے اور اسکا ثمن ہوتا ہے دو رنگ کے سات روپیہ ہوگیا اور نفع سے دو حصہ ہوگئے تو مضارب ہمیں دو روپیہ پائیگا اور صاحب مال پانچ روپیہ سو واسطے کہ تھان کا نفع دو روپیہ ہوا وہ دونون میں نصفا نصف ہوگیا اور اگر رنگ دینے نے رنگ کی قیمت میں پانچ روپیہ بیشی کی قول بدایات لمعر یکن شریکا بل غاصبا اور اگر صاحب مال نے یون کہا کہ عمل کر جیسے تجھے سمجھائی دے تو مضارب شریک نہوگا بلکہ غاصب ٹھہریگا یعنی تو مال مضاربت امانت ہے نہ مضارب کے پاس سو تو ضمان لازم ہوگا اور نفع مضارب کا ہوگا کذا فی الطحطاوی وانما قال احمر لما مران السواد نقص عند الامام فلا یدخل فی اعمل برایک مجرا اور مصنف نے سرخ رنگ سو واسطے کہا کہ سیاہ رنگ نقصان میں داخل ہے امام کے نزدیک تو داخل نہوگا اس قول میں کہ عمل کر اپنی تجویز کے موافق کذا فی البحر مذکور ہو چکا کہ یہ قول مضمر ہے اختلاف زمان پر اور ہمارے زمانے میں سیاہ رنگ نقصان میں داخل نہیں ہے سرخ رنگ کے مانند تو داخل ہوگا تعمیم قول میں یعنی رنگ کا حکم کذا فی الطحطاوی ولا یملک ایضا تجاوز بلد او سلعۃ او وقت او شخص عینہ المالک لان المضاربۃ تقبل التقیید المفید ولو بعد العقد ما لم یصر المال عرضا لانہ حینئذ لا یملک عزلہ فلا یملک تخصیصہ کما سیجئ اور مضارب مالک نہیں تجاوز کرنے شہر کا یعنی تجاوز وقت یا اس شخص کا جسکو مالک نے معین کیا سو واسطے کہ مضاربت تخصیص مفید کو قبول کرتی ہے اگرچہ تخصیص مفید بعد عقد مضاربت ہو جب تک کہ مال مضاربت متاع اور اسباب تجارت نہیں ہوگیا سو واسطے کہ اسوقت صاحب مال مضارب کے معزول کرنیکا مالک نہیں تو تخصیص تجارت کا بھی مالک نہوگا چنانچہ اسکا بیان آویگا ہم تجاالنہ ہو مذکورہ میں سو واسطے جائز ہوا کہ مضارب تصرف مال کا مالک نہیں مگر مالک کے تفویض سے تو تفویض مقید ہوگی جسطرح مضارب نے تفویض کی اور تخصیص کی خالی فائدے سے نہیں سو واسطے کہ سوداگری باعتبار اختلاف امکنہ اور امتعہ اور اوقات اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہے کذا فی الدرر قید بالمفید لان

[1] یعنی مضاربت بھی صورت میں شرکت وجوہ ہوجاویگی کیونکہ مضارب ادھار [illegible]

غیر المفید لا یعتبر اصلاً کنہیہ عن بیع الحالِ قید لگائی ہے تقیید مفید کی اسواسطے کہ تخصیص غیر مفید ہرگز معتبر نہیں چنانچہ منع کر دینا صاحب مال کا بیع حال یعنی بیع معجل سے وَاَمَّا المفیدُ فی الجملۃ کتسوقٍ من مصرٍ فانْ صَرَّحَ بالنھی صَحَّ والّا لا اور جو تخصیص کہ فی الجملہ مفید ہو چنانچہ ایک شہر کے ایک بازار کی تخصیص ہو اگر نہی کی صاحب مال نے تصریح کر دی ہو تو تقیید صحیح ہے اور نہیں تو صحیح نہیں ہم شہر کے ایک بازار کی تقیید اسواسطے صحیح نہیں کہ شہر باوجودیکہ اطراف کے بقعہ واحدہ کے مانند ہے لیکن اگر نہی صریح ہو اسطرح کہ تجارت کر فلانے بازار میں اور تجارت کرنا اُسکے سوا اور بازار میں تو اب تقیید صحیح ہو گی کذا فی الطحطاوی فَاِنْ فَعَلَ ضَمِنَ بالمخالفۃِ وکانَ ذالِک الشراءُ لہ پھر اگر مضارب نے مالک کے خلاف عمل کیا یعنے شہر معین سے نکلکر دوسرے شہر میں خریداری کی یا جنس معین کے سوا اور جنس مول لی یا موسم معین کے سوا اور موسم اور فصل میں تجارت کی یا شخص معین کے سوا اور شخص کے ہاتھ خرید و فروخت کی تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا مخالفت کرنے سے اور وہ خرید مخالفت امر مالک مضارب کی ہوگی یعنے تو اسکے نفع اور نقصان کا مضارب مالک ہوگا اسواسطے کہ اُسنے غیر کے مال پر بدون اُسکے امر کے تصرف کیا کذا فی الدرر ولم یتصرف فیہ حتّٰی عاد للوفاق عادت المضاربۃُ اور اگر مضارب نے مال مضاربت میں تصرف نکیا یہاں تک کہ پھر آیا شہر معین میں تو مضاربت پھر صحیح ہو جائیگی ہم یہ متعلق ہے تعیین شہر سے یعنی اگر مالک نے شہر معین کر دیا اور مضارب اس شہر سے نکلا تو مضاربت سے مال خارج ہو گیا لیکن بخروج موقوف سو اگر اُسی شہر میں پھر آیا تو ضمان زائل ہو گیا اور مضاربت مثل سابق قائم رہی کیونکہ مضاربت ہنوز اُسکے ہاتھ میں قائم ہے بعقد سابق سے کذا فی الطحطاوی وکذا لو عاد فی البعض اعتبارًا للجزءِ بالکلِ اور اسیطرح عود مضاربت کا حکم ہے اگر مضارب نے بعض مال مضاربت میں عود کیا جزو کو کل کے ساتھ قیاس کر کے ہم یعنی اگر بعض مال کو غیر معین میں صرف کیا اور بعض کو معین میں رد کیا تو بھی مضاربت باقی ہے ولا یملک تزویج قِنٍّ من مالہا اور مضارب مالک نہیں نکاح کر دینے اُس مملوک کا جو مول لیا گیا مضاربت کے مال سے ولا شراءَ من یعتق علی ربّ المال بقرابۃ او یمین اور مضارب مالک نہیں اُس لونڈی یا غلام کی خریداری کا جو آزاد ہو جاتا ہو صاحب مال پر بسبب قرابت یا قسم کے ہم قسم کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال نے کسی لونڈی یا غلام کو کہا ہو کہ اگر میں اُسکا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے بخلاف الوکیل بالشراء فانّہ یملک ذٰلک عند عدم القرینۃِ المقیدۃ للوکالۃ کاشتر لی عبدًا ابیعہ او استخدمہ او جاریۃ اطأھا برخلاف خرید کرنے کے وکیل کے اسواسطے کہ وہ اُس مالک کے خرید کرنے کا اختیار رکھتا ہے جو موکل پر آزاد ہو جاوے جبکہ قرینہ مخصص وکالت نہو چنانچہ یوں کہنا موکل کا وکیل سے کہ میرے واسطے غلام خرید کر کہ جسکو میں بیچوں یا اُس سے خدمت لوں یا جاریہ خرید کر جس سے میں قربت کروں ہم تو بیع اور استخدام اور وطی جاریہ قرینہ ہوگا کہ وکیل کو ایسا غلام یا لونڈی کا خرید کرنا نچاہیئے کہ موکل پر آزاد ہو جاوے ولا من یعتق علیہ ای المضارب اذا کان فی المال ربحٌ ھو ھنا ان تکون قیمۃ ھذا العبد اکثر من کل رأس المال کما بسطہ العینی فلیحفظ اور مضارب اُس غلام کے خرید کرنے کا مالک نہیں جو مضارب پر آزاد ہو جاوے بسبب قرابت کے بشرطیکہ مال مضاربت میں نفع ہو نفع سے یہاں مراد وہ نفع ہے کہ اُس غلام کی قیمت اکثر ہو تمام راس المال سے چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہے عینی نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم خرید کرنا غلام مذکور کا اسواسطے جائز نہوا کہ مضارب کا حصہ آزاد ہوگا اور صاحب مال کا حصہ بگڑ جائیگا کیونکہ اُسکی بیع امام کے نزدیک جائز نہیں یا پورا غلام آزاد ہوگا صاحبین کے نزدیک عینی نے کہا ظہور نفع سے مراد یہ ہے کہ قیمت غلام کی راس المال سے زیادہ ہو خواہ راس المال میں نفع ہو یا نہو اسواسطے کہ جب غلام کی قیمت راس المال کے برابر یا کمتر ہوگی تو مضارب کی ملک اُس غلام میں ظاہر نہوگی بلکہ غلام مشغول ٹھہریگا راس المال سے تو اگر راس المال اول ہزار تھا پھر دس ہزار ہو گیا بعد اسکے مضارب نے وہ غلام مول لیا جو مضارب پر آزاد ہو جاوے اور قیمت غلام کی ہزار یا اقل ہے تو وہ آزاد نہو گا انتہی مختصرًا کذا فی الطحطاوی فَاِنْ فَعَلَ شراءَ مَنْ یعتق علی واحدٍ منہما وقع الشراء لنفسہ سو اگر مضارب نے اُس مملوک کو خرید کیا جو آزاد ہو رب المال یا مضارب پر واقع ہوگی خرید مضارب کی ذات کیواسطے نہ مضاربت کے واسطے ہم اور مضارب تاوان دے دونوں صورتوں میں پہلی صورت میں جمیع ثمن کا تاوان دے اگر ثمن ادا کیا ہو مال مضاربت سے اور دوسری صورت میں بقدر حصہ مضارب کے اُسکے ثمن ساقط ہوگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود فان لم یکن ربحٌ کما ذکرنا صحّ المضاربۃ اور اگر وہ نفع نہو جسکو ہمنے عینی سے بیان کیا تو مضاربت کیواسطے خرید صحیح ہوگی ہم متعلق ہے اُس صورت کے ساتھ جبکہ مضارب اسکو خرید کرے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے کذا فی الحلبی فان ظھر الربح بزیادۃ قیمتہ بعد الشراء عتق حظہ ولم یضمن نصیب

[illegible]

المالک لعتقہ لا بصنعہ وسعی العبد المعتق فی قیمۃ نصیب رب المال پھر اگر نفع ظاہر ہو غلام کی قیمت بڑھ جانے سے بعد خرید کے تو بقدر حصہ مضارب غلام آزاد ہوگا اور مضارب پر ضمان لازم نہوگا مالک کے حصہ میں بہ سبب آزاد ہوجانے غلام کے بلا صنعت مضارب اور کوشش کرے آزاد غلام اوپر قیمت میں بقدر حصہ رب المال کے ہم غلام اسواسطے آزاد ہوگا کہ مضارب نے قرابت دار کا مالک ہوا اور مضارب پر ضمان اسواسطے لازم نہ آیا کہ وہ عند المالک آزاد ہوگیا بلا صنعت مضارب بلکہ بسبب زیادہ ہوجانے قیمت کے بلا اختیار مضارب

کذا فی الدرر ولو اشتری الشریک من یعتق علی شریکہ او الاب او الوصی من یعتق علی الصغیر نفذ علی العاقد لانظر فیہ للصغیر اور اگر ایک شریک اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہوجاوے دوسرے شریک پر یا باپ یا وصی اس غلام کو خرید کرے جو آزاد ہوجاوے صغیر پر تو یہ خرید عاقد پر نافذ ہوگی اسواسطے کہ اسمین منفعت ہی صغیر کی کچھ رعایت نہیں ہم عاقد سے شریک یا باپ یا وصی مراد ہی تعلیل شارح کی قاصر ہے اور شریک میں وہ علت ہی جو مضارب میں مذکور ہوچکی یعنی عدم حصول نفع شریک والمأذون اذا اشتری من یعتق علی المولی صح وعتق علیہ ان لم یکن مستغرقا بالدین والا لا خلافا لہما زیلعی اور عبد ماذون نے جبکہ اس غلام کو خرید کیا جو مولی پر آزاد ہوجاوے تو خرید صحیح ہی اور وہ غلام مولی پر آزاد ہوگا اگر عبد ماذون مستغرق بالدین نہو اور نہیں تو آزاد نہوگا برخلاف صاحبین رح کے کذا فی الزیلعی ہم زیلعی نے کہا کہ اگر عبد ماذون پر دین ہو خواہ اسکی گردن اور کسب کو محیط ہی یا نہیں تو امام کے نزدیک آزاد نہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک آزاد ہوگا کذا فی الطحطاوی

مضارب معہ الف بالنصف اشتری امۃ فولدت ولدا مساویا لہ ای للالف فادعاہ موسرا فصارت قیمتہ ای الولد وحدہ کما ذکرنا الفا ونصفہ ای خمسمائۃ نفذت دعوتہ لوجود الملک بظہور الربح المذکور فعتق مضارب ہے جسکے پاس ہزار درم ہیں نصفا نصف منفعت پر اُسنے ایک لونڈی خرید کی سو وہ جنی یعنے بعد قربت مضارب کے ایسا لڑکا جنی جسکی قیمت راس المال یعنے ہزار درم کے برابر ہی پھر مضارب نے اس لڑکے کی فرزندی کا دعوی کیا مالداری کی حالت میں پھر قیمت اسکی یعنے فقط ولد کی قیمت جیسا کہ ہمنے بیان کیا ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو مضارب کا دعوی فرزندی کا نافذ ہوگا بسبب پائے جانے ملک مضارب کے ظاہر ہونے نفع مذکور سے تو ولد اسکا آزاد ہوگا ہم پھر جب دعوی مضارب کا نافذ ہوا تو وہ لڑکا اسکا فرزند ٹھہریگا اور بقدر حصہ مضارب آزاد ہوگا یعنے بقدر ربع کے اور مضارب پر نصیب مالک کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ آزادی بہ سبب ملک و نسب کے ثابت ہوئی اور ملک میں مضارب کے صنعت کو دخل نہیں اور ضمان لازم نہیں ہوتا مگر تعدی سے کذا فی الزیلعی مختصرا

سعی لرب المال فی الف وربعہ ان شاء المالک او اعتقہ ای شاء ولد مذکور کوشش کرے صاحب مال کے واسطے ہزار اور اسکی چوتھائی یعنی ساڑھے بارہ سو درم میں سعی کرے اگر مالک چاہے یا اگر چاہے تو اسکو آزاد کردے ہم ہزار راس المال کی بابت اور اڑھائی سو نفع کی بابت سے مالک کے حصہ میں ٹھہرے

ولرب المال بعد قبضہ الفہ من الولد تضمین المدعی ولو معسرا لان ضمان تملک نصف قیمتہا ای الامۃ لظہور نفوذ دعوتہ فیہا اور صاحب مال کو جائز ہی بعد قبض کرنے ہزار درم کے ولد سے تاوان لینا مدعی مضارب سے لونڈی کی نصف قیمت کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ تاوان ہی مالک ہونے کا یعنے اور تاوان مذکور برابر ہی مالداری اور مفلسی میں بہ سبب ظاہر ہونے دعوت مدعی کے لونڈی میں ہم قبض کرنا ہزار درم کا ولد سے اسواسطے شرط ہوا تاکہ لونڈی مضارب کی ام ولد ہوجاوے اسواسطے کہ لونڈی مشغول براس المال ہی پھر جب صاحب مال نے ولد سے ہزار درم لیے تو لونڈی راس المال سے فارغ ہوگئی اور بالکل منفعت میں داخل ہوگئی تو اب اس میں مضارب کی ملک ظاہر ہوگئی اور دعوت مضارب کی لونڈی میں کھل گئی کذا فی الطحطاوی ویحمل علی انہا تزوجہا ثم اشتراہا حبلی منہ اور دعوت مضارب اسپر محمول ہوگی کہ مضارب نے لونڈی سے نکاح کرلیا باذن بائع پھر اسکو خرید کیا جبکہ وہ حاملہ تھی مضارب سے ہم یہ حمل باعتبار حسن ظن کے ہی تاکہ مضارب ناکار نہ ٹھہرے

ولو صارت قیمتہا الفا ونصفہ صارت ام ولد وضمن للمالک الفا وربعہ لو موسرا فلو معسرا فلا وسعایۃ علیہا لان ام الولد لا تسعی تاملہ بحر اور اگر لونڈی کی قیمت ڈیڑھ ہزار ہوگئی تو وہ مضارب کی ام ولد ہوجائیگی اور مضارب تاوان دے مالک کو ساڑھے بارہ سو درم کا اگر وہ مقدور والا ہو اور جو مفلس ہو تو ام ولد پر سعایت نہیں اسواسطے کہ ام ولد سعایت نہیں کرتی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہی ہم یہ مسئلہ جداگانہ ہی اور موضوع اسکا یہ ہی کہ مالک نے ہزار درم ولد سے نہیں لیے اور نہیں مضارب میں مالداری کی قید بحر الرائق میں واقع ہوئی ہی لیکن فقہا کے کلام سے مستفاد ہوتا ہی کہ مضارب پر مطلقا ضمان ہی مالدار ہو یا مفلس اسواسطے کہ یہ ضمان تملک ہی اور قرینہ اسپر یہ ہی کہ ام ولد پر سعایت

نہیں پھر حق مالک کے ضائع ہونے کی کیا وجہ ہے اور پورا بیان بحر الرائق کا یہ ہے کہ جب تک مالک کو راس المال نہ ملے گا تب تک لہ تحقیق ہے واللہ تعالی اعلم کذا فی الحاشی

باب المضارب الذی یضارب

یہ باب ہے اس مضارب کے احکام میں جو تیسرے شخص کو مالک کا راس المال دے بطریق مضاربت کے لما قدم المفردة شرع فی المرکبة نقال جبکہ مضاربت مفردہ کو مصنف مقدم بیان کر چکا تو اب مضاربت مرکبہ کا بیان شروع کیا سو کہا ضارب المضارب آخر بلا اذن المالک لم یضمن بالدفع ما لم یعمل الثانی ربح الثانی اولا علی الظاہر لان الدفع ایداع وہو یملکہ فاذا عمل تبین انہ مضاربۃ فیضمن مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال مضاربت دیا بلا اذن مالک تو مضارب اول تاوان نہ دیگا مال کے دینے سے جب تک مضارب ثانی عمل تجارت نہ کرے ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہو برظاہر مذہب کے اسواسطے کہ مال کا دینا ودیعت رکھنا ہے اور مضارب اول ایداع کا اختیار رکھتا ہے پھر جب ثانی نے تجارت اسمیں شروع کی تو کھل گیا کہ ودیعت نہ تھی مضاربت ہے تو اب تاوان آویگا مضارب اول پر الا اذا کانت الثانیۃ فاسدۃ فلا ضمان وان ربح بل للثانی اجر مثلہ علی المضارب الاول وللاول الربح المشروط مگر جب کہ مضاربت ثانیہ فاسد ہو تو تاوان نہیں اگرچہ نفع ہو بلکہ مضارب ثانی کے واسطے اجرت مثل ہے مضارب اول پر اور مضارب کا وہ نفع ہے جو آپس میں اور مالک میں مشروط ہے درصورت مضاربت فاسدہ مضارب ثانی اجیر ٹھہریگا تو اجرت مثل کا مستحق ہوگا نہ شرکت نفع کا فان ضاع المال من یدہ ای ید الثانی قبل العمل الموجب للضمان فلا ضمان علی احد پھر اگر مال ضائع ہوگیا مضارب ثانی کے ہاتھ سے اس عمل سے پہلے جو ضمان کا موجب ہے تو کسی پر ضمان نہیں نہ اول پر نہ ثانی پر اسواسطے کہ قبل عمل مال ودیعت ہے وکذا لا ضمان لو غصب المال من الثانی وانما الضمان علی الغاصب فقط اور اسیطرح اول اور ثانی پر ضمان نہیں اگر ثانی سے مال چھین لیا گیا اور تاوان تو فقط غاصب پر ہے ولو استہلکہ الثانی او وہبہ فالضمان علیہ خاصۃ اور اگر مضارب ثانی نے مال تلف کر ڈالا یا ہبہ کر دیا تو ثانی پر ضمان ہے خاص کر کے فان عمل حتی ضمنہ خیر رب المال ان شاء ضمن المضارب الاول راس مالہ وان شاء ضمن الثانی وان اختار اخذ الربح ولا یضمن لیس لہ ذلک بحر پھر اگر مضارب ثانی نے تجارت کی کہ ضمان لازم آیا تو صاحب مال مختار ہے چاہے مضارب اول سے تاوان لے چاہے مضارب ثانی سے اور اگر صاحب مال نفع لینا اختیار کرے اور تاوان نہ لے تو اسکو وہ جائز نہیں کذا فی البحر یعنی اسواسطے کہ مال عمل سے غصب ٹھہر گیا اور مالک کو مغصوب کے جاتے رہنے کے بعد اختیار نہیں مگر تضمین بدل میں نہ نفع لینے میں غاصب سے کذا فی الطحطاوی فان اذن المالک بالدفع ودفع بالثلث وقد قیل للاول ما رزق اللہ فبیننا نصفان فللمالک النصف عملا بشرطہ وللاول السدس الباقی وللثانی الثلث المشروط پھر اگر مالک نے مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے ثانی کو تہائی نفع پر مال دیا اور حالانکہ مضارب اول سے کہا گیا تھا کہ جس قدر اللہ تعالی فائدہ دے وہ ہم تم میں نصفا نصف ہے تو مالک کیواسطے نصف نفع ہے موجب اسکی شرط کے اور مضارب اول کیواسطے ششمی حصہ ہے جو باقی رہا بعد ثلث ثانی کے اور مضارب ثانی کے واسطے ثلث مشروط ہے ولو قیل ما رزقک اللہ بکاف الخطاب والمسئلۃ بحالہا فللثانی ثلثہ والباقی بین الاول والمالک نصفان باعتبار الکاف فیکون لکل ثلث اور اگر کہا گیا کاف خطاب کہ جو تجھکو اللہ تعالے روزی دے اور باقی مسئلہ بحال خود اسیطرح ہے یعنی اگر مالک نے مضارب ثانی کو مال دینے کا اذن دیا اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مال دیا تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو اللہ تعالے منفعت روزی کرے وہ میرے تیرے درمیان نصفا نصف ہے تو مضارب ثانی کیواسطے تہائی نفع کی ہے اور باقی دو تہائیاں مضارب اول اور مالک میں نصفا نصف ہیں باعتبار کاف خطاب کے تو ہر شخص کو تہائی تہائی نفع ملے گا ہم مالک کی شرط مضارب اول سے یہ تھی کہ جو نفع اسکو ہو وہ دونوں میں نصفا نصف ہے سو اسکو نفع نہیں ملا سوا دو تہائیوں کے تو دونوں میں نصفا نصف ہوگیا تو ہر ایک کو تہائی تہائی ملے ومثلہ ما ربحت من شیء او ما کان لک فیہ من ربح ونحو ذلک اور قول سابق کے مانند ہے یوں کہنا رب المال کا مضارب سے کہ جو تجھکو فائدہ حاصل ہو کسی چیز سے یا جس چیز میں تجھکو نفع ہو اور مانند اسکے ہم

چنانچہ یوں کہنا کہ جو کچھ خدا فضل و کرم کرے یا جو تجھکو بہرہ ہوتی ہو تو ثانی کو ثلث نفع ہے اور باقی اول اور مالک میں نصفا نصف ہے وکذا لو شرط للثانی اکثر من الثلث او اقل فالباقی بین المالک والاول اور اسی طرح اگر مضارب ثانی کی تہائی سے زیادہ یا تہائی سے کمتر منفعت مشروط ہو تو باقی نفع مالک اور مضارب اول میں آدھوں آدھ ہوگا ولو قال له ما رزقت بیننا نصفان فدفع بالنصف فللثانی النصف واستویا فیما بقی لانه الذی رزقه سویاه اور اگر مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جسقدر تجھکو منفعت ہو وہ میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف منفعت پر مال دیا تو مضارب ثانی کے واسطے نصف نفع ہے اور مالک اور مضارب اول باقی میں برابر ہیں اسواسطے کہ مضارب اول نے سوائے نصف باقی کے کچھ فائدہ نہیں پایا ولو قیل ما رزق اللہ فلی نصفه او ما کان من فضل اللہ فبیننا نصفان فدفع بالنصف فللمالک النصف وللثانی کذلک ولا شیٔ للاول لجعله ماله للثانی اور اگر مضارب اول سے یوں کہا گیا کہ جو تجھکو اللہ تعالے روزی دے تو اُسکا نصف میرا ہے یا جو اللہ کا فضل ہو سو میرے اور تیرے درمیان نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے مضارب ثانی کو آدھے نفع پر مال دیا تو مالک کو نصف ہے اور اسیطرح مضارب ثانی کو نصف باقی ہے اور مضارب اول کو کچھ نہیں بسبب اُسکے کردینے کے اپنے حصے کو ثانی کیواسطے یعنی جو مضارب کا حصہ تھا سو اُسنے مضارب ثانی کیواسطے مقرر کردیا ولو شرط الاول للثانی ثلثیه والمسئلة بحالها ضمن الاول للثانی سدسا بالتسمیة لانه التزم سلامة الثلثین اور اگر مضارب اول نے مضارب ثانی کیواسطے دو تہائیاں شرط کیں اور باقی مسئلہ بحال خود ہے تو مضارب اول ثانی کو چھٹے حصے کا تاوان دے معین کردینے کے سبب سے اسواسطے کہ اسنے سلامتی ثلثین کی شرط سے لازم کی ہے توضیح مسئلہ یہ ہے کہ مالک نے مضارب اول سے کہا کہ جو تجھکو نفع ملے وہ مجھ میں اور تجھ میں نصفا نصف ہے سو مضارب اول نے ثانی کو مال اس شرط پر دیا کہ دو تہائیاں منفعت کی تیری ہیں تو نصف نفع مالک لیگا باقی رہا نصف وہ بقدر ششم حصے کے کم ہے دو ثلث سے سو ششم حصہ مضارب کو دینا پڑیگا اسواسطے کہ ثانی کیواسطے ثلثین کاملین کی شرط ہو گئی ہے وان شرط المضارب للمالک ثلثه وشرط لعبد المالک ثلثه وقوله علی ان یعمل معه عادی ولیس بقید وشرط لنفسه ثلثه صح وصار کانه شرط للمولی ثلثی الربح کذا فی عامة الکتب فی نسخ المتن والشرح هنا غلط فاجتنبه اور اگر مضارب نے مالک کے واسطے تہائی نفع شرط کیا اور مالک کے غلام کیواسطے تہائی اُسکا شرط کیا اس شرط پر کہ غلام مضارب کے ساتھ عمل کرے شارح نے کہا اشتراط عمل غلام بطور عادت کے واقع ہوا ہے اور قید نہیں مسئلے کی یعنی اشتراط اور عدم اشتراط حکم میں برابر ہیں اور مضارب نے اپنے واسطے باقی تہائی شرط کی تو عقد صحیح ہے اور قول مذکور ایسا ہو گیا کہ گویا مضارب نے مولی کیواسطے دو تہائیاں شرط کیں اسی طرح یہ مسئلہ مصرح ہے اکثر کتب فقہ میں اور اس کتاب کے متن اور مصنف کی شرح میں یہاں غلط واقع ہوا ہے سو اس سے اجتناب کیجیو ہم نے متن کے ایک نسخے میں یوں دیکھا ولو شرط للثانی ثلثه ولعبد المالک ثلثه علی ان یعمل معه ولنفسه ثلثه صح انتہی حالانکہ یہ فاسد ہے کہ چار تہائیاں مجتمع نہیں ہوتی ہیں اور مسئلے میں مضارب ثانی کا وجود بھی نہیں اور شرح کی عبارت یہ ہے علی ان یعمل معه عادی ولیس بقید لصحة الشرط ویکون لسیده وان لم یشترط لا یجوز انتہی حق یہ ہے کہ لا یجوز حذف کیا جاوے اسواسطے کہ اول معلوم ہو چکا کہ عمل قید نہیں کذا فی الطحطاوی ولو عقدها الماذون مع اجنبی وشرط الماذون عمل مولاه لم یصح ان لم یکن الماذون علیه دین لانه اشتراط العمل علی المالک اور اگر عبد ماذون نے مضاربت منعقد کی کسی شخص اجنبی کے ساتھ اور ماذون نے اپنے مولی کا عمل کرنا شرط کیا تو عقد صحیح نہیں اگر ماذون پر دین نہو اسواسطے کہ اسمیں عمل کرنا شرط کا ہے مالک پر والا صح لانه حینئذ لا یملک کسبه واشتراط عمل رب المال مع المضارب مفسد للعقد لانه یمنع التخلیة فیمنع الصحة اور اگر ایسا نہو یعنی عبد ماذون پر دین ہو تو عقد باشتراط عمل مولی صحیح ہے اسواسطے کہ اسوقت میں مولی اپنے غلام کی کمائی کا مالک نہیں اور صاحب مال کا عمل شرط کرنا مضارب کے ساتھ عقد مضاربت کا مفسد ہے اسواسطے کہ عمل مالک کا تخلیہ کا مانع ہے تو مانع ہوگا صحت عقد کا بھی یعنی مضاربت میں عمل مضارب ضروری ہے اور اسکو عمل کرنا مع تخلیہ کے ساتھ ممکن نہیں اور یہی علت ہے مسئلہ ثانیہ و ثالثہ میں وکذا اشتراط عمل المضارب مع مضاربه او عمل رب المال مع المضارب الثانی بخلاف مکاتب شرط عمل مولاه کما لو ضارب مولاه

ح اور اگر ثانی کی مضاربت [illegible] ثانی کے لئے دو تہائیاں اور مالک کے غلام کیلئے [illegible] ایک تہائی نفع کی اس شرط پر کہ اسکے ساتھ کام کرے اور مضارب [illegible] ۱۲۲۲۲۲ [illegible]

اور اسیطرح اُس نوع صحت عقد ہی عمل کرنا صاحب مال کا اپنے مضارب کے ساتھ یا صاحب مال کا عمل شرط ہونا مضارب ثانی کے ساتھ بخلاف مکاتب کہ اُسنے اپنے مولی کا عمل شرط کیا تو عقد صحیح ہی چنانچہ صحیح ہی اگر مکاتب مضاربت کرے اپنے مولی کے ساتھ ہم وجہ صحت یہ ہی کہ مکاتب اپنے مکسوبات مین احرار کے مانند ہی پھر اگر عاجز ہوجاوے بدل کتابت سے قبل عمل کے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو شرط بعض الربح للمساکین او للحج او فی الرقاب او لامرأة المضارب او مکاتبه صح العقد ولم یصح الشرط ویکون المشروط لرب المال اور اگر شرط کی گئی کچھ منفعت محتاجون کے واسطے یا حج کیواسطے یا گردنون کو چھڑانے کیواسطے یا مضارب کی عورت کیواسطے یا اسکے مکاتب کے واسطے تو عقد صحیح ہی اور شرط صحیح نہین اور نفع مشروط صاحب مال کا ہی نہ مساکین وغیرہم کے واسطے ہم زوجہ مضارب یا مکاتب کیواسطے اشتراط نفع اس صورت مین غیر صحیح ہی جبکہ انکا عمل شرط نہوا اور اگر انکا عمل شرط ہو تو شرط جائز ہی اور مشروط انہین کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ زوجہ یا مکاتب مضارب ہوگئے عمل شرط کرنے سے اور در صورت عدم اشتراط عمل مضاربت نہوگی بلکہ ہبہ موعودہ ہی جسکا کرنا لازم نہین اور یہی حکم ہی اور باجانب کا اس تقریر سے معلوم ہوا کہ مساکین اور رقاب مین فساد شرط کی علت عدم اشتراط عمل ہی کذا فی الطحطاوی والحصاد ولو شرط البعض لمن شاء المضارب فان شاء لنفسه او لرب المال صح الشرط والا بان شاء لاجنبی لا یصح اور اگر بعض منفعت اس شخص کے لئے مشروط ہوئی جسکو مضارب چاہے تو اگر مضارب اپنے واسطے یا صاحب مال کیواسطے چاہے تو شرط صحیح ہی اور اگر اپنے مالک کیواسطے نچاہے اسطرح کہ اجنبی شخص کیواسطے چاہے تو شرط صحیح نہین یعنی اسواسطے کہ اسکا عمل شرط نہین کیا ومتی شرط البعض لاجنبی ان شرط علیه عمله صح الشرط والا لا اور جبکہ بعض منفعت اجنبی کیواسطے شرط ہوئی تو اگر اسپر اسکا عمل بھی شرط ہو تو شرط صحیح ہی اور نہین تو شرط صحیح نہین یعنی تو نفع صاحب مال کا ہوگا اور عقد صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت لکن فی القهستانی انه یصح مطلقا والمشروط للاجنبی ان شرط عمله والا فللمالك ایضا وعزاه للذخیرة خلافا للبرجندی وغیره فتنبه [illegible] لیکن قہستانی مین ہی کہ عقد مضاربت صحیح ہی مطلقاً یعنے خواہ اجنبی کا عمل شرط ہو یا نہو اور نفع مشروط اجنبی کا ہوگا اگر اسکا عمل مشروط ہو اور اگر اسکا عمل مشروط نہو تو وہ نفع بھی مالک کا ہی اور قہستانی نے اس قول کو ذخیرے کیطرف نسبت کیا ہی برخلاف برجندی وغیرہ کے تو آگاہ رہ ہم جب یہ ثابت ہوچکا اول کہ عقد مضاربت ہر صورت صحیح ہی تو نفع اجنبی کیواسطے بشرط اسکے عمل کے صحیح ہی تو اس استدراک کی کیا وجہ ہی اور برجندی کا کلام عام مین ہی نہ اجنبی مین چنانچہ شارح ملتقی سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی ولو شرط البعض لقضاء دین المضارب او دین المالك جاز ویکون المشروط له فقضاء دینه ولا یلزم بدفعه لغرمائه بحر اور اگر بعض نفع دین مضارب یا دین مالک کے ادا کرنے کیواسطے شرط ہوا تو جائز ہی اور مشروط کو بیچ دین کا ادا کرنا اس نفع سے جائز ہی اور ہر ایک مضارب و مالک پر لازم نکیا جائیگا دینا نفع مذکور کا اُسکے دین دارونکو کذا فی البحر وتبطل المضاربة بموت احدهما لانها وكالة اور باطل ہوجاتی ہی مضاربت مالک یا مضارب کی موت کے سبب سے کیونکہ مضاربت وکالت ہی یعنی اور وکالت باطل ہوجاتی ہی موکل یا وکیل کی موت سے وکذا بقتله وبحجر یطرأ على احدهما وبجنون احدهما مطبقا قہستانی اور اسیطرح مضاربت باطل ہوتی ہی ایک کے قتل ہوجانے سے اور ایک کے منع تصرف سے جو مالک یا مضارب پر طاری ہوا اور ایک کے جنون مطبق پہنچنے سے ہم بالغ ممنوع التصرف ہوجاتا ہی جنون سے یا سفاہت سے یا عبد ماذون کے حجر سے پس جنون منع تصرف مین داخل تھا لیکن شارح نے پھر اسکو اسواسطے ذکر کیا تاکہ اسمین اطباق کی قید لگاوے وفی البزازية مات المضارب والمال عروض باعها وصيه اور بزازیہ مین ہی کہ مضارب مرگیا اور مال عروض اور قماش ہی یعنے اسباب ہی نقد نہین تو اسکو مضارب کا وصی بیچ کرے ہم اور قول صحیح یہ ہی کہ صاحب مال اور وصی مضارب دونونکو بیع مین اختیار ہی اور اگر مضارب کا کوئی وصی نہو تو فقط مالک مختار ہی یا حاکم مضارب کیطرف سے وصی مقرر کرے کہ مالک کے ساتھ بیع مین دخل کرے جب مال نقد ہوجاوے تو مالک پاس مال اور نفع کا حصہ لے اور مضارب کا حصہ اسکے وارثین کذا فی الطحطاوی ولو مات رب المال والمال نقد تبطل فی حق التصرف ولو عروضا تبطل فی حق المسافرة لا التصرف فله بیعه بعرض ونقد اور اگر صاحب مال مرگیا اور مال نقد ہی تو مضاربت باطل ہی حق تصرف مین یعنی مضارب اس مال سے بیع اور خرید نہین کرسکتا اور اگر مال عرض ہی نقد نہ ہو تو مضاربت باطل ہی حق مسافرت مین یعنے مضارب اس اسباب کو سفر مین نہین لیجاسکتا تو اسکو وطن مین اسکا بیچنا عرض اور نقد سے جائز ہی ہم اور اگر مضارب کسی شہر مین گیا تھا مال مضاربت لیکر اور وہان خریدی پھر صاحب مال مرگیا اور اُسکو خبر نہین موت کی پھر وہ دوسرے شہر مین مال لیگیا اور سفر کا

خرچ اسکے ذاتی مال میں محسوب ہوگا نہ مضاربت کے مال میں اور اگر مال تلف ہوگیا تو مضارب پر تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی و بالحکم بلحوق المالک مرتدا اور مضاربت باطل ہے لحوق مالک مرتد کے حکم ہو جانے سے یعنی اگر مالک مرتد ہوکر دار الحرب مین جا ملا اور حاکم نے اسکے لحوق کا حکم دیا تو مضاربت باطل ہوگی اسواسطے کہ لحوق دار الحرب موت کے مانند ہے ولہذا اُسکا مال وارثون مین بٹ جاتا ہے اور اُسکے ام ولد اور مدبر کو آزادی حاصل ہو جاتی ہے کذا فی الزیلعی فان عاد بعد لحوقہ مسلما فالمضاربۃ علی حالہا حکم بلحاقہ ام لا عنایہ سو اگر مالک بعد لحوق دار الحرب مسلمان ہوکر دار الاسلام مین پھر آیا تو مضاربت بحال سابق باقی ہے اسکے لحوق کا حکم ہو گیا ہو یا نہو ہو کذا فی العنایہ بخلاف الوکیل لانہ لا حق لہ بخلاف المضارب بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کا کچھ حق نہین بخلاف مضارب کے یعنی اگر موکل مرتد ہوا اور اُسکے لحوق کا حکم ہو گیا تو وکالت باطل ہو جاتی ہے اور موکل کے پھر مسلمان ہوکر دار الاسلام کے آنے سے وکالت عود نہین کرتی ولو ارتد المضارب فھی علی حالہا اور اگر مضارب مرتد ہو گیا تو مضاربت اپنی حالت سابقہ پر باقی ہے ہم امام کے نزدیک مرتد کے تصرفات موقوف ہیں اسکی املاک کے توقف کے سبب سے اور مضارب کی کچھ ملک نہین مضاربت کے مال مین لہذا مضاربت بحال رہتی ہے فان مات او قتل او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطلت وما تصرف نافذ وعہدتہ علی المالک عند الامام بحر پھر اگر مضارب مرتد ہو گیا یا مقتول ہوا یا دار الحرب مین جا ملا اور اسکے لحاق کا حکم ہو گیا تو مضاربت باطل ہو گی اور جو اُسنے تصرف کیا وہ نافذ ہے موقوف اور اسکی بیع اور شرا کا عہدہ مالک پر ہے امام کے نزدیک کذا فی البحر ولو ارتد المالک فقط ای ولم یلحق فتصرفہ ای المضارب موقوف اور اگر مالک مرتد ہو گیا فقط یعنے دار الحرب مین نہین جا ملا تو مضارب کا تصرف موقوف ہے ہم یعنے اگر مالک مسلمان ہوا تو مضارب کا تصرف نافذ ہے مضاربت کے جمیع احکام مین وردۃ المرأۃ غیر مؤثرۃ اور مرتد ہونا عورت کا غیر موثر ہے بطلان مضاربت مین ہم خواہ عورت مال کی مالک ہو یا مضارب مگر یہ کہ وہ مر جاوے یا دار الحرب مین ملحق ہو جاوے اور اسکے لحاق کا حکم ہو اسواسطے کہ اُسکا ارتداد اُسکی املاک مین موثر نہین تو اسیطرح اُسکے تصرف مین موثر نہین کذا فی المنح عن الجوہرہ وینعزل بعزلہ لانہ وکیل ان علم بعزلہ مطلقا او فضولی عدل او رسول ممیز اور مضارب معزول ہو جاتا ہے مالک کے معزول کرنے سے اسواسطے کہ وہ وکیل ہے بشرطیکہ مضارب عزل کو جانے دو مردون کی خبر مطلقا خواہ وہ عادل ہون یا فاسق یا مستور الحال یا ایک فضولی عادل یا ایلچی ممیز کی خبر سے والا یعلم لا ینعزل اور اگر مضارب نے عزل کو نجانا تو معزول نہوگا فان علم بالعزل ولو حکما لموت المالک ولو حکما والمال عروض ھو ھنا ما کان خلاف جنس راس المال فالدراھم والدنانیر جنسان باعھا ولو نسیئۃ وان نھاہ عنھا سو اگر مضارب نے اپنا عزل معلوم کیا اگرچہ عزل حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو جیسے مالک کا مر جانا اگرچہ موت حقیقی نہو بلکہ حکمی ہو جیسے ارتداد مالک مع الحکم باللحاق یا اُسکا مجنون ہونا جنون مطبق اور حالانکہ مال عروض ہے عروض سے مراد یہان وہ ہے جو راس المال کے مخالف جنس ہو تو دراہم اور دنانیر اس تقدیر پر دو جنس ہین تو مضارب عروض کو بیچ ڈالے اگرچہ بیع ادھار ہو اور اگر مالک نے اسکو ادھار بیچنے سے منع کر دیا ہو ہم جب یہان عروض سے خلاف جنس راس المال مراد ہو تو عروض دراہم اور دنانیر کو بھی شامل ہے تو اگر راس المال دراہم ہون اور مضارب نے دنانیر خرید کئے ہون تو اُسکو بیچکر دراہم کرنا ہوگا اور اسیطرح بالعکس درر مین ہے کہ جب مال عروض ہو تو عزل مالک سے مضارب معزول نہوگا اسواسطے کہ اُسکا حق ہے نفع مین اور نفع ظاہر نہین ہو سکتا بدون نقد کے تو حق بیع اسکو ثابت ہوگا تا نفع ظاہر ہو جاوے ثم لا یتصرف فی ثمنہا ولا فی نقد من جنس راس مالہ پھر بیع کے بعد مضارب تصرف نکرے عروض کے ثمن مین اور نہ اس نقد مین جو ہم جنس راس المال کی ہو ویبدل خلافہ بہ استحسانا لوجوب رد جنسہ ولیظہر الربح اور مبادلہ کرے خلاف جنس راس المال کا راس المال کی جنس سے از روے استحسان کے بسبب وجوب رد ہم جنس راس المال کے اور تا کہ نفع ظاہر ہو ہم قیاس یہ ہے کہ اگر دراہم ہون تو دنانیر سے نہ بدلے کذا اسکا عکس اسواسطے کہ نقدین جنس واحد ہین باعتبار ثمنیت کے لیکن استحسان مین یہ مبادلہ صحیح ہے اسواسطے کہ مضارب پر واجب ہے کہ مثل راس المال کو پھیر دے اور یہ بلا مبادلہ نہین ہو سکتا کذا فی الدرر اور دوسرا فائدہ مبادلے کا یہ ہے کہ نفع ظاہر تا مالک اور مضارب دونون اپنے حق مشروط کو پاوین ولا یملک المالک فسخہا فی ہذہ الحالۃ بل ولا تخصیص الاذن لانہ عزل من جہۃ اور مالک کو اختیار نہین فسخ مضاربت کا اس حالت مین یعنے جب کہ مال عروض ہو بلکہ اُسکو تخصیص اذن کا اختیار نہین اسواسطے کہ تخصیص اذن ایک طرح سے عزل ہے کذا فی النہایہ بخلاف احد الشریکین اذا فسخ الشرکۃ ومالہا

امتنعہ صح بخلاف احد الشریکین جبکہ وہ عقد شرکت کو فسخ کرے اور شرکت کا مال اسباب ہو نقد تو فسخ صحیح ہے وافترقا وفی المال دیون و ربح یجبر المضارب علی اقتضاء الدیون اذ حینئذ یعمل بالاجرۃ جدائی ہوگئی مالک و مضارب مین اور مضاربت کے مال مین دیون اور نفع ہے تو مضارب پر جبر ہوگا دیون کے تقاضا کرنے پر اسواسطے کہ مضارب اسوقت عامل باجرت ہوگا ہم دیون کی وجہ یہ ہے کہ مضارب نے عروض کو ثمن سے بیچا اور ہنوز ثمن پر قبض نہین کیا مضارب عامل بالاجرۃ اسواسطے ٹھہرا کہ وہ اس صورت مین اجیر کے مانند ہے اور نفع اجرت کے مانند ہے تو ہنگام طلب کا خرچ مضارب پر ہوگا اگر دین اسی شہر مین ہو اور اگر دوسرے شہر مین ہو تو خرچ مضاربت کے مال مین ہوگا کذا فی الطحطاوی والا ربح لا جبر لانہ حینئذ متبرع اور اگر مال نفع نہو تو مضارب پر تقاضاے دیون مین جبر نہین اسواسطے کہ مضارب اسوقت مین متبرع اور محسن ہے اور محسن پہ زبردستی نہین ویؤمر بان یوکل المالک علیہ لانہ غیر العاقد اور مضارب پر حکم ہوگا کہ مالک کو تقاضاے دیون پر معین اور مقرر کرے اسواسطے کہ مالک غیر عاقد ہے یعنی اور حقوق عقد کے راجع نہین ہوتے مگر عاقد کیطرف تو مالک مطالبہ دین پر قادر نہوگا بلا توکیل مضارب کے وحینئذ فالوکیل بالبیع والمستبضع کالمضارب یعنی مراد بالتوکیل اور اسوقت مین جبکہ متبرع ہے جبر علی الاقتضا نہین تو بیع کا وکیل اور مال کا لینے والا بطریق بضاعت کے مضارب کے مانند ہے دونون کو توکیل مالک کا حکم ہوگا والسمسار یجبر علی التقاضی وکذا الدلال لانہما یعملان بالاجرۃ سمسار پر زبردستی ہوتی ہے تقاضاے دیون مین اور اسی طرح دلال پر اسواسطے کہ وہ دونون اجرت پر کام کرتے ہین ہم سمسار بکسر اول وہ ہے جسکے پاس عروض و حیوانات لوگون کے جمع ہون تا وہ اجرت لیکر بیچے بلا عقد اجارہ تو وہ بھی عامل بالاجرۃ ہے اور یہ بمنزلہ اجارہ صحیحہ کے ہے عادت کے موافق کذا فی الدرر **فرع** مسئلۃ مہمۃ شارح کا استوجر علی ان یبیع ویشتری لم یجز لعدم قدرتہ علیہ والحیلۃ ان یستاجرہ مدۃ للخدمۃ ویستعملہ فی البیع زیلعی ایک شخص کیواسطے اسپر اجرت ٹھہرائی گئی کہ وہ بیع اور شرا کرے تو یہ جائز نہین بسبب اسکے نہ قادر ہونے کے بیع اور شرا پر اور حیلہ اسکے جائز ہونے کا یہ ہے کہ اسکو مزدوری پر لگا دے اور نوکر رکھ لے خدمت کیواسطے مدت معین تک اور اس سے بیع کا کام لے کذا فی الزیلعی ہم عدم قدرت بیع اور شرا پر اسواسطے ہوئی کہ خرید و فروخت تمام نہین ہو سکتی مگر غیر کی مساعدت سے یعنی بائع اور مشتری کی مساعدت سے تو اجیر قادر نہین اسکی تسلیم پر اور حیلہ مذکورہ اسواسطے جائز ہوا کہ عقد شامل ہے منفعت کو اور منفعت معلوم اور معین ہے بیان مقدار مدت سے اور وہ قادر ہے اسکی تسلیم پر اسطرح کہ اپنی ذات کو حاضر کرے مدت معینہ مین کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وما ہلک من مال المضاربۃ یصرف الی الربح لانہ تبع اور جتنا تلف ہوگیا مضاربت کے مال سے وہ نفع کیطرف پھیرا جاتا ہے اسواسطے کہ نفع تابع ہے راس المال کا اور راس المال اصل ہے فان زاد الہالک علی الربح لم یضمن ولو فاسدۃ من عملہ لانہ امین پھر اگر مال ہالک زیادہ ہو نفع سے تو مضارب پر تاوان نہ آویگا اگرچہ مضاربت فاسدہ ہو اور گو مال کی ہلاکی مضارب کے عمل سے ہو اسواسطے کہ مضارب امین ہے یعنی امین ضمین نہین ہوتا وان قسم الربح وبقیت المضاربۃ ثم ہلک المال او بعضہ ترادا الربح لیاخذ المالک راس المال وما فضل بینہما وان نقص لم یضمن لما مر اور اگر نفع بٹ گیا ہو اور مضاربت باقی ہو پھر سب مال یا بعض تلف ہو جاوے تو دونون شخص نفع پھیر دین تا مالک نفع سے راس المال لے اور جسقدر نفع زائد ہو راس المال سے وہ دونون مین مشروط کے موافق قسمت ہو اور اگر نفع کم ہو راس المال سے تو مضارب پر تاوان نہوگا بدلیل گذشتہ یعنی امین پر تاوان نہین ثم ذکر مفہوم قولہ وبقیت المضاربۃ فقال وان قسم الربح وفسخت المضاربۃ والمال فی ید المضارب ثم عقداہا فہلک المال لم یترادا وبقیت المضاربۃ لانہ عقد جدید وہی الحیلۃ النافعۃ للمضارب پھر مصنف نے اپنے قول وبقیت المضاربۃ کا مفہوم ذکر کیا سو کہا اور اگر نفع بٹ گیا اور مضاربت فسخ ہوگئی اور مال مضارب کے ہاتھ مین ہے پھر دونون نے مضاربت کو منعقد کیا پھر مال ہلاک ہوگیا تو دونون نفع سابق کو نہ پھیرینگے اور مضاربت تامہ باقی رہیگی اسواسطے کہ وہ عقد جدید ہے اور حیلہ نافعہ ہے مضارب کیواسطے ہم یعنی اگر مضارب ڈرے اسبات سے کہ نفع سے بعد قسمت کے بسبب ہلاک ہونے راس المال کے تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ فسخ مضاربت کر کے مضاربت جدید عقد کر لے اور اگر مال مضاربت کو مضارب نے مالک کو دیا ہو تو بطریق اولے نفع مسترد نہوگا اور زیلعی نے جو تسلیم مال کی قید لگائی حیلہ مذکورہ مین سو اتفاقی ہے کذا فی الطحطاوی

فصل فی متفرقات

یعنی یہ فصل ہے مسائل متفرقہ مضاربت مین المضاربۃ لا تفسد بدفع

[illegible]

کُلَّ المالِ اَوْ بعضَہ تقییدُ الہدایۃِ بالبعض اتفاقی عنایۃ الی المالکِ بضاعۃً لا مضاربۃً لما مرَّ مضاربت فاسد نہین ہوتی مالک کو تمام مال یا بعض مال کے دینے سے بطریق بضاعت کے نہ بطور مضاربت بدلیل گذشتہ شارح نے کہا ہدایہ کی تقیید دفع بعض مال کی اتفاقی ہی کذا فی العنایہ ہم بضاعت سے یہان استعانت مراد ہی اسواسطے کہ ابضاع حقیقی یہان متحقق نہین کیونکہ بضاعت حقیقی مین سب نفع صاحب مال کا ہوتا ہی اور یہان ایسا نہین اور اگر مضارب نے مالک کو بطریق مضاربت کے دیا تو مضاربت ثانیہ باطل ہوگی نہ مضاربت اولے وجہ بطلان یہ ہی کہ شی اپنے مانند کو متضمن نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی وَاِنْ اَخَذَہٗ ای المالکُ المالَ بغیر امرِ المضاربِ بَاعَ واشتری بطلت ان کان رَأْسُ المالِ نقدًا لانہٗ عامِلٌ لنفسِہٖ اور اگر مالک نے مضاربت کا مال بدون امر مضارب کے لے لیا اور بیع اور شرا کی تو مضاربت باطل ہوگی اگر راس المال نقد ہو اسواسطے کہ مالک اپنی ذات کے واسطے عامل ہوا ہم مبسوط مین خلاصہ یہ ہی کہ جس تصرف کا مضارب مستحق ہوا اسطرح پر کہ صاحب مال اسکے منع کرنے پر مالک نہین تو صاحب مال اُس تصرف مین مضارب کا معین ٹھہریگا خواہ مضارب کے امر سے کرے یا بدون امر اور جس تصرف کے منع کرنے پر صاحب مال قادر ہی تو صاحب مال اس تصرف مین لنفسہ ہی مگر یہ کہ تصرف باذن مضارب ہو تو اسوقت مین معین ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی وَاِنْ صَارَ عَرَضًا لا لانَّ النقضَ الصریحَ حینئذٍ لا یعمل فہذا اولی عنایہ اور اگر مال مضاربت عرض ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگی تصرف مذکور سے کہ اسوقت مین مالک کا نقض صریح بطلان مضاربت مین عمل نہین کرتا تو نقض غیر صریح بطریق اولے عمل نہ کریگا کذا فی العنایہ ثُمَّ اِنْ بَاعَ بِعَرَضٍ بَقِیَتْ وَاِنْ بنقدٍ بَطَلَتْ لما مَرَّ پھر اگر مالک نے عرض کو بعوض عرض کے بیچا تو مضاربت باقی ہی اور اگر بعوض نقد کے بیچا تو مضاربت باطل ہوگی بدلیل گذشتہ یعنے وہ عامل لنفسہ ہوگیا واذا سافر ولو یومًا فطعامُہٗ وشرابُہٗ وکسوتُہٗ ورکوبُہٗ بفتحِ الراءِ ما یُرکَبُ ولو بکراءٍ وکلُّ ما یحتاجُہٗ عادۃً ای فی عادۃِ التجارِ بالمعروفِ فی مالِہا اور جبکہ مضارب نے سفر کیا یعنے تجارت کیواسطے اگرچہ ایک ہی دن کا سفر ہو تو اُسکا کھانا اور پینا اور سواری بطور کرایہ ہو اور جس چیز کی مضارب کو حاجت ہو تجارت کی عادت مین دستور کے موافق مضاربت کے مال مین ہی شارح نے کہا رکوب بالفتح عبارت ہی اس سے جسپر سواری کیجائے ہم سفر سے یہان تین دن کا سفر شرعی مراد نہین بلکہ جب اتنا شہر سے باہر نکلے کہ رات کو اپنے گھر مین نہ آسکے تو سفر متحقق ہوگا اسکو محتاج الیہا جیسے کپڑون کی دھلائی اور چراغ کا تیل اور ایندھن اور خادم اور حمام اور حلاق کی اجرت اسواسطے کہ آدمی طویل الشعر میلے کچیلے کپڑے والا اسفلہ مین شمار کیا جاتا ہی تو خرید و فروخت کا معاملہ اس سے کم ہوگا دستور کی قید اسواسطے لگائی کہ فضول خرچی کریگا تو قدر زیادت مضارب پر لازم آویگا مصارف مذکورہ مضاربت کے مال سے اسواسطے مقرر ہوئے کہ اسنے اپنی ذات کو تجارت مین مصروف کیا اور کہینکے آنے جانے سے بند ہو تو بعوض اس احتباس کے اُسکا نفقہ لازم آیا جیسا نفقہ قاضی کا بیت المال سے اور عورت کا مرد پر ہی بعلت احتباس کے لَوْ صحیحۃً لَا فاسدۃً لانّہٗ اجیرٌ فلا نفقۃَ لہٗ کمستبضعٍ ووکیلٍ وشریکٍ کافی وفی الاختیار خلافہٗ نفقہ مضارب کا سفر مین مضاربت کے مال مین ہی اگر مضاربت صحیحہ ہو اور اگر مضاربت فاسدہ ہو تو مضارب مزدور کے مانند ہی تو اُسکا نفقہ نہین مانند مستبضع اور وکیل اور شریک کے کذا فی الکافی اور اختیار مین اختلاف ہی ہم کافی مین شریک کا عدم وجوب نفقہ مذکور ہی اور نہایہ مین وجوب مصرح ہی اور ابن مالک کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ عدم وجوب معتمد ہی اسواسطے کہ اُسنے نقل کیا ہی کہ وجوب نفقہ محمد رح سے مروی ہی کذا فی الطحطاوی وَاِنْ عَمِلَ فی المصرِ سواءٌ وُلِدَ فیہِ او اتخذہٗ دارًا فنفقتُہٗ فی مالِہٖ کدوائِہٖ علی الظاہرِ اور اگر مضارب نے شہر مین کام کیا خواہ اس شہر مین مضارب پیدا ہوا ہو یا اُسکو گھر بنایا تو اسکا خرچ اسکے مال مین ہی چنانچہ اسکی دوا علاج کا خرچ اسکے مال مین ہی بنابر ظاہر مذہب ہم علاج کا خرچ مال مضاربت مین نہین نہ سفر مین نہ حضر مین اسواسطے کہ مرض عارضی امر کبھی ہوتا ہی اور کبھی نہین مبسوط مین ہی کہ حجامت یعنی پچھنے اور سینگی اور سرمہ علاج مین داخل ہی اَمّا اذا نوی الاقامۃَ بمصرٍ ولم یتّخذہٗ دارًا فلہ النفقۃُ ابن ملک مالم یأخذ مالًا لانہٗ لم یحتبس بمالِہا اور جب مضارب نے ایک شہر کی اقامت کی نیت کی اور اسکو وطن نہین قرار دیا تو اسکا نفقہ مضاربت کے مال مین ہی کذا ذکرہ ابن ملک جبتک کہ اُسنے مال نہین لیا اسواسطے کہ وہ مال مضاربت کے سبب سے محتبس نہین ہوا ہم شہر مذکور مین نفقہ اسوقت تک ہی جب تک اُسکو وہان مال نہ پایا گیا ہو اور اُس شہر سے سفر نکیا ہو مبسوط مین ہی اور اگر مضارب نے مال عرض پایا اور مالک اور مضارب کوفے مین ہین اور کوفہ مضارب کا وطن نہین تو مضارب اپنی ذات پر مال

مضارب

مضاربت سے صرف نکرے اسواسطے کہ اسکی اقامت کوفہ مین مضاربت کے سبب سے نہین ہے تو جب تک وہان سے باہر نجاوے سوا اگر کوفہ سے نکلا اور اپنے وطن مین گیا اور پھر کوفہ مین تجارت کے واسطے آیا تو اب کوفہ مین مال مضاربت سے اپنی ذات پر خرچ کرے اسواسطے کہ اسکا کوفہ مین رہنا مستعار تھا سو وہان سے سفر کرجانے سے وطن مستعار بھی دور ہو گیا انتہی مختصرا اور یہ جو شارح نے کہا کہ اسکا نفقہ ہی جبتک کہ مال نہین لیا اس سے نکلتا ہی کہ جب مال لیگا اور کوفہ مین رہیگا تو اسکو نفقہ ملیگا اور حالانکہ ایسا نہین ہی اور شاید کہ شارح نے سمجھا ہی منح الغفار کی اس عبارت سے فلو اخذ مالا بالکوفۃ وھو من اہل البصرۃ وکان قدم الکوفۃ مسافرا فلا نفقۃ له انتہی اور مقصود اس عبارت سے وہی ہی جو مبسوط سے ہمنے نقل کیا کذا فی الطحطاوی ولو سافر بمالہ وما لہا او خلط باذن او بمالین لرجلین انفق بالحصۃ [illegible] ویضمن الزائد اگر مضارب اپنا مال اور مضاربت کا مال سفر مین لیگیا یا اپنا مال مضاربت کے مال مین ملایا مالک کے اذن سے یا دو مردون کے دو مال لیگیا تو اپنی ذات پر حصہ رسد صرف کرے اور جب سفر سے آوے تو جو باقی رہگیا طعام اور لباس سے اسکو پھیر دے اور جسقدر زیادہ صرف کیا ہو وہ ضامن ہے اسکا تاوان [illegible] مال بالاذن سے مضارب [illegible] اپنی ذات پر [illegible] صرف نہین کرتا بقول راجح اس اعتراض کو مینے بعض حواشی مین دیکھا ہی کذا فی الطحطاوی ولو انفق من مالہ لیرجع فی مالہا له ذلک ولو ھلک لم یرجع علی المالک اور اگر مضارب نے اپنے مال سے اپنے مصارف سفر مین صرف کیا تاکہ مجرا کرلے مضاربت کے مال مین تو یہ اسکو جائز ہی اور اگر مال مضاربت کا تلف ہو گیا تو اس صرف کو مالک سے نہین لے سکتا ویاخذ المالک قدر ما انفقہ المضارب من راس المال ان کان ثمہ ربح فان استوفاہ وفضل شیء من الربح اقتسماہ علی الشرط لان ما انفقہ یجعل کالہالک والہالک یصرف الی الربح کما مر اور مالک نفع سے لے جتنا مضارب خرچ کرچکا ہی راس المال سے اگر وہان نفع موجود ہو سو اگر مالک نے راس المال پورا کرلیا نفع سے لیکر اور کچھ نفع زیادہ بچا تو مالک اور مضارب دونون شرط کے موافق بانٹ لین اسواسطے کہ جو مضارب نے خرچ کیا وہ ہالک کے مانند ٹھہرایا جاتا ہی اور راس المال ہالک نفع کیطرف پھیرا جاتا ہی چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یظہر ربح فلا شیء علیہ ای المضارب اور اگر نفع نہ ظاہر ہو تو مضارب پر کچھ نہین یعنی راس المال کے کم ہوجانے سے اسپر تاوان نہین وان باع المتاع مرابحۃ حسب ما انفق علی المتاع من الحمولۃ واجرۃ السمسار والقصار والصباغ ونحوھا لتعین ضمہ ویقول البائع قام علی بکذا اور اگر متاع کو بطریق مرابحت کے بیچے تو اسکو حساب کرلے جو اسنے متاع پر خرچ کیا از قسم صرف باربرداری کے اور دلال اور دھوبی اور رنگریز کی اجرت کے اور مانند اسکے اور مصارف جنکے ملالینے کی سوداگرون مین عادت ہی اور بائع یون کہے کہ یہ چیز مجھکو اتنے مین پڑی ہی یعنی اسقدر کی خریدنہ بتاوے تاکہ دروغ نہو وکذا یضم الی راس المال ما یوجب زیادۃ فیہ حقیقۃ او حکما او اعتادہ التجار کاجرۃ السمسار ھذا ھو الاصل نہایہ اور اسیطرح ملائی جاوے راس المال کیطرف وہ چیز جو راس المال مین موجب ہو زیادتی کی حقیقۃ یا حکما یا اسکے ملانے کی سوداگرون مین عادت ہو جیسے دلال کی مزدوری یہی قاعدہ کلیہ ہے راس المال کے ساتھ ملانے کا کذا فی النہایہ ھم زیادت کی حقیقی مثال چنانچہ رنگ اور زیادت حکمی کی مثال جیسے دھوب کپڑے کا لا یضم ما انفقہ علی نفسہ لعدم الزیادۃ والعادۃ نہ ملاوے راس المال کے ساتھ بیع المرابحہ مین جو مضارب نے اپنی ذات پر صرف کیا بسبب عدم زیادت اور عدم عادت تجار کے ھم کتاب المرابحہ مین بیان کر چکے کہ ملانے مین عادت تجار کا اعتبار ہی تو اگر مصارف مضارب کے ملانیکی عادت ہو تو ملاوے اور نہین تو نہین مضارب بالنصف شری بالفہا ای بالف المضاربۃ بزا وباعہ بالفین وشری بہما عبدا فضاعا فی یدہ قبل نقدھما البائع غرم المضارب نصف الربح ربعہما وغرم المالک الباقی نصف منفعت کے مضارب نے مضاربت کے ہزار درم سے کپڑے کے تھان خریدے اور انکو دو ہزار درم بیچا اور انہین دو ہزار سے ایک غلام خرید کیا سو دونون ہزار مضارب کے ہاتھ مین تلف ہوگئے بائع غلام کو دینے سے پہلے تو مضارب نصف نفع یعنی دو ہزار کی چوتھائی کا تاوان دے اور مالک باقی کا یعنے دو ہزار کے تین ربع کا تاوان دے ھم جبکہ مال ایکہزار سے دو ہزار ہو گیا تو نفع مال مین ظاہر ہوا ایکہزار کا وہ دونون مین نصفا نصف ہو گیا تو مضارب کو اسمین سے پانسو پہنچے پھر جب دو ہزار کو غلام خرید کیا تو غلام مشترک ہو گیا دونو مین تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوا اور تین چوتھائیان مالک کی ہوئین پھر جب دو ہزار تلف ہو گئے قبل ادا ثمن غلام کے تو دونون پر بقدر ملک غلام تاوان لازم آیا اسکے ثمن کا تو چوتھائی مضارب پر پڑی یعنی پانسو اور تین چوتھائیان مالک پر یعنی ڈیڑھ ہزار [illegible] ربع العبد ملکا للمضارب خارجا عن المضاربۃ لکونہ مضمونا علیہ ومال المضاربۃ امانۃ وبینہما تناف وباقیہ لہما اور چوتھائی غلام کا مملوک مضارب کا خارج ہوگا ۱۰

مضاربت کے مال سے اسواسطے کہ چوتھائی کا تاوان اسپر ہے اور مضارب کا مال امانت ہے اور تاوان اور امانت میں تنافی یعنی ضد ہے اور باقی تین چوتھائیاں مال مضاربت کی ہیں ہم
خلاصہ یہ ہے کہ جب مضارب کے حصے پر تاوان آیا تو وہ مضاربت میں داخل نہ رہا کیونکہ مضاربت میں تاوان نہیں ہوتا اور مالک کا حصہ مضاربت میں داخل ہے بسبب عدم تنافی
کذا فی الدرر ورأس المال جمیع ما دفع المالک وهو الفان وخمسمائة اور راس المال یعنی وہ سب مال جو مالک نے دیا ڈھائی ہزار ہے اسواسطے کہ مالک نے اول ہزار درم
دئے یعنی جس سے کپڑا خرید ہوا تھا پھر ڈیڑھ ہزار دئے یعنی ثمن غلام کے تاوان میں کذا فی شرح الوقایة ولکن رابح المضارب فی بیع العبد علی الفین فقط
لانه اشتراه بهما ولیکن غلام کی بیع میں مضارب فقط دو ہی ہزار پر بیع بطریق مرابحہ کرے اسواسطے کہ اسنے غلام کو دو ہی ہزار کو خرید کیا ہے یعنی یوں کہے کہ یہ غلام
ڈھائی ہزار کو مجھے پڑا اسواسطے کہ خرید دو ہی ہزار پر واقع ہوئی تو اس تاوان کو نہ ملاوے جو بسبب ہلاک ہوجانے دو ہزار کے واقع ہوا کذا فی شرح الوقایة ولو بیع العبد
بضعفهما باربعة الاف فحصتها ثلثة الاف لان ربعه للمضارب اور مسئلہ سابقہ میں اگر غلام دو ہزار کے دوچند یعنی چار ہزار کو بیچا گیا تو مضاربت
حصہ تین ہزار ہے اسواسطے کہ چار ہزار کی چوتھائی یعنی ایکہزار مضارب کا حصہ ہے والربح منها نصف الالف بینهما لان رأس المال الفان وخمسمائة اور تین ہزار کے
پانسو نفع کے مالک اور مضارب میں منقسم ہونگے اسواسطے کہ راس المال ڈھائی ہزار درم یعنی جب تین ہزار سے ڈھائی ہزار راس المال کے نکلگئے تو پانسو باقی رہے وہی نفع ٹھہرا
دونوں میں بموجب شرط کے آدھا آدھا منقسم ہوگا ولو شراه من رب المال بالف عبدا شراه رب المال بنصفه رابح بنصفه وکذا عکسه لانه وکیله
ومنه علم جواز شراء المالک من المضارب وعکسه اور اگر مضارب نے مالک سے ہزار کو وہ غلام خرید کیا جو مالک نے پانسو کو لیا تھا تو مضارب اسکی بیع بطور مرابحہ پانسو کو کرے اور
اسیطرح اگر مالک مضارب سے خرید کرے تو مضارب کی خرید پر مرابحہ کرے اسواسطے کہ مضارب وکیل ہے مالک کا اور اس قول سے معلوم ہوا جائز ہونا مالک کی خریداری کا
مضارب سے اور مضارب کا مالک سے ہم اگرچہ مضارب نے ہزار کو خرید کیا لیکن مرابحت نکرے مگر پانسو سے اسواسطے کہ بیع مالک کی مضارب سے ایسی ہے جیسے اپنی ذات سے اسواسطے
کہ وہ اسکا وکیل ہے تو خرید بیع مذکور جائز ہے لیکن اسکا شبہہ ہے عدم جواز کا اور مرابحت کی بنا امانت اور دیانت پر ہے تو قول امین کو اعتبار کرنا چاہیے کذا فی الدرر وشرح الوقایة

ولو شری بالفها عبدا قیمته الفان فقتل العبد رجلا خطأ فثلثة ارباع الفداء علی المالک وربعه علی المضارب علی قدر ملکیهما اور اگر مضارب نے
ہزار درم سے وہ غلام خرید کیا جسکی قیمت دو ہزار ہے سو اس غلام نے ایک مرد کو خطا سے مار ڈالا تو فدائے غلام کی تین چوتھائیاں مالک پر ہیں اور چوتھائی اسکی
مضارب پر ہے دونوں کی ملک کے بموجب ہم اس صورت میں ہے جبکہ مالک اور مضارب غلام قاتل کا دینا اولیاء مقتول کو قبول نکریں اور خون بہا دینا قبول کریں مضارب کی
ملک چوتھائی ہم اسواسطے ہوئی کہ راس المال ہزار تھا اور غلام بالفعل دو ہزار کا ہے تو نصف نفع مضارب کا ٹھہرا یعنی پانسو اور وہ چہارم ہے دو ہزار کا والعبد یخدم المالک
ثلثة ایام والمضارب یوما لخروجه عن المضاربة بالفداء للتنافی کما مر اور غلام خدمت کرے مالک کی تین دن اور مضارب کی ایک دن بسبب
نکل جانے غلام کے مضاربت کے مال سے فدیہ کے سبب بعلت منافات یعنی تاوان اور مضاربت میں تباین ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ہم وجہ خروج یہ ہے کہ حکم قاضی بانقسام
فدا متضمن ہے انقسام عبد کو اور مضاربت منتفی ہوجاتی ہے قسمت سے کذا فی الصدر الشریعة ولو اختار المالک الدفع والمضارب الفداء فله ذلک لتوهم الربح حینئذ
اور اگر مالک غلام کا دیدینا اور مضارب فدیہ دینا اختیار کرے تو یہ اسکو جائز ہے بسبب وہم منفعت کے اسوقت میں ہم اس علت کا محل وہ ہے جسمیں غلام کی قیمت ہزار ہو اور
یہاں تو دو ہزار قیمت ہے تو یہاں نفع ظاہر ہے نہ موہوم کذا فی الطحطاوی مختصرا وتمامه فیه اشتری بالفها عبدا وهلک الثمن قبل النقد للبائع لم یضمن لانه امین
بل دفع المالک للمضارب الفا اخری ثم وثم الی کل ما هلک دفع اخری الی نهایته مضارب نے مضاربت کے مال سے ایکہزار کو غلام خرید کیا اور ثمن اسکا تلف ہوگیا
قبل ادا کرنے بائع کے تو مضارب پر تاوان نہیں اسواسطے کہ وہ امین ہے اور امین ضمین نہیں ہوتا بلکہ مالک مضارب کو ایکہزار اور دیکے پھر اور دیکے یعنی جتنی بار ثمن تلف ہوجاوے
اور ہزار دیا جاوے بلا تعیین عدد ورأس المال جمیع ما دفع اور راس المال کل ان ہی کا مجموعہ ہے اگر دو بار ثمن دیا تو دو ہزار راس المال ہے اور اگر دس بار دیا تو دس ہزار راس
المال ہے تو مضارب کو نفع نہ ملیگا جب تک تمام راس المال مالک کو نہ پہنچیگا لیکن بیع مرابحہ نہوگی مگر فقط ہزار پر کما تقدم بخلاف الوکیل لان یده ثانیا ید ک

استیفاء لا امانۃ بخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وہاں قبضہ وکیل کا قبضہ استیفا ہی نہ قبضہ امانت کا ماحاصل مقام یہ ہی کہ وکیل نے جب قبض ثمن کیا بعد خرید کے پھر ثمن ہلاک ہو گیا تو رجوع نہیں یعنے مالک سے دوبارہ نہیں لے سکتا اور اگر قبل خرید موکل نے اسکو ثمن دیا پھر وہ تلف ہو گیا تو ایکبار موکل سے اور لے سکتا ہی اسواسطے کہ دفع قبل شرا امانت ہی اسکے ہاتھ میں تو بعد ہلاک امانت ایکبار رجوع ہی پھر رجوع نہیں تو شارح کا قول اس صورت پر محمول ہی جبکہ موکل نے ثمن قبل خرید کے دیا اسواسطے کہ بعد شرا کے دینے میں تو اصلا رجوع نہیں تلف ہونے کے بعد کذا فی الطحطاوی معہ الفان فقال للمالک دفعت الی الفا وربحت الفا وقال المالک دفعت الفین فالقول للمضارب لان القول فی مقدار المقبوض للقابض امینا او ضمینا کما لو انکرہ اصلا۔ مضارب کے پاس دو ہزار ہیں سو اسنے مالک سے کہا کہ تو نے مجھکو ہزار دئے اور میں نے نفع میں ایکہزار حاصل کئے اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھکو دو ہزار دئے تو مضارب کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ مقدار مقبوض میں قابض کا قول مقبول ہی خواہ قابض امین ہو یا ضمین چنانچہ مضارب اگر بالکل قبض کا منکر ہو تو مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا ولو کان الاختلاف مع ذلک فی مقدار الربح فالقول لرب المال فی مقدار الربح فقط لانہ یستفاد من جہتہ اور اگر اسکے ساتھ یعنے راس المال کے اختلاف کے ساتھ نفع کی بھی مقدار میں اختلاف ہو تو صاحب مال کا قول مقبول ہی فقط منفعت کی مقدار میں اسواسطے کہ نفع کی مقدار حاصل ہوتی ہی مالک کی جہت سے یعنی اسکے معین کر دینے سے نفع معین ہوتا ہی نصف یا ثلث اور وہ منکر ہی زیادت کا تو اسیکا قول مقبول ہوگا علم مقدار راس المال اور مقدار نفع کے اختلاف کی یہ صورت ہی کہ مالک نے کہا کہ راس المال دو ہزار تھا اور تیرے واسطے میں نے ثلث نفع شرط کیا اور مضارب نے کہا راس المال ہزار تھا اور تو نے میرے واسطے نصف نفع شرط کیا فقط کی قید سے معلوم ہوا کہ مقدار راس المال میں مضارب ہی کا قول مقبول ہوگا نہ کہ مالک کا وایہما اقام البینۃ تقبل اور مالک و مضارب میں سے جو شخص اپنے دعوی پر گواہ لاویگا تو مقبول ہوگا وان اقاماہا فالبینۃ بینۃ رب المال فی دعواہ الزیادۃ فی راس المال وبینۃ المضارب فی دعواہ الزیادۃ فی الربح اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مقبول گواہی رب المال کی گواہی ہی زیادت راس المال کے دعوی میں اور مضارب کی گواہی مقبول ہی زیادت نفع کے دعوی میں یعنے اسواسطے کہ بینہ اثبات زیادت کیواسطے ہی قید بالاختلاف بکونہ فی المقدار لانہ لو کان فی الصفۃ فالقول لرب المال فلو قال ہی مع الف فقال ہی مضاربۃ بالنصف وقد ربح الفا وقال المالک بضاعۃ فالقول للمالک لانہ منکر مصنف نے مقدار کے اختلاف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اختلاف صفت میں ہوگا تو وہاں مالک کا قول مقبول ہوگا تو اسواسطے مصنف نے کہا کہ ایک مضارب کے پاس ہزار ہیں سو اسنے کہا کہ وہ میرے پاس بنصف النصف مضاربت کے طور پر ہیں اور مضارب نے ہزار منفعت میں حاصل کئے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ ہزار بطریق بضاعت کے ہیں نہ بطریق مضاربت کے تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہی مضاربت کے دعوی کا وکذا لو قال المضارب ہی قرض وقال رب المال ہی بضاعۃ او ودیعۃ او مضاربۃ فالقول لرب المال والبینۃ بینۃ المضارب لانہ یدعی علیہ التملیک والمالک ینکرہ اور اسیطرح اگر مضارب نے کہا کہ ہزار میرے پاس بطور قرض کے ہیں اور مالک نے کہا کہ وہ بضاعت ہیں یا ودیعت ہیں یا مضاربت ہیں تو صاحب مال کا قول مقبول ہوگا اور برہان مقبول تو مضارب کی برہان ہی اسواسطے کہ مضارب مالک پر تملیک کا دعوی کرتا ہی اور مالک تملیک کا منکر ہی ہم جب اسنے قرض کا دعوی کیا تو وہ مال کا مالک ٹھہرا مالک کی تملیک سے تو اب سب نفع قابض ہی کا ٹھہریگا اور دعوی بضاعت یا ودیعت یا مضاربت میں اسکا انکار ہی طحطاوی نے کہا کہ اگر بجائے مضارب کے مستبضع کہتا تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ مسئلہ بضاعت اور ودیعت میں مالک اور واضع ید دونوں عدم مضاربت پر متفق ہیں ولو ادعی المالک القرض والمضارب المضاربۃ فالقول للمضارب لانہ ینکر الضمان وایہما اقام البینۃ قبلت اور اگر مالک قرض کا دعوی کرے اور مضارب مضاربت کا تو مضارب کا قول مقبول ہی اسواسطے کہ منکر ہی تاوان کا اور دونوں میں سے جو گواہ قائم کریگا مقبول ہونگے ہم دعوی مضاربت میں ضمان کا انکار ہی اسواسطے کہ بارہا مذکور ہو چکا کہ مضارب امین ہی نہ ضمین اور مالک مدعی ضمان کا اور قول تو منکر کا قول ہی وان اقاما فبینۃ رب المال اولی لانہا اکثر اثباتا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو صاحب مال کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ انمیں زیادہ اثبات ہی ہم زیادت اثبات کی وجہ یہ ہی کہ مالک کی برہان سے مضارب پر ضمان بدل قرض ثابت ہوتا ہی واما الاختلاف فی النوع فان ادعی المضارب العموم او الاطلاق وادعی المالک الخصوص فالقول للمضارب لتمسکہ بالاصل اور نوع کے اختلاف میں یہ ہے کہ اگر مضارب عموم تجارات یا اطلاق کا دعوی کرے اور مالک خصوص کا

ایسے تو مضارب کا قول مقبول ہی بسبب اسکے کہ مضاربت کے اصل کو عموم اطلاق کی یہ صورت ہی کہ مضارب کہے مالک سے کہ تو نے مجھکو تری اور خشکی دونوں سفر کی اجازت دی تھی اور مالک خصوص کا دعوی کرے اسطرح کہ مین نے فلانی قسم کی تجارت کی اجازت دی یا خشکی کے سفر کی اجازت دی نہ تری کی یا بالعکس اور مضاربت مین عموم اور اطلاق اسواسطے اصل ہی کہ مضاربت سے مقصود تحصیل منفعت ہی اور اسکے مناسب عموم اور اطلاق ہی نہ خصوص ولو ادعی کل نوعا فالقول للمالک والبینۃ للمضارب لاثباتہا علی صحتہ تصرفہ ویلزمہ نفی الضمان اور اگر ہر شخص ایک ایک قسم تجارت کا دعوی کرے تو مالک کا قول مقبول ہی اور گواہ مضارب کے تو مضارب گواہ قائم کر کے اثبات صحت ہی اور اسکو نفی تاوان لازم ہی ہم یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا جو صاحب ایسے پر وارد ہوتا ہی تقریر سوال یہ ہی کہ گواہ تو اثبات کیواسطے ہوتے ہین نہ نفی کے واسطے پس یہان جواب اسکا دیا کہ یہ نفی پر گواہی نہین بلکہ اپنے تصرف صحیح ہونے پر گواہی لایا ہی اور جب اسکا تصرف صحیح ہوا تو اسپر تاوان لازم نہ آیا ولو وقتت البینات قضی بالمتأخرۃ والا فبینۃ المالک اور اگر بینات نے تعیین وقت بیان کیا تو بینہ متاخرہ پر حکم ہوگا اور نہین تو بینہ مالک پر حکم بینہ متاخرہ پر اسواسطے حکم ہوگا کہ شرط اخیر شرط اول کو توڑتی ہی اور عدم تعیین کے تحت مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ اصلا وقت بیان نہو دوسرے یہ کہ فقط ایک کے گواہ وقت بیان کرین

فروع

مسائل ملحقہ شتی کے دفع الوصی مال الصغیر الی نفسہ مضاربۃ جاز وقیدہ الطرسوسی بان لا یجعل الوصی لنفسہ من الربح اکثر مما یجعل لامثالہ وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ وصی نے صغیر کا مال اپنی ذات کو دیا بطریق مضاربت کے تو جائز ہی اور طرسوسی نے اس جواز مین یہ قید لگائی ہی کہ وصی اپنے واسطے اس سے زیادہ نرخ نفع نہ ٹھہراوے جو اپنے ہمسرون کے واسطے ٹھہراتا اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی شرح مین ہی وفیہا مات المضارب ولم یوجد مال المضاربۃ فیما خلف عاد دینا فی ترکتہ اور شرح وہبانیہ مین ہی کہ مضارب مرگیا اور مضاربت کا مال پایا نہین گیا اس مال مین جو وہ چھوڑ گیا تو مضاربت کا مال دین ٹھہریگا اسکے متروکے مین ہم اور یہی حکم ہی مودع اور مستعیر کا اور جس شخص کے پاس مال امانت ہو اور وہ مرجائے قبل بیان کے اور امانت بعینہا معلوم نہو تو اسپر دین ثابت ہوگا اسکے متروکے مین اسواسطے کہ وہ تجہیل یعنی بیان نکر دینے سے مستہلک ٹھہرا اور اگر اسکے وارث ہلاکی مال کا دعوے کرین یا کہین کہ مورث ہمارا صاحب مال کو تسلیم کرچکا ہی تو انکی تصدیق نہوگی کذا فی الطحطاوی اور پورا بیان اسکا کتاب الودیعۃ مین آویگا وفی الاختیار دفع المضارب شیئا للعاشر لیکف عنہ ضمن لانہ لیس من امور التجارۃ لکن صحح فی مجمع الفتاوی عدم الضمان فی زماننا قال وکذا الوصی لانہما یقصدان الاصلاح وسیجیء آخر الودیعۃ اور اختیار مین ہی کہ مضارب نے کچھ مال بطریق رشوت کے عاشر کو یعنی محصول لینے والے کو دیا تاکہ وہ اس سے باز رہے تو مضارب پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ اسطرح کا دینا تجارت کے امور سے نہین ہی لیکن مجمع الفتاوی مین عدم تاوان صحیح ہی ہمارے زمانے مین صاحب مجمع الفتاوی نے کہا اور اسیطرح وصی پر ضمان نہین اسواسطے کہ مضارب اور وصی اس دینے کو صلاح مال کا ارادہ کرتے ہین اور عنقریب آویگا کتاب الودیعۃ کے آخر مین وفیہ لو اشتری بمالہا متاعا فقال انا امسکہ حتی اجد ربحا اکثر واراد المالک بیعہ فان فی المال ربح اجبر علی بیعہ لعملہ باجر کما مر الا ان یقول للمالک اعطیک راس المال وحصتک من الربح فیجبر المالک علی قبول ذلک اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ اگر مضارب نے مضاربت کے مال سے تجارت کا اسباب خریدا سو مضارب بولا کہ مین اسکو رکھ چھوڑونگا یہان تک کہ نفع کثیر پاؤنگا اور مالک نے اسکی بیع کا ارادہ کیا تو اگر مال مین منفعت ہو تو مضارب پر زبردستی ہوگی اسکی بیع پر اسواسطے کہ مضارب کو اپنے عمل کی اجرت معلوم اور متیقن ہی چنانچہ مذکور ہوچکا مگر یہ کہ مضارب مالک سے کہے کہ مین تجھکو راس المال اور تیرے حصے کی منفعت دونگا تو اب مالک پر زبردستی ہوگی اسکے قبول کرنے پر وفی البزازیۃ دفع الیہ الفا نصفہا ھبۃ ونصفہا مضاربۃ فہلکت تضمن حصۃ الہبۃ انتہی اور بزازیہ مین ہی کہ مالک نے مضارب کو ہزار درم دیئے اسطور پر کہ آدھے ہبہ کیے اور آدھے بطریق مضاربت کے پس تلف ہوگئے ہزار درہم تو مضارب پر حصہ ہبہ کا تاوان لازم آویگا انتہی کلام البزازیہ حصہ مضاربت کی ہلاکی مین اسواسطے تاوان نہین کہ وہ امانت ہی اور حصہ ہبہ مین اسواسطے تاوان ہی کہ ہبہ فاسد ہی اسواسطے کہ ہبہ مشاع ہی محتمل القسمۃ مین تو موہوب لہ اسکا مالک نہ ٹھہرا تو اسپر تاوان لازم ہوا قلت والمفتی بہ انہ لا ضمان مطلقا

كما في المضاربة لانها امانة وكلا في الهبة لانها فاسدة وهي تملك بالقبض على المعتمد المفتى به كما سيجي فلا ضمان فيهما وبه يفتى قول الوهبانية شعر واودعه عشرا على ان خمسة + له هبة فاستهلكت الخمسة يعني ضمن كما هو قول مفتی بہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ مین مطلقا تاوان نہین مضاربت مین اسواسطے کہ وہ امانت ہی اور ہبہ مین اسواسطے کہ ہبہ فاسدہ ہی اور وہ ملک ہو جاتی ہی قبض کر لینے سے بنا بر قول معتمد مفتی بہ کے چنانچہ اسکا بیان آویگا کتاب الہبہ مین تو ہبہ فاسدہ مین تاوان نہین اور جو جب ہی قول معتمد کے ضعیف کہا گیا ہو وہ یہ ہی کہ یہ قول ادر ودیعت کے ایک شخص کے پاس دس درم اسطرح کہ پانچ انمین ہبہ ہین سو اسنے پانچ تلف کر ڈالے تو تاوان دیدیم خیر شلابی نے کہا صورت اسکی یہ ہی کہ غیر شخص کو دس درم دیئے اور کہا انمین سے پانچ تجکو ہبہ ہین اور پانچ تیرے پاس ودیعت ہین سو قابض نے انمین سے پانچ تلف کر ڈالے اور باقی پانچ خود تلف ہو گئے تو قابض ساڑھے سات درم تاوان دے اسواسطے کہ خمسہ موہوبہ مضمون ہین قابض پر کیونکہ ہبہ مشاع ہی محتمل القسمہ مین اور وہ فاسد ہی اور جو پانچ درم اسنے تلف کر ڈالے انمین سے نصف ہبہ ہین اور نصف امانت اور یہ مسئلہ بنی ہی قول غیر صحیح پر کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الایداع

یہ کتاب ہی ودیعت رکھنے کے مسائل مین لاحقا في اشتراكهما في الامانة فلهذا قبله في الحكم وانه اشد كالايداع کے مشترک ہونے مین اسکے ما قبل کی کتاب کے ساتھ حکم مین یعنی امانت ہونے مین ایداع اور مضاربت مشترک ہین دونون لہذا مضاربت کے بعد مصنف نے ایداع کو لایا هو لغة من الودع اي الترك ایداع لغت مین ودع بمعنے ترک کے ہی اور ایداع لغت مین عبارت ہی تسلیط غیر سے کسی چیز کی نگہبانی پر خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال اور ایداع اور استیداع بمعنے واحد ہی مثلا زید نے اپنا مال خالد کے پاس ودیعت رکھا ہو تو زید مودع اور مستودع ہی بکسر دال اور خالد مودع اور مستودع ہی بفتح دال اور متقی وہ ہین کہ حفظ امانت موجب سعادت دارین ہی اور خیانت باعث شقاوت کونین حدیث مین آیا ہی کہ امانت مالداری کو کھینچ لاتی ہی اور خیانت محتاجی اور مفلسی کو کھینچ لاتی ہی روایت ہی کہ جب زلیخا محتاج اور اندھی ہو گئی یوسف علیہ الصلوۃ والسلام کے غم مین تو ایک روز راہ مین کھڑی ہو کر پکاری کہ ای بادشاہ میری بات سن لو یوسف علیہ السلام کھڑے ہو گئے زلیخا بولی کہ امانت نے مملوک کو بجاے ملوک کر دیا اور خیانت نے ملوک کو بجاے مملوک کر دیا تو یوسف علیہ السلام نے پوچھا کہ یہ کون ہی لوگون نے کہا زلیخا ہی حضرت نے [illegible] تب آپ نے اس سے نکاح کر لیا کذا فی الطحطاوی ملتقطا وشرعا تسليط الغير على حفظ ماله صريحا او دلالة كما لو انفتق زق رجل فاخذه رجل بغيبة مالكه ثم تركه ضمن لانه بالاخذ التزم حفظه دلالة اور اصطلاح شرع مین ایداع غیر شخص کو مسلط کرنا ہی اپنے مال کی حفاظت پر صریحا تسلیط ہو یا دلالۃ چنانچہ ایک مرد کی مشک پھٹ گئی سو دوسرے مرد نے اسکے مالک کی غیبت مین اسکو لے لیا پھر اسکو چھوڑ دیا تو ضامن ہو گا تاوان آویگا اسواسطے کہ اس لینے سے اسنے اسکی حفاظت پکڑ لی باعتبار دلالت حال کے کذا فی البحر اور صراحۃ نہین تسلیط علی الحفظ کی وجہ یہ ہی کہ مالک مال کی حفاظت چاہتا ہی اور اسکی حفاظت پر مددگاری کو پسند کرتا ہی تو گویا مالک نے اسکو نگہبانی کا امر کر دیا منح الغفار مین ہی محیط سے اور اگر وہ مرد مشک لیگا اور اسکے قریب بیٹھ جائیگا تو تاوان نہین اور اگر مالک آ جو دیکھے گا تو بھی دونون صورتون مین تاوان نہین [illegible] والوديعة ما تترك عند الامين للحفظ اور ودیعت وہ چیز ہی جو امین کے پاس چھوڑی جاوے یعنی فقط حفاظت کیواسطے رکھی جاوے تو اس قید سے عاریت نکل گئی ودیعت کی تعریف سے اسواسطے کہ عاریت مین حفاظت اور انتفاع دونون ہین کذا البرجندی وهي اخص من الامانة كما حققه المصنف وغيره اور ودیعت خاص تر ہی امانت سے چنانچہ مصنف وغیرہ نے اسکی تحقیق بیان کی ہی اور وجہ عموم امانت و خصوص ودیعت کی یہ ہی کہ امانت اسکا نام ہی جو چیز مضمون نہو یعنی اسکا تاوان لازم نہو تو یہ شامل ہی ان سب صورتون کو جنمین ضمان نہین ہی چنانچہ عاریت اور اجارہ کی چیز اور وہ [illegible] جو عاریت کیواسطے موصی لہ کے پاس ہو وغیر ذلک اور ودیعت وہی ہی جو ایجاب و قبول سے حفاظت کیواسطے رکھی جاوے تو دونون مین نسبت عموم اور خصوص کا عموم خصوص کی وجہ یہی ہی کہ ودیعت وہ شی ہی جو امانت ہو اسکے مالک کی اجازت سے غیر کے پاس قصدا اور امانت کا ہو بلا قصد بھی ہوتا ہی اور [illegible] سے ہوتی ہی اور امانت ہی تو امانت [illegible] ہو جاتی ہی جیسے کہ ہوا نے کپڑا اڑا کر ایک آدمی کی گود مین ڈال دیا اور حکم ودیعت کا یہ ہی کہ اعادہ الی الوفاق سے بری ہو [illegible] بخلاف امانت کے کذا فی الطحطاوی وركنها الايجاب صريحا او كناية كقوله لرجل اعطني الف درهم او اعطني هذا الثوب فقال اعطيتك كان

ودیعۃ بخلاف الاعطاء یحتمل الہبۃ لکن الودیعۃ ادنی وھو متیقن صریحا او کنایۃ اور ودیعت کا رکن ایجاب ہی خواہ صریح ایجاب ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے تیرے پاس ودیعت رکھی خواہ کنایہ ایجاب ہو چنانچہ ایک شخص کا دوسرے سے یون کہنا کہ مجھکو ہزار درم دے یا یہ کپڑا مثلاً مجھکو دے پھر کہا کہ مین نے تجھکو دیے تو یہ ودیعت ہی کذا فی البحر اسواسطے کہ دینا ہبہ اور ودیعت دونون کا احتمال رکھتا ہی لیکن ودیعت کمتر چیز ہی اور وہ یقینی ہی تو یہ کنایہ ٹھہرا ایجاب ودیعت کا ہم کنایہ سے یہان یہ مراد نہین کہ لازم سے انتقال ہو کر ملزوم کیطرف بلکہ بیان کنایہ سے یہ مراد ہی کہ جو ایک شی اور غیر شی دونونکا احتمال رکھے چنانچہ کنایہ طلاق کذا فی الطحطاوی ولو فعلا کما لو وضع ثوبہ بین یدی رجل ولم یقل شیئا فھو ایداع یا ایجاب قولی نہین بلکہ فعلی ہو چنانچہ ایک شخص نے اپنا کپڑا ایک مرد کے آگے رکھدیا اور کچھ نہ کہا تو یہ فعل ودیعت کا سپرد کرنا ہی ہم خلاصہ مین ہی کہ اپنی کتاب ایک قوم کے آگے رکھدی پھر وہ لوگ اسکو چھوڑ کر چلے گئے تو سب پر تاوان آویگا اور صورت تلف ہو جانے کے اور اگر ایک بھی اٹھا تو پچھلے شخص پر تاوان پڑیگا کیونکہ وہ حفاظت کیواسطے متعین ہو گیا تو ضمان کے واسطے بھی مخصوص ہو گیا انتہی تو یہ ایجاب اور قبول دونون فعلی ٹھہرے والقبول من المودع صریحا کقبلت اور رکن ودیعت قبول کرنا ہی مودع کی جانب سے خواہ قبول صریح ہو چنانچہ یون کہنا کہ مین نے ودیعت کو قبول کیا او دلالۃ کما لو سکت عند وضعہ فانہ قبول دلالۃ کوضع ثیابہ فی حمام بمرأی من الثیابی وکقولہ لرب الخان این اربطھا فقال ھناک ایداع خانیہ یا قبول باعتبار دلالت حال کے چنانچہ اگر چپ رہا اسکے رکھنے کیوقت تو یہ قبول کرنا ودیعت کا دلالت حال کی راہ سے ہوا جیسا کہ اپنے کپڑے رکھنا حمام مین کپڑون کی نگہبانی کے سامنے اور جیسا کہ مسافر کا کہنا مسافر خانہ کے مالک و مہتمم سے کہ کہان اپنا گھوڑا یا اونٹ باندھون سو اسنے کہا وہان یہ ایداع ہی کذا فی الخانیہ ہم اس صورت مین ایجاب و قبول دونون دلالت ہین وھذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق الامانۃ فتتم بالایجاب وحدہ حتی لو قال الغاصب اودعتک المغصوب بری عن الضمان وان لم یقبل اختیار اور یہی ایجاب و قبول کا رکن ہونا وجوب حفاظت کے حق مین ہی اور امانت کے حق مین تو فقط ایجاب سے تمامی ہو جاتی ہی تو اگر غاصب نے مغصوب منہ سے کہا کہ مین نے مال مغصوب کو تیرے پاس ودیعت رکھا تو غاصب تاوان سے بری ہو گیا اگرچہ غاصب اسکو قبول نکرے کذا فی الاختیار ہم حق امانت سے مراد یہ ہی کہ تاوان نہ آوے اور یہ ہم قبول صاحب سکوت اور رد دونون کو شامل ہی کذا فی الطحطاوی وشرطھا کون المال قابلا لاثبات الید علیہ فلو اودع الآبق والطیر فی الھواء لم یضمن اور ودیعت کی شرط یہی ہونا مال کا دست قدرت کے لائق تو اگر غلام گریختہ کو یا پرند کو ہوا مین ودیعت رکھا تو تاوان لازم نہوگا یعنی اسواسطے یہ ایداع صحیح نہین اور اسی طرح حکم ہی ساقط فی البحر وکون المودع مکلفا شرط لوجوب الحفظ علیہ فلو اودع صبیا فاستھلکھا لم یضمن ولو عبدا محجورا ضمن بعد عتقہ اور مودع کا مکلف یعنی بالغ ہونا شرط ہی اسپر نگہبانی واجب ہونے کی تو اگر ودیعت رکھی صغیر کے پاس سو اسنے وہ چیز تلف کروائی تو اسپر تاوان نہین اور اگر غلام مجور التصرف کے پاس ودیعت رکھی تو اسپر تاوان آویگا اسکے آزاد ہونے کے بعد یعنی بشرط اسکے بالغ ہونیکے وھی امانۃ ھذا حکمھا مع وجوب الحفظ والاداء عند الطلب واستحباب قبولھا اور ودیعت امانت ہی یہ حکم ہی ودیعت کا ساتھ واجب ہونے نگہبانی کے اور واجب ہونے ادا ودیعت کے مالک کے مانگنے کیوقت اور ساتھ مستحب ہونے قبول ودیعت کے ہم ادا کر ودیعت عند الطلب واجب ہی لیکن اگر تلوار ودیعت ہو اور مالک مانگے کسی انسان کے ناحق مارنے کو تو اسوقت نہ دینا لازم ہی چنانچہ در المنتقی مین ہی فلا تضمن بالھلاک الا اذا کانت الودیعۃ باجر اشباہ معزیا للزیلعی جب ودیعت امانت ٹھہری تو اسکے تلف ہو جانے سے تاوان نہین مگر جبکہ ودیعت اجرت سے ہو چنانچہ اشباہ مین ہی زیلعی سے منقول ہم زیلعی نے ضمان اجیر مین وجہ اسکی یون بیان کی ہی کہ اجیر پر حفظ ودیعت کا بالقصد بمقابلہ عوض کے واجب ہی کذا فی الطحطاوی مطلقا سواء امکن التحرز عنہ ام لا ھلک معھا شیء اولا لحدیث الدار قطنی لیس علی المستودع غیر المغل ضمان ہلاک ودیعت سے مطلقا ضمان نہین خواہ ہلاک سے بچاو ممکن ہو یا نہ ہو کوئی چیز ودیعت کے ساتھ تلف ہوا ہو یا نہ بدلیل حدیث دار قطنی کہ ودیعت قبول کرنیوالے غیر خائن پر تاوان نہین واشتراط الضمان علی الامین کالحمامی والخانی باطل بہ یفتی خلاصہ وصدر الشریعۃ اور تاوان کا شرط کر لینا امانت دار پر چنانچہ حمامی اور مسافر خانے والے پر باطل ہی اسیکا فتوی ہی کذا فی الخلاصۃ وصدر الشریعۃ وللمودع حفظھا بنفسہ وعیالہ کما لہ اور ودیعت قبول کرنیو

جائز ہے حفاظت کرنا ودیعت کا بذات خود اور اپنے عیال سے اپنے مال کیطرح وھم من یسکن معہ حقیقۃ او حکما لا من یمونہ اور وہ یعنی مستودع کے عیال وہ لوگ ہین جو اسکے ساتھ رہتے ہون حقیقۃً یا حکماً نہ وہ لوگ اسکے عیال ہین جنکو وہ نفقہ دیتا ہو ہم یعنی عیال سے مراد وہ لوگ ہین جو اسکے ساتھ رہتے ہون خواہ نان نفقہ مین شریک ہون یا نہون مگر زوجہ اور ولد صغیر مین مساکنت حقیقی ضرور نہین تو بموجب اس تفسیر کے اگر مستودع ودیعت اس اجنبی کو دے جو اسکے ساتھ رہتا ہے تو اسپر تاوان لازم نہوگا خلاصہ مین ہے کہ مستودع کہین گیا اور کنجی اپنے مکان کی غیر کو دیگیا پھر جب اپنے گھر مین آیا تو ودیعت کو نہ پایا تو اسپر تاوان نہین کیونکہ کنجی دیجانے سے دوسرے کے ہاتھ مین گھر کو نہین کر گیا کذا فی الطحطاوی فلو دفعہا لولدہ الممیز او زوجتہ ولا یسکن معہما ولا ینفق علیہما لم یضمن خلاصۃ تو اگر امانت دار نے اپنے ولد صغیر ممیز اور اپنی زوجہ کو ودیعت دی اور حالانکہ وہ شخص ان دونون کے ساتھ نہین رہتا اور انکو نفقہ نہین دیتا تو اسپر تاوان نہوگا کذا فی الخلاصہ ھم یہ تفریع ہے سکونت حکمی پر اسواسطے اولاد صغیر اور زوجہ اگرچہ دوسرے گھر مین رہتے ہون مگر وہ دونون در حکم مسکن زوج اور باپ کے ہین اور یہی حکم ہے غلام کا لیکن والدین مین شرط ہے کہ حفاظت ودیعت پر قادر ہو کذا فی الطحطاوی وکذا لو دفعتہا لزوجہا لان العبرۃ للمساکنۃ لا للنفقۃ وقیل یعتبران معا عینی اور اسی طرح ضمان نہین اگر زوجہ اپنے زوج کو ودیعت غیر شخص کی دے اسواسطے کہ باہم سکونت کا اعتبار ہے نہ نفقہ دینے کا اور قول ضعیف یہ ہے کہ باہم سکونت اور نفقہ دونون معتبر ہین عیال ہونے مین کذا فی العینی وشرط کونہ ای من فی عیالہ امینا فلو علم خیانتہ ضمن خلاصۃ اور اسکے عیال کا امانت دار ہونا شرط ہے دفع ودیعت مین تو اگر کسی سے کسیکی خیانت اور دغابازی معلوم ہوا اور پھر اسکو ودیعت غیر کی سپرد کرے تو اسپر تاوان لازم ہوگا یعنی در صورت بالا کذا فی الخلاصہ ھم دو صورتون مین تاوان نہین جبکہ امانتداری معلوم ہو اور جبکہ مطلق اسکا حال معلوم نہو وجاز لمن فی عیالہ الدفع لمن فی عیالہ اور جو شخص کہ مستودع کی عیال مین ہے اسکو جائز ہے دینا ودیعت کا اپنی عیال کو ولو نہاہ عن الدفع الی بعض من فی عیالہ فدفع الیہ ان وجد بدا منہ بان کان لہ عیال غیرہ ابن ملک ضمن والا لا اور اگر مالک نے مستودع کو اسکی بعض عیال کے دینے سے منع کر دیا پھر اسنے اسی شخص کو ودیعت سپرد کی تو اگر اسکو اسکے دینے کی ضرورت نہو اسطرح پر کہ اسکی عیال مین سوائے اس شخص کے اور شخص بھی ہے کذا ذکرہ ابن ملک تو اسپر تاوان آویگا اور اگر وہ ناچار ہو یعنی اسکے سوا دوسرا شخص اسکی عیال مین نہو تو اسکے دینے سے تاوان نہ آویگا وان حفظہا بغیرہم ضمن وعن محمد ان حفظہا بمن یحفظ مالہ کوکیلہ وماذونہ وشریکہ مفاوضۃ وعنانا جاز وعلیہ الفتوی ابن ملک واعتمدہ ابن الکمال وغیرہ واقرہ المصنف اور اگر مستودع نے ودیعت کی حفاظت کروائی اور لوگون سے سوائے عیال کے تو اسپر تاوان آویگا اور محمد سے روایت ہے کہ اگر حفاظت کروائی ان لوگون سے جن سے اپنے مال کی حفاظت کرواتا ہے جیسا کہ اسکا وکیل اور غلام ماذون اور اسکا شریک مفاوض اور شریک عنان تو جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا صرح بہ ابن ملک اور اعتماد کیا ہے اسپر ابن کمال نے ایضاح و اصلاح مین اور اسکے سوا اور علما نے بھی اسی قول پر اعتماد کیا ہے اور مصنف رح نے اپنی شرح مین اس قول کو ثابت رکھا ہے ھم نہایہ مین یہ فتوی تمرتاشی کیطرف منسوب ہے اور تمرتاشی نے اسکی نسبت حلوانی کیطرف کی ہے ولہذا تحفہ مین حفظ ودیعت مین عیال کو شرط نہین کیا بلکہ یون کہا ہے کہ مودع ودیعت کی اسطرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا خاف الحرق والغرق وکان غالبا محیطا فلو غیر محیط ضمن فسلمہا الی جارہ او الی فلک آخر غیر عیال کے دینے مین تاوان ہے مگر جبکہ مستودع آگ کے جلنے سے یا پانی کے غرق کر دینے سے ڈرے اور حرق اور غرق غالب یعنی بکثرت اور مستودع کے مکانات منزل کو محیط ہون تو اس حالت مین وہ اپنے پڑوسی کو یا دوسرے کشتی والونکو ودیعت سپرد کرے تو تاوان نہین تو اگر حرق اور غرق محیط نہو تو غیر کے دینے سے تاوان اسپر آویگا ھم حموی نے کہا یہ ضرور ہے کہ حرق اور غرق منزل مودع کو محیط ہو قہستانی نے کہا دہ آتش زنی مراد ہے جو جمیع مکانات دار کو محیط ہو کذا فی الطحطاوی الا اذا امکنہ دفعہا لمن فی عیالہ او القاہا فوقعت فی البحر ابتداء او بالتدحرج ضمن یعنی خوف حرق یا غرق مین تاوان نہین مگر جبکہ مستودع کو اس حالت مین اپنی عیال کو ودیعت سپرد کرنا ممکن ہو یا ودیعت کو اسنے ناؤ پر سے پھینکدیا ہو سو وہ پہلے سے دریا مین گر پڑے یا ڈھلک کر گر پڑے تو اسپر تاوان آویگا کذا فی الزیلعی یعنی اسواسطے کہ اسکے فعل سے اتلاف حاصل ہوا

فان ادعاه ای الدفع بعارض آخر صدق ای علیه دفعه ای الحرق ببیته ای بدار المودع سو اگر مستودع نے ودیعت دینے کا اپنے ہمسایہ کو یا دوسری کشتی میں رکھنے کا دعویٰ کیا تو اسکے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ اسکے گھر کا آگ لگنا معلوم ہو اور اسی طرح وقوع غرق دریا ثابت ہو الا یعلم وقوع الحرق فی دارہ لا یصدق الا ببینۃ یحصل بین کلامی الخلاصۃ والهدایۃ التوفیق وباللہ التوفیق و اگر اسکے گھر میں وقوع آتش زنی معلوم نہو تو اسکے قول کی تصدیق نہوگی مگر گواہوں سے تو اس تقریر سے خلاصہ کے اور ہدایہ کے کلام میں توفیق حاصل ہوگئی یعنے اختلاف زائل ہوگیا اور خدا ہی کی جانب سے توفیق ہے ضمیر کہتا ہے خلاصہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب وقوع آتش زنی اسکے گھر میں معلوم ہو تو اسکا قول مقبول ہے اور نہیں تو مقبول نہیں اور ہدایہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اسکی تصدیق نہوگی مگر شہادت سے انتہی تو اگر ہدایہ کی عبارت کو عدم علم وقوع حریق پر محمول کیجیے تو دونوں عبارتوں کا اختلاف رفع ہوتا ہے اور یہ توفیق ذخیرہ میں منقول ہے منتقی سے ولو منعه الودیعۃ ظلما بعد طلبه لو دیعته فلو لم یحملها الیه لم یضمن ابن ملک بنفسه ولو حکما کوکیله بخلاف رسوله ولو بعلامۃ منه علی الظاهر قادرا علی تسلیمها ضمن اور اگر مستودع نے مالک کو ودیعت نہ دی اور ظلم کے بعد خواہش کرنے مالک کے رد ودیعت کو بذات خود اگرچہ خواہش ذاتی حکمی ہو جیسا کہ اسکے وکیل کی طلبگاری حالانکہ مستودع تسلیم ودیعت پر قادر ہے تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر مالک کی طرف اٹھا لیجانے کے سبب سے منع ودیعت صادر ہو تو تاوان نہ دیگا کذا ذکرہ ابن ملک بخلاف پیام رسان یعنے اگر مالک کا فرستادہ طلب ودیعت کرے تو اسکے نہ دینے سے تاوان نہیں اگرچہ مالک کی جانب سے کوئی نشانی لایا ہو بنا بر ظاہر الروایۃ کے فلا ای ان کان عاجزا او خاف علی نفسه او ماله بان کان مدفونا معها ابن ملک لا یضمن کطلب الظالم اور اگر تسلیم ودیعت پر قادر نہو اسطرح پر کہ عاجز ہو یا ڈرتا ہو اپنی جان یا مال پر اسطرح پر کہ مستودع کا مال ودیعت کے ساتھ گڑا ہو کذا ذکرہ ابن ملک تو منع سے تاوان نہ دیگا جیسے طلبگاری مالک جفا کار کے نہ دینے میں تاوان نہیں ہم محیط میں ہے کہ اگر ایام فتنہ و فساد میں ودیعت مانگی اور اسنے کہا کہ میں اسوقت میں اسپر قادر نہیں ہوں اسواسطے کہ دور رکھی ہے یا وقت تنگ ہے پھر اسکی طرف غارت واقع ہوئی سو مستودع بولا کہ ودیعت بھی لٹ گئی تو اسپر تاوان نہیں اور اسکا قول مقبول ہے انتہی مالک ظالم کی صورت یہ ہے کہ مالک نے اپنی ودیعت مانگی ظلم کرنے کے واسطے تو نہ دینے میں تاوان نہیں یعنے اگر بعد منع ودیعت ضائع ہو تو تاوان نہیں اور اسی طرح اگر مولے اپنے غلام ماذون یا غیر ماذون کی ودیعت مانگے تو منع ظلم نہیں اس احتمال سے کہ شاید وہ مال غیر مولی کا ہو کذا فی الطحطاوی فلو کانت الودیعۃ سیفا اراد صاحبه ان یاخذه لیضرب به رجلا فله المنع من الدفع الی ان یعلم انه ترک الرای الاول وانه ینتفع به علی وجه مباح جواهر تو اگر ودیعت تلوار ہو مالک اسکا چاہتا ہو کہ اسکو لیکر کسی مرد کو اس سے ناحق قتل کرے تو اسکو تلوار کا نہ دینا جائز ہے یہاں تک کہ اسکو معلوم ہوجائے کہ مالک نے پہلی تجویز یعنے قتل ناحق کو ترک کر دیا اور وہ تلوار سے منتفع ہوگا بطریق مباح کے کذا فی الجواهر کما لو ادعت امرأۃ کتابا فیه اقرار منها للزوج بمال او بقبض مهرها منه فله منعها لئلا یذهب حق الزوج خانیه چنانچہ ایک عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی جسمیں عورت کا اقرار ہے زوج کے مال کا یا مہر لے چکنے کا تو مستودع کو جائز ہے کہ دستاویز عورت کو نہ دے تاکہ زوج کا حق نہ جاتا رہے کذا فی الخانیہ ومنه من المنع ظلما موته ای موت المودع مجهلا فانه یضمن بتصیرها دینا فی ترکته ومنجملہ منع ناحق سے یہ ہے کہ مرجانا مستودع کا بلا بیان ودیعت سو اسپر تاوان آویگا تو ودیعت مذکورہ دین ہو جائیگی اسکے ترکہ میں ہم جب بیان نکرے یا کہے میرے پاس فلانے شخص کی ودیعت ہے تو وہ مستہلک ٹھہرا اس تجہیل سے اور عدم بیان سے لہذا تاوان اسپر لازم آیا الا اذا علم ان وارثه یعلمها فلا ضمان مگر جبکہ مورث جانتا ہو کہ میرا وارث اس ودیعت کو جانتا ہے تو عدم بیان سے تاوان نہیں ولو قال الوارث انا علمتها وانکر الطالب ان فسرها وقال هی کذا وانا علمتها وهلکت صدق اور اگر مستودع کے وارث نے کہا کہ میں ودیعت کو جانتا ہوں اور مالک طالب اسکا منکر ہو تو اگر وارث ودیعت کو کھول کر بیان کرے اور یہ کہے کہ فلانی چیز ودیعت ہے

اور یہ اسلئے جانتا تھا اور وہ تلف ہوگئی تو وارث کی تصدیق ہوگی یعنی مورث پر تاوان نہ آویگا ھٰذا وما لو کانت عندہ سواء الا فی مسئلۃ وھی ان الوارث اذا دل السارق علی الودیعۃ لا یضمن والمودع اذا دل ضمن خلاصہ یعنی ودیعت کا وارث کے پاس ہونا اور مورث کے پاس ہونا دونوں برابر ہیں عدم ضمان میں درصورت عدم تعدی مگر ایک مسئلے میں برابر نہیں وہ مسئلہ یہ ہے کہ وارث جب سارق کو ودیعت بتادے تو اسپر تاوان نہیں اور ودیعت کا قبول کرنے والا جب سارق کو بتادیگا تو تاوان دیگا کذا فی الخلاصۃ الا اذا منعہ من الاخذ حال الاخذ مگر جب کہ مستودع سارق کو روک دے ودیعت کے لینے سے لینے کے وقت یعنی اول اسنے ودیعت سارق کو بتادی پھر سارق جب لینے آیا تو اسنے لینے سے روکا سو سارق زبردستی سے لیگیا تو اسپر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن الخلاصۃ کما فی سائر الامانات فانہا تنقلب مضمونۃ بالموت عن تجہیل کشریک ومفاوض چنانچہ ودیعت کے سوا اور باقی امانات منقلب بضمان ہوجاتی ہیں یعنے انکا تاوان لازم ہوجاتا ہے امین کی موت بلا بیان سے شریک اور مفاوض کی موت کے مانند ھم عطف مفاوض کا شریک پر خاص کا عطف ہے عام پر الا فی ثلث علی ما فی الاشباہ مگر تین مسئلوں میں موت بلا بیان سے تاوان نہیں کذا فی الاشباہ منھا ناظر اودع غلات الوقف ثم مات مجہلا فلا ضمان منجملہ مسائل عشرہ ایک یہ ہے کہ ناظر نے غلات یعنی حاصلات وقف کو ودیعت رکھا کسی شخص کے پاس پھر بلا بیان ودیعت مرگیا تو اسپر تاوان نہیں قیدہ بالغلۃ لان الناظر لو مات مجہلا لمال البدل ضمنہ اشباہ ای بثمن الارض المستبدل بہ قلت فلتعیین الوقف بالاولی کالدراھم الموقوفۃ علی القول بجوازہ قالہ المصنف واقرہ ابنہ فی الزواھر وقید موتہ فجأۃ بحثا بالفجأۃ فلو بمرض ونحوہ ضمن لتمکنہ من بیانہا فحیث مات ولم یبینہا فقد ظلمہا فیضمن ثم ملخصا فی انفع الوسائل ثم مصنف رح نے حاصلات وقف کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر ناظر مرجاے بلا بیان بدل وقف کے تو اسپر اسکا تاوان آویگا کذا فی الاشباہ مال بدل یعنی وقف کی بدلی ہوئی زمین کا ثمن میں کہتا ہوں تو عین وقف کی تجہیل سے بطریق اولی اسپر تاوان ہوگا چنانچہ دراہم وقفی کی تجہیل جواز وقف دراہم کے قول پر البتہ یہ کہا ہے مصنف رح نے اپنی شرح متن میں اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف رح کے بیٹے شیخ صالح نے زواہر حاشیہ اشباہ میں اور صاحب زواہر نے موت ناظر میں ناگہانی موت کی قید لگائی بحث کی راہ سے ۔ اسی سبب سے جب اگر ناظر کی موت مرض وغیرہ سے ہو تو تجہیل سے تاوان اسپر آویگا بسبب قادر ہونے ناظر کے بیان ودیعت پر تو ناظر ناحق مانع ودیعت کا ٹھہرا تو تاوان دیگا اور صاحب زواہر نے اسکو دکھایا ہے جسکی انفع الوسائل میں طرطوسی نے بحث کی ہے تو خبردار رہو ہم مصنف رح کا کلام عام ہے غلات مسجد اور غلات مستحقین وقف میں اور علامہ بیری نے کہا غلات مسجد کی تجہیل میں تاوان نہیں اور غلات مستحقین کی تجہیل میں تاوان ہے اور طرسوسی نے غلات مستحقین میں من حیث البحث تفصیل کی ہے کہ اگر مستحقین نے ناظر سے مال مانگا ہو اور اسنے تاخیر کی ہو اور بلا بیان مرگیا ہو تو اسپر تاوان ہے اور نہیں تو یوں کہنا لائق ہے کہ اگر ناظر محمود بین الناس اور دیانت دار ہو تو تاوان نہیں شیخ صالح نے کہا کہ جب بلا بیان مرگیا تو بنا لم تقصیر دار ٹھہرا خواہ مستحق نے طلب کیا ہو یا نکیا ہو تو اسپر تاوان ہے اور اگر وہ محمود ہوتا تو قبل موت اپنی گلو خلاصی کرتا تو بہتر وہی قول ہے جسپر مشائخ اعلام ہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ومنہا قاض مات مجہلا لاموال الیتامی زاد فی الاشباہ عند من اودعہا ولا یدری منہ لانہ لو وضعہا فی بیتہ ومات مجہلا ضمن لانہ مودع بخلاف ما لو اودع غیرہ لان للقاضی ولایۃ ایداع مال الیتیم علی المعتمد کما فی تنویر البصائر فلیحفظ اور از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ قاضی بلا بیان اموال یتامی مرگیا اشباہ میں اسقدر زیادہ ہے کہ قاضی اسکے بلا بیان مرگیا کہ یتیم کا مال کسکے پاس اسنے ودیعت رکھا اور یہ قید ضروری ہے اسواسطے کہ اگر قاضی مال یتامی کا اپنے گھر میں رکھے اور بلا بیان مرجاے تو اسپر تاوان ہوگا اسواسطے کہ وہ مودع ہے بخلاف اسصورت کے کہ اسنے غیر شخص کے پاس ودیعت سپرد کی اسواسطے کہ قاضی کو ایداع مال یتیم کی ولایت ہے یہی قول معتمد ہے کذا فی التنویر البصائر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ومنہا سلطان اودع بعض الغنیمۃ عند غاز ثم مات مجہلا اور از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ سلطان نے غنیمت کا بعض مال غازی کے پاس ودیعت رکھا پھر بلا بیان مرگیا تو سلطان پر ضمان نہیں ہم اور از انجملہ وصی ہے جبکہ بلا بیان مرجائے اور از انجملہ باپ ہے جبکہ بلا بیان مال صغیر مرجاے اور از انجملہ وارث ہے جبکہ بلا بیان مرجائے کہ اسنے مورث کے پاس کیا ودیعت رکھا تھا اور از انجملہ اس شخص کی موت بلا بیان ہے جسکے گھر میں آندھی سے اوڑکر کوئی چیز گر پڑی اور از انجملہ موت غلام ہے بلا بیان یعنی اسکے مولے نے اسکے گھر میں کون چیز ودیعت رکھی اور از انجملہ موت صغیر ہے بلا بیان ودیعت غیر کے سو انمیں تاوان نہیں

امین پر کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ (ولیس منها مسئلۃ احد المتفاوضین علی المعتمد لما نقله المصنف هنا وفی الشرکۃ عن وقف الخانیۃ ان الصواب انه یضمن نصیب شریکه بموته مجهلا وحینئذ فعده غلط قلت واقره محشوها فبقی المستثنی تسعۃ فلیحفظ اور منجملہ مسائل کو دہ کے نہین ہے مسئلہ احد المتفاوضین کا بر قول معتمد اسواسطے کہ مصنف رحمہ نے اپنی شرح مین یہان یعنے کتاب الودیعہ مین اور کتاب الشرکۃ مین خانیہ کی کتاب الوقف سے نقل کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ شریک مفاوض تاوان دیگا اپنے شریک کے حصہ کا اپنی موت بلابیان سے اور اسکا مخالف قول غلط ہے مین کہتا ہون اور اشباہ کے محشیون نے اس تصویب کو ثابت رکھا ہے تو مستثنے نو مسئلے باقی رہ گئے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی صاحب اشباہ نے دس مسئلے مستثنے کیے تھے جنمین امین کی موت بلابیان سے تاوان نہین آتا اور منجملہ مسائل عشرہ شریک مفاوض بھی تھا پھر جب شریک پر ضمان حق ٹھہرا تو فقط نو مسئلے مستثنے باقی رہ گئے وزاد الشرنبلالی فی شرحه للوهبانیة علی العشرة تسعة الجد ووصیه ووصی القاضی وستة من المحجورین لان الحجر یشمل سبعة فانه لصغر ورق وجنون وغفلة ودین وسفه وعته اور شرنبلالی نے اپنی شرح وہبانیہ مین مسائل عشرہ پر نو مسئلے اور زیادہ کیے ہین یعنی دادا اور اسکا وصی اور قاضی کا وصی اور چھ شخص محجورین سے اسواسطے کہ حجر یعنے منع تصرف سات شخصون کو شامل ہے کیونکہ حجر بسبب طفلی اور رقیت اور جنون اور غفلت اور دین اور سفاہت اور نقصان عقل سے ہوتا ہے چونکہ صغیر اشباہ مین مذکور ہے تو محجورین سے چھ شخص باقی رہ گئے والمعتوہ کالصبی فان بلغ ثم مات لا یضمن الا ان یشهد انها کانت فی یده بعد بلوغه لزوال المانع وهو الصبا اور معتوہ یعنی ناقص العقل صغیر کے مانند ہے اور اگر صغیر بالغ ہو بعد بلابیان مر جاوے تو اسپر ضمان نہین مگر جسبکہ گواہ یہ گواہی دین کہ ودیعت اسکے ہاتھ مین تھی بعد اسکے بالغ ہو جانے کے بسبب دور ہو جانے مانع ضمان کے یعنی طفلی نہ رہی بعد بلوغ کے جو مانع تھی ضمان کی فان کان الصبی والمعتوہ ماذونا لهما ضمنا ما قبل البلوغ والافاقة ضمنا کذا فی شرح جامع الوجیز سے اگر صغیر اور معتوہ ماذون ہون یعنے ماذون فی التجارۃ ہون کذا فی خزانۃ الاکمل یا ماذون ہون قبول ودیعت مین کما فی الوجیز پھر دونون مر جاوین قبل بلوغ اور ہوشیاری کے تو انپر تاوان آویگا کذا فی شرح الجامع الوجیز ہم جامع سے جامع کبیر مراد ہے اور وجیز نام ہے اسکی شرح کا کذا فی الطحطاوی قال فتم سبعة عشر ونظمها لطیفا فی بیتی الوهبانیة ببیتین شرنبلالی نے کہا تو سترہ مسئلے اٹھارہ کو پہونچ گئے اور شرنبلالی نے دو بیتین نظم کین وہبانیہ کی دو بیتون سے منضم کرکے وہی یہ اشعار ہین اشعار وکل امین مات والعین تجهل + وما وجدت عینا فدینا تصیر + سوی متولی الوقف ثم مفاوض ومودع مال الغنم وهو المؤمر اور وہ چارون بیتین یہ ہین کہ جو امین مرگیا اور عین کا وہ حافظ اور جامع تھا اور جو امانت کہ اسکے پاس تھی اور شخص پائی گئی تو وہ امانت دین ہو جاتی ہے اسکے ترکہ مین سوا متولی وقف کے پھر سوا شریک مفاوض کے اور سوا مال غنیمت کے مودع کے اور مودع بالکسر سے مراد امیر لشکر ہے ہم ذکر کر چکے کہ شریک مفاوض کو ان مسائل پر شمار کرنا غلط ہے اشعار وصاحب دار القت الریح مثل ما + لو القاه ملاک بالبس بشعر کذا والد الجد وقاضی وصیهم + جمیعا ومحجور فوارث تسیطرا اور وہ صاحب خانہ جسکے گھر مین ہوا نے کچھ ڈال دیا مانند اس صورت کے کہ مالک مال نے اپنا مال گھر مین ڈال دیا اور صاحب خانہ اس سے بے خبر ہین اسی طرح والد اور دادا اور قاضی اور ان سبھون کے وصی اور شخص محجور التصرف پھر اسکے وارث تو یہ ہم محجور انواع سبعہ مذکورہ کو شامل ہے تو یہ سب انکا مع امین ہیں جنکی موت بلابیان سے تاوان نہین آتا ولو خلطها المودع بجنسها او بغیره بماله او مال آخر ابن کمال بغیر اذن المالك بحیث لا تتمیز الا بکلفة کحنطة بشعیر ودراهم جیاد بزیوف مجتبی ضمنها لاستهلاکه بالخلط اور اسی طرح اگر مودع نے ودیعت کے ساتھ ہمجنس ودیعت یا غیر جنس کو ملایا خواہ اپنے مال سے ملایا یا غیر شخص کے مال سے کذا ذکرہ ابن کمال بغیر اذن مالک کے ملایا اس طور کہ ودیعت جدا نہین ہوسکتی مگر مشقت سے جیسا کہ گیہون کا ملانا جو کے ساتھ اور کھرے درمون کا ملانا کھوٹے درمون کے ساتھ کذا فی المجتبی تو مودع اس ودیعت کا تاوان دیگا بسبب تلف کردینے ودیعت کے ملا دینے سے اور امام رحمہ کے نزدیک خلط استہلاک ہے لہذا اسپر ضمان لازم ہے خواہ خلط بطریق مجاورت کے ہو جیسا کہ گیہون کا خلط گیہون کے ساتھ خواہ خلط بطور ممازجت کے ہو جیسا کہ خلط مائع کا مائع سے جیسے تل کا تیل سے یا سرکے کا سرکے سے لکن لا یباح تناولها قبل اداء الضمان

لیکن ودیعت مخلوطہ کا تناول اور استعمال جائز نہیں قبل ادائے تاوان کے وصح الابراء اور صحیح ہے معاف کرنا یعنی اگر مالک نے مودع کو معاف کر دیے تو صحیح ہے اور وہ اسکے
حق میں اور دین سے ساقط ہوگا اسواسطے کذا فی البحر وخلطہ بردی ضمینۃ لانہ عیبۃ وبعکسہ شریک لعدمہ تعدیہ اور اگر جید کے ساتھ ردی کو ملایا تو
جید کا تاوان دیگا اسواسطے کہ اسنے اسکو عیب دار کر دیا اور اسکے برعکس میں یعنی اگر مودع نے ردی ودیعت کے ساتھ جید کو ملایا تو مودع شریک ہوگا اسکا سبب نہ ہونے تعدی کے کذا فی المجتبے
وان باذنہ اشترکا شرکۃ املاک کما لو اختلطت بغیر صنعہ کان انشق الکیس لعدم التعدی اور اگر ملاوے ودیعت کو ساتھ مالک کے اذن سے ہو تو مالک اور
مودع شریک ہونگے بشرکت املاک چنانچہ اگر ودیعت ملجائے بغیر صنعت مودع کے جیسے تھیلی درہموں کی پھٹ گئی اور ودیعت کے درہم مودع کے درہموں کے ساتھ
مل گئے تو دونوں شریک ٹھہرینگے اور مودع پر ضمان لازم ہوگا عدم تعدی کے سبب ولو خلطہا غیر المودع ضمن الخالط ولو صغیرا ولا یضمن ابوہ
خلاصہ اور اگر ودیعت کو مودع کے سوا کسی اور شخص نے ملاوے تو ملانے والے پر تاوان آویگا اگرچہ وہ صغیر نابالغ ہو اور صغیر کے باپ پر تاوان نہ آویگا کذا فی الخلاصہ ولو
انفق بعضہا فرد مثلہ فخلطہ بالباقی خلطا لا یتمیز ضمن الکل لخلطہ مالہ بہا اور اگر مودع نے بعض ودیعت خرچ کر ڈالی سو برابر اسکے پھر دی
پھر اسکو باقی ودیعت کے ساتھ اسطرح ملا دیا کہ باقی علیحدہ نہیں ہو سکتی اس خلط کرنے کے ساتھ تو تمام ودیعت کا تاوان اسپر لازم ہوگا بسبب مخلوط کرنے اپنے مال کے ودیعت
کے ساتھ ضمان کل اسواسطے لازم ہوا کہ بعض کا تاوان آیا خرچ کرنے کے سبب اور بعض باقی کا خلط کرنیسے تو وہ متعدی ہوا اتفاق سے اور جو اسنے پھیر دیا وہ اسکی ملک
باقی ہے کذا فی البحر فلو تمیز او انفق ولم یرد او اودع دراہم فی کیسین فانفق احدہما ضمن ما انفق فقط اور اگر باقی ودیعت کی تمیز
اور جدائی ہو سکتی ہو یا اسنے بعض ودیعت خرچ کی اور پھر اس میں داخل نہیں کی یا اسکے پاس دو ودیعتیں رکھی ہیں سو اسنے ایک ودیعت خرچ کر ڈالی تو فقط
اسکا تاوان دے جتنا اسنے خرچ کر دیا الا کذا فی المجتبے وہذا اذا لم یضرہ التبعیض اور یہ یعنی ضمان بقدر انفاق اسوقت ہے جب کہ بعض کا خرچ کرنا
ودیعت کو ضرر نہ کرتا ہو ھم یہ جو ترجمہ ہے انفاق اور عدم رد سے بحر الرائق میں ہے وشل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر رد نہ کریگا تو فقط اسی قدر کا ضامن ہوگا جتنا اسنے خرچ
کیا اسواسطے کہ وہ باقی ودیعت کا حافظ ہے اور اس میں کچھ عیب نہیں لگ گیا اسواسطے کہ وہ اس قسم سے ہے جسکو تبعیض مضر نہیں اسواسطے کہ گفتگو اس میں ہے جبکہ ودیعت درہم
یا دنانیر یا کیلی یا وزنی ہو انتہی اور میں نے یہ شرح نہیں دیکھا اور جب اس ودیعت کو خرچ کرے جسکو تبعیض مضر ہے کہ اسمیں تمام کا تاوان ہے یا بقدر اخذ اور نقصان باقی کا
تاوان اسکی پھر کر رہا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی واذا تعدی علیہا فلبس ثوبا ورکب دابۃ او اخذ بعضہا ثم رد عینہ الی یدہ حتی زال التعدی زال
ما یؤدی الی الضمان اور جبکہ اسنے ودیعت پر تعدی کی سو ودیعت کا کپڑا پہن لیا یا اسکے جانور پر سواری کی یا بعض ودیعت نکال لی پھر بعینہ ودیعت پھیری
اپنے قبضہ اور حفظ میں پھیرنا یہاں تک کہ تعدی زائل ہو گئی تو وہ چیز دور ہو گئی جو تاوان کیطرف مودی ہے یعنی تعدی رد کرنے سے دور ہو گئی جو تاوان کی موجب تھی اذا لم
تکن من نیتہ العود الیہ اشباہ من شرط النیۃ تو ودیعت سے تاوان زائل ہوتا ہے جبکہ اسکی نیت میں اسکی طرف عود کرنیکا ارادہ نہ ہو چنانچہ اشباہ میں ہے شرط
نیت کے بیان میں ہے کہ اگر ودیعت کا کپڑا پہنا اور رات کو اتار رکھا اور اسکا ارادہ ہے کہ اسکو دن میں پھر پہنونگا پھر وہ رات میں چوری گیا تو وہ تاوان سے بری ہوگا کذا فی
الطحطاوی من جنایات البحر بخلاف المستعیر والمستاجر فلو ازالا التعدی لم یبرآ لعملہما لانفسہما بخلاف مودع ووکیل بیع او حفظ او اجارۃ او استئجار
ومضارب ومستبضع وشریک عنان او مفاوضۃ ومستعیر لرہن اشباہ بخلاف مستعیر اور مستاجر کے تو اگر وہ دونوں تعدی زائل کر دیں تو بھی تاوان سے بری الذمہ
نہونگے اسواسطے کہ مستعیر اور مستاجر کا عمل اپنی ذات کی منفعت کیواسطے ہے بخلاف مودع اور بیع یا حفظ یا اجارہ یا استئجار کے وکیل کے اور مضارب اور مستبضع اور شریک
عنان یا شریک مفاوضہ کے اور اس شخص کے جسنے کوئی چیز عاریت لی گرو رکھنے کیواسطے کذا فی الاشباہ ھم تعدی مستاجر کی یہ صورت ہے کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک
پھر وہاں سے آگے بڑھگیا پھر اسی مکان میں پلٹ آیا تو اگر جانور تلف ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وکیل بیع کی تعدی یہ صورت ہے کہ جس
کپڑے کی بیع کا وہ وکیل ہوا اسکو پہنا پھر ترک استعمال کیا پھر وہ ضائع ہو گیا تو اسپر تاوان نہیں اور وکیل استیجار کی یہ صورت ہے کہ موکل نے وکیل کو درہم دیئے کہ ایک گھر اسکو کرایہ

لے مے سو وکیل نے دکان کے کرایہ مین درہم دیئے پھر پھیر لیے بعینہا سو وہ تلف ہوگئے تو تاوان نہین اور مستعیر رہن کی یہ صورت ہی کہ غلام یا جانور کو عاریت لیا تا اسکو گرو رکھے پھر غلام سے خدمت لی یا جانور پر سواری کی گرو رکھنے سے پہلے پھر اُسکو اُتنے مال پر جو اُسکی قیمت کے برابر گرو رکھا پھر اُسنے مال ادا کیا اور غلام یا جانور کو نہ چھوڑا یہان تک کہ غلام یا جانور تلف ہوگیا مرتہن کے پاس تو راہن پر ضمان نہین اور اس مسئلے مین یہ قید ضرور ہی کہ تعدی کے بعد رہن بھی رکھے تو اگر تعدی کے بعد رہن نرکھیگا اور وہ ضائع ہوگا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور وہ داخل ہوگا اس مسئلے مین جو متن مین مذکور ہی اور یہ مسئلہ مستثنی ہی مسئلہ مستعیر سے جو متن مین مذکور ہی چنانچہ مصنف رح نے اپنی شرح مین بیان کیا ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً والحاصل ان الامین اذا تعدی ثم ازالہ لا یزول الضمان الا فی ہذہ العشرۃ اور حاصل مقام یہ ہی کہ امانتدار جبکہ تعدی کرے پھر تعدی کو ہٹا دے تو اسپر تاوان زائل نہین مگر ان دس مسائل مین تاوان زائل ہوجاتا ہی لان یدہ کید المالک مودع پر بعد ازالہ تعدی تاوان اسواسطے نہین کہ مودع کا ہاتھ اور قبضہ مالک کے قبضے کے مانند ہی ہم طحطاوی نے کہا یہ علت ہی مسائل ودیعت کی جو متن مین مذکور ہی انتہے اور ایک نسخے مین یون ہی لان یدہم کید المالک یعنی اسواسطے تاوان نہین کہ اشخاص عشرہ کا قبضہ بمنزلہ مالک کے قبضے کے ہی اور یہی نسخہ مناسب مقام ہی واللہ اعلم ولو کذبہ فی عودہ للوفاق فالقول لہ وقیل للمودع عمادیہ اور اگر مالک مودع کی تکذیب کرے ازالہ تعدی مین تو اُسیکا قول یعنے مالک ہی کا قول معتبول ہی اور بعضون نے کہا مودع بالفتح کا قول مقبول ہی کذا فی العمادیہ وبخلاف اقرارہ بعد جحودہ ای جحود الایداع اور بخلاف اقرار کرنے مودع کے انکار ایداع کے بعد ہم یعنے مودع نے اول انکار کیا ایداع کا اسطرح کہ مالک سے کہا کہ تونے میرے پاس ودیعت نہین رکھی پھر ودیعت کا اقرار کیا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا لیکن چند شروط کے بعد جنکو مصنف رح آگے بیان کریگا حتی لو ادعی ہبۃ او بیعا لم یضمن خلاصہ تو اگر مودع ہبہ یا بیع کا دعوی کریگا تو تاوان نہ دیگا کذا فے الخلاصہ یعنی درصورت تلف ودیعت اُسپر تاوان نہ آویگا ہبہ یا بیع کے دعوی سے وقید بقولہ بعد طلب ربہا ردہا فلو سألہ عن حالہا فجحدہا فہلکت لم یضمن بحر مصنف رح نے اقرار بعد انکار مین یہ قید لگائی کہ ودیعت کے پھیر دینے کا مطالبہ مالک کے بعد انکار کیا ہو تو اگر مالک نے مودع سے ودیعت کا حال پوچھا کہ وہ کسطرح ہی سو اُسنے ودیعت کا انکار کیا پھر ودیعت تلف ہوگئی تو اُسپر تاوان نہین کذا فے البحر وقید بقولہ ونقلہا من مکانہا وقت الانکار ای حال جحودہ لانہ لو لم ینقلہا وقتہ فہلکت لم یضمن خلاصہ اور مصنف رح نے قید لگائی نقل کرنے ودیعت کی اُسکے مکان سے اپنے انکار کی حالت مین اسواسطے کہ اگر وقت انکار ودیعت کو وہان سے نہ اٹھا لیجاویگا پھر وہ تلف ہوگی تو اُسپر تاوان نہوگا کذا فے الخلاصہ ہم عدم نقل حالت انکار اسپر صادق ہی کہ مطلقاً نقل نہو یا بعد انکار یا قبل انکار کے نقل ہو طحطاوی نے کہا حالت انکار سے شاید مراد یہ ہی کہ انکار کے زمانے مین اُسنے نقل ودیعت کی اور یہ مراد نہین کہ وقت حقیقی انکار مین نقل واقع ہوئی اسواسطے کہ یہ صورت نادر الوجود ہی وقید بقولہ وکانت الودیعۃ منقولا لان العقار لا یضمن بالجحود عندہما خلافا لمحمد فی الاصح غصب الزیلعی اور مصنف نے قید لگائی کہ ودیعت مال منقول ہو اسواسطے کہ غیر منقول مین تاوان نہین انکار سے شیخین رحمہما اللہ تعالی کے نزدیک بخلاف محمد علیہ الرحمۃ کے قول اصح مین کذا فی کتاب الغصب من الزیلعی ہم طحطاوی نے کہا بعد اشتراط نقل ودیعت اس قید کی کچھ حاجت نتھی وقید بقولہ ولم یکن ہناک من یخاف منہ علیہا فلو کان لم یضمن لانہ من باب الحفظ اور قید لگائی کہ وہان یعنے انکار کے وقت ایسا شخص نہو جس کا خوف ہو ودیعت کے تلف کر ڈالنے کا تو اگر ایسا شخص ہوگا تو مودع پر انکار ودیعت سے تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ ایسے شخص کے سامنے انکار کرنا منجملہ حفاظت اور نگہبانی کے ہی وقید بقولہ ولم یحضرہا بعد جحودہا لانہ لو جحدہا ثم احضرہا فقال لہ ربہا دعہا ودیعۃ فان امکنہ اخذہا لم یضمن لانہ ایداع جدید والا ضمنہا لانہ لم یتم الرد اختیار اور قید لگائی کہ ودیعت کو بعد اسکے انکار کے مودع حاضر نکرے اسواسطے کہ اگر مودع انکار ودیعت کرے پھر اُسکو حاضر کرے سو اُسکا مالک اُس سے کہے کہ اسکو چھوڑ میرے پاس بطور ودیعت کے

تو اگر مودع نے ودیعت کے لینے پر مالک کو قادر کر دیا تو اُسپر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ یہ ایداع جدید ہے اور اگر مالک کو ودیعت کے لینے پر قادر نہ کیا تو مودع پر ودیعت کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ عدم تمکین سے پھیر دینا پورا ہوا کذا فی الاختیار وَقَیَّدَ بِقَوْلِهٖ لِمَالِکِھَا لِاَنَّهٗ لَوْ جَحَدَھَا لِغَیْرِہٖ لَمْ یَضْمَنْ لِاَنَّهٗ مِنَ الْحِفْظِ اور قید لگائی مصنف نے کہ مالک سے انکار ودیعت کرے اور کرے اسواسطے کہ اگر مالک کے سوا اور شخص سے مودع ودیعت کا انکار کریگا تو اُسپر تاوان نہ آویگا اسواسطے کہ غیر سے انکار کرنا منجملہ حفظ ودیعت ہے [illegible] ہے کہ اقرار بعد الانکار سے تاوان نہیں مگر سات شرطون سے تاوان لازم آتا ہے ۱ شرط یہ ہے کہ مطالبہ مالک کا بعد انکار کے ہو ۲ یہ کہ ودیعت کو نقل کر لیگیا ہو ۳ یہ کہ نشانہ انکار مین نقل ہوئی ہو ۴ یہ کہ ودیعت منقولات سے ہو ۵ یہ کہ انکار کے وقت وہ شخص نہو جسکے ضائع کر ڈالنے کا خوف ہو ۶ یہ کہ ودیعت کو انکار کرنے کے بعد سامنے نہ لاوے ۷ یہ کہ انکار مالک سے کیا ہو نہ غیر سے فَاِذَا تَمَّتْ ھٰذِہِ الشُّرُوْطُ لَمْ یَبْرَأْ بِاِقْرَارِہٖ اِلَّا بِعَقْدٍ جَدِیْدٍ وَلَمْ یُوْجَدْ پھر جبکہ یہ شروط سب پوری ہون تو مودع تاوان دینے سے بری الذمہ ہوگا اپنے اقرار کرنے سے مگر ایداع کا عقد جدید ہو اور حالانکہ عقد جدید موجود نہین وَلَوْ جَحَدَھَا ثُمَّ ادَّعٰی رَدَّھَا بَعْدَ ذٰلِکَ وَبَرْھَنَ عَلَیْهِ قُبِلَ وَبَرِئَ اور اگر مودع نے ودیعت کا انکار کیا پھر دعوی کیا کہ اُسنے ودیعت کو پھیر دیا بعد اسکے اور اُسپر گواہ لایا تو گواہی مقبول ہے اور تاوان سے بری ہوگا کَمَا لَوْ بَرْھَنَ اَنَّهٗ رَدَّھَا قَبْلَ الْجُحُوْدِ وَقَالَ غَلِطْتُ فِی الْجُحُوْدِ اَوْ نَسِیْتُ اَوْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ دَفَعْتُھَا قُبِلَ بُرْھَانُهٗ چنانچہ اگر گواہ لایا کہ اُسنے ودیعت پھیر دی انکار کرنے سے پہلے اور مودع نے کہا کہ مین نے انکار از راہ غلط کیا یا مین بھول گیا تھا یا مجھکو یہ گمان تھا کہ مین ودیعت کو دے چکا ہون تو یہان اُسکی حجت مقبول ہوگی وَلَوِ ادَّعٰی ھَلَاکَھَا قَبْلَ جُحُوْدِھَا حَلَفَ الْمَالِکُ مَا یَعْلَمُ ذٰلِکَ فَاِنْ حَلَفَ ضَمَّنَهٗ وَاِنْ نَکَلَ بَرِئَ کذا فی الدرایۃ منتقیٰ ہے اور اگر دعوی کیا ودیعت کے ہلاک ہونے کا قبل از انکار ودیعت کے تو مالک سے قسم لیجاویگی کہ وہ اُسکو یعنی ہلاک ودیعت کو نہین جانتا ہے سو اگر مالک قسم کھا جاوے تو مودع سے تاوان لے اور اگر مالک قسم نکھاوے تو مودع تاوان سے بری ہوگا اور یہی حال ہے عاریت کا کذا فی المنہاج ثم قاضی مالک سے اُسوقت قسم لیگا جب کہ مودع قسم کی درخواست کرے اور ودیعت کی [illegible] ہو اور نیز گواہ نہ ہون اسکے اور عاریت کی یہ صورت ہے کہ مستعیر نے ہلاک عاریت کا دعوی کیا قبل انکار کے تو قاضی مستعیر سے علم پر قسم لیگا کذا فی الطحطاوی وَیَضْمَنُ قِیْمَتَھَا یَوْمَ الْجُحُوْدِ اِنْ عُلِمَ وَاِلَّا فَیَوْمَ الْاِیْدَاعِ عَادِیَه اور انکار کے دن جو ودیعت کی قیمت ہوگی اُسکا تاوان لیا جاویگا اگر اُس دن کی قیمت معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو یوم الایداع کی قیمت کا تاوان لیا جاویگا کذا فی العمادیہ جَحَدَ الْمُضَارِبُ ثُمَّ اشْتَرٰی لَمْ یَضْمَنْ خَانِیَه اور اُس مضارب نے جسنے انکار کیا پھر خرید کیا تو اُسپر تاوان نہ آویگا کذا فی الخانیہ ثم منح الغفار مین خانیہ سے منقول ہے کہ مضارب نے جبکہ صاحب مال سے کہا کہ تو نے مجھکو کچھ نہین دیا پھر بولا کہ ہان دیا ہے مجھکو پھر مال سے کچھ خریدی تو وہ خریداری مضاربت پر ہوگی اور اگر مال ضائع ہوگا اُسکے پاس انکار کے بعد قبل خریدنے کے تو وہ ضامن ہے اور قیاس یہ ہے کہ وہ ہر حال مین ضامن ہو اور استحسان یون ہے کہ جب اُسنے انکار کیا پھر اقرار کیا پھر خریدی تو تاوان سے بری ہوگا اور اگر مضاربت کا انکار کریگا پھر خرید کریگا پھر اقرار کریگا تو وہ ضامن ہے اور متاع اُسکی ہوگی انتہی تو اگر شارح یون کہتا بخلاف مضارب جحد ثم اقر ثم اشتری لم یضمن تو ٹھیک ہوتا کذا فی الطحطاوی وَلِلْمُوْدَعِ السَّفَرُ بِھَا وَلَوْ لَھَا حَمْلٌ عِنْدَ عَدَمِ نَھْیِ الْمَالِکِ وَعَدَمِ الْخَوْفِ عَلَیْھَا بِالْاِخْرَاجِ اور مودع کو جائز ہے سفر مین لیجانا ودیعت کا درصورت نہ منع کر دینے مالک کے اور نہ خوف ہونے ودیعت پر نکالنے سے اگرچہ ودیعت کے لیجانے مین بار برداری کی حاجت ہو کذا فی الدرر ثم جوہرہ مین حمل کی تفسیر یون کی ہے کہ جسکے اُٹھانے مین جانور یا اجرت حمال کی حاجت ہو فَلَوْ نَھَاہُ اَوْ خَافَ فَاِنْ لَهٗ بُدٌّ مِنَ السَّفَرِ ضَمِنَ وَاِلَّا فَاِنْ سَافَرَ بِنَفْسِهٖ ضَمِنَ وَبِاَھْلِهٖ لَا اِتِّفَاقًا اور اگر مالک نے منع کیا سفر مین لیجانے سے منع کر دیا ہو یا راہ مین خطرہ ہو تو اگر مودع کو سفر کی ضرورت نہو اور باوجود اسکے سفر مین لیجاوے تو تاوان دیگا اور اگر سفر ضروری ہو تو اگر تنہا بذات خود سفر مین لیگیا تو تاوان دیگا اور اگر اپنے اہل و عیال کے ساتھ سفر مین لے گیا تو تاوان نہ دیگا کذا فی الاختیار وَلَوْ اَوْدَعَا شَیْئًا مِثْلِیًّا اَوْ قِیْمِیًّا لَمْ یَدْفَعِ الْمُوْدَعُ اِلٰی اَحَدِھِمَا حِصَّتَهٗ فِیْ غَیْبَةِ صَاحِبِهٖ اور اگر دو شخصون نے ایک چیز ودیعت رکھی خواہ وہ چیز مثلی ہو جیسا گیہون یا اور کیلی یا قیمت والی ہو جیسا کپڑا یا کتاب تو مودع کو جائز نہین ہے کہ اُن دونون مین سے ایک شخص کا حصہ دوسرے شخص کے پیچھے ہم قیمت والی کا عدم جواز دفع بالاجماع ہے اور مثلی مین صاحبین کا خلاف ہے چنانچہ نزدیک اُنکا

حصہ دینا جائز ہو تو وہ قُلْتُ يَنْبَغِي فِي الدُّرَرِ نَعَمْ فِي الْبَحْرِ الْاِسْتِحْسَانُ لَا ضَمَانَ هُوَ الْمُخْتَارُ اور اگر دوسرے کی غیبت میں ایک کا حصہ دیگا تو اسپر تاوان آویگا یا نہیں درر میں ہے کہ یہاں تاوان آویگا اور بحرالرائق میں ہے کہ استحسان میں اسپر تاوان نہیں پھر جب عدم تاوان استحسان ہوا تو عدم تاوان ہی مختار ہوگا ہم طحطاوی نے علامہ مقدسی سے نقل کیا یہ قول کیونکر مختار ہوگا حالانکہ متون امام کے قول پر ہیں فَاِنْ اَوْدَعَ رَجُلٌ عِنْدَ رَجُلَيْنِ مَا يُقْسَمُ اقْتَسَمَاهُ وَحَفِظَ كُلٌّ نِصْفَهُ كَمُرْتَهِنَيْنِ وَمُسْتَبْضِعَيْنِ وَوَصِيَّيْنِ وَعَدْلَيْ رَهْنٍ وَوَكِيلَيْ شِرَاءٍ سو اگر ودیعت رکھی ایک مرد نے دو مردوں کے پاس وہ چیز جو قسمت پذیر ہے تو دونوں مرد اسکو بانٹ لیں اور ہر مرد اسکے نصف کی محافظت کرے مانند دو مرتہنوں اور دو مستبضعوں اور دو وصیوں اور رہن کے دو عادل شخصوں اور خرید کے دو وکیلوں کے ہم قسمت پذیر سے مراد مکیلات اور موزونات ہیں اور جو چیز عیب دار ہو جائے تقسیم سے خرید کے دو وکیلوں کی یہ صورت ہے کہ انکو مثلاً ہزار درم دیئے غلام کے خرید کرنے کو تو دونوں ہزار کو قسمت کرلیں پھر اگر ایک وکیل دوسرے کو اپنا نصف دیگا تو اسپر تاوان لازم آویگا یعنے درصورت ہلاکی اور اسپر اجماع ہے کہ مودع ثانی پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی وَلَوْ دَفَعَهُ اَحَدُهُمَا اِلٰى صَاحِبِهِ ضَمِنَ الدَّافِعُ اور اگر ایک مودع اپنا حصہ اپنے ساتھی کو یعنی دوسرے مودع کو دیدے تو دینے والا تاوان دیگا بِخِلَافِ مَا لَا يُقْسَمُ لِجَوَازِ حِفْظِ اَحَدِهِمَا بِاِذْنِ الْاٰخَرِ بخلاف اس ودیعت کے جو قسمت پذیر نہیں کہ اسمین دافع پر تاوان نہیں بسبب جائز ہو جانے ایک شخص کی حفاظت کے دوسرے کے اذن سے ہم غیر قسمت پذیر وہ چیز ہے جو تقسیم سے معیوب ہو جائے کذا فی الطحطاوی وَلَوْ قَالَ لَا تَدْفَعْ اِلٰى عِيَالِكَ اَوِ احْفَظْ فِي هٰذَا الْبَيْتِ فَدَفَعَهَا اِلٰى مَنْ لَا بُدَّ مِنْهُ اَوْ حَفِظَهَا فِي بَيْتٍ اٰخَرَ مِنَ الدَّارِ فَاِنْ كَانَتْ بُيُوتُ الدَّارِ مُسْتَوِيَةً فِي الْحِفْظِ اَوْ لَمْ يَتَعَيَّنْ اور اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری ودیعت مت دیجیو اپنے عیال کو یا محافظت کیجیو اس کوٹھری میں سو مودع نے ودیعت اس شخص کو اپنے عیال میں سے دی جس سے اسکو چارہ نہیں یا ودیعت کی حفاظت کی اس گھر کی دوسری کوٹھری میں تو اگر اس گھر کی کوٹھریاں محفوظ ہونے میں برابر ہیں یا دوسری کوٹھری محفوظ تر مالک کی بتائی کوٹھری سے ہو تو اسپر تاوان نہ آویگا یعنے ودیعت تلف ہو جانے سے اسلیئے کہ شرط مالک کو مفید نہیں لہذا تم عیال لابدی جیسے جانور سپرد کرنا اپنے غلام کو اور جو چیز عورتوں کی حفاظت کے لائق ہو اسکو اپنی زوجہ کو سپرد کرنا کذا فی شرح الوقایہ طحطاوی نے کہا ہے اس صورت میں ظاہر یہ ہے کہ عیال میں سے بعض معین کے سپرد کرنے سے منع کردیا نہ مطلق عیال سے منع کیا وَاِلَّا ضَمِنَ لِاَنَّ التَّقْيِيدَ مُفِيدٌ اور اگر ویسا نہیں تو تاوان ہے اسواسطے کہ قید لگانا مالک کا مفید ہے ہم یعنے اگر مودع عیال لابدی کو ودیعت سپرد کرے مثلاً اس زوجہ یا اس غلام کو سپرد کرے جسکے دینے سے مالک نے منع کردیا اور حالانکہ مودع کی دوسری زوجہ یا دوسرا غلام موجود ہے یا دوسری کوٹھری میں حفاظت کی ہو اسطرح پر کہ اسکی پشت راہ کی طرف ہو تو مودع پر درصورت تلف ودیعت تاوان لازم آویگا اسواسطے کہ وہ متعدی ٹھہرا کیونکہ بعضے عیال پر اعتماد نہیں ہوتا اور حفاظت میں بہت متفاوت ہوتے ہیں بدائع میں ہے کہ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ جس شرط کی مراعات ممکن ہو اور اسمین فائدہ بھی ہو تو وہ معتبر ہے اور جس شرط کی مراعات غیر ممکن ہو اور وہ مفید بھی نہ ہو وہ لغو اور باطل ہے کذا فی الطحطاوی وَلَا يَضْمَنُ مُودِعُ الْمُودِعِ فَيَضْمَنُ الْاَوَّلُ فَقَطْ اِنْ هَلَكَتْ بَعْدَ مُفَارَقَتِهِ وَاِنْ قَبْلَهَا لَا ضَمَانَ اور تاوان نہ دے مودع کا مودع مثلاً زید نے خالد کے پاس ودیعت رکھی اور خالد نے محمود کے پاس تو مودع اول یعنی فقط خالد پر تاوان آویگا اگر ودیعت ہلاک ہوگئی مودع اول کے جدا ہونے کے بعد اور اگر قبل از مفارقت ہلاک ہوئی تو ضمان نہیں ہم یہ امام کا قول ہے اور صاحبین رح کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے اول سے تاوان لے اور چاہے ثانی سے وَلَوْ قَالَ الْمَالِكُ هَلَكَتْ عِنْدَ الثَّانِي وَقَالَ بَلْ رَدَّهَا وَهَلَكَتْ عِنْدِي لَمْ يُصَدَّقْ اور اگر مالک نے کہا کہ ودیعت مودع ثانی کے پاس تلف ہوئی اور مودع اول نے کہا بلکہ اُسنے مجھکو پھیر دی تھی اور میرے پاس ہلاک ہوئی تو مودع اول کی تصدیق نہ ہوگی وَفِي الْغَصْبِ مِنْهُ يُصَدَّقُ لِاَنَّهُ اَمِينٌ سِرَاجِيَّة اور مودع کے پاس سے غصب ہو جانے میں اسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ امین ہے کذا فی السراجیہ یعنے اگر ودیعت غصب ہوگئی مودع کے پاس سے اور تلف ہوگئی اور مالک نے چاہا کہ غاصب سے تاوان لے سو مودع نے کہا کہ غاصب نے مجھکو ودیعت پھیر دی سو میرے پاس وہ ہلاک ہوگئی تو مودع کا قول مقبول ہوگا کیونکہ وہ امین ہے کذا فی المنح وَفِي الْمُجْتَبٰى اَلْقَضَاءُ

اذا اغلط فدفع ثوب رجل لغیرہ فقطعه فلکلهما تضمینه اور مجتبیٰ میں ہے کہ جب دھوبی چوک جاوے سو ایک مرد کا کپڑا دوسرے مرد کو دیدے پھر دوسرا شخص اسکو قطع کر ڈالے تو دونوں شخص یعنے دھوبی اور قاطع ضامن ہیں الخ یعنے مالک جس سے چاہے تاوان لے تو اگر دھوبی سے تاوان لے تو دھوبی قاطع سے پھیر لے اور اگر قاطع سے لے تو وہ دھوبی سے نہ لے قواعد فقہ اسی کو مقتضی ہیں کذا فی الطحطاوی یعنے تفصیل بحث ہے از روایت مذہب و تحقیق محشی اصاب الودیعة شیئ فامر المودع رجلا لیعالجها فعطبت من ذلک فلربها تضمین من شاء فان ضمن المعالج رجع علی الاول ان لم یعلم انها الغیرہ والا لم یرجع انتهی اور محمد بن حسن سے روایت ہے کہ ودیعت کے جانور کو کچھ بیماری ہو گئی سو مودع نے ایک مرد سے کہا کہ اسکا معالجہ کرے سو وہ جانور ہلاک ہو گیا تو اسکا مالک جس سے چاہے تاوان لے لیکن اگر معالج سے تاوان لے تو وہ اول شخص یعنی مودع سے پھیر لے اگر معالج جانتا ہو کہ ودیعت غیر شخص کی ہے اور اگر جانتا ہو کہ غیر شخص کی ہے تو رجوع نکریگا انتهی ما فی المجتبیٰ بخلاف مودع الغاصب فیضمن ایّهما شاء بخلاف غاصب کے مودع کے تو مالک جس سے چاہے تاوان لے خواہ غاصب خواہ اسکے مودع سے ہم غاصب سے تاوان لینا تو صریح ہے اور مودع سے اسواسطے کہ اُسنے غاصب سے ودیعت لی بدون رضامندی اسکے مالک کے کذا فی الدرر فاذا ضمن المودع یرجع علی الغاصب بما ضمن علی الظاهر وبه قطع القهستانی والباقانی والبرجندی وغیرهم فتنبه اور جبکہ مالک مودع سے تاوان لے تو مودع غاصب سے پھیر لے اگرچہ مودع جانتا ہو کہ یہ چیز مغصوب ہے یہ قول ظاہر کذا فی الدرر بخلاف اُس قول کے جسکو قہستانی اور باقانی اور برجندی وغیرہم نے نقل کیا کہ وہ صورت علم کے رجوع نہیں تو ضرور ہے اس اختلاف سے تنبہ الف فی ید رجل ادعاہ رجلان کل منهما انه له اودعه ایاہ فنکل عن الحلف لهما فهو لهما وعلیه الف اخری بینهما ایک شخص کے پاس ہزار درہم ہیں اسپر دو شخص مدعی ہیں ہر شخص دعوی کرتا ہے کہ وہ ہزار اسکے ہیں اسنے اس شخص کے پاس ودیعت رکھی ہے یعنے دونوں کے گواہ نہیں سو مودع سے قسم لینا چاہا سو اسنے دونوں کیواسطے قسم نکھائی تو وہ ہزار دونوں مدعیوں کے مملوک ٹھہرینگے اور اس شخص پر ہزار درہم اور واجب الادا ہونگے جو دونوں مدعیوں میں نصفا نصف ہوں ہم قسم نکھانا اقرار ہو دونوں مدعیوں کا لہذا ایک ہزار اسپر لازم آئے ولو حلف لاحدهما ونکل للآخر فهو للآخر لنکوله یعنی بکل له اور اگر مودع نے ایک مدعی کیواسطے قسم کھائی اور دوسرے کی قسم سے انکار کیا تو ہزار درہم اُس مدعی کے ٹھہرینگے جسکے واسطے اسنے قسم نکھائی دفع الی رجل الفا وقال ادفعها الیوم الی فلان فلم یدفعها حتی ضاعت لم یضمن اذ لا یلزمه ذلک ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دیکر کہا کہ یہ ہزار درہم آج کے دن فلانے شخص کو پہنچا دے سو اسنے اسکو نہیں پہنچائے یہاں تک کہ وہ تلف ہو گئے تو اُس سے تاوان لیا جاویگا اسواسطے کہ فعل اسپر لازم نہیں کما لو قال له احمل الی الودیعة فقال افعل ولم یفعل حتی مضی الیوم وهلکت لم یضمن لان الواجب علیه التخلیة عادیة جیسے اگر مالک نے مودع سے کہا کہ میری طرف اٹھالا ودیعت کو سو کہا اسنے کہ میں یہ فعل کرونگا پھر وہ نہ اٹھا لایا یہاں تک کہ وہ دن گذر گیا اور ودیعت ہلاک ہو گئی تو اسپر تاوان نہ ہوگا اسواسطے کہ مودع پر تخلیہ واجب ہے کذا فی العادیۃ یعنی فلانے کو دینا یا مالک کی طرف ودیعت کا اٹھا لانا اسپر واجب نہیں ہے جسکے نکرنے سے تاوان اسپر لازم ہو بلکہ مالک اور ودیعت میں تخلیہ البتہ اسپر واجب ہے قال رب الودیعة للمودع ادفع الودیعة الی فلان فقال دفعت فکذبه فلان والمالک وضاعت الودیعة صدق المودع مع یمینه لانه امین سلطه صاحبه صاحب ودیعت نے مودع سے کہا کہ ودیعت فلانے شخص کو دیدے سو اسنے کہا میں نے اسکو دیدی اور فلانے شخص نے یعنے جسکو دی اسکی تکذیب کی اور ودیعت ضائع ہو گئی تو مودع کے قول کی تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ اسواسطے کہ وہ امین ہے کذا فی المجتبیٰ قال المودع لا ادری کیف ذهبت لا یضمن علی الاصح کما لو قال ذهبت ولا ادری کیف ذهبت فالقول قوله مودع نے شروع سے کہا میں نہیں جانتا ہوں کہ ودیعت کیونکر جاتی رہی تو اسپر تاوان نہیں ہے قول صحیح پر جیسا کہ اگر یوں کہا کہ ودیعت جاتی رہی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ کیونکر وہ جاتی رہی تو مقبول قول مودع کا قول ہوگا بخلاف قوله لا ادری اضعتها ام لم تضع او لا ادری وضعتها او دفنتها فی داری او موضع آخر فانه یضمن بخلاف قول مودع کہ میں نہیں جانتا کہ ودیعت ضائع ہو گئی یا ضائع نہیں ہوئی یا میں نہیں جانتا کہ میں نے ودیعت رکھدی یا دفن

کر دی اپنے گھر میں رکھی اور جگہ میں تو اسپر تاوان آویگا علامہ طحطاوی نے کہا فتاوی عالمگیری میں عمادیہ سے اسکے برخلاف منقول ہے اسطرح کہ اگر یوں کہا کہ میں نے نہیں چھپایا تاکہ ضائع ہوگئی یا ضائع نہیں ہوئی تو اسپر تاوان نہیں ولو قال بعتنی مکان الدفن لکنہ قال سرقت من المکان الذی دفنتہا فیہ لا ضمان علیہ مع تمامہ فی العمادیہ اور اگر مودع نے دفن ودیعت کا مکان بیان کیا لیکن اسنے کہا کہ وہ چوری ہو گئی اس مکان سے جس میں دفن کی تھی تو اسپر تاوان نہیں اور اسکا پورا بیان عمادیہ میں ہے **فرع** مسائل متفرقہ خارج ھدد المودع او الوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسہ او عضوہ لم یضمن مودع یا وصی دہمکایا گیا بعض مال کے دینے پر تو اگر مودع یا وصی ظالم سے ڈرا اپنی جان یا اپنے عضو پر سو اسنے بعض مال دیا تو اسپر تاوان نہیں وان خاف الحبس والقید ضمن اور اگر مودع ہو قید یا بیڑی ڈالنے سے ڈرا اور اسنے مال دیدیا تو اسپر تاوان ہوگا قال المحشی اطلقہ فافاد انہ کلہ قید وعد اور اگر مودع یا وصی اپنے تمام مال کے چھین جانے سے ڈرا تو وہ معذور ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ سلطان نے مودع کو ڈرایا کہ مال کے تلف کر ڈالنے سے اگر وہ ودیعت کو نہ دے تو اسپر تاوان آویگا اگر اسکے پاس مال بقدر کفایت کے باقی رہے اور اگر سب مال لے تو وہ معذور ہے اور اسپر تاوان نہیں کما لو کان الجائر ہو الآخذ بنفسہ فلا ضمان علیہما عمادیہ چنانچہ اگر ظالم جابر ہی بذات خود لینے والا ہو تو تاوان نہیں کذا فی العمادیہ علامہ طحطاوی نے کہا منح الغفار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ظالم خود لینے والا ہو تو تفصیل مذکور سے آمن نہیں ہے خیف علی الودیعۃ الفساد رفع الامر للحاکم لیبیعہ ولو لم یرفع حتی فسدت فلا ضمان ودیعت پر خوف ہو سڑ جانے اور بگڑ جانے کا تو مودع یہ حال حاکم سے کہے تاکہ وہ اسکو بیچ ڈالے اور اگر حاکم سے نہ کہے یہاں تک کہ ودیعت بگڑ جائے تو اسپر تاوان نہیں ہم حاکم سے کہنا بہتر ہے واجب نہیں فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر اس شہر میں حاکم نہو تو خود مودع اسکو بیچ ڈالے اور اسکا ثمن رکھ چھوڑے ولو انفق علیہا بلا امر قاض فہو متبرع اور اگر مودع نے ودیعت پر کچھ خرچ کیا بدون حکم قاضی کے تو وہ احسان کرنے والا ہے یعنے مالک سے وہ خرچ نہیں لے سکتا بلا امر حاکم قرأ من مصحف الودیعۃ او الرہن فہلک حالۃ القراءۃ لا ضمان لان لہ ولایۃ التصفح مودع نے ودیعت یا رہن کے مصحف میں سے پڑھا سو مصحف تلف ہو گیا پڑھنے کی حالت میں تو اسپر تاوان نہیں ہے اسواسطے کہ مودع کو اس مصحف کی ورق پلٹنے کی ولایت ہے کذا فی الصیرفیہ کتاب العاریۃ کے اخیر میں مذکور ہے کہ کتب کی سطروں میں نظر کرنا جائز ہے اگر نظر کرنے والا ان کتب کے ورق پلٹنے پر راضی ہو اور یہ اسطرح ہے جیسے کسی کی دیوار کے سایہ میں بیٹھنا اور چراغ سے روشنی لینا بلا اجازت مالک نظر کرے اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس طبق ودیعت رکھا سو ودیعت رکھے گئے نے اس طبق کو سر پر رکھا سو تلف ہو گیا اور اگر رکھنا بر وجہ استعمال ہو تو تاوان ہے اور اگر بطریق استعمال کے نہیں ہے تو تاوان نہیں ہے اور اسکی معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مٹکے میں پانی یا آٹا ہو تو رکھنا طبق کا استعمال ہے اور اگر مٹکا خالی ہو تو استعمال نہیں کذا فی الطحطاوی قال ولذا لو وضع السراج علی المنارۃ تو غیر کے منع کیا اور اسطرح اگر ودیعت کا چراغ منارہ پر رکھے تو تاوان نہیں یہ صورت تلف ہوجانے کی صورت سے مشابہ ہے دفع الیہ ودیعۃ وامرہ ان یدفعہ الی فلان ببعض الحق ومات الطالب وانکر الوارث الاداء حبس المودع الصک ابدا اور بحر میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس مسک ودیعت رکھا اور اسکو بعض حق معلوم ہوا اور طالب مر گیا اور طالب کے وارث نے ادا سے بعض حق کا انکار کیا تو مودع مسک کو ہمیشہ بند رکھے یہ صورت اسکی یوں ہے کہ مثلاً زید کے محمود پر سو درہم تھے سو محمود نے زید کو سو درہم کا ایک مسک لکھ دیا اور زید نے وہ مسک حامد کے پاس ودیعت رکھا پھر محمود نے پچیس درہم مثلاً زید کو ادا کئے اور یہ حال حامد کو معلوم ہے بعد اسکے زید مر گیا اور اسکا وارث پچیس درہم کے دینے کو نہیں مانتا ہے تو حامد کو چاہئے کہ مسک محمود کے وارث کو نہ دے علامہ طحطاوی نے کہا اسواسطے کہ اسمیں محمود کا ضرر ہے اور شاید کہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ مدعا علیہ حق کا اقرار کرے مسک دیکھ کر والا تو ثبوت حق بینہ سے ہے وفی الاشباہ لا یبرأ مدیون المیت بدفع الدین الی الوارث وعلی المیت دین اور اشباہ میں ہے کہ میت کا مدیون بری الذمہ نہوگا وارث کو دین دیکر اور حالانکہ میت پر دین ہے اور لوگوں کا ہم ظاہرا عدم برأت اس صورت میں ہے جبکہ دین مستغرق ہو اور وارث مومن نہو چنانچہ ودیعت میں ہی مشہور ہے جبکہ مودع وارث کو ودیعت دے کذا فی الطحطاوی عن الحموی لیس للسید اخذ ودیعۃ العبد سید کو جائز نہیں غلام کی ودیعت لینا اسواسطے کہ شاید وہ غیر کا مال ہو جبکہ سوائے گواہ لاوے کہ یہ مال ہے العامل لغیرہ امانۃ لا اجر لہ الا الوصی والناظر اذا عملہ جو شخص کہ غیر کے واسطے عمل کرتا ہے بطور امانت کے اسکے واسطے اجرت نہیں مگر

وصی اور ناظر وقف کیواسطے اجرت مثل ہے جبکہ دونوں عمل کریں ہم وصی سے وہ وصی مراد ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا اجرت معین کرکے اور میت کا وصی تو اجرت کا مستحق نہیں کہ وہ الاشباہ قُلْتُ فَعُلِمَ مِنْهُ اَنْ لَّا اَجْرَ لِلنَّاظِرِ فِی الْمُسَقَّفِ اِذَا اُحِیْلَ عَلَیْهِ الْمُسْتَحِقُّوْنَ فلیحفظ میں کہتا ہوں تو اس سے معلوم ہوا یعنی وصی اور ناظر کے اشتراط عمل سے معلوم ہوا کہ ناظر وقف کیواسطے اجرت نہیں ہے ہوئے مکانوں میں جبکہ مستحقین وقف کو اُسکے بانٹنے کا حوالہ کر دیا گیا ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ اگر وقف کرنے والے کیطرف سے اجرت مقرر ہوگی تو ناظر کو ملے گی وَفِی الْوَهْبَانِیَّةِ شعر وَدَافِعُ اَلْفٍ مُقْرِضًا وَّمُقَارِضًا + وَّرِبْحُ الْقِرَاضِ الشَّرْطُ جَازَ وَ یُحْظَلُ اور وہبانیہ میں ہے اور ہزار درم قرض اور مضاربت میں دیکر نفع مضاربت کا فقط مالک کے واسطے شرط کرنا جائز ہے اور ممنوع ہے ہم یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیئے اور کہا کہ نصف قرض ہیں اور نصف بطور مضاربت اور مضاربت کا نفع مخصوص میرے واسطے ہی تو یہ شرط جائز ہے تو نصف بضاعت ٹھہریگا اور نصف قرض کا نفع مستقرض کا ہوگا اسواسطے کہ جب مضاربت فاسد ہوگئی تمام نفع کی شرط کرنے سے صاحب مال کیواسطے تو مضاربت منقلب بضاعت ہوگئی وجہ ممنوع ہونے کی یہ ہے کہ حدیث میں قرض سے جر منفعت کرنا منع ہے پھر جب شرط صحیح ہوئی تو ہزار کا نفع دونوں کیواسطے ہے اور ٹوٹا بھی دونوں پر ہے اسواسطے کہ دونوں ہزار میں شریک ہیں کذا فی الطحطاوی شعر وَاِنْ یَّدَّعِیْ ذُو الْمَالِ قَرْضًا وَّخَصْمُهٗ + قِرَاضًا فَرَبُّ الْمَالِ قَدْ قِیْلَ اَجْدَرُ اور اگر صاحب مال قرض کا دعوی کرے اور اُسکا مخاصم مضاربت کا دعوی کرے تو بعضوں نے کہا کہ صاحب مال کا قول لائق تر مقبول ہے ہم اور دوسرا قول یہ ہے کہ مضارب کا قول مقبول ہے اور مصنف نے قول ثانی کو اختیار کیا ہے کتاب الایداع سے پہلے شعر وَفِی الْعَکْسِ بَعْدَ الرِّبْحِ فَالْقَوْلُ قَوْلُهٗ + کَذٰلِكَ فِی الْاِبْضَاعِ مَا یَتَغَیَّرُ + اور اسکے بالعکس دعوی کرنا بعد نفع کے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اسیطرح بضاعت کے اختلاف میں حکم متغیر نہیں ہے ہم بالعکس کی صورت یہ ہے کہ مضارب نے نفع حاصل کرنیکے بعد دعوی کیا کہ میرے پاس مال قرض تھا اور صاحب مال نے کہا مضاربت کے طور پر تھا تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے اور مضارب پر گواہ لانا لازم ہے اور ابضاع کی یہ صورت ہے کہ صاحب مال کہتا ہے کہ میں نے اسکو مال بطور بضاعت کے دیا اور مضارب قرض کا دعوی کرتا ہے تو صاحب مال ہی کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی شعر وَاِنْ قَالَ قَدْ ضَاعَتْ مِنَ الْبَیْتِ وَحْدَهَا + یُصَدَّقُ وَیُسْتَحْلَفُ فَقَدْ یُتَصَوَّرُ + اور اگر مودع نے کہا کہ فقط ودیعت گھر سے ضائع ہوگئی تو یہ قول صحیح ہے یعنے صادق ہے اور اُسسے قسم لیجائے اسواسطے کہ یہ صورت ہوسکتی ہے ہم یعنے سوائے ودیعت کے مکان اور کسی چیز کا ضائع نہ ہونا متصور ہے اسطرح کہ سارق جلدی کے سبب ودیعت کے سوا اور کسی چیز کو چرا نسکا یا وہی چیز اسکو مقصود تھی کذا فی الطحطاوی شعر وَتَارِكٌ فِیْ قَوْمٍ لَهَا مَعْ صَحِیْفَةٍ + فَقَامُوْا وَرَاحَتْ یَضْمَنُ الْمُتَأَخِّرُ + اور ایک قوم میں ودیعت کا چھوڑنے والا مع اسطام مکتوب کے پھر قوم کے لوگ وہاں سے چلے گئے اور ودیعت تلف ہوگئی تو پچھلا شخص جانیوالا تاوان دے ہم شخص متاخر پر اسواسطے ضمان آیا کہ اُسپر حفاظت ودیعت کی متعین ہوگئی تو تاوان بھی اُسی پر مخصوص ہوگیا تو اگر سب لوگ ساتھ ہی اُٹھ گئے تو سب پر تاوان آویگا کذا فی الطحطاوی اشعار وَتَارِكُ نَشْرِ الصُّوْفِ صَیْفًا فَعَثَّتْ لَمْ + یَضْمَنْ وَقَرْضُ الْفَارِ بِالْعَکْسِ یُؤْثَرُ + اِذَا لَمْ یَسُدَّ الثُّقْبَ مِنْ بَعْدِ عِلْمِهٖ + وَلَمْ یُعْلِمِ الْمُلَّاكَ مَا فِیْ تَقَعُّرٍ اور گرمی کے موسم میں صوف پھیلانا ترک کرنے والا مودع یعنی مالک کے امر سے پھر صوف کو صوف کا کیڑا چاٹ گیا تو مودع تارک پر تاوان نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ اُسنے ودیعت کی حفاظت کی جسطرح کہ اُسکو امر ہوا کذا فی الطحطاوی عن المجتبیٰ اور چوہے کا کاٹنا ودیعت کو برخلاف اس مسئلے کے مروی ہے جبکہ مودع ودیعت کے مکان کا سوراخ نہ بند کرے بعد اسکے دریافت ہونیکے یا مالک ودیعت کو خبر نکرے کہ مکان ودیعت کا سوراخ دار ہے ہم یعنے جبکہ مالک نے ودیعت مودع کو سپرد کی اور مودع نے اُس مکان میں رکھی جسمیں سوراخ نہیں پھر اُسکو چوہے نے کاٹ ڈالا یا آگ سے وہ جل گئی تو اُسپر تاوان نہیں اور اگر اُس مکان میں سوراخ ہے اور مودع اسکو جانتا ہے تو اگر مالک نے مودع کو خبر کردی سوراخ کی تو اُسپر تاوان نہیں اور اگر مالک نے خبر نکی اور مودع نے باوجود دانست سوراخ بند نکیا تو اسپر تاوان ہے خلاصہ یہ کہ تاوان دفع ہوتا ہے سوراخ کے بند کرنے سے یا مالک کے سوراخ بتانے سے اگرچہ درصورت اعلام مالک مودع سوراخ کو نہ بند کرے اسواسطے کہ مالک راضی ہوگیا اُس مکان میں رکھنے سے باوجود سوراخ دار ہونیکے تو معلوم ہوا کہ یہ اور قولہ ولم یعلم کا معنے ہے کذا فی الطحطاوی قُلْتُ بَقِیَ لَوْ سَدَّهَا مَرَّةً فَفَتَحَهَا الْفَارُ وَاَمْثَالُهٗ لَمْ یُذْکَرْ وَیَنْبَغِیْ تَفْصِیْلُهٗ کَمَا مَرَّ ہم میں کہتا ہوں باقی رہا یہ احتمال کہ اگر مودع نے ایکبار سوراخ بند کر دیا سو چوہے نے اُسکو کھول دیا اور ودیعت کو خراب کر ڈالا اسکا حکم مذکور نہیں اور اسکی بھی تفصیل کرنا بطور گذشتہ لائق ہے اسکو غور کرو ہم تفصیل مذکور یہی ہے بقول طرطوسی کہ یا مالک سوراخ کو بتادے یا مودع درصورت عدم اعلام سوراخ کو بند کردے تو تاوان اُسی سے دفع ہوا اور اس قول کو وہبانیہ کے شارحین یعنے علامہ عبد البر اور شرنبلالی نے پسند کیا ہے تتمہ سراجیہ میں ہے کہ ودیعت پھیر دینے کی مؤنت مالک پر ہے نہ مودع پر

[illegible]

انتہیٰ کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب العاریۃ

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام میں ہم عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے حقتعالیٰ نے فرمایا (وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ) یعنی کفار ماعون کو روکتے ہین ماعون اُس چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینے کی لوگون مین عادت ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا محمود ہوا اور بخاری مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابو طلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت کے لیا تھا تو اسمین اختلاف ہے کہ عاریت دینا مستحب ہے یا واجب اکثر علما اسپر ہین کہ مستحب ہے کذا ذکرہ ابو السعود وَاَخَّرَھَا عَنِ الْوَدِیْعَۃِ لِاَنَّ فِیْھَا تَمْلِیْکًا وَاِنِ اشْتَرَکَا فِی الْاَمَانَۃِ مصنف نے پیچھے لایا عاریت کو ودیعت سے اسواسطے کہ عاریت مین منافع کی تملیک ہے اگرچہ دونون امانت ہونے مین مشترک ہین ہم یعنی عاریت مین تملیک ہے اور ایداع بھی ہے تو عاریت ودیعت کے بمنزلہ مفرد کے ہے مرکب اور مرکب موخر ہے مفرد سے وَمِنْ مَحَاسِنِھَا النِّیَابَۃُ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْ اِجَابَۃِ الْمُضْطَرِّ لِاَنَّھَا لَا تَکُوْنُ اِلَّا لِمُحْتَاجٍ کَالْقَرْضِ اور عاریت دینے کی عمدہ خوبیون سے حقتعالیٰ کی نیابت ہے عاجز مضطر کی اجابت اور حاجت روائی مین اسواسطے کہ عاریت دینا نہین ہوتا مگر حاجتمند کیواسطے قرض کے مانند ہم یعنی مستعیر مضطر ہوتا ہے بسبب اپنی حاجت کے وقال تعالیٰ (اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ) اور معیر نے مستعیر کی فریادرسی کی تو گویا حق تعالیٰ کا وہ نائب ہوا فریادرسی مین تو عاریت دینے والا متخلق ہوا خلق فریادرسی بحکم تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ یعنے اے مومنین متخلق ہو باخلاق ربانی فَلِذَا کَانَتِ الصَّدَقَۃُ بِعَشْرَۃٍ وَالْقَرْضُ بِثَمَانِیَۃَ عَشَرَ سو اسیواسطے یعنی بعلت محتاجی خیرات کا ایکدرم دس درم کے برابر ہے ثواب مین اور قرض کا ایکدرم اٹھارہ درم کے برابر ہے ہم یعنی قرض نہین لیتا غالبًا مگر حاجتمند اور خیرات محتاج اور غیر محتاج دونون کو پہونچتی ہے اگرچہ صدقہ دینے والا اسکو محتاج جانکر دیتا ہے صدقے کا ثواب دہ چند اسواسطے ہوا کہ الحسنۃ بعشرۃ امثالہا اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا اسواسطے ہوا کہ قرض کا ایکدرم بعلت احتیاج صدقے کے دو درم کے برابر ہے تو جب صدقہ کا ایکدرم دس درم کے برابر ہوا تو قرض کا ایک درم بیس درم کے برابر ٹھہرا لیکن جو درم صدقہ کیے گئے وہ کیطرف کچھ عود نہین کرتا اور قرض کا درم مقرض کیطرف عود کرتا ہے تو بمقابل اُسکے دو درم ساقط ہوگئے تو اٹھارہ باقی رہینگے واسطے اگر مقرض مستقرض کو معاف کردے تو بیس درم کا ثواب ہوگا ھِیَ لُغَۃً مُشَدَّدَۃٌ وَّتُخَفَّفُ اِعَارَۃُ الشَّیْءِ قَامُوْسٌ عاریت لغت عرب مین عبارت ہے چیز کے عاریت دینے سے عاریت کی یاے تحتانی مشددہ ہے اور یاے کی تخفیف بھی جائز ہے کذا فی القاموس ہم اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا وَشَرْعًا تَمْلِیْکُ الْمَنَافِعِ مَجَّانًا اور شرع مین عاریت عبارت ہے منافع کے مالک کر دینے سے مفت بلا عوض ہم یعنی معیر مستعیر کو اپنی چیز کی منفعت کا مالک کردے مثلاً گھوڑے کا سوار ہونا اور کتاب کا پڑھنا اور گھر کا رہنا منفعت کی قید اسواسطے لگائی تا عاریت اجارہ نکل جاوے اسواسطے کہ اجارہ مین بھی تملیک ہے منافع کی مگر مفت تملیک نہین بلکہ بعوض ہے اَفَادَ بِالتَّمْلِیْکِ لُزُوْمَ الْاِیْجَابِ وَالْقَبُوْلِ وَلَوْ فِعْلًا مصنف نے تملیک کی لفظ سے ایجاب اور قبول کے لازم ہونے کا فائدہ عاریت مین ظاہر کردیا اگرچہ قبول فعلی ہو نہ قولی ہم چنانچہ سابق مذکور ہوچکا کہ عقد تبرع فقط ایجاب پر موقوف ہوتا ہے واسطے فتاویٰ عالمگیری مین کہا ہے کہ عاریت کا رکن فقط ایجاب ہے معیر کی جانب سے اور مستعیر کیطرف سے قبول کرنا ہمارے اصحاب ثلثہ کے نزدیک رکن نہ استحسان شرط نہین بحر الرائق مین ہے کہ اگر معیر نے بلا استدعا مستعیر سے کہا کہ غلام اور اس سے اپنی خدمت کرالو یہ عاریت نہین تو اسکا نفقہ مالک پر ہوگا انتہیٰ من الخلاصہ اور خانیہ مین ہے کہ اگر عاریت مانگی سو معیر چپ رہا تو عاریت ہوگی انتہیٰ تو معلوم ہوا کہ ایجاب فعلی بھی ہوتا ہے قبول کا بھی فعلی ہوتا ہے چنانچہ معیر نے کہا کہ یہ کپڑا لے بطور عاریت کے مستعیر نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور لیا تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ ولو فعلًا فقط قبول کیطرف راجع ہے کذا فی الطحطاوی وَحُکْمُھَا کَوْنُھَا اَمَانَۃً اور عاریت کا حکم یعنے اثر مترتب تام ہے عاریت کا امانت ہے یعنی اگر عاریت بلا تعدی تلف ہوجاوے تو مستعیر پر تاوان نہین اور اگر تعدی سے تلف ہو تو بالاجماع تاوان ہے وَشَرْطُھَا قَابِلِیَّۃُ الْمُسْتَعَارِ لِلْاِنْتِفَاعِ وَخُلُوُّھَا عَنْ شَرْطِ الْعِوَضِ لِاَنَّھَا تَصِیْرُ اِجَارَۃً اور عاریت کی شرط قابل ہونا ہے مستعار کا فائدہ لینے کیواسطے اور خالی ہونا عاریت کا عوض مشروط ہونے سے اسواسطے کہ عاریت باشتراط عوض سے عاریت باقی نہین رہتی اجارہ ہوجاتی ہے ہم قابلیت انتفاع سے مراد خنزیر کا عاریت ہونا مسلم کے حق مین نکل گیا اور یہ ضرور ہے کہ انتفاع بدون استہلاک عین کے ہو تو دراہم اور دنانیر اور فلوس اور کیلات اور موزونات اور روٹی اور صوف اور پشم اور مشک اور کافور کا عاریت لینا بلا بیان جہت عاریت نہین بلکہ قرض ہے اور اگر درہم یا پیسا کسی چیز کے تولنے کیواسطے یا زینت دوکان اور تجمل کیواسطے عاریت لے تو یہ قرض نہین بلکہ عاریت ہے لیکن اسکو سوا وجہ مذکور کے اُسکا استعمال کرنا جائز نہین کذا فی غایۃ البیان

وَصَرَّحَ فِی الْعِمَادِیَّۃِ بِجَوَازِ اِعَارَۃِ الْمُشَاعِ وَاِیْدَاعِہٖ وَبَیْعِہٖ یعنی لِاَنَّ جَہَالَۃَ الْعَیْنِ لَا تُفْضِیْ اِلَی الْمُنَازَعَۃِ لِعَدَمِ اللُّزُوْمِ اور تصریح کی ہے عمادیہ مین مشاع کے عاریت دینے اور اُسکے ودیعت رکھنے اور اُسکے بیچنے کے جواز کی اسواسطے کہ جہالت عین کی یہان موجب نزاع نہین بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے وَقَالُوْا اَعْلَفُ الدَّابَّۃِ عَلَی الْمُسْتَعِیْرِ وَلٰکِنْ نَفَقَۃُ الْعَبْدِ وَکِسْوَتُہٗ عَلَی الْمُعِیْرِ اور فقہا نے کہا ہے کہ عاریت کے جانور کا چارہ عاریت مانگنے والے پر ہے اور اسیطرح نفقہ غلام مستعار کا اور اسکا لباس تو عاریت دینے والے پر ہے وَہٰذَا اِذَا طَلَبَ الْاِسْتِعَارَۃَ فَلَوْ قَالَ الْمَوْلٰی خُذْہُ وَاسْتَخْدِمْہُ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّسْتَعِیْرَہٗ فَنَفَقَتُہٗ عَلَی الْمَوْلٰی اَیْضًا لِاَنَّہٗ وَدِیْعَۃٌ اور یہ نفقہ غلام کا مستعیر پر ہونا اسوقت ہے جبکہ مستعیر نے عاریت لینے کی خواہش کی ہو تو اگر مولی کہے کہ اس غلام کو لیکر خدمت لے بلا خواہش مستعیر تو اسکا کھانا پینا بھی مولی ہی پر اسواسطے کہ یہ ودیعت ہے نہ عاریت ہم ظاہر یہ ہے ایسا اشباہ انتفاع ہی اسواسطے کہ اگر ودیعت ہوتی تو اسکو نفع لینا جائز نہوتا یا یون کہیے کہ یہ ایسی ودیعت ہے جسکے انتفاع کو مالک نے مباح کردیا وَتَصِحُّ بِاَعَرْتُکَ لِاَنَّہٗ صَرِیْحٌ اور عاریت صحیح ہے اعرتک کے لفظ سے یعنی مین نے تجھکو عاریت دی اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت مین صریح اور کھلا ہوا ہے وَاَطْعَمْتُکَ اَرْضِیْ اَیْ غَلَّتَہَا لِاَنَّہٗ صَرِیْحٌ مَجَازًا مِنْ اِطْلَاقِ اِسْمِ الْمَحَلِّ عَلَی الْحَالِّ اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے اطعمتک ارضی یعنی مین نے اپنی زمین تجھکو کھلانے کو دی یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا اسواسطے کہ یہ لفظ عاریت مین صریح مجازی ہے از قبیل بولنے اسم محل کے حال پر جو محل علیہ ہوتا ہے زمین مین تو غلہ حال ہے اور زمین اُسکا محل اور محل کا نام حال پر بولنا مجاز اُستعارہ ہے بقرینہ اطعام اسواسطے کہ جب طعام غیر مطعوم مثلاً زمین کی ذات مضاف ہو تو غلہ زمین مراد ہوتا ہے وَمَنَحْتُکَ بِمَعْنٰی اَعْطَیْتُکَ ثَوْبِیْ اَوْ جَارِیَتِیْ ہٰذِہٖ وَحَمَلْتُکَ عَلٰی دَابَّتِیْ ہٰذِہٖ اِذَا لَمْ یُرِدْ بِہٖ بِمَنَحْتُکَ وَحَمَلْتُکَ الْہِبَۃَ لِاَنَّہٗ صَرِیْحٌ فِیْ تَمْلِیْکِ الْعَارِیَۃِ بِلَا نِیَّۃٍ وَلِلْہِبَۃِ بِہَا اَیْ مَجَازًا اور عاریت صحیح ہے اس لفظ سے کہ منحتک یعنی مین نے تجھکو کپڑا اپنا یا اپنی یہ لونڈی دی اور صحیح ہے اس لفظ سے کہ حملتک یعنی مین نے تجھکو چڑھایا اپنے اس جانور پر جبکہ متکلم منحتک اور حملتک کے لفظ سے ہبہ کا ارادہ نکرے اسواسطے کہ وہ ہبہ مین صریح ہے تو عاریت کو مفید ہے بلا نیت ہبہ اور ہبہ کو مفید ہے بطریق مجاز نیت ہبہ سے ہم کہتے ہیں ان لفظون اور ان مین سے در صورت عدم نیت ہبہ عاریت ثابت ہوگی اور در صورت نیت ہبہ کے ہبہ متحقق ہوگا وَاَخْدَمْتُکَ عَبْدِیْ اَوْ اَجَرْتُکَ دَارِیْ شَہْرًا مَجَّانًا اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ مین نے اپنا غلام تیری خدمت کیواسطے دیا اور اپنا گھر ایک مہینہ تجھکو مفت اجارہ دیا ہم اجارہ بلا عوض درحقیقت عاریت ہے اور اگر مدت اجارہ مذکور نکریگا تو بھی ایک قول مین عاریت ثابت ہوگی اور فتاوی عالمگیری مین عدم عاریت پر اعتماد کیا ہے کذا فی الطحطاوی وَدَارِیْ مُبْتَدَاٌ لَکَ خَبَرٌ سُکْنٰی تَمْیِیْزٌ اَیْ بِطَرِیْقِ السُّکْنٰی اور اس قول سے عاریت صحیح کہ داری لک سکنی یعنی میرا گھر تیرا ہی سکونت کی راہ سے داری مبتدا ہے اور لک خبر ہے اور سکنی تمیز ہے اور سکنی مصدر ہے بمعنے اقامت یا اسم ہے بمعنے اسکان صاحب مجمع نے کہا سکنی محکم ہے ارادہ نفع مین اسکا استعمال بمعنے ملک ہے اَوْ دَارِیْ لَکَ عُمْرٰی مفعول مطلق اَیْ اَعْمَرْتُہَا لَکَ عُمْرٰی سُکْنٰی تَمْیِیْزٌ یَعْنِیْ جَعَلْتُ سُکْنَاہَا لَکَ مُدَّۃَ عُمُرِکَ اور اس لفظ سے عاریت صحیح ہے کہ داری لک عمری سکنی یعنی مین نے اپنے گھر کی سکونت تیرے واسطے مقرر کی تیری زندگی تک عمری مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا یعنے اعمرتہا لک عمری اور سکنی تمیز ہے اور یہی احتمال ہے کہ عمری ظرف ہو بمعنے مدۃ عمرک اسکی طرف شارح نے قہستانی مین اشارہ کیا لیکن اُسنے ایک احتمال کہا دوسرا احتمال کے ساتھ اور بالمعنی نے کہا داری لک اسکا محتمل ہے کہ رقبہ دار مخاطب کا مملوک ہو اور اسکا محتمل ہے کہ اسکی منفعت مخاطب کی مملوک ہو اور سکنی کا لفظ ارادہ منفعت مین محکم ہے بلا احتمال لہذا محتمل کا ارادہ منفعت پر محمول کیا کذا فی الطحطاوی یعنی لام بمعنے ملک مراد نہوا لِعَدَمِ لُزُوْمِہَا وَیَرْجِعُ الْمُعِیْرُ مَتٰی شَاءَ اور بسبب لازم نہونے عقد عاریت کے معیر کو رجوع عاریت مین اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز پھیر لے وَلَوْ مُوَقَّتَۃً معیر کو عاریت پھیر لینے مین اختیار ہے اگرچہ عاریت کا وقت بھی معین کر دیا ہو ہم دریافت کرنا چاہیے کہ عاریت چار قسم ہے ایک کہ عاریت مطلق ہو یعنے مدت اور انتفاع مذکور نہوا اسکا حکم یہ ہے کہ مستعیر کو اس سے فائدہ لینا جائز ہے جسطرح چاہے اور جب تک چاہے دوسری قسم یہ کہ عاریت مقید ہو یعنی مدت اور انتفاع مذکور ہو مخصوص اسکا حکم یہ ہے کہ وقت معین اور انتفاع معین سے تجاوز کرنا جائز نہین مگر صورت بہتری خلاف تیسری قسم یہ کہ مقید درحق مدت ہو اور انتفاع مین مطلق ہو چوتھی قسم یہ کہ مدت کی قید نہو مطلق انتفاع کی قید ہو ان دونون کا حکم یہ ہے کہ تعیین سے تجاوز کرنا درست نہین کذا فی المنح اَوْ فِیْہِ ضَرَرٌ فَتَبْطُلُ وَیَبْقَی الْعَیْنُ بِاَجْرِ الْمِثْلِ کَمَنِ اسْتَعَارَ اَمَۃً لِتُرْضِعَ وَلَدَہٗ وَصَارَ لَا یَاْخُذُ اِلَّا ثَدْیَہَا فَلَہٗ اَجْرُ الْمِثْلِ اِلَی الْفِطَامِ وَتَمَامُہٗ فِی الْاَشْبَاہِ اور عاریت کے پھیر لینے مین ضرر ہو تو عاریت باطل ہوگی اور عاریت کی چیز اجر مثل پر باقی رہیگی یعنی اس صورت مین عاریت منقلب باجارہ ہو جائیگی جیسے مستعیر نے لونڈی بعاریت لی اپنے لڑکے کو دودھ پلانے کیواسطے اور لڑکا اسکی چھاتی سے ہل گیا کسیکی چھاتی

تھنہ میں نہیں لیتا سوا اُس لونڈی کے تو اُس لونڈی کیواسطے اجرت مثل ثابت ہوگی دودھ چھوڑانے تک اور یہ بیان اسکا اشباہ میں ہے وفیہا معزیا للقنیۃ تلزم العاریۃ فیما اذا استعار جدارا غیرہ لوضع جذوعہ فوضعہا ثم باع المعیر الجدار لیس للمشتری دفعہا وقیل نعم الا اذا شرطہ وقت البیع قلت وبالقیل جزم فی الخلاصۃ والبزازیۃ وغیرہما واعتمدہ محشیہا فی تنویر البصائر ولم یتعقبہ ابن المصنف فکانہ ارتضاہ فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ عاریت لازم ہو جاتی ہے اُس صورت میں جب ایک شخص نے دوسرے کی دیوار عاریت لی اپنی دھنیاں رکھنے کیواسطے پھر دھنیاں اُسپر رکھدیں پھر معیر نے وہ دیوار بیچ ڈالی تو مشتری کو دھنیوں کا دفع کرنا جائز نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہاں دفع کرنا جائز ہے مگر جبکہ معیر عدم دفع شرط کرلے بیع کیوقت میں کہتا ہوں اور قول ضعیف کے قوی ہونے پر جزم کیا ہے خلاصہ اور بزازیہ وغیرہما میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے اشباہ کے محشی نے تنویر البصائر میں اور شیخ صالح ابن مصنف نے اسپر اعتراض نہیں کیا تو گویا اُسکو پسند کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولا تضمن بالہلاک من غیر تعد اور بدون تعدی کی عاریت کے ضائع اور تلف ہوجانے سے تاوان اُسکا لازم نہیں آتا یعنی اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں مگر تعدی سے بالاجماع تاوان ہے ہم تعدی کی صورتیں یہ ہیں کہ عاریت کے جانور کی باگ زور سے کھینچی اور وہ ہلاک ہوگیا یا مستعیر مسجد میں گیا اور اُسکو کوچہ میں چھوڑ گیا سو وہ تلف ہوگیا یا سواری کیواسطے عاریت رکھا سو اُسکو بند کر رکھا یا پانی پلانے کیواسطے اسکو غیر جہت معینہ پہ لیگیا سو وہ ہلاک ہوگیا یا زمین جوتنے کیواسطے بیل عاریت لیا اور دوسرے روز اُسکو دو بیل کے ساتھ ملایا اُسکے خلاف عادت سو وہ ہلاک ہوگیا تو بالاجماع اُسپر تاوان ہے اور اگر اسکو چراگاہ میں چرانے کیواسطے چھوڑا سو وہ ضائع ہوگیا اگر وہاں اسطرح کے چرانے کی عادت ہو تو تاوان نہیں اور اگر عادت معلوم نہو یا عادت مشترکہ ہو تو تاوان ہے اور اگر جنگل میں گیا اور باگ اُس جانور کی ہاتھ میں ہے سو وہ چرایا گیا تو اگر مستعیر لیٹا ہوگا تو تاوان ہے اور اگر بیٹھا ہوگا تو تاوان نہیں اور یہ حکم ہے غیر سفر کا اور سفر میں سوجانے سے تاوان مطلقا نہیں جبکہ مستعار چیز اُسکے سر تلے ہو یا آگے رکھی ہو یا آس پاس ہو اسطرح کہ عادت میں اُسکی نگہبانی سے خارج نہو کذا فی البحر وشرط الضمان باطل کشرط عدمہ فی الرہن خلافا للجوہرۃ اور تاوان کا شرط کرنا عاریت میں باطل ہے جیسے عدم تاوان کی شرط رہن میں باطل ہے بخلاف روایت جوہرہ کے جوہرہ میں ہے کہ تاوان شرط کرنے سے عاریت میں تاوان لازم ہوتا ہے ولا تؤجر ولا ترہن لان الشئ لا یتضمن ما فوقہ اور مستعار کا اجارہ اور رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ شئی متضمن جائز نہیں ہوتی اپنے مافوق کی ہم اسواسطے کہ اجارہ اور رہن عقد لازم ہے بخلاف عاریت کالودیعۃ فانہا لا تؤجر ولا ترہن بل ولا تودع ولا تعار مطلقا بخلاف العاریۃ علی المختار مانند ودیعت کے اسواسطے کہ ودیعت کا اجارہ اور رہن نہیں ہوتا بلکہ دوسرے شخص کے پاس ودیعت نہیں رکھی جاتی اور نہ ودیعت عاریت دیجاتی ہے بخلاف عاریت کے بقول مختار ہم یعنی عاریت کا ایداع اور اعارہ عندالاطلاق جائز ہے اور اگر مستعمل کی قید ہو تو عاریت دینا جائز نہیں مگر اُس صورت میں جبکہ استعمال مختلف نہوتا ہو اور یہی قول صحیح مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی واما المستاجر فیؤجر ویودع ویعار ولا یرہن اور مستاجر بفتح جیم یعنی جس چیز کو اجارہ لیا تو اُسکا اجارہ رکھنا اور ودیعت رکھنا اور عاریت دینا جائز ہے اور رہن رکھنا اسکا جائز نہیں واما الرہن فکالودیعۃ اور مرہون تو ودیعت کے مانند ہے یعنی اسکا اجارہ اور رہن اور ایداع اور اعارہ جائز نہیں فی الوہبانیۃ نظم تسع مسائل لا یملک فیہا تملیکا لغیرہ بدون اذن سواء قبلہ ولا اور وہبانیہ میں نو مسائل نظم کئے ہیں جنمیں غیر کو مالک کرنا بدون اذن مالک اصلی کے صحیح نہیں خواہ اُسنے قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو فقال **اشعار** ومالک امر لا یملکہ بدو + ن امرء وکیل مستعیر و موجر + زکوبا ولبسا فیہما ومضارب + ومرتہن ایضا وقاض یصور سو صاحب وہبانیہ نے کہا اور وہ مالک امر کا جو مالک نہیں دوسرے کی تملیک کا بدون امر مالک کے وکیل ہے اور مستعیر اور موجر بفتح جیم یعنی مستاجر بکسر جیم سوار ہونے اور قمیص مثلاً پہننے کا غیر کے رکوب اور لبس کا مالک نہیں اور مضارب اور مرتہن بھی اور قاضی اور امر مالک کا لفظ مبتدا ہے اور جملہ لا یملک اسکی صفت ہے اور وکیل وغیرہ اسکی خبر ہے وکیل کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وکیل کرے بلا تفویض موکل اور اسیطرح مستعیر کو مستعار کا عاریت دینا بلا امر معیر درست نہیں جبکہ عاریت مختلف ہو جاتی ہو باعتبار اختلاف مستعملین کے اور اگر مختلف نہو جاتی ہو تو جائز ہے اور اسی طرح اگر مستاجر نے اپنی خاص ذات کی سواری کیواسطے جانور کرایہ لیا یا اسی طرح قمیص کرایہ لیا تو دوسرے کو اُسپر سواری کرانا یا دوسرے کو اُس قمیص کا پہنانا جائز نہیں اور اسی طرح مضارب دوسرے کیساتھ مضاربت کریگا اور مرتہن دوسرے کے پاس رہن رکھیگا اور قاضی دوسرے کو خلیفہ کریگا بلا اذن امام مالک نہیں کذا فی الطحطاوی **شعر** ومستودع مستبضع ومزارع + اذا لم یکن من عندہ البذر یبذ

اور مستوجب منفعت والی بناء کا اور مستعیر دوسرے کو بضاعت دیگا اور جسنے زمین بقصد زراعت لی جبکہ زارع کے پاس بیج نہو کہیت میں بیج ڈالا جاتا تو غیر شخص کو وہ زمین بطور زراعت کے نہیں دیسکتا بلا اذن ہم اور اگر زارع کا بیج ہو وہ مالک بیج کو دوسرے کو بطور مزارعت کے زمین دیگا کذا فی الطحطاوی قلت والعاشرۃ شعر وما المساقی ان دفعا فی غیبۃ وان اذن المولی کہ لیس یسکو میں کتابوں اور دسوان مسئلہ یہ ہے کہ مساقات و مزارعت کی فصل میں یون مذکور ہے اور جائز نہیں عقد مساقات والباکورہ کا زمین یعنی بہ مساقات کے اور اگر مولی یعنی مالک میں اذن دے تو غیر کو دینا جائز نہیں فان اجر المستعیر او رہن فہلکت ضمنہ المعیر للتعدی سو اگر مستعیر عاریت کو اجارہ میں دے یا اسکو رہن رکھے پھر وہ تلف ہو جاتا تو معیر اسی سے تاوان لیگا سبب اسکی تعدی کے ولا رجوع لہ للمستعیر علی احد لانہ بالضمان ظہر انہ اجر ملک نفسہ وتصدق بالاجرۃ خلافا للثانی اور مستعیر کو تاوان پھیر لینا کسی سے جائز نہیں اسواسطے کہ تاوان دینے سے ظاہر ہوگیا کہ اُسنے اپنی ذاتی ملک کو اجارہ دیا اور مستعیر اجرت کو تصدق کرے برخلاف ابو یوسف کے ہم اجرت اسواسطے تصدق کرے کہ مستعیر بمنزلہ غاصب کے ہوگیا اور غاصب اجارہ دینے سے مالک ہوتا ہے اجرت کا اور خیرات کرنیکی وجہ یہ ہے کہ اجرت حاصل ہوئی خبیث سبب سے یعنی مال غیر کے استعمال کرنے سے کذا فی الطحطاوی او ضمن المستاجر یا معیر تاوان لے مستاجر سے لکن عن الزیلعی وفی شرح الوہبانیۃ الخامسۃ لا یملک المرتہن ان یرہن فیضمن وللمالک الخیار وبوجہ الثانی علی الاول مصنف نے سکوت کیا مرتہن کے حکم سے اور وہبانیہ کی شرح میں ہے اور پانچوان مسئلہ یعنی نظم مذکور کا پانچوان مسئلہ یہ ہے کہ مرتہن مالک نہیں مرہون کے رہن رکھنے کا تو اسپر رہن رکھنے سے تاوان آویگا اور مالک کو اختیار ہے چاہے مرتہن اول سے تاوان لے چاہے ثانی سے اور اگر ثانی تاوان لے تو وہ مرتہن اول سے پھر لے ورجع المستاجر علی المستعیر اذا لم یعلم بانہ عاریۃ فی یدہ دفعا للضرر اور جب معیر مستاجر سے تاوان لے تو مستاجر مستعیر سے تاوان پھیر لے جبکہ مستاجر یہ نجانتا ہو کہ وہ عاریت ہے اسکے ہاتھ میں فریب کے دفع ضرر کیواسطے یعنی اگر عاریت جانکر اجارہ لیگا تو رجوع نہیں بسبب عدم فریب لہ ان یعیر ما اختلف استعمالہ اولا ان لم یعین المعیر منتفعا اور مستعیر کو جائز ہے عاریت کا عاریت دینا خواہ اسکا استعمال باعتبار اختلاف مستعملین مختلف ہوتا ہو یا نہوتا ہو بشرطیکہ معیر نے نفع لینے والے کو معین نہ کردیا ہو اسواسطے کہ معیر نے مستعیر کو منافع عاریت کا مالک کردیا اور مالک کو دوسرے کا مالک کرنا جائز ہے جیسے مستاجر کو اجارہ دینا جائز ہے کذا فی الدرر مختلف الاستعمال جیسے جانور کی سواری اور جسکا استعمال مختلف نہو جیسے جانور پر بوجھ لادنا کذا فی صدر الشریعۃ ویعیر ما لا یختلف ان عین وان اختلف لا للتفاوت وعزاہ فی الجوہرۃ للاختیار اور اگر معیر نے نفع لینے والے کو معین کردیا ہو تو مستعیر اُس عاریت کو عاریت دے جسکا استعمال مختلف نہیں ہوتا اور اگر مختلف ہوتا ہو تو عاریت نہ دے بسبب تفاوت مستعملین کے اور اس قول کو صاحب الجوہرہ میں اختیار کیطرف نسبت کیا ہے ومثلہ کالمعار المؤجر وہذا عند عدم النہی فلو قال لا تدفع لغیرک فدفع فہلک ضمن مطلقا خلاصہ اور عاریت کی چیز کے مانند ہے اجارہ کی چیز یعنی مستاجر کو اجارہ کی چیز عاریت دینا جائز ہے خواہ اسکا استعمال مختلف ہوتا ہو اور در صورت تعیین مختلف الاستعمال کا عاریت دینا جائز نہیں اور یہ تفصیل مذکور در صورت عدم منع کے ہے تو اگر معیر نے مستعیر سے کہا کہ اپنے سوا کسی اور شخص کو نہ دیجیو پس مستعیر نے دی پھر عاریت تلف ہوگئی تو ہر طرح سے تاوان اسپر آویگا کذا فی الخلاصہ یعنی خواہ وہ مختلف الاستعمال ہو یا نہو فمن استعار دابۃ او استاجرہا مطلقا بلا تقیید حمل ما شاء ویعیرہ للحمل ویرکب غیرہ بالاطلاق سو جو شخص کہ عاریت جانور کو یا بطور کرایہ کے مطلقا بلا تقیید تو بوجھ لادے اسپر جو چاہے اور لادنے کیواسطے عاریت دے اور اسپر سوار ہو اطلاق پر عمل کرنے سے وایا فعل اولا تعین مرادا اور جو فعل کہ اول کریگا وہی معین ہو جائیگا مراد لینے میں ہم اسواسطے کہ مطلق ہر انتفاع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں مستعیر و مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول سواری کی تو اب اسپر بوجھ لاد نہیں سکتا اسلیے کہ مطلق جبکہ متعین ایک قید کے ساتھ ہوا تو بعد اسکے مطلق باقی نرہا کذا فی الطحطاوی وضمن بغیرہ ان عطبت حتی لو البس او ارکب غیرہ لم یرکب بنفسہ بعدہ ہو الصحیح کافی اور تاوان دے اسکے غیر میں اگر جانور ہلاک ہوجائے تو اگر عاریت کا کپڑا غیر کو پہنایا یا عاریت کے جانور پر غیر کو سوار کیا تو بعد اسکے آپ اسپر نہ چڑھے یہی قول صحیح ہے کذا فی الکافی وان اطلق المعیر والموجر الانتفاع فی الوقت والنوع انتفع ما شاء ای وقت شاء لما مر اور اگر معیر یا موجر نے انتفاع کو وقت اور نوع میں مطلق بلا قید کیا تو عاریت سے نفع لے جو چاہے جس وقت چاہے بدلیل گذشتہ یعنی بنا بر عموم اطلاق وان قیدہ بوقت او نوع او بہما ضمن بالخلاف الی شر فقط لا الی مثلہ او خیر اور اگر انتفاع میں وقت یا نوع یا دونوں کی قید لگائی تو تاوان دے بر خلاف کرنیمیں سوا مثل یا بہتر خلاف میں ہم خلاف مثل کی مثال یہ کہ جانور عاریت لیا مثلا دس من گیہوں لادنیکے واسطے پھر اسپر اسیقدر جو لادے تو تاوان آویگا اسواسطے کہ جو کا بوجھ سبک

جیسا ہو جانور کی پیٹھ پر گیہوں اور خلاف مثل کے مثال یہ کہ معین گیہوں کے عوض جو یا گیہوں بمقدار لادے یا گیہوں کے عوض سرکے گیہوں لادے اور برخلاف کی صورت یہ کہ جو کیواسطے عاریت لے اور گیہوں لادے
ولکن التقیید لاجارۃ بنوع او قدر مثل العاریۃ اور اسیطرح کا حکم ہے اجارہ میں نوع انتفاع یا قدر انتفاع کی قید لگانے کا عاریت کی مانند عاریۃ الثمنین والمکیل والموزون
والمعدود المتقارب عند الاطلاق قرض ضمنی وکذا استہلاک عینہ فا روپیہ اشرفی اور کیلی اور وزنی اور معدود متقارب کی عاریت اطلاق کیوقت قرض ہے بصورت استہلاک عین اشیاء مذکورہ
ہم یعنی عاریت اباحت ہے اذن فی الانتفاع سے اور اشیاء مذکورہ میں انتفاع نہیں ہوسکتا بدون استہلاک عین اشیاء کے لہذا یہاں عاریت یعنی قرض ٹھہری معدود متقارب جیسے اخروٹ و انڈا
اور اسیطرح صوف اور ریشم اور روئی اور مشک اور کافور اور باقی عطریات کی عاریت درحقیقت قرض ہے فیضمن المستعیر بہلاکہ قبل الانتفاع لانہ قرض حتی لو استعارھا
لیعیر المیزان او یزین الدکان عاریۃ تو تاوان ہے عاریت کی والاشیاء مذکورہ کے تلف ہو جانے سے قبل انتفاع کے اسواسطے کہ وہ قرض ہے نہ عاریت تو اگر روپے اشرفی کو عاریت لیا تاکہ انسے
تول کر ترازو کی درستی جانچے یا انکو رکھ کے دوکان کی آرائش کرے تو یہ استعارہ درحقیقت عاریت ہے نہ قرض یعنی اسواسطے کہ انمین استہلاک عین نہیں ولو اعارہ قصعۃ ثرید فقرض
ولکن بینہما مباسطۃ فاباحۃ اور اگر ثرید کا پیالہ عاریت دیا تو یہ قرض ہے اور اگر معیر او مستعیر میں کشادہ جبینی اور بے تکلفی ہے تو یہ اباحت ہے ہم ثرید وہ کہانا ہے جو شوربے میں روٹی تر کرنے سے تیار
ہوتا ہے جب قرض ہوا تو مثل یا اسکی قیمت دینا لازم ہے اور اباحت میں تاوان نہیں وتصح عاریۃ السہم لا یضمن لان الرمی بہ یجری مجری الاہلاک صیرفیہ اور تیر کی عاریت
صحیح ہے اور تلف ہونے سے تاوان نہیں اسواسطے کہ کمان سے تیر مارنا قائم مقام ہلاک کے ہے کذا فی الصیرفیہ یعنی یہ استہلاک بلا تعدی ہے مالک کی اجازت سے لہذا اسمیں تاوان نہیں ولو اعار ارضا
للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعۃ اور اگر زمین عاریت دی عمارت بنانے اور درخت لگانے کو تو صحیح ہے منفعت کے معلوم ہونے سے ولہ ان یرجع متی شاء لما تقرر انہا غیر لازمۃ
اور معیر کو جائز ہے کہ عاریت پھیر لے جب چاہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ویکلفہ قلعہما الا اذا کان فیہ مضرۃ بالارض فیترکان بالقیمۃ مقلوعین
لئلا یتلف ارضہ اور معیر کو جائز ہے کہ مستعیر سے عمارت اور درختوں کو کھدوا ڈالے اور اگر جبکہ کھودنے میں زمین کا ضرر ہو تو کھودے ہوئے عمارت اور کھودے ہوئے درخت کی قیمت دیکر دونوں چیزیں قائم رکھی جاویں تاکہ اسکی
زمین ضائع نہو یعنی صاحبین قیمت دیکر ان وقت العاریۃ فرجع قبلہ کرہ قلعہما وضمن المعیر المستعیر ما نقص البناء والغرس بالقلع بان یقوم قائما
الی المدۃ المضروبۃ وتعتبر القیمۃ یوم الاسترداد بحر اور اگر عاریت کی مدت ٹھہرائی سو معیر نے عاریت پھیر لی مدت سے پہلے تو مستعیر عمارت اور درخت کو کھدوا ڈالے اور معیر مستعیر کو اتنا تاوان
دے جتنا عمارت اور درخت کا نقصان ہو گیا کھودنے سے اسطرح کہ مدت معین تک عمارت اور درخت کو قائم فرض کرکے قیمت انکی مقرر کیجاوے اور پھیر لینے کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے کذا فی البحر مثلاً
درخت کی قیمت کھودنے کیوقت ایک روپیہ ہے اور اگر مدت معینہ تک قائم رہتا تو تین روپیہ قیمت ہوتی تو دو روپیہ کا نقصان ہوا اسیقدر تاوان دے ولو اعارھا للزرع لا تؤخذ منہ
قبل ان یحصد الزرع وقتہا او لا فتترک باجر المثل مراعاۃ للحقین اور جبکہ زمین مستعیر کو کھیتی کرنے کیواسطے عاریت دی تو اس سے کھیت کٹنے سے پہلے زمین لیجاوے خواہ عاریت
کی مدت مقرر کی ہو یا نکی ہو تو زمین مستعیر کے پاس بعوض اجرت مثل چھوڑی جاویگی دونوں حقوں کی رعایت کرنے کیواسطے فلو قال المعیر اعطیک البذر وکلفتک ان کان لم
ینبت لم یجز لانہ بیع الزرع قبل نباتہ باطل وبعد نباتہ فیہ خلاف ثم اشار الی الجواز فی المصنف پھر اگر معیر کہا مستعیر سے کہ میں تجھکو بیج اور تیری محنت کا خرچ دیتا ہوں اگر
کہیت بیجا ہو تو جائز نہیں اسواسطے کہ کہیت کی بیع قبل اسکے جمنے کے باطل ہے اور بعد اسکے جمنے کے اسمیں گفتگو ہے یعنی متن میں اسکے جائز ہونے کیطرف اشارہ کیا ہے کذا فی النہایہ ہم قول ثانی ہی مختار ہے کذا
فی الطحطاوی عن العنایۃ ومؤنۃ الرد علی المستعیر اور عاریت پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر ہے اسواسطے کہ اسنے اپنے نفع کیواسطے اسپر قبضہ کیا تھا اور پھیر دینا اسپر واجب ہے فلو کانت موقتۃ
فامسکہا بعدہ فہلکت ضمنہا لان مؤنۃ الرد علیہ نہایۃ تو اگر عاریت کا وقت مقرر ہو سو مستعیر نے عاریت کو چھوڑی بعد اس وقت کے پھر عاریت ضائع ہو گئی تو مستعیر تاوان دے
اسواسطے کہ پھیر دینے کا خرچ مستعیر پر تھا کذا فی النہایہ یعنی تو پھیرنے سے وہ متعدی ٹھہرا اصح اس مسئلے میں دو قول ہیں تاوان قاضی خان کا مختار ہے اور عدم ضمان کافی اور مجتبی میں کو ہے کذا
فی الطحطاوی الا اذا استعارھا لیرہنہا فتکون کالاجارۃ رہن الخانیۃ عاریت پھیرنے کا خرچ مستعیر پر ہے مگر جبکہ مستعیر نے رہن رکھنے کیواسطے عاریت لی تو اب
عاریت اجارہ کے مانند ہے کذا فی رہن الخانیہ یعنی تو اب خرچ معیر پر ہوگا جیسے موجر پر ہوتا ہے کذا فی البحر وکذا الموصی لہ بالخدمۃ فمؤنۃ الرد علیہ اور اسیطرح جسکے واسطے خدمت
مملوک کی وصیت ہوئی تو پھیر دینے کا خرچ اسپر ہے وکذا الموجر والغاصب والمرتہن مؤنۃ الرد علیہم لحصول المنفعۃ لہم اور اسی طرح موجر اور غاصب اور مرتہن پر

پھیر دینے کا خرچ ہے بسبب حاصل ہونے منفعت کے انہیں کیواسطے هذا لو الاخراج باذن رب المال والا فمؤنة رده مستاجر ومستعار على الذي اخرجه اجارة البزازية یہ یعنے موجر پر خرچ لازم ہوتا اسوقت ہے جبکہ اخراج صاحب مال کے اذن سے ہوا ہو اور اگر مستاجر نے بلا اذن موجر اخراج کیا تو اجارہ اور عاریت کی چیز کے پھیر دینے کا خرچ اسی پر ہے جسنے اسکو نکالا ہے کیا یعنے مستاجر اور مستعیر پر کذا فی اجارۃ البزازیۃ بخلاف شرکۃ ومضاربۃ وھبۃ فضی بالرجوع مجتبی بخلاف شرکت اور مضاربت اور ہبہ کہ رجوع کا حکم ہو گا کذا فی المجتبی یعنے شرکت میں رو پاس المال کا خرچ اور مضاربت میں صاحب مال پر ہے اور ہبہ میں واہب پر کذا فی المنح وان رد المستعیر الدابۃ مع عبدہ او اجیرہ مشاھرۃ لا میاومۃ او مع عبد ربہا مطلقا یقوم علیہا اولا فی الاصح او اجیرہ ای مشاھرۃ کما مر فہلکت قبل قبضہا بری لانہ اتی بالتسلیم المتعارف اور اگر مستعیر نے جانور پھیر دیا اپنے غلام کے ساتھ یا اپنے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ نہ یومیہ اجیر کے ساتھ یا جانور پھیر دیا مالک کے غلام کے ساتھ خواہ اسکا غلام جانور کی خدمت پر متعین ہو یا نہو قول اصح میں یا مالک کے چاکر مشاہرہ دار کے ساتھ بھیجا چنانچہ قید مشاہرہ دار کی مذکور ہو چکی پھر جانور ہلاک ہو گیا مقبوض ہونے سے پہلے تو مستعیر بری الذمہ ہو گیا اسواسطے کہ تسلیم مشہور ادا کر چکا اور یومیہ اجیر کو اسواسطے نکالا کہ وہ عیال میں داخل نہیں ہوتا بخلاف نفیس کجوھرۃ بخلاف عمدہ چیز کے جیسے عمدہ چیز کے جواہر یعنے اگر عمدہ چیز کو مستعیر غلام یا نوکر کے ہاتھ مالک پاس بھیجے اور تلف ہو جاوے تو وہ بری الذمہ ہو گا بخلاف رد مع الاجنبی ای بان کانت العاریۃ موقتۃ فمضت مدتہا ثم بعثہا مع الاجنبی لتعدیہ بالامساک بعد المدۃ اور برخلاف اجنبی کے ساتھ پھیرنے کے یعنی اسطرح کہ عاریت کی مدت متعین تھی پھر اسکی مدت ہو چکی پھر مستعیر نے اسکو بھیجا اجنبی شخص کے ہاتھ تو بری الذمہ نہو گا بسبب تعدی کرنے مستعیر کے بعد مدت کے رکھ چھوڑنے سے والا فالمستعیر یملک الایداع فیما یملک الاعارۃ من الاجنبی بحث زیلعی فتعین حمل کلامہم علی ھذا اور اگر ایسا نہو یعنی اگر اجنبی کے دینے میں انقضاء مدت کی قید نہ لگاتے بلکہ مطلقا تاوان کے قائل ہو جیسے تو صحیح نہیں اسواسطے کہ مستعیر ودیعت رکھنے کا مالک ہے جسمیں عاریت رکھنے کا مالک ہے اجنبی سے اسی قول کا فتوی ہے کذا فی الزیلعی تو فقہاء کے کلام کا محمول کرنا اسی قول پر متعین ہو گیا یعنے اجنبی کے دینے سے مستعیر پر تاوان آنا اسصورت پر ہے جبکہ بعد انقضاء مدت یا دہو نہ مطلقا بخلاف رد ودیعۃ ومغصوب الی دار المالک فانہ لیس بتسلیم اور برخلاف پہونچا دینے ودیعت و مغصوب کے مالک کے گھر تک کہ یہ تسلیم نہیں یعنی جب خود مالک کو پہونچا دیگا تو تسلیم متحقق ہوگی واذا استعار ارضا بیضاء للزراعۃ یکتب المستعیر انک اطعمتنی ارضک لازرعہا فیخصص لئلا یعم البناء ونحوہ اور جبکہ خالی زمین زراعت کے واسطے عاریت لی تو مستعیر عاریت نامہ لکھدے اسطرح کہ تو نے اپنی زمین مجھکو کھانے کو دی تا اسمیں زراعت کروں تو زراعت کے واسطے تخصیص اسواسطے کی تا عمارت وغیرہ کو شامل نرہے ھم عاریت یا سے لکھنا افضل ہے نزد امام و فائدہ لکھنے کا یہی تا تطاول مدت سے مستعیر عاریت لینے کا انکار نکرے العبد الماذون لا یملک الاعارۃ غلام ماذون عاریت دینے کا مالک نہیں اسواسطے کہ عاریت دینا سوداگروں کا دستور ہی کذا فی المنح والمحجور اذا استعار واستہلکہ یضمن بعد العتق غلام محجور جبکہ عاریت لے اور اسکو تلف کر ڈالے تو تاوان دیوے آزاد ہونے کے بعد ولو اعار عبد محجور عبدا محجورا مثلہ فاستہلکہ ضمن الثانی للحال اور اگر غلام محجور اپنے مانند دوسرے غلام محجور کو عاریت دے سو وہ اسکو تلف کر ڈالے تو دوسرا یعنے مستعیر فی الحال تاوان دے ولو استعار ذھبا فقلدہ صبیا فسرق الذھب منہ ای من الصبی فان کان الصبی یضبط حفظ ما علیہ من اللباس لم یضمن والا ضمن لانہ اعارۃ والمستعیر یملکہا اور اگر ایک شخص نے سونا عاریت لیا سو ایک لڑکے کے گلے میں ڈالا پھر سونا چوری ہو گیا لڑکے سے تو اگر لڑکا ایسا ہوشیار ہو کہ حفاظت کرتا ہو اسکی جو اسکے بدن پر ہو لباس وغیرہ سے تو مستعیر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ ایسے لڑکے کو سونا پہنانا عاریت دینا ہے اور مستعیر عاریت دینے کا مالک ہے اور اگر لڑکا حفاظت نکر سکتا ہو تو مستعیر پر ضمان ہے یعنے اسواسطے کہ اسنے مال برباد ضائع کیا تاوان کو دیگا وضعہا ای العاریۃ بین یدیہ فنام فضاعت لم یضمن لو نائما جالسا لانہ لا یعد مضیعا عاریت کر اپنے سامنے رکھا پھر وہ سو گیا سو عاریت ضائع ہوئی تو مستعیر پر تاوان نہیں اگر بیٹھے سو گیا اسواسطے کہ ایسا سونے والا عاریت کا ضائع کرنے والا نہیں گنا جاتا وضمن لو نائما مضطجعا لترکہ الحفظ اور تاوان دیگا اگر لیٹ کر سو گیا بسبب نگہبانی چھوڑ دینے کے لیس للاب اعارۃ مال طفلہ لعدم البدل وکذا القاضی والوصی باپ کو جائز نہیں ہے اپنے صغیر کا مال عاریت دینا بسبب نہونے عوض کے اور اسیطرح قاضی اور وصی کو طفل کا مال عاریت دینا جائز نہیں ہم یہ قول فتاوی عالمگیری کے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں بیع طحاوی سے منقول ہے کہ قاضی کو مال یتیم کا عاریت دینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی طلب شخص من رجل ثورا عاریۃ فقال اعطیتک غدا فلما کان الغد ذھب الطالب واخذہ من دارہ واستعملہ فمات الثور لا ضمان علیہ

خانیہ عن ابراہیم بن یوسف لکن فی المجتبیٰ وغیرہ انہ یضمن ایک شخص نے دوسرے سے بیل عاریت مانگا سو اُسنے کہا میں کل تجھکو دونگا پھر جب کل ہوا تو وہ لے گیا اور بیل لیا بدون اُسکے اذن کے اور اُس سے کام لیا پھر بیل مر گیا تو اُسپر تاوان نہیں کذا فی الخانیہ عن ابراہیم بن یوسف لیکن مجتبیٰ وغیرہ میں یہ ہے کہ وہ تاوان دیگا ھو تو امین وقول ثابت جہز بنتہ بما یجہز بہ مثلہا ثم قال کنت اعرتہا الامتعۃ ان العرف مستمر ابین الناس ان الاب یدفع ذلک الجہاز ملکا لا اعارۃ لا یقبل قولہ انہ اعارہا لان الظاہر یکذبہ وان لم یکن العرف کذلک او تارۃ وتارۃ فالقول لہ بہ یفتیٰ کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا فان القول لہ اتفاقاً باپ نے اپنی بیٹی کو ایسا جہیز دیا کہ ویسا جہیز ویسی عورت کو دیا جاتا ہے پھر باپ نے کہا کہ میں نے بیٹی کو اسباب عاریت دیا تھا نہ تملیک کی طور پر اگر لوگون میں یہ رواج دائمی ہو کہ باپ اُس جہیز کو دیا کرتا ہو مالک کر دینے کی راہ سے نہ عاریت دینے کی راہ سے تو باپ کا یہ قول کہ اُسنے عاریت دیا تھا مقبول نہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال اُسکی تکذیب کرتا ہے اور اگر اسطرح کا رواج نہوگا کہ بطور ملک کے دیا جاتا ہو اور کبھی بطور عاریت کے تو باپ ہی کا قول مقبول ہے اسی قول کا فتویٰ ہے چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہو اس جہیز سے جو ویسی عورت کو دیا جاتا ہے تو باپ ہی کا قول بالاتفاق مقبول ہے والام وولی الصغیرۃ کالاب فیما ذکر اور ماں اور صغیرہ کا ولی باپ کے مانند ہے حکم مذکور میں ہم یعنی اگر ماں یا ولی صغیرہ کا نکاح کر دے جہیز دیکر پھر دعویٰ عاریت کا کرے تو رواج کا اعتبار ہوگا اور یہ حکم ماں اور ولی میں ابن وہبان کی بحث ہے کذا فی الطحطاوی وفیما اذا ادعیٰ الاجنبی بعد الموت لا یقبل الا ببینۃ شرح وہبانیۃ وتقدم فی باب المہر اور جس میں اجنبی دعویٰ کرے بعد موت کے یعنی میت پر دعویٰ کرے کہ میں نے اُسکو فلانی چیز عاریت دی تو اُسکا قول مقبول نہیں ہے بدون شہادت کے کذا فی شرح الوہبانیۃ اور باب المہر میں پہلے مذکور ہو چکا وفی الاشباہ کل امین ادعیٰ ایصال الامانۃ الی مستحقہا قبل قولہ بیمینہ کالمودع اذا ادعی الرد والوکیل والناظر اذا ادعی الصرف الی الموقوف علیہم یعنی من الاولاد والفقراء وامثالہما اور اشباہ میں ہے کہ جو امین امانت کے پہونچا دینے کا اُسکے مستحق کی طرف دعویٰ کرے تو اُسکا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے چنانچہ مودع جبکہ ودیعت پھیر دینے کا دعویٰ کرے اور وکیل و ناظر وقف کا جبکہ موقوف علیہم پر صرف کرنے کا دعویٰ کرے موقوف علیہم سے مراد وقف کی اولاد ہو و محتاجین و یعنی علما اور اشراف کذا فی الطحطاوی واما اذا ادعی الصرف الی وظائف المرتزقۃ فلا یقبل قولہ فی حق ارباب الوظائف لکن لا یضمن ما انکروہ بل یدفعہ ثانیاً من مال الوقف کما بسطہ فی حاشیۃ اخی زادہ قلت وقدمنا فی الوقف عن المولی ابی السعود واستحسنہ المصنف واقرہ ابنہ فلیحفظ اور اگر ناظر دعویٰ کرے کہ میں نے روزی لینے والوں کے وظائف میں صرف کیا تو اُسکا قول مقبول نہیں ارباب وظائف کے حق میں لیکن ناظر تاوان نہ دیگا جسکے لینے کے وہ منکر ہیں بلکہ ناظر انکو دوبارہ دے وقف کے مال سے چنانچہ حاشیۂ اخی زادہ میں مشرح ہے میں کہتا ہوں اور کتاب الوقف میں یہ مذکور ہو چکا مفتی ابوسعود رحمہ سے اور مصنف رح نے اُسکو پسند کیا ہے اور اُسکے فرزند نے اُسکو ثابت رکھا ہے حاشیہ اشباہ میں تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے وسواء کان فی حیاۃ مستحقہا او بعدہ الا فی الوکیل بقبض الدین اذا ادعی بعد موت الموکل انہ قبضہ ودفعہ لہ فی حیاتہ لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور برابر ہے کہ ادعائے ایصال بیچ مستحق امانت کی زندگی میں ہو یا بعد اُسکی موت کے ہو مگر قبض دین کے وکیل میں جبکہ وہ بعد موت موکل کے یہ دعویٰ کرے کہ اُسنے دین پر قبضہ کیا اور وہ موکل کو دیا اُسکی زندگی میں تو قول مذکور مقبول نہوگا مگر گواہی کے ساتھ بخلاف الوکیل بقبض العین کودیعۃ قال قبضتہا فی حیاتہ وہلکت او دفعتہا الیہ فانہ یصدق لانہ ینفی الضمان عن نفسہ برخلاف قبض عین کے وکیل کی ودیعت کے مانند وکیل نے کہا کہ میں نے عین پر قبضہ کیا موکل کی حیات میں اور وہ ہلاک ہو گئی اور موکل کے وارثوں نے اُسکا انکار کیا یا وکیل نے کہا کہ میں نے وہ عین موکل کو دی تو اُسکے قول کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وکیل اپنی ذات سے تاوان کی نفی کرتا ہے یعنی وکیل اپنے اوپر سے تاوان کو ٹالتا ہے اور یہ اُسکا مقصود نہیں کہ موکل پر ایجاب ضمان کرے بخلاف الوکیل بقبض الدین لانہ یوجب الضمان علی المیت وہو ضمان مثل المقبوض فلا یصدق وکالۃ الولوالجیۃ برخلاف قبض دین کے وکیل کے کہ اُسکا قول مقبول نہیں اسواسطے کہ وہ ایصال دین کے دعویٰ سے تاوان واجب کرتا ہے میت پر اور وہ تاوان مثل مقبوض کے برابر تو اُسکی تصدیق نہوگی کذا فی وکالۃ الولوالجیۃ علم ایصال دین کے دعویٰ میں میت پر ایجاب ضمان کی یہ وجہ ہے کہ تقاضے دیون امثال دیون سے ہوتا ہے تو ادعائے ایصال ضمان مثل مقبوض کا موجب ہے اور مقبوض بدلا ہو جاتا ہے اُس حق کا جو مدیون پر ہے اور غیر پر ایجاب ضمان جائز نہیں کذا فی الطحطاوی

مختصر قلت وظاهره انه لا يصدق لا في حق نفسه ولا في حق الموكل وقد افتى بعضهم انه يصدق في حق نفسه لا في حق الموكل وتحمل عليه كلام الولوالجية فليتأمل عند الفتوى مین کہتا ہون اور ظاہر کلام ولوالجیہ پر دلالت کرتا ہے کہ وکیل کی تصدیق نہ ہوگی نہ اپنی ذات کے حق مین نہ موکل کے حق مین اور البتہ بعض فقہا نے فتوی دیا ہے کہ وکیل کی تصدیق اُسکی ذات کے حق مین ہوگی نہ موکل کے حق مین اور ولوالجیہ کا کلام اسی تفصیل پر محمول کیا ہے تو تامل کرنا چاہیے فتوی دینے کیوقت مترجم ظاہر کلام ولوالجیہ شارح کی فہم کے موافق پر دلالت نہین کرتا بلکہ اُسکی عبارت سے یہ ظاہر ہے کہ فقط موکل کے حق مین وکیل کی تصدیق نہوگی بقرینہ ایجاب ضمان علے المیت تو افتائے بعض فقہا متعین ہوگیا اور تامل کی کچھ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے

اوصى بالعارية ليس للورثة الرجوع ایک شخص نے عاریت کی وصیت کی تو ورثہ کو جائز نہین پھیر لینا مستعیر موصی لہ سے ہم یہ اُس صورت مین ہے جبکہ رقبہ ثلث سے نکلتا ہو اور مستعیر نے عاریت قبول کی موصی کی موت کے بعد اور اگر بعد موت قبول متحقق نہوگا تو وصیت باطل ہے کذا فی الطحطاوی العارية كالاجارة تنفسخ بموت احدهما عاریت اجارہ کے مانند فسخ ہوجاتی ہے معیر یا مستعیر کی موت سے مات وعليه دين وعنده وديعة بغير عينها فالتركة بينهم بالحصص ایک شخص مرگیا اور اُسپر دین ہے اور اُسکے پاس ودیعت ہے غیر معین تو میت کا ترکہ اصحاب دیون مین مقسوم ہوگا بقدر اُنکے حصون کے ہم ودیعت غیر معین کی یہ صورت ہے کہ میت مرگیا اور یہ بیان نکر گیا کہ فلانی چیز ودیعت ہے تو صاحب ودیعت اور باقی ارباب دیون ترکے مین برابر ہین بقدر اپنے حصص کے بشرطیکہ ترکہ اوسکے کل دیون مین کفایت نکرے استاجر بعيرا الى مكة فعلى الذهاب وفي العارية على الذهاب والمجيء لان ردها عليه اونٹ کرایہ کیا مکہ معظمہ تک تو یہ اجارہ فقط جانے پر ہے نہ آنے پر اور عاریت مین جانے اور آنے دونون پر ہے اسواسطے کہ عاریت کا پہونچانا مستعیر پر ہے یعنے اور پہونچانا بدون آنے کے نہین ہوسکتا بخلاف اجارہ کے کہ اسکے آنے کا خرچ موجر پر ہے نہ مستاجر پر استعار دابة للذهاب فامسكها في بيته فهلكت ضمن لانه اعارها للذهاب لا للامساك جانور عاریت لیا جانے کیواسطے پھر اُسکو باندھ رکھا اپنے گھر مین سو وہ تلف ہوگیا تو تاوان دے اسواسطے کہ اُسنے اُسکو جانے کیواسطے عاریت دیا تھا نہ باندھ رکھنے کیواسطے استقرض ثوبا فاغار عليه الاتراك لم يضمن لانه عارية عرفا کپڑا قرض لیا سو اُسپر ترکون نے مثلاً غارتگری کی تو اُسپر تاوان نہین اسواسطے کہ وہ عاریت ہے رواج مین یعنے اور بلا تعدی مستعیر وہ تلف ہوگیا استعار ارضا ليبني ويسكن واذا خرج فالبناء للمالك فللمالك اجر مثلها مقدار السكنى والبناء للمستعير لان الاعارة تمليك بلا عوض فكانت اجارة معنى وفسدت بجهالة المدة زمین عاریت لی عمارت اور سکونت کیواسطے اور جب وہ اُس مکان سے نکلجائے تو عمارت مالک زمین کی ہے تو مالک کو کرایہ ملیگا اوسی زمین کا بقدر اُسکی سکونت کے اور عمارت تو مستعیر کی ہے اسواسطے کہ اعارہ عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے تو یہان اعارہ درحقیقت اجارہ ہوگیا یعنے تقرر عوض سے مدت کے مجہول ہونے سے ہم عوض وہ عمارت ہے جو مستعیر نے بنائی پھر جب عاریت اجارۂ فاسدہ ٹھہری تو اجرت مثل لازم آئی منفعت لینے سے اور اگر مدت بھی معلوم ہوتی تو بھی اجارہ فاسدہ ٹھہرتا جہالت بدل سے اسواسطے کہ کیفیت عمارت کی معلوم نہین عاریت لینے کیوقت وكذا لو شرط الخراج على المستعير لجهالة البدل اور یہی عاریت اجارہ فاسدہ ٹھہرگئی اگر زمین کا خراج مستعیر پر شرط کیا گیا بسبب مجہول ہونے بدل کے ہم خراج تھا معیر پر پھر جب مستعیر پر شرط کیا تو وہ منافع کا عوض ٹھہرا اور یہی حقیقت ہے اجارہ کی اسواسطے کہ عقود مین معانی کا اعتبار ہے نہ الفاظ کا وجہ فساد اجارہ یہ ہے کہ قدر خراج مجہول ہے والحيلة ان يوجر الارض سنين معلومة ببدل معلوم ثم يامره باداء الخراج منه اور مستعیر پر خراج صحیح ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ مستعیر کو چند سال معین زمین اجارہ دے بعوض مال معین کے پھر مستعیر سے ادائے خراج کا عوض معلوم سے امر کرے استعار كتابا فوجد فيه خطأ اصلحه ان علم رضى صاحبه قلت ولا تمسكه الا في القرآن لان اصلاحه واجب بخط مناسب ایک کتاب عاریت لی سو اُسمین غلطی پائی تو اسکی اصلاح کردے اگر مالک کی رضامندی جانے مین کہتا ہون اور گنہگار نہوگا ترک خطا اور عدم صلاح سے مگر قرآن مجید مین ترک اصلاح سے البتہ گنہگار ہوگا اسواسطے کہ قرآن کا صحیح کردینا واجب ہے بخط مناسب ہم اصلاح مین رضا مالک اسواسطے کہ غیر کی ملک مین تصرف ہے

ابن وہبان نے کہا اگر مستعیر کا خط مناسب بخط کتاب ہو اور اسکو یقین خطا معلوم ہو تو بشرطیکہ صاحب کتاب اصلاح کر دے اور اگر خط مناسب نہو تو ایک کاغذ پر غلطی صحیح لکھکر وہان رکھدے اور محل خطا پر نشان کر دے تا مالک اسکا مطلع ہو کر درست کر لے اسواسطے کہ کتب علم کی اصلاح عبادات سے ہے کذا فی الطحطاوی و فی الوھبانیۃ

شعر ویصلح ای اصلاحہ مستعیر یجوز اذا امرہ لا کاتبا اثر + اور وہبانیہ میں ہے کہ ایک کتاب میں اسکے مستعیر نے اصلاح کی اگر معلوم کیا تو جائز ہے اصلاح جبکہ اسکا مالک آزردہ نہو و فی معایاتہا اور وہبانیہ کی معایات میں اگلی بیت ہے یہ معایات کا امر ہے جسکے نہو اور جواب بیت میں مجاز ہے جیسے لغز اور پہیلیان اور پہیلی

شعر وای معیر لیس تملیک اخذہا + اعارۃ و فی غیر الرھان انتقاء + اور وہ کون معیر ہے جو اپنی عاریت دی چیز کی لینے کا مالک نہیں اور رہن کے سوا میں یہ مسئلہ متصور ہے صورت اسکی یہ ہے کہ زمین عاریت دی زراعت کے واسطے تو مالک زمین کا اسکا لینا کھیت کٹنے سے پہلے جائز نہیں مصرع وھل واھب لا یجوز رجوعہ + اور اپنے فرزند کا ایسا کوئی واہب ہے کہ اسکو پھیر لینا جائز ہو صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے کا غلام ہے تو اسکو ہبہ پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ غلام مالک نہیں ہو سکتا اور ہبہ درحقیقت اسکے مالک کے واسطے ہے تو درحقیقت اجنبی کیواسطے ہبہ ہوا تو پھیر لینا جائز ٹھہرا مصرع وھل مودع ما ضیع المال یخسر + اور ایسا کوئی مودع ہے جسنے مال ضائع نہیں کیا اسپر تاوان پڑتا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ وصیت کرنیوالے نے ایک شخص پاس ہزار درہم ودیعت رکھے اور کہا کہ یہ درہم میرے فلانے وارث کو دینا سو مودع نے بعد اسکی موت کے ویسا ہی کیا تو باقی وارث اس سے تاوان لینگے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الہبہ

یہ کتاب ہے ہبہ کی یعنی بخشش اور دینے کی وجہ المناسبۃ ظاھرۃ وجہ مناسبت کی درمیان کتاب العاریۃ اور کتاب الہبہ کے ظاہر ہے اسواسطے کہ عاریت عبارت ہے تملیک منافع بلا عوض سے اور ہبہ عبارت ہے تملیک عین مع المنافع بلا عوض سے ھو لغۃ التفضل علی الغیر ولو غیر مال ای ہبہ لغت میں عبارت ہے فضیلت حاصل کرنے سے غیر پر اگرچہ تفضل بغیر مال کے ہو و شرعا تملیک العین مجانا ای بلا عوض لا ان عدم العوض شرط فیہ اور شرع میں ہبہ عبارت ہے عین کے مالک کر دینے سے مفت یعنی بدون عوض کے نہ کہ عدم عوض شرط ہے ہبہ میں ہم تملیک عین سے اباحت اور عاریت سے خارج ہو گئی اور بلا عوض سے اجارہ اور بیع نکل گئی لیکن یہ تعریف وصیت کی مانع نہیں لہذا ابن کمال نے تملیک حالی کی قید لگائی بہتر یہ تھا کہ شارح بلا شرط عوض کہتا جیسے مصنف نے اپنی شرح میں کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ ہبہ عبارت ہے تملیک بلا شرط عوض سے اور یہ مطلب نہیں کہ عدم عوض شرط ہے تاکہ تعریف ہبہ بشرط عوض سے ٹوٹ جاوے واما تملیک الدین من غیر من علیہ الدین فان امرہ بقبضہ صحت لرجوعھا الی ھبۃ العین اور دین کی تملیک غیر مدیون کو اگر صاحب دین نے اسکو دین قبض کرنیکا امر کیا تو ہبہ صحیح ہے بسبب راجع ہونے ہبہ دین کے ہبہ عین کیطرف ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ ہبہ کی تعریف میں تملیک عین داخل ہے تو چاہئے کہ دین مذکور کی تملیک کو ہبہ نہ کہیں اسکا جواب شارح نے یون دیا کہ جب صاحب دین نے اسکو قبض دین کا امر کیا اور اسنے دین پر قبضہ کیا تو دین عین ہو گیا تو تملیک عین متحقق ہو گئی وسببھا ارادۃ الخیر للواھب دنیوی کعوض ومحبۃ وحسن ثناء واخروی + اور ہبہ کا سبب خیر کا ارادہ ہے واہب کے واسطے خواہ خیر دنیوی ہو جیسا کہ عوض اور محبت اور نیکنامی خواہ خیر اخروی ہو جیسا کہ ثواب بشرط خلوص نیت قال الامام ابو منصور یجب علی المؤمن ان یعلم ولدہ الجود والاحسان کما یجب علیہ ان یعلمہ التوحید والایمان اذ حب الدنیا راس کل خطیئۃ نہایۃ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا واجب ہے ایماندار پر کہ اپنے فرزند کو سخاوت اور احسان سکھاوے جس طرح اسپر یہ واجب ہے کہ اسکو توحید اور ایمان سکھاوے اسواسطے کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے کذا فی النہایہ یعنی بلا تعلیم فرزند کو نہ چھوڑے کہ وہ دنیا کی محبت پر جوان ہو جاوے اور وہ نہایت مذموم ہے اسواسطے کہ حب دنیا سر ہے ہر خطا کا تو تعلیم جود سے اس بلا سے نجات پاویگا اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیم فرض عین ہے کذا فی الطحطاوی وھی مندوبۃ وقبولھا سنۃ قال صلی اللہ علیہ وسلم تھادوا تحابوا اور ہبہ کرنا مستحب ہے اور ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ باہم ہدیہ اور تحفہ دیا کرو تا کہ باہم دوستی بڑھے اور کبھی بسبب عارض کے ہبہ قبول نکرنا مخالف سنت نہیں ہوتا چنانچہ اگر معلوم ہو جاوے کہ ہبہ حرام مال سے ہے یا کہ واہب اپنا احسان جتایا کریگا و شرائط صحتھا فی الواھب العقل والبلوغ والملک فلا تصح ھبۃ صغیر ورقیق ولو مکاتبا اور صحت ہبہ کی شرطیں ہبہ کرنے والے میں عقل اور بلوغ اور ملک ہے تو صغیر اور مملوک کا ہبہ صحیح

نہیں اگرچہ مملوک مکاتب ہو و شرط صحتها فی الموهوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول کما سیتضح اور صحت ہبہ کی شرطیں موہوب
یعنے بخشی چیز میں یہ ہے کہ اسکا مقبوض ہو غیر مشاع متمیز غیر مشغول بغیر موہوب چنانچہ آگے واضح ہوگا اور زیلعی میں ہے کہ قبض تو ضرور ہے ثبوت ملک کیواسطے اسواسطے کہ جواز ثابت ہے
قبل قبض کے بالاتفاق انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ قبض موہوب کا ثبوت ملک کی شرط ہے نہ صحت ہبہ کی اور مصنف رح کے کلام سے نکلتا ہے کہ قبض صحت کی شرط ہے اور باقی شرط
موہوب کی فتاوی عالمگیری میں اون مذکور ہیں کہ موہوب موجود ہو ہبہ کیوقت تو اگر اپنے درخت کے پھل ہبہ کرے جو اس سال پھلیں گے تو جائز نہیں اسواسطے کہ فی الحال معدوم ہیں
اور ازانجملہ یہ شرط ہے کہ مال متقوم ہو تو شراب اور سور اور خون اور مردار کا ہبہ صحیح نہیں اور ازانجملہ یہ شرط ہے کہ مملوک ہو تو ہبہ مباحات کا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وركنها هو
الایجاب والقبول کما سیجیء اور ہبہ کا رکن ایجاب و قبول ہے چنانچہ آگے آویگا وحکمها ثبوت الملک للموهوب له غیر لازم فله الرجوع والفسخ اور حکم
یعنے اثر مترتب ہبہ کا ثابت ہونا ملک کا موہوب لہ کیواسطے ملک غیر لازم تو واہب کو ہبہ پھیر لینا اور عقد ہبہ کا فسخ کر دینا جائز ہے سوا سات صورتوں کے جنکو ذکر ہوگی وعدم صحة
خیار الشرط فیها فلو شرطه صحت ان اختاره قبل تفرقهما اور حکم ہبہ نہ صحیح ہونا شرط خیار کا ہے ہبہ میں تو اگر موہوب لہ نے خیار شرط کیا تو ہبہ صحیح ہوگا اگر وہ
ہبہ کو اختیار کر لیگا قبل متفرق ہونے واہب اور موہوب لہ کے کہ یہ تفریع تھا کہ مصنف کہتا وعدم صحتها بخیار الشرط بتفریع کے والا احتمال اسکا یہ ہے کہ ہبہ مطلقا صحیح ہے اور
شرط باطل ہے کذا فی البحر ولا تبطل الشرط خلاصہ اور اسی طرح اگر واہب شرط خیار سے ابرا کرے تو ابرا صحیح ہے اور شرط باطل ہے کذا فی الخلاصہ حلبی نے
کما استفادہ ہبہ چنانچہ آگے آویگا ولا تبطل بالشروط الفاسدة فهبة عبد علی ان یعتقه تصح وتبطل
الشرط اور ہبہ کا حکم یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا ہے شروط فاسدہ سے پس ہبہ غلام کا اس شرط پر کہ اسکو موہوب لہ آزاد کر دے صحیح ہے اور شرط باطل ہے وتصح بایجاب کوهبت
ونحلت اور ہبہ صحیح ہے ایجاب سے چنانچہ وہبت یعنی میں نے ہبہ کیا ونحلت یعنی میں نے بخشا اپنے دل کی خوشی سے بلا مطالبہ واطعمتك هذا الطعام ولو ذلك علی وجه
المزاح اور یعنی میں نے کھانا تجھے کھلایا اگرچہ ایجاب بطور خوش طبعی کے ہو خلاصہ میں ہے کہ موہوب لہ نے طلب ہبہ کی بطریق مزاح اور خوش طبعی کے تو واہب نے بلا مزاح ہبہ کی تسلیم
کی تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ واہب خوش طبعی سے نہیں ہے اور موہوب لہ نے اسکو قبول کر لیا بقبول صحیح انتہی اور اسی طرح خلاصہ کے مانند خزانہ کی عبارت ہے جسکو مصنف نے متن کی دلیل سمجھا
ہے اور حالانکہ اس سے مصنف کا مدعا ثابت نہیں ہوا کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ایجاب علی وجہ المزاح سے ہبہ صحیح نہیں بخلاف اطعمتك ارضی فانه عارية
لرقبتها واطعام لغلتها یعنی بخلاف اس قول کے کہ میں نے تجھے اپنی زمین کھلائی اسواسطے کہ یہ قول عاریت ہے رقبہ زمین کی اور اطعام ہے اسکے غلے کا کذا فی البحر یعنی وہ غلہ اسکو
مستعیر کو دیگا چنانچہ کتاب العاریہ میں مذکور ہو چکا او بالاضافة الی ما یعبر به عن الکل کوهبت لك فرجها وجعلته لك لان اللام للتمليك یا ایجاب
میں اضافت ہو اس جزو کیطرف جس سے کل تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ میں نے تجھکو اس لونڈی کی شرمگاہ بخشی اور اسکو میں نے تیرے لیے مقرر کر دیا ٹھہرا دیا اسواسطے کہ لام لک کا لفظ میں تملیک کے
واسطے ہے بخلاف جعلته باسمك فانه ليس بهبة برخلاف اس قول کے کہ اسکو میں نے تیرے
نام کے ساتھ ٹھہرا دیا مقرر کر دیا اسواسطے کہ یہ قول ہبہ نہیں ہے یہ قول غیر اظہر ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری میں غیاثیہ سے منقول ہے کہ صغیر کے باپ نے باغ لگایا اور کہا کہ جعلته باسم ابني
یعنی میں نے اسکو اپنے بیٹے کے ساتھ ٹھہرا دیا تو یہ ہبہ ہے یہی قول اظہر ہے اور اسی پر ہمارے اکثر مشائخ ہیں کذا فی الطحطاوی وکذا هی لك حلال الا ان یکون قبله کلام
یفید الهبة خلاصة اور اسی طرح یہ قول ہبہ نہیں کہ وہ لونڈی تجھکو حلال ہے مگر اسوقت ہبہ ہے جبکہ اسکے پہلے ایسا کلام ہو جو ہبہ کا مفید ہو کذا فی الخلاصہ ہم قول مذکور
اسواسطے ہبہ نہیں کہ لونڈی کی حلت یا نکاح سے ہے یا اباحت سے سو نکاح تو ثابت نہیں اور اباحت فروج میں جائز نہیں کلام سابق جو ہبہ کا مفید ہو اس طرح ہے کہ
ایک شخص دوسرے سے کہے کہ کیا تجھکو تو یہ لونڈی ہبہ کرتا ہے یا میرا دل راغب ہے اسکے لینے پر یا کہ تو نے اس سے پہلے مجھکو کوئی چیز نہیں ہبہ کی سو مخاطب نے کہا کہ تجھ پر
حلال ہے تو البتہ یہ قول اسکا ہبہ ٹھہریگا واعمرتك هذا الشيء اور میں نے یہ چیز تجھکو بطور عمری دی یعنے عمر بھر کو دی اور عمری یہ ہے کہ فی الحال مالک کر دے اور
بعد موت موہوب لہ کے پھیر لے سو تملیک صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اسواسطے کہ ہبہ باطل نہیں ہوتا فاسد شرطوں سے حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص بطریق عمری کوئی چیز دے تو وہ چیز

موہوب لہ کی مملوک ہے اور اُسکے وارثون کی ہے بعد اُسکے کذا فی الزیلعی وحملتك علی هذه الدابة ناویا بالحمل الهبة کہا تو اور مین نے تجھکو اس جانور پر محمول کردیا حمل ہبہ کی نیت کرکے چنانچہ کتاب العاریۃ مین مذکور ہو چکا ہے حمل گاہے بمعنی ہبہ اور گاہے بمعنی عاریت مستعمل ہوتا ہے لہذا ثبوت ہبہ کیواسطے نیت ہبہ شرط ہوئی وکسوتك هذا الثوب اور مین نے تجھکو یہ کپڑا پہنایا اسم پہنانے سے تملیک عین مراد ہوتی ہے بولتے ہین کہ فلانے نے فلانے کو کپڑا پہنایا جبکہ اسکو کپڑے کا مالک کردیا اور عاریت مین اس طرح نہین بولتے وداری لك هبة اور میرا گھر تیرا ہے موہوب ہوکر ہم لفظ ہبہ منصوب ہے حال ہونے سے ضمیر ظرف سے اور لام تملیک کا ہے کذا فی الدرر او عمری تسکنها لان قوله تسکنها مشورة لا تفسیر لان الفعل لا یصلح تفسیرا للاسم فقد اشار علیه فی ملکه بان یسکنه فان شاء قبل مشورته وان شاء لم یقبل یا واہب یون بولا کہ میرا گھر تیرا ہے بطور عمری کے کہ تو اسمین سکونت کرے یہ قول بھی ایجاب ہبہ ہے اسواسطے کہ تسکنها کا لفظ مشورہ دہی واہب کا ہے نہ تفسیر اسواسطے کہ فعل اسم کی تفسیر ہونے کی لیاقت نہین رکھتا تو واہب نے موہوب لہ کو مشورہ دیا اُسکی ملک مین اسطرح کہ اُسمین سکونت اختیار کرے سو اگر موہوب لہ چاہے اُسکے مشورے کو قبول کرے اور چاہے نہ قبول کرے کالو قال هبة سکنی او سکنی هبة بل تکون عاریة اخذا بالمتیقن ہبہ صحیح ہوگا اگر یون واہب کہیگا کہ میرا گھر تیرا ہے موہوب ہوکر سکونت کی راہ سے یا سکونت کی راہ سے موہوب ہوکر بلکہ یہ قول عاریت ہوگا اور متیقن کو لیکر ہم لفظ ہبۃ حال ہے اور سکنی تمیز عاریت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ لفظ سکنی محکم ہے تملیک منفعت مین تو یہ قول عاریت ٹھہرا خواہ لفظ ہبہ مقدم ہو یا موخر کذا فی الطحطاوی عن البحر وحاصله ان اللفظ ان انبأ عن تملیك الرقبة فهبة او المنافع فعاریة او احتمل اعتبر النیة نوازل اور حاصل کلام یہ ہے کہ ایجاب کا لفظ اگر خبر دے یعنی دلالت کرے تملیک رقبہ پر تو ہبہ ہے یا منافع پر دلالت کرے تو عاریت ہے یا ہبہ اور عاریت دونون کا محتمل ہو تو نیت معتبر ہے کذا فی النوازل وفی البحر اغرسه باسم ابنی الاقرب الصحة اور بحر الرائق مین ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ مین اس درخت کو بوتا ہون اپنے فرزند کے نام پر بقول اقرب صحت ہبہ ہے ہم صاحب بحر نے یہ قول خلاصہ سے نقل کیا ہے اور عالمگیری مین فتاوی قاضی خان سے بعینہ جزیہ مذکور ہے کہ یہ قول ہبہ نہین ہے تو اسی پر اعتماد چاہیے کذا فی الطحطاوی وتصح بقبول ای فی حق الموهوب له اما فی حق الواهب فتصح بالایجاب وحده لانه متبرع حتی لو حلف ان یهب عبده لفلان فوهب ولم یقبل بر وبعکسه حنث بخلاف البیع اور ہبہ صحیح ہوتا ہے قبول کرنے سے یعنی موہوب لہ کے حق مین اور واہب کے حق مین ہبہ صحیح ہو جاتا ہے فقط ایجاب بلا قبول سے تو اگر واہب نے قسم کھائی کہ اپنا غلام فلانے شخص کو ہبہ کریگا سو اُسنے اسکو ہبہ کیا اور اس شخص نے ہبہ قبول نکیا تو حانث نہوا اور اسکے بالعکس مین حانث ہوگا یعنی اگر قسم کھائی کہ مین فلانے شخص کا ہبہ لونگا سو اُسنے ہبہ کیا اور اُسنے قبول نکیا تو حانث نہوگا برخلاف بیع کے ہم یعنی اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کے ہاتھ بیع کریگا سو اُسنے بیع کا ایجاب کیا اور اُسنے قبول نکیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ بیع عقد معاوضہ ہے تمام نہین ہوتا مگر ایجاب اور قبول سے تو جبتک قبول نپایا جائے گا بیع ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی وتصح بقبض بلا اذن فی المجلس فانه هنا کالقبول فاختص بالمجلس اور صحیح ہے ہبہ موہوب لہ کے قبض کرنے سے بلا اذن واہب کے مجلس عقد مین اسواسطے کہ قبض یہان یعنے ہبہ مین قبول کرنے کے مانند ہے لہذا مخصوص بہ مجلس عقد ہوا ہم قبض بجائے قبول کے اسواسطے ہوا کہ مقصود ایجاب سے اثبات ملک ہے تو ایجاب مسلط کرتا ہے قبض پر باعتبار دلالت کے اسواسطے کہ ملک متصور نہین مگر قبض سے تو قبض مقید بمجلس ایجاب ہوگا قبول کے مانند کیونکہ وہ بمنزلہ قبول کے ہے اور یہ استحسان ہے اور قیاس یہ تھا کہ جائز نہوتا مگر واہب کے اذن سے کذا فی الزیلعی وبعده ای بعد المجلس بالاذن اور بعد انقضاے مجلس قبض صحیح ہوگا واہب کے اذن سے وفی المحیط لو کان امره بالقبض حین وهبه لا یتقید بالمجلس ویجوز القبض بعده اور محیط مین ہے کہ اگر واہب نے موہوب لہ کو قبض کرنے کا امر کیا ہو ہبہ کرنے کے وقت تو قبض مقید بمجلس نہوگا اور جائز ہوگا بعد اُسکے بھی والتمکن من القبض کالقبض فلو وهب لرجل ثیابا فی صندوق مقفل ودفع الیه الصندوق لم یکن قبضا لعدم تمکنه من القبض اور قادر ہونا قبض پر قبض کے مانند ہے تو اگر ایک مرد کو کپڑے ہبہ کئے صندوق مقفل مین اور صندوق مذکور اُسکی طرف سپرد کیا یعنے سونپ دیا تو قبض نہوگا بسبب اُسکے نہ قادر ہونے کے قبض پر وان مفتوحا کان قبضا لتمکنه منه فانه کالتخلیة فی البیع اختیار اور اگر صندوق کھلا ہو تو

اول سنہ جو کچھ ہے [illegible] کو بھی موجودہ مین [illegible] اور معلوم ہوتا ہے [illegible]

قبض ثابت ہوگا سا ہبہ کرنے سے بواسطہ قادر ہونے موہوب لہ کے قبض سے اسواسطے کہ قادر ہونا قبض پر مانند تخلیہ کے ہی بیع مین وفی الدرر والمختار وصححہ بالتخلیۃ
فی صحیح الہبۃ لا فاسدھا اور درر مین ہی اور قول مختار صحیح ہونا قبض کا ہی تخلیہ سے ہبہ صحیح نہ ہبہ فاسد مین یعنی اگر واہب نے موہوب اور موہوب لہ مین تخلیہ کردیا تو قبض صحیح ہوگیا
بشرطیکہ ہبہ فاسد نہو وفی النتف ثلاثۃ عشر عقدا لا تصح بلا قبض اور نتف مین ہی کہ تیرہ عقد صحیح نہین ہین بدون قبض کے ہم عقود مذکورہ یہ ہین ۱ ہبہ ہی
۲ صدقہ ۳ رہن ۴ وقف بقول محمد اور ائمی وابن شبرمہ وحسن بن صالح ۵ عمری ۶ نحلہ یعنے عطا ۷ جنین ۸ صلح ۹ راس المال سلم مین ۱۰ بدل سلم مین جبکہ
بعض بدل کا قبضہ نہوا ہو تو اگر کچھ نے درمون کا عوض مقبوض نہو تو بقدر اسکے حصے کے سلم باطل ہوگی ۱۱ عقد صرف ۱۲ جبکہ کیلی کی بیع کیلی سے ہو اور جنس مختلف ہو جیسا جو کی گیہون
کی بیع جو سے تو اسمین تفاضل جائز ہی نہ نسیہ ۱۳ جبکہ وزنی کی بیع وزنی سے ہو مع اختلاف الجنس تو اسمین بھی تفاضل جائز ہی نہ نسیہ کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن المنح
ولو نہاہ عن القبض لم یصح قبضہ مطلقا ولو فی المجلس لان الصریح اقوی من الدلالۃ اور اگر واہب نے موہوب لہ کو منع کردیا قبض سے تو اسکا قبضہ کرنا
مطلقا صحیح نہوگا اگرچہ مجلس ایجاب مین قبضہ کیا ہو اسواسطے کہ صریح قوی تر ہی دلالت سے ہم خلاصہ یہ ہی کہ اگر قبض کا اذن دیا تو قبض صحیح ہی مجلس مین اور بعد
مجلس کے بھی اور اگر قبض سے منع کیا تو قبض صحیح نہین ہی مجلس مین نہ بعد مجلس کے اسواسطے کہ صریح قوی تر ہی دلالت سے یعنی صحت قبض بھی ایجاب باعتبار دلالت کے
اور نہی عن القبض صریح ہی اور حالانکہ صریح قوی تر ہی دلالت سے اور اگر نہ اذن دیا اور نہ منع کیا تو قبض مجلس مین صحیح ہی نہ بعد مجلس کے اور اگر موہوب غائب ہی اور
موہوب لہ نے وہان جاکر قبضہ کیا اگر قبض واہب کے اذن سے ہی تو صحیح ہی اور نہین تو نہین وتتم الہبۃ بالقبض الکامل اور ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے
ہم قبض کامل منقول مین وہ ہی جو منقول کے مناسب ہی اور عقار مین وہ ہی جو عقار کے مناسب ہی تو گھر کی کنجی کا قبض گھر کا قبض ہی اور محتمل القسمۃ مین قبض کامل قسمت کرنے سے
ہوتا ہی تا موہوب پر قبض بالاصالت واقع ہو نہ بتبعیت قبض کل اور غیر محتمل القسمۃ مین قبض کامل بتبعیت کل ہوتا ہی کذا فی الدرر فلو الموھوب شاغلا لملک الواھب
لا مشغولا بہ ہبہ کامل قبض سے پورا ہوتا ہی اگرچہ موہوب شاغل ملک واہب ہو نہ مشغول بملک واہب والاصل ان الموھوب ان مشغولا بملک
الواھب منع تمامھا وان شاغلا لا اور قاعدہ یہ ہی کہ اگر موہوب مشغول بملک واہب ہوگا تو شغل مذکور ہبہ کے تمام اور کامل ہونے کا مانع ہوگا اور اگر موہوب شاغل
بملک واہب ہوگا تو ہبہ تمام ہونے کا مانع نہوگا یعنی درصورت مشغولیت موہوب تسلیم ممتنع ہوگی تو ہبہ کی صحت متحقق نہوگی اور درصورت شاغلیت موہوب تسلیم ممتنع نہوگی تو
ہبہ بھی صحیح ہوگا کذا فی الدرر فلو وھب جرابا فیہ طعام الواھب او دارا فیھا متاعہ او دابۃ علیھا سرجہ وسلمھا کذلک لا تصح
تو اگر وہ تھیلا ہبہ کیا جسمین واہب کا طعام ہی یا وہ گھر جسمین واہب کا اسباب ہی یا وہ جانور بخشا جسپر واہب کا زین ہی اور ان تینون چیزون کو اسیطرح تسلیم کیا تو ہبہ صحیح نہوگا ہم
اسواسطے کہ موہوب ملک واہب سے مشغول ہی کیونکہ ظرف کو مظروف نے مشغول کردیا ہی اور ظرف مظروف کو مشغول نہین کرتا کذا فی الدرر وبعکسہ تصح فی الطعام والمتاع
والسرج فقط لان کلا منھا شاغل لملک الواھب لا مشغول بہ اور اسکے بالعکس مین ہبہ صحیح ہی طعام اور متاع اور زین مین فقط اسواسطے کہ ہر واحد ان اشیا ثلثہ سے
ملک واہب سے شاغل ہی مشغول ہم خلاصہ یہ ہی کہ ظرف کا ہبہ بدون مظروف صحیح نہین اور مظروف کا ہبہ بلا ظرف صحیح ہی کیونکہ اول مشغول ہی اور ثانی شاغل لان شغلہ
بغیر ملک واھبہ لا یمنع تمامھا عدم تمام ہبہ مین مشغولیت بملک واہب کی قید اسواسطے لگائی کہ موہوب کا مشغول ہونا غیر واہب کی ملک سے کمال ہبہ کا مانع نہین ہم
منجملہ اسکی صورتون کے ایک صورت یہ ہی کہ واہب نے موہوب لہ کو ایک گھر ہبہ کیا اس متاع کے ساتھ جو اس گھر مین ہی اور گھر تسلیم بھی کردیا پھر متاع غیر شخص کی ملک ثابت ہوئی تو ہبہ
پورا ہی گھر مین اسواسطے کہ واہب کا قبضہ گھر اور اسباب دونون پر تھا حقیقۃ تو اسکی تسلیم صحیح ہوئی پھر استحقاق متاع سے ظاہر ہوگیا کہ متاع واہب کی ملک نہ تھی اور عدم واہب کی
ملک ہونا مانع نہین کذا فی الطحطاوی کرھن وصدقۃ لان القبض شرط تمامھا وتمامہ فی العمادیۃ تمام ہونا ہبہ کا قبض کامل سے ہوتا ہی رہن اور صدقہ کے مانند
اسواسطے کہ قبض شرط ہی رہن اور صدقے کے تمام ہونے کی اور پورا بیان اسکا عمادیہ مین ہی ہم یعنی رہن اور صدقہ پورا نہین ہوتا مگر قبض کامل سے اور رہن کا مشغول ہونا
بملک راہن اور صدقہ کا مشغول ہونا بملک متصدق مضر ہی اور دونون کا شاغل ہونا مضر نہین تو تشبیہ اسح من سے ہی کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ ھبۃ المشغول لا تجوز

[illegible]

الا اذا وهب الاب لطفله اور اشباہ مین ہی کہ ہبہ مشغول کا جائز نہین مگر جبکہ باپ اپنے صغیر کو ہبہ کرے تو جائز ہی۔ قلت وكذا الدار المعارة مین کہتا ہون اور اسیطرح عاریت کا گھر یعنی صورت اسکی یہ ہی کہ ایک گھر عاریت دیا انسان کو پھر مستعیر یا معیر نے کسیکا اسباب غصب کیا اور اس گھر مین رکھا پھر معیر نے مستعیر کو وہ گھر ہبہ کر دیا تو اس گھر کا ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ شاغل غیر واہب کی ملک ہی کذا فی الطحطاوی والتی وهبتها لزوجها علی المذهب لان المراة ومتاعها فی ید الزوج فصح التسليم اور ہبہ مشغول اس گھر مین جائز ہی جسکو زوجہ نے اپنے زوج کو ہبہ کیا بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ عورت اور اسکا اسباب زوج کے ہاتھ مین ہی تو تسلیم موہوب صحیح ہو گئی یعنی صورت اسکی یہ ہی کہ زوجہ نے اپنا گھر اپنے زوج کو ہبہ کیا اور زوجہ اسمین رہتی ہی اور اسکا اسباب اسمین ہی اور زوج بھی اسکے ساتھ اسکے گھر مین رہتا ہی تو یہ ہبہ صحیح ہی اسواسطے کہ زوجہ گھر اور اسباب کے زوج کے ہاتھ مین ہی اور مقابل مذہب ابو یوسف رح کا قول ہی کہ ہبہ مذکور جائز نہین کذا فی الطحطاوی وقد غيرت بيت الوهبانية فقلت شعر ومن وهبت للزوج دارا لها بها متاع وهم فيها تصح المحرر اور تغیر مین نے بنا ڈالی وہبانیہ کی بیت سو مین نے یون کہا اور جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب ہی اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہین تو ہبہ صحیح ہی یہی قول محرر معتمد علیہ ہی اور وہبانیہ کی اصل بیت یون تھی شعر ومن وهبت للزوج دار الها بها متاع وهم فيها فقولان يذكر یعنی جس زوجہ نے زوج کو اپنا وہ گھر ہبہ کیا جسمین زوجہ کا اسباب اور زوج اور زوجہ اسمین رہتے ہین تو دو قول اسمین مرقوم ہین یعنے جواز ہبہ اور عدم جواز لیکن چونکہ عدم جواز قول ضعیف تھا لہذا شارح نے بیت مین تصرف کر دیا وفی الجوهرة وحيلة هبة المشغول ان يودع الشاغل اولا عند الموهوب له ثم يسلمه الدار فتصح لشغلها بمتاع فی يده اور جوہرہ مین ہی کہ ہبہ مشغول کا حیلہ یہ ہی کہ پہلے شاغل کو موہوب لہ کے پاس ودیعت رکھے پھر موہوب لہ کو مثلا مشغول گھر تسلیم کرے تو ہبہ صحیح ہوگا بسبب مشغول ہونے گھر کی متاع کے ساتھ موہوب لہ کے ہاتھ مین یعنے جب شاغل بطریق ودیعت موہوب لہ کے قبض مین آیا پھر مشغول تسلیم واہب اسکے پاس آیا تو دونون پر قبض کامل متحقق ہو گیا لہذا ہبہ صحیح ہو گیا فی متعلق بتتم محوز مفرغ ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے موہوب مفرغ مین یعنی جو موہوب کہ فارغ ہو ملک واہب اور حق مالک سے تو احتراز ہو گیا پھل کے ہبہ سے درخت پر اور صوف کی ہبہ سے غنم پر اور کھیتی کی ہبہ سے زمین مین مقسوم وہ موہوب مفرغ جسکی قسمت ہو گئی اور مشاع باقی نرہا ومشاع لا يبقى منتفعا به بعد ان يقسم كبيت وحمام صغيرين اور ہبہ تمام ہوتا ہی قبض کامل سے اس مشاع یعنے غیر مقسوم مین جو نفع لینے کے لائق نہین رہتا قسمت کرنے کے بعد جیسا چھوٹی کوٹھری اور حمام صغیر یعنی مشاع لا يقسم یعنے جو قسمت کی صلاحیت نہین رکھتا بایں معنے کہ بعد قسمت کے اصلا منتفع نہین رہتا چنانچہ عبد واحد اور دابہ واحدہ یا بعد قسمت کے منتفع نہین رہتا اس طرح کا انتفاع جو قبل قسمت کے تھا چنانچہ بیت صغیر اور حمام صغیر اور ثوب صغیر کذا فی الدرر لانها لا تتم بالقبض فيما يقسم ومشاع غیر قسمت پذیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ہبہ تمام نہین ہوتا قبض کرنے سے اس مشاع مین جو قسمت پذیر ہی یعنی قسمت پذیر چنانچہ زمین اور ثوب مذروع اور مانند اسکے کذا فی الدرر وسنانی کہ جسکی قسمت موجب نقصان ہو وہ قسمت پذیر اور محتمل القسمة نہین اور زمین تو قسمت پذیر ہی لیکن البحر الرائق مین ہی کہ حد فاصل محتمل القسمة اور غیر محتمل القسمة مین یہ ہی کہ جو چیز دو شخصون مین مشترک ہو سو ایک شخص قسمت طلب کرے اور دوسرا شریک قسمت سے منع کرے تو اگر قاضی مانع قسمت پر جبر کر سکتا ہو شرع کی راہ سے تو وہ چیز محتمل القسمة ہی چنانچہ گھر اور بڑی کوٹھری اور اگر قاضی جبر نکر سکے تو وہ محتمل القسمة نہین چنانچہ عبد اور حمام اور بیت صغیر اور دیوار ولو وهبه لشريكه او لاجنبي لعدم تصور القبض الكامل كما فی عامة الكتب فكان هو المذهب مشاع قابل قسمت کا ہبہ قبض سے پورا نہین ہوتا اگرچہ واہب نے اسکو اپنے شریک کو ہبہ کیا ہو یا اجنبی کو بسبب عدم تصور قبض کامل چنانچہ اکثر کتب فقہ مین ہی تو وہی یعنے شریک کو بھی ہبہ مشاع کا جائز ہونا مذہب ٹھہرا اور اوپر مذکور ہو چکا کہ قابل قسمت مین قبض کامل بدون قسمت کے نہین ہوتا وفی الصيرفية عن العتابي وقيل يجوز لشريكه وهو المختار اور صیرفیہ مین عتابی سے منقول ہی اور بعضون نے کہا کہ ہبہ مشاع شریک کو جائز ہی اور وہ مختار قول ہی یعنی مختار یہ ہی ظاہر عبارت سے عدم جواز معلوم ہوتا ہی یہان تک کہ شیخ الاسلام نے جواز کو ابن ابی لیلی کی طرف منسوب کیا ہی بعد حکایت اطلاق کے اہل مذہب کے کذا فی الطحطاوی فان قسمه وسلمه صح لزوال المانع پھر اگر مشاع کو قسمت کر دیا اور موہوب لہ کو تسلیم کر دیا تو صحیح ہوگا بسبب دور ہو جانے مانع یعنے مانع

قبض کامل اشاعت تھی سو قسمت و تسلیم سے زائل ہوگئی ولو سلّمه شائعًا لا يملكه فلا ينفذ تصرفه فيه فيضمنه وينفذ تصرف الواهب درر اور اگر مشاع کو بلا قسمت تسلیم کر دیا اس طرح پر کہ کل کو تسلیم کر دیا تو موہوب لہ اسکا مالک نہوگا یعنی بواسطہ عدم قبض کامل تو اسکا تصرف اسمیں نافذ نہوگا تو موہوب لہ اسکا تاوان دیگا در صورت تصرف اور واہب کا تصرف اسمیں نافذ ہوگا کذا فی الدرر لكن فيها عن الفصولين الهبة الفاسدة تفيد الملك بالقبض وبه يفتى ومثله في البزازية على خلاف ما صححه في العمادية لكن لفظ الفتوى آكد من لفظ الصحيح كما بسطه المصنف مع بقية احكام المشاع لیکن درر میں ہی فصولین سے کہ ہبہ فاسد ملک کا مفید ہوجاتا ہی قبض کرنے سے اور اسی قول کا فتوی ہی اور مانند اسکے بزازیہ میں ہی برخلاف اس قول کے جسکو صحیح کہا عمادیہ میں لیکن فتوی کا لفظ موکد ہی صحیح کے لفظ سے چنانچہ مصنف نے اسکو مشرح بیان کیا ہی اپنی شرح میں مشاع کے بقیہ احکام کے ساتھ ہم ظاہر عبارت شارح دال ہی کہ ہبہ مشاع قبل قسمت فاسد ہی حالانکہ وہ صحیح غیر تام ہی چنانچہ حلبی میں اتفاقی سے مذکور ہی اور کلام صاحب بحر بھی صحت پر دلالت کرتا ہی بیع مشاع کی جائز ہی قسمت پذیر اور عدم قسمت پذیر میں اور اجارہ اسکا جائز ہی شریک سے نہ اجنبی سے وعليه الفتوى اور اجارہ مذکورہ فاسد ہی تو اجرت مثل لازم ہوگی اور اعارہ اسکا شریک سے جائز ہی اور اگر اجنبی کو عاریت دی تو اگر سب تسلیم کرے تو اعادہ مستانفہ ہی والا جائز نہیں اور رہن مشاع کا فاسد ہی مقسوم اور غیر مقسوم میں اور شریک اور غیر شریک برابر ہی اور وقف مشاع کا ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہی نہ محمد رح کے نزدیک درخلاف محتمل القسمة میں اور غیر محتمل القسمة میں بالاتفاق جائز نہیں ہی ایداع مشاع شریک سے جائز ہی اور قرض مشاع کا بالاجماع جائز ہی کذا فی الطحطاوی وهل للقريب الرجوع في الهبة الفاسدة قال في الدرر نعم وتعقبه في الشرنبلالية بانه غير ظاهر على المفتى به من افادتها الملك بالقبض فليحفظ اور کیا جائز ہی قرابت دار کو رجوع کرنا ہبہ فاسدہ میں درر میں کہا کہ ہاں جائز ہی اور شرنبلالیہ میں ہی اسپر اعتراض کیا ہی کہ رجوع غیر ظاہر ہی بنا بر قول مفتی بہ کے اس راہ سے کہ ہبہ فاسدہ ملک کا مفید ہوجاتا ہی قبض کرنے سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے والمانع من تمام القبض شيوع مقارن للعقد لا طارئ كان يرجع في بعضها شائعًا فانه لا يفسدها اتفاقًا اور مانع تمام قبض سے وہ شیوع ہی جو عقد کے مقارن اور متصل ہو نہ شیوع طاری یعنی وہ شیوع مانع قبض نہیں جو بعد عقد کے طاری ہو چنانچہ واہب بعض شائع میں رجوع کرے کیونکہ شائع طاری مفسد ہبہ نہیں بالاتفاق ہم شیوع متصل کی یہ صورت ہی کہ واہب یا نصف گھر شائع ہبہ کرے اور شیوع طاری کی یہ صورت کہ تمام گھر ہبہ کرے پھر نصف یا ثلث شائع میں ہبہ کو باطل کر دے والاستحقاق شيوع مقارن لا طارئ فيفسد الكل حتى لو وهب ارضًا وزرعًا وسلّمهما فاستحق الزرع بطلت في الارض لاستحقاق البعض الشائع فيما يحتمل القسمة اور استحقاق شیوع مقارن ہی نہ شیوع طاری تو استحقاق ثابت ہونا مفسد ہی کل موہوب کا تو اگر زمین اور کھیتی ہبہ کی اور دونوں کو تسلیم کر دیا پھر کھیتی مستحق ملک غیر نکلی تو ہبہ زمین میں باطل ہوگیا بسبب مستحق ہونے بعض شائع کے محتمل القسمة میں ہم زراعت کے بعض شائع ہونے میں کلام ہی اور صاحب درر نے یوں وجہ بیان کی ہی کہ زرع زمین کے ساتھ بحکم اتصال شی واحد کے مانند ہی پھر جب حصہ مستحق ٹھہرا تو یوں ہوگیا کہ گویا بعض شائع مستحق ٹھہرا محتمل القسمة میں تو ہبہ باطل ہوگا باقی میں اور اس تعلیل پر شارح کا قول آئندہ یعنی لانہ کمشاع بھی دلالت کرتا ہی کذا فی الطحطاوی والاستحقاق اذا ظهر بالبينة كان مستندًا الى ما قبل الهبة فيكون مقارنًا لها لا طارئًا كما زعمه صدر الشريعة وان تبعه ابن الكمال فتنبه اور استحقاق جبکہ گواہوں سے ثابت ہو تو استحقاق ماقبل ہبہ کی طرف مستند ہوگا تو شیوع ہبہ کے مقارن ہوگا نہ طاری جیسا کہ صدر الشریعہ نے گمان کیا ہی اگرچہ ابن کمال نے صدر الشریعہ کا اتباع کیا ہی اس قول میں سو آگاہ رہو ہم استحقاق زرع کو ظہیریہ میں شیوع مقارن کہا ہی اور نہایہ اور کرمانی میں اسکو شیوع طاری قرار دیا ہی قہستانی نے کہا کہ شاید مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اس نقل سے معلوم ہوا کہ صدر الشریعہ اور ابن کمال اس قول میں متفرد نہیں کذا فی الطحطاوی ولا تصح هبة لبن في ضرع وصوف على غنم ونخل في ارض وتمر في نخل لانه كمشاع اور صحیح نہیں ہبہ دودھ کا تھن میں اور روئیں کا ہبہ بھیڑ بکری پر اور کھجور کے درخت کا زمین میں اور کھجور کا ہبہ کھجور کے درخت میں اسواسطے کہ یہ ہبہ مشاع کے مانند ہی ولو فصله وسلّمه جاز لزوال المانع اور اگر واہب موہوب کو جدا کر ڈالے یعنی مثلا دودھ کو تھن سے علیحدہ کر کے ہبہ اور تسلیم کر دے تو جائز ہی بسبب دور ہوجانے مانع قبض کامل کے وهل يكفي فصل الموهوب له باذن الواهب ظاهر الدرر نعم اور کیا کفایت کرتا ہی جدا کرنا موہوب لہ کا واہب کے

اذن سے دُر کا ظاہر یہی ہے کہ ہان کفایت کرتا ہے بخلاف دقیق فی بر ودھن فی سمسم وسمن فی لبن حیث لا یصح اصلا لانہ معدوم فلا نملک الا بعقد
جدید بر خلاف اُس آٹے کے جو گیہوں میں بالقوۃ ہے اور اُس تیل کے جو تلوں میں ہے اور اُس گھی کے جو دودھ میں ہے کیونکہ ہبہ اصلاً صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ بالفعل معدوم ہے تو
مملوک نہوگا مگر عقد جدید سے ہم عدم جواز کا بھید یہ ہے کہ گیہوں مستحیل ہو کر آٹا ہو جاتے ہیں اسی طرح باقی اشیاء مذکورہ بعد استحالہ کے دوسری چیز ہو جاتی ہیں کذا فی الدرر
وملک بالقبول بلا قبض جدید لو الموہوب فی ید الموہوب لہ ولو بغصب او امانۃ لانہ حینئذ عامل لنفسہ اور موہوب مملوک ہو جاتا ہے
قبول کر لینے سے بلا قبض جدید اگر موہوب موہوب لہ کے ہاتھ میں ہو ہبہ کیوقت اگرچہ اُسکا قبض بطریق غصب یا امانت کے ہو اسواسطے کہ اسوقت میں یعنے جبکہ موہوب لہ قابض نے ہبہ
قبول کیا وہ اپنی ذات کیواسطے عمل کرنیوالا ہے یعنے بواسطہ قابض ہونے کے اپنی ملک پر والاصل ان القبضین اذا تجانسا ناب احدھما عن الآخر
اور قاعدہ کلیہ یہ ہے جبکہ دو قبض ہمجنس ہوں تو ایک قبض دوسرے قبض کا نائب ہو جاتا ہے چنانچہ ایک شخص کے پاس ودیعت تھی پھر مالک نے وہ بطور عاریت کے دی تو
قبض ودیعت قائم مقام قبض عاریت کے ہوگا اسواسطے کہ دونوں قبض امانت کے قبض ہیں تو صحیح ہوگا بلا قبض مستانف جدید واذا تغایرا ناب الاعلی عن الادنی لا عکسہ
اور جبکہ دونوں قبض ہم جنس نہوں متغایر ہوں تو قبض اعلے قائم مقام ہوتا ہے قبض ادنے کے اور ادنی اعلی کا نائب نہیں ہوتا ہم نیابت اعلی کی مثال یہی کہ غصب سے
قبض کیا پھر مالک نے غاصب کو ہبہ کر دیا تو صحیح ہے اور قبض جدید کی حاجت نہیں اور قبض ادنی کی مثال یہ کہ ایک چیز ایک شخص کے پاس بطور عاریت کے تھی
پھر مالک نے اُسکے ہاتھ بیچ ڈالی وھبۃ من لہ ولایۃ علی الطفل فی الجملۃ وھو کل من یعولہ فدخل الاخ والعم عند عدم الاب لو فی عیالہم
اور ہبہ اُس شخص کا جسکی فی الجملہ ولایت صغیر پر ثابت ہے اور ولی فی الجملہ وہ ہے جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا ولی فی الجملہ میں داخل ہوا باپ کے نہونے کے
وقت بشرطیکہ صغیر اُنکی عیال میں ہو ہم ولی فی الجملہ سے مراد یہ ہے کہ وہ صغیر کے مال میں تصرف نکر سکے اور باپ سے مراد یہ کہ جو مال میں تصرف کرے اور باپ کا نہونا غیبت
منقطعہ اور موت کو شامل ہے کذا فی الطحطاوی تتم بالعقد لو الموہوب معلوما وکان فی یدہ او ید مودعہ لان قبض الولی ینوب عنہ ولی فی الجملہ کا
ہبہ پورا ہو جاتا ہے عقد سے یعنی فقط ایجاب بلا قبول اور قبض سے اگر موہوب معلوم ہو اور موہوب ولی کے ہاتھ میں ہو یا اُسکے مودع کے ہاتھ میں اسواسطے
ہبہ مذکور پورا ہے کہ ولی کا قبض صغیر کے قبض کے قائم مقام ہے والاصل ان کل عقد یتولاہ الواحد یکتفی فیہ بالایجاب اور قاعدہ یہ ہے کہ جس
عقد کا متولی ایک شخص ہو سکے تو اُس میں فقط ایجاب پر کفایت ہوتی ہے بلا اشتراط قبول وان وھب لہ اجنبی تتم بقبض ولیہ وھو احد اربعۃ
الاب ثم وصیہ ثم الجد ثم وصیہ وان لم یکن فی حجرہم وعند عدمہم تتم بقبض من یعولہ کعمہ اور اگر صغیر کو اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی
تو ہبہ تمام ہوتا ہے اُسکے ولی کے قبض سے اور صغیر کا ولی چار شخصوں میں سے ایک شخص ہے اول باپ پھر اُسکا وصی پھر دادا پھر اُسکا وصی اگرچہ صغیر اُنکی گود یعنے اُنکی
پرورش اور حمایت میں نہو اور اُنکے نہونے کے وقت ہبہ تمام ہوتا ہے اُس شخص کے قبض سے جسکے عیال اور پرورش میں صغیر ہو چنانچہ صغیر کا چچا وامہ واجنبی ولو ملتقطا
لو فی حجرہما والا لا لفوات الولایۃ اور ہبہ اجنبی کا صغیر کو تمام ہو جاتا ہے اسکی ماں کے قبض اور اجنبی کے قبض سے اگرچہ اجنبی ملتقط ہو بشرطیکہ
صغیر ماں اور اجنبی کی پرورش میں ہو اور اگر پرورش میں نہو تو ماں اور اجنبی کا قبض کافی نہیں بواسطہ عدم ولایت اگرچہ صغیر کا قرابت دار محرم ہو
کذا فی المنح وبقبضہ لو ممیزا یعقل التحصیل اور ہبہ تمام ہوتا ہے خود صغیر کے قبض کرنے سے بشرطیکہ نابالغ ایسا تمیزدار ہو کہ تحصیل مال کو سمجھتا ہو
لو مع وجود ابیہ مجتبی لانہ فی النافع المحض کالبالغ حتی لو وھب لہ اعمی لا نفع لہ وتلحقہ مؤنتہ لم یصح قبولہ اشباہ ہبہ تمام ہوتا ہے صغیر ممیز کے
قبض سے اگرچہ باپ اُسکا موجود ہو کذا فی المجتبی اسواسطے کہ نابالغ نافع محض میں بالغ کے برابر ہے تو اگر صغیر کو اندھا غلام جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہبہ کیا گیا اور غلام
مذکور کا خرچ اُسپر لاحق ہوتا ہو تو صغیر کا قبول کرنا صحیح نہیں کذا فی الاشباہ قلت لکن فی البرجندی اختلاف فیما لو قبض من یعولہ والاب
حاضر فقیل لا یجوز والصحیح ھو الجواز انتہی میں کہتا ہوں لیکن برجندی میں ہے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ اُس شخص نے قبض کیا جو صغیر کو پرورش کرتا ہے اور باپ حاضر ہے

[illegible]

باپ سے جدا ہوگیا ہو بعضون نے کہا کہ قبض مذکور جائز نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ قبض مذکور جائز ہے انتہی اھ یہ استدراک ہے عدم کے قول پر وظاہر القہستانی ترجیحہ وعزاہ لفخر الاسلام وغیرہ علی خلاف ما اعتمدہ المصنف فی شرحہ وغیرہ الخ اھ صدر اور قہستانی کا ظاہر ترجیح جواز ہے اور قہستانی اسکو فخر الاسلام کیطرف منسوب کیا ہے برخلاف اُس قول کے جسپر مصنف نے اپنی شرح میں اعتماد کیا ہے اور مصنف رح نے اسکو یعنی عدم جواز کو خلاصہ کیطرف منسوب کیا ہے ھم قہستانی نے جواز قبض مربی طفل با وجود حاضر ہونے باپ کے مضمرات سے نقل کیا ہے شرح الفاظ مختار اور فتاوی عالمگیری مین خانیہ سے منقول ہے کہ یہی قول صحیح ہے اور فتاوی صغری سے نقل کیا ہے کہ یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی الطحطاوی لکنہ قد یشمل متنہ بوصل ولو مع وجود ابیہ بالاجنبی ایضاً فتامل لیکن مصنف رح کا متن احتمال رکھتا ہے جواز کا بسبب وصل کرنے ولو مع وجود ابیہ کے امۃ الاجنبی کے ساتھ بھی تو اسمین تامل کر ھم یعنی جس طرح سے مصنف رح کا قول ولو مع وجود ابیہ موصول ہے اس قول سے وقبضہ ولو ممیزا اسی طرح اگر اسکو امۃ الاجنبی سے وصل کیجئے تو یہ مطلب حاصل ہوتا ہے کہ ماں اور اجنبی کے قبض سے باوجود حاضر ہونے باپ کے ہبہ تام ہو جاتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح ردہ لہا کقبولہ سراجیہ اور صغیر کا ہبہ کو رد کرنا صحیح ہے جیسا قبول کرنا اسکا صحیح ہے کذا فی السراجیہ وفیہا حسنات الصبی لہ ولابویہ اجر التعلیم ونحوہ اور سراجیہ میں ہے صغیر کی نیکیان اسکے واسطے ہین یعنی اسکو ثواب ہے انکا اور اسکے ماں باپ کو تعلیم وغیرہ کا ثواب ہے ھم بعضون کے نزدیک صغیر کی نیکیون کا ثواب اسکے والدین کو ہے اور قول معتمد یہ ہے صغیر ہی کو ثواب ہے چونکہ گناہ صغیر پر نہین کہ حسنات اسکا کفارہ ہون لہذا اسکے حسنات سے ترقی درجات ہوگی کذا فی الطحطاوی ویباح لوالدیہ ان یاکلا من ماکول وھب لہ وقیل لا انتہی فافاد ان غیر الماکول لا یباح لہما الا لحاجۃ اور صغیر کے والدین کو اس مال کا کھانا مباح ہے جو اسکو ہبہ ہوا اور قول ضعیف یہ ہے کہ کھانا مباح نہین انتہی اھ فی السراجیہ تو سراجیہ سے معلوم ہوا کہ صغیر کے غیر ماکول میں والدین کو مباح نہین مگر بضرورت چنانچہ اخلاص الدین وضعوا ھدایا الختان بین یدی الصبی بما یصلح لہ کثیاب الصبیان فالہدیۃ لہ والا فان المہدی من اقرباء الاب او معارفہ فللاب او من معارف الام فللام قال ھذا للصبی اولا لوگون نے ختنے کیوقت صغیر کے آگے تحفے رکھے تو جو تحفہ صغیر کے لائق ہے چنانچہ لڑکون کے کپڑے تو وہ تحفہ صغیر کا ملوک ہے اور اگر ایسا نہین چنانچہ دراہم اور دنانیر کذا فی العالمگیریہ تو اگر تحفہ لانے والا باپ کے قرابت دارون یا اسکے دوستون سے ہے تو تحفہ باپ کے واسطے ہے یا ماں کے اقارب اور دوستون سے ہے تو تحفہ اُسکی ماں کیواسطے ہے تحفہ لانے والے نے یہ کہا ہو کہ یہ تحفہ صغیر کیواسطے ہے یا نکہا ہو ولو قال اھدیت للاب او للام فالقول لہ اور اگر تحفہ لانے والا کہے کہ مین نے باپ یا ماں کو تحفہ دیا ہے تو اُسیکا قول مقبول ہوگا وکذا زفاف البنت خلاصہ اور اسی طرح کا حکم ہے لڑکی کی شب زفاف کے تحفون کا کذا فی الخلاصہ وفیہا اتخذ لولدہ او لتلمیذہ ثیابا ثم اراد دفعہا لغیرہ لیس لہ ذلک ما لم یبین وقت الاتخاذ انہا عاریۃ اور خلاصہ مین ہے کہ اپنے فرزند یا شاگرد کیواسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ کپڑے غیر کو دے تو اسکو جائز نہین جبتک اُسنے بنانے کیوقت یون بیان نکیا ہو کہ کپڑے عاریت ہین ھم ولد صغیر کے حق مین اتخاذ ثیاب بلا تسلیم ہبہ ہے لیکن شاگرد کے حق مین بلا تسلیم ہبہ معلوم نہین ہوتا مگر یہ کہ اسکے حق مین اتخاذ کو تسلیم پر محمول کیجئے بزازیہ مین ہے کہ شاگرد کیواسطے کپڑے بنائے پھر چاہا کہ غیر کو دے تو احتیاط یہ ہے کہ بنانے کیوقت بیان کردے کہ وہ عاریت ہے تا غیر کو دینا ممکن ہو اسلئے کہ انشاء عاریت مقتضی تسلیم ہے اسواسطے کہ عاریت متحقق نہین ہوتی بدون تسلیم کے کذا فی الطحطاوی وفی المنتقی ثیاب البدن یملکہا بلبسہا بخلاف نحو ملحفۃ ووسادۃ اور منتقی مین ہے کہ بدن کے کپڑون کا لڑکا مالک ہوتا ہے انکے پہننے سے برخلاف لحاف اور توشک وغیرہ کے ھم تو بعد موت صغیر کے بدن کے کپڑے میراث ہونگے اور لحاف توشک وغیرہ بلا لفظ تملیک میراث نہونگے اور یہ مسئلہ اُس صورت مین مفروض ہے جبکہ قبل تولد صغیر کپڑے بنائے گئے ہون اور مسئلہ اتخاذ کا ثیاب تولد کے بعد مفروض ہے تو دونون مین فرق ظاہر ہوگیا کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانہا عمل القلب وکذا فی العطایا اذا لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ یسوی بینہم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی اور خانیہ مین ہے کہ کچھ مضائقہ نہین بعض اولاد کے زیادہ چاہنے مین اسواسطے کہ محبت دل کا فعل ہے یعنی اسمین اختیار نہین اور اسی طرح بعض اولاد کے زیادہ دینے مین کچھ مضائقہ نہین جبکہ ضرر رسانی باقی اولاد کی مقصود نہو اور اگر ضرر رسانی کا قصد کرے تو اُن مین برابری رکھے یعنی بیٹی کو بیٹے کے برابر ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ھم عطایا مین کمی زیادتی مکروہ ہے جبکہ اولاد درجے مین برابر ہون اور اگر برابر نہون چنانچہ ایک لڑکا تحصیل علم مین مشغول ہو کسب مین تو اگر اسکو زیادہ دیگا تو جائز ہے بلا کراہت اور اگر ایک فرزند فاسق ہو تو اسکو قوت سے زیادہ نہ دے تا کہ معصیت کا مددگار نہ ٹھہرے اور خلاصہ مین ہے کہ اگر بیٹا فاسق ہے

اور باپ چاہے کہ مین اپنا مال امور خیر مین صرف کر ڈالون تو یہ بہتر ہے اُسکے واسطے چھوڑ جانے سے انتہے اور محمد کا قول غیر مختار یہ ہے کہ عطایا مین بیٹی کا دونا بیٹے کو دے میراث کے مانند کذا فی الطحطاوی وَلَوْ وَهَبَ فِي صِحَّتِهِ كُلَّ الْمَالِ لِلْوَلَدِ جَازَ وَاَثِمَ اور اگر باپ اپنی صحت کے حال مین تمام مال ایک فرزند کو ہبہ کر دے تو جائز ہے اور وہ گنہگار ہوگا هم یعنے ایک لڑکے کو دے اور باقی کو محروم کرے تو جائز ہے یعنے ہبہ بعد موت کے منقوض ہوگا جاری رہیگا لیکن اسطرح کا ہبہ گناہ ہے تو نکرنا چاہیئے اور بعضے مذاہب مین ہبہ کو منقوض ہوگا اسکی موت کے بعد اور سب ارث اسمین میراث پاوینگے کذا فی الطحطاوی تو یہ قول جو مشہور ہے کہ جبر مورث تا مورث قول ضعیف ہے واللہ اعلم وَفِيهَا لَا يَجُوزُ اَنْ يَهَبَ شَيْئًا مِنْ مَالِ طِفْلِهِ وَلَوْ بِعِوَضٍ لِاَنَّهَا تَبَرُّعٌ اِبْتِدَاءً اور خانیہ مین ہے کہ باپ کو جائز نہین اپنے طفل صغیر کے مال سے ہبہ کرنا اگرچہ بدلا لیکر ہبہ ہو اسواسطے کہ ہبہ ابتدا مین احسان ہے یعنے اگرچہ آخر کار معاوضہ ہے وَفِيهَا يَبِيعُ الْقَاضِي مَا وُهِبَ لِلصَّغِيرِ حَتّٰى لَا يَرْجِعَ الْوَاهِبُ فِي هِبَتِهِ اور خانیہ مین ہے کہ قاضی وہ مال بیچ ڈالے جو صغیر کو ہبہ دیا گیا تاکہ واہب اپنا ہبہ پھیرلے وَلَوْ قَبَضَ زَوْجُ الصَّغِيرَةِ اَمَّا الْبَالِغَةُ فَالْقَبْضُ لَهَا بَعْدَ الزِّفَافِ مَا وُهِبَ لَهَا صَحَّ قَبْضُهُ وَلَوْ بِحَضْرَةِ الْاَبِ فِي الصَّحِيحِ لِنِيَابَتِهِ عَنْهُ فَصَحَّ قَبْضُ الْاَبِ كَقَبْضِهَا مُمَيِّزَةً اور اگر صغیرہ کے زوج نے زفاف کے بعد وہ مال قبض کیا جو صغیرہ کو ہبہ کیا تو اُسکا قبض صحیح ہے اگرچہ قبض زوج باپ کے سامنے ہو قول صحیح مین بسبب نائب ہونے زوج کے اُسکے باپ کیطرف سے پھر جب باپ کے نائب کا قبض صحیح ہوا تو باپ کا قبض بطریق اولی صحیح ہوگا جیسے خود صغیرہ ممیزہ کا قبض بلا قبض شوہر اور باپ کے صحیح ہے اور اگر بالغہ ہے تو اُسیکا قبض معتبر ہے نہ زوج اور باپ کا هم زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر مین نکاح کے بعد وَقَبْلَهُ اَيِ الزِّفَافِ لَا يَصِحُّ لِعَدَمِ الْوِلَايَةِ اور زفاف سے پہلے زوج کا قبض صغیرہ کے موہوب پر صحیح نہین بسبب نہونے ولایت کے وَهَبَ اثْنَانِ دَارًا لِوَاحِدٍ صَحَّ لِعَدَمِ الشُّيُوعِ دو شخصون یعنی دو شریکون نے ایک گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے بواسطہ عدم شیوع هم اسواسطے کہ دونون شخصون نے تمام گھر تسلیم کیا اور موہوب لہ نے تمام قبضہ کیا تو شیوع ثابت نہوا کذا فی الدرر والمنح وَبِعَكْسِهِ لِكَبِيرَيْنِ لَا عِنْدَهُ لِلشُّيُوعِ فِيمَا يَحْتَمِلُ الْقِسْمَةَ اور بالعکس اُسکے یعنے ایک شخص نے دو بالغون کو ہبہ کیا تو امام کے نزدیک یہ ہبہ صحیح نہین بسبب شیوع کے محتمل القسمۃ مین هم اسواسطے کہ ہر شخص کو نصف نصف گھر کا ہبہ ہوا اور نصف غیر معین اور غیر مقسوم ہے تو شیوع پایا گیا محتمل القسمۃ مین اور وہ ہبہ کا مانع ہے اَمَّا مَا لَا يَحْتَمِلُهَا كَالْبَيْتِ فَيَصِحُّ اتِّفَاقًا اور اگر موہوب محتمل القسمۃ نہو جیسے بیت صغیر تو ایک شخص کا ہبہ دو شخصون کو باتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہے قَيَّدَ بِكَبِيرَيْنِ لِاَنَّهُ لَوْ وَهَبَ لِكَبِيرٍ وَصَغِيرٍ فِي عِيَالِ الْكَبِيرِ اَوْ لِابْنَيْهِ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ لَمْ يَجُزْ اتِّفَاقًا یعنے دو بالغون کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر واہب ہبہ کرے بالغ کو اور اس صغیر کو جو بالغ کی عیال مین داخل ہے یا اپنے دو فرزند صغیر اور کبیر کو ہبہ کرے تو جائز نہین بالاتفاق هم بحر الرائق اور منح الغفار کی عبارت یون ہے لَوْ وَهَبَ لِكَبِيرٍ وَصَغِيرٍ فِي عِيَالِهِ اور دونون کتابون مین محیط سے تعلیل مسئلہ یون منقول ہے کہ واہب ہبہ کیوقت حصۂ صغیر کا قابض ٹھہر گیا تو نصف آخر شائع باقی رہا انتہے اور یہ دلالت کرتا ہے کہ عیالہ کی ضمیر واہب کیطرف راجع ہے برخلاف عبارت شارح اور یہی علت جاری ہے مسئلہ ثانیہ مین کذا فی الطحطاوی وَقَيَّدْنَا بِالْهِبَةِ لِجَوَازِ الرَّهْنِ وَالْاِجَارَةِ مِنِ اثْنَيْنِ اتِّفَاقًا اور عدم جواز مین ہمنے قید لگائی ہبہ کی بسبب جائز ہونے رہن اور اجارے کے دو شخصون سے بالاتفاق یعنے اگر ایک شخص دو شخصون کے پاس ایک چیز رہن رکھے یا اجارہ دے تو جائز ہے وَاِذَا تَصَدَّقَ بِعَشَرَةِ دَرَاهِمَ اَوْ وَهَبَهَا لِفَقِيرَيْنِ صَحَّ لِاَنَّ الْهِبَةَ لِلْفَقِيرِ صَدَقَةٌ وَالصَّدَقَةُ يُرَادُ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ وَاحِدٌ فَلَا شُيُوعَ اور جبکہ دس درم دو فقیرون کو خیرات دے یا ہبہ کرے تو صحیح ہے اسواسطے کہ فقیر کو ہبہ کرنا درحقیقت صدقہ اور خیرات ہے اور صدقہ سے مقصود رضائے ذات اقدس الہی ہوتی ہے اور وہ ایک ہے تو شیوع ثابت نہوا هم زیلعی مین ہے اور فقیر نائب ہے خدائے تعالی کا لَا لِغَنِيَّيْنِ لِاَنَّ الصَّدَقَةَ عَلَى الْغَنِيِّ هِبَةٌ فَلَا تَصِحُّ لِلشُّيُوعِ اَيْ لَا تُمْلَكُ حَتّٰى لَوْ قَسَمَهَا وَسَلَّمَهَا صَحَّ نہین صحیح صدقہ دینا دو مالدار شخصونکو اسواسطے کہ مالدار کو صدقہ دینا درحقیقت ہبہ ہے تو ہبہ صحیح نہوگا بسبب شیوع کے یعنے مملوک نہوگا تو اگر دراہم مذکورہ کو قسمت کرے اور دونون کو تسلیم کرے تو ملک صحیح ہوگی هم نفی صحت سے نفی ملک مراد ہے **فرع** من مسائل المجتبی شارح کے وَهَبَ لِرَجُلَيْنِ دِرْهَمًا اِنْ صَحِيحًا صَحَّ ایک شخص نے دو مردون کو ایک درم ہبہ کیا اگر درم صحیح یعنے جید اور کھرا ہے تو ہبہ صحیح ہے اسواسطے کہ یہ ہبہ مشاع غیر قسمت پذیر کا کذا فی المنح وَاِنْ مَغْشُوشًا لَا لِاَنَّهُ مِمَّا يَنْقَسِمُ لِكَوْنِهِ فِي حُكْمِ الْعُرُوضِ اور اگر درم مذکور مغشوش یعنی کھرا نہین کھوٹا ہے تو ہبہ صحیح نہین اسواسطے کہ درم مغشوش محتمل القسمۃ ہے اسواسطے

کہ وہ درحکم اسباب کے ہی ۔ معہ درہمان فقال لرجل وہبت لک احدہما ونصفہما ان استویا الخ ایک شخص کے پاس دو درم ہیں سو اُسنے دوسرے شخص سے کہا کہ مینے اِن دو درموں سے ایک درم تجھکو ہبہ کیا یا اُنکا نصف ہبہ کیا تو اگر دونوں درم برابر ہیں یعنی وزن اور جودت میں تو ہبہ جائز نہیں ہم اسواسطے کہ جب وزن اور جودت میں برابر ہیں تو مشاع ٹھہرا محتمل القسمۃ ہیں کیونکہ اسمیں جبر علی القسمۃ جائز ہی کذا فی المنح وان اختلفا جاز لانہ مشاع لا یقسم ولذا لو وہب ثلثہما جاز مطلقًا اور اگر دونوں درم مختلف ہوں اسطرحپر کہ ایک درم کا وزن زیادہ ہو یا ایک جید تر ہو کذا فی العالمگیریۃ تو ہبہ جائز ہی اسواسطے کہ وہ مشاع غیر قسمت پذیر ہی اور اسیواسطے اگر دونوں درموں کے دو ثلث ہبہ کرے تو جائز ہی مطلقًا خواہ دونوں مستوی ہوں یا مختلف کذا فی الطحطاوی وتجوز ہبۃ حائط بین دارہ وبین دار جارہ لجارہ وہبۃ البیت من الدار فہذا یدل علی ان کون سقف الواحد علی الحائط واختلاط البیت بحیطان الدار لا یمنع صحۃ الہبۃ مجتبی جائز ہی ہبہ کرنا اپنے پڑوسی کو اُس دیوار کا جو واہب کے گھر اور اُسکے پڑوسی کے گھر کے درمیان ہی اور جائز ہی ہبہ کرنا پڑوسی کو کوٹھری کا گھر میں سے تو یہ مسئلہ دلالت کرتا ہی واہب کی چھت کے ہونے پر دیوار پر اور اختلاف بیت گھر کی دیواروں سے صحت ہبہ کا مانع نہیں کذا فی المجتبے ہم طحطاوی نے کہا دیوار پر چھت کے ہونے کی دلالت اطلاق کی جہت سے البتہ ہی ورنہ اسکی صراحت نہیں کلام میں فتاوی عالمگیری میں ہی کہ جب دیوار یا راہ یا حمام میں اپنا حصہ ہبہ کرے اور معین کرے اور موہوب لہ کو قبض پر مسلط کر دے تو ہبہ جائز ہی اسیطرح ہی ہبہ بیت کا مع جمیع حدود و حقوق مقسوم اور مفروغ ہو کر قبض باذن الواہب کے ساتھ لیکن بیت کا راستہ مشترک نہ رہے انمین اور دوسرے میں جائز ہی انتہے

بَابُ الرُّجُوعِ فِی الہِبَۃِ

یہ باب ہی رجوع فی الہبۃ میں یعنی دیکر پھیر لینا ہبہ سے مراد موہوب ہی اسواسطے کہ رجوع یعنے پھیر لینا اعیان میں ہوتا ہی نہ اقوال میں کذا فی الطحطاوی وصح الرجوع فیہا بعد القبض اما قبلہ فلم تتم الہبۃ ہبہ کر کے پھیر لینا صحیح ہی بعد قبض کے اور قبض کے پہلے تو خود ہبہ تمام نہیں ہوا ہم یعنی اگر قبل قبض موہوب لہ کے واہب موہوب کو دیدیا تو موہوب واہب کی ملک سے خارج نہوا تو اسکو رجوع فی الہبہ نہیں کہتے مع انتفاء مانعہ الاٰتی وان کرہ الرجوع تحریمًا وقیل تنزیہًا نہایہ موہوب کا پھیر لینا صحیح ہی ساتھ نہونے مانع رجوع کے جو آگے مذکور ہوگا اگرچہ پھیر لینا مکروہ تحریمی ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ مکروہ تنزیہی ہی کذا فی النہایۃ ہم حدیث میں وارد ہی اسکے مثل جو دیتا ہی پھیر لیتا ہی اُس کتے کی سی مثل ہی جو کھاتا ہی پھر جب آسودہ ہوتا ہی تو قے کرتا ہی پھر اپنی قے کو نگل لیتا ہی اور دوسری حدیث میں ہے کہ جو ہبہ کرے وہ اُسکا زیادہ تر حقدار ہی جبتک نہ اُسکا عوض نلے انتہی تو رجوع فی الہبہ کے صحیح اور مکروہ تحریمی کہنے میں جمع بین الحدیثین ہوگیا واللہ تعالے اعلم کذا فی الطحطاوی ولو مع اسقاط حقہ من الرجوع فلا یسقط باسقاطہ خانیہ واہب کو رجوع درست ہی اگرچہ اپنے حق رجوع کے اسقاط کے ساتھ ہو تو رجوع ساقط نہیں ہوتا واہب کے ساقط کر دینے سے کذا فی الخانیۃ وفی الجواہر لا یصح الابراء عن الرجوع ولو صالحہ من حق الرجوع علی شیء صح وکان عوضًا عن الہبۃ لکن سیجیء اشتراطہ فی العقد اور جواہر میں ہی کہ صحیح نہیں ابرا کرنا واہب کا رجوع سے اور اگر مصالحہ کر لیا حق رجوع سے کسی چیز پر تو مصالحہ صحیح ہی اور یہ عوض ہوگا ہبہ کا لیکن آگے آویگا مشروط ہونا عوض کا عقد میں یعنے مجتبے سے منقول ہوگا ویمنع الرجوع فیہا حروف دمع خزقہ یعنی الموانع السبعۃ الاٰتیۃ اور رجوع فی الہبہ کو حروف دمع خزقہ کے منع کرتے ہیں حروف مذکورہ سے موانع سبع آیندہ مراد ہیں ہم موانع سبعہ کو تسہیل ضبط کیواسطے امام نسفی نے حروف مذکورہ میں جمع کیا ہی اور معنے ترکیب یہ ہی کہ آنسو نے اُسکو زخمی کر دیا الآخر یعنے طعن ہی تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ تشابہ کیا کذا فی الطحطاوی فالدال الزیادۃ فی نفس العین الموجبۃ لزیادۃ القیمۃ المتصلۃ تو حروف مذکورہ میں دال سے مراد زیادت ہی نفس عین موہوب میں ایسی زیادت متصل جو قیمت زیادہ ہو جانیکی موجب ہی ہم زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان ہو چنانچہ حاملہ ہونا جاریہ کا اور قطع ثوب مانع رجوع نہیں اور نفس عین کی زیادت کی قید سے زیادتی نرخ کی خارج ہو گئی کہ وہ رجوع کی مانع نہیں اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہی چنانچہ غلام اور لونڈی میں طول فاحش وان زالت قبل الرجوع کان شب ثم شاخ لکن فی الخانیۃ ما یخالفہ واعتمدہ القہستانی فلیتنبہ لہ لان الساقط لا یعود اگرچہ زیادت متصلہ زائل ہو گئی ہو قبل رجوع کے جیسا کہ غلام جوان ہو کر

بڈھا ہوگیا لیکن خانیہ میں اسکے مخالف ہے اور اعتماد کیا ہے اسپر قہستانی نے تو اُس سے آگاہ ہونا چاہیے یعنی زائل ہوئی چیز کا اعتبار کرنا منظور ہے اسواسطے کہ جو چیز قطعاً ہوگئی وہ عود نہیں کرتی ہم زیادت نہ ملنے کے اعتبار میں دو قول ہیں محیط میں ہے کہ ایک مرد نے غلام ہبہ کیا پھر وہ جوان ہوا اور بڈھا ہوگیا اور قیمت اُسکی گھٹ گئی تو واہب کو رجوع جائز نہیں اسواسطے کہ اُسکا بدن زیادہ ہوگیا اور قد دراز ہوا پھر اور وجہ سے گھٹ گیا پیری کے سبب اور ناطقی نے اجناس میں ذکر کیا کہ اگر لونڈی ہبہ کی پھر وہ موٹی اور بڑی ہوئی تو واہب کو رجوع جائز ہے اور اسیطرح جمیع حیوانات اور اسی طرح فتاوی عالمگیری میں ہے اور یہ جو شارح نے عود ساقط ذکر کیا سو مسلم نہیں بلکہ یہ از قبیل زوال مانع کے ہے کذا فی الطحطاوی کبناء وغرس ان عد زیادۃ فی کل الارض والا رجع زیادت متصلہ جیسے عمارت اور درخت کا لگانا زمین موہوبہ میں پھر اگر عمارت اور درخت لگانا تمام زمین موہوبہ کی زیادت میں شمار میں ہوا اور اگر کل زمین کی زیادت میں معدود نہو تو واہب کو رجوع جائز ہے ولو عُدّ فی قطعۃ منہا امتنع فیہا فقط زیلعی اور اگر عمارت اور درخت لگانا زمین کے ایک قطعہ میں شمار ہو تو ممتنع ہوگا رجوع فقط اُسی قطعے میں کذا فی الزیلعی ہم فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارے پر کچھ چھپر چھائی یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا کچھ چھانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو سب پھیر لینا جائز نہیں نہ کل میں نہ بعض میں اور اگر یہ زیادت میں معدود نہو یا نقصان زمین میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دکان نہایت حقیر بنا دے تو یہ اصلا زیادت نہ ٹھہرے گی تو اُسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اُسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو اُس قطعہ کے غیر میں رجوع جائز ہوگا انتہی وسمن وجمال وخیاطۃ وصبغ وقصر ثوب وکبر صغیر وسماع اصم وابصار اعمی واسلام عبد ومداواۃ وعفو جنایۃ وتعلیم قرآن وکتابۃ وقراءۃ ونقط مصحف باعرابہ وحمل تمر من بغداد الی بلخ مثلا ونحوہا اور مانند فربہی اور خوبصورتی کے اور درخت اور رنگت اور کپڑے کے شوب کے اور جوان ہوجانے صغیر اور سماعت بہری اور دیکھنے اندھے کے اور مسلمان ہوجانے غلام کے اور دوا معالجے کے اور معاف ہوجانے جنایت عبد کے اور تعلیم تمام قرآن اور کتابت یا پڑھانے بعض قرآن کے اور لکھنے اعراب مصحف کے اور مانند لادے جانے کھجور کے بغداد سے بلخ کیطرف مثلاً اور مانند اسکے مذکورہ کے ہم معالجہ کرنا غلام کا اُس وقت زیادت متصلہ میں شمار ہوگا جبکہ وہ واہب کے پاس بیمار ہوا ہو اور موہوب کے پاس علاج سے تندرست ہوا ہو اور اگر موہوب لہ کے پاس بیمار ہوا ہو اور معالجہ ہو کر چنگا ہوا ہو تو مانع رجوع نہیں اور جنایت سے وہ جنایت مراد ہے جو غلام سے صادر ہوئی ہو یعنی اُسنے کسیکا عمداً خون کیا ہو اور مقتول کے وارث نے اُسکو معاف کر دیا ہو جبکہ وہ موہوب لہ کے پاس ہو اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کیطرف زیادت قیمت کی موجب ہے لہذا اُسکو زیادت متصلہ کی مثال ٹھہرایا وفی البزازیۃ والحبل ان زاد خیرا منع الرجوع وان نقص لا اور بزازیہ میں ہے اور حمل لونڈی کا اگر بہتری زیادہ کرے تو مانع ہوگا رجوع کا اور اگر نقصان کرے تو مانع رجوع نہیں ہم عورتوں کا حال حاملہ ہونے میں مختلف ہوتا ہے بعضی عورت حاملہ ہونے سے موٹی اور خوبصورت ہوجاتی ہے اور بعض دبلی اور بدصورت تو صورت اولی زیادت متصلہ ثابت ہوگی اور رجوع منع ہوگا بخلاف صورت ثانیہ ولو اختلفا فی الزیادۃ ففی المتولدۃ ککبر القول للواہب وفی نحو بناء وخیاطۃ وصبغ للموہوب لہ خانیہ وحاوی ومثلہ فی المحیط لکنہ استثنی ما لو کان لا یبنی فی مثل تلک المدۃ اور اگر واہب اور موہوب لہ نے زیادت کے حادث ہونے اور نہونے میں اختلاف کیا تو زیادت متولدہ میں جیسے جوان ہوجانے میں واہب کا قول معتبر ہے اور مانند عمارت اور درخت اور رنگنے میں موہوب لہ کا قول مقبول ہے کذا فی الخانیہ والحاوی اور مانند اُسکے محیط میں ہے لیکن صاحب محیط نے اس عمارت کو مستثنی کیا ہے جو بن نہیں سکتی اسقدر مدت میں ہم توضیح اختلاف یہ ہے کہ مثلاً موہوب لہ نے کہا واہب سے کہ تو نے یہ لونڈی مجھکو صغیرہ دی تھی سو جوان ہوگئی میرے پاس اور واہب نے کہا کہ نہیں میں نے اسیطرح جوان ہبہ کی تھی تو اس اختلاف میں درصورت عدم شہادت واہب کا قول مقبول ہوگا لا یمنع الزیادۃ المنفصلۃ کولد وارش وعقر وثمرۃ فیرجع فی الاصل لا الزیادۃ زیادت منفصلہ رجوع ہبہ کی مانع نہیں ہوتی جیسے بچہ موہوب کا اور دیت اور مہر مملوک کا اور پھل درخت کا تو واہب اصل میں رجوع کرے نہ زیادت میں ہم مثلاً زید نے خالد کو غلام ہبہ کیا اور اُسکا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اُسکا خون بہا خالد کو ملا تو زید غلام کو پھیر لیگا نہ خون بہا کیونکہ وہ زیادت ہے موہوب سے جدا

اور زیادت منفصلہ رجوع اصل کی مانع نہیں لکن لا یرجع بالام حتی یستغنی الولد عنہا کذا نقلہ القہستانی لکن نقل البرجندی وغیرہ انہ قول ابی یوسف
فلیتنبہ لہ لیکن ماں کو واہب نہ پھیرے جبتک کہ اسکا بچہ مستغنی ہو یہ نقل کیا ہے قہستانی نے لیکن برجندی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ وہ ابو یوسف کا قول ہے نہ امام کا تو اس سے
خبردار رہنا چاہئے ولو حبلت ولم تلدہا للواہب الرجوع قال فی السراج لا وقال الزیلعی نعم اور اگر موہوبہ لونڈی حاملہ ہو گئی اور ہنوز موہوب لہ کے پاس
نہیں جنی تو کیا واہب کو رجوع جائز ہے سراج میں کہا کہ رجوع جائز نہیں اور زیلعی نے کہا کہ ہاں رجوع جائز ہے وفی الجوہرۃ مریض مدیون مستغرق وہب امۃ
فماتت وقد ولدت ردہا مع ولدہا ہو المختار اور جوہرہ میں ہے کہ مریض مدیون جو سراپا مستغرق بدین ہے اسنے لونڈی ہبہ کی پھر وہ مرگئی اور حالانکہ موطوءہ
ہو گئی خواہ وطی موہوب لہ سے واقع ہوئی یا اسکے غیر سے تو موہوب لہ اسکو پھیر دے اسکی وطی کے ساتھ یہی قول مختار ہے (م) یہ بلحاظ حق غرما ہے والمیم موت احد العاقدین
بعد التسلیم فلو قبلہ بطل اور میم سے مراد موہوب لہ یا واہب کی موت ہے بعد قبض کے تو اگر قبض سے پہلے کوئی مر گیا تو عقد باطل ہے ولو اختلفا والعین فی ید الوارث
فالقول للوارث اور اگر دو شخصوں میں اختلاف ہوا اور عین موہوب وارث کے ہاتھ میں ہے تو وارث ہی کا قول مقبول ہے (م) اختلاف کی یہ صورت ہے کہ واہب کے وارث نے کہا موہوب لہ
کہ تونے موہوب پر قبضہ واہب کی زندگی میں نہیں کیا بلکہ اسکی وفات کے بعد قبضہ کیا اور موہوب لہ نے کہا بلکہ اسکی حیات میں میں نے قبضہ کیا تو وارث ہی کا قول قبول ہوگا فتاوے
عالمگیری سے معلوم ہوتا ہے کہ موہوب کا وارث کے پاس ہونا قید اتفاقی ہے وقد نظم المصنف ما یسقط بالموت فقال **اشعار** کفارۃ دیۃ خراج ورابع
ضمان لعتق ہکذا النفقات * کذا ہبۃ حکم الجمیع سقوطہا * بموت لما ادری الجمیع صلاۃ اور البتہ مصنف نے نظم کیا ان حقوق کو
جو ساقط ہو جاتے ہیں موت سے تو یوں کہا ہے کہ کفارہ اور خون بہا اور خراج اور چوتھا تاوان بعلت عتق اسیطرح نفقات اور اسیطرح ہبہ تمام حقوق مذکورہ کا حکم ساقط ہو جاتا ہے موت سے
اسواسطے کہ جمیع حقوق مذکورہ مسائل میں علم سقوط کفارہ و بصورت عدم وصیت ہے ضمان عتق کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ غلام کا آزاد کر دیا اور اسپر تاوان لازم آیا بسبب
اسکے مالدار ہونے کے پھر آزاد کرنیوالا مر گیا والعین العوض بشرط ان یذکر لفظا یعلم الواہب انہ عوض کل ہبتہ اور عین سے مراد عوض ہے بشرطیکہ موہوب لہ عوض
دینے کے وقت ایسا لفظ ذکر کرے کہ واہب جانے کہ وہ اسکے تمام ہبہ کا عوض ہے (م) طحطاوی نے کہا جوہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عوض کی دانست کافی ہے یعنی بلا ذکر موہوب لہ فان قال خذہ
عوض ہبتک او بدلہا او فی مقابلتہا ونحو ذلک فقبضہ الواہب سقط الرجوع تو اگر موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اسکا بدلا یا اس ہبہ کے مقابل لے
اور مانند اس کلام کے کوئی اور لفظ بولا پھر واہب نے عوض پر قبضہ کیا تو رجوع ساقط ہو گیا (م) اسواسطے کہ ہبہ بعوض درحقیقت بیع ہے ولو لم یذکر انہ عوض رجع کل بہبتہ
اور اگر موہوب لہ یوں ذکر نہ کرے کہ یہ عوض ہے تو ہر شخص اپنا ہبہ پھیر لے ولذا یشترط فیہ شرائط الہبۃ کقبض وافراز وعدم شیوع والعوض مجانسا او یسیرا
وفی بعض نسخ المتن بدل الہبۃ العقد ہو تحریف اور چونکہ عوض بلا ذکر عوض ہونیکے ہبہ ہی ہے اسواسطے عوض میں ہبہ کی شرطیں شرط ہیں چنانچہ قبضہ ہونا واہب کا اور جدا
ہونا عوض کا موہوب لہ کے مال سے اور عدم شیوع اگرچہ عوض ہم جنس ہبہ ہو یا کمتر موہوب ہبہ سے اور متن کے بعضے نسخوں میں بجائے بدل الہبۃ کے بدل العقد ہے اور وہ تحریف ہے کاتبوں کی (م)
مجانست اور قلت عوض اسواسطے جائز ہوئی کہ عوض درحقیقت بدل نہیں اسواسطے کہ اگر بدل ہوتا تو قلت میں جائز نہیں ہوتا بسبب لازم آنے ربا کے دلیل اسپر یہ ہے کہ موہوب لہ
مالک ہبہ کا ہے اور انسان اپنی ملک کا غیر کو بدلا نہیں دیتا اور عوض تو نے اسواسطے دیا ہے تاکہ واہب کا حق رجوع ساقط ہو جائے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز ذلک بان یعوض
الاب ما وہب للصغیر من مالہ اور باپ کو یہ جائز نہیں کہ عوض دے اسکا جو ہبہ کیا گیا صغیر کو صغیر کے مال سے (م) تو اگر صغیر کے مال کے سوا اور مال سے عوض دے تو جائز ہے
ولو وہب العبد التاجر ثم عوض فلکل منہما الرجوع بحثا اور اگر غلام تاجر نے کچھ مال ہبہ کیا پھر موہوب لہ نے اسکا عوض دیا تو دونوں میں ہر شخص کو پھیر لینا درست
ہے کذا فی البحر (م) وجہ اسکی یہ ہے کہ غلام اہل تبرع سے نہیں اسواسطے کہ ہبہ بسبب بطلان ہبہ کے غلام رجوع کا مالک ہوا تو اسیطرح موہوب لہ بھی رجوع عوض پر قادر ہوگا اسواسطے کہ بناء
تعویض ہبہ پر تھا جب ہبہ باطل ہوا تو تعویض بھی باطل ہوئی ولا یجوز تعویض مسلم من نصرانی عن ہبتہ خمرا او خنزیرا اذ لا یصح تملیکہما من المسلم بحر
اور جائز نہیں مسلمان کو شراب یا سور عوض دینا نصرانی کے ہبہ کے اسواسطے کہ مسلمان کی جانب سے شراب یا سور کی تملیک صحیح نہیں کذا فی البحر (م) یعنی اگر نصرانی نے

کوئی چیز مسلم کو ہبہ کی سو مسلم نے بعوض اُسکے شراب یا سور نصرانی کو دیا تو جائز نہیں تو نصرانی کو اپنا ہبہ پھیر لینا درست ہوگا وبشرط ان لا یکون العوض بعض الموہوب فلو عوضہ البعض عن الباقی لا یصح فلہ الرجوع فی الباقی اور بشرطیکہ عوض ہبہ کا بعض موہوب نہو تو اگر بعض موہوب کو باقی موہوب کے عوض میں دے تو صحیح نہیں تو واہب کو باقی موہوب میں رجوع درست ہے ولو الموہوب شیئین فعوضہ احدہما عن الآخر فان کانا فی عقدین صح والا لا لان اختلاف العقد کاختلاف العین اور اگر موہوب دو چیزیں ہوں سو موہوب لہ ایک چیز کو دوسری چیز کے عوض میں دے اگر دونوں چیزیں دو عقد میں موہوب ہوئی ہوں تو عوض دینا درست ہے اور اگر ایک عقد میں موہوب ہوں تو درست نہیں اسواسطے کہ اختلاف عقد اختلاف العین کے مانند ہے والدراہم تتعین فی ہبۃ ورجوع مجتبی اور درہم متعین ہو جاتے ہیں ہبہ اور رجوع ہبہ میں کذا فی المجتبی ہم پس جب درہم موہوبہ پر قبضہ کیا اور پھر درہم کا بدلا بجنسہا یا بغیر جنسہا دیا تو رجوع جائز نہ رہا اور رجوع اسوقت تک جائز ہوگا جب درہم موہوبہ بعینہا قائم اور موجود ہونگے اور اگر موہوب لہ نے انکو خرچ کر ڈالا تو یہ خرچ کرنا اہلاک مانع رجوع ہے کذا فی الطحطاوی ودقیق الحنطۃ یصلح عوضا عنہا لحدوثہ بالطحن اور گیہوں کا آٹا گیہوں کے عوض ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے بسبب اپنے آٹے کے پیسنے سے ہم تو آٹا عین موہوب یا بعض موہوب نہیں ہے کہ تعویض اسکی صحیح نہو وکذا لو صبغ بعض الثیاب او لت بعض السویق ثم عوضہ صح خانیہ اور اسی طرح اگر موہوب لہ نے کسی کپڑے کو رنگین کیا یا تھوڑے ستو پانی میں گھولے پھر اسکو عوض میں دیا تو صحیح ہے کذا فی الخانیہ ہم ایک شخص نے دوسرے کو چار کپڑے ہبہ کئے سو موہوب لہ نے ایک کپڑا رنگین کرکے واہب کو عوض دیا تو صحیح ہے اسی طرح موہوب سیر بھر ستو میں سے موہوب لہ نے پاؤ بھر ستو گھول کر عوض دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ رنگت اور پانی ملنے سے موہوب میں زیادت حاصل ہوئی تو بعینہ موہوب باقی نہ رہا گویا دوسری چیز ہوگئی ولو عوضہ ولد احدی الجاریتین الموہوبتین وجد ذلک الولد بعد الہبۃ امتنع الرجوع اور اگر دو موہوب لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کا وہ لڑکا جو ہبہ کے بعد پیدا ہوا موہوب لہ نے واہب کو عوض دیا تو رجوع ممتنع ہوگیا وصح العوض من اجنبی ویسقط حق الواہب فی الرجوع اذا قبضہ کبدل الخلع اور صحیح ہے عوض دینا اجنبی کیطرف سے اور واہب کا حق رجوع ہبہ کا ساقط ہو جاتا ہے جبکہ واہب اسپر قبضہ کرے بدل خلع کے مانند یعنی اگر اجنبی موہوب لہ کیطرف سے عوض دے تو صحیح ہے جیسے بدل خلع اجنبی کا دینا جائز ہے ولو التعویض بغیر اذن الموہوب لہ اور اگرچہ عوض دینا اجنبی کا بلا اذن موہوب لہ ہو ولا رجوع ولو بامرہ الا اذا قال عوض عنی علی انی ضامن لعدم وجوب التعویض بخلاف قضاء الدین اور رجوع نہیں یعنی اجنبی موہوب لہ سے عوض کا عوض نہیں لے سکتا اگرچہ تعویض موہوب لہ کے امر سے ہو مگر جبکہ موہوب لہ اجنبی سے کہے کہ عوض ہبہ کا دے میری طرف سے باین شرط کہ میں ضامن ہوں عدم رجوع تعویض نہ واجب ہونے کے سبب ہے بخلاف ادائے دین ہم یعنی وجہ عدم رجوع اجنبی یہ ہے کہ موہوب لہ کو عوض ہبہ کا دینا واجب نہیں بخلاف ادائے دین یعنی اگر اجنبی نے مدیون کیطرف سے مدیون کے امر سے دین ادا کیا تو رجوع ثابت ہے اسواسطے کہ ادائے دین مدیون پر واجب ہے تو جب نے دین ادا کرنے کو کہا تو گویا اجنبی سے بقدر دین کے قرض لیا والاصل ان کل ما یطالب بہ الانسان بالحبس والملازمۃ یکون الامر باداءہ مثبتا للرجوع من غیر اشتراط الضمان وما لا فلا الا اذا اشترط الضمان ظہیریۃ اور قاعدہ کلیہ رجوع اور عدم رجوع کا یہ ہے کہ جس حق کا آدمی سے مطالبہ کیا جاتا حبس اور ملازمت کیساتھ تو اسکے ادا کا امر کرنا رجوع کا مثبت ہے بلا اشتراط ضمان اور جو ایسا نہیں یعنی اسکا مطالبہ حبس و ملازمت نہیں تو اسکے ادا کا امر رجوع کا موجب نہیں مگر اسوقت جبکہ امر کرنے والا اپنے اوپر ضمان اسکا شرط کرے کذا فی الظہیریہ ہم حبس اور ملازمت کی قید سے ادائے نذر اور کفارہ دینے کا امر خارج ہوگیا کہ اگرچہ آدمی پر انکا مطالبہ ہے لیکن حبس اور ملازمت نہیں کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو امر المدیون رجلا بقضاء دینہ رجع علیہ وان لم یضمن لوجوبہ علیہ اور اسوقت میں یعنی جبکہ قاعدہ مذکورہ معلوم ہوا تو اگر مدیون نے ایک مرد سے اپنے دین کے ادا کرنیکے واسطے کہا تو وہ مرد مدیون سے بھر لے گا اگرچہ دینے کا ضامن نہوا ہو بسبب واجب ہونے دین کے مدیون پر لیکن یخرج عن الاصل ما لو قال انفق علی بناء داری او قال الاسیر اشترنی فانہ یرجع فیہما بلا شرط رجوع کفالۃ خانیۃ مع انہ لا یطالب بہما بحبس ولا بملازمۃ فتامل لیکن قاعدہ مذکورہ سے یہ صورت خارج ہو جاتی ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے گھر کے بنانے پر خرچ کر یا قیدی نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خرید کر لے یعنی مال دیکر مجھکو ظالم سے خلاص کرا تو ان دونوں صورتوں میں مامور کو رجوع جائز ہے بلا اشتراط رجوع کذا فی کفالۃ الخانیہ

باوجودیکہ آدمی پر مطالبہ نہیں بناوار اور استخلاص کا جس سے نہ لازم ہے سو اسمین تامل کرو شاید وجہ یہ ہے کہ عرف مین اسکا ضمان لازم ہوتا ہی اور شارح نے بلفظ قائل اشارہ کیا کہ وجہ استثنا مین نظر ہی کذا فی الطحطاوی وَاِنِ اسْتُحِقَّ نِصْفُ الْهِبَةِ رَجَعَ بِنِصْفِ الْعِوَضِ اور اگر نصف ہبہ مستحق ملک غیر نکلا تو موہوب لہ نصف عوض پھیر لے جوہرہ مین ہی کہ رجوع نصف عوض اسوقت ہی جبکہ موہوب محتمل القسمۃ نہو اور اگر محتمل القسمہ ہو تو بعض کے استحقاق سے باقی مین ہبہ باطل ہوگا تو تمام عوض پھیر لے کذا فی الطحطاوی وَعَكْسُهُ لَا مَا لَمْ يَرُدَّ مَا بَقِيَ لِاَنَّهُ يَصْلُحُ عِوَضًا ابْتِدَاءً فَكَذَا بَقَاءً لٰكِنَّهُ يَتَخَيَّرُ لِعَدَمِ سَلَامَةِ الْعِوَضِ اور بالعکس اسکے یعنی جب نصف عوض مستحق ہو تو نصف ہبہ مین رجوع نہیں جبتک کہ ما بقی عوض کو نہ پھیر دے اسواسطے کہ باقی عوض ہونیکے رکھتا ہی ابتداء تعویض مین سو اسیطرح اسکی صلاحیت بقا مین بھی رکھتا ہی لیکن وہ مختار ہوگا تا عوض سلامت نہیں ہے طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا لکنہ یتخیر لعدم سلامۃ العوض یعنی درصورت استحقاق بعض عوض واہب کو اختیار ہوگا قبول و عدم قبول عوض مین بسبب سلامت نہ ہونے عوض کے وَمُرَادُهُ الْعِوَضُ الْغَيْرُ الْمَشْرُوْطِ فَاِنَّ الْمَشْرُوْطَ فَمُبَادَلَةٌ كَمَا سَيَجِيْءُ فَيُوَزَّعُ الْبَدَلُ عَلَى الْمُبْدَلِ نہایہ اور مصنف رح کی مراد عوض سے وہ عوض ہی جو غیر مشروط ہی عقد ہبہ مین سو اگر عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ ہی یعنی درحقیقت وہ بیع ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا تو عوض مشروط کے استحقاق مین بدل کی تقسیم ہوگی مبدل پر کذا فی النہایہ كَمَا لَوِ اسْتُحِقَّ كُلُّ الْعِوَضِ حَيْثُ يَرْجِعُ فِيْ كُلِّهَا اِذَا كَانَتْ قَائِمَةً لَا اِنْ كَانَتْ هَالِكَةً چنانچہ اگر تمام عوض مستحق ہو تو واہب تمام ہبہ مین رجوع کرے جبکہ ہبہ قائم ہو اور اگر ہبہ ہالک ہو تو رجوع نہیں یعنی اسواسطے کہ ہلاک ہبہ مانع رجوع ہی كَمَا لَوِ اسْتُحِقَّ الْعِوَضُ وَقَدْ زَادَتِ الْهِبَةُ لَمْ يَرْجِعْ خلاصہ چنانچہ اگر عوض مستحق ہو اور حالانکہ ہبہ مین زیادت ہو گئی تو رجوع نکرے کذا فی الخلاصہ یعنی اسواسطے کہ زیادت مانع رجوع ہی وَاِنِ اسْتُحِقَّ جَمِيْعُ الْهِبَةِ كَانَ لَهُ اَنْ يَرْجِعَ فِيْ جَمِيْعِ الْعِوَضِ اِنْ كَانَ قَائِمًا وَبِمِثْلِهِ اِنْ الْعِوَضُ هَالِكًا وَهُوَ مِثْلِيٌّ وَبِقِيْمَتِهِ اِنْ قِيْمِيًّا غَايَةٌ اور اگر تمام ہبہ مستحق ہو تو موہوب لہ کو جائز ہی کہ تمام عوض پھیر لے اگر موجود ہو اور عوض کا مثل پھیر لے اگر عوض ہالک ہو بشرطیکہ عوض مثلی ہو یعنی وزنی ہو یا کیلی ہو اور عوض کی قیمت پھیر لے اگر عوض قیمت والا ہو کذا فی الغایۃ وَلَوْ عَوَّضَ النِّصْفَ رَجَعَ بِمَا لَمْ يُعَوِّضْ وَلَا يَضُرُّ الشُّيُوْعُ لِاَنَّهُ طَارِئٌ اور اگر نصف ہبہ کا عوض دیا تو واہب نصف غیر معوض مین رجوع کرے اور شیوع یعنی وہ شیوع جو کہ رجوع فی النصف سے حاصل ہوا ہی وہ مضرت نہیں کرتا کیونکہ وہ شیوع طاری ہی

تنبیہ یہ آگاہ کرنا ہی شارح کی جانب سے مضمون آیندہ پر يُفْهَمُ فِي الْمُجْتَبٰى اَنَّهُ يُشْتَرَطُ فِي الْعِوَضِ اَنْ يَكُوْنَ مَشْرُوْطًا فِيْ عَقْدِ الْهِبَةِ اَمَّا اِذَا عَوَّضَهُ بَعْدَهُ فَلَهُ الرُّجُوْعُ وَلَمْ اَرَ مَنْ صَرَّحَ بِهِ غَيْرَهُ وَفُرُوْعُ الْمَذْهَبِ مُطْلَقَةٌ كَمَا مَرَّ فَتَنَبَّهْ مجتبی مین منقول ہی کہ عوض ہبہ مین یہ شرط ہی کہ عقد ہبہ مین عوض مشروط ہو اور اگر بعد عقد کے عوض دیا تو وہ مانع رجوع کا نہیں ہی انتہیٰ اور مین نے وہ شخص نہین دیکھا جسنے اس شرط کی تصریح کی ہو سوا صاحب مجتبیٰ کے اور مسائل جزئیہ مذہب کے بلا قید مذکور ہین چنانچہ مذکور ہو چکے سو غور کر لے ہم منجملہ مسائل مذکورہ ایک یہ ہی کہ گیہون کا آٹا گیہون کا عوض ہو سکتا ہی یعنی اور آٹا نہیں ہوتا مگر بعد گیہون کے اور از انجملہ دو موہوب لونڈیون سے ایک لونڈی کا وہ بیٹا جو پیدا ہوا بعد ہبہ کے عوض مانع رجوع ہوتا ہی کذا فی المنح وَالْخَاءُ خُرُوْجُ الْهِبَةِ عَنْ مِلْكِ الْمَوْهُوْبِ لَهُ اور خا تعمہ سے مراد ہبہ کا خروج ہی موہوب لہ کی ملک سے یعنی خروج بھی مانع ہی رجوع کا وَلَوْ بِهِبَةٍ اِلَّا اِذَا رَجَعَ الثَّانِيْ فَلِلْاَوَّلِ الرُّجُوْعُ سَوَاءٌ كَانَ بِقَضَاءٍ اَوْ رِضًى لِمَا سَيَجِيْءُ اَنَّ الرُّجُوْعَ فَسْخٌ حَتّٰى لَوْ عَادَتْ بِسَبَبٍ جَدِيْدٍ بِاَنْ تَصَدَّقَ بِهَا الثَّالِثُ عَلَى الثَّانِيْ اَوْ بَاعَهَا مِنْهُ لَمْ يَرْجِعِ الْاَوَّلُ خروج عن الملک مانع ہی رجوع کا اگرچہ خروج ہبہ کے سبب سے ہو مگر جبکہ واہب ثانی رجوع کرے تو واہب اول کو بھی رجوع جائز ہی خواہ رجوع حاکم کے حکم سے ہو یا رضامندی سے اسواسطے کہ آگے آویگا کہ رجوع عبارت ہی فسخ ہبہ سے یعنی اور فسخ نہیں ہوتا مگر قضا یا رضا سے تو اگر ہبہ عود کرے جدید سبب سے اسطرح کہ واہب ثالث واہب ثانی پر تصدق کرے یا اسکو اسکے ہاتھ بیع کرے تو واہب اول رجوع نکریگا وَلَوْ بَاعَ نِصْفَهُ رَجَعَ فِي الْبَاقِيْ لِعَدَمِ الْمَانِعِ اور اگر موہوب لہ نے نصف موہوب کی بیع کی تو واہب نصف باقی مین رجوع کرے بواسطہ عدم مانع یعنی مانع رجوع فقط نصف مبیع مین حاصل ہوا ہی نہ نصف باقی مین وَقَيَّدَ الْخُرُوْجَ بِقَوْلِهِ بِالْكُلِّيَّةِ بِاَنْ يَكُوْنَ خُرُوْجًا عَنْ مِلْكِهِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ ثُمَّ فَرَّعَ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ اور مصنف رح نے خروج مین بالکلیہ کی قید لگائی ہی یعنے کہ موہوب لہ کی ملک سے خروج ہو ہر وجہ سے پھر اسپر تفریع کی بقول آیندہ فَلَوْ ضَحَّى الْمَوْهُوْبُ لَهُ بِالشَّاةِ الْمَوْهُوْبَةِ اَوْ نَذَرَ التَّصَدُّقَ بِهَا وَصَارَ لَحْمًا لَا يَمْتَنِعُ الرُّجُوْعُ تو اگر موہوب لہ نے ذبیحہ موہوبہ قربانی کیا یا اسکے خیرات کرنے کی نذر مانی اور ذبیحہ حلال کرنے سے گوشت ہو گیا تو یہ مانع رجوع کا نہیں ہی اسواسطے کہ قربانی کا

گوشت ملک میں داخل رہتا ہے تو خروج عن الملک ثابت نہوا کہ مانع ہونا رجوع سے فتاوی عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ قربانی مذکورہ اور متعہ اداء ہوجاتا ہے محمد رح کے نزدیک
اور ابو یوسف رح کے نزدیک رجوع جائز نہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام رح کا قول محمد رح کے قول کے مانند ہے ومثلہ المتعۃ والقران والنذر مجتبیٰ اور قربانی کی مانند متعہ
اور قران اور نذر ہے کذا فی المجتبیٰ ھ طحطاوی نے کہا شاید کہ نذر سے شارح کے کلام میں نذر مطلق مراد ہے تو متن سے تکرار ثابت نہوئی وفی المنہاج وان وھب لہ ثوبا فجعلہ صدقۃ
اللہ تعالیٰ علیہ الرجوع خلافا للثانی اور منہاج میں ہے کہ اگر اسکو کپڑا ہبہ کیا سو موہوب لہ نے اسکو خیرات کیا اللہ تعالیٰ کیواسطے تو واہب کو رجوع جائز ہے بخلاف مذہب ابو یوسف
رح جب تک فقیر نے خیرات میں پایا تب تک رجوع درست ہے کذا فی الطحطاوی کما لو ذبحہا موہوبہ فضحیۃ فلا رجوع اتفاقا چنانچہ اگر موہوب لہ موہوبہ بکری کو ذبح کیا بدون قربانی کرنے کے تو واہب
کو رجوع جائز ہے باتفاق طرفین اور ابو یوسف رح کے **فرع** مسئلہ شارح کا عبد علیہ دین او جنایۃ خطأ فوھبہ مولاہ لغریمہ او لولی الجنایۃ سقط الدین
والجنایۃ فلو رجع صح استحسانا ولا یعود الدین والجنایۃ عند محمد روایۃ عن الامام کما لا یعود النکاح لو وھبہا لزوجہا ثم رجع خانیہ ایک غلام ہے
جسپر دین یا جنایت خطا ہے پھر اسکے مالک نے اسکے دین والے یا ولی جنایت کو ہبہ کردیا تو دین اور جنایت ساقط ہوگی پھر اگر واہب رجوع فی الہبہ کرے تو استحسان کی راہ سے
صحیح ہوگا اور دین اور جنایت محمد رح کے نزدیک عود نکریگی اور امام رح کی ایک روایت ہیں جیسے نکاح عود نہیں کرتا اگر مالک نے لونڈی ہبہ کردی اسکے شوہر کو پھر اسنے ہبہ پھیر لیا
کذا فی الخانیہ والمراد الزوجیۃ وقت الہبۃ الدرر ھ یعنی زوجیت وقت ہبہ کی مراد ہے فلو وھب لامرأۃ ثم نکحہا رجع تو اگر ایک عورت کو ہبہ کیا پھر اس سے نکاح
کیا تو رجوع کرے یعنی اسواسطے کہ ہبہ کیوقت زوجیت نہیں ولو وھب لامرأتہ لا کعکسہ انتہی اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تو رجوع نکرے جیسے بالعکس اسکے انتہی یعنی اگر
واہب عورت ہوا اور ایک مرد کو ہبہ کرے پھر اس سے نکاح کرے تو رجوع جائز ہے اور اگر اپنے زوج کو ہبہ کرے تو رجوع درست نہیں **فرع** مسئلہ شارح کا وتصح ھبۃ المولی لام
ولدہ ولو فی مرضہ ولا تنقلب وصیۃ ولا یدل للمجیز لما او وصی لہا بعد موتہ تصح لعتقہا بموتہ فیسلم لہا کافی صحیح ہیں ہبہ کرنا مولی کا اپنی ام ولد کو
اگرچہ اپنی مرض الموت میں ہوا اور یہ ہبہ بدل کر وصیت نہوجاتیگا اسواسطے کہ مجبور کو کچھ تصرف نہیں اور اگر ام ولد کیواسطے وصیت کرجاوے اپنی موت کے بعد یعنی یوں کہے میری موت کے بعد
ام ولد کو اسقدر دینا تو وصیت صحیح ہوگی بسبب اسکے آزاد ہوجانے کے مولی کی موت سے تو ام ولد کا قبضہ کرادیا جاویگا کذا فی الکافی ھ ام ولد کو ہبہ کرنا اسواسطے صحیح نہوا کہ شرائط
ہبہ سے قبض موہوب ہے اور وہ قبض کی لیاقت نہیں رکھتی بسبب محجور التصرف ہونے کے والقاف القرابۃ فلو وھب لذی رحم محرم منہ نسبا ولو ذمیا
او مستامنا لا یرجع شمنی اور قاف سے مراد قرابت ہے تو اگر واہب ہبہ کرے اپنے قرابت دار محرم نسبی کو اگرچہ موہوب لہ ذمی یا مستامن ہو تو رجوع نکریگا کذا فی الشمنی
ھ محرم وہ ہے جس سے نکاح حرام ہو محرم نسبی کی قید سے محرم رضاعی خارج ہوگیا تو مانع رجوع قرابت مع المحرمیت ہے نہ فقط قرابت اور نہ فقط محرمیت ولو وھب لمحرم بلا رحم
کاخیہ رضاعا ولو ابن عمہ ولمحرم بالمصاھرۃ کامہات النساء والربائب ولاخیہ وھو عبد لاجنبی ولعبد اخیہ رجع اور اگر واہب نے ہبہ کیا اس محرم کو جس سے
قرابت نہیں چنانچہ اپنے رضاعی بھائی کو اگرچہ اسکے چچا کا بیٹا ہو اور ہبہ کیا سسرالی محرم کو چنانچہ خوشدامن اور ربائب اور ہبہ کیا اپنے نسبی بھائی کو اور حالانکہ وہ اجنبی شخص کا
غلام ہے یا ہبہ کیا اپنے بھائی کے غلام کو تو رجوع کریگا امام ابن عم کے لفظ سے متن پر مبالغہ کرنا صحیح نہیں اسواسطے کہ ابن عم قرابت دار ہے تو اسکو جدا مسئلہ قرار دینا بہتر
تھا اور صاحبین رح کا یہ مذہب ہے کہ غلام بھائی کے ہبہ میں رجوع جائز ہے اور بھائی کے غلام کے ہبہ میں رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو کانا ای العبد ومولاہ
ذا رحم محرم من الواہب فلا رجوع فیہما اتفاقا علی الاصح لان الہبۃ لایہما وقعت تمنع الرجوع بحر اور اگر دونوں یعنی غلام اور اسکا مالک واہب کے
محرم قرابتدار ہوں تو رجوع جائز نہیں باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے بنا بر قول صحیح تر اسواسطے کہ دونوں شخصوں میں سے جس شخص کیواسطے ہبہ واقع ہو وہ مانع ہے رجوع
فی الہبہ کا کذا فی البحر ھ غلام اور مولی کی قرابت مع المحرمیت کی یہ صورت ہے کہ واہب کا سوتیلا بھائی اسکے مادری بھائی کا غلام ہو کذا فی الطحطاوی عن المبسوط **فرع**
مسئلہ شارح کا وھب لاخیہ ولاجنبی مالا یقسم فقبضاہ لہ الرجوع فی حظ الاجنبی لعدم المانع اور اپنے بھائی اور اجنبی کو وہ چیز ہبہ کی جو
تقسیم پذیر نہیں چنانچہ پیالہ یا چکی سو دونوں نے اسپر قبضہ کیا تو واہب کو اجنبی کے حصے میں رجوع جائز ہے بسبب نہونے مانع کے کذا فی الدرر والواو ھلاک

[illegible]

العین الموهوبة اور ہلاک ہونے سے عین موہوب کا ہلاک ہونا مراد ہے ہم ہلاک سے تلف ہوجانا عین کا یا اُسکے عامہ منافع کا تلف ہونا مراد ہے باوجود بقائے ملک تو یہ گمان کرنا نہ چاہیے کہ خروج عن الملک یعنی ہی ہلاکت ہے تو اگر تلوار ہبہ کی سو موہوب لہ نے توڑ کر اسکی چھری یا دوسری تلوار بنائی تو رجوع جائز نہوگا بخلاف شاذ مذہب کذا فی الطحطاوی عن المکی ولو ادعاه ای الهلاك صدّق بلا حلف لانه ینکر الرد اور اگر موہوب لہ موہوب کے تلف ہوجانے کا دعویٰ کرے تو اُسکی تصدیق ہوگی بدون قسم کے اسواسطے کہ وہ منکر ہے ہبہ پھیر دینے کا فان قال الواهب هی هذه العین حلف المنکر انها لیست هذه خلاصہ یہ ہے اگر واہب کہے کہ وہ یعنی ہبہ یہی چیز ہے تو منکر یوں قسم کھائے کہ یہ ہبہ چیز نہیں ہے کذا فی الخلاصۃ کما یحلف الواهب ان الموهوب له لیس باخیه اذا ادعی ذلک لانه یدعی مسبّب السبب لا النسب جیسے واہب یوں قسم کھائے کہ موہوب لہ اسکا بھائی نہیں جبکہ بھائی دعویٰ کرے بھائی ہونے کا اسواسطے کہ موہوب لہ مدعی ہے مسبّب کا نہ نسب کا کذا فی الخانیہ یعنی جب واہب رجوع فی الہبہ کا ارادہ کرے اور موہوب لہ کہے کہ میں تیرا بھائی ہوں تو واہب پر نفی اخوت کی قسم آویگی اور یہ قسم درحقیقت نسب کے سبب یعنی مال پر ہے نہ نسب پر تو یہاں مال کا اثبات مقصود ہے نہ نسب کا اور اگر مقصود نسب ہوتا تو نسبمیں قسم جاری نہوتی امام کے قول پر کذا فی الطحطاوی المحشی تصرف ولا یصح الرجوع الا بتراضیهما او بحکم الحاکم للاختلاف فیه اور صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا حاکم کے حکم سے بسبب اختلاف ہونیکے رجوع میں ہے بعض مجتہدین کے نزدیک رجوع فی الہبہ جائز نہیں پھر جب اسمیں اختلاف ہوا تو رجوع کا حکم ثابت نہوگا مگر رضاے طرفین سے یا حاکم کے حکم سے تو اگر واہب ہبہ کرکے پھیر لیگا بلا رضا موہوب لہ یا حکم حاکم تو غاصب ہوگا تو اگر اب موہوب تلف ہوگا واہب کے پاس تو واہب اسکی قیمت کا تاوان دیگا موہوب لہ کو فیضمن بمنعه بعد القضاء لا قبله تو موہوب لہ بعد حکم حاکم موہوب نہ دینے سے تاوان دیگا نہ قبل از حکم حاکم یعنی جب تک حاکم حکم نکرے استرداد کا یا فسخ ہبہ پر راضی نہو تو موہوب لہ کی ملک موہوب میں ثابت ہے تو اسکا تصرف اُسکی بیع اور عتق میں نافذ ہے اگرچہ بعد مرافعہ الی الحاکم ہو اور اسیطرح اگر حاکم موہوب لہ کو منع کرے اور موہوب اُسکے پاس تلف ہوجاوے تو اسپر تاوان نہیں کیونکہ اُسکی ملک ہنوز قائم ہے اور اسی طرح اگر بعد حکم قبل منع تلف ہو تو تاوان نہیں اور اگر بعد حکم منع کرے تو تاوان لازم ہوگا بسبب اُسکی تعدی کے کذا فی المنح واذا رجع احدهما بقضاء او رضی کان فسخا لعقد الهبة من الاصل واعادة للملک القدیم لا هبة للواهب اور جبکہ رجوع کیا متعاقدین میں سے ایک شخص نے حکم حاکم یا رضامندی سے تو رجوع عقد ہبہ کا فسخ ہوگا اصل سے اور اعادہ ہوگا واہب کی ملک قدیم کا نہ ہبہ اسکے واسطے واہب کے ہے اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک ہوگا بدون قبض کے اور جبکہ قبض کر یگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اسمیں رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع فلهذا لا یشترط فیه قبض الواهب وصح الرجوع فی الشائع ولو کان هبة لما صح فیه اور چونکہ رجوع بقضا یا رضا اعادہ ملک واہب ہے نہ ہبہ موہوب کا اسواسطے شرط نہیں رجوع میں قبض کرنا واہب کا اور رجوع صحیح ہے بعض شائع میں اور اگر رجوع ہبہ ہوتا تو شائع میں صحیح نہوتا یعنے اسواسطے کہ شائع کا ہبہ صحیح نہیں کما تقدم وللواهب ردّه علی بائعه مطلقا بقضاء او رضی اور واہب کو جائز ہے پھیر دینا موہوب کا اسکے بائع کو ہر طرح خواہ رجوع بقضا ہو خواہ برضا ہو یعنے واہب نے ایک چیز خریدی پھر وہی چیز دوسرے شخص کو ہبہ کی پھر بحکم قاضی یا براضی رجوع فی الہبہ واقع ہوا پھر موہوب کے عیب قدیمی پر اطلاع واقع ہوئی تو بسبب عیب کے اُسکا پھیر دینا جائز ہے بخلاف الرد بالعیب بعد القبض بغیر قضاء بخلاف رد بالعیب کے بعد قبض بدون قضا کے ہم یعنی اگر ایک چیز خریدی پھر اُسکی بیع کی پھر مشتری ثانی نے اسکو بواسطہ عیب قدیم کے مشتری اول کو پھیر دیا تو اگر پھیر دینا حاکم کے حکم سے ہو تو یہ فسخ ہے عقد بیع کا تو مشتری اول کو بھی حق رد اپنے بائع پر ثابت ہوگا اور اگر متعاقدین کی رضامندی سے رد واقع ہوا ہو تو مشتری اول اسکو نہیں پھیر سکتا کیونکہ وہ بمنزلہ بیع جدید کے ہے کذا فی الطحطاوی لان حق المشتری فی وصف السلامة لا فی الفسخ فافترقا ردا بالعیب فقط رضا بلا قضا اسواسطے جائز نہوا کہ مشتری کا حق سلامت مبیع کے وصف میں ہے نہ فسخ میں تو بیع اور ہبہ کا افتراق ثابت ہوگیا ہم چونکہ حق مشتری سلامت مبیع میں ہے لہذا اگر مبیع کا عیب زائل ہوجاوے تو پھیر دینا ممتنع ہوگا کیونکہ اُسکا حق اسکو مل گیا اور در صورت عدم سلامت مبیع مشتری پھیر لے گا اور اس سے فسخ بیع ضرورۃ لازم ہوگا بخلاف عقد ہبہ کہ اسمیں فسخ کا حق واہب کو ثابت ہے کیونکہ ہبہ عقد غیر لازم ہے تو در صورت رجوع عین ملک واہب اُسکی طرف عائد ہوگی نہ ہبہ جدا گانہ تو افتراق بیع اور ہبہ کا ظاہر ہوگیا

کذا فی المنح مجمعاً ثم مرادھم بالفسخ من الاصل ان لا یترتب علی العقد اثر فی المستقبل لا بطلان اثرہ اصلاً والا لعاد المنفصل الی ملک الواھب برجوعہ قصداً پھر معلوم کرنا چاہئے کہ فقہا کی مراد فسخ من الاصل سے یہ ہے کہ عقد ہبہ پر کوئی اثر زمان مستقبل میں نہ مترتب ہو نہ باطل ہونا ہے اسکے اثر کا بالکل یعنی زمان ماضی میں بھی اور اگر بالکل بطلان اثر ہوتا ماضی میں تو زیادت منفصل ملک واہب کیطرف عود کرتی واہب کے رجوع فی الہبہ سے کذا فی الفصولین ہم زوائد منفصلہ جیسے لونڈی موہوبہ کا بچہ اور درخت کا پھل اور دیت مملوک جو موہوب لہ کے پاس موجود ہوئی اور حالانکہ واہب کو بعد رجوع کے زوائد مذکورہ کا لینا نہیں پہونچتا تو معلوم ہوا کہ فسخ سے بالکل بطلان اثر مراد نہیں اتفقا الواھب والموھوب لہ علی الرجوع فی موضع لا یصح رجوعہ من المواضع السبعۃ السابقۃ کالھبۃ لقرابتہ جاز ھذا الاتفاق منھما جوھرۃ واہب اور موہوب لہ نے رجوع پر اتفاق کیا اس موضع میں جسمیں رجوع صحیح نہیں منجملہ مواضع سبعہ سابقہ کے چنانچہ ہبہ واہب کی قرابت میں تو ان دونوں کا اتفاق جائز ہے کذا فی الجواہرہ وفی المجتبی لا یجوز الاقالۃ فی الھبۃ والصدقۃ فی المحارم الا بالقبض لانھا ھبۃ اور مجتبی میں ہے کہ جائز نہیں اقالہ ہبہ اور محارم کے صدقہ میں بدون قبض کے اسواسطے کہ اقالہ ہبہ ہے ثم قال وکل شیء یفسخہ الحاکم اذا اختصما الیہ فھذا حکمہ پھر صاحب مجتبی نے کہا اور جس چیز کے عقد کو حاکم فسخ کر ڈالے جبکہ متعاقدین حاکم کے پاس جھگڑا لیجاویں تو اسکا یہی حکم ہے یعنی وہ صورت نالش جو عقد کہ لائق فسخ حاکم ہو انمیں اقالہ کرنا نافع نہیں بدون قبض کے کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو وھب الدین لطفل المدیون لم یجز لانہ غیر مقبوض اور اگر طفل مدیون کو دین ہبہ کرے تو جائز نہیں اسواسطے کہ دین غیر مقبوض ہے فان ردہ ای بسبب من اسباب الرجوع لمانع ثم زال المانع عاد الرجوع اور درر میں ہے حاکم نے حکم کیا بطلان رجوع کا بسبب کسی مانع رجوع کے پھر وہ مانع زائل ہوگیا تو رجوع عود کریگا مثل زوجیت اور قرابت اور ہلاک عین اور موت اور عوض میں تو یہ نہیں ہوسکتا مگر خروج عن الملک میں ہوسکتا ہے جبکہ موہوب لہ کے پاس وہ چیز پھر آوے کذا فی الطحطاوی تلفت العین الموھوبۃ واستحقھا مستحق وضمن المستحق الموھوب لہ لم یرجع علی الواھب بما ضمن لانھا عقد تبرع فلا یستحق فیہ السلامۃ چیز موہوب تلف ہوگئی اور اسکا کوئی اور شخص حقدار مالک ٹھہرا اور حقدار نے موہوب لہ سے تاوان لیا تو موہوب لہ واہب سے تاوان نہیں لیگا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ کا تو اسمیں سلامت موہوب مستحق نہیں ہے ہم نے یہ قید اسواسطے لگائی کہ معاوضات کے عقود میں تاوان دینے سے غرور یعنی فریب بائع وغیرہ کا ثابت ہوگا تو مشتری کو اپنے بائع سے رجوع بقدر ضمان جائز ہوگا اور اسی طرح ودیعت اور اجارہ میں جبکہ ودیعت یا عین مستاجرہ تلف ہوجاوے پھر ایک مرد اسکا مستحق ثابت ہو اور مودع اور مستاجر سے تاوان لے تو دونوں شخص دافع سے تاوان پھیر لینگے کذا فی الطحطاوی والعاریۃ کالھبۃ ھذا ان قبض المستعیر لنفسہ ولو کان لعدم العقد وتمامہ فالعاریۃ اور عاریت دینا ہبہ کے مانند ہے اس مقام میں اسواسطے کہ قبض کرنا مستعیر کا عاریت پر اپنی ذات کیواسطے ہے اور یہاں غرور نہیں بسبب نہ ہونے عقد کے اور یہ بیان اسکا تمام یہ ہے کہ ہم عقد نہیں اپنے عقد معاوضہ میں ولا اجارہ اور یہ ہیں عقد ضرر ہی خلاصہ مقام یہ ہے کہ اگر عاریت تلف ہوجاوے اور اسکا کوئی اور مالک نکلے سوا معیر کے اور مالک مستعیر سے تاوان پھر لے تو مستعیر اس تاوان کو معیر سے نہیں لے سکتا واذا وقعت الھبۃ بشرط العوض المعین فھی ھبۃ ابتداءً فیشترط التقابض فی العوضین ویبطل العوض بالشیوع فیما یقسم بیع انتھاءً فترد بالعیب وخیار الرؤیۃ وتؤخذ بالشفعۃ ھذا اذا قال وھبتک علی ان تعوضنی کذا اما لو قال وھبتک بکذا فھو بیع ابتداءً وانتھاءً اور جبکہ ہبہ واقع ہو بشرط عوض معین کے تو وہ باعتبار ابتدا کے ہبہ ہے تو دونوں عوضوں میں تقابض شرط ہوگا اور محتمل القسمۃ میں شائع ہونے سے عوض باطل ہوگا اور ہبہ بشرط عوض بیع ہے باعتبار انتہا کے تو ہبہ عیب اور خیار الرؤیۃ سے پھیر دیا جائیگا اور شفعہ سے لیا جائیگا یہ اس صورت میں ہے جبکہ واہب یوں کہے کہ میں نے تجھکو ہبہ کیا اس شرط پر کہ تو مجھکو فلانی چیز عوض دے اور اگر یوں کہیگا کہ میں نے تجھکو ہبہ کیا بمقابلہ اسکے تو وہ بیع ہے باعتبار ابتدا کے بھی اور باعتبار انتہا کے بھی ہم رد بالعیب عوض اور معوض دونوں میں ہوگا اور اسی طرح خیار الرؤیۃ اور شفعہ دونوں میں ثابت ہے اور جبکہ باعتبار ابتدا اور انتہا کے بیع ہے ہوگا تو دونوں کی ملک اپنے حق میں ثابت ہوگی اور امتناع تسلیم جائز ہوگا اور قبض شرط نہ ہوگا اور شیوع مفسد ہوگا کذا فی الطحطاوی وقید العوض بکونہ معیناً لانہ لو کان مجھولاً بطل اشتراطہ فیکون

ھبۃً ابتداءً وانتہاءً اور عوض مین مصنف رحمہ اللہ نے معین ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر عوض مجہول ہوگا تو عوض کا شرط کرنا باطل ہوگا تو در صورت جہالت عوض ابتدا اور انتہا کے دونون اعتبار سے مفوض ہبہ ہوگا نہ بیع **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا وھب الواقف ارضا شرط استبدالہ بلا شرط عوض لم یجز وان شرط کان کبیع ذکرہ الناصحی واقتفیٰ اس وقف کی زمین بلا شرط عوض ہبہ کی جسکا استبدال مشروط تھا تو جائز نہین اور اگر استبدال اسکا مشروط تھا بعوض ہبہ کے تو بمنزلہ بیع کے ہوگی ناصحی نے اسکو ذکر کیا ہے وفی المجمع واجاز محمد ھبۃ مال طفلہ بشرط عوض مساو ومنعاہ قلت فیحتاج علی قولہما الی الفرق بین الوقف ومال الصغیر اور مجمع مین ہے اور جائز کہا ہے محمد بن حسن رحمہ اللہ نے ہبہ کرنا اپنے طفل کا مال بشرط اس عوض کے جو قیمت مین برابر ہو سو ہو اور شیخین رحمہما اللہ نے اسکو منع کیا ہے مین کہتا ہون تو شیخین رحمہما اللہ کے قول پر وقف اور مال صغیر کے درمیان مین فرق بیان کرنے کی حاجت ہوگی م یعنی وقف مشروط الاستبدال کا ہبہ بشرط عوض شیخین کے نزدیک جائز ہے اور ہبہ مال طفل بشرط عوض جائز نہین تو دونون مین فرق بیان کرنا چاہیے طحطاوی نے خیر الدین رملی سے یون فرق مذکور کیا ہے کہ جب واقف نے استبدال شرط کیا اور وہ حاصل ہوتا ہے ایک عقد معاوضہ سے تو ہبہ بشرط عوض داخل ہے واقف کی شرط مین بخلاف ہبہ مال ابن صغیر اسلئے کہ ہبہ باعتبار ابتدا کے تبرع اور احسان ہے اور وہ ممنوع ہے طفل کے مال مین احسان کرنے سے مطلقاً

فصل فی مسائل متفرقۃ یہ فصل ہبہ کے مسائل متفرقہ مین

وھب امۃ الا حملہا او علی ان یردھا علیہ او یعتقہا او یستولدھا او وھب دارا علی ان یرد علیہ شیئا منہا ولو معینا کثلث الدار او ربعہا او علی ان یعوض فی الھبۃ والصدقۃ شیئا منہا صحت الھبۃ وبطل الاستثناء فی الصورۃ الاولی وبطل الشرط فی العقود الباقیۃ لانہ بعض او مجہول والھبۃ لا تبطل بالشرط لونڈی ہبہ کی سوا اسکے حمل کے یا ہبہ کی اس شرط پر کہ لونڈی واہب کو پھیر دیگا سو موہوب لہ اسکو آزاد کرے یا اسکو اپنی حرم بناوے یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر کہ گھر مین سے کچھ واہب کو پھیر دے اگرچہ بعض معین ہو جیسا تہائی گھر یا چوتھائی یا اس شرط پر ہبہ کیا کہ ہبہ اور صدقہ مین سے کچھ عوض دے تو ہبہ صحیح ہے اور پہلی صورت مین استثنا حمل باطل ہے اور باقی صورتون مین شرط باطل ہے اسواسطے کہ شرط بعض موہوب ہے یا مجہول ہے اور ہبہ باطل نہین ہوتا شرطون سے م مجہول ہونا تیسری اور چوتھی صورتون مین ظاہر ہے اور صورت ثانیہ اور ثالثہ اور رابعہ مین تو ہدایہ کی تعلیل ہے کہ یہ شروط مقتضاے عقد کے مخالف ہین تو فاسد ہوئین اور ہبہ باطل نہین ہوتا شروط فاسدہ سے ولا تنس ما مر من اشتراط معلومیۃ العوض اور نہ بھول اس مضمون کو جو معلومیت عوض سے مذکور ہو چکا م یعنی جہالت عوض کی مفسد ہے سراج مین اور قاعدہ کلیہ ہے کہ جس عقد کی شرط نقض ہو تو شرط اسکی مفسد نہین ہوتی جیسا کہ ہبہ اور دین کذا فی الطحطاوی اعتق حملہا ثم وھبہا او دبرہ ثم وھبہا لم یصح لبقاء الحمل علی ملکہ فکان مشغولا بہ بخلاف الاول لانہ لونڈی کا حمل آزاد کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر لونڈی ہبہ کی تو صحیح نہین بسبب باقی رہنے حمل کے واہب کی ملک پر تو موہوب مشغول بالحمل ہوا اور شرط ہبہ یہ ہے کہ موہوب مشغول نہو واہب کی ملک سے بخلاف اول کے یعنی صورت عتق حمل واہب کی ملک مین باقی نہ رہا تو موہوب مشغول بملک واہب نہ رہا کما لا یصح تعلیق الابراء عن الدین بشرط محض کقولہ لمدیونہ اذا جاء غد او ان مت بضم التاء فانت بریء من الدین او ان مت من مرضک او ان مت من مرضی ھذا فانت فی حل من مہری فھو باطل لانہ مخاطرۃ وتعلیق جیسے صحیح نہین تعلیق ابراء دین کی شرط محض سے چنانچہ صاحب دین کا یون کہنا اپنے مدیون سے کہ جب کل کا دن آوے یا تو مرجاوے تو تو بری الذمہ ہے دین سے یا زوجہ کا یون کہنا اپنے زوج سے اگر تو مرجاوے اپنے اس مرض سے یا مین مرجاؤن اپنے اس مرض سے تو تو میرے مہر سے پاک ہے یا ماخوذ نہین تو وہ باطل ہے کیونکہ وہ مخاطرہ اور تعلیق ہے م یعنی غد مین مخاطرہ نہین مگر سبب ہی غد کو تعلیق دین کے ساتھ مناسب نہ ٹھہرے کذا فی الطحطاوی الا بشرط کائن لیکون تنجیزا کقولہ لمدیونہ ان کان لی علیک دین ابرأتک عنہ صح تعلیق ابرا کی بشرط محض صحیح نہین مگر شرط موجود سے تعلیق صحیح ہے تا کہ تعلیق تنجیز ہو جیسا کہ اپنے مدیون سے یون کہنا کہ اگر میرا دین تجھپر ہو تو مین نے تجھکو بری الذمہ کر دیا صحیح ہو وکذا ان مت بضم التاء فانت بریء منہ او فی حل جاز وکان وصیۃ خانیۃ اور اسی طرح یہ تعلیق کہ اگر مین مرجاؤن تو تو اس سے بری الذمہ ہے یا تو دین سے پاک ہے یا ماخوذ نہین اور یہ قول وصیت ہوگا کذا فی الخانیۃ م ضمیر منہ کی دین مشار الیہ سے مراد

[illegible]

یقینی نہیں لہذا شارح نے اسکو وہاں مخاطرہ کہا اور مطلق موت یقینی الوجود ہی لہذا اسکو یہاں وصیت کہا جاز العمری للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط ہبہ بطریق عمری جائز ہی اور موہوب اُسکا مملوک ہی جسکو مدت العمر کیواسطے اور بعد اُسکے اُسکے وارث کا مملوک کردیا بسبب باطل ہونے رد کی شرط کے ہم عمری کی تفسیر اول یہ ہی کہ ایک شخص مثلاً اپنا گھر دوسرے کو دے کہ وہ عمر بھر اُسمین رہے پھر جب موہوب لہ مرجاے تو واہب یا اسکا وارث اسکو پھیر لے سو اسطرح کے دینے سے موہوب لہ اور اُسکے ورثہ مالک ہوجاتے ہین اور پھیر لینے کی شرط باطل ہی لا تجوز الرقبی لانها تعليق بالخطر رقبہ جائز نہیں کیونکہ تعلیق ہی خطر پر ہم رقبی کی تفسیر یہ کہ میرا گھر تیرا ہی بطریق رقبے یعنی اگر مین مرجاؤن تجھسے پہلے تو وہ گھر تیرا ہی اور اگر تو مرے مجھسے پہلے تو وہ میرا ہی امام رح اور محمد رح کا یہ قول ہی کہ یہ ہبہ جائز نہیں بسبب تعلیق بالخطر کے اور ابو یوسف رح کا یہ قول ہی کہ ہبہ بطریق رقبی صحیح ہی کیونکہ فی الحال تملیک ہی اور شرط باطل ہی اور پہلا قول صحیح ہی کذا فی الطحطاوی عن المضمرات واذا لم تصح تكون عارية للشمني لحديث احمد وغيره من اعمر عمرى فهي للمعمر في حياته وموته لا ترقبوا فمن ارقب شيئا فهو سبيل الميراث اور جبکہ رقبی صحیح نہوا تو اس طرح کا دینا عاریت ہوگا کذا فی الشمنی جواز عمری اور عدم جواز رقبی احمد بن حنبل رح وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہی کہ جو شخص ہبہ کرے بطریق عمری تو اسکا مالک زندگی اور موت مین وہی شخص ہی جسکو عمر بھر کیواسطے دیا اور بطریق رقبے نہ دیا کرو جو شخص بطریق رقبے کے دے تو اُس چیز کا طریقہ میراث کا طریقہ ہی یعنی رقبی دینے والے کی میراث ہی بعث الى امراته متاعا هدايا اليها وبعثت له ايضا هدايا عوضا للهبة صرحت بالعوض اولا ثم افترقا بعد الزفاف وادعى الزوج انه عارية لا هبة وحلف واراد الاسترداد وارادت هي الاسترداد ايضا يسترد كل منهما ما اعطى اذ لا هبة فلا عوض زوج نے زوجہ کیطرف اسباب تحفہ بھیجا اور زوجہ نے بھی زوج کیواسطے تحفہ بھیجا ہبہ کے عوض خواہ اُسنے عوض کی تصریح کی یا نکی پھر دونون مین جدائی ہوگئی بعد زفاف کے اور زوج نے دعوی کیا کہ وہ اسباب عاریت تھا نہ ہبہ اور اسپر اُسنے قسم کھائی اور اسباب کے پھیر لینے کا ارادہ کیا اور عورت نے بھی پھیر لینا چاہا تو دونون مین سے ہر شخص نے جو دیا تھا سو پھیر لے اسواسطے کہ ہبہ نہیں سو بدلا بھی نہین یعنی اُسنے ہبہ کی جہت سے عوض دیا تھا جب ہبہ باطل ہوا تو عوض بھی باطل ہوگیا ولو استهلك احدهما ما بعثه الآخر ضمنه لان من استهلك العارية ضمنها خانية اور اگر زوج یا زوجہ نے وہ اسباب تلف کردیا جو دوسرے نے بھیجا تھا تو اُسکا تاوان دینا ہوگا اسواسطے کہ جو عاریت کو تلف کرڈالے وہ اُسکا ضمان دے کذا فی الخانیہ ہم استہلاک کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر متاع خود تلف ہوجاتی تو تاوان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی هبة الدين ممن عليه الدين وابراؤه عنه يتم من غير قبول اذا لم يوجب انفساخ عقد صرف او سلم ہبہ کرنا دین کا اُس شخص کو جسپر دین ہی اور دین کا معاف کردینا مدیون سے تمام ہوجاتا ہی بدون قبول کرنے مدیون کے بشرطیکہ عقد صرف اور عقد سلم کے فسخ ہونے کا موجب نہو ہم قبول کی اسواسطے حاجت نہین کہ ہبہ دین اور ابرا یعنی اسقاط ہی اور اسقاط مین قبول شرط نہین اور اگر ابرا عقد صرف یا عقد سلم کے فسخ کا موجب ہوجاتا ہی جیسے رب السلم نے ابرا کیا یا صرف کے متعاقدین مین سے ایک شخص نے ابرا کیا تو دوسرے کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا بسبب فوت ہونے اُس قبض کے جو مستحق بالعقد ہی اور ایک عاقد کو فسخ مین اختیار نہین لكن يرتد بالرد في المجلس وغيره لما فيه من معنى الاسقاط وقيل يتقيد بالمجلس كذا في العناية ہبہ اور ابرا تمام ہوجاتا ہی بلا قبول لیکن رد ہوجاتا ہی مجلس اور غیر مجلس مین رد کردینے سے اسواسطے کہ اسمین معنے اسقاط ہی اور بعضون نے کہا کہ رد کرنا مقید بہ مجلس ہی کذا فی العنایہ ہم معنی اسقاط التعمیم کی تعلیل ہی یعنی رد غیر مجلس اسواسطے صحیح ہوا کہ اسمین معنی اسقاط ہی اسواسطے کہ تملیک محض کا رد مقید بہ مجلس ہی لكن في الصيرفية لو لم يقبل ولم يرد حتى افترقا ثم بعد ايام رد لا يرتد في الصحيح لیکن صیرفیہ مین ہی کہ اگر مدیون ہبہ یا ابرا قبول نکرے اور رد نکرے یہان تک کہ دائن اور مدیون جدا ہون پھر بعد چند روز کے مدیون رد کرے تو قول صحیح مین رد نہوگا ہم صاحب عنایہ نے جو قول ثانی کی تضعیف کی ہی اُسپر یہ استدراک ہی بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہی کہ اگرچہ یہ قول صحیح ہی لیکن دوسرا قول اصح ہی تو دونون قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی ولكن في المجتبى الاصح ان الهبة تمليك

ولا کہ اسقاط لیکن مجتبیٰ میں ہی صحیح تر یہ قول ہے کہ ہبہ تو تملیک ہے اور ابرا اسقاط ہے ھم یہ استدراک ہے فقہا کے اس قول پر کہ ہبہ اور ابرا ایک وجہ سے اسقاط ہے اور ایک وجہ سے تملیک لیکن یہ استدراک قول مشہور کے مخالف ہے کذا فی الحلبی تملیک الدین ممن لیس علیہ الدین باطل الا فی ثلث حوالۃ و وصیۃ واذا سلطہ ای سلط المملک غیر المدیون علی قبضہ ای الدین فیصح حینئذ دین کا مالک کر دینا اس شخص کو جس پر دین نہیں ہے باطل ہے مگر تین صورتوں میں باطل نہیں حوالہ میں اور وصیت میں اور جبکہ یا مالک کر دینے والا غیر مدیون کو قبض دین پر مسلط کر دے تو اب تملیک صحیح ہوگی ھم جب اسنے قبض پر مسلط کیا تو وہ وکیل قابض ٹھہرا موکل کے واسطے پھر اپنے واسطے کذا فی الاشباہ حوالہ کی یہ صورت ہے کہ جب محال علیہ محیل کا مدیون ہو اور وہ کسی شخص کو دین مذکور دلا دے تو دین منتقل ہوگا محیل کے ذمے سے محال علیہ کے ذمے پر اور وصیت کی یہ صورت ہے کہ تلث مال کی وصیت کی اور ترکے میں دیون ہیں تو موصی لہ دیون سے بقدر وصیت کے مالک ہوگا یعنی مطالبہ کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی ومنہ ما لو وھبت من ابنہا ما علی ابیہ فالمعتمد الصحۃ للتسلیط اور منجملہ تملیک غیر مدیون سے یہ صورت ہے کہ اگر عورت نے اپنے فرزند کو ہبہ کیا وہ دین جو اسکے باپ پر ہے تو معتمد صحت ہبہ ہے بسبب مسلط کرنے کے ھم یعنی تسلیط بنا بر عادت کے مراد ہے اور ظاہر کلام یہ ہے کہ تسلیط فرزند بالفعل شرط نہیں اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں مگر جبکہ عورت ہبہ کرے اور اپنے فرزند کو قبض پر مسلط کرے تو اب جائز ہے اور فرزند کی ملک بعد قبض کے ثابت ہوگی اور اسی طرح اشباہ میں ہے کذا فی الطحطاوی ویتفرع علی ھذا الاصل لو قضی دین غیرہ علی ان یکون لہ لم یجز ولو کان وکیلا بالبیع فصولین اور اس اصل پر جو متن میں مذکور ہے یہ حکم متفرع ہوتا ہے کہ اگر غیر شخص کا دین ادا کرے اس شرط پر کہ دین اسکا ہو یعنی ادا کرنے والے کا تو جائز نہیں اگرچہ ادا کرنے والا بیع کا وکیل ہو کذا فی الفصولین ھم یعنی وکیل بیع موکل کو اپنے پاس سے ثمن ادا کرے تاکہ جو دین کہ مشتری کے ذمے ہے وکیل کا ہو تو صحیح نہیں ولیس منہ ما اذا اقر الدائن ان الدین لفلان وان اسمہ فی کتاب الدین عاریۃ حیث صح اقرارہ لکونہ اخبارا لا تملیکا فللمقر لہ قبضہ بزازیۃ وتمامہ فی الاشباہ من احکام الدین اور تملیک غیر مدیون سے یہ صورت نہیں جبکہ دائن یہ اقرار کرے کہ دین فلانے شخص کا ہے اور اسکا نام یعنی میرا نام دین کے تمسک میں بطریق عاریت کے ہے کیونکہ اسکا اقرار صحیح ہے بسبب اسکے اخبار ہونے کے نہ تملیک ہونے کے تو مقر لہ کو دین کا قبض کرنا جائز ہے کذا فی البزازیۃ اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے دین کے احکام سے ھم تو اگر مدیون مقر لہ کو دین دیگا تو بری الذمہ ہو جائیگا اور اسی طرح مقر کو دیگا کذا فی المنح وکذا لو قال الدین الذی لی علی فلان لفلان بزازیۃ وغیرھا قلت وھو مشکل لانہ مع الاضافۃ الی نفسہ یکون تملیکا وتملیک الدین ممن لیس علیہ باطل فتامل اور اسی طرح اقرار صحیح ہے اگر ایک شخص نے کہا کہ جو میرا دین فلانے پر ہے وہ فلانے شخص کا ہے کذا فی البزازیۃ وغیرہا میں کہتا ہوں اور یہ تو مشکل ہے اسواسطے کہ اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے تملیک ہوگی اور دین کی تملیک غیر مدیون کیواسطے باطل ہے تو اسکو تامل کر لے ھم جواب اشکال کا یوں ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ میرا دین بحسب ظاہر فلانے پر ہے وہ نفس الامر میں فلانے شخص کا ہے تو کچھ اشکال نہیں کذا فی الحلبی وفی الاشباہ فی قاعدۃ تصرف الامام معزیا للصلح البزازیۃ اصطلحا ان یکتب اسم احدھما فی الدیوان فالعطاء لمن کتب اسمہ الخ اور اشباہ میں ہے تصرف امام جو کہ قاعدے میں بزازیہ کی کتاب الصلح سے منقول کہ دو شخصوں نے اتفاق اور صلح کی اسپر کہ دونوں شخصوں میں سے ایک کا نام دفتر سلطانی میں لکھا جاوے تو عطائے سلطانی اسی شخص کیواسطے ہوگی جسکا نام دفتر میں لکھا گیا الی آخرہ ھم مضمون عبارت بزازیہ یوں ہے جس شخص کی عطا دفتر میں ہے وہ دو فرزند چھوڑ کر مر گیا دونوں نے اسپر اتفاق کیا کہ ایک کا نام دفتر میں لکھا جاوے اور وہی عطا لیا کرے اور دوسرے کو عطا میں کچھ نہیں اور جو عطا لے وہ دوسرے کو کچھ مال دے تو یہ صلح باطل ہے اور بدل صلح اور عطا اسکو دیا جاوے جسکے واسطے امام یعنی سلطان نے عطا مقرر کی اسواسطے کہ استحقاق عطا سلطان کے اثبات سے ہے رضائے غیر کو اس میں دخل نہیں کذا فی الطحطاوی والصدقۃ کالہبۃ بجامع التبرع اور صدقہ ہبہ کے مانند ہے بواسطہ اشتراک تبرع کے یعنی جس طرح ہبہ عطائے غیر واجب ہے اسی طرح صدقہ ہے لہذا دونوں احکام میں یکساں ہیں وحینئذ لا تصح غیر مقبوضۃ ولا فی مشاع یقسم اور اسوقت میں یعنی جبکہ صدقہ ہبہ کے مانند ہو تو صدقہ بدون قبض کے صحیح نہیں یعنی تمام نہیں اور نہ مشاع محتمل القسمۃ میں صحیح ہے ولا رجوع فیہا ولو علی غنی لان المقصود فیہا الثواب لا العوض اور صدقہ دیکر پھیر لینا جائز نہیں اگرچہ مالدار کو صدقہ دیا ہو اسواسطے کہ صدقہ میں مقصود ثواب ہے

نہ عوض لینا یعنی برخلاف ہبہ لہذا اُسمین رجوع جائز ہی ولو اختلفا فقال الواہب ہبۃ وقال الآخر صدقۃ فالقول للواہب خانیۃ اور اگر دو شخصون نے اختلاف کیا واہب نے
کہا ہبہ ہی یعنی جو مین نے تجھکو دیا وہ ہبہ ہی تو تجھکو پھیر لینا جائز ہی اور دوسرے شخص نے کہا صدقہ ہی یعنے پھیر لینا جائز نہین تو واہب ہی کا قول مقبول ہوگا کذا فی الخانیہ
فائدہ جلیلہ سید حموی نے کہا کہ جان رکھو کہ تملیک یعنی ہبہ ہوتی ہی اور قبض کرنے سے تمام ہوجاتی ہی اور جبتک کہ تملیک قبض اور تسلیم سے خالی ہو تو اسمین علما کا اختلاف ہی بعضون نے کہا جائز ہی
اور بعضون کے نزدیک جائز نہین بقیاس علی الہبۃ اور اکثر علما اسیر ہین کہ تملیک جائز ہی بدون تسلیم کے اور تملیک غیر ہبہ ہی اسواسطے کہ تملیک اور ہبہ دو شی ہین باعتبار نام کے بھی اور باعتبار حکم کے بھی
نام کی مغائرت تو ظاہر ہی اور حکم کی مغائرت اسواسطے ہی کہ اگر درختون پر لگے پھلون کو ہبہ کرے تو جائز نہین اور اگر تملیک کا اقرار کرے تو جائز ہی تو ثابت ہوا کہ تملیک صحیح ہی بدون تسلیم کے
اور تملیک ہبہ کی غیر ہی اور اسی قول پر فتوی ہی اور اسی پر لوگون کا عمل ہی اور مقر کی موت بمنزلہ تسلیم کے ہی بالاتفاق چنانچہ مفتاح مین ہی انتہے کذا فی الطحطاوی **فروع**
مسائل متفرقہ شارح کے کتب قصۃ الی السلطان یسألہ تملیک ارض محدودۃ فامر السلطان بالتوقیع نکتب کاتبہ جعلتہا ملکا لہ ہل
یحتاج الی القبول فی المجلس القیاس نعم لکن تعذر الوصول اقیم السؤال بالقصۃ مقام ایک شخص نے اپنا حال بادشاہ کو لکھا اُس سے تملیک زمین محدودہ
کی طلب کی سو بادشاہ نے فرمان لکھدینے کا حکم کیا سو اسکے منشی نے لکھدیا کہ اس زمین کا مین نے اسکو مالک کردیا تو اس تملیک مین قبول مجلس کی حاجت ہی یا نہین جواب اسکا یہ ہی
کہ ہان قیاس یہی کہ قبول فی المجلس کی حاجت ہی لیکن ہرگاہ کہ پہونچنا ہر شخص کا بادشاہ تک متعذر ہی سوال بالقصہ حاضر ہونے کے قائم مقام کردیا گیا ہم وجہ قیاس یہ ہی کہ تملیک
محتاج ہی قبول فی المجلس کی بہتر یہ تھا کہ شارح مقام حضورہ کے مقام پر مقام قبولہ کہتا کذا فی الطحطاوی اعطت زوجہا مالا بسؤالہ لیتوسع فظفر بہ بعض
غرمائہ ان کانت وہبتہ او اقرضتہ لیس لہا ان تسترد من الغریم وان اعطتہ لیتصرف فیہ علی ملکہا فلہا ذلک لانہ
زوجہ نے اپنے زوج کو مال دیا اُسکے سوال پر تاکہ زوج وسعت کرے مصارف مین پھر اُس مال کو زوج کا بعض قرضخواہ پاگیا اگر زوجہ نے اُسکو مال مذکور ہبہ کیا ہو یا اُسکو قرض دیا ہو
تو زوجہ کو قرضخواہ سے پھیر لینا جائز نہین اور اگر اُسنے دیا ہو تاکہ زوج اُسمین تصرف کرے زوجہ کے مالک ہونے پر تو عورت کو زوج کے قرضخواہ سے پھیر لینا جائز ہی نہ زوج کو
دفع لابنہ مالا لیتصرف فیہ ففعل وکثر ذلک فمات الاب ان اعطاہ ہبۃ فالکل لہ والا فمیراث وتمامہ فی جواہر الفتاوی
ایک شخص نے اپنے فرزند کو مال دیا کہ وہ اسمین تصرف کرے سو اُسنے تصرف بطریق تجارت کے کیا اور مال زیادہ ہوگیا پھر باپ مرگیا اگر باپ نے اُسکو مال ہبہ کیا ہو تو تمام مال فرزند کا
ہی اور نہین تو میراث ہی یعنے وہ مال سب وارثون مین قسمت ہوگا اور پورا بیان اسکا جواہر الفتاوی مین ہی بعث الیہ بہدیۃ فی اناء ہل یباح اکلہا فیہ ان کان
ثریدا ونحوہ مما لو حولہ الی اناء اخر ذہبت لذتہ یباح والا فان کان بینہما انبساط یباح ایضا والا فلا ایک شخص نے
دوسرے کو کھانا تحفہ بھیجا برتن مین کیا اسکا کھانا اُسی برتن مین مباح ہی یا نہین جواب یہ ہی کہ اگر کھانا ثرید ہو یعنے روٹی شوربے مین بھیگی ہو یا مانند اُسکے اس قسم کا کھانا کہ اگر
اُسکو دوسرے برتن مین کیجئے تو لذت اُسکی جاتی رہے تو اُسمین کھا لینا جائز ہی اور اگر دوسرے برتن مین کرنے سے لذت نہ جاتی ہو تو اگر دونون شخصون مین بے تکلفی ہو تو بھی
اُسمین کھانا مباح ہی اور نہین تو مباح نہین ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جب تحفہ بھیجا برتن مین اور پھیر دینا ظرف کا رواج اور عادت ہو چنانچہ پیالی اور تھیلی وغیرہ ذلک
تو وہ شخص اُسکا مالک نہوگا اور اگر عادت ظرف پھیر دینے کی نہو جیسے ڈالیان پھلون کی تو ظرف بھی تحفہ ہی اور اُسکا پھیر دینا لازم نہین پھر جب تحفہ نہ ٹھہریگا تو امانت ہوگا
دعا قوما الی طعام وفرقہم علی اخونۃ لیس لاہل خوان مناولۃ اہل خوان اخر ولا اعطاء سائل وخادم وہرۃ لغیر رب المنزل ولا کلب
ولو لرب البیت الا ان یناولہ الخبز المحترق للاذن عادۃ وتمامہ فی الجوہرۃ ایک شخص نے ایک قوم کے کھانے کی دعوت کی اور لوگون کو جدا
جدا خوانون پر بانٹ دیا تو ایک خوان والے کو دوسرے خوان والے کو کچھ اپنے پاس سے کھانا دینا جائز ہی اور نہ سائل اور خادم اور غیر صاحب خانہ کی بلی کو دینا جائز ہی اور
نہ کتے کو دینا جائز ہی اگرچہ صاحب خانہ کا کتا ہو مگر یہ کہ اُسکو جلی روٹی دے تو جائز ہی کیونکہ عادت مین اسکا اذن ثابت ہی اور پورا بیان اسکا جوہرہ مین ہی ہم فقیہ نے کہا کہ
قیاس تو یہی ہی اور استحسان مین یہ ہی کہ جو شخص اس ضیافت مین ہی اُسکا دینا جائز ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہین چنانچہ عالمگیری مین ہی خادم سے مراد وہ خادم ہی

جو دستار خوان پر کھڑا ہو کذا فی الجوہرہ تو معلوم ہوا کہ صاحب خانہ کا خادم مراد ہے پھر جب اسکو دینا درست نہوا تو اور خادم کو بطریق اولے دینا جائز نہوگا جوہرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اسمیں یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھے تو مکتوب الیہ کو اس خط کا پھیر دینا لازم ہوگا اور اسکو اسمیں تصرف کرنا درست نہوگا اور اگر جواب پشت خط پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ خط کا مالک ہوگا کذا فی الطحطاوی و فی الاشباہ لا جبر علی الصلات اور اشباہ میں ہے کہ جبر نہیں صلوں پر یعنی صلات جمع ہے صلہ کی اور صلہ عبارت ہے ادائے مال سے بلا مقابلہ عوض مال کے چنانچہ زکوۃ اور نذر اور کفارہ کذا فی الطحطاوی عن المعراج الا فی اربع شفعۃ ونفقۃ زوجتہ وعین موصی بہا و مال وقف صلوں پر زبردستی نہیں مگر چار صلوں پر زبردستی ہے شفعہ میں اور زوجہ کے نفقہ میں اور اس چیز میں جسکی وصیت کیگئی اور وقف کے مال میں ہم تو مشتری پر تسلیم عقار واجب ہے شفیع کو باوجودیکہ شفعہ صلہ شرعی ہے ولہذا اگر شفیع مرجاوے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے اور نفقہ زوجہ اگرچہ صلہ ہے ایک راہ سے لیکن دوسری راہ سے عوض ہے کیونکہ وہ احتباس کا بدلا ہے اور اسی طرح ناظر پر تسلیم مال وقف واجب ہے اگرچہ وہ صلہ محض ہے اگر بمقابلہ عمل کے نہو اور پانچویں صورت نفقہ اقارب کی ہے اور چھٹی صورت اور اسے دیت ہے عاقلہ پر کیونکہ ایجاب عاقلہ پر بطریق صلہ کے ہے کذا فی الطحطاوی وقد نظمت ابیات الوہبانیۃ علی وفق ما فی شرحہا للشرنبلالی فقلت **شعر** وواہب دین لیس یرجع مطلقا + وابراء ذی نصف یصح المقرر ہے اور الفقیہ میں نے ابیات وہبانیہ کی تحریر اور تنقیح کی ہے شرنبلالی کی شرح کے موافق تو میں نے یون کہا اور دین کا ہبہ کرنے والا رجوع نہیں کرتا ہر طرح یعنے خواہ مدیون قبول کرے یا نہ قبول کرے اور نصف دین والے کا ابرا کرنا صحیح ہے اور یہی قول مقرر اور محقق ہے ہم ابرائے نصف دین کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں کا دین مشترک ہو ایک شخص پر پھر ایک شخص دین معاف کردے تو اگر دائن یون کہے کہ میں نے اپنا حصہ معاف کردیا تو یہ بالاتفاق صحیح ہے اور اگر یون کہا بلا اضافت کہ میں نے نصف دین معاف کردیا تو ظاہر الروایہ یہ ہے کہ پہلی صورت کی طرح اسکا تمام حصہ معاف ہوگا اور بعضون نے کہا کہ نصف النصف یعنی چہارم دین معاف ہوگا کذا فی الطحطاوی **شعر** + علی حجہا وترکہ ظلمہا لہا + اذا وہبت مہرا ولم یوف یخسر + جبکہ عورت نے اپنے زوج کو مہر ہبہ کیا اپنے حج کروانے پر یا زوج کے ظلم نکرنے پر اور زوج نے شرط مذکور پوری نہ کی تو زوج کو نقصان ہوگا ہم صورت اسکی یہ ہے کہ بشرط حج کروانے عورت کے یا ترک ظلم کے عورت نے مہر اپنا معاف کیا اور زوج نے قبول کیا پھر نہ اسکو حج لیگیا نہ ظلم کرنا چھوڑا تو مہر بحال سابق باقی رہیگا اسواسطے کہ عورت ترک مہر پر راضی تھی مگر شرط مذکور سے پھر جب شرط فوت ہوئی تو رضامندی فوت ہوگئی یہی قول مفتی بہ ہے ہان اگر زوج تادیب مستحق پر زوجہ کو مارے گا تو البتہ مہر معاف ہوجائیگا اسواسطے کہ جو حق زوج ہے وہ ظلم نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر **شعر** + معلق تطلیق بابراء مہرہا + وانکاحہ اخری لو یرد فیظفر + طلاق کا معلق کرنے والا عورت کے ابراء مہر اور دوسری عورت کے نکاح کرنے پر اگر ابرا کو رد کرے تو ظفریاب ہوگا یعنے طلاق نہ واقع ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ جب میں تیرے اوپر دوسری عورت کا نکاح کردوں اور تو اپنا مہر مجھکو معاف کردے تو تو طالق ہے پھر جب زوجہ نے مہر سے ابرا کیا تو زوج نے ابرا قبول نکیا تو طلاق نہ واقع ہوگی یہ مسئلہ وہبانیہ میں نہیں بلکہ شرنبلالی نے اسکو نظم کیا ہے **شعر** + وان قبض الانسان مال مبیعہ + فابراؤہ یؤخذ منہ کالدین اظہر + اور اگر آدمی نے اپنے مبیع کا مال یعنے ثمن اسکا لیا پھر ثمن اسکا معاف کردیا تو ثمن مذکور اس سے پھیر لیا جائیگا مانند دین کے یہ قول ظاہر تر ہے ہم ابرائے ثمن کی یہ صورت ہے کہ کوئی چیز بیچی اور مشتری سے اسکا ثمن قبض کیا پھر بائع نے مشتری کو ثمن معاف کردیا بعد قبض کے تو ابرا صحیح ہے اور مشتری نے جو ثمن دیا تھا اسکو بائع سے پھیر لے گا اسی طرح اگر دائن بعد قبض دین مدیون کو دین معاف کردے تو مدیون اس سے دین پھیر لیگا **شعر** ومن ہو فی ارض فی البناء صحیحہ + وعندی فیہ وقفۃ فیحرر + اور زمین کے سوا فقط عمارت میں ہبہ کرنا صحیح ہے اور میرے نزدیک اسمیں توقف اور تامل ہے تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے قلت وجہ التوقف نص بعضہم فی کتاب الرہن بان رہن البناء دون الارض وعکسہ لا یصح لانہ کالشائع فتامّلہ میں کہتا ہوں اور میرے توقف کی وجہ مسئلہ مذکورہ میں یہ ہے کہ تصریح کرنا بعض کا ہے کتاب الرہن میں اس مسئلے کا کہ رہن رکھنا عمارت کا بدون زمین کے اور زمین کا رہن رکھنا بدون عمارت کے صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ مثل مشاع کے ہے [illegible] تامل کر ہم اصل توقف علاوہ

عبد البر شارح وہبانیہ سے ہو شارح مذکور نے کہا کہ مسئلہ ہبہ عمارت بلا ارض ذخیرہ اور منیہ اور تتمہ سے منقول ہی اور دلیل مسئلے کی تتمہ مین یون مذکور ہی کہ مشتری جب کہے کہ مین نے زمین مول لی ہی اور بائع نے مجھکو عمارت اُسکی ہبہ کی ہی اور شفیع کہے بلکہ تونے زمین اور عمارت دونون مول لین ہین تو مشتری کا قول مقبول ہوگا پھر شارح نے کہا کہ میرے نزدیک استدلال مین نظر ہی اسواسطے کہ یہان کی صحت تقدم ملک ارض سے حاصل ہوئی ہی اور لائق یہ ہی کہ ہبہ عمارت کا بدون ارض صحیح نہوا اسواسطے کہ قبض شرط ہی ہبہ مین اور یہ بمنزلہ مشاع کے ہی بتصریح مسئلہ کتاب الرہن کہ رہن عمارت بلا ارض و بالعکس صحیح نہین کیونکہ بمنزلہ مشاع کے ہی انتہے اور کافی مین ہی کہ اگر غلہ مزروع ہبہ کیا زمین مین اور پھل درخت پر اور زیور تلوار مین اور عمارت گھر مین اور مین بھرا اناج ڈھیر سے اور موہوب لہ کو کھیت کاٹنے اور پھل توڑنے اور زیور اوکھیڑنے اور عمارت ڈھانے اور اناج تول لینے کا امر کیا اور موہوب لہ نے امر کے موافق عمل کیا تو ہبہ صحیح ہوگا استحسان کیوجہ سے گویا اُسنے علحدہ کرنیکے بعد ہبہ کیا اور اگر واہب قبض کا اذن نہ دے اور موہوب لہ لیا کرے تو تاوان اُسپر لازم ہوگا انتہے تو مدار تحقیق اس تفصیل پر ٹھہرا اور کافی کا کلام فیصلہ توقف مین کافی ہوگیا یعنے صحت ہبہ عمارت بلا ارض اُس صورت مین ہی جبکہ واہب نے عمارت ڈھانے اور قبض کرنے کا امر کیا اور موہوب لہ نے اُسپر عمل کیا کذا فی الطحاوی وَاَشَرْتُ بِاَظْهَرَ لِمَا فِي الْعِمَادِيَّةِ عَنْ خَوَاهِرْزَادَه اَنَّهُ لَا يَجُوْزُ وَاخْتَارَهُ بَعْضُ الْمَشَايِخِ اور اشارہ کیا مین نے لفظ اظہر سے تیسری بیت مین اس قول ضعیف کی طرف جو عمادیہ مین ہی خواہرزادہ سے کہ بعض قبض ثمن مشتری بائع سے ثمن نہ پھیرلے اور بعض مشائخ نے اس قول کو پسند کیا ہی وبیظفر ای بنکاح ضرتہا لانہ بردّہ للابراء ابطلہ فلذہ حنث فلیحفظ اور بلفظ لیظفر اشارہ کیا تیسری بیت مین یعنے زوجہ کی سوت کے ساتھ نکاح کرلے پر زوج ظفریاب ہوا اسواسطے کہ ابرا کے رد کرنے سے اُسنے تعلیق طلاق کو باطل کردیا تو قسم نہ ٹوٹی سو اسکو یاد رکھنا چاہیے

خاتمہ تاتارخانیہ مین ہی طحاوی نے کہا کہ اگر تحفہ اور ہدیہ ایسا ہو کہ قسمت کا محتمل نہو جیسا کپڑا یا اُس قسم سے ہو کہ فی الحال ماکول نہو جیسا گوشت اور مانند اسکے تو اپنے ہمنشینون اور ساتھیون کو اُنمین سے کچھ نہ دے اور اگر فی الحال کھانے کے لائق ہو تو صحبت والون کو اُنمین سے کچھ دے اور باقی اپنے اہل و عیال کیواسطے رکھے سراج وہاج مین ہی ایک مرد مر گیا سو دوسرے شخص نے اُسکے فرزند کو کپڑا بھیجا اُسکے کفن کیواسطے تو اُس کپڑے کا فرزند کیا مالک ہوگا کہ اور کپڑے سے کفن اُسکا کرے اور وہ کپڑا اپنے واسطے رکھ چھوڑے یا مالک نہین جواب یہ ہی کہ اگر میت بزرگ شخص ہو جسکی تکفین سے برکت لینا منظور ہو بسبب اُسکے علم یا پرہیزگاری کے تو فرزند اسکا مالک نہین اور اگر دوسرا کفن دیگا تو کپڑے کا پھیر دینا اُسپر واجب ہوگا اور اگر ایسا نہین تو فرزند کو جائز ہی کہ کپڑے کو جہان چاہے صرف کرے کذا فی الطحاوی

واللہ سبحانہ اعلم و استغفر اللہ الحکیم الکریم وصلے اللہ علی سیدنا و شفیعنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین ۞

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ علے احسانہ کہ جلد تیسری غایۃ الاوطار ترجمہ اُردو درمختار مطبع نامی صاحب فیض دستور جناب منشی نولکشور دام اقبالہ
واقع لکھنؤ شہر صفر سنہ ۱۳۰۴ ہجری مطابق ماہ نومبر سنہ ۱۸۸۶ع مین چھپکر طیار ہوئی

کنز الدقائق - فقہ کی معتبر کتاب مصنفہ نصیر الدین کرمانی -

مالابدمنہ وصیت نامہ مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی -

فقہ عربی

فتاوی عالمگیری - علمائے متفق ہو کر مسائل ضروریہ فقہ عبادات اور معاملات کو ایک اعلیٰ درجے کا ذخیرہ عہد دولت عالمگیری میں بموجب تجویز بادشاہ کے بنایا جسکی چار جلد ہین کاغذ سفید -

۱- جلد اول - جسمین مسائل کتاب الطہارۃ سے تا کتاب الحج ہین -

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے تا کتاب الوقف سلسلہ ہندسہ جلد اول و دوم یکجائی -

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک -

۴- جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے تا کتاب الفرائض -

یہ فتاوی کثیر الضخامت کمال درجہ کا مستند اور مستند اول ہی کہ تمام قلمرو زیر حراست بلاد اسلامی ہین اسی فتاوی کے مسائل پر خواہ وہ مسائل عبادت سے ہون یا معاملات سے عملدرآمد اور انجاح کار عدالت اسلامی کا اسی کتاب کے مسائل پر موقوف ہی اور علمائے ہند کا اسپر اتفاق ہی کیا خوب صنعت چھاپہ کی اختراع ہوئی ہی کہ جسکے ذریعہ سے ایسی کتابین بڑے بڑے حجم کی خوشخط اور بصحت مین خوب میسر آجاتی ہین اور اس ارزانی کے ساتھ تمام ممالک محروسہ اسلامی وغیرہ شہرمین مل سکتی ہین یہ انسان کو ایک موہبت مواہب عظمی الٰہی سے تصور کرنا اور شکر بجالانے کا مقام ہی لہذا اہل علم ایسے گوہر بے بہا کو نقد جان سے اگر خرید فرماوین تو بجا ہی -

عینی شرح ہدایہ - حامل المتن اور حاشیہ پر پورا ہدایہ بھی چڑھا ہی مولفہ شیخ ابا محمد بن احمد العینی یہ شرح بہت کمیاب اور نادرات سے ہی سارے ہندوستان مین بتلاش صرف ایک کتاب بہم پہونچی جسکی نقل ہوکر بصحت وکوشش تمام چھپی یہ کتاب چار جلد مین ہی -

۱ جلد اول - کتاب الطہارت سے تا کتاب الحج - دو ٹکڑے یعنی دو حصے ہین

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے تا کتاب الوقف دو ٹکڑے یعنی دو حصے ہین

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے تا کتاب الغصب -

۴- جلد چہارم - کتاب الشفعہ سے تا مسائل شتی -

درمختار فی شرح تنویر الابصار - بہت عمدہ فتاوی اہل اسلام کے مسائل اور فتووں کا اس کتاب پر زیادہ مدار ہی اول تو اسکا متن تنویر الابصار ہی ایک جامع کتاب ہی اور جب اسکی شرح ہوگئی پھر تو کوئی مسئلہ کوئی احتمال کوئی جزئی مسئلہ باقی نہ رہا مولانا بالفضل اولنا مشہور خاص و عام گروہ اسلام محمد علاؤالدین حنفی اسکے مصنف ہین سبحان اللہ خدائے تعالیٰ نے استخراج مسائل اور اختراع جزئیات کی قوت استعدادی اور ملکہ راسخہ انکو ایسا عطا فرمایا تھا کہ حتی الوسع انھون نے اپنے تبحر و فضیلت سے کوئی بات ناتمام نہین چھوڑی - احتمال سے احتمال اور جزئی سے جزئی اور مسئلہ سے مسئلہ پیدا کیا ہی اگرچہ علم فقہ کے بہت سے فتاوی مثل فتاوی عالمگیری اور فتاوی قاضیخان اور فتح القدیر اور عینی اور کنز الدقائق وغیرہ تصنیف ہوے ہین ہر ایک کی شان علیحدہ علیحدہ ہی مگر جس خوبی اور بسط اور انکشاف مسائل کی یہ کتاب تصنیف ہوئی ہی اسکی طرز ہی سب سے نرالی ہی عبارت نہایت صاف اور سلیس ہی جسمین اجنبی اور غریب لغت نام کو بھی نہین اور فی الحقیقت ایسے عالیشان فتاوی کی ایسی ہی عام فہم عبارت ہونی چاہیے -

۱- جلد اول - کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک -

۲- جلد دوم - کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک

۳- جلد سوم - کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک -

۴۔ جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے تامسائل شتی۔

فتاوی قاضی خان۔ مصنفہ قاضی حسن بن منصور بن محمود اوزجندی مع فتاوی ہندیہ حاشیہ پر بڑے رتبے کا فتاوی ہی مقبول العلما بڑی کوشش سے بصحت تمام چھپا ہی چار جلدین

۱۔ جلد اول۔ کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک۔

۲۔ جلد دوم۔ کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک۔

۳۔ جلد سوم۔ کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک

۴۔ جلد چہارم۔ کتاب الشفعہ سے تامسائل شتی۔

اور اکثر ارباب افتا کا اسی کے مسائل پر عمل ہی۔

عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی کتاب البیوع سے کتاب الغصب تک مصنفہ عبید اللہ بن احمد المشقی۔

جامع الرموز۔ متداول بین العلماء از کتاب الطہارۃ تا کتاب القضا چار حصہ۔

شرح وقایہ۔ مصنفہ محمود بن صدر الشریعۃ بن عبید اللہ بن جمال الدین المحبوبی محشی مع رسالہ دائرہ ہندیہ از مولوی خادم احمد فقہ حنفیہ کی درسی کتاب ہی جلدین اولین عبادات مین چھپین۔

شرح وقایہ مع چلپی۔ حاشیہ شرح وقایہ کا نہایت مستند ہی کمال درجہ کا محشی ہو کر چھپا ہی چار جلد یعنے کتاب الطہارۃ و کتاب النکاح و کتاب البیع و کتاب الشفعہ اور جو حواشی کثرت سے تھے اور کاغذ حاشیہ کا مکتفی نتھا لہذا علیحدہ اوراق پر چھاپ کر اپنی جگہہ پر لگا دیے ہین۔

ذخیرۃ العقبی۔ حاشیہ شرح وقایہ کا مصنفہ علامہ اخی یوسف بن جنید چھاپہ کلکتہ سے نقل ہو کر چھپا۔

ملا سٹھہ۔ حاشیہ شرح وقایہ مصنفہ ملا اخوند سٹھہ کتاب البیوع سے کتاب الوصایا تک

مختصر وقایہ۔ مصنفہ صدر الشریعۃ عبید اللہ اسمین کتاب الطہارت و کتاب النکاح و کتاب البیع و کتاب الشفعہ کے چارون حصون کا بیان ہی۔

فتادی کنز الدقائق۔ محشی مصنفہ عبد اللہ بن مسعود النسفی چار جلدین کتاب الطہارت و کتاب النکاح و کتاب البیع و کتاب الشفعہ و ما یتعلق بہا سب مذکور ہین دوہرہ حاشیہ ہی

قدوری۔ مصنفہ ابو الحسن بن احمد بن محمود بن جعفر البغدادی بتصحیح علمائے فرنگی محل طبع ہوئی۔

شرح الیاس۔ محشی چارون جلد کتاب الطہارۃ سے تا کتاب الشفعہ اسمین مذکور ہین۔

جلدین اولین۔

جلدین آخرین۔

ایضاً۔ کاغذ فاختائی۔

ایضاً۔ مطبوعہ قدیم کاغذ سفید۔

عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الرضاعۃ بچون کے دودھ پلانے کی حد میعادی از راہ شریعت۔

اصول فقہ عربی

حسامی محشی۔ متن متین مصنفہ مولانا حسام الحق بصحت علمائے فرنگی محل لکھنو چھپی۔

کتاب التحقیق۔ معروف بغایۃ التحقیق یہ شرح حسامی کی ہی از مولوی عبد العزیز بن احمد البخاری بصحت علمائے فرنگی محل چھپی۔

اصول شاشی۔ محشی۔

توضیح تلویح۔ مع سہ حاشیہ کمیاب مصنفہ صدر الشریعۃ۔

۱۔ حاشیہ چلپی۔ مصنفہ حسن چلپی۔

۲۔ حاشیہ شیخ الاسلام۔ از ملا شیخ الاسلام

۳۔ حاشیہ خسرو۔ مصنفہ ملا خسرو۔

اشباہ والنظائر۔ شرح حموی از سید احمد بن محمد حنفی۔

شرح مسلم الثبوت۔ مصنفہ بحر العلوم ملا عبد العلی بصحت فرنگی محل چھپی۔

نور الانوار۔ شرح منار اصول فقہ مین تصنیف مشہور از ملا جیون استاد عالمگیر محشی بحواشی ذیل حاشیہ قمر الاقمار و رسالہ احکام النفائس و رسالہ ترویح الجنان۔

خ ۴۳ ۲۹۷۶۳
ع ۳ ن ،
۱۹۳۲

This book was taken from the Library on the date last stamped. A fine of 1 anna will be charged for each day the book is kept over time.

AZAD LIBRARY M.U

AZAD LIBRARY M.U

۸۳۷
۲۳۰۰